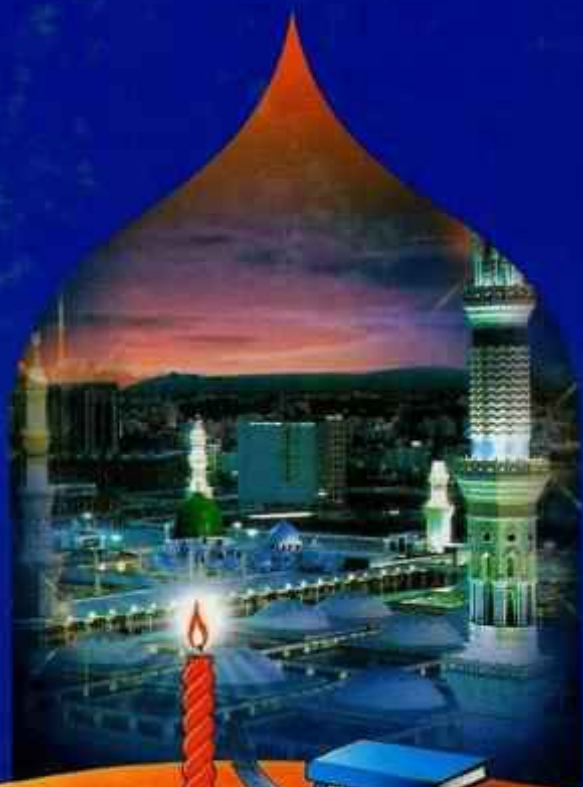


تقریظ: ڈاکٹر فضل احمد

فری اصول فقہ کی تاریخ

عہد رسالت ﷺ سے عہد حاضر تک

جناب اکرم فاروق حسن صاحب



دارالافتاء

جملہ حقوق ملکیت بحق دارالاشاعت کراچی محفوظ ہیں

باہتمام : خلیل اشرف عثمانی

طباعت : اکتوبر ۲۰۰۶ء علمی گرافکس

صفحات : 960 صفحات

قارئین سے گزارش

اپنی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس بات کی نگرانی کے لئے ادارہ میں مستقل ایک عالم موجود رہتے ہیں۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

..... ملنے کے پتے

ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

بیت العلوم 20 نا بھر روڈ لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

مکتبہ اسلامیہ گامی اڈا۔ ایبٹ آباد

ادارۃ المعارف جامعہ دارالعلوم کراچی

بیت القرآن اردو بازار کراچی

بیت القلم مقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک ۲ کراچی

مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار۔ فیصل آباد

مکتبۃ المعارف محلہ جنگلی۔ پشاور

کتب خانہ رشیدیہ۔ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

انگلینڈ میں ملنے کے پتے

Islamic Books Centre
119-121, Halli Well Road
Bolton BL 3NE, U.K.

Azhar Academy Ltd.

London

Tel : 020 8911 9797, Fax : 020 8911 8999

امریکہ میں ملنے کے پتے

DARUL-ULOOM AL-MADANIA
182 SOBIESKI STREET,
BUFFALO, NY 14212, U.S.A.

MADRASAH ISLAMIAH BOOK STORE
6663 BINTLIFE, HOUSTON,
TX-77074, U.S.A.

عرضِ ناشر

شریعت محمدی ﷺ اپنی جامعیت، کاملیت و ہمہ گیریت کے ساتھ ایسے جامع اصولوں پر مشتمل ہے جو ہر عہد کے جدید معماروں کو راست بنیاد پر غذا فراہم کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں صحابہ کرامؓ کو کسی بھی قسم کی کوئی دشواری پیش آتی تو حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ﷺ اس ابدی صداقت کی جامع تشریح فرما دیتے کہ خالق کائنات نے حضور ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عنایت فرمائی تھی آپ ﷺ نے اجتہاد کیا، صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کے طریقے اور اصول سکھائے اور صحابہ کرامؓ نے عہدِ رسالت میں اجتہاد کیا۔ غرض عہدِ رسالت میں فنِ اصول فقہ کی اگرچہ باضابطہ تدوین نہیں ہوئی تھی لیکن اصول و ضوابط موجود تھے۔ مرورِ ایام کے ساتھ اسلام کی روشنی پھیلتی چلی گئی قوموں کے اختلاط اور معاشرتی ضرورتوں نے نت نئے مسائل کو جنم دیا تو دیگر علوم کی طرح فنِ اصول فقہ کی بھی مستقل باضابطہ تدوین ہوئی اور ہر دور میں محدثین، محققین و مؤلفین نے انہی اصول و قواعد کے مطابق فقہی جزئیات کی توضیح و تشریح کی۔

عصرِ حاضر میں کوئی ایسی جامع تصنیف نہ تھی جس میں فنِ اصول فقہ کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ ہو اسی ضرورت کے پیش نظر ڈاکٹر فاروق حسن صاحب کی نادر، وقیع، تاریخی و تحقیقی کاوش پیش خدمت ہے جس میں انہوں نے عہدِ رسالت ﷺ سے عصرِ حاضر تک فنِ اصول فقہ کی تاریخ، خصوصیات، مصنفین کے مناج، کتبِ اصولین کا تعارف، اہمیت، محاسن و معائب اور شروح و حواشی کا ارتقائی انداز سے تحقیقی و جامع تجزیہ پیش کیا ہے تاکہ قارئین ایک ہی نظر میں مختلف ادوار میں کئے جانے والے کام سے آگاہ ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو قارئین کے لئے مفید اور ہمارے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

نحمدہ ونصلی وسلم علی رسولہ الکریم
وعلی الہ واصحابہ وذریئہ واهل بیتہ اجمعین

حرف تحسین

کمال صرف اور صرف ذات باری کو سزاوار ہے اور وہی ذات الوجود ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک ہے۔ اسی کمال کل نے ایک پیکر کمال و جمال حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں مبعوث فرما کر انسانیت پر احسان عظیم فرمایا۔ اسی پیکر کمال خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے کہ نوع انسان کو شریعت کاملہ اور اس کے ابدی و دائمی اصول و ضوابط عطا ہوئے جسے وارثین خاتم الانبیاء نے علم اصول فقہ کے نام سے مدون کر کے فرائض تبلیغ اور حفاظت دین کا حق ادا کر دیا۔

مجھے یہ جان کر انتہائی مسرت ہو رہی ہے کہ میرے مایہ ناز تلمیذ خاص ڈاکٹر فاروق حسن کاپی ایچ ڈی کا مقالہ ”فن اصول فقہ کی تاریخ“ از عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تا عصر حاضر زیور طباعت سے آراستہ و پیرستہ ہو کر اہل علم و دانش سے داد تحسین وصول کر رہا ہے جو اس کا حق ہے۔

شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی امتیازی خصوصیات ہیں جن میں جامعیت کاملیت، آفاقیت، عملیت و ہمہ گیریت بھی نمایاں ہیں۔ خاتم الانبیاء محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب البہاشی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم خاتم الکتاب ہے اور یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ملنے والے معجزات میں زندہ و جاوید معجزہ ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ کو فضیلت و برتری حاصل ہے آپ کو ایسی خصوصیات اور امتیازات عطا ہوئے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہوئے۔ آپ کی بعثت گورے اور کالے تک کے تمام انسانوں کی طرف ہوئی۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ خصوصیات عطا ہوئیں جو مجھ سے قبل کسی کو حاصل نہیں تھیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ”ہر نبی کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا گیا لیکن آپ نے فرمایا: ”بعثت الی الاحمر والاسود“ (متفق علیہ) یعنی میرے بعثت سرخ اور کالے سب کی طرف ہوئی ہے۔

مشرق و مغرب اور قطب جنوبی و شمالی پر بسنے والوں کی ضروریات، حالات و اصول اور مسائل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ زمانہ مسلسل تغیر پذیر ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے قوانین اور اصولوں میں ترمیم و تصحیح و اصلاح کی ضرورت رہتی ہے کیونکہ وہ محدود انسانی ذہن کی جدوجہد کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت اسی صورت میں پیش آمدہ نئے مسائل اور بدلتے تقاضوں کا اطمینان بخش حل پیش کر سکے گی جب اس کے اصول و قواعد دائمی اور ابدی ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات اور فیصلوں میں اصول کا فرما ہوتے تھے، بعد میں یہی ”علم اصول فقہ“ کے نام سے معروف ہو گئے۔ تاریخ اسلام کے سب سے پہلے فقیہ اور اصولی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کے مکتب کے فیض یافتہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان اصولوں کے اولین محافظ ہیں۔ جب علوم و فنون کی تدوین کا رواج نہیں تھا تو یہ اصول و قواعد اور احکام میں پوشیدہ علون اور حکمتوں کا علم سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا اور پھر بہت سے آئمہ کرام رحمہم اللہ نے

اس فن کی حفاظت و تدوین کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں۔

چار آئمہ کرام کو شہرت و دوام نصیب ہوئی اور ان میں سے امام اعظم ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) نے فقہ اسلامی کے قواعد و ضوابط کی جس منہج کی بنیاد ڈالی۔ انہیں ہر زمانے و علاقے میں اُمت محمدیہ کی اکثریت میں پذیرائی اور قبولیت عامہ حاصل رہی فقہ حنفی اور ان کے اصول و قوانین میں پائے جانے والی کشش کے باعث اکثریت نے ان کی تقلید اختیار کی۔ بے شمار محدثین و محققین نے آپ کے اصول و قواعد کے مطابق فقہی جزیات کی توضیح و تشریح کی اور آج دنیا کی دو تہائی سے زائد مسلمان آبادی فقہ حنفی کے مطابق اپنی عبادات اور معاملات کو انجام دے رہی ہے۔

آئمہ کرام رحمہم اللہ کے بعد سے عصر حاضر تک ہر دور میں مختلف زبانوں میں مؤلفین و محققین نے فن اصول فقہ کو موضوعِ سخن بنایا۔ منظوم و منثور مختصر و مطول کتابیں تصنیف کی گئیں۔ مسلمانوں کے علاوہ مستشرقین جیسے جوز شاخت وغیرہ نے بھی اس فن پر قلم اٹھایا۔

زیر نظر کتاب بہت سی خصوصیات کی حامل ہے جو محسن انسانیت اور تاریخ اسلام کے سب سے بڑے فقیہ اور اصولی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب البہاشی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عصر حاضر تک کے اصولیین اور ان کی خصوصیات کا جامع انداز میں احاطہ کرتی ہے۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو خالق ارض و سماء نے اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی اجتہاد کے طریقے اور اصول سکھائے اور اجازت عطا فرمائی۔ صحابہ کرام ﷺ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اجتہاد کیا اور ان کے اجتہاد کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اور جب صحابہ کرام کے فیصلے اور اجتہادات تعلیم کئے گئے اصول و ضوابط کے مطابق ہوتے تو آپ خوشی کا اظہار فرماتے، ان کی تائید و توثیق فرمادیتے اور اگر ان کے فیصلے و اجتہادات شریعت کی روح یا کسی اصول و ضابطہ سے تصادم ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراضگی کا اظہار فرماتے اور یہ بات اظہار من الشمس ہے کہ اجتہاد بغیر اصول و ضوابط کے ممکن نہیں ہے۔ دور قدسی کا رواج نہ ہونے کے سبب ان کی تدوین بعد میں عمل میں آئی لیکن تفویض کئے گئے اصولوں کے مطابق اجتہاد کرنا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزاج میں شامل تھا اور ہر عقل سلیم رکھنے والا شخص جانتا ہے کہ عدم تدوین عدم موجود پر دلالت نہیں کرتی اصول فقہ کے اصول و ضوابط موجود تھے مگر ان کی تدوین بعد میں ہوئی۔

زیر نظر کتاب ”فن اصول فقہ کی تاریخ“ از عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم تا عصر حاضر، علوم جدیدہ و قدیمہ سے مزین فاضل محقق میرے تلمیذ رشید ڈاکٹر فاروق حسن نے دوران تحقیق پگڈنڈیوں سے گزر کر سفر تحقیق کی صعوبتوں اور کلفتوں کو برداشت کر کے لائبریریوں کی خاک چھان کر ایک ایسی نادر، وقیع اور تاریخی و تحقیقی کاوش پیش کی جو کہ نہ صرف ارباب علم و دانش کے لئے ایک اصول علمی تحفہ ہے بلکہ فن اصول فقہ میں ایک گرانقدر اضافہ بھی ہے۔

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو فاضل محقق ڈاکٹر فاروق حسن اور ناشر ظلیل اشرف عثمانی اور قارئین کے لئے سرمایہ آخرت بنائے اور قارئین کو اس سے نفع پہنچائے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

صدر شعبہ القرآن، والہ۔ کلیہ معارف اسلامیہ

جامعہ کراچی۔ کراچی

مختصر تعارف مصنف

ڈاکٹر فاروق حسن MED یونیورسٹی کراچی کے شعبہ علوم انسانی میں اسٹنٹ پروفیسر ہیں جہاں وہ اسلامیات کے علاوہ دیگر مذاہب کے طلبہ و طالبات کی Ethical Behavior کی کلاسیں بھی باقاعدگی سے لیتے ہیں۔ 2001ء میں جامعہ کراچی سے پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد کی نگرانی میں اصول فقہ میں Ph.D. کی ڈگری حاصل کی۔ 1993ء میں کراچی یونیورسٹی سے اسلامک اسٹڈیز میں M.A. کیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ وہ فاضل عربی میں بھی پوزیشن حاصل کر چکے ہیں۔ قانون کی ڈگری گورنمنٹ ایس ایم لاء کالج کراچی سے حاصل کی۔ جامعہ الازہر مصر سے بھی تعلیم حاصل کی۔ 2002ء میں انڈونیشیا میں بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے مذہب اور امن کے موضوع پر منعقدہ عالمی کانفرنس میں مصر کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ وہ ایران اور مصر میں بھی کانفرنسوں میں پاکستان کی نمائندگی کر چکے ہیں۔

مختصر تعارف کتاب :

☆ اس کتاب میں ایک ہزار سے زائد اصولیین کی فن اصول فقہ پر بارہ سو سے زائد کتابوں کا تعارف آسان انداز و اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔

☆ فن اصول فقہ کی سو سے زائد اہم کتابوں کا ارتقائی انداز سے تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے جس میں مصنفین کے مناہج، کتب کے مشتملات اہمیت، محاسن و معائب اور اس پر لکھی جانے والی شروح و حواشی وغیرہ کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی زمانی ترتیب کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے تاکہ قاری ایک ہی نظر میں مختلف ادوار میں کئے جانے والے کام سے آگاہ ہو سکے۔

☆ مختلف ممالک کے معروضی سیاسی و جغرافیائی حالات میں فن اصول فقہ کن نشیب و فراز سے گزرتا رہا اور کس طرح ہمارا حال ماضی سے مربوط رہا مختصر و جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

☆ فن اصول فقہ کی حفاظت کرنے والوں کے ذکر کے دوران اہم اور نایاب تاریخی اور علم الرجال پر کتابوں کا تعارف بھی ہو گیا جو فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

☆ اول تا آخر تمام عنوانات و مضامین میں حسن ترتیب، تسلسل، جامعیت و یکسانیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

☆ مستند کتابوں کے مکمل حوالہ جات اور حواشی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

☆ اس کتاب میں اہم مصادر و مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے۔

☆ یہ کتاب جامعات، لاء کالجز، دینی مدارس، اساتذہ، دانشوران ملت، طلبہ و عوام کے ساتھ تشنگان علم اصول فقہ کے لئے ایک بہترین اور انمول تحفہ ہے۔

☆ اور مختصر یہ کہ کتاب تاریخ فن اصول فقہ پر ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔

میں اپنی اس سعی و کاوش کو تاریخ اسلام کے پہلے فقیہ اصولی محسن انسائنت۔ دافع ظلمات، ساقی کوثر، شافع المذنبین، محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب الباشمی القریشی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ مجھ ناچیز کی یہ کوشش بارگاہ ایزدی میں شرف قبولیت حاصل کرے گی اور قیامت کے دن میری اور میرے شیخ و والدین اور جملہ متعلقین کی مغفرت کا سبب بنے گی۔ (انشاء اللہ)

ڈاکٹر فاروق حسن

DR. FAZAL AHMED

LL.B., B.Ed. M.A. (Islamic Studies)
M.A. (Islamic History), Ph.D. (Islamic Studies)
Fazil-e-Dars-e-Nizami, Fazil-e-Arabic
Fazil-e-Tarjumatul Qur'an
Fazil-e-Tajweed-wo-Oairal

Professor :

Department of Islamic Learning
Faculty of Islamic Studies
University of Karachi
Karachi-75270 Pakistan
Phone :
479001-10/Ex. 2390, 2394

Ref: _____

Date: _____

تصدیق نامہ

تصدیق کی جاتی ہے کہ فاروق حسن ولد حبیب حسن نے یہ مقالہ میری نگرانی میں مکمل کر لیا ہے۔
اُن کا یہ کام تحقیقی نوعیت کا ہے ، لہذا میں P. H. D. کی سند کی غرض سے مقالہ جمع کرانے کی
اجازت دیتا ہوں۔

نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

صدر شعبہ القرآن، والسنہ۔ کلیہ معارف اسلامیہ

جامعہ کراچی۔ کراچی

اظہارِ تشکر

میں سب سے پہلے اپنے اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ جس نے اپنے خاص فضل و کرم سے مجھے یہ مقالہ تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کے بعد میں پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید رئیس کلیہ معارف اسلامیہ کا تہہ دل سے مشکور ہوں جن کی انتہائی قیمتی ہدایات اور مشوروں سے یہ مقالہ تکمیل کے مراحل تک پہنچا اور اس کے ساتھ ہی میں اپنے اساتذہ کرام خصوصاً محترم جناب پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد صاحب کا ممنون ہوں جن کی اس مقالہ نگاری کے دوران نگرانی، معاونت اور انتہائی قیمتی ہدایت میرے لئے بہت بڑا اعزاز اور سرمایہ افتخار ہے۔

میں اس تحقیقی کاوش کو اپنے شیخ حضرت شجاع الدین احمد حفظہ اللہ کی دعاؤں کا ثمرہ سمجھتا ہوں جنہوں نے میری سوچوں کو درست سمت دی، میرے باطنی شعور کو بیدار کر کے قدم قدم پر میری رہنمائی اور اصلاح فرمائی۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقالہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے میرے لئے میرے والدین و اساتذہ، قارئین اور دارالاشاعت کے محترم خلیل اشرف عثمانی صاحب کے لئے ذخیرہ آخرت اور قارئین کے لئے مفید بنائے۔ (آمین)

لِلّٰهِ الْحَمْدُ أَوَّلًا وَآخِرًا

فاروق حسن

فہرست مضامین حصہ اول

فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک

۷	حرف تحسین	
۹	مختصر تعارف مصنف	
۱۱	تصدیق نامہ	
۱۲	اظہار تشکر	
۱۳	فہرست مضامین	
۲۱	مقدمہ	
۲۵	اصول فقہ کا نشا و ارتقاء	باب اول :
۲۵	اصول فقہ کا مفہوم، موضوع، استمداد، حکم، فائدہ و واضح	فصل اول :
۲۷	اصول فقہ کا مفہوم اور اس کا تحقیقی تجزیہ	
۲۷	علم اصول فقہ کی حقیقت	
۳۱	الفقہ کے لغوی و اصطلاحی معنی	
۳۳	قرآن کریم میں بعض دلائل	
۳۴	احادیث مبارکہ سے بعض دلائل	
۳۵	کلمات اصول الفقہ کی تقدیم و تاخیر	
۳۵	فقہاء کے نزدیک ”الفقہ“ کے اصطلاحی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ	
۳۶	اصولیین کے نزدیک فقہ کے اصطلاحی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ	
۴۰	”اصول الفقہ“ کے مابین اضافت کی تشریح	
۴۰	مختلف ادوار کے اصولیین سے منقول فقہ کی تعریفات کا تحقیقی تجزیہ	
	سابقین اصولیین سے منقول تعریفات کے اسالیب کی درجہ بندی اور ان کا باہمی	
۴۱	فرق	
۴۲	فقہ کی مجموعی تعریفات کی تاریخی ارتقائی تناظر میں مرحلہ وار درجہ بندی	

”اصول الفقہ“ کے مختلف لقمی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ

”اصول الفقہ“ کی تعریفات میں اختلاف کی وجہ

اصول الفقہ“ کی لقمی معنی پر اکتفاء کرنے کا سبب

قاضی بیضاوی سے منقول الفقہ کی تعریفات کا تحقیقی تجزیہ

قاضی بیضاوی سے منقول فقہ کی اصطلاحی تعریف اور اس کا تحقیقی تجزیہ

فقہ و اصول الفقہ کے مابین بعض اہم فسرقات

فقیہ و اصولی کے مابین فرق

فقہ و اصول فقہ کے مابین منطقی تفریق و توضیح

اصول فقہ کو علم اصول فقہ کہنے کی وجہ

اصول فقہ کا موضوع اور اس کا تحقیقی تجزیہ

اصول فقہ کے موضوع میں علماء کے مذاہب

ادلہ کو احکام پر مقدم کرنے کی وجہ

کیا کسی ایک فن کے متعدد موضوعات ہو سکتے ہیں؟

کیا کثرت موضوع کثرت علم پر دلالت کرتے ہیں؟

ادلہ یا احکام میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے والوں کے خلاف دلیل

فقہ و اصول فقہ کے موضوع میں باہمی فرق

علم اصول فقہ کا استمداد علم کلام، لغت عربیہ و احکام شرعیہ ہیں

علم اصول فقہ کے تعلم کا حکم

علم اصول فقہ کا تاریخی، علمی و عملی، اجتہادی و تقابلی و دینی فائدہ

علم اصول فقہ کا وضع

پہلی رائے: امام جعفر و باقر صادقین وضع ہیں اور اس رائے کا تحقیقی جائزہ

دوسری رائے: امام ابو حنیفہ اصحاب اس علم کے وضع ہیں

تیسری رائے: امام شافعی اس علم کے وضع ہیں

تینوں آراء کا تاریخی تناظر میں تحقیقی جائزہ

علم اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے مناج

تقلیدی دور میں اصول فقہ کی تدوین کے طریقے و رجحانات

اصول فقہ کی تدوین کا پہلا طریقہ، اصول الشافعیہ یا اصول متکلمین

سہلے خالص نظریاتی طریقہ تدوین میں بعض متکلمین کی شمولیت اور اس کے اثرات

کاتھنقی جائزہ

میلے طریقہ تصنیف کو اختیار کرنے والے کلامی مذاہب

سہلے طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات

اصول الشافعیہ یا اصول الممتکامین طرز کی بعض اہم اور بنیادی کتب

اصول فقہ کی تدوین کا دوسرا طریقہ : طریقۃ الاحناف

اصول الشافعية و اصول حنفیہ میں فرق و امتیاز کی مثال سے توضیح

حنفی طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات

خفی طریقہ بر لکھی جانے والی اصول فقہ کی بعض اہم کتب

اصول فقہ کی تدوین کا تیسرا طریقہ متاخرین علماء کا طریقہ تدوین

متاخرین کے طریقہ تدوین پر اصول فقہ کی بعض اہم و بنیادی کتب

عہد رسالت مآب ﷺ، عہد خلافت راشدہ و عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کا نشا و ارتقاء

عہد رسالت مآب ﷺ میں اصول فقہ (۱۱-۱۲)

مضررت منفعت پر غالب ہونے کی وجہ سے شراب کی تدریجی حرمت -----

رسالت مآب ﷺ نے قرآن کریم کے مطلق کو مقید فرمایا

قرآن کے عمومی احکام میں آپ ﷺ نے تخصیص یا استثناء فرمایا۔

بعض عمومی احکام میں تخصیص کی احادیث صحیحہ سے مثالیں

اس بارے میں فقہاء کرام کے چند اقوال -----

اسلامی قانون کے دو ارتقائی مراحل

مدنی دور میں قانون سازی

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی

۱۰۴ ----- آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اجتہاد کا وقوع

۱۰۶ ----- فقہاء کے اقوال و حدیث سے اس کا ثبوت

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو قواعد اصولیہ کے مطابق اجتہاد کرنے کی اجازت و تعلیم

۱۰۷ ----- دی اس کا وقوع اور ان سے استفادہ

۱۰۸ ----- حدیث معاذ میں سنت کے بعد اجماع کا ذکر نہ ہونے کی وجہ

استنباط و استخراج مسائل کی صلاحیت رکھنے والے صحابہ اجتہاد کے اہل تھے اس

۱۱۲ ----- بارے میں حدیث اور اس سے نکلنے والے نتائج

۱۱۳ ----- عہد رسالت مآب ﷺ میں اجتہاد کی تشریحی حیثیت

۱۱۴ ----- حقیقت وفات نبی ﷺ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد و اختلاف

۱۱۴ ----- تدفین رسول ﷺ و خلافت رسول ﷺ کے مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف

۱۱۷ ----- عہد خلافت راشدہ میں اصول فقہ (۴۱ھ-۱۱۰ھ)

۱۱۷ ----- عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں شرعی مسائل کی تحقیق کا اسلوب

۱۱۹ ----- عہد فاروقی میں مسائل کی تحقیق کا شرعی اسلوب

شبلی نعمانی کی رائے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قیاس کیا حضرت عمر

۱۲۲ ----- رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری کو بھیجے گئے خط کے بارے میں بعض مسلمان

و مستشرق مفکرین کی آراء اور ان کا تحقیقی تجزیہ

بعض معاملات کے حل کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف استدلالات اور پیش نظر

۱۲۴ ----- اصول استنباط

۱۲۴ ----- اس بارے میں بعض مفکرین کی آراء

۱۳۳ ----- عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کا نشأ و ارتقاء (۴۱ھ-۱۳۲ھ)

۱۳۳ ----- عہد تابعین میں اصول فقہ (اجتہاد و استدلال)

۱۳۳ ----- دوسری صدی ہجری کے وسط تک اصول فقہ پر کام کی رفتار کا جائزہ

۱۳۴ ----- عہد تابعین کے بعد اصول فقہ پر کام کی رفتار

- ۱۰۴ ----- آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اجتہاد کا وقوع
- ۱۰۶ ----- فقہاء کے اقوال و حدیث سے اس کا ثبوت
- آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو قواعد اصولیہ کے مطابق اجتہاد کرنے کی اجازت و تعلیم دی اس کا وقوع اور ان سے استفادہ -----
- ۱۰۸ ----- حدیث معاذ میں سنت کے بعد اجماع کا ذکر نہ ہونے کی وجہ
- استنباط و استخراج مسائل کی صلاحیت رکھنے والے صحابہ اجتہاد کے اہل تھے اس بارے میں حدیث اور اس سے نکلنے والے نتائج -----
- ۱۱۲ ----- عہد رسالت مآب ﷺ میں اجتہاد کی تشریحی حیثیت
- ۱۱۴ ----- حقیقت و وفات نبی ﷺ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہاد و اختلاف
- ۱۱۴ ----- تدفین رسول ﷺ و خلافت رسول ﷺ کے مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم میں اختلاف
- ۱۱۷ ----- عہد خلافت راشدہ میں اصول فقہ (۴۱ھ-۱۱۰ھ)
- ۱۱۷ ----- عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں شرعی مسائل کی تحقیق کا اسلوب
- ۱۱۹ ----- عہد فاروقی میں مسائل کی تحقیق کا شرعی اسلوب
- شبلی نعمانی کی رائے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے قیاس کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوموسیٰ اشعری کو بھیجے گئے خط کے بارے میں بعض مسلمان و مستشرق مفکرین کی آراء اور ان کا تحقیقی تجزیہ -----

بعض معاملات کے حل کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مختلف استدلالات اور پیش نظر اصول استنباط

اس بارے میں بعض مفکرین کی آراء

عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کا نشا و ارتقاء (۱۳۱ھ-۱۳۲ھ)

عہد تابعین میں اصول فقہ (اجتہاد و استدلال)

دوسری صدی ہجری کے وسط تک اصول فقہ پر کام کی رفتار کا جائزہ

عہد تابعین کے بعد اصول فقہ پر کام کی رفتار

۱۳۷	عہد عباسی کے اصولیین اور ان کی اصول فقہ میں خدمات کا تاریخی تحقیقی تجزیہ (عہد عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک)	فصل چہارم
۲۰۳	عہد عباسی کے اصولیین اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ (پانچویں صدی ہجری کے آغاز سے سلطنت عباسیہ کے زوال تک)	فصل پنجم
۲۰۳	دینی و سیاسی صورتحال کا مختصر جائزہ	
۲۰۴	سقوط بغداد کے بعد اسلامی دنیا کی حالت پر ایک نظر	
۲۰۶	تقلیدی رجحان کی عکاسی پر دو کتابوں کے اسالیب سے مثالیں	
۲۰۶	چھٹی صدی ہجری کے بعض اصولیین اور ان کی علمی مراکز پر ایک طائرانہ نظر	
۲۸۹	تقلیدی رجحانات کے فروغ کے بعد اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	باب دوم
۲۹۱	ساتویں صدی ہجری کے اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	فصل اول
۳۹۷	آٹھویں صدی ہجری کے اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	فصل دوم

فہرست مضامین حصہ دوم

فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک

۴۹۱	حصہ دوم : فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت ﷺ سے عصر حاضر تک	
۴۹۳	نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	فصل سوم :
۴۹۳	نویں صدی ہجری میں سیاسی و علمی حالات پر ایک طائرانہ نظر	
۵۳۹	دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	فصل چہارم :
۵۳۹	دسویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالات پر ایک طائرانہ نظر	
۵۶۵	گیارہویں صدی میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ	فصل پنجم :
۵۶۵	گیارہویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالات پر ایک طائرانہ نظر	
	بارہویں، تیرہویں اور چودھویں صدی میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ	فصل ششم :
۵۸۹		

بارہویں، تیرہویں اور چودھویں صدی ہجری میں علمی، دینی و سیاسی حالت پر ایک
طائرانہ نظر

۵۸۹

بارہویں صدی ہجری کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و
تحقیقی تجزیہ

۵۹۱

تیرہویں صدی ہجری کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و
تحقیقی تجزیہ

۶۰۹

۶۳۵

چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی کتب کا مختصر تعارف

۶۵۱

باب سوم : منتخب فقہی مذاہب کا تعارف و نشاء و ارتقاء

۶۵۳

فصل اول : حنفی مذہب اور اس کا نشاء و ارتقاء

۶۸۱

فصل دوم : مالکی مذہب اور اس کا نشاء و ارتقاء

۶۹۳

فصل سوم : شافعی مذہب اور اس کا نشاء و ارتقاء

۷۰۵

فصل چہارم : حنبلی مذہب اور اس کا نشاء و ارتقاء

۷۱۷

فصل پنجم : اہل سنت کے متروک مذاہب اور ان کا نشاء و ارتقاء

۷۲۷

فصل ششم : مذاہب شیعہ اور ان کا نشاء و ارتقاء

۷۳۹

باب چہارم : احکام شریعت کے ماخذ

۷۴۱

فصل اول : احکام شریعت کے متفق علیہ ماخذ

۷۴۱

الکتاب

۷۴۹

السنة

۷۵۷

الاجماع

۷۶۵

القياس

۷۷۵

فصل دوم : احکام شریعت کے مختلف فیہ ماخذ

۷۷۵

استحسان

۷۸۵

مصلح مرسل / استصلاح

۷۹۴

استصحاب

۷۹۷	سد الذرائع
۸۰۳	عرف و عادت
۸۰۸	قول / مذہب صحابی
۸۱۱	شرائع من قبلنا
۸۱۷	خلاصہ (نتائج)
۸۱۹	فہارس :
۸۲۳	۱۔ فہرست آیات قرآنیہ
۸۳۱	۲۔ فہرست احادیث مبارکہ
۸۳۷	۳۔ فہرست شخصیات
۸۷۵	۴۔ فہرست مصادر الکتاب
۹۰۹	۵۔ فہرست فرق، اہم و قبائل
۹۱۷	۶۔ فہرست اماکن
۹۳۵	فہرست مراجع التحقیق

مقدمہ

زیر نظر مقالہ کا موضوع تحقیقی کے لئے اس وجہ سے منتخب کیا گیا کیونکہ اصول فقہ کے مرحلہ وار عہد بہ عہد تاریخی ارتقاء اور اصولیین کی خدمات پر تحریر و تدوین و تحقیق کے حوالے سے اب تک کوئی قابل ذکر کام نظر سے نہیں گزرا۔ متقدمین نے جتنی کتابیں فن اصول فقہ پر لکھیں تقریباً وہ سب قدیم اصطلاحات و اسلوب پر مبنی ہیں، جن کی زبان و بیان کے لحاظ سے نہایت اداق ہونے کے سبب عوام تو کجا خواص بھی ان سے خاطر خواہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ دور حاضر کے بہت سے مؤلفین نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سہل اسلوب کو اپنایا۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی خدمات کو تفصیلاً تاریخی نقطہ نظر سے بیان کرنے کی طرف توجہ مرکوز نہیں کی۔ متقدمین میں تو اس کا رواج نہیں تھا کہ اصولیین اور ان کی خدمات کو علیحدہ سے عہد بہ عہد تاریخی تناظر میں پیش کیا جائے۔

دور حاضر کے مؤلفین^۱ اپنی کتاب کے مقدمہ کے ابتدائی چند اوراق میں تاریخ اصول فقہ بیان کرتے ہوئے اصولیین اور ان کی بعض کتب کا اشارہ تذکرہ کر دیتے ہیں مگر فن اصول فقہ کے نشا و ارتقاء، عہد رسالت مآب ﷺ، عہد خلافت راشدہ، عہد بنو امیہ و عہد بنو عباسیہ اور پھر دورِ حاضر تک یہ فن کن تاریخی ادوار سے گذر کر ہم تک پہنچا اور یہ کہ ہمارا حال کس طرح ہمارے ماضی سے مربوط ہے اس بارے میں ہمیں کسی کتاب کا علم نہ ہو سکا۔ البتہ اتنا ضرور پتہ چلتا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) نے طبقات الاصولیین^۲ کے نام سے ایک کتاب تالیف کی تھی جو اب مفقود ہو چکی ہے۔ دورِ حاضر کی چند کتابوں کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں۔ جن میں اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تذکرہ ملتا ہے :

- ۱۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین لعبد اللہ مصطفیٰ المراغی
- ۲۔ کتاب اصول الفقہ تاریخہ و رجالہ لدکتور شعبان محمد اسماعیل شعبان
- ۳۔ معجم الاصولیین لدکتور محمد مظہر بقا
- ۴۔ اصول الفقہ نشاتہ و تطوره والحاجۃ الیہ لدکتور شعبان محمد اسماعیل شعبان
- ۵۔ دراسة تاريخية للفقہ و اصولہ و الاتجاهات التي ظهرت فيهما لمصطفیٰ سعيد الخن
- ۶۔ علم الاصول تاريخاً و تطوراً العلی الفاضل القائینی النجفی

تفصیلات کے لئے دیکھئے :

۱۔ اصول فقہ، مقدمہ : محمد ابو زہرہ قاہرہ، دار الفکر العربی ۱۳۱۷ھ-۱۹۹۷ء اور مقدمہ ابو جنید فی اصول الفقہ عبد الکریم زیدان۔ لاہور فاران اکیڈمی سندھ

۲۔ الفتح المبین۔ فی طبقات الاصولیین، عبد اللہ مصطفیٰ المراغی، مقدمہ ص ۱۰، بیروت، محمد امین دین مئج سندھ

مگر فہمیں یہ ہے کہ مذکورہ بالا کتب یا تو بہت مختصر ہیں یا ان میں فن اصول فقہ پر زیادہ اور تاریخ اصول فقہ پر کم بحث کی گئی ہے یا سابقہ کتاب کی کچھ اضافے تبدیلی کے ساتھ نقل ہے۔ مثلاً شیخ الراغبی کی کتاب "الفتح المبین" اصولیین اور ان کی خدمات کے بارے میں ایک ابتدائی کوشش تھی مگر اس کتاب میں غلطیاں تھیں جن میں سے بعض کی طرف دکتور شعبان نے متوجہ کیا اور ان کی تصحیح کی۔ الراغبی نے اپنی اس کتاب میں بخذف تکرار تین سو پچاسی (۳۸۵) اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا ذکر کیا اور مقدمہ میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ اس پر مزید کام کی گنجائش ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

"نرجو أن يأتى بعدنا من يستوعب رجال الاصول استيعاباً تاماً إذ لنا لاندعى الاحاطة بجميع الرجال كما لاندعى العصمة عن الخطأ و النقص".

ترجمہ : "یقیناً ہمارے بعد اصول فقہ پر کام کرنے والے لوگ اس کام کو شرح و بسط کے ساتھ انجام دیں گے اور ہم یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ ہم نے تمام اصولیین کا احاطہ کر لیا ہے، اور نہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا کام ہر قسم کی غلطی اور کمی سے پاک ہے۔"

دکتور شعبان اسماعیل نے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے رجال الاصول پر کتاب تالیف کی لیکن دکتور مظہر بقا کے قول کے مطابق انہوں نے الراغبی کی بعض اغلاط کی تصحیح تو کر دی لیکن وہ خود بھی کئی غلطیاں کر گئے اور یہ کہ انہوں نے الفتح المبین میں مذکور اصولیین میں سے سوائے چھبیس (۲۶) کے سب کے سب ذکر کر دیئے اور ان میں انیس (۱۹) اصولیین کا اضافہ بھی کیا۔ اس طرح مذکور الذکر ابتدائی دونوں کتابوں میں مجموعی طور پر چار سو چار (۴۰۴) اصولیین کا ذکر آیا ہے۔ بعد میں دکتور مظہر بقا نے اس کی کوپورا کرنے کی غرض سے معجم الاصولیین کے نام سے کتاب تالیف کی مگر وہ اب تک نامکمل ہے۔ اس کے علاوہ مذکورہ بالا دیگر کتب میں جزوی طور پر اصولیین اور ان کی خدمات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔ کسی نے بھی کتاب کے مشتملات، مناجج اور مختلف ادوار میں اس سے متعلق کام کی تفصیلات کا ذکر نہیں کیا۔

ان مذکورہ باتوں کی بناء پر اشد ضرورت محسوس کی گئی کہ بحیثیت فن اصول فقہ کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ نئے اسلوب میں پیش کیا جائے اور مزید دیکھا جائے کہ یہ فن کن تاریخی ادوار سے گذر کر ہم تک پہنچا۔ اس مقالہ میں تاریخ اسلام کے پہلے اصولی یعنی حضور اکرم ﷺ سے لے کر چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی خدمات کا حتی الامکان احاطہ کیا گیا ہے۔ مقالہ کو چار ابواب پر اور ہر باب کو چند فصلوں پر تقسیم کیا گیا ہے جن کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے :

پہلا باب اصول فقہ کے نشا و ارتقاء میں ہے جو پانچ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل میں اصول فقہ کا مفہوم موضوع، استمداد، حکم، فائدہ اور وضع کو زیر بحث لایا گیا ہے اور ان کا تقابلی، تاریخی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسری فصل میں علم اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے مختلف مناجج اور امتیازی خصوصیات کو بیان کیا گیا ہے۔

تیسری فصل..... میں عہد رسالت مآب ﷺ، عہد خلافت راشدہ اور عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کے نشا و ارتقاء کو بیان کیا گیا ہے۔

چوتھی فصل..... میں عہد عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی تناظر میں احاطہ کیا گیا ہے۔

پانچویں فصل..... میں پانچویں صدی ہجری کے آغاز سے سلطنت عباسیہ کے زوال تک کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

دوسرا باب..... اس میں تقلیدی رجحانات کے فروغ کے بعد اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے جو چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں ساتویں صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

تیسرا باب..... منتخب فقہی مذاہب کے تعارف اور ان کے نشا و ارتقاء میں ہے۔ یہ باب چھ فصلوں پر مشتمل ہے اس میں حنفی، مالکی، شافعی و حنبلی مذاہب کے علاوہ اہل سنت کے بعض متروک مذاہب اور شیعہ مذاہب کا نشا و ارتقاء بھی شامل ہے۔

چوتھا باب..... شریعت کے ماخذ میں ہے جو مندرجہ ذیل دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں احکام شریعت کے متفق علیہ اور دوسری فصل میں شریعت کے مختلف فیہ ماخذ کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ مختلف فیہ ماخذ میں مشتبہین و منکرین کے دلائل بیان کرنے کے بعد ان کا تقابلی و تحقیقی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔

راقم نے اپنے اس علمی و تحقیقی سلسلہ میں یہاں کئی اصول قائم کئے ہیں۔ ان میں سے مندرجہ ذیل صراحت کے متقاضی ہیں :

- ۱۔ ہم نے شخصیات کی علم اصول فقہ میں مشغولیت و تدریس و تصنیف اور اصولی خدمات کو پیش نظر رکھا ہے۔
- ۲۔ راقم نے اس مقالہ کو اصولیین کی ہجری تاریخ وفات کی زمینی ترتیب پر مرتب کیا ہے۔ تاریخ ولادت معلوم ہونے کی صورت میں اسے بھی نام کے ساتھ لکھ دیا ہے۔ مقالہ میں اصولیین کے نام کے مشہور حصے کے بیان پر اکتفاء کیا ہے جبکہ مکمل نام کا حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ اصولیین کی جائے ولادت و وفات اور عیسوی تاریخ کو بھی ممکنہ صورت میں حواشی میں بیان کر دیا گیا ہے۔
- ۳۔ اصولیین کا مسلک (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی وغیرہ) معلوم ہو جانے کی صورت میں نام کے ساتھ ہی بیان کر دیا گیا ہے۔

۴۔ راقم نے اصول فقہ کی بعض منتخب کتابوں کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا ہے جس میں اس کتاب کے اسلوب، اہمیت، محاسن و معائب اور مختلف ادوار میں اس پر لکھی جانے والی کتب (شروح، حواشی، تعلیقات، مختصرات، نظم، نشر وغیرہ) کا مؤلفین کی تاریخ وفات کی بھری زمینی ترتیب پر وہیں ذکر کر دیا ہے اور تفصیلات کا علم ہو جانے کی صورت میں انہیں اپنے مقام پر تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔

۵۔ کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مختلف طباعتوں اور اس پر تحقیقی کام اور اس کے مخطوطے یا نسخے کی کسی جگہ موجودگی کا علم ہو سکا ہے تو اسے ذکر کر دیا ہے۔ اس سلسلے میں راقم نے ایران اور مصر کا سفر کیا، کئی ماہ تک اسی مقصد سے قیام مصر میں جامعۃ الازہر کے اساتذہ سے بالعموم اور کتب خانوں کو چھانا اور اس فن کے اساتذہ بالخصوص سابق شیخ الجامعۃ الازہر شیخ فتاح شیخ اور صلاح زیدان وغیرہ سے تعلیم، مشورہ و رہنمائی حاصل کی۔

۶۔ مقالہ میں اختصار کو پیش نظر رکھا اور غیر ضروری طوالت سے گریز کیا اور تعارف میں صرف اصولی، فنی، مجتہد، عارف، عالم وغیرہ کے الفاظ پر اکتفا کیا ہے۔

۷۔ صرف ان اصولیین کا ذکر کیا جن کی تاریخ وفات کا علم ہو سکا۔

۸۔ راقم کو یہ اعتراف ہے کہ اصولیین کی خدمات کے سلسلے میں یہ تحقیقی کام حرف آخر نہیں ہے۔ ابھی بہت سے گوشے ایسے نکل سکتے ہیں جن پر کام کی گنجائش ہے۔ میں نے ان کوششوں کو آئندہ محققین کے لئے چھوڑ دیا ہے۔ امید ہے کہ میرا یہ مقالہ آئندہ کے محققین کے لئے رہنمائی کا کام انجام دے گا۔

اصول فقہ کا نشأ و ارتقاء

- فصل اول : اصول فقہ کا مفہوم، موضوع، استمداد، حکم، فائدہ و واضح
- فصل دوم : علم اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے مناج
- فصل سوم : عہد رسالت مآب ﷺ، عہد خلافت راشدہ اور عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کا نشأ و ارتقاء
- فصل چہارم : عہد عباسی کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ
(عہد عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک)
- فصل پنجم : عہد عباسی کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ
(پانچویں صدی کے آغاز سے دولت عباسیہ کے زوال تک)

اصول فقہ کا مفہوم اور اس کا تحقیقی جائزہ

علم اصول فقہ کی حقیقت..... "اصول الفقہ" کا کلمہ علوم شرعیہ میں سے ایک مخصوص علم کا نام ہے اور یہ کلمہ ایک مخصوص علم کا نام بننے سے پہلے دو الفاظ سے مرکب اضافی تھا۔ اس کا پہلا لفظ "اصول" مضاف اور دوسرا "الفقہ" مضاف الیہ ہے۔ جس طرح کہ عبداللہ وغیرہ کے مرکب کلمات ایک مخصوص شخص کا نام بننے سے پہلے مرکب اضافی تھے۔ مرکب اضافی ہونے کی بناء پر "اصول الفقہ" کا ہر جزء الگ معنی پر دلالت کرتا ہے پھر اس کو ایک خاص نئے معنی کی طرف منتقل کر کے ایک فن بمسمیٰ "اصول الفقہ" کا لقب و علم بنادیا گیا تو یہ مرکب بطور مفرد مستعمل ہونے لگا۔ اب جس طرح لفظ "انسان" میں "ان" اور لفظ "زید" میں "زی" کے علیحدہ سے کوئی معنی نہیں اسی طرح لفظی تعریف میں ان کلمات کی علیحدہ سے کوئی حیثیت نہیں۔

اصولیین دو طرح سے اصول فقہ کے معنی یا تعریف بیان کرتے ہیں ایک اضافی اور دوسرے لفظی۔ اضافی معنی کی مراد اس وقت تک سمجھ نہیں آتی جب تک اس کے جزء اول مضاف (اصول) اور جزء ثانی، مضاف الیہ (الفقہ) اور ان کے مابین پائی جانے والی اضافت کو بیان نہ کیا جائے۔ جبکہ لفظی معنی میں اس کے اجزاء کی توضیح سے صرف نظر کر کے علوم شرعیہ کے ایک فن کے طور پر اس کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔

اصول فقہ کی اضافت کے اعتبار سے تعریف..... اس کے تحت "اصول الفقہ" کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کئے جائیں گے اور پھر اصولیین کے یہاں ان میں سے جس معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے اس کو بیان کیا جائے گا۔

"اصول" کے لغوی و اصطلاحی معنی..... اصول جمع ہے اس کا مفرد "اصل" آتا ہے جس کے لغو اور اصطلاحاً کئی معنی بیان کئے جاتے ہیں۔ اصل کے لغوی معنی مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ مایینی علیہ غیرہ سواء کان البناء حسیا أو عقلیا أو عرفیا^۱ (جس پر کسی دوسری شے کی بنا کی جائے خواہ وہ بنا حس، عقلی یا عرفی ہو)۔ التنقیح والتوضیح میں ہے۔ الاصل مایتنی علیہ غیرہ فلا بتناء شامل للابتناء الحسی وهو ظاهر والابتناء العقلی وهو ترتب الحكم علی دلیلہ۔ اس میں صرف "ابتناء العقلی" یعنی حکم کو اس کی دلیل پر مرتب کرنے کے الفاظ کا اضافہ ہے۔ یعنی دلیل حکم کے لئے اصل ہے اور حکم اس کے لئے فرع ہے۔

۱۔ لسان العرب، جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری متوفی ۷۱۱ھ، ۸۹/۱ بیروت دار صادر ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۵ء۔ قاموس الخلیل محمد الدین الفیر وزآبادی ۳۲۸/۳ میں اس کا معنی اسفل الشیء مذکور ہیں۔ مصر مکتبہ التجاریہ الکبریٰ سند

۲۔ التنقیح والتوضیح، صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی متوفی ۷۷۱ھ ۱۵/۱ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۳۶۶ھ ۱۹۹۶ء

”نظم الوردقات“ شیخ العریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ) نے فرمایا :

فالاصل ما علیہ غیر بنی - والفرع ما علی سوا ینسی ۱

اس میں انہوں نے فرع کی تعریف کا اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ فرع ”بہ جو کسی دوسری چیز پر مبنی ہو۔“

سید علوی مالکی شرح نظم الوردقات میں اس شعر کے تحت فرماتے ہیں : الاصل لفظة : هو الشيء المحسوس او المعقول الذي يبنى عليه غيره كاصل الجدار الذي هو اساسه ۲ (لفظ میں اصل اس محسوس و معقول شے کو کہتے ہیں جس پر کسی دوسری کی بناء رکھی گئی ہو۔ جیسے اصل الجدار وہ ہے جس پر اس (دیوار) کی بنیاد ہے)۔

تجزیہ :

ابوالحسن بصری معتزلی (متوفی ۳۳۶ھ) نے بھی تقریباً اسی طرح کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا : ”هو ما يبنى عليه“ اور ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۳۶ھ) نے منتہی السؤل کے باب القیاس میں ”ما يبنى عليه غيره“ اور ”مالا يفتقر الى غيره“ کے الفاظ کے ساتھ دونوں لغوی تعریضیں بیان کیں اور کہا کہ دونوں تعریضیں درست ہیں مگر ساتھ یہ بھی کہا کہ ”خلافاً للحنابلة والبصري“۔ (حنابلہ اور ابوالحسن بصری نے اس تعریف سے اختلاف کیا ہے) مگر ان میں سے کسی کی وجہ اختلاف بیان نہیں کی۔ ہمارے خیال میں شاید اختلاف کی بنیاد یہ ہو کہ بیٹے کی بنیاد باپ پر ہوتی ہے مگر اہل عرب ”ان الولد يبنى على الوالد“ (بیٹے کی بنیاد باپ پر ہے) نہیں بولتے بلکہ فرعہ (اس کی فرع ہے) بولتے ہیں۔ اس لئے یہ تعریف دخول غیر سے مانع نظر نہیں آتی۔

۲۔ المحتاج اليه ۳ (جس کی طرف احتیاج [ضرورت] ہو)

امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے المحصول میں یہی معنی ذکر کئے ہیں۔

(تجزیہ) : درخت اپنے کمال میں پھل کا محتاج ہوتا ہے مگر پھل کو درخت کی اصل نہیں کہا جاتا اس لئے یہ معنی درست نہیں ہے۔ صاحب التفتیح والتوضیح نے امام رازی کے اس معنی پر شدید تنقید کی اور اسے غلط قرار دیا اور کہا کہ اس تعریف میں علت فاعلی، علت صوری، علت غائی اور وہالات جن کی مدد سے کوئی چیز بنائی جاتی ہے، سب شامل ہو گئے ہیں کیونکہ فعل ان کا محتاج ہوتا ہے اور ان اشیاء کی مدد کے بغیر چیزیں نہیں بنائی جاسکتیں، حالانکہ ان تمام اشیاء کو کوئی اصل نہیں کہتا۔ لہذا یہ تعریف درست نہیں۔ ۴

۳۔ ما يستند لتحقيق الشيء اليه (کسی چیز کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے جس چیز کی طرف رجوع ہو وہ اصل ہے)۔

سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے الاحکام میں یہ معنی ذکر کئے ہیں۔ ۵

۱۔ تسهيل الطروقات في نظم الوردقات۔ شرف الدین یحییٰ بن بدر الدین العریطی شافعی۔ ص ۱۵۔ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۳۱۱ھ

۲۔ شرح تسهيل الطروقات۔ سید محمد بن علوی مالکی۔ ص ۱۵۔ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۳۱۱ھ

۳۔ منتہی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل۔ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر ابی بکر ابن حاجب مالکی متوفی ۵۷۱ھ۔ ص ۲۳۔ مصر مطبعہ الاستاذہ ۱۳۳۶ھ

۴۔ المحصول فی علم الاصول۔ محمد بن عمر بن الحسن الرازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، ۹/۱۱۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

۵۔ التفتیح والتوضیح۔ ص ۳۱-۳۲۔ کراچی، نور محمد المطابع ۱۴۰۰ھ

۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین ابو الحسن علی بن ابی علی امدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱۰/۱۱۔ بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء

۴۔ مانعہ الشئی (جس سے کوئی شئی نکلے)

امام اسنوی شافعی (متوفی ۷۷۶ھ) نے نہایۃ الرسول میں یہ معنی ذکر کئے ہیں (یا

(تجزیہ) اگر "اصل الشئی" وہ ہے جس میں سے کوئی چیز نکلے، تو ایک دس میں سے نکلتا ہے مگر ایک کے لئے دس اصل نہیں لہذا یہ معنی بھی درست نہیں ہیں۔

۵۔ منشا الشئی^۱ (کسی شئی کے پیدا ہونے کی جگہ)

اصولیین کے یہاں پہلے اور پانچویں معنی کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ پانچ معنی کے علاوہ بھی اس کے مختلف معنی بتائے گئے ہیں مثلاً قتال شاشی نے کہا: "الاصل" ما تفرع عنه غیرہ "والفرع" ما تفرع عن غیرہ (اصل وہ ہے جس سے کوئی دوسری شئی متفرع ہو اور فرع وہ ہے جو کسی شئی سے متفرع ہو)۔ علامہ الماوردی نے حادیہ میں فرمایا: "الاصل صادل علی غیرہ والفرع مادل علی غیرہ"۔ صیرفی نے الدلائل میں لکھا: "کل ما ائمر معرفة شئی، ونہ علیہ فہو اصل لہ، فعلم الحس اصل، لانہا تنمّر معرفة حقائق الاشیاء، وما عداہ فرع لہ"^۲۔

اصل کا مقابل اس کا مقابل فرع ہے جس کی تعریف ہے:

الفرع هو الشئی الذی ینبئ علی غیرہ کفروع الشجرة لاصولہا وفروع الفقه لاصولہ^۳

(فرع وہ شئی ہے جس کی اساس کسی اور پر ہو جیسے درخت کی شاخوں (فروع) کی بنا اس کی جڑ (اصول) پر ہے ایسے ہی فروع فقہ کی بنیاد اس کے اصول پر ہیں۔

اصطلاحی معنی لفظ "اصل" کے کئی اصطلاحی معنی بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے مشہور معنی مندرجہ ذیل ہیں:

اول الدلیل^۴

فقہ کی کتابوں میں اصل کا دلیل کے معنی میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جب یہ بولا جاتا ہے کہ: "اصل هذه المسألة: الكتاب والسنة" تو اس کا مطلب ہوتا ہے: الدلیل هذه المسألة اور "الاصل فی وجوب الصلوة قوله تعالى واقموا الصلوة"^۵ تو مطلب ہوتا ہے: الدلیل فی وجوب الصلوة اور اسی طرح الاصل فی تحریم الزنی قوله تعالى ولا تقربوا الزنی کا تو مطلب ہوتا ہے: الدلیل فی تحریم الزنی۔

۱۔ نہایۃ السؤل، جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۶ھ/۱۸۱۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۳ء

۲۔ حوالہ سابق ۳۔ مقدمہ الاشارة فی اصول الفقه۔ قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد ایوب الاندلسی القرطبی الباجی الذہبی المالکی (۴۰۳ھ-۴۵۰ھ) ص ۴۷-۴۸ مکتبہ نزار حصفی الباز طبع ثانی ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۷ء تحقیق عادل عبدالموجود۔ علی محمد عوض

۴۔ شرح تسهیل الفرقان۔ محمد بن علوی مالکی ص ۷۰ سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۴۱۱ھ ۵۔ نہایۃ السؤل۔ امام اسنوی شافعی متوفی ۷۷۶ھ/۱۸۱۔

ثانی..... الرجوع^۱

اس کی مثال یہ ہے کہ جب بولا جاتا ہے ”الاصل فی الکلام الحقیقۃ“ (کلام میں اصل حقیقت ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب قرینہ نہ ہو تو سامع کے لئے اس کے حقیقی معنی ترجیحاً مراد ہوں گے نہ کہ مجازی معنی۔ اور اسی طرح جب قرآن و قیاس باہم متعارض ہوں تو کہا جاتا ہے ”القرآن اصل بالنسبۃ للقیاس“ (قرآن بہ نسبت قیاس کے اصل ہے) تو مطلب ہوتا ہے کہ قرآن کو قیاس پر ترجیح ہوگی۔

ثالث..... القاعدة / القاعدة المستمرة / القاعدة الكلية^۲

رسالت مآب ﷺ کے فرمان لا ضرر ولا ضرار^۳ (نہ نقصان پہنچاؤ اور نہ اٹھاؤ) کے بارے میں کہا جاتا ہے ”فہذا القول اصل من اصول الشریعة“ (یہ قول شریعت کے اصولوں میں سے ایک اصل ہے) تو مطلب ہوتا ہے کہ قاعدہ من قواعدہا (اس کے قاعدوں میں سے ایک قاعدہ ہے)۔

جب کہا جاتا ہے کہ: ”اباحة المیتۃ للمضطر علی خلاف الاصل“ تو اس کا مطلب ہوتا ہے ”علی خلاف القاعدۃ الكلية الشریعة“ (حالت اضطرار میں مردار کھانے کی اباحت خلاف الاصل ہے یعنی شریعت کے عام قاعدہ کلیہ کے خلاف ہے)

اور جب کہا جاتا ہے کہ ”الاصل أن الامر المجرد عن القرائن يقتضی الوجوب وان النهی عن القرائن يقتضی التحريم“ (امر جب قرائن سے خالی ہو تو وجوب کا تقاضہ کرتا ہے اور نہی جب قرائن سے خالی ہو تو تحریم کا تقاضہ کرتی ہے) یہ ایک اصل یعنی قاعدہ ہے۔

رابع..... الصورة المقيس علیہا^۴ (ایسی صورت جس پر قیاس کیا جائے)

مثلاً جب کہا جاتا ہے: ”التأفف للوالدین اصل یقاس علیہ الضرب فی الحرمة بجامع الایذاء فی کل (والدین کو مارنے کی حرمت کے بارے میں تافف کا حکم اصل ہے) تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تافف کے حکم پر قیاس کر کے جیچ ایذاء کی حرمت کا حکم لگایا گیا ہے۔

خامس..... الاصل بمعنی المستصحب^۵

جب کہا جاتا ہے کہ ”الاصل فی الاشیاء اباحتہ“ (اشیاء میں اصل اباحت ہے) یا ”والاصل فی الانسان البراءة“ (انسان کی اصل برأت ہے) یعنی انسان اس وقت تک متہم متصور نہیں ہوگا جب تک اس کے خلاف تہمت دلیل سے ثابت نہ ہو جائے۔

۱۔ اصول الفقہ۔ بدران ابو العنین ص ۳۲، مصر دارالمعارف ۱۹۶۵ء، نہایت۔ السول، امام اسنوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ ۱۹۱ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۵ھ۔ ۱۹۸۳ء ۲۔ حوالہ سابق ۳۔ سنن ابن ماجہ۔ ابو عبد اللہ محمد بن یزید، امین ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، ابواب الاحکام۔ باب من بنی حقہ ما یضرب بجارہ ۴۔ اصول الفقہ۔ محمد زکریا البردیسکی ص ۲۳۔ دارالافتاء ۱۹۸۵ء، نہایت۔ السول، امام اسنوی شافعی متوفی ۶۷۶ھ ۱۹۱۱ء، اصول الفقہ، بدران، ابو العنین ص ۳۲، مصر دارالمعارف ۱۹۶۵ء

اسی طرح جب کہتے ہیں: "من يتقن الطهارة وشك في الحدث فلاصل الطهارة ای المستصح وهو الطهارة" (جس شخص کو با وضو ہونے کا یقین ہو اور بے وضو ہو جانے کا شک ہو تو اصل یہ ہے کہ وہ المستصح یعنی اپنی با وضو حالت پر ہے)

اصل کے ان مذکورہ معانی میں سے اضافت کے وقت اصطلاح اصولین میں پہلے معنی مراد ہوتے ہیں تو اس طرح اصول الفقہ کے معنی "ادلة الفقه" ہوئے اور ابھی ذکر کیا گیا کہ فقہاء کے یہاں بھی یہ معنی زیادہ مشہور و مستعمل ہیں: "اصل هذا الحكم من الكتاب اية كذا ومن السنة حديث كذا" تو مطلب ہوتا ہے اس حکم کی کتاب و سنت سے دلیل یہ ہے۔ "اصول الفقہ" کی ترکیب میں ایک شبہ کا ازالہ..... شرف الدین العریطی نے اپنی نظم میں ایک نکتہ کی طرف توجہ دلائی۔ وہ فرماتے ہیں:

هاك اصول الفقہ لفظا لقبا للفن من جزائين قد تركبا
الاول الاصول ثم الثانى الفقہ و الجزان مفردان ١

شارح علوی مالکی دوسرے شعر کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"فاما الجزء الاول فلفظ الاصول واما الثانى فلفظ الفقہ مفردان ای غیر مرکبین فالمراد بالافراد هنا ضد التركيب لاضد التنبيه والجمع فان لفظ الاصول جمع كما لا يخفى ٢۔
(پہلا جزء لفظ اصول ہے اور دوسرا لفظ الفقہ ہے۔ اور یہ دونوں اجزاء (اصول اور الفقہ) مفرد ہیں یعنی مرکب نہیں ہیں۔
یہاں افراد سے مراد ترکیب کی ضد ہے۔ تشبیہ و جمع کا مقابل نہیں تو یہ کہ لفظ الاصول جمع ہے اور یہ بات پوشیدہ نہیں ہے)۔

یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ "اصول" جمع ہے اور "الفقہ" واحد ہے اس لئے یہ ترکیب عدم مطابقت کی وجہ سے درست معلوم نہیں ہوتی ہے تو اس کے جواب میں کہا کہ لفظ "الاصول" ظاہراً جمع ہے مگر لغوی ترکیب کے اعتبار سے مفرد ہی ہیں۔

"الفقہ" کے لغوی و اصطلاحی معنی..... اصول الفقہ کے دوسرے جزء "الفقہ" جو مضاف الیہ ہے اس کی لغوی و اصطلاحی معنی اور ان کی تشریح سے قبل لغت کے اعتبار سے لفظ "الفقہ" کا اعراب جاننا ضروری ہے۔ اس لئے مختلف ابواب کی مناسبت سے اس کے معنی مندرجہ ذیل ہیں لغت کے اعتبار سے فقہ باب سمع یسمع معنی جاننا اور فقہ باب کرم یمرم معنی فقیہ ہو جانے دونوں طرح درست ہے۔ لسان العرب میں اسی طرح مذکور ہے:

وَفَقَّهَ فَقَّهًا بِمَعْنَى عَلَّمَ عَلَّمًا..... وَقَدْ فَقَّهَ فَقَّاهَةً وَهُوَ فَقَّهِيهِ مِنْ قَوْمٍ فَقَّهَاءَ ٣

"الفقہ" کے لغوی معنی..... الفقہ کے لغوی معنی کے بیان میں لغویین اور اصولین کی مختلف و متعدد آراء ہیں۔

١ تسهیل الطرقات فی نظم الوردات۔ شرف الدین العریطی شافعی۔ ص ۱۰، سعودیہ وزارت نشر و اشاعت ۱۴۱۱ھ

٢ شرح تسهیل الطرقات۔ محمد بن علوی مالکی۔ ص ۱۰

٣ لسان العرب۔ ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، ۵۲۲/۱۳۔ بیروت دار صادر ۱۳۷۷ھ، ۱۹۵۵ء

۱۔ فہم غرض المتکلم ۱ (کلامہ) (متکلم کے کلام سے اس کی غرض سمجھ جانا)

ابو احسین معتزلی نے "المعتمد" میں اور پھر ان کی پیروی کرتے ہوئے امام رازی نے المحصول میں فقہ کے یہ معنی ذکر کئے ہیں۔ مگر اس تعریف سے اتفاق کرنا مشکل نظر آتا ہے کیونکہ پرندوں کی بولی سے ان کی غرض سمجھ جانے کے باوجود اسے فقہ نہیں کہا جاسکتا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا: **وَانْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يَسْبَحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ** ۱ (اور اس کائنات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں مگر وہ اس کی پاکی بیان کرتی ہے اس کی حمد کرتے ہوئے لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھ نہیں سکتے)۔ اس آیت مبارکہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متکلم کی غرض سمجھ نہ آنے پر بھی فقہ کا لفظ استعمال کیا۔ اگر فقہ کے معنی میں متکلم کی غرض جان لینا ضروری ہوتا تو متکلم کی غرض سمجھ نہ آنے پر فقہ کا لفظ یہاں مستعمل نہ ہوتا۔

۲۔ فہم الاشياء الدقيقة ۲ (اشیاء دقیقہ کے فہم کا نام فقہ ہے)

اور اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ اہل عرب "فقہت کلامک" (میں نے تمہارے کلام سے اغراض و اسرار کو سمجھ لیا) تو استعمال کرتے مگر وہ یہ نہیں بولتے کہ "فقہت ان السماء فوقنا" (میں نے جان لیا کہ آسمان ہمارے اوپر ہے) کیونکہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آسمان ہمارے اوپر ہی ہوتا ہے اور اس کے سمجھنے میں کسی قسم کی دقت فہم نہیں پائی جاتی۔ یہ موقف اختیار کرنے والے کہ لفظ فقہ دقیق شے کے ادراک پر دلالت کرتا ہے قرآن کریم کی یہ آیت پیش کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **"وَهُوَ الَّذِي اَنْشَاَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَفْقَهُونَ"** ۳ (اور وہی ہے جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی۔ بے شک ہم نے تفصیل سے دلیلیں بیان کر دیں ان لوگوں کے لئے جو حقیقت کو سمجھتے ہیں) اور وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: **قَالُوا يَشْعِبُ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ** ۴ (وہ بولے: اے شعیب ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو) کی اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ اس میں ادراک اسرار دعوت کی انہی مراد تھی۔ مطلب یہ تھا کہ جو دعوت تم دے رہے ہو اس کے اسرار کو ہم نہیں سمجھ پارہے ہیں ورنہ ظاہر اتو وہ سمجھ ہی رہے تھے۔ اور **"وَانْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يَسْبَحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ"** میں بھی یہی مراد ہے کہ ہر شے کی تسبیح کے اسرار کو اللہ جانتا ہے ورنہ ظاہر اتو معمولی عقل والا شخص بھی جانتا ہے کہ ہر خشک و تر اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ ۵

۱۔ المعتمد فی اصول الفقہ۔ ابو احسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی متوفی ۳۳۶ھ۔ ۱۰۳۳ھ/۴/۱۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔

۱۹۸۳ء۔ ان کے الفاظ ہیں: اما فی اللغة، فهو المعرفة مقصد المتکلم، بقول فقہت کلامک ای عرفت قصدک به۔

المحصل فی علم الاصول، امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ/۹/۱، بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء ج الاسراء: ۲۳

۳۔ نہایہ السؤل۔ امام اسنوی شافعی متوفی ۷۶۷ھ/۱۰/۱، بحوالہ شرح الملح لابی اسحاق شیرازی ج الانعام: ۹۹ ج ہود: ۹۱

۴۔ الموسوعۃ الفقہیہ ۱/۱۲ ملخص، آئندہ اجزاء، کویت، وزارة الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، طبع ثانی ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء

رشید رضا مصری، محمد عبدہ کی تفسیر کے سیاق میں بیان کرتے ہیں :

”ذکرت هذه المادة في عشرين موضعا من القرآن تسعة عشر منها تدل على ان المراد نوع خاص من دقة الفهم والتحقق في العلم.....“

(یہ مادہ ان فقہ اپنے جمیع مشتقات کے ساتھ قرآن کریم میں بیس مقامات پر آیا ہے جس میں سے انیس (۱۹) جگہ ایک خاص قسم کے دقت فہم اور علمی گہرائی پر دلالت کرتا ہے۔)

۳۔ الفہم

لسان العرب میں فقہ کا معنی مطلقاً فہم کے بھی مذکورہ ہیں : والفقه في الاصل الفهم يقال : اوتي فلان فقهاً في الدين اي فهماً منه (فقہ اصل میں فہم مطلق کا نام ہے۔ کہا جاتا ہے کہ فلان کو دین میں فقہ عطا کی گئی، یعنی اس کا فہم دیا گیا)۔ ابن قدامہ حنبلی (متوفی ۶۲۰ھ) اور ابن اللخام حنبلی (متوفی ۸۰۳ھ) نے یہی معنی بیان کئے ہیں۔

یہاں فقہ کا معنی مطلقاً فہم کے ہیں خواہ مفہوم دقیق ہو یا نہ ہو اور وہ مشکلم کی غرض جان کر دیا گئی اور ذریعہ سے ہو اور یہی معنی راجح ہیں۔ قرآن وحدیث سے اس بات کی تائید بھی ہوتی ہے۔ چند دلائل متدرج ذیل ہیں :

قرآن کریم سے بعض دلائل :

☆ ابن ماکونوا یدرکم الموت..... فمال هؤلاء القوم لا یکادون یفقیہون حدیثاً۔
(جہاں کہیں تم ہو گے تمہیں موت آئے گی..... تو اس قوم کو کیا ہو گیا ہے کہ بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے)۔
☆ قالوا یشعب ما نفقه کثیراً مما نقول۔
(وہ بولے اے شعیب ہم نہیں سمجھ سکتے بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو)۔

☆ تسبح له السموات السبع..... وان من شئی الا یسبح بحمده ولكن لا تفقیہون تسبیحہم۔
مذکورہ بالا آیات قرآنیہ میں فقہ کے معنی مطلقاً فہم کے آئے ہیں اور لغوی اعتبار سے اس کی تخصیص پر کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔

۱۔ تفسیر المنار شیخ عبدہ۔ سید محمد رضا مصری نے سورۃ الاعراف کی آیت ۱۹ کے کلمات ”لہم قلوب لا یفقیہون بہا“ کے تحت کوڑ کر کیا۔

۲۔ لسان العرب۔ ابن منظور فریق متوفی ۷۱۱ھ، ۸۹۱/۱۔ بیروت، دار صادر ۱۳۷۲ھ۔ ۱۹۵۵ء
۳۔ روضۃ الناطر ورحۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل۔ موفق الدین عبد اللہ بن احمد قدامہ المقدسی (۵۳۶ھ۔ ۶۲۰ھ) ص ۳ قاہرہ، المطبعہ السلفیہ ۱۳۸۵ء۔ المختصر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل، علی بن محمد علی بن عباس بن شیبان البعلی حنبلی، ابن اللخام متوفی ۸۰۳ھ ص ۳۱ تحقیق محمد مظہر بقاء، مکتۃ المکتبہ جامعہ الملک عبد الحزیز ۱۹۸۰ء۔ ۱۴۰۰ھ
۴۔ النساء : ۷۸ ۵۔ ہود : ۹۱ ۶۔ الاسراء : ۳۳

احادیث مبارکہ سے بعض دلائل لفظ فقہ اپنے جمیع مشتقات کے ساتھ صحاح ستہ، مسند دارمی، مؤطا امام مالک اور مسند احمد بن حنبل میں تقریباً ایک سو چار (۱۰۴) مقامات پر بخلاف تکرار آیا ہے^۱ جن میں سے اکثر مقامات میں اسی مضمون میں آیا ہے۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

☆ من یرد اللہ بہ خیراً یفقیہہ فی الدین^۲۔

(اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتا ہے)۔

ایک موقع پر سرور کو نمین رحمہ اللہ صحابہ کرام کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا :

☆ ان الناس لکم تبع وان رجلاً یاتونکم من الارض یتفقہون فی الدنیا فاذا اتوکم فاستوصوا بہم خیراً^۳۔

(لوگ تمہارے تبع ہیں کچھ لوگ تمہارے پاس دین کی سمجھ حاصل کرنے آئیں تو انہیں اچھی طرح فہمائش و نصیحت کرو)۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا :

☆ والناس معادن خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقیہوا^۴۔

(لوگ کان کی مثل ہیں ان میں جو لوگ جاہلیت میں بہتر تھے وہی اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کر لیں)۔

سرکارِ دو عالم ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لئے یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے :

”اللہم علمہ الكتاب“^۵ اور ”فقہ فی الدین“^۶ اے اللہ ان کو کتاب کا علم اور اس کا فہم عطا فرما۔

علامہ سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے ”الاحکام“ میں فقہ کے نامی معنی کو اختیار کیا ہے۔^۷

۳۔ العلم والفہم :

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے المستصفیٰ میں فقہ کے لغوی معنی ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

والفقہ عبارة عن العلم والفہم فی اصل الوضع . يقال : فلان یفقہ الخیر والشر . ای یعلمہ ویفہمہ .^۸

۱۔ المعجم المفہرس للالفاظ الحدیث النبوی۔ ای ونسک پرفسنج۔ ۱۸۹/۵۔ ۱۹۲۔ مطبعہ بریل لندن ۱۹۶۹ء

۲۔ الصحیح البخاری والمسلم : کتاب العلم ۔ ۳۔ الجامع الترمذی : العلم

۴۔ الصحیح البخاری۔ باب بدء الخلق، ابواب المناقب، باب قول اللہ تعالیٰ ”یا ایہا الناس انا خلقکم من ذکر وانثی“۔ امام مسلم نے اس کو اپنی صحیح میں کتاب الفصائل میں حضرت یوسف کے فضائل میں بیان کیا۔

۵۔ صحیح بخاری۔ باب قول النبی ﷺ ”اللہم علمہ الكتاب“۔

۶۔ لسان العرب۔ ابن منظور افریقی، متوفی ۷۱۱ھ، ۸۹/۱، بیروت دار صادر، ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء۔

۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امادی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۹/۱، بیروت، دار الفکر ۱۳۶۶ھ۔ ۱۹۹۶ء۔

۸۔ المستصفیٰ۔ ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ، ۳/۱، کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

(اور فقہ اپنے اصل وضع کے اعتبار سے علم و فہم سے عبارت ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں خیر و شرکی فقہ رکھتا ہے تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو جانتا اور سمجھتا ہے۔)

اس معنی پر قرآن کریم سے استدلال یہ آیت مبارکہ ہے: **وَاحْلِلْ عُقْدَةَ مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي** ^۱ اے یہ معلوموا المراد منه و يفهموه (اور کھول دے میری زبان کی گرہ کو تاکہ وہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ سکیں یعنی ان کی مراد کا علم و فہم پالیں۔)

کلمات ”اصول الفقہ“ کی تقدیم و تاخیر..... جمہور کا طریقہ و معمول رہا ہے کہ وہ جب اصول الفقہ کی اضافی تعریف کا ارادہ کرتے تو پہلے مضاف یعنی اصول کی تعریف بیان کرتے اور پھر مضاف الیہ یعنی ”الفقہ“ کو موضوع بحث بناتے ہیں۔ اگر اس کے برخلاف پہلے مضاف الیہ (الفقہ) کو اور پھر مضاف (اصول) کا بیان و تشریح ہو تو بھی درست ہے۔ علامہ سیف الدین امدی نے ”الاحکام“ میں پہلے الفقہ اور پھر الاصول کو بیان کیا اور اس کے جواز کے بارے میں فرمایا:

”اصول الفقہ“ قول مؤلف من مضاف، هو الاصول ومضاف الیہ، هو الفقہ، ولن نعرف المضاف قبل معرفة المضاف الیہ، فلا جرم انه يجب تعريف الفقہ اولاً، ثم معنى الاصول ثانياً۔^۲ (”اصول الفقہ“ مضاف اور مضاف الیہ سے مرکب ایک قول ہے اور وہ ”الاصول“ اور ”الفقہ“ ہیں اور ہم مضاف الیہ کی معرفت حاصل کے بغیر ہرگز مضاف کو نہیں کریں گے اور الفقہ کی تعریف پہلے اور پھر ثانیاً اصول کے معنی بیان کرنے کے پابندی میں کوئی حرج نہیں ہے)

اہل حقیقت یعنی صوفیاء، فقہاء اور اصولیین کے یہاں اس کے اصطلاحی معنی مختلف ہیں۔ اہل حقیقت کے یہاں فقہ اصطلاحی یہ ہے کہ الجمع بین العلم والعمل لقول الحسین البصری انما الفقہ المعروض عن الدین الزاهد فی الاخرۃ البصیر فی عیوب نفسه۔^۳ (فقہ علم و عمل کی جامعیت کا نام ہے۔ حضرت حسن بصری نے فقیہ کی تعریف میں فرمایا کہ فقیہ وہ ہے جو دنیا سے روگردانی کرے، آخرت سے رغبت رکھے، اپنے ذاتی عیوب سے باخبر ہو۔) چونکہ یہ ہمارے موضوع سے متعلق نہیں اس لئے اس پر مزید کلام کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر ہم فقہاء کے یہاں اس کے اصطلاحی معنی کو کچھ تفصیل سے اور اصولیین کے یہاں اس کے معنی کو زیادہ تفصیل سے بیان کریں گے اور ان کا تحقیقی جائزہ لیں گے۔

فقہ کے اصطلاحی معنی:

فقہاء کے نزدیک ”فقہ“ کے اصطلاحی معنی اور اس کا تحقیقی تجزیہ:

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الدر المختار میں ہے: ”حفظ الفروع و اقلد ثلث“ ^۴ (فقہ مسائل کے یاد رکھنے کا نام ہے اور حفظ مسائل کا کمتر مرتبہ یہ ہے کہ تین مسائل یاد ہوں) اور پھر انہوں نے صاحب مقنن کی پیروی کرتے ہوئے کتاب ”الوصایا“ میں اس کے مفہوم میں پائی جانے والی وسعت کو یہ کہہ کر کچھ محدود کر دیا:

۱ ط: ۲۷-۲۸ ج: الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ/۹۱۱ء، بیروت دار الفکر ۱۳۶۷ھ-۱۹۹۶ء۔

۲ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار۔ علاء الدین محمد بن علی محمد لکھنوی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ/۵۱۱ء، کراچی ایچ ایم سعید کتب سرائے۔ ج: حوالہ سابق

”وعن ابی یوسف یدخلون اوصی بثلث ما لہ الی الفقہاء دخل منه من یدقق النظر فی المسائل الشرعیۃ وان علم ثلث مسائل مع ادلتها کذا فی القنیۃ قال حتی قبل من حفظ الوفا عن المسائل لم یدخل تحت الوصیۃ“^۱

(اور امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ ثلث مال کی فقہاء کے لئے اس وصیت میں صرف وہی داخل ہوگا جو مسائل شرعیہ میں دقت نظر رکھتا ہو۔ اگرچہ تین مسائل کو ان کے دلائل کے ساتھ جانتا ہو اور اسی طرح ”القنیۃ“ میں ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے کہ کوئی ہزاروں مسائل (بلا اولہ) حفظ کر لے وہ اس وصیت میں داخل نہیں ہوگا)۔

فقہاء سے منقول فقہ کے اصطلاحی مفہوم کی بحث کا خلاصہ :

فقہ اصطلاحی کی بحث فقہ کی کتب میں بکھری پڑی ہے اور اس پر مختلف ادوار میں مختلف انداز سے بحث کی گئی ہے جن کے فردا فردا بیان کی ضرورت نہیں مگر ان کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حملہ تعریفات کا محور دو متنی ہیں اور مندرجہ ذیل دو متنی میں سے کسی ایک پر فقیہ کا اطلاق ہوتا ہے :

اول..... فقیہ وہ ہے جو شریعت کے ان عملی احکام میں سے ایک طائفہ کا حافظ ہو جو کتاب و سنت میں واردہ ہیں یا جن پر اجماع ہو چکا ہے یا معتبر قیاس شرعی سے مستنبط ہیں یا کسی اور دلیل سے اولہ کی طرف راجع ہوں۔ چاہے یہ احکام اسے اولہ کے ساتھ یاد ہوں یا بغیر اولہ کے اور ان کے نزدیک اصولیین کی طرح فقیہ کا مجتہد ہونا بھی ضروری نہیں ہوتا..... اور جہاں تک فقیہ بننے کے لئے احکام کی ادنی مقدار (تین مسائل) کے حفظ ہو۔ نے کا تعلق ہے تو اب عرف میں یہ بات متروک ہو چکی ہے کہ جس کو بھی تین مسائل دلائل یا بغیر دلائل یاد ہوں اس کو فقیہ کا لقب دے دیا جائے ہم اپنا عرف خود مقرر کر کے کہہ سکتے ہیں کہ فقیہ کے لقب کا اطلاق صرف اس پر کیا جائے کہ جو فقہ کے منشرہ ابواب سے حکم کا موطن اس حیثیت سے جانتا ہو کہ ضرورت پڑنے پر ان کی طرف آسانی سے رجوع کر سکے۔ قدیم عرف (تین مسائل کا حفظ) پر عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ بعض اسلامی شہروں میں تو یہاں تک رواج تھا کہ وہ حافظ قرآن پر بھی فقیہ کا اطلاق کرتے خواہ وہ اس کا معنی بھی نہ جانتا ہو۔ فقہاء کا اتفاق ہے کہ فقیہ النفس کا اطلاق اسی پر ہوگا جو وسعت نظر و فکر اور قوی نفس و ادراک کا مالک ہونے کے ساتھ فقہی ذوق سلیم رکھتا ہو گرچہ مقلد ہی کیوں نہ ہو۔

دوم..... اس کے دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ فقہ کا اطلاق احکام اور شریعت کے عملی مسائل کے مجموعہ پر ہو اور یہاں یہ اطلاق کرنا مصدر پر اطلاق کے قبیل سے ہوگا اور اس سے حاصل ہونے والا مقصد اسی طرح سے ہوگا جس طرح اللہ تعالیٰ کے قول : ”ہذا خلق اللہ“^۲ سے مخلوق مراد ہے۔

اصولیین کے نزدیک فقہ کے اصطلاحی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ..... مختلف ادوار میں فقہ اصطلاحی کی مختلف تشریفات ذکر کی گئیں ان مختلف ادوار میں اصولیین سے منقول فقہ اصطلاحی کے مطالعہ کے دوران ایک تاریخی تدریجی ارتقاء نظر آتا ہے۔ ہم اپنی بات کی وضاحت میں منتخب اور مختلف تعریفات ذکر کریں گے۔ ادباً امام اعظم ابو حنیفہؒ سے منقول تعریف پہلے بیان کی جائے گی جو وسعت پر مبنی ہے اور پھر فقہ اصطلاحی کے دائرہ مباحث کی وسعت میں کمی آنے کے بعد کی

۱۔ الدر المختار فی شرح تنویر الاحصار علاء الدین محمد بن علی محمد الحسکفی حنفی متوفی ۹۸۸ھ، کتاب الوصایا۔ باب الوصیۃ۔ ملاحظہ فرمائیے ص ۳۳۰۔

۲۔ لقمان : ۱۱

۳۔ الموسوعۃ الفقہیۃ - ۱۳/۱ - ۱۵، کویت وزارت الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، طبع جانی ۱۳۹۲ھ - ۱۹۸۳ء

مختلف تعریفات ذکر کریں گے اور قاضی بیضاوی سے منقول تعریف پر مفصل کلام کریں گے۔ اس بحث کے آخر میں تحقیقی تجزیہ میں ان تعریفات سے حاصل ہونے والے نتائج اور ان میں پائی جانے والی قدر مشترک و مختلف کو زیر بحث لائیں گے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے: ”معرفة النفس مالها وما عليها“^۱ فقہ کی اس تعریف میں اعتقادات (علم الکلام) اور وجدانیات (علم تصوف) بھی شامل تھے اور اس کی اس بات سے بھی تائید ہو جاتی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے علم کلام کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کی تھی جس کا نام ”الفقه الاکبر“ رکھا۔ مذکورہ تعریف میں لفظ ”معرفة“ ادراک العجزیات عن دلیل“ (دلیل سے جزئیات کے ادراک) کا نام ہے جو صرف مجتہد کو حاصل ہے تو معرفت کے استعمال سے تقلید خارج ہو گئی۔

مالها وعلیها کے احتمالات

☆ ممکن ہے کہ مالها سے مراد ما ینتفع به النفس ہو جو ثواب کی صورت میں ہو اور ما علیها سے مراد ما یتضرر به فی الآخرہ ہو جو عتاب و عقاب کی صورت میں ہو۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”لها ما کسبت وعلیها ما اکسبت“^۲ لہذا مکلف جو کام بھی کرے گا وہ ان چھ حالتوں سے خالی نہیں ہوگا۔ واجب، مندوب، مباح، مکروہ تنزیہی، مکروہ تحریمی یا حرام۔ ان میں سے ہر ایک کی دو طرفتیں ہیں۔ ایک میں اس کام کا کرنا اور دوسرے میں ترک اعدم فعل اس طریقے پر کل بارہ صورتیں بن جائیں گی۔ ان میں سے فعل واجب، فعل مندوب، مما ینتاب علیہ میں سے ہیں اور فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی اور ترک واجب، مما یعاقب علیہ میں سے ہیں اور باقی سات صورتیں لا ینتاب ولا یعاقب علیہ میں شامل ہیں۔

☆ ممکن ہے مالها سے عذاب کا نہ ملنا اور ما علیها سے عذاب کا ملنا تو پھر فعل حرام، مکروہ تحریمی اور ترک واجب مما یعاقب علیہ میں سے ہو جائیں گے اور باقی نو صورتیں مما لا یعاقب علیہ میں سے ہوں گی۔

☆ ممکن ہے کہ مالها میں نفع سے ثواب اور ما علیها میں ضرر سے عدم ثواب مراد ہوں، تو پھر فعل واجب اور مندوب مما ینتاب علیہ میں سے ہوں گے اور باقی دس صورتیں مما لا ینتاب علیہا میں سے ہوں گی۔

واضح رہے کہ نفع سے مراد عدم العقاب ہے پہلے جو صورتیں بیان ہوتی ہیں وہ بالواسطہ ہیں۔ وہ اس طرح کہ سات ان میں سے ایسی نکلتی ہیں جو لایتاب ولا یعاقب علیہ میں سے تھیں اور جو صورتیں بعد میں بیان ہوئیں وہ بلا واسطہ ہیں۔

☆ ممکن ہے مالها سے مراد ما یجوز لها مراد ہو تو اس میں مذکورہ بالا صورتوں میں سے نو صورتیں داخل ہیں اور تین صورتیں یعنی فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی اور ترک واجب خارج ہیں۔ جبکہ فعل واجب، ترک حرام اور مکروہ تحریمی مما یجب علیها میں داخل ہیں اور فعل حرام، فعل مکروہ تحریمی اور ترک واجب دونوں قسموں (یعنی ما یجوز لها و یجب علیها) سے خارج ہیں۔

۱۔ شرح الفقه الاکبر۔ ملا علی قاری حنفی متون ۱۰۱۳ھ ص ۱۰، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

ممکن ہے کہ ہمالیہ سے ہمالیہ جھوز لیا اور ہمالیہ سے ہمالیہ حرم علیہا مراد ہو تو اس حالت میں بارہ کی بارہ صورتیں ان دونوں کو شامل ہو جائیں گی، وہ اس طرح کہ جو اس کے لئے جائز ہیں وہ ہمالیہ جھوز لیا میں اور جو ناجائز ہیں وہ ہمالیہ حرم علیہا میں داخل ہیں۔ ان تمام احتمالات یعنی صورتوں میں سے جن میں درمیانی واسطہ نہیں پڑتا وہ مراد لینا زیادہ مناسب ہے۔

تعریف فقہ میں النفس سے مراد..... یہاں النفس کے دو معنی ہو سکتے ہیں :

(۱) روح و بدن کا مجموعہ۔ کیونکہ اکثر احکام کا تعلق بدن کے ساتھ ہے۔

(۲) یا اس سے مراد نفس انسانیت یعنی روح ہو۔ صرف روح مراد لینے پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ مسئلہ میں کے نزدیک روح مجرد کا کوئی وجود نہیں۔ لہذا النفس سے صرف روح مراد لینا درست نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہوگا کہ یہاں مراد روح مجرد نہیں بلکہ وہ روح ہے جس نے بدن انسانی میں حلول کیا ہوا ہے۔ تو اس اعتبار سے فقط روح کا معنی مراد لینا بھی درست ہے کیونکہ افعال و اعمال کا تعلق اسی سے ہوتا ہے اور بدن اس کے لئے آلہ ہے۔

اصحاب امام شافعی "اشاعرہ" نے یہ تعریف کی :

"العلم بالاحکام الشرعية العملية من ادلتها التفصيلية"

(شریعت کے عملی احکام کا اول تفصیلیہ سے جاننا فقہ ہے)۔

امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے فرمایا :

"فی اصطلاح العلماء عبارة : عن الاحکام الشرعية العملية المستدل علی اعيانها ، بحيث

لا يعلم كونها من الدين ضرورة"۔

امام رازی کی تعریف، پر صدر الشریعہ کی تنقید..... صدر الشریعہ نے اس تعریف میں لا يعلم كونها من الدين ضرورة کی قید پر تنقید کی اور اسے غیر ضروری قرار دیا۔

علامہ سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے یوں تعریف کی :

الفقه مخصص بالعلم بالحاصل بجملة من الاحکام الشرعية الفروعية بالنظر والاستدلال۔

(فقہ احکام شرعیہ کلیہ سے نظر و استدلال کے ذریعے حاصل ہونے والے مخصوص علم کا نام ہے)

- ۱۔ التفتیح والتوضیح و التلویح۔ صدر الشریعہ، محمد الدین تفتازانی متوفی ۹۲ھ ص ۲۳-۲۵۔ کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ
- ۲۔ التوضیح حاشیہ التلویح۔ حاشیہ نمبر ۵ ص ۲۹، کراچی میر محمد کتب خانہ
- ۳۔ التفتیح والتوضیح و التلویح۔ ص ۲۶، کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ
- ۴۔ المحصول فی علم الاصول۔ امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ، ۱۰/۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء
- ۵۔ شرح التلویح علی التوضیح لمعن التفتیح۔ ص ۳۳-۳۴، کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ
- ۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امدی متوفی ۶۳۱ھ، ۹/۱، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء

ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) نے ان کلمات کے ساتھ تعریف کی :

العلم بالاحکام الشرعية العملية من ادلتها التفصيلية بالاستدلال^۱.
(شریعت کے عملی احکام کا ادرہ تفصیلیہ سے استدلال کے ساتھ جاننا فقہ ہے)

یہ تعریف اشاعرہ سے منقول تعریف کی مثل ہے اس میں صرف لفظ "لا استدلال" کا اضافہ ہے اس سے یہ فائدہ ہوا کہ علم اللہ علم الرسول ﷺ، علم جبرائیل علیہ السلام اور علم عقلاء فقہ کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ ان کے علم کا حصول بالاستدلال نہیں ہوتا۔
صدر الشریعہ حنفی کی "بالاستدلال" کے اضافہ پر تنقید : صدر الشریعہ حنفی (متوفی ۱۲۷۷ھ) نے فرمایا : ولا شک انہ مکروہ (اور بلاشبہ وہ [لفظ الاستدلال] مکروہ ہے) وہ اس طرح کہ ادرہ تفصیلیہ سے بھی تو بغیر استدلال علم حاصل نہیں ہوتا تو دوبارہ اس کی تکرار بلا فائدہ ہے۔^۲

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۷۵ھ) نے یہ تعریف کی :

العلم بالاحکام الشرعية العملية المكتسب من ادلتها التفصيلية^۳.

اصول فقہ کے لفظی معنی بتانے کے بعد اس تعریف پر ہم مفصل کلام کریں گے۔

صدر الشریعہ حنفی (متوفی ۱۲۷۷ھ) نے ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) اور امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) وغیرہ کی تعریفات پر تنقید کرنے کے بعد ان کلمات کے ساتھ فقہ کی تعریف بیان کی :

بل هو العلم بكل احکام الشرعية العملية التي قد ظهر نزول الوحي بها والتي انعقد الاجماع عليها من ادلتها مع ملكة الاستنباط الصحيح منها^۴.

(فقط ان تمام احکام شرعیہ عملیہ کے جاننے کا نام ہے جو بذریعہ وحی ہمارے سامنے ظاہر ہوئے ہوں یا ادرہ شرعیہ سے ان احکام شرعیہ پر صحیح نتائج کا استنباط کرنے کے ملکہ کے ساتھ ظاہر ہوئے ہوں)۔

صدر الشریعہ کی تعریف پر شارح علامہ تفتازانی (متوفی ۷۹۲ھ) نے چار اعتراضات کئے اور پھر خود ہی ان کے جوابات بھی دیئے۔^۵

ابن اللحام حنبلی (متوفی ۸۰۳ھ) نے یہ تعریف بیان کی :

العلم بالاحکام الشرعية الفروعية عن ادلتها التفصيلية بالاستدلال^۶.

اصول فقہ کی اضافی تعریف کے تیسرے جزء "اضافات کو بیان کرنے کے بعد مذکورہ تعریفات کا تحقیقی تجزیہ پیش کیا جائے گا۔

۱۔ کتاب مختصر المنتهى الاصولی - جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر ابی بکر ابن حاجب مالکی متوفی ۵۷۱ھ ص ۳ - مصر قاہرہ مطبعہ کردستان اعریہ ۱۳۲۶ھ ۲۔ شرح التلویح علی التوضیح ص ۲۸ - کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ

۳۔ نہایۃ السؤل - جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۶ھ ۲۶/۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ - ۱۹۸۴ء شرح البدخش، محمد بن حسن البدخش، ۲۶/۱ - ۲۵/۱، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ - ۱۹۸۴ء

۴۔ التوضیح، صدر الشریعہ، ص ۳۶ - کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ ۵۔ التلویح التفتازانی، ص ۳۶ - کراچی نور محمد ۱۴۰۰ھ

۶۔ المختصر فی اصول الفقہ علی مذهب الامام احمد بن حنبل، علی بن محمد، علی بن عباس بن شیبان، ابی حنبل، ابن اللحام متوفی ۸۰۳ھ - ص ۳۱ - تحقیق محمد منظر بجا، مکتبہ المکتبہ جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۹۸۰ء - ۱۴۰۰ھ

اصول الفقہ کے مابین ”اضافت“ کی مختصر تشریح : یہ ایک ظاہری جزء ہے جو مضاف اور مضاف الیہ کے مابین نسبت سے عبارت ہے۔ کیونکہ جب تک مضاف اور مضاف الیہ میں اضافت نہیں ہوگی ان کو باہمی طور پر مربوط کر کے مطلوبہ معنی حاصل نہیں کئے جاسکتے۔

اضافت اختصاص کا فائدہ دیتی ہے۔ اگر مضاف اسم جامد ہو تو اختصاص مطلق کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً ”حجوزید“ اور اگر مضاف اسم مشتق ہو تو مضاف کا مضاف الیہ کے ساتھ مشتق کے معنی میں اضافیت کے ساتھ اختصاص کا فائدہ ہوتا ہے، جیسے ”غلام زید“ میں غلام کو غلامیت کے معنی میں ”زید“ کے ساتھ اختصاص کا فائدہ ہوا۔

مذکورہ بالا تعریفات کا تحقیقی تجزیہ : فقہ کی تعریف میں محرفین کہیں احکام کو عملیہ کے وصف کے ساتھ متعطف کرتے ہیں اور کہیں فرعیہ و فرعیہ کے ساتھ یہ سب درست ہیں۔ عملیہ اس لئے کہ وہ احکام مکلفین کے اعمال سے متعلق ہوتے ہیں اور فرعیہ اس لئے کہ وہ ان احکام فقہیہ سے متفرع ہوتے ہیں جو اپنی صحت میں اللہ اور اس کی صفات اور اس کے رسول کے لائے ہوئے احکام کے حج ہونے کے اعتقاد پر موقوف ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے احکام شرعیہ فرعیہ کے استنباط تک توصل حاصل ہوتا ہے۔

موسوئہ جمال ناصر میں ”الفقہ عند الاصولیین“ کے تحت جو بحث کی گئی ہے اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

”جو کچھ وحی الہی سے رسالت مآب ﷺ پر قرآن و سنت میں احکام عملیہ کے بارے میں نازل ہوا کبھی ان احکام عملیہ کی دلیل قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہوتی ہے، اس قسم میں اجتہاد کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اس کی صورتوں میں سے ایک صورت تو وہ ہے جو ضروری اور شعائر اسلام سے متعلق ہے۔ مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ و حج کا وجوب وغیرہ اور دوسری صورت نظری ہے۔ اس کا حکم بھی نص کی طرح قطعی ہوگا وہ اجماع ہے۔ اگر کسی بارے میں اجماع ہو جائے تو وہ قطعی الثبوت ہے۔ کبھی احکام عملیہ کی دلیل ”قطعی الثبوت ظنی الدلالۃ“ ہوتی ہے۔ کبھی ”ظنی الثبوت قطعی الدلالۃ“ اور کبھی ظنی الثبوت ظنی الدلالۃ ہوتی ہے : ان میں سے اخیر الذکر تین میں اجتہاد ہو سکتا ہے اور ان سے مستنبط احکام ”ظنی“ اور ”اجتہادی“ ہوں گے۔ مثال کے طور پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ پیش کی جاسکتی ہے : ”وامسحوا بمرؤکم“ (اور اپنے سر کا مسح کرو)۔ یہ آیت (دلیل) مسح راس کے وجوب کے بارے میں ”قطعی الثبوت و قطعی الدلالۃ“ ہے اور مسح راس کا حکم قطعی ہے۔ لیکن مسح راس کی مقدار کل یا ربع یا بعض کے بارے میں اس کی دلالت ظنیہ ہے اور کسی بھی مقدار کو اختیار کرنا ظنی اور اجتہادی ہوگا۔“

اصولیین نے فقہ کے اصطلاحی معنی میں اس کے اسی معنی کے بجائے وضعی کا اعتبار کیا ہے یعنی مسائل و احکام کی معرفت کے بجائے استخراج، تفہیم اور استنباط کو لازم قرار دیا ہے اور پھر متقدمین اصولیین نے بالعموم اور متاخرین نے بالخصوص فقہ کی اصطلاحی تعریف میں وضعی معنی پر خوب بحث کی۔ مختلف ادوار میں مختلف الفاظ کے ساتھ تعریفات کی گئیں، آنے والوں نے کبھی سابقین سے منقول تعریفات کی کبھی تائید و تنقید و حذف و اضافہ کیا تو کبھی خود ہی کوئی نئی تعریف کر ڈالی۔

سابقین سے منقول تعریفات کے اسالیب کی درجہ بندی : سابقین سے منقولہ تمام تعریفات مندرجہ ذیل تین اسالیب میں سے کسی نہ کسی ایک طرز پر ضرور مبنی ہوتی ہیں۔

پہلا طریقہ : یہ جمہور اصولیین کا طریقہ ہے۔ اس کے مطابق فقہ کی تعریف ابو الاحقاق شیرازی شافعی (متوفی ۴۷۶ھ) کے اسلوب پڑی ہے جسے انہوں نے اپنی کتاب "اللمع" میں اختیار کیا۔ ان کے مطابق تعریف یہ ہے: "ان الفقہ معرفۃ الاحکام الشرعیۃ النی طریقھا الاجتہاد" (فقہ احکام شرعیہ کی معرفت کا نام ہے جو اجتہاد سے حاصل ہوتی ہے)۔ دوسروں نے بھی اسی مفہوم کو پیش کرتے ہوئے فقہ کی یہ تعریف کی: "انه العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ بالاستدلال" بعض بالاستدلال کے بجائے "من ادلتھا التفصیلیۃ" کہہ دیتے ہیں تو اس تعریف کے مطابق ذوات وصفات کا علم فقہ نہیں ہے، کیونکہ وہ احکام کا علم نہیں ہے اور احکام عقلیہ، حسیہ، وضعیہ مثلاً حساب، ہندسہ، موسیقی اور نحو و صرف کے احکام کا علم کو فقہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ان کے احکام شرعی نہیں ہیں۔ اسی طرح اصول دین اور اصول فقہ کے احکام کے علم کو بھی فقہ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ ان کے احکام شرعیہ علمیہ ہیں، علمیہ نہیں اور استدلال کی قید سے علم جبریل علیہ السلام، علم رسول اللہ ﷺ اور علم مقلد وغیرہ نکل گئے۔ عورتوں، بچوں اور عوام کو صلاۃ و صوم وغیرہ کے وجوب کا جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بغیر استدلال کے ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بھی فقہ کی تعریف میں داخل نہیں اس اعتبار سے فقہ علم اجتہادی کا نام ہوا اور فقیہ مجتہد کہلاتا ہے۔

دوسرا طریقہ : یہ وہ طریقہ ہے جس کو صدر الشریعہ حنفی نے اصول بزویٰ میں منقول تعریف سے کچھ تصرف کے ساتھ نتیجہ میں بیان کیا اور ان الفاظ کے ساتھ فقہ کی تعریف کی: "الفقہ بانہ العلم بكل الاحکام الشرعیۃ العملیۃ النی قد ظہر نزول الوحی بها والنی انعقد الاجماع علیہا من ادلتھا مع المملکۃ الاستنباط الصحیح منها" اس تعریف کے مطابق فقہ کا معنی اس وقت ثابت ہوگا جب احکام شرعیہ عملیہ کا علم بلا واسطہ اس کے اولہ سے حاصل ہو، چاہے اولہ قطعیہ ہوں یا ظنیہ۔

پہلے اور دوسرے اسلوب کی تعریفات میں فرق : پہلے اور دوسرے طریقہ میں فرق یہ ہے کہ دوسرے طریقہ میں پہلے کی طرح علم کے حصول میں استدلال یعنی اجتہاد کی شرط نہیں رکھی گئی بلکہ صدر الشریعہ کے یہاں استنباط صحیح کا ملکہ ہونا ضروری ہے۔ اب اس طریقہ کے مطابق فقیہ وہ ہے جس میں اجتہاد کی اہلیت ہو، اگرچہ اس سے اجتہاد کا وقوع نہ ہوا ہو۔

تیسرا طریقہ : یہ وہ طریقہ ہے جس کو صرف ابن ابہام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) نے اپنی کتاب "التحریر" میں اختیار کیا۔ ان کے مطابق احکام شرعیہ کے صرف قطعی علم کا نام فقہ ہے اور احکام مظنونہ کے علم کو فقہ نہیں کہہ سکتے۔

تینوں اسالیب کی تعریفات کا فرق : تینوں اسالیب کے مطابق جو تعریفات کی درجہ بندی کی گئی ہے اس کا فرق اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے :

- (۱) پہلے گروہ کے اصولیین نے ظنیات کے علم کو فقہ کہا۔
- (۲) آخری گروہ نے کہا کہ فقہ کے علم کا اطلاق صرف قطعیات پر ہوتا ہے۔

(۳) جبکہ دوسرے درمیانی گروہ کے مطابق فقہ شریعت کے قطعی و ظنی دونوں طرح کے احکام کے علم کو شامل ہے۔

علامہ ابن عابدین نے رد المحتار میں شرح التحریر سے نقل کیا کہ ایک سے زائد متاخرین نے اس عموم کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہی حق ہے۔ اور اس پر سلف و خلف کا عمل ہے مگر شارح نے سلف و خلف کے اس پر عمل ہونے کا جو دعویٰ کیا اس کی واقع میں تصدیق نہیں کی جاسکتی۔

فقہ کی مجموعی تعریفات کی تاریخی ارتقائی تناظر میں مرحلہ وار درجہ بندی فقہ کی تعریف میں جو تبدیلیاں آتی رہیں اور مختلف ادوار میں اُس کی وسعت سے تنگی کی جانب رجحان کے سلسلہ کو تین تاریخی و ارتقائی مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

پہلا مرحلہ : یہ وہ ابتدائی زمانہ ہے جب فقہ شرع کا مترادف سمجھا جاتا تھا اور ہر اس شئی کی معرفت فقہ کی تعریف میں شامل تھی جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا، خواہ اس کا تعلق عقیدہ، اخلاق یا جوارح کے افعال سے تھا۔ امام ابو حنیفہ نے فقہ کی تعریف ”معرفة النفس مالها وما عليها“ میں اسی وسعت کو مد نظر رکھا۔ ان کی علم العقائد پر کتاب ”الفقہ الاکبر“ کے مطالعہ سے ایسا لگتا ہے کہ ان کے نزدیک فقہ تین اقسام پر مشتمل ہوگی، پہلی قسم ”الفقہ الاکبر“ ہے۔ جو اعتقادات سے متعلق ہوگی کیونکہ اگر اعتقاد صحیح نہ ہوں تو بدنی اعمال رائیگاں چلے جاتے ہیں۔ دوسری قسم ”الفقہ الاوسط“ ہے جس کا قلبی خلوص و نیت سے تعلق ہے کیونکہ جیسی نیت ہوگی ویسا ہی عمل کا ثمرہ ہوگا۔ تیسری قسم ”الفقہ الاصغر“ ہے جو ظاہری اعضا کے اعمال مثلاً رکوع، سجود وغیرہ سے متعلق ہے کیونکہ جب تک ان کا علم اور ان کی درستگی نہیں ہوگی، اعمال صحیح نہیں ہوں گے۔

دوسرا مرحلہ : یہ وہ زمانہ ہے جس میں فقہ کی تعریف میں پائی جانے والی وسعت میں کچھ تخصیص پیدا ہوگی۔ علم العقائد کی علیحدہ فن کی حیثیت سے بنیاد پڑ گئی اور اسے علم العقائد، علم التوحید، علم الکلام اور علم اصول الدین کے ناموں سے موسوم کیا جانے لگا تو فقہ سے یہ علم خارج ہو گیا۔ اس دور میں فقہ کی تعریف اس طرح کی جانے لگی۔

العلم بالا حکام الفرعية الشرعية المستمدة من الادلة التفصيلية .

اس تعریف میں ماسوی الاصلیہ، سب فرعیہ ہیں۔ یعنی جو عقائد کے علاوہ ہیں وہ سب فرعیہ ہیں کیونکہ عقیدہ شریعت کی اصل ہے اور ہر شئی کی درستگی کا انحصار اسی کی درستگی پر ہے۔ یہ تعریف احکام شرعیہ عملیہ یعنی وہ جو جوارح کے ذریعہ انجام دیئے جاتے ہیں کو اور احکام شرعیہ قلبیہ مثلاً ریا، کبر، حسد، عجب کے حرام ہونے اور تواضع، دوسروں کی بھلائی کے حلال ہونے کو بھی شامل تھی۔

تیسرا مرحلہ : اس دور میں کئی تعریفات میں مزید تخصیص پیدا کر دی گئی اور آج تک اسی تخصیص پر عمل جاری و ساری ہے۔ اور اب اس طرح تعریف کی جانے لگی :

”الفقه هو العلم بالاحكام الشرعية الفرعية العينية المستمدة من الادلة التفصيلية“^۱

اس کے نتیجے میں احکام شرعیہ فرعیہ جن کا تعلق دل سے تھا وہ الگ ہو گئے۔ اور ان کا نام علم تصوف یا علم اخلاق پڑ گیا۔

اصول فقہ کے لفظی معنی اور ان کا تحقیقی تجزیہ : اہل علم، اصول فقہ اور ان کی طرح کے علوم مثلاً فقہ وغیرہ کا اطلاق کبھی ان مسائل کلیہ پر کرتے ہیں جس میں اس کے موضوع کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔ اور کبھی ان کا اطلاق ان کے قواعد کے ادراک یعنی معرفت و تصدیق اور بھی ان قواعد کے مزاوہ اور کثرت غور و غوض سے حاصل ہونے والے ملکہ استحضار پر کرتے ہیں۔ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کسی بھی علم کی تعریف مذکورہ تین معانی میں سے کسی ایک کے مطابق کی جاتی ہے مگر اصول فقہ واحد علم ہے جس کی تینوں معانی کے مطابق تعریف کی گئی ہے۔ اس کی دلائل سے وضاحت مندرجہ ذیل ہے :

امام فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے اصول فقہ کی یہ تعریف بیان کی :

اصول الفقه عبارة عن : مجموع طرق الفقه على سبيل الاجمال وكيفية الاستدلال بها وكيفية حال المستدل بها.^۲

سیف الدین الامدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے یہ تعریف کی :

اصول الفقه : هي ادلة الفقه وجهات دلالاتها على الاحكام الشرعية، وكيفية حال المستدل بها، من جهة الجملة لا من جهة التفصيل.^۳

(تجزیہ) : مذکورہ بالا دونوں تعریفیں پہلے معنی کے مطابق ہیں۔

ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۳۶ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف کی :

اماحده لقبا : فالعلم بالقواعد التي يتوصل بها الى استنباط الاحكام الشرعية الفرعية من ادلتها التفصيلية.^۴

(اصول فقہ ان قواعد کے جاننے کا نام ہے جن سے احکام شرعیہ فرعیہ کا دلائل سے استنباط کرنا حاصل ہو)۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) نے الفاظ کے ساتھ تعریف کی :

اصول الفقه : معرفة دلائل الفقه اجمالا وكيفية الاستفادة منها وحال المستفيد.^۵
(اصول فقہ فقہ کے اجمالی دلائل اور ان سے استفادہ کی کیفیت اور مستفید (مجتہد) کے حال کی معرفت کا نام ہے)

۱۔ موسوعہ الفقہیہ۔ ۱۲/۱-۱۳، انص، کویت وزارت الاوقاف الشؤون الاسلامیہ طبع جانی ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء

۲۔ المحصول فی علم الاصول، محمد بن عمر بن الحسین الرازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ-۱۱/۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الامدی ابو الحسین علی بن ابی علی شافعی متوفی ۶۳۱ھ-۱۰/۱، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء

۴۔ شرح العهد علی مختصر ابن الحاجب، عهد الدین عبد الرحمن بن احمد الانجلی شافعی متوفی ۵۶۷ھ-۱۸/۱، مصر مطبعة الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ

۵۔ نہایہ السؤل، جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۶۷ھ-۲۵/۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۴ء

ابن حاجب اور قاضی بیضاوی کی تعریفات کا تجزیہ : ابن حاجب اور قاضی بیضاوی کی تعریفیں دوسرے اور تیسرے معنی کے مطابق کی گئی ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ابن حاجب کی تعریف میں علم اور بیضاوی کی تعریف میں معرفت کے الفاظ ہیں۔ دونوں کا اطلاق تصدیق اور اس ملکہ پر ہوتا ہے جس کا اس معنی میں ذکر کیا گیا ہے۔

اصول فقہ کی تعریف میں اختلاف کی وجہ : اصول فقہ کے لقمی معنی میں اختلاف اس لئے نظر آتا ہے کہ مختلف اصولیین کے پیش نظر مذکورہ معانی میں سے کوئی نہ کوئی معنی رہتا تو اس کی روشنی میں وہ تعریفی کلمات کا انتخاب کرتے تو وہ خود بخود دوسرے معنی کے لحاظ سے کی گئی تعریف سے مختلف ہو جاتی اور ان کے نزدیک الفاظ کی یکسانیت سے زیادہ وہ معانی اہم ہوتے جس سے مقصد کا صحیح طور پر اظہار ہو سکتا تھا اسی لئے ایک ہی معنی کی مختلف تعریفات میں بھی الفاظ کے چناؤ میں فرق نظر آتا ہے۔ بہر حال تعریفات میں اختلاف کے باوجود اپنی اپنی جگہ درست تھیں اور محققین کی نیت پر کسی قسم کا شک نہیں کیا جاسکتا اور وہ سب قابل احترام ہیں۔

اصول فقہ کی لقمی معنی پر اکتفا کرنے کا سبب : کتب اصول کے فقہ کے مطالعہ کے دوران یہ نظر آتا ہے کہ بعض اصولیین نے اپنی کتب میں اصول فقہ کے لقمی معنی تو ذکر کر کے مگر اس کے اضافی معنی نہیں بتائے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جن اصولیین کے پیش نظر اختصار تھا انہوں نے طوالت سے بچنے کے لئے صرف لقمی معنی بتانے پر اکتفا کیا اور اضافی معنی اور ہر جزء کی تفصیلات نہیں بتائیں۔ قاضی بیضاوی ان میں سے ہیں جن کے پیش نظر اختصار تھا جبکہ دوسری طرف جن اصولیین کا مقصد تفصیل سے بیان کرنا تھا، تو انہوں نے اضافت کے اعتبار سے بھی تعریف کی اور مضاف، مضاف الیہ اور اضافت کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا اور کسی نے صرف مضاف اور مضاف الیہ کو ذکر کیا مگر شہرت کی بناء پر اضافت کو بیان نہیں کیا۔ جیسے صدر الشریعہ نے التوضیح والتوضیح میں ایسا ہی کیا۔۔۔۔۔ لہذا دونوں طرح کے معرّفین و مؤلفین کا یہ طرز عمل درست قرار پایا اور وہ مصیب ٹھہرے۔

اصول فقہ کے لقمی و اضافی معنی کے فرق پر ایک طائرانہ نظر..... اصول فقہ کے لقمی و اضافی معنی میں دو طرح سے فرق کیا جاسکتا ہے۔

فرق (۱) : لقمی تعریف اس علم کا لقب و علم ہے جبکہ اضافی معنی موصول الی العلم ہیں۔

فرق (۲) : لقمی تعریف کے تین لازمی اجزاء ہوتے ہیں۔

(۱) دلائل کی معرفت (۲) استفادہ کی کیفیت

(۳) مستفید (مجتہد) کا حال جبکہ اضافی تعریف دلائل خاصہ کا نام ہے۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) سے منقول لقمی تعریف اور اس کی تشریح :

ہم نے اصول فقہ کی کئی تعریفیں نقل کی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی تعریفات اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ سب اپنی اپنی جگہ درست ہیں اگرچہ تقریباً ہر نئی تعریف کرنے والے کے ذہن میں سابقین کی تعریف میں کچھ کمی رہ جانے کا

تصور رہتا تھا اس لئے وہ ایک نئی تعریف کر دیتے۔ اس عمل سے اس فن کو نئی تازگی و توانائی ملتی رہی اور مختلف جہتوں سے اس پر غور و خوض اور تعمیر و تشریح کے عمل نے اس کے پوشیدہ پہلوؤں کو نمایاں کر دیا۔ اس طرح تعریفیں بھی ارتقائی مراحل سے گزرتی رہیں ان سب پر یہاں تفصیلی کلام مشکل ہے۔ ہم نے قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) سے منقول اصول فقہ کی لقمی تعریف کو شہرت کی بناء پر تشریح کے لئے منتخب کیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ تھی کہ یہ صدر اول اور پندرہویں صدی کے درمیانی زمانے کے اصولی ہیں یعنی انہوں نے نویں صدی ہجری کے آخری زمانے میں وفات پائی اور وہ شاید امام رازی (متوفی ۶۰۶ھ)، سیف الدین امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) اور ابن حاجب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) وغیرہ سے منقول تعریفات کو دیکھ چکے ہوں گے اور پھر اس طرح کی تعریف کی۔ قاضی بیضاوی نے اصول فقہ کی لقمی تعریف کرتے ہوئے فرمایا :

”اصول الفقه معرفة دلایل الفقه اجمالا، و کیفیة الاستفادة منها و حال المستفید“۔
(اصول فقہ، فقہ کے اجمالی دلائل اور ان سے استفادہ کی کیفیت اور مستفید کے حال کی معرفت کا نام ہے)

تعریف کی تشریح :

قولہ ”معرفة“..... تعریف میں جنس ہے جو اہل احکام اور ان کے علاوہ کی معرفت سب کو شامل ہے۔ اس میں کثیر معرفت ہے اور وہ جب مفرد کے ساتھ متعلق ہوتی ہے تو متعدی بیک مفعول ہوتی ہے اور اس کا معنی تصور ہوتا ہے جیسے جب ”عرفت محمدا“ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے ”تصور تہ“ (میں نے اس (محمد) کا تصور کیا) اور لفظ علم زیادہ تر تعلق کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور متعدی بدو مفعول ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کا معنی تصدیق ہوتا ہے۔ مثلاً جب کہا جاتا ہے ”علمت ان الله واحد“ تو مطلب ہوتا ہے ”صدقت بوحدانیتہ“ (میں نے اس کی وحدانیت کی تصدیق کی)۔ کبھی معرفت تعلق کے ساتھ متعدی بدو مفعول ہوگی تو اس وقت اس کا معنی بھی تصدیق ہوگا۔ مثلاً جب کہا جاتا ہے ”عرفت ان الله واحد“ تو مطلب ہوتا ہے صدقت (میں نے تصدیق کی) اور کبھی علم مفرد کے ساتھ متعلق ہوتا ہے تو اس وقت اس کا معنی تصور ہوگا جب ”علمت محمدا“ بولا جاتا ہے تو اس کا معنی ”تصور تہ“ ہوتا ہے۔

علم و معرفت میں سے جب کسی کی بھی نسبت حادث کی طرف جاتی ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ شئی سابق میں مجہول (نامعلوم) تھی مگر جب ان میں سے کسی کی بھی نسبت اللہ رب العزت کی طرف جائے گی تو اس کا معنی یہ نہیں ہوگا کہ شئی سابق میں مجہول تھی۔ مثلاً عام حالات میں جب ”محمد عرف المسألة او علمها“ (محمد کو مسئلہ کا علم یا معرفت حاصل ہوئی) تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں علم یا معرفت پہلے نہ تھی پھر ہو گئی۔ کیونکہ جب بھی حادث کے ساتھ نسبت ہوگی تو یہی معنی ہوگا۔ اس بات کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

”والله اخرجکم من بطون امہاتکم لا تعلمون شئنا“۔

(اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے شکموں سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے)۔

مگر جب کسی نے کہا : ”اللہ عالم بکذا“ یا ”عارف بہ“ تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ اسے پہلے سے اس کے بارے میں علم یا معرفت نہ تھی اب ہوئی۔ کیونکہ اللہ رب العزت کا جمیع اشیاء سے متعلق علم ازلی ہے۔ عالم کا اطلاق اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر کیا جاتا ہے مگر عارف کا نہیں، باوجود اس کے کہ ”عارف اللہ“ کے کہنے کا مطلب بھی ”عالم“ ہوتا ہے۔ یعنی ہمیشہ سے جاننے والا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں اس لئے عالم ہی بولا جائے گا۔

قاضی بیضاوی نے اپنی اس تعریف میں علم کے بجائے معرفت کو کیوں منتخب کیا ؟

شاید انہوں نے اپنی اس تعریف میں علم کے بجائے معرفت کو اس لئے پسند کیا کہ مسائل اصولیہ دو قسم پر ہیں :

(۱) وہ جن سے ذات باری تعالیٰ کا قصد ہوتا ہے جیسے علم کلام کے مسائل۔ اور یہ اس بات کو واجب کرتا ہے کہ دلیل قطعی ہو تو اس طرح تصدیق ظنی نہیں بلکہ قطعی ہو جائے گی۔

(۲) وہ جو مسائل علمیہ کے لئے وسیلہ ہوتے ہیں جیسے علم اصول کے مسائل، تو یہاں تصدیق عام ہوگی خواہ ظنی ہو یا قطعی۔

چونکہ قاضی بیضاوی کے یہاں علم کا اطلاق صرف قطعیات پر ہوتا ہے اور لفظ معرفت کا اطلاق تصدیق پر ہے جو قطعیات و ظنیات دونوں کو شامل ہے اس لئے انہوں نے مسائل اصولیہ کے لئے لفظ معرفت کا اسی مناسبت سے استعمال کیا، کیونکہ ان کے یہاں ان مسائل اصولیہ کا قطعی ہونا شرط نہیں ہے۔ مگر جن حضرات نے مسائل اصولیہ کو قطعیات میں شمار کیا انہوں نے لفظ ”العلم“ کے ساتھ تعبیر کو درست جانا۔ واضح رہے کہ یہاں معرفت سے مطلق اور اک مراد ہے جو تصور و تصدیق دونوں کو شامل ہے۔ لیکن جب اس معرفت کی اضافت دلائل کی طرف کردی اور ان سے مراد مسائل اصولیہ اور قواعد کلیہ ہیں تو تصور خارج ہو گیا، کیونکہ معرفت مفرد کے ساتھ متعلق نہیں ہوتی بلکہ وہ نسبت کے ساتھ متعلق ہوتی ہے۔

قوله ”دلائل“ دلائل جمع ہے اور اس کی واحد دلیل ہے لغت میں اس کے یہ معنی مذکور ہیں : ”یطلق علی ما يستدل به“ (جس کے ذریعے استدلال کیا جاسکے) اصطلاح میں اس کے معنی یہ ہیں :

”ما يمكن التوصل بصحيح النظر فيه الى مطلوب خبري“

(جس سے مطلوب خبری کی طرف صحیح فکر سے توصل ممکن ہو)

اس تعریف سے ظاہر ہوا کہ دلیل جو قطعیت کا فائدہ دے قطعی ہوگی اور جو ظن کا فائدہ دے ظنی ہوگی۔ پہلی بات کی مثال یہ ہے کہ عالم کے حادث ہونے کی دلالت پر ہم کہیں : العالم متغیر و کل متغیر حادث فالنتیجۃ : العالم حادث اور دوسری بات کی مثال یہ ہے جیسے بھرے ہوئے بادل دیکھ کر یہ ظن کر لینا کہ بارش ہو جائے گی۔

امام اسنوی شافعی (متوفی ۳۷۲ھ) نے فرمایا :

”اعلم ان التعبير بالدلة مخرج لكثير من اصول الفقه كالعمومات وأخبار الاحاد والقياس والاستصحاب وغير ذلك، فان الاصوليين وان سلموا العمل بها، فليست عندهم ادلة للفقه بل اصارات فان الدليل عندهم لا يطلق الا على المقطوع به“

۱۔ مختار الصحاح۔ محمد بن ابی بکر بن عبد القادر الرازی متوفی ۶۰۷ھ، ج ۳۵۴ فصل الدال والذال باب اللام، مصر، مصطفى البابی الحلبي سنہ ۱۲۸۵ھ

۲۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول۔ محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، ۵۳/۱، قاہرہ دار الکتبی سند

۳۔ نہایہ السؤل، جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۶۷ھ، ۲۲/۱، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۳ء

(جان لو کہ اولہ کے ساتھ تعبیر دینے سے بہت سی چیزیں اصول فقہ سے خارج ہو گئیں جیسے عموماً، اخبار احاد، قیاس و اصحاب وغیرہ۔ اگرچہ اصولیین ان کے عمل کو تسلیم کرتے بھی ہیں تو ان کے نزدیک انہیں فقہ کے اولہ کا نام نہیں دیا جاتا بلکہ وہ اسے امارات کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نزدیک اولہ کا اطلاق صرف قطعیات پر ہی ہو سکتا ہے۔ مگر جمہور کی بات زیادہ مناسب ہے کہ دلیل کا اطلاق قطعی اور قطعی دونوں پر ہوتا ہے۔

ابو اسحاق شیرازی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) نے فرمایا :

”وقال اکثر المتكلمين لا يستعمل الدليل الا فيما يؤدى الى العلم فاما فيما يؤدى الى الظن فلا يقال له دليل وانما يقال له اماره وهذا خطأ لان العرب لا تفرق في تسمية بين ما يؤدى الى العلم او الظن فلم يكن لهذا الفرق وجه“^۱

(بہت سے متکلمین نے کہا کہ لفظ دلیل کا استعمال صرف اس پر ہو سکتا ہے جو علم ”قطعی“ کے معنی ادا کرے اور جو ظن کے معنی ادا کرے اسے دلیل نہیں کہا جاسکتا، بلکہ اسے امارات کہتے ہیں۔ مگر ان کی یہ بات غلطی پر مبنی ہے کیونکہ اہل عرب علم اور ظن کے معنی دینے والی اشیاء کے ناموں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔ لہذا تفریق کی یہ توجیہ درست نہیں ہے)

شیخ جلال الدین محلی شافعی (متوفی ۶۴۳ھ) نے فرمایا :

”ومعنى الوصول اليه بما ذكر : علمه أو ظنه شمل التعريف القطعي كالعالم لوجود الصانع والظني كالنار لوجود الدخان“^۲

(اور اس کی طرف وصول کے جو معنی علم یا ظن ذکر کئے گئے۔۔۔۔۔ تعریف قطعی کو شامل ہے جیسے عالم کی صانع کے وجود پر دلالت اور ظن کو شامل ہے جیسے دھوئیں کے وجود کی آگ پر دلالت)

شیخ الاسلام ذکریا انصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے فرمایا :

”وشمل التعريف الدليل القطعي والظني“^۳

(اور ”الدلیل“ کی تعریف قطعی و ظنی دونوں کو شامل ہے)

شیخ علاؤ الدین حنفی (متوفی چودھویں صدی ہجری) نے فرمایا :

”يكون الدليل الشرعي عندنا نوعين قطعي وهو الكتاب والسنة المتواترة والاجماع وظني وهو خبر الاحاد والقياس“^۴

(ہمارے نزدیک دلیل شرعی دو قسموں پر ہے۔ (اول) قطعی اور وہ کتاب اللہ، سنت متواترہ، اجماع ہیں اور (دوم) ظنی ہے جو خبر احاد اور قیاس پر مشتمل ہے)

^۱ کتاب الملصع۔ ابو اسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی متوفی ۶۷۶ھ ص ۷، مصر مکتبہ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۹۸۷ء۔ ۱۹۸۸ء

^۲ شرح جلال المحلی علی جمع الجوامع۔ جلال الدین محمد بن احمد بن الشافعی متوفی ۸۶۳ھ، ۱۳۶۸ء۔ ۱۱۲۷ھ بمبئی مطبعہ اصح المطابع سنہ ۱۲۸۷ھ

^۳ غایۃ الوصول۔ شیخ الاسلام ابو یحییٰ ذکریا الانصاری شافعی متوفی ساتویں صدی ہجری ص ۲۰، مصر مطبعہ عیسیٰ البابا اٹکلی سنہ ۱۳۳۱ھ

^۴ تسہیل الوصول الی علم الاصول۔ محمد عبدالرحمن عبدالکحلاوی حنفی چودھویں صدی ہجری کے عالم تھے ص ۱۸، مصر مصطفیٰ البابا اٹکلی سنہ ۱۳۳۱ھ

محمد صالح العثیمین (معاشر) نے فرمایا :

”فالمراد ”معرفة“ العلم والظن لان ادراك الاحكام الفقهية قد يكون يقينيا

وقد يكون ظنيا كما في كثير من مسائل الفقه“۔^۱

(”معرفة“ سے مراد علم و ظن ہیں۔ کیونکہ فقہ کے بہت سے مسائل میں کبھی احکام کا ادراک یقینی ہوتا ہے اور کبھی ظنی)

قولہ ”دلائل الفقه“ : امام اسنوی نے فرمایا :

قولہ : ”دلائل الفقه“ هو جمع مضاف ، وهو يفيد العموم فيعم الادلة المتفق عليها

والمختلف فيها ، وحديثه فيحترز به عن ثلاثة اشياء ، احدهما : معرفة غير الادلة كمعرفة

الفقه ونحوه الثاني : معرفة ادلة غير الفقه كادلة النحو والكلام الثالث : معرفة بعض ادلة

الفقه كالباب الواحد من اصول الفقه ولا يكون اصول الفقه ولا يسمى العارف به اصوليا ،

لان بعض الشئ لا يكون نفس الشئ“۔^۲

(”دلائل الفقه“ جمع مضاف ہے اور وہ عموم کا فائدہ دیتا ہے تو یہ متفق علیہ اور مختلف فیہ دونوں ادلہ کو عام ہوگا اور اس سے ظن

چیزوں سے احتراز ہو جائے گا۔ (اول) ادلہ کے سوا کی معرفت جیسے فقہ وغیرہ کی معرفت سے اور (دوم) یہ کہ فقہ کے علاوہ

دیگر مثلاً نحو و کلام کے ادلہ سے اور (سوم) یہ کہ بعض ادلہ کی معرفت جیسے اصول فقہ کا ایک باب، سے احتراز ہو گیا۔ یوں وہ

اصول فقہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کے جاننے والے کو اصولی کہا جائے گا۔ کیونکہ کسی چیز کا بعض نفس شئ نہیں ہوتا)

معلوم ہوا کہ دلائل فقہ کی طرف جمع مضاف ہیں جو عموم کا فائدہ دیتا ہے تو اس کا معنی ”جميع ادلة الفقه“ ہو جائیں گے

اور اس میں متفق علیہ ادلہ جیسے کتاب و سنت اور مختلف فیہ ادلہ جیسے قول صحابی اور شرائع من قبلنا شامل رہیں گے اور ان کے قول

معرفة دلائل الفقه کا مطلب ”معرفة الاحوال المتعلقة بهذه الادلة“ ہوگا مثلاً مجتہد کا یہ جاننا کہ وہ امر جو قرینہ سے خالی ہو

و جو ب کا فائدہ دیتا ہے اور نہ ہی جو قرائن سے خالی ہو تحریم کا فائدہ دیتی ہے اور یہ کہ اجماع حکم قطعی ہے یا ظنی؟ وغیرہ اور اس کے

بعد کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ ”معرفة دلائل الفقه“ سے اس کا تصور مراد لے لے یعنی وہ یہ تصور کر لے کہ ”الكتاب“ وہ ہے

جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئی اس کی تلاوت کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے اور بشر کو اس کی مثل کلام لانے سے عاجز کر دیتی ہے

اس لئے کہ ”تصورات ادلہ“ علم اصول فقہ کے مقاصد میں سے نہیں ہیں اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ادلہ کی معرفت سے

مراد اس کا حفظ ہے کیوں کہ ادلہ کے حفظ کا اصول سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اصول ان پر موقوف ہیں۔

وقوله ”اجمالا“ اس بارے میں مندرجہ ذیل اقوال ہیں :

قول اول یہ (اجمالا) معرفت کا مفعول ہے مگر یہ بات درست نہیں کیونکہ عرف متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔

قول دوم ”اجمالا“ تمیز ہے جو مضاف سے منقول ہے اور اصل عبارت یہ ہوگی۔ ”معرفة اجمال ادلة

الفقه“ مگر یہ فساد معنی پر مبنی ہے لہذا درست نہیں ہے۔

۱۔ الاصول من علم الاصول۔ محمد صالح العثیمین ص ۵، قاہرہ، مکتبۃ الرسالہ ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳ء

۲۔ نہایۃ السؤل۔ جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۷۶۷ھ/۳۱۱ھ، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۳ء

قول سوم..... ”اجمالاً“ معرفت سے حال ہے مگر یہ بھی معنی برفساد معنی ہے وہ اس طرح کہ اصول سے مراد اولہ کی اجمالی معرفت مراد نہیں بلکہ اولہ اجمالیہ کی تفصیلی معرفت ہے۔

قول چہارم..... قول اصح کے مطابق یہ اولہ سے حال واقع ہوا ہے۔

عمر بن عبد اللہ نے سلم الوصول لعلم الاصول میں فرمایا :

وانما يقال : ان دلائل جمع واجمالاً مفرد وهذا لا ضرر فيه، لان اجمالاً مقصود بوصف به الجمع والمفرد وهو هنا بمعنى مجملة كانه قال : معرفة دلائل الفقه مجملة، ومعنى الحال من المضاف اليه في مثل هذا التركيب جائز لقوله تعالى : (ملة ابراهيم حنيفاً) ۛ

(اور یہ کہا جائے کہ دلائل جمع ہیں اور اجمالاً مفرد تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس لئے کہ اجمالاً مصدر ہے جو مفرد جمع ہوتا ہے اور یہاں (اجمالاً) مجمل کے معنی میں ہے گویا کہ فقہ کے مجمل دلائل کی معرفت کہا اور اس طرح کی ترکیب میں مضاف الیہ سے حال آتا جائز ہوتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے (ملة ابراهيم حنيفاً)

اس کی تاویل کی طرف احتیاج کی وجہ سے صاحب جمع الجوامع نے اس سے عدول کیا اور انہوں نے فرمایا :

(اصول الفقه دلائل الفقه الاجمالية) ۛ

(اصول فقہ ”فقہ“ کے اجمالی دلائل ہیں)

اس میں انہوں نے اجمالیہ کو دلالت کا صریح وصف بنایا ہے۔

اولہ اجمالیہ سے مراد : اس سے مراد اولہ کلیہ ہیں ان کو ”اجمالیہ“ اس لئے کہتے ہیں کیونکہ ان کی تفصیل میں جائے بغیر اجمالی طور پر ان کی تعریف کی جاتی ہے۔

اولہ کی انواع : بالعموم اولہ کی دو انواع ہیں اولہ کلیہ اور اولہ جزئیہ۔

اولہ کلیہ : یہ وہ ہیں جو کسی حکم معین پر دلالت نہیں کرتے جیسے امر و نہی مطلق۔

اولہ جزئیہ : یہ وہ اولہ ہیں جو حکم معین پر دلالت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا قول (واقیموا

الصلوة) ۛ اور (ولا تقربوا الزنا) ۛ جب اولہ جزئیہ غیر محصورہ ہوں اور اولہ کلیہ کے

تحت داخل ہوں تو وہ علم اصول کے علاوہ کسی اور فن میں زیر بحث لائے جاتے ہیں کیونکہ

اصول فقہ میں تو صرف اولہ کلیہ کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

امام تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۵۲ھ) نے فرمایا :

”ففي الأدلة اعتباران، الاعتبار الاول : من حيث كونها معينة، وهذه وظيفة الفقيه وهي

الموصله القريبه الى الفقه، والفقيه قد يعرفها بادلها اذا كان اصولياً، وقد يعرفها بالتقليد،

ۛ سلم الوصول لعلم الاصول . عمر بن عبد اللہ، ۱۲/۱، ال عمران : ۹۵

ۛ جمع الجوامع . تاج الدین عبد الوہاب ابن السبکی، ۳۲/۱۱، ۳۳، مہذب، مطبع اصح المطابع سبز

ۛ البقرہ : ۲۳ ۛ الاسراء : ۳۲

ویتسلمہا من الاصول، ثم هو یرتب الاحکام علیہا، فمعرفة حاصلہ عنده. والاعتبار الثاني: من حیث كونہا کلیة، اعنی يعرف ذلک الکلی المندرج فیہا وان لم يعرف شیئا من اجزائہا، وهذه وظيفة الاصولی، فمعلوم الاصولی الکلی، ولا معرفة له بالجزی من حیث كونه اصولیا، ومعلوم الفقیہ الجزئی ولا معرفة له بالکلی، من حیث كونه فقیہا، ولا معرفة له بالکلی الا لكونه مندرجاً فی الجزئی المعلوم، واما من حیث كونه کلیاً فلا. فالادلة الا جمالية هی الکلیة، سمیت بذلك لانہا تعلم من حیث الجملة لا من حیث التفصیل، وهی توصلہ بالذات الی حکم اجمالی مثل كون کل ما یؤمر بہ واجبا، وکل منہی عنہ حراماً ونحو ذلک وهذا لا یسمى فقہا فی الاصطلاح ۱

(اولہ میں دو اعتبارات ہیں پہلا اعتبار ان کے معین ہونے کی حیثیت سے ہے اور یہ فقیہ کا کام ہے اور وہ ادلہ فقہ کے قریب پہنچانے والے ہیں اور فقیہ کبھی احکام کو ادلہ سے جانے گا اگر وہ اصولی ہے اور کبھی تقلید کے ذریعے جانے گا اور ان احکام کو اصول سے اخذ کرے گا پھر وہ ان احکام کو ادلہ پر مرتب کرے گا تو ان کی معرفت اس کو حاصل ہوگی اور دوسرا اعتبار ان ادلہ کے کلی ہونے کی حیثیت سے ہے میری مراد یہ ہے کہ ان ادلہ کو کلی میں مندرج ہونے کی حیثیت سے جانے گا۔ اگرچہ وہ ان کے اصول و اجزاء سے واقف نہیں تھا اور یہ اصولی کا کام ہے وہ اصول کو کلی حیثیت سے جانتا ہے نہ کہ جزئی حیثیت سے، جبکہ فقیہ جزئی حیثیت سے احکام کے ادلہ کو جانے کا نہ کلی ہونے کے اعتبار سے پس اسے کلی کی معرفت صرف اس قدر ہوگی کہ وہ جزئی میں مندرج ہوتے ہیں نہ کہ اس حیثیت سے کہ وہ کلی ہیں ادلہ اجمالیہ کلیہ ہیں اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ وہ اجمالی حیثیت سے جانے جاتے ہیں نہ کہ تفصیلی طور پر اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے حکم اجمالی تک پہنچاتے ہیں جیسا کہ ہر امر واجب کے لئے اور مہی حرام کے لئے ہوتی ہے اور اس کا نام فقہ نہیں رکھا جاتا)

”اجمالاً“ کی قید کا فائدہ..... اس کے ذکر سے علم خلاف نکل گیا کیونکہ اس میں فقہ کے تفصیلی دلائل کی معرفت مقصود ہوتی ہے۔ اس لئے نہیں کہ ان سے احکام کا استنباط ہو سکے بلکہ اس لئے کہ وہ آلہ بن سکے جس کے ذریعے وہ اپنے امام کے نقطہ نظر کا دفاع کر سکے اور اس کے بارے میں کبھی اس کے پاس کوئی مستند دلیل بھی نہیں ہوتی جس سے وہ استدلال کر سکے۔ کیونکہ اگر خلاف مستند دلیل پیش کر کے استدلال کر سکے تو وہ اصولی اور مجتہدانہ حیثیت کا حامل ہو جائے گا خلاف شخص فقہی دلائل اور اس کے احوال کا محقق نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنے امام کی بات پر مضبوطی سے قائم رہ کر اس مسئلہ میں اجمالی طور پر اتنا ہی جانتا ہے کہ اس کے امام نے یہی رائے دی اور یہی حکم لگایا ہے اس کے نزدیک اثبات حکم کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے۔

قوله ”وکیفیۃ الاستفادة منها“..... یہ ان کے قول ”دلائل“ پر عطف ہے تو اس لحاظ سے اس کا معنی ”معرفة دلائل الفقہ ومعرفة کیفیۃ الاستفادة منها“ ہو جائے گا اور ”الاستفادة“ میں ”ال“ مضاف الیہ سے بدل (عوض) ہے اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ فقہ ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ”الدلیل“ ہو، اگر مذکورہ دونوں احتمالی

۱۔ الابہاج فی شرح المنہاج علی منہاج الوصول الی الاصول للقاضی بیضاوی۔ شیخ الاسلام علی بن عبد الکافی السبکی متوفی ۷۵۲ھ، ولده تاج الدین عبد الوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۱ھ۔ ۲۳۔ ۲۲۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء

معنی میں سے پہلے معنی کی صورت میں احکام شرعیہ کے اولہ سے استفادہ کی کیفیت کی معرفت مراد ہوگی اور اس میں ”منہا“ کی ضمیر (اولہ) اجمالیہ کے بجائے (اولہ) تفصیلیہ کے معنی میں اولہ کی طرف راجع ہوگی۔ کیونکہ احکام اولہ کلیہ سے نہیں بلکہ اولہ تفصیلیہ سے مستفاد ہوتے ہیں اور یہاں لفظ ”اولہ“ بمعنی اجمالیہ ہوگا اور ضمیر دوسرے معنی یعنی تفصیلیہ کی طرف لوٹے گی..... اور اگر دوسرے احتمال کے مطابق الدلیل کو مضاف الیہ مانا جائے تو اس وقت اس کا معنی ”معرفة كيفية استفادة الدليل من الادلة“ ہوگا۔

الغرض اس ساری بات کا مقصد یہ ہے کہ علم اصول میں اولہ کے مابین تعارض اور تعارض کے وقت ان میں ترجیح زیر بحث ہو، اور احوال اولہ اس بحث کا ہدف ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان کے ذریعہ اولہ سے احکام شرعیہ کے استنباط تک توصل حاصل ہوتا ہے۔ اصولی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ اولہ کے مابین تعارض کا عالم ہو اور جمہور کی رائے کے مطابق یہ تعارض اولہ قطعیہ میں نہیں پایا جاتا، بلکہ اولہ ظنیہ میں ہوتا ہے۔ اولہ میں تعارض کے وقت ترجیح کے مقصد کا واضح طور پر اصولی کے سامنے ہونا چاہئے تاکہ اولہ سے احکام کے استنباط پر متمکن ہو سکے۔

اولہ میں ترجیحات کے سات طرق ہیں۔ جن کی مدد سے ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہے اور جو راوی کے حال سے متعلق ہیں وہ بیس (۲۰) ہیں۔ روایت کے وقت میں ترجیح، کیفیت رواہ میں ترجیح، خبر کے ورود کے وقت ترجیح، لفظ کے اعتبار سے ترجیح، حکم کے واسطے سے ترجیح اور امر خارجی کے اعتبار سے ترجیح۔ اسی طرح دلائل فقہ کی معرفت اور ان سے احکام شرعیہ کا استنباط، استدلال کی شرائط کی معرفت پر موقوف ہے۔ جیسے ظاہر پر نص کو اور احاد پر متواتر کو مقدم رکھنا۔

قوله ”و حال المستفید“..... یہ بھی دلائل پر معطوف ہے۔ یہاں لفظ معرفتہ مقدر ہوگا، اب معنی ہوگا۔ ”ومعرفة حال المستفید“ مجتہد کو مستفید اس لئے کہا گیا کیونکہ وہ دلیل سے حکم تلاش کرتا ہے۔ قاضی بیضاوی نے تعریف میں اس عبارت (و حال المستفید) کا اضافہ اس لئے کیا تاکہ واضح ہو سکے کہ اصول میں مجتہد کے حال اور ان شروط کا ذکر ہوتا ہے جس کا اس میں پایا جانا ضروری ہے۔

شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے فرمایا :

”و حال مستفید ہا می وصفات مستفید جزئیات ادلة الفقه الاجمالية وهو المجتهد، لانه يستفید ہا بالمرجحات عند تعارضها دون المقلد“^۱

(اور اس کے مستفید کا حال یعنی فقہ کے اجمالی اولہ کی جزئیات سے مستفید ہونے والے کی صفات اور وہ مجتہد ہے کیونکہ وہ مقلد کی نسبت ان میں تعارض کے وقت، وجہ ترجیح جان کر ان سے مستفید ہوتا ہے)

اصولی اور مجتہد کے مابین فرق..... اس مقام پر اصولی و مجتہد کا فرق بھی جان لینا مناسب ہوگا۔ مختصر الفاظ میں فرق مندرجہ ذیل ہے :

۱۔ غایۃ الوصول۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی متوفی ساتویں صدی ہجری ص ۳۲۔ مصر، مطبعہ عیسیٰ البابائی الکلیسی سند

فرق (۱) : مجتہد ادلہ تفصیلیہ اور ادلہ اجمالیہ دونوں کا عارف ہوتا ہے۔

اصولی صرف ادلہ اجمالیہ کا عارف ہوتا ہے۔

فرق (۲) : مجتہد اجتہاد کی شرائط کو جانتا ہے اور لازماً ان شرائط پر پورا اترتا ہے۔

اصولی اجتہاد کی شرائط کو جانتا ہے مگر اس کا اہل نہیں۔

فرق (۳) : ہر مجتہد لازمی طور سے اصولی بھی ہے لیکن ضروری نہیں کہ ہر اصولی مجتہد بھی ہو۔

قاضی بیضاوی سے منقول اصول فقہ کی تعریف پر چند اعتراضات و جوابات :

امام اسنوی نے قاضی بیضاوی سے منقول اصول فقہ کی تعریف کی شرح کرنے کے بعد لکھا :

”وهذا الحد ذکره صاحب الحاصل فقلده فيه المصنف ، وفيه نظر من وجوه“ ۱۔

(یہ تعریف صاحب الحاصل نے بیان کی، مصنف نے یہاں ان کی پیروی میں اس کو نقل کیا، اس میں کئی وجوہ سے نظر ہے)

امام اسنوی نے پھر پانچ اعتراضات کئے، ان میں سے چند کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

اعتراض (۱) اصول فقہ کی مذکورہ تعریف غیر جامع ہے اس لئے کہ علم اللہ ہر شے پر محیط ہے۔ ”ألا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير“ ۲۔ اور علم اصول فقہ بھی جملہ معلوم میں شامل ہے۔ مگر یہاں علم اصول فقہ کی تعریف میں ”المعرفة“ کے کلمہ سے علم اللہ خارج ہو گیا کیونکہ معرفت کا اطلاق علم پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب شے سابق میں مجہول تھی پھر حاصل ہوئی ہو۔

امام اسنوی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اصول فقہ کا عالم ہے مگر اس کے علم کو اصول فقہ کے عالم ہونے سے موسوم نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ علم اصول مسائل اور ان کی تصدیق یا ملکہ کے لئے وضع کیا گیا ہے اور یہ سب امور حوادث ہیں۔ اس وجہ سے علم اللہ اصول فقہ کی تعریف میں داخل نہیں ہوگا اور اس سے اس کی شان کبریائی میں کوئی فرق نہیں آئے گا اور اللہ کا علم حضوری ہے۔

اعتراض (۲) قاضی بیضاوی سے منقول تعریف خطائے صرفی پر مشتمل ہے کیونکہ تعریف میں دلیل کی جمع دلائل مذکور ہے جو جمع غیر قیاسی ہے۔ اس طرح عرب سے نہیں سنا گیا اور قیاس یہ کہتا ہے کہ ”دلیل“ کی جمع ”أفعلة“ کے وزن پر ہو، کیونکہ وہ اسم جنس ہے اور جب اسم جنس فعلیل کے وزن پر ہو تو اس کی جمع ”فعاثل“ نہیں آتی۔

اس اعتراض کے جواب میں اسنوی فرماتے ہیں :

اول : دلیل کی جمع دلائل کے وزن پر لانا درست ہے اور یہ اس قبیل سے ہے جس میں ”وصید“ کی جمع ”وصائد“ آتی ہے۔

دوم : امام شافعی جو لغت میں حجت مانے جاتے ہیں، انہوں نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ”الام“ اور ”الرسالہ“ میں کئی مواقع پر دلائل بمعنی دلیل ذکر کیا ہے۔ اس لئے مصنف کے یہاں بیان کرنے میں کوئی شے مانع نہ تھی۔

سوم : دلیل اسم جنس نہیں بلکہ مؤنث کا علم جنس ہے اور حجت ہے اور دلیل کی دلائل کے وزن پر جمع قیاسی ہے جیسے ”سعيد“ کی جمع ”سعاد“ آتی ہے جو ایک عورت کا نام ہے۔ ۳۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) سے منقول فقہ کی اصطلاحی تعریف و تشریح :

اصولیین سے منقول فقہ کی کئی تعریفات گزر چکی ہیں اور وہاں ہم نے قاضی بیضاوی سے منقول فقہ کی تعریف بیان کی تھی اور آخر میں اس کی تشریح کا ذکر کیا۔ اس کے انتخاب کی وجوہات وہی ہیں جو ان کی اصول فقہ کی لکھی تعریف کی شرح سے قبل بیان کی گئیں۔ قاضی بیضاوی نے فقہ کی یہ تعریف کی : "العلم بالاحکام الشرعية العملية المكتسب من ادلتها التفصيلية" جس کی تشریح مندرجہ ذیل ہے۔

قولہ : "العلم" اس میں "ال" جنس کا ہے اس میں ہر علم شامل ہے خواہ وہ ذات، صفات، افعال یا احکام کا ہو۔ یہاں علم سے مراد مطلقاً اور اک ہے جو علم وطن و دنوں کو شامل ہے اس لئے کہ احکام عملیہ تو اولیہ قطعیہ و ظنیہ دونوں سے ثابت ہوتے ہیں خواہ انصوص ظنی الدلالت یا ظنی الثبوت ہو یا نص کے بغیر۔ یہی امارات کے ذریعہ ثابت ہو۔ شارع نے جس کا راستہ مجتہد امام کے سامنے روشن کر رکھا ہو تا کہ وہ ان امارات سے حکم ظاہر کرے۔ احکام فقہیہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے احکام کی دلیل ظنی ہے مثلاً صحت نکاح کا ولی کی اجازت پر موقوف ہونا شوافع کے یہاں ایک فقہی حکم ہے۔ جس کی دلیل ظنی ہے اور اس کی بنیاد آنحضرت ﷺ کا فرمان لا نکاح الا بولی ہے۔

یہ حدیث فقہی حکم پر قطعی الدلالت نہیں کیونکہ یہاں جس طرح شوافع بغیر ولی کی اجازت کے صحت نکاح (العقود نکاح) کی نفی کا قول کرتے ہیں اسی طرح یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد مکالم نکاح کی نفی ہو۔ جیسا کہ احناف وغیرہ کا مسلک ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ حدیث کا مطلب "لا نکاح کامل الا بولی" ہے۔

اور اس طرح کے معاملات میں احکام کی دلیل ظنی ہونے کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ اگر ان معاملات میں احکام کا ثبوت دالت قطعی پر موقوف ہوتا تو ضرر و حرج واقع ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : "وما جعل علیکم فی الدین من حرج" (اور اس (اللہ) نے تم پر دین کے معاملہ میں کوئی تنگی روا نہیں رکھی)۔

قولہ "بالاحکام" : یہ بھی درست ہے کہ اس میں "باء" اہلیہ ہو اور علم بمعنی احاطہ ہو۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ "باء" زائدہ ہو اور چونکہ مصدر معرف بالالف واللام ضعیف العمل ہے اس لئے اس کے معمول پر حرف کا اضافہ کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے اس کے ثقل کو تقویت ہو جاتی ہے۔ "الاحکام" حکم کی جمع ہے مختلف علوم میں مختلف معنی پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

عرف میں اس کا اطلاق "اثبات امر لا امر أو نفيه عنه" پر ہوتا ہے جیسے "ان الشمس مشرقة اولیست مشرقة" مناطہ کے نزدیک "ادراک الوقوع او عدمه" اور اصولیین کے نزدیک اس کا اطلاق "خطاب اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء او التخییر او الواضع" (اللہ کا وہ حکم جس میں مکلفین کو کام کے کرنے یا رک جانے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہو) پر ہوتا ہے۔ الاحکام کی قید سے ذوات کا علم جیسے زید، صفات کا علم جیسے زید کا کالا یا گورا ہونا اور افعال کا علم جیسے زید کے قیام و قعود کا علم، سے احتراز ہو گیا۔

۱۔ فقہ الاسلامی وادلہ، وہب الزحلی ۸۲/۷-۸۳، شخص، دمشق، دار الفکر طبع ثالث ۱۳۰۹ھ-۱۹۸۹ء

۲۔ سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ۔ ابواب النکاح باب لا نکاح الا بولی۔ مشکوٰۃ المصابیح، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ متوفی ۳۷۳ھ باب الولی فی نکاح

۳۔ الفقہ الاسلامی وادلہ، وہب الزحلی ۸۲/۷-۸۳، شخص، دمشق دار الفکر طبع ثالث ۱۳۰۹ھ-۱۹۸۹ء ۴۔ الحج : ۷۸

قولہ ”الشروعیہ“ اس قید سے مندرجہ ذیل باتوں کا عمل فقہ کی تعریف سے خارج ہو گیا۔

احکام عقلیہ کا علم نکل گیا جس کے حکم میں عقل بغیر حس کی طرف استناد کئے خود مختار ہوتی ہے۔ مثلاً حساب، ہندسہ اور یہ کہ ایک دو کا نصف ہے۔

احکام جسمیہ بھی نکل گئے جس میں عقل کے حکم کی استناد حس کی طرف ہوتی ہے جیسے کد آگ جلانے والی ہے۔

احکام لغویہ بھی خارج ہو گئے، جیسے اس بات کا حکم کہ ”ان الفاعل مرفوع و ان المفعول منصوب“ (فاعل مرفوع اور مفعول منصوب ہوتا ہے)۔

احکام عادیہ بھی خارج ہو گئے، یعنی وہ احکام جن کا صدور عادت یا تجربہ کی بناء پر ہوتا ہے۔ مثلاً یہ حکم فلاں معین دو افلاں معین مرض کے علاج میں مفید ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ احکام عقلیہ حسیہ، لغویہ اور عادیہ احکام فقہیہ میں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ ان کا حکم شرع کے طریق سے مستقلاً نہیں ہوتا۔

احکام شرعیہ عملیہ کے علم سے کتنی مقدار مراد ہے؟ فقہ احکام شرعیہ عملیہ کے علم کا نام ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کتنے علم کا نام ہے؟ اس کی مقدار کیا ہے؟ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :

☆ ممکن ہے کہ قیامت تک ہونے والے مجموع احکام کا علم مراد ہو۔ لیکن یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ حوادث اور نئے مسائل روز بروز پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ ان سب کو انسانی علم محیط نہیں ہو سکتا۔

☆ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ہر وہ مسئلہ جو مجتہد کی زندگی میں اس کے سامنے پیش آئے اس کا علم مراد ہو، لیکن یہ بھی درست نہیں کیونکہ مجتہدین کی زندگی میں ایسے مسائل پیش آئے جس کے جواب میں انہوں نے ”لا ادری“ (میں نہیں جانتا) کہا۔ مثلاً امام مالکؒ سے چالیس (۴۰) سوال پوچھے گئے تو چھتیس (۳۶) کے متعلق آپ نے لا ادری فرمایا۔

☆ ممکن ہے کہ کل میں سے بعض معینہ احکام کا علم مثلاً کل مسائل کا ثلث، نصف یا اس سے زیادہ یا کم مراد ہو۔ لیکن یہ بھی درست نہیں کیونکہ جب ”مقدار کل“ مجہول ہے تو اس کا بعض یا اکثر کیسے متعین ہو سکتا ہے۔

☆ ممکن ہے کہ بعض مطلق احکام مراد ہوں، جیسا کہ فوائج الرحموت میں ہے یہ بھی درست نہیں، کیونکہ پھر تو اس شخص کو بھی فقیہ کہنا درست ہوگا جسے ایک یا دو اہل تفصیل سے یاد ہوں، جیسے وجوب صلوٰۃ ”اقیموا الصلوٰۃ“ سے۔

☆ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ مجتہد ہر مسئلہ کا حل اجتہاد کر کے تلاش کر سکتا ہو۔ لیکن یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ علمائے مجتہدین ایسے بھی ہیں کہ زندگی بھر بعض احکام معلوم نہیں کر سکے۔ مثلاً جب امام ابو حنیفہؒ سے مشرکین کی بچپن میں فوت ہونے والی اولاد کے عذاب دیئے جانے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے لا ادری فرمایا اور ”واللہ لا اکلمہ الدھر“ میں دھر سے کتنی مقدار مراد ہے؟ امام ابو حنیفہؒ ساری زندگی اس کا حکم معلوم نہیں کر سکے۔

اس لئے توقف فرمایا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر اجتہاد کر بھی لیا جائے تو غلطی و خطا کا امکان تو باقی رہتا ہے اور بعض حوادث کے احکام ایسے ہوتے ہیں جن میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی۔

صدر الشریعہ نے التوضیح میں چاروں صورتیں بتا کر ان کا رد کیا جیسا کہ ذکر ہوا، مگر علامہ تفتازانی نے مذکورہ بالا موقف رکھنے والے حضرات جیسے ابن حابط اور اشاعرہ وغیرہ کا ساتھ دیتے ہوئے ان چاروں کو درست قرار دینے کی توجیہ کی اور صدر الشریعہ کا رد کیا جنہوں نے مختلف اصولیین کے مرادی معنی بیان کئے اور پھر ان کا رد کیا تھا۔^۱

وقولہ ”العملیہ“: شریعت کے وہ احکام جن کا تعلق عمل سے ہے اسی لئے مکلفین کے افعال فقہ کا موضوع ہیں۔ اس سے احکام شرعیہ اعتقاد یہ خارج ہو گئے۔ جیسے علم بوحدانۃ اللہ۔ کیونکہ علم التوحید میں اس سے بحث کی جاتی ہے فقہ میں نہیں۔ شریعت کے وہ عملی احکام فقہ میں داخل ہیں جن کا تعلق جوارج ظاہرہ سے ہے۔ مثلاً صلاۃ و صیام اور حرمة الزنی و السرقة اور جو جوارج باطنہ غیر اعتقاد یہ سے متعلق ہیں، جیسے نیت۔

وقولہ ”المکتسب“: یہ مرفوع اور العلم کی صفت ہے جس کا معنی ”الحاصل بعد ان لم یکن“ (جو نہ ہونے کے بعد حاصل ہوئی)۔ اس وصف سے معلوم ہو گیا کہ فقہ ان احکام کی معرفت کا نام ہے جو اولہ میں بحث و نظر سے حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لئے علم باری تعالیٰ کو فقہ میں شمار نہیں کیا جاتا کیونکہ وہ کسی سے مکتسب نہیں ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا علم جس کا ذریعہ منصوص منزلہ تھیں وہ بھی فقہ میں شمار نہیں، کیونکہ وہ بحث، نظر اور اجتہاد کے ذریعہ حاصل کیا ہوا نہیں ہے بلکہ وحی کے واسطے سے ہے۔ ”المکتسب“ کی احکام پر اس طرح بھی تطبیق کی جاسکتی ہے کہ اس سے وہ احکام جو دین میں ضرورۃ معلوم ہیں۔ مثلاً صوم و صلاۃ کا واجب ہونا اور قتل کے حرام ہونے کا اذلہ تفصیلیہ لقولہ تعالیٰ ”کتب علیکم الصیام“ اور ”اقیموا الصلوۃ“ ان کا علم نکل جائے، کیونکہ صرف یہ جان لینا فقہ نہیں کہلائے گا کیونکہ ان کا علم اجتہاد و نظر کے واسطے سے نہیں حاصل ہوا۔

واضح رہے کہ دو یا تین مسائل کا اولہ تفصیلیہ سے علم کو فقہ کی تعریف سے خارج کرنے کے لئے امام رازی نے ”النسی لا یعلم کونہا من الدین بالضرورۃ“ (جن کا دین میں سے ہونا بدھادہ کسی کو معلوم نہیں ہو) اور کسی نے ”الاکتساب“ اور کسی نے ”الاستدلال“ وغیرہ کا اضافہ کیا۔

قولہ ”من الادلۃ“: جار مجرور سے مل کر المکتسب سے متعلق ہوا اس قید کا فائدہ یہ ہے کہ ملائکہ کا علم فقہ سے نکل جائے گا۔ کیونکہ ان کا علم اولہ سے نہیں بلکہ لوح محفوظ سے مکتسب ہے اور بعض علماء کی رائے ہے کہ ”من الادلہ“ کا کوئی فائدہ نہیں، صرف بیان واقعہ کے لئے ذکر کیا گیا۔

قولہ ”التفصیلیۃ“: ”التفصیلیہ“ (الجزئیہ) یہ اجمالیہ کا مقابل ہے۔ اصولیین میں سے امام اسنوی نے اور امام رازی نے المحصول میں اور ان کی پیروی میں صاحب الحاصل اور تحصیل نے اس کا یہ فائدہ بتایا کہ مقلد کا علم احکام فقہ سے خارج ہو گیا، کیونکہ مقلد کا علم اولہ تفصیلہ سے مکتسب نہیں ہوتا بلکہ دلیل اجمالی سے مستفاد ہوتا ہے۔^۲

۱۔ التوضیح والتلویح ص ۳۴۸، شخص کراچی، نور محمد ص ۱۲۰، الطالع ۱۳۰۰ھ، فتاوح الرحموت بشرح مسلم الثبوت عبدالحی محمد بن نظام الدین الانصاری ۱۱/۱ مصر، مطبعہ الامیریہ بولاق سنہ ۱۳۳۲ھ

۲۔ نہایۃ السؤل۔ جمال الدین عبد الرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی متوفی ۶۷۷ھ/۱۳۰۱ء، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۴ء، المحصول فی اصول الفقہ، امام رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ/۱۰۱۱ء

ظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ "التخصیصیۃ" بھی یہاں صرف بیان واقع کے لئے لایا گیا ہے۔ اس سے کسی شے کا احترام مقصود نہیں ہے اور صرف اس لئے لائے ہیں کہ اصول کی تعریف میں اجمالاً کا مقابل بن سکے۔ ورنہ احکام سے مقلد کا علم تو ان کے قول المكتسب من الادلہ سے پہلے ہی نکل چکا تھا چونکہ مقلد کا علم مجتہد سے ماخوذ ہوتا ہے نہ کہ ادلہ سے۔

فقہ و اصول فقہ میں فرق ان دونوں کے اہم فروق مندرجہ ذیل ہیں :

فرق اول : اصول فقہ اس منہج و اسس سے عبارت ہے جو اس راستہ کی طرف رہنمائی و توضیح کرتا ہے جس کی ادلہ سے احکام کے استخراج کے وقت فقہ پر پابندی لازمی ہوتی ہے اور وہ اس کی روشنی میں ان احکام کو مرتب کر کے قرآن کی سنت پر اور سنت کی دیگر پر تقدیم و غیرہ کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ جبکہ فقہ تو ان مناجح کی تنقید کے ساتھ احکام کا ادلہ سے استخراج کرنے کا نام ہے۔ فقہ کے مقابلہ میں اصول فقہ کی مثال ایسی ہے جیسی کہ تمام علوم فلسفہ میں علم منطق کو حاصل ہے جو ایک میزان ہے۔ عقل میں پختگی لاتا ہے اور خطائے فکری سے بچاتا ہے۔

فرق دوم : اصول فقہ کا موضوع ادلہ اجمالیہ ہیں۔ اس حیثیت سے کہ ان کے ذریعہ سے احکام کلیہ کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اصولی قیاس اور اس کی حجیت سے متعلق بحث کرتا ہے۔ عام اور اس کی تنقید، امر اور اس کے مدلول و غیرہ اس کا موضوع بحث ہوتے ہیں، جبکہ فقہ کا موضوع مکلف کا فعل ہے اس حیثیت سے کہ اس کے لئے احکام شرعیہ ثابت ہیں۔ فقہ مکلف کی بیع، اجارہ، رہن، صلاۃ اور اس کے صوم و غیرہ سے متعلق بحث کرتا ہے اور ان افعال میں سے ہر فعل کے حکم شرعی کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

فرق سوم : اصول فقہ کے مباحث علم کلام اور لغت عربیہ سے مستمد ہیں۔ جبکہ فقہ ان بعض کلامی مباحث سے مستمد ہے جن کا ادلہ شرعیہ سے تعلق ہے جیسے اس بات کا اثبات کہ جو مصحف کے گتوں کے درمیان ہے وہ کلام اللہ ہے اور اس بات پر براین کہ قرآن کریم رسول اللہ ۛ پر نازل ہوا تھا کہ اس کے ذریعہ تبلیغ کا فریضہ انجام دے سکیں۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ عربی لغت میں سے صرف وہی حصہ اصول کے مباحث میں شامل ہے جو اقتضائے الفاظ سے متعلق ہے تو کتاب و سنت اور اُمت کے ارباب حل و عقد کے اقوال سے ادلہ لفظیہ کی دالالت کی معرفت، حقیقت و مجاز، عموم و خصوص، مطلق و مقید، منطوق و مضموم، ثبوت کے اعتبار سے لغت کی معرفت پر موقوف ہوتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جن کی معرفت لغت عربیہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

فقہ اصول کا مدلول ہے اور دلیل کا تصور بغیر مدلول کے درک کے نہیں کیا جاسکتا۔ جبکہ فقہ ادلہ شرعیہ مثلاً کتاب، سنت، اجماع، قیاس کے مباحث سے مستمد ہے۔

فرق چہارم : اصول فقہ کی غایت یہ ہے کہ ادلہ تفصیلیہ پر قواعد کلیہ کی تطبیق کی جائے تاکہ اس سے احکام شرعیہ عملیہ کا استنباط اور مسائل اجتہاد یہ میں فقہاء کے مابین پائی جانے والی اختلافی آراء کا موازنہ کر کے ترجیح دی جاسکے۔ جبکہ فقہ میں غور و خوض کی غایت یہ ہوتی ہے کہ دنیا و آخرت میں فوز و سعادت حاصل ہو جو اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کر کے ہی ممکن ہوتا ہے۔

فرق پنجم : حکم اللہ کا خطاب ہے۔ اصول فقہ میں نفس خطاب سے بحث ہوتی ہے جبکہ فقہ میں خطاب کے اثر کو زیر بحث لایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کا حکم خطاب ہے لیکن اس کا نتیجہ خطاب نہیں ہے کیونکہ وہ مجتہد نکالتا ہے اور اس سے حکم اخذ کرتا ہے جیسے حلال و حرام واجب و غیرہ۔

اصولی اور فقیہ کے مابین فرق : فقہ و اصول فقہ کے مذکورہ بالا فروق سے اصولی اور فقیہ کا فرق بھی واضح ہو گیا ہے کہ ”اصولی وہ ہے جو اولہ تفصیلیہ میں اس لئے نظر نہیں کرتا کہ ان میں سے احکام شرعیہ کا استنباط کرے۔ بلکہ اس کا مقصد مجاہدہ و مماثلت رکھنے والے احکام کو یکجا کرنا ہوتا ہے اور وہ ان آیات کو جمع کرتا ہے جن میں شارع کی جانب سے اس کی مثل اوامر وارد ہوئے ہیں۔ وہ بعض کو بعض کے ساتھ ملتی کرتا ہے اور ان میں اجمالی نظر ڈالتا ہے اور اس قسم کا نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ امر مطلق جو قرآن سے خالی ہو و وجوب کا فائدہ دیتا ہے ورنہ حسب قرینہ اس کا معنی ہوتا ہے۔ اس کی روشنی میں وہ ایک قاعدہ بناتا ہے اور کہتا ہے ”امرو الشارعی اذا خلا عن القرینہ افاد الوجب“ اسی طرح نوائی اور عموم خصوص وغیرہ سے متعلق وہ اجمالی نظر ڈال کر قاعدہ بنادیتا ہے۔“

جبکہ فقیہ اولہ تفصیلیہ میں اجمالی نہیں بلکہ تفصیلی نظر ڈالتا ہے اور ہر دلیل میں الگ الگ غور کرتا ہے اس کے برعکس اصولی مجموعی نظر ڈال کر قاعدہ بنادیتا ہے فقیہ ان سے حکم شرعی کا ان قواعد کی مدد سے استخراج کرتا ہے جن کا اصولی نے وضع کیا ہوتا ہے۔ مثلاً جب وہ ”اقیموا الصلوٰۃ“ میں غور کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ شارع کا امر مطلق ہے اور قرآن سے خالی ہے اور جب قواعد اصولیہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اصولیین نے یہ قاعدہ بنادیا ہے کہ شارع کا امر مطلق جو قرینہ سے خالی ہو وجوب کا فائدہ دیتا ہے اس بنیاد پر فقیہ وجوب صلاۃ پر استدلال کرے گا اور کہے گا قولہ تعالیٰ ”اقیموا الصلاۃ“ شارع کا حکم ہے اور قرآن سے خالی ہے اور شارع کا ہر وہ حکم جو قرآن سے خالی ہو وجوب کا فائدہ دیتا ہے لہذا نماز واجب ہے۔ فقہ و اصول کے فرق کی ایک اور طرح سے توضیح..... قیاس منطقی دو اجزاء سے مرکب ہوتا ہے :

مقدمہ صغریٰ	مقدمہ کبریٰ
موضوع (مبتداء)	محمول (خبر)
اقیموا الصلاۃ	محمول (خبر)
لا تقربوا الزنی	محمول (خبر)

وضاحت :

اس کا معنی ہوا کہ ”اقیموا الصلوٰۃ“ وجوب کے استفادہ کے لئے اور ”لا تقربوا الزنی“ تحریم کے فائدہ کے لئے ہے۔ ہم نے دلیل تفصیلیہ سے آغاز کیا اور دلیل اجمالی یا اصولی پر اختتام کیا۔ احناف کا یہی طریقہ ہے۔ وہ مقدمہ صغریٰ سے مقدمہ کبریٰ کی طرف جاتے ہیں جبکہ شوافع اس کے برعکس مقدمہ کبریٰ سے صغریٰ کی طرف جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ دلیل اجمالی سے دلیل تفصیلی کی طرف جاتے ہیں۔

اصول فقہ کو علم اصول فقہ کہنے کی وجہ : اصول فقہ ایک مخصوص علم کا نام ہے۔ اس میں علم اصول کی طرف مضاف کر کے علم اصول فقہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ توضیح بیان کے لئے ایسا کیا گیا ہے اور جب توضیح و تبیین مقصود ہو تو ایسا کرنا درست ہوتا ہے۔ مثلاً ”شجر الادراک“ بولا جاتا ہے۔ حالانکہ بغیر شجر (مضاف) کے صرف ”ادراک“ کے معنی پیلو کا درخت ہوتا ہے۔ شجر کو ادراک کی طرف مضاف کرنے کی ظاہر کوئی ضرورت نہیں تھی مگر وضاحت کی غرض سے ایسا کیا گیا جو کہ درست ہوتا ہے۔

اصول فقہ کا موضوع اور اس کا تحقیقی تجزیہ

علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ کے احوال سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً انسان کے لئے تفکر جو ذات انسانی کو براہ راست یا بلا واسطہ لاحق ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف غنی کی مثال کو پیش کیا جاسکتا ہے جو امر ذاتی نہیں بلکہ امر خارجی کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے جو تجارت ہے۔

اصول فقہ کے موضوع کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

پہلا مذہب : اصول فقہ کا موضوع احکام شرعیہ ہیں، اس حیثیت سے کہ وہ اولہ کے ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اور وہ احکام شرعیہ تکلیفیہ (وجوب، حرمت، ندب، کراہت، اباحث) ہیں اور وضعیہ (یعنی سببیت، شرطیت، مانعیت، صحت و فساد) ہیں۔ بعض علماء جیسے امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ”معیار العقول“ میں یہی موضوع بیان کیا ہے۔^۱

تجزیہ : اس قول کا بغور جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قول ضعیف ہے، کیونکہ اولہ تعداد میں زیادہ اور اہم ہیں اور علم میں وہی مقصود ہیں۔ اس میں بھی شک نہیں کہ احکام کے لئے بھی اولہ ”اصل“ ہیں۔ ان باتوں کی بناء پر لازم ہو جاتا ہے کہ اصول فقہ کا موضوع احکام کے بجائے اولہ ہوں۔

دوسرا مذہب : اصول فقہ کا موضوع اولہ، ترجیح اور اجتہاد ہیں۔ یہ بعض شافعیہ مثلاً ابن قاسم العبادی کا مذہب ہے۔ ان کی اپنے موقف پر دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ میں ترجیح اور اجتہاد کے عوارض ذاتیہ سے اولہ کے عوارض ذاتیہ کی طرح بحث کی جاتی ہے لہذا دونوں کے مباحث بھی اس علم کا موضوع ہیں۔

تجزیہ : یہ قول درست نہیں ہے، کیونکہ ترجیح پر بحث اس وقت کی جاتی ہے جب اولہ کے اغراض میں ظاہری تعارض نظر آتا ہو۔ اسی طرح اجتہاد بھی اس وقت زیر بحث لایا جاتا ہے جب مجتہد کو ان اولہ شرعیہ سے احکام کا استنباط کرنا ہوتا ہو۔ اجتہاد کا اساسی نہیں بلکہ استطراد ذکر ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح اصولیین علم اصول میں مقلد کے حال سے بحث کرتے ہیں لیکن اس کو مقاصد علم اصول میں شمار نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے مباحث تقلید و استفاء کو کتب اصول میں ذکر نہیں کیا۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترجیح و اجتہاد اصول فقہ کا موضوع نہیں ہیں۔

تیسرا مذہب : اصول فقہ کا موضوع اولہ و احکام دونوں ہیں۔ یہ صدر الشریعہ اور امام شوکانی کا مذہب ہے۔^۲

تجزیہ :

صدر الشریعہ اور شارح تفتازانی نے اس حوالہ سے جو بحث قلمبند کی اس کا خلاصہ یہ ہے :

۱۔ مقدمہ الاشارة فی اصول الفقہ للولید باجی۔ عادل احمد عبدالموجود، علی محمد عوض ص ۶۲، الریاض مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۱۶۸ھ۔ ۱۹۹۷ء
۲۔ التلویح علی التوضیح ص ۳۵ کراچی، نور محمد ۱۴۰۰ھ، ارشاد الفحول، محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، ۵۳/۱، قاہرہ دار الکتبی سید

”اصول فقہ کا موضوع اولہ واحکام ہیں : اس کی دلیل یہ ہے کہ اصول فقہ کے تمام مباحث اولہ واحکام کے عوارض ذاتیہ کو ان کے لئے ثابت کرنے کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ اولہ اس حیثیت سے کہ وہ احکام کو ثابت کرتے ہیں اور احکام اس حیثیت سے کہ ان کو دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے، یعنی اولہ کا کام اثبات اور احکام کا ثبوت ہے۔ اس فن کے تمام محمولات مسائل از قبیل اثبات اور ثبوت کے ہوں گے اور وہ بھی جن کو اثبات و ثبوت میں کچھ خلل ہو۔“

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اصول فقہ کے مسائل میں اولہ کو بیان کرتے وقت قیاس واجماع کا احکام کے لئے اثبات کیا جاتا ہے، مگر پہلے دو اولہ قرآن و سنت پر اس طرح بحث نہیں کی جاتی کہ پہلے ان کا احکام سے اثبات کیا جائے، حالانکہ قرآن و سنت دونوں ہی شامل موضوع ہیں۔

اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ فن میں مقصود اصلی ”نظری“ اور ”کسی“ مسائل ہوتے ہیں جو ثبوت میں دلیل کے محتاج ہوں۔ بدیہی امور و مسائل مقاصد فن میں داخل نہیں ہوتے۔ یہاں کتاب سنت کا حجت ہونا اصولی کی نگاہ میں بمنزلہ بدیہیات کے ہے جو کہ علم کلام میں ثابت اور مشہور ہے۔ اس لئے ان کو اصول فقہ کے مسائل مجوشہ میں درج نہیں کیا گیا۔ اور جہاں تک قرآن کریم کی قراءۃ شاذہ اور سنت میں سے خبر واحد کے احکام کو ثابت کرنے کا تعلق ہے چونکہ یہ بین اور بدیہی نہیں تھا اس لئے اصولی حضرات نے اس پر بحث نہیں کی۔

اولہ کو احکام پر مقدم کرنے کی وجہ :

(۱) دلیل حکم کی بہ نسبت مقدم بالذات ہوتی ہے اور اصول فقہ میں اولہ کی بحث کی بہ نسبت زیادہ اہم ہے اور اولہ تعداد میں احکام سے زیادہ بھی ہیں۔

(۲) علم کا اصل موضوع تو اولہ ہیں احکام سے اصول فقہ کے الحاقی و تہنی مباحث ہونے کی وجہ سے بحث کی جاتی ہے۔ یہ مقصود اصلی نہیں ہیں بلکہ تبعاً اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔

کیا کسی ایک فن کے متعدد موضوعات ہو سکتے ہیں؟ اصول فقہ کا موضوع اولہ واحکام دونوں ہوں تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی ایک فن کے کئی موضوعات ہو سکتے ہیں۔ اگر جواب میں ہاں کیا جائے اور علم طب کو بطور دلیل پیش کیا جائے کہ اس کے دو موضوع ہیں ایک احوال بدن اور دوسرا احوال ادویہ۔

تجزیہ : کسی فن کے دو موضوعات ہونے والی بات درست معلوم نہیں ہوتی اور جہاں تک اس سلسلے میں طب کی مثال ہے تو واضح رہے کہ طب کا موضوع صرف بدن انسان ہے اور ادویہ سے اس حیثیت سے بحث کی جاتی ہے کہ بعض ادویہ سے بدن انسان صحیح اور تندرست ہو جاتا ہے اور بعض سے مریض بن جاتا ہے تو درحقیقت یہ بھی بدن انسان کے عوارض و اصول سے بحث ہوئی نہ کہ احوال ادویہ سے۔

کیا کثرت موضوع کثرت علم پر دلالت کرتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ طب کا موضوع بدن اور ادویہ ہیں منطق کا موضوع تصور و تصدیق ہیں۔ ان میں تکثر مسائل ہے اور تکثر مسائل اختلاف علم کا موجب نہیں ہوتا۔

ادلہ یا احکام میں سے کسی ایک پر اکتفاء کرنے والوں کے خلاف دلیل :

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ بعض مباحث کا رجوع "احوال ادلہ" کی طرف ہے اور بعض کا رجوع "احوال احکام" کی طرف ہے۔ جب دونوں کے احوال کے ساتھ مباحث متعلق ہیں تو پھر ایک کو موضوع قرار دے کر مقاصد فن میں شمار کرنا اور دوسرے کو صرف لواحق و توائج میں درج کرنا انصافی ہے۔ بات صرف اس حد تک ہے کہ مباحث ادلہ تعداد میں زیادہ اور اہم ہیں اور مباحث احکام قلیل تعداد میں ہیں اس لئے دونوں اصالتہ اور استقلالاً موضوع فن ہیں۔ الغرض یہ کہ حکم اور اس کے مباحث اصول فقہ کے مقصودہ مباحث میں شامل ہیں لیکن مباحث حکم مباحث ادلہ سے موخر ہیں گے اور دونوں کا موضوع بننا اس لئے بھی درست ہے کہ ادلہ کا رجوع بالعموم الی الاربعہ ہوتا ہے اور احکام کا الی الخمسہ وجوب ہدیت، حرمت، کراہت، ایاحت۔

صدر الشریعہ کا یہ قول سابقہ دو اقوال کی طرح ضعیف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حکم دلیل کا ثمرہ اور کسی بھی شے کا ثمرہ نفس اشی نہیں ہوتا بلکہ اس کے تابع ہوتا ہے۔

چوتھا مذہب : اصول فقہ کے موضوع کے بارے میں راجح قول یہ ہے کہ وہ ادلہ اجمالیہ ہیں وہ اس حیثیت سے کہ ان کے ذریعے سے احکام کلیہ کا اثبات کیا جاتا ہے تاکہ ادلہ تفصیلیہ سے احکام فقہیہ کے استنباط کی کیفیت تک توصل حاصل ہو سکے یہ جمہور کی رائے ہے۔ اس فن میں ادلہ شرعیہ کلیہ اس حیثیت سے مقصود ہوتے ہیں کہ ان سے احکام کو ثابت کیا جاتا ہے اور پھر احکام کے وضعی یا تکلفی ہونے سے بحث کی جاتی ہے اور اسی طرح متعلقات احکام یعنی حاکم، محکوم علیہ وغیرہ کا علم کے مسائل کے توالیع میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ علامہ سیف اللہ مدنی شافعی نے فرمایا۔

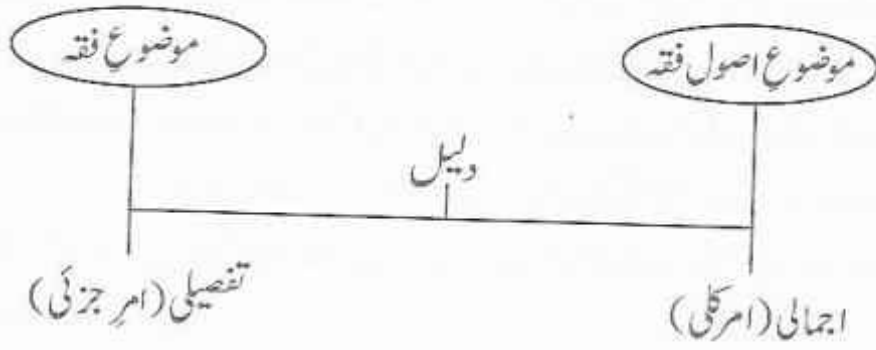
وأما موضوع اصول الفقہ، فاعلم أن موضوع کل علم هو الشئ الذی یبحث فی ذلک العلم عن احوال العارضة لذاته، ولما كانت مباحث الاصولین فی علم الاصول لا تخرج عن احوال الادلة الموصلة الی الاحکام الشرعیة المبحوث عنها فیہ واقسامہا، واختلاف مراتبہا و کیفیة استثمار الاحکام الشرعیة عنها علی وجه کلی كانت ہی موضوع علم الاصول۔

(اور جہاں تک اصول فقہ کا موضوع ہے جان لو کہ ہر شے کا موضوع وہ ہوتا ہے جس میں اس علم کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جاتی ہے اور کیونکہ علم اصول میں اصولیت کے مباحث ادلہ کے احوال جو احکام شرعیہ تک موصل ہوں اور ان کے متعلق بحث اور ان کی اقسام اور ان کے ادلہ کے اختلاف مراتب اور ان سے احکام شرعیہ کے استفادہ کی کیفیت کلی اعتبار سے ان سے خارج نہیں ہوتے تو یہی اصول فقہ کا موضوع ہیں۔)

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین اللہی متوفی ۶۳۱ھ، ۱۰۱۱ھ۔ بیروت دار الفکر ۱۳۷۱ھ، ۱۹۹۶ء، التقریر و التحبیر، ابن امیر الحاج حنفی متوفی ۸۷۹ھ، ۱۳۲۱ھ مصر مطبعہ الکبریٰ الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ۔

۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین اللہی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱۰۱۱ھ۔ بیروت، دار الفکر ۱۳۷۱ھ، ۱۹۹۶ء،

فقہ و اصول فقہ کے موضوع میں فرق ان دونوں کے مابین فرق کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے :



ہر وہ دلیل جو جزء واحد پر کلام کرے مثلاً
 "اقیموا الصلوٰۃ" یہ دلیل ہر امر کے وجوب کو
 ظاہر نہیں کرتی بلکہ صرف وجوب صلاۃ کے حکم کو
 بتاتی ہے۔

مثلاً "اقیموا الصلوٰۃ، واتوا الزکوٰۃ، کتب
 علیکم الصیام، واللہ علی الناس حج البیت"
 ان تمام آیات میں امر وجوب کے معنی میں مشترک
 ہے تو کہیں گے "الامر للوجوب"۔

جس پر نفس تو ہے مگر مجتہد نے گمان غالب کی بناء پر حکم دیا ہو مثلاً لفظ "قروء" کی تفسیر میں احناف
 وشوافع کا اختلاف اسی پر دلالت کرتا ہے اگر یہ دلیل قطعی ہوتی تو دونوں کسی صورت ایک دوسرے
 سے اختلاف نہیں کرتے۔

ظنی
 دلیل

"وامسحوا برؤسکم" یہاں مسح کا حکم دلیل قطعی ہے اس لئے کسی نے بھی نفس مسح کا انکار
 نہیں کیا مگر چونکہ اس کی مقدار کی تعیین میں دلیل "ظنی" ہے اس لئے اس میں کل یا بعض اس کا
 اختلاف بھی ہوا ہے۔

قطعی

علم اصول فقہ کا استمداد

اصول فقہ تین علوم، علم کلام، لغت عربیہ اور احکام شرعیہ سے مستمد ہے ہر ایک کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

علم کلام..... اس سے استمداد کی وجہ یہ ہے کہ اصول فقہ کا موضوع اولہ سمعیہ اجمالیہ ہیں اس حیثیت سے کہ ان کی جزئیات سے احکام شرعیہ کا اثبات ہوتا ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے یا اصول فقہ کا موضوع احکام ہیں۔ اس حیثیت سے کہ ان کا ثبوت بالادلہ ہوتا ہے۔ یا ادلہ و احکام دونوں موضوع ہیں جیسا کہ بعض حنفیہ کا مذہب ہے۔ ان اولہ یا علم کی حجیت کا اثبات، احکام شرعیہ وغیرہ اللہ کی معرفت اور اس کی صفات اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کی ہوئی وحی پر موقوف ہے۔ ان سب کی معرفت بغیر علم کلام کے کسی دوسرے علم یا فن سے کما حقہ ممکن نہیں ہے۔

علم لغت عربیہ..... لغت عربیہ سے استمداد کی وجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت قولیہ اور اقوال صحابہ، جمیع اُمت محمدیہ کے ادلہ لفظیہ کی دلالت کی معرفت اس پر موقوف ہے۔ مثلاً حقیقت مجاز، عموم خصوص، اطلاق تقيید، منطوق مفہوم کی معرفت لغت عربیہ کے سوا کسی دوسرے فن سے نہیں ہو سکتی۔

احکام شرعیہ..... اس سے مرد احکام شرعیہ کا تصور یعنی حقائق احکام شرعیہ کی معرفت ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے احکام شرعیہ کے اثبات یا نفی کے حدف تک پہنچا جاسکے۔ اسی لئے علامہ سیدی شافعی (متوفی ۳۶۱ھ) نے فرمایا :

”لا بد أن يكون عالما بحقائق الاحكام ليتصور القصد الى اثباتها ونفيها. وان يتمكن بذلك

من ايضاح المسائل بضرب الامثلة وكثرة الشواهد“۔^۱

”(ضروری ہے کہ وہ حقائق احکام کا عالم ہو، تاکہ ان (احکام شرعیہ) کے اثبات و نفی کے حدف کو جان سکے اور یہ کہ وہ

امثلہ اور کثیر شواہد سے مسائل کی توضیح کرنے پر قادر ہو سکے)“۔

علم اصول فقہ کے تعلم کا حکم

اس علم کا حاصل کرنا دوسرے عالم کی طرح و جب کفائی ہے۔ اُمت کے بعض افراد اس کو سیکھ لیں تو سب کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائے گا اور جب کوئی شخص درجہ اجتہاد پر فائز ہو جائے تو اس کے لئے اس علم کا حاصل کرنا فرض عین ہو جاتا ہے۔



علم اصول فقہ کا فائدہ

اس علم کے بہت سے فوائد ہو سکتے ہیں۔ چند مندرجہ ذیل ہیں :

تاریخی فائدہ..... اس کے ذریعہ سے متقدمین فقہاء و مجتہدین سے مستنبط، مستخرج احکام شرعیہ کے اصول، ان کی کیفیت اور ان کے دقائق معلوم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اُمت کا اپنے شاندار ماضی سے رابطہ مستحکم ہو جاتا ہے۔ اور وہ حال کے لئے اپنے اسلاف کے اصول کی روشنی میں مسائل کا حل اور نتائج حاصل کر لیتے ہیں اور مستقبل کے لئے حکمت عملی اور نئے اصول وضع کر لیتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ بات اُمت کے لئے قلبی سکون و طمانیت کا باعث ہوتی ہے کہ ہمارا حال اپنے ماضی سے مسلسل مربوط ہے۔

علمی و عملی فائدہ..... اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے دلائل کے ذریعہ احکام کے استنباط و استخراج پر قدرت اور ملکہ حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ فائدہ مجتہد کے لئے ہے اور مقلد کے لئے اس کا تاریخی فائدہ ذکر کیا جا چکا ہے۔ مزید یہ کہ مقلد یہ جان لیتا ہے کہ ائمہ نے جو احکام استنباط کئے ہیں ان کا منبع و ماخذ کیا تھا۔ یہ جان کر اس کو اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے اور ترغیب و تحریک پیدا ہوتی ہے جو عمل، اطاعت اور تسلیم و رضا کا سبب بنتا ہے جس کے نتیجے میں اسے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے۔

اجتہادی فائدہ..... نئی تحقیق کرنے والوں کے لئے علم اصول فقہ کا حصول بہت ہی زیادہ مفید و معاون ہوتا ہے۔ اس کے ذریعہ سابق فقہاء کے اقوال ان میں ترجیح و تخریج کی کیفیت کا علم ہو جاتا ہے جو کہ Personal Law اور Common Law کے لئے بہت ضروری ہے۔ کیونکہ قرآن و سنت میں نصوص محدود و متناہی ہیں۔ زمانہ کے تغیرات و حوادث لا محدود اور لامتناہی ہیں اور محدود و متناہی نصوص سے لا محدود و لامتناہی حوادث کا حل سوائے اجتہاد کے کچھ اور نہیں ہو سکتا اور اجتہاد بغیر قواعد اصول کی معرفت اور بغیر شرعی احکام کی علتوں کے علم اور اس علم میں گہرائی و گیرائی فکر کے نہیں ہو سکتا۔

تقابلی فائدہ..... عقلی، نقلی اور اصولی دلائل کے بغیر فائدہ مند تقابلی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور تقابلی مذہب و ادیان عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت و مطالبہ ہے۔ خواہ یہ تقابلی مختلف مذاہب کے شرعی میدان میں ہو یا موجودہ قانون کے مقابلہ میں ہو، ہر میدان میں اصولی قواعد پر ہی اعتماد و اعتبار کیا جاسکتا ہے اور اس کے ذریعہ مختلف آراء میں تقابلی موازنہ کر کے کسی دلیل کو قوی یا ضعیف قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ تقابلی مطالعہ کے لئے اصول بہت ضروری ہیں۔ مختلف خطوں کے جغرافیائی و معاشرتی حالات و عوامل بھی تدوین مسائل میں کسی حد تک اثر انداز ہو سکتے ہیں۔

مثلاً Noel J. Coulson اپنی کتاب "Conflict and Tension in Islamic Jurisprudence" میں عورت کا بغیر ولی کی اجازت کے نکاح درست ہونے یا نہ ہونے کے مسئلہ میں مالکی و حنفی نقطہ نظر کے تقابلی تجزیہ میں اس بات کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ دونوں نقطہ ہائے نظر کی بنیاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیث مبارکہ ہی تھیں مگر دونوں ائمہ نے ان احادیث مبارکہ سے استنباط فرمایا جو ان کے ماحول سے زیادہ مطابقت رکھتی تھیں۔ وہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

In fact the difference has its roots in the Circumstances of origin of the two earliest schools of law, the Malikis and the Hanafis. Maliki Law developed in the traditional Arab Center of Medina. The Social standards it accepted and reflected were naturally those of the patriarchal Arabian tribe in which. Inter alia, the male members of the tribe controlled the marriages of its women. Hanafi law, on the other hand, grew up in the Iraqi Locality of Kufa. Where Persian influence Predominated (Abu Hanifa himself was of Persian extraction) and where society. In contrast to that of Medina, was almost cosmopolitan. In this setting, where the traditional standards of Arabian tribal life had not the same relevance, it was natural that woman should have a relatively higher status and, in particular, the right to contract her own marriage.^①

(در حقیقت حنفی و مالکی مکاتب فکر فقہ میں بنیادی فرق جغرافیائی حالات و عوامل کا ہے جن میں امام مالک اور امام ابو حنیفہ زندگی گزار رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مالکی فقہ کے مطابق نکاح کے مسئلہ میں عورت کے لئے ولی کی اجازت کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حنفی فقہ کے مطابق ولی کی اجازت ضروری نہیں سمجھی جاتی بلکہ اس معاملہ میں عورت آزاد ہے۔ دراصل مالکی فقہ کا مرکز مدینہ النبی ﷺ تھا جہاں قبائلی نظام اپنی سخت قیود کے ساتھ مروج تھا اور اسی لئے ازدواجی معاملات میں بھی مرد حضرات با اختیار تھے۔ اس کے برخلاف فقہ حنفی کی مرکزیت کوفہ میں قائم تھی وہاں کے ماحول میں بڑے پیمانے پر اہل فارس کے اثرات اثر انداز تھے۔ ایرانی معاشرے میں عورت کے لئے اتنی سخت قیود نہیں لگائی گئی تھیں اسی بناء پر ان دونوں عظیم ائمہ کی توہینات میں فرق ہے۔ لازمی طور پر ایسے ماحول و معاشرے سے جہاں عورت اس درجہ حدود قیود کی پابند نہ تھی اس کو اپنے ازدواجی معاملات میں اس درجہ رعایت دے دینا کوئی بعید از قیاس بات نہ تھی)۔

ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا حقائق پر مبنی تجزیہ محض اتفاقی ہو مگر تدوین فقہ و مسائل میں کارفرما اصولوں کو مختلف خطوں کے جغرافیائی، معاشرتی و دیگر عوامل و حالات کے تناظر سے بالکل الگ نہیں کیا جاسکتا۔

دینی فوائد..... اصول شرعی احکام اور اس کے دلائل کو ضبط و محفوظ کرنے کا ایک طریقہ اور ذریعہ ہیں۔ ساتھ ہی ایک مکلف انسان کو دینی احکام پر آمادہ کرنے کا وسیلہ بھی ہوتے ہیں۔ اس موقع پر اہل اصول فقہ یہ کہتے ہیں کہ اصول فقہ کا ایک فائدہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی معرفت ہے اور یہی معرفت دین و دنیا کی سعادت و کامیابی کی کنجی ہے۔

خلاصہ بحث :

الغرض علم اصول فقہ ہر مجتہد کے لئے ضروری علوم میں سے ہے۔ ہر مفتی اور ہر اس طالب علم کے لئے جو قضاء و افتاء کا طالب ہو ضروری ہے کہ اس بات سے آگاہی حاصل کرے کہ احکام کہاں سے اور کس طریقہ سے مستنبط کئے جاتے ہیں اور یہ کہ ہمارا حال اپنے ماضی سے کس طرح مربوط ہے۔ مختلف ادوار میں یہ فن کن نشیب و فراز سے گزر کر ارتقائی منازل طے کرتا رہا۔ ایک عالم صرف ائمہ سے احکام کی سماعت پر اکتفا نہیں کر سکتا بلکہ وہ اس بات کا بھی متمنی و خواہاں ہوتا ہے کہ اصل منابع و ماخذ تک براہ راست رسائی حاصل کرے اور یہ دیکھے کہ کن ماخذ سے کن اصول کی بنیاد پر کن حالات میں اس کو مستنبط کیا گیا ہے۔۔۔ اور متقدمین نے کن علتوں کو سامنے رکھ کر کن بنیادوں پر اپنے دور کے پیش آمدہ مسائل کو حل کیا، تاکہ وہ ان سے منقول علتوں کو سامنے رکھ کر نئے اصول مرتب کر کے موجودہ دور کے مسائل کا اطمینان بخش حل پیش کر سکے کیونکہ اجتہاد کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہو سکتا جب تک انسان کرہ ارضی پر آباد ہے۔

علم اصول فقہ کا واضع

علم اصول فقہ کا واضع کون ہے؟ اس بارے میں تین مشہور آراء ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

- (۱) اصول فقہ کے واضع امام جعفر صادق ؑ (متوفی ۱۴۸ھ) اور ان کے والد امام باقر ؑ ہیں۔
- (۲) امام اعظم ابوحنیفہ ؒ (متوفی ۱۵۰ھ) اور ان کے اصحاب اس فن کے واضع ہیں۔
- (۳) امام شافعی ؒ (متوفی ۲۰۴ھ) اس کے واضع ہیں۔

تینوں آراء کا تحقیقی جائزہ :

پہلی رائے..... یہ شیعہ امامیہ کا مسلک ہے کہ امام جعفر صادق اور امام باقر نے سب سے پہلے اصول فقہ کی بنیاد رکھی۔ اور یہ الہام کی ایک صورت تھی جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے دونوں بزرگوں پر القاء ہوئی تاکہ لوگوں کو صحیح اسلوب پر تعلیم دے سکیں۔ چونکہ ان کا یہ علم الہامی تھا اس لئے ان کو کسی منہاج واجتہاد کی ضرورت نہیں تھی اور ان کا کلام دائمی صواب کی حیثیت رکھتا تھا۔ اہل سنت والجماعت کا اس بارے میں مختلف موقف ہے۔ وہ امام صادق کو مجتہد جانتے ہیں اور مجتہد سے خطا و صواب دونوں باتیں ممکن ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ امام صادق نے اپنی فقہ کے کچھ خاص اصول مقرر کر رکھے تھے مگر ان کو مدون نہیں کیا تھا کیونکہ ان کے زمانہ میں تدوین منہاج کارواج نہیں تھا بلکہ مسائل واقعی میں افتاء کی حد تک کا معمول تھا۔ ہاں البتہ اہل عراق نے مسائل واقعی کے ساتھ متوقع مسائل کا بھی اضافہ کر لیا تھا جس کا نام فقہ تقدیری تھا۔ آیت اللہ الصدر (متوفی ۱۴۰۰ھ) نے فرمایا :

”اعلم ان اول من اسس اصول الفقہ وفتح بابہ، وفتح مسائلہ الامام ابو جعفر محمد الباقر، ثم من بعده ابنہ الامام ابو عبد اللہ الصادق، وقد املیا علی اصحابہما قواعده، وجمعوا من ذلک مسائل رتبہا المتأخرون علی ترتیب المصنفین فیہ بروایات مسندۃ الیہما متصلۃ الاسناد، وکتب مسائل الفقہ المرویۃ عنہما بایدینا الی هذا الوقت بحمد اللہ، منها کتاب اصول آل السید الرسول رتبہا علی ترتیب مباحث اصول الفقہ الدائرة بین المتأخرین، جمعه السید الشریف الموسوی ہاشم بن زین العابدین الخونساری الاصفہانی رضی اللہ عنہ فی نحو عشرين الف بیت کتابۃ، ومنها الاصول الاصلیۃ للسید عبد اللہ العلامة المحدث عبد اللہ بن محمد الرضا الحسینی، وهذا الكتاب من احسن ما روى، فيه اصول تبلغ خمسة عشر الف بیت، ومنها الفصول المهمة فی اصول الائمة للشیخ المحدث محمد بن الحسن ابن علی الحر العاملی صاحب کتاب وسائل الشیعة، وحنینذ فقول الجلال السیوطی فی کتاب الأوائل : اول من صنف فی اصول الفقہ الشافعی بالا جماع فی غیر محلہ ان اراد التأسيس والابتکار، وان اراد التصنيف المتعارف، فقد تقدم علی الامام الشافعی فی التالیف هشام بن الحكم المتکلم المعروف من اصحاب ابی عبد اللہ الصادق، صنف کتاب الالفاظ ومباحثها،

وہو اہم مباحث لهذا العلم ثم یونس بن عبدالرحمن مولی آل نقطین صنف کتاب اختلاف الحديث ومباحثه ، وهو مبحث تعارض الحديثین ، ومسائل التعديل ، الترجیح فی الحديثین المتعارضین رواه عن الامام موسی الكاظم بن جعفر علیہما السلام ، وذكرهما ابو العباس النجاشی فی کتابہ الرجال والامام الشافعی متأخر عنہما^۱۔

(جس نے سب سے پہلے اصول فقہ کی بنیاد رکھی اور اس کا دروازہ کھولا اور اس کے مسائل بیان کئے وہ امام ابو جعفر محمد الباقر ہیں اس کے بعد ان کے صاحبزادہ امام ابو عبد اللہ صادق ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے اس فن کے قواعد اپنے اصحاب کو املا کر دیئے اور ایسے مسائل جمع کئے۔ ان دونوں بزرگوں سے مروی جو کتب مسائل فقہ ہمارے سامنے ہیں ان میں کتاب اصول آل السید الرسول ہے جسے سید شریف موسوی ہاشم بن زین العابدین خونساری اصفہانی (متوفی ۱۳۱۸ھ) رضی اللہ عنہ نے جمع کیا۔ اسی طرح ایک کتاب "الاصول الاصلیہ" ہے اس کے مؤلف سید عبد اللہ علامہ المحدث عبد اللہ بن محمد رضا الحسین (متوفی ۱۲۳۲ھ) ہیں۔ ایسی ہی ایک اور کتاب "الفصول المہمۃ فی اصول الایمہ" ہے اس کے مؤلف شیخ المحدث محمد بن الحسن علی المرعاطی (متوفی ۱۹۹ھ) صاحب کتاب مسائل الشیعہ ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاوائل میں لکھا کہ اصول فقہ میں امام شافعی پر بھی مقدم ہشام بن الحکم جو اصحاب امام صادق میں سے ایک ہیں ، وہ ہیں پھر یوسف بن عبد الرحمن ہیں جنہوں نے امام موسیٰ بن کاظم بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی)۔

شعبان محمد اسماعیل نے سید حسن صدر کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا :

"فالقواعد التي يشير اليها السيد حسن الصدر..... انما هي من قبيل مناهج الاستنباط، وطرق الاستدلال..... وهذا كانت موجودة حتى في عصر الصحابة، رضي الله تعالى عنهم اجمعين"^۲۔

(تو وہ قواعد جن کی طرف سید حسن الصدر نے (امام محمد باقر و امام جعفر کے مدون ہونے کا) جو اشارہ کیا وہ تو مناجات استنباط اور طرق استدلال کے قبیل سے ہے۔ یہ دونوں باتیں تو عصر صحابہ میں بھی موجود تھیں)

مصطفیٰ سعید الحسن نے اپنی کتاب "دراسة تاريخية للفقہ واصولہ" میں السید حسن الصدر کا بیان نقل کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا :

"وفي رأيي ان عزو البداءة في التصنيف في هذا..... الى غير الشافعي ان هو لا خرق للاجماع ، او قريب من ذلك ، من غير "برهان واقعي ، ولا دليل مقنع"^۳۔

۱۔ الامام الصادق حياته وعصره اراؤه وفقهه، محمد ابو زرہ۔ ص ۲۶۷، ۲۶۸۔ مطبعہ احمد علی نجف مسند، علم الاصول تاريخا وتطورا، علی الفاضل القائینی النجفی ص ۳۳، ۳۴۔ اس میں الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ مرکز النشر کتب الاعلام الاسلامی ۱۴۰۵ھ۔ دروس فی علم الاصول، شہید آیت اللہ العظمی السید محمد باقر الصدر ۵۱/۵۲۔ باختلاف الفاظ تم موسسہ النشر الاسلامی طبع ثانی ۱۴۱۵ھ۔

۲۔ اصول الفقہ نشاتہ تطوره والحاجة اليه، شعبان محمد اسماعیل۔ ص ۳۵۔ قاہرہ دار الانصار مسند۔

۳۔ دراستہ تاريخية للفقہ واصولہ والاتجاهات التي ظهرت فيهما۔ سعید الحسن ص ۱۶۲، الشركة المتحدة للتوزيع مسند ند

(اور میری رائے میں اس (فہم) میں امام شافعی کے علاوہ کسی دوسرے کے سبقت رکھنے کا دعویٰ اجماع کے خلاف ہوگا یا اس کی مخالفت کے قریب ہوگا جس کی مذکور کوئی حقیقت میں برہان ہے اور نہ کوئی شافی دلیل)

ابو ہریرہ نے اس کلام پر جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

”ان تصریحات سے ہمیں اختلاف نہیں ہے لیکن ہم امام جعفر اور امام موسیٰ کاظم کی کسی تصنیف کا وجود تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے، ان سے جو کچھ مروی ہے وہ غیر مدون الملاء کی صورت میں ہے۔ لہذا اگر یہ کہا جائے کہ امام صادق اور امام کاظم تفکر اصول فقہ میں امام شافعی پر سبقت رکھتے تھے تو ہم مان لیں گے۔ البتہ باقاعدہ تصنیف کی صورت میں ان اصولوں کی تدوین میں امام شافعی سبقت رکھتے ہیں اور اس سے ان دونوں آئمہ جلیل کے مرتبہ اور عظمت میں کوئی فرق نہیں آتا کیونکہ یہ حضرات تالیف و تصنیف کے خوگر نہیں تھے۔ یہ تو بحث و توجیہ اور تلقین و ارشاد میں مصروف و منہمک رہتے تھے اور ان دونوں حضرات کے زمانے میں تالیف و تصنیف کا کوئی خاص رواج بھی نہیں تھا۔ کسی حد تک تدوین تو تھی لیکن اسے تالیف قرار نہیں دیا جاسکتا اور تدوین مذاکرات و اقوال کے سلسلے تو درحقیقت عہد صحابہ رضوان اللہ علیہم کے عہد میں کام شروع ہو گیا تھا۔“

اس کے بعد وہ امام سیوطی کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

جہاں تک امام جلال الدین سیوطی کے بیان کا تعلق ہے تو اس سے مراد یہ ہے ہشام بن الحکم ملی حیثیت امام شافعی پر سبقت رکھتے ہیں جو انہوں نے ذہن لفظ پر لکھی تھی اور یونس بن عبد الرحمن امام شافعی پر اس اعتبار سے سبقت رکھتے ہیں کہ انہوں نے ان سے پہلے حدیث پر کتاب لکھی تھی۔ بلاشبہ یہ دونوں موضوعات علم اصول فقہ کا جزو ہیں لیکن مکمل علم نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ مباحث الفاظ کا تعلق علوم لغت سے ہے۔ اسی طرح اختلاف حدیث کی بحث علم حدیث کا جزو ہے لہذا ان دونوں کو علم اصول کا مؤسس ماننا مشکل ہے۔ تائیس کا فریضہ تو امام شافعی نے انجام دیا لیکن تائیس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ امام شافعی نے جو کچھ لکھ دیا وہ حرف آخر تھا، ان کے بعد کے لوگوں نے اس علم کو اور زیادہ جامع اور مکمل بنایا۔ امام صادق نے اپنا منہاج و استنباط مدون نہیں کیا لیکن ایک طرز بنادیا تھا۔ مثلاً وہ اس کے قائل تھے کہ دین میں اصل و اساس کتاب اللہ ہے جو سنت پر بھی مقدم ہے۔ سنت اگر مخالف قرآن ہو تو ترک کر دی جائے گی۔ الکافی میں ابو عبد اللہ سے روایت ہے کہ وہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ہر چیز کھول کر بیان کر دی ہے۔ اللہ نے کوئی ایسی چیز ترک نہیں کی ہے جس کے جاننے کے بند محتاج ہوں۔ ”الکافی“ میں ہشام بن الحکم وغیرہ ابو عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا : ”اے لوگو! میری طرف سے تم تک جو بات آئے اگر وہ کتاب اللہ کے موافق ہے تو میں نے کہی ہے اور اگر کتاب اللہ کے مخالف ہے تو وہ میرے اقوال نہیں۔ ان ہدایات سے تین امور پر روشنی پڑتی ہے

(۱) احکام شریعہ میں اصل قرآن کریم ہے احادیث میں جو کچھ وارد ہوا ہے وہ قرآن کی طرف لوٹا یا جائے گا۔

(۲) علم قرآن عمق نظر کا طالب ہے۔

(۳) قرآن سنت پر مقدم ہے۔ وہ سنت پر حاکم ہے، اگرچہ سنت اس کی وضاحت کرتی ہے اور تفسیر بیان کرتی ہے۔ امام صادق نے ناخ و منسوخ کے بارے میں گفتگو کی اور کہا کہ ناخ و منسوخ قرآن و سنت دونوں میں ہے۔ ان کا یہی منہاج استنباط ہے جس کا وہ التزام فرمایا کرتے تھے۔^۱

دوسری رائے..... امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اصول فقہ کے واضع ہیں۔ ابو الوفاء الافغانی نے ”اصول السرخصی“ کے مقدمہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کو اصول فقہ کا مدون اول قرار دیا اور اصول فقہ پر لکھی گئیں ابتدائی کتب کا ان کی تاریخی ترتیب کے لحاظ سے تذکرہ کیا، جس میں امام شافعیؒ کی رسالہ کو اس فن پر لکھی جانے والی چوتھی کتاب شمار کیا، فرماتے ہیں :

”وأما أول من صنف في علم الاصول . فيما نعلم . فهو امام الائمة ، وسراج الامة ابو حنيفة النعمان رضي الله عنه حيث بين طرق الاستنباط في ”كتاب الراي“ له ، وتلاه صاحبا القاضى الامام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصارى ، والامام الربانى محمد بن الحسن الشيبانى رحمهما الله ، ثم الامام محمد بن ادريس الشافعى رحمة الله صنف الرسالة“۔^۲

(اور ہمارے علم کے مطابق امام الائمہ، سراج الائمہ ابوحنیفہ نعمان ؓ نے علم الاصول پر پہلی کتاب ”كتاب الراي“ تصنیف کی جس میں استنباط کے طریقے بیان کئے۔ اس کے بعد آپ کے دو شاگردوں قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصارى اور امام ربانى محمد بن الحسن الشيبانى رحمہما اللہ نے اس فن پر کتب تصنیف کیں، پھر امام محمد ادريس شافعى رحمۃ اللہ نے اپنا رسالہ تصنیف کیا)

محقق کی رائے :

ہمارے خیال کے مطابق اصول فقہ پر پہلی کتاب ”كتاب الراي“ ہے جو امام اعظم کی تصنیف ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب حل طلب مسئلہ کا حکم باوجود تلاش کے قرآن و سنت میں صراحۃً نظر نہ آئے تو اجتہاد کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اجتہاد رائے کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ حدیث معاذ میں رسالت مآب ﷺ نے اسی اسلوب کی تعلیم فرمائی۔ اسی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ نے ایک کتاب بنام ”كتاب الراي“ (آدمی کس طرح اپنی رائے قائم کرے) تصنیف کی۔ مسائل میں رائے کا استعمال کس طرح ہوتا ہے یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی، غالباً ہلاکونے بغداد پر حملہ کر کے وہاں کے علمی ذخیرے کو دریائے دجلہ میں بہا ڈالا، تو ممکن ہے یہ کتاب انہی تباہ شدہ کتابوں میں ضائع ہوگئی ہو۔ اصول فقہ غالباً اپنے موجودہ مفہوم میں پورے کا پورا اس میں نہیں ہوگا لیکن رائے سے استفادہ کر کے اس کو بدلنا، قانون کا مفہوم معلوم کرنا، اس کی تاویل کرنا وغیرہ غالباً اس میں بیان کئے گئے ہوں گے۔ امام ابوحنیفہؒ نے قانون کو جو خدمات انجام دیں وہ سب پر عیاں ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے صرف تصنیفی خدمات انجام نہیں دیں بلکہ اس رواج کو عام کرنے کے لئے ایک تعلیمی اکیڈمی قائم کی جس میں وہ اپنے شاگردوں میں اجتہاد فکر اور آزادی رائے کی صلاحیت پیدا کر دیتے تھے۔ چنانچہ ہر مسئلہ پر ان کے شاگرد

آزادانہ اپنی رائے کا اظہار کرتے تھے اور پھر بحث و مباحثہ، غور و خوض کے بعد رد و قبول ہوا۔ ابن خلکان اور ابن ندیم کے مطابق امام ابو یوسف نے اصول فقہ پر کتاب تالیف کی تھی اور ابن خلکان نے ان کو خفی مذہب پر اصول کی پہلی کتاب کا مدون مانا ہے۔ غالباً یہ اصول فقہ پر ایک الگ تصنیف تھی یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کتاب الراۃ کی شرح ہو۔ امام ابو حنیفہ نے اپنی کتاب الراۃ لکھنے کے بعد اس کا درس دیا ہو۔ درس کے دوران شرح ہوئی ہوگی اور اعتراضات بھی ہوئے ہوں گے۔ اس ساری بحث و تشریح کو امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الاصول میں جمع کر دیا ہوگا مگر امام ابو یوسف کی یہ کتاب ہم تک نہیں پہنچ سکی۔

ہم اپنی تائید میں امام ابو حنیفہ کے ایک دوسرے ممتاز شاگرد امام محمد بن الشیبانی کو پیش کر سکتے ہیں۔ انہوں نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی تھی جس کا نام ”کتاب الاصول“ تھا۔ ابن ندیم نے ان کی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔

ابو الحسین المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) نے اپنی کتاب ”المعتمد فی اصول الفقہ“ میں امام محمد شیبانی کی کتاب الاصول کے چند حوالے بیان کئے ہیں۔ مثلاً ابو الحسین لکھتے ہیں، امام محمد شیبانی نے کہا کہ اصول فقہ چار چیزیں ہیں : قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ چار باتیں امام محمد شیبانی کی کتاب کا خلاصہ ہیں۔ اس کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے متعدد شاگردوں نے کتاب الراۃ کی شرح کے طور پر اصول فقہ کی کتابیں لکھی ہوں گی۔

ذاکر حمید اللہ اس موقف کی تائید میں فرماتے ہیں کہ :

”اس رائے کو قائم کرنے کی ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے کہ امام ابو حنیفہ کی طرف ”کتاب السیر“ منسوب ہے۔ اگرچہ سوائے چند اقتباسات کے وہ کتاب ہم تک نہیں پہنچی لیکن اس نام کی کتابیں کم از کم تین چار شاگردوں نے لکھیں۔ مثلاً امام محمد شیبانی نے ”کتاب السیر الصغیر“ اور ”کتاب السیر الکبیر“ کے نام سے دو کتابیں لکھیں۔ دونوں ہم تک نہیں۔ امام زفر نے ”کتاب السیر“ لکھی، اسی طرح ابراہیم انفراری نے بھی کتاب السیر لکھی جو مخطوطے کی صورت میں موجود ہے۔ جس طرح امام ابو حنیفہ کی کتاب السیر سے متاثر ہو کر اور قانون بین الاقوام کے درس کی بنیاد پر ان کے کئی شاگردوں نے کتاب السیر کے نام سے کتابیں تصنیف کیں۔ اسی طرح شاید کتاب الراۃ کی تدریس کے سلسلے میں بھی وہی صورت پیش آئی اور ان کے بعض شاگردوں نے اس موضوع پر بھی کتابیں لکھیں۔ ممکن ہے کہ اس کو اصول کا نام بھی خود امام ابو حنیفہ نے دیا ہو۔ مگر واضح رہے کہ کتاب الاصول یعنی علم اصول کی جو کتابیں مسلمانوں میں پائی جاتی ہیں ان میں ابتدائی تین کتابیں یعنی امام ابو حنیفہ کی کتاب الراۃ، اور امام ابو یوسف، امام محمد شیبانی کی اصول فقہ پر کتاب ہم تک نہیں پہنچیں۔ جو کتاب ہم تک پہنچی ہے محمد امام محمد شیبانی کے ایک شاگرد امام شافعی کی کتاب ہے۔ ممکن ہے کہ امام ابو حنیفہ کے استادوں نے بھی رائے سے کام لے کر فتوے دیئے ہوں اور سوالوں کا جواب دیا ہو۔ لیکن یہ کہ انہوں نے اس پر کوئی کتاب لکھی تھی اب تک ہمیں اس کا علم نہیں ہو سکا۔ اس لئے ہم نے فرض کیا کہ اصول فقہ پر پہلی کتاب امام ابو حنیفہ کی کتاب الراۃ ہے۔

۱۔ ولبات الاعیان و ابناء الزمان۔ قاضی احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۳۰۳/۱، مصر، مطبعہ المسمیۃ احمد البابی الجلی ۱۳۰۱ھ، کتاب الفہر

ست، ابن الندیم محمد بن ابویقوب شیعہ متوفی ۳۸۰ھ ص ۲۵۶، کراچی نور محمد سنند

۲۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۵۸

۳۔ خطبات بہادلوہر۔ محمد حمید اللہ ص ۱۲۹، اسلام آباد، تحقیقات اسلامی، طبع ثالث ۱۹۹۰ء

۴۔ حوالہ سابق ص ۱۳۵ تلخیص اور الفاظ کی تفسیر کے ساتھ

موفق کی (متوفی ۵۶۸ھ) نے کتاب مناقب میں طلحہ ابن جعفر سے یہ بات نقل کی ہے کہ :

”ان ابا یوسف اول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذهب ابی حنیفہ“^۱

(بلاشبہ ابو یوسف پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ کے مذہب کے اصول فقہ میں پہلی کتاب تالیف کی)

ابن خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں امام ابو یوسف سے متعلق لکھا کہ :

”و اول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذهب ابی حنیفہ واملی المسائل و نشرها

و بث علم ابی حنیفہ فی اقطار الارض“^۲

(سب سے پہلے ابو یوسف نے امام ابو حنیفہ کے مذہب پر اصول فقہ میں کتب تالیف کیں اور مسائل املا کروائے اور

مختلف ملکوں میں امام ابو حنیفہ کے علم کو پھیلا دیا)

مذکورہ باتوں کی روشنی میں ہم یہ رائے قائم کر سکتے ہیں کہ اصول فقہ پر پہلی کتاب امام ابو حنیفہ کی کتاب ”الرای“ ہوگی۔

اگرچہ وہ ہم تک نہیں پہنچی یا ان کے اصحاب کو اس فن کی تدوین میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔

تیسری رائے..... امام شافعی اس فن کے مدون اول ہیں۔ اس بارے میں علماء کے چند اقوال مندرجہ ذیل ہیں :

امام رازی (متوفی ۶۰۶ھ) نے فرمایا :

”اتفق الناس علی ان اول من فی هذا العلم (ای اصول الفقہ) الشافعی ، وهو الذی رتب

ابوابها میز بعض اقسام من بعض ، و شرح مراتبها فی القوة والضعف“^۳

(لوگوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے اس علم (اصول فقہ) میں امام شافعی نے تصنیف کا آغاز کیا اور انہوں نے اس کے

ابواب مرتب کئے۔ اس کی بعض اقسام کو بعض سے جدا کیا۔ قوت و ضعف کے اعتبار سے اس کے مراتب کی تشریح کی)

علامہ بدرالدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) نے اپنی کتاب ”البحر المحیط“ میں ایک فصل بعنوان ”اول من صنف

فی اصول الفقہ“ لکھی۔ وہ اس میں فرماتے ہیں :

”الشافعی رضی اللہ عنہ اول من صنف فی اصول الفقہ فیہ کتاب الرسالة“^۴

(امام شافعی رحمہ اللہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی اور وہ تصنیف ”کتاب الرسالہ“ ہے)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا :

”لم نكن نعرف النصوص والعموم حتى ورد الشافعی“^۵

(ہم امام شافعی کے تشریف لانے تک عموم و خصوص کو نہیں جانتے تھے)

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفہ۔ موفق بن احمد کی متوفی ۵۶۸ھ، ۲۳۵/۲، کوئٹہ مکتبہ اسلامیہ ۱۲۹ھ

۲۔ تاریخ بغداد۔ حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۲۳۵/۱۱۲، بیروت ، دار الکتب العلمیہ سید

۳۔ کتاب مناقب الامام شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ ص ۵۵، مصر المکتبہ العلمیہ سید

۴۔ البحر المحیط۔ امام زرکشی بدرالدین بہادر بن عبد اللہ شافعی متوفی ۷۹۴ھ، ۱۸۱/۱، مصر دار الکتب سید

۵۔ حوالہ سابق

ابو محمد جوینی (متوفی ۴۳۸ھ) نے شرح الرسائل میں فرمایا :

”لم يسبق الشافعي احد في تصانيف الاصول ومعرفتها“.

(اصول کی تصانیف اور اس کی معرفت میں کسی نے امام شافعی پر سبقت نہیں لی)

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے اپنے مقدمہ میں لکھا :

"وكان أول من كتب فيه الشافعي رضي الله عنه أُملي فيه رسالته المشهورة تكلم فيها في

الأوامر والنواهي والبيان والخبر والنسخ وحكم العلة المنصوصة من القياس. ٢

(اس فن میں تالیف کا کام سب سے پہلے امام شافعی نے کیا۔ انہوں نے تصنیف الرسائل میں اوامر و نواہی، بیان، خبر، نسخ

اور قیاس سے منصوص علت کا حکم وغیرہ جیسے امور بیان کئے)

البوزہرہ نے فرمایا :

”والحق ان الشافعى رتب أبو اب هذا العلم وجمع فصوله ، ولم يقتصر على مبحث دون

مبحث بل بحث في الكتاب ، وبحث في السنة وطرق اثباتها ومقامها من القرآن . وبحث

الدلالات اللفظية فتكلم في العام والخاص والمشارك والمجمل والمفصل ، وبحث في

الاجماع وحقيقته وناقشه علمية لم يعرف ان احدا سبقه بها، وضبط القياس، وتكلم

الاستحسان ، وهكذا استرسل في بيان حقائق هذا العلم مبوبة مفصلة ، وهو بهذا لم يسبق

أو على التحقيق لم يعلم الى الان ان احد سبقه....." ج ٢

(حقیقت یہ ہے کہ امام شافعی نے اس علم کے ابواب مرتب فرمائے اور فصول یکجا کئے۔ انہوں نے کسی ایک بحث یا چند

بجٹوں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ قرآن، سنت، اثبات، سنت کے طریقے، قرآن کے مقابلے میں حدیث کا مقام پر بحثیں

کیس اور لفظی دلائلوں پر بحث کرتے ہوئے عام خاص مشترک مجمل مفصل پر گفتگو فرمائی۔ اجتماع اور اس کی حقیقت پر

ایسی علمی بحثیں کیں جس کی نظیر کسی دوسرے کے یہاں نہیں ملتی۔ قیاس کے اصول منضبط کئے اور امتحان پر کلام

فرمایا..... اس طرح امام شافعی نے اس علم کے مباحث کو ابواب اور فصول کی صورت میں پوری تفصیل کے ساتھ بیان

فرمایا۔ اس سلسلے میں ان پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے یا محتاط الفاظ میں کہا جائے کہ محقق طور پر اب تک یہ معلوم نہیں

ہو۔ کا کہ کسی نے ان سے پہلے یہ کام انجام دیا)

الوزیر نے مزید لکھا :

"ولا غرابة في أن يكون البحث في فروع الفقه وتدوينها متقدما على تدوين اصول الفقه ،

لأنه إذا كان علم أصول الفقه موازين لضبط الاستنباط ومعرفة الخطأ من الصواب فهو علم

۱۔ حوالہ سہ ماہی

١. مقدمه ابن خلدون - عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۴۵۵، بغداد مکتبۃ المشی سند

۲ اصول الفقه - محمد ابو زہرہ ص ۱۶، قاہرہ دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ - ۱۹۹۷ء

ضابط ، و المادۃ ہی الفقہ ، و كذلك الشأن فی کل العلوم الضابطۃ ، فالنحو متأخر عن النطق بالفصحی ، والشعراء كانوا يقولون الشعر موزونا قبل أن يضع الخلیل بن أحمد ضوابط العروض ، والناس كانوا يتجادلون ويفكرون قبل أن يدون أرسطو علم المنطق ، ولقد كان الشافعی جديراً بأن يكون أول من يدون ضوابط الاستنباط فقد أوتی علماً دقیقاً باللسان العربی ، حتی عد فی صفوف الکبار من علماء اللغة ، وأوتی علم الحديث فتخرج علی أعظم رجاله ، واحاط بكل أنواع الفقہ فی عصره ، وکان علیما باختلاف العلماء من عصر الصحابة الی عصره ، وکان حریصاً کل الحرص علی أن يعرف أسباب الخلاف ، والوجهات المختلفة التي تتجه إليها أنظار المختلفین وبهذا وبغيره توافرت له الأداة لأن يستخرج من المادة الفقہیة التي تلقاها الموازين التي توزن بها آراء السابقین وتكون أساساً لاستنباط الاحقین ، یراعونها فیقاربون ولا یباعدون ، فبعلم اللسان استطاع أن یستنبط القواعد لاستخراج الاحکام الفقہیة من نصوص القرآن والسنة ، وبدرسته فی مكة التي یتوارث فیها علم عبد الله بن عباس الذي سمي ترجمان القرآن عرف الناسخ والمنسوخ ، وباطلاعه الواسع علی السنة وتلقيه لها عن علمائها وموازنتها بالقرآن استطاع أن يعرف مقام السنة من القرآن ، وحالها عند معارضة بعض ظواهرها لظواهر القرآن الکریم ، وقد كانت دراسته لفقه الرأي وللمأثور من آراء الصحابة أساساً لما وضعه من ضوابط للقیاس ، وهكذا وضع الشافعی قواعد للاستنباط ولم تكن فی جملتها ابتداءً ابتدعه ، ولكنها ملاحظة دقيقة لما کان یسلکة الفقهاء الذين اهتدى بهم من مناهج استنباطهم لم يدونونها ، فهو لم یبتدع منهاج الاستنباط ولكن له السبق فی أنه جمع أشتات هذه المناهج التي اختارها ، ودونها فی علم مسترابط الأجزاء ، فی ذلك مثل أرسطو فی تدوینہ لمنطق المشائین ، فما کان عمله فی ابتداء لأصل المنهاج ، بل کان أبداعه فی ضبط المنهاج هذا هو نظر الجمهور من الفقهاء فی تقريرهم الأسبقیة للشافعی فی تدوین ذلك العلم ، ولا أحد منهم یخالف فی ذلك .^۱

ترجمہ : ”یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ فقہی جزئیات کی بحث و تحقیق اور ان کی تدوین اصول فقہ کی تدوین سے پہلے وجود میں آچکی تھی اس لئے کہ علم اصول فقہ استنباط احکام کو منضبط کرنے اور اجتہاد و استنباط میں خطا و صواب کی معرفت کے قواعد کا نام ہے۔ غرضیکہ یہ ایک منضبط کرنے والا علم ہے۔ اور فقہ کی زمین سے ہی یہ اصول نمودار ہوتے ہیں۔ یہی حال ان تمام علوم کا ہے جو آلے اور ضوابط کی حیثیت رکھتے ہیں۔ چنانچہ فن نحو کی تدوین سے پہلے لوگ فصیح و بلیغ عربی بولتے تھے۔ خلیل بن احمد کے فن عروض وضع کرنے سے پہلے شعراء موزوں اشعار کہتے تھے۔ اسی طرح ارسطو کے علم منطق کی ایجاد سے قبل بھی لوگ بحث و مناظرہ اور غور و فکر کیا کرتے تھے۔ امام شافعی اس کے بجا طور پر مستحق تھے کہ قواعد استنباط کی تدوین میں انہیں اولیت حاصل ہوئی ، اس لئے کہ عربی زبان و ادب پر ان کی بہت گہری نظر تھی۔

حتیٰ کہ ان کا شمار ممتاز ترین علماء لغت میں کیا گیا۔ علم حدیث کا بھی وافر حصہ ان کو عطا ہوا تھا۔ اپنے وقت کے جلیل القدر محدثین سے انہوں نے یہ علم حاصل کیا تھا اور اپنے دور میں فقہ کی تمام قسموں پر ان کی ہمہ گیر نظر تھی۔ وہ عہد صحابہ سے لے کر اپنے دور تک کے علماء کے اختلافی مسائل و آراء سے بخوبی آگاہ تھے۔ وہ ہمیشہ اس کی بھرپور کوشش کرتے رہتے تھے کہ اختلاف آراء کے اسباب اور ان علماء کے پیش نظر رہنے والے مختلف نقطہ ہائے نظر کے بارے میں پوری واقفیت حاصل کریں۔..... ان جیسے اسباب کی بناء پر آپ اس بات کے اہل ہوئے کہ موجودہ فقہی ذخیرہ کو سامنے رکھ کر ایسے اصول بنائیں جن کی روشنی میں علماء سابقین کی آراء کا بھی جائزہ لیا جاسکے اور ان اصولوں کی رعایت سے آئندہ زمانہ کے فقہاء کی آراء میں قربت پیدا ہو اور فاصلے کم ہو جائیں۔..... چنانچہ لغت و زبان پر کامل قدرت رکھنے کی وجہ سے آپ نے قرآن و سنت کے نصوص سے احکام فقہیہ کے استنباط و استخراج کے قواعد وضع فرمائے۔ مکہ مکرمہ جہاں ترجمان القرآن حضرت ابن عباس کا علم فاضل ہوتا چلا آ رہا تھا وہاں حصول علم کے بعد آپ کو نسخ و منسوخ کا علم ہوا۔ اسی طرح احادیث نبویہ کے وسیع مطالعہ، محدثین کرام سے ان کی روایت اور قرآن سے ان کا موازنہ کرنے کے بعد آپ کو یہ معلوم ہوا کہ سنت کا مقام قرآن کے مقابلہ میں کیا ہے اور اگر بعض حدیث کا ظاہر کسی آیت قرآنی کے ظاہری مفہوم سے متعارض نظر آ رہا ہو تو کیا حکم ہوگا۔ اہل الرائے کی فقہ اور صحابہ کرام کی منقول آراء کا گہرا مطالعہ قیاس کے بارے میں امام شافعی کے وضع کردہ قواعد ضوابط کی اساس ہے اور اس طرح آپ کے ہاتھوں استنباط کے قواعد وضع کرنے کا کام انجام پایا۔ یہ سارے کے سارے قواعد آپ کے ایجاد کردہ نہیں تھے بلکہ فقہائے سابقین کے غیر مدون مناجات استنباط کا گہرا مطالعہ کر کے امام شافعی نے یہ قواعد وضع کئے۔ لہذا اصول فقہ جس منہج استنباط کا نام ہے وہ امام شافعی کی اختراع نہیں ہے، لیکن انہیں اس طور پر یہ سبقت ضرور حاصل ہے کہ انہوں نے ان متفرق مناجات استنباط میں جو کچھ پسند کیا اسے یکجا کر دیا اور ایک مربوط علم کی صورت میں ان مناجات کو مدون کیا۔ علم اصول فقہ کی تدوین کے سلسلے میں امام شافعی کا مبنی مقام ہے جو مشائخ کی منطق وضع کرنے کے بارے میں ارسطو کا ہے، ارسطو نے اصل طریقے ایجاد نہیں کئے تھے بلکہ ایجاد شدہ طریقوں کو منضبط کرنے کا کام انجام دیا تھا۔ لہذا جمہور فقہاء کا یہ قول کہ امام شافعی کو اس علم کی تدوین میں اولیت حاصل ہے اس سے اس قسم کی اولیت مراد ہے جو اوپر مذکور ہوئی اور اس سے کسی کو اختلاف نہیں ہے۔“

تینوں آراء کا تاریخی تناظر میں تحقیقی جائزہ :

ہماری رائے میں امام اعظم ابو حنیفہ ہی اصول فقہ کی مدون اول ہیں۔ ہم اس پر تفصیل سے اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہیں اور ان کے مدون اول ہونے پر دلائل بھی دے چکے ہیں۔ ہاں البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ آیت اللہ صدر نے امام جعفر صادق اور امام باقر سے متعلق جو بیان دیا ہے اس میں واقع الفاظ ”وقد اصلیا علی اصحابہما قواعدہ“ سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے قواعد اپنے اصحاب کو املاء کروائے تھے نہ کہ خود کوئی تصنیف لکھی تھی اور جہاں تک امام شافعی کی اولیت سے متعلق ابوزہرہ کا بیان ہے تو اس میں بھی انہوں نے کہا ہے کہ محقق طور پر اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی نے ان سے پہلے یہ کام انجام دیا۔ ابوزہرہ کی ذاتی رائے میں ایسا ہے ورنہ درحقیقت ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ابو الوفا افغانی کی تحقیق سے یہ ثابت ہے کہ امام ابو حنیفہ نے اور ان کے اصحاب نے اصول پر کتب لکھی تھیں۔ ابن ندیم

ذہن میں آتی ہے تو اس پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ گہرے غور و فکر کے بعد عمیق تر حقائق کے پیش نظر حکم دیا جائے۔ چنانچہ استحسان سے کام لینے والے حنفی ائمہ محض ظاہری حالات کو کافی نہیں سمجھتے اور ایک عمیق تر سبب معلوم کر کے اس کی بنیاد پر احکام دیتے ہیں۔^۱

فقہائے مالکیہ نے بھی امام شافعی کے منہاج کو قبول کیا اور امام شافعی سے اختلاف کرتے ہوئے اصول فقہ میں اہل مدینہ کے اجماع استحسان و مصالح مرسلہ کا بھی اضافہ کیا۔ امام شافعی نے ان تینوں کو باطل قرار دینے کی کوشش کی، ساتھ ہی مالکیہ نے ذرائع و سدذرائع کو بھی اصول فقہ میں شامل کیا۔ اس طرح انہوں نے امام شافعی سے منقول اصولوں کو کہیں کچھ اختلاف اور کہیں کچھ اضافہ کے ساتھ قبول کیا۔ الغرض چاروں مذاہب کے فقہاء نے امام شافعی کے ثابت کردہ چاروں اولہ کتاب سنت اور اجماع و قیاس سے اختلاف نہیں کیا اور یہ متفق علیہ مصادر قرار پائے جبکہ ان پر کیا گیا اضافہ شوافع اور دیگر اکثر فقہاء کے مابین محل اختلاف رہا۔ فقہاء شافعیہ نے امام شافعی کے ان مقرر کردہ اصولوں کی تشریح و تفصیل اور توضیح کا کام کیا جس کی وجہ سے فقہی اجتہاد کے طویل دورانیہ میں ان اصولوں کی نشو و نما ترقی، تفصیل و توضیح اور تعبیر و تشریح جاری رہی جبکہ غیر شافعی اصولیین نے یہ خدمات انجام دینے کے ساتھ بعض اصولوں کے اضافہ کئے اور ان کی بھی توضیح و تشریح کی۔

تقلیدی دور میں اصول فقہ کی تدوین کے طریقے و رجحانات :

امام شافعی نے جس کام کا آغاز کیا تھا اس کا سلسلہ آگے بڑھتا رہا اور ”اصول الفقہ“ کے عنوان سے ایک عظیم الشان سرمایہ تیار ہو گیا چنانچہ امام احمد بن حنبل نے ”کتاب السنۃ“ کتاب ”العلل“ کتب ”الناسخ و المنسوخ“ لکھ کر اس کام کو آگے بڑھایا تقلید کے دور میں اصول بے شک نشو و نما پاتے رہے۔ اہل علم نے اصول فقہ کی تدوین کے سلسلہ میں جو طریقے اختیار کئے ان میں سے تین بالخصوص قابل ذکر ہیں۔ ایک طریقہ ”علمائے متکلمین“ کا ہے۔ دوسرا ”علمائے حنفیہ“ کا اور تیسرا ”متاخرین اہل علم“ کا ہے ان میں سے پہلا طریقہ خالص نظریاتی قسم کا تھا جس میں نظری مباحث کو غلبہ حاصل رہا۔ دوسرا طریقہ فروع سے متاثر تھا اور اس کو اصول حنفیہ کے نام سے پکارا گیا کیونکہ علمائے احناف ہی نے سب سے پہلے اپنے مذہب کے دفاع اور ضبط فروع کے لئے اسے اختیار کیا تھا چنانچہ اس طریق سے انہوں نے اپنے مذہب کے لئے جامع اصول کا استنباط کیا۔ جبکہ تیسرے طریقہ میں پہلے اور دوسرے طریقہ کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

اصول فقہ کی تدوین کا پہلا طریقہ : اس طریقہ کا نام ”اصول الشافعیہ“ یا ”اصول متکلمین“ ہے اور یہ طریقہ خالص طور پر نظری تھا جس میں کسی مذہبی اعتبار کے بغیر قواعد کی تحقیق و تنقیح پر زور دیا جاتا تھا بلکہ قواعد کی ادلہ سے توثیق کی جاتی تھی جو قاعدہ بھی دلیل کے لحاظ سے قوی تر ہوتا اسے اختیار کر لیا جاتا چنانچہ بعض شافعی علماء نے امام شافعی سے اصول میں اختلاف کیا مگر فروع میں ان کے متبع رہے مثلاً امام شافعی اجماع سکوتی کو حجت تسلیم نہیں کرتے مگر علامہ امدی (متوفی ۶۳۱ھ) سلسلہ شافعی ہونے کے باوجود اپنی کتاب ”الاحکام“ میں اس کو حجت مانتے ہیں وہ فرماتے ہیں :

”اجماعاً سکوتیا وهو حجة مغلبة على النظر“^۱

(اجماع سکوتی ظنی حجت ہے)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کی حجیت کو مانتے ہیں اگرچہ غیر سکوتی سے اسے کم درجہ پر رکھتے ہیں اور اسے حدیث احادی کی طرح ظنی خیال کرتے ہیں۔

شیخ ابو زہرہ فرماتے ہیں :

”والاتجاه الذى سمي اصول الشافعيين او اصول المتكلمين كان اتجاها نظريا خالصا لان

عناية الباحثين فيه متجهة الى تحقيق القواعد وتنقيحها من غير اعتبار مذهبهم بل يريدون

انتاج اقوى القواعد سواء اكان يؤدى الى خدمة مذهبهم او لا يؤدى“^۲

(اصول شافعیہ یا اصول متکلمین کے نام سے جو رخ معروف ہوا وہ خالص نظریاتی رخ تھا اور اس رخ پر کام کرنے والوں

کی توجہ اپنے مذہب کی رعایت کے بغیر صرف قواعد کی تحقیق اور ان کی تنقیح پر رہی ان کی کوشش یہ رہی کہ قوی اور مضبوط

قواعد وضع کئے جائیں خواہ ان سے ان کے مذہب کی تائید ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو)۔

شیخ محمد خضریٰ (متوفی ۱۳۴۶ھ) لکھتے ہیں :

”فاما المتكلمون فانه كان رأيهم فى البحث على طريقة علم الكلام وتقدير الاصول من غير

التفات الى موافقة فروع المذاهب او مخالفتها اياها“^۳

(متکلمین دوران بحث اپنی رائے طریقہ علم کلام کے مطابق پیش کرتے ہیں اور فقہی مذاہب کے موافقت و مخالفت سے

قطع نظر کرتے ہوئے اصول بیان کرتے ہیں)

پہلے خالص نظریاتی طریقہ تدوین میں بعض متکلمین کی شمولیت اور اس کے اثرات :

مباحث کے اس طریقہ میں متکلمین میں سے معتزلہ، اشاعرہ اور ماتریدیہ بھی شامل ہو گئے۔ ان میں سے اشاعرہ

و ماتریدیہ یہ دونوں فرقے چوتھی صدی ہجری میں ظہور پذیر ہوئے جو معتزلہ کے ساتھ جدل و پیکار میں مشغول رہے یہ

لوگ معتزلہ کی طرح دلائل عقلیہ کے ساتھ فقہاء محدثین کی طرف سے جواب دیتے تھے۔ اشاعرہ کا گروہ ابوالحسن الجبائی

معتزلی کے شاگرد ابوالحسن اشعری (متوفی ۳۲۱ھ بعدہ) کی طرف منسوب ہے جو پہلے معتزلی تھے بعد میں شافعی مسلک

اختیار کر لیا تھا ساری زندگی عراق میں گزاری اور ماتریدیہ کا گروہ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد ابومنسور ماتریدی (متوفی

۳۲۲ھ) کے متبعین تھے اور وہ اصول فقہ میں ”کتاب الجدل“ کے بھی منصف تھے متکلمین کسی کی تقلید کے بغیر بحث

کرتے اور تحقیق سے کام لیتے اس لئے اس طریقہ کا نام ”طریقہ متکلمین“ پڑ گیا۔

متکلمین کی شمولیت کے اثرات کا جائزہ : اس میدان اصول فقہ میں متکلمین کی شمولیت اور ان کے طریقہ بحث

کا نتیجہ یہ نکلا کہ فرضی نظریات کی طرح اصول میں اضافہ ہو گیا اور بہت سے فلسفیانہ مباحث و پہلو پیدا ہو گئے جن کا فقہی

۱ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین امی شافعی متوفی ۶۳۱ھ/۲۳۳، ۲۳۵ بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ

۲ اصول الفقہ، محمد ابو زہرہ ص ۱۹، قاہرہ، دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء

۳ اصول الفقہ، شیخ محمد خضریٰ متوفی ۱۳۴۶ھ ص ۷، قاہرہ، دار الفکر عربیہ

لحاظ سے عمل کے ساتھ کچھ تعلق نہ تھا مثلاً اس پر تو متفق تھے کہ عبادات کے تمام احکام معلل ہیں مگر عقلی حسن و قبح میں اختلاف کرنے لگے حالانکہ فقہ اور طریق استنباط کا اس کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہ تھا اور یہ کہ تکلیف معدوم جائز ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ امدی اس مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”و كشف الغطاء عن ذلك انا لا نقول بكون المعدوم مكلفا بالاتباع بالفعل حالة عدمه بل
معنى كونه مكلفا حالة العدم قيام الطلب القديم للرب تعالى“^۱

(اس مسئلہ سے پردہ اس طرح اٹھ سکتا ہے کہ ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ کوئی شخص معدوم مکلف ہو سکتا ہے
حال عدم میں مکلف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ طلب ذات خداوندی کے ساتھ قائم ہے)۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کے مباحث خالص فلسفی مباحث ہیں جن پر کسی طریق استنباط کی بنیاد نہیں ڈالی جاسکتی کیونکہ
معدوم کی طرف خطاب ہی نہیں ہو سکتا اور یہ اتنی بدیہی چیز ہے کہ اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں۔ اس پہلے طریقہ میں
غیر فقہی فلسفیانہ بحث کی دوسری مثال میں بھی علامہ امدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) کی کتاب ”الاحکام“ سے مندرجہ
ذیل اقتباس کو پیش کیا جاسکتا ہے:

”اما قبل النبوة فقد ذهب القاضى ابوبكر‘ واكثر اصحابنا‘ وكثير من المعتزلة الى انه
لا يمتنع عليهم‘ المعصية كبيرة كانت او صغيرة‘ بل ولا يمتنع عقلا ارسال من اسلم وامن بعد
كفره‘ وذهبت الروافض الى امتناع ذلك كله منهم قبل النبوة‘ لان ذلك مما يوجب
هضمهم فى النفوس واحتقارهم‘ والنفرة عن اتباعهم‘ وهو خلاف مقتضى الحكمة من بعثة
الرسول‘ ووافقهم على ذلك اكثر المعتزلة الا فى الصغائر. والحق ما ذكره القاضى‘ لانه
لا سمع قبل البعثة يدل على عصمتهم عن ذلك“^۲

(قبل از نبوت انبیاء کی عصمت کے متعلق قاضی ابوبکر اور ہمارے اکثر اصحاب اور بہت سے معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ
ان سے کسی کبیرہ یا صغیرہ گناہ کا ارتکاب ممتنع نہیں ہے۔ بلکہ عقلاً یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کے کفر سے توبہ کرنے اور
مسلمان ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ اسے نبی بنا کر مبعوث فرمائے، روافضی عصمت کے ارتکاب کو قبل از نبوت ممتنع
سمجھتے ہیں کیونکہ اگر انبیاء قبل از نبوت کسی گناہ کے مرتکب ہوں تو لوگ انہیں حقارت سے دیکھیں گے اور ان کے
اتباع سے نفرت کریں گے اور یہ بات بعثت رسل کی حکمت کے خلاف ہے اکثر معتزلہ بھی روافضی کے ہم نوا ہیں مگر وہ
صغائر کا ارتکاب جائز سمجھتے ہیں لیکن قاضی کا مذہب برحق ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی سماعی دلیل نہیں ہے جس سے
قبل از نبوت عصمت کا ثبوت ملتا ہو)۔

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب ”المنحول“ میں ”الفصل الثانی فی حقیقة العلم وحده“
کے تحت اور امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے اپنی کتاب ”ارشاد الفحول“ میں ”المقصد الثانی“ کی

”البحث الثالث في عصمت الانبياء“ کے تحت اس قسم کی فلسفیانہ و منطقیانہ بحثیں کی ہیں جن کا علم اصول فقہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔^۱

پہلے طرز تصنیف (اصول الشافعیہ) کو اختیار کرنے والے کلامی مذاہب :

”اصول الشافعیہ“ یا ”اصول متکلمین“ کے طرز تصنیف سے کئی مذاہب متاثر اور منسلک ہوئے۔ معتزلہ شافعیہ مالکیہ، حنابلہ اشاعرہ اباہیہ شیعہ^۲ وغیرہ مذاہب کلامیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ بعد میں حنابلہ سلفیہ نے معتزلہ و اشاعرہ دونوں مذاہب سابقہ کی مخالفت کی۔

اس طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات :

☆ نظردجل کی آزادی ہوتی ہے۔

☆ مسائل کی منطقی تحقیق اور عقلی استدلال پر زور دیا جاتا ہے۔

☆ اپنے ائمہ مسالک کی طرف داری اور تعصب سے اجتناب پر زور دیا جاتا ہے۔

☆ صرف احکام فقہیہ میں غور و خوض پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ علم کلام کے بعض مسائل عقلیہ کو بھی اصول فقہ کے ضمن میں موضوع بحث بنایا جاتا ہے۔ مثلاً عصمت انبیاء قبل نبوت اور تسویم و تفریح کے عقلی یا شرعی ہونے میں غور و فکر۔

☆ اس طریقے کے علماء کے پیش نظر یہ بات تھی کہ اصول الفقہ کے قواعد کو مستحکم اور قوی ترین شکل میں بدوین کرنے کے لئے لفظی الجھاؤ سے اجتناب کیا جائے۔

طریقہ اصول الشافعیہ یا اصول متکلمین کی بعض اہم و بنیادی کتابیں :

۱۔ التقریب والارشاد فی ترتیب طرق الاجتہاد۔ قاضی ابوبکر محمد بن الطیب باقلانی مالکی (متوفی ۴۰۳ھ) بعد میں امام باقلانی نے ”ارشاد التوسط“ اور ”ارشاد الصغیر“ کے نام سے ”التقریب والارشاد“ کا اختصار لکھا۔

امام بکی فرماتے ہیں :

وهو اجل كتب الاصول، والذي بين ايدينا منه المختصر الصغير، ويبلغ اربعة مجلدات

ويحكي أن اصله كان في اثني عشر مجلدا ولم نطلع عليه^۳

(یہ اصول کے موضوع پر سب سے عظیم کتاب ہے ہمارے سامنے کتاب الارشاد الصغیر کا نسخہ ہے جو چار مجلدات میں ہے

بیان کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب بارہ جلدوں میں تھی اور ہمیں وہ کتاب مل نہیں سکی)۔

۱۔ المنحول من تعليقات الاصول، ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ ص ۳۸ وما بعده، دمشق دار الفکر ۱۴۰۰ھ۔ ارشاد المنحول، امام اشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ ۱/۱۵۹-۱۶۳ المتقصد الثاني في السنة، البحث الثالث في عصمت الانبياء، تحقيق شعبان محمد اسماعيل، دار الكتب منذ

۲۔ تحرير الرسائل، مرقسي كيلاني (مولد ۱۲۹۵ھ-۱۹۱۶ھ) ص ۱۲۰، طبران مطبوعاتي عطائي ۱۳۷۷ھ

۳۔ مقدم المنحول من تعليقات الاصول للغزالي، محمد حسن هيتو ص ۷۰ دمشق دار الفکر طبع ثانی ۱۴۰۰ھ

قاضی باقلانی کی مذکورہ کتاب کا امام الحرمین (متوفی ۷۷۸ھ) نے ”تلخیص“ کے نام سے اختصار لکھا :

۲۔ العمد : قاضی عبد الجبار معتزلی (متوفی ۷۱۵ھ)۔

۳۔ شرح الکفایہ : قاضی ابو الطیب طاہر بن عبد اللہ الطبری شافعی (متوفی ۷۵۰ھ)۔

۴۔ القواطع : ابن السمعانی ابو المظفر منصور بن احمد بن عبد الجبار بن احمد التیمی حنفی ثم شافعی (متوفی ۷۵۰ھ)۔

ابن بکی نے ان الفاظ کے ساتھ اس کتاب کی تعریف کی :

لا اعرف فی اصول الفقہ احسن من کتاب القواطع ولا اجمع^۱۔

(اصول فقہ میں کتاب القواطع سے بہتر مجموعہ کتاب میرے علم میں نہیں ہے)۔

۵۔ العده فی اصول الفقہ : قاضی ابو یعلیٰ محمد بن الحسین الفراء البغدادی حنبلی (متوفی ۷۵۸ھ)۔

۶۔ المعتمد فی اصول الفقہ : ابو الحسین محمد بن علی بن الطیب بصری معتزلی (متوفی ۷۷۳ھ)۔ یہ قاضی عبد الجبار

معتزلی (متوفی ۷۱۵ھ) کی کتاب ”العمد“ کی شرح ہے جو بقول ابن خلدون اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتب میں سے ایک ہے۔

۷۔ اللمع : ابو اسحاق شیرازی شافعی (متوفی ۷۷۶ھ) کی تالیف ہے جس کی انہوں نے خود شرح بھی لکھی۔

۸۔ التبصرة فی اصول الفقہ : ابو اسحاق شیرازی (صاحب اللمع)۔

۹۔ تذکرۃ العالم والطریق السالم : ابو نصر احمد بن جعفر بن الصبار شافعی (متوفی ۷۷۷ھ)۔

۱۰۔ البرہان : امام الحرمین ابو المعالی عبد الملک الجونی شافعی (متوفی ۷۷۸ھ) یہ اشعری مذہب کی طرف مائل تھے ابن خلکان (متوفی ۷۸۱ھ) نے ان سے متعلق لکھا :

”اعلم المتأخرین من اصحاب الامام الشافعی علی الاطلاق“^۲

(وہ متأخرین اصحاب امام شافعی میں سے علی الاطلاق سب سے بڑے عالم تھے)۔

۱۱۔ المستصفی حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۷۵۰ھ)۔

۱۲۔ شفاء الغلیل فی بیان مسالک التعلیل امام غزالی (ایضاً)۔

۱۳۔ المنحول من تعلیقات الاصول امام غزالی (ایضاً)۔

اخر الذکر دونوں کتابیں ”المستصفی“ سے پہلے کی تصنیفات ہیں۔

۱۴۔ روضة الناظر وجنة المناظر : موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسی شافعی (۷۲۰ھ)۔

۱۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ، تاج الدین السبکی متوفی ۷۷۱ھ، قاہرہ دار احیاء الکتب العربیہ

۲۔ وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان، ابن خلکان متوفی ۷۸۱ھ، ۲/۶۷ مصر مطبعہ الممدیہ احمد البابانی الخلیفہ ۱۳۱۰ھ

مذکورہ بالا کتابوں کا چھوڑ چار کتابوں کو بیان کیا جاتا ہے جنہیں اب مراجع کی حیثیت حاصل ہے اور بعد کی تقریباً تمام کتابیں ان سے مستفاد ہیں وہ چار کتابیں یہ ہیں۔

- ۱۔ العمد : قاضی عبدالجبار معتزلی۔
- ۲۔ المعتمد : ابوالحسن بصری معتزلی۔
- ۳۔ البرهان : امام الحرمین جوینی شافعی۔
- ۴۔ المستصفی : حجت الاسلام امام غزالی شافعی۔

پھر ان چاروں کے مضامین کو مندرجہ ذیل دو علماء نے یکجا کیا۔

امام فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے کتاب "المحصول" میں اور سیف الدین اندلی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے کتاب "الاحکام فی اصول الاحکام" میں ان چاروں کی تلخیص کی پھر تاج الدین ارموی (متوفی ۶۵۶ھ) نے امام رازی کی "المحصول" کا خلاصہ لکھا اور اس کا نام کتاب "الحاصل" رکھا۔ جو قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ) کی کتاب "منہاج الوصول" کا ماخذ ہے۔ دوسری طرف ابو عمرو عثمان ابن حاسب مالکی (متوفی ۶۴۶ھ) نے اندلی کی "الاحکام" کا خلاصہ لکھا اور اس کا نام "منتہی السؤل والاصل الی علمی الاصول والجدل" رکھا۔ "المحصول" اور "الاحکام" کی تالیف نے کتب متقدمین سے کافی حد تک مستغنی کر دیا کیونکہ ان دونوں میں چاروں کتابوں کے مضامین کو توسیع کے ساتھ جمع کر دیا گیا تھا۔

اصول فقہ کی تدوین کا دوسرا طریقہ : اصول فقہ کی تدوین کا دوسرا طریقہ حنفی مکتبہ فکر کے علماء کا ہے۔ اس طریقہ میں علماء نے قواعد اصول کا اس طرح مطالعہ شروع کیا کہ ان سے فروغی مسائل کی تائید ان کے استنباط کی تصحیح اور ان سے مدافعت کا کام لیا جائے یہ طریقہ دراست حنفی طریقہ کے نام سے اس لئے مشہور ہوا کیونکہ علماء احناف ہی نے یہ راستہ اختیار کر کے اس پر تدوین کا آغاز کیا۔ اس طریقہ تحریر میں اصول و قواعد ائمہ فقہاء سے منقول جزئیات کے تابع ہوتے ہیں۔ یعنی فقہاء ان قواعد کو بیان کرتے ہیں جو ان کے فقہاء سے منقول جزئیات سے مطابقت رکھتے ہوں اس کی غالباً وجہ یہ ہے کہ اس فقہی مسلک کے ائمہ نے ایسی اصولی کتب نہیں تالیف کیں جن سے ان کے طریقہ استنباط اور منہاج کی توثیق ہوتی ہو۔ اس لئے بعد کے فقہاء کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ ائمہ سے منقول فروغی مسائل اور جزئیات کو مد نظر رکھ کر قواعد وضع کریں یا ان اصولوں کو بتائیں جو ان کے ائمہ مسلک کے استدلال میں برسرِ تیل تذکرہ آگئے ہیں۔

حنفی مسلک کے اصول خود ائمہ مسلک کے وضع کردہ نہیں ہیں ان کی اصول پر کتب ہم تک نہیں پہنچ سکیں یہ تدوین بعد میں ہوئی مگر یہ بات طے ہے کہ ان سے اکثر اصول کی ائمہ فقہاء کے اقوال میں رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے اور ان اصولوں کی ترتیب و تدوین بعد میں آنے والے فقہاء نے کی ہے۔

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں :

"الأن كتابة الفقهاء، ای الاحناف، فیہا أخص بالفقه وألیق بالفروع لكثرة الامثلة منها والشواهد وبناء المسائل فیہا علی النکت الفقہیہ فكان لفقهاء الحنفیة فیہا البد الطولی من الغوص علی النکت الفقہیة والنقاط هذه القوانين من مسائل الفقه ما امکن"۔

(فقہائے احناف کا طرز بحث زیادہ ملا ہوا ہے اور استنباط فروغ کے لئے زیادہ معین و مددگار ہے، کیونکہ وہ ہر مسئلہ کے ذیل میں مسئلہ و شاہد پیش کر کے اس کی وضاحت تام کرتے ہیں، پھر ساتھ ساتھ فقہی نکات بھی حل کرتے جاتے ہیں..... فقہائے حنفیہ کو نکات فقہ کی گہرائیوں تک پہنچنے کی بے نظیر مہارت حاصل ہے اور مسائل فقہ سے اصول فقہ کے قواعد خوب نکالتے ہیں۔“

ابو ہریرہ فرماتے ہیں :

”فكانت دراسة الأصول على ذلك النحو صورة لنا بيع الفروع المذهبية وحججها“۔
”اصول کا اس طور پر مطالعہ ان کے مذہب کے فروغ اور دلائل پر قیاس کرنے کی ایک صورت تھا۔“

عبدالوہاب خان (متوفی ۱۳۷۵ھ) فرماتے ہیں :

”ورائدہم فی تحقیق هذه القواعد الاحكام التي استبطنها ائمتهم بناء عليها لا مجرد البرهان النظري“۔
”اور ان کے قائدین ان قواعد احکام کی تحقیق میں اپنے ائمہ سے مستنبط مسائل پر بنا کرتے ہیں ان کا انداز تحقیق صرف نظری نہیں ہوتا۔“

اصول شافعیہ اور اصول حنفیہ میں فرق و امتیاز..... دونوں طریقوں میں فرق و امتیاز کی بنیاد یہ ہے کہ شافعیہ استنباط کا منہاج مقرر کرتے ہیں اور پھر اسی منہاج کی استنباط و استدلال میں پیروی کو اپنے اوپر لازم کرتے ہیں۔ جبکہ حنفی اسلوب میں استنباط و استدلال کی یہ صورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنے مسلک کی جزئیات کو مد نظر رکھ کر قواعد اصول کی اس طور پر تشکیل کرتے ہیں کہ ان سے فقہی جزئیات کو تائید حاصل ہو جاتی ہے۔

”طریقہ اصول حنفیہ“ کی مثال سے توضیح..... حنفی فقہاء سے ایک اصولی قاعدہ ”ان المشترك لاعموم له“^۱ (ایک وقت میں مشترک کے تمام معانی مراد نہیں لئے جاسکتے)۔ منقول ہے اسی قاعدہ اصولیہ کی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ :

”وقال محمد اذا اوصى لموالي بنى فلان ولبنى فلان موال من اعلی وموال من اسفل فمات بطلت الواصیة فی حق الفريقین لاستحالة الجمع بینہما وعدم الرجحان“^۲

(اور امام محمد نے فرمایا کہ جب ایک شخص نے بنی فلاں کے موالی کے لئے وصیت کی کہ فلاں قبیلے کے موالی کو میری طرف سے بیوے دو اور مر گیا۔ قبیلے کے موالی اوپر کے درجہ میں بھی ہوں اور نیچے کے درجہ میں بھی ہوں تو بیوہ عدم تعین ایک معنی اور عدم ترجیح کے فریقین کے حق میں وصیت باطل ہو جائے گی)۔

۱۔ اصول الفقہ، محمد ابو زہرہ ص ۲۱، قاہرہ دار الفکر العربی ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

۲۔ علم اصول الفقہ، عبدالوہاب خلاف متوفی ۱۳۷۵ھ ص ۱۸، کویت دار القلم طبعہ ۱۳۶۱ھ

۳۔ احسن الحواشی علی اصول الشافعی ص ۱۰، حاشیہ ۳، ملتان مکتبہ المدادیہ سنہ ۱۴۰۰ھ، نظام الدین الشافعی ص ۱۰، ملتان مکتبہ المدادیہ سنہ ۱۴۰۰ھ

اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ مشترک اپنے جمیع معنی کے ساتھ ایک وقت میں مراد نہیں ہو سکتا اب چونکہ یہ متعین نہیں کہ وصیت کس کے حق میں کی گئی اور قاعدے کے مطابق دونوں معنی مراد بھی نہیں لئے جاسکتے لہذا اس وصیت کو باطل قرار دیا۔

اب اس قاعدہ اصولیہ "ان المشترك لا عموم له" کو مقرر کر دینے کے بعد دوسری جگہ ان کا عمل اس کے مطابق نہیں رہتا بلکہ مذکورہ قاعدہ اصولیہ سے متصادم نظر آتا ہے اگر کسی نے قسم کھا کر کہا "لا اكله مولاك" (میں تیرے مولا سے بات نہیں کروں گا) یہاں مولا کا لفظ آزاد کرنے والے اور آزاد غلام میں مشترک ہے اب اگر وہ ان دونوں "مولیٰ" میں سے کسی سے بھی بات کرے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔ حالانکہ یہاں بھی تو مشترک میں عموم ہے اور یہ قاعدہ مذکورہ سے متصادم حکم ہے اب حنفی فقہاء اس تناقض کو رفع کرنے کے لئے کچھ اضافہ کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں "ان المشترك عموم له اذا وقع بعد نفی" (مشترک کا عموم نفی میں جائز ہے)۔

اختصر یہ کہ دوسرے مقام میں "مولاك" (نفی) کے بعد آیا ہے اس لئے اس میں عموم مراد لیا جاسکتا ہے اور وصیت والی مثال میں عموم اثبات کے بعد آیا ہے تھا اس لئے وہاں مشترک میں عموم (آقا و غلام دونوں کے لئے) جائز نہیں مانتے۔

حنفی طریقہ تدوین کی امتیازی خصوصیات :

مذکورہ بالا اسلوب کی اگرچہ بظاہر افادیت کم محسوس ہوتی ہے لیکن فقہی بصیرت کو نشوونما دینے میں یہ طریقے زیادہ موثر ہیں کیوں کہ :

☆ اس طرز کے تحت اصول اجتہاد فقہی بصیرت کے تابع رہتے ہیں اور ایسے مستقل قواعد کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جن کا دیگر قواعد سے موازنہ کیا جاسکتا ہے اور موازنہ کی مدد سے عقل زیادہ بہتر قواعد کی جانب رہنمائی حاصل کر لیتی ہے۔

☆ اس اسلوب کے تحت اصول و قواعد عملی تطبیق سے جدا محض نظریاتی بحث نہیں رہتے بلکہ ضوابط و کلیات کی حیثیت میں جزئیات اور فروع پر منطبق ہوتے ہیں اس طرح تطبیق سے ان کلیات اور ضابطوں میں مزید استحکام اور قوت پیدا ہوتی ہے۔

☆ اصول کے اس طریقے پر مطالعہ سے فقہی تقابلی مطالعہ تشکیل پاتا ہے کیونکہ عموماً اس طریقے میں موازنہ جزئیات سے نہیں ہوتا بلکہ ان پر مشتمل کلیات اور اصول میں ہوتا ہے اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ فقہ کا طالب علم فقہ کی جزئیات پر ارتکاز و توجہ کرنے کے بجائے متعدد جزئیات کا ان کلیات کے تحت جائزہ لیتا ہے جو انہیں منضبط کرتی ہے۔

☆ تحقیق و مطالعہ کے اسلوب سے تخریج و تفریع کی تربیت حاصل ہو جاتی ہے اور اس ذہنی تربیت کی مدد سے پیش آمدہ جزئی مسائل کے حکم کا استنباط سہل ہو جاتا ہے جو ائمہ فقہاء کے دور میں موجود نہیں تھے نیز یہ کہ ان نئے پیش آمدہ

مسائل کا حل ائمہ کی آراء اقوال کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ یہ حل بھی انہی اصول و قواعد کے تابع ہے جو ائمہ فقہاء کے مد نظر تھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والے فقہاء ائمہ مذاہب سے منقول آراء پر اکتفاء کئے بغیر ان میں توسع اور اضافہ کرتے رہتے ہیں۔

حنفی طریقہ تدوین کے مطابق لکھی جانے والی اصول فقہ کی بعض اہم و بنیادی کتب :

- ۱۔ ماخذ الشرائع : امام ابو منصور محمد بن محمد ماتریدی (متوفی ۳۲۰ھ) یہ اس اسلوب کی پہلی کتاب ہے۔
- ۲۔ اصول الکفری : عبید اللہ بن الحسین الکفری (متوفی ۳۲۰ھ) اس میں ۳۹ قواعد / اصول بیان کئے گئے ہیں جن پر فقہ حنفی کا مدار ہے۔
- ۳۔ الفصول فی الاصول (اصول الجصاص) : ابو بکر احمد بن علی الجصاص رازی (متوفی ۳۷۰ھ) یہ ابو الحسن کفری کے شاگرد تھے۔ شاید ان کی یہ کتاب احکام القرآن کا مقدمہ ہے۔
- ۴۔ تقویم الادلة : ابو یزید عبید (عبید) اللہ بن عمر الدیوسی حنفی (متوفی ۳۳۰ھ)
- ۵۔ قامیس النظر : ابو یزید عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ دیوسی (متوفی ۳۳۰ھ)
- ۶۔ اصول البزوی : فخر الاسلام علی بن محمد بن الحسین البزوی (متوفی ۳۸۲ھ یا ۳۸۳ھ) علاء الدین بن عبد العزیز البخاری (متوفی ۴۳۰ھ) نے "مکشف الاموار" کے نام سے اس کی ایک عمدہ شرح تالیف کی جو مشہور ہے۔
- ۷۔ اصول السرخسی : ابو بکر محمد بن احمد السرخسی (متوفی ۳۹۰ھ)
- ۸۔ المنار : ابو البرکات عبد اللہ بن احمد معروف بہ حافظ الدین النیشی حنفی (متوفی ۴۱۰ھ) متاخرین کی کتب میں سے ایک عمدہ کتاب ہے جو برصغیر پاک و ہند کے مدارس میں متداول ہے اس پر ملا جیوں کی شرح بھی مشہور شرح میں سے ہے۔

حنفی طریقہ تدوین کو اختیار کرنے والے مختلف فقہی مذاہب کے اصولیین :

اصول کی کتابوں کی تالیف کا حنفی منہج صرف احناف کے یہاں نظر نہیں آتا بلکہ اس طریقہ پر شافعی، مالکی اور حنبلی مسالک کے اصولیین نے بھی کتب تالیف کیں ان کے لئے اس میں کشش کا سبب اس طریقہ میں پائی جانے والی افادیت اور تاثیر تھی جو اس کی امتیازی خصوصیات میں بیان کی گئیں ہیں۔ اپنی بات کی تائید کے لئے مختلف فقہی مسالک کے چند اصولیین اور ان کی کتب کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں جنہوں نے حنفی منہج کے مطابق اپنی کتب تالیف کیں۔

- ۱۔ تسخیر بیح الفروع علی الاصول : شہاب الدین محمود بن احمد زنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ) انہوں نے اپنی اس تصنیف میں الدیوسی حنفی اصولی کے طرز تحریر کو اپنایا اور ان کی طرح ابواب فقہ کے ہر باب کی جزئیات بیان کر کے ان اصولوں کی توضیح کی جن کے تحت یہ جزئیات مستنبط ہوتی ہیں۔

۲۔ تنقیح الفصول علی الاصول : علامہ قرانی مالکی (متوفی ۶۸۴ھ) نے اپنی اس تصنیف میں مالکی مذہب کے اصول اسی حنفی منہج پر منضبط کئے ہیں۔

۳۔ شیخ الاسلام عبد السلام حنبلی (متوفی ۶۵۲ھ) اور ان کے بیٹے شہاب الدین عبد الحلیم (متوفی ۶۸۲ھ) اور ان کے پوتے تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام (متوفی ۷۲۸ھ) آل تیمیہ کے ان تینوں حنبلی شیوخ نے بھی اس اسلوب پر اپنی کتب تالیف کیں۔

۴۔ ابن قیم جوزی حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) نے بھی اس منہج کو اپنایا۔

۵۔ التمهید فی تخریج الفروع علی الاصول علامہ سنوی شافعی (متوفی ۷۷۷ھ) نے مذہب شافعی کے اصول اسی طریقہ پر تالیف کئے۔ ابوہریرہ لکھتے ہیں :

”من هذا يتبين ان طريق الحنفية بعد ان استقامت استخدما منها كثيرون غيرهم من الاخذين بمذاهب الائمة الاربعة، بل الامر تجاوز الائمة الى مذاهب الشيعة الامامية والزيدية، فانهم في اصول الفقه عندهم قد نصحوا في كثير منها على منهاج الحنفية يستنبطون الاصول التي توزن بها الفروع عندهم، وان كانوا اقد كتبوا على منهاج المتكلمين في كثير من الاحيان، وذلك لان المعتزلة كانوا كثيرين فيهم، وهم كانوا اعلى منهاج المتكلمين“۔

(اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حنفی طریقہ کے باقاعدہ حیثیت اختیار کر لینے کے بعد مذاہب اربعہ میں سے بہت سے حضرات نے اس کو اپنایا صرف یہی نہیں بلکہ مذاہب شیعہ امامیہ اور زیدیہ نے بھی اس کو اپنایا اور ان میں سے بہت سوں نے اصول فقہ میں فروع سے اصول کے استنباط کے حنفی منہج کو اختیار کیا اگرچہ ان میں سے بہت نے منہاج متکلمین پر بھی لکھا اور یہ اس لئے ہوا کہ متکلمین طرز کو اختیار کرنے والے بہت سے علما معترض تھے)۔

اصول فقہ کی تدوین کا تیسرا طریقہ :

اصول فقہ کی تدوین کا تیسرا طریقہ ”علماء متاخرین کا طریقہ تدوین“ کہلاتا ہے۔ اس میں چاروں فقہی مکاتب فکر کے اہل علم و فضل شامل ہیں اس میں علمائے کلام اور علمائے حنفیہ کے طریقوں کے درمیان مطابقت و جمع کی کوشش کی گئی ہے اور ساتھ ہی فقہی اصول و قواعد کی مدلل تحقیق کر کے انہیں فروعات فقہیہ پر منطبق کرنے کی بھی کوشش کی گئی ہے اس منہج پر اصول فقہ کی کتب تالیف کرنے کا آغاز ساتویں صدی ہجری میں ہوا۔

متاخرین کے طریقہ تدوین کی بعض اہم کتب :

۱۔ بدیع النظام الجامع بین کتابی البزدوی والاحکام : مظفر الدین احمد بن علی البغدادی معروف بہ ابن السامانی حنفی (متوفی ۶۹۴ھ) ابن السامانی نے اپنی اس کتاب میں حنفی عالم فخر الاسلام بزودوی اور شافعی عالم سیف الدین

الامدی دونوں کے اسلوب کو جمع و تطبیق کرنے کی کوشش کی اس کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے فقہی اسلوب پر لکھی گئی کتاب "اصول البردوی" اور کلامی اسلوب کی کتاب "الاحکام" کے مضامین کو اپنی تصنیف میں جمع کیا۔

۲۔ تنقیح الاصول اور اس کی شرح التوضیح : عبد (عبید) اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ حنفی معروف یہ صدر الشریعہ الاصغر (متوفی ۷۳۷ھ) نے "التنقیح" میں امام بزدوی حنفی کی "الاصول" ابو بکر رازی شافعی کی "المحصل" اور ابن حابط مالکی کی "منتہی السؤل والامل" کے مضامین کو یکجا کیا اور پھر خود ہی "التوضیح" کے نام سے اس متن کی شرح لکھ ڈالی۔ بعد میں سعد الدین التفتازانی حنفی (متوفی ۷۹۱ھ) نے "التلویح" کے نام سے اس پر حواشی لکھے۔

۳۔ مفتاح الوصول الی بناء الفروع علی الاصول : ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی التلمسانی (متوفی ۷۷۷ھ) جمع الجوامع : عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی السبکی شافعی (متوفی ۷۷۷ھ) یہ کتاب تقریباً سو کتابوں پر نچوڑ ہے جس کا ذکر انہوں نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں کیا اور کہا کہ : (انہ جمعه) من ذہاء فائزہ مصنف اس پر کثرت سے شروح و حواشی وغیرہ لکھے گئے امام جلال الدین تہجدی شافعی (متوفی ۷۶۳ھ) نے اس پر دو شرحیں یا "حاشیہ" تالیف کئے۔ بد الدین زرکشی شافعی (متوفی ۹۴۴ھ) نے بھی "تشیف المصامع" کے نام سے اس کی شرح لکھی۔

۵۔ القواعد والفوائد الاصولیہ : ابو الحسن علاء الدین معروف بہ ابن اللہام حنبلی (متوفی ۸۰۳ھ) التحریرو فی اصول الفقہ : کمال الدین محمد بن عبد الواحد معروف بہ ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) ان کے ایک شاگرد محمد بن امیر الحاج حنفی (متوفی ۸۷۹ھ) نے "التفسیر والتحییر" کے نام سے اس کی شرح لکھی دیگر شارحین میں محمد بن امین معروف بہ امیر بادشاہ بھی شامل ہیں جنہوں نے "تیسیر التحریرو" تالیف کی۔

۷۔ مرقاة الوصول الی علم الاصول : محمد بن مزارز المعروف مولانا خسرو حنفی (متوفی ۸۸۵ھ) ۸۔ مسلم الثبوت : محبت اللہ بن عبد الشکور بہاری (متوفی ۱۱۱۹ھ) اس کتاب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ متاخرین علماء کے اصول فقہ کے طریقہ تدوین پر لکھی جانے والی کتابوں میں سب سے زیادہ دقیق اور جامع کتاب ہے اس میں ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) کی "التحریرو" اور تاج الدین السبکی (متوفی ۷۷۷ھ) کی "جمع الجوامع" کے انتہائی ایجاز و اختصار کے باوجود بڑے واضح اور سہل انداز میں فقہی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ اس پر متعدد شرواں لکھی گئیں مشہور شروح میں بحر العلوم عبد العلی کی "فوائد الرحموت" بھی شامل ہے۔

۹۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من الاصول : محمد بن عبد اللہ اشوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)۔ برصغیر کے مشہور عالم نواب صدیق حسن متوفی (۱۳۰۷ھ) نے "حصول المامول من علم الاصول" کے نام سے اس کی تلخیص کی۔

اصول فقہ کی تصانیف میں عام طور پر استنباط کے اصول و قواعد کی تشریح اور شریعت کے دلائل کے بیان اور ان سے احکام کے اخذ کے بیان کو زیادہ اہمیت حاصل رہی اور مقاصد و مصالح شریعت کے بیان اور اخذ و استنباط کے عمل میں مصالح شریعت کی رعایت پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ آٹھویں صدی ہجری کے ابواسحاق الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) نے "الموافقات فی اصول الشریعہ" تالیف کی جس میں انہوں نے اصول شریعت اور اجتہاد کے مناجج بیان کرنے کے ساتھ شریعت کے مصالح و مقاصد کو زیادہ شرح و وسط کے ساتھ بیان کیا اور بڑے مدلل انداز میں حکم التشریع پر کلام کیا بعض حضرات نے اس طرز پر تالیف میں ان کی سبقت کا قول کیا ہے۔ اس بارے میں ہم ان کی کتاب کے تحقیقی تجزیہ پر گفتگو کریں گے۔

بعد کے ادوار میں دیگر علوم کی طرح علم اصول فقہ بھی انحطاط و غفلت کا شکار ہو گیا مسلمانوں کے دور زوال میں علماء نے علوم شرعیہ کو زندہ رکھنے کی کوشش کے ساتھ ساتھ قدامت کی تصانیف پر شروع، حواشی، مختصرات، تعلیقات، اور ان کے نظم وغیرہ کو کافی سمجھا اور پھر اس کا ایک طویل سلسلہ چل نکلا جو صدیوں تک جاری رہا۔ تکرار سے بچنے کے لئے یہاں صرف اشارہ کر رہے ہیں ان مصنفین کی مؤلفات اصولیہ پر تاریخی و تحقیقی تجزیہ کے تحت اللہ کی توفیق و عنایت سے اپنی استطاعت کے مطابق تفصیلی گفتگو کی جائے گی۔

آج کے دور میں ان کتب کی مختلف سطحوں پر جامعات میں تحقیق کا کام جاری ہے اگر ہمیں علم ہو سکے تو اس کا ذکر بھی تحقیقی جائزہ میں کریں گے۔ البتہ دور جدید میں مصر، شام، لبنان، سعودی عرب میں علم اصول فقہ پر کام ہوا اور بعض نہایت عمدہ اور معیاری کتابیں تصنیف ہوئیں جن میں شیخ محمد الخضری (متوفی ۱۳۳۶ھ) کی "اصول الفقہ" اور "تاریخ التشریع الاسلامی" اور علامہ محمد عبدالرحمن المکلاوی کی کتاب "تسهيل الوصول الى علم الاصول" اور شیخ عبدالوہاب خلاف (متوفی ۱۳۷۵ھ) کی کتاب "علم اصول الفقہ" اور حسن احمد خطیب کی کتاب "فقہ الاسلام" اور عمر بن عبداللہ کی "سلم الوصول لعلم الاصول" اور علی حسب اللہ کی "التشريع الاسلامی" اور شیخ محمد ابو زہرہ کی "اصول الفقہ" اور محمد سعید رمضان البوطی کی "ضوابط المصلحة فی الشریعة الاسلامیة" اور ڈاکٹر وحبہ الزحلی کی "نظرية الضرورة الشرعية" اور مصطفیٰ احمد الزرقاء کی "المدخل" خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ لبنان کے مشہور عالم اور قانون دان ججی المحصانی نے بھی بڑا کام کیا ہے۔ "فلسفة التشريع فی الاسلام" "مقدمہ فی احیاء علوم الشرعیة" اور "الامضاء التشريعية فی الدول العربیة" المحصانی کی عمدہ کوششوں کا ثمر ہیں۔

فصل سوم

عہد رسالت مآب ﷺ عہد خلافت راشدہ اور عہد بنو امیہ میں اصول فقہ کا نشا و ارتقاء

عہد رسالت مآب ﷺ میں اصول فقہ (۱ھ-۱۱ھ)

عہد رسالت مآب ﷺ میں جن مسائل میں کوئی نص قرآن میں موجود نہ ہوتی تو آپ ﷺ کا حکم سب کے لئے واجب الطاعت ہوتا اور کسی اختلاف کا اشتباہ نہ رہتا تھا کیونکہ صحابہ کرام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمائی گئی اس تعلیم کی پابندی کرتے تھے جس میں انہیں حکم دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

”وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ“^۱
(نہ کسی مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرما دے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

”فَلَا وَرَيْكَ لَا يَوْمُنُونَ حَتَّىٰ يَحْكُمُواكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيَسْلُمُوا تَسْلِيمًا“^۲

(اے مصطفیٰ ﷺ) تیرے رب کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ حاکم بنائیں آپ کو ہر اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان پھوٹ پڑا پھر اپنے نفسوں میں شکی نہ پائیں اس سے جو فیصلہ آپ نے کیا اور دل و جان سے تسلیم کر لیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف ضرورت پیش آنے پر سوالات کرتے اور فرضی مسائل سے متعلق بحث نہیں کرتے کیونکہ کثرت سوال سے منع فرمایا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءٍ إِنْ تَبَدَّلَكُمْ تَسْأَلَكُمْ“^۳

(اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر تمہارے لئے ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں)

امام بخاری و مسلم نے اپنی صحیحین میں اس بارے میں آپ ﷺ کا توضیحی ارشاد نقل کیا کہ آپ نے فرمایا :

”أَعْظَمُ الْمُسْلِمِينَ فِي الْمُسْلِمِينَ جُرْمًا مَنْ سَأَلَ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَحْرُمَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ فَحَرَّمَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَجْلِ مَسْأَلَتِهِ“^۴

۱۔ المائدہ: ۱۰۱

۲۔ النساء: ۶۵

۳۔ الاحزاب: ۳۶

۴۔ صحیح بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، کتاب الاعتصام، باب ما يكره من كثرة السؤال، صحیح مسلم، مسلم بن حجاج بن مسلم متوفی ۲۶۱ھ، باب توقیرہ ﷺ وترك اکتثار السوالہ عمالا ضرورة اليه

(مسلمانوں میں سے سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں کی گئی تھی لیکن اس کے سوال کرنے کے باعث حرام کر دی گئی)

اسی طرح صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے :

”ما نهيتكم عنه فاجتنبوه وما امرتكم به فاتوا منه ما استطعتم فانما اهلك الذين من قبلكم كثرة مسائلهم واختلافهم على انبيائهم“^۱

(جس کام سے میں تم کو روکوں اس سے اجتناب کرو اور جس کام کا تم کو حکم دوں اس کو اپنی استطاعت کے مطابق کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ بکثرت سوال کرنے اور اپنے انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے)۔

شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے اس صورت حال کو ان الفاظ میں بیان فرمایا :

”اعلم ان رسول الله ﷺ لم يكن الفقه في زمانه الشريف مدونا، ولم يكن البحث في الاحكام يومئذ مثل بحث هؤلاء الفقهاء حيث يبتون باقصى جهدهم الاركان والشروط والاداب كل شئ ممتازا عن الاخر بدليله. ويفرضون الصور من صناعتهم، ويتكلمون على تلك الصور المفروضة. ويحدون ما قبل الحد. ويحصرون ما قبل الحصر، الى غير ذلك. اما رسول الله عليه وسلم فكان يتوضا فيرى اصحابه وضوءه فيأخذون به من غير ان يبين هذا ركن وذلك ادب. وكان يصلي فيرون صلاته فيصلون كما راوه يصلي وحيج فرمق الناس حجة ففعلوا كما فعل. وهذا كان غالب حاله ﷺ ولم يبين ان فروض الوضوء ستة او اربعة ولم يفرض انه يحتمل ان يتوضا انسان بغير موالاة حتى يحكم عليه بالصحة والفساد الا ماشاء الله. وقلمما كانوا يسألونه عن هذه الاشياء. عن ابن عباس قال: ماريت قوما كانوا اخيرا من اصحاب رسول الله ﷺ ما سألوه الا عن ثلاث عشرة مسألة حتى قبض كلهم في القران، منهم، يسألونك عن الشهر الحرام قتال فيه، ويسألونك عن المحيض، قال: ما كانوا يسألون الا عما ينفعهم قال ابن عمر رضي الله عنه: لا تسال عمالكم يكن فاني سمعت عمر بن الخطاب رضي الله عنه يلعن من سأل عمالكم يكن قال القاسم: انكم تسالون عن اشياء ما كنا نسال عنها. وتنقرون عن اشياء ما كنا نسال عنها، وتنقرون عن اشياء ما كنا ننقر عنها، وتسالون عن اشياء ما ادرى ما هي، ولو علمنا هاما حل لنا ان نكتمها عن عمر بن اسحاق قال: لم ادركت من اصحاب رسول الله ﷺ ممن سبقني منهم، فما رايت قوماً يسر سرية ولا اقل تشديدا منهم وعن عبادة بن نسي الكندي: سئل عن امرأة ماتت مع قوم ليس لها ولي فقال: ادركت اقواما ما كانوا يشددون تشديدا كم ولا يسالون مسائلكم اخرج هذه الآثار الدارمي. وكان رسول الله ﷺ يستفتي الناس في الوقائع فيفتيهم، وترفع اليه القضايا فيقضي فيها، ويرى الناس يفعلون معروفا فيمدحه، او منكر

فینکر علیہ، و ماکل ما افضی بہ مستفتیانہ و قضی بہ فی قضیہ او انکرہ
علی فاعلہ کان فی الاجتماعات“^۱

ترجمہ : (جان لو کہ رسول خدا کے عہد میں احکام فقہ جمع نہیں ہوئے تھے اور جیسے فی زمانہ فقہاء ہر مسئلہ میں بحثیں کرتے ہیں ایسے مباحث بھی نہ تھے۔ فقہاء نہایت کوشش سے ارکان و شروط ہر شے کے آداب و دوسروں سے جدا جدا مع وائل کے بیان کرتے ہیں نئی نئی صورتیں فرض کرتے ہیں اور ان صورتوں میں گفتگو کرتے ہیں جو چیزیں قابل تعریف ہیں ان کی تعریفیں کرتے ہیں جو قابل حصر ہیں ان کو حصر کرتے ہیں اور ایسے ہی ان کے اور کام ہیں اور آنحضرت ﷺ کے عہد میں صحابہ آپ کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تھے اور اس کا طریقہ سیکھ لیتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اس کی تشریح نہیں فرماتے تھے کہ یہ امر کن اور وہ مستحب ہے ایسے ہی آنحضرت ﷺ نماز پڑھتے تھے اور صحابہ آپ کو جیسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے ویسے ہی خود بھی نماز پڑھتے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے حج کیا اور لوگوں نے بھی ویسے ہی آپ کی طرح اعمال حج ادا کئے۔ اکثر یہ حالت رسول خدا ﷺ کی تھی۔ اس کی تفصیل اور تشریح کچھ نہ تھی کہ وضو کے فرائض چھ ہیں یا چار ہیں یہ فرض نہیں کیا گیا تھا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ کوئی شخص بغیر مولات کے وضو کر لے اور اس وقت وضو کے رہنے یا نہ رہنے کا حکم کیا جائے اللہ اشاء اللہ۔ صحابہ اس قسم کے امور کو بہت کم دریافت کیا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے صحابہ رسول خدا ﷺ سے کسی قوم کو بہتر نہیں پایا۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کی وفات تک صرف تیرہ مسئلے دریافت کئے جو کہ قرآن میں مذکور ہیں ان مسائل میں سے یہ ہیں کہ لوگ تجھ سے ماہ حرام میں لڑنے کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ فرما دیجئے اس مہینہ میں لڑنا ہر ہے۔ ”ویسئلونک عن الشهر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر“ اور تجھ سے حیض کا حال دریافت کرتے ہیں ”ویسئلونک عن المحیض“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صحابہ وہی امور دریافت کیا کرتے تھے جو مفید ہوں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ امور مت دریافت کرو جو ابھی تک ہوئے نہ ہوں اس لئے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ خدا اس شخص پر لعنت کرے جو ایسے امور دریافت کرے جو ابھی تک وقوع میں نہ آئے ہوں۔ قاسم کا قول ہے تم ایسے امور دریافت کیا کرتے ہو اور ایسے امور کی تفتیش کرتے ہو جن کی ہم تفتیش نہ کیا کرتے تھے تم وہ امور دریافت کرتے ہو جن کو ہم نہیں جانتے کہ وہ کیا ہیں اور اگر ہم ان کو جانتے تو ان کا چھپانا ہم کو جائز نہ تھا۔ عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ میں صحابہ رسول خدا میں جن سے ملا ہوں ان کی تعداد ان سے زیادہ تھی جو مجھ سے پہلے گزر چکے تھے میں نے کسی قوم کو نہیں پایا جن کی روش میں آسانی زیادہ اور سختی کم ہو۔ عبادہ بن بسر کندی سے روایت ہے ان سے اس عورت کا حال دریافت کیا گیا جو ایک قوم کے ساتھ مر گئی تھی اور اس کا ولی نہ تھا انہوں نے کہا میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں جو تمہاری طرح سختی نہیں کرتے تھے۔ تمہارے مسائل کو وہ دریافت نہیں کیا کرتے تھے ان تمام آثار کو داری نے روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے واقعات کے متعلق لوگ دریافت کیا کرتے تھے آپ اس کا جواب دے دیا کرتے تھے وہ لوگوں کو کوئی اچھا کام کرتے ہوئے دیکھتے تھے ان کی تعریف کرتے تھے اور اگر برا کام کرتے ہوئے ان کو دیکھتے تھے تو اس کی بُرائی بیان فرما دیا کرتے تھے اور اکثر فتویٰ اور فیصلہ کرنے کا یا غلط کام کرنے والے کی تنبیہ کرنے کا کام مجلسوں میں ہی ہوا کرتا تھا۔)

تو اس طرح بنیادی مسائل میں وہ جس طرح سرکارِ دو عالم ﷺ کو عمل کرتے دیکھتے عمل کرتے جزئیات و فروعات پر بحث کرنے اور زیادہ تعمق و تدقیق کی ان کو فرصت اور ضرورت نہیں تھی کیونکہ ان کے سامنے جہاد اور دیگر مہمات عظیمہ کی وجہ سے سچ در سچ مسائل رہتے جس میں ان کی زندگی کے بیشتر اوقات صرف ہوتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ احکام شرعیہ ایک دفعہ میں ہی نازل نہیں ہوئے اور قواعد اصول فقہ بھی منزل من اللہ ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن سے اس اصول کا علم حاصل ہوا کہ متاخر متقدم کو منسوخ کر دیتا ہے اور مطلق کو مقید پر محمول کرنا مثلاً ”عق رقبة“ اور پھر ”رقبة مسؤمہ“ وغیرہ اور یہ کہ جب منفعت مضرت پر غالب ہو تو منفعت پر عمل ہوگا وغیرہ۔

مکہ میں تو صرف عقیدہ اور تثبیت عقیدہ کی تعلیمات اور ان کی توضیح تھی جبکہ مدینہ میں قواعد تشریع کی وضاحت کی گئی مکہ میں لوگ کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے بات سننا ہی ان کو گوارا نہیں تھی اس لئے وہاں صرف توحید و نماز والی آیات نازل ہوئیں تھیں کہ وہ سنیں۔ مگر قواعد اور نظام مدینہ میں ترتیب پائے مگر ان کا نام اصول فقہ نہیں رکھا گیا تھا۔

مضرت منفعت پر غالب ہونے کی وجہ سے شراب کی تدبیر حرامی حرمت :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

”وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَرِزْقًا حَسَنًا“^۱
(اور ہم تمہیں پلاتے ہیں) کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم اس سے میٹھا رس اور پاک رزق بناتے ہو۔)

پھر ارشاد فرمایا :

”فِيهِمَا اِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ“^۲
(ان دونوں (شراب، جوئے) میں بڑا گناہ ہے اور کچھ فائدہ بھی ہیں لوگوں کے لئے)

پھر ارشاد فرمایا :

”لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَانْتُمْ سَكَرًا“^۳
(اے ایمان والو! نہ قریب جاؤ نماز کے جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو)

اور پھر آخر میں ارشاد فرمایا :

”الْمَاءُ الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ“^۴ (الف)
(یہ شراب اور جو اور بت اور جوئے کے تیر سب ناپاک ہیں شیطان کی کارستانی ہیں)۔

امام ابو جعفر احمد الطبری نے اپنی کتاب ”الریاض النضرۃ فی مناقب العشرة“ میں ان آیات کے شان نزول سے متعلق جو بیان کیا ہے اس سے شراب خمر کی تدبیر حرامی حرمت کی کیفیت زیادہ واضح ہو جاتی ہے وہ فرماتے ہیں :

”ان عمر کان حربصا علی تحریم الخمر فكان یقول : اللهم بین لنا فی الخمر فانها تذهب المال والعقل ، فنزل قوله تعالیٰ : (یسالونک عن الخمر و المیسر) الاية ، فعدا رسول الله ﷺ عمر فتلاها علیه فلم یر فیها بیانا فقال : اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا ، فنزل :

(یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکران) الایۃ، فدعا رسول اللہ ﷺ عمر فتلاھا علیہ فلم یرفہا بیانا ثم قال: اللهم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا، فنزل: یا ایہا الذین امنوا انما الخمر والمیسر الایۃ، فدعا رسول اللہ ﷺ عمر فتلاھا علیہ فقال عمر عند ذلک: انتھینا ۱۔

(حضرت عمرؓ) تحریم خمر کے شدت سے متنبی تھے اور فرمایا کرتے اے اللہ شراب کے سلسلہ میں کچھ نازل فرمایا جو مال اور عقل دونوں کو برباد کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان ”یسالونک عن الخمر والمیسر“ الایہ کا نزول ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلایا اور اس آیت کی ان کے سامنے تلاوت کی مگر حضرت عمرؓ کو تسلی نہیں ہوئی اور فرمانے لگے: اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں شافی بیان نازل فرما تو اس پر آیت ”یا ایہا الذین امنوا لا تقربوا الصلوة وانتم سکران“ کا نزول ہوا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیت سنائی تو ان کو تسلی نہیں ہوئی اور فرمانے لگے اے اللہ ہمارے لئے شراب کے بارے میں شافی بیان نازل فرما تو اس پر آیت ”انما الخمر والمیسر“ الایہ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بلا کر یہ آیت سنائی تو انہوں نے فرمایا: بس اب یہ بیان ہمارے لئے کافی ہے)

قرآن کریم کے مطلق کو سرکارِ دو عالم ﷺ نے مقید فرمایا:

چور مرد اور عورت کے بارے میں جب اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا: ”والمسارق والمسارقة فاقطعوا ایدیہما“ ۲ اس آیت مبارکہ میں لفظ ”ید“ مطلق ہے جس کا اطلاق انگلیوں کے پورے سے بازو تک ہوتا ہے جیسے نوحہ یوسف میں صرف انگلیاں کاٹ لینے پر فرمایا گیا: ”وقطعن ایدیہن“ ۳ (اور ان عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے) اور سورۃ مائدہ میں فرمایا: ”وایدیکم الی المرافق“ ۴ اس میں کہنیوں تک پر ہاتھ کا اطلاق کیا گیا شاید سائل نے آیت سرقہ میں مطلق حکم کو دیکھ کر قطع ید کے وقت استفسار کیا ہوگا کہ وہ کہاں سے قطع کرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سارق کا ہاتھ گٹھوں سے کاٹنے کا حکم بیان کر کے قرآن کے مطلق کو مقید فرمادیا بہت سی میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ:

”انه کان یقطع السارق من المفصل“ ۵

(آپ ﷺ چور کا ہاتھ گٹھوں سے کاٹا کرتے تھے)

آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے صحابہ نے بھی اس تقید پر عمل کیا نافع نے ابن عمر سے روایت کیا کہ:

”ان النبی ﷺ وابابکر وعمر و عثمان کانوا یقطعون السارق من المفصل“ ۶

(حضور ﷺ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ و عثمانؓ چور کے ہاتھ گٹھوں سے کاٹا کرتے تھے)

اسی طرح آیت سرقہ میں واقع لفظ ”قطع“ کا اطلاق ہاتھ زخمی کر لینے پر بھی ہوتا ہے جیسے ”وقطعن ایدیہن“ کی وضاحت میں گزرا یہی وجہ تھی کہ بعض دوسرے مذاہب میں چور کے ہاتھ کو کاٹ کر الگ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ہتھیلی پر

۱۔ الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ابو جعفر احمد المحب الطبری ۱/۲۹۶ بیروت دار الکتب العلمیہ مستند

۲۔ المائدہ: ۶

۳۔ یوسف: ۳۱

۴۔ المائدہ: ۳۸

۵۔ اعلام السنن، تفسیر احمد عثمانی قحانوی ۱۱/۶۲۸، فضل فی کیفیۃ القطع، باب قطع سقیع الیمین من المفصل، اس باب میں اس بارے میں

مختلف طرق سے روایات جمع کی گئی ہیں۔ ۶۔ حوالہ سابق

ایک چیراگ دیا کرتے تھے اور اسی لئے قاضی کی عدالت میں جب کوئی گواہی دیتا تو وہ اپنی پتیلی پھیلا کر قسم کھاتا تاکہ سچ دیکھ لے کہ یہ سزا یافتہ تو نہیں ہے آپ ﷺ نے سارق کا ہاتھ گٹھوں سے بالکل جدا کر کے اس لفظ قطع میں پائے جانے والے دوسرے اطلاقات کو ختم کر دیا۔

قرآنی احکام میں عموم کی تخصیص :

جہاں سرور و عالم ﷺ نے عمومی احکام میں تخصیص یا استثناء کر دیا ان کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صرف حالت جنگ میں نماز قصر کرنے کی اجازت دی ارشاد بانی ہے : "فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة ان خفتن ان يفتكم الذين كفروا" (اگر تم کفار کے حملے کے خوف کی وجہ سے نماز قصر کر لو تو کوئی حرج نہیں) لیکن آپ ﷺ نے ہر سفر شرعی میں قصر کو واجب کر دیا خواہ حالت امن ہو یا جنگ۔
- ۲۔ قرآن مجید بیٹی، ازواج اور یتیم کے لئے ترکہ سے معین حصص کے ساتھ میراث کی ادائیگی کو فرض قرار دیا لیکن آپ نے اپنے ترکہ میں ورثاء کو حصص دینے سے منع فرمایا۔
- ۳۔ قرآن نے ہر نماز کے لئے الگ الگ وقت معین کئے ہیں ارشاد بانی ہے : "ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا" (ہر نماز (الگ الگ) وقت معین میں فرض کی گئی ہے) لیکن آپ ﷺ نے دوران حج عرفات میں ظہر کو عصر کے وقت میں اور مغرب کو عشاء کے وقت میں جمع کرنا فرض کیا۔
- ۴۔ قرآن کریم نے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی لازم کی ہے۔ ارشاد ہوا : "استشهدوا شہیدین من رجالکم فان لم یكونا رجلین فرجل وامرأتین" (دو مردوں کو گواہ بناؤ یا ایک مرد اور دو عورتوں کو) لیکن آپ ﷺ نے خزیمہ بن ثابت کی اکیلی تنہا گواہی کو کافی قرار دیا۔
- ۵۔ قرآن کریم نے ہر مسلمان مرد کو اپنی پسند کی چار عورتوں سے شادی کی اجازت دی اور فرمایا : "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربیع" مگر آپ نے حیات فاطمہ میں حضرت علی کو ابو جہل کی بڑائی کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دیا اور وجہ یہ بتائی کہ : "واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ و بنت عدو اللہ مکانا واحدا ابدا" (واللہ رسول اللہ کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی کا کبھی ایک مکان میں ایک ساتھ کبھی اجتماع نہیں ہو سکتا)۔

۱۔ النساء : ۱۰۱۔ صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا۔

۲۔ صحیح بخاری، امام بخاری کتاب الجہاد باب فرض الخمس۔

۳۔ صحیح بخاری، امام بخاری کتاب المناسک، باب الجمع بین الصلواتین بعرفۃ۔

۴۔ سنن ابی داؤد، ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق متوفی ۲۷۵ھ کتاب القضاء، باب اذا علم الحاکم صدق شہادۃ الواحد بحوزلہ ان یقتضی۔

۵۔ سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد کتاب النکاح باب ما یکرہ ان یجمع ینھن من النساء

۶۔ قرآن کریم نے وضو میں پیروں کے دھونے کو فرض قرار دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے: "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ"۔ لیکن حدیث نے پیروں کے دھونے کی جگہ موزوں پر مسح کو بھی جائز قرار دیا۔

۷۔ قرآن کریم نے حالت جنابت میں مسجد میں داخل ہونے سے بالعموم منع فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّى تَغْتَسِلُوا"۔ لیکن حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ملاوہ حضرت علی کو بھی حالت جنابت میں مسجد میں داخلے کی اجازت دی اور حضرت علی سے فرمایا: "يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لَكَ حُدُّنَ يَجْنِبُ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرِكَ"۔

بعض عمومی احکام میں تخصیص کی احادیث صحیحہ سے مثالیں:

- ۱۔ میت پر نوحہ کرنا منع ہے لیکن جب حضرت ام عطیہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ زمانہ جاہلیت میں آل فلاں نے نوحہ کرنے میں میری مدد کی تھی اب میرے لئے ان پر نوحہ کرنا ضروری ہے تو آپ ﷺ نے ان کو ان کے لئے نوحہ کرنے کی اجازت دے دی۔
- ۲۔ چھ ماہ کے بکرے کی قربانی بالعموم جائز نہیں لیکن آپ نے حضرت ابو بردہ بن نیازہ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دے دی۔
- ۳۔ مسجد نبوی میں کسی کے گھر کے (چھوٹے) دروازے کی اجازت نہیں لیکن حضرت ابو بکر صدیق کو دروازہ رکھنے کی اجازت دے دی۔
- ۴۔ حرم مکہ کے درختوں کو کاٹنا بالعموم منع ہے لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی درخواست پر رسول اللہ ﷺ نے اذخر کاٹنے کی اجازت دے دی۔
- ۵۔ ہر عورت کے شوہر کی وفات کے بعد چار ماہ دس دن سوگ کرنا لازم ہے لیکن حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عُمیس پر یہ سوگ معاف فرمایا۔
- ۶۔ مہر شرعی کا کم از کم دس درہم از قبیل مال ہونا ضروری ہے لیکن ایک صحابی کی ناداری کی وجہ سے صرف تعلیم قرآن کو مہر قرار دیا۔

۱۔ المعائدہ: ۶ ۲۔ صحیح بخاری۔ امام بخاری، کتب الوضوء، باب المسح علی الخفین ۳۔ النساء: ۴۳

۴۔ جامع ترمذی ابو یوسف محمد بن عیسیٰ بن سورہ متوفی ۲۷۹ھ، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب

۵۔ مسند امام احمد بن حنبل ۸۵/۵، بیروت کتب اسلامی ۱۳۹۸ھ۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز

۶۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الاضاحی، باب قول النبی لابی بردہ ضح بالجدع من المعزولین تجزی عن احد بعدک

۷۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب المناقب، باب قول النبی سدوا الابواب الاہاب ابی بکر

۸۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتاب العلم ۹۔ شرح الزرقانی علی المواہر، علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ ۱۳۵/۵

۱۰۔ سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی الترویج علی العمل یعمل بیروت دار المعرفہ طبع ثانی ۱۳۹۳ھ

- ۷۔ ایک صحابی و صحابیہ کا باہمی رضامندی سے بغیر کسی مہر کے نکاح فرمادیا۔^۱
 - ۸۔ روزہ کے کفارہ کو صدقہ کرنا واجب ہے لیکن ایک صحابی کے لئے ناداری کی وجہ سے روزہ کے کفارہ کو خود انہیں کے لئے کھانا جائز کر دیا۔^۲
 - ۹۔ دو سال کی عمر کے بعد دودھ پینے سے بالعموم رشتہ رضاعت ثابت نہیں ہوتا لیکن حضرت سالم کو بلوغت کے بعد جوانی میں سہلۃ بنت سہیل نامی ایک صحابیہ کا دودھ پینے کی اجازت دے دی اور حضرت سہلہ کو ان کی رضائی ماں بنادیا۔^۳
 - ۱۰۔ مردوں کے لئے ریشم بالعموم حرام فرمایا لیکن حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن کو خارش کی بنا پر ریشم پہننے کی اجازت دی۔^۴
 - ۱۱۔ مردوں کے لئے سونا بالعموم حرام کر دیا لیکن حضرت براء بن عازب کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دی۔^۵
 - ۱۲۔ بغیر جہاد کے کسی کو مال غنیمت سے حصہ نہیں ملتا لیکن حضرت عثمان کو حضرت رقیہ (آپ ﷺ کی صاحبزادی) کی تیمارداری میں مشغول رہنے کی بناء پر غزوہ بدر میں شرکت کے بغیر مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔^۶
 - ۱۳۔ قاضی کے لئے تحائف لینا بالعموم جائز نہیں لیکن حضرت معاذ بن جبل کو تحائف لینے کی اجازت دیدی۔^۷
 - ۱۴۔ رمی جمرات کے دوران منیٰ میں رات گزارنا ضروری ہے لیکن بنو عباس، بنو ہاشم کے ذمہ مزرم کا پانی پلانے کی خدمات تھیں اس لئے آپ نے انہیں ان ایام میں رات کو منیٰ سے جانے کی اجازت دے دی۔^۸
 - ۱۵۔ نکاح کے لئے کم از کم دس درہم مہر ضروری ہے لیکن حضرت ام سلیم کے لئے صرف ابو طلحہ کے اسلام کو مہر قرار دیا۔^۹
- الغرض یہ کہ بے شمار مثالیں ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ عموم میں تخصیص کا درس عہد رسالت مآب ﷺ سے ملتا ہے اور ان کے پیچھے کچھ نہ کچھ اصول کا فرما تھے جس سے دین کی جامعیت و وسعت اس میں پائی جانے والی چک اور مزاج کا اندازہ بھی ہوتا ہے رسالت مآب ﷺ کی قانون ساز شخصیت ہونے کے حوالے سے فقہاء کرام کے چند اقوال مندرجہ ذیل ہیں۔

علامہ شعرانی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں :

”إِنَّ لِلشَّارِعِ أَنْ يَبِيحَ مَا شَاءَ لِقَوْمٍ وَيَحْرِمَهُ عَلَى قَوْمٍ آخَرِينَ“^{۱۰}

(شارع ﷺ کے لئے یہ جائز ہے کہ کچھ لوگوں کے لئے کسی چیز کو جائز کر دیں اور دوسروں پر وہ چیز حرام فرمادیں)۔

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی التزويج على العمل بعمل

۲۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الصوم، باب اذ جاء فی رمضان ولم یکن له شئ فصدق علیه فلیکفر

۳۔ صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب الرضاع ۴۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب اللباس باب ما یبرخص للرجال من الحریر للحدی

۵۔ المصنف، ابوبکر بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، ۲۸۱/۸، کراچی ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ

۶۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عثمان بن عفان

۷۔ شرح الزرقانی علی المذہب، علامہ محمد عبدالہاق الرزق قانی متوفی ۱۱۲۳ھ، ۳۲۸/۵، بیروت دار المعرفۃ طبع جانی ۱۳۹۳ھ ۸۔ حوالہ سابق

۹۔ میزان الشریعۃ الکبریٰ، علامہ ابوالہب شعرانی شافعی متوفی ۹۷۳ھ، ۵۱۱/۷، مصر مصطفیٰ البابی الکلی ۱۳۵۹ھ

علامہ نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں :

”للشارع عليه السلام أن يخص من العموم ما شاء“^۱

(شارع علیہ السلام کے لئے جائز ہے کہ عمومی احکام میں جس چیز کو چاہیں خاص فرمائیں)۔

علامہ وشتانی مالکی (متوفی ۸۲۸ھ) اور علامہ سنوسی (متوفی ۸۹۵ھ) نے بھی امام نووی کے اس قول کو نقل کر کے اس پر اعتماد کیا ہے۔^۲

علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۲۵ھ) فرماتے ہیں :

”ان المرجع في الاحكام انما هو الى النبي صلى الله عليه وسلم وانه قد يخص بعض امته بحكم ويمنع غيره منه ولو كان بغير عذر“^۳

(احکام کا رجوع نبی کی ذات مقدسہ کی طرف ہوتا ہے۔ بعض اوقات آپ امت کے بعض افراد کو کسی حکم کے ساتھ خاص کر لیتے ہیں اور دوسروں کو اس حکم سے منع فرما دیتے ہیں خواہ عذر نہ ہو)۔

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں :

”عدالمتنا من خصائصه عليه الصلوة والسلام انه يخص من شاء بما شاء“^۴

(ہمارے ائمہ نے رسول اللہ کے خصائص سے اس چیز کو شمار کیا ہے کہ آپ جس شخص کو چاہیں جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرمادیں)۔

علامہ شوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) فرماتے ہیں :

”ان النبي مفوض في شرح الاحكام“^۵

(نبی ﷺ کی طرف احکام کی مشروعیت سپرد کر دی گئی ہے)۔

نواب صدیق حسن بھوپالی (متوفی ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں :

”ومذهب بعضه أنست كه احكام مفوض بود بونے صلى الله عليه وسلم هر چه خواهد و هر كه خواهد حلال و حرام گردانند... وبعضه گویند با جتهاد گفت و اول اصح و اظهر است“^۶

۱۔ شرح مسلم، علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، ۴/۳۰۳، کراچی، نور محمد صبح المطابع طبع ثانی ۱۳۷۵ھ

۲۔ اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، ۵/۳، بیروت دار الکتب العلمیہ، مکمل اکمال الاکمال، ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی متوفی ۸۹۵ھ، ۵/۳، بیروت دار الکتب العلمیہ سنہ ۱۳۰۷ھ فتح الباری شرح صحیح البخاری، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ۱۶/۱۰، کتاب الاضاحی، السعودیہ ادارت الحجوث العلمیہ والافتاء والدعوة والاشراف سنہ ۱۳۹۲ھ

۳۔ مرقات، ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ، ۲/۲۲۳، ملتان مکتبہ امدادیہ ۱۳۹۲ھ ۵۔ نیل الاوطار، شیخ محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، ۴/۶، مکتبہ الکلیات الازھریہ طبعہ جدیدہ ۱۳۹۸ھ ۶۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام، نواب صدیق حسن بھوپالی متوفی ۱۳۰۷ھ، ۱۵۱۳/۲، ۵۱۳، بھوپال مطبعہ شاہجہانی ۱۳۱۰ھ

(بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام حضور ﷺ کے سپرد ہیں جو چاہیں اور جس پر چاہیں حلال و حرام فرمادیں۔۔۔)
بعض کہتے ہیں کہ آپ اجتہاد سے کہتے تھے پہلا مذہب زیادہ صحیح اور زیادہ ظاہر ہے۔

فقہاء کے ان اقوال سے ثابت ہوتا ہے کہ احکام شریعت کو بیان کرنا ان کو مقرر کرنا ان کی تحلیل و تحریم اور عموماً شرعیہ میں احکام اور افراد کی تخصیص کرنا بھی منصب نبوت میں داخل تھا۔

اسلامی قانون کا شعوری ارتقاء :

کسی بھی قسم کی گفتگو سے پہلے یہاں یہ جان لینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی اسلامی قانون کے حوالے سے بات کی جاتی ہے تو تصور یہ ابھرتا ہے کہ شاید اسلام کی آمد کے ساتھ ہی عرب معاشرہ کے سارے رسم و رواج اور ان کے مرد و عورتوں پر صرف اس لئے پابندی لگا دی گئی کہ وہ قبل از اسلام کے تھے۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے اس کی وضاحت میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی قانون کے دو ارتقائی مراحل تھے قبل از بعثت اور بعد از بعثت پہلا مرحلہ غیر شعوری تھا جبکہ بعد از بعثت کا مرحلہ شعوری تھا اور یہ سوال کہ جب اسلام ہی نہیں تھا تو اسلامی قانون کی بات کیسے ممکن ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کوئی نیا قانونی نظام کسی معاشرہ میں ایک دم نہیں آجاتا بلکہ اس سوسائٹی کا پہلے سے جو قانون و رواج ہوتا ہے اس کو بنیاد بنا کر قانون سازی کی جاتی ہے اس کی اچھی باتوں کو اپنایا جاتا ہے۔ خراب کو یا تو بالکل ختم کر دیا جاتا ہے یا ان میں ترمیم کر کے کچھ کمی و بیشی کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے۔ اسلام نے بھی اپنی آمد کے بعد یہی کیا۔ قبل از اسلام کے ان رائج قوانین کو جو اسلامی روح (Sprit) کے خلاف و متصادم نہ تھے ان کو قبول کیا اور جو اسلامی روح کے خلاف تھے ان کو یا تو بالکل سرے سے ختم کر دیا یا انہیں کچھ ترمیم و اصلاح کے بعد کمی و بیشی کے ساتھ قبول کیا۔ اپنے اس موقف کی حمایت میں اشارۃً چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

چور کے ہاتھ کاٹنے کی سزا کو اسلام نے باقی رکھا اور اس کی توثیق میں آیت ”والمسارق والمسارقة فاقطعوا ايديهما“ نازل ہوئی۔ ”البيضة على المدعى اليمين على من انكر“ کے قاعدے کو تسلیم کرتے ہوئے باقی رکھا۔ خطیم میں کعبہ کی قسم کھانے کے عمل کو باقی رکھا جو آج تک ہوتا ہے۔ ادنی قبیلہ اگر اعلیٰ قبیلہ کا کوئی شخص مار دیتا تو اس کے بدلے میں دو افراد قصاص میں قتل کرتے اسلام نے اس کی اصلاح کی اور فرمایا۔ ”ان النفس بالنفس“ (ایک جان کے بدلے میں ایک جان) اسی طرح قاتل کے بدلے قصاص میں قاتل قبیلہ کے کسی بھی فرد مثلاً اس کے بھائی وغیرہ کو قتل کر دیا جاتا تھا اسلام نے اس میں یہ اصلاح کر دی کہ ”ولا تسزروا ذرة وزرا خوفاً“ اس کا مطلب ہے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا یعنی ہر شخص اپنے کئے کا خود ذمہ دار ہے۔

قبل از اسلام ہر شخص جائیداد کا مالک نہیں بن سکتا تھا، مگر اسلام نے ہر شخص کے لئے ملکیت کو ثابت کیا۔ ورثہ کا تصور تھا لیکن عورتوں اور بچوں کو اس حق سے محروم رکھا جاتا تھا اسلام نے سب کے حصے مقرر کر دیئے۔ وصیت کے ذریعے ساری جائیداد کسی کو بھی دینے کا اختیار تھا مگر اسلام نے اس کو محدود کر دیا اور صرف ۱/۳ تک کے لئے اس کو درست قرار دیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ وارث کے حق میں وصیت نہیں یعنی وہ بلا وصیت اپنے اپنے حصوں کے حقدار ہیں، ورنہ سب کی صورت میں مہر ادا نہیں کرتے اسلام نے اس کو مہر کی ادائیگی کے فرض کے ساتھ جائز سمجھا۔

خرید و فروخت کی بعض صورتیں جنہیں اسلام نے باقی رکھا۔ بیع مقایضہ (BARTER SYSTEM) اور بیع صرف (EXCHANGE OF MONEY) وغیرہ کو باقی تسلیم کیا۔ بیع سلم جو بیع کی اسلام میں ایک استثنائی صورت ہے قبل از اسلام عرب معاشرہ میں رائج تھی۔ اسلام نے اس کو باقی رکھا۔ بیع سلم کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عام قاعدہ کے مطابق معدوم کی بیع ناجائز ہوتی ہے لیکن بعض معاملات مثلاً جو تانبہ بنوانے، فرنیچر بنوانے وغیرہ میں اس کی اجازت ہے کہ چیز موجود نہیں اور دیکھی بھی نہیں مگر اس کی قیمت مقرر کر لینا اور پھر خرید و فروخت کر دینا۔

تو اس طرح ان چند مثالوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے اس وقت کے مروجہ قوانین و رسم و رواج کو صرف اس لئے کہ وہ پہلے کے تھے مسترد نہیں کیا بلکہ ان کو اصولوں کی کسوٹی میں پرکھا اور جانچا ان میں سے جو اسلامی روح سے متصادم و متضاد تھے ان کو مسترد کیا جو اس کے موافق تھے ان کو قبول کیا کہیں ترمیم و اصلاح کے بعد ان کو قبول کیا۔ ان سب باتوں سے اسلام کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے کہ ہر شئی ایک نظام و اصول سے مربوط ہے۔

مدنی دور میں قانون سازی : حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد سے اسلامی قانون سازی کے ایک شعوری ارتقاء کا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے اور اس کا باقاعدہ آغاز مکہ المکرمہ سے مدینہ المنورہ ہجرت کے سفر سے ہوتا ہے۔ ۲۳ تا ۱۱ھ، میں جب مدینہ المنورہ کو پہلی اسلامی ریاست بننے کا شرف حاصل ہو گیا تو یہیں اسلامی قانون کی بنیاد پڑی۔ قانونی مسائل سے متعلق آیات کا نزول ہوا اور اس زمانہ کی احادیث مبارکہ سے قانونی مسائل کا احاطہ ہوتا ہے۔ جب بھی سوالات ہوتے تو اس کی ایک صورت یہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ جبریل آپ کو تعلیم مل جاتی مثلاً ”یسئلونک عن الخمر، یسئلونک عن الیتماھی“ وغیرہ اور جن کے سوالات نہیں کئے۔ مثلاً ”تحاور کما“ ان کے بھی جوابات دیتے۔ جبریل امین نے اسی لئے آپ ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن کا دور بھی کیا۔

اصول فقہ کے ضوابط اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بواسطہ جبریل تعلیم فرمائے اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ ضوابط تعلیم فرمادیے اور پھر ان سے منتقل ہوتے ہوئے سلسلہ بہ سلسلہ ہم تک پہنچے۔ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ صحابہ کرام سارا دن تو آپ ﷺ کے پاس نہیں بیٹھے رہتے تھے اور بعض بہت دور دراز سے آکر مسلمان ہوتے تو آپ ﷺ ان کو ضوابط قواعد و اصول تعلیم فرمادیا کرتے جن کی مدد سے وہ رہنمائی حاصل کرتے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی اور آپ ﷺ سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس کی اجازت دی اور آپ کی حیات مبارکہ میں صحابہ کرام نے اجتہاد کیا ان کے اجتہاد کے روئیداد آپ ﷺ کے سامنے پیش بھی ہوئیں آپ نے ان کو سنا اور پسند بھی کیا اور اجتہاد بغیر آلات اجتہاد یعنی اصول کے نہیں ہو سکتا امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) نے اپنی کتاب ”المنخول“ میں فرمایا۔ ”ولا یلدن اصول الفقہ فلا استقلال للنظر دونہ“ (اور اصول فقہ کا جاننا ضروری ہے کہ بغیر اس کے اجتہاد ممکن نہیں ہے)۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا ہوئی :

اہل علم کے نزدیک یہی راجح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا ہوئی۔ اسی لئے بعض قضایا میں آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا اور پھر اس سلسلہ کو صحابہ تک منتقل فرمادیا۔ علامہ امجدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے اسی سیاق میں فرمایا :

”وشاروهم فی الامر والمشاورة انما تكون فیما یحکم فیہ بطریق الاجتهاد، لا فیما یحکم فیہ بطریق الوحی، وروی الشعیب أن کان رسول الله یقضى القضية وینزل بعد ذلك بغير ما کان قضی به، فیتروک ما قضی له علی حاله، ویستقبل ما نزل به القرآن“ ۱

(وشاروهم فی الامر: مشاورت اس میں ہوتی ہے جس میں اجتہاد کے ذریعہ سے حکم لگایا جاتا ہے اور جس بارے میں وحی ہو اس میں اجتہاد نہیں ہوتا اور شخصی نے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نزاعات کے فیصلے فرماتے ہیں اور بعد میں اس فیصلے کے خلاف وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ اپنے فیصلے پر قائم رہتے اور مستقبل میں اس وحی کی روشنی میں فیصلہ فرماتے)۔

آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں ان سے اجتہاد کا وقوع ہوا :

چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں اجتہاد فرمایا۔
۱۔ نوہجری میں پیش آنے والے غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور جہاد میں شرکت نہ کرنے کا عذر بیان کیا تو اس موقع اللہ تعالیٰ نے ”عفا الله عنک لم اذنت لهم حتی یتبین لک الذین صدقوا وتعلم الکاذبین“ ۲ (درگزر فرمایا اللہ نے تجھ سے) (لیکن) کیوں آپ نے اجازت دی تھی انہیں یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے آپ پر وہ لوگ جنہوں نے سچ کہا اور آپ جان لیتے جھوٹوں کو)۔
امام عبداللہ بن احمد نسفی حنفی (متوفی ۱۰۷۵ھ) نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا :

وفیه دلیل جواز الاجتهاد للانبياء علیہم السلام لانه علیہ السلام انما فعل ذلك بالاجتهاد ۳

(اور اس میں انبیاء علیہم السلام کا اجتہاد کے جواز کی دلیل ہے کیونکہ انہوں نے یہ اجتہاد کے ذریعہ کیا تھا۔)

۲۔ صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے اس بارے میں مختلف آراء تھیں بعض کی رائے تھی کہ ان قیدیوں کو فدیہ (زر) لے کر رہا کر دیا جائے جس کو قبول کر لیا گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :

”ماکان لنبی أن یكون له اسرى حتی یشخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرة واللہ عزیز حکیم لو لا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً“ ۴

(نبی کے زمین میں قلبہ حاصل کر لینے تک جنگی قیدی اپنے پاس رکھنا مناسب نہیں ہے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ (تمہارے لئے) آخرت چاہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور دانا ہے۔ اگر پہلے سے حکم الہی نہ ہوتا (کہ خطاء اجتہادی معاف ہے) تو ضرور بڑی پیچیدگی بعد اس کے جو تم نے لیا ہے سو کھاؤ جو تم نے حلال (اور) پاکیزہ غنیمت حاصل کی ہے

۱۔ آل عمران : ۱۵۹
۲۔ تفسیر المدارک المسمی بدارک المتزیل وحقائق التاویل، عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ/۱۲۵۰ء
۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین الابدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ/۱۲۴۰ء، بیروت دار الفکر ۱۳۷۱ھ/۱۹۹۶ء
۴۔ صحیح مسلم، نام مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب ربط الاسیر وحسبہ وجواز المن علیہ بالانفال: ۶۷-۶۹

ملا جیون حنفی (متوفی ۱۱۳۰ھ) نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا :

”انما وقع هذه المصلحة منكم بسبب اجتihadكم ورايكم..... وحكمه أنه لا يعذب احدا بالعمل بالا اجتihad“^۱

(اے نبی ﷺ) ”یہ جو مصلحت تمہارے اجتihad اور رائے کے سبب سے واقع ہوئی..... اور اس کا حکم یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اجتihad سے کام لیا گیا ہے اس لئے کسی کو بھی سزاوار نہیں ٹھرایا جائے گا۔“

اس کے بعد ملا جیون اس سے نکلے والے شمرہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

”فعللم من هذا جواز الاجتihad فيكون حجة على منكري القياس“^۲

(اس سے اجتihad کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ بات منکرین قیاس کے لئے ایک واضح دلیل ہے)

امام نسفی (متوفی ۱۰۷۵ھ) اس آیت کی تفسیر میں سیاق و سباق سے وضاحت کے بعد فرماتے ہیں :

”وفيما ذكر من الاستشارة دلالة على جواز الاجتihad فيكون حجة على منكري القياس“^۳

(اور اس آیت میں جو مشاورت کا ذکر کیا گیا ہے اجتihad کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور یہ بات منکرین قیاس کے لئے حجت ہے)

امام ابو جعفر احمد الطبرسی نے اس واقعہ کو مختلف طرق سے بیان کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ :

”وفي هذه الاحاديث دليل على انه ﷺ كان يحكم باجتihad“^۴

(اور ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ حضور ﷺ اپنے اجتihad کے ذریعے سے فیصلے فرمایا کرتے تھے)

۳۔ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن مکہ کی شان بیان فرماتے ہوئے سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا :

”حرم الله مكة لم تحل لاحد قبلي ولا تحل لاحد بعدي احلت لي ساعة من نهار لا يختلي خلاها ولا يعصد شجرها ولا ينفر صيدها ولا تلتقط لقطها الا للمعروف فقال العباس الا الاذخر لصاغتنا وقبورنا فقال الا الاذخر“^۵

(اللہ نے مکہ کی سرزمین پر دوسروں کے غلبے کو حرام فرمایا مجھ سے قبل اور بعد کسی کے لئے حلال نہیں میرے لئے اس گھڑی میں حال کروئی گئی کوئی اس کی زمین پر قبضہ نہ کرے اور نہ کوئی اس کے درخت کو کاٹے اور نہ کوئی اس کے شکار کو بچائے اور نہ کوئی اس کی پڑی چیز اٹھائے مگر یہ کہ اعلان کرنے والا حضرت عباس نے عرض کیا : اے اذخر کے جو ہمارے جانوروں اور قبور کے لئے ہے تو آپ نے اذخر کا اکتفا فرمایا)

۱۔ التفسیرات الاحمدیہ، ملا جیون حنفی متوفی ۱۱۳۰ھ ص ۳۳۵

۲۔ حوالہ سابق ص ۳۳۶

۳۔ تفسیر المدارک المسمی بدارک الترمذی وحقائق التاویل عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی حنفی متوفی ۷۰۱ھ/۶۰۰، کراچی قدیمی کتب خانہ سندھ

۴۔ اریاض الصغریٰ فی مناقب الشیخ ابو جعفر احمد الطبرسی ۲/۲۹۰، بیروت دارالکتب العلمیہ سندھ

۵۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب کتابہ العلم، کتاب الجنائز، باب الاذخر والخشیش فی القبر، کتاب النساک باب فضل مکہ وبنیاء، کتاب البیاء باب ما قبل فی الصواع، (الفاظ کے اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم، کتاب الحج باب تحریم مکہ تحریم صیدھا.....) (اس میں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ حدیث مذکور ہے)

علامہ آدمی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا :

”ومعلوم ان الوحی لم ينزل عليه في تلك الحالة. فكانت الاستثناء بالاستثناء“^۱

(جاننا چاہئے کہ حضور ﷺ کا یہ استثناء فرمانا اجتہاد کے ذریعہ تھا کیونکہ اس وقت وحی کا نزول نہیں ہوا تھا)

۴۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا :

”قال اتی رجل النبی ﷺ فقال له: ان اختی نذرت ان تحج وانها ماتت فقال النبی ﷺ لو كان

عليها دين اكنت قاضيه قال نعم قال فاقض الله فهو احق بالقضاء“^۲

(ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذرمانی تھی لیکن وہ وفات

پائی ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا : اگر اس کے اوپر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتے؟ عرض کی ہاں۔ فرمایا : تو اسے بھی

ادا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ادا کرتی ہے اور اس کا زیادہ مستحق ہے۔)

اس حدیث مبارک سے بھی اجتہاد کے وقوع کا پتہ چلتا ہے۔ آپ نے اس میں دلیل اور اصول بیان فرما کر ذہن

میں آنے والے شکوک و شبہات کو بھی دور فرما دیا اور طریقہ اجتہاد اعلیٰ فرما دیا۔

۵۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا کہ لوگوں نے عرض کیا :

”يا رسول الله، ذهب اهل الدثور بالاجور، يصلون كما نصلي ويصومون كما نصوم

ويتصدقون بفضول اموالهم، قال اوليس قد جعل الله لكم ما تصدقون به؟ ان بكل تسبيحة

صدقة، وكل تكبيرة صدقة، وكل تحميلة صدقة، وكل تهليل صدقة، وامر بعمره وف

صدقة، ونهى عن منكر صدقة، وفي بضع احدكم صدقة، قالوا يا رسول الله آياتي احدنا شهوته

ويكون له فيها اجر؟ قال ارايت لو وضعها في حرام لما كان عليه وزر؟ فكذلك اذا وضعها في

الحلال كان له اجر“^۳

(یا رسول اللہ مالہ از زیادہ اجر لے گئے وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور ہماری طرح روزہ رکھتے ہیں اور اپنے کثیر مال

سے صدقہ کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں کرمی ہے وہ جن سے تم صدقہ کرتے ہو؟ بیشک ہر تسبیح

صدقہ ہے، اور ہر تکبیر صدقہ ہے، اور ہر تحمیل صدقہ ہے، اور امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر

صدقہ ہے اور تمہارا مباشرت کرنا صدقہ ہے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا کسی کو شہوت آئے تو اس کی تکمیل

میں اس کے لئے اجر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ اگر کوئی اس حالت میں حرام کر دیتے تو کیا اس پر گناہ نہیں ہوگا؟

تو اس طرح اگر اس نے حلال طریقہ اختیار کیا تو اس میں اس کے لئے اجر ہے)

۶۔ ابو داؤد نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا :

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، الادبی ۳/۳۱۲، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ

۲۔ صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الایمان والذکر، باب من مات وعليه نذر

۳۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن قیم جوزی، منہجی متوفی ۷۵۱ھ/۳۳۰، بیروت دار الفکر الطبعة الثانیہ ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

”ہششت یوما فقبلت وانا صائم ، فالتب النبی ﷺ فقالت : صنعت الیوم امر عظیماً فقبلت وانا صائم فقال رسول اللہ ﷺ ارایت لو مضمضت من الماء وانت صائم ؟ قلت لا باس قال فمدا“ (ایک دن میں خوش ہوا میں نے اس حالت میں بوسہ لیا کہ میں روزہ دار تھا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آج میں نے ایک بڑا کام انجام دیا میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا حضور ﷺ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ اگر تم روزہ کی حالت میں کئی کر دو تو کیا ہوگا ؟ اس نے عرض کیا کوئی حرج نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ہنس یہاں بھی کوئی بات نہیں) امام بخاری نے اپنی تصحیح میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ :

”ان رجلا اتی النبی ﷺ فقال : یا رسول اللہ ولد لی غلام اسود ، فقال هل لک من ابل ؟ قال نعم ، قال ما الوانہا ؟ قال - قال هل فیہا من اورو ؟ قال نعم ؟ قال فالی ذلک ؟ قال نعمہ لہ عرق ، قال : فلعل ابنک هذا نزعہ عرق“

(ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ میرے گھر کا لالہ سیاہ لڑکا پیدا ہوا ہے فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں ؟ جواب : ہاں۔ ہاں فرمایا کہ ان کے رنگ کیا ہیں عرض گزار ہوا کہ دوسرے رنگ کے ہیں دریافت فرمایا کہ کیا ان میں سے کوئی سیہ بی مکمل بھی ہیں۔ جواب : ہاں فرمایا یہ کہاں سے ہوا ؟ عرض کی شاید کسی رنگ نے اسے کھینچا ہو فرمایا : شاید تمہارے بیٹے کو بھی کسی رنگ نے اسی طرح کھینچا ہو)

ان واقعات سے جہاں آپ ﷺ کے اجتہاد و فرمانے پر ولایت ہوتی ہے وہاں یہ بھی احتمال رہتا ہے کہ آپ ﷺ کو بذریعہ وحی حکم سے مطلع فرما دیا جاتا ہو۔ مگر اجتہاد و قیاس پر اس وقت سہراحت ہو جاتی ہے جب آپ مسائل سے فرماتے ہیں کہ فلاں حکم کی تفسیر فلاں پر قیاس کر لو اور عقل سلیم اس بات کا اقتضا کرتی تھی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ قیاس و اجتہاد کے ذریعہ سے بھی حکم تک تو صل فرماتے تھے اور قیاس حکم تک رسائی حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے جب کہ وہ شرط صحیحہ کے ساتھ کیا جائے۔

صحابہ کرام کو آپ ﷺ کی طرف سے اجتہاد کی اجازت و تعلیم اور اس کا وقوع :

سرور کونین ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں صحابہ کرام کو اجتہاد کی اجازت اور تعلیم عطا فرمائی اور ان کی تربیت فرمائی اور آپ کی حیات طیبہ میں صحابہ کرام سے اجتہاد کا وقوع بھی ہوا اور آپ تک اس کی اطلاع بھی پہنچی۔ مسائل کی تحقیق و اسلوب میں آپ ﷺ کی مشہور احادیث میں سے ایک حدیث معاذ ہے جس کو ترمذی کے علاوہ ابوداؤد اور امام احمد وغیرہ نے بھی روایت کیا۔ اسلامی قانون کے ماخذ و مصادر کے سلسلے میں جو احادیث آتی ہیں ان میں سے یہ اہم ترین ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا منصب قضا سپرد کرتے وقت تعلیم ارشاد فرمایا :

(۱) ”کیف نقضی اذا عرض لک قضاء ؟ قال اقضی بکتاب اللہ فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فسنۃ رسول اللہ قال اجتہد رای ولا الو (ای)

۱۔ سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب الصیام باب التعلیم للناسم صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الطلاق، باب اذا عرض فی الولد صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب اللعان، کتاب الاقسام باب من شہداً معلوماً باصل یبین قد تبین اللہ حکمھا لیسئل المسائل

اقصر فی اجتہادی ، فضرر رسول اللہ علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ
لما برضی رسول اللہ۔

(اگر تمہارے سامنے کوئی حل طلب مسئلہ پیش ہو تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا اللہ کی کتاب سے۔
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اگر تمہیں کتاب اللہ میں ملے تو عرض کیا پھر سنت رسول سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تمہیں سنت
رسول میں بھی نہ ملے تو عرض کیا پھر اپنی رائے سے اجتہاد کرو گے اور اس میں کوئی کمی نہیں اٹھا رکھوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے
ان کے سینہ پر دست انداز کیا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق عطا فرمائی
جس سے اس کا رسول خوش ہوتا ہے۔)

حدیث مبارکہ کی روشنی میں نکلنے والے نتائج :

ہر علمی و دینی مسئلہ کا حل سب سے پہلے کتاب اللہ میں تلاش کیا جائے۔ اگر پوری صلاحیت سے تلاش کے باوجود
بھی کوئی حکم میسر نہ آ سکے تو پھر سنت رسول اللہ ﷺ میں تلاش کیا جائے۔ اگر حل باوجود تلاش کے سنت رسول میں بھی نہ مل
سکے تو پھر کتاب و سنت کی روشنی میں اجتہاد کیا جائے۔ بہ الفاظ دیگر اجتہاد کی گنجائش صرف ان معاملات میں ہے جس میں
کتاب و سنت خاموش ہیں۔

حدیث معاذ میں سنت کے بعد اجماع کے ذکر نہ ہونے کی وجہ :

اس حدیث میں سنت کے بعد اجماع امت کا ذکر نہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی ﷺ کی موجودگی میں اجماع منعقد نہیں
ہو سکتا تھا۔ اجماع صرف اسی صورت میں ماخذ قانون ہے جب نبی ﷺ موجود نہ ہوں۔

حدیث معاذ کے الفاظ ”فان لم تجد“ سے قرآن کے ناکافی ہونے پر استدلال اور اس کا جواب :

سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارشاد ”فان لم تجد“ (اگر تم نہ پاؤ) سے قرآن و حدیث کے ناکافی ہونے پر استدلال کرنا
درست نہیں۔ کیونکہ حدیث میں فان لم یکن (اگر نہ ہو) نہیں ہے اور قرآن میں اپنی کوشش کے باوجود کوئی شئی تلاش نہ
کر سکنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ قرآن میں نہیں ہے۔ ”الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی“
(آج میں نے تم پر دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں) آیت مبارکہ اس بارے میں واضح ہے کہ قرآن
کامل و کافی ہے۔ لیکن کوئی مسئلہ انسانی ذہن کسی وقت استنباط نہ کر سکے تو اجتہاد کرے اس کو قرآن کے نامکمل ہونے سے
تعبیر نہیں کیا جاسکتا اور دوسری بات یہ ہے کہ ”الیوم اکملت“ الخ والی آیت میں قرآن حدیث و اجتہاد تینوں
شامل ہیں کیونکہ قرآن میں ہے : ”من یطع الرسول فقد اطاع اللہ“ (جس نے رسول کی اطاعت کی اس
نے اللہ کی اطاعت کی اور رسول ﷺ کی تعلیم ہے کہ قرآن میں نہ ملے تو سنت رسول ﷺ میں تلاش کرو اور یہاں بھی نہ
مل سکے تو اجتہاد کرو)۔

(۲) اسی طرح خاتم الانبیاء نے ایک اور موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود کو اسلوب تحقیق تعلیم فرمائے اور فرمایا :

”افض بالکتاب والسنة اذا وجدتهما فان لم تجد الحكم فيهما اجتهد رأيك“^۱
(جب تم قرآن و سنت میں کوئی حکم پاؤ تو اس کے مطابق فتویٰ دو مگر جب کوئی حکم ان دونوں میں نہ پاؤ تو اپنی رائے سے اجتہاد کرو)

(۳) حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے دریافت کیا :

”الا مریزل بنالم یزل فیہ قرآن ولم تمض فیہ سنة قال : اجمعوا العالمین من المؤمنین فاجعلوه شوری بینکم ولا تقضوا فیہ برای واحد“^۲

(اگر ہمیں کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جس پر قرآن میں کوئی حکم موجود نہ ہو اور نہ ہی آپ کی کوئی سنت معلوم ہو؟) تو ہم کیا کریں (حضور ﷺ نے فرمایا ایسی حالت میں مومنوں میں سے اہل علم کو جمع کروان کے مابین مشاورت کرو اور کسی ایک شخص کی ذاتی رائے پر فیصلہ نہ کرو)

(۴) صحیح مسلم و ابن ماجہ وغیرہ میں عمر و ابن العاص سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا :

”اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم اصاب فله اجران ، و اذا حکم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر“^۳
(حاکم نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور درست کیا تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر غلط فیصلہ کیا تو ایک اجر ملتا ہے) اور یہ فرمان آپ ﷺ اور بعد کے زمانے کے لئے عام ہے۔

(۵) صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ :

”نزل اهل قریظة علی حکم سعد بن معاذ ، فارسل النبی ﷺ الی سعد فاتی علی حمار ، فلما دنا من المسجد قال للائصار : قوموا الی سیدکم او خیرکم ، فقال : هؤلاء نزلوا علی حکمک فقال : تقتل مقاتلہم وتسی فرارہم ، قال قضیت بحکم اللہ ، وربما قال بحکم السلک“^۴

(بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے فیصلہ پر قلعہ سے نکل آئے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد کو بلوایا وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آپ کے پاس آئے جب وہ مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے انصار سے کہا اپنے سردار یا اپنے افضل شخص کی طرف کھڑے ہو جاؤ پھر فرمایا : یہ لوگ تمہارے فیصلے پر قلعہ سے نکلے ہیں حضرت سعد بن معاذ نے کہا ان میں سے جو لوگ لڑائی کے قابل ہیں ان کو قتل کرو تب کے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو قید کر لیجئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور کبھی کہا تم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا)۔

۱۔ فہمہ التشریع فی الاسلام، مہجی محمد سانی ص ۱۳۶ بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء

۲۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن قیم جوزی، ج ۱ ص ۵۷۱/۲، بیروت دار الفکر ۱۳۹۷ھ

۳۔ سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، ابواب الاحکام، باب الحاکم یجتہد فیصیب الحق، صحیح مسلم، نام مسلم، کتاب الاقضیۃ باب لیان اجر الحاکم اذا اجتہدوا اصابوا و اخطا

۴۔ صحیح مسلم، نام مسلم، کتاب الجہاد والسیور، باب جواز القتال من نقض العہد و جواز انزال اهل الحصن علی حکم حاکم عدل اهل لحکم

(۶) غزوہ احزاب کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا :

”لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ“
(دیار بنی قریظ سے پہلے کوئی نماز عصر ادا نہ کرے)

اور راستے میں جب عصر کا وقت آگیا تو بعض صحابہ نے کہا کہ دیار بنی قریظ سے پہلے ہم نماز نہیں پڑھ سکتے اور کچھ صحابہ نے کہا کہ ہم تو پڑھ لیں گے۔ آپ ﷺ کے سامنے جب اس کا ذکر آیا تو دونوں فریق میں سے کسی سے بھی آپ ﷺ نے باز پرس اور تنبیہ نہ فرمائی۔

اس حدیث کی روشنی میں نکلنے والے نتائج :

اداء عصر کے لئے صحابہ کرام کے موقف الگ الگ تھے ایک فریق نے ظاہر لفظ اور باصطلاح احناف ”عبارة النص“ پر عمل کیا اور دوسرے فریق نے نص کے مخصوص معنی کا استنباط کیا اور رسول کریم ﷺ نے دونوں کو درست قرار دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں موقف صحیح ہیں اور ظاہر نص پر عمل کے علاوہ مضبوط دلائل کے ساتھ معافی و مغفیم کا استنباط کر جاسکتا ہے بشرطیکہ صحیح علم اور مطلوبہ صلاحیت پائی جائے۔ فریق ثانی نے اس حکم سے یہ سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصود صرف تیز رفتاری اور عجلت ہے اس لئے انہوں نے دیار بنی قریظ پہنچنے سے پہلے نماز عصر پڑھنے کو جب کہ وہ سبب تاخیر نہ ہو، عمر رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہیں سمجھا۔

شیخ ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) اور شیخ ابن قیم (متوفی ۷۵۱ھ) نے لکھا کہ فقہاء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ کس فریق کا عمل زیادہ صحیح اور بہتر تھا کسی نے کہا کہ افضل فریق وہ ہے جس نے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور رسول اکرم ﷺ کے اس حکم کی بجا آوری میں سبقت حاصل کر لی کہ نماز اپنے وقت پر پڑھو اور کسی نے کہا کہ افضل وہ ہے کہ جس نے دیار بنی قریظ جلد پہنچنے کے لئے نماز موخر کر دی۔^۱

مگر ہماری رائے یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے کسی فریق کے عمل پر اظہار ناراضگی نہیں فرمایا اور آپ کے سامنے ہی دونوں کے صحیح ہونے کا فیصلہ بھی ہو گیا تو اس معاملہ میں زیادہ غور و خوض بحث و مباحثہ مناسب نہیں ہے۔

(۷) حضرت سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا :

”خرج رجالان فی سفر، فحضرت الصلاة وليس معهما ماء، فتيمنا صعيداً طيباً فصليا، ثم وجدا الماء في الوقت، فاعاد احدهما الوضوء والصلاة، ولم يعد الآخر، ثم اتيا رسول الله صلى الله عليه وسلم فذكر اذلك له، فقال للذي لم يعد: اصب السنة. اى الشريعة الواجبة. واجزاك صلاحك، وقال للذي توضا واعاد: لك الاجر مرتين.“^۲

۱۔ صحیح البخاری، امام بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی لاحزاب

۲۔ اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی ضلی متوفی ۷۵۱ھ / ۳۰۳ھ وابعدها، بیروت دار الفکر ۱۳۹۷ھ، رفع الملام عن ائمة الاعلام، ابن قیمہ متوفی ۷۵۱ھ ص ۲۵، مطبعہ السنۃ الحمدیہ ۱۳۷۸ھ

۳۔ سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب المتیمم یجد الماء بعد ما یصلی فی الوقت

(دو آدمی سفر پر نکلے راستے میں نماز کا وقت ہو گیا ان کے پاس پانی نہیں تھا تو دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر نماز کے وقت میں انہیں پانی مل گیا ان میں سے ایک نے پانی سے دو بار وضو کیا اور نماز دہرائی جبکہ دوسرے نے ایسا نہیں کیا جب وہ دونوں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے اعادہ نہ کرنے والے صحابی سے مخاطب ہو کر فرمایا تم نے سنت کو پورا کیا یعنی واجب کی ادائیگی میں جلدی کی اور تمہاری نماز درست ہے اور جنہوں نے اعادہ کیا تھا ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تمہارے لئے دوا جریں)

(۸) امام احمد نے حش بن محتر سے اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا :

”بعثنی رسول اللہ ﷺ الی الیمن ، فانتہینا الی قوم قد بنوا زبیا للاسد ، فیینماہم کذلک یندافعون اذ سقط رجل فتعلق بآخر ، ثم تعلق الرجل باخر حتی صاروا فیہا اربعة ، فبحر حہم الاسد فانتدب لہ رجل بحریۃ فقتلہ ، و ماتوا من جراحہم کلہم ، فقام اولیاء الاول الی اولیاء الاخر فاخرجوا السلاح لیقتلوا فاتاہم علی رضوان اللہ علیہ علی تفیئة ذلک ، فقال : یریدون ان یقتلوا و رسول اللہ ﷺ حی ؟ انی اقضی بینکم قضاء ان رضیتم بہ فهو القضاء ، ولا حجز بعضکم عن بعض حتی تاتوا النبی ﷺ فیکون هو الذی یقضی بینکم ، فمن عدا بعد ذلک فلا حق لہ ، اجمعوا من قبائل الذین حفروا البریع الدیۃ وثلث الدیۃ و نصف الدیۃ والدیۃ کاملۃ ، فللاول ربع الدیۃ لانه ہلک من فوقہ ثلاثۃ ، وللثانی ثلث الدیۃ ، وللثالث نصف الدیۃ ، وللرابع الدیۃ کاملۃ ، فابوا ان یرضوا ، فاتوا النبی ﷺ وهو عند مقام ابراہیم ، فاقصوا علیہ القصۃ ، فقال : انا اقضی بینکم ، واحتبی فقال رجل من القوم : ان علیا قضی فینا فقصوا علیہ القصۃ فاجاز رسول اللہ ﷺ لہ

(حضور ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا ہم اس قوم کی طرف پہنچ گئے کہ انہوں نے شیر کے شکار کے لئے گڑھا کھودا تھا اس حالت میں کہ وہ لڑائی کر رہے تھے ان میں سے ایک گرا ، گرنے والے ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا پھر دوسرے گرنے والے نے تیسرا پکڑا یہاں تک کہ چار ہو گئے اور چاروں کو شیر نے زخمی کر دیا پھر کسی سے کہہ قتل مگلا کر اسے قتل کر ڈالا چاروں زخموں کی وجہ سے مر گئے تو پہلے کے دو دوسرے کے دو ٹٹا کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ان کو قتل کرنے کے لئے اسلحے نکال لئے تو حضرت علی رضوان اللہ علیہ اجمعین آپ پہنچے اور کہا تم لوگ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں لڑائی جھگڑے کا ارادہ رکھتے ہو اس معاملے میں میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا اگر تم رضی ہو تو قبول کر لینا اور اگر تم میں سے کسی کو یہ فیصلہ منظور نہ ہو تو حضور ﷺ کے پاس چلا جائے تو وہ فیصلہ فرمائیں اور جو اس کے بعد بھی فیصلہ نہیں مانے گا تو یہ بات ٹھیک نہیں ہوگی آپ نے فرمایا وہ قبائل جنہوں نے یہ کنواں کھودا تھا ان سے ربح دیت اور ثلث دیت اور نصف دیت اور کامل دیت تو پہلے کے لئے ربح دیت ہے کیونکہ وہ تین کی وجہ سے ہلاک ہوا اور دوسرے کے لئے ثلث دیت ہے اور تیسرے کے لئے نصف دیت ہے اور چوتھے کے لئے کامل دیت ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ ماننے سے انکار کیا اور حضور ﷺ کے پاس آ گئے وہ مقام ابراہیم پر تھے ان کے سامنے پورا واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں قوم کے ایک آدمی نے حضرت علی کے فیصلے کے قہر کو بیان کیا تو حضور ﷺ نے اس کی تائید فرمائی)

(۹) حضرت عمر بن العاصؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا :

”احتلمت فی ليلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفت ان اغتسل فاهلك فتمت ثم صليت باصحابی الصبح فذكروا اذلك لرسول الله ﷺ فقال يا عمر وصليت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذي مني من الاغتسال وقلت اني سمعت الله يقول ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيماً فضحك رسول الله ﷺ ولم يقل شيئاً“۔

(غزوہ ذات السلاسل کے موقع پر ایک سردرات میں مجھے احتلام ہوا اگر میں غسل کرتا تو ہلاکت کا خطرہ تھا اس لئے تیمم کر کے جماعت سے نماز پڑھ لی میرے ساتھیوں نے جب نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ عمرو! حالت جنابت ہی میں تم نے جماعت سے نماز پڑھ لی میں نے صورت حال بیان کی اور یہ آیت پڑھی ”ولا تقتلوا انفسكم ان الله كان بكم رحيماً“ اور اپنی جانیں قتل نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ مسکرانے لگا اور کچھ نہیں فرمایا)

اس حدیث سے یہ مستفاد ہوتا ہے چونکہ حضرت عمر بن العاص کا اجتہاد قواعد شرعیہ پر مشتمل تھا اس لئے آپ ﷺ غصہ تبسم میں بدل گیا۔

استنباط و استخراج مسائل کی صلاحیت رکھنے والے صحابہ اجتہاد کے اہل تھے :

یہاں یہ بات بیان کرنا مناسب ہے کہ اجتہاد اور اس کے نتائج کی عظمت و اہمیت کے پیش نظر صرف وہی صحابہ کرام یہ خدمات انجام دیتے جو اپنے اندر استنباط و استخراج مسائل کی مکمل صلاحیت پاتے بصورت دیگر جب کسی صحابی کی اس قسم کی غلطی رسول اللہ ﷺ کے سامنے آتی تو آپ ناپسند فرماتے اور اس کی اجازت نہ دیتے۔ مثلاً حضرت جابر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں :

”خبر جناً فی سفر فأصاب رجلاً منا حجر فشقہ فی راسه ثم احتلم فسال اصحابه فقال اهل تجدون لی رخصة فی التیمم قالوا مانجدک رخصة وانت تقدر علی الماء فاغتسل فمات فلما قدمنا علی النبی ﷺ اخبر بذلك فقال قتلوه قتلوه قتلهم الله الا سالوا، اذلم يعلموا فانما شفاء العی السؤال انما کان یکفیه ان یتیمم ویعصر علی جرحه خرقه ثم یمسح علیها ویغسل سائر جسده“۔

(ہم لوگ ایک سفر میں تھے ہمارے ایک ہم سفر کے سر پر پتھر لگا اور سر پر زخم ہوا پھر اس کو احتلام ہو گیا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا میں تیمم کر سکتا ہوں، تو سب نے کہا کہ نہیں جب تم پانی پر قدرت رکھتے ہو تو تیمم کی رخصت نہیں یہ جواب سن کر انہوں نے غسل کر لیا جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ہم جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور انہیں حادثہ کی خبر دی تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اسے مار ڈالا۔ اللہ ہلاک کرے۔ تم جب جانتے نہیں تو کیوں نہ

پوچھ لیا؟ لاعلمی و جہالت کا علاج تو سوال ہی ہے اسے تیمم ہی کافی تھا۔ یا زخم پر ایک ٹکڑا لپیٹ کر اس پر مسح کر لیتے اور بقیہ سارے بدن پر پانی ڈال لیتے)

حدیث کی روشنی میں نکلنے والا نتیجہ : رسول اللہ ﷺ نے بغیر علم کے فتویٰ دینے والوں کی زجر و توبیخ فرمائی اور انہیں گویا اپنے بھائی کا قاتل سمجھا اور وضاحت سے بتا دیا کہ جس چیز کا علم نہ ہو اسے دریافت کر لینا ضروری ہے بغیر سمجھے ہوئے فتویٰ دینا اس کا حل نہیں۔

عہد رسالت میں اجتہاد کی تشریحی حیثیت :

کیا عہد رسالت میں اجتہاد و مصادر تشریع میں سے ایک مصدر تھا؟ باوجود اجتہاد کا جواز اور آپ ﷺ سے اس کا وقوع ثابت ہونے کے اور صحابہ کو اس کی اجازت اور حیات طیبہ میں صحابہ سے اس کا وقوع ثابت ہونے کے ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ حیات رسالت مآب میں یہ مصادر تشریع میں سے ایک اساسی مصدر نہیں تھا۔ ہاں البتہ چند ایک مواقع پر مصدر رہا کیونکہ حضور ﷺ کا اجتہاد حق سے موافقت رکھتا تو وحی سے اس کی تائید نازل ہو جاتی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وحی اس معاملہ میں صحیح سمت کی طرف رہنمائی کر دیتی اور صحابہ کرام کے اجتہاد کا مرجع آپ ہوتے اور اللہ کی کتاب ہوتی۔

اس بحث سے مندرج چند باتیں نمایاں ہوئیں :

عہد رسالت ﷺ میں مسلمانوں کا رجوع الی الکتاب والسنت تھا۔

آپ ﷺ کی وفات پر قرآن کریم محفوظ مکتوب تھا لیکن سنت محفوظ اور اس کا کچھ حصہ مکتوب تھا۔

صحابہ آپ ﷺ سے صرف پیش آنے والے سوالات کرتے تھے فرضی سوالات نہیں پوچھتے۔

عہد رسالت ﷺ میں اجتہاد کو سوائے چند ایک مقامات کے مصادر تشریع کا اساسی مصدر ہونا شمار نہیں کر سکتے۔

اجتہاد کی اجازت تھی لیکن ان صحابہ کرام کو جن کو استنباط و استخراج کا ملکہ تھا۔

مختلف طرح سے غور و فکر کے نتیجے میں صحابہ کے اجتہادات میں فرق پیدا ہو جاتا تھا۔

حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر صحابہ میں اختلاف اور اس کا اجتہادی حل :

آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں صحابہ کے مابین بہت سے امور میں اختلاف ہوتا تھا مگر آپ ﷺ تک پہنچ کر ختم ہو جاتا تھا جب یہ فضا حضور ﷺ کے سامنے تھی تو آپ کے بعد ان میں اختلاف کیوں نہ ہوتا اور ان کے حل کا طریقہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجتہاد کی صورت میں اپنے صحابہ کو تعلیم فرمایا تھا۔ اور وہ صحابہ اختلاف کے اصول و آداب کے بھی تربیت یافتہ تھے حضور ﷺ کی وفات کے موقع پر بعض اہم اختلافات پیدا ہو جانے اور ان میں اجتہاد کی چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ حقیقت وفات نبی ﷺ میں حضرت عمر کا اجتہاد اور اختلاف :

حضور ﷺ کے انتقال کے بعد سب سے نمایاں اختلاف آپ ﷺ کی حقیقت وفات کے سلسلے میں ہوا۔ سیدہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اس بات پر اصرار تھا کہ آپ کی وفات نہیں ہوئی اور یہ محض منافقین کی طرف سے پھیلائی ہوئی خبر ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ”وما محمد الا رسول“ الخ اور ”انک میت و انھم میتون“ (بے شک تمہیں بھی موت آئے گی اور انہیں بھی مرنا ہے) آیتیں تلاوت کیں۔ تو ان کو سنتے ہی حضرت عمر کے ہاتھ سے تلوار اور ساتھ ہی وہ خود بھی زمین پر گر پڑے آپ ﷺ کی وفات کا یقین آ جانے پر ابوبکر کی تلاوت کردہ آیات کے بارے میں کہا کہ بخدا گویا کہ میں نے انہیں کبھی پڑھا ہی نہیں۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں مجھ سے فرمایا: ابن عباس آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے وقت میں نے جو کہا تھا اس کا سبب کیا تھا؟ میں نے کہا امیر المؤمنین میں نہیں جانتا آپ ہی زیادہ جان سکتے ہیں اس کے بعد آپ نے فرمایا: یہ آیت کریمہ ”و کذلک جعلکم امة وسطا لتکونوا شہداء علی الناس و یكون الرسول علیکم شہیدا“ (اور اسی طرح ہم نے تمہیں معتدل و افضل امت بنایا تاکہ لوگوں پر تم گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہیں) بخدا! جب میں اسے پڑھتا تو خیال ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی امت میں اسی طرح باقی رہیں گے تاکہ اس کے آخری عمل کی بھی شہادت دیں اسی نے مجھ سے وہ بات کہلوائی جو میں نے کہی۔ ۵

گویا کہ حضرت عمر فاروق نے آیات کریمہ کے معانی میں اجتہاد کیا اور یہ سمجھا کہ اس سے شہادت دینا مراد ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ امت کے آخری فرد تک رسول اللہ ﷺ ان کے ساتھ اسی طرح ظاہری حالت میں بھی باقی رہیں گے۔

تد فین رسول کے مسئلہ پر صحابہ میں اختلاف :

صحابہ کے مابین تد فین رسول کہاں کی جائے کے مسئلے پر بھی اختلاف ہوا کسی نے مسجد نبوی میں اور کسی نے ان کے اصحاب کے ساتھ تد فین کی رائے ظاہر کی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ : ”ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض“ (ہر نبی کی تد فین وہیں ہوئی جہاں اس کی روح قبض ہوئی) یہ سن کر صحابہ کرام نے اس بستر کو اٹھایا جس پر آپ کا انتقال ہوا تھا اور وہیں زمین کھود کر قبر بنا دی سیرت ہشام کے الفاظ ہیں : ”فرفع فراش رسول اللہ ﷺ توفی علیہ، فحفرو له تحتہ“ ۱۔

خلافت رسول کے مسئلہ پر اختلاف : صحابہ میں اس بات پر اختلاف پیدا ہو گیا کہ خلافت مہاجرین میں پیدا ہو یا انصار میں؟ خلیفہ ایک ہو یا متعدد؟ اس کی صلاحیتیں کیسی ہونی چاہئے؟ بحیثیت امام و حاکم مسلمین رسول اللہ ﷺ جیسی ہی کچھ صلاحیتیں ہوں یا ان سے کم اور مختلف؟ پس منظر یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے اصل باشندے اور آبادی کے اعتبار سے بھی

۱۔ آل عمران: ۱۳۳ ج زمر: ۱۳۰ ج سیرت ابن ہشام، ابوجعفر عبد الملک بن ہشام ۳۳۵/۴ تلخیص تعلیق و توثیق محمد علی الدین عبد الحمید

قاہرہ مطبعہ حجازی ج البقرہ: ۱۳۳ ج سیرت ابن ہشام، ابوجعفر عبد الملک بن ہشام ۳۳۱/۴ ج ۱ حوالہ سابق ۳۳۳/۴ ج ۱ حوالہ سابق

اکثریت رکھنے والے انصار بھی خلافت کے امیدوار تھے۔ انہوں نے مہاجرین کو پناہ دی، ان کی مدد کی، ایسا کوئی انصاری نہیں تھا جس کا مہاجر بھائی نہ ہو اور جس کے اس براہِ احسانات نہ ہوں اور مہاجر بھی خلافت کے امیدوار تھے۔ اگر مسئلہ خلافت پر قرآن و سنت رسول ﷺ کی کوئی نص یا واضح حکم ہوتا تو اس کا فیصلہ سب کو قبول ہوتا اور اختلاف ختم ہو جاتا لیکن کوئی ایسی چیز پہلے سے موجود نہ تھی اس لئے سوائے اس کے کوئی ایسی صورت نہ تھی کہ کوئی ایسا مقتدر اور با اثر شخص سامنے آئے جو حکمت و مہارت کی ساری خوبیوں سے مزین ہو اور ادبِ اختلاف سے واقف ہو عقلی سطح پر بھی ایسی معقول اور پر سکون گفتگو کر سکے جو فریقین کے درمیان اچھے جذبات و احساسات پیدا کر سکے جس سے دوریاں سمٹ جائیں اور سارے بحران سے بطریقِ احسن نکلا جاسکے اور پھر بالآخر سب کے سب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے پر صدقِ دل سے راضی ہو گئے۔ اس طرح صحابہ کرام نے اس اختلاف کو دور کر لیا۔^۱



عہد خلافت راشدہ میں اصول فقہ (۴۱.....۱۱ھ)

عہد ابوبکر میں مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا اجتہاد :

حضرت ابوبکر صدیق کی بیعت خلافت کے بعد بعض تو مسلم قبائل مرتد ہو کر مسلمہ کذاب وغیرہ جیسے مدعیان نبوت کے تابع بن گئے کچھ قبائل نے نماز اور زکوٰۃ ہی سے انکار کر دیا اور کچھ نے صرف ادائیگی زکوٰۃ روک دی اور انہوں نے آیت مبارکہ : ”خذ من اموالہم صدقۃ تطہر ہم وتزکیہم بہا وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم واللہ سمیع علیم“^۱ (ان کے مال سے تم زکوٰۃ لو جس سے تم انہیں ستھر اور پاکیزہ کرو اور ان کے لئے دعائے خیر کرو تمہاری دعا ان کے دلوں کا چین ہے اور اللہ سنتا جانتا ہے) سے اور تاویل فاسد کی کہ شریعت میں زکوٰۃ صرف رسول اللہ ﷺ ہی کو ادا کی جاسکتی ہے کیونکہ تحصیل زکوٰۃ اس کی تطہیر و تزکیہ اور دعا کا خطاب صرف آپ ﷺ ہی سے تھا۔ حالانکہ یہ خطاب آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے خلیفہ و نائب کو شامل تھا کیونکہ معاشرے کی تنظیم و نگرانی اقامت حد، زکوٰۃ کی مستحقین تک ترسیل وغیرہ نبی کے بعد نائبین کو منتقل ہوتی رہے گی۔

حضرت ابوبکر ﷺ نے مانعین زکوٰۃ سے جنگ کا فیصلہ کیا تا کہ وہ توبہ کر کے ادائیگی زکوٰۃ پر آمادہ ہو جائیں۔ خلیفہ اول کے اس موقف اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو ابتداء مانعین زکوٰۃ سے جنگ جائز نہیں سمجھتے تھے ان دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوا جس کے بارے میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا اور حضرت ابوبکر صدیق کے سامنے بعض اہل عرب کے کفر و عصیان کا مسئلہ درپیش ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے : ”اصرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا : لا الہ الا اللہ فمن قالہا فقد عصم من مالہ ونفسہ الا بحقہ وحسابہم علی اللہ تعالیٰ“ تو جب یہ لوگ لا الہ الا اللہ پڑھ کر اس دنیا میں اپنے جان و مال کی لمان پانچے ہیں تو پھر آپ ان سے کیسے جنگ کر سکتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔ بخدا! میں نماز، زکوٰۃ کے درمیان تفریق کرنے والوں سے جنگ کروں گا اس لئے کہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اگر وہ بکری کے بچہ کو بھی روک دیں جنہیں رسول اللہ ﷺ کو دیتے تھے جب بھی میں ان سے جنگ کروں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شرح صدر دیکھ کر میں نے سمجھ لیا کہ یہی حق اور صحیح ہے۔^۲

تفسیر طبری میں ابن وہب سے روایت ہے کہ ابن زید نے کہا : ”افترضت الصلاة والزکوٰۃ جمیعاً لم یفرق بینہما فصرقا فان تابوا واقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ فاحوا انکم فی الدین وایبى ان یقبل الصلاة الا بالزکاۃ وقال رحمہ اللہ ابا بکر ما کان افقہ“^۳ (نماز اور زکوٰۃ دونوں فرض ہیں ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں اور

۱ التوبہ ۱۰۳ ح صحیح بخاری، امام بخاری، کتاب الاعتصام باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ

۲ تفسیر الطبری، ابو جعفر محمد جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ/۹۲

پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی: ”فَانْ تَابُوا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ فَاصْحَابُكُمْ فِي الدِّينِ“۔ پھر اگر وہ توبہ کر کے نماز پڑھیں زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اس طرح بغیر زکوٰۃ کے نماز کی قبولیت اس نے رد فرمادی اور پھر انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر صدیقؓ پر رحمتوں کی بارش برسائے وہ کتنے بڑے فقیہ تھے (اس میں نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرنے والوں سے جنگ پر اصرار کی طرف اشارہ ہے۔

اس کی روشنی میں نکلنے والے نتائج کا تجزیہ :

حضرت عمرؓ اور ان کے ہم خیال اصحاب نے حدیث کے ظاہری الفاظ سے یہ سمجھا کہ محض شہادتین کا اعلان کر کے اسلام قبول کر لینے سے ہی جان و مال کی امان اور اس سے جنگ حرام ہو جاتی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حدیث کے اس ٹکڑے ”الاب حَقُّهَا“ پر توجہ مرکوز کی اور زکوٰۃ کو ایسا حق مال سمجھا جس کے انکار اور عدم ادائیگی پر اصرار سے جان و مال کی حفاظت ختم ہو جاتی ہے بہت سی آیات و احادیث میں نماز اور زکوٰۃ کو ایک ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے آپ نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ بلا تفریق دونوں کا حکم یکساں ہے۔ منکر صلوٰۃ کی طرح منکر زکوٰۃ بھی مرتبہ لہذا منکرین سے جنگ لڑنی چاہئے۔ یہی وہ صحیح اجتہاد ہے جس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ کے ارتداد اور ان سے جنگ کو اس وقت تک فرض قرار دیا جب تک وہ توبہ کر کے ادائیگی زکوٰۃ قبول نہ کر لیں اور اپنی صحابہ کرام کو آپ نے مطمئن و راضی کیا۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا شرعی مسائل کی تحقیق میں اسلوب :

”عن میمون بن مہران قال : کان ابو بکر الصديق اذا ورد عليه حكم نظر في كتاب الله تعالى فان وجد فيه ما يقضى به قضى به ، وان لم يجد في كتاب الله نظر في سنة رسول الله ﷺ ، فان وجد ما يقضى به قضى به ، فان اعياه ذلك سال الناس هل علمتم ان رسول الله ﷺ قضى فيه بقضاء ؟ فربما قام اليه القوم فيقولون : قضى فيه بكذا وكذا ، وان لم يجد سنة سنهالنبي ﷺ جمع رؤساء الناس فاستشارهم ، فاذا اجتمع رايهم على شئ قضى به و كان عمر يفعل ذلك ، فاذا اعياه ان يجد ذلك في الكتاب والسنة سال : هل كان ابو بکر قضى فيه بقضاء ؟ فان كان لابی بکر قضاء قضى به ، والا جمع الناس واستشارهم ، فاذا اجتمع رايهم على شئ قضى به“۔

(میسون بن مہران نے روایت کیا کہ ”حضرت ابوبکر کے پاس اگر کوئی جھگڑا پیش ہوتا تو کتاب اللہ میں اس کا حل تلاش کرتے اگر اس میں پالیتے تو اس کے مطابق فریقین کے درمیان فیصلہ فرماتے اور اگر کتاب اللہ میں نہ پاتے اور اس بارے میں حضور ﷺ کی سنت معلوم ہوتی تو سنت کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر سنت رسول ﷺ میں اس کو پانے سے عاجز آجاتے تو لوگوں میں سے اکابر و فضلاء کو جمع کرتے اور ان سے مشورہ طلب کرتے اگر ان کی رائے کسی معاملہ میں متفق ہوتی تو اس کے مطابق فیصلہ کرتے حضرت عمرؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے.....)

علم شرعی کی دریافت میں حضرت ابو بکر کا مشاوت پر عمل :

حافظ ذہبی (متوفی ۴۸ھ) نے ”تذکرۃ الحفاظ“ میں لکھا کہ ابن شہاب نے قبصہ بن ذویب سے روایت کیا کہ :
 ”ان الجلسة جاءت الى ابى بكر تلتمس ان تورث فقال ما اجد لك في كتاب الله شيئا وما علمت ان رسول الله ﷺ ذكر لك شيئا ثم سال الناس فقال المغيرة حضرت رسول الله ﷺ يعطيها السدس فقال له هل معك احد فشهد محمد بن مسلمة بمثل ذلك فانفذ له ابو بكر رضي الله عنه“

(ایک دای حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جس کی خواہش تھی کہ اس کو میراث میں سے حصہ ملے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن میں تو تیرا حصہ مذکور نہیں ہے اور نہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کچھ معلوم ہوا ہے پھر آپ نے لوگوں سے دریافت کیا تو مغیرہ اٹھے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ سے اس کا چھٹا حصہ سنا ہے تو فرمایا کہ کیا تمہارا کوئی گواہ ہے تو محمد بن مسلمہ نے اسی طرح کی گواہی دی تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کو نافذ کر دیا)۔

عہد فاروقی میں مسائل کی تحقیقی کا شرعی اسلوب :

خليفة ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو بڑے بڑے کام انجام پائے ان کی داغ بیل حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ڈالی تھی۔ عہد فاروقی دس سال چھ ماہ چار دن پر مشتمل ہے آپ کے اس دور خلافت میں ایک وسیع علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا اسلامی سلطنت کی حدود دار البعہ مکہ معظمہ سے شمال کی جانب ۱۰۳۶ میل، مشرق کی جانب ۱۰۸۷ میل، جنوب کی جانب ۲۸۲ میل اور مغرب کی جانب جدہ تک پھیل گئی تھیں۔ اس میں شام، مصر، عراق، جزیرہ خوزستان، آرمینیا، آذربائیجان، فارس، خراسان اور کرمان جس میں کچھ حصہ بلوچستان کا بھی تھا شامل تھے۔

دور صحابہ میں حدود سلطنت میں روز بروز توسیع ہو رہی تھی اس لئے امور مملکت میں وسعت کے ساتھ نئے مسائل کا پیش آنا فطری اور لازمی امر تھا اور چونکہ قرآن و سنت میں اصول تو تمام تر موجود تھے لیکن جزئیات کا احاطہ نہیں کیا گیا تھا اور نہ ہی ضروری تھا اس لئے اجتہاد ضروری اور لازمی قرار پایا۔ بعض مفتوحہ ممالک اپنے تمدن و تہذیب کے لحاظ سے نہایت ترقی یافتہ تھے اس لئے وہاں ایسے جدید قوانین بنانے پڑے جن سے اہلیان عرب نا آشنا تھے ان کے پیچیدہ مالی مسائل کو ہم آج کے دور کے انشورنس و بینکنگ کے مسائل کے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں، فوج، فتوحات، رعایا کے ساتھ حاکموں کے برتاؤ، تعلقات، طریقہ حکومت، مسلم و غیر مسلم پر ٹیکس لگانے، شادی بیاہ کے بہت سے ایسے مروج طریقے وہاں نظر آنے لگے جو انہیں معلوم نہیں تھے۔ جرائم وغیرہ بھی بالکل نئے طرز پر دیکھے گئے۔

مختصراً یہ کہ بہت سے داخلی و خارجی حالات ان کے سامنے بالکل نئے طریقہ سے آئے خلفاء راشدین کو ایک بڑی اہم انسانی ذمہ داری سے عہدہ براہیون پڑا اور قرآن و سنت نبوی نے ماضی، حال و مستقبل کے تمام فروعی مسائل کو طے

۱۔ تذکرۃ الحفاظ، ابو عبد اللہ شمس الدین الذہبی متوفی ۴۸ھ/۳، دارالاحیاء التراث الاسلامی سرحد

۲۔ تاریخ الخلفاء، جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ/۵۱ مفہوم، مصر، مطبعہ المصنفیہ ۱۳۰۵ھ

۳۔ الفاروق، بشلی نعمانی ص ۱۸۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور

نہیں کر دیا بلکہ حیات انسانی میں پیش آنے والے بہت سے مسائل کو وقت کے لحاظ سے امیر وقت کے اجتہاد پر چھوڑ دیا جنہیں قرآن و سنت کی روشنی میں اپنی رائے و عقلی سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے اصول فقہ میں اس کا نام قیاس ہے چنانچہ صحابہ کرام نے اس اصول کو مد نظر رکھا اور جن چیزوں میں کتاب و سنت سے کوئی نص نہ مل سکی اس میں انہوں نے قیاس سے اجتہاد کیا کیونکہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں شرعی مسائل کے حل کے لئے یہی اسلوب تعلیم فرمایا تھا۔

شرعی مسائل کے حل میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اسلوب :

حضرت عمر خود بھی فقیہ تھے مگر اس کے باوجود وہ اکثر مسائل کو عموماً صحابہ کی مجلس میں پیش کرتے تھے اور ان پر نہایت آزادی کے ساتھ بحثیں ہوتیں۔ حضرت عمر کے اس طریقہ کار کی تفصیلات کتب آثار میں ملتی ہیں۔ مثلاً غسل جنابت کی ایک خاص صورت میں صحابہ میں اختلاف تھا حضرت عمر نے مہاجرین و انصار کو جمع ہونے کا حکم دیا چنانچہ سب کے سامنے وہ مسئلہ پیش کیا گیا تمام صحابہ نے ایک رائے پر اتفاق کیا۔ لیکن حضرت علی اور حضرت معاذ مخالف رہے۔ پھر ازواجِ مطہرات سے اس پر فیصلہ طلب کیا اور انہوں نے جو فیصلہ دیا حضرت عمر نے اسی کو نافذ و جاری کر دیا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اجتہادات : حضرت عمران صحابہ میں سے ہیں جنہیں اجتہاد کا ملکہ حاصل تھا اور رسول پاک ﷺ کی حیات طیبہ میں آپ نے اجتہاد فرمایا۔ آپ کی رائے کے مطابق کئی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن و حدیث میں نصوص کی غیر موجودگی میں اور بعض مرتبہ تو احادیث کے ہوتے ہوئے تبدیلی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اجتہاد کیا اور نئے طریقے جاری کئے۔ کئی مواقع پر ان کی رائے حضور ﷺ کے فرمان و ارادہ سے مختلف ہوتی تھی مثلاً جب آنحضرت ﷺ نے عبداللہ بن ابی کے جنازہ پر نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت عمر نے کہا : آپ منافق کے جنازہ پر نماز پڑھتے ہیں؟ قیدیوں بدر کے معاملہ میں ان کی رائے بالکل مختلف تھی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر انہوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ دب کر صلح کیوں کریں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تبدیلی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے نئے طریقے جاری کئے اور رائے پر عمل کیا مثلاً حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی خلافت میں وہ لونڈیاں جن سے اولاد پیدا ہو چکی ہو خریدی اور بیچی جاتی تھیں آپ نے اس رواج کو بالکل روک دیا، جنگ تبوک میں حضور ﷺ نے جزیہ کی فی کس مقدار ایک دینار مقرر کی تھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مختلف ممالک میں مختلف شرحیں مقرر کیں۔ عہد رسالت ﷺ میں شراب نوشی کی سزا کی کوئی خاص حد مقرر نہیں تھی آپ نے اسی (۸۰) کوڑے مقرر کر دیئے۔

بعض کے مطابق حضرت عمر کا یہ عمل رسول کریم ﷺ کی اس حدیث پر مبنی تھا جس میں آپ نے فرمایا : ”انما انا بشر اذا امرتکم بشی من دینکم فخذوہ و اذا امرتکم بشی من رای فانما انا بشر“ (میں ایک آدمی ہوں جب میں کوئی دینی حکم دوں تو تم لوگ اس کے پابند ہو اور جب میں اپنی رائے سے کسی بات کا حکم دوں تو میں ایک

۱۔ فقہ عمر، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ص ۲۲، ۲۳ اور ۲۱۲ لاہور ادارہ ثقافت اسلامیہ طبع دوم ۱۹۶۰ء

۲۔ صحیح البخاری، امام بخاری، کتاب الجنائز باب ما کرہ من الصلوٰۃ علی المناقبین والا استغفار للمشرکین

۳۔ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنة، فصل اول

آئی ہوں۔) اسی طرح آپ ﷺ نے کھجور کے درختوں کی فرومادہ کی تقسیم کی تحقیق کے بعد فرمایا: ”انتم اعلم بامور دنیا کم“ (تم لوگ دنیوی معاملات میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہو)

بعض حضرات نے سیدنا عمرؓ کے مختلف الرائے ہونے کی یہ توجیہ پیش کی :

تجزیہ : حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ ان معاملات میں حضور ﷺ کے اقوال و افعال تشریحی حیثیت نہیں رکھتے انہی لئے اپنی مختلف رائے کا اظہار کیا۔ ورنہ تو کسی صورت فرمان نبویؐ میں کمی و بیشی اور اس کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا جبکہ شیخ احمد خفاجی اور ملا علی قاری دونوں نے قاضی عیاض کی کتاب ”الشفاء“ کی شرح میں حدیث مبارکہ ”انتم اعلم بامور دنیا کم“ کے معنی و مفہوم پر بحث کی ہے۔ وہ دونوں فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر انصاری صحابہ مجرم و بے ہر اور تامل سے کام لیتے تو آئندہ کچھ برسوں میں بہت فائدہ مند ہوتا۔ انصاری صحابہ فوری فائدہ چاہتے تھے تو آپ ﷺ نے ایک طرح سے ناراض ہو کر فرمایا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جب کوئی کسی کو کوئی فائدہ مند بات بتائے اور دوسرا انتظار کئے بغیر کوئی نقصان بتانے لگ جائے تو کہا جاتا ہے کہ تم جانو، تمہارا کام جانے۔ اس طرح آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے دنیاوی معاملات کو خوب جانتے ہو جو چاہو کرو اور شیخ خفاجی اور ملا علی قاری کی توجیہ ہی زیادہ مناسب، موزوں اور بہتر ہے۔ متعدد معاملات میں سرور کو مینؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے کو اختیار کیا اور بعض مواقع پر وحی نے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید کی۔ مثلاً اسیران بدر، ازواج مطہرات کے حجاب، منافق کی نماز جنازہ وغیرہ۔

حضرت عمرؓ نے مخصوص حالات میں قرآنی احکامات کا التوا کیا :

رسول اکرم ﷺ کی تربیت اور صحابہ کے فطری کمال ذہانت کی وجہ سے ان میں قوت اجتہاد کا کافی سرمایہ موجود تھا اس لئے مزاج شریعت سے واقفیت اور حقیقت شناسی کی بناء پر بعض مخصوص حالات میں کچھ عرصہ کے لئے احکامات قرآنی کو ملتوی کر دیا۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے دوران جنگ کسی مسلمان پر حد جاری نہ کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ جنگ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ابو بکر بن ثقفی کو شرب خمر پر حد جاری نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے قحط کے زمانہ میں چور کا ہاتھ نہ کاٹنے کا حکم دیا۔ ۶۴ء طرح قبیلہ مزنیہ کے ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ عبد الرحمن بن حاطب بن ابی بلتعہ کے غلاموں نے ان کا اونٹ چرا لیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے تحقیق واقعہ کے بعد کثیر بن صلت کو چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا لیکن جب کثیر بن صلت ہاتھ کاٹنے جانے لگے تو واپس بلا لیا اور اس کے بعد غلاموں کے مالک عبد الرحمن بن حاطب بن ابی بلتعہ سے کہا: ”بخدا اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم غلاموں سے کام لیتے ہو اور پھر انہیں اس حد تک بھوکا مارتے ہو کہ خدا کی حرام کی ہوئی چیزیں ان کے لئے حلال ہو جاتی ہیں تو میں ضرور ان کے ہاتھ کاٹ دیتا“ اس کے بعد مزید فرمایا: ”خدا کی قسم! اگر میں نے ان کے ہاتھ نہیں کاٹوائے تو میں تم پر ایسا تاوان ضرور ڈالوں گا جس سے تمہیں تکلیف ہوگی اس کے بعد اونٹ کے مالک مزنی سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ کتنی قیمت میں تم سے خریداجا سکتا تھا جواب دیا چار سو درہم میں

حضرت عمرؓ نے ابن حاطب سے کہا تم انہیں آٹھ سو درہم دو اور چوری کرنے والے غلاموں پر حد معاف کر دی کیونکہ حاطب نے انہیں بھوکا مار کر چوری پر مجبور کیا تھا۔^۱

شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب ”فتہ عمر“ میں اور علامہ شبلی نعمانی نے ”الفاروق“ میں اور محمد حسین حمیکل نے ”عمر فاروق اعظم“ میں اجتہادات عمر کے تحت ایسی متعدد مثالیں پیش کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا اجتہاد کسی اصولی قاعدے پر مبنی ہوتا تھا۔

علامہ شبلی کی رائے میں حضرت عمر نے سب سے پہلے قیاس کیا :

قیاس مصادر اصول فقہ میں سے ایک مصدر شمار ہوتا ہے۔ جزئیات کے فیصلے کے لئے قیاس شرعی سے کام لیا جاتا ہے۔ ائمہ اربعہ قیاس کے شرعی مصدر ہونے پر متفق تھے اس سے متعلق شبلی نعمانی فرماتے ہیں :

”عام لوگوں کا خیال ہے کہ قیاس کے موجد معاذ بن جبل ہیں ان لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ جب آنحضرتؐ نے معاذ بن جبل کو یمن بھیجا تو ان سے استفسار فرمایا کہ کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے گا تو کیا کرو گے انہوں نے کہا کہ قرآن مجید سے جواب دوں گا اور اگر قرآن و حدیث میں وہ صورت مذکور نہ ہوگی تو اجتہاد کروں گا۔“^۲

لیکن اس سے یہ استدلال نہیں ہو سکتا کہ ان کی مراد قیاس سے تھی۔ اجتہاد قیاس پر منحصر نہیں ابن حزم اور داؤد ظاہری وغیرہ سرے سے قیاس کے قائل نہ تھے حالانکہ مجتہد کا درجہ رکھتے تھے اس مسائل شرعیہ میں اجتہاد کرتے تھے۔

مسند داری میں یہ سند مذکور ہے کہ :

”حضرت ابو بکر کا معمول تھا کہ جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے قرآن میں وہ صورت مذکور نہ ہوتی تو حدیث سے جواب دیتے حدیث بھی نہ ہوتی تو اکابر صحابہ کو جمع کرتے اور ان کے اتفاق رائے سے جواب قرار پاتا اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔“

اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے تک مسائل کے جواب میں قرآن مجید، حدیث اور اجماع سے کام لیا جاتا تھا قیاس کا وجود نہیں تھا۔“^۳

وہ اپنی بات کی تائید میں حضرت عمرؓ کی جانب سے ابو موسیٰ اشعری کو بھیجی گئی تحریر کو پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں قیاس کی صاف ہدایت کی گئی تھی۔ حضرت عمرؓ کے قیاس کی مثال سے وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ اصول فقہ کی کتابوں میں قیاس کی یہ تعریف لکھی ہے: ”تعديۃ الحکم من الاصل الی الفروع لعلۃ متحدثۃ“ (اس کے حکم کو فرع تک پہنچانا کسی ایسی علت کی وجہ سے جو دونوں میں مشترک ہو) مثلاً آنحضرتؐ نے گیسوں، جو غیر ہوا نام لے کر فرمایا ان کو برابر پر دو، برابر سے زیادہ لو گے تو سود ہو جائے گا۔ اس مسئلہ میں قیاس اس طرح جاری ہوگا کہ آنحضرتؐ نے گوچند خاص اشیاء کے نام لئے، لیکن یہ حکم ان تمام اشیاء میں جاری ہوگا جو ایک جیسی مقدار اور نوعیت

۱۔ عمر فاروقؓ محمد حسین نیکل ۲/۲۹۳-۲۹۴، القاہرہ مطبعہ مصر، شرک مسابہ مصریہ ۱۳۶۲ھ

۲۔ الفاروقؓ شبلی نعمانی ص ۳۳۷، لاہور مکتبہ رحمانیہ سندھ

۳۔ حوالہ سابق ص ۳۳۸

رکھتے ہیں مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو سیر بھر کر چنارے اور اس سے اس قسم کا چونا سوا سیر یا عمدہ قسم کا لے تو سود ہو جائے گا۔
اصولین کے نزدیک قیاس کے لئے مقدمہ و شرطیں ہیں :

(۱) جو مسئلہ قیاس سے ثابت کیا جائے وہ مخصوص نہ ہو یعنی اس کے بارے میں کوئی خاص حکم موجود نہ ہو۔

(۲) مقیس اور مقیس علیہ میں غلط مشترک ہو۔

حضرت عمر کی تحریر میں ان دونوں شرطوں کی طرف اشارہ بلکہ تصریح موجود ہے پہلی شرط کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے : ”مما لم یسلعک فی الكتاب“ دوسری شرط ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے ”و اعرف الامثال والاشباه ثم قس الامور“ ان مہمات اصول کے سوا حضرت عمر نے استنباط احکام اور تفریح مسائل کے اور بہت سے قاعدے مقرر کئے جو آج ہمارے علم اصول فقہ کی بنیاد ہیں..... حضرت عمر نے استنباط مسائل کے اصول قائم کئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اکثر مسائل انہوں نے صحابہ کو جمع کر کے ان سے مشورہ کر کے بحث و مباحثہ کے بعد طے کئے اور بعض مواقع پر جو انہوں نے تقریریں کیں ان پر غور کر۔ اسے بہت سے اصول بنتے ہیں اکثر مسائل میں متناقض روایتیں یا ماخذ استدلال موجود ہوتے تھے اس لئے ان کو فیصلہ کرنا پڑتا تھا کہ کس کو ترجیح دی جائے کس کو ناخ اور کس کو منسوخ مانا جائے کس کو عام اور کس کو خاص ٹھہرایا جائے کس کو موقت اور کس کو موبد مانا جائے اس طرح نسخ، تخصیص، تطبیق وغیرہ کے متعلق بہت سے اصول قائم ہو گئے۔

حضرت عمر سے منقول بہت سی ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں جن سے اصول فقہ کے بہت سے کلیات منضبط ہو سکتے ہیں۔ فقہ و اسلامی اصول پر بحث کرنے والے بیشتر مؤلفین اس خط کا ضرور ذکر کرتے ہیں جو حضرت عمر نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا یہ خط اسلامی ادب میں مختلف ناموں سے معروف ہے مثلاً کتاب ”سیاست القضاء و تدبیر الحکم، کتاب السياسة اور رسالة القضاء“ وغیرہ ۱۲ھ تا ۱۷ھ شہر بصرہ کو بسایا گیا تھا۔ اس کے پہلے والی اور قاضی عتبہ بن غزوہ ان تھے۔ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو ۱۷ھ تا ۲۱ھ اور پھر دوبارہ ۲۲ھ تا ۲۹ھ وہاں کا والی مقرر کیا۔ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے بھی اپنے مقدمہ میں اشارہ کیا ہے ابن قیم نے اپنی کتاب اعلام النبیین میں اس خط کی پوری تفصیل درج کی ہے۔ صرف متعلقہ حصہ ہم نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

ابن قیم جوزی حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں :

سفیان بن عیینہ نے ادریس ابو عبد اللہ بن ادریس کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ وہ (ادریس) سعید بن ابی بردہ کے پاس گئے اور ان سے اس خط کا تذکرہ کیا جو حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا تھا اور جسے ابو موسیٰ نے ابو بردہ کے حوالے کر دیا تھا ابو بردہ چند خطوط نکال کر لائے جس میں وہ خط بھی شامل تھا جو حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ کو لکھا تھا..... اس خط کی موضوع سے مختلف عبارات بروایت جعفر بن برقان بن معمر البصری مندرجہ ذیل ہے :

۱۔ حوالہ سابق ص ۳۳۸-۳۳۹

۲۔ معدن الجواهر بتاریخ المصنف و المؤلف (جزائر الخلیج العربی الفارسی) نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی ہجری کے عالم) ص ۹۶ ملخص تحقیق محمد حمید اللہ، پاکستان اسلام آباد مجمع بحوث الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء

”اما بعد : فان القضاء فريضة محكمة ، وسنة متبعة فافهم اذا ادلى اليك ثم الفهم الفهم فيما ادلى اليك مما ورد عليك مما ليس في قرآن ولا سنة ، ثم قاييس الامور عند ذلك واعرف الامثال ، ثم اعمد فيما ترى الى احبها الى الله واشبهها بالحق والسلام عليك ورحمة الله“^۱

(اچھی طرح سمجھ لو کہ قضا ایک اہم فریضہ ہے جو سنت کے مطابق بجالانا ضروری ہے جس مسئلے کے متعلق تمہارے دل میں شبہ پیدا ہوا اور کتاب اللہ اور سنت نبوی میں اس کا ذکر نہ ہو تو اس پر خوب غور و فکر کرو پھر اس کی مثالوں اور نظیروں کو دیکھو۔ اس کے بعد قیاس سے کام لو اور جو قیاس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی سنت کے زیادہ قریب ہو اس کے مطابق حکم صادر کرو والسلام علیک ورحمۃ اللہ)

علامہ ابن قیم نے اپنی کتاب ”اعلام الموقعین“ میں اس خط پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور اسے اسلامی نظام عدلیہ کی بنیاد اور علماء و فقہاء اور قضاة کے لئے بہترین دستور العمل قرار دیا۔ ابن فرحون مالکی (متوفی ۷۰۰ھ) نے بھی اپنی کتاب ”تبصرة الاحکام“ میں لکھا ہے کہ اس خط میں نہایت جامعیت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ فقہاء کو اپنے فیصلوں میں کن کن امور کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے اور اپنے لئے کیا راہ عمل متعین کرنی چاہئے۔ ابن فرحون نے اس خط کا متن اپنی کتاب میں درج کیا ہے وہ ابن قیم کے متن سے کسی حد تک مختلف ہے۔^۲

حضرت عمر کی طرف سے ابو موسیٰ اشعری کو بھیجے گئے خط کے بارے میں بعض اختلافی آراء :

اس خط کے مندرجات ظاہری مذہب کے اصول سے مطابقت نہیں رکھتے کیونکہ ان کے نزدیک قیاس جائز نہیں اور اس خط سے قیاس کے جواز کی تصریح ہوتی ہے اس لئے علماء ظاہریہ اس خط کو صحیح تسلیم نہیں کرتے ، محمد بن محمد بن عروص نے اپنی کتاب ”تاریخ القضاء فی الاسلام“ میں اس خط کی تاریخی حیثیت اور اس کے مندرجات پر بحث کی اور کہا کہ ان دونوں اعتبار سے یہ خط درست نہیں ہے۔

ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں :

”لم نجد قط احدا من الصحابة كلمة نصح تدل على الفرق بين رأى ماخوذ عن شبه لما في القرآن والسنة وبين غيره من الاراء الا في رسالة مكذوبة عن عمر“^۳
(سوائے حضرت عمر کی طرف منسوب کئے گئے جھوٹے رسالے کے ہم کبھی بھی کسی صحابی سے یہ بات نہیں پاتے جو قرآن و سنت وغیرہ کے مشابہ نظائر پر قیاس کرنے پر دلالت کرتی ہوں)

اس خط کے بارے میں مستشرقین کی آراء :

بعض مستشرقین اس خط کو درست تسلیم نہیں کرتے۔

۱۔ اعلام الموقعین ، ابن قیم جوازی ضلی متوفی ۷۵۱ھ / ۸۵-۸۶ ، بیروت دار الفکر ۱۳۹۷ھ

۲۔ تبصرة الاحکام فی اصول الافتیة ومناجی الاحکام ، ابو عبد اللہ محمد بن فرحون اشعری مالکی ۲۱/۱ ، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۳۰۱ھ

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام ، حافظ ابی محمد علی ابن حزام ندوی لفظ ظاہری متوفی ۴۵۶ھ تحقیق احمد محمد شاہ ۴/۶ ، ۴۷-۴۸ ، کراچی جامعہ ابلی کمرطبع جانی ۱۳۹۸ھ

JOSEPH SCHACHT نے لکھا :

The Instruction which the caliph Umar is alleged to have given to Kadi's, too are a product of the Third century of islam. ^۱

شناخت کے اس بیان کے مطابق یہ رسالہ تیسری صدی ہجری کے لوگوں کی اختراع ہے حالانکہ اس قول کی کوئی بنیاد نہیں۔ جمعیتہ الانجیل کے سربراہ اور آکسفورڈ یونیورسٹی لندن میں لغت عربیہ کے استاد D. S. MARGOLIOUTH نے اپنے مقالہ "Omar's instructions to the cadi" میں اور پھر ان کے بعد EMILETYAN نے اپنے اس موضوع پر پی ایچ ڈی کے مقالہ "Islam Organisation Judiciaires en pays d' Islam" میں اس خط پر شدید تنقید اور اعتراضات کئے اور اسے غلط قرار دیا۔ ^۲

معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر کے محقق محمد حمید اللہ نے ان بے بنیاد اعتراضات کے تفصیل سے جوابات دئے اور اس کتاب میں تقریباً ۳۵ مستند طرق واسانید سے اس کی صحت کو درست ثابت کیا ہے معمر بن راشد بصری (متوفی ۱۵۳ھ) امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) نے الموطا کی کتاب الاقضیہ میں امام ابو یوسف (متوفی ۱۸۲ھ) نے کتاب الخراج میں محمد بن حسن الغیبانی (متوفی ۱۸۹ھ) نے کتاب الاصل میں کتاب الصلح کے تحت عبدالرزاق بن حمام (متوفی ۲۰۱ھ) نے اپنی مصنف میں ابو عبید القاسم بن سلام (متوفی ۲۲۳ھ) نے کتاب ادب القاضی میں اور دیگر بہت سے علماء نے کثرت اور تواتر کے ساتھ اس خط کا تذکرہ کیا ہے۔ ^۳

مذکورہ حقائق کی بناء پر ہم جمہور کا ساتھ دینے پر مجبور ہیں کہ ابو موسیٰ کے نام مجملہ بالا خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہی لکھا ہوا ہے۔

عراق کی مفتوحہ اراضی کی تقسیم سے نکلنے والا اصول :

حضرت عمر کے دور میں جب سواد عراق کی زمین فتح ہوئی تو صحابہ کے مابین شدید اختلاف پیدا ہوا اور ان زمینوں کے مستقبل کے انتظام و بندوبست کے بارے میں دو نقطہ ہائے نظر سامنے آئے جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

اول : بعض حضرات کی رائے تھی کہ ان مفتوحہ زمینوں کو فاتحین میں اس طرح تقسیم کر دیا جائے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بعض مفتوحہ زمینیں تقسیم فرمائی تھیں۔

دوم : بعض دوسرے حضرات جن میں خود حضرت عمر بھی شریک تھے یہ رائے رکھتے تھے کہ ان زمینوں کو تقسیم نہ کیا جائے بلکہ ان کو ان کے سابق مالکان کے ہی قبضہ میں رہنے دیا جائے جن کی حیثیت مزارع کی ہو۔ زمین کی مالک اسلامی ریاست قرار پائے اور مزارعین سے جزیہ اور خراج وصول کیا جائے جو سرکاری خزانہ کے لئے آمدنی کے مستقل ذرائع ہیں

۱ An Introduction to Islamick Law, Joseph Schacht, Pg. 16, 1964

۲ Omar's Instructions to the Cadis, D. S. Margoliouth (In' Jars, London, 1990, Pg. 30) 26

۳ بحوالہ معدن الجواہر، بتاریخ البصرۃ والجزائر نعمان بن محمد بن العراق محقق محمد حمید اللہ ۱۰۹-۱۱۴ھ، الطبعة ۱۳۹۳، مجمع البحرین الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء

۴ معدن الجواہر بتاریخ البصرۃ والجزائر نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی کے ہجرہ عالم) المحقق الاول ص ۱۰۱-۱۹۹ تحقیق محمد حمید اللہ، پاکستان اسلام آباد، مجمع البحرین الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء

اور دونوں نقطہ ہائے نظر کے حضرات نے بڑے شہد و مد سے اپنے اپنے موقف کی تائید میں دلائل دیئے اور یہ ساری بحث ایک ماہ تک جاری رہی اس کے کچھ اشارے مختصر طور پر امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الخراج میں بیان کئے۔^۱
اس بحث میں شریک حضرت عمر نے اپنے موقف کے دفاع و وضاحت میں فرمایا :

”وقد رایت ان حبس الارضین بعلو جہا واضع علی اہلہا الخراج، وفی رقابہم الجزیتہ یسودونہا، فیکون فیاللمسلمین المقاتلۃ و ذریتہ ولمن باتی بعدہم، ارایتم ہذہ المدن العظام، الشام والجزیرۃ والکوفۃ ومصر، لایدلہا من ان تشحن بالحبوش وادرار العطاء علیہم، فممن ابن یعطی ہولاء اذا قسمت الارضون والعلوج؟“^۲

(میری رائے یہ ہے کہ میں ان زمینوں کو ان کے کارندوں سمیت روک رکھوں ان پر کام کرنے والوں پر خراج اور ان کی اپنی ذات پر جزیہ عائد کر دوں جس کو یہ لوگ ادا کیا کریں۔ اس طرح یہ زمین مسلمان مجاہدین ان کی اولاد اور بعد والوں کے لئے ایک ذریعہ آمدنی بن جائیں گی۔ آخر آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بڑے بڑے علاقے، شام، عراق، کوفہ اور مصر موجود ہیں جہاں بڑی بڑی فوجیں رکھنا پڑتی ہیں۔ اگر یہ زمین کارندوں سمیت تقسیم کر دی گئیں تو پھر ان لوگوں کی تنخواہیں کہاں سے دی جائیں گی؟)

اس سے نکلنے والا نتیجہ : اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے اپنی رائے کی تائید اور دفاع میں مصلحت ملکی کا اصول مد نظر رکھا جو اصول فقہ کا ایک بنیادی اصول ہے جس پر بہت سے فقہی قواعد کی اساس ہے۔
مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کرنے سے نکلنے والا اصول :

حضرت عمر ؓ نے علت کے بدل جانے پر اجتہاد کے ذریعے مؤلفۃ القلوب کا حصہ بند کر دیا۔ مؤلفۃ القلوب کو بیت المال سے اس مقررہ حصہ میں سے جو باقاعدہ روزینہ مل رہا تھا اور جو قرآن سے ثابت تھا حضرت عمر نے اپنے دور میں موجود ان مؤلفۃ القلوب کو یہ حصہ دینا بند کر دیا اور یہ کہ وہ آپ ؐ کی حیات طیبہ میں یہ روزینہ حاصل کر رہے تھے۔^۳
روزینہ بند کر دینے کے پیچھے کا فرما اصول :

حضرت عمر ؓ نے قرآن کے ظاہر کے بجائے اس کی علت کو دیکھا اور وہ یہ تھی کہ جس وقت اسلام کمزور تھا اس وقت ان لوگوں کو روزینہ اس لئے دیا جاتا تھا کہ ان کے شر سے بچا جاسکے لیکن جب اسلام مضبوط ہو گیا اور مسلمانوں نے قوت و شوکت حاصل کر لی تو اب ان لوگوں کو دینے کی وجہ نہ رہی مزید یہ کہ قرآن نے بعض متعین اور مقررہ لوگوں کو اس حصہ میں سے دینے کا حکم نہیں فرمایا۔

قسط کے زمانے میں حد کا نفاذ نہ کرنے کے پیچھے کا فرما اصول :

حضرت عمر نے اجتہاد کے ذریعے قسط کے زمانے میں چوری کی حد کا نفاذ موقوف کر کے تعزیری سزا جاری فرمائی۔ اس اجتہاد کی حکمت یہ تھی کہ شریعت میں حد سرقہ جاری کرنے کی شرط یہ ہے کہ چور چوری کرنے پر مجبور نہ کیا گیا ہو۔

ت عمر نے محسوس کیا کہ قحط کا ہونا لوگوں کے لئے ایک ایسی اضطراری مجبوری کی حالت ہے جس کے تحت آدمی چوری پر رہ سکتا ہے اور اس طرح اضطراری کیفیت شبہ کے زمرہ میں آتی ہے اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”ادروا الحدود لیسبھات“^۱ (حدود کو شبہ کی بناء پر ساقط کر دیا کرو)۔

مکی چوری پر حد نافذ نہ کرنے کے پیچھے کا فرما اصول :

موطا امام مالک میں ساجب بن یزید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن الحضری اپنے ایک غلام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے گئے اور ان سے کہا :

”اقطع يد غلامی هذا، فانه سرق، فقال له عمر : ماذا سرق؟ فقال سرق مراة لامراتی ثمنها ستون درهما، فقال عمر : ارسله فلیس علیه قطع، خادمکم سرق متاعکم“^۲

(میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹ دیجئے کیونکہ اس نے چوری کی ہے حضرت عمر نے ان سے فرمایا کہ چرایا کیا ہے؟ کہا میری بیوی کا آئینہ چرایا جس کی قیمت ساٹھ درہم ہے حضرت عمر نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا کیونکہ تمہارے ہی خادم نے تمہارا مال چرایا ہے)

فیصلے سے نکلنے والا اصول : سرقہ کے لئے ضروری ہے کہ سارق کو مال مسروقہ میں کسی طرح کا حق نہ ہو۔
میں اصل اباحت ہونے کی مثال :

موطا امام مالک میں یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب کا بیان ہے کہ :

”ان عمر بن الخطاب خرج فی ركب، فیہم عمرو بن العاص حتی وردوا حوضا فقال عمرو بن العاص لصاحب الحوض هل ترد حوضک السباع؟ فقال عمر بن الخطاب یا صاحب الحوض لا نخبرنا فانا نرد علی السباع، وترد علینا“^۳

(حضرت عمر رضی اللہ عنہ چند سواروں کے ساتھ نکلے جن میں حضرت عمرو بن العاص بھی تھے یہاں تک کہ وہ ایک حوض پر پہنچے تو حضرت عمرو بن العاص نے حوض کے مالک سے پوچھا کیا تمہارے حوض پر درندے بھی پانی پینے آتے ہیں؟ حضرت عمر نے حوض والے سے کہا کہ یہ بات ہمیں نہ بتانا کیونکہ کبھی ہم درندوں سے پہلے اور کبھی وہ ہم سے پہلے آتے ہوں گے)

سے نکلنے والے اصول :

اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

ظاہر حالت اگر صحیح ہے تو تخصیص اور جستجو پر ہم مکلف نہیں ہیں۔

الاکام اسطانیۃ علی بن محمد الماوردی متوفی ۳۵۰ھ ص ۲۲۵ مسر مصطفیٰ البابی الخلیفہ ۱۳۸۰ھ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الحدود فصل ثانی میں الفاظ

”ادروا والحدود عن المسلمین ما استطعتم“ اسے حوالہ قرندی ذکر کیا

۳ حوالہ سابق باب الطهور للوضوء

موطا امام مالک، مالک بن انس بن مالک متوفی ۹۷ھ، کتاب الحدود ما لا قطع فیہ

ایک اور مثال سے توضیح : موطا امام مالک میں خالد بن اسلم سے روای ہے کہ :

”ان عمر بن الخطاب افطر ذات يوم في رمضان في يوم ذي غيم، وراى انه قد امسى و غابت الشمس، فاجاءه رجل فقال يا امير المؤمنين، طلعت الشمس فقال عمر : الخطب يسير وقد اجتهدنا“۔

(حضرت عمرؓ نے ایک ابرو والے دن رمضان کا روزہ افطار کر لیا ان کا خیال تھا کہ شام ہو گئی اور سورج غروب ہو گیا پس ایک آدمی نے آکر بتایا کہ اے امیر المؤمنین! سورج نکل آیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تلافی آسان ہے ہم نے اجتہاد کیا تھا) امام مالک نے فرمایا ”الخطب اليسير“ سے مراد قضاء ہے آگے اللہ بہتر جانتا ہے چونکہ محنت کم ہے اس لئے اس کی جگہ ایک روزہ رکھ لیں۔

اس کے علاوہ بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اجتہاد اور قیاس سے کام لیا اور ان کے اجتہادات کی روشنی میں بہت سے اصول نظر جو اصول فقہ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔

دیگر صحابہ کرام بھی اجتہاد میں اصول استنباط پیش نظر رکھتے :

صحابہ کے دور میں جس طرح فقہ وجود میں آچکی تھی اسی طرح اصول کی نشوونما کا آغاز بھی ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کی طرح دوسرے صحابہ کرام بھی اجتہاد کے موقع پر اصول استنباط پیش نظر رکھتے تھے مثلاً حضرت علی ابن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایسا ہی کیا۔ چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جن سے ان کے اجتہاد اور اس میں اصول پیش نظر ہوتا تھا اس کا پتہ چلتا ہے۔

مئے نوشی کی حد کے لئے صحابہ کے مختلف استدلالات اور پیش نظر اصول استنباط :

رسول اکرم ﷺ کے ابتدائی زمانہ میں شراب نوشی کی کوئی طے شدہ اور متعین سزا نہیں تھی شراب نوشی کے مجرم کو بائید و تعین کے سزائے ضرب دی جاتی تھی اور مسجد میں سزا سنا کر حاضرین سے کہا جاتا تھا کہ ہاتھوں، مکوں اور جوف سے مجرم کو مناسب سزا دے دیں بعد میں آپ ﷺ نے چالیس کوڑوں کی سزا بھی دی جس پر حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانے تک عمل درآمد ہوتا رہا۔ پھر ایک مرحلہ پر حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ شراب نوشی کے واقعات زیادہ ہونے لگے ہیں اور بالخصوص ان اقوام میں جو فتوحات کے نتیجہ میں نئی نئی اسلامیات داخل ہو رہی تھیں ایسے لوگ آئے دن بکھر رہے تھے جو بار بار شراب نوشی کا ارتکاب کرتے تھے حضرت عمرؓ نے یہ صورتحال کبار صحابہ کرام کے سامنے منظر کے لئے پیش کی اور تجویز کیا کہ شراب نوشی کی سزا بڑھانی چاہئے اس پر بحث و مباحثہ ہوا اور بالآخر حضرت علیؓ کی رائے سے سب نے اتفاق کر لیا۔

حضرت علیؓ کا طرز استدلال : حضرت علیؓ کا طرز استدلال یہ تھا کہ مئے نوش ایک ایسا عمل ہے جس سے انسان کا شعور و احساس ختم ہو جاتا ہے اور اس کی عقل جاتی رہتی ہے اس عقل و شعور سے خالی نشہ کی حالت میں انسان ہڈیاں

شروع کر دیتا ہے عین ممکن ہے کہ ہندیان بکنے کی صورت میں وہ ایسے الفاظ بھی کہہ دے جو قذف (تہمت) کے الفاظ ہوں اس لئے قرآن کریم میں بیان کردہ قذف کی سزا (اسی کوڑے) کو جرم سے نوشی کی بھی سزا متعین کر دی جائے حضرت علی کا فرمان ہے : ”انہ اذا شرب هذی، واذا هذی افتری فیہ جبلان یحکمکما یحد القاذف“^۱ (جب وہ شراب پئے گا تو لازماً ہندیان بکے گا تو افتراء پر دازی بھی کرے گا لہذا اس کو وہ سزا دی جائے جو قذف کرنے والے (یعنی افتراء پر دازی کرنے والے کو دی جاتی ہے) چنانچہ حضرت علی کے استدلال کو قبول کرتے ہوئے صحابہ کرام کے اتفاق سے حضرت عمرؓ نے شراب نوشی کی حد ۸ کوڑے مقرر کر دی۔

اس استدلال میں حضرت علی نے مندرجہ ذیل دو قواعد کلیہ پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی :

حضرت علی نے واضح طور پر دو ایسے قواعد کلیہ پر اپنی رائے کی بنیاد رکھی جنہوں نے بعد میں بہت آگے چل کر واضح شکل اختیار کی یعنی حکم بالمال اور سند ذریعہ بالفاظ دیگر فقہ کا یہ اصول کہ معاملات کے جائز یا ناجائز ہونے کا فیصلہ کرتے وقت محض ان کی ابتدائی اور ظاہری صورت ہی کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ بالآخر ان سے کیا نتیجہ مرتب ہوتا ہے چونکہ منہ نوشی میں نشہ کی کیفیت قذف کو بھی منہج ہو سکتی ہے اس لئے اس ذریعہ کا سد باب کرتے ہوئے جو مال (انجام) کا حکم ہے وہ اس صورت پر عائد منطبق کر دیا جائے۔^۲

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا طرز استدلال :

حضرت عبدالرحمن بن عوف نے اس موقع پر استدلال کیا کہ قرآن و سنت کی متعین کردہ حدود میں سب سے کم حد قذف ہے اس لئے کم ترین حد کی سزا کو اس جرم منہ نوشی کی حد قرار دے دیا جائے۔^۳

ایک اور مسئلہ میں صحابہ کی مشاورت اور حضرت علی کے اجتہاد پر عمل :

حضرت عمرؓ نے ایک عورت جس کا شوہر غائب تھا اور اس کے یہاں لوگوں کی آمد و رفت تھی جسے آپ نے روکا اور اسے بلایا بجائے قاصد نے عورت سے جا کر کہا چل کر حضرت عمرؓ کو جواب دو۔ اس نے کہا ہائے تباہی ! عمرؓ سے کیا مطلب؟ اور پھر ان کی طرف جب چلی تو خوف و گھبراہٹ سے راستے ہی میں دروازہ شروع ہوا اور وہ ایک گھر میں داخل ہو گئی جہاں اس نے ایک بچہ جنم دیا۔ بچہ رویا اور چیخ کر وہیں مر گیا۔ حضرت عمرؓ نے اصحاب رسولؐ سے اس سلسلے میں مشورہ کیا۔ بعض نے کہا آپ پر کچھ نہیں آپ ادب سکھانے اور نظام درست رکھنے والے حکمران ہیں۔ حضرت علیؓ خاموش تھے تو حضرت عمرؓ نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا اگر ان حضرات نے صحیح رائے ظاہر کی تو ان کی رائے غلط ہے۔ اگر آپ کی رضا مندی کے لئے ایسا کیا تو وہ آپ کے خیر خواہ نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کا خون بہا

۱۔ موطا امام محمد، باب ”الحد فی الشراب“ الفاظ کے کچھ اختلاف سے۔ اعلام الموقعین ۱/ ۲۱۱۔ اثر الاختلاف فی القواعد الاصولیہ فی

اختلاف الفقہاء، مصنفی سعید الخن ص ۱۲۱، بیروت منوۃ الرسالۃ طبعہ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۲ء

۲۔ اصول فقہ محمد ابو زہرہ ص ۱۲

۳۔ فتاویٰ اسلامی کا تاسیسی پس منظر، ساجد الرحمن صدیقی ص ۲۸، اسلام آباد شریعہ اکیڈمی ۱۹۹۲

آپ کے اوپر ہے کیونکہ آپ ہی کی وجہ سے اس نے خوفزدہ ہو کر بچہ جن دیا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ یہ بچہ خون بہا اس کی قوم میں تقسیم کر دیا جائے۔

حضرت عمرؓ نے امیر المؤمنین ہوتے ہوئے بھی حضرت علیؓ کی صائب رائے قبول فرمائی اور ان کے اجتہاد پر عمل کیا۔ جب کہ دوسرے اصحاب کی رائے میں آپ کے لئے چھٹکارا تھا۔

حاملہ کی عدت کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا استدلال :

سورة البقرہ میں ایسی عورتوں کی عدت جن کے شوہر وفات پا جائیں چار ماہ دس دن بیان ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرمایا : ”وَالَّذِينَ يَتوفونَ مِنْكُمْ وَيَذرونَ ازواجاً یترصنَ بانفسهنَّ اربعة اشهر وعشراً“ (اور تم میں سے جو وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ چار ماہ دس دن انتظار کریں) مگر سورة الطلاق میں عورتوں کی عدت وضع حمل بیان ہوئی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود جب کوفہ کے قاضی تھے تو ان کی عدالت میں ایک حاملہ خاتون کا مقدمہ آیا جس کا شوہر وفات پا چکا تھا اس کی عدت کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعود نے سورة الطلاق جس کو دو صحابہ تابعین میں سورة نساء صغریٰ بھی کہا جاتا تھا کی آیت ”وَلَوْلَا تِ الاحمالُ اجلهنَّ ان یضعن حملهن“ (اور حاملہ عورتوں کی مدت معینہ (یعنی عدت یہ ہے کہ ان کا وضع حمل ہو جائے آپ نے ان آیات سے استدلال کر کے یہ فیصلہ سنایا کہ :

مذکورہ عورت کی عدت چار ماہ دس دن نہیں بلکہ تا وضع حمل ہے وہ جتنی بھی مدت پر مشتمل ہو سب کی سب عدت ہوگی۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا : ”أَنَّ الْآیَةَ فِي سُورَةِ النِّسَاءِ الْقَصْرَى وَأُولَاتِ الْاِحْمَالِ اَنْ یضعن حملهنَّ نزلت بعد الْآیَةِ التَّیْ فِي سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَالَّذِینَ یَتوفونَ مِنْكُمْ“ (حضرت عبداللہ بن مسعود کے استدلال سے نکلنے والا اصول :

آپ ﷺ نے اپنے فیصلہ میں یہ واضح کیا کہ بعد میں نازل ہونے والا حکم پہلے نازل ہونے والے حکم کے لئے ہوتا ہے پایہ کہ نئی شرائط، حدود و قیود کے اضافہ کے ذریعہ اس کی تخصیص کر دیتا ہے۔ لہذا ہر سابقہ حکم اور فیصلہ کو بعد کے فیصلہ حکم کی روشنی میں پڑھنا سمجھنا اس پر عمل کرنا چاہئے۔ یہ قانون کی تعبیر و تشریح کا وہ اصول ہے جس کو اسلامی قانون بلکہ نیا سارے ہی قوانین تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا : ”اتجعلون علی التغلیظ ولا تجعلون لہا الرخصة“ (ختمی کا پہلو کیوں ردار کھتے ہو رخصت کا پہلو کیوں اختیار نہیں کرتے)۔ گویا حضرت عبداللہ بن مسعود نے اس مسئلہ میں یہ اصول بھی بیان فرمایا کہ اسلامی شریعت رخصت اور سہولت پہلو کے ترجیح دینے کو بہ نظر استحسان دیکھتی ہے۔

۱ صحیح مسلم، امام مسلم، کتاب القسامة والمحابرین والقصاص والدیات، باب دية الجنین ووجوب الدية فی قتل الخطا ج ۲۳۳ : ۳ مع الطلاق : ۳
۲ کشف المخطا عن وجہ الموطا حاشیہ علی الموطا، اشفاق الرضی ص ۵۳۰، کتاب الطلاق باب عدة الطلاق متوفی عنہا زوجہا صحیح البخاری کتاب التفسیر باب والذین یتوفون منکم ویلذرون ازواجاً یتربصن بانفسهن اربعة اشهر وعشراً

الفرض ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرام قرآن کی نصوص اور ارشادات نبوت کی تفسیرات سمجھنے کی طبعی سلیقہ اور ملکہ رکھتے تھے اور وہ بخوبی واقف تھے کہ قرآن اور سنت نبویؐ میں کون سی تعبیرات عام وارد ہوتی ہیں اور ان کی کہاں اور کس انداز میں تخصیص یا تنقید وارد ہوتی ہے کس کلام کا محل اور اطلاق کیا ہے۔ امور استنباط اور مناجاج اجتہاد کی تدوین نہ ہونے کے باوجود بھی وہ ان اصولوں کا فطری طریقے پر اطلاق کرتے تھے یعنی وہ صراحتاً اصول بیان کر کے استنباط و اجتہاد نہیں کرتے تھے مگر ان کے سامنے اصول و مناجاج رہتے تھے اور ان کا اجتہاد اصول و قواعد کی روشنی میں ہوتا تھا۔

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں :

”ثم نظرنا في طرق استدلال الصحابة والسلف بالكتاب والسنة، فإذا هم يقسمون الاشياء بالاشباه منها وينظرون الامثال بالامثال فان كثيرا من الوقائع بعده صلوات الله وسلامه عليه لم تدرج في النصوص الثابتة فقا سواها بمائيت والحقوها بما نص عليه، بشروط في ذلك اللاحاق، تصحح تلك المساواة بين الشبهين، او المثلين، حتى يغلب على الظن ان حكم الله تعالى فيهما واحد وصار ذلك دليلا شرعيا باجماعهم عليه، وهو القياس“^۱

(پھر جب ہم نے صحابہ کرام اور سلف صالحین کے قرآن و سنت سے استدلال کے طریقوں پر غور کیا تو دیکھا کہ وہ نئے مسائل کو ان کے ہم مثل و مشابہ مسائل پر قیاس کرتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے بعد کتنے ہی واقعات ایسے پیش آئے جو ثابت شدہ نصوص کے دائرہ میں نہیں آتے تھے انہوں نے ایسے غیر منصوص مسائل پر کچھ ایسی شرطوں کی بنیاد پر قیاس کیا جن سے دونوں طرح کے واقعات کا ہم مثل و مشابہ ہونا متعین ہو جاتا ہو اور یہ ظن غالب ہو جاتا ہو کہ ان دونوں میں اللہ تعالیٰ کا ایک ہی حکم ہوگا یہ طریقہ استدلال صحابہ کرام کے اجماع سے ایک دلیل شرعی قرار پایا جسے قیاس کہتے ہیں)

امام الحرمین الجوبینی شافعی (متوفی ۷۷۸ھ) فرماتے ہیں :

”ونحن نعلم قطعاً ان الوقائع التي جرت فيها فتاوى علماء الصحابة واقضيتهم تزيد على المنصوصات، زيادة لا يحصرها عدد، ولا يحويها حد، فانهم كانوا، قايسين في قريب من مائة سنة، والوقائع تترى، والنفوس الى البحث طلعة، وما سكتوا عن واقعة صانعين الى انه لانص فيها، وعلى قطع نعلم انهم ما كانوا يحكمون بكل ما يعين لهم، من غير ضبط وربط، وملا حظة قواعد متبعة عندهم“^۲

(ہمیں قطعیت کے ساتھ یہ بات معلوم ہے کہ جن حوادث و واقعات میں صحابہ کرام کے فتاویٰ اور فیصلے صادر ہوئے وہ قرآن و حدیث کے منصوصات سے بہت زیادہ بلکہ بے حدود بے شمار ہیں۔ صحابہ کرام تقریباً ایک صدی تک ایسے مسائل میں قیاس کرتے رہے واقعات آئے دن پیش آتے اور یہ حضرات ان واقعات کے بارے میں احکام شرعیہ کی تحقیق کرتے یہ لوگ کسی

۱۔ كشف المغطا عن وجه المؤطا حاشیہ علی المؤطا كتاب الطلاق باب عدة المعوفی عنها زوجها اذا كان حاملا

۲۔ مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمن ابن خلدون، ص ۳۵۳ بغداد، المکتبۃ الشیعیہ

۳۔ البرهان، امام الحرمین الجوبینی متوفی ۷۷۸ھ، فقرہ ۷۱، مکتبہ امام الحرمین طبعہ ۱۳۱۲ھ

واقعہ پر حکم لگانے سے محض اس لئے خاموش نہیں رہے کہ اس سے متعلق نص وارد نہیں ہے..... اسی طرح یہ بھی یقینی امر ہے کہ یہ حضرات پیش آمدہ مسائل پر کیسما اتفاق اور اصول و قواعد کی رعایت کے بغیر احکام جاری نہیں کرتے تھے)

ڈاکٹر علی شامی شارح فرماتے ہیں کہ :

”وفي الحقيقة ان تاريخ وضع المنهج الاصولي يذهب الى عهد ابعد من عصر الشافعي بكثير، بحيث لا يجب ان نلتمسه فقط عند علماء الاحناف في السنوات التي تسبق عصر الشافعي، بل في عصر الصحابة انفسهم ولدى الكثيرين من فقهاءهم وعن هؤلاء اخذت معظم القوانين التي يحتاج اليها في استفادة الاحكام، فابن عباس وضع فكرة الخاص والعام، وذكر عن بعض الصحابة الاخرين فكرة المفهوم“^۱

(واقعہ یہ ہے کہ اصولی منہج کو وضع کرنے کی تاریخ امام شافعی کے عصر سے بہت پرانی ہے چنانچہ ہمیں یہ اصولی منہج نہ صرف ان علماء احناف کے پاس ملتا ہے جن کا دور امام شافعی سے چند سال پرانا ہے بلکہ خود عہد صحابہ میں اور بہت سارے فقہاء صحابہ کے یہاں ملتا ہے اور استنباط احکام کے قوانین کا ایک بڑا حصہ صحابہ کرام سے منقول ہے حضرت ابن عباس نے خاص اور عام کا نظریہ پیش کیا بعض دیگر صحابہ کرام سے مفہوم کا نظریہ مذکور ہے)

شیخ ابو زہرہ فرماتے ہیں :

”فاذا كان استنباط الفقه ابتداء بعد رسول الله ﷺ في عصر الصحابة، فان الفقهاء من بينهم كابن مسعود، وعلي بن أبي طالب، وعمر بن الخطاب، ما كانوا يقولون أقوا لهم من غير قيد ضابط“^۲

(حضور ﷺ کے بعد جب صحابہ کرام کے زمانے میں فقہ کے استنباط کا کام شروع ہوا تو فقہاء صحابہ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود، علی بن ابی طالب اور عمر بن خطاب قواعد و ضوابط کی رعایت کے بغیر نئے پیش آمدہ مسائل میں اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتے تھے)۔



۱۔ مناج البحث عند مفكرى الاسلام، علی شامی شارح ص ۶۶ بحوالہ المتظیر للنسفی، جمال الدین عطیہ دوحہ مطبعہ ندوۃ ۱۳۰ھ۔ ۱۹۸۷ء

۲۔ اصول الفقہ، محمد ابو زہرہ ص ۱۲ قاہرہ، دار الفکر العربی ۱۳۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء

عہد بنو اُمیہ میں اصول فقہ (۱۴۱ھ - ۱۳۲ھ)

عہد تابعین میں اصول فقہ: (اجتہاد و استدلال)

صحابہ کرام کے مذکورہ اسلوب اجتہاد و استدلال کو تابعین نے آگے بڑھایا اور جیسے جیسے اسلامی احکام پر غور و خوض ہوتا رہا اصول و قواعد اور ان کے مابین پائے جانے والے فروق کی وضاحت ہوتی چلی گئی اس سلسلے کو آگے بڑھانے میں قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ کے اسلوب بیان اور طرز استدلال نے بنیادی رہنمائی فراہم کی۔ عمومی کلیات کو جزئی مثالوں کے ضمن میں بیان کرنے کا جو بالخصوص قرآنی اور بالعموم نبوی اسلوب رہا اس کے مطابق ملت جلتے احکام پر غور و فکر اور تدبر کرنے سے ان جزئی احکامات میں جاری و ساری عمومی اصول اور ان کی پشت پر کارفرما قواعد کلیہ کا پتہ چلتا ہے اس معاملہ میں قرآن کا اسلوب استقراری ہے۔

یہاں یہ بات اہم ہے کہ پہلے ان ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کو دریافت کیا جائے جو کسی ایک عمومی اصول یا قاعدہ کلیہ کے تحت آتے ہوں ان ملتے جلتے جزئی احکام اور مشابہ مثالوں کا اصطلاحی نام ”الاشباہ والامثال“ یا ”الاشباہ والنظائر“ ہے اپنے اس خاص فنی مفہوم میں سب سے پہلے یہ اصطلاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس خط میں ملتی ہے جو انہوں نے عدائتی پائسی اور نظام قضاء کے بارے میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو لکھا تھا غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس خط کے بعد ہی اس پورے علم کا نام علم الاشباہ والنظائر ہو گیا جس میں استقرار و تدبر کے اس عمل سے کام لے کر شریعت کے عمومی اصولوں اور قواعد کلیہ کا پتہ لگایا جاتا ہے۔

دوسری صدی ہجری کے وسط تک اصول فقہ پر کام کی رفتار کا جائزہ:

دور صحابہ کے آخری زمانہ سے لے کر دوسری صدی ہجری کے وسط تک کی سو سالہ مدت میں اس میدان میں کتنا اور کیا کام ہوا اس موضوع پر کوئی حتمی رائے قائم کرنا مشکل ہے تاہم اتنا کہا جاسکتا ہے کہ اس دور میں قریب قریب ہر قابل ذکر فقیہ نے اس سرگرمی میں حصہ لیا اور بہت سے اصولوں کی دریافت میں بعد والوں کے کام کو آسان بنایا لیکن اس سو سالہ دور میں قواعد فقہیہ کے بجائے زیادہ زور قواعد اصولیہ پر رہا۔ امام شافعی کی شہرہ آفاق کتاب ”الرسالۃ“ کو بغور پڑھا جائے تو اس کے پس منظر میں موجود اصولی بحثوں اور قانونی اختلافات کی وہ ساری بنیاد صاف محسوس ہو جاتی ہیں جن کے بارے میں ایک صحیح نقطہ نظر کو صحیح اور واضح کرنے کے لئے امام صاحب نے یہ کتاب لکھی۔

ابن ہرہ اس عہد میں کام کی رفتار کا ان الفاظ کے ساتھ جائزہ پیش کرتے ہیں:

”حتى اذا انتقلنا الى عصر التابعين وجدنا الاستنباط يتسع لكثرة الحوادث ولعكوف طائفة من التابعين على الفتوى كسعيد بن المسيب وغيره بالمدينة، وكعلقمة و ابراهيم النخعي

بالحق، فان هؤلاء كان بين ايديهم كتاب الله وسنة رسول ﷺ وفتاوى الصحابة، وكان منهم من ينهج منهاج المصلحة ان لم يكن نص، ومنهم من ينهج منهاج القياس، فالتفريعات التي كان يفرعها ابراهيم النخعي وغيره من فقهاء العراق كانت تنجس نحو استخراج علل الاقسية وضبطها والتفريع عليها، بتطبيق تلك العلل على الفروع المختلفة، وهناك نجد المناهج تنضج اكثر من ذي قبل، وكلما اختلفت المدارس الفقهية كان الاختلاف سببا في ان تتميز منهاج الاستنباط في كل مدرسة“۔

(عہد صحابہ کے بعد جب ہم تابعین کے عہد کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ محسوس کرتے ہیں کہ تابعین کے دور میں اجتہاد و استنباط کا دائرہ اور وسیع ہو جاتا ہے ایک تو اس لئے کہ نئے نئے واقعات کی کثرت ہو گئی دوسرے اس لئے بھی ایک جماعت فتویٰ کے لئے گویا وقف ہو گئی تھی مثلاً مدینہ میں سعید بن المسیب وغیرہ، عراق میں حضرت علقمہؒ اور ابراہیم نخعیؒ وغیرہ ان حضرات کے سامنے تین مصادر تھے۔ کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور صحابہ کرام کے فتویٰ ان میں سے بعض وہ حضرات تھے جو نص موجود نہ ہونے کی صورت میں مصلحت شرعی کو بنیاد بنا کر حکم شرعی کا استنباط کرتے تھے اور بعض دیگر حضرات قیاس کی راہ اپناتے تھے۔ چنانچہ فقہاء عراق میں سے حضرت ابراہیم نخعیؒ وغیرہ کے اجتہادات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قیاس کی علتوں کا استخراج اور انہیں منضبط کر کے ان علتوں کو مختلف جزئیات پر منطبق کرتے تھے اس دور میں استنباط کے اصول و قواعد پہلے سے بہت ہی زیادہ واضح اور منظم ہو کر سامنے آ گئے اور فقہی اسکولوں میں جس قدر اختلاف ہوتا تھا یہی فقہی اسکول کے مناہج استنباط الگ الگ بکھر کر سامنے آئے)

عہد تابعین کے بعد اصول فقہ میں کام کی رفتار :

ابوہریرہ فرماتے ہیں :

”فاذا تجاوزنا عصر التابعين ووصلنا الى عصر الائمة المجتهدين نجد المناهج تتميز بشكل اوضح، ومع تمييز المناهج تبين قوانين الاستنباط وتظهر معالمها، وتظهر على السنة الائمة في عبارات صريحة واضحة دقيقة، فنجد ابا حنيفة، مثلاً يحدد منهاج استنباطه بالكتاب، فالسنة وفتاوى الصحابة ياخذ ما يجمعون عليه، وما يختلفون فيه يتخير من آرائهم ولا يخرج عنها، ولا ياخذ برأي التابعين لانهم رجال مثله، وتجده يسير في القياس والاستحسان على منهاج بين، حتى لقد يقول عنه تلميذه محمد بن الحسن الشيباني: كان اصحابه ينازعونه في القياس فاذا قال استحسنت لم يلحق به احد، ومالك رضي الله عنه، كان يسير على منهاج اصول واضح، في احتجاجه، بعمل اهل المدينة، وتصريحه بذلك في كتبه ورسائله، وفي اشتراطه ما اشترطه في رواية الحديث، وفي نقده للاحاديث نقد الصبر في الماهر، وفي رده لبعض الآثار المنسوبة للنبي ﷺ لمخالفة المنصوص عليه في القرآن او لمقرر المعروف من قواعد الدين، كرده خبر ”اذا ولغ

الکلب فی اثناء احد کم غسلہ سبع“ و کردہ خبر خیار المجلس، و کردہ خبر اداء الصدقة عن المتوفی، و كذلك کان ابو یوسف فی کتاب الخراج و فی ردہ علی سیر الاوزاعی یسیر علی منهاج بین و اوضح، منهاج اجتہادہ“ ۱۔

(تابعین کے عہد کے بعد جب ہم ائمہ مجتہدین کے عہد کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات محسوس ہوتی ہے کہ یہ مناج تابعین کے عہد کے مقابلہ میں زیادہ واضح تر شکل میں ایک دوسرے سے ممتاز ہو جاتے ہیں اور مناج استنباط کے تمیز ہونے کے ساتھ ساتھ استنباط کے قوانین اور اس کی علامتیں نہایت اُجاگر ہو جاتی ہیں اور ائمہ مجتہدین کی زبان پر صریح واضح اور فنی عبارتوں میں یہ مناج اور قوانین واضح و آشکار ہوتے ہیں..... امام ابو حنیفہ کے نزدیک مصادر استنباط کی ترتیب اس طرح تھی پہلے قرآن پھر حدیث پھر صحابہ کرام کے متفقہ فتاویٰ اگر صحابہ کرام کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو کسی بھی ایک صحابی کی رائے کو ضرور اختیار فرماتے سب سے بٹ کر اپنی کوئی رائے نہیں رکھتے البتہ تابعین کے اقوال کو اس بناء پر ترک فرما دیتے کہ وہ آپ کے ہم مرتبہ لوگ تھے قیاس اور استحسان کے باب میں آپ کا ایک واضح نچ تھا آپ کے خاص شاگرد امام محمد فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے تلامذہ قیاس کے باب میں کھل کر آپ سے بحث و مباحثہ کرتے لیکن جب آپ دلیل استحسان پیش کرتے تو سب لوگ خاموش ہو جاتے۔ امام مالک نے بھی ایک واضح اصولی نچ اپنایا ہے۔ اہل مدینہ کے عمل کو آپ نے حجت قرار دیا اپنی کتابوں اور رسائل میں اس کی صراحت فرمائی روایت حدیث کے سلسلے میں مخصوص شرطیں لگائیں۔ ایک ماہر صراف کی طرح روایتوں کو پرکھا حضور ﷺ کی جانب بعض منسوب روایتوں کو کسی نص قرآنی یا دین کے کسی معروف بنیادی قاعدہ سے متعارض ہونے کی بناء پر رد کر دیا۔ چنانچہ آپ نے حدیث ”اذا بلغ الکلب فی اثناء احد کم غسلہ سبعاً“ اسی طرح خیار مجلس والی حدیث اور میت کی طرف سے اداء صدقہ والی حدیث کو اسی بناء پر رد فرمایا اسی طرح امام ابو یوسف بھی کتاب الخراج میں اور الرد علی سیر الاوزاعی میں ایک واضح نچ پر چلتے نظر آتے ہیں)

اس کے بعد امام شافعی تشریف لائے اور انہوں نے فقہ مدینہ، فقہ عراق، فقہ مکہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے کچھ قواعد وضع کئے جن سے اجتہاد میں خطاء و صواب کا پتہ چل سکے یہی قواعد آج اصول فقہ کے نام سے معروف ہیں اور پھر آپ نے حافظ و فقیہ عبدالرحمن بن مہدی (متوفی ۱۹۸ھ) کی درخواست پر اپنے خاص شاگرد ربیع بن سلیمان کو مطلوبہ مباحث املاء کرائے انہیں مباحث کا مجموعہ ”الرسالۃ“ کے نام سے موسوم ہے۔ جو امام شافعی کی مشہور تصنیف کتاب ”الام“ کے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

عمر بن عبدالعزیز (۶۰ھ-۱۰۱ھ) ۲

مصر میں پیدا ہوئے علم و فتاویٰ میں شہرت پائی، آپ امام، فقیہ و مجتہد تھے تابعین کی کثیر تعداد نے آپ سے استفادہ کیا امام جلال الدین سیوطی نے امام ذہبی کے حوالے سے تحریر کیا: ”و تفقہ حتی بلغ رتبة الاجتہاد“ ۳ انہوں نے تفقہ حاصل کیا یہاں تک کہ اجتہاد کے مرتبہ کو پہنچے۔

۱۔ حوالہ سابق ج ابو حفص عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم الاموی القرشی (۶۰۸/۷۲۰ء)

۲۔ حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة، جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ۱۳۲/۱، مصر مصطفیٰ آفندی سندہ

ابن شہاب الزہری (۵۱ھ-۱۲۴ھ)^۱

مشہور مجتہدین اور اہل فتویٰ میں آپ کا شمار ہوتا تھا ابن خلکان نے لکھا :

”أحد الفقهاء والمحدثين والاعلام التابعين بالمدينة..... وروى عنه جماعة من الأئمة منهم

مالک بن انس ، سفیان بن عیینہ ، سفیان بن ثوری.....“^۲

(مدینہ کے ممتاز فقہاء محدثین و تابعین میں سے ایک تھے..... آپ سے ائمہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ان میں

مالک بن انس ، سفیان بن عیینہ ، سفیان بن ثوری..... شامل ہیں)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اعمال کو ابن شہاب سے متعلق لکھا تھا :

”عليكم يا ابن شهاب فانكم لاتجدون احدا اعلم بالسنة الماضية منه“^۳

(تم پر ابن شہاب کی اتباع لازم ہے کیونکہ تم ان سے زیادہ کسی کو سنت رسول ﷺ کا عالم نہیں پاؤ گے)۔



^۱ محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن عبد اللہ بن الحارث ابن زہرہ القرشی الزہری

^۲ وفيات الاعيان وانباء الزمان ابناء قاضي احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ / ۵۴۱ھ مصر، مطبعہ المیمیہ ، احمد البابی الحلبي ۱۳۱۰ھ

^۳ حوالہ سابق

فصل چہارم

عہد عباسی کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی تجزیہ (عہد عباسی کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے اختتام تک)

اس فصل میں آغاز عہد عباسی سے چوتھی صدی تک کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔ دولت عباسیہ میں اصول فقہ پر کافی کام ہوا۔ صبحی محمصانی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: "ازدھر علم الاصول فی صدر الدولة العباسیة" (دولت عباسیہ کے شروع میں علم اصول پر کام کی رفتار میں اضافہ ہو گیا تھا)۔

دوسری صدی ہجری میں علمی و دینی حالت پر ایک سرسری نظر:

بنو امیہ کے آخری حکمران مروان بن محمد کے مصر میں قتل اور السفاح کے خلیفہ ہو جانے کے ساتھ اس دور کا خاتمہ ہو جاتا ہے جس کی بنیاد حضرت امیر معاویہ ؓ نے رکھی تھی۔ بنو امیہ کے چودہ خلفاء نے تقریباً اکیانوے (۹۱) برس تک حکمرانی کی۔ چھٹے خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا دور ہر لحاظ سے سنہری تصور کیا جاتا ہے۔ امن و امان دوبارہ بحال ہو گیا تھا۔ انہوں نے حضرت علی ؓ کی شان میں ممبروں پر بر ملا گستاخی کرنے کی جاہلانہ رسم کا خاتمہ کیا، وہ لوگوں کے مصالح کی طرف متوجہ ہوئے، قرآن و سنت سے اسلامی علوم کی تعلیم و تعلم کی رجحان سازی کی، عوام الناس دین کے سرچشموں میں فقہ و فہم حاصل کرنے لگے۔ محمد بن مسلم بن شہاب الزہری نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہدایت پر پہلی بار باقاعدہ سرکاری سطح پر حدیث رسول ﷺ کو جمع کرنے کا کام شروع کیا۔

اموی حکومت کے خاتمہ پر عبدالرحمن بن معاویہ عباسیوں کے چنگل سے بچ کر ۱۳۸ھ میں اندلس پہنچ گئے، پھر وہاں امیر بن گئے۔ عبدالرحمن الداخل کے نام سے شہرت پائی۔ قرطبہ فتح کر کے سرزمین اندلس کو وسعت دی۔ یہ وہ وقت تھا جب عباسی خلیفہ منصور کا نام ممبروں پر لیا جاتا تھا۔ منصور کا لقب صقر قریش تھا۔ الداخل نے خطبے سے منصور کا نام نکلوادیا۔ اندلس اور اس کے آس پاس کے علاقوں کی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ بالفاظ دیگر الداخل کی اندلس آمد سے بنو امیہ کی تاریخ کے ایک نئے باب کا آغاز ہوا۔

۱۷۳ھ میں الداخل کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے ہشام جانشین بنے اور پھر اموی حکمرانوں نے ۴۲۸ھ تک اسبانیہ، پرتگال، مراکش اور تیونس تک فتوحات حاصل کر لیں۔ تعلیم و تعلم کے فروغ کے لئے ضروری اقدامات کئے۔

۱۔ فلسفۃ التشریع فی الاسلام، صبحی ص ۱۰۸، بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ - ۱۹۴۶ء

۲۔ محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ (الدولۃ العباسیہ) محمد شیخ محمد الخضری، بک ص ۴۶، مصر مکتبۃ تجاریہ الکبریٰ طبعہ عاشقہ

علماء، آئمہ و مجتہدین کی مجلسوں میں مناظرے مباحثے بھی ہوتے۔ فقہ، اصول فقہ، حدیث سمیت متعدد موضوعات پر بحث آتے۔ اس کے نتیجے میں اصول فقہ پر بھی خاص توجہ مرکوز کی جانے لگی اور مختلف انداز سے اس پر کام ہونے لگا۔ اصول و فقہ میں خدمات کے حوالے سے اس صدی کے چند نمایاں نام مندرجہ ذیل ہیں :

امام اعظم ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب۔ مثلاً امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ، امام زفرؒ، امام مالک بن انسؒ اور ان کے اصحاب۔ مثلاً عبد اللہ بن وہبؒ، عبد الرحمن بن قاسمؒ، امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب۔ مثلاً یوسفؒ، مزنیؒ اور ربیعؒ، امام لیلیث بن سعدؒ اور ان کے اصحاب۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کا اسی زمانہ میں ظہور ہوا۔

اس صدی میں مختلف علوم و فنون میں بالخصوص فقہ و اصول میں تالیفات کا رواج پڑ گیا تھا۔ امام ابو یوسفؒ نے کتاب ”الخرائج“ لکھی جس میں مملکت اسلامیہ کے مالی نظام کی پیچیدگیوں کو سمجھایا۔ اس کے معمار و موارث پر کلام کیا۔ امام ابو یوسفؒ نے یحییٰ بن خالد البرکی کے لئے ”الجوامع“ تالیف کی۔ اس میں لوگوں کے اختلاف و آراء کو بیان کیا۔ محمد بن حسن الشیبانیؒ نے فقہ، اصول و حدیث پر کتب تالیف کیں۔ امام ابو حنیفہؒ کی تالیف میں سے سوائے ”الفقہ الاکبر فی علم الکلام“ اور ”العالم والمعلم“ (اختلافی) کے ہم تک کوئی کتاب نہیں پہنچی۔ مگر ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب ”تاسیس النظر“ میں امام ابو حنیفہؒ کے اصولی مبادیات کو جمع کیا ہے جس سے ان کی اصول و فقہ میں راسخ علمی دھار کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور جو بھی فقہ و اصول میں ان کے شاگردوں کی کتب سے قواعد و اصول اور منہج سے معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ وہ درحقیقت امام ابو حنیفہؒ سے ہی مستفاد ہوگا۔ امام مالکؒ نے فقہی انداز میں حدیث کی کتاب ”موطا امام مالک“ تالیف کی۔ امام شافعیؒ نے ”الرسالۃ للقدیمہ“ تالیف کیا جو اصول فقہ میں ہے۔ اس دور میں خلفاء و امراء کی دلچسپی بھی تالیفات کے رجحان کے فروغ کا سبب بنی۔ وہ علماء و مؤلفین کی خدمات کو سہراتے، انعامات، ہدایات و عہدے دیتے، ان کی اس علم دوستی کے نتیجے میں ہم اس دور کے اکابر ائمہ کی عمدہ مؤلفات پاتے ہیں جو دین و علم کے باب پر محیط و جامع ہیں۔ ان حالات نے مختلف دینی جماعتوں کو ابھرنے کا سامان مہیا کیا۔ تین دینی جماعتیں خاص طور پر جنم پاتی ہیں :

۱۔ قدریہ : جن کا نظریہ یہ تھا کہ انسان اپنے ارادہ کا خود خالق ہے، جو چاہے کر سکتا ہے۔ اس دور کے مشہور قدریین میں معبد الجہنی اور غیلان دمشقی وغیرہ ہیں، جنہیں بالترتیب حجاج بن یوسف اور ہشام بن عبدالمالک نے قتل کر دیا۔

۲۔ جبریہ : ان کا نظریہ یہ تھا کہ انسان مجبور محض ہے، اس کو اپنے ارادہ و عمل میں کوئی اختیار نہیں۔

۳۔ معتزلہ : قدریہ و جبریہ کے اضمحلال کے اثر سے ”معتزلہ“ وجود میں آئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کی نفی کی، خلق قرآن کا قول کیا، عقل کو نص پر مقدم جانا، مسلمانوں کی آراء و عقائد سے الگ ہو جانے کی بناء پر ان کا نام معتزلہ پڑ گیا۔ کہا جاتا ہے کہ واصل ابن عطا اور عمرو ابن عبید نے امام حسن بصری کے حلقہ درس سے ایک مسئلہ کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کا فر نہیں کے اختلاف کی بناء پر علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ معتزلہ کا خیال ہے کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ کافر ہے نہ مؤمن۔ وہ دو ذل

مزلوں کے درمیان ہے۔ دولت عباسیہ میں خالص طور پر مامون و معتصم کے دور میں اس فرقے نے خوب نشوونما پائی اور اثر و رسوخ حاصل کیا۔

مشرق بروکلمان لکھتا ہے: ويعتبر واصل ابن عطاء تلميذ الحسن (البصري) أول المعتزله وقد اجتذب ملعبه عمرو بن عبيد الذي كان اشد عداوة للعلوية من واصل نفسه^۱

تیسری صدی ہجری میں علمی و دینی حالت پر ایک سرسری نظر۔

عراق میں بدستور سلطنت عباسیہ قائم ہے اور مزید کئی علاقے بھی زیر نگین آچکے ہیں۔ دوسری طرف اندلس میں بدستور اموی حکمران ہیں۔ مراکش میں "ادارہ" اور تونس میں "اغالبہ" دونوں اندلسی حکومت کے مقابل ہیں خراسان میں دولت صفاریہ، بخارا میں "سامانیہ" اور مصر میں "طولون" کا ظہور ہوتا ہے۔ زمینی فتوحات و توسیعات کے نتیجے میں علمی ترقی اور ان دونوں کے مابین علمی مسابقت میں تیزی آ جانا ایک فطری بات تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس صدی میں بھی کئی نمایاں نام سامنے آئے جن میں سے چند اصولیین یہ ہیں۔ ائمہ مجتہدین میں سے امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور مرسیہ مرجیہ جماعت کے سرگروہ بشر بن غیاث المریسی، نظامیہ جماعت کے بانی "ابراہیم نظام" کا تعلق بھی اس تیسری صدی ہجری سے تھا۔ امام شافعی نے بغداد سے مصر واپسی پر اصول فقہ میں ایک مکمل کتاب بنام "الرسالة الجلیدة" تالیف کی جو انہوں نے تیسری صدی ہجری کے آغاز میں لکھی تھی۔

عراق کی مذہبی و سیاسی حالت پر ایک طائر نہ نظر:

مامون رشید مسند خلافت پر بیٹھنے سے پہلے ہی خلقِ قرآن کا قائل تھا۔ اس مسئلہ میں بحث و مباحثہ بھی کرتا تھا لوگوں کو اس مسلک کی دعوت دیتا تھا لیکن کبھی شدت کا اظہار نہیں کیا نہ دلوں کو ٹوٹاتا اور نہ کبھی مخالف عقیدہ کے لوگوں کو اذیت پہنچاتی۔ مگر زندگی کے آخری ایام میں اس نے ابتلاء و ایذا رسانی کا کام شروع کر دیا مگر رئیس المعتز لہ احمد بن داؤد اس کا حقیقی محرک تھا جس نے مامون کی طرف سے علماء کو خطوط لکھے تاکہ قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں ان کا نظریہ جان کر مخالفین کو ایذا پہنچائے۔ امام احمد بن حنبل کو بھی اس اذیت سے دو چار ہونا پڑا اور یہ خطوط احمد بن داؤد نے ایسی حالت میں لکھے جب مامون زندگی و موت کی کشمکش میں گرفتار تھا۔ چنانچہ اس نے اس میں وہ زبان و لب و لہجہ استعمال کیا جن سے مخالفین کو آزمائش میں ڈال کر حرص پوری کر سکے۔ مامون کے انتقال کے ساتھ معتصم تخت نشین ہو کر ۲۱۸ھ تک حکومت کرتا رہا معتزلہ کی مدد سے وہ مامون کی پیروی کرتا رہا اور امام احمد بن حنبل پر ابتلاء کا سلسلہ اس دور میں بھی جاری رہا۔ آپ پر کئے گئے مظالم کی نہ صرف غیر معتزلہ نے مخالفت کی بلکہ بعض معتزلہ مثلاً جاحظ وغیرہ بھی اس پر خاموش نہ رہ سکے۔ ۲۲۷ھ میں واثق اور ۲۳۲ھ میں متوکل تخت نشین ہوئے جنہوں نے مامون اور معتصم کے برعکس اہل سنت کو پسند کیا، ان کے خیالات کی ترویج و اشاعت میں اعانت و مدد کی اور معتزلہ کی مخالفت کی۔ بشر المریسی اور ابراہیم نظام دونوں اہل سنت کے شدید مخالف تھے اور جدید آراء کے داعی تھے جو سلف صحابہ و تابعین سے معارض تھیں مگر مامون و معتصم کے ساتھ قربت کی وجہ سے ان کو فروغ حاصل ہوا تھا اور تقویت ملی تھی۔

۱۔ تاریخ الشعوب الاسلامیہ، کارل بروکلمان ۲/۳۵، بیروت، دارالعلم للملایین طبع جانی ۱۹۵۳

۲۔ ابن خلدون، تاریخ، محمد ابو زھرہ ص ۳۴-۳۵، ۳۷-۳۸، تخریص دار الفکر العربی سنہ ۱۹۵۳

تیسری صدی ہجری کے چند نامور اصولیین :

ابن صدیق حنفی انہوں نے کتاب "اثبات القیاس وخیر واحد" تالیف کی۔ اصغ مالکی مصری نے اصول فقہ کی کتاب لکھی امام شافعی کے تلامذہ مثلاً بوہی، مزنی نے متعدد کتب تالیف کیں شافعی مسلک کے فروغ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ظاہری مذہب کے بانی داؤد ظاہری سرزمین عراق سے ابھری کئی غیر ملکی دورے کئے اپنے مذہب کی تائید و فروغ میں کئی کتب تالیف کیں بہت سے علماء نے ان سے استفادہ کیا لیکن متبعین کی کمی کے باعث پانچویں صدی ہجری تک یہ مذہب تقریباً ختم ہو گیا اگرچہ بعد میں ابن حزم ظاہری نے اس مذہب پر کتاب "المحلی" تالیف کر کے اسے زندہ کرنے کی کوشش کی۔ اتنے سارے جید علماء ائمہ و مجتہدین اور مختلف مذاہب کے مابین مسابقت و رجحان کی موجودگی میں یقیناً علمی مناظرے و مباحثے یقیناً منعقد ہوتے ہوں گے جس کی وجہ سے تصنیف و تالیف میدان میں بھی تیزی آگئی ہوگی اور دیگر علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ فقہ و اصول فقہ میں بھی آراء و تالیفات کے کامیاب اضافہ ہونا ایک یقینی بات ہے۔

چوتھی صدی ہجری میں علمی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

اندلس میں ۳۱۷ھ میں عبدالرحمن الداخل نے اموی خلیفہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہہ کر شروع کیا اپنے نام کے سکے جاری کروائے۔ مصر میں دولت "اخشیدیہ" ابھری جو فتنہ طہمین کے پاس چلی۔ عراق میں "بنو بویہ" کا ظہور ہوتا ہے عراق میں عباسی خلفاء کی گرفت کمزور پڑ گئی افغانستان میں دولت "غزنویہ" اور شاہ "الحمدانیہ" وجود میں آ جاتی ہیں۔ ایک عالمی تبدیلی کے آثار رونما ہونے لگے مگر اس کے باوجود بغداد و مصر اہم مراکز تھے۔ علماء، ادباء، شعراء، مؤلفین کی ایک بڑی تعداد کا تعلق اس دور سے ہے۔ اندلس خراسان اور فارس میں علماء کی بڑی تعداد نے علم کی سر بلندی کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ مثلاً ابن سرتج، ابوالحسن اشعری، اسحاق شاشی، قاضی الفرج، ابوالحسن کرخی اور ابو بکر جصاص و دیگر اسی صدی کے اکابرین میں نمایاں ہیں۔

اس فصل میں ہم تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ اصولیین کا مختصر تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات جہاں ضروری و مناسب ہوگا وہاں تحقیقی تجزیہ بھی پیش کریں گے۔ جس سے اصول فقہ کے تاریخی تصور اور مختلف ادوار کام کی رفتار و نوعیت کی صحیح تصویر کی عکاسی ہو جائے گی اختصار کی غرض سے ہم یہاں صرف اصولیین کے مختصر نام اور تاریخ ولادت و وفات ہجری کے بیان پر اکتفاء کریں گے جبکہ نام سے متعلق تفصیلات حواشی میں بیان کی جائیں گی۔

ابن ابی لیلیٰ (۷۴ھ / ۱۳۸ھ) ^۱

کوفہ کے قاضی، فقیہ و مفتی رہے ابن خلکان نے لکھا :

۱۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین، عبداللہ المصطفیٰ الراغبی ۱۲۲/۱۱۲۵ الفاظ کے حذف و اضافہ وغیرہ کے ساتھ بیروت محمد امین و مج سند

۲۔ وفیات الاعیان و انباء ائماء الزمان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ / ۱۳۰ مصر مطبعہ المسمیہ، احمد البانی الشیخ ۱۳۱۰ھ

۳۔ محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ بن بلال الانصاری الکوفی (۶۹۳ھ / ۷۵ھ) کوفہ میں وفات پائی

”کان محمد من اصحاب الراى وتولى القضاء بالكوفة و اقام حاکما ثلاث ثلاثين سنة
ولى لى امیه ثم لى العباس و کان فقیہا مفتیاً“
(محمد اصحاب الراى میں سے تھے بنو امیہ و عباسیہ کے ادوار میں تینتیس برس تک کوفہ کے قاضی رہے وہ
فقہیہ مفتی بھی تھے)

امام اعظم ابو حنیفہؒ (۸۰ھ/۱۵۰ھ)

زندگی کے باون سال اموی خلافت اور اٹھارہ برس عباسی دور میں گزارے۔ اموی خلافت کا عہد شباب اور تنزلی
و انحطاط کا زمانہ آپ نے دیکھا۔ عباسی خلافت کا وہ دور بھی آپ کی نظر سے گزر رہا جب فارس میں خفیہ طور پر اس کی دعوت کا
آغاز ہوا۔ جب فارس و خراساں تقریباً عباسیوں کے زیرِ تلمین آ گیا اور عراق فتنوں اور خطروں سے پُر ہو گیا۔ عباسی لشکر
دار الخلافہ پر حملہ کر کے امویوں کا خاتمہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے تو امام ابو حنیفہ وہاں سے مکہ معظمہ آ گئے۔ چھ برس
مکہ مکرمہ میں مقیم رہنے کے بعد منصور کے عہد خلافت (۱۳۶ھ میں) بغداد واپس آ گئے۔ منصور کی طرف سے بغداد کے
منصب قضاء کی پیش کش ٹھکرانے کی پاداش میں معتب کئے گئے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے اصول اور منہاج استنباط :

اصول اور منہاج استنباط میں آپ کی کسی تدوین کی موجودگی کا ہمیں علم نہیں ہو سکا اور امام ابو حنیفہؒ سے کوئی روایت
بالواسطہ تلامذہ و دیگر فقہاء مروی نہیں جس سے ان کی تفصیلات کا پتہ چل سکے۔ اب تک جو اصول مدون ہوئے وہ احکام
فرعیہ کے مجموعوں سے ماخوذ ہیں اور ان میں باہم ربط پیدا کرنے کے لئے معرض وجود میں آئے ہیں ان مدونہ اصول کو
بعد میں فروغ کے اصول کی حیثیت دے دی گئی۔ مثلاً امام ابو الحسن کرخؒ نے اور امام دیوبندؒ کے دونوں رسالوں اور
فخر الاسلام ابوزید دویؒ کی کتاب میں جو اصول موجود ہیں خواہ وہ فرعی احکام کے قواعد سے متعلق ہوں یا مذہب حنفی کے
طریق استنباط سے، امام ابو حنیفہؒ یا ان کے رفقاء عظام کسی سے بھی مروی نہیں بلکہ بانیان مذہب حنفی کے ان فروعات سے
منتبط ہیں جو ان سے ماثور و منقول ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حنفی مسلک کے اصول و منہاج کی پہچان، ان فروعات
منقولہ سے اصول کا استنباط کرنا ان کی باہمی تطبیق اور ان میں صحت کو ملحوظ رکھنا بڑا دشوار کام ہے۔

اصولی قاعدوں کی امام اعظم کی طرف بلا واسطہ نسبت اور ان کی حیثیت :

بعض مقامات پر اصول بزدوی وغیرہ میں اصولی قاعدوں کی نسبت بلا واسطہ امام ابو حنیفہؒ یا ان کے رفقاء کی طرف کر دی جاتی ہے
مثلاً امام ابوس پر مغیرہ مسائل کی بحث میں امام بزدوی کہتے ہیں کہ عام بھی خاص کی طرح قرآن و حدیث دونوں میں ”قطعی الدلالة“
ہوتا ہے حنفی علمائے اصول کا یہی نظریہ ہے امام بزدوی کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اسی کے قائل تھے چنانچہ لکھتے ہیں :

۱۔ وفات الاعیان و انباء ابناء الزمان، قاضی احمد ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۳۵۱ھ

۲۔ ابوالحسن عبید اللہ بن حسین (متوفی ۳۳۵ھ)

۳۔ ابوزید عبید اللہ بن عمر بن عیسیٰ دیوبند (متوفی ۳۳۵ھ)

۴۔ ابوالحسن علی بن محمد بن الحسن فخر الدین ابوالحسن علی بن محمد ابوزید دوی (متوفی ۳۸۶ھ)

”والدلیل علی ان الملازب هو الذی مکینا ان ابا حنیفہ رحمۃ اللہ قال ان الخاص لا یقضی

علی العام بل یجوز ان ینسخ الخاص بہ مثل حدیث العرنین فی بول مایو کل لحمہ^۱

(اس بات کی دلیل کہ مذہب یہی ہے جو ہم نے بیان کیا امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول ہے کہ خاص عام پر قاضی نہیں ہو سکتا بلکہ

ممکن ہے عام خاص کو منسوخ کر دے جیسے حلال موشیوں کے بول کے بارے میں عربیہ والوں کی حدیث)

بزودی اس اصل کو فروعات مرویہ پر مبنی بتانے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کو براہ راست امام ابوحنیفہؒ کی طرف

منسوب کرتے ہیں کہ خاص عام کو ختم نہیں کر سکتا بلکہ عام خاص کو منسوخ کر سکتا ہے۔

محققین کی آراء :

شاہ ولی اللہ (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی تحقیق کے مطابق یہ نسبت یا اس طرح کی نسبت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کی طرف درست

نہیں وہ لکھتے ہیں :

”لا تصح بہا رواۃ عن ابی حنیفۃ وصاحبہ“^۲

(ان کو ابوحنیفہؒ اور ان کے دونوں اصحاب سے مروی بتانا درست نہیں)

ابوہریرہ نے امام ابوحنیفہؒ سے منقول اقوال کی حیثیت پر جو بحث کی اس کا خلاصہ یہ ہے :

”امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب نے اقوال نقل کئے ہیں وہ دلیل سے عاری ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ قول ایک اثر منقول بخر مشہور

صحابی کا فتویٰ یا تابعی کی رائے پر ختم ہوتا ہو۔ ان اقوال میں یہ بھی مذکور نہیں ہوتا کہ امام نے کیسے یہ قیاس کیا؟ اور اگر

استحسان ہے تو وہ کس اصول پر مبنی ہے؟ البتہ امام ابو یوسفؒ کی کتابوں میں کس حد تک یہ چیزیں موجود ہیں، لیکن ان کی

تعداد قلیل ہے۔ بلاشبہ ایسے اقوال ہمیں امام ابوحنیفہؒ کی پہچان حاصل کرنے سے بہت دور پھینک دیتے ہیں جو اپنے عصر کے

مشہور ترین ماہر قیاسیات تھے اور جن پر مخالفوں نے قیاس آرائی میں اغراق و مبالغہ کی تہمت دھری۔ یہاں تک کہ آپ کو

سنت کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دینے والے خیال کیا جاتا تھا اور یہ کہ اس طرح انہوں نے اسلامی مجتہد کے شایان شان

طریق سے تجاوز کیا اور یہ خیال اس لئے پیدا ہوا کہ امام محمدؒ کی کتابوں میں کوئی شاذ ہی ایسا قیاس ملتا ہوگا جس کی علت مذکور ہو

اور اس کے استنباط و اطراوی تفصیلات موجود ہوں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے وہ استحضانات کہاں گئے! جن کے

متعلق عام طور سے مشہور ہے کہ تلامذہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ آپ کی قوت بدر کہ اور قطاعات و فراست کا

مقابلہ آسان نہ تھا۔ البتہ جب امام قیاس کرتے تو تلامذہ ان کے قیاس میں جہل و مناظرہ سے کام لیتے تھے۔ بلاشبہ یہ

ایسے خلاء ہیں جنہیں ہم پورا کرنے کے خواہش مند تھے تا کہ فقہ حنفی کی عمارت تکمیل پاسکتی۔ ہاں البتہ آپ کے اصحاب

و تلامذہ کے جانشینوں نے دلائل سے استثناء کیا اور شرعی احکام میں استخراج قیاسات، وجوہ استحسان اور احکام عرف کے

بیان کرنے میں بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ لیکن ہم کامل وثوق سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان کا بیان کردہ استدلال امام

ابوحنیفہؒ کے ذہن کی پیداوار اور آپ کے منہاج اثبات احکام کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہ تو معلوم ہے کہ امام صاحب نے

۱۔ اصولی ۴۷۱، المیز دوی ابو الحسن علی بن محمد بن حسین المیز دوی ۲۹۱/۱، کراچی صدق پبلیکیشنز سٹند

۲۔ حجتہ اللہ باللہ، شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ/۱۷۶۳ء)، ۱۶۰/۱۰، ادارہ الطباعۃ السمریہ ۱۳۵۲ھ

بہت سے پیش آمد مسائل میں قیاس و استحسان سے فتوے دیئے تھے، لیکن ان کے بعد ان کے تلامذہ کو جب ان قیاسی یا استحسانی فتاویٰ کی تائید میں کچھ احادیث مل گئیں تو ان سے مسائل قیاسیہ و استحسانیہ کو مدلل کر دیا گیا اور قیاس و استحسان کا تذکرہ چھوڑ دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے اور امام ابوحنیفہ کی تفکیر میں ایک بُعد سایہ ابھو گیا۔^۱

امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے منسوب اصول و قواعد کے بارے میں شاہ ولی اللہؒ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" میں فرماتے ہیں :

"انہی وجدت اکثرهم يزعمون ان بناء الخلاف بين ابي حنيفة والشافعي على هذا الاصول المذكورة في كتاب البيز دوى ونحوه وانما الحق ان اكثرها اصول مخرجة على قولهم وعندى ان المسئلة القائلة بان الخاص مبین ولا يلحقه البیان وأن الزیادة نسخ وأن قطعی العام كالخاص وأن لاترجیح بكثرة الرواة وأنه لا یجب العمل بحديث غیر الفقہ اذا انسد باب الراى ولا عبرة بمفهوم الشرط والوصف اصلا وأن موجب الامر هو الوجوب البتة، والمثال ذلك اصول مخرجة على كلام الانمة وانها لاتصح بها رواية عن ابي حنيفة وصاحبه وأنه لیست المحافظة علیها والتكلف فی جواب ما یرد علیها من ضائع المتقدمین فی استنباطهم كما یفعله البيز دوى وغیره".^۲

(اکثر لوگ اس زعم کا شکار ہیں کہ ابوحنیفہ شافعی کا اختلاف بیزدوی وغیرہ کی کتابوں میں ذکر کردہ اصولوں پر مبنی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ اصول زیادہ تر ان کے اقوال سے مستخرج ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ قاعدہ کہ "خاص واضح ہوتا ہے اور اسے بیان کرنے کی حاجت نہیں" یا یہ کہ زیادہ علی کتاب اللہ فتح کا حکم رکھتی ہے یا یہ کہ "عام خاص کی طرح قطعی ہوتا ہے" یا یہ کہ "کثرت روایات موجب ترجیح نہیں" اور یہ کہ "غیر فقہ راوی کی حدیث پر عمل کرنا ضروری نہیں، جبکہ حدیث پر عمل کرنے سے قیاس کا خلاف آتا ہو" اور یہ اصول کہ "شرط اور وصف کا مفہوم مجتہد نہیں" یا یہ کہ "مرد و عورت کے لئے ہوتا ہے"۔ مذکورہ بالا جملہ اصول و قواعد ائمہ کے کلام سے مستخرج ہیں اور کسی روایت میں یہ ابوضیفہ اور آپ کے اصحاب سے منقول نہیں ہیں۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان قواعد کی پابندی اور ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات دینے میں تکلف سے کام لینا، جیسا کہ بیزدوی کا انداز ہے متقدمین کا شیوہ ہرگز نہیں تھا)

شاہ ولی اللہ مندرجہ بالا بیان کو اپنی کتاب "حجة الله البالغة" میں بھی لائے ہیں۔ مگر ان قواعد کے ائمہ مذہب سے منقول نہ ہونے پر اس امر سے استدلال کیا ہے کہ اس قاعدہ "غیر فقہ راوی کی روایت خلاف قیاس ہو تو اس پر عمل نہیں کرنا چاہئے" پر عمل ترک کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

"ویکتفیک دلیلا علی هذا قول المحققین فی مسئلة لا یجب العمل بحديث من اشتهر بالضبط والعدالة دون الفقه اذا انسد باب الراى كحديث المصراة ان هذا مذهب عيسى بن

۱ ابوحنیفہؒ کی زندگی و عصرہ۔ آراء و فقہ، محمد ابو زہرہ ص ۱۹۳-۱۹۴، علامہ ابی حنیفہؒ، مجلہ دار الفکر العربی طبع ثالث ۱۹۶۰ء

۲ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف۔ شاہ ولی اللہ ص ۶۱، دہلی مطبعہ مہاشی سند

۳ حجة الله بالغة۔ شاہ ولی اللہ، ۱۶۰/۱، ادارہ الطائفة المصریہ ۱۳۵۲ھ

ابان واختاره كثير من المتأخرين وذهب الكرخي وتبه كثير من العلماء الى عدم اشتراط فقه الراوى لتقدم الخبر على القياس وقالوا لم ينقل هذا القول عن اصحابنا بل المنقول عنهم ان خبر الواحد مقدم على القياس الا ترى انهم عملوا بخبر ابي هريرة في الصائم اذا اكل أو شرب ناسيا وان كان مخالفا للقياس حتى قال ابو حنيفة لولا الرواية لقلنا بالقياس "بـ"

(ان قواعد کے آئمہ مذہب سے منقول نہ ہونے پر محققین کا یہ قول کافی ہے کہ قاعدہ ایک راوی جو ضبط و عدالت میں معروف ہو مگر فقہ میں شہرت نہ رکھتا ہو اس کی وہ روایت واجب العمل نہیں جس سے رائے و قیاس کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ جیسے حدیث مضراۃ (وہ بکری جس کا دودھ کئی روز سے دوہا نہ گیا ہو)۔ یہ یحییٰ بن ابان کا مذہب ہے اور بہت سے متاخرین اس کے قائل ہیں، لیکن کرخی اور بہت سے علماء کے نزدیک روای کا فقیہ ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ حدیث بہر حال قیاس سے مقدم ہوتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ قول ہمارے اصحاب سے منقول نہیں کہ ایسی روایت کو ترک کر دیا جائے بلکہ خلاف ازیں ان کا قول یہ ہے کہ خبر واحد قیاس سے مقدم ہے۔ آپ دیکھتے نہیں کہ انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ "جب روزہ درجہ بھول کر کھانی لے تو اس کا روزہ نہیں تو تھا" پر عمل کیا ہے۔ حالانکہ یہ حدیث قیاس کے مخالف ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اگر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نہ ہوتی تو میں قیاس پر عمل کر کے روزہ کے ثبوت جانے کا حکم دیتا)

شاہ ولی اللہ کے بیان کی روشنی میں ابو ہریرہ کی تحقیق کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

"مندرجہ بالا بیانات سے بلاشبہ یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جن قواعد کا احناف، مذہب حنفی کے اصولوں کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں یا اپنے آئمہ کے استنباط کا معنی قرار دیتے ہیں وہ ان کے ائمہ کے وضع کردہ نہیں ہیں تاکہ یہ کہا جاسکے کہ وہ ان اصول کے وضع تھے اور ان کی اساس پر استنباط کرنے کے پابند تھے، بلکہ یہ اصول ان متاخرین علماء کے وضع کردہ ہیں جو امام حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے بعد پیدا ہوئے، جو ایسے قواعد کے استنباط کی طرف متوجہ ہوئے کہ جن کے مطابق مذہب حنفی کے فروعات کو ایک ضابطہ میں لائیں۔ پس یہ وضع کردہ "اصول" "فروع" کے بعد وجود میں آئے۔ لیکن اس کے باوجود کہ یہ اصول متاخرین کے استنباط کردہ تھے اور آئمہ و تلامذہ سے منقول نہیں ہیں تین امور کی طرف اشارہ اور حقائق کو اصل رنگ میں بیان کرنا ضروری ہے۔"

۱۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ سے استنباط کے اصول تفصیلاً منقول نہیں ہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ استنباط کرتے وقت کچھ اصول ضرور آپ کے پیش نظر ہوں گے۔ اگرچہ آپ نے انہیں مدون نہیں کیا جس طرح کہ فروعات کو آپ نے ایک جگہ جمع نہیں کیا کیونکہ ان منتشر اور متنوع فروعات پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے جو بے انتہا فکری ربط و ضبط نظر آتا ہے اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ چند قواعد کے پابند ہوں گے اور کبھی ان کی حدود و جوانب سے تجاوز نہ کرتے ہوں گے۔ باقی رہا ان کو مدون نہ کرنا تو اس کا یہ معنی نہیں کہ ایسے اصول موجود ہی نہ تھے۔ کیونکہ آپ کے تلامذہ نے جو فروعات آپ سے روایت کئے ہیں وہ کب آپ نے مدون کئے تھے۔ اور اگر آپ کے اصحاب و تلامذہ نے آپ سے یہ اصول روایت نہیں کئے تو اس کا یہ مطلب سمجھنا درست نہیں کہ فی الواقع ملحوظ بھی نہ تھے۔ انہوں نے آپ کے مسائل کے دلائل بھی سارے کہاں ذکر کئے ہیں بلکہ بہت کم دلائل نقل کر سکے ہیں۔

امام ابو یوسفؒ کی کتب کو دیکھئے جب وہ امام ابو حنیفہؒ اور دیگر فقہاء کے باہمی اختلافات کا ذکر کرتے ہیں تو دلائل سے صرف نظر کرتے ہیں۔ جیسے آپ کی کتاب "اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ" اور "الرد علی سیر الاوزاعی" میں یا "کتاب الخراج" میں جہاں امام ابو یوسفؒ اپنا اور امام ابو حنیفہؒ یا دیگر ائمہ کا اختلاف ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح امام محمدؒ کی اکثر کتابیں بھی دلائل کے ذکر سے تو خالی ہیں مگر بسا اوقات استنباط کا جتنی صاف جھلکتا نظر آتا ہے۔

۲۔ جن علماء نے یہ اصول مدونہ استنباط کئے جیسے امام بزدوی وغیرہ۔ انہوں نے انہیں ائمہ مذہب ہی سے منقول اقوال و فروعات سے ان کو ڈھونڈ نکالا تھا پھر ان اصول و قواعد کو ائمہ مذہب کی طرف منسوب کر دیا بلکہ بعض دواہیہ فروعات کا بھی ذکر کر دیتے ہیں جو اس قاعدے کے صحیح النسبہ ہونے کی دلیل ہوئی یا با الفاظ صحیح تر ان فروغ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ فلاں قاعدہ فروغ سے احکام استنباط کرتے وقت ائمہ کے پیش نظر تھا اور جہاں وہ ائمہ کی جانب منسوب فروعات کا تذکرہ نہیں کرتے۔ تو وہ حنفی مذہب کے بعض فقہاء کے آراء و افکار ہوتے ہیں جیسے کرنفی وغیرہ۔ لیکن ان کا تعلق زیادہ تر نظری امور سے ہوتا ہے عملی سے نہیں، یا بہت ہی کم۔ بنابرین ہم اصول فقہ حنفیہ کو دو قسموں تقسیم کر سکتے ہیں :

پہلی قسم کے وہ اصول ہیں جو ائمہ حنفیہ کی جانب منسوب ہیں۔ اس حیثیت سے کہ انہوں نے انہیں استنباط کرتے وقت ملحوظ رکھا۔ اسی سلسلہ میں وہ ایسی فروغ کا ذکر کرتے ہیں جو صحت قاعدہ پر دلالت کرتی ہیں یا با الفاظ صحیح تر ان کی صحت نسبت معلوم ہوتی ہے یعنی یہ کہ ان کی نسبت ائمہ کی طرف درست ہے۔

دوسری قسم کے اصول ہیں حنفی فقہاء کی آراء مثلاً ثقہ وضابطہ غیر فقیہ راوی کی روایت کو مخالف قیاس ہونے کی وجہ سے قبول نہ کرنے کے بارے میں عیسیٰ بن ابان کی رائے (جس کو ایک اصولی قاعدہ بتایا گیا)۔

امام ابو حنیفہؒ کے افکار و نظریات کے تفصیلی اصولوں کا مطالعہ کرتے وقت قسم اول کا اہتمام ضروری ہے۔ اس کے مطالعے ہمیں معلوم ہوگا کہ مثلاً فلاں قاعدہ کہاں تک فروعات پر حاوی ہے۔ ہمارا اعتماد اس بارے میں ان کتابوں پر ہوگا جن میں ایسے اصول مذکور ہیں۔ اس ضمن میں اصول فخر الاسلام بزدوی سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس پر کسی دوسری کتاب کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔

۳۔ اگرچہ امام ابو حنیفہؒ سے استنباط کے تفصیلی قواعد منقول نہیں ہیں تاہم استدلال کے قواعد عامہ ان سے ضرور مروی ہیں۔ کتب مناقب اور آپ کی سیرت و سوانح پر مشتمل کتب میں ان سمرچشموں کی تفصیلات مذکور ہیں جن سے آپ نے اپنی فقہی پیاس بجھائی۔ ان دلائل کے ذکر و بیان میں آپ کے متواتر اقوال موجود ہیں۔ اگرچہ مجمل ہیں اور ان میں تفصیلات درج نہیں ہیں، بلاشبہ ان اصول کی درست کے وقت جن پر امام صاحب کا استنباط مبنی تھا۔ ان ادلہ فقہیہ کی طرف توجہ دینا بھی ضروری ہے جنہیں آپ نے ذکر فرمایا ہے۔

تولید قیاس کی تدوین میں امام ابو حنیفہؒ کا کردار :

امام ابو حنیفہؒ قیاس فقہی کے امام تھے۔ جو نصوص کے پوشیدہ گوشوں سے علل الاحکام ڈھونڈ نکالتے تھے۔ پھر ان کے حکم میں قوم پیدا کرتے۔ علل نصوص میں معارضہ میں ایسی عادلانہ تحقیق کرتے کہ نہ نص سے دُور ہستے اور نہ قیاس کو ہاتھ سے

جانے دیتے۔ جب کسی موقع پر قیاس ناسازگار ہوتا تو اس مسئلے میں استحسان کی طرف رجوع کرتے اور اس سے آگے نہ بڑھتے۔ وہ قیاس کی قباحت کو ان مقامات میں دُور کر دیتے جہاں وہ موزوں نہ ہوتا اس کے عموم کو باقی رکھتے اور اس کے تلازم کو زائل کر دیتے۔ امام ابوحنیفہ سے کہیں منقول نہیں کہ آپ نے قیاس کے بارے میں کچھ بتایا ہو۔ آپ نے یہ کام اپنے تلامذہ پر چھوڑ دیا مگر انہوں نے سوائے قیاس کے قوانین مرتب کرنے کے سب کچھ مرتب کر دیا۔ لیکن واضح رہے کہ بلاشبہ امام ابوحنیفہ اپنے قیاسات میں خاص قواعد کی پابندی کرتے تھے۔ استخراجِ علل میں بھی آپ ایک فکری نظام التزام قائم رکھتے تھے جو آپ کے پیش نظر رہتا۔

بہر حال چونکہ امام ابوحنیفہ قیاس کے اصول و قواعد کو ترتیب نہ دینے پائے تھے۔ اس لئے جب حنفی فقہ کے مجتہدین کا دور آیا تو انہوں نے آپ سے منقولہ فروع سے ایسے جامع روابط استنباط کئے جن سے احکام میں رابطہ و ضبط پیدا ہو جاتا ہے۔ انہوں نے ان روابط سے بھی تعرض کیا جن کو قیاسات میں امام ابوحنیفہ پیش نظر رکھتے تھے۔ تاہم چند ایسے قواعد کا ذکر بھی کیا جن کی پابندی سے آپ آزاد تھے۔ فروع منقولہ سے استخراجِ اصول کرنے والے مجتہدین نے قیاس کے جو قوانین مستنبط کئے ہیں انہیں تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ اس لئے کہ یہ قیاس سے استنباط کردہ اکثر فروع پر منطبق ہوتے ہیں اور جن قواعد میں فقہائے حنفیہ نے امام شافعی سے ان کے اصولوں میں مناقشہ کیا ہے ان میں علتوں کی ایسی تصویر کھینچ دی ہے جن پر احکام ماثورہ ٹھیک منطبق ہو گئے اور جہاں یہ انطباق درست نہیں۔ کا وہاں بڑی مضبوطی اور باریک بینی سے ان کی وجہ تخلف بیان کر دی ہے۔ فخر الاسلام کے بیان کردہ احکام علل اور روابط قیاس ہی امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کی اصلی تصویر ہیں۔

زفر بن ہذیل (۱۱۰ھ - ۱۵۸ھ) ۱

امام ابوحنیفہ کی صحبت میں رہ کر فقہ الرائے حاصل کی رائے کا غلبہ پایا۔ حنفیہ کے آئمہ مجتہدین میں سے ایک ہیں۔ آپ قیاس و اجتہاد میں بلند مقام رکھتے۔ ابن خلیکان (متوفی ۶۸۱ھ) نے لکھا:

”کان من اصحاب الحدیث ثم غلب علیہ الراۃ وهو قیاس“ ۲

(اصحاب حدیث میں سے تھے پھر رائے کا ان پر غلبہ ہو گیا اور وہ قیاس ہے)

خطیب بغدادی (متوفی ۳۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہ و اصحاب کا تقابل کرتے ہوئے لکھا۔ جعفر بن لیس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام مزنی کے پاس تھا تو:

”فوقف علیہ رجل فسالہ عن اهل العراق فقال له: ماتقول فی ابی حنیفۃ؟ فقال سیدہم قال

فابو یوسف؟ قال اتبعہم للحدیث، قال فمحمد بن الحسن قال اکثرہم تفریعا قال فزفر؟ قال

أحدہم قیاسا“ ۳

۱ زفر بن ہذیل بن قیس بن قیس (۲۸۷ھ - ۳۷۷ھ)

۲ وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان ابن خلیکان متوفی ۶۷۱ھ، ۱۹۰/۱۱، مصر، المطبعۃ المسیحیہ احمد البابی الخلیفہ ۱۳۱۰ھ

۳ تاریخ بغداد۔ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی متوفی ۳۶۳ھ، ۲۳۶/۱۲، ۵۵۸ھ، بیروت دار الکتب العلمیہ سند

(ایک شخص امام مزنٰیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنٰی سے کہا : ”ابوضیفہؒ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“ امام مزنٰی کہا ”اہل عراق کے سردار“ اس نے پھر پوچھا ”اور ابو یوسفؒ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟“ امام مزنٰی بولے ”وہ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے ہیں“ اس شخص نے پھر کہا اور ”امام محمدؒ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟“ مزنٰی فرمانے لگے ”وہ تفریعات میں سب پر غائق ہیں“۔ وہ بولا ”اچھا تو“ زفرؒ کے متعلق فرمائیے؟“ امام مزنٰی بولے : وہ قیاس میں سب سے زیادہ تیز ہیں“)

اصول میں آپ کی آراء :

اصول میں آپ کی آراء میں سے بعض مذہب ابو حنیفہؒ کے خلاف ہیں ان سے چند یہ ہیں وہ فرماتے ہیں :

”الاصل عندی أن الخلاف فی صفة الماذون فیہ معتبر فاذا اذن شخص لأخر فی تطليق زوجته طلاق رجعية ، فوقع الماذون له طلاقه بانته ، لم يقع الطلاق اصلا ، لأنه خالف الصفة التي اذن له فيها وقال ابو حنیفة و أبو یوسف و محمد يقع الطلاق رجعيا“۔

(میرے نزدیک اصل ہے کہ صفت ماذون میں خلاف کا اعتبار ہوتا ہے اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دینے کا اختیار کسی دوسرے شخص کو دیا اور اس نے طلاق بائن دے دی تو اصلاً طلاق واقع نہیں ہوگی چونکہ اس صفت میں اختلاف پیدا ہو گیا جس کی اجازت دی گئی تھی۔ جبکہ ایسی صورت میں امام ابو حنیفہؒ، ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے نزدیک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی)

ان طرح ان کی ایک رائے یہ بھی ہے :

”أن المرأة اذا ادعت علی زوجها ، انه طلقها طليقة بانته ، واقامت شاهدين ، شهد احدهما بانته طلقها باننا ، وشهد الاخر بأنه طلقها طلاقاً رجعياً ، ردت شهادتهما ، ولم يثبت الطلاق كما قال زفر ، ويقول الثلاثة نقبل شهادتهما علی طليقة رجعية“۔

(اگر کوئی عورت دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے طلاق بائن دی اور دو گواہ بھی پیش کرے، ان میں سے ایک طلاق بائن کی اور دوسرے طلاق رجعی کی شہادت دے اور ان دونوں کی شہادت رد کر دی جائے گی اور طلاق کا وقوع ثابت نہیں ہوگا اسی طرح امام زفرؒ نے فرمایا ہے محمدؒ (ان کے سوا) تینوں (امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ) نے فرمایا کہ ہم ان دونوں کی شہادت طلاق رجعی کے طور پر مان لیں گے)

مؤلفات :

ابن ندیم نے کہا کہ انہوں نے کتب تالیف کیں مگر ان کے اسماء و فنون نہیں بتائے، شاید ان میں باقاعدہ اصول فقہ پر بھی الگ سے کوئی کتاب ہو۔

۱ الفتح المبين فی طبقات الاصوليين۔ عبد اللہ مصطفیٰ المراقی، ۱۰/۱، بیروت محمد امین دج سند

۲ کتاب الفہر مست۔ ابن الندیم ابو الفرج محمد بن ابی یعقوب اسحاق اوراق شیبی متوفی ۳۸۵ھ ص ۲۵۶ (فی اخبار ابو حنیفہ و اصحابہ)، کراچی نور محمد سند

۳ ابو عبد اللہ مالک بن انس ثم مالک بن ابی عامر بن عمرو الاحمسی المدنی (۱۲۷ھ۔ ۸۹۵ھ)، مدینۃ المنورۃ میں وفات پائی

امام مالک (۹۳ھ-۱۷۹ھ)۔

مذہب مالکی کی تدوین اور اصول : امام مالک نے ولید بن عبد الملک اموی کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ ہارون رشید عباسی کے زمانے میں وفات پائی۔ امام مالک کا مذہب کس طرح مدون ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے فقہ دو کامل اور جامع کتابیں تالیف کیں۔ یہی دونوں ان کے مذہب کی اصل ہیں۔ پہلی کتاب ”الموطا“ اور دوسری ”المدونة الكبرى“ ہے جن کا تعارف مندرجہ ذیل ہے :

الموطا : یہ امام مالک کی تصنیف ہے۔ مختلف روایتوں سے اس مجموعہ کی نسبت امام صاحب تک مستند ہے۔ اس میں صحیح احادیث، اخبار، آثار، صحابہ اور تابعین کے فتاویٰ جمع کئے ہیں اور اپنی رائے پیش کی۔ اگرچہ یہ حدیث و آثار کی کتاب ہے لیکن اس کا لب لباب فقہ ہے۔ یہ کتاب ان طرق اور اصول پر مشتمل ہے جو امام مالک حدیث پر کھنہ، راویوں کے جانچنے اور اپنی فقہی رائے دینے میں استعمال کرتے ہیں اور یہ کتاب ان اصولوں پر مشتمل ہے جن کو وہ استنباط کے طریقوں اور اپنی فقہ کے استدلال میں استعمال کرتے تھے۔

المدونة : اس کتاب کو امام مالک نے خود تو نہیں لکھا جس طرح موطا کو لکھا، وہ ان کے بعد ہی لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کی تالیف کا سبب کیا تھا؟ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ امام مالک کے بعض شاگردوں نے امام محمد (شاگرد) ابو حنیفہ کی کتابیں دیکھیں اور ان کا مطالعہ کیا تو ارادہ کیا کہ امام مالک کے فتوے بھی ان کے مسائل کی طرح بنائے جائیں ان مذکورہ دوسرے ساتھیوں سے بھی کیا ان لوگوں نے ان مسائل کے متعلق امام مالک سے روایت کئے ہوئے ایسے فتوے نہیں پائے اور نہ ان لوگوں کو امام مالک کے شاگردوں سے روایت کئے ہوئے ایسے فتوے ملے جن میں امام مالک کے فقہ کی روشنی میں قیاس کر کے اجتہاد کیا ہو۔ تو پھر اس قسم کے فتوے ترتیب دیئے گئے اور ان کا نام مدونة الكبرى ہو گیا۔ انہیں ”ھون“ نے روایت کیا تھا۔ اس کا کتاب میں امام مالک کی آراء بالخص کو جمع کیا۔ اور اسے بھی جمع کیا ہے جس کا استنباط امام مالک کے فتاویٰ سے صحیح سمجھا گیا۔ اس اعتبار سے یہ مذہب مالکی کی صورت ہے جس کی انہوں نے روایت کی یا جیسا کہ اصحاب امام مالک نے سمجھا، وہ لوگ جو امام کے طریقے پر چلے اور جنہیں مالکی رائے میں اجتہاد فضیلت حاصل تھی چونکہ مدونہ اس طریقہ سے لکھی گئی اور اسے مذہب مالکی کے علماء میں قبولیت عام حاصل ہوئی اس لئے ان لوگوں کو حق پہنچتا ہے جو احد میں آئے کہ وہ اس اطمینان کا سبب معلوم کریں۔

جہاں تک مالکی مذہب کے اصول کی تدوین کی بات ہے جنہیں امام مالک نے اپنے استنباط کے وقت منضبط کیا وہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام مالک نے اپنے اصول پر کوئی نص صریح واضح اور مرتب شکل میں پیش نہیں کی۔ جیسا کہ ان کے بعد ان کے شاگرد امام شافعی جب وہ اپنی فقہ کے اصول استنباط مرتب کرنے بیٹھے تو نص قطعی پیش کی ہے لیکن اس کے باوجود پڑھنے والا جو موطا کا بغور مطالعہ کرتا ہے اتنی استطاعت حاصل کر لیتا ہے کہ وہ امام مالک کے اصول پہچان لے۔ اصول جنہیں وہ اپنے مسلک کے اجتہاد میں استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ ایک ایک کر کے گناتے نہیں ہیں۔ اسی طرح ”المدونہ“ کا مطالعہ بھی متلاشی پر بہت کچھ واضح کر دیتا ہے۔ پھر یہ کہ امام مالک نے جو مسائل اپنے ہم عصر مجتہدین لکھے ان میں وہ اصول کو بیان کرتے ہیں۔

جیسا کہ اس بات کی شہادت "رسالہ الیث" میں ہے جو امام مالک کو لکھا گیا تھا ان دونوں بڑے زبردست اماموں میں اصول استنباط پر بحث چھیڑ گئی تھی۔ اگرچہ یہ تمام ماخذ اصول مالک سے پردے اٹھاتے ہیں لیکن اس میں اشارے ہیں پوری تعبیر نہیں ہے۔ یہ اشارے واضح اور روشن بھی نہیں ہیں بلکہ مجمل ہیں۔ اگرچہ ان میں ابہام بھی نہیں ہے اسی لئے ان اصولوں کے تعارف کے وقت ہم انہی پر انحصار نہیں کرتے بلکہ یہ ضروری ہے کہ ہم ان علماء کے اقوال سے بھی تائید حاصل کریں جنہوں نے امام مالک کے بعد ان اصولوں کی معرفت میں غریبہ کی ہے۔

فقہائے مدینہ اور فقہائے عراق کے طریقہ استنباط میں فرق :

اہل مدینہ اپنے اکثر استنباط میں اثر پر اعتماد کرتے ہیں اور عراقی علماء کی فقہ میں رائے کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ امام مالک نے جو طریقہ رائے اختیار کیا وہ ایسا نہیں تھا امام ابو حنیفہؒ ان کے اصحاب اور تمام اہل عراق نے اختیار کیا۔ امام مالک بیک وقت حدیث میں بلند مقام کے حامل اور فقہ رائے بھی تھے۔ امام مالک حدیث کا درس دیتے اور اصول فقہ جسے انہوں نے کتاب و سنت سے مخصوص کر لیا تھا اس سے ان کے مقابلہ کرتے تو وہ حدیث کی ضعف روایت سے بھی فیصلہ کرتے اور ساتھ اس عمل کی بھی مطابقت دیکھتے جس پر اہل مدینہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے قریبی زمانے میں عمل پیرا تھے۔ رائے میں ان کا مسلک فقہائے عراق کے مسلک کی طرح نہیں تھا بلکہ ان کا مسلک یہ تھا کہ جس باب میں قرآن و سنت اور آثار صحابہ موجود نہیں ہیں وہ ان میں مصالح پیش نظر رکھتے۔ اس لحاظ سے ان کے نزدیک مصلحت قیاس کرنے کا شرعی ضابطہ ہے جب قرآنی نص نہیں، بوقی یا تحریم کے لئے سنت موجود نہیں ہوتی یا آثار صحابہ بھی نہیں ہوتے تو وہ مصلحت کو شرع اسلامی سمجھتے ہیں اور قرآن و سنت کو مصالح عام سے قریب کرتے ہیں۔

ابو ہریرہ حدیث و فقہ کی کتاب "الموطا" سے مثالیں دے کر ان کے فقہی استنباط پر یوں روشنی ڈالتے ہیں :

"هذه مثله سقناها، ومنها تستبين ان المؤطا كتاب فقه، وحديث، وان الاحاديث التي ذكرت فيه المقصود من سقناها هو استنباط قضايا الفقه من نصوصها، تخريج الاحكام على مقتضاها، وانه لم يقتصر على الاحاديث يرويها ويستنبط منها، بل يذكر افضية الصحابة، ويحكم بمقتضاها، يختار من بينها ما يراه انسب، واصلح في المسألة التي يستفتى فيها، ويذكر الامر المجتمع عليه في المدينة، و تشير الى احكام القضاة بها، وقيس ما لم يجد له حكما على ما علم من افضية الصحابة وقد عاينت كيف قاس حال المفقود التي تعتد زوجته عدة الوفاة بعد باربع سنين، ثم تزوج على حال غائب الذي طلق زوجه وعلمت بالطلاق ولكنه راجعها في العدة، ولم تعلم، فتزوجت، ومن كل هذا يتبين ان المؤطا كتاب يحكي ممالك مالک في الاستنباط ادق حكاية، ولكنه يحكيه في استنباط المفروع، ولا يبين

قواعد الاصول بينا كاملا، وقد استنبطها المالكية في الفقه من بعد."

”یہ مثالیں جو ہم نے بیان کیں ان سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ مؤلف فقہ کی کتاب ہے اور حدیث کی بھی کتاب ہے لیکن احادیث جو اس میں بیان کی گئیں ہیں ان کے لانے سے یہ فرض ہے کہ ان سے فقہی فیصلے کا استنباط کیا جائے اور ان سے دلیل حاصل کی جائے اور ان کے متصفیاء کے موافق احکام کی فرمیں اور شاخص نکالی جائیں۔ امام صاحب صرف احادیث کی روایتوں پر انحصار نہیں کرتے۔ نہ صرف انہی سے استنباط کرتے ہیں بلکہ صحابہ کے فیصلے بیان کرتے ہیں اور ان کے موافق حکم لگاتے ہیں اور ان میں سے وہ رائے پسند کرتے ہیں جسے زیادہ مناسب خیال کرتے ہیں، جسے اس مسئلہ میں مضار سے زیادہ قریب پاتے ہیں۔ پھر اس سلسلہ میں مدینہ کے اجماع کا بھی ذکر فرماتے ہیں اور اس سلسلہ میں وہاں کے قاضیوں کے فیصلوں کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں صحابہ کے فیصلوں کا علم نہیں ہوتا تو قیاس کرتے ہیں۔ آپ نے دیکھ ہی لیا کہ کس طرح قیاس کیا اس مفقود کے حال پر کہ جس کی بیوی نے وفات کی عدت پوری کر لی اور اس پر چار سال بھی گزر چکے تھے۔ پھر قیاس کیا اس غائب کے حال پر کہ عورت نکاح کر لیتی ہے۔ شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی طلاق کا بیوی کو علم تھا اور شوہر نے بیوی کی طلاق کی مدت میں رجعت کر لی اور رجعت کا بیوی کو علم نہیں ہوا اور اس نے نکاح کر لیا۔ اس تمام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مؤلف ایسی کتاب ہے جس میں اوق مسائل کے سلسلہ میں امام مالک کے استنباط کرنے کا مسلک معلوم ہوتا ہے لیکن وہ اسے فروع کے استنباط کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں۔ اصول کے قواعد کا کامل بیان نہیں کرتے ہیں۔ پھر بعد میں مالکیوں نے اس سے استنباط کر کے اصول و قواعد مرتب کئے ہیں۔“

مالکی فقہ کے اصول کی تدوین میں امام مالک کے کردار پر ابوزہرہ کی بحث کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

امام مالک نے جن اصولوں پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی انہیں مدون نہیں کیا تھا اور جن اصول سے انہوں نے فروع کے احکام کا استخراج کیا انہیں منضبط نہیں کیا تھا لیکن انہوں نے خود کو اصولوں کا پابند رکھا تھا۔ وہ اس معاملہ میں اپنے معاصر ابوحنیفہ کی طرح تھے اور اپنے شاگرد امام شافعی کی طرح نہیں تھے جنہوں نے استنباط کے لئے اصول مدون کئے اور انہیں منضبط میں لائے اور ان کے اعتبارات و اسباب بیان کر دیئے اور استدلال میں ان کا مقام بنا دیا۔ لیکن امام مالک نے اگرچہ استنباط کے لئے فقہی اصول کا ذکر نہیں کیا لیکن بعض فتوؤں، مسئلوں اور احادیث کی تدوین میں ان کی طرف اشارہ ضرور کر دیا۔ یہ احادیث خواہ مستند متصل مستند ہوں یا منقطعہ مرسلہ اور بلاغات ہوں۔ اگرچہ انہوں نے اپنے مسلک و منہاج کی وضاحت نہیں کی اس سے مدافعت نہیں کی اور لینے کے اسباب منضبط نہیں کئے لیکن وہ انہی چیزوں کی طرف متوجہ رہے۔

مثلاً مؤلف سے ہم پر یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ مرسل، منقطعہ اور بلاغات کو قبول کرتے ہیں لیکن ان کے لینے کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں اس لئے کہ وہ اس زمانہ میں ان کی اسناد کی ضرورت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے وہ اس بات پر اپنی کافی توجہ مبذول کرتے تھے کہ کون حدیث بیان کرتا ہے اور اس کے متعلق وہ کافی تسلی حاصل کرتے تھے۔ لہذا بیان کرنے والا ثقہ عقل مند اور فقیہ ہے تو سلسلہ کی ضرورت نہیں۔ امام مالک نے اہل مدینہ کے عمل کو لینے کو بھی تصریح کر دی ہے اور اس کے اسباب و دلائل پر روشنی ڈالی ہے۔ مؤلف قیاس کو قبول پر مشتمل ہے جیسا کہ آپ ان کا قیاس زوجہ مفقود کے سلسلہ میں دیکھ چکے ہیں کہ جب اس کا شوہر واپس لوٹا اس کے بعد کہ اس کی زوجہ مطلقہ نے جسے ابھی طلاق دی تھی، نکاح کر لیا اور پھر

رجعت کر لی۔ اور عورت کو صرف طلاق کا علم تھا اور رجعت کرنے کی خبر نہیں تھی، لہذا اس حال میں اس نے نکاح کر لیا۔ اسی طرح آپؐ موطا میں دیکھیں گے انہوں نے تصریح کی ہے یا استنباط کے اصول کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگرچہ ان اصول کی توضیح اور توجیہ موجود نہیں ہے وہ قیاس اور اس کے مراتب میں علت کے ضابطے بیان نہیں کرتے ہیں اور نہ اس کی قسم کی تفصیل ملتی ہے۔

مذہب مالکی کے فقہاء نے فقہ میں وہی کام کیا جو مذہب حنفی کے فقہاء نے کیا تھا انہوں نے فروع کو دیکھا ان کی تحقیق کی اور ان سے ان اصول کا استخراج کیا جن سے اس عظیم مذہب کے استنباط کا طریقہ مقرر ہو سکتا ہے۔ اور ان استنباط کئے ہوئے اصول کو اصول مالک کے نام سے مدون کیا۔ مثلاً کہتے ہیں، امام مالک اس بات میں مغربو مخالف لیتے ہیں۔ طرز خطاب سے ظاہر ہوتا ہے، ظاہر قرآن سے اور کہتے ہیں علی العموم ایسا اور ایسا اور حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ امام مالک کے اقوال نہیں ہیں کہ ان سے چلے آ رہے ہوں ان کی ان سے روایت کی گئی ہو بلکہ یہ ان فروع سے نکالے گئے ہیں جو امام مالک سے پہنچی ہیں۔ ان کے تفصیلی دلائل انہی کے سلسلہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں، فقہاء ان کے بعد بیان کر دیتے ہیں اس کے سوائے استدلال ممکن نہیں ہے۔

ہمارے لئے ضروری نہیں ہے کہ ہم ان اصولوں کو مان لیں کہ یہ امام مالک کے مذہب کے اصول ہیں اس لئے کہ ان علماء کی کوششیں ان میں صرف ہوتی ہیں۔ نہ یہ مناسب ہے کہ ہم ان اصولوں کو رد کر دیں اس لئے کہ وہ امام مالک سے ہمیں نہیں پہنچے ہیں۔ لیکن ہم پر یہ ضرور فرض ہے کہ جو امام مالک کے ثابت شدہ اقوال ہیں اور تصریحات ہیں ان سے جو متفق و موافق نہ ہوں انہیں رد کر دیں اور قبول نہ کریں یا جو بعض فروع پر تو منطبق ہوتے ہیں اور اکثر پر منطبق نہیں ہوتے انہیں قبول نہ کریں۔ ہم تمام اصول میں جو علماء نے بنائے ہیں اور اس میں کوشش کی ہے، یہی طریقہ اختیار کریں گے۔ ہم ان سے محض اس وجہ سے انکار بھی نہیں کریں گے کہ اس میں امام صاحب کا اثر ثابت نہیں ہوا ہے بلکہ ہم اس وقت رد کریں گے جب کہ ان کے ہم تک پہنچے ہوئے اقوال کے خلاف ہو۔

لہذا جو بات علماء کے نزدیک مقرر اور ثابت ہے وہ قبول کرنے اور اعتبار کرنے کے قابل ہے جب تک اس کے خلاف دلیل ثابت نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو اہم انکار کر دیں گے اس لئے اس کے بطلان پر دلیل ہوگی، محض انکار سے کام نہیں چلے گا۔ اس لئے کہ جو بات علماء نے قبول کی ہے اس سے ان کا قبول کرنا ہی مستند بنا دیتا ہے اور ان کے قبول کر لینے کی وجہ سے ظاہر اُصحت کی دلیل موجود ہوگئی۔ یہ تمام اصول ثبوت کے ساتھ مالکیوں کے علم اصول کی کتابوں میں یا شرحوں میں جو انہوں نے موطا پر حاشیے لکھے ہیں، ان میں سب موجود ہیں۔ یہ علماء ہر قاعدہ میں کہہ دیتے ہیں امام مالک کی یہ رائے ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ انہوں نے اسے لزوم سے حاصل کیا ہے۔ آپ عراقیوں کو دیکھیں گے کہ وہ کتاب التلخیص میں قاعدہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے ساتھ امام مالک کی رائے بیان کرتے ہیں جمہور کے موافق ہے یا مخالف ان آراء کے مجموعہ سے مذہب مالکی کے اصول مدون ہوتے ہیں۔ ان میں سے اکثر کی نسبت اس جلیل القدر امام کی طرف ہے اور اس نسبت کی قوت ہے۔ اس میں شک نہیں انہی پر مالکیوں کے اقوال کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور یہی ہیں کہ ان پر ان مذہب کے معتمدین اور متاخرین کی تخریج اور استنباط قائم ہے، ان سے نتائج نکالے گئے ہیں۔

امام ابو یوسف، حنفی (۱۱۳ھ/۸۲۱ء) ^۱

آپ نے امام ابو حنیفہ کی صحبت میں رہ کر فقہ کی تعلیم حاصل کی مگر کئی مواقع پر اپنے استاد امام ابو حنیفہ کی رائے سے اختلاف بھی کیا اور اس پر دلائل پیش کئے۔ کتاب "اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ" میں آپ نے وہ مسائل مع دلیل و برہان جمع کئے جن میں امام ابو حنیفہ اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کا اختلاف تھا۔ ان میں سوائے چند ایک مقام کے آپ نے امام ابو حنیفہ "کا ساتھ دیا آپ سے کئی کتب منسوب کی جاتی ہیں ہم صرف ان کے اصول منہج کو جاننے کے لئے صرف "کتاب الخراج" کو زیر بحث لارہے ہیں۔

کتاب الخراج: یہ قاضی ابو یوسف کا ایک خط ہے جو خلیفہ ہارون رشید کے نام ارسال کیا۔ اس میں انہوں نے حکومت کے مالی وسائل و ذرائع آمدنی کی تفصیلات ذکر کیں۔ ان کا زیادہ اعتماد قرآنی دلائل، احادیث نبویہ اور صحابہ کرام کے فتاویٰ پر ہے۔ احادیث روایت کر کے ان سے علل کا استنباط اور صحابہ کے ان پر عمل کا ذکر کرتے ہیں اور ان کے اقوال سے ان کے افعال کا ثبوت لیتے ہیں اور جب قیاس و رائے میں صحابہ سے اختلاف کرتے ہیں تو اسے علل پر مبنی قرار دیتے ہیں۔ آپ کے بعض قیاسات جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں تو وہ خود ہی اپنے قیاس پر فرضی اعتراض وارد کر کے اس کا مدلل اور تسلی بخش جواب دیتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل مثال میں وہ ایک فرضی اعتراض کا جواب اس طرح دیتے ہیں:

"قیل لا بی یوسف: لم رأیت أن یقاسم أهل الخراج ما أخرجت الأرض من صنوف الثلثات، وما أثمر النخل والشجر والكرم على ما قد صنعت من المقاسمات، ولم تردهم إلى ما كان عمر بن الخطاب رضي الله عنه وضعه على أرضهم ونخلهم وشجرهم وقد كانوا بذلك راضين وله محتملين، فقال أبو يوسف: ان عمر رضي الله تعالى عنه رأى الأرض في ذلك الوقت محتملة لما وضع عليها، ولم يقل حين وضع عليها ما وضع من الخراج ان هذا الخراج لازم لأهل الخراج وحتم عليهم ولا يجوز لي وللمن بعدی من الخلفاء ان ينقص منه ولا يزيد فيه، بل كان فيما قال لحذيفة وعثمان حين أتياه بقبر ما كان استعمالهما عليه من أرض العراق "لعلكما حملتما الأرض ما لا تطيق" دليل على انهما لو أخبره أنها لا تطيق ذلك الذي حملته من أهلها لنقص مما كان جعله عليهم من الخراج، وأنه لو كان ما فرضه وجعله على الأرض حتمًا لا يجوز النقص منه ولا الزيادة فيه مما سألهما عما سألهما عنه ثم احتمال أهل الأرض أو عجزهم وكيف لا يجوز النقصان من ذلك، والزيادة فيه وعثمان بن حنيف يقول مجيباً لعمر رضي الله تعالى عنه حملت الأرض أمراً هي له مطيقة، ولو شئت لأضعفت على الأرض أوليس قد ذكر أنه قد ترك فضلاً لو شاء أن يأخذها؟ وحذيفة يقول مجيباً لعمر رضي الله تعالى عنه أيضاً: وضعت على الأرض أمراً هي له محتملة وما فيها كثير فضل." ^۲

۱۔ قاضی القضاة۔ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری (۳۱۷ھ/۹۸۱ء)

۲۔ کتاب الخراج۔ امام ابو یوسف متوفی ۱۸۲ھ۔ ص ۸۴، ۸۵۔ مصر۔ مطبعہ الشافعیہ طبعہ ۱۳۸۲ھ

” (ابو یوسف سے دریافت کیا گیا کہ اہل خراج کی اراضی سے حاصل شدہ ٹٹے اور ان کے پھل وارد رختوں مثلاً کھجور، انگور اور دیگر اشجار کے پھلوں میں آپ جو ایک مخصوص تقسیم کے قائل ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے حضرت عمرؓ کی پیروی کرتے ہوئے وہی خراج کیوں نہیں لیا جو حضرت عمرؓ نے اہل خراج کی اراضی، کھجوروں اور رختوں پر مقرر کیا تھا جب کہ اہل خراج اس پر اراضی تھے اور بخوشی اسے برداشت کرتے تھے۔ ابو یوسف نے جواب دیا: ”حضرت عمرؓ کو بخوبی معلوم تھا کہ جو خراج اس زمین پر مقرر کیا گیا ہے وہ اس کی حیثیت سے زیادہ نہیں اور زمین اسے برداشت کرنے کے قابل ہے۔ آپؓ نے خراج مقرر کرتے وقت یہ نہیں فرمایا تھا کہ اہل خراج کے لئے ہمیشہ یہ ادائیگی ضروری ہے اور مجھے اور میرے جانشینوں کو یہ حق حاصل نہیں کہ اس میں کمی بیشی کر سکیں۔ بلکہ سرزمین عراق میں آپ کے عامل حذیفہؓ اور عثمانؓ جب وہاں کی بہترین پیداوار لے کر آئے تو آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: ”شاید تم نے اس زمین پر اتنا خراج مقرر کیا ہے جسے وہ برداشت کرنے کے قابل نہیں۔“ حضرت عمرؓ کے الفاظ اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ اگر آپ کے عامل اعتراض کر لیتے کہ زمین خراج کی اتنی بھاری رقم کو برداشت نہیں کر سکتی تو آپ ضرور اسے کم کر دیتے۔ اور اگر آپ کو مقرر کردہ خراج قطعی اور حتمی ہوتا اور اس میں کمی بیشی کا امکان نہ ہوتا تو آپ ان سے ہرگز نہ پوچھتے کہ زمین قابل برداشت ہے یا نہیں؟ اور یہ کیسے ممکن ہے کہ اس میں کمی یا اضافہ کا احتمال نہ ہو۔ جب عثمان بن حذیفہؓ حضرت عمرؓ کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں، ”زمین کے لئے یہ خراج قابل برداشت ہے اور اگر میں چاہوں تو اسے ڈگنا کر دوں۔“ کیا عثمانؓ یہ ذکر نہیں کر رہے کہ ان کا مقرر کردہ خراج حد اعتدال سے زائدہ نہیں؟ اور اس میں اضافہ کا امکان ہے۔ حذیفہؓ حضرت عمرؓ کو جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں، ”میں نے زمین پر جو خراج مقرر کیا ہے وہ اسے برداشت کر سکتی ہے اور اس میں کوئی زیادتی نہیں۔“

یہ پوری کتاب امام ابو یوسفؒ کی تصنیف ہے اور اس میں دوسرے فقہاء کی روایات کا ذکر نہیں پایا جاتا۔ وہ بہت سے مسائل میں ابو حنیفہؒ سے اپنا اختلاف بھی ذکر کرتے ہیں۔ امام ابو یوسف جب بھی امام ابو حنیفہؒ کی رائے بیان کرتے ہیں تو اسے دلیل و برہان سے مؤید کرتے ہیں اور قیاس و استحسان کی وجہ بھی بتا دیتے ہیں۔ مثلاً مندرجہ ذیل مسئلہ امام ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے درمیان اختلاف ہے۔ وہ اس کو یوں بیان کرتے ہیں:

وقد كان ابو حنيفة رحمة الله يقول: من احياء ارضاً مواتاً فهي له اذا اجازها الامام، ومن احياء ارضاً مواتاً بغير اذن الامام فليست له وللامام ان يخرجها من يده ويصنع فيها ما راي من الاجارة والاقطاع وغيره ذلك، قيل لابي يوسف ما ينبغي لابي حنيفة ان يكون قد قال هذا الا من شئى لان الحديث قد جاء عن النبي انه قال ”من احياء ارضاً مواتاً فهي له“ فبين لنا ذلك الشئى، فانانر جوان تكون قد سمعت منه في هذا شيئاً يحتاج به قال ابو يوسف: حجة في ذلك ان يقول: الا حياء لا يكون الا باذن الامام اريت رجلين ارادا كل واحد منهما ان يختار موضعاً واحداً وكل واحد منهما منع صاحبه، ايهما احق به؟ اريت ان اراد رجل ان يحيى ارضاً ميتة بفناء رجل وهو مقرران للاحق له فيها فقال: لاتيحيها فانها بقناني وذلك بضرني، فانما جعل ابو حنيفة اذن الامام في ذلك فصلاً بين الناس، فاذا اذن الامام في ذلك لانسان كان له ان يحيها، وكان ذلك الاذن جائز صحيحاً. واذا منع الامام احداً كان ذلك المنع جائزاً ولم يكن بين الناس النزاع في الموضع الواحد ولا الضرار فيه مع اذن الامام ومنعه وليس ما قال ابو حنيفة يرد الاثرانما رد الاثر ان يقول: وان احيها باذن الامام

فلیست له فاما من يقول هي له فهذا اتباع الاثر ولكن باذن الامام ليكون اذنه فصلا فيما بينهم من خصوصياتهم واضرار بعضهم ببعض قال ابو يوسف : اما انا فاري اذا لم يكن فيه ضرر على احد ولا لاحد فيه خصوصية ان اذن رسول الله ﷺ جائز الى يوم القيامة فاذا جاء الضرر فله على الحديث "وليس لعرق ظالم حق"۔

اس اختلافی مسئلہ کا سیاق..... مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بے آباد زمین کو آباد کرنا چاہے تو اس کے لئے عام وقت کی اجازت ضروری ہے یا نہیں؟ امام ابو یوسف نے اسے ضروری نہیں سمجھتے کیونکہ آباد کرنے والا اس زمین کا مالک ہے۔ مگر امام ابو حنیفہ آباد کردہ زمین کی ملکیت کے لئے حاکم کی اجازت کو شرط قرار دیتے ہیں۔ امام ابو یوسف دونوں نقطہ نظر مع دلائل و براہین ان الفاظ سے ذکر فرماتے ہیں :

امام ابو حنیفہ فرمایا کرتے تھے۔ "جو شخص بنجر زمین کو آباد کرتا ہے وہی اس کا مالک ہے بشرطیکہ حاکم وقت کی اسے اجازت ہو اور جو بلا اجازت آباد کرے وہ اس کا مالک نہیں اور خلیفہ کو حق حاصل ہے کہ وہ اس سے لے لے اور جو چاہے اس میں کرے، کسی کو اجارہ پر دے دے یا اس کی جاگیر بنا دے۔ ابو یوسف سے کہا گیا کہ حدیث میں تو آتا ہے کہ جو بنجر زمین کو آباد کرتا ہے وہی اس کا مالک ہے اور امام ابو حنیفہ اس میں اذن امام کی شرط لگاتے ہیں تو حضرت کا قول بھی کسی دلیل پر مبنی ہوگا؟ ہمیں یہ ضرور بتائیے۔ امید ہے کہ آپ نے امام سے ان کی حجت و برہان سنی ہوگی۔ ابو یوسف نے کہا "ابو حنیفہ" کی دلیل یہ ہے کہ آبادی امام کی اجازت کے بغیر ممکن نہیں۔ دیکھئے دو شخص ایک خاص جگہ کو آباد کرنا چاہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کے حق میں مانع ہے، آپ بتائیے کس کو حق دار قرار دیں گے؟ اور دیکھئے اگر کوئی شخص بے کار پڑی ہوئی زمین کو آباد کرنا چاہتا ہے جو دوسرے کسی آدمی کے محن میں واقع ہے حالانکہ اسے اعتراف ہے کہ اس زمین پر اسے کوئی حق حاصل نہیں۔ اب دوسرا شخص کہتا ہے کہ اسے آباد نہ کیجئے کیونکہ یہ میرے محن میں واقع ہے اور اس سے مجھے تکلیف ہوگی۔ ایسے مواقع پر امام ابو حنیفہ نے اذن امام کو فیصلہ قرار دیا ہے۔ جب وہ اجازت دیدے گا تو وہ اس زمین کو آباد کرنے کا مجاز ہوگا اور امام کا یہ اذن بالکل بجا اور درست ہوگا اور اگر روک دے گا تو یہ روکنا بھی غلط نہ ہوگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ امام کی اجازت یا عدم اجازت کی صورت میں لوگوں میں ایک جگہ کے بارے میں نہ جھڑپیں اٹھیں گے نہ ضروری نوبت آئے گی۔ پھر امام ابو حنیفہ کے قول سے حدیث کی تردید نہیں ہوتی۔ تردید تب ہوتی اگر ابو حنیفہ یہ کہتے کہ اگر امام کی اجازت سے آباد کرے تب بھی وہ اس کی ملکیت نہیں ہوتی اور جب وہ کہتے ہیں کہ وہ اس کی ملک ہو جاتی ہے تو یہ حدیث کی پیروی ہے نہ کہ تردید مخالفت۔ انہوں نے اذن امام کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ امام کی اجازت، باہمی تنازعات اور ضروری صورت میں فیصلہ کن ثابت ہو لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ خصوصیت کا اندیشہ نہ ہو اور کسی کو ضرر بھی نہ پہنچتا ہو تو نبی اکرم ﷺ نے آباد کاری کی جو عام اجازت دی تھی وہ تار و قیامت موجود ہے (لہذا اذن امام کی حاجت نہیں)۔ جب ضرر کی صورت رونما ہوگی تو حدیث نبوی پر عمل کیا جائے گا کہ ظالم کو کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ غرضیکہ اسی طرح امام ابو یوسف جہاں بھی اپنے استاد کا اختلاف بیان کرتے ہیں وہاں تفصیلاً ان کے دلائل ذکر کر دیتے ہیں بشرطیکہ مقام محتاج تفصیل ہو جیسا کہ بنجر زمین کے مسئلہ میں۔ کیونکہ آپ یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ آپ کے استاد نے حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس کے مفہوم کو اذن عام کی قید لگا کر محدود و مقید کر دیا اور جہاں تفصیل کی ضرورت نہیں ہوتی وہاں اجمال سے کام لیتے ہیں۔ اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ اختلاف کا ذکر کرنے میں امام ابو یوسف کا طرز بیان ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے

آپ کی ایک کتاب ”الجوامع“ ہے جو آپ نے یحییٰ بن خالد کے لئے تصنیف کی۔ یہ چالیس کتابوں پر مشتمل ہے اس میں انہوں نے لوگوں کے اختلاف اور قابل عمل رائے کا ذکر کیا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے: ”وہو اول من وضع الكتب في اصول الفقه على مذهب ابي حنيفة“^۱ (اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مذہب ابی حنیفہ میں اصول فقہ پر کتب تالیف کی ہیں)۔

محمد بن حسن الشیبانی حنفی (۱۳۱ھ-۱۸۹ھ)^۲

فقہ اور اصولی تھے۔ ابتدائی طور پر امام اعظم سے اکتساب فیض کیا، تکمیل امام ابو یوسف کے پاس کی۔ علاوہ ان میں امام ثوری اور امام اوزاعی سے بھی علمی استفادہ کیا۔ عراقی فقہ (فقہ حنفی) کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد امام مالک کی خدمت میں تین برس تک مقیم رہ کر ان کی فقہ، حدیث، روایات اور ان کے افکار و آراء اخذ کئے۔ ہارون رشید کے دور میں منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ: ابن خلکان نے لکھا: ”وصنف الكتب الكثيرة النادرة“^۳ (انہوں نے کئی نادر کتب تصنیف کیں)۔ ابن ندیم نے اصول فقہ پر ان کی کتاب کا ذکر کیا ہے۔^۴

عبد الرحمن بن قاسم مالکی (۱۳۲ھ-۱۹۱ھ)^۵

یہ امام مالک کے ان شاگردوں میں سے تھے جن کے مصر میں مالکی فقہ کی اشاعت میں نمایاں کردار ہے اور فقہ مالکی کی تدوین میں بہت بڑا حصہ ہے۔ ابو زہرہ نے انہیں اصحاب ابی حنیفہ میں امام محمد بن حسن سے تشبیہ دی ہے۔ لوگ فتاویٰ و مسائل مالک میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ ان کی بعض آراء امام مالک کی آراء سے مختلف ہیں۔ تقریباً بیس برس تک امام مالک کی خدمت میں رہ کر فقہ حاصل کی۔ امام مالک سے حصول علم میں ابن وہب کے بعد انہی کا مرتبہ ہے۔ مالکی مسلک کی ایک اہم کتاب ”المدونة“ ہے، اس کی تالیف میں نمایاں حصہ لیا۔ یہ کتاب سولہ جلدوں میں چھپ کر مضر عام آچکی ہے۔

عبد اللہ بن وہب مالکی (۱۲۵ھ-۱۹۷ھ)^۶

تقریباً بیس برس تک امام مالک کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا۔ امام مالک انہیں فقیہ مضر اور مفتی کے لقب سے یاد کرتے۔ ان کی وجہ سے مالکی مسلک مضر اور بلا مغرب میں پھیلا۔^۷ ۱۶۹ھ میں امام مالک کے پاس آئے تھے اور ان کی

۱۔ وفیات الاعیان و انباء ابناء الزمان ابن خلکان متوفی ۲۸۱ھ-۳۰۳/۲، مصر مطبعة المصنف احمد البابي الحلبي ۱۳۱۰ھ

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن حسن الشیبانی (۳۸ھ-۸۰۴ھ)۔ عراق میں ولادت و وفات ہوئی

۳۔ وفیات الاعیان۔ ابن خلکان، ۳۵۱

۴۔ کتاب الفہرست ابن ندیم۔ ابوالفرج محمد بن ابی یعقوب اسحاق الوراق شافعی متوفی ۳۸۵ھ ص ۲۵۸، کراچی نور محمد سنند

۵۔ ابو عبد اللہ عبد الرحمن بن القاسم بن خالد المصری المالکی (۴۹ھ-۸۰۶ھ)، مصر میں مدفون ہیں

۶۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ ۳۹۵/۱۸ لاہور، دانش گاہ پنجاب عی عبد اللہ بن وہب بن مسلم القرشی المصری

۷۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)۔ ۳۹۴/۱۸ لاہور، دانش گاہ پنجاب

تقریباً تیس کتابیں مدون کیں۔ لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری وغیرہ آپ کے تلامذہ ہیں۔ مالکی مذہب کے فقیہ و مجتہد تھے۔ ان کی بعض آراء امام مالک کے مذہب کے خلاف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ پر الگ سے کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا، ہاں البتہ ان کی فقہ میں مؤلفات ہیں جن میں اجتہاد کے منہج کو اختیار کیا ہے اور وہ قواعد اصولیہ پر مبنی ہیں۔ ۲

الجوز جانی حنفی (متوفی ۲۰۰ھ بعدہ) ۳

خراسان سے بغداد منتقل ہو کر امام محمد و امام ابو یوسف و دیگر سے تعلیم حاصل کی "الفوائد البیہ" میں ہے : "أخذ الفقہ عن محمد و کتب مسائل الاصول و الامالی" ۴ (امام محمد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اصولی مسائل و امالی تحریر کئے)۔ مراغی نے لکھا :

"وقال ابن ابی حاتم : کتب عنه ابی و سئل عنه ؟ فقال : کان صدوقاً . وقد کتب ابو سلیمان

مسائل الاصول و الامالی" ۵

(ابن حاتم نے کہا کہ میرے والد نے ان سے نقل کیا۔ ان سے سوال کیا گیا تو کہا : کہنے والے نے سچ کہا اور سلیمان نے مسائل الاصول اور امالی لکھے تھے)

امام شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ) ۶

جمہور کے مطابق غزوہ (شام) میں ولادت ہوئی، سلسلہ قریشی ہے۔ دس برس کی عمر میں مکہ آئے، تعلیم حاصل کی پھر مدینہ آ کر امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ والی یمن آپ کو حجاز مقدس سے یمن لے گیا اور وہاں کے ایک علاقہ کا عامل بنا دیا۔ ظلم و سفاکیت سے روکنے پر وہ امام شافعی کا دشمن بن گیا اور علویوں کی حمایت کرنے کا الزام لگا کر امام شافعی سمیت دس افراد کو ہارون رشید کے پاس بغداد روانہ کر دیا جس میں سے قتل کر دیئے۔ امام شافعی اپنی قوت بیان و استدلال اور امام محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۱۹۸ھ) کی سفارش پر چھوڑ دیئے گئے۔ اس وقت امام شافعی ۳۴ برس کے تھے۔ تقریباً دو سے تین سال تک امام محمد کی صحبت میں رہ کر تعلیم حاصل کرنے کے بعد واپس مکہ لوٹ آئے اور نو سال تک مکہ ہی میں مقیم رہے۔ ۱۹۵ھ میں دوسری مرتبہ دو سال کے لئے بغداد آ گئے۔ اسی سال قیام کے دوران آپ نے عبد الرحمن بن مہدی کی درخواست پر "الرسالۃ" تصنیف کیا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ "الرسالۃ" کا مقام تصنیف مکہ تھا مگر عراق سے عبد الرحمن مہدی کو بھیجا گیا تھا۔ ۱۹۸ھ میں تیسری بار ایک ماہ کے لئے بغداد آئے اور یہاں سے ۱۹۹ھ میں مصر پہنچے۔ وہاں ۵۴ سال کی عمر میں ۲۰۴ھ میں انتقال فرمایا۔ ۷

۱۔ حوالہ سابق ۲۔ الفتح المبین ، فی طبقات الاصولیین - عبد اللہ المصطفیٰ، المراغی، ۱۹۹۱ء، ۱۲۰، بیروت محمد امین درج مسند

۳۔ ابو سلیمان مویٰ بن سلیمان الجوز جانی متوفی ۸۱۵ھ بعدہ، بغداد میں وفات پائی

۴۔ الفوائد البیہ فی تراجم الحنفیہ - ابو الحسنات محمد عبدالحی مکنوسی ہندی (۱۲۶۳ھ-۱۳۰۳ھ) ص ۲۱۶، کراچی مطبعہ خیر کثیر مسند

۵۔ الفتح المبین - المراغی، ۱۲۶/۱

۶۔ ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن الشافعی (۶۷۷-۸۳۰ھ)، غزوہ (شام) میں ولادت اور مصر میں وفات پائی

۷۔ الشافعی، حیات و عصر داراؤہ و فقہ - محمد ابو زہرہ ص ۲۰-۲۶ تفتیح مصر، قاہرہ دار الفکر العربی طبعہ ثانیہ (۱۳۶۷ھ-۱۹۴۸ء)

آراء کی تکوین و اعلان میں امام شافعی کے ادوار : امام شافعی کی آراء کی تکوین و اعلان کے سلسلہ میں تین ادوار ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) وہ دور جس کا تعلق مکہ سے تھا۔

(۲) وہ دور جو دوسری مرتبہ بغداد آمد سے شروع ہوا۔

(۳) وہ دور جو مصر پہنچنے پر شروع ہوا۔

امام شافعی کی دوسری مرتبہ بغداد آمد اور ان کی افکار و آراء کی ترویج و اشاعت پر کربلائیسی (متوفی ۲۶۶ھ) ^۱ کا بیان ہے کہ :

”ما كنا ندري مال الكتاب ولا السنة ولا الاجماع ، حتى سمعنا الشافعي يقول : الكتاب والسنة والاجماع“ . ^۲

(ہمیں نہیں معلوم تھا کتاب کیا ہے اور نہ ہم سنت و اجماع سے واقف تھے۔ یہاں تک کہ ہم نے (امام) شافعی کو کہتے ہوئے سنا کہ یہ کتاب ہے، یہ سنت ہے، یہ اجماع ہے)

ابو ثور ^۳ کہتے ہیں کہ جب امام شافعی بغداد آئے تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ فرما رہے تھے :

”ان الله تعالى قد يذکر العام ويريد به الخاص ، ويريد به العام ، وكنا لانعرف هذه الاشياء ، فسالنا عنها ، فقال ان الله تعالى يقول ان الناس قد جمعوا لكم والمراد ابوسفیان وقال ”ياايها النبی اذا طلقتم النساء ، فهذا خاص والمراد عام . وهذا كلام فی اصول ماكانوا يعلمون به قبل الشافعي“ . ^۴

(اللہ تعالیٰ کبھی عام ذکر کرتا ہے اور مراد خاص لیتا ہے اور کبھی خاص ذکر کر کے عام مراد لیتا ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہ آئی۔ ہم نے کہا اور وضاحت فرمائی تو انہوں نے کہا : اللہ تعالیٰ کے کلام ”ان الناس قد جمعوا لكم“ میں عام ہے اس سے ابوسفیان مراد ہے اور آیت مبارکہ ”یاایها النبی اذا طلقتم النساء“ میں حکم خاص مگر مراد عام ہے اور یہ اصول میں کلام ہے، لوگ امام شافعی سے قبل نہیں جانتے تھے)

امام شافعی جب دوسری مرتبہ بغداد تشریف لائے تو ہم عصر فقہاء اور ان کے متبعین کے افکار و آراء بلکہ صحابہ و تابعین تک کو اصول کی کسوٹی پر پرکھنے لگے تھے۔ اور اس اصول سے جو بات مطابقت رکھتی تھی اس کو ترجیح دیتے تھے۔ اس سلسلے میں وہ صحابہ کرام کے مسلک کے خلاف بھی گئے، نیز امام ابوحنیفہ ابن ابی لیلیٰ، و اقدی اور اوزاعی کے خلاف بھی وہ آراء مختلف کو سامنے رکھ کر اس اصول کے مطابق کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو رائے ان اصول سے قریب تر ہوتی اسے اختیار کر لیتے اور اگر کسی کی رائے بھی اس اصول پر منطبق نہیں ہوتی سب کو ترک کر دیتے ہیں اور نئی رائے قائم کر لیتے ہیں۔

^۱ ابوبلی الحسین بن علی الکربلائی البغدادی متوفی ۲۶۶ھ

^۲ الشافعی، حیات و عصر و آراء و فقہ، مجرایز ہر ص ۱۳۵، دار الفکر العربی طبعہ ثانیہ ۱۳۷۷ھ-۱۹۵۸ء

^۳ ابو ثور، امیر اہم بن خالد (ابن) الیمان الکلبی البغدادی شافعی (۸۶۷-۸۵۳ھ) ۱۶۴ھ-۲۳۱ھ

^۴ الشافعی، حیات و عصر و آراء و فقہ۔ مجرایز ہر ص ۱۳۵، مزید مثالوں کے لئے ص ۱۹۲-۱۹۵

مصر میں الرسالہ کی تجدید کی وجہ : مصری دور آپ کے فکری نمو کی تکمیل اور آراء فقہیہ کی پختگی کا دور ہے۔ یہاں آپ نے نئی چیزیں، عرف، حضارت، آثار تابعین دیکھے۔ اپنی سابقہ آراء کو اپنے تجربہ پختگی سن اور نئے شہر سے حاصل ہونے والی معلومات کی روشنی میں پھر سے پرکھا۔ فن اصول میں جو ”الرسالہ“ لکھا تھا اسے حذف و اضافہ کے ساتھ دوبارہ قائم کیا اور فروع میں بھی جو آراء تھے ان کا جائزہ لے کر بعض سے رجوع کر لیا اور بعض نئی آراء قائم کیں۔

امام شافعی کا اصول تالیف و تصنیف : سب سے پہلے وہ مبادی ذکر کرتے ہیں جو انہوں نے استنباط کے لئے وضع کئے تھے، پھر مسائل مختلف فیہا کا تذکرہ کرتے تھے پھر سنت رسول ﷺ اور اختلافات صحابہ کو زیر بحث لاتے ہیں اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد ان آراء میں سے جس رائے کو صحیح خیال کرتے اسے مرجع قرار دیتے ہیں۔ امام شافعی تالیف کے بعد برابر تحقیق و تمحیص کرتے رہتے تھے اور کتب قدیمہ کو نئے قالب میں ڈھالتے رہتے۔ چنانچہ آپ کا ”رسالہ جدیدہ“ بھی درحقیقت تحقیق و تمحیص مزید اور جدید حذف و اضافہ کے ساتھ رسالہ قدیمہ کا خلاصہ ہے۔ امام شافعی کی مؤلفات دو قسم پر ہیں :

- (۱) وہ مؤلفات جو براہ راست امام شافعی کی طرف منسوب ہیں، جو لفظی و معنوی دونوں اعتبار سے آپ کی کتب ہیں۔
- (۲) وہ مؤلفات جو امام شافعی کے اصحاب کی طرف منسوب ہیں، اور وہ درحقیقت امام شافعی کی تنخیص ہیں۔ مثلاً ”مختصر البویطی“ اور ”مختصر المزنی“ وغیرہ ”الام“ اور ”الرسالہ“ کا تعلق پہلی قسم کی کتب سے ہے، جبکہ امام شافعی نے خود تالیف کیا۔ اکثر علماء کی رائے کے مطابق ”الرسالہ الجدیدہ“، ”الام“ سے جداگانہ چیز ہے۔ کیونکہ الرسالہ کا موضوع اصول فقہ ہے اور ”الام“ کا موضوع صرف ”فقہ“ ہے۔ امام شافعی نے ”الرسالہ“ کا خاص نام ”الکتاب“ رکھا تھا۔

علم اصول فقہ کا وضع و مدون : ایک رائے یہ ہے کہ امام شافعی ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے علم اصول فقہ کی بنیاد ڈالی ہاں البتہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ انہوں نے اپنی تصنیف و تالیف کے ذریعہ علم اصول فقہ کی بنیادوں کو مضبوط کیا، نئی تازگی و توانائی بخشی۔ ان سے قبل فقہاء در راست، شریعت اور اس کے فہم و اغراض و مقاصد کے بارے میں کوئی مدون مرسوم اصول نہیں رکھتے تھے۔ صرف اپنے ملکات اور دلائل پر اعتماد کرتے تھے۔ علماء سے میل جول اور فقہاء سے مناظرے کرنے کے بعد امام شافعی منظر عام پر آئے اور انہوں نے حدود و رسوم کے اصول وضع کئے تو اعدا موازین منضبط کئے۔

امام فخر الدین رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ)، امام شافعی کی تدوین اصول فقہ میں اولویت یوں بیان کرتے ہیں :

”واعلم ان نسبة الشافعي الى علم الاصول كنسبة ارسطاطاليس الى علم المنطق كنسبة الخليل بن احمد الى علم العروض وذلك لان الناس كانوا قبل ارسطو يستدلون ويعترضون بمجر وطباعهم السليمة لكن ما كان عندهم قانون مخلص في كيفية ترتيب الحدود والبراهين فلا جرم كانت كلمتهم مشوشة ومضطربة مجرد الطبع اذا لم يستغني بالقانون الكلي قل ما افلحه فلما رأى ارسطاطاليس ذلك اعتزل عن الناس مدة مديدة واستخرج علم المنطق ووضع للخلق بسببه قانونا كلياً يرجع اليه في معرفة ترتيب الحدود والبراهين وكذلك لشعراء كانوا قبل الخليل بن احمد ينظمون اشعار او كان اعتمادهم على مجرد الطبع فاستخرج الخليل علم العروض فكان ذلك قانوناً كلياً في معرفة مصالح الشعر في

مفسدہ فکذلک ہاھنا الناس کانوا قبل الامام الشافعی رضی اللہ عنہ یکتلمون فی مسائل اصول الفقہ یستدلون ویترضون ولكن ما کان لہم قانون کلی مرجوع الیہ فی معرفۃ دلائل الشریعۃ وفی کیفیۃ معارضاتہا وترجیحاتہا فاستنبط الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ علم اصول الفقہ ورضع للخلق قانونا کلیا یرجع الیہ فی معرفۃ مراتب أدلۃ الشرع فثبت نسبۃ الشافعی الی علم الشرع کنسبۃ ارسطو طالیس الی علم العقل فلما اتفق الخلق علی ان استخراج علم المنطق درجۃ عالیہ لم ینفق لاحد مشارکۃ ارسطو طالیس فیہ فکذا ہاھنا وجب یعترفوا الشافعی رضی اللہ عنہ بسبب وضع ہذا العلم الشریف بالرفعۃ والجلالۃ والتمیز علی سائر مجتہدین بسبب ہذہ الدرجۃ الشریفۃ۔^۱

(عم اصول فقہ کی نسبت شافعی کی طرف ایسی ہی ہے جیسی منطق کی ارسطو کی طرف یا خلیل کی عروض کی طرف، کیونکہ ارسطو سے قبل استدلال و اعتراض کا مدار صرف طبع سلیم پر تھا۔ کوئی ایسا قانون موجود نہ تھا جو حدود و براہین کی کیفیت ترتیب کو واضح کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خیالات و کلمات مضطرب نظر آتے تھے۔ کیونکہ اگر کوئی قانون کلی مددگار نہ ہو تو صرف عقل سلیم کامیاب نہیں کر سکتی۔ ارسطو نے یہ کیفیت دیکھی تو ایک عرصہ دما ز تک لوگوں سے الگ گوشہ سکون میں جا بیٹھا اور پھر علم منطق کے تحت لے کر نمودار ہوا اور دنیا کے لئے ایک قانون کلی بنادیا۔ جس کے بعد ترتیب حدود و براہین کی معرفت آسان ہو گئی۔ اسی طرح خلیل سے پہلے شعراء شعر تو کہتے تھے لیکن صرف اپنی طباع پر بھروسہ کرتے تھے۔ خلیل نے یہ دیکھ کر علم عروض کی بنیاد ڈالی۔ اس طرح شعر کے مصالح اور مفاسد کے لئے ایک قانون کلی عالم وجود میں آ گیا۔ اسی طرح شافعی سے پہلے اصول فقہ پر علماء و فقہاء گفتگو کرتے تھے استدلال و اعتراض سے بھی کام لیتے تھے۔ لیکن دلائل شرعی کی معرفت کے لئے ان کے پاس کوئی ایسا قانون کلی نہیں تھا جس سے بروقت ضرورت و رجوع کیا جاسکے اور معارضات و ترجیحات کی کیفیت کا اندازہ کیا جاسکے۔ چنانچہ امام شافعی نے علم اصول فقہ وضع کیا اور دنیا کے سامنے ایسا قانون لگایا کہ ادلہ شرع کے مراتب کی معرفت آسان تر ہو گئی۔ پس جس طرح دنیا یہ مانتی ہے کہ استخراج منطق اتنا بڑا کارنامہ ہے جس میں ارسطو کا کوئی حریف نہیں۔ اس طرح دنیا کو یہ بھی ماننا چاہئے کہ شافعی رضی اللہ عنہ نے علم اصول فقہ وضع کر کے اسے رخصت کر کے اسے رفعت و جلالت کی انتہا پر پہنچا دیا اور اس لئے وہ جملہ مجتہدین سے ممتاز ہو گئے)

امام شافعی نے استنباط کے اصول وضع کر کے علم فقہ کو ایک اصولی اور فنی حیثیت دیدی۔ ورنہ اس سے قبل علم فقہ ذاتی تقاضا پر فرضی جزئیات تک محدود تھا۔

اصول فقہ کی تدوین سے امام شافعی کے پیش نظر مندرجہ ذیل دو باتیں تھیں :

۱۔ اسے آراء صحیحہ اور غیر صحیحہ کے مابین امتیاز کے لئے میزان قرار دیا جائے۔ چنانچہ امام شافعی نے اس کوئی پر امام مالک اور اہل عراق کی آراء کا موازنہ کیا، سیر اوزاعی اور دوسرے فقہاء کی آراء کو جانچا۔

۲۔ اس علم کی حیثیت ایک قانون کلی کی ہے۔ جس کے احکام جدیدہ کے استنباط کے وقت مراعات ضروری ہے۔ چنانچہ امام شافعی نے اپنے آپ کو اس کا پوری طرح پابند بنالیا۔ اس لئے یہ اصول شافعی مذہب کے اصول قرار پائے۔

۱۔ کتاب مناقب الامام الشافعی، امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر رازی شافعی متوفی ۶۰۶ھ ۵۶-۵۷، مصر، المکتبۃ العلمیۃ منذ

فنی اصول کی وجہ سے نیز اس کی وجہ سے طریق پر اس کی معرفت مجھ کے ضوابط وضع نہیں کر پاتے انہوں نے قیام امام شافعی کے اصول

امام شافعی کے اصول بیک وقت نظری اور عملی ہیں۔ وہ فرضی صورتوں کے ریگستانوں میں ححرانوردی نہیں کرتے بلکہ امور واقعہ کو ضبط میں لاتے ہیں۔ مثلاً ناح و منسوخ کی بحث میں وہ نسخ کے قواعد کو ان مسائل سے ثابت کرتے ہیں۔ جن میں آنحضرت ﷺ کی احادیث یا صحابہ کے آثار و فتاویٰ سے نسخ ثابت ہو چکا ہے۔ اسی طرح عموم و خصوص کے مباحث میں ان آیات اور احادیث سے استفادہ کرتے تھے جن جو ان کے سامنے موجود ہیں۔ وہ براہ راست شریعت کے سرچشموں میں غوطہ زنی کرتے ہیں۔ ان کی تہہ تک پہنچ کر کلیات کے موتی نکالتے ہیں، حتیٰ کہ قیاس بھی اپنے اسالیب میں نصوص و عبارات کے معانی کا پابند ہو جاتا ہے۔ پھر صرف قاعدہ کلیہ کے بیان پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ان کے مصادر اور بنی قنادائے صحابہ اور احادیث ماثورہ سے ان کی تائید ہوتی ہے وہ سامنے رکھ دیتے ہیں کہ یہ قاعدہ کیسے بنایا گیا اور کہاں سے لیا گیا، پھر جب دلائل سے وہ قاعدہ ثابت ہو جاتا ہے تو چند فروغ جو اس قاعدہ پر مبنی ہوتے ہیں بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اس طرح وہ قواعد قواعد مجرہ یا صورت ذہنیہ نہیں رہتے بلکہ زندہ اصول کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے قواعد میں آپ کو ذہنی صورتیں نظر نہیں آئیں گی۔ مثلاً تکلیف کے لئے قدرت شرط ہے یا نہیں۔ بغیر مقدمہ کے مکلف بنانا جائز ہے یا نہیں۔ قبل از عمل نسخ ممکن ہے یا نہیں وغیرہ مباحث سے کوئی بحث بھی ان کے قواعد میں موجود نہیں ہے بلکہ ان کے تمام بحث و واقعات سے مستند ہیں۔ کیونکہ امام صاحب ہمیشہ امور عملیہ کو سامنے رکھتے تھے۔ خیالی اور فرضی صورتوں کے پیچھے نہیں دوڑتے تھے۔ مثال کے طور پر ہم وہ چیزیں پیش کرتے ہیں :

جہاں کہیں کتاب و سنت سے کوئی نص موجود ہو وہاں امام شافعی اجماع کو حجت مانتے ہیں کیونکہ ایسے موقع پر اس کی حجت دلیل سے ثابت ہو چکی ہے۔ مگر وہ اصل معنی میں اجماع کو معتد رکھنا چاہتے ہیں اور جب اجماع سے ان پر حجت پیش کی جاتی ہے تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اور تصریح کرتے ہیں کہ اجماع کا دعویٰ بالادلیل ہے۔ وہ صرف اصول فرائض میں اجماع کو تسلیم کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے اجماع کو سماعت پر مبنی قرار نہیں دیتے۔ کیونکہ کسی مفروضہ کی بناء پر آنحضرت ﷺ سے روایت کا تسلیم کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کے لئے نقل و حکایت کا ہونا ضروری ہے۔

اقوال صحابہ کے مراتب کی تعیین کرتے ہوئے وہ یہ قاعدہ بناتے ہیں کہ جو قول کتاب و سنت سے اقرب ہو گا اسے اختیار کیا جائے گا۔ اگر بلحاظ قرب کے سب مساوی ہوں تو خلفائے راشدین کے قول کو ترجیح دیتے ہیں مگر ہوتا یہ ہے کہ جب بھی مختلف اقوال ان کے سامنے پیش آتے ہیں تو تطبیق کے وقت ایک نہ ایک قول کا انتخاب کر لیتے ہیں جو کتاب و سنت سے اقرب ہوتا ہے ورنہ اسے دوسرے اقوال پر ترجیح دیتے ہیں۔ اگرچہ خلیفہ کا قول اس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً بھائیوں کے مقابلہ میں داد کی میراث کے مسئلہ میں وہ حضرت ابو بکر صدیق کے قول پر زید بن ثابت کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

قواعد ضابطہ کے استخراج میں وہ اپنے عملی اجتہاد اور تطبیق کی وجہ سے قیاس کی حقیقت واضح کرنے کے لئے صرف اور اس کی اقسام کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں اور غلطی کا استخراج مجتہد پر چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ علت کے ضوابط استخراج، بقوت درجات کے عموم، خصوص وغیرہ کے متعلق کچھ بھی ذکر نہیں کرتے، کیونکہ یہ امور مجتہد سے متعلق ہیں۔

نیز اس کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی اس اجتہاد کے ضوابط وضع کرتے تھے جو ان کے دور میں رائج تھا۔ علت کے مسلک اور مذکورہ طریق پر اس کی درست یہ ایک فلسفیانہ طریقہ بحث ہے جو اس وقت کے فقہاء کے مابین رائج تھا وہ اوصاف کے قرب و بعد کی معرفت مجتہد پر چھوڑ دیتے تھے اور لطف یہ ہے کہ امام شافعی کے بعد علمائے اصول نے علت کے طرق استخراج اور اس کے ضوابط وضع کرنے میں غور و خوض کیا ہے مگر اس کی تطبیق کے وقت باہم اختلاف کرتے ہیں اور اس کے لئے کوئی ضابطہ وضع نہیں کر پاتے۔ قیاس کے سلسلہ میں امام شافعی نے اگرچہ زیادہ مفصل بحث نہیں کی تاہم ان کا یہی کارنامہ بہت بڑا ہے کہ انہوں نے قیاس کے ضابطے مقرر کر کے اسے ممتاز کر دیا ہے اور اس کے اقسام کی تجدید کر دی ہے۔^۱

امام شافعی کے اصول فقہیہ کی موافقت و مخالفت میں علماء کے گروہ :

اصول فقہیہ کی اجمالی موافقت کرنے والے مندرجہ ذیل دو گروہ ہیں :

(۲) حنابلہ

(۱) احناف

مخالفت کرنے والے مندرجہ ذیل دو گروہ ہیں :

(۲) شیعہ امامیہ

(۱) اباضیہ

امام شافعی کے طریق استنباط سے اتفاق کرنے والے علماء :

ایک گروہ متبعین امام شافعی کا ہے جنہوں نے آپ کے اصول کی مکمل پیروی کی۔

۱۔ پہلا گروہ علمائے احناف کا ہے جو اجمالی طور پر تو ان طرق استنباط کے موافق ہیں جو ”الرسالۃ“ میں مذکور ہیں مگر تفصیلات میں قدرے مختلف ہیں۔ مثلاً یہ کہ عموم کی تخصیص اخبار آحاد سے جائز ہے یا نہیں وغیرہ۔ متبعین کی کچھ تفصیل علمائے مالکیہ کا طریقہ استنباط بھی امام شافعی کے اصول سے ملتا جلتا تھا۔ مگر علمائے حنفیہ کی بہ نسبت وہ امام شافعی سے زیادہ اختلاف کرتے تھے۔ حتیٰ کی تفصیلات سے گزر کر وہ بعض اصول عام میں بھی اختلاف کرتے تھے۔ مثلاً علمائے مالکیہ عمل اہل مدینہ کو حجت مانتے تھے مگر امام شافعی اس کے سخت مخالف تھے اور کتاب ”الام“ میں بہت سے مقامات پر اس کی تردید کر چکے ہیں۔

۲۔ انہیں علماء میں سے حنابلہ تھے۔ جنہوں نے امام شافعی کے اصول کو مانا۔ لیکن وہ اجماع صحابہ کے سوا دوسرے اجماع کے قائل نہ تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے امام شافعی سے ظاہر اصل میں اختلاف تو کیا لیکن امام شافعی کے نزدیک اس مسئلہ کی جو روح تھی اس سے دُور نہیں ہوئے۔ امام شافعی اگرچہ اسے حجت مانتے ہیں لیکن وہ اس کے کسی زمانہ یا کسی مسئلہ میں وجود سے انکار کرتے ہیں۔ جب ان سے ان کا مناظر اجماع سے دلیل پیش کرتا ہے تو وہ اس کے تحقق اور وجود کو مستعد سمجھتے ہیں اور اصول فرائض کے سوا کسی مسئلہ میں اجماع کا اعتراف نہیں کرتے۔ لہذا امام شافعی اور امام احمد کے مابین اجماع کی حقیقت میں کوئی بہت زیادہ اختلاف نہیں ہے۔

طریق استنباط سے اختلاف والے علماء :

۱۔ اسی طرح کچھ گروہ ایسے بھی تھے جنہوں نے امام شافعی سے اصول استنباط میں اختلاف کیا۔ مثلاً اباضیہ، فقہائے مسلمین کے اجماع سے انکار کرتے ہیں اور اپنے فرقے کے اجماع کو معتبر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جمہور مسلمین ان کی نظر میں گمراہ ہیں اور اہل ضلالت کی رائے معتبر نہیں ہوا کرتی۔ یہ نظریہ دراصل ان کے سیاسی نظریے پر مبنی ہے یا مرتکب کبیرہ کے بارے ان کی جو رائے ہے اس پر اس کی بنا ہے۔ باوجودیکہ یہ لوگ معنی اجماع میں جمہور مسلمین سے اختلاف رکھتے تھے مگر مبداء قیاس کے قائل تھے۔ کتاب و سنت کو ماننے میں وہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں۔ صرف بعض احادیث کے قبول کرنے میں انہیں اختلاف ہے اور اس اختلاف کی وہی نوعیت ہے جو کہ مذاہب اربعہ کے مابین پائی جاتی ہے۔

۲۔ اب رہا شیعہ امامیہ کا گروہ تو اگرچہ خلافت کے متعلق بہت سی احادیث کا انکار کرتا ہے مگر کتاب و سنت کو مجموعی حیثیت سے مانتا ہے۔ انہوں نے استنباط فقہی کو اپنے ائمہ کے استنباط کے دائرے میں محدود کیا ہے اور کتاب و سنت کے بعد ائمہ کے اقوال ان کے نزدیک حجت ہیں۔ بلکہ یہ لوگ اپنے امام وحی کے سوا کسی کی رائے اور اجتہاد کو نہیں مانتے اور نہ ان کے قول کے مقابلہ میں کسی دلیل کی طرف نظر ڈالتے ہیں۔ وہ اولہ کو صرف اس وقت مانتے ہیں جب امام موجود نہ ہو امام کی موجودگی میں وہ دلیل کے قائل نہیں ہیں بلکہ امام کی تقلید کو واجب سمجھتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ائمہ کو غیر منصوص علم سے بھی حصہ ملا ہے یعنی وہ علم جس کا آنحضرت ﷺ نے اظہار نہیں کیا تھا۔

اصول شافعی کی مکمل کی پیروی کرنے والے علماء :

یہ وہ لوگ ہیں جو امام شافعی کے براہ راست شاگرد تھے یا شاگردوں کے شاگرد تھے۔ انہوں نے اجتہاد و استخراج احکام میں امام شافعی کا منہاج اختیار کیا اور وہ امام شافعی کے اصول کی وضاحت کرتے رہے اصول اور طریق استنباط میں ان کے قبیح رہے۔

مؤلفات :

کتاب الام..... اس میں ان لوگوں کا رد بھی کیا جو سنت سے دلیل لانے کے منکر تھے۔ جیسے بعض علماء بصرہ اور ان کا بھی جو خبر احاد سے احتجاج کے قائل نہیں تھے بلکہ صرف اس حدیث کو قبول کرتے تھے جو متواتر ہو امام شافعی نے مضبوط دلائل سے ان کا رد کیا۔ امام شافعیؒ ان لوگوں کا بھی رد کرتے ہیں جو قیاس کو خبر آحاد پر ترجیح دیتے تھے یا بعض احاد حدیثوں کو قرآن کے ”عام حکم“ کے سلسلہ میں ناقابل قبول خیال کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ نے ان پر بھی تنقید کی ہے جو آثار صحابہ کو احاد حدیثوں پر ترجیح دیتے تھے۔ ان مباحث کو ہم مختلف مقامات پر بٹا ہوا دیکھتے ہیں۔ مثلاً کتاب مالک اور فقہ العراقیین یا الرد علی سیر الاوزاعی، اس میں ہمیں استحسان کے ابطال کے سلسلہ میں بعض دلچسپ اور کارآمد چیزیں ملتی ہیں۔ اس مسئلہ میں امام شافعیؒ، مالکیوں اور عراقیوں دونوں کا رد کرتے ہیں بلکہ ان تمام لوگوں کا رد کرتے ہیں جو استدلال فقہی میں نص سے تجاوز کرتے ہیں یا نص پر حمل کرنے کے سلسلہ میں راہ صواب سے ہٹ جاتے ہیں۔ امام شافعیؒ کی کتاب الام کے سوا کوئی کتاب ایسی مثال پیش نہیں کرتی جس کے مطالعہ سے پڑھنے والا اس عصر کے اجتہاد اور خاص طور پر

اس زمانہ کی فقہی کیفیتوں اور صورتوں کا صحیح اندازہ کر سکے۔ صرف یہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں موافق و مخالف ہر طرح کے دلائل، ان کی تائید و تنقید کے سلسلہ میں تفصیلی مواد مل سکتا ہے۔ یہ کتاب (الام) صرف یہی نہیں کہ اپنے زمانہ کی روح فکری کی معنوی طور پر آئینہ دار ہے بلکہ اس کی شکل و صورت کی وضاحت بھی بڑی خوبی سے کرتی ہے۔ اس میں ہمیں ان مناظروں کی داستانیں بھی ملتی ہیں جو امام شافعی اور ان کے مد مقابل لوگوں کے مابین ہوئیں۔

مذکورہ حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ دور بحث و جدل اور فکری آویزش، نیز تکمیل علوم دینیہ کا دور تھا۔ اس میں ہمیں ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جو سنت کا انکار کرتے ہیں۔ ایسے بھی جو خیراً حاد سے احتجاج کے قائل نہیں۔

”الرسالۃ“ اور ”الام“ سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ناقد کی حیثیت سے اختلاف صحابہ کا مطالعہ کیا تھا۔ بلاشبہ اس دراست سے انہیں ناخ و منسوخ کا علم حاصل ہوا اور رائے کا ایک بڑا حصہ ان کے ہاتھ لگ گیا جس سے صحابہ کرام انڈ کرتے تھے۔ شریعت کے مراۃ اور مجموعہ احکام کا فہم حاصل ہو گیا۔ غالباً اسی وجہ سے وہ مجتہد کے لئے یہ شرط لگاتے تھے کہ وہ اختلاف صحابہ کا عالم ہو کیونکہ ان کے اختلاف کی دراست نے ہی انہیں بہت سے اصول سمجھائے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کے تلامذہ آرائے صحابہ اور آرائے مختلفہ کی دراست عمیقہ کی جلوہ فرمائی ان میں محسوس کرتے تھے حتیٰ کہ امام احمد بن حنبل نے علم اختلاف میں امام شافعی کو اُمت کا فیلسوف شمار کیا ہے۔

امام شافعی نے فقہ ”اہل الرائے“ سے واقفیت حاصل کی۔ وہ لوگ قیاس پر بہت زور دیتے تھے مگر اس کے قواعد و ضوابط مرتب نہیں کر پائے تھے حتیٰ کہ ان فقہاء میں بہت بڑا مقام حاصل کر لیا اور وہ قیاس کی بڑی سرعت سے معرفت حاصل کر لی۔ قیاس کے ساتھ انہیں اس قدر تعلق پیدا ہو گیا تھا کہ وہ بے تکلف قیاس کے ساتھ حکم لگاتے تھے گویا وہ ان کی فطرت میں رچ بس چکا تھا۔ امام شافعی نے ان لوگوں کی فقہ پر بھی عبور حاصل کیا پھر فقہ ”اہل الحدیث“ سے اس کا موازنہ اور معارضہ کر کے قیاس کے ضابطے مقرر کئے اگرچہ ان ضابطوں سے ”اہل الرائے“ کلی طور پر متفق نہ تھے۔

”اختلاف مالک“، ”ابطال الاستحسان“ اور ”جماع العلم“ میں امام شافعی کا منہج :

ابوزہرہ فرماتے ہیں :

”فلقد وجدنا الشافعی رضی اللہ عنہ یخالفہ فی کتابہ ”اختلاف مالک“ فی کثیر من الامور اخذہا مالک، وخالف عن بینۃ بعض المرویات من الاحادیث، ووجدنا فی کتابہ ”ابطال الاستحسان“ یشتد علی المالکیۃ وغیرہم فی اعتمادہم علی الراۃ الذی لم یکن اساسہ فیاسا قد حمل فیہ علی لائنص ووجدناہ فی کتابہ ”جماع العلم“ یحمل علی المالکیۃ فی اخذہم بعمل اہل المدینۃ، وترکہم بعض المروۃ، وھکذا ولیس ذلک کلہ الا علی اساس ان مالکا رضی اللہ عنہ مع انہ المحدث الراۃ الفاحص الناقد کان فقیہا قد اکثر من الراۃ، وجعل لہ اعتباراً ومکاناً“۔^۱

(امام شافعیؒ) اپنی کتاب اختلاف مالک میں اکثر معاملوں میں جو امام مالک ہی سے لئے ہیں ان سے اختلاف کرتے ہیں اور ان کی روایت کی بعض احادیث سے بھی اختلاف کیا ہے۔ امام شافعی نے اپنی کتاب "ابطال استحسان" میں مالکیہ وغیرہ پر اس بات پر حملہ کیا ہے کہ انہوں نے ایسی رائے پر اعتماد کیا جس کی بنیاد قیاس پر نہیں تھی اور اس لحاظ سے گویا شافعی نے نص پر حملہ کیا ہے۔ ہم نے امام شافعی کی کتاب جماع العلم میں یہ بھی دیکھا کہ وہ مالکیہ اس بات پر بھی حملہ کرتے ہیں کہ مالکیہ اہل مدینہ کے عمل کو لیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں بعض روایتیں چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سب کچھ اس بنیاد پر ہے کہ مالک باوجود محدث، راوی، ناقد حدیث اور تلاش کرنے والے فقیہ بھی تھے، رائے پر کثرت سے عمل کیا ہے۔

امام شافعی کی تصانیف میں اس کے علاوہ "الرد علی سیر الاوزاعی" بھی ہے اور یہ سب تنقیدی تصانیف ہیں اور ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کے انداز و بیان میں جدل و مناظرہ کے رجحان کا غلبہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بعض نے ان کی شدت سے متاثر ہو کر امام شافعی کے مسلک کو چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کر لیا جیسے داؤد ظاہری وغیرہ۔ ابو زہرہ کے یہاں سے بھی اس بات کی تائید حاصل ہو جاتی ہے۔ انہوں نے فرمایا :

"..... ابو سلیمان داؤد بن خلف الاصفہانی وقد كان من الشافعية وقد تلقى الفقه الشافعية على اصحاب الشافعي. ثم ترك مذهب الشافعي واختار لنفسه ذلك المذهب الذي لا يعتمد الاعلى النص، وقد رفض من اصول الشافعي القياس، كما رفض الشافعي الاستحسان، وقد قيل له لم تركت مذهب الشافعي فقال قرأت كتاب ابطال الاستحسان للشافعي، فوجدت كل الادلة التي يبطل بها الاستحسان تبطل القياس".^۱

(..... ابو سلیمان داؤد بن خلف الاصفہانی شافعیہ میں سے تھے اور اصحاب شافعی سے فقہ حاصل کی مگر بعد میں شافعی مذہب چھوڑ کر اپنا مستقل مذہب اختیار کر لیا جو کہ صرف نصوص پر مبنی تھا۔ اصول شافعی میں قیاس کا انکار کیا جس طرح امام شافعی نے استحسان کا انکار کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ تم نے امام شافعی کا مذہب کیوں ترک کر دیا؟ تو فرماتے تھے کہ میں نے امام شافعی کی کتاب "ابطال الاستحسان" کا مطالعہ کیا تو اس میں میں نے یہ دیکھا کہ جتنے دلائل انہوں نے استحسان کے باطل کرنے میں پیش کئے ان سے قیاس بھی باطل ہو جاتا ہے۔)

معلیٰ بن منصور رازی (متوفی ۲۱۱ھ)^۲

انہوں نے امام ابو یوسف (متوفی ۱۹۲ھ) سے ان کی فقہ، اصول اور کتب روایت کیں۔^۳

ابن سعید الاصمعی (۱۴۳ھ/۲۱۵ھ)^۴

اصول فقہ پر انہوں نے ایک کتاب تالیف کی تھی جس کا نام "اجناس فی اصول الفقہ" تھا۔^۵

۱۔ الشافعی، حیاة وعصر و آرا و فقہ، مجر ابو زہرہ، ص ۳۳۹۔ مصر، قاہرہ، دار الفکر العربی طبع ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ء

۲۔ ابو یعلیٰ معلیٰ بن منصور رازی۔ بغداد میں وفات پائی

۳۔ کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ اخبار ابی یوسف کے ضمن میں بیان کیا۔ ص ۲۵۶، ۲۵۷

۴۔ ابن سعید عبد الملک ابن قریب الاصمعی ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۲۶۳/۵۔ دار الفکر ۱۳۰۲ھ، ۱۹۸۲ء

بشر بن غیاث المرسی حنفی / معترزی (۱۳۸ھ/۲۱۸ھ) ^۱

فقہ و متکلم اور امام ابو یوسف کے خاص تلامذہ میں سے تھے اصول میں ان کی آراء ہیں جو اصول کی مرجع کتب میں موجود ہیں۔

ابن صدقہ حنفی (متوفی ۲۲۰ھ) ^۲

محمد بن حسن شیبانی کے تلامذہ میں سے ہیں، فقہ تھے دس برس تک بصرہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) کتاب اثبات القیاس ^۳ (۲) کتاب خبر الواحد ^۴ (۳) کتاب اجتہاد الرا۱ ^۵

نظام معترزی (۱۸۵ھ/۲۲۱ھ) ^۶

معترزی ائمہ میں سے تھے۔ فقہ و اصول میں ان کی آراء ملتی ہیں۔ چند یہ ہیں کہ انہوں نے اجماع کی حجیت اور احکام شرعیہ میں سے قیاس کا انکار کیا، قضاء کو عدم واجب مانا، نیت کے ساتھ بھی طلاق لکھ کر دینے سے واقع نہیں ہوتی، علاوہ ترویج جائز نہیں ہے۔

کتاب ”النکت“ تالیف کی۔ اس میں اجماع کی عدم حجت پر کلام کیا، صحابہ کرام پر طعن کیا اور ہر ایک کی طرف عیب منسوب کئے۔ ^۷

عبداللہ بن مسلمہ القعنبی (متوفی ۲۲۱ھ) ^۸

امام مالک کی فقہ، اصول اور مؤطا کو ان سے روایت کیا۔

۱ ابو عبد الرحمن، بشر بن غیاث بن ابی کریم المرسی المعترزی البغدادی الحدادی (۵۵/۸۳۳ء)۔ بغداد میں وفات پائی۔

۲ تہذیب الاصولین، محمد مظہر بقا ۴/۲ (۲۳۳) المملكة العربیة السعودیة جامعہ ام القرى سلسلہ بحوث الدراسات الاسلامیہ (۲۲)، ہدیۃ العارفین باشا بغدادی اسماعیل۔ ۱۳۲/۵

۳ ابو موسیٰ یحییٰ بن ابان بن صدقہ۔ متوفی ۸۳۵ء۔ بصرہ میں انتقال ہوا۔

۴ کتاب الفہرست، ابن الندیم، ص ۲۵۸، ہدیۃ العارفین۔ ۵/۱۶۰۸، ایضاح المکنون، اسماعیل باشا محمد امین بن میریم سلیم البابیانی۔ البغدادی ۳/۲۳، دار الفکر ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء

۵ کتاب الفہرست ابن الندیم، ص ۲۵۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۸۰۶۔ ۶ حوالہ سابق

۷ ابی اہلق ابراہیم بن سیار بن حانی البصری (۸۰۱/۸۳۶ء)۔ بصرہ میں انتقال ہوا۔

۸ اللعائن فی طبقات الاصولیین، الراغی، ۱/۱۳۱، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۶/۹۷-۹۸ (۳۱۳۱) ۵ حوالہ سابق

۹ ابو عبد الرحمن، عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب الحارثی۔

۱۰ کتاب الفہرست، ابن الندیم، ص ۲۵۱، اصحاب مالک الذین اخلوا عنه ورووا عنه۔

صبح مالکی مصری (متوفی ۲۲۵ھ)^۱

فقیہ، محدث، مفتی مصر اور جدل و مناظرہ میں کمال رکھنے والے شخص تھے۔ ان کے دادا نافع حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ جس دن امام مالک کا انتقال ہوا، صبح اسی دن مدینہ میں وارد ہوئے۔ امام مالک کے تلامذہ سے کتاب فیض کیا۔ ابن الماجشون کے نزدیک وہ مصر میں مالکی فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اصول فقہ میں کتاب الاصول تالیف کی۔

ابو یطی الشافعی (متوفی ۲۴۱ھ یا ۲۴۲ھ)^۲

امام شافعی کے قیام مصر کے زمانہ میں ان سے جو کچھ سنا تھا اُسے ایک کتاب کی صورت میں مرتب کر لیا جس کا نام "المختصر" رکھا۔ امام شافعی کے خاص شاگرد تھے۔

آراء و مؤلفات اصولیہ..... ان کی اصول میں آراء ہیں۔ جو ان کی تالیف سے باخبر ہوگا وہ ان آراء کو اس پر پائے گا۔ آپ کی بہت سی مؤلفات ہیں انہی میں سے المختصر الکبیر، المختصر الصغیر اور کتاب الفرائض ہیں۔ یہ کتب اگرچہ ان میں ہیں مگر ان میں ابو یطی نے بحث و استنباط کے طرق میں قواعد اصولیہ کی پابندی کی ہے۔

ابن ساعدہ تمیمی حنفی (متوفی ۲۳۳ھ)^۳

امام محمد بن حسن کے شاگرد ہیں، فقیہ اور بغداد میں قاضی تھے۔ ابن ندیم نے لکھا: ولہ کتب مصنفہ و اصول فی الفقہ۔

ابو ثور شافعی (۱۶۳ھ/۲۴۱ھ)^۴

امام شافعی کے اصحاب میں سے تھے اور ان کے اقوال قدیمہ کے ناقل ہیں۔

ابن ندیم شیعہ معتزلی (متوفی ۳۸۵ھ) نے لکھا:

"أخذ عن الشافعي وروی عنه وخالفه فی اشیاء واحداث لنفسه مذهبا اشتقه من مذهب

الشافعی..... واكثر اهل اذربيجان و ارمينية يتفقون علی مذهبه".^۵

(انہوں نے امام شافعی سے اخذ (علم) کی ان سے روایت کی اور کئی چیزوں میں ان (کے مذہب) کی مخالفت کی اور

مذہب شافعی سے مشتق مذہب بنایا..... اکثر اہل آذربائیجان اور ارمینیا ان کے مذہب کی فقہ کے ماننے والے تھے)

۱۔ ابو عبد اللہ اسحاق بن القریب بن سعید بن نافع المصری، متوفی ۸۴۰ھ۔ مصر میں وفات پائی۔

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو) ۹۵/۱۸ مالکیہ، الفتح المبین، المرافی ۱۳۳/۱، ۱۳۵، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقاء، ۲۱۲/۱

۳۔ ابو یحییٰ یعقوب یوسف بن یحییٰ المصری ابو یطی الشافعی، متوفی ۸۴۶ھ۔ بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۲۹۹/۱۴، وما بعدھا (۶۱۳ھ)، کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۵، ۲۶۶، الفتح المبین، المرافی

۱۱، ۱۳۷، ۱۳۸، طبقات الشافعیہ، ابن ہدلیہ اللہ، متوفی ۱۰۱۳ھ۔ ص ۳۔ مطبعہ بغداد ۱۳۵۶ھ

۵۔ ابو عبد اللہ محمد بن سنانہ تمیمی ۱۔ کتاب الفہرست ابن الندیم۔ ص ۲۵۸، ۲۵۹۔ فی اخبار ابی حنیفہ واصحابہ العراقیین

۲۔ ابو ثور ابراہیم بن خالد بن (ابی) الیمان الکلبی البغدادی (۸۶/۸۵۳ھ)

۳۔ کتاب الفہرست، ابن الندیم۔ ص ۲۶۵۔ فی اخبار الشافعی واصحابہ، تاریخ بغداد، ابن خطیب بغدادی ۶/۲۵ وما بعدھا (۳۱۰۰)

ابن ابراہیم حنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے شذرات الذہب میں لکھا :
 "ولم یقلدا حداً..... وعمل اولا مذهب اهل الراى حتى قدم الشافعى العراق وصحبه فاتبعه
 وهو غیر مقلد لاحد".^۱
 (کسی کی تقلید نہیں کرتے..... اولا حنفی مذہب پر چلتے تھے۔ پھر جب امام شافعی عراق آئے تو ان کی صحبت اور اتباع اختیار
 کی مگر وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے)

اصول میں ان کی آراء :

ان کی اصول میں آراء ہیں۔ مثلاً "المسودۃ فی اصول الفقہ" میں ان کی یہ رائے نقل کی گئی ہے :
 "العموم اذا دخله التخصیص بشئ فهو حجة فیما عداہ، نص علیہ فی مواضع، وبہ فالت
 الشافعیۃ، واختارات الجوینی، حکمی عن المعتزلة والا شعریۃ انه یصیر مجازاً، ولا یحتاج بہ
 والیہ ذہب عیسیٰ بن ابان وابو ثور".^۲

احمد بن حنبلی (۱۶۳ھ-۲۴۱ھ)^۳

فقہ و محدث تھے۔ امام احمد بن حنبلی نے فقہ و اصول میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی جسے ان کے مذہب کی اصل و اساس
 قرار دیا جاسکے۔ اور نہ ہی اپنے فقہی افکار و آراء کی اشاعت پسند کی اور نہ ہی اپنے تلامذہ کو امام ابو حنیفہ کی طرح ائمہ کرام میں۔ اب یہ
 جاننے کے لئے کہ فقہ حنبلی کے اصول کیا ہیں؟ ان کے اصول و ضوابط کیا ہیں؟ اب صرف آپ کے تلامذہ کے کام پر بھروسہ
 کیا جاسکتا ہے۔ امام احمد نے فقہ کے بعض موضوعات پر کچھ تحریریں چھوڑی ہیں۔ مثلاً "مناسک کبیر"، "مناسک صغیر"
 اور نماز پر ایک چھوٹا سا رسالہ۔ مگر یہ رسائل موضوع سے متعلق ایسے ابواب ہیں جن میں رائے، قیاس اور فقہی استنباط نہیں ہے
 بلکہ صرف رسول اللہ ﷺ کے عمل کی اتباع اور نصوص شرعیہ کا فہم ہے۔ یہ رسائل حدیث ہی پر مشتمل ہیں اگرچہ ان کا موضوع
 فقہ سے متعلق ہے۔ مذہب حنبلی کو جاننے کے لئے ان کے اصول استنباط مختصر اپیش کئے جا رہے ہیں۔

فقہ حنبلی کے اصول استنباط :

حافظ ابن القیم جوزی حنبلی (متوفی ۷۵۱ھ) اپنی کتاب اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں : امام احمد نے اپنی فقہ کی بنیاد
 مندرجہ ذیل پانچ چیزوں پر رکھی تھی :

۱۔ نصوص..... پہلی چیز جس پر امام احمد انحصار کرتے ہیں وہ نص ہے۔ جب آپ کو نص مل جاتی ہے تو اس کے بموجب
 فتویٰ دیتے ہیں اور کسی دوسری چیز کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ نص کو صحابہ کرام کے فتاویٰ پر بھی وہ مقدم رکھتے ہیں۔

۱۔ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، ابو الفلاح عبدالحی بن العباد الحسینی، متوفی ۱۰۹۸ھ، قاہرہ مکتبۃ القدسیہ ۱۳۵۰ھ

۲۔ المسودۃ فی اصول الفقہ، مجد الدین ابوالبرکات عبد السلام بن عبد اللہ بن الفضل، متوفی ۶۵۲ھ، شہاب الدین ابوالحسن عبد الحلیم بن
 عبد السلام، متوفی ۶۸۲ھ، شیخ الاسلام تقی الدین ابوالعباس احمد بن حلیم، متوفی ۷۵۱ھ، جمع و تمییز، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد
 بن عبد الغنی الحسینی الحارانی الدمشقی، متوفی ۷۳۵ھ۔ ص ۱۱۶، بیروت دار الکتاب العربی سنہ ۱۳۵۰ھ

۳۔ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبلی بن حلال بن اسد بن ادریس بن عبد اللہ (۸۰ھ/۸۵۵ھ)

حافظ ابن القیم نے ایسی بہت سی مثالیں دی ہیں جہاں نص کے مقابلے میں امام احمد نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ کو نظر انداز کیا۔ انہی میں سے ایک مثال یہ ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول کہ ”غیر مسلم کی میراث مسلمان کو ملنی چاہئے“ کے بارے میں حدیث مانع کے پیش نظر انہوں نے رد کر دیا۔

اس مثال سے پیدا ہونے والا اشکال اور اس کا جواب :

اس مثال میں یہ خدشہ وارد ہو سکتا ہے کہ امام احمد نے نص مجرد کے مقابلے میں نہیں بلکہ ایک صحابی کے مقابلے میں دوسرے صحابی کا قول ترک کر دیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا قول جمہور صحابہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے خلاف تھا۔ لہذا امام احمد نے نص مجرد کے مقابلے میں صحابی کا فتویٰ ترک نہیں کیا بلکہ ایک دوسرے صحابی کا فتویٰ قبول کر لیا جو نص سے محکم تھا۔ اقوال صحابہ میں اختلاف کی صورت میں وہ ترجیح کے اصول پر عمل کیا کرتے تھے۔

اور دوسری مثال یہ ہے کہ جس حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے، اس کی عدت (چار مہینہ دس دن کے بجائے) سببہ اسلامیہ کی حدیث کی رو سے وضع حمل ہے۔ امام احمد کا فتویٰ اسی پر ہے۔ اس کے لئے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول انہوں نے ترک کر دیا ہے کہ ایسی حاملہ عورت کی عدت اقصی الاجلین ہے۔ (اقصی الاجلین کا مطلب ہے یعنی چار ماہ دس دن کے اندر بچہ پیدا ہو جائے تو چار ماہ دس دن عدت ہوگی، اگر اس عدت کے اندر اندر بچہ پیدا نہ ہوا تو عدت وضع حمل تک ہوگی)۔

۲۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ..... فقہ امام احمد بن حنبل کی دوسری اصل صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاویٰ ہیں۔ اگر انہیں کسی صحابی کا فتویٰ مل جاتا تھا اور اس فتویٰ کے خلاف کوئی دوسرا فتویٰ ان کے علم میں نہیں ہوتا تھا تو اس پر اکتفا کرتے تھے۔ ایسے فتویٰ کو وہ اجماع نہیں قرار دیتے تھے۔ لیکن چونکہ ان کی عادت، تعبیر و تشریح میں احتیاط تھی لہذا ایسے موقع پر وہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو اسے دفع کرتی ہو۔ ایسے ہی مسائل میں غلام کی گواہی قبول کرنے کا فتویٰ بھی ہے۔ یہ قول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور امام احمد ان سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، مجھے کسی ایسے صحابی کا علم نہیں ہے جو غلام کی شہادت نہ قبول کرتا ہو۔ حافظ ابن القیم فرماتے ہیں :

”امام احمد جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسی صورت سے دوچار ہوتے تھے تو عمل، رائے اور قیاس کسی طرح سے بھی اس کے خلاف نہیں جاتے تھے۔“

۳۔ اختلاف صحابہ رضی اللہ عنہم کی صورت میں فیصلہ..... حافظ ابن القیم نے امام احمد کے جن اصول خمسہ کا ذکر کیا ہے ان کی ایک اصل یہ بھی ہے کہ اگر کسی مسئلے میں صحابہ مختلف الرائے ہوتے تھے تو ان میں سے وہ قول قبول کر لیتے تھے جو کتاب و سنت سے قریب تر ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو سکتی تو ان کا اختلاف ذکر کر دیتے۔ لیکن کسی صورت صحابہ کے اقوال سے خروج نہ فرماتے۔

۴۔ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف..... فقہ احمد کی چوتھی اصل یہ ہے کہ وہ حدیث مرسل اور حدیث ضعیف کو قبول کر لیتے تھے۔ اگر مسئلہ زیر بحث میں کوئی دلیل اس کے خلاف نہ ہو تو ایسی صورت میں مرسل اور ضعیف حدیث کو وہ قیاس پر ترجیح دیتے۔ یاد رہے کہ یہاں ”حدیث ضعیف“ سے مراد باطل اور منکر حدیث نہیں ہے جس کی سند میں کوئی مہتمم روای ہو، جو قابل حجت نہ ہو سکتا ہو۔

بقول حافظ ابن القیم اس اصل کو دوسرے بہت سے علماء بھی مانتے ہیں۔ چنانچہ اس کی نسبت انہوں نے امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام شافعیؒ سب کی طرف کی ہے۔

۵۔ قیاس..... پانچویں اصل جس کا حافظ ابن القیم نے ذکر کیا ہے، قیاس ہے۔ یعنی اگر کسی مسئلے میں امام احمد کا نص نہ ملے، نہ کسی صحابی کا قول دستیاب ہو، نہ کوئی مرسل یا ضعیف حدیث ہاتھ آتی تو قیاس سے کام لیتے تھے۔ لیکن قیاس کا استعمال وہ شدید اور خاص ضرورت ہی کی صورت میں کرتے تھے۔ ۱

یہ ہیں وہ اصول خمسہ جن کا ذکر حافظ ابن القیم نے اپنی کتاب اعلام الموقعین کے شروع میں کیا ہے۔ لیکن اگر حنبلیہ کی کتب اصول کا نظر غائر سے مطالعہ کیا جائے اور حافظ ابن القیم کی متفرق اور مختلف کتابوں کو پیش نظر رکھا جائے تو ان اصول میں حذف و اضافہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً پہلی اصل یہ ہے کہ نص سے مراد صرف کتاب نہیں بلکہ کتاب و سنت دونوں ہیں۔ امام احمد بھی امام شافعی کی طرح نص بول کر دونوں کو مراد لیتے ہیں۔ اس لئے کہ سنت کتاب کی شارح اور اس کے اجمال کی تفصیل کرتی ہے۔ لہذا کتاب و سنت کا قطعاً ایک ہی مرتبہ ہے۔ اسی طرح دوسرے اصل میں تیسرے کا اور پہلے اصل میں چوتھے کا دخل ممکن ہے۔ اگرچہ ابن القیم کے بیان کردہ طریقے میں بعض مصلحتیں ضرور ہیں لیکن وہ اصل کو مانع نہیں۔ اس طور پر ابن القیم کے بیان کردہ اصول اب جاری رہ جاتے ہیں، جو یہ ہیں :

(۱) کتاب (۲) سنت (۳) فتاویٰ صحابہ (۴) قیاس

ان اصولوں پر جو مزید اضافہ ہو سکتا ہے، وہ یہ ہیں :

(۱) استصحاب (۲) مصباح مرسلہ (۳) سد رافع

کتب حنبلیہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ امام احمد اجماع کو حجت مانتے تھے، بشرطیکہ وہ واقع ہو چکا ہو اور کسی ایسے معین میں ہو جس کے بارے میں اب تک اجماع نہ ہوا ہو۔ امام شافعیؒ، امام ابو یوسفؒ اور خود امام احمد کا مسلک ان بارے میں یہی ہے۔ امام احمد کے قیاس سے کام لینے کی وجہ سے حنبلی فقہاء نے بھی خود قیاس سے کام لیا اور ضروریات زمانہ نے ان کو مجبور کر دیا کہ فتاویٰ صحابہ اور منصب پر قیاس کریں اور فتویٰ دیں۔ امام احمد کے اقوال سے تخریج کریں اور یہ کام بغیر قیاس کے ممکن نہ تھا۔ لہذا وہ اس طریقے پر چلے۔ انہوں نے اجتہاد بھی کیا اور استنباط سے بھی کام لیا اور اجتہاد بالرا۱ کی صورتوں مثلاً استصحاب، مصباح مرسلہ اور استحسان وغیرہ سے بھی کام لیا۔

علمائے حنبلیہ کی اصول فقہ میں کتب..... یہاں چند اہم کتب مختصر اذکر کی جارہی ہیں۔ ان کے اصل مقام پر تفصیل سے گفتگو کی جائے گی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ علمائے حنبلیہ نے اصول فقہ کے سلسلہ میں متعدد بلند پایہ اور مفید کتابیں لکھیں ہیں۔ ان میں علی بن محمد ابن عقیل البغدادی (متوفی ۵۱۳ھ) ابو یعلیٰ محمد بن الحسین الفراء (متوفی ۴۵۸ھ)، ابو الخطاب محفوظ بن الحسین البغدادی (متوفی ۶۹۵ھ)، نجم الدین طوفی، ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد جلیل ابن قیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں نے اصول فقہ پر کئی کتابیں لکھیں۔ اس علم کے قواعد مرتب کرنے اور ان کی توضیح و تشریح

کرنے میں کافی جدوجہد کی۔ اور قیاس پر خصوصیت کے ساتھ قلم اٹھایا اور پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور محقق ابن قیم نے فقہ اسلامی کی اس شاخ قیاس پر بہت زیادہ تفصیل اور تکمیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ اس معاملہ میں دونوں سلف کے مسلک پر گامزن رہے اور انہی کے نقش قدم کی روشنی میں آگے بڑھے اور قیاس کے سلسلہ میں امام احمد سے جو فروغ منسوب تھے انہیں نقل کیا۔ ان کی چھان بین کی، ان کی توضیح و تشریح کی، اس سلسلہ میں انہوں نے صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ کے منہج کی عام طور پر اور امام احمد کے مناہج کی خاص طور پر وضاحت کی۔ متاخرین علمائے حنابلہ نے متفرق فروغ و جزئیات کو مختلف ابواب میں منتشرہ صورت میں دیکھا تو ان تمام اشیاء و نظام کو جمع کیا۔ آسانی و سہولت کے لئے متعدد متحد الفکر مسائل کے لئے علیحدہ علیحدہ عنوان کے قاعدے اور کلیات بنا دیئے۔ جس سے ایک واضح صورت نمایاں ہوئی۔ چنانچہ قواعد و ضوابط پر بہت سی کتب میں سے چند قابل ذکر یہ ہیں :

نجم الدین الطوقی نے "القواعد الکبریٰ" اور "القواعد الصغریٰ" تالیف کیں اور حافظ ابن رجب (متوفی ۷۹۵ھ) علاؤ الدین علی بن عباس ابلعی اُسنبلی معروف۔ ابن المرحوم (متوفی ۸۰۳ھ) کی کتابیں بھی اس فن پر اہمیت کی حامل ہیں۔

حسین الکراہیسی (متوفی ۲۴۵ھ)^۱

محمد ثقفی، اصولی، متکلم تھے۔ امام سبکی (متوفی ۷۷۵ھ) نے لکھا : "تفقدہ اولاً علی مذهب اہل الراۃ ثم تفقدہ للشافعی"۔ ابن خطیب (متوفی ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں لکھا :

"وله تصانیف كثيرة في الفقه وفي الاصول تدل على حسن فهمه و غزارة علمه"۔^۲

(فقہ اصول میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں جو ان کے حسن فہم اور کثرت علم پر دلالت کرتی ہیں)

اسماعیل بن یحییٰ المزنی شافعی (۱۷۵ھ-۲۶۴ھ)^۳

یہ بہت بڑے عالم و فقیہ و مجتہد تھے۔ حسن بیان ان کی خصوصیت تھی۔ میدانِ جدل میں حریف کو کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ مذہب شافعی سے متعلق بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ مثلاً المختصر الکبیر والمختصر الصغیر وغیرہ۔ امام شافعی کی کتاب الام کا اختصار بھی کیا، المرافی نے لکھا :

"وله آراء كثيرة معتبرة في الاصول . ومن تصفح كتب المزني التي فيها وجد فيها من

الاراء ما يدل على تمكنه في علم الاصول ، وتبحره في ايراد الأدلة والاستنباط"۔^۴

(ان کی بہت سی آراء ہیں جن پر علم الاصول میں اعتبار کیا گیا ہے اور جو المزنی کی مؤلفات کی ورق گردانی کرے گا وہ ان

آراء کو پالے گا جو ان کے اصول فقہ میں تمکن پر اور ادلہ و استنباط کے لانے میں تبحر پر دلالت کرتی ہیں)

۱۔ ابوالحسن بن علی بن یزید الکراہیسی متوفی ۸۵۹ھ

۲۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ۔ تاج الدین ابوالنصر عبدالوہاب بن علی طب عبد الکاظمی (۷۷۵ھ-۸۷۱ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد اُخلو، محمود الطنجی۔

۱۷۱-۱۲۶ قاہرہ دار احیاء الکتب العربیہ سند،

۳۔ تاریخ بغداد، ابن خطیب بغدادی، ۶۳۱/۸ (۴۱۳۹)، نجم الاصولین، محمد مظہر بقا، ۵۱۲/۲ (۳۱۰)

۴۔ ابوالبرکات اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل بن عمرو بن اسحاق المزنی (۸۷۱ھ-۸۷۸ھ)، معر میں ولادت و وفات ہوئی

۵۔ الفتح المبین۔ المرافی، ۱۵۶/۱-۱۵۸

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الامر والنہی علی مذهب الشافعی۔^۱ ۲۔ کتاب القیاس۔^۲

داؤد الظاہری (۲۰۲ھ۔ ۲۷۰ھ) ^۳

فقہ، مجتہد، محدث اور حافظ تھے۔ بغداد کی ریاست علم ان پر ختم ہوتی تھی۔ کتاب وسنت کی ظاہری نصوص پر عمل کرنے اور تاویل، قیاس و رائے سے کام نہ لینے کی بناء پر ”جماعت ظاہریہ“ کہلاتے ہیں۔ داؤد بن علی بن خلف الاصہبانی المعروف بالظاہری، ۲۰۲ھ کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اسحاق راہویہ اور ابو ثور سے علم حاصل کیا۔ امام شافعی کے زبردست حامی تھے۔ ان کی مدح و ثناء میں دو کتابیں لکھیں۔ بغداد میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا۔ وہ ایک جداگانہ فقہ کے بانی تھے، جس کی بنیاد انہوں نے ظواہر کتاب وسنت پر رکھی۔ وہ اس وقت تک ظاہری احکام شرع کے پابند رہتے جب تک کتاب وسنت کی کسی دلیل یا اجماع سے یہ ثابت نہ ہو کہ ظاہری حکم مراد نہیں، بلکہ بعض کی عدم موجودگی کی صورت میں وہ اجماع پر عمل کرتے اور قیاس کو بالکل نظر انداز کر دیتے۔ ان کا قول ہے کہ عموم کتاب وسنت سے ہر مسئلہ کا جواب نکل آتا ہے۔ متعدد کتاب ان کی تصانیف ہیں۔ پانچویں صدی ہجری کے نصف تک لوگ ان کے فقہ کی اتباع کرتے رہے۔ انہوں نے بہت سے مسائل میں جمہور کی مخالفت کی ہے۔ اس امر پر علماء کا اجماع ہے کہ ظواہر نصوص سے احتجاج کرنے والے داؤد بن علی ہیں۔

خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں :

”وہو اول من اظهر انتحال الظاهر ، ونفى القیاس فی الاحکام لا ، واضطر الیہ فعلا ،

فسماه دلیلا“۔^۴

(داؤد پہلے شخص تھے جنہوں نے ظواہر نصوص سے احتجاج کیا۔ قول قیاس کی نفی کی اور فعلاً اسے اپنانے پر مجبور ہوئے۔ اس کا

نام انہوں نے دلیل رکھا)

مؤلفات اصولیہ :

- | | |
|----------------------------|-------------------------------|
| ۱۔ کتاب ابطال القیاس | ۵۔ کتاب خبر الواحد |
| ۲۔ کتاب الخبر الموجب للعلم | ۶۔ کتاب الحجة |
| ۳۔ کتاب الخصوص والعموم | ۷۔ کتاب المفسر والمجمل |
| ۴۔ کتاب الاجماع | ۸۔ ابطال التقليد ^۵ |

۱۔ معجم الاصولیین۔ محمد مظہر، ۲۷۱/۲۷۳

۲۔ معجم الاصولیین۔ محمد مظہر، ۲۷۱/۲۷۳ میں بحوالہ البحر المحیط للزرد کشی (خ)، ۱۲/۱ اب مذکور ہے

۳۔ ابوسلمان داؤد بن علی بن داؤد بن خلف الاصہبانی (۸۱۶ھ۔ ۸۸۳ھ)، کوفہ میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی

۴۔ تاریخ بغداد۔ خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۳۷۴/۸، ۳۷۵/۲ (۳۷۷)

۵۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۷۱۔ ۲۷۲، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۶۹/۸، ۳۷۰/۲، الفتح المبین الرافی، ۱۵۹/۱۔ (۱۶۱)

ابن ندیم اور ابن خلیفہ کے مطابق مذکورہ بالا کتب کے علاوہ ”کتاب الاصول“ بھی تالیف کی تھی۔ المرائی نے الفتح المبین میں ان کی صرف چھ کتب ”بحذف کتاب الاجماع، ابطال التقليد اور کتاب الاصول“ بیان کی ہیں۔ اسی طرح تاج الدین السبکی نے بیان کیا وہ کہتے ہیں: ”ثم وقفت لداود رحمة الله عليه وادقا يسيرة، سماها الاصول“ اور پھر السبکی نے ان اوراق میں سے چند عبارتیں نقل کیں۔ ابو داؤد الظاہری کا مذہب تقریباً پانچویں صدی ہجری تک قائم رہنے کے بعد متبعین کی کمی کے باعث ختم ہو گیا۔ اگرچہ ابن حزم ظاہری نے اندلس میں اس مذہب کو زندہ کرنے کی کوشش کی۔ کتاب ”المحلی“ تصنیف کی اور اصول میں بھی کتاب لکھی۔

ابن ندیم نے اصحاب داؤد کا ذکر کیا۔ ان میں سے مندرجہ ذیل اصحاب کی اصول میں کتب کا ذکر کیا ہے:

- ۱۔ ابو بکر محمد بن داؤد (یہ داؤد کے صاحبزادے ہیں)..... کتاب ”الوصول الى معرفة الاصول“
- ۲۔ ابو سعید الرقی..... کتاب ”الاصول“ جو سو کتابوں پر مشتمل ہے
- ۳۔ حسن بن عبید ابو سعید اشہر بانی..... کتاب ”ابطال القیاس“
- ۴۔ ابو الطیب ابن خلیل..... کتاب ”ابطال القیاس“۔ کتاب ”نعت الحکمة فی اصول الفقه“
- ۵۔ ابو اسحاق، ابراہیم بن احمد بن الحسن الرباعی بغدادی سے مصر آئے، وہیں انتقال ہوا..... کتاب ”الاعتبار فی ابطال القیاس“

ابن الجندی الشیعی (متوفی ۲۸۱ھ)^۱

شیعہ امامیہ کے اکابر میں سے ہیں۔ آپ نے ”الافہام لاصول الاحکام“ تالیف کی^۲

اسماعیل بن اسحاق القاضي مالکی (۲۰۰ھ/۲۸۲ھ)^۳

فقہ، قاری، مصری، محدث، ادیب اور نحوی تھے۔ اصول میں بھی ایک کتاب تالیف کی^۴

ابو صالح الجستانی (متوفی ۲۹۰ھ)^۵

کتاب ”اصول الفقه“ تالیف کی^۶

ابو بکر الظاہری (متوفی ۲۹۷ھ)^۷

انہوں نے ”کتاب الوصول الى معرفة الاصول“ تالیف کی^۸

۱۔ کتاب الفہرست۔ ابن ندیم ص ۲۷۱-۲۷۲، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۳۶۹/۸، (۳۷۷)، الفتح المبین المرائی، ۱۵۹/۱۔ (۱۶)

۲۔ طبقات الشافعیہ الکبریٰ۔ تاج الدین السبکی، ۲۸۳/۲ (۲۹۶)۔ ابو علی الاسکانی محمد بن احمد بن الجندی بغدادی الشیعی

۳۔ حدیث العارفین، اسماعیل باشا بغدادی، ۵۱/۶

۴۔ ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن یزید الازدی (۸۱۵ھ/۸۹۵ھ)

۵۔ حدیث العارفین، اسماعیل باشا بغدادی، ۵/۲۰۔ الفتح المبین، المرائی، ۱۶۲/۱

۶۔ ابو صالح منصور بن اسحاق بن احمد بن ابی جعفر الجستانی

۷۔ ابو بکر محمد بن داؤد بن علی بن خلف الاصبہانی بغدادی الظاہری

۸۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ/۲۰۱۳۔ حدیث۔ العارفین اسماعیل باشا بغدادی، ۲۶/۶

سعد القیر وانی (متوفی ۳۰۰ یا ۴۰۰ھ) ^۱

فقہ اصولی، مسرعی، نحوی تھے تقلید کی مذمت کرتے اور کہتے ہیں :

”هو من نقص العقول وانحطاط الهمم“

(و تقلید عقول میں کمی اور عزم و حوصلے میں ہستی کا نام ہے)

انہوں نے کتاب ”المقالات فی الاصول“ تالیف کی ^۲

حسن بن قاسم طبری (متوفی ۳۰۵ھ) ^۳

ان کی صحیح تاریخ وفات ۳۵۰ھ معلوم ہوتی ہیں اس لئے ان کا وہیں تعارف پیش کیا جائے گا۔

ابن برہان فارسی (متوفی ۳۰۵ھ) ^۴

انہوں نے ”الذخیرۃ فی اصول الفقہ“ تالیف کی ^۵

ابن مرتج الشافعی (۲۴۹ھ-۳۰۶ھ) ^۶

امام مرنی ابو القاسم الانماطی اور الزعفرانی کے شاگرد تھے وہ اپنے وقت کے شیخ الشافعیہ تھے۔ انہوں نے مذہب شافعیہ کی تشریح، اختصار و نشر و اشاعت میں گرانقدر خدمات انجام دیں۔ شیراز میں قاضی رہے۔ اسبکی نے ابو عاصم العبادی کا یہ قول نقل کیا کہ : ”ابن سیرج شیخ الاصحاب ومالک المعانی، وصاحب الاصول والفروع والحساب“ آپ کی مؤلفات کی تعداد چار سو ۴۰۰ تک بیان کی جاتی ہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الرد علی ابن داؤد فی ابطال القیاس ۲۔ الفقیہ فی الاصول ^۷

ذکر یا بن یحیی الساجی الشافعی (۲۲۰ھ/۳۰۷ھ) ^۸

امام مرنی اور ربیع بن سلیمان کے تلامذہ میں سے تھے بصرہ کے شیخ الحمد شین اور مذہب شافعی کے ایک بلند پایہ عالم تھے ابوالحسن اشعری نے آپ سے زانوئے تلمذہ طے کیا۔

۱۔ سعد بن محمد بن مسیح، ابوعثمان الفسائی القیراطی القیر وانی متوفی ۹۱۳ھ الفتح المسین، الراغی ۱۲۱۲/۱ میں تاریخ وفات ۴۰۰ھ مذکور ہے

۲۔ حدیہ العارفین، اسماعیل یاشا البغدادی ۵/۵۸۳، ۵/۳۸۳۔ الفتح المسین الراغی ۱/۲۱۲، مجمل الاصولین محمد مظہر بقا ۲/۱۳۰ (۳۵۶)

۳۔ وفيات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۱۳۰ھ مصر مطبعہ المیمیہ احمد البابانی الکلی ۱۳۱۰ھ

۴۔ احمد بن حسین معروف بہ ابن برہان فارسی ۵۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ/۱۸۲۵ھ

۶۔ ابوالعباس احمد بن عمر بن مرتج البغدادی (۸۶۳ھ/۹۱۸ھ) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی

۷۔ وفيات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۱۸۰۷ھ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۱۲۱۲۔ تاریخ بغداد، خطیب البغدادی ۳/۲۸۷-۲۹۰

(۲۰۳۳)۔ طبقات الشافعیہ الکبری، تاج الدین سبکی ۳/۳۱-۳۹ (۸۵)۔ الوافی بالوفیات، صلاح الدین خلیل بن ابیک الصفدی ۷/۲۶۰-۲۶۱ (۳۲۲۳)

دارالمشر فرزند شایزہ بھیبہ بادل ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۲ھ الفتح المسین، الراغی ۱/۱۶۶، ۱۶۷، مجمل الاصولین، مظہر بقا ۱/۱۸۲، ۱۸۳ (۱۳۳)

۸۔ ابویحیی الساجی، ذکر یا بن یحیی بن عبد الرحمن بن بحر بن عدی بن عبد الرحمن البصری (۸۳۵ھ/۹۲۰ھ) بصرہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ فقہ و خلافت میں کتاب تالیف کی جس کا نام ”اصول فقہ“ رکھا یہ ابواب فقہ پر محیط ہے خلافت میں یہ ان کی کتاب الکبیر کا اختصار ہے۔ اس کے مقدمہ میں مندرجہ ذیل ائمہ کے مسائل میں اختلاف کو بیان کیا گیا ہے۔ امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، ابن ابی لیلی، عبد اللہ بن حسن العنبر، امام ابو یوسف، امام زفر بن الہذیل، محمد بن عبد اللہ بن شبرمہ، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، سفیان الثوری، ربیعہ بن ابی الزناد، یحییٰ بن سعید القطان، ابو عبید القاسم بن سلام اور ابو ثور۔^۱

ابن المنذر الشافعی (متوفی ۳۰۹ھ)^۲

آپ کا شمار مذہب شافعی کے ان مجتہدین میں ہوتا ہے جو جمع قواعد اصولیہ میں اپنے امام کی پیروی کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ابن السبکی نے کہا :

”المحمدون الاربعة : محمد بن نصر المروزی، محمد بن جریر الطبری، و محمد بن خزیمہ و محمد بن المنذر : من اصحابنا . وقد بلغوا درجة الاجتهاد المطلق . ولم یخرجہم ذلک عن كونہم من اصحاب الشافعی المخرجین علی اصولہ ، المتمذہبین بمذہبہ ، ولوفاق اجتہادہم اجتہادہ“^۳

(ہمارے اصحاب میں چار افراد محمد بن نصر المروزی، محمد بن جریر طبری، محمد بن خزیمہ اور محمد بن المنذر قابل تعریف ہیں۔ اور وہ سب اجتہاد مطلق کے درجہ کو پہنچے اور ان کے اجتہاد کرنے نے ان کو شافعی رہنے، اصول شافعی کی پیروی کرنے سے خارج نہیں کر دیا۔ اگرچہ ان کا اجتہاد امام شافعی کے اجتہاد سے بہتر ہی کیوں نہ ہوتا)۔

ابن ذہبی نے کہا :

”وكان لا یقلد احداً“^۴

(وہ ابن المنذر اجتہاد میں کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب اثبات القیاس ۲۔ کتاب الاجماع^۵

ابن خلکان نے کہا ”کتاب الاجماع وهو صغیر“ (کتاب الاجماع ایک مختصر حجم کی کتاب ہے)^۶

۱ الفتح المبین - المرافی، ۱۶۷/۱

۲ ابو بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر الشافعی النیشاپوری متوفی ۹۲۱ھ مکہ میں وفات پائی، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ۱۳۸۵/۲ میں ۳۱۰ء یا ۳۱۸ھ تاریخ وفات ذکر کی ہے۔
۳ الفتح المبین - المرافی، ۱۶۸/۱، ۱۶۹

۴ تذکرۃ الحفاظ، ابو عبد اللہ شمس الدین الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ - ۷۴۸ھ)، بیروت دار احیاء التراث العربی سنہ

۵ کتاب الفہرست، ابن النذیم، ص ۲۶۹ - کشف الظنون، حاجی خلیفہ - متوفی ۱۰۶۷ھ - ۱۳۸۵/۲ - تذکرۃ الحفاظ، امام الذہبی، ۷۸۲/۲

۶ وفیات الاعیان، ابن خلکان، متوفی ۶۸۱ھ - ۳۹۱/۱

اسماعیل النخعی امامی (۲۳۷ھ/۳۱۱) ^۱

شیعی مذہب کے عظیم متکلم اور مصنف ہیں۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نقض رسالة الشافعی ۲۔ نقض اجتهاد الرأی علی ابن الراوندی

۳۔ کتاب الخصوص والعموم ۴۔ کتاب ابطال القیاس ^۲

ابوالقاسم الکعبی معتزلی (متوفی ۳۱۹ھ) ^۳

طائفہ معتزلہ کے رئیس ہیں۔ اصول فقہ میں آپ کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا البتہ اصول میں آپ کی آراء ہیں جو کتب اصولیہ میں موجود ہیں۔ مثلاً علامہ امدی شافعی متوفی نے اپنی کتاب ”الاحکام“ میں الاصل الثانی کی پانچویں فصل ”فی المباح وما يتعلق به من المسائل“ میں ”المسألة الثانية“ میں ان کی رائے نقل کی :

”اتفق الفقهاء والا صولیون قاطبہ علی أن المباح غیر مأمور به، خلافاً لکعبی واتباعه من

المعتزلة، فی قولهم انه لا مباح فی الشرع، بل کل فعل یفرض فهو واجب“۔ ^۴

(جمع فقہاء و اصولیین کا اس پر اتفاق ہے کہ مباح غیر مأمور بہ ہے۔ اس بارے میں الکعبی کا اختلاف ہے جو معتزلہ کی موافقت میں ہے جن کا قول ہے کہ شرع میں کوئی فعل مباح نہیں بلکہ ہر فعل جو ضروری قرار دیا جاتا ہے (اس پر عمل) واجب ہے)۔

اس کے چند سطور بعد ان کی دلیل کا ذکر ہے۔

اسی طرح علامہ امدی ”الاصول الرابع“ کے باب الثانی (فی التواتر) کے المسألة الثانية میں خبر تواتر سے حاصل علم کے ضروری و نظری ہونے میں ان کی رائے بیان کرتے ہیں :

”اتفق الجمهور من الفقهاء والمکتلمین من الاشاعرة والمعتزلة علی ان العلم الحاصل عن خبر التواتر ضروری وقال الکعبی وابو الحسین البصری من المعتزلة والفاق من اصحاب

الشافعی انه نظری“۔ ^۵

(اشاعرہ و معتزلہ کے جمہور فقہاء و متکلمین اس پر متفق ہیں کہ خبر تواتر سے حاصل علم ضروری ہے مگر معتزلہ میں سے الکعبی اور ابوالحسین بصری اور اصحاب الشافعی میں سے دقاق کہتے ہیں کہ وہ نظری ہے)۔

۱۔ اسماعیل بن علی بن اسحاق بن الفضل بن ابی اہل بن ابی بخت البغدادی (۸۵۱ھ-۹۲۳ھ)

۲۔ الدررۃ الی تصانیف الشیخ آقا بزرگ الطہرانی ۱/۶۹، ۵/۷۱، ۶/۷۱، ۷/۷۱، ۸/۷۱، ۹/۷۱، ۱۰/۷۱، ۱۱/۷۱، ۱۲/۷۱، ۱۳/۷۱، ۱۴/۷۱، ۱۵/۷۱، ۱۶/۷۱، ۱۷/۷۱، ۱۸/۷۱، ۱۹/۷۱، ۲۰/۷۱، ۲۱/۷۱، ۲۲/۷۱، ۲۳/۷۱، ۲۴/۷۱، ۲۵/۷۱، ۲۶/۷۱، ۲۷/۷۱، ۲۸/۷۱، ۲۹/۷۱، ۳۰/۷۱، ۳۱/۷۱، ۳۲/۷۱، ۳۳/۷۱، ۳۴/۷۱، ۳۵/۷۱، ۳۶/۷۱، ۳۷/۷۱، ۳۸/۷۱، ۳۹/۷۱، ۴۰/۷۱، ۴۱/۷۱، ۴۲/۷۱، ۴۳/۷۱، ۴۴/۷۱، ۴۵/۷۱، ۴۶/۷۱، ۴۷/۷۱، ۴۸/۷۱، ۴۹/۷۱، ۵۰/۷۱، ۵۱/۷۱، ۵۲/۷۱، ۵۳/۷۱، ۵۴/۷۱، ۵۵/۷۱، ۵۶/۷۱، ۵۷/۷۱، ۵۸/۷۱، ۵۹/۷۱، ۶۰/۷۱، ۶۱/۷۱، ۶۲/۷۱، ۶۳/۷۱، ۶۴/۷۱، ۶۵/۷۱، ۶۶/۷۱، ۶۷/۷۱، ۶۸/۷۱، ۶۹/۷۱، ۷۰/۷۱، ۷۱/۷۱، ۷۲/۷۱، ۷۳/۷۱، ۷۴/۷۱، ۷۵/۷۱، ۷۶/۷۱، ۷۷/۷۱، ۷۸/۷۱، ۷۹/۷۱، ۸۰/۷۱، ۸۱/۷۱، ۸۲/۷۱، ۸۳/۷۱، ۸۴/۷۱، ۸۵/۷۱، ۸۶/۷۱، ۸۷/۷۱، ۸۸/۷۱، ۸۹/۷۱، ۹۰/۷۱، ۹۱/۷۱، ۹۲/۷۱، ۹۳/۷۱، ۹۴/۷۱، ۹۵/۷۱، ۹۶/۷۱، ۹۷/۷۱، ۹۸/۷۱، ۹۹/۷۱، ۱۰۰/۷۱، ۱۰۱/۷۱، ۱۰۲/۷۱، ۱۰۳/۷۱، ۱۰۴/۷۱، ۱۰۵/۷۱، ۱۰۶/۷۱، ۱۰۷/۷۱، ۱۰۸/۷۱، ۱۰۹/۷۱، ۱۱۰/۷۱، ۱۱۱/۷۱، ۱۱۲/۷۱، ۱۱۳/۷۱، ۱۱۴/۷۱، ۱۱۵/۷۱، ۱۱۶/۷۱، ۱۱۷/۷۱، ۱۱۸/۷۱، ۱۱۹/۷۱، ۱۲۰/۷۱، ۱۲۱/۷۱، ۱۲۲/۷۱، ۱۲۳/۷۱، ۱۲۴/۷۱، ۱۲۵/۷۱، ۱۲۶/۷۱، ۱۲۷/۷۱، ۱۲۸/۷۱، ۱۲۹/۷۱، ۱۳۰/۷۱، ۱۳۱/۷۱، ۱۳۲/۷۱، ۱۳۳/۷۱، ۱۳۴/۷۱، ۱۳۵/۷۱، ۱۳۶/۷۱، ۱۳۷/۷۱، ۱۳۸/۷۱، ۱۳۹/۷۱، ۱۴۰/۷۱، ۱۴۱/۷۱، ۱۴۲/۷۱، ۱۴۳/۷۱، ۱۴۴/۷۱، ۱۴۵/۷۱، ۱۴۶/۷۱، ۱۴۷/۷۱، ۱۴۸/۷۱، ۱۴۹/۷۱، ۱۵۰/۷۱، ۱۵۱/۷۱، ۱۵۲/۷۱، ۱۵۳/۷۱، ۱۵۴/۷۱، ۱۵۵/۷۱، ۱۵۶/۷۱، ۱۵۷/۷۱، ۱۵۸/۷۱، ۱۵۹/۷۱، ۱۶۰/۷۱، ۱۶۱/۷۱، ۱۶۲/۷۱، ۱۶۳/۷۱، ۱۶۴/۷۱، ۱۶۵/۷۱، ۱۶۶/۷۱، ۱۶۷/۷۱، ۱۶۸/۷۱، ۱۶۹/۷۱، ۱۷۰/۷۱، ۱۷۱/۷۱، ۱۷۲/۷۱، ۱۷۳/۷۱، ۱۷۴/۷۱، ۱۷۵/۷۱، ۱۷۶/۷۱، ۱۷۷/۷۱، ۱۷۸/۷۱، ۱۷۹/۷۱، ۱۸۰/۷۱، ۱۸۱/۷۱، ۱۸۲/۷۱، ۱۸۳/۷۱، ۱۸۴/۷۱، ۱۸۵/۷۱، ۱۸۶/۷۱، ۱۸۷/۷۱، ۱۸۸/۷۱، ۱۸۹/۷۱، ۱۹۰/۷۱، ۱۹۱/۷۱، ۱۹۲/۷۱، ۱۹۳/۷۱، ۱۹۴/۷۱، ۱۹۵/۷۱، ۱۹۶/۷۱، ۱۹۷/۷۱، ۱۹۸/۷۱، ۱۹۹/۷۱، ۲۰۰/۷۱، ۲۰۱/۷۱، ۲۰۲/۷۱، ۲۰۳/۷۱، ۲۰۴/۷۱، ۲۰۵/۷۱، ۲۰۶/۷۱، ۲۰۷/۷۱، ۲۰۸/۷۱، ۲۰۹/۷۱، ۲۱۰/۷۱، ۲۱۱/۷۱، ۲۱۲/۷۱، ۲۱۳/۷۱، ۲۱۴/۷۱، ۲۱۵/۷۱، ۲۱۶/۷۱، ۲۱۷/۷۱، ۲۱۸/۷۱، ۲۱۹/۷۱، ۲۲۰/۷۱، ۲۲۱/۷۱، ۲۲۲/۷۱، ۲۲۳/۷۱، ۲۲۴/۷۱، ۲۲۵/۷۱، ۲۲۶/۷۱، ۲۲۷/۷۱، ۲۲۸/۷۱، ۲۲۹/۷۱، ۲۳۰/۷۱، ۲۳۱/۷۱، ۲۳۲/۷۱، ۲۳۳/۷۱، ۲۳۴/۷۱، ۲۳۵/۷۱، ۲۳۶/۷۱، ۲۳۷/۷۱، ۲۳۸/۷۱، ۲۳۹/۷۱، ۲۴۰/۷۱، ۲۴۱/۷۱، ۲۴۲/۷۱، ۲۴۳/۷۱، ۲۴۴/۷۱، ۲۴۵/۷۱، ۲۴۶/۷۱، ۲۴۷/۷۱، ۲۴۸/۷۱، ۲۴۹/۷۱، ۲۵۰/۷۱، ۲۵۱/۷۱، ۲۵۲/۷۱، ۲۵۳/۷۱، ۲۵۴/۷۱، ۲۵۵/۷۱، ۲۵۶/۷۱، ۲۵۷/۷۱، ۲۵۸/۷۱، ۲۵۹/۷۱، ۲۶۰/۷۱، ۲۶۱/۷۱، ۲۶۲/۷۱، ۲۶۳/۷۱، ۲۶۴/۷۱، ۲۶۵/۷۱، ۲۶۶/۷۱، ۲۶۷/۷۱، ۲۶۸/۷۱، ۲۶۹/۷۱، ۲۷۰/۷۱، ۲۷۱/۷۱، ۲۷۲/۷۱، ۲۷۳/۷۱، ۲۷۴/۷۱، ۲۷۵/۷۱، ۲۷۶/۷۱، ۲۷۷/۷۱، ۲۷۸/۷۱، ۲۷۹/۷۱، ۲۸۰/۷۱، ۲۸۱/۷۱، ۲۸۲/۷۱، ۲۸۳/۷۱، ۲۸۴/۷۱، ۲۸۵/۷۱، ۲۸۶/۷۱، ۲۸۷/۷۱، ۲۸۸/۷۱، ۲۸۹/۷۱، ۲۹۰/۷۱، ۲۹۱/۷۱، ۲۹۲/۷۱، ۲۹۳/۷۱، ۲۹۴/۷۱، ۲۹۵/۷۱، ۲۹۶/۷۱، ۲۹۷/۷۱، ۲۹۸/۷۱، ۲۹۹/۷۱، ۳۰۰/۷۱، ۳۰۱/۷۱، ۳۰۲/۷۱، ۳۰۳/۷۱، ۳۰۴/۷۱، ۳۰۵/۷۱، ۳۰۶/۷۱، ۳۰۷/۷۱، ۳۰۸/۷۱، ۳۰۹/۷۱، ۳۱۰/۷۱، ۳۱۱/۷۱، ۳۱۲/۷۱، ۳۱۳/۷۱، ۳۱۴/۷۱، ۳۱۵/۷۱، ۳۱۶/۷۱، ۳۱۷/۷۱، ۳۱۸/۷۱، ۳۱۹/۷۱، ۳۲۰/۷۱، ۳۲۱/۷۱، ۳۲۲/۷۱، ۳۲۳/۷۱، ۳۲۴/۷۱، ۳۲۵/۷۱، ۳۲۶/۷۱، ۳۲۷/۷۱، ۳۲۸/۷۱، ۳۲۹/۷۱، ۳۳۰/۷۱، ۳۳۱/۷۱، ۳۳۲/۷۱، ۳۳۳/۷۱، ۳۳۴/۷۱، ۳۳۵/۷۱، ۳۳۶/۷۱، ۳۳۷/۷۱، ۳۳۸/۷۱، ۳۳۹/۷۱، ۳۴۰/۷۱، ۳۴۱/۷۱، ۳۴۲/۷۱، ۳۴۳/۷۱، ۳۴۴/۷۱، ۳۴۵/۷۱، ۳۴۶/۷۱، ۳۴۷/۷۱، ۳۴۸/۷۱، ۳۴۹/۷۱، ۳۵۰/۷۱، ۳۵۱/۷۱، ۳۵۲/۷۱، ۳۵۳/۷۱، ۳۵۴/۷۱، ۳۵۵/۷۱، ۳۵۶/۷۱، ۳۵۷/۷۱، ۳۵۸/۷۱، ۳۵۹/۷۱، ۳۶۰/۷۱، ۳۶۱/۷۱، ۳۶۲/۷۱، ۳۶۳/۷۱، ۳۶۴/۷۱، ۳۶۵/۷۱، ۳۶۶/۷۱، ۳۶۷/۷۱، ۳۶۸/۷۱، ۳۶۹/۷۱، ۳۷۰/۷۱، ۳۷۱/۷۱، ۳۷۲/۷۱، ۳۷۳/۷۱، ۳۷۴/۷۱، ۳۷۵/۷۱، ۳۷۶/۷۱، ۳۷۷/۷۱، ۳۷۸/۷۱، ۳۷۹/۷۱، ۳۸۰/۷۱، ۳۸۱/۷۱، ۳۸۲/۷۱، ۳۸۳/۷۱، ۳۸۴/۷۱، ۳۸۵/۷۱، ۳۸۶/۷۱، ۳۸۷/۷۱، ۳۸۸/۷۱، ۳۸۹/۷۱، ۳۹۰/۷۱، ۳۹۱/۷۱، ۳۹۲/۷۱، ۳۹۳/۷۱، ۳۹۴/۷۱، ۳۹۵/۷۱، ۳۹۶/۷۱، ۳۹۷/۷۱، ۳۹۸/۷۱، ۳۹۹/۷۱، ۴۰۰/۷۱، ۴۰۱/۷۱، ۴۰۲/۷۱، ۴۰۳/۷۱، ۴۰۴/۷۱، ۴۰۵/۷۱، ۴۰۶/۷۱، ۴۰۷/۷۱، ۴۰۸/۷۱، ۴۰۹/۷۱، ۴۱۰/۷۱، ۴۱۱/۷۱، ۴۱۲/۷۱، ۴۱۳/۷۱، ۴۱۴/۷۱، ۴۱۵/۷۱، ۴۱۶/۷۱، ۴۱۷/۷۱، ۴۱۸/۷۱، ۴۱۹/۷۱، ۴۲۰/۷۱، ۴۲۱/۷۱، ۴۲۲/۷۱، ۴۲۳/۷۱، ۴۲۴/۷۱، ۴۲۵/۷۱، ۴۲۶/۷۱، ۴۲۷/۷۱، ۴۲۸/۷۱، ۴۲۹/۷۱، ۴۳۰/۷۱، ۴۳۱/۷۱، ۴۳۲/۷۱، ۴۳۳/۷۱، ۴۳۴/۷۱، ۴۳۵/۷۱، ۴۳۶/۷۱، ۴۳۷/۷۱، ۴۳۸/۷۱، ۴۳۹/۷۱، ۴۴۰/۷۱، ۴۴۱/۷۱، ۴۴۲/۷۱، ۴۴۳/۷۱، ۴۴۴/۷۱، ۴۴۵/۷۱، ۴۴۶/۷۱، ۴۴۷/۷۱، ۴۴۸/۷۱، ۴۴۹/۷۱، ۴۵۰/۷۱، ۴۵۱/۷۱، ۴۵۲/۷۱، ۴۵۳/۷۱، ۴۵۴/۷۱، ۴۵۵/۷۱، ۴۵۶/۷۱، ۴۵۷/۷۱، ۴۵۸/۷۱، ۴۵۹/۷۱، ۴۶۰/۷۱، ۴۶۱/۷۱، ۴۶۲/۷۱، ۴۶۳/۷۱، ۴۶۴/۷۱، ۴۶۵/۷۱، ۴۶۶/۷۱، ۴۶۷/۷۱، ۴۶۸/۷۱، ۴۶۹/۷۱، ۴۷۰/۷۱، ۴۷۱/۷۱، ۴۷۲/۷۱، ۴۷۳/۷۱، ۴۷۴/۷۱، ۴۷۵/۷۱، ۴۷۶/۷۱، ۴۷۷/۷۱، ۴۷۸/۷۱، ۴۷۹/۷۱، ۴۸۰/۷۱، ۴۸۱/۷۱، ۴۸۲/۷۱، ۴۸۳/۷۱، ۴۸۴/۷۱، ۴۸۵/۷۱، ۴۸۶/۷۱، ۴۸۷/۷۱، ۴۸۸/۷۱، ۴۸۹/۷۱، ۴۹۰/۷۱، ۴۹۱/۷۱، ۴۹۲/۷۱، ۴۹۳/۷۱، ۴۹۴/۷۱، ۴۹۵/۷۱، ۴۹۶/۷۱، ۴۹۷/۷۱، ۴۹۸/۷۱، ۴۹۹/۷۱، ۵۰۰/۷۱، ۵۰۱/۷۱، ۵۰۲/۷۱، ۵۰۳/۷۱، ۵۰۴/۷۱، ۵۰۵/۷۱، ۵۰۶/۷۱، ۵۰۷/۷۱، ۵۰۸/۷۱، ۵۰۹/۷۱، ۵۱۰/۷۱، ۵۱۱/۷۱، ۵۱۲/۷۱، ۵۱۳/۷۱، ۵۱۴/۷۱، ۵۱۵/۷۱، ۵۱۶/۷۱، ۵۱۷/۷۱، ۵۱۸/۷۱، ۵۱۹/۷۱، ۵۲۰/۷۱، ۵۲۱/۷۱، ۵۲۲/۷۱، ۵۲۳/۷۱، ۵۲۴/۷۱، ۵۲۵/۷۱، ۵۲۶/۷۱، ۵۲۷/۷۱، ۵۲۸/۷۱، ۵۲۹/۷۱، ۵۳۰/۷۱، ۵۳۱/۷۱، ۵۳۲/۷۱، ۵۳۳/۷۱، ۵۳۴/۷۱، ۵۳۵/۷۱، ۵۳۶/۷۱، ۵۳۷/۷۱، ۵۳۸/۷۱، ۵۳۹/۷۱، ۵۴۰/۷۱، ۵۴۱/۷۱، ۵۴۲/۷۱، ۵۴۳/۷۱، ۵۴۴/۷۱، ۵۴۵/۷۱، ۵۴۶/۷۱، ۵۴۷/۷۱، ۵۴۸/۷۱، ۵۴۹/۷۱، ۵۵۰/۷۱، ۵۵۱/۷۱، ۵۵۲/۷۱، ۵۵۳/۷۱، ۵۵۴/۷۱، ۵۵۵/۷۱، ۵۵۶/۷۱، ۵۵۷/۷۱، ۵۵۸/۷۱، ۵۵۹/۷۱، ۵۶۰/۷۱، ۵۶۱/۷۱، ۵۶۲/۷۱، ۵۶۳/۷۱، ۵۶۴/۷۱، ۵۶۵/۷۱، ۵۶۶/۷۱، ۵۶۷/۷۱، ۵۶۸/۷۱، ۵۶۹/۷۱، ۵۷۰/۷۱، ۵۷۱/۷۱، ۵۷۲/۷۱، ۵۷۳/۷۱، ۵۷۴/۷۱، ۵۷۵/۷۱، ۵۷۶/۷۱، ۵۷۷/۷۱، ۵۷۸/۷۱، ۵۷۹/۷۱، ۵۸۰/۷۱، ۵۸۱/۷۱، ۵۸۲/۷۱، ۵۸۳/۷۱، ۵۸۴/۷۱، ۵۸۵/۷۱، ۵۸۶/۷۱، ۵۸۷/۷۱، ۵۸۸/۷۱، ۵۸۹/۷۱، ۵۹۰/۷۱، ۵۹۱/۷۱، ۵۹۲/۷۱، ۵۹۳/۷۱، ۵۹۴/۷۱، ۵۹۵/۷۱، ۵۹۶/۷۱، ۵۹۷/۷۱، ۵۹۸/۷۱، ۵۹۹/۷۱، ۶۰۰/۷۱، ۶۰۱/۷۱، ۶۰۲/۷۱، ۶۰۳/۷۱، ۶۰۴/۷۱، ۶۰۵/۷۱، ۶۰۶/۷۱، ۶۰۷/۷۱، ۶۰۸/۷۱، ۶۰۹/۷۱، ۶۱۰/۷۱، ۶۱۱/۷۱، ۶۱۲/۷۱، ۶۱۳/۷۱، ۶۱۴/۷۱، ۶۱۵/۷۱، ۶۱۶/۷۱، ۶۱۷/۷۱، ۶۱۸/۷۱، ۶۱۹/۷۱، ۶۲۰/۷۱، ۶۲۱/۷۱، ۶۲۲/۷۱، ۶۲۳/۷۱، ۶۲۴/۷۱، ۶۲۵/۷۱، ۶۲۶/۷۱، ۶۲۷/۷۱، ۶۲۸/۷۱، ۶۲۹/۷۱، ۶۳۰/۷۱، ۶۳۱/۷۱، ۶۳۲/۷۱، ۶۳۳/۷۱، ۶۳۴/۷۱، ۶۳۵/۷۱، ۶۳۶/۷۱، ۶۳۷/۷۱، ۶۳۸/۷۱، ۶۳۹/۷۱، ۶۴۰/۷۱، ۶۴۱/۷۱، ۶۴۲/۷۱، ۶۴۳/۷۱، ۶۴۴/۷۱، ۶۴۵/۷۱، ۶۴۶/۷۱، ۶۴۷/۷۱، ۶۴۸/۷۱، ۶۴۹/۷۱، ۶۵۰/۷۱، ۶۵۱/۷۱، ۶۵۲/۷۱، ۶۵۳/۷۱، ۶۵۴/۷۱، ۶۵۵/۷۱، ۶۵۶/۷۱، ۶۵۷/۷۱، ۶۵۸/۷۱، ۶۵۹/۷۱، ۶۶۰/۷۱، ۶۶۱/۷۱، ۶۶۲/۷۱، ۶۶۳/۷۱، ۶۶۴/۷۱، ۶۶۵/۷۱، ۶۶۶/۷۱، ۶۶۷/۷۱، ۶۶۸/۷۱، ۶۶۹/۷۱، ۶۷۰/۷۱، ۶۷۱/۷۱، ۶۷۲/۷۱، ۶۷۳/۷۱، ۶۷۴/۷۱، ۶۷۵/۷۱، ۶۷۶/۷۱، ۶۷۷/۷۱، ۶۷۸/۷۱، ۶۷۹/۷۱، ۶۸۰/۷۱، ۶۸۱/۷۱، ۶۸۲/۷۱، ۶۸۳/۷۱، ۶۸۴/۷۱، ۶۸۵/۷۱، ۶۸۶/۷۱، ۶۸۷/۷۱، ۶۸۸/۷۱، ۶۸۹/۷۱، ۶۹۰/۷۱، ۶۹۱/۷۱، ۶۹۲/۷۱، ۶۹۳/۷۱، ۶۹۴/۷۱، ۶۹۵/۷۱، ۶۹۶/۷۱، ۶۹۷/۷۱، ۶۹۸/۷۱، ۶۹۹/۷۱، ۷۰۰/۷۱، ۷۰۱/۷۱، ۷۰۲/۷۱، ۷۰۳/۷۱، ۷۰۴/۷۱، ۷۰۵/۷۱، ۷۰۶/۷۱، ۷۰۷/۷۱، ۷۰۸/۷۱، ۷۰۹/۷۱، ۷۱۰/۷۱، ۷۱۱/۷۱، ۷۱۲/۷۱، ۷۱۳/۷۱، ۷۱۴/۷۱، ۷۱۵/۷۱، ۷۱۶/۷۱، ۷۱۷/۷۱، ۷۱۸/۷۱، ۷۱۹/۷۱، ۷۲۰/۷۱، ۷۲۱/۷۱، ۷۲۲/۷۱، ۷۲۳/۷۱، ۷۲۴/۷۱، ۷۲۵/۷۱، ۷۲۶/۷۱، ۷۲۷/۷۱، ۷۲۸/۷۱، ۷۲۹/۷۱، ۷۳۰/۷۱، ۷۳۱/۷۱، ۷۳۲/۷۱، ۷۳۳/۷۱، ۷۳۴/۷۱، ۷۳۵/۷۱، ۷۳۶/۷۱، ۷۳۷/۷۱، ۷۳۸/۷۱، ۷۳۹/۷۱، ۷۴۰/۷۱، ۷۴۱/۷۱، ۷۴۲/۷۱، ۷۴۳/۷۱، ۷۴۴/۷۱، ۷۴۵/۷۱، ۷۴۶/۷۱، ۷۴۷/۷۱، ۷۴۸/۷۱، ۷۴۹/۷۱، ۷۵۰/۷۱، ۷۵۱/۷۱، ۷۵۲/۷۱، ۷۵۳/۷۱، ۷۵۴/۷۱، ۷۵۵/۷۱، ۷۵۶/۷۱، ۷۵۷/۷۱، ۷۵۸/۷۱، ۷۵۹/۷۱، ۷۶۰/۷۱، ۷۶۱/۷۱، ۷۶۲/۷۱، ۷۶۳/۷۱، ۷۶۴/۷۱، ۷۶۵/۷۱، ۷۶۶/۷۱، ۷۶۷/۷۱، ۷۶۸/۷۱، ۷۶۹/۷۱، ۷۷۰/۷۱، ۷۷۱/۷۱، ۷۷۲/۷۱، ۷۷۳/۷۱، ۷۷۴/۷۱، ۷۷۵/۷۱، ۷۷۶/۷۱، ۷۷۷/۷۱، ۷۷۸/۷۱، ۷۷۹/۷۱، ۷۸۰/۷۱، ۷۸۱/۷۱، ۷۸۲/۷۱، ۷۸۳/۷۱، ۷۸۴/۷۱، ۷۸۵/۷۱، ۷۸۶/۷۱، ۷۸۷/۷۱، ۷۸۸/۷۱، ۷۸۹/۷۱، ۷۹۰/۷۱، ۷۹۱/۷۱، ۷۹۲/۷۱، ۷۹۳/۷۱، ۷۹۴/۷۱، ۷۹۵/۷۱، ۷۹۶/۷۱، ۷۹۷/۷۱، ۷۹۸/۷۱، ۷۹۹/۷۱، ۸۰۰/۷۱، ۸۰۱/۷۱، ۸۰۲/۷۱، ۸۰۳/۷۱، ۸۰۴/۷۱، ۸۰۵/۷۱، ۸۰۶/۷۱، ۸۰۷/۷۱، ۸۰۸/۷۱، ۸۰۹/۷۱، ۸۱۰/۷۱، ۸۱۱/۷۱، ۸۱۲/۷۱، ۸۱۳/۷۱، ۸۱۴/۷۱، ۸۱۵/۷۱، ۸۱۶/۷۱، ۸۱۷/۷۱، ۸۱۸/۷۱، ۸۱۹/۷۱، ۸۲۰/۷۱، ۸۲۱/۷۱، ۸۲۲/۷۱، ۸۲۳/۷۱، ۸۲۴/۷۱، ۸۲۵/۷۱، ۸۲۶/۷۱، ۸۲۷/۷۱، ۸۲۸/۷۱، ۸۲۹/۷۱، ۸۳۰/۷۱، ۸۳۱/۷۱، ۸۳۲/۷۱، ۸۳۳/۷۱، ۸۳۴/۷۱، ۸۳۵/۷۱، ۸۳۶/۷۱، ۸۳۷/۷۱، ۸۳۸/۷۱، ۸۳۹/۷۱، ۸۴۰/۷۱، ۸۴۱/۷۱، ۸۴۲/۷۱، ۸۴۳/۷۱، ۸۴۴/۷۱، ۸۴۵/۷۱، ۸۴۶/۷۱، ۸۴۷/۷۱، ۸۴۸/۷۱، ۸۴۹/۷۱، ۸۵۰/۷۱، ۸۵۱/۷۱، ۸۵۲/۷۱، ۸۵۳/۷۱، ۸۵۴/۷۱، ۸۵۵/۷۱، ۸۵۶/۷۱، ۸۵۷/۷۱، ۸۵۸/۷۱، ۸۵۹/۷۱، ۸۶۰/۷۱، ۸۶۱/۷۱، ۸۶۲/۷۱، ۸۶۳/۷۱، ۸۶۴/۷۱، ۸۶۵/۷۱، ۸۶۶/۷۱، ۸۶۷/۷۱، ۸۶۸/۷۱، ۸۶۹/۷۱، ۸

ابو ہاشم الجبائی المحترزلی (۲۳۷ھ / ۳۲۱ھ) ^۱

شیوخ معتزلہ میں سے ہیں۔ معتزلہ کے طائفہ ”البہشمیہ“ کی طرف ان کی نسبت کی جاتی ہے۔ اصول فقہ میں ان کی خاص آراء ہیں۔ مختلف علوم پر بہت سی کتب تالیف کیں۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب الاجتهاد ۲۔ کتاب القدة ۳۔ کتاب تذکرۃ العالم
اصول میں آپ کی آراء میں سے ہے :

”ان امثال الامر لایوجب الاجزاء، وقال الجمهور انه یوجب الاجزاء، بمعنی عدم وجوب القضاء، واستدل الجبائی بوجوب المضی فی الحجج الفاسد، مع وجوب قضائہ، وقال: ان الاجزاء عند امثال الامر یستفاد من عدم دلیل یدل علی الاعادة لا من امثال الامر نفسه“ ^۲
ابو الحسن الاشعری (۲۶۰ھ / ۳۲۴ھ) ^۳

ان کے فقہی مذہب کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ فقہائے شافعیہ ان کو شافعی اور فقہائے مالکیہ ان کو مالکی بتاتے ہیں۔ زیادہ قریب قیاس یہ بات ہے کہ وہ مجتہد فی المذہب تھے۔ اختلاف روایات کے ساتھ آپ پچاس سو دو سو کتب کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اثبات القیاس ۲۔ کتاب اختلاف الناس فی الاسماء والاحکام
۳۔ کتاب الخاص والعام ^۴

اسحاق الشاشی حنفی (۲۴۳ھ / ۳۲۵ھ) ^۵

فقہ و اصولی تھے۔ مصر تشریف لائے اور اس کے بعض علاقوں میں قاضی رہے، حنفی مسلک کے پیروکار تھے۔ مصر کے مشہور اور بڑے عالم اور ثقہ فقہاء میں سے تھے اور محمد بن حسن کی ”الجامع الکبیر“ زید بن اسامہ عن ابی سلیمان الجوزانی سے روایت کیا کرتے تھے ^۶۔

۱۔ ابو ہاشم، عبدالسلام بن محمد بن عبدالوہاب بن سلام بن خالد بن خمران بن ابان الجبائی (۸۶۱ء / ۹۳۳ء) بغداد میں وفات پائی۔

۲۔ کتاب التبرست، ابن الندیم۔ ص ۲۲۲، الفتح المبین، الراغبی، ۱۱/۳۱۱، ۱۷۴، معجم الاصولیین، محمد مظہر یثاق ۲/۲۰۳ (۳۳۸)

۳۔ علی بن اسماعیل بن ابی بشر اسحاق بن سالم بن اسماعیل بن عبداللہ (۸۷۳ء / ۹۳۶ء) بصرہ میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ الفتح المبین، الراغبی، ۱۱/۵۵۱، ۱۷۶

۵۔ ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الشاشی الخراسانی (۸۵۸ء / ۹۳۶ء) مصر میں وفات پائی۔

۶۔ الجواہر المحصیۃ فی طبقات الخفیۃ، محی الدین ابی محمد عبدالقادر بن ابی الوفاء محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفی المصری۔

متوفی ۵۷۵ھ، ۱۳۶۱ء، ۱۳۷۰ء، ”باب من اسمہ اسحاق“ کراچی میر محمد کتب خانہ سندھ۔ الفوائد البھیۃ فی تراجم الحنفیۃ، ابو الحسنات محمد عبدالحق۔

لکھنؤ ہندی، متوفی ۱۳۰۴ھ، کراچی مکتبہ خیر کثیر سندھ

اصول الشاشی کس نے تالیف کی ؟

یہ کتاب بلاد ہندوستان میں برس سے زائد عرصہ سے متداول ہے اور بدراس قدیمہ میں اصول فقہ پر پڑھائی جانے والی پہلی کتاب ہے۔ اس کے مصنف کے بارے میں ہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں جو مظہر بقائے اپنی کتاب معجم الاصولیین کے مقدمہ میں جمع کر دیئے ہیں :

☆ اس کتاب کے مصنف اسحاق بن ابراہیم، ابو یعقوب الخراسانی الشاشی (متوفی ۳۲۵ھ/۹۳۶ء) ہیں۔

اس کو المراغی نے الفتح المبین (۱/۱۷۷) میں بحوالہ التوفیقات الالہیۃ، معجم البلدان ۵ (صفحہ مذکور نہیں) اور الجواهر المصنیۃ - جلد ۱ (صفحہ مذکور نہیں) نقل کیا۔ اور بروکلمان نے (۱/۱۷۷)، الجواهر المصنیۃ ۱/۱۳۶، اور الفوائد البہیۃ ص ۲۲ نقل کیا مگر صاحب الجواهر المصنیۃ (۱/۱۳۶) اور صاحب الفوائد البہیۃ (ص ۳۳) دونوں نے اسحاق بن ابراہیم الشاشی کے حالات بتائے مگر اصول میں ان کی کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا۔

☆ اس کے مصنف احمد بن محمد بن اسحاق، ابو علی، نظام الدین الشاشی (متوفی ۳۳۳ھ/۹۵۵ء) ہیں۔

یہ کتاب اس نسبت کے ساتھ بیروت سے سنہ ۱۴۰۲ھ - ۱۹۸۲ء میں طبع ہو چکی ہے اور کتاب کی ان کی طرف نسبت کے لئے الجواهر المصنیۃ (۱/۲۶۲) اور الفوائد البہیۃ (ص ۳۱) اور تاریخ بغداد (۳۹۲/۴) اور شیرازی کی طبقات الفقہاء (ص ۱۳۳) کے حوالے دیئے گئے ہیں مگر درحقیقت ان میں سے کسی نے بھی نہیں لکھا کہ ان کی اصول فقہ میں کوئی کتاب ہے اور ہدیۃ العارفین (۱/۶۲) میں بغدادی نے ان کی سوانح میں لکھا کہ ان کی کتاب "الخمیس فی اصول الدین اعنی اصول الفقہ" ہے اور کتاب "الخمیس" وہی کتاب "اصول الشاشی" ہے اسی طرح الفوائد البہیۃ ص ۲۳۴ میں مذکور ہے۔

☆ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا نام بدر الدین الشاشی الشروانی ہے جو تقریباً ۵۲۷ھ یا ۸۵۲ھ میں زندہ تھے۔ اس بروکلمان (۱/۱۷۷) نے فہرست پشاور کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

☆ اس کے مصنف کا نام ابو بکر محمد بن احمد بن حسین بن عمر (متوفی ۵۷۰ھ/۱۱۷۲ء) فخر الاسلام سے ملقب اور المستظہری سے معروف ہیں۔ لندن میں فہرست المکتبۃ البندیہ کے مصنف نے یہی کہا، اس کا نمبر یہ ہے ۲۰۶-۲۰۵/۲ نمبر (۱۳۳۹) مگر اس کے مصنف نے یہ نہیں بتایا کہ "اصول الشاشی" حنفی اصول فقہ کی کتاب ہے۔ حالانکہ کتاب کے افتتاحی مقدمہ "والسلام علی ابی حنیفۃ واحبابہ" سے یہی ظاہر ہے۔ اور مستظہری شافعی تھے۔ مولانا عبدالحی نے الفوائد البہیۃ (ص ۲۳۳-۲۳۵) میں ان کا یہی مسلک بتایا ہے اور شافعیہ میں دو حضرات الشاشی سے مشہور ہیں ان میں سے ایک ابو بکر محمد بن علی القفال الکبیر الشاشی (متوفی ۳۶۶ھ یا ۳۳۳ھ) ہیں جو اصول الفقہ پر ایک کتاب کے مصنف بھی ہیں اور دوسرے فخر الاسلام محمد بن احمد بن حسین الشاشی (متوفی ۵۷۰ھ) ہیں جو المستظہری سے معروف ہیں۔

☆ اس کتاب کے مصنف نظام الدین الشاشی ہیں جو ساتویں صدی کے علماء میں سے ہیں۔ صاحب "حلقۃ الحنفیۃ" نے یہی کہا اور بروکلمان (۱/۱۷۷) نے فہرست بائیں پوری سے بھی یہی نقل کیا ہے، مصنف اصول الشاشی اپنی کتاب کی پہلی فصل کے لئے انھیں پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں : "وروی ابن انصباغ وهو من سادات اصحاب الشافعی

فی کتابہ المسمی [الشامل] الخ ابن الصبارغ کی وفات ۷۷۷ھ میں ہوئی، اس پر گولڈزیہر نے توجہ دلائی (بروکلن ۱۷۴۱ء) اس لئے مؤلف اسحاق بن ابراہیم کی تاریخ وفات میں شک ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ گولڈزیہر اس کتاب کی نسبت اسحاق بن ابراہیم الشاشی کرنے میں شک نہیں، بلکہ صرف تاریخ وفات میں شک ہے۔

لیکن دوسری طرف بروکلن کو اس بات کا یقین ہے کہ یہ کتاب اسحاق بن ابراہیم الشاشی (متوفی ۳۲۵ھ) کی نہیں ہے اور خود بھی ذکر قول ذکر کئے، لیکن کسی کی تعین نہیں کی۔ ایک قول مصنف فہرست پشاور کا ہے کہ اس کے مصنف بدرالدین الشاشی ہیں اور دوسرا قول صاحب حدائق الحنفیۃ کا ہے کہ نظام الدین الشاشی ہیں۔

☆ ایک قول یہ بھی ہے کہ استاد العلماء حمید الدین الشاشی (متوفی ۷۸۱ھ) مراد ہیں۔ مکتبہ راجھستان ٹونک (۷۸۳/۲) کی فہرست المخطوطات العربیۃ سے یہی پتہ چلتا ہے۔

مظہر بقائد کوہ بالا اقوال پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں : میرے خیال کے مطابق اصول الشاشی جو اسحاق بن ابراہیم الشاشی کی طرف منسوب ہے وہ اصول الشاشی متداول کے علاوہ کوئی دوسری کتاب ہے۔ کیونکہ اسحاق بن ابراہیم ابو یعقوب الخراسانی (متوفی ۳۲۵ھ) کی اصول الشاشی کا ایک خطی نسخہ مکتبہ دیال سنگھ لاہور پاکستان میں نمبر ۵۳۳ کے تحت موجود ہے اس میں آغاز یوں ہے :

ابتدائیہ : "أما بعد حمد الله على نواله والصلاة على رسوله محمد واله" الخ

اور اس کا اختتام اس طرح ہے : "ومعنى الافراد أن يعتبر كل مسمى بانفرادہ ، ليس معه غيره تمت"۔ اس کا ایک اور نسخہ نمبر ۱۲ کے تحت موجود ہے۔

ابتدائیہ : "حمد الله على نواله والصلاة على رسوله محمد واله" الخ

اختتامیہ : "ليس معه غيره ، والله اعلم بالصواب ، واليه المرجع والمآب"

اب اصول الشاشی متداول مطبوع کے ابتدائی و اختتامی کلمات ملاحظہ کیجئے :

ابتدائیہ : "الحمد لله الذي اعلى منزلة المؤمنين بكریم خطابه" الخ

نہائیہ : "فقال ما بال اسمك ، لآخمس فيه ؟ قال : لانه كالماء فآخمس فيه والله تعالى

اعلم بالصواب"

اب جب اصول الشاشی منسوب اسحاق الشاشی اور اصول الشاشی متداول کے مابین ابتدائیہ اور اختتامیہ اختلاف واضح ہو گیا تو اس سے پتہ چلا کہ یہ ایک عنوان "اصول الشاشی" پر دو علیحدہ علیحدہ کتابیں ہیں اور اسی طرح ہم "اصول الشاشی" میں ابن الصبارغ المتوفی ۷۷۷ھ کا ذکر پاتے ہیں۔ اس طرح یہ ممکن نہیں ہے کہ یہ اسحاق بن ابراہیم کی کتاب ہو جن کا انتقال ۳۲۵ھ میں ہوا۔

اصول الشاشی متداول کا مصنف کون ہے ؟

عبدالحی لکھنوی الفوائد البہیہ (ص ۲۴۴) میں کہتے ہیں : الشاشی سے دو مذہبوں کے جلیل القدر دو امام مشہور ہوئے، ایک حنفی (المذہب) ابوعلی احمد بن محمد بن اسحاق..... پھر کہا کہ ایک دوسرے شاشی بھی ہیں جن کا ذکر گزر چکا ہے اور وہ ابو ابراہیم اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ بہر حال اصول میں اصول الشاشی کی جو کتاب ہمارے زمانے میں متداول و مشہور ہے اس کا آغاز یوں ہے :

”الحمد لله الذي اعلى منزلة المؤمنين بكریم خطابه“ الخ

حاجی خلیفہ ملا کا تب چلی نے اس کتاب کو ”کتاب النخیس“ کے نام سے لکھا ہے اور مصنف کے نام نظام الدین الشاشی تحریر کیا اور وجہ تسمیہ یہ نقل کی کہ تصنیف کے وقت مصنف کی عمر پچاس سال تھی۔ صاحب الفوائد البہیہ نے احمد بن محمد باعلی الشاشی اور اسحاق بن ابراہیم الشاشی کا ذکر کیا، لیکن اس کتاب کی نسبت ان دونوں میں سے کسی کی طرف بھی نہیں کی۔ اس کے برخلاف اس کو نظام الدین الشاشی کی طرف منسوب کیا اور اس کو کشف الظنون سے نقل کیا ہے۔ مگر مقرر بقا کا کہنا ہے کہ انہیں یہ حوالہ کشف الظنون میں نہیں ملا اور جو صاحب الفوائد البہیہ اور پھر صاحب ”حدائق الحنفیہ“ نے کہا ہے وہ درستگی سے زیادہ قریب ہے کہ اصول الشاشی کے مصنف نظام الدین ہیں جو ساتویں صدی کے علماء میں سے ہیں ، واللہ اعلم بالصواب۔ ان مذکورہ بالا باتوں کے باوجود یہ کتاب بلاد ہند و پاکستان میں متداول ہے۔

اصول الشاشی کی شروح :

۱۔ المعلن : صفی اللہ بن نصیر الہندی کی شرح ہے اور مقدمہ المعلن میں لکھا ہے :

”قد شرحه كثير من الرجال ، واشتغل بحله جم غفیر من مهرة ارباب الكمال“

(بہت سے اشخاص نے اس کی شرح لکھی اور ماہرین ارباب کمال میں سے جم غفیر اس کے حل میں مشغول رہا)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصول الشاشی کہ بہت سی شروح لکھی گئی ہوں گی مگر ہم ان سے واقف نہیں ہیں۔

۲۔ مولیٰ محمد بن الحسن الخوارزمی الفراء معروف بہ شمس الدین الشاشی متوفی ۷۸۱ھ نے بھی اس کی ایک شرح لکھی۔

اصول الشاشی پر حواشی :

۱۔ فصول الحواشی : شیخ الداد الجونیوری حنفی (متوفی ۹۲۳ یا ۹۳۲ھ) اس کے مصنف ہیں۔

۲۔ فصول الحواشی لاصول الشاشی : یہ مولوی عین اللہ کی تصنیف ہے یہ کتاب ۱۳۰۲ھ میں دہلی سے چھپی۔ برہکمان نے ۱۳۰۱ھ میں ”فصول الحوادث“ کا نام تحریر کیا جو ان کا سہو ہے۔

۳۔ حصول الحواشی علی اصول الشاشی : یہ حاشیہ شیخ محمد حسن کا ہے، جس کی کنیت ابو الحسن بن محمد السبہلی ہے۔ یہ لکھنؤ سے ۱۳۰۲ھ میں طبع ہو چکی ہے۔

۴۔ عمدة الحواشی علی اصول الشاشی : شیخ فیض الحسن گنگوہی، یہ کتاب بیروت سے ۱۲۰۲ھ میں چھپ چکی ہے۔

۵۔ احسن الحواشی علی اصول الشاشی : شیخ برکت اللہ لکھنوی، دہلی سے طبع ہوئی۔

۶۔ عمدة الحواشی علی اصول الشاشی : عباس قلی خان (۱۳۰۵ھ میں زندہ تھے) اصل کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔^۱

اس کتاب کی اردو شروح بھی لکھی جا چکی ہیں، ان میں چند مشہور مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ مزمل النواشی : نجم الغنی خان رامپوری (۱۸۵۹ء-۱۹۲۳ء) کراچی میر محمد سنند۔ اردو زبان میں یہ ایک عمدہ شرح ہے۔ بعد میں آسانی اور سہولت کے لئے اس کتاب میں کچھ تبدیلی کر کے اور عبارت متن کے ٹکڑے کر کے ایک سوالیہ جوابیہ انداز میں ڈھال کر متن اور عبارت کو الگ الگ بیان کر کے اس کو "معلم الاصول شرح اصول الشاشی" ملتان مکتبہ شرکت عالیہ سے طبع کیا گیا۔ اس کو اسحاق صدیقی نے اس ترتیب پر مرتب کیا۔

۲۔ خلاصۃ الحواشی : محمد ابرہیم کراچی میر محمد بہر حال نظام الدین الشاشی نے اس کتاب میں احناف و شوافع کے اکثر اختلافی مسائل کو اصول کے ماتحت نہایت خوبی سے بیان فرمایا ہے، طرز بیان مختصر مگر واضح ہے۔

ابن الاخشید معتزلی (۲۷۰ھ-۳۲۶ھ)^۲

طاقتہ معتزلہ کے فاضل، زاہد و صالح تھے۔ اصول میں آپ کی یہ کتب ہیں :

۱۔ کتاب الاجماع
۲۔ کتاب المعونہ (ناکمل)^۳

ابن الخلال قاضی - معتزلی (متوفی ۴۳۱ تقریباً)^۴

مذکور الذکر "ابن الاخشید" کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے "کتاب الاصول" تالیف کی۔^۵

الاصطخری الشافعی (۲۳۴ھ-۳۲۸ھ)^۶

فقہ اور اصولی تھے۔ اصول فقہ میں آپ کی آراء میں جو کتب اصولیہ میں ملتی ہیں وہ مشہور و معتبر ہیں۔ اسی لئے بطور حوالہ پیش کی جاتی ہیں۔ مثلاً امدی نے "الاحکام" میں جب اس بارے میں کہ حضور ﷺ نے جن افعال میں ہمیشگی اختیار کی اور

۱۔ حوالہ سابق ص ۱۳-۱۶ شخص اور ۲۷۱-۲۷۷ (۲۲۲)

۲۔ ابو بکر احمد بن علی بن محذور (محذور) الاحشاد بغدادی المحتوی (۸۸۳ء-۹۳۸ء)

۳۔ کتاب الفہرست - ابن النذیم ص ۲۲۰-۲۲۱، ہدیۃ العارفین اسماعیل ہاشم بغدادی ۶۰/۵

۴۔ ابو عمر احمد بن محمد بن حفص الخلال البصری، بصرہ میں ولادت ہوئی ۵ کتاب الفہرست - ابن النذیم ص ۱۲۱-۱۲۲

۵۔ ابو سعید حسن بن احمد بن یزید بن عیسیٰ بن الفضل بن بشار (۸۵۸ء-۹۳۰ء)، بغداد میں ولادت پائی، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۲۶۸/۷-۲۷۰

وہ افعال امت کے حق میں وجوب پر دلالت کرنے والے قرینے سے خالی بھی ہوں تو اس بارے میں اصولیین کے مختلف طبقوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ ان کی رائے کا بھی ذکر کرتے ہیں اور انہوں نے کہا: ”حضور ﷺ نے جن افعال کی ادائیگی میں مواظبت اختیار کی اور وہ وجوب پر دلالت کرنے والے قرینے سے بھی خالی ہوں تو ابن سربیع الاصطخر، ابن ابی ہریرہ، ابن خیران، حنابلہ اور معتزلہ میں سے ایک جماعت کا مسلک یہ ہے کہ وہ افعال ان (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) اور امت کے حق میں واجب کی حیثیت رکھتے ہیں نہ کہ ان کی حیثیت ندب و اباحت کی ہے۔“

ابو بکر الصیر فی الشافعی (متوفی ۳۳۰ھ) ۱

ابن خلکان نے لکھا:

”كان من اجلة الفقهاء اخذ الفقه عن ابي العباس بن سريع واشتهر بالحدق في النظر

والقياس وعلم الاصول وله في اصول الفقه كتاب لم يسبق اليه مثله“ ۲

(جلیل فقہاء میں سے تھے۔ ابوالعباس بن سربیع سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور نظر، قیاس اور علم اصول میں مہارت میں شہرت پائی

اور ان کی اصول فقہ میں کتاب ہے جس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی)

اس کے بعد ابن خلکان ابوبکر القفال کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وحكى ابوبكر القفال في كتابه الذي صنفه في الاصول ان ابا بكر الصير في اعلم الناس

بالاصول بعد الشافعي“ ۳

(ابوبکر القفال نے اپنی اصول پر کتاب میں بیان کیا ہے کہ ابوبکر الصیر فی امام شافعی کے بعد سب سے زیادہ اصول کا علم

رکھنے والے تھے)

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ کتاب البیان فی دلائل الاعلام علی اصول الاحکام

۲۔ شرح لرسالة الشافعی ۳۔ کتاب فی الاجماع ۴

قاضی ابو الفرج مالکی (متوفی ۳۳۱ھ) ۵

فقیہ اصولی و لغوی تھے۔ طرسوس، انطاکیہ، المصیصہ، الشعمور میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ گھڑ سواری کے فن میں بھی مہارت تھی۔ اصول فقہ پر انہوں نے ”کتاب اللمع“ تالیف کی۔ ۶

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین الامدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ، ۱۲۲۱ھ، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ

۲۔ ابوبکر الصیر فی محمد بن عبداللہ البغدادی متوفی ۹۳۱ھ، مصر میں وفات پائی، طبقات الشافعیہ، ابن ہدایہ اللہ ص ۱۸

۳۔ ولیات الاعیان۔ ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۳۵۸ھ ۴۔ حوالہ سابق

۵۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم شافعی متوفی ۳۸۵ھ ص ۲۶۷، ایضاً المکتون، اسماعیل باشا بغدادی، ۴۷۶/۳، الفتح المبین،

المراغی ۱۸۰/۱۰ ۶۔ ابوالفرج۔ عمرو (عمر) بن محمد بن عمرو، اللشی البغدادی متوفی ۹۳۲ھ بصرہ میں ولادت وفات ہوئی

۷۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۵۳، ہدایہ الحارثین اسماعیل باشا بغدادی ۸۱/۵

محمد ابن البرماوی الشافعی (متوفی ۳۳۱ھ) ^۱

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الفیہ فی اصول الفقہ

۲۔ النبذۃ الفیہ فی اصول الفقہ یہ ان کی اپنی کتاب " الفیہ فی اصول الفقہ " کی شرح ہے۔ اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے۔

" الحمد للہ شرح الصلور بکتابہ المبین ذکر فیہ نظم ما جمعه خالیا عن الخلاف و الدلائل "۔ ^۲

ابو منصور ماتریدی حنفی (متوفی ۳۳۳ھ) ^۳

امام المتکلمین تھے اور امام اہل ہدی سے معروف تھے۔ سمرقند کے محلہ کی طرف نسبت سے ماتریدی کہلاتے تھے۔ آپ نے کتاب " ماخذ الشرائع فی اصول الفقہ " تالیف کی۔ ^۴

محمد بن جعفر الصیر فی الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ) ^۵

فقہ تھے۔ اصول پر مؤلفات یہ ہیں :

۱۔ دلائل الاحکام علی اصول الاحکام ۲۔ شرح رسالۃ لامام الشافعی ^۶

محمد بن احمد الاسوانی الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ) ^۷

اصول فقہ میں کتاب " جمل الاصول الدالۃ علی الفروع " تالیف کی۔ ^۸

نظام الدین الشاشی حنفی (متوفی ۳۴۳ھ) ^۹

ابوالحسن انکرنی سے تفقہ حاصل کیا اور ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ تدریس کی اور ان کے اصحاب کو تعلیم دی۔ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب " اصول الشاشی " تالیف کی۔ اس پر اسحاق الشاشی حنفی (متوفی ۳۲۵ھ) کے تحت تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔

۱۔ شمس الدین محمد ابن البرماوی الشافعی

۲۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ، ۱۵۷۱ھ

۳۔ ابو منصور ماتریدی محمد بن محمد متوفی ۹۳۳ھ

۴۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ ۱۵۷۳/۲، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۳۶۱/۶، مقارح السعاده، مولی احمد بن مصطفی المعروف

بطاش کبری زادہ متوفی ۹۶۳ھ، ۲۱/۲، مطبعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدرآباد دکن ہند ۱۳۵۶ھ

۵۔ محمد بن جعفر بن احمد بن یزید الصیر فی البکر المظیری البغدادی الشافعی

۶۔ ابو جہا محمد بن احمد بن الربیع بن سلیمان الاسوانی المصری

۷۔ ہدیۃ العارفین۔ اسماعیل باشا بغدادی ۳۷۱/۶

۸۔ ابو علی احمد بن محمد بن اسحاق متوفی ۹۵۵ھ

۹۔ ہدیۃ العارفین۔ اسماعیل باشا بغدادی ۳۸۱/۶

۱۰۔ تاریخ بغداد۔ خطیب البغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۳۹۲/۳، (۲۲۸۳)، بیروت دار الکتب العلمیہ مسند

ابن القاص الطبری الشافعی (متوفی ۳۳۵ھ)^۱

قاص قصہ سنانے، وعظ و نصیحت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ آپ کے والد اسی طرح کیا کرتے تھے۔ اس لئے آپ ابن القاص سے مشہور ہیں۔ بقول ابن خلکان یہ بھی کہا گیا کہ یہ طرسوں میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

حاجی خلیفہ نے ان کی ایک کتاب ”التلخیص فی الفروع“ ذکر کرنے کے بعد کہا کہ یہ اصول و فروع دونوں پر مشتمل کتاب ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :

”التلخیص فی الفروع وهو مختصر ذکر فی کل باب مسائل منصوصة ومخرجة ثم امور اذہبت الیہا الحنفیة علی خلاف قاعدتہم وهو اجمع کتاب فی فن للاصول والفروع علی صغر حجمہ“^۲

(التلخیص فی الفروع ایک مختصر ہے، جس کے ہر باب میں مسائل منصوصة اور مخرجہ بیان کئے گئے ہیں پھر وہ امور جن میں حنفیہ اپنے قاعدہ کے خلاف گئے ہیں، اس ایک کتاب کے صغیر الحجم ہونے کے باوجود انہوں (مصنف) نے فن اصول و فروع (دونوں) اس کتاب میں جمع کر دیے ہیں)

پھر حاجی خلیفہ نے اس کی مندرجہ ذیل شروع کا ذکر کیا :

۱۔ امام ابو بکر محمد (بن علی) القفال الشاشی (متوفی ۳۶۵ھ) نے شرح لکھی۔

۲۔ ابوعلی حسین بن شعیب معروف بابن السخی (متوفی ۴۳۰ھ) نے شرح لکھی۔ یہ ایک بڑی شرح ہے مگر نایاب ہے۔

۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن الحسن الاسترہادی معروف بہ ختن ”الختین“ الشافعی (۳۸۶ھ) نے ایک مجلد میں اس کی شرح لکھی۔^۳ اسکی نے کہا : ”والہ مصنف فی اصول الفقہ“ (آپ نے اصول میں بھی کتاب تالیف کی)^۴

البزدعی الخارجی (متوفی ۳۴۰ھ)^۵

آذربائیجان کے تحت علاقوں میں سے ایک علاقہ کی طرف نسبت سے بزدعی کہلاتے ہیں خارجی علماء میں سے تھے۔ انہوں نے کتاب ”الجامع فی الاصول“ تالیف کی۔^۶

۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد ابن یعقوب الطبری الشافعی متوفی ۹۴۶ھ، ابن القاص سے معروف تھے، تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ وفیات الاعیان لابن خلکان ۱۸/۱ میں تاریخ وفات ۳۳۶ھ بھی بیان کی گئی ہے۔ طوسوں میں وفات پائی

۲۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ متوفی ۱۰۶۷ھ، ۹۱۱ھ ۳۔ حوالہ سابق

۴۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔ عبد الوہاب بکی ۵۹/۳ (۱۰۵) مجمل الاصولین، محمد مظہر بقا، ۸۱/۱، ۸۲ (۵۲)

۵۔ ابوبکر محمد بن عبد اللہ البز دعی ۶۔ کشف الظنون۔ حاجی خلیفہ، ۶۲/۱

ابراہیم الخالد آبادی (متوفی ۱۳۴۰ھ) ۱۔

فقہ، اصولی تھے۔ الباب میں لکھا ہے: ”امام الدین فی زمانہ صنف فی الاصول.....“ ۲۔

ابو اسحاق المروزی الشافعی (متوفی ۳۴۰ھ) ۳۔

ابن سرتج کے بعد ریاست شافعیہ آپ پر ختم ہوتی تھی۔ عمر کے آخری زمانہ میں مصر منتقل ہو گئے۔ مجلس شافعی میں درس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ حدیث کے سزا مند آپ کے مشرب و مجلس سے سیراب ہو کر دنیا میں پھیل گئے۔ مؤلفات اصولیہ:

۱۔ العقول فی معرفۃ الاصول ۲۔ کتاب ”الخصوص والعموم“ ۳۔

ابو الحسن الکرخی حنفی (۲۶۰ھ-۳۴۰ھ) ۴۔

امام ابو جعفر طحاوی اور امام داؤد ظاہری ان کے ہم عصر نامور فقہاء ہیں۔ ان جلیل القدر آئمہ کی موجودگی میں امام کرخی کو ان کے اہل زمانہ نے اس دور کے سب سے بڑے حنفی فقیہ کے طور پر تسلیم کیا۔ امام کرخی کے تلامذہ میں ابو بکر الرازی (۳۷۰ھ) بھی شامل ہیں جو احکام القرآن کے بھی مصنف ہیں۔ یوں تو امام کرخی نے بہت سے رسالے اور کتب تالیف کیں جن میں ایک کتاب ”رسالۃ اصول فقہ شیعہ“ بھی ہے جو ”اصول الکرخی“ سے مشہور ہے۔ یہی کتاب یہاں زیر بحث ہے۔

کتاب ”اصول الکرخی“ کا تحقیقی تجزیہ..... یہ کتاب قدیم حنفی فقیہ امام الکرخی کے مرتب کردہ ۳۹ قواعد و ضوابط، اصول اور فقہی کلیات پر مشتمل ہے جو ان کی رائے میں فقہ حنفی کی بنیاد ہیں۔ ان میں سے کچھ اصول تو ایسے عمومی کلیات کی حیثیت رکھتے ہیں جو فقہ اسلامی کا مجموعی سرمایہ قرار دیئے جاسکتے ہیں اور کچھ اصول ایسے ہیں جو محض طرز استدلال اور اسلوب اجتہاد کے مطابق فقہی مسائل کا حل کرنے اور فقہی احکام کی علت چلانے میں ہی کارآمد ہو سکتے ہیں۔ دوسری قسم کے اصول میں بعض ایسے اصول بھی ہیں جن کو کسی قدر شدید تنقید کا نشانہ بھی بنایا گیا اور مختلف حنفی فقہاء نے ان کے دفاع میں بہت سے دلائل اور اعتراضات بھی پیش کئے۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی کے بیان کے مطابق ۳۹ میں سے ۲۶ کلیات وہ ہیں جن کے ماتحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں اور ان کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فقہ کے جزئی مسائل کس طرح کلیات کے ماتحت آتے ہیں اور یہ کہ کسی خاص صورت حال پر حکم فقہی کی تطبیق میں کلیات فقہ سے کس طرح استفادہ کیا جاتا ہے اور وہ کیا اصول ہوتے ہیں جن کے تحت استخراج مسائل کئے جاتے ہیں۔ ۱۔

۱۔ ابراہیم بن محمد بن خالد آبادی المروزی متوفی ۹۵۱ھ، بغداد سے مصر منتقل ہو گئے تھے۔

۲۔ معجم الاصولین - مظہر بقا، ۶۲/۱ (۳۳) ۳۔ ابو اسحاق ابراہیم بن احمد متوفی ۹۵۱ھ، مصر میں وفات پائی

۴۔ کتاب الفہرست - ابن الندیم ص ۲۶۶، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۵

۵۔ ابو الحسن الکرخی عبید اللہ بن الحسن بن دلال بن ولیم (۸۷۳-۹۵۲ھ)، تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۱۰/۳۵۳-۳۵۵ (۵۵۰ھ)

۶۔ اصول الکرخی - امام عبید اللہ بن الحسن بن دلال بن ولیم، مترجم عبدالرحیم اشرف بلوچ، مقدمہ عبدالقدوس ہاشمی ص ۳، اسلام آباد ادارہ تحقیقات اسلامی سنہ ۱۴۰۲ھ

اصول الکفرخی کے شارح چھٹی صدی ہجری کے ایک نامور حنفی فقیہ امام نجم الدین ابو حفص عمر النسفی (متوفی ۵۳ھ) کفرخی کے ان اصول کی مختصراً تشریح کی۔ انہوں نے ہر قاعدہ کے تحت ایک یا چند اصولی امثلہ نظر انداز کر کے ان اصول کی افادیت بڑھادی۔ مثلاً اصول الکفرخی میں پہلی اصل یہ ہے :

”الاصل أن ما ثبت باليقين لا يزول بالشك“^۱

(جو بات یقین سے ثابت ہو چکی ہو وہ شک سے زائل نہیں ہو سکتی)

امام النسفی نے اس اصل کی تشریح میں فرمایا :

”من مسائله ان من شك في السحت بعد ما يقين بالوضوء لم ينقض وضوءه“^۲

(اس اصل سے بہت سے جزائی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کسی شخص کو یقین کے ساتھ یہ یاد ہے کہ اس نے وضو کر لیا تھا اس کے بعد اسے یہ شک ہوتا ہے کہ شاید اس کا وضو کسی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے تو اس صورت میں اس کا وضو باقی ہے۔ با وضو ہونے کا یقین جب تک قائم ہے وضو ٹوٹنے کا شک اسے زائل نہیں کر سکتا)

اصول الکفرخی کا دوسرا اصول :

”الاصل أن الظاهر يدفع الاستحاف ولا يوجب الاستحقاق“^۳

(ظاہری صورت حال استحقاق کو دفع کر سکتی ہے لیکن کوئی استحقاق پیدا نہیں کر سکتی)

امام النسفی اس اصل کی تشریح میں فرماتے ہیں :

”من مسائله ان من كان في يده دار فجاء رجل يدعيها لا يستحق الشفعة عما لم يثبت

ان هذه الدار ملكه“^۴

(اس اصل سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ ایک شخص ایک مکان پر قابض ہے کسی دوسرے شخص نے اس مکان پر ملکیت کا دعویٰ کیا تو اس شخص اول کا ظاہری قبضہ مدعی کے حق کو دفع کر سکتا ہے، لیکن اس قبضہ سے اسے حق شفعہ دیا نہیں کر سکتا جب تک دلائل سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ مکان حقیقہً اسی کی ملکیت ہے)

مصطفیٰ احمد الزرقاء کے نزدیک کلیات کی تعداد :

علامہ مصطفیٰ احمد الزرقاء کے مطابق ۳۹ کلیات میں سے ۷۳۰ ہیں جن کے تحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں :

”والظاهر ان الكرخي قد اخذ القواعد التي جمعها ابو طاهر الدباس و اضاف اليها فقد جاءت

بجموعة الكرخي بسبع وثلاثين قاعدة.....“^۵

(اور ظاہر یہ ہے کہ کفرخی نے ابو طاهر دباس کے جمع کردہ قواعد کو لے کر ان پر اضافہ کیا اور اس طرح ۳۷ قواعد کا

مجموعہ مرتب کر دیا۔)

۱۔ اصول الامام الکفرخی، ابو الحسن الکفرخی، ص ۱۱۔ کراچی میر محمد سب خانہ سنہ ۱۹۸۶ء

۲۔ حوالہ سابق میں احمد النسفی کی امثلہ بھی ساتھ ساتھ حاشیہ میں مذکور ہیں۔ ص حوالہ سابق

۳۔ القواعد الکلیة مأخوذة من المدخل الفقهي العام الى الحقوق المدینه (مجموعہ قواعد الفقہ کا ساتواں رسالہ) مصطفیٰ احمد الزرقاء

الباب الاول، الفصل الثانی، ص ۱۰۔ لمحۃ تاریخیة عن القواعد الاصولیة کراچی میر محمد ۱۹۸۶ء

وہ اس کے بعد لکھتے ہیں :

”ویرى الناظر فى قواعد الامام الكرخى هذه ان بعضها فيها ليس من قبيل القواعد بالمعنى الذى حددنا القاعدة، وانما هو من قبيل الافكار التوجيهية لرجال المذهب فى تحليل المسائل، كقول الكرخى مثلاً فيها: الاصل: ان كل أية تخالف قول اصحابنا فانها تحمل على النسخ او على الترجيح او على التاويل من جهة التوفيق“۔^۱

(ناظر امام کرخی کے قواعد میں یہ دیکھتا ہے کہ ان میں سے بعض قواعد بالمعنی اس قبیل سے نہیں جسے قاعدہ کی تعریف میں ہم نے بیان کیا اور وہ تو مسائل کی علت بتانے میں مذہب کے اشخاص کے افکار کی توجیہ بیان کرنے کے قبیل سے ہیں۔ مثلاً ان میں سے امام کرخی کا یہ قول: ”اصل یہ ہے کہ ہر وہ آیت جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو تو اس کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ منسوخ ہے یا کسی اور دلیل کو اس پر ترجیح حاصل ہے یا اس میں ایسی تاویل کی جائے کہ اس آیت میں اور ہمارے اصحاب کے قول میں موافقت پیدا ہو جائے۔“)

اصول الکرخی کا یہ انیسواں اصول تھا جس کے بارے مصطفیٰ احمد زرقاء کی رائے پیش کی گئی۔ اگرچہ اس کے اور اس جیسے دو ایک دوسرے اصول کی جو تعبیر و تشریح حنفی علماء کرتے آئے ہیں وہ قابل اعتراض نہیں اور اصول کی تطبیق کی وہ مثالیں جو علامہ ابو حفص النسفی نے پیش کیں کسی اعتراض کی گنجائش رہنے نہیں دیتی ہیں لیکن اس کے ظاہری الفاظ میں کسی نہ کسی تردد کی گنجائش رہتی ہے۔ مثلاً اسی مذکورہ بالا اصل کے مسائل بطور مثال پیش کرتے ہوئے ابو حفص النسفی فرماتے ہیں :

”قال من مسائله ان من تحرى عند الاشتباه واستدبر الكعبة جاز عندنا لان تاويل قوله تعالى
فولوا وجوهكم شطره.....“^۲

(اس کے مسائل میں سے یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے اشتباہ کے وقت تحری کر کے قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نماز ادا کی تو یہ ہمارے نزدیک جائز ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول ”فولوا وجوهكم شطره“^۳ کی تاویل یہ ہے کہ جب تمہیں بوقت اشتباہ جس رخ پر تمہاری تحری ہو اس کی سمت معلوم ہو)

سخ کی مثال جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ”وللرسل ولدى القربى“^۴ اس آیت سے ذوی القربى کا حصہ مال غنیمت سے ثابت ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

ترجیح کی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ”والذين يتوفون منكم ويذرون ازواجا“^۵۔ تو اس آیت کے ظاہر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ حاملہ متوفی عنہا زوجہا پر مشتمل ہے کہ وہ اپنی عدت چار ماہ دس دن گزرنے سے قبل صرف منع حمل سے ختم نہیں کر دے گی۔ کیونکہ آیت کریمہ عام ہے ہر متوفی عنہا زوجہا کے بارے میں چاہے وہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ”واولات الاحمال اجلهن ان يضمن حملهن“^۶ اس بات کا متقاضی ہے کہ ان کی عدت (مقررہ)

مینے گزرنے سے قبل وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جائے کیونکہ یہ عام ہے اور متوفی عنہا زوجہا اور غیر متوفی عنہا زوجہا سب پر مشتمل ہے لیکن ہم نے اس آیت کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کی بناء پر ترجیح دی کہ یہ آیت اس پہلی آیت کے بعد نازل ہوئی تھی۔ لہذا اس نے اسے منسوخ کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دونوں مدتوں کو احتیاط کی بناء پر جمع کر دیا کیونکہ تاریخ مشتبہ ہے۔

اسی طرح تیسواں اصول بھی قابل غور ہے جس کے ظاہری الفاظ ہیں :

”الاصل ان کل خبر یحتمل قول اصحابنا فانہ یحمل علی النسخ او علی انہ معارض بمثلہ ثم صار الی دلیل اخر او ترجیح فیہ بما یمتنع بہ اصحابنا من وجوہ الترجیح او یحمل علی التوفیق وانما یفعل ذلک علی حسب قیام الدلیل فان قامت دلالة النسخ یحمل علیہ وان قامت الدلالة علی غیرہ صرنا الیہ“۔^۱

(ہر وہ حدیث جو ہمارے اصحاب کے قول کے خلاف ہو اسے منسوخ سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ وہ (قول اصحاب) اپنے ہم مثل سے معارض ہے پھر ان وجوہ ترجیح میں سے کوئی اور ایسی دلیل یا وجہ ترجیح لائی جائی گی جن کے ساتھ ہمارے اصحاب (فقہاء احناف) حجت قائم کرتے ہیں یا اس کی تحقیق کی جائے گی اور دلیل قائم ہونے کی مناسبت سے ہی ایسا کیا جائے گا۔ لہذا اگر نسخ کی دلیل قائم ہو جائے تو اسے منسوخ سمجھا جائے گا اور اگر دلیل کسی اور پر قائم ہو جائے تو ہم اس کی طرف رجوع کریں گے)

اس کے ظاہری الفاظ میں تردد کی گنجائش ہے مگر علامہ نمبری نے تطبیق کی بھی کچھ مثالیں دی ہیں ان سے اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اگرچہ شاید اس ظاہری الفاظ کے تردد سے بچنے کی خاطر مصطفیٰ احمد الزرقاء نے ۳۹ کلیات میں سے ۳۷ کو اور مولانا شامی نے ۳۶ کو شمار کیا جن کے تحت فقہ حنفی کی جزئیات آتی ہیں یعنی مولانا ہاشمی نے اصل کتاب کے تین کلیات اور استاد زرقاء نے دو کلیات کو شمار نہیں کیا۔

بہر حال ایک آدھ ایسے مختلف فیہ اصول کی موجودگی سے کتاب کی قدروقیمت میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی اور امام کرخی کو قواعد اصول فقہ پر پہلی کتاب کے مصنف ہونے کا شرف حاصل رہتا ہے۔ امام کرخی نے اس کتاب میں ۳۹ کلیات جمع کئے بعض حضرات ان میں سے دو یا تین اصولوں کو شامل نہیں کرتے جو بقول ان کے حنفیت کی زائدا ضرورت تائید و مدافعت پڑتی ہیں۔ ان کلیات میں غالباً عراق کے فقہائے اہل الرائے کے امام اور کرخی کے ہم عصر امام ابو طاهر الدباس کے مرتب کردہ سترہ قواعد بھی شامل ہیں لیکن قطعیت کے ساتھ یہ یقین کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کہ امام کرخی کے ان ۳۹ اصول میں سے وہ سترہ قواعد کون سے ہیں جو امام ابو طاهر دباس کے مرتب کردہ ہیں۔ امام کرخی نے اپنے ان ۳۹ اصول کو چھوٹے چھوٹے فقروں میں بیان کیا ہے امام کرخی کے ان چند اصول سے حنفی فقہاء اور قضات نے خوب استفادہ کیا نہ صرف یہ کہ استخراج مسائل میں ان سے مدد و استفادہ کیا بلکہ انہوں نے اپنے افکار، مطالعہ اور ذہانت سے کرخی کے اصول و کلیات میں کافی اضافے کئے۔ ان اضافوں میں ایک بہت اہم اضافہ ”کتاب الاشباہ والنظائر“ کا ہے جیسے علامہ ابن نجیم المصری (متوفی ۷۹۷ھ) نے تالیف کیا۔ ابن نجیم کی اس کتاب میں فقہی مسائل کے استخراج کے لئے

۱۔ اصول الامام الکفری۔ ابوالحسن الکفری حنفی (متوفی ۳۳۰ھ) ص ۱۸-۱۹ کراچی میر محمد کتب خانہ سنہ ۱۹۸۶ء
۲۔ میون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر، جموی غمر۔ ص ۱۲ میں ان سترہ قواعد کی تفصیل موجود ہے، اندلیا، مطبعہ فنی نول کشور سند

بڑی قیمتی کلیات درج ہیں جن کی تعداد امام کرنی کی ان چند کلیات سے زیادہ ہے لیکن اس صورت حال میں بھی اولیت کا شرف انہی کو حاصل رہے گا کہ انہوں نے مسائل فقہیہ کے اصول و کلیات بنا کر تیار کر لئے جن پر بعد کے زمانے کے لوگوں نے غور و فکر اور اضافے کئے۔ مگر یہ بھی ذہن میں رہے کہ بعد کی صدیوں میں ان کلیات کی عبارت کی شکل تبدیل کر دی گئی اور اس کی وہ شکل من و عن باقی نہیں رکھی گئی جن کو امام کرنی نے مرتب کیا تھا۔

مثلاً مجلۃ الاحکام العدلیۃ میں جو ۱۰۰ اصول دیئے گئے ہیں ان میں سے صرف دفعہ ۱۲ ایسی ہے جس کی عبارت جزوی طور پر اصول کرنی کی اصل الاول سے ملتی ہے ورنہ باقی سب اگرچہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے مجملہ میں موجود ہیں لیکن ان الفاظ اور عبارتوں میں نہیں جو امام کرنی نے پیش کیں۔ مجلۃ الاحکام کے اردو ترجمہ عبدالقدوس ہاشمی اور مفتی امجد العلی نے کیا ان میں سے اول الذکر علما، اکیڈمی مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور سے ۱۳۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا جبکہ دوسرا ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا ایک ملخص ترجمہ محمد سلیم دہلوی نے کیا جو مفتی دکن پریس، حیدرآباد دکن سے ۱۳۰۱ھ میں چھپ چکا ہے۔ اس کے تین انگریزی تراجم بھی شائع ہو چکے ہیں جو لندن، کنوشیا اور ریو شلم سے بالترتیب ۱۹۸۹ء، ۱۹۸۱ء اور ۱۹۳۶ء میں شائع ہوئے۔

ابوبکر الصبغی الشافعی (۲۵۸ھ۔ ۳۴۰ھ) ۱۔

نیشاپور میں شیخ الشافعی تھے۔ فقہ، حدیث و اصول میں واسع العلم امام تھے۔ اسکی نے لکھا: احوال الانسۃ الجامعین بین الفقہ والحديث، پچاس برس سے زائد عرصہ تک فتویٰ دیتے رہے، فقہ و حدیث میں عظیم کتب تالیف کیں۔

ابو بکر بن دی الخار جی (متوفی ۳۴۰ھ/ ۳۵۰ھ تقریباً) ۲۔

عالم، فقیہ اصولی تھے۔ ابن ندیم نے لکھا:

”رایتہ فی سنة اربعین و ثلثمائہ، وکان بی انسا یشہر مذهب الاعتدال، وکان خارجیا و احد فقہانہم، وقال لی، ان له فی الفقه عدة کتب و ذکر بعضہا“..... کتاب الاحتجاج علی

المخالفین، کتاب الجامع فی اصول الفقہ.....“ ۳۔

(میں نے ان کو ۳۴۰ھ میں دیکھا تھا اور مجھ سے انس و محبت رکھتے، مذہب اعتدال کا اظہار کرتے مگر خارجی تھے اور ان کے فقہاء میں سے تھے اور مجھ سے کہا کہ فقہ میں میری کئی کتب ہیں ان میں سے بعض بعض کا ذکر کیا..... کتاب

الاحتجاج علی المخالفین، کتاب الجامع فی اصول الفقہ.....)

۱۔ ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب النیشاپوری معروف بہ الصبغی الشافعی (۸۷۱/ ۹۵۱ء)

۲۔ طبقات الشافعیۃ الکبری، تاج الدین ابوالنضر عبدالوہاب بن علی غلب عبدالکافی السبکی (۷۷۱-۷۷۷ء) تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو، محمود الطنطاوی

۳/ ۹ قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ سنہ ۱۳۹۳ھ، مجلۃ الاصولین، ۱/ ۹۵۱-۹۶۱ (۶۳)

۴۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ البردلی متوفی ۹۶۱ء

۵۔ کتاب الفہرست، ابن ندیم، ص ۲۹۳۔ الفہرست، المراجعی، ۱۹۵۸ء میں ان کی تاریخ وفات ۳۵۰ھ مذکور ہے۔

محمد بن سعید القاضی الشافعی (متوفی ۳۳۳ھ) ^۱

خوارزم سے بغداد جا کر ابو اسحاق مروزی اور ابو بکر الصیرفی جیسے افاضل علماء سے استفادہ کیا پھر واپس خوارزم آگئے اور تدریس، تذکیر اور مختلف علوم میں تصانیف کی طرف متوجہ ہوئے۔ اصول فقہ میں "کتاب الہدایۃ" تالیف کی یہ ایک عمدہ و نافع کتاب ہے۔ خوارزم کے علماء میں یہ کتاب متداول تھی اور وہ اس سے نفع حاصل کرتے تھے۔

القشیری مالکی (۲۶۴ھ تقریباً ۳۴۴ھ) ^۲

مصر کے قاضی رہے۔ مصر آمد سے قبل عراق کے گرد و نواح میں بھی قاضی کے فرائض انجام دیتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

امام سیوطی نے فرمایا : "ابو الفضل القشیری البصری المالکی صاحب التصفی فی الفروع والاصول" ^۳

حاجی خلیفہ نے بھی امام سیوطی کے اسی قول کو نقل کیا ہے۔ آپ کی اصول پر ان کتب کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ کتاب القیاس ۲۔ مآخذ الاصول ۳۔ کتاب اصول الفقہ ^۴

ابن ابی ہریرہ الشافعی (متوفی ۳۴۵ھ) ^۵

بغداد میں قاضی رہے۔ اصول فقہ میں آپ کی آراء ہیں جو کتب اصولیہ میں نقل کی گئی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں :

(۱) "قولہ بتحریم الافعال الاختیاریۃ کا کل الفاکہۃ ونحوها قبل البعثۃ، لان الاباحۃ حکم شرعی ولا یثبت الا بالشرع ولا یأتی الشرعی الا منطوق الرسول"۔

(۲) "ان الامر المطلق للتراخی لا للفور"۔

(۳) "ان فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کان علی جہۃ القربۃ ولم یکن بیان لمجمل او امتثالاً لامر بل ابتداء فہو علی الوجوب" ^۶

^۱ ابو بکر محمد بن سعید بن محمد بن عبد اللہ بن ابی القاضی الخوارزمی، متوفی ۹۵۳ھ، خوارزم میں انتقال ہوا۔ فتح المبین، المراغی، ۱۹۱/۱

^۲ ابو الفضل، بکر بن محمد بن العلاء بن محمد بن زیاد بن الولید (۸۷۷/۹۵۵ھ)، بصرہ میں ولادت اور مصر میں وفات ہوئی۔

^۳ کتاب حسن المساجد، فی احبار مصر والقاهرہ، جلال الدین السیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ/۲۱۲، "ذکر من کان بمصر من فقہاء المالکیہ"، مصر، مصطفیٰ آفندی سند۔

^۴ ہدیۃ العارفین، اسماعیل یا شاہ بغدادی، ۲۳۳/۱۵

^۵ ہدیۃ العارفین، اسماعیل یا شاہ بغدادی، ۲۳۳/۱۵۔ الدیباچ المذہب فی معرفۃ اعیان علماء المذہب، ابراہیم بن نور الدین المعروف بہ ابن فرحون مالکی، متوفی ۷۹۹ھ، ص ۱۶۵، ۱۶۶۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء، فتح المبین، المراغی، ۱۹۱/۱

^۶ ابو بکر محمد بن سعید بن محمد بن عبد اللہ بن ابی ہریرہ، متوفی ۹۵۶ھ، بغداد میں وفات پائی۔

^۷ تاریخ بغداد، خطیب البغدادی، ۲۹۸/۷، ۲۹۹ (۳۸۰۸) البدر الطالع، محاسن من بعد قرن السابع، محمد بن الشوکانی، متوفی ۱۲۵۰ھ، ۱۹۷/۱۱۔ ۱۹۸ (۱۲۷) بیروت دار المعرفہ سند۔ فتح المبین، المراغی، ۱۹۳/۱، مجمل الاصول، مظہر بقہ، ۳۱/۲ (۲۷۲)

ابو الولید القرشی الشافعی (۲۷۷ھ/۳۴۹ھ) ۱۔

محدث، حافظ اور فقیہ تھے انہوں نے امام شافعی کے ”الرسالۃ“ کی ایک عمدہ شرح لکھی ۲۔

حسین (حسن) بن قاسم شافعی (متوفی ۳۵۰ھ) ۳۔

ابوعلی بن ابی ہریرہ (متوفی ۴۳۵ھ) وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ بغداد کے شیوخ الشافعیہ میں سے تھے۔ اپنے شیخ کی وفات کے بعد ان کی مسند سنبالی۔ تاریخ بغداد میں ہے: ”(صنف) کتا بافی اصول الفقہ“، (انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی) ۴۔

محمد بن عبد اللہ البردعی الخارجی (متوفی ۳۵۰ھ)

ان کی تاریخ وفات ابن ندیم نے ۳۴۰ھ تقریباً بتائی ہے، تفصیلات کے لئے وہاں رجوع کریں۔

احمد الفارسی شافعی (متوفی ۳۵۰ھ) ۵۔

متقدمین کبار ائمہ شافعیہ میں سے ہیں، ابن سرتج سے فقہ حاصل کیا۔ انہوں نے اصول فقہ میں ”الذخیرۃ“ نامی کتاب تالیف کی ۶۔

علی بن موسیٰ القمی حنفی (متوفی ۳۵۰ھ)

مشہور فقہائے عراقیین اور افاضل علماء و مصنفین میں سے ہیں۔ کتب شافعی اور ان کی تحقیقی پر کلام کیا۔ انہوں نے ”کتاب اثبات القیاس والاجتہاد وخیر الواحد“ تالیف کی ۷۔

۱۔ ابو الولید حسان محمد بن احمد بن ہارون القرشی الاموی النیشاپوری الشافعی (۸۹۰ء/۹۶۰ء)

۲۔ معجم الاصولین، مظہر بقا، ۳۳/۲ (۲۶۱)

۳۔ ابوعلی حسین بن قاسم الطبری الشافعی متوفی ۹۶۱ء، بغداد میں وفات پائی۔ ان کے نام اور سن وفات میں اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے وفیات الاعیان ۱۳۰/۱ میں اس اختلاف کو یوں بیان کیا: ”رايت فی علة کتب من طبقات الفقهاء ان اسمه الحسن کما هو ههنا ورايت الخطيب فی تاریخ بغداد قد عده فی جملة من اسمه الحسين“، اس طرح تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ ابن خلکان نے ۳۰۵ھ کہا مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ تقریباً اکثر مؤرخین نے ان کے حالات میں لکھا کہ انہوں نے ابن ابی ہریرہ سے درس لیا اور ان کی وفات کے بعد اس کی مسند پر بیٹھے۔ ابن ابی ہریرہ کا انتقال ۳۳۵ھ میں ہوا اس لئے ۳۵۰ھ تاریخ وفات کا قول درست لگتا ہے۔ تاریخ بغداد ۸۷/۸ (۴۱۸) سے اسی پر اتفاق معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ تاریخ بغداد ۸۷/۸ (۴۱۸)، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱۳۰/۱

۵۔ احمد بن الحسن (الحسین) بن اہل الفارسی، متوفی ۹۶۱ء

۶۔ ہدیۃ الحارثین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۵/۵، اس میں ”الذخیرۃ فی اصول الفقہ“ کو بھی آپ کی تصنیف بتایا ہے اور تاریخ وفات ۳۶۱ھ بتائی۔ معجم الاصولین۔ مظہر بقا ۱۰۵/۱ (۷۱)

۷۔ ابو الحسن علی بن موسیٰ القمی الحنفی، کتاب القہر ست ابن ندیم۔ ص ۲۶۰

ابن القطان شافعی (متوفی ۳۵۹ھ)۔^۱

ابن سرتج اور ان کے بعد ابواسحاق المرزوی سے تفقہ حاصل کیا۔ فقہ و اصول میں کمال حاصل تھا، کبار ائمہ شافعیہ میں سے مجتہد فی المذہب تھے۔ خطیب بغدادی نے لکھا: "ولہ مصنفات فی اصول الفقہ و فروعہ" (اور ان کی اصول فقہ و فروع میں مصنفات ہیں)۔

حسین النجار حنبلی (متوفی ۳۶۰ھ یا ۳۵۸ھ)۔^۲

ابوالحسن بشار اور ابو محمد البر بھاری کے اصحاب میں سے تھے۔ انہوں نے اصول و فروع پر کتب تصنیف کیں۔

ابن برہان الشافعی (متوفی ۳۶۱ھ)۔

حاجی خلیفہ نے ان کی تاریخ وفات ۳۶۱ھ بتائی اور اصول فقہ پر ان کی کتاب کا ذکر کیا۔ مگر اکثر نے تاریخ وفات ۳۵۰ھ ذکر کی ہے اس لئے وہاں اس کو بیان کیا جا چکا ہے۔

ابو حامد المرزوی الشافعی (۳۶۲ھ)۔^۳

فقہ اصولی ہیں۔ ابواسحاق المرزوی سے تفقہ حاصل کیا۔ ابن خلکان نے لکھا: "صنف فی اصول الفقہ" مگر کتاب کا نام نہیں بتایا۔ ابن ندیم نے نام بھی ذکر کیا اور لکھا کہ ان کی ایک تصنیف "کتاب الاشراف فی اصول الفقہ" ہے۔

ابو بکر القفال الکبیر الشافعی (۲۹۱ھ/۳۶۵ھ)۔^۴

فقہ، کلام، اصول، لغت و ادب میں اپنے زمانے میں ممتاز تھے۔ عراق، شام، خراسان و حجاز کے علمی اسفار کئے۔ ماہ اہل النہر کیون میں جہاں مذہب ابو حنیفہ پھیل چکا تھا اور اپنی جڑیں مضبوط کر چکا تھا وہاں مذہب شافعی کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا۔ علمی حیات کے اوائل میں مذہب اعتزال کی جانب جھکاؤ رکھتے تھے بعد میں مذہب اہل السنۃ والجماعت کی طرف رجوع کر لیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الرسالة للإمام شافعی ۲۔ کتاب فی اصول الفقہ ۵

مزید تفصیلات کے لئے تاریخ وفات ۳۳۵ھ کے تحت بھی دیکھئے، کیونکہ ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔

۱۔ ابوالحسن احمد بن محمد بن احمد، متوفی ۹۶۹ھ ۲۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳/۳۶۵ (۲۲۲۹)

۳۔ حسین بن عبداللہ، ابوی النجار الصغیر البغدادی متوفی ۹۷۱ھ

۴۔ شذرات الذہب۔ عبدالحی بن احمد، حسنہ ۳/۳۶۱-۳۷۰، معجم الاصولین ۲/۶۹ (۳۰۳)

۵۔ قاضی احمد بن بشر بن عامر بشر الحامری متوفی ۹۷۲ھ

۶۔ کتاب الفہرست۔ ابن الندیم ص ۲۶۸ (اسماء من روی عن الشافعی واخذ عنہ)، وفيات الاعیان، ابن خلکان، ۱/۱۸-۱۹

۷۔ ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل القفال الکبیر الشافعی متوفی ۹۷۶ھ (تفصیلات کے لئے ۳۳۵ھ تاریخ وفات میں دیکھئے) شاش میں ولادت و وفات ہوئی۔

۸۔ وفيات الاعیان۔ ابن خلکان، ۱/۳۵۸-۳۵۹، انفتح المبین، المراحی، ۱/۲۰۱-۲۰۲

احمد الظواہیقی الشافعی (متوفی ۳۶۸ھ) ۱۔

محدث و فقیہ تھے۔ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔ ۲۔

ابراہیم بن احمد الظاہری (متوفی ۳۷۰ھ) ۳۔

ابن ندیم نے اصحاب و ائدہ ظاہری میں ان کا ذکر کیا۔ مذہب ظاہریہ کے اکابر علماء میں سے تھے۔ انہوں نے

"کتاب الاعتبار فی ابطال القیاس" تالیف کی۔ ۴۔

ابو بکر الجصاص حنفی (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ) ۵۔

امام کوفی کے شاگرد تھے۔ امام الجصاص کی مؤلفات مذہب حنفی کی مختصرات کی شروح وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ وہ اس

بات کا کمال رکھتے تھے کہ مذہب حنفی کی مختصرات کی ایسی جامع شروح کریں جو مسائل فقہ و اصول کی مشکلات کے حل

میں ایک اساسی مرجع ہوں۔ آپ کی تالیفات امام ابو حنیفہ کے اصحاب مثلاً محمد بن حسن الشیبانی اور ان کے بعد کے حنفی

اصحاب مثلاً اندرجی وغیرہ کی شروح پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفصول فی الاصول" تالیف کی۔

کتاب "الفصول فی الاصول" کا تحقیقی تجزیہ :

علم اصول فقہ پر آپ کی کتاب کا نام "اصول الفقہ" یا "الفصول" ہے یہ ان کی آخری تالیف ہے جو "احکام القرآن"

سے قبل کی ہے۔ بلکہ یہی آخری کتاب بھی ہو سکتی ہے اگر یہ درست تسلیم کر لیا جائے کہ "احکام القرآن" اور "اصول الفقہ"

دونوں ایک کتاب ہیں اور "اصول الفقہ"، "احکام القرآن" کا مقدمہ ہے۔ جصاص نے "احکام القرآن" کے

مقدمہ میں اس بات کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور شاید یہ بات درست بھی ہو، کیونکہ "احکام القرآن" کا کامل فہم اصول

فقہ کی معرفت کے بغیر ممکن نہیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس بات سے ان کی مراد یہ ہو کہ بظاہر تو دو الگ الگ کتابیں ہیں مگر

مذکورہ بالا وجہ کی بنا پر کتاب واحد کے حکم میں ہے۔ امام جصاص نے مقدمہ احکام القرآن میں ان الفاظ کے ساتھ اشارہ

کیا کہ کتاب "اصول الفقہ" احکام القرآن کا مقدمہ ہے :

"قد قد منافی صدر هذا الكتاب مقدمه تشتمل على ذكر جمل مما لا یسع جهله من اصول

التوحید وتوطئة لما یحتاج الیه من معرفة طرق استنباط معانی القرآن واستخراج دلالته

واحکام الفاظه وما تنصرف علیه انحاء کلام العرب والاسماء اللغویة والعبارات الشرعیة اذ

کان اولی العلوم بالتقدیم معرفة توحید الله وتنزیهه عن شبه خلقه وعمان حله المخترون من

ظلم عبیده والآن حتی انتهى بنا القول الی ذکر احکام القرآن ودلالته" ۱۔

۱۔ ابو الحسن احمد بن عبد اللہ بن محمد اسماعیل الظواہیقی متوفی ۹۷۸ھ ۲۔ معجم الاصولیین - مظہر بقا، ۱۵۷/۱ (۱۰۹)

۳۔ ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن حسن الرباعی الداودی الظاہری مصر میں وفات پائی

۴۔ کتاب الفہرست - ابن ندیم ص ۲۷۲ فی اخبار وادوا اصحاب، ہدیه العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶/۵

۵۔ ابو بکر محمد بن علی الرازی الجصاص (۹۷۸ھ-۹۸۸ھ) الکوفی نے لکھا کہ صاحب کشف الظنون کو ان کے نام میں خطراب ہے کبھی ان کو محمد بن احمد کبھی ان

علی اور کبھی احمد بن علی بتاتے ہیں۔ مگر آخری نام درست ہے۔ خطیب بغدادی اور ابن ندیم نے اسی پر اعتماد کیا اور دونوں کا عہد جصاص سے نسبتاً قریب ہے۔

۱۔ احکام القرآن - ابو بکر جصاص الرازی، مقدمہ احکام القرآن، ۵/۱ تحقیق محمد الصادق قم حاوی، بیروت دار احیاء التراث العربی ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۵ء

اس مقدمہ کی پہلی سطر قابل غور ہے جس میں مذکور ہے کہ (ہم اس کتاب کے شروع میں مقدمہ پیش کر چکے ہیں جو ان جمل کے ذکر پر مشتمل ہے.....) شاید اس مقدمہ سے مراد کتاب ”اصول الفقہ“ ہے۔ محمد الصادق قمحاوی نے ”احکام القرآن“ پر جو تحقیق پیش کی اس میں بھی مذکور ہے..... وہ فرماتے ہیں :

” المراد بهذه المقدمة الكتاب الذي الفه في اصول الفقہ “

(اس مقدمہ سے مراد وہ کتاب ہے جو انہوں نے اصول فقہ پر تالیف کی)

اصول الفقہ و احکام القرآن کے آخری تصنیف ہونے پر دو تائیدات :

☆ بھلا ”اصول الفقہ“ میں کثرت سے مسائل فقیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آہستگی کے ساتھ گزر جاتے ہیں کیونکہ ان کی تفصیلات ان کی مختصرات کی شروح میں مندرج ہوتی ہیں جو اس بات کا ثبوت معلوم ہوتی ہیں کہ سب سے بعد کی تصنیف ہے۔

☆ بھلا ”احکام القرآن“ میں جن مسائل اصولیہ کو پیش کرتے ہیں ان کی تفصیل کو صرف ”اصول الفقہ“ میں مندرج کرتے ہیں مگر دوسری طرف جب وہ شروح و مختصرات میں مسائل اصولیہ، فقہ یا تفسیر یہ پیش کرتے ہیں تو ان میں ”اصول الفقہ“ یا ”احکام القرآن“ سے کچھ نقل نہیں ہوتا۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ یہ آخری زمانے کی تالیف ہے۔

کتاب ”اصول الفقہ“ کی امتیازی خصوصیت :

ابوبکر بھلا نے یہ کتاب اپنے شیخ الکرخنی (متوفی ۳۴۰ھ) کی وفات کے بعد تالیف کی۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ جب وہ کسی مسئلہ میں اپنے شیخ کی آراء کا ذکر کرتے ہیں تو کئی مواقع پر اس طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جن سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً اس کتاب کے تیسرے باب (فی معنی الجمل) کی پہلی فصل میں فرماتے ہیں :

”وقد كان شيخنا ابو الحسن الكرخي رحمه الله يقول مرة في قوله تعالى : السارق والسارقة

فاقطعوا ايديهما“۔

اور اسی طرح وہ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں :

”انه (من المجمل) لا يصح الاحتجاج بعمومه“۔

اس کے علاوہ متعدد مقامات پر وہ ”كان شيخنا“ اور ”رحمة الله“ کے الفاظ کے ساتھ اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ ”قد“ اور ”كان“ ماضی کے لئے آتے ہیں۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر شیخ زندہ ہوتے تو یوں کہنا مناسب ہوتا : ”ورای شیخنا کذا“ یا ”يقول شيخنا كذا“۔

مذکورہ باتوں کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ امام بھلا کی آخری تالیف ہے جو اپنے شیخ کرخنی کی وفات کے بعد مسند خفی پر جلوہ افروز ہونے کے بعد لکھی اور یہ آپ کی حیات علمی کی تکمیل یعنی ۳۷۰ھ کے قریب کا زمانہ ہے اور یہ کتاب ”اصول الفقہ“ اس اعتبار سے بھی اہمیت کی حامل ہے کہ یہ علمی اسفار و تجربات کا نچوڑ ہے۔

۱۔ حوالہ سابق ۲۔ المائدہ : ۳۸ ۳۔ اصول الفقہ الحسینی بد الفصول فی الاصول۔ احمد بن علی الرازی البھلاص، ۶۸/۱

تحقیق مقدمہ جلیل جاسم النشمی، کویت و وزارة الاوقاف والظنون الاسلامیہ ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۳ء ۴۔ حوالہ سابق، ۶۸/۱۔ ۵۔ ۳۷۰ھ

کتاب ”اصول الفقہ“ کے ماخذ و مصادر :

امام جصاص نے اس کتاب کے مضمون میں جن مصادر سے مدد لی ہوگی وہ دو ہو سکتے ہیں :

۱۔ جصاص کے شیوخ اور ان کی کتب۔

۲۔ وہ اصولی کتب جو ان کے زمانے میں دستیاب ہوں گی۔

۱۔ جصاص کے شیوخ و کتب..... امام جصاص نے کئی علمی سفر کئے۔ مثلاً اہواز، نیشاپور، ری، بغداد وغیرہ میں وہاں کے اصولیین، فقہاء، محدثین وغیرہ سے اصول، فقہ و حدیث کا علم سیکھا۔ امام کرخی سے فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی۔ جصاص کی مؤلفات فقہ حنفی کے فروغ کی دقائِق کے ساتھ ساتھ وسیع علمی و فقہی سرمایہ فراہم کرتی ہیں۔ جس سے ہر مسئلہ میں مذہب حنفی کے اصول وضع کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔

۲۔ کتب اصولیہ و دیگر کتب جن سے استفادہ کیا..... وہ اپنے زمانے کی کتب اصولیہ اور دیگر فنون کی کتب سے بالعموم اور اپنے اصحاب کی مؤلفات سے بالخصوص مستفید ہوئے۔ مثلاً وہ اپنی اس کتاب میں محمد بن الحسن الشیبانی کی کتاب ”الجامع الکبیر“ سے بعض اصولی مسائل نقل کرتے ہیں۔ مثلاً ”باب القول فی تخصیص العموم بالقیاس“ میں نقل کرتے ہیں :

”قال محمد (بن الحسن) فی الجامع الکبیر لو قال رجل (لرجل) ان اغتسلت فعبدی حر..... وقال عیت غسلا من جنابة..... لم یصدق فی القضاء ولا فیما بینہ و بینہ اللہ تعالیٰ“۔^۱

(امام محمد بن الحسن) نے جامع کبیر میں فرمایا : اگر کسی شخص نے دوسرے شخص سے کہا، اگر تم نے غسل کیا تو میرا غلام آزاد ہے..... اور کہا کہ اس سے میری مراد غسل جنابت تھی)

امام جصاص اس سے نکلنے والے اصولی مسئلہ کو یوں بیان فرماتے ہیں :

”ولو کان قال : ان اغتسلت غسلا..... صدق فیما بینہ و بین اللہ تعالیٰ لأن الغسل..... الذی نوى تخصیصها مذکورة فی لفظه فصلحت نية التخصیص فیها“۔^۲

اور الشیبانی کی اس کتاب نے انہیں اس قدر متاثر کیا کہ اس کی شرح لکھ ڈالی۔ وہ اصولی مسائل میں اپنے شاگرد کرخی کے بعد عیسیٰ بن ابان سے زیادہ متاثر نظر آتے ہیں، جس کا اظہار اس کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے جس میں کثرت سے ان کا حوالہ دیتے ہیں اور بعض اصولی مسائل نقل کرتے ہیں مثلاً جصاص کہتے ہیں : ”وقد قال عیسیٰ بن ابان رحمۃ اللہ فی الحجج الصغیر“۔^۳ اور اس طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں : ”وقال (عیسیٰ) فی الحجج الکبیر“۔^۴

۱۔ حوالہ سابق ۱/۲۳۶ ”باب القول فی تخصیص العموم بالقیاس“۔

۲۔ حوالہ سابق ۱/۱۵۸

۳۔ حوالہ سابق ۱/۱۵۶

۴۔ حوالہ سابق ۱/۲۳۶-۲۳۷

امام جصاص کا امام شافعی کی کتاب ”الرسالۃ“ پر مناقشہ..... جصاص امام شافعی کے ”الرسالۃ“ سے اچھی طرح مطلع نظر آتے ہیں اور بعض جگہ خصوصاً باب ”البدیان“ میں ان سے مناقشہ میں سخت اسلوب اختیار کیا ہے اور بیان کی تقسیم میں امام شافعی سے مناقشہ کیا ہے۔ جصاص نے اس کتاب میں بہت سے اعتراضات پیش کئے ہیں اور ان کے خود ہی جوابات دیئے۔ اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ان تمام کتب سے مطلع تھے جن سے یہ اعتراضات وادلہ نقل کئے، یا یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تائید اور تقویت کی غرض سے خود اعتراضات کرتے ہوں اور ان کے جوابات دے کر ذہن انسان میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ کرتے ہوں۔

کتاب ”الفصول للجصاص“ کی امام سرحسی اور بزدوی کے واسطہ سے نقل کے رجحان کی وجہ :

پانچویں صدی ہجری سے تقریباً آٹھویں صدی ہجری تک اصولیین ”الفصول للجصاص“ کو امام سرحسی و بزدوی کے واسطہ سے نقل کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جصاص کی ”اصول الفقہ“ ان کے دور میں نا در و کیا رہی ہوگی، کیونکہ ان کے بعد مؤلفین اصول فقہ میں سے اکثر اس کتاب کی طرف اشارہ تو کرتے مگر تقریباً سب ہی اصول السرخسی کے حوالے سے نقل کرتے اور اس نقل پر اعتماد بھی کیا گیا۔ بزدوی نے ”مکشف الاسرار“ میں اس سے کافی نقل کیا۔ السرخسی (متوفی ۴۹۰ھ) نے اپنے ”اصول“ میں جصاص کے بعض نسخوں کی موجودگی کا اشارہ کیا ہے اور ان میں سے بعض سے جصاص کی آراء بھی نقل کیں۔ مثلاً السرخسی اپنی کتاب میں کہتے ہیں :

”وهكذا رايته في النسخ من كتابه“

(اور میں نے اسی طرح ان (جصاص) کی کتاب کے بعض نسخوں میں دیکھا)

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری تک اس کتاب کے بعض نسخے پائے جاتے ہوں گے اور پھر اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک کے عرصہ میں یہ نسخے یا تو غائب رہے یا تقریباً نہ ہونے کے برابر تھے۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو البرزدوی (متوفی ۴۸۲ھ)، عبد العزیز البخاری (متوفی ۴۳۰ھ)، صدر الشریعہ (متوفی ۷۴۷ھ) اور ان کا طبقہ ضرور بلا واسطہ نقل کرتا۔ مگر ان کو یہ نسخے دستیاب نہیں ہوئے ہوں گے، اس لئے انہوں نے کتاب الجصاص سے نقل میں اصول السرخسی پر اعتماد و انحصار کو غنیمت جانا۔ کتاب ”الفصول فی الاصول“ حوادث زمانہ کا شکار رہی اور اس کتاب کے بعض اوراق جو ”مقدمۃ الكتاب“ اور ”مبحث العام“ کے اجزاء سے تھے ساقط و مفقود ہو گئے۔

”احکام القرآن“ کے مقدمہ سے اشارہ ملتا ہے کہ ”اصول الفقہ“ احکام القرآن کا مقدمہ ہے اس کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ احکام القرآن کے مقدمہ میں ”اصول الفقہ“ کے جن مشتملات پر محیط ہونے کا اشارہ کیا ہے ہم وہ سب کچھ آپ کی اس ”اصول الفقہ“ نامی کتاب میں پاتے ہیں۔ مثلاً ”مقدمہ احکام القرآن“ میں جصاص قولہ فتویٰ کی معرفت کی کیفیت پر کلام کرتے ہیں جس کی بناء پر مجتہد نصوص کی قرآن و سنت سے تفسیر کی تعیین کرتا ہے جس کا نام ”طریق استنباط الاحکام“ ہے۔ ”اصول الفقہ“ کتاب کو ایک علیحدہ کتاب مانا جائے تو پھر اس کا مقدمہ وہ ہوگا جسے جصاص کتاب کے آغاز میں لائے۔ وہ فرماتے ہیں :

۱۔ اصول السرخسی۔ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی ہبل السرخسی متوفی ۴۹۰ھ، ۱/۱۲۵، تحقیق ابوالوفا الافغانی، دارالعارفین عمانیہ ۱۴۰۱ھ

۲۔ اصول الفقہ۔ ابو بکر جصاص ۳/۳۰ کچھ حذف و تغیر کلمات کے ساتھ۔

امام جصاص کا امام شافعی کی کتاب ”الرسالۃ“ پر مناقشہ..... جصاص امام شافعی کے ”الرسالۃ“ سے اچھی طرح مطلع نظر آتے ہیں اور بعض جگہ خصوصاً باب ”البيان“ میں ان سے مناقشہ میں سخت اسلوب اختیار کیا ہے اور بیان کی تقسیم میں امام شافعی سے مناقشہ کیا ہے۔ جصاص نے اس کتاب میں بہت سے اعتراضات پیش کئے ہیں اور ان کے خود ہی جوابات دیئے۔ اس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ ان تمام کتب سے مطلع تھے جن سے یہ اعتراضات وادلہ نقل کئے، یا یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے مذہب کی تائید اور تقویت کی غرض سے خود اعتراضات کرتے ہوں اور ان کے جوابات دے کر ذہن انسان میں پیدا ہونے والے شبہات کا ازالہ کرتے ہوں۔

کتاب ”الفصول للجصاص“ کی امام سرخسی اور بزدوی کے واسطہ سے نقل کے رجحان کی وجہ :

پانچویں صدی ہجری سے تقریباً آٹھویں صدی ہجری تک اصولیین ”الفصول للجصاص“ کو امام سرخسی و بزدوی کے واسطہ سے نقل کرتے تھے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جصاص کی ”اصول الفقہ“ ان کے دور میں نا در و کمیاب رہی ہوگی، کیونکہ ان کے بعد مؤلفین اصول فقہ میں سے اکثر اس کتاب کی طرف اشارہ تو کرتے مگر تقریباً سب ہی اصول السرخسی کے حوالے سے نقل کرتے اور اس نقل پر اعتماد بھی کیا گیا۔ بزدوی نے ”كشف الاسرار“ میں اس سے کافی نقل کیا۔ السرخسی (متوفی ۴۹۰ھ) نے اپنے ”اصول“ میں جصاص کے بعض نسخوں کی موجودگی کا اشارہ کیا ہے اور ان میں سے بعض سے جصاص کی آراء بھی نقل کیں۔ مثلاً السرخسی اپنی کتاب میں کہتے ہیں :

”وهكذا رايته في النسخ من كتابه“۔

(اور میں نے اسی طرح ان (جصاص) کی کتاب کے بعض نسخوں میں دیکھا)

اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ پانچویں صدی ہجری تک اس کتاب کے بعض نسخے پائے جاتے ہوں گے اور پھر اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری کے اوائل تک کے عرصہ میں یہ نسخے بالوفاغائب رہے یا تقریباً نہ ہونے کے برابر تھے۔ اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو البز دوی (متوفی ۴۸۲ھ)، عبد العزیز البخاری (متوفی ۴۳۰ھ)، صدر الشریعہ (متوفی ۴۷۷ھ) اور ان کا طبقہ ضرور بلا واسطہ نقل کرتا۔ مگر ان کو یہ نسخے دستیاب نہیں ہوئے ہوں گے، اس لئے انہوں نے کتاب الجصاص سے نقل میں اصول السرخسی پر اعتماد و انحصار کو غنیمت جانا۔ کتاب ”الفصول فی الاصول“ حوادث زمانہ کا شکار رہی اور اس کتاب کے بعض اوراق جو ”مقدمة الكتاب“ اور ”مبحث العام“ کے اجزاء سے تھے ساقط و مفقود ہو گئے۔

”احکام القرآن“ کے مقدمہ سے اشارہ ملتا ہے کہ ”اصول الفقہ“ احکام القرآن کا مقدمہ ہے اس کی تائید اس سے بھی ہو سکتی ہے کہ احکام القرآن کے مقدمہ میں ”اصول الفقہ“ کے جن مشتملات پر محیط ہونے کا اشارہ کیا ہے ہم وہ سب کچھ آپ کی اس ”اصول“ فقہ نامی کتاب میں پاتے ہیں۔ مثلاً ”مقدمہ احکام القرآن“ میں جصاص قولہ الخوی کی معرفت کی کیفیت پر کلام کرتے ہیں جس کی بنا پر مجتہد نصوح کی قرآن و سنت سے تفسیر کی تعیین کرتا ہے جس کا نام ”طریق استنباط الاحکام“ ہے کیا اگر ”اصول الفقہ“ کتاب کو ایک علیحدہ کتاب مانا جائے تو پھر اس کا مقدمہ وہ ہوگا جسے جصاص کتاب کے آغاز میں لائے۔ وہ فرماتے ہیں :

۱۔ اصول السرخسی۔ ابو بکر محمد بن احمد بن ابی ہبل السرخسی متوفی ۴۹۰ھ، ۱/۱۲۵، تحقیق ابوالوفا الافغانی، دارالمعارف العثمانیہ ۱۴۰ھ

۲۔ اصول الفقہ۔ ابو بکر جصاص ۳/۳۰ کچھ حذف و تغیر کلمات کے ساتھ۔

”اما بعد حمد الله، والصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم: فهذه ”فصول وأبواب في أصول الفقه“ تشمل على معرفة طرق استنباط معاني القرآن واستخراج دلالته، وأحكام ألفاظه، وما تصرف عليه أنحاء كلام العرب، والأسماء اللغوية، والعبارات الشرعية، الله نسأل التوفيق لما يقر بنا إليه، ونيز لنا لديه، انه ولي ذلك والقادر عليه“۔^۱

کتاب ”الفصول“ کی بعض ساقط یا مفقودہ نصوص حوادث زمانہ کا شکار بننے کے باعث اس کی بعض نصوص ساقط یا مفقودہ ہو گئیں۔ اس بارے میں عجیل جاسم النشمی کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ”مبحث عام“ سے مندرجہ ذیل نصوص ساقط یا گم شدہ ہیں:

۱۔ عام کی تعریف ۲۔ کیا لفظ عموم نئی معانی کو شامل ہوتا ہے؟

۳۔ کیا لفظ عموم احکام میں حقیقت ہوتا ہے؟ ۴۔ عام کا موجب قطعی ہے یا غیر قطعی؟

ہر ایک کا دلائل کے ساتھ مختصر تحقیق جائزہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ عام کی تعریف:

امام دیوبندی اور سرخسی نے بھصا ص سے عام کی یہ تعریف نقل کی ہے:

”ان العام ما ينتظم جمعاً من الاسامي او المعاني“۔^۲

”وضاحت“: اور پھر اس نقل کے بعد اس کو غلط قرار دیا اور کہا: ”وكان هذا منه غلطاً في العبارة دون المنهج“۔ اسی طرح امام کرنی نے بھی اس تعریف پر اعتراض کر کے اس کو غلط مانا اور بھصا ص کو اس سے بری الزمہ قرار دیا۔ مگر ان کے برعکس اسی پانچویں صدی ہجری کے ایک اور مشہور عالم صدر الاسلام ابوالیسرؒ (متوفی ۵۴۲ھ) اپنی کتاب ”أصول الفقه“ میں اس تعریف کو بھصا ص کی طرف منسوب ثابت کرتے ہیں مگر اس میں سہو کا احتمال بھی مانتے ہیں اور عبدالعزیز البخاری نے اس تعریف کو صحیح قرار دیا ہے۔^۳

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ یہ تعریف جو ابوزید دیوبندی اور سرخسی نے بھصا ص کی طرف منسوب کیں وہ ہمارے یہاں مطبوعہ نسخے میں موجود نہیں ہے۔ لیکن ہم یہ بھی گمان نہیں کر سکتے کہ ان دونوں حضرات نے یہ غلط منسوب کر دیا ہوگا۔ امام النسفی نے ذکر کیا کہ بھصا ص ان میں سے ہیں جو کہتے ہیں کہ: ”بان المعاني لها عموم“۔ امام سرخسی نے تو خود اشارہ کیا کہ ”هكذا ايتته في بعض النسخ“ (میں نے خود اسی طرح بعض نسخوں میں دیکھا ہے)۔ شاید یہ کوئی دوسرا نسخہ جس میں المعانی کی قید نہ ہو۔

۱۔ حوالہ سابق ۳/۴۰

۲۔ أصول السرخسی۔ ۱/۱۲۵، تقویم الادب فی اصول الفقه، قاضی ابوزید دیوبندی بحوالہ الفصول فی الاصول، البھصا ص، ۱/۳۱ مذکور ہے۔

۳۔ تقویم الادب۔ الدیوبندی ۲/۱۵۲، کشف الاسرار امام بزدوی، ۱/۳۶، الفصول فی الاصول، البھصا ص، ۱/۱۳ دیکھئے۔

۴۔ احمد بن محمد ابوالیسر صدر الاسلام بن عبد الکریم الیزدوی۔ کہا روائے حنفیہ میں سے تھے۔

۵۔ کشف الاسرار بزدوی، ۱/۳۶ وابعدها بحوالہ الفصول للبھصا ص ۱/۳۳

۶۔ کشف الاسرار للنسفی، ۱/۱۱۱ بحوالہ الفصول للبھصا ص ۱/۳۲

۲۔ لفظ العموم هل يتناول المعاني؟ کیا لفظ عموم کئی معانی کو شامل ہوتا ہے؟

امام سرخسی نے بصاص کا قول نقل کیا: "ان اطلاق لفظ العموم حقيقة في المعاني والاحكام كما هو في الاسماء والالفاظ ويقال: عنهم الخوف وعمهم الخصب، باعتبار المعنى في غير ان يكون هناك لفظ"۔ امام سرخسی نے بصاص کے اس کلام کو خطا قرار دیا اور کہا کہ اس بارے میں مذہب حنفیہ یہ ہے: "انه لا عموم للمعاني حقيقة، وان كان يوصف به مجازاً"۔ جبکہ ابن حاجب، صاحب الثبوت اور قاضی دیوبند عموم میں معانی کے قائلین میں سے ہیں۔^۱

۳۔ لفظ العموم هل هو حقيقة في الاحكام؟ (کیا لفظ عموم احکام میں حقیقت ہوتا ہے؟) اس بارے میں سرخسی نے بصاص کا یہ قول نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا:

"وقد بينا قبل ذلك ان العموم يصح اطلاقه في الاحكام مع عدم اللفظ فيه، وذلك نحو قوله تعالى: "يا ايها النبي اذا طلقتم النساء"۔ فافتح الخطاب بذكر النبي صلى الله عليه وسلم، والمراد سائر من يملك الطلاق للعدة، وقال تعالى: "لئن اشركت ليحبطن عملك" وقوله تعالى: "ولا تكن للخائنين خصيماً"۔ والمراد سائر المكلفين۔"

موجودہ کتاب میں سے یہ نص ساقط ہے اور یہ مذہب حنفی کے خلاف ہے۔ اس کے باوجود بھی انہوں نے بصاص سے اس میں مناقشہ نہیں کیا اور بزدوی، عبدالعزیز بخاری اور نسفی نے بصاص کے اس قول کو نقل کیا اور سرخسی کی طرح سکوت اختیار کیا۔^۲

۴۔ موجب العام هل هو قطعي ام غير قطعي؟ (عام کا موجب قطعی ہے یا غیر قطعی؟)

اس بارے میں بصاص کی رائے موجودہ کتابوں میں نہیں ملتی۔ مگر اصول کی دیگر کتب میں اس مسئلہ میں بصاص کی رائے منقول ہے، مثلاً عبدالعزیز البخاری، اصول البزدوی کی شرح میں لکھتے ہیں:

۱۔ اصول السرخسی۔ ۱/۱۲۵

۲۔ اصول السرخسی۔ ۱/۱۲۵-۱۲۶

۳۔ حاشیہ سلم الوصول بشرح نهاية السؤال، شیخ محمد بخیت المطيعی ۲/۳۱۲۔

۴۔ الاحکام الامدی ۲/۵۳، ارشاد الفحول، الشوکانی ۲/۱۱۲، كشف الاسرار البزدوی ۱/۳۳، كشف الاسرار

۱/۱۱۰ بحوالہ الفصول في الاصول، الجصاص ۳/۳۳

۵۔ الطلاق: ۱

۶۔ الزمر: ۶۵

۷۔ النساء: ۱۰۵

۸۔ الفصول في الاصول، ابو بکر جصاص ۱/۳۵

”اختلف أرباب العموم في موجب العموم، فعند ١ لجمهور من الفقهاء والمتكلمين منهم موجه ليس بقطعي، وهو مذهب الشافعي، واليه ذهب الشيخ أبو منصور ومن تابعه من مشايخ سمرقند، وعند عامة مشايخنا العراقيين منهم أبو الحسن الكرخي وأبو بكر الجصاص موجه قطعي كموجب الخاص، وتابعهم في ذلك القاضي، الإمام أبو زيد الدبوسي وعامة المتأخرين، منهم الشيخ البردوي“۔^١

(اصحاب عموم کا موجب عموم میں اختلاف ہے۔ ان میں سے جمیع فقہاء متکلمین کے نزدیک اس کا موجب قطعی نہیں ہے اور وہ مذہب شافعی ہے اور اسی کی طرف شیخ ابو منصور اور مشائخ سمرقند گئے اور مشائخ عراقیین میں سے ابو الحسن کرخی اور ابو بکر جصاص کے نزدیک اس کا موجب خاص کی طرح قطعی ہے اور اس کی پیروی قاضی، امام ابو زید دیوبلی اور عام متأخرین میں سے شیخ بردوی نے کی)۔

سعید اللہ قاضی نے ”الفصول فی الاصول“ کے ”ابواب الاجتهاد والقياس“ پر تحقیق پیش کی۔ وہ اس میں لکھتے ہیں :
”والمخطوطة في ايدينا، الفصول في الاصول في الحقيقة اول كتاب في اصول الفقه الحنفي، الفقه أبو بكر الجصاص، وهذا هو جديد التقدير“۔^٢

(اور ”الفصول في الاصول“ کا مخطوط جو ہمارے ہاتھ میں ہے درحقیقت حنفی اصول فقہ میں پہلی کتاب ہے جسے ابو بکر جصاص نے تالیف کیا اور اسی لئے لائق قدر و تحسین ہے)

وہ مزید لکھتے ہیں :

”كما اني قارنت هذه المخطوطة مع بعض عبارات الجصاص في احكام القرآن.....
فما وجدت فيهما اى فرق الا في بعض الكلمات فقط“۔

(میں نے اس کے مخطوط کا ”احکام القرآن“ کی بعض عبارات سے تقابل کیا چونکہ ”اصول الجصاص“، ”احکام القرآن“ کا مقدمہ ہے۔ جس کا ذکر جصاص نے ”احکام القرآن“ کے مقدمہ میں بھی کیا اور کثیر عبارات نقل کیں تو میں نے ان دونوں (کی عبارات) کے مابین سوائے چند کلمات کے کوئی فرق نہیں پایا)

علامہ کوثری نے مقالات کوثری میں اور علامہ محمد یوسف بنوری نے علامہ کوثری کی کتاب ”فقه اهل العراق وحديثهم“ کی اضافت میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے..... ابن قیم نے اپنی کتاب ”اعلام الموقعين“ میں اصول جصاص کی عبارات نقل کی ہیں میں نے ان عبارات کا اس مخطوط کی عبارت سے موازنہ کیا تو مجھے ان دونوں میں سوائے بعض کلمات کے کوئی فرق نہیں لگا۔

١۔ كشف الاسرار، البردوي، ١/٢٩١، ١٣٠٣، كشف الاسرار، ص ١/١٩٣، اصول السرخسي، ١/١٣٢، بحوالہ الفصول ٣٦-٣٧

٢۔ الفصول في الاصول، ابو بكر جصاص، ”ابواب الاجتهاد والقياس“ تحقيق سعيد الله قاضي، ص ٢۔ لاہور المکتبہ العلمیہ ١٩٨١ء

٣۔ حوالہ سابق، ص ٣

ابو عبد اللہ الشیرازی الشافعی (متوفی ۳۷۱ھ)

امیر گھرانے کے چشم و چراغ تھے پھر امیرانہ زندگی ترک کر کے زہد اختیار کیا، بڑے صوفی تھے۔ ابوالحسن اشعری بھی ان کے اساتذہ میں سے تھے اور شیخ الاشعری قاضی ابوبکر باقلانی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ تقریباً سو برس عمر پائی۔ اہل زمانہ میں اس قدر محبوب و مقبول تھے کہ سو مرتبہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے "الفصول فی الاصول" تالیف کی۔^۱

ابو الحسن التمیمی الحنبلی (۳۱۷ھ-۳۷۱ھ)^۲

فقیر، اصولی، اور فرائضی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ تیس حج ادا کئے۔ ابن خطیب نے لکھا: "ولہ تصنیف فی الفرائض وفی الاصول"^۳، (ان کی اصول و فرائض میں مصنفات ہیں)۔

ابوبکر ابی بھری المالکی (۲۸۹ھ-۳۷۵ھ)^۴

زہد و ثقہ تھے۔ بغداد میں قاضی القضاۃ کا منصب پیش کیا گیا مگر آپ نے انکار کر دیا۔ مذہب مالکی کے رئیس و عظیم سرمایہ تھے۔ مخالفین اور ناقدرین کا ادلہ و احکام کے دلائل سے شافی رو کرتے۔ جامع منصور میں ساٹھ برس تک مدرس و فتویٰ نویس کی۔ ابوبکر البیہقی آپ کے شیخ ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ابن ندیم نے کہا کتاب فی اصول "الفقہ" اور اسماعیل پاشا نے ہدیۃ العارفین میں لکھا کہ انہوں نے کتاب

"الاصول فی الفقہ" تالیف کی۔ ۲۔ کتاب "اجماع اہل المدینہ"^۵۔

الخلال بصری (متوفی ۳۷۷ھ) انہوں نے "کتاب الاصول" تالیف کی۔^۶

الصاحب بن عباد الشیعی (۳۲۵ھ-۳۸۵ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں "نہج السبیل فی الاصول" تالیف کی۔

ابو القاسم الصمیری الشافعی (متوفی ۳۸۶ھ)

اصول فقہ میں کتاب "القیاس والعلل" تالیف کی۔^۷

۱۔ ابو عبد اللہ محمد بن حنفیہ بن اسحاق الشیرازی، متوفی ۹۸۱ھ، مقارح السعاده، طاش کبریٰ زادہ، ۱۷۶/۲-۱۷۷، شذرات الذہب، ابن العماد حنبلی، ۷۶/۳-۷۷، الفتح المبین، المراقی، ۲۰۶/۱-۲۰۷

۲۔ ابوالحسن عبد اللہ بن حارث بن اسد، حنبلی (۹۲۹ھ-۹۸۲ھ) ۳۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ، ۳۶۱/۱۰

۴۔ محمد بن عبد اللہ بن محمد بصری، بن عمر النعمی الابدی (۹۰۱ھ-۹۸۵ھ) بغداد میں وفات پائی۔

۵۔ کتاب التمرست، ابن الندیم۔ ص ۲۵۳، ہدیۃ العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، ۵۰/۶، الفتح المبین، المراقی، ۲۰۸/۱-۲۰۹

۶۔ ابو عمر احمد بن محمد بن حفص القاضي الخلال البصری، ہدیۃ العارفین، ۶۸/۵

۷۔ ابوالقاسم اسماعیل بن ابی الحسن عماد بن عباس بن حماد صاحب الطائفتی الشیعی، ہدیۃ العارفین، ۲۰۹/۵

۸۔ ابوالقاسم عبد الواحد بن الحسن بن محمد قاضی الصمیری۔ بغداد میں سکونت اختیار کی، الفتح المبین، المراقی، ۲۱۰/۱

ابن ابی زید القیروانی المالکی (۳۱۰ھ-۳۸۶ھ)^۱

انہوں نے نشر و نغم کے ذریعے اپنے مذہب کی بے زور حمایت کی اور غالباً وہ سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے اصول فقہ وضاحت کے ساتھ بیان کئے۔ اسی لئے وہ مالک اصغر کہلاتے تھے اور اب تک انہیں مسائل دین میں سند مانا جاتا ہے۔ آپ کے اساتذہ نہ صرف افریقہ میں تھے بلکہ مشرق میں بھی بے شمار تھے جن سے انہوں نے سفر مکہ کے دوران استفادہ کیا تھا۔

مؤلفات اصولیہ..... ان کی تیس تصانیف ہیں جن کا ذکر ان کے سوانح نگار کرتے ہیں۔ ان میں سے صرف تین کتابیں اب تک باقی ہیں۔ ان میں سے ایک اصول فقہ پر بھی کتاب ہے جس کا نام ”الرسالۃ“ ہے۔ مالکی اصول فقہ کا خلاصہ ہے جس کی تکمیل ۳۳۷ھ-۹۳۹ء میں ہوئی۔ یہ رسالہ کئی بار قاہرہ سے طبع ہو چکا ہے۔

المعافی النہروانی القاضی الجریوی (۳۰۵ھ-۳۹۰ھ)^۲

محمد بن جریر الطبری کے مذہب پر تفقہ حاصل کیا اس لئے جریری کہلائے۔ محمد بن اسحاق ابن الندیم کے معاصر ہیں اپنے زمانے کے سب سے زیادہ علم رکھنے والے شخص تھے۔ فقیہ، ادیب، شاعر، اصولی، نحو و لغت کے امام تھے۔ مذہب ابن جریر الطبری کے مجتہد تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... ابن ندیم نے ان کے اصول فقہ پر دو کتابوں کا ذکر کیا ہے جب کہ کشف الظنون میں ان کی صرف ایک کتاب (پہلی) کا ذکر ہے۔

۱۔ ”کتاب التحویر والنقر (المنقر) فی اصول الفقہ“

۲۔ ”کتاب الحدود والعقود فی اصول الفقہ“^۳

ابو نصر الفارابی (متوفی ۳۹۳ھ)^۴

ترک تھے، شہر فاران سے تعلق رکھتے تھے۔ لغز و ادب میں امام اور کلام و اصول میں یدِ طولی رکھتے، حضر پر سفر کو ترجیح دیتے اور دنیا بھر کا سفر کیا، عراق، حجاز، خراسان گئے۔ نیاپور میں قیام کیا، تدریس و تالیف کی خدمات انجام دیں یا قوت حموی نے ان کا تقریباً پندرہ صفحات میں تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے :

”وہو امام فی علم اللغة والادب..... وهو..... من فوسان الکلام فی الاصول، وکان یؤثر

السفر علی الحضر، ویطوف الافاق“^۵

۱۔ ابو محمد عبد اللہ بن ابی زید عبد الرحمن المالکی القری ۹۲۲ء یا ۹۲۳/۹۹۶ء۔ قیروان میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ دائرۃ المعارف اسلامیہ، ۱/۳۱۵، دانش گاہ پنجاب۔

۳۔ ابوالقرج العالی بن زکریا بن نجی بن حمید بن حماد النہروانی القاضی الجریوی (۹۱۷ء-۹۹۹ء) معروف بہ ابن طراری

۴۔ کتاب الفہرست، ابن الندیم، ص ۲۹۲۔ حدیۃ العارفین اسماعیل باشا بغدادی، ۶/۲۶۳۔

۵۔ ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوهری الفارابی، متوفی ۱۰۰۳ء۔

۶۔ لسان المیزان، شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن حجر اصفہانی، متوفی ۸۵۲ھ حرف (الف) ۱/۳۰۰، ۳۰۱ (۱۲۵۸)، حیدرآباد دکن مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، ۱۳۲۹ھ۔ معجم الادباء، یا قوت حموی، متوفی ۱۲۲۹ھ۔ بیروت دار التراث العربی ۶/۱۵۱-۱۵۵ (۲۲)، معجم الاصولیین، مظہر بقاء، ۱/۲۵۸، ۲۵۹ (۲۰۳)

اسماعیل الاسماعیلی الشافعی (۳۲۳ھ-۳۹۶ھ)^۱

محدث، فقیہ، اصولی، متکلم اور عربی زبان کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... اصول فقہ میں ”تہذیب النظر“ تالیف کی۔ اسماعیل باثنا نے ”ہدیۃ العارفین“ میں اس کتاب کا نام لئے بغیر ان الفاظ کے ساتھ ان کی اس کتاب کا تعارف کرایا: ”کتاب کبیر فی اصول الفقہ“ (ان کی اصول فقہ میں ایک ضخیم کتاب ہے)۔^۲

ابن مجاہد الطائی المتکلم مالکی (متوفی ۴۰۰ھ تقریباً)^۳

متکلم، اصولی، فقیہ اور نقار تھے، کئی علوم پر دسترس رکھتے۔ اصحاب ابوالحسن اشعری میں سے ہیں۔ انہوں نے اصول میں مذہب مالکی پر کتاب تالیف کی۔^۴

سعد القیروانی المالکی (متوفی ۴۰۰ھ)^۵

فقیہ، اصولی، نحوی اور ممتاز فقہاء میں سے تھے، تقلید کی مذمت کرتے اور کہتے: ”هو من نقص العقول، والنحطاط الهمم“ (اور وہ (تقلید) نقص عقلی اور کم ہمتی کا نام ہے)۔ اصول میں انہوں نے کتاب ”المقالات فی الاصول“ تالیف کی۔^۶

ابوالحسن القرشی (متوفی ۴۰۰ھ بعدہ)^۷

انہوں نے اصول میں کتاب ”الرد علی اهل القیاس“ تالیف کی۔^۸



۱۔ ابوسعید اسماعیل بن احمد بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن العباس، الاسماعیلی الجرجانی الشافعی۔

۲۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۶/۳۰۹ (۳۳۵۳)، الوانی بالوفیات، صفحہ ۹/۱۱۱، معجم الاصولیین، مظہر بقا، ۱/۲۵۶ (۱۹۹)۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باثنا بغدادی، ۵/۲۰۹۔

۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد بن یعقوب بن مجاہد الطائی المالکی، متوفی ۴۰۰ھ۔ اصلاً مصری تھے اور بغداد میں مقیم تھے۔

۴۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۱/۳۳۳ (۲۶۱)، الفتح المبین، ۱/۲۱۳۔

۵۔ ابوالحسن سعد بن محمد بن صبیح الغسانی القیری وانی، متوفی ۴۰۰ھ۔

۶۔ الفتح المبین، ۱/۲۱۳۔

۷۔ ابوالحسن علی بن عبد اللہ بن عمران القرشی المخزومی المیمونی الشعی سے مشہور تھے۔

۸۔ ایضاً المکنون، ۳/۵۵۵۔

فصل پنجم

عہد عباسیہ کے اصولیین کا تعارف اور ان کی اصول فقہ پر خدمات کا تحقیقی جائزہ

(پانچویں صدی کے آغاز سے سلطنت عباسیہ کے زوال تک)

دینی اور سیاسی صورت حال کا مختصر جائزہ :

یہ زمانہ خاص خاص مذاہب کی پابندی اور ان کی تائید اور مناظرہ و جدال کی اشاعت کا زمانہ ہے مغرب (اندلس) میں عبدالرحمن ناصر اموی پہلے ہی دولت عباسیہ کی کمزوری دیکھ کر امیر المومنین کا لقب اختیار کر چکے تھے۔ مشرق سے ال سلجوق حرکت میں آئے اور فتح کی راہ میں حائل رکاوٹوں کو کھیل ڈالا۔ مثلاً خراسان میں دولت غزنویہ کی غزنی ریاستوں کو شکست دی اور تمام مشرق پر قابض ہو گئے اور بغداد میں اس وقت بنو عباس کا صرف نام تھا اور تمام اختیارات پر دولت بنی بویہ کی حکمرانی تھی سلاطین نے ان کی حکومت کا خاتمہ کر کے اختیارات کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مگر بنی عباسیہ کے نام کو باقی رہنے دیا اور ان کے قائم مقام رہ کر کام کرتے رہے اور پھر بغداد کے مغربی حصہ پر تسلط حاصل کرنے کے بعد وہ جزیرہ اور وسط ایشیاء پر قابض ہو گئے پھر انہوں نے فاطمین سے ملک شام لے لیا اور سوائے مصر اور اس کے عقب میں واقع بلاد مغرب کے تمام اسلامی ممالک میں ان کا قبضہ ہو گیا۔

اندلس میں نہضت علمی کا دور دورہ تھا اور وہاں پر آنے والی علمی تحریک نے مغرب تک کو بھی اپنی علمی افکار سے منور کر دیا تھا۔ ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) اور ابوالولید باجی (متوفی ۴۵۰ھ) اسی زمانہ کے علماء ہیں جب اندلس میں اموی خلافت مستحکم و وسیع ہوئی تو اس کے ساتھ ہی بہت سے علماء نے اپنے علوم کی نشر و اشاعت اور اموی خلفاء کی عم دہش کی بناء پر یہاں کا رخ کیا۔ علم کی ترویج و اشاعت کا سہرا عبدالرحمن ناصر کے سر ہے جو پچاس برس (۳۰۰ھ-۳۵۰ھ) تک حکمران رہا اور پھر اس کے بیٹے الحکم نے عباسی خلیفہ مامون کی طرح ترویج علم پر خصوصی توجہ مرکوز کی۔ مشرقی ممالک سے علماء و کتب منگوائیں، لائبریریاں قائم کیں۔ ۴۲۲ھ میں فوج نے ہشام المعتد باللہ کو تخت خلافت سے اتار دیا اور وہ "لادہ" نامی مقام کی طرف بھاگ گیا اور ۴۲۸ھ میں اسی جگہ فوت ہوا۔ اس کے فوت ہونے کے ساتھ ہی کرہ ارض سے اموی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب اندلس میں خلافت کا شیرازہ بکھر گیا اور طوائف المسلمو کی کا دور دورہ ہوا۔ عجمی اور بربر و ساء اور امراء اندلس کی جانب چل پڑے اور اس کے حصے بخرے کر کے آپس میں تقسیم کر لئے مصر میں فاطمین خلفاء امیر المومنین کہلوائے۔ ۳۶۱ھ میں جامعہ الازہر کی بنیاد انہوں نے رکھی تاکہ شیعہ امامت و فلاسفان کے مذہب کی باطنی تعلیم کے مرکز کے طور پر وہاں اپنا مشن جاری رکھ سکیں۔ ازہر کے فارغ التحصیل تربیت یافتہ شیعہ مختلف شہروں میں مذہب کی اشاعت کرتے۔

دوسری طرف سلاجقہ کی جماعت کے منتشر ہوتے ہی دوسری ترکی حکومت قائم ہو گئی جو دولت اتابکیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ مشرق و مغرب میں پھیل گئے ان ہی کی نسلوں میں سے ایک شخص محمود نور الدین کے ہاتھوں مصر کی دولت فاطمیہ کا خاتمہ ہوا اور مصر میں دوبارہ عباسیوں کا غلبہ ہو گیا۔ اس کے بعد محمود نور الدین کے سپہ سالار صلاح الدین یوسف ابن ایوب کی حکومت قائم ہو گئی لیکن چھٹی صدی کے آخر میں مشرق اقصیٰ میں خوارزم شاہ کی حکومت قائم ہو گئی اور بغداد کے قریب تک آ پہنچی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں چنگیز خان کی قیادت میں مغلوں کا سیلاب اُٹ آیا اور ساتویں صدی کے شروع میں ان کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو انہوں نے گرا ڈالا۔ چنگیز خان کو پوری امید تھی کہ اُس کے آخر کار پوری دنیا اس کے اور اس کی اولاد کے زیرِ نگیں آ جائے گی اس لئے اس نے پوری دنیا کو چار حصوں میں اپنے چار لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ جو جی، پخطائی اور اوکدائی اور تولی خان اور پھر ایک بیٹے کو مغربی حصہ دریا تک دے دیا اور دوسرے کو مشرقی حصہ چین تک دے دیا اور شمال اپنے تیسرے بیٹے کو دیا اور اپنی اصلی سلطنت اپنے بیٹے پخطائی کو دے دی اور اس نے یہ حساب لگایا کہ اس کے بیٹے اقصیٰ مشرق میں سواحل چین تک اور اقصیٰ مغرب میں بحرِ روم کے سواحل تک کے مالک بن جائیں گے۔ کچھ عرصہ بعد ہی چنگیز خان کا پوتا ہلاکو خان بغداد میں اس کی فوج کا سپہ سالار مقرر ہوا جو عالم اسلام کا دار الخلافہ تھا۔ اس نے آخری عباسی خلیفہ مستعصم کو ۱۲۵۶ھ کو قتل کر دیا اور تمام بلاکت و بربادی کے بعد بغداد ایک ایسی حکومت کا دار السلطنت بن گیا جس کا بظاہر کبھی کوئی آسمانی مذہب نہیں تھا جس کے قوانین ہلاکو کے دادا چنگیز خان کے وضع کئے ہوئے تھے جو کاسہ کے نام سے مشہور تھے۔

اس زمانے میں مصر میں دولت ایوبیہ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور ان کی جگہ صالح نجم الدین کی مدد سے ترکی نسل کے غلاموں نے لے لی تھی۔ چنانچہ ان کے چوتھے بادشاہ ملک خاہر بیرس بنزقداری نے عباسیوں کی نسل میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کر لی جو اس کے زمانے میں مصر سے آیا تھا اور اس کو عباسی خلیفہ تسلیم کیا اس خلیفہ نے اس کو مصر اور اس کے ملکہات کا بادشاہ بنادیا اور اسی وقت سے بغداد کی جگہ قاہرہ نے لے لی جس میں ایک برائے نام عباسی خلیفہ تھا اور سلطان تھا جو صاحب حکم تھا جیسا کہ بنی بویہ ال سلجوق کے زمانہ میں بغداد کا حال تھا۔

سقوطِ دولتِ عباسیہ کے بعد اسلامی دنیا کی حالت پر ایک نظر :

- ۱۔ غرناطہ (اندلس) میں دولت بنی نصر قائم تھی جس کی بنیاد محمد الغالب باللہ بن نصر نے رکھی۔ (۶۲۹-۶۷۱ھ)
- ۲۔ شمالی افریقہ میں دولت موحدین تھی جو ابو حفص عمر المرتضیٰ ابن اسحاق بن ابی یعقوب یوسف بن عبدالمومن نے قائم کی تھی۔ (۶۳۶ھ-۶۶۵ھ)
- ۳۔ جزائر میں دولت زیانیہ تھی بنمواسن بن زیان اس کے مؤسس تھے جو بانی وطن بھی تھے۔ (۶۳۳ھ-۶۸۱ھ)
- ۴۔ تونس میں دولت حفصیہ قائم تھی ابو عبد اللہ محمد المستنصر باللہ ابی زکریا یحییٰ بن عبد الواحد بن ابی حفص اس کے رواج رواں تھے۔ (۶۴۷ھ-۶۷۵ھ)

- ۵۔ مراکش میں دولت مرینیہ تھی جو ابو یوسف یعقوب بن عبدالحق کے دم سے قائم ہوئی۔ (۶۵۶ھ-۶۷۵ھ)
- ۶۔ مصر میں دولت ممالیک البحر یہ تھی۔ منصور نور الدین علی ابن المرز الدین ایک اس کے بانی تھے۔ (۶۵۵ھ-۶۵۸ھ)
- ۷۔ یمن میں دولت رسولیہ تھی جس کے روح رواں مظفر بن یوسف بن منصور عمر بن علی بن رسول تھے۔ (۶۷۴ھ-۶۷۷ھ)
- ۸۔ صنعاء میں ائمہ زیدیا لتوکل محسن الدین احمد کی حکومت تھی۔ (۶۵۶ھ-۶۸۰ھ)
- ۹۔ روم میں سلاطین رکن الدین قلیج ارسلان رابع کی حکومت تھی۔ (۶۵۵ھ-۶۶۶ھ)
- ۱۰۔ ماروین میں دولت ارتقیہ قائم تھی جس کے بانی نجم الدین غازی سعید تھے۔ (۶۳۷ھ-۶۵۸ھ)
- ۱۱۔ فارس میں دولت اتابکیہ سلطنت یہ قائم تھی ابوبکر بن سعد بن زکی بن مودود اس کے بانی تھے۔ (۶۳۳ھ-۶۵۸ھ)
- ۱۲۔ بلورستان میں دولت اتابکیہ ہزار سببیہ قائم تھی۔ وکلاء بن ہزار سب اس کے بانی تھے۔ (۶۵۰ھ-۶۵۷ھ)
- ۱۳۔ کرمان میں دولت قتلغ خان تھی جس کے بانی قتلغ خاتون تھے۔ (۶۵۵-۶۸۱)۔^۱

لیکن یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ علمی حالات ان انقلابات میں سیاسی حالات کے تابع نہ رہے بلکہ وہ ترقی کرتے رہے خصوصاً مشرق میں سلجوقیوں کے زمانے میں مصر اور فاطمی حکومت کے زمانے میں بڑے بڑے علماء اور مفکر پیدا ہوئے اور شریعت اسلامی میں عظیم الشان کارنامے انجام دیئے البتہ اس کا اعتراف ضروری ہے کہ شریعت میں استقلال کی روش سیاسی ضعف کی وجہ سے کمزور ہوتی گئی اور وہ روح عالیہ جو ائمہ اربعہ، داؤد بن علی، محمد بن جریر طبری اور ان کے ساتھیوں میں کام کر رہی تھی اس میں بجز معمولی اثرات کے کچھ باقی نہ رہا امام ابوحنیفہ نے اپنے اسلاف سے متعلق کہنا سیکھا تھا کہ وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں اور وہ روح جو امام مالکؒ میں کام کر رہی تھی۔ بجز رسول اللہ ﷺ کے کوئی ذات ایسی نہیں کہ جس کے قول کو ہم قبول کریں یا رد کریں اور ان کے غیروں میں بھی جو روح کام کر رہی تھی جس کی بناء پر وہ اس قسم کے اقوال کرتے ان کی جگہ وہ روح آگئی جس کو ہم روح تقلید کا نام دیتے ہیں۔ تو اس طرح چوتھی صدی ہجری کے وسط سے اجتہاد کا جو سایہ آہستہ آہستہ مٹنا شروع ہوا تھا وہ تقلید کے غلبہ کی صورت میں ظاہر ہوا اور مجتہد علماء میں واضح کمی نظر آنے لگتی ہے۔

پانچویں و چھٹی صدی ہجری کے اصولیین کے مراکز :

پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کے چند مشہور اصولیین اور ان کی خدمات کے مراکز مندرجہ ذیل ہیں جہاں سے انہوں نے علمی تحریک کو پروان چڑھایا اور اصول فقہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

۱۔ ابواسحاق اسفرائینی شافعی۔ ان کی عملی تحریک اسفرائین اور نیشاپور میں رہی جو بلاد فارس میں ہے۔

۱۔ حضرات تاریخ الامم الاسلامیہ، شیخ محمد انصاری بک۔ ص ۴۸۳۔

۲۔ تاریخ التدریج میں الاسلام، شیخ محمد انصاری بک۔ ص ۲۳۶، ۲۳۵۔ مکتبہ التجاریہ، لکھنؤ، طبع ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۰ء۔

- ☆ ابو عمر الطلمنکی مالکی اندلس میں پیدا ہوئے وہاں سے قرطبہ، مصر، حرہ، مرسیدہ اور سر قسطہ آئے ان تمام مقامات پر علم کی شمع روشن کرتے رہے۔
- ☆ ابو زید بوی خنی نے بخاری کے قریب ایک گاؤں میں نشوونما پائی ان کی علمی تحریک کے مراکز سر قند و بخاری تھے۔
- ☆ ابن حزم ظاہری نے اندلس کے دار الخلافہ قرطبہ میں نشوونما پائی اور انہیں حلقوں میں اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت کی وہ ابتدا شافعی مسلک رکھتے تھے پھر مذہب ظاہری اختیار کر لیا۔
- ☆ ابوالولید باجی مالکی کا تعلق اندلس کے ایک شہر بطلوس سے تھا۔ حجاز، بغداد، دمشق، موصل و مصر کے علمی اسفار کے اور پھر واپس بلجہ لوٹ آئے اور ان اسفار میں وہ فروغ علم میں برابر کوشاں رہے۔
- ☆ ابواسحاق شیرازی شافعی نے شیراز میں آنکھ کھولی بغداد جا کر تعلیم و تعلم، تصنیف و تالیف میں مصروف ہو گئے وہیں وفات پائی۔
- ☆ امام الحرمین جوینی شافعی کا نیشاپور سے ظہور ہوا حجاز، مکہ و مدینہ تشریف لے گئے بغداد کا بھی سفر کیا زندگی کے آخری ایام نیشاپور میں خدمت علم میں گزارے۔
- ☆ علی بن محمد ابزدوی خنی نے سر قندہ، نفث اور اس کے ارد گرد کے علاقوں میں شہرت پائی وہاں علمی ذوق و شوق بیدار کیا اصول فقہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

تقلیدی رجحان کی عکاسی پر دو کتابوں کے اسالیب سے مثالیں :

- ۱۔ ابو زید بوی خنی نے اصول فقہ پر کتاب "تاسیس النظر" میں ان اصول پر کلام کیا جس میں امام ابو حنیفہ و صاحبین کا امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف کا امام محمد سے، امام ابو حنیفہ و امام محمد کا امام ابو یوسف سے، امام ابو یوسف کا امام محمد سے، امام محمد و امام حسن بن زیاد اللؤلؤی کا امام زفر سے، خنی ائمہ فقہ امام ابو یوسف، امام محمد و زفر کا امام مالک سے، خنی ائمہ امام محمد زفر، حسن بن زیاد کا قاضی ابن ابی یعلیٰ سے اور خنی ائمہ امام شافعی سے اختلاف ذکر کیا..... اس مثال سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اس قسم کے رجحانات میں اضافہ ہو چکا تھا۔
- ۲۔ امام الحرمین جوینی شافعی کی اصول فقہ پر مشہور کتاب "السورقات" اسی دور کی تصنیف ہے وہ اپنی اس کتاب میں حقیقت مجاز، اس کی انواع، کتاب و سنت، قیاس اور اس کی اقسام، استصحاب، مفتی و مستفتی کی شرط پر بحث سے فارغ ہونے کے بعد تقلید و اجتہاد کے بیان پر اپنی کتاب کا اختتام کرتے ہیں اس میں فرماتے ہیں "لیس للعالم ان یقلد" (عالم کے لئے تقلید کرنا مناسب نہیں ہے) اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات بہت عام ہوتی جا رہی تھی۔

چھٹی صدی ہجری کے چند اصولیین اور ان کے علمی مراکز پر ایک طائرانہ نظر:

حجتہ الاسلام امام غزالی شافعی، عبد اللہ بطلوسی مالکی، ابوالحسن ابن زاغونی حنبلی، صدر الشہید خنی، ابن رشد حنید مالکی، ابن جوزی حنبلی اس صدی کے ممتاز اصولیین تھے۔

☆ امام غزالی کا موطن خراسان (طوس) تھا مگر ان کی علمی سرگرمیاں نیشاپور، بغداد، حجاز، شام، دمشق، بیت المقدس، مراکش وغیرہ میں نظر آتی ہیں۔

☆ بطلیوسی اندلس میں پیدا ہوئے، بلا داندلس میں ان کی سرگرمیاں نمایاں رہیں۔

☆ زاغونی نے عراق میں خدمات انجام دیں۔

☆ صدر الشہید کی علمی سرگرمیاں سمرقند، بخاری اور ماوراء النہر کیوں میں نمایاں ہیں۔

☆ ابن رشد حفید بلا مغرب میں شہرت رکھتے: ”بداية المجتهد ونهاية المقتصد“ کے بھی مؤلف ہیں اس کتاب میں احکام فرعیہ جو کتاب وسنت اور اجماع سے متبدل ہیں اس پر سیر حاصل بحث کی۔

اصولیین کا تعارف و خدمات :

ابوالقاسم اسماعیل البیہقی (متوفی ۴۰۲ھ)^۱

اصول میں اپنے وقت کے امام تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول فقہ میں ”الینایع“ نامی کتاب لکھی جو کثیر الفوائد ہے۔^۲

ابوعبداللہ الوراق حنبلی (متوفی ۴۰۳ھ)^۳

سلطان اور عوام میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے حنابلہ کے مدرس، فقیہ و مفتی تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔^۴

قاضی ابوبکر الباقلائی المالکی (متوفی ۴۰۳ھ)^۵

اصولی، متکلم تھے۔ مذہب اہل السنّت کے متکلمین میں سے تھے اور اشعری طریقہ سے وابستہ تھے اور امام

الاشعرہ کے مرتبہ پر فائز تھے۔ ابن خلکان نے لکھا :

”وانتهت الیہ الرئاسة فی مذهبه وکان موصوفا بجودة الاستنباط“

(ان کے مذہب کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی، استنباط کی عمدہ صلاحیت رکھنے کی صفت سے متعفف تھے)

۱۔ طحطاوی، ابوالقاسم اسماعیل بن حسین بن عبداللہ البیہقی متوفی ۱۰۱۲ھ

۲۔ الطبقات السنیہ، ۱۸۲/۲، (۳۹۲)، مجملہ المؤلفین، عمر رضا کحالہ، ۲۶۳/۲، دمشق، المکتبۃ العربیہ، ۱۳۷۶ھ۔ ۱۹۵۷ء، مجملہ الاصولیین، محمد منظر بقا، ۲۵۸/۱ (۲۰۲)، مکتبۃ المکتبۃ جامعہ امام القرطبی سند۔

۳۔ ابوعبداللہ حسن بن حامد بن علی بن مروان الوراق متوفی ۱۱۲ھ مکہ کے قریب وفات پائی۔

۴۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۳۰۳/۱ (۳۸۱۶)، بیروت دار الکتب العلمیہ سند، الفحاح السنین، الراغبی، ۲۲۰/۱، مجملہ الاصولیین، محمد منظر بقا، ۳۹/۲ (۲۷۰)

۵۔ ابوبکر محمد بن الطیب بن محمد بن جعفر بن القاسم باقلانی البصری، بغداد میں وفات پائی، الاعلام بوفیات الاعلام، محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۵۲۸ھ ۲۷۲/۱ (۱۸۰۹)، مکتبۃ المکتبۃ مصطفیٰ احمد الباز، ۱۳۶۳ھ۔ ۱۹۹۳ء۔

ابن کثیر کے مطابق یہ اپنی زندگی کے طویل عرصہ اس وقت تک نہیں سوتے جب تک بیس صفحات نہیں لکھ لے جس کی وجہ سے بہت سی کتب تصنیف ہو گئیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ امالی اجماع اہل المدینہ : ۲۔ المقنع فی اصول الفقہ ۱

۳۔ التمهید فی اصول الفقہ ۲

حسن نیشاپوری الشافعی (متوفی ۴۰۵ھ) ۳

اصول فقہ و لغت عربیہ میں کمال رکھتے تھے۔ طریق صوفیہ پر چلتے اپنے زمانے کے زاہد اور عالم تھے مذہب شافعی القفال اور الحصری وغیرہ سے حاصل کیا۔ ۴

ابن فورک الشافعی الاشعری (متوفی ۴۰۶ھ) ۵

فقہ، متکلم، اصول، ادیب نحوی، واعظ تھے۔ عراق میں اقامت اختیار کی وہاں علی بن حسن الباطنی سے اشعری مذہب کی تعلیم حاصل کی تکمیل تعلیم کے بعد رے اور نیشاپور آئے جہاں امیر ناصر الدولہ ابوالحسن نے ان کے لئے مدرسہ تعمیر کروایا وہیں تدریس انجام دی۔ اصول فقہ، اصول الدین اور معانی القرآن پر تقریباً سو کتابیں تصنیف کیں۔ ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے کہ انہوں نے الکحی کی اصول میں کتاب ”اوائل الادلۃ“ کی شرح لکھی۔

اصول میں آراء..... الاسنوی نے منہاج البیضاوی کی شرح کرتے ہوئے ان کی آراء نقل کی ہیں۔ سیف الدین الامدی نے الاحکام میں اور ابن اسبکی نے جمع الجوامع میں ان کی آراء نقل کیں۔ ان کے علاوہ دیگر اصولیین نے بھی ان کی آراء نقل کی ہیں۔ ۱

ابو حامد الاسفرائینی الشافعی (۳۴۴ھ ۴۰۶ھ) ۶

فقہ اصولی ہیں، اپنے زمانہ کے امام تھے۔ مسجد عبداللہ بن المبارک میں تدریس و افتاء کے لئے بیٹھے تو آپ حلقہ درس تشنگان علم سے بھر رہا تھا جن کی تعداد چار سو سے سات سو تک ہوتی۔ ابن خطیب نے لکھا کہ لوگ کہتے ہیں ”لوراہ الشافعی لفوح بہ“ (اگر امام شافعی انہیں دیکھ لیتے تو ضرور خوش ہوتے)۔

۱۔ وفیات الاعیان و انباء انباء الزعماء بن خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۳۸۱ھ مصر مطبعہ المینیہ احمد البابی اٹلی ۱۳۱۰ھ الفتح المبین، المرائی ۲۲۲-۲۲۳۔

۲۔ کشف القناع المرنی عن مہمات الاسامی و الکسی، بدرالدین عینی متوفی ۷۵۱/۷۵۰ھ، ص ۲۵۷۔ فہرست الکتاب السعدیہ جامعہ الحدیث عبدالعزیز ۱۳۱۳ھ ۱۹۹۳ء۔ ۳۔ ابوبکر حسن بن علی الدقاق نیشاپوری متوفی ۱۰۱۵ھ۔ ۴۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر یحییٰ ۱۳۷۴ھ (۲۷۸)۔

۵۔ ابوبکر محمد بن الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی متوفی ۱۰۱۵ھ، غزنہ میں وفات اور نیشاپوری میں تدفین ہوئی۔ الاعلام بوفیات الاعلام بالذکر متوفی ۴۸ھ ۷۵۱/۷۵۰ھ (۱۸۲۵)۔ ۶۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۵/۶۴ دار الفکر ۱۳۰۲ھ ۱۹۸۲ء وفیات الاعیان، الزکری

خلکان متوفی ۶۸۱ھ ۳۸۱ھ مصر مطبعہ المینیہ احمد البابی اٹلی ۱۳۱۰ھ الفتح المبین، المرائی ۲۲۶-۲۲۷۔

۷۔ ابو حامد احمد بن ابوطاہر محمد بن احمد (۹۵۵ء/۱۰۱۵ء) بغداد میں وفات پائی الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۲۷۲/۱۸۲۰۔

مؤلفات اصولیہ اور آراء..... آپ نے اصول فقہ پر کتاب تصنیف کی مگر وہ ہم تک نہیں پہنچی۔ اصول فقہ کی کتب میں آپ کی آراء و اقوال ملتے ہیں جن پر بہت سے مسائل میں اعتماد کیا گیا ہے۔
احمد الخزاعی الشیبی (۴۰۶ھ تک زندہ تھے)
 رے میں وارد ہوئے تھے فقیہ و محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول میں کتاب "المفتاح" تالیف کی۔^۴

عبدالواحد بن محمد المقدسی جبلی (متوفی ۴۰۶ھ)

فقیہ، اصولی اور واعظ تھے رجبہ اور شام کے علمی اسفار کئے۔

مؤلفات اصولیہ..... ابو یعلیٰ جبلی نے طبقات الختابلہ میں لکھا:

"وله تصنیف فی الفقہ والوعظ والاصول"^۵

(فقہ، وعظ اور اصول میں ان کی تصنیف ہیں)

احمد بن شاہر القطان الشافعی (متوفی ۴۰۷ھ)

اصول فقہ میں "کتاب المطارحات" تالیف کی۔^۶

احمد بن الحامی الشافعی (۳۶۸ھ-۴۱۵ھ)

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول میں کتاب "تحریر الادلہ" تالیف کی۔^۷

قاضی القضاۃ عبدالجبار المعتزلی (۳۵۹ھ-۴۱۵ھ)^۸

فقیہ، اصولی، متکلم، مفسر اور اپنے زمانے کے اصول میں مذہب معتزلہ کے امام تھے۔ نروع میں مذہب شافعی سے انحراف کرتے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمر رضا کحالیہ نے لکھا "کتاب مقلد الشافعی فی الفروع وعلی راس المعزلة فی الاصول"۔

۱۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۳۶۳ھ/۳۶۸-۳۶۹ (۲۳۹)، وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/فتح الحسین، المرائی ۲۳۲-۲۳۵، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱۹۶/۱۳۳۔

۲۔ احمد بن الحسین بن احمد الخزاعی الشیبی ۱۰۱۵ء تک زندہ تھے معجم الاصولیین۔ مظہر بقا ۱۱۰/۱۱۶ (۷)۔

۳۔ ابوالفرح عبدالواحد بن محمد اشیر ازلی المقدسی، بغداد میں وفات پائی، طبقات الختابلہ، قاضی ابوالحسن محمد بن ابی یعلیٰ ۴۳۸/۳۳۹، ۶۸۵ (بیروت دار المعرفۃ منہ)۔

۴۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن شاہر القطان البصری، ہدیتہ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۰/۶۱، الاعلام بوفیات الاعلام

محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۴۸۷ھ/۴۵۱-۱۸۲۷۔

۵۔ احمد بن محمد بن احمد بن القاسم البغدادی، ابن الحامی (۹۳۸ھ/۱۰۲۳ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی۔ الاعلام بوفیات الاعلام، محمد بن احمد بن

عثمان الذہبی متوفی ۴۸۷ھ/۴۸۰-۱۸۶۳، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱۹۷/۱۳۵۔

۶۔ قاضی القضاۃ عماد الدین ابوالحسن عبدالجبار بن احمد بن عبدالجبار بن احمد بن الخلیل بن عبداللہ الاسد آبادی، ابوزیدانی (۹۷۰ھ/۱۰۲۵ء) بغداد میں

وفات پائی، الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۹۱/۲۷ (۱۸۵۶) اس میں تاریخ وفات ۴۱۳ھ مذکور ہے۔

صاحب الرسالۃ المستظرفۃ نے لکھا :

”ذی التصانیف السائرة و ذکرہ شائع فی الاصول“

(بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں اور اصول میں ان کا ذکر شائع ہے)۔

ان کا شمار بصرہ کے معتزلہ اور اصحاب ابی ہاشم میں ہوتا ہے ابوالحسن بصری آپ کے شاگرد تھے۔ اصول فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تالیف کیں۔

۱۔ ”العمد“ : یہ کتاب اصول فقہ کا ایک موسوعہ ہے اس کتاب میں اولہ لاتے ہیں۔ اعتراضات کے رد میں مختلف طریقوں سے جوابات لاتے ہیں۔ اس کتاب کی بدولت ان بہت سی اصولیین کی آراء محفوظ ہو گئی ہیں جن کی کتب ناپید ہو چکی ہیں ”العمد“ اصول فقہ پر آپ کی پہلی کتاب ہے۔ اس میں انہوں نے اپنی کتاب ”المغنی“ میں شامل ”کتاب الشرعیات“ سے بہت سا مواد شامل کیا ہے۔ علم الکلام میں اس کتاب ”المغنی“ کو بیس سال کی طویل جدوجہد کے بعد مکمل کیا جو تیرہ ہزار اوراق اور بیس ضخیم جلدوں پر محیط تھی۔ اس کی تالیف کا آغاز ۳۶۰ھ میں کیا اور اختتام ۶۸۰ھ میں ہوا۔ اس کی چودہ جلدیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں ”العمد“ اصول فقہ کے تمام ابواب پر مشتمل پہلی کتاب تسلیم کی جاتی ہے اور جو کتب اساسیہ میں شمار ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ قاضی عبدالجبار کے ایک ہم عصر ابو بکر محمد بن الطیب الباقلائی (متوفی ۴۰۳ھ) نے بھی فہم اصول فقہ کے جمیع ابواب پر مشتمل ایک کتاب لکھی تھی اب وہ مفقود ہے۔ اس کی تلخیص امام الحرمین نے کی جو موجود ہے^۱۔ امام بدرالدین زرکشی شافعی (متوفی ۷۹۳ھ) اصولیین اور ان کی کتب کو تاریخی تناظر میں پیش کرتے ہوئے قاضی باقلانی مالکی (متوفی ۴۰۳ھ) اور قاضی عبدالجبار معتزلی کی خدمات کو ان الفاظ سے سہراتے ہیں :

”وجاء من بعده ای الشافعی، فبینوا وأوضحوا و أبسطوا و شرحوا حتی جاء القاضیان قاضی السنۃ ابو بکر بن الطیب^۲ وقاضی المعتزلة عبدالجبار، فوسعا العبارات، وفکا الاشارات، وینا الاجمال، ورفعا الاشکال“۔^۳

(اور جو امام شافعی کے بعد آئے انہوں نے اس (علم کی شرح و وسط کے ساتھ تبیین و توضیح کی یہاں تک کہ دو قاضی، قاضی السنۃ ابو بکر بن الطیب اور قاضی المعتزلہ عبدالجبار آئے۔ ان دونوں حضرات نے عبارات کو توسع بخشا، اشارات کو کھولا اور اجمال کی تفصیل بیان کی اور اس میں پائے جانے والے اشکال کو دور کیا)۔

۱۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۱۳/۱، تاریخ طبری حوادث سنہ ۳۸۵، الرسالۃ المستظرفۃ لبیان مشہور کتب السنۃ المشرقة، شیخ محمد جعفر الکفانی متوفی ۱۳۳۵ھ، ص ۱۳۱ کراچی نور محمد کتب خانہ ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء، مجمل الادباء، یاقوت حموی (۱۱۷۹ھ۔ ۱۳۰۹ھ) ۲۹۹/۶، بیروت دار احیاء التراث العربی سنہ ۱۳۸۵ھ، مجمع الموفین، رضا کمال ۸/۵۔

۲۔ ابو بکر محمد بن طیب بن محمد القاضی ابو بکر الباقلائی المصری المالکی الاشعری متوفی ۴۰۳ھ۔

۳۔ البحر المحیط، بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی الشافعی متوفی ۷۹۳ھ، ۵/۱، مصر دار الکتب مسند۔

العہد پر تحقیق :

اس کے تین ابواب الاجماع والقیاس والا جہتہاد پر محمد جمال التظو وانی (تطوان - المغرب) نے تحقیق پیش کی اور دراسات اسلامیہ میں دراسات علیا میں ڈپلومہ حاصل کیا۔ اسی طرح قاضی عبد الجبار کی کتاب "العہد" کے دوسرے نصف پر دکتور، عبد الحمید زنید کی تحقیق جاری ہے۔^۲

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے عبد الجبار معتزلی کی اصول فقہ پر اساسی کتاب کا نام العہد بتایا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ایک الگ کتاب ہو جو "العہد" سے بھی پہلے تالیف کی ہو اور اس کی شرح ابوالحسن بصری نے کی ہو جو ان کے شاگرد ہیں۔ اس کتاب کی اہمیت و افادیت سے بلاشبہ انکار نہیں پھر بھی ابوالحسن بصری معتزلی نے "المعتمد" کے مقدمہ میں "العہد" کے عیوب بتائے۔ وہ کہتے ہیں کہ عبد الجبار کی کتاب "العہد" کی میں نے شرح لکھی اب اس کے بعد "المعتمد" کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"انی سلکت فی "الشرح" مسلک الكتاب فی ترتیب ابوابہ و تکرار کثیر من مسائلہ، و شرح ابواب لالتلیق باصول الفقہ من دقیق الکلام"۔^۳

(شرح) (العہد) میں میں نے کتاب کے ابواب کی ترتیب کے طریقے کو اختیار کیا اور اس کے کہ کثیر مسائل میں تکرار تھا اور کئی ابواب کی شرح دقت کلام کے باعث اصول فقہ کے لائق نہیں تھی)

۲۔ النہایہ : اس کتاب کو قاضی عبد الجبار نے شریعات میں شامل کر دیا تھا ابوالحسن بصری نے "المعتمد" میں دو مقامات پر اس سے استفادہ کیا ہے۔^۴

۳۔ الشرح یا شرح العہد : ابوالحسن بصری نے اپنی کتاب "المعتمد" میں تقریباً چالیس مقامات پر اس سے نقل کیا ہے، اور وہ ان الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں :

"قال قاضی القضاۃ فی الشرح"۔^۵

۴۔ الدرس : ابوالحسن اپنی کتاب "المعتمد" میں "الدرس" کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ "قال قاضی القضاۃ فی الدرس" (قاضی القضاۃ نے "الدرس" میں کہا) اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ قاضی القضاۃ کی "الدرس" نامی کتاب تھی اس میں کہا۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ دوران تعلیم "الدرس" میں کہا اور وہیں سے سن کر نقل کر لیا ہو۔^۶

۱۔ تنظیم الاصولین، مظہر بقا ۱۵۵/۳ (۳۹۰)۔ ج ۲ حوالہ سابق۔

۲۔ مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۲۵۵، بغداد مکتبۃ المشرقی سنہ ۱۳۵۵ھ۔

۳۔ المعتمد فی اصول الفقہ، ابوالحسن محمد بن الطیب البصری المسترلی (متوفی ۳۳۶ھ - ۱۰۴۴ھ)، ۳/۱، تقدیم شیخ فلیل الیس، بیروت لبنان دار الکتب احادیث ۱۴۰۳ھ - ۱۹۸۳ھ۔

۴۔ تحقیق مقدمہ علی شرح العہد لابن الحسن معتزلی، عبد الحمید بن علی ابو زنید ۳۲/۱، مدینہ المنورہ مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔

۵۔ شرح المعتمد، ابوالحسن محمد بن علی بن الطیب البصری المسترلی متوفی ۳۳۶ھ - ۱۰۴۴ھ، تحقیق و دراستہ عبد الحمید علی ابو زنید، مدینہ المنورہ مکتبۃ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ۔ ج ۲ حوالہ سابق۔

ابو عمر الطلمنکی المالکی (متوفی ۴۲۹ھ)^۱

فقیہ، اصولی اور محدث تھے علم قرأت کے ماہر تھے۔ قرطبہ، مصر اور حجاز مقدس کے علمی سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ: کتاب "الموصول الی معرفة الاصول" تالیف کی۔^۲

ابن راہین البغدادی الشافعی (متوفی ۴۳۰ھ)^۳

بصرہ میں مقیم تھے۔

مؤلفات اصولیہ: "فصول فی الاصول" آپ کی تالیف ہے۔^۴

ابوزید دیوبندی الحنفی (متوفی ۴۳۰ھ)^۵

اکابر فقہائے حنفیہ میں سے ہیں ابو جعفر الاسودیشی سے تفقہ حاصل کیا۔ امام کرنی کی طرح امام ابوزید دیوبندی نے بھی امام ابوحنیفہ کے اصول کو جوہر گفتگو بنایا اور ان پر بحث کی۔ مختلف مسائل میں امام ابوحنیفہ کے اجتہادات کے پس پردہ کارفرما اصول و کلیات بیان کئے۔ امام ابوزید دیوبندی اپنے زمانہ کے بہت بڑے نامور حنفی فقیہ تھے فقیہانہ استدلال اور قانونی بصیرت میں ضرب امتش مانے جاتے تھے۔ ابن خلیکان نے لکھا:

"وهو اول من وضع علم الخلاف وابرزه الی الموجود"^۶

(انہوں نے ہی سب سے پہلی علم الخلاف (یا علم اختلاف الفقہاء) کی بنیاد ڈالی اور اس کو باقاعدہ ایک منفرد علم کی حیثیت عطا کی)

مگر مؤرخ ابن خلیکان کی رائے سے اتفاق مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ خود اختلاف الفقہاء کے عنوان سے تقابلی مطالعہ قانون پر کم از کم دو اہم کتابیں ایسی ہیں جو امام دیوبندی سے قبل لکھی گئیں اور ہم تک پہنچیں۔ ان میں سے ایک امام ابن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی "اختلاف الفقہاء" ہے جس کا ایک حصہ مستشرق جوزف شاخت شخص نے ۱۹۳۲ء میں لائیڈن ہالینڈ سے شائع کیا تھا۔ دوسری امام ابو جعفر الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی "اختلاف الفقہاء" ہے جس کی ایک جلدی ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی کی تحقیق سے ۱۹۷۱ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے شائع ہو چکی ہے۔ ان حوالوں کی روشنی میں دیوبندی کو اس علم کا موجود تو نہیں بلکہ مدون مانا جاسکتا ہے۔ انہوں نے فقہی اختلافات کی تہ میں پائے جانے والے اصولی اور قواعدی اختلافات کی نشاندہی کی اور قواعد کو الگ الگ مرتب کیا جن سے تقابلی مطالعہ قانون کا کام آسان ہو جاتا ہے۔

۱۔ ابو عمر الطلمنکی احمد بن محمد بن عبد اللہ بن ابی یحییٰ المعافری القرطبی الاندلسی متوفی ۴۲۸ھ مائندلس ولادت و وفات ہوئی، الاعلام بوفیات الاعلام الذہبی ۱/۲۸۷ (۱۹۱۸)۔
۲۔ الفتح المبین، المراسی، ۲۳۱/۱، مجمع مظہر بقا، ۴۱۷/۱، ۲۱۸ (۱۶۲)۔

۳۔ امام نور الدین عبد الوہاب ابن محمد بن عمر بن محمد البغدادی معروف بہ ابن راہین متوفی ۴۳۹ھ بصرہ میں مقیم تھے۔

۴۔ ہدیۃ العارفین، ۱۰، سائیل پاشا بغدادی ۶۳/۱۵۔

۵۔ ابوزید عبد اللہ بن عمر بن یحییٰ القاضی الدیوبندی متوفی ۴۳۹ھ، بخاری میں وفات پائی، الاعلام بوفیات الاعلام، محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۴۲۸ھ، ۱/۲۸۸ (۱۹۲۳)۔
۶۔ وفیات الاعیان، ابن خلیکان متوفی ۶۸۱ھ، ۲۵۳/۱۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تاسیس النظر

۲۔ الاسرار فی الاصول والفروع

۳۔ الانوار فی الاصول

۴۔ تقویم الادلة فی الاصول

کتاب تاسیس النظر کا تحقیقی تجزیہ :

اس کتاب میں ابو الحسن الکوفی اور ابو بکر جصاص کے بیان کردہ مضامین کو قدرے تفصیل کے ساتھ لیا گیا ہے اور حنفی فقہاء کا اسلوب اختیار کرتے ہوئے اصول کے ضمن میں مسائل جزئیہ کو تفریعات اور فقہی نکات پر مشتمل قواعد اور مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ دیوبندی نے اس کتاب کو مندرجہ ذیل نواجزاء میں تقسیم کیا :

۱۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے دو نامور شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن الشیبانی کے مابین فقہی اختلافِ آراء کی اساس کو بیان کیا ہے۔ اس حصہ میں وہ قواعد و اصول مذکورہ ہیں جن سے امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کے نقطہ نظر کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

۲۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

۳۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں امام ابو یوسف نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

۴۔ امام ابو یوسف اور امام محمد کے مابین پائی جانے والی اختلافی آراء کے اصول و قواعد بیان کئے۔

۵۔ تین حنفی ائمہ امام محمد، امام حسن بن زیاد اللؤلؤی (اصل کتاب سے ایک نام ساقط ہے) ان کی فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں ان سے ان کے ایک اور نامور ساتھی امام زفر نے اختلاف کیا ہے۔

۶۔ حنفی ائمہ فقہ (امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر وغیرہ) کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں امام مالک نے ان سے اختلاف کیا ہے۔

۷۔ تین حنفی ائمہ فقہ (امام محمد، امام زفر اور امام حسن بن زیاد) کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کے نامور محاصر قاضی ابن ابی یعلیٰ (متوفی ۱۳۸ھ) کی آراء و اقوال سے اختلاف کیا ہے۔

۸۔ مذکورہ بالا حنفی ائمہ فقہ کی ان فقہی آراء کے اصول و قواعد جن میں انہوں نے امام محمد بن ادریس الشافعی کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔

۹۔ متفرق اختلافی اقوال و آراء کے اصول و قواعد۔

ان نواجزاء میں سے ہر ایک جز کو مختلف ابواب کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر باب میں اس موضوع سے متعلق یا اس سے ملنے جلتے امور سے متعلق اصول و کلیات بیان کئے گئے ہیں ہر اصل اور کلیہ کی مثالیں اور تطبیقی نظام بھی دی گئی ہیں تاکہ قانون کی منشا و مراد واضح ہو سکے۔ امام دیوبندی نے ”اصل“ کا لفظ عمومی مفہوم میں استعمال کیا ہے جس میں قواعد، ضوابط اور اصول سب شامل تھے۔

۱۔ الاسرار فی الاصول والفروع :

اس کتاب کے بارے میں حاجی خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک ضخیم کتاب ہے جس کا آغاز انہوں نے ”الحمد لله رب العالمین“ سے کیا ہے۔^۱

۲۔ الانوار فی الاصول :

حاجی خلیفہ نے کہا کہ یہ ایک مختصر ہے، جس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ”الحمد لله الذی اعلى منزلة المؤمنین“۔ الخ^۲

۳۔ تقویم الادلة فی الاصول :

حاجی خلیفہ نے کہا کہ یہ کتاب ایک مجلد میں ہے اس کا آغاز : الحمد لله رب العالمین الخ سے ہوا ہے اور امام فخر الاسلام علی بن ابی ہریرہ دہلوی حنفی (متوفی ۷۸۲ھ) نے اس کی شرح بھی لکھی ہے اور یہ ایک عمدہ شرح ہے اور یہ علمائے حنفیہ میں بہت معتبر سمجھی جاتی ہے۔ ابوبکر محمد بن حسین بن محمد الارسابندی الحنفی (متوفی ۵۱۲ھ) نے اس کا اختصار کیا۔ جس کا نام مختصر تقویم الادلة للدهو می ہے اور ابو جعفر محمد بن الحسین الحنفی نے اس کا اختصار کیا ہے۔^۳

جامع ازھر کے کلیہ اصول الشرعیہ والقانون کی لائبریری میں اس پر چند تحقیقات :

۱۔ اس پر سچی محمد جمیل کا تحقیقی مقالہ نمبر (۳۰۶) پر موجود ہے۔

۲۔ اسی طرح ”الاسرار فی الاصول والفروع فی تقویم ادلة الشرع“ پر محمد العواطی (العواطی) کا تحقیقی مقالہ موجود ہے، جس کا نمبر (۱۶۶۳) ہے۔

ابو الحسن البصری المتعزلی (متوفی ۴۳۶ھ)^۴

ائمہ معتزلہ میں سے ایک امام ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المعتمد ۲۔ زیادات المعتمد ۳۔ کتاب القیاس الشرعی

۴۔ غرر الادلة فی اصول الفقہ ۵۔ تصفح الادلة فی اصول الفقہ ۶۔ شرح العمد

۱۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۸۳/۱، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۳۸/۵، کشف القناع عن مہمات الاسامی والکنی، بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، ص ۳۸۲، جدہ ملک عبدالعزیز ۱۳۰۵ھ۔

۲۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۸۳/۱، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۳۸/۵۔

۳۔ کشف القناع عن مہمات الاسامی والکنی، بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، ص ۷۷، جدہ ملک عبدالعزیز ۱۳۰۵ھ، کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۸۳/۱، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۳۸/۵، الفوائد النحویۃ فی تراجم النحویۃ، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۱۰۹۔

۴۔ ابو الحسن محمد بن علی الطیب البصری متوفی ۱۰۴۳ھ، بصری میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۳۶۳ھ، ۱۰۰/۳، (۱۰۹۶)، الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی ۳۹۲/۱ (۱۹۳۹)۔

(۱) کتاب المعتمد کا تحقیقی تجزیہ : اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتب میں سے ایک کتاب "المعتمد" ہے امام رازی نے "المحصول" میں اور آمدی نے "الاحکام" میں اس کو بھی مختصر کیا بلکہ امام رازی تو کتب اربعہ میں سے المستصفیٰ اور المعتمد کے حافظ بھی تھے۔ یہ کتاب معتزلہ کی آراء و استدلال کے مصادر میں سے ایک ہے اس میں ماضی کے اصولیین کی ایک بڑی جماعت کی آراء کو منضبط کر لیا گیا ہے ان کے ادلہ کو بیان کیا اور ان پر تنقید کی اس کتاب میں اصول فقہ کے موضوع کو ایک ترتیب نو سے مرتب کیا گیا ہے شرح العمدة میں پائے جانے والے تکرار سے اجتناب برتا ہے۔ "مقدمة المعتمد" کی یہ عبارت وجہ تالیف کو بیان کرتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں :

"والذی دعانی الی تالیف هذا الكتاب فی اصول الفقه بعد شرحی کتاب العمد. للقاضی عبدالجبار ، واستقصاء القول فیہ ، انی سلیکت فی الشرح مسلک الكتاب فی تریب ابوابه . وتکرار کثیر من مسائله وشرح ابواب لا تلیق باصول الفقه من دقیق الکلام فاحببت أن اؤلف کتابا، مرتبة ابوابه غیر مکررة، واعدل فیها عن ذکر مالا یلیق باصول الفقه من دقیق الکلام وایضا فان القاری لهذه الابواب فی اصول الفقه ، وان کان عارفا بالکلام فقد عرفها علی اتم استقصاء ولیس یتفید من هذه الابواب شیئا . وان کان عارف بالکلام ، صعب علیه فهمها ، وان شرح له فکان الاولى حذف هذه الابواب من اصول الفقه ."

(قاضی عبدالجبار کی "کتاب العمد" کی شرح لکھنے کے بعد جس بات نے مجھے کتاب "المعتمد" لکھنے کی طرف متوجہ کیا وہ یہ تھی کہ اس کتاب (العمد) کی ترتیب ابواب اور بہت سے مسائل میں تکرار تھا اور کئی ابواب میں پیچیدہ قسم کا کلام شامل کیا گیا تھا جو اصول فقہ کے لائق نہیں تھا اس کے باوجود میں نے اس کی شرح کرتے وقت اسی (صاحب کتاب کے) طرز کو پیش نظر رکھا۔۔۔ میں نے چاہا کہ ایسی کتاب تالیف کروں جس میں بلا تکرار ابواب مرتب کئے گئے ہوں اور ان باتوں سے پرہیز کروں جو دقت کلام کے باعث اصول فقہ میں زیر بحث لائے جانے کی شایان شان نہیں ہیں۔۔۔ اور یہ بھی ہے کہ اصول فقہ کا قاری اگر علم کلام کا عارف ہے تو وہ اس کی گہرائی سے پہلے ہی واقف ہے اس کے لئے یہ استفادہ کی باعث نہیں ہوگا اور اگر وہ علم کلام کا عارف نہیں ہے تو اس کی شرح کر بھی دوں تو اس کے فہم پر گرانی کا باعث ہوگا۔۔۔ لہذا ان ابواب کا اصول فقہ سے حذف کرنا ہی بہتر تھا)۔

اس سے ظاہر ہوا کہ "المعتمد" میں انہوں نے بعض ان مسائل کو حذف کرنا بہتر جانا جن کا تعلق اصول فقہ سے کم اور مقدمات کلامیہ سے زیادہ تھا اسی طرح انہوں نے کچھ مسائل کا اضافہ بھی کیا جو "العمد" میں نہیں پائے گئے تھے۔ ابوالحسین بصری اصول فقہ کے تقریباً تمام موضوعات کو ہی زیر بحث لائے ہیں اور اس میں تحلیل علمی کے منہج کو اپنایا اور کھل کر مناقشہ کیا،

۱۔ کشف القناع عن مہمات الاسامی وکنفی، بدرالدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) ص ۳۸۵، ج ۲، عبدالمعز ۱۴۰۵ھ۔

ج۔ المعتمد فی اصول الفقه، ابوالحسین بصری معتزلی متوفی ۳۳۶ھ، ۳/۱ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء۔

حسن و قبح کے بارے میں ان کے خیالات معتزلی عقائد کی طرح ہیں وہ حسن و قبح کی بحث کو اصول فقہ میں شامل تصور کرتے ہیں اور اس کا ربط پیدا کرنے کی خواہش اور کوشش کرتے ہیں۔ مختلف آراء و اقوال پیش کرتے ہیں خاص طور پر قاضی عبدالجبار کی آراء و اقوال نقل کرتے ہیں اس سے ان کا مقصد اپنے مذہب کی تائید اور تقویت پہنچانا ہوتا ہے۔ کثرت سے اہل لائے ہیں مخالفین کے اہل کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ لمبی گفتگو کرتے ہیں اور جواب دیتے ہیں "الکلام فی الاوامر" میں ان کی گفتگو تقریباً ایک سو پچیس صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ اپنی اور دوسروں کی رائے سے برابری کی بنیاد پر استدلال کرتے ہیں تقلیدی اسلوب سے اجتناب کرتے ہیں ان کا اسلوب اجتہادانہ ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ کئی مرتبہ معتزلہ کی بھی مخالفت کر جاتے ہیں۔ جیسا کہ انہوں نے "باب فی العموم اذا تعقبہ تقييد بشرط، او استثناء، او صفة، او حکم....." کے مسئلہ میں انہوں نے کیا ہے۔ بہر حال بلاشبہ یہ کتاب ان کی عمدہ تالیفات و خدمات میں سے ایک اہم کتاب شمار کی گئی ہے جو فن اصول فقہ کا قابل فخر علمی سرمایہ ہے۔ کتاب "المعتمد" کے بارے میں ابن خلدون کی رائے ہے وہ کہتے ہیں :

"كتاب العمدة لعبد الجبار و شرحه المعتمد لابن الحسين البصري"۔^۱

(العمد عبدالجبار کی کتاب ہے اور "المعتمد" اس کی شرح ہے جو ابو الحسین بصری کی تالیف ہے)

مگر ہمیں ابن خلدون کی اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ "العمد" عبدالجبار معتزلی کی کتاب ہے اور المعتمد اس کی شرح ہے کیونکہ "المعتمد" اب چھپ کر منظر عام پر آ چکی ہے جس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کسی کتاب کی شرح نہیں ہے بلکہ ایک مستقل علیحدہ کتاب ہے۔ اور المعتمد کے مقدمہ سے جو عبارت ہم اوپر نقل کر چکے ہیں اس سے بھی اس کتاب کے علیحدہ تصنیف ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

"المعتمد" کے بارے میں ابو الخطاب الکلونی فرماتے ہیں :

"ان المعتمد مختصر العمدة"۔^۲

(المعتمد (در اصل) "العمد" کا اختصار ہے)

مگر ہمیں اس رائے سے بھی اتفاق نہیں کیونکہ دونوں کتابوں کے ابواب کی ترتیب اور مسائل ایک دوسرے سے جدا گانہ ہیں اور دونوں میں مسائل کی کمی بیشی بھی پائی جاتی ہے۔

نواسر کین نے اپنی کتاب تاریخ التراث العربی میں "المعتمد" کو اصول الدین کی کتاب بتایا ہے مگر یہ بات بھی درست معلوم نہیں ہوتی۔

"المعتمد" کے اثرات کا مختصر جائزہ :

یہ کتاب بعد کے لکھنے والوں خصوصاً معتزلی اصولیین پر مسلسل اثر انداز ہوتی رہی بلکہ اس کتاب نے ان کے لئے ایک اساس و بنیاد کی فراہمی کا کام کیا۔ مثلاً ابو الخطاب الکلونی اپنی کتاب "الصمہید" کے مضامین میں اسی "المعتمد" کی

۱۔ حوالہ سابق، الکلام فی الاوامر، ۱/۳۷-۱۶۴۔ ۲۔ حوالہ سابق، ۱/۲۸۳۔

۳۔ مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۲۵۵، بغداد مکتبۃ المشرقی سند۔

۴۔ الصمہید، ابو الخطاب الکلونی ۱/۶۹-۷۹، بحوالہ تحقیقی مقدمہ علی شرح العمد لابن الحسین ص ۱۹، مدنیہ المنورہ، المکتبۃ العلمیۃ والحکم، ۱۴۱۱ھ۔

۵۔ تاریخ التراث العربی، نواسر کین ۱/۶۷، مکتبۃ لیلۃ اللہ العظمیٰ المواعظی النجفی لعامہ قم، ایران طبع ۱۴۱۲ھ (۱۳۰۳-۱۹۸۳ء)۔

ترتیب و طریقہ کو اپناتے ہیں اور ساتھ ہی ابوالحسنین بصری اور ان کے شیخ عبدالجبار کی آراء کو "المعتمد" کا حوالہ دیئے بغیر اسی طرح نقل کر دیتے ہیں، حاجی خلیفہ فرماتے ہیں :

"(المعتمد) وهو كتاب كبير ومنه اخذ فخر الدين الرازي كتاب المحصول وللقاضى ابى

يعلى محمد بن (الحسين) الفراء الحنبلى"

(وہ "المعتمد" ایک بڑی کتاب ہے فخر الدین رازی نے کتاب "المحصول" اسی سے اخذ کی اور قاضی ابویعلی محمد بن

(الحسین) الفراء الحنبلی (متوفی ۳۵۸ھ) نے بھی اس سے اخذ کیا)

کشف الظنون کے حاشیہ میں یہ تحریر درج ہے کہ : "وهو (المعتمد) شرح العمدة للقاضى عبد الجبار وزاده عليه اشياء كثيرة "ولى الدين"۔ (وہ (المعتمد) قاضی عبدالجبار کی العمدة کی شرح ہے اور اس پر ولی الدین نے بہت سی باتوں کا اضافہ کیا ہے)۔

(۲) زیادات المعتمد : یہ ایک مختصر ضخامت کی کتاب ہے جس کا صرف ایک نسخہ ہے جو قسطنطنیہ میں واقع "لا لہ لی" نامی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس میں اصول فقہ کے ان مسائل کو شامل کیا جو "المعتمد" میں بیان نہیں کئے گئے تھے اور وہ مسائل حقیقت و مجاز، اوامر و نواہی سے متعلق بعض مسائل مثلاً الواجب المخیّر، اقتضاء الامر الفور، واقتضاء النهی کو بیان کیا ان کے علاوہ بعض ان دوسرے مسائل کو بھی بیان کیا جو عموم، خصوص، افعال رسول ﷺ کی حجیت، نسخ، اجماع اور اخبار سے متعلق تھے۔

(۳) کتاب القیاس الشرعی : یہ کتاب "المعتمد" سے قبل کی تالیف ہے مگر اسے بعد میں المعتمد میں شامل کر دیا گیا اس کتاب کے نسخے کو قسطنطنیہ کی "لا لہ لی" نامی لائبریری سے حاصل کر کے "المعتمد" کے ساتھ طبع کر دیا گیا۔ مطبوعہ کتاب میں اس کتاب کے پہلے صفحہ پر تحریر کر دیا گیا ہے : وقد صنفه قبل كتاب المعتمد ، كما يظهر من الاشارات العديدة اليه فى كتاب المعتمد۔ یہ کل بیس صفحات پر مشتمل کتاب ہے۔

(۴) غرر الادلة فى اصول الفقہ^۱

(۵) تصفح الادلة فى اصول الفقہ^۲

یہ کتاب دو مجلدات میں ہے، علامہ بدر الدین عینی (متوفی ۸۵۵ھ) نے اپنی کتاب کشف القناع میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے مذکورہ بالا دونوں کتب کی موجودگی اور ان کے مشتملات کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

(۶) شرح العمدة : یہ ابوالحسنین کی اصول فقہ پر پہلی تالیف ہے، جو انہوں نے اپنے شیخ عبدالجبار کی زندگی میں ہی تالیف کر لی تھی اس کے علاوہ مزید دو کتب "المعتمد" اور "کتاب القیاس الشرعی" بھی ان کی زندگی میں تالیف کیں۔

۱۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱۷۳۲/۲۔ ۲۔ حوالہ سابق۔

۳۔ المعتمد فی اصول الفقہ، ابوالحسنین بصری متوفی ۳۳۶ھ/۲، بیروت دار الکتب احامیہ ۱۴۰۳ھ۔

۴۔ حدیہ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۹/۶۔

۵۔ کشف القناع المرئی عن مہمات الاسامی والکنی، بدر الدین ابی محمود بن عینی متوفی ۸۵۵ھ/۵، جدہ جامعہ ملک عبدالعزیز ۱۴۰۵ھ۔

اس پہلی کتاب کے مطالعہ سے عیاں ہوتا ہے کہ ابو الحسین بصری اپنے شیخ عبد الجبار کی آراء کی نقل و اعتماد میں وہی معاملہ رہا جو امام غزالی کا اپنے شیخ امام الحرمین کے ساتھ ان کی پہلی اصولی تصنیف "المسنخول" میں تھا جہاں وہ اپنے شیخ کی آراء کو کثرت سے نقل کرتے ہیں اور وہ اسی محور پر رہتے ہیں اسی طرح ابو الحسین کا بھی یہی حال نظر آتا ہے۔ مگر جب امام غزالی اپنی ایک مستقل شخصیت بنا لیتے ہیں تو "التہذیب" اور پھر المستصفی میں ان کا اسلوب آزادانہ نظر آتا ہے جس میں وہ خود اپنی آراء بھی پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ابو الحسین بعد کی تصانیف میں آزادانہ نظر آتے ہیں جس میں وہ اپنی بھی آراء پیش کرتے ہیں۔

شرح العمد میں وہ اپنے شیخ کا ذکر کرتے وقت اطلال اللہ بقاء (اللہ ان کی عموما فرمائے) کے الفاظ لاتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ان کی زندگی میں تالیف کی تھی۔ ابو الحسین نے العمد کی شرح میں جس منہج کی پیروی کی اسے المعتمد کے مقدمہ میں اس وقت بیان کیا جہاں وہ العمد اور شرح العمد کی موجودگی میں ایک اور کتاب "المعتمد" کی تالیف کرنے کی وجہ ضرورت بتاتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس میں تکرار تھا اور غیر متعلق ابواب تھے وغیرہ وغیرہ اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ ان خامیوں کو دور کر کے ایک اور کتاب تصنیف کی جائے اور چونکہ "شرح العمد" میں اسی کے ابواب و ترتیب وغیرہ کی رعایت ملحوظ رکھی گئی جس کی وجہ سے شرح بھی عیوب و نقائص سے بچ نہ سکی۔ ہم اس مقدمہ کا ذکر "المعتمد" کے تعارف میں کر چکے ہیں۔ فواد سزکین نے فہار اس مکتبۃ الفاسر کان پر اعتماد کرتے ہوئے اس کتاب (شرح العمد) کے نام میں تردد کا اظہار کیا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل تین نام گنوائے ہیں :

- ۱۔ الخلاف بین الشیخین۔ ۲۔ الاختلاف فی اصول الفقہ۔ ۳۔ العمد۔^۱

درست بات یہ ہے کہ "العمد" اور شرح العمد دو علیحدہ کتابیں ہیں دونوں کے مؤلفین بھی جدا جدا ہیں، شاید اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہوئی کہ کتاب "شرح العمد" میں وہ اسلوب پایا جاتا ہے جو شیخ عبد الجبار کا "المغنی" میں عمومیت کے ساتھ اور کتاب "الشرعیات" میں خصوصیت کے ساتھ ہے جس میں وہ ہمیشہ لفظ "شیخنا" سے ابولی الجبائی، ابو ہاشم الجبائی اور علی ابو عبد اللہ البصری مراد لیتے ہیں اور بہت سی جگہوں پر ابو الحسن الکرخی بھی مراد لیتے ہیں۔ اسی طرح ابو الحسین "شرح العمد" میں ان چاروں کی آراء کو ہر مسئلہ میں کثرت سے بیان کرتے ہیں۔ جب ناظر اس شرح میں یہ دیکھتا ہے کہ اس میں شیخ عبد الجبار کی تمام آراء بغیر کمی و بیشی تبدیلی و نقص کے من و عن موجود ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ شاید یہ ان ہی کی شرح ہے۔ اگر بنظر غائر و تحقیق دیکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ دونوں الگ الگ مؤلف کی کتابیں ہیں۔ مثلاً

- ۱۔ اس شرح میں ابو الحسین، قاضی عبد الجبار کے اشعار کی شرح نہیں کرتے یہ شارحین کی عادت ہوتی ہے انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اگر قاضی عبد الجبار خود شرح کرتے تو ضرور ان کی بھی شرح کرتے۔

- ۲۔ اور اسی طرح دوران شرح وہ ہر مسئلہ کے آغاز میں "قال" اور "کان یقول" کے الفاظ لاتے ہیں جس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی علیحدہ کتاب کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

کتاب کی انفرادیت اُجاگر کرنے والے چند امور :

- ۱۔ "شرح العمد" اصول فقہ کے تمام ابواب پر محیط پہلی کتاب کی شرح ہے جس میں مسائل اور ان کے ادلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ان پر اعتراضات اور ان کے عقلی و نقلی جوابات دیئے گئے ہیں یہ کتاب مدارس اصولیہ کے ایک معتزلی مدرسہ کی کتاب ہے جو عقل کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ دیگر مدارس اصولیہ نے بھی اس کتاب سے استفادہ کیا، یہ کتاب دلائل عقلیہ اور علمی و اصولی مناقشات کے حوالے سے بھی بہت اہمیت کی حامل ہے۔
- ۲۔ اس کتاب کی بدولت ان علماء و اصولیین کی آراء و اقوال محفوظ ہو گئے جن کی کتاب حوادث زمانہ کی نذر ہو کر ناپید ہو گئیں۔
- ۳۔ "شرح العمد" اصول فقہ کی ان دیگر کتب کے مقابلہ میں زیادہ ثقہ ہے جن سے معتزلہ اصولیین کی آراء، اقوال و استدلال نقل کئے جاتے ہیں اس کی وجہ ایک قویہ ہے کہ ابوالحسنین خود مدہا معتزلی تھے اور دوسرا یہ کہ ان کا زمانہ کبار معتزلہ اصولیین سے دوسروں کے مقابلہ میں اقرب ترین تھا یا اس لئے بھی کہ یہ خود بلا واسطہ ان سے ان کے اقوال و آراء کے ناقل تھے۔

مختلف مذاہب کے وہ علماء جن کے اقوال اس میں محفوظ ہیں :

ابتداءً یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس کتاب میں تین رُساء معتزلہ کی آراء کو نہایت اہتمام سے بیان کیا جاتا ہے۔ وہ ابوالی البجلی، ان کے صاحبزادہ ابوباشم، ابوعبداللہ بصری اور ساتھ ہی ابوالحسن کرخی کی رائے کو بھی اہمیت دیتے ہیں جو مدہا خفی ہیں۔

معتزلہ شیوخ جن کی آراء محفوظ ہوئیں :

جعفر بن حرب، جعفر بن مبشر، بشر المریسی، عبید اللہ بن الحسن العنبری، ابوالہذیل العلاف، محمد بن زید الواسطی، محمد بن شجاع البخی، عباد بن سلیمان، النظام، الجاحظ، موسیٰ بن عمران، ابواسحاق ابراہیم بن عباس، قاضی القضاۃ عمید الجبار۔

بعض متقدمین شوافع جن کے اقوال محفوظ ہوئے : الصیر و فی، ابن سربیع ابو حامد المروزی، المزنی۔

بعض اہل الظواہر جن کی آراء محفوظ ہو : النبیانی، المغربی، داؤد، القاشانی۔

بعض حنفی علماء جن کی آراء ذکر ہوئیں : عیسیٰ بن ابان، سفیان بن حبان، محمد بن الحسن، ابویوسف۔^۱

"المعتمد" اور "شرح العمد" کے مستفیدین : ابوالحسن بصری کے بعد متکلمین طرز پر لکھنے والوں نے "شرح العمد" اور "المعتمد" سے خوب استفادہ کیا ابن خلدون نے "المعتمد" کو اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتب میں شامل کیا ہے وہ لکھتے ہیں :

"وكان من احسن ما كتب فيه المتكلمون كتاب البرهان لامام الحرمين والمستصفي للغزالي وهما من الاشعرية وكتاب العمد لعبد الجبار وشرح المعتمد لابن الحسين البصري وهما من المعتزلة وكانت الاربعة وقواعد هذا الفن".^۲

۱۔ شرح العمد، ابوالحسن بصری معتزلی متوفی ۳۳۶ھ، مدینہ المنورہ، المکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۱ھ۔

۲۔ مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ، ص ۳۵۵، مکتبۃ المشرق بغداد۔ سند

شاید قاضی ابوبکر الباقلائی کی کتاب التقریب ابن خلدون تک نہیں پہنچی ورنہ وہ کتاب بھی امام الحرمین، امام غزالی، ابواسحاق الشیرازی اور فخر الدین الرازی کی کتب کی طرح مدرسہ اشعریین کی اساسی ہوتی۔

شیخ عبد الجبار کی العمد اور ابوالحسن بصری کی شرح العمد کے پہلے مستفید تو وہ (ابوالحسن) خود ہیں جو المعتمد میں ۱۸۰ مقامات پر کسی نہ کسی حوالہ سے ان کا ذکر لاتے ہیں یعنی کبھی ان (شیخ عبد الجبار) کی رائے، کبھی ان کا استدلال اور کہیں مخالف کے رد میں ان کا ذکر لاتے ہیں۔ المعتمد میں کبھی العمد کا حوالہ دے کر نقل لاتے ہیں اور کبھی بغیر "العمد" کا ذکر کئے اس میں سے نقل کرتے ہیں۔ صرف ۸ مقامات پر "العمد" کا نام دیا ہے۔^۱

بعد کے لوگوں میں سے ابو الخطاب الكلواذانی نے اپنی کتاب "التمہید" میں ابوالحسن بصری اور ان کے شیخ عبد الجبار کی آراء سے استفادہ کیا مگر انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ان دونوں کی کون سی کتب سے انہوں نے استفادہ کیا۔ وہ سولہ مقامات میں قاضی القضاۃ عبد الجبار کا اور اکیس مقامات میں ابوالحسن بصری کا نام بھی لیتے ہیں۔^۲

امام الحرمین جوینی اپنی کتاب البرہان میں دو مقامات میں عبد الجبار بن احمد کا نام ذکر کرتے ہیں۔ ایک جگہ "العمد" اور دوسری جگہ "شرح العمد" کے حوالے سے۔^۳ اسی طرح ابن النجار نے "شرح الکوکب المنیر" میں خاص طور پر دوسرے جزء میں ان دونوں کی آراء کو چند مواقع پر نقل کیا ہے۔^۴

اسی طرح شہاب الدین ابوالعباس احمد بن اوریس بن عبد الرحمن القرافی (متوفی ۶۸۳ھ) نے اپنی کتاب "نفسائس الاصول فی شرح المحصول" میں "شرح العمد" سے چھ مقامات پر اکیس مرتبہ اور بارہ مقامات میں "المعتمد" سے اور دو مقامات میں "العمد" سے نقل و استفادہ کیا ہے۔^۵

اور سب سے زیادہ استفادہ بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ زکشی الشافعی نے اپنی کتاب "البحر المحیط" میں کیا جس میں "المعتمد" سے ۷۳ مقامات سے استفادہ کیا اور قاضی عبد الجبار کا ۳۱ مرتبہ حوالہ ذکر کیا۔^۶

الشریف مرتضی الشیبی (۳۵۵ھ-۴۳۶ھ)^۷

انہوں نے کتاب "الذخیرۃ فی الاصول" تالیف کی۔^۸

حسین الصمیری (۳۵۱ھ-۴۳۶ھ)^۹

کبار فقہاء میں شمار کئے گئے ہیں۔

۱۔ شرح العمد، ابوالحسن بصری معترضی متوفی ۴۳۶ھ/۶۷۷ء، مکتبہ العلوم والحکم، ۱۴۱۰ھ۔ ۲۔ حوالہ سابق ۲۸/۱۔

۳۔ البرہان فی اصول الفقہ۔ امام الحرمین ابوالمعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف الجوی متوفی ۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء، فقرہ ۱۳۰-۱۵۶ فقرہ ۸۶۔

۴۔ مکتبہ امام الحرمین طبعہ ثالثہ ۱۴۱۳ھ۔ ۵۔ شرح العمد، ابوالحسن بصری معترضی متوفی ۴۳۶ھ/۲۸/۱۔ ۶۔ حوالہ سابق۔

۷۔ حوالہ سابق ۲۸/۱۔ ۸۔ ابوالقاسم علی بن ابی احمد الحسن بن موسیٰ ابن محمد بن موسیٰ بن جعفر الشریف، مرتضیٰ موسوی البغدادی الشیبی العلوی، تاریخ بغداد ۱۱/۴۰۲ (۶۲۸۸) اور الاعلام بوفیات الاعلام میں اس طرح مذکور ہے علی بن الحسن بن موسیٰ الحسنی الموسوی۔

۹۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل ہاشم البغدادی ۶۸۸/۵۔ ۱۰۔ ابوعبد اللہ حسین بن علی بن محمد بن جعفر القاضی الصمیری (۹۶۲ء/۱۰۳۵ء)۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے کتاب ”مسائل الخلاف فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔ اس پر راشد بن علی بن راشد الحامی نے تحقیق کی اور جامع الامام محمد بن سعود الاسلامیہ ریاض سے ۱۴۰۴ھ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔ کتب اصول فقہ میں ان کی آراء نقل کی گئی ہیں۔ مثلاً ال ابن تیمیہ کی معتبر کتاب ”المسودۃ“ میں ان کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا ”زعم القاضی الصمیری المحنفی أن...“۔^۱

ابن المثلث القرطبی المالکی (۳۵۸ھ-۴۳۶ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی جو نو اجزاء پر مشتمل تھی۔^۳

ابو محمد جوینی (متوفی ۴۳۸ھ)

امام الحرمین ابی المعالی عبد الملک بن عبد اللہ صاحب البرہان فی اصول الفقہ ان کے بیٹے اور شاگرد تھے امام شافعی کی کتاب ”الرسالۃ“ کی شرح لکھی۔^۴

ابو الولید حسان نیشاپوری (متوفی ۴۳۹ھ)

انہوں نے امام شافعی کی کتاب ”الرسالۃ“ کی شرح لکھی۔^۵

ابراہیم التونسی القیر وانی (متوفی ۴۴۳ھ)^۶

فقہ، اصولی اور محدث تھے، ان کی عمدہ شروح اور تعلیق ہیں۔^۷

الفتح الرازی الشافعی (متوفی ۴۴۷ھ)^۸

فقہ، اصولی، مفسر اور محدث تھے۔ بغداد میں ابو حامد الاسفراہینی سے تفقہ حاصل کیا۔ یہاں تک کہ مذہب میں امام ہو گئے۔ اپنے شیخ ابو حامد کی وفات کے بعد ان کی جگہ مسند تدریس سنبھالا۔

مؤلفات اصولیہ..... السبکی نے طبقات الوسطی میں لکھا :

۱۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، ۸۱/۸، ۷۹-۸۰ (۴۶۳)، انفوائد اُضحیہ، عبدالحی کصفوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۶۷، المسودہ فی اصول الفقہ، مجد الدین، شہاب الدین، شیخ الاسلام ص ۲۶۰، بیروت، دار الکتاب العربی۔ الجواہر المہدیہ، محی الدین ابو محمد عبد القادر بن ابی الوفا قرشی متوفی ۷۷۵ھ/۱۱۳۱ھ۔

۲۔ عبد الملک بن احمد بن محمد بن عبد الملک بن الاصم القرشی ابی مروان القرطبی مالکی، ابن المثلث سے معروف تھے۔

۳۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۶۲۵/۵۔ ۴۔ ابو محمد الجونی، عبد اللہ بن یوسف بن عبد اللہ بن یوسف الطائری السنجی، الاعلام بوفیات الاعلام محمد بن احمد بن عثمان الذہبی متوفی ۴۴۸ھ/۱۰۹۲ (۱۹۵۱) تحقیقی مقدمہ علی البرہان للجونی، عبد العظیم محمد الدیب، ص ۲۹ مکتبہ امام الحرمین طبعہ ثالثہ ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲ء۔ ۵۔ ابو الولید حسان نیشاپوری متوفی ۴۳۹ھ (شارح رسالہ)۔

۶۔ ابواسحاق ابراہیم بن حسن بن اسحاق القیر وانی التونسی متوفی ۱۰۵۱ء، قیروان میں وفات پائی۔ ۷۔ مجمع الاصولین، محمد مظہر بقا، ۲۸/۱ (۸)۔

۸۔ ابوالفتح سلیم بن ایوب بن سلیم الرازی متوفی ۵۰۰ھ، جدہ کے قریبی ساحل بحر القلزم میں دُوب کر وفات پائی، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۴۰۹/۵۔

”ولہ فی اصول الفقہ کتاب وقف علیہ“

(اور ان کی اصول فقہ میں کتاب ہے جس سے میں واقف ہوں)

اسی طرح طبقات کبری کے حاشیہ میں بھی مذکور ہے۔^۱

ابوالطیب الطبری الشافعی (۳۲۸ھ-۴۵۰ھ)^۲

فقیہ، اصولی، جدلی تھے تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی (متوفی ۳۶۳ھ) اور ابواسحاق الشیرازی نے آپ سے زانوئے تلمذ طے کیا۔ ایک سو دو برس عمر پائی آخری عمر تک حافظہ میں کمی اور عقل میں خلل پیدا نہیں ہوا اور نہ فہم میں فتور پیدا ہوا بلکہ دوسرے فقہاء کی طرح فتویٰ دیتے۔ بغداد کو وطن بنایا وہیں درس و تدریس کی اور فتویٰ دیتے ”کسرخ“ میں وفات تک قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ..... صاحب ہدیۃ العارفین نے لکھا:

”وینقال لہ فی الاصول والمذہب والخلاف والجدل کتب کثیرة“^۳

(کہا جاتا ہے کہ اصول، فقہ، خلاف اور جدل میں ان کی بہت سی کتابیں ہیں)

شذرات الذہب میں ہے:

”وصنف فی الخلاف والفقہ والاصول والجدل کتباً کثیرة لیس لاحد مثلها“^۴

(انہوں نے خلاف، فقہ، اصول اور جدل میں بہت سی کتب تصنیف کیں، جو اپنی مثال آپ تھیں)

عبدالجبار الاسکاف (متوفی ۴۵۲ھ)^۵

فقیہ، اصولی، متکلم اور اپنے زمانے کے افاضل فقہاء و متکلمین میں سے تھے۔ امام الحرمین الجوبینی سے اصول کی تعلیم حاصل کی اور ان کے طریقہ کے مطابق سند فراغت پائی۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے اصول فقہ، جدل اور اصول الدین میں کتب تصنیف کیں۔^۶

۱۔ معجم الاصلیین، محمد مظہر بقا ۱۳۲/۲ (۳۵۹)۔

۲۔ ابوالطیب طاہر بن عبداللہ بن طاہر بن عمر الطبری (۹۶۰ء، ۱۰۵۸ء) طبرستان میں ولادت اور بغداد میں وفات ہوئی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۳۲۹/۵

۴۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳۵۸/۹-۳۶۰ (۳۹۲۶)، شذرات الذہب، ابن العما و جنلی متوفی ۱۰۸۹ھ، ۲۸۳/۳، مصر مکتبۃ القدسی ۱۳۵۰ء، الفحاشیین، المرائی ۲۳۸/۱-۲۳۹، معجم الاصلیین، محمد مظہر بقا ۱۳۸/۲، ۱۳۹ (۳۸۳)۔

۵۔ ابوالقاسم، عبدالجبار بن علی بن محمد بن حکان الاسفرائینی الاسکاف متوفی ۱۰۰۶ء۔

۶۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۳۹۹/۵، معجم الاصلیین، محمد مظہر بقا ۱۵۷/۲-۱۵۸ (۳۹۲)۔

الماوردی الشافعی (۳۶۴ھ-۴۵۴ھ) ۱

فقہ و اصولی تھے بغداد میں ابو حامد الاسفرائینی بھی آپ کے شیوخ میں سے ہیں خصوصیات کے ساتھ مذہب شافعی کے اصول و فروع میں ید طولی رکھتے۔ کئی شہروں میں قاضی رہے۔ اجلہ علماء کی ایک جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

مؤلفات اصولیہ..... اصول فقہ، حدیث، تفسیر، سیاست، اور ادب وغیرہ میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ ۲

ابو القاسم البکری المالکی (متوفی ۴۵۴ھ) ۳

اندلس میں بلسیہ سے تعلق تھا، فقہ اصولی اور اہل النظر والاحتجاج تھے۔ حصول علم و حج کے لئے شرق بعید کا سفر کیا شہر بلسیہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ..... المرائی نے لکھا :

”لہ مؤلفات حسنة في هذا الباب“

(ان کی اس موضوع پر عمدہ مؤلفات ہیں) ۴

ابن حزم ظاہری (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) ۵

فقہ، مفسر، محدث، اصولی، متکلم، منطقی، ادیب، شاعر اور مؤرخ تھے۔ ابن حزم، ظاہری فقہ کے ترجمان تھے انہوں نے داؤد اصبہانی کی فقہ کو از سر نو زندہ کیا۔ اسے فقہی شاہرہ پر گامزن کیا اس میں وسعت پیدا کی اس کے فروع و مسائل کی تائید میں دلائل دیئے۔ زبردست دلائل و براہین سے مخالفین کا رد کیا۔ ظاہری فقہ کے نظریات کی تائید میں بعض آئمہ کے اقوال سے استنباط کیا۔ ابن حزم نے ابتداء میں فقہ شافعی کا مطالعہ اور اس پر عمل شروع کیا مگر وہ شافعی فقہ کے ساتھ زیادہ نہ چل سکے۔ پھر ظاہری فقہ کے امام شیخ داؤد اصبہانی کی طرح جو امام شافعی کے شاگرد تھے صرف نصوص کتاب و سنت کی طرف دعوت دینے لگے ان کا نظریہ یہ تھا کہ اوامر و نواہی وہی ہیں جو نصوص و آثار سے ثابت ہیں۔ امر و نہی کی عدم موجودگی میں استحباب الحال کے مطابق احکام ثابت ہوں گے۔ ابن حزم بھی وہی کہتے تھے جو داؤد و ظاہری نے کہا کہ امام شافعی نے استحسان کے بطلان پر جو دلائل دیئے ہیں انہیں سے قیاس کا ابطال ہوتا ہے۔

ابن حزم کے اصولی منہج کا تحقیقی تجزیہ :

ابن حزم نے فقہی اصول وضع کئے اور امام شافعی کی طرح اپنے طرز استنباط اور طریق اجتہاد کو اپنے وضع کردہ اصول میں محدود و محصور رکھا اور ان کے ذکر و بیان میں طوالت سے کام لیا یہ اصول انہوں نے اپنی مشہور کتاب ”الاحکام فی

۱۔ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری (۱۰۷۵/۹۷۷ء) بصرہ میں ولادت اور بغداد میں وفات ہوئی۔

۲۔ الفتح المبین، المرائی، ۱/۲۳۱۔ ۳۔ ابو القاسم خلف بن احمد بن بطلال البکری مالکی متوفی ۱۰۶۲ء، اندلس سے تعلق رکھتے تھے۔

۴۔ الدبیان، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۸۵، الفتح المبین، المرائی، ۱/۲۳۲، معجم المؤلفین ۱۰۳/۱، معجم البلدان یا قوت حوی ۲/۲۷۹۔

۵۔ ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم بن غالب بن صالح بن خلف (۹۹۳ء/۱۰۶۳ء) اندلس میں ولادت و وفات ہوئی، الاعلام بوفیات الاعلام

محمد بن احمد بن عثمان، الذہبی متوفی ۴۸۸ھ، ۱/۳۰۳ (۲۰۲۸)۔

اصول الاحکام“ میں بیان کئے۔ اس کبیر الحجم کتاب کے پہلو پہ پہلو آپ نے ظاہری فقہ کے قواعد میں ایک مختصر کتاب بھی تحریر کی۔ وہ قیاس و استحسان کو تسلیم نہیں کرتے اور ان پر کڑی تنقید کرتے ہیں۔ انہوں نے مسائل میں اجتہاد کیا فروعات کو جانچا فقہی مسائل کو مختلف شاخوں میں تقسیم کیا ان کے اجتہاد میں ایک طرح کا استنباط بھی پایا جاتا ہے مگر وہ صرف نصوص و آثار کو اپنے اجتہاد کی اساس قرار دیتے ہیں۔ انہوں نے اصول وضع کرنے کے بعد ان کی روشنی میں فروعات اخذ کیں نتائج و ثمرات نکالے۔ وہ تقلید اور احتجاج بالرائے کو نہیں مانتے تھے تقلید کی مذمت کرتے ہوئے اپنی کتاب ”المحلی“ میں فرماتے ہیں۔

”لا یحل لاحد ان یقلد احدا لاحیا ولا میتا وعلی کل احد من الاجتہاد حسب طاقته“۔
(کسی شخص کے لئے کسی زندہ یا فوت شدہ آدمی کی تقلید کرنا جائز نہیں ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق اجتہاد کر سکتا ہے)

اسی طرح تقلید کی مذمت میں مزید فرماتے ہیں :

”والمجتہد المخطی افضل عند اللہ تعالیٰ من المقلد المصیب ہذا فی اہل الاسلام خاصۃ، واما فی غیر اہل الاسلام فلا عذر للمجتہد المستدل ولا للمقلد، وکلاهما ہالک، برہان ہذا ذکرناہ انفا بالاسناد من قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اجتہد الحاکم فأخطأ فله اجر وذنم اللہ التقلید جملة فالمقلد عاص والمجتہد ماجور“۔^۱

(حق تک پہنچ جانے والے مقلد سے غلطی کرنے والا مجتہد اللہ کے ہاں زیادہ افضل ہے اور یہ اہل اسلام کا خاصہ ہے اور لیکن غیر اہل اسلام کے ہاں نہ تو استدلال کرنے والے مجتہد معذور ہے اور نہ ہی مقلد اور وہ دونوں برباد ہیں اور اس پر ہم نے حضور ﷺ کے قول سے سند کے ساتھ دلیل پیش کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر حاکم اجتہاد کرے اور غلطی کرے اس کے لئے ایک اجر ہے اور اللہ تعالیٰ نے کلیۃ تقلید کی مذمت فرمائی تو مقلد گناہ گار ہے اور مجتہد کج اجر دیا جاتا ہے)

ظاہریہ کے منہج کا ائمہ اربعہ کے منہج سے تقابل :

ابن حزم کا طرز استنباط ائمہ اربعہ کے منہج سے مختلف تھا۔ ظاہری ظواہر کتاب و سنت پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کے علل تلاش نہیں کرتے تاکہ دیگر مسائل کو ان پر قیاس کیا جائے جیسا کہ ائمہ اربعہ کی فقہ کا ایک مخصوص انداز ہے اور ان ہی اصولوں پر ان کی فقہ مبنی ہے۔ اس کے برعکس فقہائے اربعہ نصوص کو پڑھ کر ان سے احکام اخذ کرتے ہیں پھر اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نصوص سے علت کا استخراج کرتے ہیں اور جہاں وہ علت پائی جاتی ہے وہاں وہی حکم جاری کر دیتے ہیں اس طرح علت میں عموم پیدا ہو جاتا ہے اور جہاں نص نہیں ہوتی وہاں بھی اس کا حکم جاری کر دیا جاتا ہے اس کی صورت اس فقہی قیاس کی ہو جاتی ہے جس پر فقہائے اربعہ کا تعامل ہے۔

جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ عام لوگوں کو ہمیشہ تقلید کرنا چاہئے ان کی تردید کرتے ہوئے اپنی کتاب ”النبذ“

میں فرماتے ہیں :

۱۔ المحلی، ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری متوفی ۳۵۶ھ/۶۶۱ء، مسئلہ نمبر ۱۰۳، تحقیق احمد محمد شا کر، القاہرہ مکتبہ دار التراث منند۔

۲۔ حوالہ سابق ۶۹/۱ مسئلہ نمبر ۱۰۸۔

”فنقول لمن اجاز التقليد للعامی : أخبرنا من تقلد؟ فان قال عالم مصر قلنا، فان كان فی مصر عالما مختلفان، کیف یصنع؟ یاخذ ایهما شاء؟ فیهذا دین جدید، وحاش لله أن یکون حکمان مختلفان فی مسئلة واحدة، حرام حلال معاً، من عند الله تعالى، ثم العجب کله : أن یکون فرض للعامی الذی مقامه بالأندلس تقلید مالک، وبالیمن تقلید الشافعی، وبخراسان تقلید أبی حنیفة وفتاویهم متضادة، أهذا دین الله تعالى منه؟ فوالله ما أمر الله تعالى بهذا قط بل الدین واحد، وحکم الله تعالى قدیین لنا: (ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً) ولكن العامی والأسود المجلوب من غانة ومن هو مثلهم اذا أسلم، فقد عرف بلاشک ما الاسلام الذی دخل فیہ، وأنه أقر بالله أنه الاله، لاله غیره، وأن محمداً رسول الله الیه، وأنه قد دخل فی الدین الذی أتى به محمد رسول الله صلى الله علیه وسلم“۔

(جو بھی ایک عام شخص کو تقلید کی اجازت دیتا ہے ہم اس سے دریافت کریں گے کہ وہ کس کی تقلید کرے؟ اگر وہ جواب دے کہ اپنے شہر کے عالم کی تقلید کرے تو ہم دریافت کریں گے اگر اس کے شہر میں دو مختلف خیال عالم ہوں تو پھر کیا کرے؟ آیا دونوں میں جس کی چاہے تقلید کرے؟ یہ تو ایک نیا دین ہوا، آخر ایک ہی دین میں ایک مسئلہ میں دو مختلف حکم کیسے ہو سکتے ہیں؟ ایک حرام اور ایک حلال اور لطف یہ کہ دونوں خدا کی طرف سے ہوں۔ پھر یہ امر موجب حیرت ہے کہ اندلس کے عوام پر امام مالک کی تلقید فرض ہو یمن میں امام شافعی کی تقلید اور خراسان میں امام ابوحنیفہ کی، حالانکہ ان کی فتاویٰ ایک دوسرے کی ضد ہیں، کیا یہ خدا کا دین ہے؟ بخدا اس نے یہ حکم ہرگز نہیں دیا بلکہ دین ایک ہے، خدا کا حکم بھی ایک ہے، قرآن میں ارشاد ہوتا ہے ”ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً“ (اگر قرآن کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں وہ بڑا اختلاف پاتے)۔ مگر وہ عامی اور سیاہ فارم غلام جسے غانہ (افریقائی ملک) سے لایا گیا ہو اور اس کی نظیر و مثیل کوئی شخص مشرف باسلام ہو جائے وہ بخوبی جان لے گا کہ وہ اسلام میں داخل ہو چکا ہے اور اس نے اس ذات کا اقرار کر لیا ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں، وہ شخص بلاشبہ اس دین اسلام میں داخل ہو گیا جسے آنحضور ﷺ لائے تھے۔)

ابن حزم کے فقہی اصول :

ابن حزم کے مطابق چار اصول ایسے ہیں جن کے بغیر کوئی شرعی حکم معلوم نہیں کیا جاسکتا۔

- ۱۔ قرآن کریم۔
 - ۲۔ حدیث رسول ﷺ جو دراصل خدا کی جانب سے ہوتی ہے بشرطیکہ اس کے راوی قابل اعتماد ہوں یا حدیث متواتر ہو۔
 - ۳۔ علمائے اُمت کا اجماع۔
 - ۴۔ ان میں سے کوئی دلیل جس میں صرف ایک ہی احتمال پایا جاتا ہو۔
- ابن حزم، قیاس و استحسان کو باطل قرار دیتے ہیں اور اجتہاد بطریق ذرائع کو بھی نہیں مانتے۔

۱۔ البذنی اصول الفقہ، ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ، تحقیق احمد الحجازی القاسم ۳۷۳ قاہرہ مکتبہ الکلیات الازہریہ ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۱ء۔

۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ابن حزم ظاہری اندلسی متوفی ۴۵۶ھ ص ۱/۱ تحقیق احمد محمد شا کر کراچی جامعہ ابی بکر الاسلامیہ ۱۴۰۸ھ۔

مولفیات اصولیہ..... ابن حزم اپنی تصانیف میں جدلی طرز استدلال کو اختیار کرتے ہیں آپ ایک ایک کر کے مخالف کے دلائل پیش کرتے ہیں پھر ان کی تردید کرتے ہیں۔ اپنے دعوے کو دلائل سے ثابت کرتے ہوئے مخالف کے دعوے کا ابطال کرتے ہیں، پھر جدل کے مراتب میں سے اس مرتبہ کو اپناتے ہیں جس میں مخالف فریق کے اقوال ہی سے اس کی تردید کی جاتی ہے۔ ابن حزم نے فقہ کے اصول و فروع میں بڑی قابل قدر کتابیں تصنیف کیں ان تصانیف میں آپ نے داؤد بن علی ظاہری، فقہاء اور دیگر ظاہری مسلک کو پیش نظر رکھا۔ حدیث، فقہ، اصول، ہلال و ادیان، تاریخ، علم الانساب، ادب اور خافین کی تردید میں تقریباً چار سو کتابیں تالیف کیں جو ایک اندازہ کے مطابق اسی ہزار (۸۰،۰۰۰) اوراق پر مشتمل ہیں۔

مولفیات اصولیہ :

۱۔ الاحکام لاصول الاحکام یا الاحکام فی اصول الاحکام

۲۔ مسائل اصول الفقہ ۳۔ مراتب الاجماع ۴۔ النہذ فی اصول الفقہ الظاہری

۵۔ ابطال القیاس والرأی والاستحسان والتقلید والتعلیل

مسائل اصول الفقہ :

اس نام سے ان کی ایک مختصر تصنیف مصر میں ابن الامیر الصنعانی اور القاسمی کے حواشی کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب اصول فقہ سے متعلق چنداقتباسات پر مشتمل ہے جنہیں محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانی نے ابن حزم کی کتاب "المحلی" کے مقدمہ سے منتخب کیا تھا اور جن کے ساتھ انہوں نے اپنی توضیحات و تشریحات بھی شامل کر دی ہیں۔ یہی رسالہ "مجموعۃ مسائل فی اصول التفسیر" اور اصول الفقہ مرتبہ جمال الدین القاسمی مطبوعہ دمشق ۱۳۳۱ھ کے صفحہ ۵۶ تا ۶۷ پر اور مجموعہ الرسائل مطبوعہ المنیر یہ قاہرہ ۱۳۳۳ھ ۱۳۳۶ھ کی جلد اول کے صفحہ ۷ تا ۹۹ پر موجود ہے۔^۱

مراتب الاجماع :

ان کی ایک تصنیف اس نام سے بھی محفوظ ہے۔^۲

النہذ فی اصول الفقہ الظاہری :

اس کتاب کا تاریخی نام "النہذۃ الکافیۃ فی اصول احکام الدین" ہے۔ یہ کتاب احمد حجازی السقاکی تقدیم، تحقیق و تعلیق کے ساتھ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء میں مکتبۃ الکلیات الازہریہ، حسین محمد امبالی قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔^۳

ابطال القیاس والرأی والاستحسان والتقلید والتعلیل :

جب یہ کتاب مخطوطہ کی صورت میں تھی تو سب سے پہلے گولڈزیہر (GOLDZIEHER) نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا۔ اس کتاب میں ابن حزم نے اپنے اس نظریہ کی پُر زور حمایت کی ہے کہ فقہی استنباط کی ان

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ/۳۹۳، کچھ الفاظ کے حذف کے ساتھ، لاہور و انش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ۔ ۱۹۷۱ء۔

۲۔ حوالہ سابق/۱-۳۹۳۔

۳۔ کشف الظنون، حاجی غلیفہ/۲۱، حدیثہ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی/۵/۶۹۰، کشف القناع المرئی، بدر الدین عینی، ص ۳۸۹۔

تزییات کو جن کی بنیاد قرآن وحدیث پر نہیں ہے رد کردینا ضروری ہے یہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب سعید الافغانی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۷۹ھ-۱۹۶۰ء میں مطبعہ جامعہ دمشق سے چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔^۱

احمد البیہقی شافعی (۳۸۴ھ-۴۵۸ھ)^۲

فقیر، محدث اور اصولی تھے، ابو عثمان صابونی اور حاکم ابو عبد اللہ النیشاپوری آپ کے اساتذہ تھے۔ حصول علم کے لئے بغداد، خراسان اور حجاز مقدس کے سفر کئے علامہ ذہبی نے لکھا:

لَوْ شَاءَ الْبَيْهَقِيُّ أَنْ يَعْمَلَ لِنَفْسِهِ مَذْهَبًا يَجْتَنِدُ فِيهِ لَكَانَ قَادِرًا عَلَى ذَلِكَ لِسَعَةِ عُلُومِهِ وَمَعْرِفَتِهِ بِالْاِخْتِلَافِ^۳

(اگر بتی چاہتے تو اپنے لئے ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈال دیتے اس میں اجتہاد کرتے تو دو وسعت علمی اور اختلافات کی معرفت رکھنے کی بناء پر ضرور قادر ہو جاتے)

امام الحرمین جوینی نے فرمایا:

"مَامِنْ شَافِعِيٍّ اَوَّلٍ لَشَافِعِيٍّ عَلَيْهِ مَنَّةُ الْاَلْبَيْهَقِيِّ فَاَنْ لَهُ عَلَى الشَّافِعِيِّ مَنَّةً لَتَصَانِفُهُ فِي نَصْرَةِ مَذْهَبِهِ وَاقْوَايِلِهِ"^۴

(شوافع میں سے بتی کا امام شافعی پر احسان ہے کہ انہوں نے کثرت تصانیف سے ان کے مذہب اور نظریات کی مدد کی)

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ "کتاب الخلافیات" اس میں امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے مابین اختلافی مسائل کو جمع کیا اور پھر ایک مخصوص اصولی طریقہ کے مطابق ان کی توضیح و تشریح کی۔

۲۔ رسالة الى ابي محمد الجويني . ۳۔ ينابيع الاصول.^۵

قاضی ابویعلیٰ حنبلی (۳۸۰ھ-۴۵۷ھ)^۶

فقیر، اصولی اور محدث تھے۔ حاکم عبد اللہ نیشاپوری آپ کے شیخ تھے۔ جبکہ مؤلف تاریخ بغداد، ادھبہ اللہ شیرازی آپ کے شاگرد تھے۔ ان کے زمانہ میں علم کی ریاست حنبلیہ ان پر ختم ہوتی تھی۔

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ/۳۸۵-۳۹۵۔ لاہور دہ آئش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ-۱۹۷۱ء

۲۔ ابوبکر احمد بن الحسن بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ، حافظہ بتی نیشاپوری الخضر وجرودی (۹۹۳ھ/۱۰۶۶ء)۔ نیشاپور میں ولادت و وفات ہوئی تذکرہ الحفاظ، الذہبی ۱۱۳۲/۳ (۱۰۱۳)۔ مع کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۲۵۵، البیاض السکون، اسماعیل باشا بغدادی ۳/۷۸، الفتح المبین، المرافی ۱/۲۳۹-۲۵۰، معجم الاصولیین، محمد منظر بقا ۱/۱۱۳، ۱۱۴ (۷۸)۔

۳۔ ابی محمد بن الحسن بن محمد بن خلف بن احمد بن القراء بغدادی (۹۹۰ھ/۱۰۶۵ء) تاریخ بغداد خطیب بغدادی ۲/۲۵۶ (۷۳۰)۔

مؤلفات اصولیہ :

۱. العدة فی اصول الفقہ . یہ ۵ جلدوں میں احمد بن علی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔
۲. مختصر العدة . ۳. الکفاۃ فی اصول الفقہ . ۴. مختصر الکفاۃ۔^۱

ابراہیم السروی (۳۵۸ھ-۴۵۸ھ)^۲

بغداد میں ابو حامد الاسفہرینی سے تفقہ حاصل کیا منصب قضاء پر فائز رہے تدیس و افتاء کی خدمت انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : اسکی نے کہا :

”لہ تصانیف کثیرة فی المذہب ، والخلاف والاصول والفرائض“۔^۳
(فقہ خلاف، اصول اور فرائض میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔)

ابو حاتم القرظی و بنی الشافعی (متوفی ۴۶۰ھ)^۴

ہدیۃ العارفین میں صاحب عقد المذہب کے حوالے سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا اصول اور خلاف میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں جن میں کتاب ”تجوید التجوید“ اور ”کتاب الحیل“ بھی شامل ہیں۔^۵

ابو فضل ثابت الشیعی (متوفی تقریباً ۴۶۰ھ)^۶

منہاج الرشادة فی الاصول آپ کی تصانیف میں سے ایک ہے۔^۷

محمد بن حسن الطوسی الشیعی (۳۵۸ھ-۴۶۰ھ)

طائف امامیہ کے شیخ تھے نجف میں وارد ہوئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱. کتاب العدة فی الاصول . ۲. منتهی السؤل فی شرح الفصول۔^۸

عبدالرحمن الفورانی (۳۸۸ھ-۴۶۱ھ)^۹

فقیہ، اصولی اور محدث تھے۔ ابوبکر القفال کے کبار تلامذہ میں سے تھے۔

۱. الفتح المبین، المرائی/۱-۳۲۵۔ ۲. ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن موسیٰ بن ہارون المطہری (۹۶۹ء/۱۰۶۶ء)۔

۳. معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا/۶۳ (۳۵)۔

۴. ابو حاتم محمد بن الحسن بن محمد بن یوسف بن الحسن بن محمد بن عکرمہ بن مالک الانصاری الطہری۔

۵. ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی/۶-۴۰۲۔ ۶. ابو فضل ثابت بن عبد اللہ بن ثابت الشیعی۔

۷. البیاض المکنون، اسماعیل باشا بغدادی/۴-۵۸۶۔ ۸. ابو جعفر محمد بن حسن بن علی الطوسی الشیعی، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی/۶-۷۲۔

۹. ابوالقاسم عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن فوران الفورانی الروزی (۹۹۸ء/۱۰۶۹ء)، خراسان (مرو) میں وفات پائی۔ الاعلام بوفیات الاعلام، الذہبی، ۳۰۵/۱-۲۰۳۲۔

مؤلفات اصولیہ : ابن خلکان نے لکھا :

”وصنف فی الاصول والمذهب والخلاف....“

(اور انہوں نے اصول، مذهب اور خلاف۔۔ میں کتب تصنیف کیں۔) ۱

حسین المروزی الشافعی (متوفی ۴۶۲ھ) ۲

فقیہ واصولی تھے۔ ابوبکر القفال المروزی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : ابن خلکان نے لکھا : ”صنف فی الاصول والفروع والخلاف“۔ ۳

حمزہ الدیلمی الشیعہ (متوفی ۴۶۳ھ) ۴

فقیہ واصولی تھے۔ المرتضیٰ اور المفید کے کبار تلامذہ میں سے تھے اور المرتضیٰ کے تو خاص الخواص تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے کتاب ”التقريب فی اصول الفقه“ تالیف کی۔ ۵

الخطیب البغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ) ۶

ابن خلکان نے لکھا :

”وکان فقیها فغلب علیه الحديث والتاریخ“

(اور وہ فقیہ تھے مگر ان پر حدیث اور تاریخ کا زیادہ غلبہ تھا۔)

رضا کمالہ نے ان کو اصولی بتایا ہے۔ مذہب شافعی پر تفقہ حاصل کیا، مشہور کتاب تاریخ بغداد کے مصنف ہیں

”الفقه والمتفقہ“ بھی تالیف کی۔ ۷

عبدالکریم القشیری (۳۷۶ھ-۴۶۵ھ) ۸

صوفی، مفسر، فقیہ، محدث، متکلم اور دیگر کئی علوم کے ماہر تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم امام بکر بن نورک سے حاصل کی اور

اس میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الفصول فی الاصول“ تالیف کی۔ ۹

۱۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱/۲۷۶، ۲۷۷۔ ۲۔ حسین بن محمد بن احمد ابوعلی المروزی القاضی متوفی ۱۰۷۰ء۔

۳۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۲/۷۹ (۳۱۳)۔ ۴۔ حمزہ بن عبدالعزیز السار الدیلمی الشیعہ (ابویعلی) متوفی ۱۰۷۱ء۔

۵۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۲/۸۵ (۳۱۹) بحوالہ اعیان الشیعہ ۷/۱۷۰،روضات الجنات ۲/۳۷۰ (۲۲۳)۔

۶۔ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی خطیب بغدادی (۱۰۰۲ء/۱۰۷۰ء) بغداد میں وفات پائی۔

۷۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ، ۱/۲۷۷ مصر مطبعہ المسمیہ، احمد البابی الکلی ۱۳۱۰، معجم المؤلفین ۲/۳، معجم الادباء ۳/۱۳-۱۳۵ (۲)۔

۸۔ عبدالکریم بن حوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد النیشاپوری (۹۸۶ء/۱۰۷۳ء)، نیشاپور میں وفات پائی۔

۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۶۰۷-۶۰۸۔

ابوالمظفر الاسفرائینی شافعی (متوفی ۴۷۱ھ) ^۱

فقہ، اصولی، مفسر اور محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں بھی آپ نے کتاب تصنیف کی۔ ^۲

ابوالولید الباجی مالکی (۴۰۳ھ-۴۷۴ھ) ^۳

فقہ، اصولی، محدث، متکلم، مفسر، ادیب، شاعر تھے۔ حصول علم کے لئے بغداد، دمشق، موصل، مصر وغیرہ کا سفر کیا وہاں کے جید علماء سے علم سیکھا۔ موصل میں فقہ و اصول کی تعلیم وہاں کے قاضی ابو جعفر السمانی سے حاصل کی تیرہ برس تک حصول مقصد میں سرگرم رہنے کے بعد واپس بجاہ لوٹ کر علمی و عملی میدان میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے لگ گئے۔ بعض بلاد اندلس کے قاضی بھی رہے۔ الراغبی نے ابن حزم کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: "لم یکن للمذہب المالکی بعد القاضی عبد الوہاب الا ابو الولید الباجی" (قاضی عبدالوہاب کے بعد سوائے ابوالولید باجی کے مذہب مالکی میں کوئی (عالم، مناظر) نہ تھا)۔ مختلف فنون پر تیس کتابیں تالیف کیں۔
مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ احکام الفصول فی احکام الاصول ^۴۔ یہ کتاب عبدالمجید ترکی کی تحقیق سے ۱۴۰۷ھ میں چھپ چکی ہے۔
- ۲۔ کتاب الحدود۔ یہ نیزہ حمادی کی تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۲ھ میں چھپ چکی ہے۔
- ۳۔ کساب الاشارة۔ ایک طرح سے یہ احکام الفصول کا اختصار ہے، یہ کتاب مکتبہ نزار مصطفی البازریاض سے عادل احمد الموجود اور علی محمد عوض کے تحقیق کے ساتھ ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ھ میں دوسری مرتبہ شائع ہوئی۔ اس سے قبل ۱۳۵۱ھ میں تونس سے شرح الورقات پر شیخ ہدہ السوسی کے حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی تھی۔ اسی طرح یہ کتاب ابن حزم الاندلسی متوفی ۴۵۶ھ "قصیدہ فی اصول فقہ الظاہریۃ" کے ساتھ مصطفی الوضی اور مصطفی الباجی کے مساعدت سے مرکز احیاء التراث ادباء تراث المغربی رباط سے بھی شائع ہو چکی ہے۔ ^۵

کتاب "الاشارة" کے شارحین :

- ۱۔ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر الشافعی البجانی غرناطی مالکی متوفی ۷۰۸ھ۔ ^۶

۱۔ ابوالمظفر شاہ یورین طاہر بن محمد الاسفرائینی متوفی ۱۰۷۸ھ۔

۲۔ الفتح المبین، الراغبی ۱/۲۵۱، معجم الاصولین، محمد مظہر بقا ۲/۱۳۹ (۳۸۳) انہوں نے بحوالہ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۰۱ (۱۹۹) اور طبقات ابن قاضی شہید ۱/۳۶۱ ذکر کیا۔

۳۔ ابو الولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب، بن وارث النجاشی الاندلسی الباجی (۱۰۱۴/۱۰۸۱) اندلس میں ولادت و وفات پائی۔ تذکرۃ الحفاظ، الذہبی ۳/۱۱۷۸ (۱۰۲۷)۔
۴۔ کشف القناع، بدرالدین عینی، ص ۳۸۹۔

۵۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا، بغدادی ۵/۳۹۷، الدبیاج، ابن فرحون مالکی، ص ۱۹۷-۲۰۰، الفتح المبین، الراغبی ۱/۲۵۲۔

۶۔ الدبیاج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، ص ۱۰۶، الفتح المبین، الراغبی ۲/۱۰۸، ۱۰۷۔

- ۲۔ احمد بن ابراہیم بن محمد بن الزبیر بن محمد بن ابراہیم بن الزبیر الشافعی مالکی متوفی ۸۷۰ھ۔^۱
- ۳۔ ابوالعباس احمد بن عبدالرحمن الیزبیطنی مالکی متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ یا ۸۹۸ھ المرائی نے لکھا: "و (شرح) الارشادات للباجی فی الاصول" (انہوں نے باجی کی اصول میں کتاب الارشادات کی شرح لکھی)۔ حالانکہ باجی کی الارشادات کے نام سے اصول میں کوئی کتاب نہیں شاید کاتب کی غلطی سے الاشارة کے بجائے الارشادات ہو گیا ہو۔^۲

ابو اسحاق الشیرازی شافعی (۳۹۳ھ-۴۷۶ھ)^۳

فقہ اصول وحدیث میں امام تھے۔ بعد ازاں ابو جعفر القزوینی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ خلق کثیر نے ان کے علم سے استفادہ کیا۔ ان سے مروی ہے کہ جب وہ خراسان گئے تو وہاں انہوں نے اپنے تلامذہ واصحاب ہی کو قاضی، مفتی اور خطیب کے عہدوں پر فائز دیکھا، مشہور کتاب "طبقات الفقہاء" کے بھی مصنف ہیں۔ خلیفہ مقتدی بامر اللہ کے یہاں ان کی بہت قدر و منزلت تھی، نظام الملک نے ان کی تدریس کے لئے جس مدرسہ کو تعمیر کروایا تھا خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے شیرازی کی وفات پر ان کے غم میں اسے بند کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ شیرازی نے بہت سی کتابیں تصنیف وتالیف کیں۔ مؤلفات اصولیہ:

(۱) اللمع: یہ کتاب جن بنیادی ابواب پر مشتمل ہے وہ خبر، اجماع، قیاس، استحسان، استصحاب، اولہ، تقلید، افتاء، اجتہاد ہیں۔ کتاب کا پہلا جزء قرآن اور دوسرا اصولی قضایا مثلاً امر، نہی، عموم، خصوص، ظاہر، تاویل، ناسخ و منسوخ پر مشتمل تھا۔ یہ کتاب کئی مرتبہ چھپ چکی ہے، قاہرہ ۱۳۲۶ھ، ۱۳۳۷ھ، ۱۹۲۹ء، ۱۳۷۷ھ، ۱۹۵۷ء میں چھپی اور بیروت سے ۱۴۰۵ھ میں عبدالرحمن المرعشی کی تحقیق اور صدیقی غامری کی تخریج احادیث کے ساتھ چھپی۔ اسی طرح مکتبہ الکلیات الازہریہ اور دار الندوہ الاسلامیہ، بیروت سے سید محمد بدر الدین النعمانی الحلی کی تصحیح کے ساتھ ۱۹۸۷ء-۱۹۸۸ء شائع ہوئی۔^۴

(۲) شرح اللمع یا الوصول الی مسائل الاصول: شیرازی کی یہ شرح عبد المجید ترکی کی تحقیق کے ساتھ دار الغرب اسلامی، بیروت سے دو جلدوں میں ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء میں چھپ چکی ہے اس کے علاوہ علی بن عبدالعزیز بن علی العمرینی کی تحقیق کے ساتھ تین مجلدات میں بھی چھپ چکی ہے اس کا تعارف و منج تحقیقی جائزہ میں پیش کیا جائے گا۔^۵

۱۔ الفہم، المرائی ۲/۲۰۰۔ ۲۔ حوالہ سابق ۳/۳۳۔

۳۔ جمال الدین ابوالاسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبداللہ (۱۰۰۳ء/۱۰۸۳ء) شیراز میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۱/۳۳۹، ۱۵۶۲، ہدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/۸، کشف القناع المرئی، بدر الدین یحییٰ متوفی ۸۵۵ھ ص ۳۹۳، الفہم، المرائی ۱/۳۵۵-۳۵۷۔

۵۔ کشف القناع المرئی، بدر الدین یحییٰ متوفی ۸۵۵ھ ص ۳۹۳، جدو، جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۳۶۳ھ، ۱۹۹۲ء طبقات الشافعیہ، عبدالرحیم الاسنوی شافعی (جمال الدین) شافعی متوفی ۸۷۶ھ/۸-۷۶۲ (بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء)۔

کتاب اللمع کے شیرازی کے علاوہ شارحین :

(تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ) مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن عبد القاهر بن محمد بن یوسف البغدادی شافعی متوفی ۵۳۳ھ معروف بہ ابن الخشاب انہوں نے نامکمل شرح لکھی۔^۱
 - ۲۔ کمال الدین مسعود بن علی العنسی متوفی ۶۰۴ھ۔^۲
 - ۳۔ عبد اللہ ابن اسعد الوزیری الیمینی متوفی ۶۱۳ھ تقریباً انہوں نے غایۃ الطلب والمامل فی شرح اللمع فی الاصول کے نام سے شرح لکھی۔^۳
 - ۴۔ عبد اللہ العکبری حنبلی متوفی ۶۱۶ھ نے المتبع فی شرح اللمع تالیف کی۔^۴
 - ۵۔ موسیٰ بن احمد بن یوسف الیمینی شافعی متوفی ۶۲۰ھ۔^۵
 - ۶۔ ضیاء الدین ابو عمر عثمان بن عیسیٰ الہمدانی الکردی متوفی ۶۲۲ھ نے دو جلدوں میں شرح لکھی۔^۶
 - ۷۔ قاضی احمد بن مقبل بن عثمان العلوی العدنی متوفی ۶۳۰ھ نے "شرح مشکل اللمع" تالیف کی۔^۷
 - ۸۔ سلیمان بن شعیب بن خضر الجیری القاہری متوفی ۹۱۲ھ۔^۸
 - ۹۔ شیخ نجی بن امان المکی نے "نزهة المشتاق" کے نام سے شرح لکھی جو ۱۳۷ھ میں قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔
 - (۳) التبصرة فی اصول الفقہ : یہ کتاب دار الفکر، دمشق سے ۱۹۸۳ء میں محمد حسن بیٹو کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے اور اس کا طویل مقدمہ بعنوان "الامام الشیرازی حیاته واراؤه الاصولیہ" علیحدہ کتاب کی صورت میں دمشق سے ۱۹۸۰ء میں چھپ چکا ہے۔^۹
 - حاجی خلیفہ نے کہا کہ ابو الفتح عثمان بن جنی نے اس کی شرح لکھی تھی^{۱۰} مگر عبد المجید ترکی نے شرح اللمع میں اس کی نسبت کی صحت میں شک کیا ہے اور کہا کہ ابن جنی کا انتقال امام شیرازی کی ولادت سے پہلے ۳۹۲ھ/۱۰۰۱ء میں ہوا ساتھ یہ بھی لکھا کہ السبکی کو بھی یہی مغالطہ شرح کی نسبت کے بارے میں ہوا تھا^{۱۱}۔ صاحب معجم الاصولیین نے لکھا کہ سبکی کے حوالے سے یہ بات ان کو طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں نہیں ملی۔^{۱۲}
-
- ۱۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۵۶۲، حدیۃ العارفین، اسماعیل باشا بغدادی ۵/۳۵۵۔
 - ۲۔ ایضاح المکنون ۴/۱۳۲، اسماعیل باشا بغدادی ۴/۳۱۰۔
 - ۳۔ ایضاح المکنون ۴/۱۳۲، حدیۃ العارفین ۵/۳۵۸۔
 - ۴۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۵۹۔
 - ۵۔ ایضاح المکنون ۴/۳۱۰، حدیۃ العارفین ۶/۳۷۹۔
 - ۶۔ کشف الظنون ۲/۵۱۶۲، حدیۃ العارفین ۵/۳۵۳، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱/۴۲ (۱۸)۔
 - ۷۔ ایضاح المکنون ۴/۳۱۰۔
 - ۸۔ الفتح المبین، المرافی ۳/۶۷، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۱/۱۶۲ (۳۶)۔
 - ۹۔ کشف القناع الرنی، بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ ص ۳۱۴۔
 - ۱۰۔ کشف الظنون، حاجی خلیفہ ۲/۹۲۳، ۱۵۶۲۔
 - ۱۱۔ تحقیقی مقدمہ علی شرح اللمع للشیرازی، عبد المجید ترکی ص ۵۴، دار الغرب الاسلامی ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء۔

(۴) کتاب القیاس : محقق الملخص فی الجدل ، محمد یوسف اخوند جان نیازی نے اس کتاب کا ذکر کیا کہ شیرازی نے خود تین مرتبہ اس کتاب کا ذکر شرح الملع کے باب " الکلام علی معنی الخطاب وهو القیاس " باب فساد الوضع وفساد الاعتبار اور باب القلب میں کیا۔ محقق نیازی نے یہ بھی کہا کہ کتب فہارس ، طبقات و تراجم وغیرہ میں اس کتاب کے ذکر میں ان کو کوئی لغزش نہیں ہوئی ہے۔^۱

(۵) الحدود والحقائق فی الاصول^۲

(۶) المختصر فی اصول مذهب الشافعی

ادلة : الحمد لله حق حمده وصلاة علی محمد خیر خلقه وعلی اله وصحبه^۳

(۷) الملخص فی الجدل

الملخص فی الجدل کا تحقیقی تجزیہ :

"النظر" کا لفظ تین انواع پر مشتمل ہوتا ہے اصول فقہ میں اس کا نام جدل ہے فروع فقہ میں خلائیات اور مناظرہ کی شروط و قواعد میں اس کا استعمال "اداب البحث" کہلاتا ہے۔ اس تفریق کے باوجود خلائیات جس کا تعلق فروع فقہ سے ہوتا ہے اس میں اصول فقہ کے "الجدل" پر گفتگو کر لی جاتی ہے اور اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ الجدل میں خلائیات کو زیر بحث لایا جائے۔ امام شیرازی اپنی اس کتاب "الجدل" میں خلاف کے مسائل کو ایک ایک کر کے پیش کرتے ہیں اور ان سے متعلق اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اپنے مذہب یا ذاتی رائے کو ترجیح دیتے ہیں مخالفین کی آراء کا بھرپور انداز سے بطلان کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ قرآن کریم اور اس کی تاویل کے قضایا مثلاً عموم، خصوص، امر، نہی، مانع و منسوخ، حدیث اور اس کے طرق کی نقل، اس کی صحت کے اثبات، اجماع اور اس کے اثبات و نفی میں کلام کرتے ہیں، مثلاً ان کے حجیت شرعیہ ہونے اور اس کا نظریہ اور اس میں اکابر و مجتہدین کی آراء و نظریات اور جن کے ذریعے اجماع منعقد ہوتا ہے وغیرہ۔ آخر میں قیاس کے ارکان اصل، فرع، حکم اور علت پر بحث کرتے ہیں۔ اصول اربعہ اساسیہ کے ساتھ دیگر اصول ہمہ مثلاً استحسان الاستصحاب اور الاستصلاح کو بھی زیر بحث لاتے ہیں۔

محمد یوسف اخوند جان نیازی نے اس پر تحقیق کی اور جامعہ ام القریٰ سے ۱۴۰۶ھ میں ایم اے کی ڈگری حاصل کی۔^۴

(۸) المعونة فی الجدل : یہ کتاب الملخص فی الجدل کی تنخیص ہے جو عبد المجید ترکی کی تحقیق کے ساتھ ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء میں طبع ہو چکی ہے۔^۵

۱۔ حوالہ سابق اس میں محقق "الملخص" اخوند جان نیازی کے حوالہ سے مذکور ہے تحقیقی مقدمہ علی شرح الملع عبد المجید ترکی ص ۶۳۔

۲۔ معجم الاصولین، محمد مظہر عطار، ۳/۱۔ حوالہ سابق۔

۳۔ حوالہ سابق، کشف القناع المرئی، بدرالدین عینی ص ۴۹۴، تحقیق مقدمہ علی شرح الملع، عبد المجید ترکی ص ۶۱، ۱۳۲، حوالہ سابق۔

۴۔ تحقیقی مقدمہ علی شرح الملع، عبد المجید ترکی ص ۵۷-۵۹، تنخیص اور اس میں فہرست مخطوطات المکتبہ الوطنیہ بیروت ص ۸۶، ۸۷ کے حوالہ سے

مذکور ہے۔ کشف الظنون حاجی خلیفہ ۲/۲۰۱۳۔

کتاب الوصول الی مسائل الاصول یا شرح اللمع کا تحقیق تجزیہ :

حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر " الوصول الی معرفة الاصول " کے نام سے کیا اور اسی نام کی ایک اور کتاب کو ابو بکر محمد بن داود الظاہری متوفی ۲۹۳ھ ۹۰۵ء کی طرف منسوب کیا۔ دی سلان نے فہرست مخطوطات المکتبہ الوطنیہ بیروت میں لکھا کہ یہ کتاب کلام اور اصول دین میں ہے اور وہ ان پر فقہ حنفی کے دو راہن مذہب شافعی کے اصول فقہ اور طریقہ جدید پر بحث کرتے ہیں۔ اس کتاب کی " القسم الثانی " ہم تک پہنچی جو مندرجہ ذیل رئیس البیاب پر مشتمل ہے۔ اخیر الاجماع، القیاس، الاستحسان، الاستصحاب، الاولیۃ، التقليد، الفتویٰ، الاجتہاد، الاختلاف جہاں تک اس کے " الجزء الاول " کا تعلق ہے تو ظاہر یہ ہے کہ وہ قرآن سے متعلق ہوگا اور ان تمام قضایا پر مشتمل ہوگا جسے اصولی اس مقام پر زیر بحث لاتے ہیں مثلاً امر، نہی، عموم، خصوص، ظاہر، تاویل، مانع و منسوخ۔

باوجود اس کے کہ صرف حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو ان کی طرف منسوب کیا ہے مگر دیگر کی تلمیذات سے اس کی تصدیق ہو جاتی ہے اور اس کی نسبت میں کسی قسم کا شک نہیں رہتا۔ مثلاً وہ اس کتاب کے فقرہ ۱۲۶۳ اور ۳۳۰ میں اپنی کتاب التلخیص یا ملخص کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں :

" ذکر فی التلخیص فی الجدل " (میں نے التلخیص فی الجدل میں اس کا ذکر کیا ہے)

یا " ذکر فی الملخص " (میں نے اسے " الملخص " میں ذکر کیا ہے)

شرح اللمع یا الوصول کا زمانہ تالیف :

شیرازی نے ابو الطیب طبری متوفی ۳۵۰ھ ۱۰۵۸ء سے زانوئے تلمذ طے کیا اور الوصول میں کم از کم چودہ مرتبہ ان کی آراء کو نقل کیا اور دوسروں کی آراء پر ان کی رائے کو ترجیح دی۔ وہ اس کتاب کے فقرہ ۹۲ اور ۳۶۹ میں بالترتیب کہتے ہیں :

سمعت القاضي ابا الطیب يقول (میں نے ابو الطیب کو کہتے ہوئے سنا)

سمعت القاضي ابا الطیب رحمه الله (میں نے ابو الطیب رحمہ اللہ کو کہتے سنا)

ان اقوال سے اندازہ ہوتا ہے انہوں نے اس کتاب کو اپنے شیخ طبری (متوفی ۴۵۰ھ) کی وفات کے بعد تالیف کیا ہوگا۔

شرح اللمع الوصول میں شیرازی کا اسلوب :

کتاب الوصول مذہب شافعی کے اصول فقہ اور طریقہ جدید پر تصنیف ہے اس میں ان کا اسلوب یہ ہوتا ہے کہ وہ پہلے مسائل کو الگ الگ کر کے ان کی تفصیل لانے میں اور پھر سب سے پہلے اپنی رائے اور پھر اس سے متعلق تمام مشہور آراء پیش کر دیتے ہیں پھر مخالفین کی آراء پیش کر کے دلائل نقلیہ قرآن، سنت اقوال صحابہ و تابعین سے اور پھر دلائل عقلیہ سے ان کا بطلان ثابت کرتے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف وہ آراء مخالفہ زیادہ تر معتزلہ کی ہوتی ہے۔ نیز اشاعرہ، مالکیہ، حنفیہ ظاہریہ کی آراء مخالفہ کا بھی ذکر کرتے نظر آتے ہیں اور دوسری طرف وہ بالعموم آراء شافعیہ اور بالخصوص اپنے استاد ابو الطیب طبری کی آراء کی پذیر و تائید و حمایت کرتے ہیں اور جب مذہب شافعی میں ہی آراء کا اختلاف ہوتا ہے تو اس رائے کو ترجیح دے کر مختار قرار دیتے ہیں جو اقرب الی السنۃ ہوتی ہے یا جسے وہ درست سمجھتے ہیں۔

اس کتاب پر طائرانہ نظر ڈالنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ کتاب تعبیر و تشریح میں بعض مطول کتابوں سے عمدہ ہے۔ اس میں وہ قرآن و حدیث سے مستخرجہ و متواصل استشہاد میں حریص نظر آتے ہیں یہی بات ان کو اہل سنت و حدیث اور جماعت میں شامل رکھتی ہے اور اس میں ان کی بقا کی ضامن ہے۔ یہ کتب اگرچہ اصول فقہ میں ہیں لیکن اس میں "طریقۃ النظر" پر اعتماد کیا گیا ہے۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ "النظر" تین انواع پر مشتمل ایک جامع لفظ ہے اصول فقہ میں شامل ہو تو اس کا نام بدل ہے فروع فقہ میں خلافیات اور مناظرہ کی شروط و قواعد میں اس کا نام "آداب البحث" ہے۔^۱

ابن الصباغ الشافعی (۴۵۵ھ - ۵۷۷ھ)^۲

فقیر، اصولی و متکلم تھے فقہ و اصول میں خاص کمال حاصل تھا، فقہ مانے جاتے یہاں تک کہ بعض نے ان کو ابواسحاق الشیرازی پر فوقیت دی۔ تلمیذ ابوالطیب الطبری سے فقہ حاصل کیا مدرسہ نظامیہ کے پہلے مدرس ہیں، نظام الملک نے نظامیہ کی تعمیر ابواسحاق الشیرازی کے لئے کروائی ان کے انکار کے سبب انہوں نے تیس دن تدریس کی پھر مسلسل اصرار پر ابواسحاق الشیرازی نے مسند سنبھال لی۔ ابن سبکی نے ابوالوفاء بن عقیل حنبلی کا قول نقل کیا کہ انہوں نے کہا:

"لم اشرك فيمن رايته وحاضرت من العلماء على اختلاف مذاهبهم من كملت له شرائط الاجتهاد المطلق الثلاثة: ابايعلى بن القراء و ابا الفضل الهمداني الفرعي و ابا نصر بن الصباغ".

(مختلف مذاہب کے جن علماء کو میں نے دیکھا اور ان کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں سے کسی کو بھی شرائط اجتهاد مطلق پر پورا اترے نہیں پایا سوائے ابویعلیٰ بن القراء، اور ابوالفضل ہمدانی الفرعی اور ابونصر الصباغ کے)۔

مؤلفات اصولیہ:

۱. العمدۃ فی اصول الفقہ

۲. تذکرۃ العالم والطریق السالم فی الاصول

امام الحرمین الجوبینی الشافعی (۴۱۹ھ - ۵۷۸ھ)^۳

فقیر، اصولی، متکلم اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ اپنے والد شیخ ابو محمد الجوبینی اور قاضی حسین سے فقہ حاصل کیا استاد ابو القاسم الکاف الاسفرائینی سے علم الاصول کی تعلیم حاصل کی۔ طغرل بیگ سلجوق کے وزیر عمید الملک الکندری نے

۱. تحقیق مقدمہ علی شرح الملح، عبد المجید ترکی ص ۵۷-۵۹، تجزیہ اور اس میں مہر مخطوطات المکتبۃ الوضیۃ بیروت ص ۸۶، ۱۷۰ کے حوالہ سے مذکور ہے۔ کشف القنون حاجی خلیفہ ۲/۲۰۱۳۔

۲. ابونصر عبدالسید بن محمد بن عبدالواحد بن احمد ابن الصباغ (۱۰۱۰/۱۰۸۳ھ) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳. الفتح المبین، المرافعی ۱/۲۵۸-۲۵۹، بحم الاصولیون، مجد مظہر ۲/۲۰۵-۲۰۶ (۳۹)۔

۴. امام الحرمین عبدالملک بن ابی عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد ابن جویہ الجوبینی (۱۰۲۸/۱۰۸۵ھ) خیشاپور میں ولادت و وفات ہوئی۔

جب اشاعرہ وغیرہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور منبروں سے مذمت کروائی تو آپ ترک وطن کر کے بغداد چلے گئے۔ وہاں سے ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء میں حجاز مقدس پہنچے، مکہ معظمہ اور مدینہ المنورہ میں چار سال تک درس دیتے رہے اسی وجہ سے ان کا اعزازی لقب امام الحرمین پڑ گیا بعد میں نظام ملک کے دور میں دوبارہ نیشاپور آئے اور مرتے دم تک وہاں مدرسہ نظامیہ میں پڑھاتے رہے جس کا نام بغداد کے مشہور مدرسہ کے نام پر مدرسہ نظامیہ رکھا۔^۱

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البرہان

۲۔ الورقات

۳۔ تلخیص الغریب والارشاد فی اصول الفقہ

۴۔ التحفۃ فی الاصول^۲

۵۔ الشامل فی الاصول^۳

کتاب ”البرہان“ کا تحقیقی جائزہ :

امام الحرمین اپنی اس کتاب کا آغاز ”مقدمات الكتاب“ سے کرتے ہیں جس میں مبادیات علم اصول فقہ بیان کرتے ہیں اور ہر اس شخص کے لئے اس منہج کی پیروی کو لازمی قرار دیتے ہیں جو فنون علوم کے کسی فن میں گہرائی کا ارادہ رکھتا ہو وہ کہتے ہیں :

حق علی کل من یحاول الخوض فی فن من فنون العلوم :

(۱) أن یحیط بالمقصود منه. (ب) وبالمواد التي یستمد منها ذلک الفن.

(ج) ”و حقیقتہ وحدہ ان امکنت عبارة سلیدة علی صناعة الحد، وان عسر فعلیه ان یحاول الدرك بمسالك التقاسیم“^۴

(فنون علوم کے کسی فن میں گہرائی حاصل کرنے کے لئے ان (مندرجہ ذیل) باتوں کا جاننا ضروری ہے کہ اس فن کے مقصود منہ کا احاطہ، اور اس میں جن مواد سے استمداد کیا گیا ہے (ان کا بھی احاطہ) اور اسی کی حقیقت و تعریف اگر آسان و سہل عبارت میں ممکن ہو تو بیان کرے اگر وہ ایسا کرنے سے قاصر ہو تو تقاسیم کے مسالک پر درک کی بھرپور کوشش کرے)۔

اس طریقہ کو اپنانے کو وجہ بتاتے ہوئے فرماتے ہیں :

”کسی یکون الاقدام علی تعلمہ مع حظ من العلم الجملی بالعلم الذی یحاول الخوض فیہ“^۵

(تا کہ اس علم کی بابت (ابتداء میں ہی) اجمالاً جان جائے جس کے بارے میں گہرائی اور غور و خوض کا ارادہ کیا گیا ہے۔)

آپ اسی منہج کی اپنی اس کتاب میں پیروی کرتے ہوئے اصول فقہ کی تعریف اس کے مصادر اور مقصود منہ کو ذکر کرتے ہیں اور پھر دیگر مقدمات لاتے ہیں احکام شرعیہ کی تعریف پیش کرتے ہیں۔ معتزلہ کے اس شبہ پر مناقشہ کرتے ہیں جس میں انہوں نے ”تقیس“ و تخمین اور اس کا ادراک عقلی یا شرعی ان سب کو اصول فقہ کی بحث میں شامل

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۵/۵۳۱، لاہور دافش گاہ پنجاب، ۱۳۹۱ھ-۱۹۷۱ء۔

۲۔ ہدیۃ العارفین، اسماعیل شاہ بغدادی، ۵/۶۲۵۔ ۳۔ حوالہ سابق۔

۴۔ البرہان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوبینی متوفی ۷۸۴ھ/۸۳۱ء، مکتبہ امام الحرمین ۱۳۹۹ھ۔

۵۔ حوالہ سابق۔

کردیا پھر منعم کا شکر اور وجوب شکر پر معتزلہ سے مناقشہ کر کے ان کے مذہب کا فساد ذکر کیا کیوں کہ انہوں نے اس کا وجوب عقلی مانا ہے۔ اس کے بعد تکلیف اور اس کا معنی اور مکلف کون ہے اور ”ملا يجوز التكليف به“ کو ذکر کیا اور علوم اور اس کے مدارک^۱ (درجات) اور عقول کے مدارک (درجات)^۲ کو بیان کیا۔ اس طرح امام الحرمین نے ایک نیا اسلوب عطا کیا کہ ابتداء ہی میں عقل کے بارے میں مقبول قول پیش کر دیا کیونکہ عقل ہی علوم کے حقائق تک رسائی کا ذریعہ ہے۔ اس کے بعد علم کی سابقین سے منقول تعریفات پیش کر کے اس کا فساد بیان کیا اور پھر کہا کہ علم کی کوئی حتمی تعریف ممکن ہی نہیں۔ پھر جہل، ظن، شک، اور تقلید کا فرق بیان کیا، علم اور عالم کے حال کو بیان کیا۔ معترض مشکک اور اس کا موقف بیان کیا علم کے معنی کی وضاحت کی پھر علوم کے مدارک اور وسائل پر کلام کیا اس کو ایک فصل کے تحت لا کر علوم میں سابقین کی آراء کو پیش کیا اور ان کے مطالعہ غور و غوض سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ :

”أن الحق بعيد نازح عن هذه المسالك“^۳

(بے شک (اس بارے میں) حق ان مسالک سے بہت دور ہے۔)

پھر ایک فصل کے تحت صرف یہ بیان لائے کہ عقل ہی جن کا ادراک کر سکتی ہے اور سمجھتی ہے جن کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ جن کا ادراک دونوں (عقل و سمع) کر سکتے ہیں ساتھ ہی ان میں سے ہر ایک کی انواع بیان کیں۔ آخر میں یہ مقدمات اس فصل پر ختم ہوتے ہیں :

”يشتمل على مقدار من مدارك العقول تمس الحاجة اليه في مسائل الاصول“^۴

اس فصل میں واضح کیا کہ ہر شئی میں عقل کا تفوق درست نہیں بلکہ بعض اشیاء کا درک اور تنفيذ عقل پر موقوف ہوتا ہے اور بعض کا نہیں، وہ فرماتے ہیں :

”أن العقول لا تجول في كل شئ بل تقف في اشیاء وتنفذ في اشیاء“

البرهان کے بنیادی موضوعات کا مختصر تعارف

امام الحرمین ان مقدمات سے فراغت پانے کے بعد کتاب کے اصل موضوعات یعنی اصول الفقہ اور اس کے ادلہ کی طرف آتے ہیں اختصار کے ساتھ ہم ان کو بیان کرتے ہیں۔

اول۔ البیان : کتاب کی اس قسم میں بیان کے مسائل کو البواب اور فصول میں پیش کیا بیان سے مراد الکتاب والنتہ ہے اس کے بعد بیان کو عقلی اور سمعی کی طرف تقسیم کر دیا۔ ”کتاب البیان“ میں اوامر و نواہی کے مسائل، مطلق و مقید، عام و خاص کو بیان کیا ”افعال الرسول“ اور ان کے شرعی حجت ہونے پر کلام کیا۔ تاویل کے طریقے بقیہ بیان کئے پھر اخبار پر ایک مکمل باب باندھا جس میں خبر متواتر کی شروط اور عمل کے وجوب میں خبر واحد کے مفید ہونے اور روایت و رواۃ اور ان کی صفات، جرح و تعدیل وغیرہ پر کلام کیا۔

۱۔ حوالہ سابق فقرہ : ۳۶ وما بعدھا۔ ۲۔ حوالہ سابق فقرہ : ۵۵ وما بعدھا۔

۳۔ حوالہ سابق فقرہ : ۵۳۔ ۴۔ حوالہ سابق فقرہ : ۵۴ وما بعدھا۔

ثانیاً۔ الاجماع : اس میں اجماع کے وقوع کے بارے میں نظریات پر بحث کرتے ہوئے اس کے ممکن الوقوع ہونے کا ذکر کیا مگر کہا :

”ولكنه في زمننا ليس بهين“^۱

(اور لیکن وہ (اجماع) ہمارے زمانے میں آسان نہیں ہے)

وہ اجماع کی بحث کو مندرجہ ذیل چار فنون میں سمیٹتے ہیں :

(۱) اجماع کرنے والی کی تعداد و صفات :

اجماع میں عوام کی رائے کا کوئی اعتبار نہیں ہے لیکن ارباب حل و عقد کا اعتبار ہے اور اصحاب الاصول کے اجماع کے بارے میں اختلاف ہے امام الحرمین کا موقف ہے کہ ”أن لا اعتبار بهم“^۲ (ان (اصحاب الاصول) کا اجماع معتبر نہیں)۔ امام الحرمین نے یہاں قاضی کی مخالفت کی ہے وہ اصحاب الاصول کے اجماع کو معتبر مانتے ہیں^۳۔ جمعین کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے امام الحرمین کا نقطہ نظریہ ہے کہ :

”انه يجوز ان ينحط عددہم عن عدد التواتر، بل يجوز شغور الزمان عن العلماء، فاما ان يكون اجماع المنحطین عن مبلغ التواتر حجة، فهذا لا يرضاه، فان ماخذ الاجماع يستند الى طرد عادة“^۴

(اگر اجماع کرنے والوں کی تعداد تواتر سے کچھ کم ہے تو بھی اجماع جائز ہے بلکہ مختلف زمانے کے علماء کا بھی اجماع جائز ہے اور اس میں زیادہ کمی ہو تو وہ عادت کے خلاف ہونے کی بناء پر درست نہیں ہوگا۔)

اجماع کرنے والوں کے اوصاف کے بارے میں ان کا قول ہے :

”أن كل ما لا يعتبر في احاد المفتين، فهو غير معتبر في المجمعين“^۵
(ہر وہ شخص جو مفتی کی شرط پر پورا نہیں اترتا تو اجماع میں اس کی شمولیت معتبر نہیں ہوگی۔)

(ب) اجماع کے لئے کون سا زمانہ معتبر ہے؟

امام الحرمین نے قاضی اور ابواسحاق کی اراء کو دلائل کے ساتھ بالتفصیل پیش کیں اور ان پر بحث کی اور کہا :
”فالذي اختارناه استعمار طرق الحق في المسالك كلها“^۶
(ہم نے تمام مسالک میں حق کے راستے کے شرع کو اختیار کیا ہے۔)

اس کے بعد امام الحرمین نے اس بارے میں اپنی رائے پیش کی۔

(ج) کیفیت اجماع قولی/سکوتی :

اس بارے میں شافعی اور امام ابوحنیفہ کے اقوال پیش کئے پھر امام شافعی کے قول کو قول مختار تسلیم کیا کہ اجماع سکوتی کا کوئی اعتبار نہیں اور کہا :

۱۔ حوالہ سابق فقرہ : ۶۰۰۔

۲۔ حوالہ سابق فقرہ : ۶۰۹۔

۳۔ حوالہ سابق فقرہ : ۶۲۰۔

۴۔ حوالہ سابق فقرہ : ۶۱۶۔

۵۔ حوالہ سابق (مفہوم)۔

”فانه لا ينسب لساكت قول“^۱

(بلاشبہ کسی خاموش شخص سے قول منسوب نہیں کیا جاسکتا۔)

(د) کس چیز پر اجماع کا انعقاد کیا جاسکتا ہے اور کس چیز پر اس کا انعقاد نہیں ہو سکتا :
اس بحث کے ساتھ ہی جزء اول مکمل ہوتا ہے۔

ثالثاً۔ القیاس : دوسرے جزء کا آغاز قیاس سے ہوتا ہے اس کو تفصیلاً تقریباً دو سو صفحات میں بیان کیا جس میں مسائل قیاس، اس کی انواع اور اس کے مراتب وغیرہ ذکر کئے۔

رابعاً۔ استدلال : استحسان اور مصالح مرسلہ پر عمل کرنے سے متعلق مختلف آراء پیش کیں اس بارے میں تین مذاہب کا ذکر کیا۔

۱۔ اس کی نفی کرنے والے یعنی قاضی اور اصحاب متکلمین کا گروہ۔

۲۔ اس کے قائلین، یعنی امام مالک۔

۳۔ اجتہاد بالاستدلال کو شرط کے ساتھ جائز کہنے والے، یعنی امام شافعی۔

امام الحرمین نے ان تینوں آراء میں سے امام شافعی کی رائے کو پسندیدہ مانا ہے۔

خامساً۔ النسخ : اس کے تحت ”نسخ“ کے معنی بیان کئے اس کے عقلاً اور شرعاً وقوع کے جواز کو ثابت کیا ”نسخ الكتاب بالسنة“ اور ”نسخ السنة بالكتاب“ دونوں کو درست تسلیم کیا، یہاں امام الحرمین امام شافعی کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”نسخ الكتاب بالسنة“ ممنوع نہیں ہے۔

عبدالعظیم محمود الدیب نے ”البرہان“ پر تحقیق کی ان کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب جو دو مجلدات پر مشتمل ہے جو نسخ کے بیان پر مکمل ہوتی ہے مگر وہ نامکمل ہے۔

اس کتاب کے نامکمل ہونے پر عبدالعظیم کے دلائل :

۱۔ امام الحرمین نے البرہان کے خاتمہ میں ”الاجتہاد“ اور ”الفتویٰ“ کو اس کتاب میں شامل بتایا مگر وہ مطبوعہ کتاب میں موجود نہیں ہے۔ امام الحرمین فرماتے ہیں :

”تم الكتاب، وقد نجز بحمد الله وحسن توفيقه الغرض من هذا المجموع في الاصول ونحن نرسم بعد ذلك، مستعين بالله تعالى، كتابا جامعاً في الاجتہاد والفتوى، يقع مصنفاً برأسه وتتمة لهذا المجموع“۔

اس کتاب کے نامکمل رہنے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام الحرمین نے کتاب التاویلات کے آخر میں جو بیان فرمایا اس سے تو صریحاً پتہ چلتا ہے کہ نسخ کے بعد باب الفتویٰ اور صفات المفتیین، الاستفتاء اور اوصاف المجتہدین کا ذکر کیا گیا ہوگا۔^۲

۲۔ المنحول جو امام الحرمین کی کتاب البرہان کا خلاصہ ہے اس میں احکام الاجتہاد والفتویٰ بھی موجود ہے خود امام غزالی اپنی کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں :

”هذا تمام المنحول من تعليق الاصول، بعد حذف الفصول، وتحقيق كل مسألة بما هية العقول، مع الاقلاع عن التطويل، التزام ما فيه شفاء الغليل، والاقتصار على ما ذكره امام الحرمين رحمه الله في تعليقه، من غير تبديل وتزويد في المعنى وتعليل، سوى تكلف في تهذيب كل كتاب بتقسيم فصول، وتبويب ابواب.... الخ“.

اس سے بھی معلوم ہوا کہ المنحول کے مسائل اور ان کی ترتیب اور مشتملات کتاب برہان کی صورت پر مرتب کئے گئے تھے اور المنحول میں ”احکام الاجتہاد والفتویٰ“ کا ہونا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ دونوں موضوعات برہان کے موضوعات میں شامل رہے ہوں گے اور اس کا جزء ہوں گے۔

کتاب ”البرہان“ کی اہمیت ومنزلت

بلاشبہ تاریخ علم الاصول میں بالخصوص اور تاریخ فکر الاسلامی اس کتاب کو اہم کتب میں شمار کیا گیا ہے اس میں ان اصولیین کی آراء بھی محفوظ ہو گئیں جن کی کتب ناپید ہو چکی ہیں۔ مثلاً امام الحرمین تقریباً ہر مسئلہ میں امام باقلانی کی رائے پیش کرتے ہیں ان کی یہ آراء ان کی کتب ”الارشاد والتقریب، اصول الكبير، اصول الصغير، المقنع في اصول الفقه اور بہت سے مسائل اصولیہ سے ماخوذ ہوتی ہیں جو ان کتابوں میں محفوظ تھیں، مگر ان کتابوں میں سے کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ اس طرح البرہان میں ابن فورک کی آراء ان کی کتاب ”مجموعات“ سے پیش کردہ ہیں اور اشعری کی ”اجوبة المسائل البصرية“ سے اور قاضی عبدالجبار کی ”العمد“ اور ”شرح العمد“ سے اور ابن الجبائی کی کتاب ”الابواب“ سے پیش کی گئی ہیں۔ ان میں سے ”العمد“ کے علاوہ تمام کتب ناپید ہیں۔ اسی طرح اہل سنت کی اصول فقہ پر کوئی اور کتاب سوائے ”اصل الاصول“، ”رسالة الشافعي“ جو طریقہ متکلمین پر تصنیف کی گئی ہو ہم تک نہیں پہنچی، یہ کتاب نئے طریقہ اور نئے اسلوب پر تالیف کی گئی۔ آٹھویں صدی ہجری کے شافعی عالم السبکی جو البرہان سے قبل لکھی گئی کتب پر آگاہ تھے انہوں نے بھی اس کا اعتراف کیا اور کہا کہ :

”ان هذا الكتاب وضعه امام الحرمين في اصول الفقه على اسلوب غريب، لم يقتد فيه باحد“ (بلاشبہ یہ کتاب جسے امام الحرمین نے اصول فقہ میں نوکھ اسلوب پر تالیف کیا ان سے قبل کسی نے بھی اس اسلوب کو نہیں پایا)

اصول فقہ میں ارکان اربعہ کتب میں ”البرہان“ کی اہمیت :

کتاب ”البرہان“ اصول فقہ کی ان چار رکن کتابوں میں سے ایک ہے جن پر کتب اصول فقہ کی عمارت قائم ہے اس علم کی معظم المؤلفات میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) کتب اصول فقہ میں ”البرہان“ کی حیثیت کو یوں اجاگر کرتے ہیں :

۱۔ طبقات الشافعية الكبرى، تاج الدين ابو نصر عبد الوهاب بن علي بن عبد الكافي السبكي (۷۲۷ھ-۷۷۷ھ) تحقيق عبد الفتاح محمد اصحٰن۔ محمود محمد الطنطا ص ۱۹۲/۵: قاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ فصل عیسی البابی الکلی سند۔

”وكان من أحسن ما كتب فيه المتكلمون كتاب البرهان للإمام الحرمين المستصفي للغزالي وهما من الأشعرية وكتاب العمد لعبد الجبار وشرحه المعتمد لأبي الحسين البصري وهما من المعتزلة وكانت الأربعة قواعد هذا الفن وأركانها ثم لخص هذه الكتب الأربعة فجلان من المتكلمين المتأخرين وهما الإمام فخر الدين بن الخطيب في كتاب المحصول وسيف الدين الأمدی في الكتاب الأحكام، واختلف طوائفهما في الفن بين التحقيق والاحتجاج، فأبى الخطيب أميل إلى الاستكثار من الأدلة والاحتجاج والامدی مولع بتحقيق المذاهب وتفريع المسائل“۔^۱

(متکلمین کی اصول فقہ پر عمدہ کتب میں سے یہ ہیں امام الحرمین کی ”البرهان“ اور الغزالی کی ”المستصفي“ ہیں یہ دونوں اشعری ہیں اور عبد الجبار کی کتاب ”العمد“ اور ان کی ”شرح المعتمد“ ہیں جو ابوالحسین البصری نے کی، دونوں معتزلی ہیں بچاروں کتب اس فن کی بنیاد اور ارکان کہلائیں۔ پھر متاخرین میں سے دو عظیم متکلمین نے ان چاروں کی تلخیص کی وہ امام فخر الدین بن الخطیب (الرازی) ہیں جنہوں نے ”المحصول“ تالیف کی دوسرے سیف الدین الامدی ہیں جنہوں نے کتاب ”الاحکام“ تالیف کی دونوں نے اس فن میں تحقیق اور دلائل کے مختلف طریقوں کو اپنایا، ابن الخطیب کثرت سے اولہ اور احتجاج لانے کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں جب کہ امدی مذاہب کی تحقیق اور مسائل کی تفریع کرنے میں رغبت رکھتے ہیں۔)

آگے چل کر ابن خلدون ان کتب کے اثرات اور مستقبل میں لکھی جانے والی مؤلفات اصولیہ کا ان پر اعتماد سے متعلق لکھتے ہیں :

”وأما كتب المحصول ما اختصره تلميذ الإمام سراج الدين الأرموي في كتاب التحصيل وتاج الدين الأرموي في كتاب الحاصل واقتطف شهاب الدين القرافي منهما مقدمات وقواعد في كتاب صغير سماه التنقيحات وكذلك فعل البيضاوي في كتاب المنهاج وعنى المبتدئون بهذين الكتابين وشرحهما كثير من الناس. وأما كتاب الأحكام للإمامي وهو أكثر تحقيقاً في المسائل فليخصه أبو عمر وابن الحاجب في كتابه المعروف بالمختصر الكبير ثم اختصره في كتاب آخر تداوله طلبة العلم وعنى أهل المشرق والمغرب به وبمطالعتهم وشرحه وحصلت زبدة طريقة المتكلمين في هذا الفن في هذه المختصرات“۔^۲

(پھر اس کتاب ”المحصول“ کا خلاصہ امام فخر الدین کے شاگرد سراج الدین الارموی نے کتاب ”التحصيل“ میں اور تاج الدین الارموی نے کتاب ”الحاصل“ میں کیا بعد ازاں شہاب الدین قرانی نے ان دونوں کتابوں سے مقدمات و قواعد اخذ کئے اور ان کو ایک چھوٹی سے کتاب میں ضبط کیا جس کا نام ”تنقيحات“ رکھا۔ اسی طرح بیضاوی نے ”المنهاج“ میں یہی طرز اختیار کیا ان دونوں کتابوں کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور لوگوں نے ان پر شرحیں لکھی اور امدی کی کتاب ”الاحکام“ جو مسائل کی تحقیق پر مشتمل تھی اس کا خلاصہ ابو عمر و ابن الحاجب نے اپنی کتاب ”مختصر الكبير“ میں کیا پھر اس کا بھی خلاصہ ایک دوسری کتاب کی شکل میں لکھا جس کو طلبہ نے بہت ہی پسند کیا اہل مشرق و مغرب نے اس کو بڑی اہمیت دی شوق و ذوق سے اس کے مطالعے ہوئے اور اس پر اچھی اچھی شرحیں لکھی گئیں۔)

کتاب البرہان کی شرح :

۱. ایضاح المحصول من برہان الاصول : ابو عبد اللہ محمد بن علی بن عمر التیمی المازری (متوفی ۵۳۶ھ) نے یہ شرح لکھی۔

۲. التحقيق والبيان في شرح البرهان : ابو الحسن علی بن اسماعیل بن علی (حسین) بن عطیہ الابیاری الصنہانی التلکانی (متوفی ۶۱۶ھ) نے اس نام سے شرح لکھی۔

نوٹ : اس شرح میں ”البرہان“ کے صرف ان مقامات اور عبارات کی شرح کی گئی ہے جہاں شارح نے شرح و تعلیق کی ضرورت محسوس کی۔

۳. کفایۃ طالب البیان شرح البرهان : یہ شریف ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ الحسینی المعزنی (متوفی ند) کی تالیف ہے اس میں مازری اور ابیاری کے کلام کو جمع کیا اور اس میں اضافہ کیا۔

الغرض پانچویں صدی ہجری کے آخر میں امام الحرمین جوینی نے ارسطو کے اسلوب پر اصول فقہ میں کتاب ”البرہان“ تالیف کی امام غزالی، شیخ جوینی کے شاگرد ہیں انہوں نے بھی اصول فقہ کی تالیف میں اپنے استاد کا منہاج اختیار کیا۔ ان کی منہاجیات کی بہترین صراحت کتاب ”البرہان فی اصول الفقہ“ میں ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اشعری اصول کی بنیاد پر ایک اسلوب قضا قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔

”الورقات“ کا تحقیقی تجزیہ

امام سبکی نے امام الحرمین سے متعلق ایک طویل مدیہ مقالہ لکھا اور علی الاعلان کہا کہ ان کی ادبی تصنیفات کی کثرت کی توجیہ سوائے معجزہ کہنے کے اور کسی طرح ممکن نہیں، ان کی کتب اصول فقہ اور علم کلام کے درمیان بیٹھ ہوئی ہیں، ان کی کتاب الوقایۃ فی اصول الفقہ کی شرحیں تیرھویں صدی ہجری تک برابر لکھی جاتی رہیں۔ سبکی نے اس کتاب کے مشکل ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس کو لغز الالہ (امت کی چستان) کا نام دیا ہے۔ امام سبکی نے ان تحفظات کی طرف بھی توجہ دلائی جو الجوبینی نے امام اشعری اور امام مالک کے بارے میں درج کئے ہیں یہ تحفظات ایسے ہیں جن کی بناء پر ان کی شرعی تصنیف کو بالخصوص مالکیوں کے ہاں زیادہ قبولیت نہیں مل سکی۔

الورقات پر شروح و حواشی لکھنے والے علماء : (تاریخ وفات کی زمینی ترتیت کے ساتھ)

(۱) تاج الدین عبد الرحمن بن ابراہیم بن سباع الفکاح شافعی متوفی ۶۹۰ھ۔

(۲) جلال الدین محمد بن احمد المکلی شافعی متوفی ۸۶۳ھ۔

۱۔ ایضاح المکنون، ۱۵۶/۳، ہدیۃ العارفین ۸۸/۶، الدیاج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ۔ ص ۳۷۵، ۳۷۴، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ، الفتح المبین، المرافی ۲/۲۶۔

۲۔ الدیاج، ابن فرحون مالکی ص ۳۰۶، الفتح المبین، المرافی ۲/۵۱۔

۳۔ البرہان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوبینی متوفی ۷۲۸ھ، ص ۵۸ مصر دارالوقایع طبعہ ۱۴۱۲ھ۔

۴۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ۵۳۱/۷، لاہور، دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء۔ ۵۔ حوالہ سابق، الفاظ کے حذف و اضافہ کے ساتھ۔

۶۔ ہدیۃ العارفین، ۵۲۵/۵، الفتح المبین، المرافی ۲/۹۲، معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۱۷۲/۲ (۲۰۹)۔

۷۔ ہدیۃ العارفین ۲۰۲/۶، الفتح المبین، المرافی ۳/۳۰۔

جلال الدین محلی کی شرح پر حواشی :

- ۱۔ شہاب الدین احمد بن احمد بن عبدالحق السباطی مصر شافعی متوفی ۹۹۰ھ۔^۱
- ۲۔ احمد بن احمد بن سلام القلیوبی المصری متوفی ۱۰۶۹ھ۔^۲
- ۳۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبدالحق الدمیاطی متوفی ۱۱۱۷ھ۔^۳
- ۴۔ احمد بن عبد اللطیف الخطیب الحاوی الشافعی نے حاشیہ انتحات علی شرح الورقات کے نام سے حاشیہ لکھا۔ شرح محلی اور حاشیہ انتحات دونوں ایک ساتھ مصطفیٰ البابی حلبی مصر سے ۱۳۵۷ھ۔ ۱۹۳۸ء میں چھپ چکے ہیں۔
- (۳) سراج الدین عمر بن احمد بن محمد المصری البلیسی شافعی متوفی ۸۷۸ھ نے انتحیات فی شرح الورقات کے نام سے شرح لکھی۔^۴
- (۴) کمال الدین محمد بن محمد بن عبد الرحمن شافعی متوفی ۸۷۴ھ معروف بہ امام الکاملیہ۔^۵
- (۵) زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ۔^۶
- (۶) ابن قاولان حسین بن احمد بن محمد بن احمد گیلانی کی شافعی متوفی ۸۸۹ھ۔^۷
- (۷) ابو عبد اللہ محمد بن محمد الخطاب متوفی ۹۵۳ھ نے "قرة العين" کے نام سے شرح لکھی۔^۸
- (۸) احمد شہاب الدین الرملی المصری الانصاری شافعی متوفی ۹۵۷ھ نے "غایہ المامول فی شرح ورقات الاصول" کے نام سے شرح لکھی۔ ۹۲۰ھ میں تالیف سے فراغت پائی۔^۹
- (۹) شرف الدین یونس بن عبد الوہاب بن احمد بن ابوبکر الدمشقی العیثاوی شافعی متوفی ۹۷۸ھ۔^{۱۰}
- (۱۰) شہاب الدین بن قاسم العبادی قاہری شافعی متوفی ۹۹۴ھ نے "حاشیہ علی شرح الورقات" لکھا۔
- نوٹ : شرح ورقات پر العبادی کی دو شرحیں یاد و حاشیہ ہیں "الکبیر" اور "الصغیر" مطبعہ الحلیمی سے "ارشاد الفحول" کے حاشیہ پر اور اسی طرح امام قرآنی کی شرح التفتیح کے حاشیہ پر مکتبہ المنیر، قاہرہ سے ۱۳۰۶ھ میں چھپ چکی ہے۔^{۱۱}
- (۱۱) ابو الخیر بن محمد ابوالسعادت بن المحب محمد بن الرضی محمد الحسین الطبری مکی (دسویں صدی ہجری کے عالم) نے شرح الورقات لکھی۔^{۱۲}

۱۔ حدیہ العارفین ۵۷۳/۶۔
 ۲۔ مجمع الاصولین، محمد مظہر بقا، ۸۲/۸۳ (۵۳)۔
 ۳۔ مجمع الاصولین، ۱۲۰/۳، ۱۹۹/۱، ۲۰۰/۱ (۱۳۸)۔
 ۴۔ ایضاح المکنون، ۴/۴۰۳، حدیہ العارفین ۵/۹۳۔
 ۵۔ کثف الظنون، حاجی خلیفہ ۳۵۸/۲، حدیہ العارفین، ۶/۲۰۶، الفحلمیین، ۳/۳۳۔
 ۶۔ حدیہ العارفین، ۵/۸۳۰۔
 ۷۔ مجمع الاصولین، محمد مظہر بقا، ۶۴/۲ (۶۹۷)۔
 ۸۔ حدیہ العارفین، ۱۱/۱۱، با شایعہ، ۶/۳۳۲، الفحلمیین، ۳/۴۵، ایضاح المکنون، ۴/۴۰۳۔
 ۹۔ مجمع الاصولین، ۶۹، ۶۸/۲ (۳۲)۔
 ۱۰۔ حدیہ العارفین، ۶/۵۷۳۔
 ۱۱۔ حدیہ العارفین، ۵/۱۳۰، الفحلمیین، ۳/۱۸۱، مجمع الاصولین، ۱/۱۷۷، ۱۷۸ (۱۳۶)۔
 ۱۲۔ مجمع الاصولین، ۲/۹۸ (۳۳۶)۔

(۱۲) نسیمی زادہ شیخ ابراہیم بن سعید النکھاری رومی متوفی ۱۰۱۳ھ نے۔

۱۔ تحاریر و تقاریر المتحققات فی شرح الوردات اور

۲۔ جامع المتفرقات من فرائد الوردات تالیف کی۔^۱

(۱۳) ابراہیم بن احمد بن محمد بن علی بن الملا الحسکفی شافعی متوفی ۱۰۳۲ھ معروف بہ ابن الملا نے الوردات پر تین شرحیں لکھیں :

۱۔ کفایۃ الرقاة الی معرفۃ عرف الوردات (مختصر شرح)

۲۔ التحاریر والملحقات و التقاریر المتحققات (متوسط شرح)

۳۔ جامع المتفرقات من فرائد الوردات (مطول شرح)^۲

(۱۴) ابو عبد اللہ محمد المرابط بن محمد بن ابوبکر الدلالی مالکی متوفی ۱۰۸۹ھ نے "المعارج المرتقیات الی (فی) الوردات" کے نام سے شرح لکھی۔^۳

(۱۵) حسین بن حسین بن قاسم بن محمد بن علی الحسنی الصنعانی متوفی ۱۱۱۴ھ۔^۴

(۱۶) ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زاکوۃ الفاسی مالکی متوفی ۱۱۲۰ھ۔^۵

(۱۷) محمد بن عبادہ العدوی الصوفی مالکی متوفی ۱۱۹۳ھ نے تالیف کی۔^۶

الوردات کو نظم کرنے والے علماء :

(۱) شرف الدین ہشام الدین بکی نور الدین بدر الدین موسیٰ بن رمضان عمیرہ العمریطی متوفی ۸۹۰ھ تقریباً "تسهيل الطرقات فی الوردات" کے نام سے نظم کیا۔^۷

(۲) شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن رجب الطوقی قاہری شافعی متوفی ۸۹۳ھ۔^۸

(۳) ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن ابوبکر بن علی بن ایوب المصری ابن ابی شریف شافعی متوفی ۹۲۳ھ۔^۹

(۴) ابن الاھول ابوبکر بن ابوالقاسم بن احمد بن محمد الحسینی البیہقی اتھامی حنفی متوفی ۱۰۳۵ھ۔^{۱۰}

(۵) عبد الجواد بن شعیب بن احمد بن عباد بن شعیب القناتی شافعی (متوفی ۱۰۷۳ھ)۔^{۱۱}

(۶) ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زاکور الفاسی مالکی متوفی ۱۱۲۰ھ۔^{۱۲}

۱۔ مجمع الاصولین ۱/۲۵، ۲۳ (۵)۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۲۰/۵۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۶، مجمع الاصولین ۲/۴۰ (۲۷۰)۔

۴۔ مجمع الاصولین ۲/۴۰ (۲۷۰)۔

۵۔ الفتح المبین ۳/۱۳۳۔ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۲۹۔

۷۔ الفتح المبین ۳/۱۲۰۔

۸۔ مجمع الاصولین ۱/۵۵، ۵۴ (۲۸)۔

۹۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۵۔

۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۱۔ ۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۰۔

۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۹۔

(۷) بدرالدین عثمان بن سند النجدی البصری متوفی ۱۳۴۲ھ نے نظم الورقات للامام الحرمین اور شرح نظم الورقات تالیف کی۔^۱

(۸) ابو العباس احمد بن بابا الشنقیطی مالکی متوفی ۱۴۱۰ھ بعدہ نے "ارجوزة نظم فیہا ورقات امام الحرمین" تالیف کی۔^۲

شرف الدین العمیری طبری (متوفی ۸۹۰ھ) کے نظم کی شرح :

شرح الدین نے تسہیل الطرقات فی نظم الورقات کے نام سے اس کو منظوم کیا تو بعد میں مکہ المکرمہ کے ایک عالم سید محمد بن علوی مالکی نے اس نظم کی شرح لکھی اور یہ دونوں ایک ساتھ وزارت الاعلام کی اجازت سے دار القبلة للثقافة الاسلامیة، مکہ المکرمہ سے ۱۴۱۱ھ میں طبع ہوئی۔

کتاب "التلخیص" کا تحقیقی تجزیہ :

"التقريب والارشاد فی ترتيب طرق الاجتهاد" قاضی ابوبکر باقلانی متوفی ۴۰۳ھ کی تصنیف ہے۔ انہوں نے خود "الارشاد المتوسط، الارشاد الصغير" کے نام سے اس کا اختصار کیا یہ اصول کے موضوع پر ایک عظیم کتاب تھی۔ کتاب الارشاد کا وہ نسخہ جو ہمیں دستیاب ہوا وہ چار جلدوں میں ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب بارہ جلدوں میں تھی۔ امام الحرمین کی "التلخیص" قاضی باقلانی کی مذکورہ بالا کتاب کا اختصار ہے۔

عبدالرحمن المتولی الشافعی (۳۲۶ھ - ۴۷۸ھ)^۳

فقہ، اصولی، متکلم و فاضل تھے۔ مدرس نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : حاجی خلیفہ نے اس کتاب کو تین مقامات پر ذکر کیا "الغنیۃ فی الاصول" اس کا آغاز الحمد للہ رب العلمین الخ سے ہوتا ہے۔^۴

ابوالحسن القیر وانی المالکی (متوفی ۴۷۹ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "الفصول فی معرفة الاصول" تالیف کی۔^۶

احمد الخزاعی الشیعی (متوفی ۴۸۰ھ تقریباً)^۷

انہوں نے کتاب "المفتاح فی الاصول" تالیف کی۔^۸

۱۔ الخ المئین ۱۳۳/۳۔ ۲۔ معجم الاصلیین ۱۰۳/۱ (۶۸)۔

۳۔ البوسعد (سعید) عبدالرحمن بن مامون بن علی بن ابراہیم النیشاپوری (۱۰۳۵ء/۸۶۱ء)، نیشاپور میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۲۵، حدیۃ العارفین ۵/۵۱۸۔

۵۔ ابوالحسن علی بن فضال بن علی بن غالب بن جابر بن عبدالرحمن التمیمی المجاشعی القیری والی۔

۶۔ حدیۃ العارفین ۵/۶۹۳، ایضاً المکنون ۴/۱۹۳۔ ۷۔ احمد بن حسین بن احمد الخزاعی النیشاپوری الشیعی۔

۸۔ حدیۃ العارفین ۵/۸۰۔

شافعی بن صالح جنبلی (متوفی ۴۸۰ھ)

ابن رجب جنبلی نے اپنی کتاب "الذیل علی طبقات الحنابلة" میں ان کے متعلق لکھا :

"و کتب معظم تصانیفه فی الاصول والفروع"۔^۱

(فروع واصول میں ان کی قابل قدر تصانیف ہیں)

فخر الاسلام البرز دوی الحنفی (۴۰۰ھ-۴۸۲ھ)^۲

فروع واصول، فقہ وحدیث مناظرہ وکلام، وغیرہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے مرجع خلافت بنے۔
عبدالحی لکھنوی نے آپ کے متعلق لکھا :

"البرز دوی الامام الکبیر الجامع بین اشتات العلوم امام الدین فی الفروع والاصول"۔^۳

(برز دوی امام الکبیر، مختلف علوم میں جامع فروع واصول میں دنیا کے امام ہیں۔)

سمرقند میں علم حاصل کیا مذہب حنفی کے حفاظ میں شمار ہوتے ہیں۔

مولفات اصولیہ : عبدالحی لکھنوی نے لکھا :

"لہ تصانیف کثیرة معتبرة و کتاب کبیر فی اصول الفقہ مشہور باصول البرز دوی

معتبر معتمد"۔^۴

(ان کی بہت سی معتبر تصانیف ہیں۔۔۔ اور اصول فقہ میں ایک بڑی کتاب (اس فن میں) معتمد و معتبر ہے جو اصول

البرز دوی سے مشہور ہے۔)

(۱) کنز الوصول الی معرفة الاصول کا تحقیقی جائزہ :

آپ کی بہت سی کتب میں سے اصول فقہ پر یہ کتاب "اصول البرز دوی" بعض دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ کتاب ایک ایسا متن ہے جس کی عبارتوں کو سمجھنا گویا لوہے کے چنے چبانا ہے۔ برز دوی کے متن کی کیفیت کو عبدالحی نے شرح مسلم الثبوت کے مقدمہ میں اس طرح بیان کیا :

"وأوردت حل بعض عبارات الامام الاجل والشیخ الاکمل رئیس الانمة والعالمین فخر

الاسلام والمسلمین لقبه أغر من الصبح الصادق واسمه یخبر عن علوه علی کل حاذق

ذلک الامام الالمعی فخر الاسلام والمسلمین علی البرز دوی برد اللہ مرقده وتلک

۱۱ (ب) شافعی بن صالح بن حاتم بن ابی عبد اللہ الحنفی، ابو محمد، ۴۳۰ھ کے بعد بغداد آئے وہیں وفات پائی۔ کتاب الذیل علی طبقات الحنابلة، ابن

رجب، ابوالفرج عبد الرحمن بن شہاب الدین احمد، بغدادی الدمشقی الحنفی (۳۶۷ھ-۹۵ھ) ۳/۴۹ (۲۳) بیروت دار المعرفہ سنہ ۱۳۸۰ھ۔

۱۲ فخر الاسلام، ابوالحسن ابوالعسر علی بن محمد بن الحسن بن عبد الکریم بن موسیٰ بن یسعی بن مجاہد (۱۰۱۰ء/۹۷۹ء)۔

۱۳ الفوائد البھیة، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۱۲۲۔

۱۴ الفوائد البھیة، ص ۱۲۳، ۱۲۵، کشف الظنون، ۶۹۳/۵، ایضاً المکنون ۳/۳۸۸، الفتح المبین ۱/۲۶۳۔

العبارات کا نہا صخور مركزه فيها الجواهر واوراق مستورة فيها الزواهر تحيرت اصحاب الازهان الشاقبه في اخذ معانيها وقع الغائصون في بحارها بالاصداغ عن لا ليها ولا استحيى من الحق وأقول قول الصدق ان جل كلامه عظيم لا يقدر على حله الا من نال فضله تعالى الجسيم وأتى الله تعالى وله قلب سليم“۔^۱

(.....) اور یہ عبارتیں گویا چٹانیں ہیں جن میں جواہر جڑے ہوئے ہیں یا پتے ہیں جن میں شگوفے چھپے ہوئے ہیں۔ روشن ذہن و ذکاوت والے ان کے معانی حاصل کرنے میں کوشاں ہیں ان عبارتوں کے سمندر میں غوطہ لگانے والے بجائے موتیوں کے پیپلوں پر قناعت کر رہے ہیں اور میں حق کے اظہار میں شرمانے والی بات کہتا ہوں کیونکہ ان کی باتیں واقعی عظیم ہیں کوئی ان کے حل پر قدرت نہیں رکھتا سوائے اس کے جس کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطا سے قلب سلیم کی نعمت میسر ہو۔)

فخر الاسلام بزدوی نے جس طرح ایک مشکل عبارت کے اسلوب کو اپنایا تو ان کی عبارت کے فہم میں صعب و عسر کی بناء پر ان کا لقب ابو العسر پڑ گیا۔ مگر دوسری طرف ان کے ایک حقیقی بھائی جن کا نام محمد تھا انہوں نے بھی اصول اور دیگر فنون میں کتب تالیف کیں مگر اپنے بھائی فخر الاسلام کے برعکس انہوں نے نہایت سلیس صاف اور واضح عبارتوں میں بات کرنے کے اسلوب کو اختیار کیا اور یہ ان کا اسلوب اہل علم کو اتنا آسان لگا کہ ان کا لقب ابو الیسر رکھ دیا، ہو سکتا ہے کہ فخر الاسلام نے تعلیم اور اس اسلوب کو متعارف کرانے کی غرض سے ایسا کیا ہو اور پھر ان ہی کے مشورہ سے ان کے بھائی نے نہایت سلیس، صاف اور واضح عبارت میں اصول فقہ کے مسائل کو پیش کیا تاکہ دونوں طریقوں پر اصول فقہ میں خدمات کا شرف ان کے خاندان کو حاصل ہو جائے۔

طاش کبری زادہ نے لکھا :

”وللامام فخر الاسلام البزدوی أخ مشهور بابی الیسر لیسر تصنیفاته کما ان فخر الاسلام مشهور بابی العسر لعسر تصنیفاته“۔^۲

(امام فخر الاسلام کے ایک بھائی ہیں جو اپنی تصنیفات کے اسلوب میں آسانی کی وجہ سے ابو الیسر کہلائے جس طرح کہ فخر الاسلام اپنی تصانیف میں مشکل کے باعث ابو العسر سے مشہور ہوئے۔)

کتاب ”اصول بزدوی“ کے شارحین :

- ۱۔ علی بن محمد بن علی نجم العلماء حمید الدین الضریر الراشی خفی متوفی ۶۶۷ھ۔^۳
- ۲۔ حسین بن علی بن الحجاج بن علی حسام الدین السغناقی خفی متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۳ھ۔^۴
- ۳۔ جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکمرانی متوفی ۷۷۷ھ نے ”الشافی“ کے نام سے شرح لکھی مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔^۵

۱۔ فوائد المصنوع بشرح مسلم الثبوت لمحب الله بن عبد الله بن محمد بن نظام الدین الانصاری متوفی دوسری صدی ہجری کے اواخر ۵/۵، مصر مطبعہ بولاق ۱۳۳۲ھ۔
 ۲۔ مفتاح السعادة، طاش کبری زادہ متوفی ۹۶۲ھ۔ مع الفتح المبین، المراغی، ۲/۷۷۔
 ۳۔ حدیۃ العارفین، ۳۱۳/۵، الفتح المبین، ۱۱۲/۲، معجم الاصولیین، ۷۱/۲، ۷۲/۲ (۳۰۷)۔
 ۴۔ الفوائد المجهیه، عبدالحی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ ص ۵۸-۵۹، معجم الاصولیین، ۱۹/۲ (۲۳۸)۔

تالیف کی۔ کشف الظنون اور ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے ”تعلیقہ علی شرح الارزنجانی

لاصول البزدوی“ تالیف کیا۔^۱

اصول بزدوی کی احادیث کی تخریج :

۱۹۔ زین الدین قاسمی بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے ”تخریج الاحادیث من اصول البزدوی“ تالیف کی۔^۲

(۲) شرح تقویم الادلة :

الہزدوی نے اصول فقہ میں دہوی کی کتاب ”تقویم الادلة“ کی شرح لکھی۔

ابوالعباس الجرجانی شافعی (متوفی ۴۸۲ھ)

انہوں نے ”المعايات فی اصول“ تالیف کی۔^۳

شمس الائمۃ السرخسی حنفی (متوفی ۴۸۳ھ)^۴

متکلم، محدث، مناظر، اصولی اور مجتہد تھے۔ ان کی تصانیف فقہ و اصول پر محیط ہیں انہوں نے فقہ کی مشہور و ضخیم کتاب ”المبسوط“ اپنے شاگردوں کو اس وقت ملا کر ان کی جب انہیں ایک کنویں میں قید کر دیا گیا تھا۔ اس زمانے میں ان کے تلامذہ کنویں کی منڈھیر پر جمع ہو جاتے اور بغیر کسی کتاب و مراجع کے املاء کراتے جاتے اور شاگرد لکھتے رہتے۔ محمد بن حسن کو ”السير الكبير“ ملا کر ان کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”اصول السرخسی“ تالیف کی۔^۵

احمد الایورودی (متوفی ۴۸۳ھ بعدہ)

فقہ و اصول پر آپ کی انوکھی مصنفات ہیں۔^۶

یعقوب بن ابراہیم حنبلی (متوفی ۴۸۶ھ)

فقہ اصولی تھے ۳۰۰ھ کے بعد بغداد آئے تھے، ”باب الازج“ میں منصف قضاء پر فائز رہے۔ ابو یعلیٰ حنبلی نے ”طبقات الحنابلہ“ میں لکھا :

۱۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۶۷، الفتح المبین ۲/۲۰۸، معجم الاصولین ۲/۱۸، ۱۷ (۲۳۷)۔

۲۔ حدیۃ العارفین ۵/۸۳۰۔

۳۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد۔ حدیۃ العارفین ۵/۸۰۔

۴۔ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی کھل خراسانی متوفی ۱۰۹۰ھ۔

۵۔ حدیۃ العارفین ۶/۷۶، الفوائد السبعۃ ص ۱۵۸، الفتح المبین ۱/۲۶۳-۲۶۵۔

۶۔ معجم الاصولین ۱/۱۶۲ (۱۱۳)۔

”وصنف کتاب فی الاصول والفروع“^۱

(اور انہوں نے اصول وفروع پر کتب تصنیف کیں۔)

ابوالفرج عبدالواحد بن محمد حنبلی (متوفی ۴۸۶ھ)

فقہ زہد اور اپنے وقت کے شیخ الشام تھے ابن رجب نے لکھا :

”کان اماماً عارفاً للفقہ ولاصول“

(وہ فقہ و اصول کے عارف (اور) امام تھے۔)

وہ مزید لکھتے ہیں :

”وللشیخ ابی الفرج تصانیف عدیدۃ فی الفقہ والاصول منها..... ومختصر فی الحدود

وفی اصول الفقہ....“^۲

(اور شیخ ابوالفرج کی فقہ و اصول میں کئی تصانیف ہیں جن میں..... ومختصر فی الحدود وفی اصول الفقہ

.....بھی شامل ہیں۔)

قاضی ابوبکر الشاشی (۴۰۰-۴۸۸ھ)

بغداد میں ابوالطیب الطبری وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ صاحب الفتح الحسین نے ان کو بھی اصولیین میں سے شمار کیا ہے مگر ان کی اصولی خدمات و کتب کا ذکر نہیں کیا۔^۳

ابویوسف القزویٰ المعزلی (۳۹۲-۴۸۸ھ)

عبدالجبار بن احمد الہمدانی ان کے استاد ہیں۔ مختلف علوم و فنون میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ اپنے زمانے کے شیخ المعزلی بن گئے۔ صاحب الفتح الحسین نے ان کو بھی اصولیین میں شمار کیا مگر ان کی اصولی خدمات و کتب کا ذکر نہیں کیا۔^۴

رزق اللہ التمیمی حنبلی (۴۰۱-۴۸۸ھ)

فقہ، اصولی اور واعظ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : صفدی نے وافی بالوفیات میں کہا : ”کان فقیہاً فاضلاً فی المذہب والخلاف والاصول، ولہ فی ذلک مصنفات حسنۃ“^۵

۱۔ قاضی ابویعلیٰ یعقوب بن ابراہیم بن سطور البرزنی عکبری بغداد میں وفات پائی۔ طبقات الحنابلہ، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلیٰ ۲۳۵-۲۳۷ (۲۸۲) بیروت دارالمعرفہ سنہ۔

۲۔ عبدالواحد بن محمد بن علی بن احمد الشیرازی المقدسی دمشقی ابوالفرج الانصاری حنبلی، دمشق میں وفات پائی۔ کتاب الزیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب حنبلی متوفی ۹۵/۳-۶۸/۱ (۲۱) بیروت دارالمعرفہ سنہ۔

۳۔ ابوبکر محمد المظفر بن بکران الحموی (۱۰۰۹/۱-۱۰۹۷/۱) شاش میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ الفتح الحسین، ۲۸۶/۱۔

۴۔ ابویوسف عبدالسلام بن محمد بن یوسف بن ہندار (۱۰۰۱/۱-۱۰۹۷/۱) قزوین میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔ الفتح الحسین، ۲۶۷/۱۔

۵۔ ابو محمد رزق اللہ بن عبد الوہاب بن عبد العزیز التمیمی (۱۰۱۰/۱-۱۰۹۵/۱) معجم الاصولیین ۱۰۳/۲ (۳۳۱)۔

ابوالمظفر السمعانی الحنفی ثم الشافعی (متوفی ۴۸۹ھ)

اپنے والد سے مذہب ابوحنیفہ پر تفقہ حاصل کیا پھر مذہب شافعی کی طرف منتقل ہو گئے پھر ابواسحاق الشیرازی، ابن الصبارؒ سے زانوئے تلمذ طے کیا، بہت سے فنون میں ید طولی رکھتے تھے، سلفی العقیدہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : القواطع فی اصول الفقہ^۱۔

عبدالوہاب البغدادی الشافعی (۴۱۴ھ۔ پانچویں صدی ہجری کے آخر میں وفات پائی) :

فقہ اصولی تھے۔ اصول فقہ پر کئی کتب تالیف کیں۔^۲

ابوالقاسم الباجی المالکی (متوفی ۴۹۳ھ)

اپنے والد سلیمان القاضي سے تفقہ حاصل کیا۔ اپنے والد کے کثیر ترکہ کو چھوڑ کر حصول علم کے لئے بغداد، بصرہ، یمن، اور حجاز مقدس کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "سر النظر فی علمی الاصول والخلاف" تالیف کی۔^۳

عبدالوہاب بن احمد حنبلی (متوفی پانچویں صدی ہجری)

خطیب، واعظ، فقیہ اور اصولی تھے۔ بغداد میں تعلیم حاصل کی، قاضی ابویعلیٰ سے تفقہ حاصل کیا حران کو وطن بنایا وہاں کے قاضی بھی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : ابن رجب حنبلی نے اپنی طبقات میں ذکر کیا کہ انہوں نے کتاب اصول الفقہ تالیف کی۔^۴

الکلیا الہو اسی شافعی (۴۵۰ھ۔ ۵۰۴ھ)

فقہ، اصولی اور مفسر تھے۔ امام الحرمین کے شاگرد تھے امام الحرمین کے حلقہ درس میں چار سو طلبہ تعلیم پاتے تھے۔ ان میں سے تین شخص سب سے ممتاز تھے کیا ہر اسی، احمد بن محمد اور امام غزالی۔ طبرستان سے نیشاپور، تہمتی اور عراق کے سفر کئے مدرسہ نظامیہ (بغداد) میں تدریس کی، فقہ و اصول و جدل میں مہارت تامہ رکھتے، دولت سلجوقیہ میں مجد الملک بن ملک سلجوق کے عہد میں قاضی رہے صاحب ارشاد الفحول امام شوکانی نے بہت سے مقامات میں ان سے نقل کیا ہے۔

۱۔ ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبد الجبار بن احمد بن محمد سمعانی متوفی ۱۰۹۵ھ مرو میں ولادت و وفات ہوئی۔ کشف الظنون ۲/۱۳۶ھ، حدیث العارفین ۶/۱۴۷۳، الفتح المبین ۱/۲۶۶۔ ۲۔ ابوالقاسم عبدالوہاب محمد عمر بن راہین بغدادی (ولادت ۱۰۲۳ھ) الفتح المبین ۱/۲۷۰۔

۳۔ ابوالقاسم احمد بن سلیمان بن خلف الباجی متوفی ۱۰۹۹ھ، حج سے واپسی پر جدہ میں انتقال ہوا۔ الدبیاج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۰۳۔ الفتح المبین ۱/۲۷۱، معجم الاصولیین ۱/۱۲۹ (۹۱)۔

۴۔ کتاب الذیل علی طبقات النجاشیہ، ابن رجب عبد الرحمن بن شہاب الدین احمد البغدادی دمشقی الحنبلی (۳۶۱-۹۵ھ) ۳/۳۲-۳۳ (۲۰) ابن رجب نے ۳۳ھ تا ۵۰ھ میں وفات پانے والوں کی فہرست میں ان کا ذکر کیا ہے۔ بیروت دار المعرفہ سندنہ۔

۵۔ ابوالحسن عماد الدین علی بن محمد بن علی الطبری الکلیا الہو اسی (۱۰۵۸ھ/۱۱۱۰ھ) بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”التعلیق فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۱

حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)^۲

فقہ، اصولی، متصوف شاعر اور ادیب تھے۔ امام الحرمین کے تین ممتاز شاگردوں میں سے ایک تھے اور ان کے حلقہ درس کے معید تھے۔ اس زمانے میں نامور علماء کے یہاں معمول تھا کہ جب وہ درس دے چکے تو سب سے لائق شاگرد باقی طلبہ کو درس دیتا۔ استاد کے بتائے ہوئے مضامین کو اچھی طرح ذہن نشین کرواتا، وہ معید کہلاتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : علامہ شبلی نعمانی نے اصول فقہ پر ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا ذکر کیا ہے :

- | | | |
|--------------------------------|------------------|-----------------------|
| (۱) المنحول | (۲) المستصفی | (۳) شفاء الغلیل |
| (۴) منتخل فی علم الجدل | (۵) تحصین الماخذ | (۶) ماخذ فی الخلافیات |
| (۷) مفصل الخلاف فی اصول القیاس | | |

المراغی نے المکنون فی الاصول کا ذکر کیا ہے۔ حاجی خلیفہ نے ابو منصور جمال الدین حسن بن یعقوب بن المطہر الشیبی متوفی ۷۲۶ھ کی علمی خدمات کے تذکرہ میں لکھا کہ انہوں نے ”شرح غایۃ الوصول فی الاصول للغزالی حجة الاسلام“ تحریر کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غایۃ الوصول فی الاصول نامی کتاب بھی امام غزالی نے تالیف کی تھی جس کی ابو منصور نے شرح لکھی۔^۳

”المنحول من تعلیقات الاصول“ کا تحقیقی تجزیہ

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں :

امام صاحب کے نام سے جو تصنیفات مشہور ہیں ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں جن کی نسبت میں بعض بزرگوں کا بیان ہے کہ درحقیقت وہ امام صاحب کی تصنیف نہیں اس قسم کی چار کتابیں ہیں المنحول۔۔۔ یہ کتاب (المنحول) اصول فقہ میں ہے۔ کشف الظنون میں اس کو ردابی حنیفہ کے نام سے لکھا ہے، اور قلاید العقبان کے مصنف کا قول نقل کیا ہے کہ وہ امام غزالی کی (کتاب) نہیں بلکہ محمود معتزلی کی تصنیف ہے۔ شمس الائمہ کردری نے اس کتاب کا رد بھی لکھا ہے۔ اس کتاب میں امام ابو حنیفہ کی نہایت سختی سے حرف گیری کی ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مسائل فی صدی ۹۰ غلط ہیں۔ چونکہ امام صاحب نے احیاء العلوم میں امام ابو حنیفہ کی نہایت مدح کی ہے اس کے علاوہ ائمہ دین کو برا کہنا امام صاحب کی شان سے بھی بعید ہے اس لئے یہ خیال کیا گیا کہ وہ امام غزالی کی تصنیف نہیں ہو سکتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ صرف اس دلیل کی بناء پر یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اولاً رجال و تاریخ کی تمام کتابوں میں وہ امام صاحب ہی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ ثانیاً امام صاحب کے ابتدائی حالات جس نے غور سے پڑھے وہ سمجھ سکتا ہے کہ ابتداء میں امام صاحب کا مزاج کس قدر

۱۔ حدیث العارفین ۵/۶۹۳، کشف الظنون ۱/۴۲۳، الفتح المبین ۲/۸۰۷۔

۲۔ ابو حامد حجۃ الاسلام محمد بن محمد بن احمد الغزالی الطوسی (۱۰۵۸ھ/۱۱۱۱ء) خراسان میں ولادت و وفات ہوئی۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان متوفی ۶۸۱ھ/۱۲۶۳ء۔ کشف الظنون ۲/۱۰۵۲، ایضاً المکنون ۳/۲۹۸، حدیث العارفین ۶/الفتح المبین ۲/۸۔

۳۔ الغزالی شبلی نعمانی ص ۴۴ کراچی مدینہ پبلیشنگ سوسائٹی۔ الفتح المبین ۲/۱۰۷، کشف الظنون ۲/۱۱۹۳، معجم الاصول المبین ۲/۶۲ (۲۹۵)۔

مبادلہ پسند اور نکتہ چین واقع ہوا تھا محدث عبدالغافر نے امام صاحب کو دونوں زمانوں میں دیکھا تھا ان کا بیان ہے کہ امام صاحب ابتداء میں نہایت جاہ پسند، خود پسند اور مغرور تھے۔ لیکن آخر میں اللہ کی حالت بدل گئی اور وہ کچھ سے کچھ ہو گئے۔ ”منحول“ اسی ابتدائی زمانے کی تصنیف ہوگی ہم نے اس کتاب کو دیکھا ہے خود اس کی طرز تحریر بتاتی ہے کہ وہ نثر شباب کے زمانے میں تصنیف ہے۔^۱

بروکلن نے المنحول کے آپ سے منسوب ہونے میں شک کیا ہے اور کہا :

”ان من الممكن ان يكون احد تلاميذه قد نشره وفقا للدروس التي كان الغزالي يلقونها“۔^۲

(ممكن ہے کہ یہ (المنحول) ان کے کسی شاگرد کی ہو جو امام غزالی کے ان دروس پر مشتمل ہو جو دوران درس انہوں نے دیئے۔)

بروکلن کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس لئے درست نہیں مانا جاسکتا۔ امام غزالی نے المستصفیٰ کے مقدمہ میں اس کتاب کا اشارہ کیا اور کہا یہ ایک مختصر ہے۔ اسی طرح ”الشفاء الغليل“ میں بھی یہ مذکور ہے، اور امام غزالی کے زمانے سے آج تک اصولیین اس کتاب کو آپ کی طرف منسوب کرتے چلے آ رہے ہیں اور جب ان کی تصانیف کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں المنحول کو بھی شامل کرتے ہیں۔

امام غزالی کی اصول فقہ پر پہلی کتاب :

”المنحول“ اصول پر امام غزالی کی پہلی کتاب ہے اور ان کی دوسری کتب جیسے ”شفاء الغليل“ اور ”المستصفیٰ“ تصانیف بعد کی تصانیف ہیں اس کا اندازہ اس سے بھی ہو سکتا ہے کہ ”المستصفیٰ“ اور ”شفاء الغليل“ میں ”المنحول“ کا ذکر آتا رہتا ہے اور ”المستصفیٰ“ کے مقدمہ کی عبارت سے بھی یہ ہی ظاہر ہوتا ہے۔

المنحول کا زمانہ تالیف :

امام غزالی نے اس کتاب کو اپنی علمی زندگی کے آغاز پر تصنیف کیا اور بغداد میں مدرسہ نظامیہ کی تدریس کے زمانہ میں اپنے استاد امام الحرمین کی زندگی میں ہی یہ کتاب لکھ دی تھی، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امام الحرمین کی وفات کے بعد اس کو تصنیف کیا ہو کیونکہ ابتدائی زمانہ میں تو آپ مکمل طور پر دراسات فلسفہ کی طرف مائل تھے، اور مقاصد الفلاسفہ اور تہافت الفلاسفہ جیسی کتب کی تصنیف میں مشغول تھے۔

امام ابن السبکی شافعی (۷۷۱ھ) نے فرمایا :

”و المنحول“ فی اصول الفقہ، الفہ فی حیاة استاذہ امام الحرمین“۔^۳

(”المنحول“ انہوں نے (امام غزالی) نے اپنے استاد کی زندگی میں تالیف کی)

۱۔ انقرضی شلی نعمانی ص ۳۵، ۳۶ انہوں نے حافظ ابن عساکر کی یقین کذب المفتری کے حوالہ سے ذکر کیا۔

۲۔ تحقیق مقدمہ علی المنحول للمغزالی، محمد حسن حصیو ص ۳۱۔

۳۔ طبقات الشافعیۃ لکبری، تاج الدین ابوالنصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (۷۷۱ھ-۷۷۷ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو، محمود محمد الطناحی

۱/۲۲۵، قہرودار احیاء المکتب العربیۃ فیصل عیسیٰ البابی انجلی سند۔

لیکن ”المنخول“ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتاب امام الحرمین کی وفات کے بعد کی تصنیف ہے۔ اس کی چند مثالوں سے وضاحت یہ ہے۔ مثلاً ”المنخول“ کی عبارت ہے :

”لا والمختار انه لا يحتج به، لان العقل لا يحيل ذلك في المعقولات والشبهة مختلجة، والقلوب مانلة الى التقليد واتباع الرجل المرموق فيه، اذ قال قولاً“۔

اس کے بعد فرماتے ہیں : ”هذا مما اختاره الامام رحمه الله“۔^۱

اس میں ”رحمہ اللہ“ سے ظاہر ہوتا ہے کہ المنخول کی تالیف کے وقت امام الحرمین زندہ نہیں تھے۔

دوسری مثال کے لئے ”المنخول“ کی اس عبارت کو پیش کر سکتے ہیں :

”والتزام مافيه شفاء الغليل، والاقتصار على ما ذكره امام الحرمين رحمه الله في تعليقه من غير تبديل“۔

اس عبارت میں ”رحمہ اللہ“ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت امام الحرمین زندہ نہیں تھے۔

المنخول میں امام غزالی کی اسلوب :

اس کتاب سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں امام غزالی ایک مستقل شخصیت کے رُوپ میں نظر نہیں آتے بلکہ ان کی حیثیت زیادہ تر اپنے استاد کی آراء کے ناقل و مدافع کی نظر آتی ہے۔ اس میں اپنے استاد کے افکار کو مدون کرتے ہیں ان کی تعلیق کو بغیر زیادتی و کمی کے من و عن بیان کر دیتے ہیں اور ان کی آراء کے قمع رہتے ہیں اور وہ خود المنخول کے آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں :

”وهذا تمام القول في الكتاب، وهو تمام المنخول من تعليق الاصول، بعد حذف الفصول، وتحقيق كل مسألة بما هي العقول، مع الاقلاع عن التطويل، والتزام مافيه شفاء الغليل، والاقتصار على ما ذكره امام الحرمين رحمه الله في تعليقه، من غير تبديل وتزييد في المعنى و تقلييل، سوى تكلف في تهذيب كل كتاب بتقسيم فصول، وتبويب ابواب، وروما لتسهيل المطالعة عند ميسر الحاجة الى المراجعة“۔

(اور یہاں کتاب ”المنخول من تعليق الاصول“ مکمل ہوتی ہے اس میں غیر ضروری کا حذف اور ہر مسئلہ کی عقول کی ماہیت کے لحاظ سے تحقیق ہے طوالت سے اجتناب اور جو کچھ شفاء الغلیل میں ہے اس سے التزام کیا ہے اور امام الحرمین رحمہ اللہ علیہ نے جو کچھ اپنے تعلیقہ میں فرمایا ہے میں نے اس کے معنی میں تبدیلی، زیادتی و کمی کے بغیر اس کا اختصار کیا سوائے اس کے کہ ہر کتاب کی تقسیم فصول اور تبویب ابواب میں کانت چھانٹ کرنے کے اس ارادے سے کہ مطالعہ کے وقت مراجعت میں آسانی ہو سکے۔)

۱۔ المنخول من تعليقات الاصول، امام غزالی، تحقیق محمد حسن ہجو، ج ۱۲۲، دمشق دار الفکر طبعہ ثانیہ ۱۳۰۰ھ ۱۹۸۰ء۔

۲۔ حوالہ سابق، ۱۹۷ء۔

مگر امام الحرمین سے اس عقیدہ و پیروی نے انہیں اپنی رائے کے اظہار سے روک نہیں دیا تھا وہ المنحول میں ان سے اعراض بھی کرتے ہیں اور ان کے مسلک کے خلاف کو بھی اختیار کرتے ہیں۔ مثلاً امام الحرمین شرعی طور پر دو علتوں کو ایک معلول پر جمع کرنے کو مطلقاً ممتنع قرار دیتے ہیں باوجود اس کے کہ عقل اس کو جائز مانتی ہے امام غزالی، امام الحرمین کے اس مسلک کے خلاف کو اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں :

”والمختار ان العلل قد تنز دحم علی حکم واحد“۔^۱

(اور اس بارے میں مذہب مختار یہ ہے کہ علل حکم واحد پر جمع ہو سکتی ہیں۔)

پھر اس بارے میں مخالفین کے رد میں دلائل دیئے۔

المنحول پر ایک ناقد رائے نظر :

المنحول کی ایک حیثیت مسلم ہے اس کی اہمیت و افادیت سے کسی صورت انکار نہیں اور صاحب کتاب قابل مدح و ستائش ہیں لیکن پھر بھی اس کتاب میں بعض کمی پائی جاتی ہے جن کی نشاندہی ضروری ہے جس کا مقصد تحقیر نہیں بلکہ صرف تحقیق ہے۔

۱۔ امام غزالی نے اپنی دوسری کتب مثلاً المستصفیٰ میں ان بہت سی آراء کو بیان کرنے سے اجتناب کیا جو انہوں نے ”المنحول“ میں بیان کی تھیں ان آراء کو ہم المستصفیٰ کے تحقیقی تجزیہ میں پیش کریں گے۔

امام مالک اور امام ابو حنیفہ کی طرف بعض اقوال کی بلا حوالہ نسبت :

۲۔ امام غزالی نے ”المنحول“ میں امام مالک کی طرف یہ قول منسوب کیا کہ انہوں نے مصالح کی گفتگو میں اس حد تک وسعت دی کہ دو تہائی اُمت کی استصلاح کی خاطر ایک ثلث اُمت کا قتل جائز کر دیا اسی طرح ایک اور قول میں ان کی طرف یہ منسوب ہے کہ امام مالک کے نزدیک تعزیر میں قتل کی سزا بھی ہو سکتی ہے اور یہ کہ ضرورت مصلحت کے پیش نظر اغنیاء سے شدت کے ساتھ مطالبہ درست ہو جاتا ہے۔ لیکن انہوں نے ان اقوال کے ماخذ کا حوالہ نہیں دیا اور بعض کتب مالکیہ میں تو اس کے برعکس ثابت ہے۔^۲

۳۔ اسی طرح المنحول میں امام ابو حنیفہ کی طرف یہ قول منسوب ہے ”بان مطلق الامر یقید التکرار“۔^۳ (بے شک امر مطلق تکرار کا فائدہ دیتا ہے) مگر امام ابو حنیفہ سے اس کا اختلاف ثابت ہے امام سرخسی نے فرمایا :

”الصحيح من مذهب علمائنا ان صيغة الامر لا توجب التكرار ولا احتمله“۔^۴

(اور درست بات یہ ہے کہ ہمارے علماء کا مذہب ہے کہ امر کا صیغہ نہ موجب تکرار ہے اور نہ اس کا احتمال رکھتا ہے)

۱۔ حوالہ سابق، ص ۳۷۔

۲۔ حوالہ سابق، ص ۳۵۴۔

۳۔ حوالہ سابق، ص ۱۵۳۔

۴۔ اصول السرخسی، ابو بکر محمد بن احمد بن بھل السرخسی متوفی ۳۹۰ھ، ۲۰/۱ تحقیق ابو الوفا الافغانی ہند حیدر آباد دکن لجنۃ احیاء المعارف العثمانیہ، دارالکتب العربیۃ، ۱۳۷۲ھ۔

پھر کچھ سطور کے بعد فرماتے ہیں :

”قال الشافعی مطلقاً لا یوجب التکرار ولكن یحتمله... وقال بعضهم مطلقاً یوجب التکرار

الا ان یقوم دلیل یمنع منه“۔^۱

(اور) امام (شافعی) نے فرمایا کہ امر مطلق موجب تکرار نہیں لیکن اس کا احتمال رکھتا ہے۔۔۔ اور بعض نے کہا کہ امر موجب تکرار ہے سوائے اس کے کہ کوئی دلیل اس سے روک دینے کی موجود ہو۔)

امام غزالی احناف کی طرف قول منسوب کرنے کے بعد اس کے بطلان پر استدلال پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ قول تو خود بخود مذہب حنفی کے خلاف ہے اور ابن ہمام کا قول بھی اس بارے میں مذہب حنفی کی تائید کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں :

”الصیفة الامور باعتبار الهيئة الخاصة لمطلق الطلب، لا تفید مرة ولا تکرار، ولا یحتمله، وهو المختار عند الحنفیة“۔^۲

(امر کا صیغہ اپنی خاص ہیئت کے اعتبار سے طلب مطلق کے لئے آتا ہے۔ تکرار کا فائدہ نہیں دیتا اور اس کا احتمال رکھتا ہے اور یہی احناف کا مختار مذہب ہے) اور یہی بات کتب حنفیہ میں موجود ہے۔

اسی طرح امام غزالی اپنی کتاب ”المنحول“ میں امام مالک کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں کہ وہ ”نسخ القرآن بالسنة“ کے عقلاً عدم جواز کے قائل ہیں حالانکہ یہ بات بھی امام مالک سے غیر معروف ہے۔ امام مالک کا اس بارے میں مذہب یہ ہے کہ وہ ”نسخ القرآن بالسنة“ کو عقلاً جائز مانتے ہیں مگر اس کا وقوع نہیں مانتے۔ شاید انہی وجوہات کی بنا پر امام غزالی نے ”المستصفی“ میں ان اقوال کو دوبارہ نقل نہیں کیا ہے۔

”المنحول“ کا مقدمہ ”المستصفی“ کے مقدمہ الکتاب کی طرح منطقی انداز پر نہیں ہے۔

”المستصفی“ میں تو امام غزالی یہ تک کہہ دیا :

”من لا یحیط بها لا ثقة له یعلمه“۔^۳

(جو ان (مقدمات منطقیہ) کا احاطہ نہیں کرے گا اس کے علوم کا کوئی اعتبار نہیں)

مگر انہوں نے المنحول میں اس طرح نہیں کیا۔

اصول فقہ میں علم الکلام و دیگر علوم داخل ہونے کی وجہ :

امام غزالی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”وانما اکثر فیہ المتکلمون من الاصولیین لغلبة الکلام علی طابعہم فحملہم حب صناعتهم علی خلطہ بهذه التسعة کما حمل اللغة والنحو بعض الاصولیین علی مزاج جملة

۱۔ حوالہ سابق۔ ۲۔ تقریری اصول الفقہ، کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید، ابن ہمام الدین الاسکندری حنفی متوفی ۸۶۱ھ، صف ۱۳۲، مصر: مصطفی البابی الحنفی ۱۳۵۱ھ۔ ۳۔ المستصفی، امام غزالی، مقدمہ الکتاب ۱/۷، کراچی، ادارۃ القرآن ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۸۷ء

من النحو بالاصول ، فذكر وفيه من معاني الحروف ومعاني الاعراب جملا هي من علم النحو خاصة ، وكما حمل حب الفقه جماعة من فقهاء ما وراء النهر ، كابي زيد رحمه الله تعالى واتباعه في مسائل كثيرة من تفاريع الفقه بالاصول ، وان اردوها في معرض المثال :-

(اور بلاشبہ اکثر اصولی متکلمین نے ان کے طبائع پر علم کلام کے غلبہ کے باعث اس فن (اصول فقہ) کو اس (علم کلام) کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ جس طرح کے لغت و نحو کا غلبہ رکھنے والوں نے کیا کہ نحو کو اصول میں ملا کر اس میں معانی الحروف اور معانی الاعراب کی امحاث کا شامل کر دیا جس کا تعلق علم النحو سے تھا۔ اسی طرح فقہ کا غلبہ رکھنے والی ماوراء النہر کے فقہاء کی جماعت جیسے ابی زید رحمہ اللہ اور ان کے تبعین نے بھی بہت سے مسائل میں فقہ کی تفریعات سے اصول نکالنے اور مثالیں پیش کرنے میں کیا)

المنحول میں امام ابوحنیفہؒ سے اختلاف میں سخت لب و لہجہ اختیار کیا :

امام غزالیؒ نے "المنحول" کے آخر میں ایک فصل کے تحت مذہب امام شافعی کی دیگر مذاہب پر تقدیم اور اس کی وجہ بیان کی اور پھر امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا بطلان کیا۔ جس کی تفصیلات المنحول میں "المسلك الثالث في الكلام على مخالفت مالک و ابي حنيفة رحمه الله" کے تحت ص ۳۹۹ سے دیکھی جاسکتی ہیں، ان کو غیر مجتہد کہا اور کہا کہ وہ لغت سے نابلد ہیں اور کہا کہ انہوں نے جو مسائل فقہیہ بیان کئے وہ غلط ہیں شاید امام غزالیؒ نے یہ سب اپنے استاد امام الحرمین کے منہج کی پیروی میں کیا، کیونکہ انہوں نے بھی اپنی کتاب "مغيث الخلق" میں ایسا ہی کیا تھا۔

یہ بات بھی واضح ہے کہ امام غزالیؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے مذہب کی حمایت میں تعصب کا اظہار کیا بلکہ یہ اس مدرسہ کے افراد میں سے ایک فرد ہیں جن کی تعداد کافی ہے اور ان کا ماخذ بھی کافی ہیں۔

امام غزالیؒ کا رجوع :

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ امام غزالیؒ نے زندگی کے اواخر میں مذہب ابوحنیفہؒ سے متعلق ان اعتقادات سے رجوع کر لیا تھا جس کا اظہار ان کی کتب "المستصفی" اور "احیاء علوم الدین" سے ہوتا ہے جس میں انہوں نے اپنے پیش نظر صواب رکھتے ہوئے موقف عدل کو اپنایا اور عصبیت کو ترک کر دیا تھا۔ احیاء علوم الدین میں آپ نے فرمایا :

ونحن الان ذكر من احوال فقهاء الاسلام ما نعلم به ان ما ذكرناه ليس طعنا فيهم ، بل هو طعن فيمن اظهر الاقتداء بهم متحلا لمذاهبهم ، وهو مخالف لهم في اعمالهم وسيرتهم ، فالفقهاء الذين هم زعماء الفقه وقادة الخلق . اعني الذين كثر اتباعهم في المذهب ، خمسة : الشافعي ومالك ، واحمد بن حنبل ، وابو حنيفة ، وسفيان الثوري رحمهم الله تعالى ! وكل واحد منهم كان عابدا ، وزاهدا ، عالما بعلوم الآخرة ، وفقها في مصالح الخلق في الدنيا ، ومريداً بفقهه وجه الله تعالى . فهذه خمس خصال ، اتبهم وفقهاء العصر من جملتها على خصلة واحدة ، وهي التسمير والمبالغة في تفاريع الفقه .

اس کے بعد فرمایا :

”واما ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ، فلقد کان ایضا عابدا زاهدا، عارفاً باللہ تعالیٰ، خانقامہ، مریداً وجہ اللہ تعالیٰ بعلمہ“۔^۱

(اور بلاشبہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ عابد، زاہد، عارف باللہ تعالیٰ اور اس سے ڈرنے والے اور اپنے علم سے اللہ کی خوشنودی کا ارادہ رکھنے والے بھی تھے۔)

شیخ زاہد کوثری نے اپنی کتاب میں امام الحرمین جوینی کے اقوال نقل کئے جس میں انہوں نے امام ابو حنیفہ کی شان سے متعلق غیر مناسب باتیں کہیں نہیں اور ان کو بھرپور طریقے سے رد کیا اور اشارہ کیا کہ امام غزالی نے اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا تھا جو انہوں نے المنحول میں امام اعظم ابو حنیفہ سے متعلق پیش کی تھی۔^۲

المنحول میں حد درجہ اختصار ہے :

المنحول کے اکثر ابواب میں اس قدر اختصار ہے کہ بس اشارے سے معلوم ہوتے ہیں جو مشکل الفہم ہوتے ہیں جب کہ بعض اوقات اسلوب اتنا سہل اور آسان بھی ہوتا ہے کہ اس میں کوئی دشواری یا پیچیدگی نہیں ہوتی۔

ایک ”حدیث“ سے متعلق امام غزالی کا موقف :

امام غزالی عدد کے مفہوم کے بیان میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی یہ دلیل دے کہ رسول ﷺ نے ساری علی السبعین ان لوگوں کے لئے فرمایا جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ”استغفرلہم أو لا تستغفرلہم ان تستغفرلہم سبعین مرة فلن يغفر اللہ لہم“۔^۳

تو یہ جھوٹ پڑتی ہوگا۔ امام غزالیؒ ان الفاظ کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار فرماتے ہیں :

”علی ان مانتقل فی آیۃ الاستغفار کذب قطعاً، اذا الغرض منه التناہی فی تحقیق الیاس من المغفرة، فکیف یظن برسول ﷺ ذہولہ عنہ“۔^۴

(آیت استغفار کے بارے میں جو حدیث سے نقل کیا گیا وہ قطعی کذب ہے کیونکہ اس آیت کا مقصد ہی ان کے بارے میں مغفرت کی کسی امید سے روکنا ہے اور آپ ﷺ سے یہاں غفلت کا گمان نہیں کیا جاسکتا۔)

”سازید علی السبعین“ کے حدیث نہ ہونے کے بارے میں امام غزالیؒ کو وہم ہو گیا حالانکہ یہ حدیث صحیح ہے اور بخاری مسلم وغیرہما نے اس کی تخریج کی ہے۔^۵

۱۔ احیاء علوم الدین، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی متوفی ۵۰۵ھ/۳۳ کتاب العلم بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ء

۲۔ احقاق الحق باطل الباطل فی مغیث الخلق، محمد زاہد کوثری متوفی ۱۳۷۱ھ ص ۸۳، ۱۵ کراچی ایچ ایم سعید کمپنی طبع ثانی ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

۳۔ التوبہ : ۸۔ من المنحول من تعلیقات الاصول، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ ص ۳۲۔

۴۔ صحیح بخاری، امام بخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من الصلوۃ علی المناقبین والاستغفار للمشرکین اس میں ذمت علی سبعین کے الفاظ ہیں۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ امام غزالی کی اصولی فقہ میں المنحول پہلی کتاب تھی اور ابتدائی زمانہ کی کوشش تھی اس لئے اس کی تمام خوبیوں اور ان کی اس عظیم خدمت کے باوجود اس کتاب میں کچھ کمی بہر حال تھی۔ مگر اس سے ان کی عظمت و احترام میں کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ ان کی کاوش اخلاص پر مبنی تھی اور مقصد اللہ کی خوشنودی تھا۔ اس کتاب کی خوبیوں میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ المنحول میں امام غزالی جب کسی کے حوالے سے کوئی بات کرتے ہیں تو اکثر مقامات پر وہ اس کے قائل کا نام بھی ذکر کر دیتے ہیں، جبکہ المستصفیٰ میں وہ اس طرح نہیں کرتے بلکہ صرف ان کے نزدیک جو قول مختار ہوتا ہے اسے بیان کر دیتے ہیں پھر دوسروں کی آرا کو مختصر بیان کرتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں : امام صاحب نے یوں تو بہت سے علوم فنون میں کتابیں لکھیں لیکن تخصیص کے ساتھ جن علوم کو ترقی دی وہ فقہ، اصول فقہ، کلام اور اخلاق ہیں۔۔۔ اصول فقہ میں امام صاحب نے بہت سے مسائل خود ایجاد کئے ہیں چنانچہ ان کی کتاب ”المنحول“ اس دعوے کی بین دلیل ہے۔^۱

”المنحول“ کا طرز تحریر امام غزالی کی مخالفت کا سبب بنا :

شبلی نعمانی لکھتے ہیں :

”امام صاحب نے آغاز شباب میں ایک کتاب منحول نام اصول فقہ میں تصنیف کی تھی جس میں ایک موقع پر امام ابو حنیفہ صاحب پر نہایت سختی کے ساتھ کلمہ چینی کی تھی اور نہایت گستاخانہ الفاظ ان کی شان میں استعمال کئے تھے۔ امام صاحب کے مخالفین کے لئے یہ عمدہ دستاویز تھی یہ لوگ شجر کے دربار میں یہ کتاب لے کر پہنچے اور اس پر زیادہ آب و رنگ چڑھا کر پیش کیا اس کے ساتھ امام صاحب کی تصانیف کے مطالب بھی الٹ پلٹ کر بیان کئے اور دعویٰ کیا کہ امام غزالی کے عقائد زندقہ اور طہانہ ہیں۔“^۲

المنحول کی نسبت فیصلہ نہیں ہوتا کہ کس زمانے میں تصنیف ہے مکاتبات امام غزالی اور طبقات الشافعیہ، تاج الدین سبکی نے لکھا ہے کہ یہ زمانہ شباب کی تصنیف ہے جب امام الحرمین زندہ تھے، لیکن امام غزالی نے خود اپنی کتاب مستصفیٰ فی اصول الفقہ میں لکھا ہے کہ : ”المنحول“ احیاء العلوم، کیمیائے سعادت اور جواہر القرآن کے بعد کی تصنیف ہے۔“ منحول اس وقت ہمارے پیش نظر ہے، اس کا طرز تحریر علانیہ شہادت دیتا ہے کہ وہ ابتدائی زمانہ کی تصنیف ہے خصوصاً امام ابو حنیفہ کی شان میں جو گستاخیاں ہیں وہ ہرگز اس زمانے کی نہیں ہو سکتیں جب وہ تارک الدیناصوفی ہو چکے تھے اور اس قسم کے طرز تحریر سے قطعی توبہ کر چکے تھے۔ مکاتبات میں یہ بھی لکھا ہے کہ امام صاحب نے انکار کیا کہ میں نے امام ابو حنیفہ کی شان میں کبھی گستاخانہ الفاظ استعمال نہیں کئے اس لئے یا تو یہ تسلیم کرنا چاہئے کہ اس قدر عبارت جو امام ابو حنیفہ کی تنقیص میں ہے الحاقی ہے۔ یا یہ قرار دینا چاہئے کہ جو کتاب امام غزالی نے شباب میں تصنیف کی تھی وہ منحول نہیں بلکہ اور کوئی کتاب تھی اور امام صاحب نے بعد کو اس کو اپنی کتاب سے خارج کر دیا تھا۔^۳

المنحول کے رد میں کتاب : شمس الائمہ کروری نے منحول کے رد میں کتاب لکھی تھی۔^۴

کتاب ”المستصفیٰ“ کا تحقیقی تجزیہ :

یہ کتاب اصول فقہ کے ارکان اربعہ کتب میں سے ایک ہے جن پر اس فن کے لکھنے والوں نے بنیاد رکھی۔ ابن خلدون نے اسے اصول فقہ کی بنیادی کتب میں شمار کیا ہے۔ امام غزالی نے اپنی علمی زندگی کے آخری زمانہ میں اس کو تالیف کیا جس کی وجہ سے یہ آپ کے علمی تجربہ کا نچوڑ ہے، جب آپ نے نیشاپور بغداد میں دوبارہ تدریس کا آغاز کیا تو یہ کتاب تالیف کی۔ اس کتاب کے مقدمہ سے یہ ہی ظاہر ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں :

”ثم ساقى قدر الله تعالى الى معاودة التدريس والافادة ، فاقترح على طائفة من طائفة من

محصولي علم الفقه تصنيفا في اصول الفقه“۔^۱

(پھر اللہ تعالیٰ نے تدریس و افادہ کی طرف لوٹنے پر آمادہ فرمایا تو علم فقہ حاصل کرنے والی جماعت کے سامنے اصول فقہ پر تصنیف پیش کی۔)

امام غزالی ”المستصفیٰ“ کی امتیازی خصوصیات یوں بیان فرماتے ہیں :

یہ کتاب حد درجہ اختصار اور طبیعت پر گراں گزرنے والی طوالت سے پاک ہے، اس میں ان دونوں کے درمیانی راستہ کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس میں تحقیق و ترتیب کے جس طریقہ کا اہتمام کیا گیا ہے اس میں المنحول کی طرح حد درجہ اختصار نہیں اور نہ ہی ”تہذیب الاصول“ کی طرح طوالت ہے۔ امام غزالی فرماتے ہیں :

”اقترح على طائفة من محصولي علم الفقه تصنيفا في اصول الفقه ، اصرف العناية فيه الى التلقيق بين الترتيب والتحقيق ، والى التوسط بين الاخلال والاملال . على وجه يقع في الفهم دون كتاب ”تهذيب الاصول“ لميله الى الاستقصاء والاستكثار ، وفوق كتاب ”المنحول“ لميله الى الاجاز والاختصار . فاجبتهم الى ذلك مستعينا بالله ، وجمعت فيه بين الترتيب والتحقيق لفهم المعاني“۔^۲

(علم فقہ کے شائقین نے اصول فقہ میں کتاب لکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو میں نے اپنی توجہ تحقیق و ترتیب کے درمیان مزین کرنے اور رکاوٹ و تیزی کے درمیانی راستے کو اس طرح اپنایا کہ فہم پر گراں نہ ہو جو کتاب تہذیب الاصول سے گہرائی و کثرت میں کم اور ایجاز و اختصار میں کتاب المنحول سے زیادہ ہو تو میں نے اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے ان کی خواہش کو پورا کیا اور میں نے اسے فہم معانی کے لئے ترتیب و تحقیق کے مابین جمع کر دیا۔)

امام غزالی ”المستصفیٰ“ میں مستقل شخصیت کے حامل نظر آتے ہیں :

امام غزالی اس میں ایک مستقل امام و شخصیت کے حامل فرد نظر آتے ہیں جس میں وہ اپنی آراء کو امام الحرمین سے کلیتہً مقید نہیں کرتے بلکہ صرف حق جاننے کی صورت میں یا اس کے بغیر چارہ نہ ہونے کی صورت میں وہ ان کے حصار

۱۔ مقدمہ ابن خلدون ، عبد الرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ، ص ۳۵۵۔

۲۔ حوالہ سابق۔

۳۔ المستصفیٰ ، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ / ۳، ادارة القرآن ۱۳۰۷ھ۔

میں رہتے ہیں ورنہ وہ اس کی جگہ دوسرے اقوال لے آتے ہیں، اور ایسا کرنے کی وجہ بھی بتا دیتے ہیں یعنی اس کتاب میں وہ "المنحول" کی طرح اپنے استاد امام الحرمین کی آراء و اقوال سے چمٹے نظر نہیں آتے بلکہ آزاورہتے ہیں۔ شیخ محمد خنری بک "المستصفی" کے اسلوب پر ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

"وعبارة المستصفی راقية فی حیث اسلوبها العربی ولم یکن الغزالی ممن یشح علی القسطاس فتراه کما قال یطلق فیہ العنان حتی یبلغ الغایة مما یرید . ولم یکن قد جاء فی زمنهم حرور التلخیص والاختصار لان همهم الوحید کان تادیة المعنی الی فکر السامع طال لکلام او قصر"۔^۱

(اسلوب کے اعتبار سے کتاب "المستصفی" کی عبارت بہت بلند پایہ ہے امام غزالی کا غد کے استعمال میں بخیل نہیں تھے بلکہ جب تصنیف کے لئے بیٹھتے تو عنان قلم کو چھوڑ دیتے اور جو کچھ بیان کرنا ہوتا کھل کر بیان کرتے آپ کے دور میں اختصار و تلخیص کا رواج نہیں ہوا تھا ان حضرات کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ مفہوم و معنی کو سامع کے ذہن میں اُتار دیا جائے خواہ کلام طویل ہو یا مختصر۔)

المستصفی کی تقسیم: امام غزالی نے المستصفی کو ایک مقدمہ اور چار اقطاب پر مرتب کیا مقدمہ تمہیدی کی مانند ہے اور چار اقطاب مقصود کے خلاصہ و ذکر پر مشتمل ہیں اور ان کی تفصیلات کو یوں بیان فرمایا :

"اعلم انک اذا فہمت ان نظر الاصولی فی وجوه دلالة الأدلة السمعية علی الاحکام الشرعية، لم یخف علیک ان المقصود معرفة كيفية اقتباس الاحکام من الادلة، ثم فی الادلة واقسامها، ثم فی كيفية اقتباس الاحکام من الادلة ثم فی صفات المقتبس الذی له ان یقتبس الاحکام، فان الاحکام ثمرات . وکل ثمرة فلها صفة وحقیقة فی نفسها ولها مثمر مستمر وطريقه الاستثمار . والثمرة : هی الاحکام، اعنی الوجوب، والحظر، والندب، والکراهة والاداء، والحسن والقبح، والقضاء، والاداء، والصحة والفساد، وغيرها : والثمر هی الادلة، وهی ثلاثة : الکتاب، والسنة، والاجماع فقط . وطرق الاستثمار هی : وجوه دلالة الادلة، وهی اربعة : اذا الاقوال، اما ان تدل علی الشیئی بصیغتها ومنظرها، او بفحواها ومفهومها، وباقتضائها وضرورتها، او بمعقولها ومعناها المستنبط منها، والمستثمر هو المجتهد، ولا بد من معرفة صفاته، شروطه واحکامه، فاذا ان الاصول تدور علی اربعة اقطاب :

القطب الاول : فی الاحکام، والبداءة بها اولی، لانها الثمرة المطلوبة، القطب الثانی : فی الادلة، وهی الکتاب والسنة والاجماع . وبها الثنية القطب الثالث : فی طریق الاستثمار، وهو وجوه دلالة الادلة القطب الرابع : فی المستثمر، وهو المجتهد الذی یحکم بظنه، وبقابله المقلد الذی یلزمه اتباعه، فیحجب ذکر شروط المقلد والمجتهد وصفاتهما"۔^۲

۱ اصول الفقہ، شیخ محمد خنری، ص ۸۔ قاہرہ دارالحدیث سنہ ۱۳۷۰ھ۔

۲ المستصفی، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی متوفی ۵۰۵ھ / ۵۰۱ھ، کراچی ادارۃ القرآن متوفی ۱۳۷۰ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

(جان لو کہ بے شک اگر تم احکام شرعیہ میں اولہ سمعیہ کی دلالت کی وجہ، اصولی کی نظر میں دیکھ چکے ہو تو تم پر اولہ سے احکام کے اقتباس کی کیفیت اور پھر اولہ اور اس کے اقسام میں پھر اولہ سے احکام کے اقتباس کی کیفیت پھر مقتبس کی صفات میں جو احکام سے اقتباس کرتا ہے کی معرفت میں مقصود پوشیدہ نہیں رہے گا۔ تو بلاشبہ احکام ثمرات ہیں اور ہر شر اپنے اندر ایک صفت و حقیقت رکھتا ہے اور اس کا ایک مشر، مستثمر اور طریق استثمار ہے اور شر وہ احکام ہیں یعنی وجوب، حظر، مذہب، کراہت، اباحت، حسن و قبح، قضاء و اداء، صحت و فساد وغیرہ اولہ ہیں جو صرف تین ہیں یعنی کتاب، سنت، اجماع اور طریق الاستثمار وہ اولہ پر دلالت کرنے والی وجوہ ہیں جو چار ہیں کیونکہ اقوال یا تو شئی پر اپنے صیغہ و نظم کے اعتبار سے دلالت کریں گے یا اپنے مقصد و معنی کے اعتبار سے اپنے اقتضاء و ضرورت کے اعتبار سے یا اپنے معقول اور اس سے مستبط معنی کے اعتبار سے دلالت کریں گے اور مستثمر وہ مجتہد ہے اس لئے اس کی صفات، شروط و احکام کی معرفت ضروری ہے تو اس صورت میں جملہ اصول چار اقطاب میں گردش کریں گے۔ قطب اول احکام میں ہے، اس کے ساتھ ابتدا کرنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ شرع مطلوب ہوتا ہے۔ قطب ثانی اولہ میں ہے اور وہ کتاب، سنت، اجماع ہے اور اس کو ثانیاً بیان کرنا بہتر ہے۔ قطب ثالث طریقہ الاستثمار (نتیجہ طلب کرنے کے طریقے) میں ہے اور وہ اولہ کی دلالت کی وجوہ ہیں۔ قطب رابع مستثمر میں ہے اور وہ مجتہد ہے جو اپنے ظن سے حکم لگاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں مقلد ہے جو اس کی اتباع کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے تو مجتہد اور اس کی صفات کے ساتھ مقلد کی شروط کا ذکر واجب ہوگا۔)

المستصفی کے منطقی مقدمہ کا جائزہ : اصول و فقہ کی اس کتاب کا مقدمہ منطق میں ہے اور امام غزالی یہ سمجھتے تھے کہ یہ مقدمہ تمام علوم کے لئے ضروری ہے اور وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ جو اس منطقی مقدمہ کا احاطہ نہ کرے اس کے علم کا اہل علم کے یہاں کوئی اعتبار نہیں اسی لئے وہ فرماتے ہیں :

”لذكر في هذه المقدمة مدارك العقول، انحصارها في الحدود البرهان، وذكر شروط الحد الحقيقي، وشروط البرهان الحقيقي، واقسامهما على منهاج او جز مما ذكرناه في كتاب ”محك النظر“ وكتاب ”معيار العلم“ وليست هذه المقدمة من جملة الاصول، ولا من مقدماته الخاصة به، بل هي مقدمة العلوم كلها، ومن لا يحيط بها فلا ثقة بعلومه اصلا، فمن شاء ان لا يكتب هذه المقدمة فليبدأ بالكتاب من القطب الاول، فان ذلك هو اول اصول الفقه، وحاجة جميع العلوم النظرية الى هذه المقدمة كحاجة اصول الفقه“۔^۱

(ہم اس مقدمہ میں مدارک العقول، حد اور برہان میں اس کے انحصار کو بیان کریں گے اور ہم حد حقیقی کی شروط اور برہان حقیقی کی شروط اور ان دونوں کے اقسام کو مختصر بیان کریں گے۔ جیسے ہم نے کتاب ”محک النظر“ اور کتاب ”معیار العلوم“ میں ذکر کیا ہے اور یہ مقدمہ مکمل اصول میں نہیں اور نہ اس کے مقدمات کسی خاص فن میں ہے، بلکہ یہ مقدمہ تمام علوم کے لئے ہے اور جو اس کا احاطہ نہیں کرے گا اس کے علوم کا اصلاً کو اعتبار نہیں اور جو اس مقدمہ کو نہ لکھتا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ کتاب میں قطب اول سے ابتداء کر لے کیونکہ وہ اصول فقہ کا ابتدائیہ ہے اور تمام علوم نظریہ میں اس مقدمہ کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح اصول فقہ میں اس کی حاجت ہے۔)

المستصفیٰ کے منطقی مقدمہ کا تجزیہ :

امام غزالی کتاب کے مقدمہ میں اس بات پر زور دیتے ہیں کہ کسی بھی علم کے حقائق کو صحیح معرفت حاصل نہیں ہو سکتی تاہم منطقیہ منطق کے ذریعے ان علوم کو نہ سمجھا جائے اس کے بعد منطق کے ضروری اجزاء بھی لکھتے ہیں جو آپ کے خیال میں ضروری تھے۔ اس مقصد میں آپ نے معقولات کے ادراک، دلائل و برہان کی حدود اور اس کے حقیقی شرائط اور برہان اثبات کے حقیقی شرائط مع اس کے اقسام یا جزئیات کے تحریر فرمائے ہیں۔ ان شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ فلسفے سے پرہیز کے باوجود امام غزالی اس کے ایک شعبہ پر کتنا عمیق اور پختہ اعتقاد رکھتے تھے۔ علم منطق بھی فلسفہ کے ایک شاخ ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو درست ہوگا کہ ارسطو نے اپنے علم کی جو عظیم ترین میراث چھوڑی ہے اس میں منطق کا زیادہ حصہ ہے۔

امام غزالی کا "المستصفیٰ" میں مسائل بیان کرنے میں عدم توازن :

امام غزالی اس کتاب کے مسائل بیان کرنے میں توازن نہیں رکھ پائے بعض مسائل اور ان کے اعتراضات و جوابات اور شبہات کے ازالہ میں بھی طویل بحث کرتے ہیں مثلاً قیاس کے مانعین کے شبہات کے ازالہ کے وقت ان کی یہی کیفیت نظر آتی ہے۔ جب کہ بعض مسائل کے بیان میں وہ انتہائی اختصار اور دقت سے کام لیتے ہیں مثلاً مطلق و مقید کی مکمل بحث اس کے مسائل و تشریح کو صرف نصف صفحہ میں بیان کر دیا۔

المستصفیٰ میں امام الحرمین کی تقلید میں کمی نظر آتی ہے :

اس کتاب کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ امام غزالی نے المستصفیٰ میں امام الحرمین کی ان کثیر آراء کے ذکر سے گریز کیا جس پر انہوں نے "المنحول" میں موافقت کی تھی مثلاً المنحول میں صفت کے مفہوم سے احتجاج جائز ہونے میں امام الحرمین کا مسلک اختیار کرتے ہوئے نہ صرف اسے جائز قرار دیا بلکہ اس مذہب کے دفاع میں اور منکرین کے رد میں دلائل دیئے۔ مگر المستصفیٰ میں انہوں نے اس رائے کے بجائے یہ موقف اختیار کیا کہ صفت کے مفہوم سے احتجاج غیر حجت ہوگا۔

المستصفیٰ میں گوشہ نشینی کے زمانہ میں آراء میں تبدیلی :

امام غزالی نے "المستصفیٰ" میں ان آراء سے بھی گریز کیا جو گوشہ نشینی کے زمانے میں اختیار کی تھیں جب آپ عبادت و ریاضت میں مگن تھے اور تصوف کا غلبہ تھا۔ مثلاً احیاء میں "مسألة التکلیف بالمحال" کے جواز کا قول کیا جب کہ "المستصفیٰ" میں اسکے عدم جواز کا قول کیا۔

المستصفیٰ کا زمانہ تالیف : امام غزالی نے اپنی وفات سے ایک سال قبل یعنی ۵۰۴ھ میں اس کتاب کو تصنیف کیا۔

۱۔ المنحول من تعلیقات الاصول، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ ص ۲۱۵، اختیار الغزالی وراہ فیہ مفہوم الصفة کے ضمن میں بیان کیا۔

المستصفیٰ کے شارحین :

(۱) ابن النافذ حسین بن عبد العزیز محمد مالکی متوفی ۶۷۹ھ نے شرح المستصفیٰ للغزالی تالیف کی۔

(۲) ابو جعفر احمد بن محمد بن احمد عبد الرحمن بن مسعود الغرناطی متوفی ۶۹۹ھ نے شرح لکھی۔ ابن فرحون نے الدیہان میں اس کے لئے "شرحاً حسناً" (عمدہ شرح) کے الفاظ کہے ہیں۔

(۳) حافظ ابوالحسن (الحسین) ابن عبد العزیز بن محمد القرشی القبری الغرناطی، الاندلسی متوفی ۶۹۹ھ معروف بہ ابن الاوصی۔
المستصفیٰ کے اختصار و حواشی: اہل مغرب و اندلس نے امام غزالی کی المستصفیٰ کی خوب قدردانی کی اس کے اختصارات بھی کئے چند مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ علی بن ابوالقاسم ابن ابی قنون متوفی ۵۷۵ھ نے المقتضب الاشفی فی اختصار المستصفیٰ کے نام سے اختصار لکھا۔

۲۔ ابوالولید محمد بن رشد الحفید متوفی ۵۹۵ھ نے "الضروری فی اصول الفقہ" یا "مختصر المستصفیٰ" کے نام سے اس کا اختصار کیا۔

۳۔ محمد بن عبدالحق البعمر النذروی متوفی ۶۲۵ھ نے "مستصفیٰ المستصفیٰ" کے نام سے اس کا اختصار کیا۔
(۴) ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الارؤی الاشعیری اندلسی متوفی ۶۲۷ھ یا ۶۵۱ھ معروف بہ ابن الحاج انہوں نے "مختصر المستصفیٰ" اور "حاشیہ علی مشکلات المستصفیٰ" تالیف کیا۔

المستصفیٰ پر تعلیقہ : ابوالحسن بہل بن محمد بن سہیل بن مالک الارؤی الغرناطی متوفی ۶۳۹ھ نے امام غزالی کی المستصفیٰ پر تعلیق لکھی۔

ابوالخطاب الکوذانی حنبلی (۴۳۲ھ-۵۱۰ھ)ؒ

فقہ، اصولی، فرضی ادیب شاعر تھے۔ قاضی ابویعلیٰ سے تفقہ حاصل کیا ائمہ حنابلہ کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے اکتساب فیض کیا۔

۱۔ حدیث العارفین ۳۱۳/۵، اس میں ان کا نام اس طرح مرکوز ہے حسین بن عبد اللہ بن عبد العزیز ابن محمد، معجم الاصولین ۶۸/۲ (۳۰۵)۔
۲۔ حدیث العارفین ۱۰۲/۵، ایضاً المکنون ۴/۳، ۴۷۷، الدبیاج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، ص ۱۰۳، الفتح المبین ۹۸/۲، معجم الاصولین ۱۹۸-۱۹۹ (۱۳۷)۔
۳۔ حدیث العارفین، ۲۸۳/۵۔

۴۔ تحقیقی مقدمہ علی مختصر المستصفیٰ لابن رشد، جمال الدین حلوی، ص ۱۸، بیروت سلا دار الغرب الاسلامیہ ۱۹۹۳ء۔
۵۔ حوالہ سابق۔

۶۔ حدیث العارفین ۵/۵، الفتح المبین ۶۷/۲، معجم الاصولین ۱/۱۹۷ (۱۳۷)۔

۷۔ حدیث العارفین ۵/۳۱۳، الدبیاج ص ۲۰۶، ۲۰۷، الفتح المبین ۶۲/۲۔

۸۔ محفوظ بن احمد بن حسن بن احمد الکوذانی البغدادی (۱۰۳۰ء/۱۱۱۶ء) بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " التمهید فی اصول الفقہ " تالیف کی۔^۱

ابوبکر الاسار ہندی الحنفی (متوفی ۵۱۲ھ)

مؤلفات اصولیہ : ۱۔ الاصول فی الفقہ ۲۔ مختصر تقویم الادلة للدبوسی^۲

ابوالوفاء بن عقیل حنبلی (۴۳۱ھ-۵۱۳ھ)^۳

فقہ، اصولی، واعظ اور متکلم تھے۔ ابویعلیٰ بن الفراء سے تفقہ حاصل کیا اور ابوالولید المحضلی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، علوم و فنون اور ان کی تصنیف و تالیف کے میدان میں قوی الحجۃ تسلیم کئے جاتے تھے۔ شروع میں مذہب معتزلہ کی جانب میلان رکھتے تھے بعد میں اس رجحان کو ترک کر کے مذہب حنابلہ کی فقہ میں منہمک ہو گئے مگر اس کے باوجود بھی ان کے عقیدہ میں مذہب معتزلہ کا اثر باقی رہا۔ اپنے زمانے کے قطب الاعلام اور شیخ الاسلام تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب " الواضح فی اصول الفقہ " تالیف کی یہ کتاب تین مجلدات میں ہے اس کے علاوہ ایک کتاب " الفنون " بھی تالیف کی جس میں فقہ، اصول فقہ، علم الکلام اور بہت سے علوم سے کثیر و عظیم فوائد جمع کئے۔ حافظ الذہبی نے اس کتاب سے متعلق لکھا :

" لا تصنیف فی الدینا اکبر من هذا الكتاب " (اس دنیا میں اس تصنیف سے بڑی کوئی کتاب نہیں)۔^۴

عبدالرحیم القشیری الشافعی (متوفی ۵۱۴ھ)^۵

فقہ، اصولی، مفسر اور ادیب تھے اپنے والد سے علم الاصول وغیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر ان کی وفات کے بعد امام الحرمین کی صحبت اور ان کے درس میں ہمیشہ شریک رہے یہاں تک کہ فقہ، اصولی و خلاف میں اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔
مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ہمیں ان کی کسی تصنیف کا علم نہیں ہو سکا (واللہ اعلم)۔^۶

احمد بن عثمان الفیحی (متوفی ۵۱۷ھ)

انہوں نے کتاب " قواعد الادلة وشواهد الاحیة " تالیف کی۔^۷

۱۔ ایضاح المکنون، ۳/۳۲۱، حدیۃ العارفین ۶/۶، الفتح المبین ۱۱/۲۔

۲۔ ابوبکر محمد بن حسین بن محمد، امام فخر الدین خراسان (مرو) سے تعلق رکھتے تھے، حدیۃ العارفین ۶/۸۳۔

۳۔ ابوالوفاء علی بن عقیل بن محمد بن عقیل بن احمد البغدادی (۱۰۳۹ء/۱۱۱۹ء) بغداد میں وفات پائی۔

۴۔ ایضاح المکنون ۳/۸۵، حدیۃ العارفین ۵/۶۹۵، الفتح المبین ۲/۱۲، اس میں علامہ ذہبی کا قول منقول ہے۔

۵۔ ابونصر عبدالرحیم بن عبدالکریم بن ہوازن القشیری متوفی ۱۱۲۰ء۔

۶۔ معجم الاصلیین ۲/۱۹۷ (۴۳)، شذرات الذہب، شیخ عبدالحی بن العمد حنبلی متوفی ۸۹۰ھ/۴۵۔

۷۔ ابوالعالی احمد بن عثمان بن عمر الفحیی البغدادی، حدیۃ العارفین ۵/۸۲۔

ابن البرہان الشافعی (متوفی ۴۷۹ھ - ۵۲۰ھ) ^۱

فقہ، اصولی اور محدث تھے، ابتداء میں حنبلی المذہب تھے پھر شافعی مذہب اختیار کر لیا۔ امام شافعی، امام غزالی، ابوالکلیاء البہرہ اسی سے تفتہ حاصل کیا۔ ابن خلیکان، صفدی، ابن العساکر، یافعی، زرکلی، ابن جوزی، اسنوی اور ابن کثیر وغیرہ نے آپ کے اصول فقہ میں تفوق، تبحر علمی اور ضرب المثل ہونے پر اقوال ذکر کئے ہیں۔ عبد الحمید علی ابوزنید کی تحقیق کے مطابق انہوں نے اصول فقہ میں چھ کتابیں تالیف کیں وہ لکھتے ہیں :

”نستطیع ان نقول لسا وجدناہ من کثرة النقول فی کتب المتأخرین ان کتب ابن برہان

کانت من امہات کتب اصول الفقہ“ ^۲

(متأخرین کی کتب میں ان سے کثرت سے نقل پا کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابن برہان کی یہ کتب اصول فقہ کی امہات الکتاب میں سے ہیں۔)

مدرسہ نظامیہ میں مدرس کی حافظہ نہایت اچھا تھا جو چیز ایک مرتبہ سن لیتے یاد ہو جاتی۔ آپ کے دروازہ پر تشنگان علم کا جھوم رہتا، آپ کے تلامذہ میں الصائغ ابوالحسین ہبة اللہ بن الحسن ہبة اللہ بن عساکر متوفی ۵۶۳ھ، شرف الدین ابوسعید عبد اللہ بن محمد بن حبیب اللہ المظہر بن علی بن ابی نصر بن قاضی قضاة الشام متوفی ۵۸۵ھ اور ملک النخاعة الحسن بن صافی بن عبد اللہ شافعی نحوی اصولی اویب متوفی ۵۶۸ھ بھی شامل ہیں۔ مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ البسيط
- ۲۔ الوسيط
- ۳۔ الاوسط
- ۴۔ الوجيز
- ۵۔ الوصول الى علم الاصول
- ۶۔ التعجيز ^۳

(۱) کتاب الوجیز کا تحقیقی تجزیہ :

تقریباً تمام سوانح نگاروں نے ان کے حالات میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں تقریباً سو مقامات میں ابن برہان سے اور تقریباً بیس مقامات میں الوجیز سے نقل کیا ہے۔ امام جمال الدین اسنوی نے فیہ السؤل میں ابن برہان سے ایک سو پچاس مقامات پر اور پندرہ مقامات میں الوجیز سے نقل کیا ہے اس طرح بدر الدین بن عبد اللہ الزرکشی نے اپنی کتاب البرہان فی علوم القرآن میں کئی جگہوں میں ان سے نقل کیا۔

۱۔ ابن برہان ابوالفتح احمد بن علی بن محمد الوکیل (۱۰۸۶ء/۱۱۲۶ء) بغداد میں ولادت ہوئی۔ الفتح المبین ۱/۶، اس میں تاریخ وفات ۴۳۳ھ اور کشف الظنون ۱/۲۰۱ سے ۵۱۸ھ مذکور ہے۔

۲۔ تحقیقی مقدمہ علی الوصول الی الاصول، عبد الحمید علی ابوزنید ص ۲۹ ریاض، مکتبۃ المعارف ۱۳۰۳ھ، ۱۹۸۳ء۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۲۰۱، ۲/۲۰۰۱، ۳/۲۰۱۳، حدیہ العارفین ۵/۸۲، الفتح المبین ۲/۱۶، معجم الاصلیین ۱/۱۷۶، (۱۳۷)، نہایہ السؤل میں اسنوی نے مسئلہ مفہوم الملقب میں کتاب التعجیز کا ذکر کیا، الطبقات الشافعیہ، عبد الرحیم اسنوی متوفی ۵۷۲ھ، ۱/۱۰۲ (۱۷۹)، بیروت، دار الکتب احمر ۱۳۰۷ھ، ۱۹۸۷ء۔

۲۔ کتاب الاوسط کا تحقیقی تجزیہ :

اس کتاب کی اہمیت اور شہرت الوجیز سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ متاخرین، اصولیین نے اس کتاب کو بھی مرکز نگاہ بنایا۔ امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں تقریباً دس مقامات پر اور جمال الدین اسنوی نے نہایت السول میں بھی کئی مقامات پر اس کتاب سے نقل کیا ہے۔

(۳) کتاب البسيط :

اس کتاب سے متاخرین کے استفادہ کے بارے میں ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

(۴) کتاب الوسيط :

اس سے استفادہ کے بارے میں بھی ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

(۵) کتاب التعجيز :

اکثر تراجم کی کتب میں اس کتاب کا ذکر نہیں ملتا مگر علامہ اسنوی نے نہایت السول میں ”فی مسألة مفهوم اللقب“ میں ابن برہان کی اس کتاب کا ذکر کیا وہ فرماتے ہیں :

”وحكى ابن برهان في التعجيز قولاً ثالثاً في مفهوم اللقب انه حجة في اسماء الانواع الغنم دون اسماء الاشخاص كزبد...“

اور ابن برہان نے تعجیز میں قول ثالث ”فی مفهوم اللقب“ میں بیان کیا کہ وہ قسم کی انواع کے اسماء میں توجہت ہے لیکن اسماء اشخاص جیسے زبد۔۔۔ میں توجہت نہیں ہے)

(۶) کتاب الوصول الى الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

ابن برہان نے ”الوصول“ کے مقدمہ میں اس کتاب کے بارے میں لکھا :

”هذا كتاب اختصرته في فن اصول الفقه ليسهل على المبتدى حفظه وضبطه، واضربنا عن الاطناب والتطويل اذ به تضعيف الفائدة، ونخير الكلام ما قل ودل“

(میں نے فن اصول فقہ میں اس کتاب کا اختصار کیا تاکہ مبتدی کے لئے اس کا حفظ اور ضبط آسان ہو جائے ہم نے غیر ضروری طوالت سے اجتناب کیا کیوں کہ وہ بے فائدہ ہے اور بہتر کلام وہ ہوتا ہے جو مختصر ہو اور دلیل کے ساتھ ہو۔)

مگر ابن برہان کے اس بیان سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کس کتاب کا اختصار ہے آیا یہ اصول فقہ پر ان کی دیگر پانچ کتب میں سے کسی ایک کا اختصار ہے یا اصول فقہ پر کسی اور مصنف کی کتاب کا اختصار ہے۔

بہر حال کتاب "الوصول" اصول فقہ کے جمیع ابواب اور معظم مسائل پر مشتمل ایک مکمل کتاب ہے اس کا مختصر ہونا نہ تو قاری کے فہم پر نخل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی طوالت اکتاہٹ پیدا کرتی ہے وہ سوائے ایک جگہ کے تمام مقامات پر اپنے استاذ امام غزالی کا نام لئے بغیر ان سے نقل کرتے ہیں وہ امام غزالی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

فذهب الغزالی قدس الله روحه الى انها سوال باطل

اس عبارت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے یہ کتاب امام غزالی کی وفات کے بعد تالیف کی تھی۔ وہ امام غزالی سے متاثر نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ قاری اس کتاب کے اسلوب و ترتیب کو "المنحول" سے بہت قریب پاتا ہے۔ اسی طرح امام الحرمین کی البرہان سے بھی متاثر لگتے ہیں۔ ابن برہان امام الحرمین اور اپنے دوسرے استاذہ کی آراء کو کئی مقامات پر نقل کرتے ہیں مگر وہ تعظیماً "شیخنا" کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ وہ امام الحرمین کی تربیت سے صرف اس وقت بٹتے ہیں جب کوئی مسئلہ اصول فقہ سے کم تعلق رکھتا ہو تو وہ اسے بیان نہیں کرتے جیسے الکلام فی مدارک العلوم و ادلتها و مراتبها و معانی الحروف وغیرہ اور بعض چیزوں کے اصول فقہ سے قریبی تعلق کی بناء پر ان کا اضافہ بھی کر دیتے ہیں جیسے لغوی مسائل میں حقیقت، مجاز، مجمل کی بعض احاث، ابن برہان اپنے استاذ امام الحرمین کی طرح الاسرافینی اور قاضی ابوبکر باقلانی کی آراء پر اعتماد کرنے میں مساوی و مشارک نظر آتے ہیں۔

قاضی ابوالولید بن رشد مالکی (۳۵۵ھ-۵۲۰ھ) ۱

اپنے زمانے میں اندلس و مغرب کے زعیم فقہاء میں سے تھے عمدہ تالیف پر قدرت رکھتے اصول، فروع، فرائض اور بہت سے علوم میں دسترس تھی۔ روایت و درایت کا خوب علم رکھتے تھے، کم گو اور بہت حیاء کرنے والے شخص تھے۔ ۵۱۱ھ میں قرطبہ کے قاضی بنائے گئے۔ ابوجعفر بن رزق سے تفقہ حاصل کیا۔ قاضی عیاض آپ کے تلامذہ میں سے ہیں، کثیر التصانیف شخص تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "البيان والتحصيل، لمافی المستخرجة بن التوجيه والتعلیل" تالیف کی یہ ایک عظیم کتاب ہے جو میں سے زائد مجلدات پر مشتمل ہے۔ ۲

ابوبکر الطرطوشی مالکی (۳۵۱ھ-۵۲۰ھ) ۳

مالکی فقیہ تھے۔ اندلس میں ابوالولید باجی سے زانوئے تلمذ طے کیا، حجاز مقدس، بغداد، بصرہ، شام اور اسکندریہ کے علمی دورے کئے اور ائمہ شافعیہ ابوبکر الشاشی ابوعلی التستری وغیرہ سے اکتساب فیض کیا۔ فقہ، مسائل الخلاف، اصول، فرائض وغیرہ میں ید طولی رکھتے زاہد، متقی اور متواضع تھے۔ قاضی عیاض آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔

۱۔ ابوالولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی (۱۰۶۳/۱۱۲۶ء) قرطبہ میں وفات پائی۔

۲۔ الدیباج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، ص ۳۷۳، حدیث العارفین ۲/۸۵، مجمع المؤلفین، رضا کمال ۸/۲۲۸، فتح المبین ۲/۱۵۱۳۔

۳۔ ابوبکر محمد بن الولید بن محمد بن خلف بن سلیمان بن ایوب القرطبی القمیری الاندلسی الطرطوشی (۱۰۵۹/۱۱۲۶ء) ابن ابی رندقہ سے معروف تھے اندلس میں ولادت اور اسکندریہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”مسائل الخلاف“ اور ”مسائل اصول فقہ“ پر تعلیقہ تالیف کیا۔^۱

ابن السید البطلیوسی مالکی (۴۴۴ھ-۵۲۱ھ)^۲

نحوی، ادیب، شاعر، محدث اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”التنبیہ علی الاسباب الموجبة لاختلاف الفقهاء فی الاصول“ تالیف کی۔^۳

حسین اللامشی (۴۴۱ھ-۵۲۲ھ)^۴

امام، فاضل اور ثقہ تھے ابوکر محمد بن حسن بن منصور النسفی سے اخذ علم کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی جو فاس میں قروین کی لائبریری میں ۶۳۳ نمبر کے تحت موجود ہے۔^۵

الباہری المالکی (متوفی ۵۲۳ھ)^۶

فقیہ، اصولی، مفسر، اور عادل قاضی تھے۔ علم کی نشر و اشاعت کے لئے مشرق کا سفر کیا۔ ابو الولید باجی اور ابن زیتون سے اخذ علم کیا مصر و مکہ تشریف لائے۔ امام زحشری نے ان کی خدمت میں آخر سبویہ کی کتاب پڑھی کیونکہ ان کو اس میں بہارت حاصل تھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”المدخل فی الاصول“ تالیف کی ہدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا نام ”مجموعۃ فی اصول الفقہ“ مذکور ہے۔^۷

ابو الطاہر التتوخی مالکی (متوفی ۵۲۶ھ بعدہ)^۸

امام، عالم، مفتی اور مذہب کے حافظ تھے۔ اصول فقہ، حدیث اور لغت عربیہ میں امام تھے۔ مالکی مذہب کے ممتاز علماء میں سے تھے تقلید سے اجتہاد و ترجیح کی برتری ظاہر کرتے۔

انہوں نے کتاب ”انوار البدیعة الی اسرار الشریعة، التہذیب علی التہذیب التنبیہ علی مبادی الوجہ“ تالیف کیں۔ ابو الطاہر التتوخی قواعد اصول فقہ سے فروغ کے احکام کا استنباط کرتے تھے اور اپنی اس کتاب ”التنبیہ“ میں استنباط کے اسی سچ کو اپنایا ہے اگرچہ شیخ تقی الدین بن دقین العید نے استنباط کے اس طریقہ کو غیر مفید

۱۔ حسن الخضرۃ، امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ۲۱۳/۱، وفیات الاعیان، ابن خلدون ۱/۴۷۹، ۳۸۰، الدیباچ، ابن فرحون ص ۳۷۱، ہدیۃ العارفین ۲/۸۵، معجم المؤلفین ۱۲/۹۲۔

۲۔ ابو محمد عبداللہ بن محمد بن السید البطلیوسی (۱۰۵۹ء/۱۱۲۶ء)۔

۳۔ ابو القاسم حسین بن علی عماد الدین الملامشی (۱۰۳۹ء/۱۱۲۸ء)۔

۴۔ الفکر المبحر، عبدالحی کسنوی متوفی ۱۳۰۷ھ، ص ۷۷، معجم الاصلیین ۲/۷۰ (۳۰۵)

۵۔ ابوکر عبداللہ بن طلحہ بن محمد بن عبداللہ الیابری الاشلی الاندلس متوفی ۱۱۲۸ء اندلس میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

۶۔ حادیۃ العارفین ۵/۳۵۵، الفتح المکین ۲/۲۱۔ ۷۔ ابو الطاہر ابراہیم بن عبدالصمد بن بشیر التتوخی متوفی ۱۱۳۲ھ۔

کہا ہے، کیونکہ فروع کی تخریج قواعد اصولیہ سے جدا اور بعید نہیں ہوتی اور ابوطاہر نے اس کتاب میں تقلید کی زیادہ پیروی کے اسلوب کو نہیں اختیار کیا۔ آپ شہید کئے گئے آپ کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی صرف اتنا معلوم ہو سکا کہ آپ نے اپنی کتاب "المختصر" کی تکمیل کی تاریخ ۵۲۶ھ ذکر کی ہے اس سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ۵۲۶ھ کے بعد ہی آپ کا انتقال ہوا ہوگا۔^۱

الفراء محمد بن محمد الحنبلی (۴۷۵ھ-۵۲۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المجرد فی الاصول" تالیف کی۔^۲

ابوالحسن بن الزاعونی حنبلی (۴۵۵ھ-۵۲۷ھ)^۳

فقہ، اصولی، محدث، نحوی، لغوی اور واعظ تھے ابن جوزی آپ کے اساتذہ اور ابن عساکر آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ اپنے زمانے کے شیخ الحنابلہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غرر البیان فی الاصول یہ کتاب چند مجلدات پر مشتمل ہے۔

۲۔ مجموعات فی المذهب والاصول۔^۴

امیہ بن ابی الصلت الاندلسی (متوفی ۴۶۰ھ-۵۲۹ھ)

عالم، ادیب، حکیم، شاعر اور منجم تھے۔ انہوں نے کتاب "الانتصار فی اصول الفقہ" تالیف کی۔^۵

ابوالحسن الکرجی شافعی (۴۵۵ھ-۵۳۲ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الذرائع فی علم الشرائع۔ ۲۔ سد الذرائع، یہ مذکور الذکر کتاب الذرائع کی شرح ہے۔

۳۔ الفصول فی اعتقاد ائمة الفحول۔^۶

۱۔ الدبیاج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۱۳۲، ۱۳۳، الفتح المبین ۲/۲۲۔

۲۔ محمد بن محمد بن حسین بن محمد بن احمد بن خلف بن الفراء ابو حازم بن قاضی ابو یعلیٰ بغدادی، حدیث العارفین ۶/۸۶۔

۳۔ ابوالحسن علی بن عبید اللہ بن نصر بن عبید اللہ بن اہل بن سری الزاعونی (۱۰۶۲ھ/۱۱۳۳ھ) ابن زاعونی سے معروف تھے۔ بغداد میں ولادت ہوئی۔

۴۔ حدیث العارفین ۵/۶۹۶، الفتح المبین ۲/۲۳۔

۵۔ امیہ بن عبد العزیز ابی الصلت الاندلسی الدانی الاشعری (۱۰۶۸ھ/۱۱۳۵ھ) اندلس میں ولادت اور افریقہ میں وفات پائی ان کی تاریخ وفات

۵۶۸ھ، ۵۳۶ھ بھی بیان کی گئی ہیں۔ معجم الاصولیین ۱/۲۸۳۔ (۲۲۷) معجم الادباء ۷/۵۲، ۷۰۔

۶۔ ابوالحسن محمد بن عبد الملک بن محمد بن عمر بن ابی طالب الکرجی۔ اصہبانی و ہمدانی کے مابین پہاڑی شہروں کی طرف نسبت سے کرجی کہلاتے

ہیں، حدیث العارفین ۶/۸۷۔

ابن الخشاب شافعی (متوفی ۵۳۳ھ) ۱۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ابواسحاق الشیرازی کی "اللمع" کی شرح لکھی۔ ۲۔

عبدالعزیز النسفی حنفی (متوفی ۵۳۳ھ) ۳۔

علم النظر، فقہ و اصول میں ید طولی رکھتے تھے۔ بخاری میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ بخاری میں ابوالمفاخر عبدالعزیز بن عمر سے تفقہ حاصل کیا۔ امام الحرمین ابوالقاسم محمد بن عبداللہ نے آپ سے روایت کی ہے۔

مؤلفات اصولیہ : "کفایۃ الفحول فی علم الاصول"۔ ۴۔

امام المازری مالکی (۴۵۳ھ-۵۳۶ھ) ۵۔

ادیب، حافظ، طبیب، فقیہ، اصولی، ریاضی، متکلم تھے۔ ابن فرحون نے لکھا کہ اقطار ارض میں کوئی مالکی ان کے زمانے میں ان سے زیادہ فقیہ نہ تھا۔ آپ نے ابوالحسن اللخمی وغیرہ سے علم حاصل کیا، بے شمار حضرات نے آپ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ابوالمعالی کی کتاب "البرہان" کی شرح لکھی اور اس کا نام "ابضاح المحصول من برہان الاصول" رکھا۔ اس کے علاوہ مذہب مالکیہ کی کتاب "التلقین" کی بھی ایک عمدہ شرح لکھی یہ دونوں شروح آپ کے مرتبہ اجتہاد پر فائز ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ ۶۔

صدر الشہید حنفی (۴۸۳ھ-۵۳۶ھ) ۷۔

فقہ و اصولی تھے فروع و اصول میں امام اور معقول و منقول میں بلند مقام رکھتے اپنے والد سے تفقہ حاصل کیا اور اپنے والد کی زندگی ہی میں خراسان میں بالغ النظر مجتہد و فقیہ بن گئے اور شہرت حاصل کر لی موافقین و مخالفین دونوں آپ کے فضیلت کے معترف ہوئے، مذہباً حنفی تھے بعض لوگوں کو ان کے شافعی المذہب ہونے کا وہم ہوا صاحب الہدایۃ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : فقہ و اصول وغیرہ میں آپ کی مؤلفات ہیں، مثلاً اصول حسام الدین وغیرہ۔ ۸۔

۱۔ ابو محمد، عبداللہ بن احمد بن عبدالقادر بن محمد بن یوسف البغدادی۔ ابن الخشاب سے معروف تھے۔

۲۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۵۵۔ سع عبدالعزیز بن عثمان بن ابراہیم الکوئی متوفی ۱۱۳۸ھ، قاضی نسفی سے معروف تھے۔

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۳۹۷، حدیۃ العارفین ۵/۵۷۸، الفوائد البصیریۃ ص ۹۸، الفتح المبین ۲/۳۵، اس میں تاریخ وفات ۵۶۳ھ مذکور ہے۔

۴۔ ابو عبداللہ محمد بن علی بن عمر النیسبی المازری (۱۰۶۱/۱۱۴۳ھ) جزیرہ صقلیہ کے ساحلی شہر مازری میں ولادت اور افریقہ میں وفات ہوئی۔

۵۔ البضاح المکنون ۳/۱۵۶، حدیۃ العارفین ۶/۸۸، الدبیاج ص ۳۷۵، الفتح المبین ۲/۲۶۔

۶۔ ابو محمد حسام الدین عمر بن عبدالعزیز بن عمر بن مازہ (۱۰۹۰/۱۱۰۳ھ) صدر الشہید سے مشہور تھے سر قند میں شہید اور بخاری میں مدفون ہوئے۔

۷۔ حدیۃ العارفین ۵/۷۸۳، الجواہر المصیریۃ، محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی متوفی ۷۷۵ھ، ۱/۳۹۱، ۳۹۲ (۱۰۸۱) الفوائد البصیریۃ

عبدالحمی کھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ ص ۱۳۹، الفتح المبین ۲/۲۵۔

محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی (۵۳۹ھ بعدہ)^۱

ماوراء النہر کے لامش نامی گاؤں کی طرف نسبت سے لامشی کہلاتے ہیں اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی تعلیم و تعلم ماوراء النہر بالخصوص سمرقند کے قریب فرغانہ میں ہوئی ہوگی۔ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ”اصول اللامشی“ تالیف کی۔

کتاب ”اصول اللامشی“ کا تحقیقی جائزہ :

”اصول اللامشی“ یا ”کتاب اللامشی فی اصول الفقہ“ حاجی خلیفہ نے ”اصول اللامشی“ کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ ان کے حالات زندگی دستیاب نہیں ہیں مگر اصول فقہ کی اس کتاب میں وہ گیارہ مقامات پر ”مشائخ ماوراء النہر“ یا ”مشائخ سمرقند“ یا ”مشائخ دیارنا“ کا ذکر کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ اسی علاقے سے وابستہ ہوگا اس لئے ان کی شخصیت پر وہاں کا اثر غالب تھا۔ اسی طرح وہ تقابل میں مشائخ عراق یا مشائخ بغداد (حنفی) کو بھی ذکر کرتے ہیں۔

مختلف آراء ہونے کی صورت میں اللامشی کی ترجیح :

کسی مسئلہ میں مختلف اقوال و آراء ہونے کی صورت میں وہ اپنے شہر کے مشائخ کی آراء کو بالعموم اور اپنے رئیس ابو منصور ماتریدی کی رائے کو بالخصوص مشائخ عراق پر ترجیح دیتے ہیں۔ مثلاً وجوب الاعتقاد کے مسئلہ میں وہ مختلف مشائخ کی آراء پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں :

”اختلف اصحابنا فی وجوب الاعتقاد، قال مشائخ العراق: ”حکمہ وجوب العمل والاعتقاد قطعاً“ وقال مشائخ سمرقند و رئیسہم الشیخ ابو منصور (محمد بن محمد بن محمد ماتریدی سمرقندی) رحمہ اللہ، حکمہ وجوب العمل ظاہراً والاعتقاد علی سبیل الابہام، وهو الوجوب او النذب عینا لیکن یعتقد ان ما اراد اللہ تعالیٰ بہ حق ویاتی بالفعل لامحالة حتی لا یائم بالترک اذ کان واجبا“۔^۲

یہاں مشائخ عراق، سمرقند اور ان کے رئیس کی وجوب الاعتقاد کے مسئلہ میں آراء پیش کیں اور پھر کہا :

”والصیح ما قالہ مشائخ سمرقند“۔^۳

(اور صحیح وہ ہے جو مشائخ سمرقند نے فرمایا۔)

انہوں نے صرف قول راجح بیان کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اس کو دیگر اقوال میں سے صحیح ماننے کی وجہ بیان کی۔ اسی طرح وہ تخصیص الکتاب، متواتر بالتیاس اور خبر واحد کے مسئلہ میں بھی وہ اسی طرح مشائخ کا اختلاف ذکر کرتے ہیں ان کی آراء پیش کرنے کے بعد کہتے ہیں : ”وهو الجواب الاصح، علی قول مشائخ سمرقند“۔^۴

۱۔ ابوالثناء محمود بن زید اللامشی، ۱۱۳۳ھ میں زندہ تھے۔ مع کشف الظنون ۱/۱۱۳، ۱۱۱۔

۲۔ کتاب اللامشی فی اصول الفقہ، محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی تحقیق عبد المجید ترکی ص ۱۵۸، ۱۵۹، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۹، ۲۶۱، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱

الاماشی بعض اوقات اقوال میں ترجیح دیئے بغیر چھوڑ دیتے ہیں :

مذکورہ بالا دو مثالوں کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہر جگہ ہی اپنے شہر کے مشائخ یا رئیس کے قول کو ترجیح دیتے ہیں بلکہ بعض مرتبہ وہ آراء کو ان میں ترجیح دیئے بغیر اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ان میں وجہ ترجیح کا فیصلہ نہیں کر پاتے ہوں یا یہ کہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہو کہ اس وقت کسی اور کو ترجیح حاصل ہے تو وہ اس کا ذکر نہیں کرتے۔

مثال سے وضاحت یا یہ کہ تمام اقوال میں سے جس کو چاہے ترجیح دے دیں مثلاً ”واختلفوا فی نفس الاجتهاد“ کے تحت مجتہد کے مصیب و خطی ہونے میں وہ شیخ ابو منصور ماتریدی اور مشائخ سمرقند میں سے ایک جماعت جن میں ابوالحسن الرستغفنی وغیرہ شامل ہیں کی آراء اور امام ابو حنیفہ کی رائے پیش کرتے ہیں مگر اس میں وہ کسی کے قول یا رائے کو ترجیح نہیں دیتے بلکہ آراء ذکر کر کے اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں تاکہ قاری خود قول راجح تلاش کرے اور وجہ ترجیح بیان کرے۔^۱

الاماشی کے نزدیک احناف کے مراتب :

اس کتاب میں عراق کے حنفی امام ابو حنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ-۶۷۷ء) ان کے شاگرد عیسیٰ بن ابان متوفی (۲۲۱ھ-۸۳۶ء) انکرنی (متوفی ۳۳۰ھ-۹۵۲ء) اور ابوبکر حصص (متوفی ۳۷۰ھ) ان سب کو کتاب الاماشی فی اصول الفقہ میں جگہ دی ان کی آراء کو نقل کیا مگر ان سب باتوں کے باوجود ماوراءالنہر کے حنفی ماتریدی مشائخ کی فضیلت و برتری کو نمایاں اور ممتاز رکھا ان کے یہاں مراتب کی ترتیب یوں نظر آتی ہے۔ ماتریدی عقیدے کے مؤسس الماتریدی (متوفی ۳۳۳ھ-۹۲۳ء) کی رائے کو سب پر مقدم رکھتے ہیں پھر ماتریدی کے شاگرد ”الرستغفنی“ پھر دیوبند کو اور اخیر میں النسفی (متوفی ۵۰۸ھ-۱۱۲۳ء) کو جگہ دیتے ہیں۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ النسفی، لاماشی کے شیوخ میں سے ہوں اس کتاب میں الاماشی نے ابو یزید دیوبند کو مشائخ ماوراءالنہر میں شمار کیا ہے۔^۲

ابن حنبلی الواعظ (متوفی ۵۳۶ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البرہان فی الاصول ۲۔ کتاب المفردات فی الاصول

۳۔ کتاب المنتخب فی الاصول^۴

جار اللہ الزمخشری شافعی (۴۱۷ھ-۵۳۸ھ)^۵

ادیب اور فقیہ تھے۔

۱۔ حوالہ سابق ص ۳۰۲۔ ۲۔ حوالہ سابق اور مزید تفصیلات کے لئے اس کتاب کا فقرہ ۱۲۶، ۱۹۶، ۱۹۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۰۳، ۲۹۳، ۴۰۳، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المنہاج فی الاصول" تالیف کی۔^۱
علاء الدین السمرقندی حنفی (متوفی ۵۴۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "ایضاح القواعد الباب فی اصول الفقہ" تالیف کی۔^۲
قاضی ابوبکر بن العربی مالکی (۴۶۸ھ-۵۴۳ھ)^۳

فقہ، محدث، مفسر، اصولی، ادیب و متکلم تھے۔ اشبیلہ، اندلس، بغداد، شام، اسکندریہ، مصر، مکتہ المکرمہ میں کثیر علماء فضلاء و صوفیاء سے تحصیل علم کیا۔ ابوبکر الاشاشی، ابوحامد غزالی، ابوسعید زنجانی وغیرہ آپ کے بعض اساتذہ ہیں۔ آپ کے تلامذہ کا شمار ممکن نہیں، قاضی عیاض، ابن شکوال آپ کے کثیر تلامذہ میں شامل ہیں۔ اشبیلیہ کے قاضی رہے، اس عہد پر رہتے ہوئے عدل و انصاف کی بالادستی قائم کی آپ بہت سی عمدہ کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المحصول فی اصول الفقہ" تالیف کی۔^۴
فخر الدین الرازی شافعی (متوفی ۵۴۳ھ)

محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التمیمی الکبریٰ ان کی کتب کے بارے میں متوفی ۶۰۶ھ میں دیکھیں
حدیث العارفین میں ان کی تاریخ وفات ۵۴۳ھ مذکور ہے۔^۵

ابوالمحسن البیهقی (متوفی ۵۴۴ھ)^۶

ادیب، شاعر، اصولی، مفسر تھے ان کے فقہی مذہب کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں ہو سکا، ابوالمحسن مذکورہ علوم میں اپنے زمانے میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ

۱۔ صیقل الالباب۔ ۲۔ والنوا والوامع (منظوم)

۳۔ التلخیص فی الاصول۔^۷

ابوالفتح شہرستانی متکلم اشعری (۴۶۹ھ-۵۴۸ھ)

انہوں نے کتاب "الاقطار فی الاصول الفقہ" تالیف کی۔^۸

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷۷ھ حدیث العارفین ۶/۴۰۲۔ ۲۔ ابوبکر علاء الدین محمد بن احمد اسمرقندی حنفی، حدیث العارفین ۶/۹۰۔

۳۔ ابوبکر قاضی محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن احمد العافری الاشعری (۱۰۷۶ھ/۱۱۳۸ء)، ابن العربی سے مشہور تھے، اندلس میں ولادت، مراکش میں وفات اور قاسم میں تدفین ہوئی۔

۴۔ ایضاح المکنون ۳/۴۴۳، حدیث العارفین ۲/۹۰، الدبیان ص ۶۳۷، ۸۳۷، الفتح المبین ۲/۱۲۸، تذکرۃ الحفاظ، الذہبی ۳/۱۲۹۴۔

۵۔ حدیث العارفین ۶/۱۰۷۔ ۶۔ فخر الزمان ابوالحسن مسعود بن علی بن احمد بن العباس الصوفانی البیهقی متوفی ۱۱۳۹ھ، شیخا پور میں ولادت ہوئی۔

۷۔ حدیث العارفین ۶/۴۲۸، الفتح المبین ۲/۳۱۔

۸۔ ابوالفتح محمد بن ابوالقاسم عبد الکریم بن ابوبکر احمد شہرستانی متکلم اشعری، حدیث العارفین ۶/۹۱۔

ابو محمد بن عبد اللہ الشلمی مالکی (۳۸۳ھ-۵۵۱ھ)

فقہ، اصولی اور رجال الحدیث کے حافظ تھے مسائل خلاف، علم عربیہ و ہیئت میں متبحر تھے۔ نو برس تک اپنے شہر حلب کے قاضی رہے اور عدل و انصاف میں امیر و غریب کی کوئی تفریق نہیں کی۔ مکة المکرمة، مصر، عراق، و خراسان کے علمی دورے کئے، ان کی اصول فقہ پر کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔^۱

علاء الدین ابوبکر حنفی (۳۸۸ھ-۵۵۲ھ)

فقہ تھے انہوں نے اصول فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تالیف کیں :

۱۔ بذل النظر فی الاصول.

۲۔ حصر المسائل وقصر الدلائل فی شرح منظومة النسفی.^۲

ابن الخلف الشافعی (۳۸۲ھ-۵۵۲ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔^۳

ابوبکر القلیعی مالکی (متوفی ۵۵۳ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "نور الحجة وایضاح المحجة" تالیف کی۔^۴

علاء الدین حنفی (متوفی ۵۵۳ھ)

فقہ، اصولی تھے انہوں نے کتاب "میزان الاصول فی نتائج العقول" تالیف کی جس کا آغاز: "الحمد لله ذی العزة والجلال" الخ سے ہوتا ہے۔^۵

ابوبکر ظہیر بلخی (متوفی ۵۵۳ھ)

فروع و اصول میں فاضل امام تھے معقول و منقول میں کامل عالم تھے۔ نجم الدین عمر النسفی، صدر الاسلام ابوالیسر محمد البز دوی، بہاء الدین المرغینانی وغیرہ سے علم حاصل کیا، محمود زنگی کے زمانے میں حلب آئے اور پھر دمشق چلے گئے۔^۶

ابن النفزی مالکی (متوفی ۵۵۳ھ)^۷

محدث، فقہ، متکلم و اصولی تھے۔ اہل غرناطہ میں سے ہیں مختلف علوم میں آپ کی تالیفات ہیں۔

۱۔ ابو محمد عبد اللہ بن یحییٰ الشلمی (۱۰۹۱ء/۱۱۵۶ء) اندلس میں ولادت اور خراسان میں وفات ہوئی، الفتح المبین ۳۲/۲۔

۲۔ ابوبکر محمد بن عبد الحمید بن حسن بن حمزہ الاسندی علاء الدین الاسمر قندی، ہدایہ العارفین ۹۲/۶۔

۳۔ ابوالحسن محمد بن المبارک بن محمد بن عبد اللہ البغدادی، ابن الخلف، ہدایہ العارفین ۹۳/۶۔

۴۔ ابوبکر محمد بن محمد بن عبد اللہ القلیعی الاشلمی، اندلس سے تعلق تھا، ہدایہ العارفین ۹۳/۶۔

۵۔ ابوبکر محمد بن احمد، علاء الدین شمس النضر سر قندی، کشف الظنون ۱۹۱۶/۲۔

۶۔ ابوبکر احمد بن علی بن عبد العزیز، متوفی ۱۱۵۸ء، ظہیر بلخی سے معروف تھے حلب میں وفات پائی۔ الفوائد البھیة ص ۲۷۔

۷۔ ابوالحسن علی بن محمد بن ابراہیم بن عبد الرحمن ابن الضحاک الغزالی الغرناطی، متوفی ۱۱۵۸ء، ابن نفزی سے معروف تھے۔ غرناطہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مدارک الحقائق فی اصول الفقہ" تالیف کی جو پندرہ اجزاء پر مشتمل ہے۔^۱

ابن ہبیر ۵ حنبلی (متوفی ۵۶۰ھ)

انہوں نے کتاب "الاجماع والاختلاف" تالیف کی۔^۲

ابوالمفاخر الکردری حنفی (متوفی ۵۶۲ھ)^۳

فقہ واصولی تھے حنفی علماء میں بلند مقام رکھنے کی وجہ سے شمس الائمہ اور امام الحنفیہ کا لقب دیا گیا۔ زہد و تقویٰ میں بہت بلند درجہ رکھتے، سلطان عادل نور الدین محمود بن زنگی کے زمانے میں حلب کے قاضی رہے، مختلف علوم پر آپ کی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔^۴

عبدالعزیز النسفی حنفی (متوفی ۵۶۳ھ)

ان کی تاریخ وفات ۵۳۳ھ میں ان کا ذکر ہو چکا ہے۔

ابوالحسن البیہقی (۴۹۹ھ-۵۶۵ھ)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب اصول الفقہ۔ ۲۔ جلاء صدر الشاب فی الاصول۔

۳۔ المحجج فی الاصول۔^۵

ابوالحسن الاندلسی (متوفی ۵۶۷ھ)

فقہ تھے اصول فقہ میں "الباب فی اصول الفقہ" تالیف کی جس کا آغاز : "الحمد لله الذی ابدع المخلوق بلائله وعلی الخ" سے ہوتا ہے۔ "الباب فی اصول الفقہ" کے نام سے محمد بن احمد سمرقندی حنفی نے بھی کتاب لکھی تھی مگر حاجی خلیفہ نے ان کا سن وفات نہیں بتایا۔^۶

۱۔ الديباج ص ۳۰۳، ۳۰۴، فتح المبین ۳۳/۲، معجم المؤلفین ۷/۱۷۷۔

۲۔ ابن حجرہ الوزیری بن محمد الشیبانی حنبلی، كشف الظنون ۱۲۵۸/۲۔

۳۔ ابوالمفاخر عبدالغفور بن قزمان بن محمد شرف القضاة، تاج الدین الکردی متوفی ۱۱۶۷ خوارزم میں ولادت اور حلب میں وفات پائی۔

۴۔ كشف الظنون ۱۱۳/۱، حدیۃ العارفین ۱/۵۸۷، اس میں ان کا نام عبدالغفار مذکور ہے۔ الجواہر المصنوعۃ ۳۲۲/۱، (۸۶۸)، الفوائد المصنوعۃ ۹۹، ۹۸، فتح المبین ۳۳/۲۔

۵۔ ابوالحسن علی بن ابوالقاسم زید بن محمد بن حسین بن سلیمان بن بیہقی، حدیۃ العارفین ۶/۶۹۹۔

۶۔ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن خلف بن نعمۃ الانصاری الاندلسی۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۰۰، كشف الظنون ۱۵۳۲/۲۔

ضیاء الدین القرطبی مالکی (متوفی ۵۶۷ھ)

انہوں نے کتاب ”دلائل الاحکام“ تالیف کی۔^۱

ابن صافی ملک النخاعة شافعی (۴۸۹ھ-۵۶۸ھ)^۲

نحوی، فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، مقرر اور شاعر تھے ابو احمد الاشہبی سے تفقہ اور ابن برہان سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی جو ”الوجیز“ اور ”الموسیط فی اصول الفقہ“ کے مصنف ہیں اشاعت علم کے لئے خراسان، کرمان اور غزنہ و ہند کے اسفار کئے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے کتاب ”الحاکم فی اصول الفقہ“ تالیف کی الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے: ”وفی الفقہ الحاکم، وفی اصول الفقہ و اصول الدین مختصر ان“ ابن خلکان نے لکھا: ”ولہ مصنفات کثیرة فی الفقہ و الاصول“۔^۳

اسعد الکراہیسی (متوفی ۵۷۰ھ)^۴

الفوائد البہیة میں ہے: ”کان فقیہا فاضلا ادیبا عالما حسن الطریقة، لہ معرفة تامة بالفروع و الاصول“۔

غلاء الدین بن الاسمندی السمرقندی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی آپ کی فقہ میں کتب ہیں لیکن ہمیں اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔^۵

عبدالرحمن ابن الانباری (۵۱۳ھ-۵۷۰ھ)^۶

ابو منصور بن الرزاز سے مدرسہ نظامیہ بغداد میں نفع حاصل کیا قاضی بن شہبہ نے موفق عبداللطیف کے حوالے سے لکھا کہ ان کی ایک سو تیس تصانیف ہیں اکثر نحو میں ہیں اور ان میں سے بعض فقہ اصول اور تصوف میں ہیں مگر انہوں نے اصول فقہ پر ان کی کسی کتاب کا نام ذکر نہیں کیا۔^۷

ابن فتحہ شافعی (متوفی ۵۷۲ھ)

انہوں نے ”نور المحجة فی ایضاح المحجة فی الاصول“ تالیف کی۔^۸

۱۔ ابوبکر عجمی بن سعدون ابن تمام بن محمد الازدی القرطبی ضیاء الدین، ایضاح المکتون ۳/۴۷۶۔

۲۔ ابن خلدون ابن صافی بن عبداللہ بن نزار بن ابوالحسن (۱۰۹۵ء/۱۱۷۲ء) بغداد میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی، ملک النخاعة سے مشہور تھے۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۶۲۳، ہدایۃ العارفین ۵/۲۷۹، الفتح المبین ۲/۳۶، معجم الاصولیین ۲/۴۲ (۲۷۳)۔

۴۔ ابوالعزیز اسعد بن محمد بن حسین جمال الدین الکراہیسی نیشاپوری متوفی ۵۷۰ھ۔

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۲۵، اس میں تاریخ وفات ۵۳۹ھ ذکر ہے، الفوائد البہیة ص ۳۵ الجواہر المہدیة ۱/۱۳۳، (۳۱۵) معجم الاصولیین

۶۔ ابوالبرکات عبدالرحمن بن محمد بن عبد (عبید) اللہ بن سعید، کمال الدین ابن الانباری (۱۱۱۹ء/۱۱۷۲ء)۔

۷۔ کشف الظنون ۲/۱۲۷، ہدایۃ العارفین ۱/۵۱۹، ۵۲۰، وفیات الاعیان، ابن عیمان، ابن خلکان ۱/۲۷۹، معجم الاصولیین ۲/۱۸۷ (۴۲۳)۔

۸۔ ابوالحسن محمد بن عید، ابن فتحہ، ہدایۃ العارفین ۶/۹۸۔

صدقہ بن حداد (۴۷۷ھ-۵۷۳ھ)^۱

فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب، مورخ، کاتب اور شاعر تھے ابن عقیل اور ابن زانغوانی سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : صاحب شذرات نے لکھا : "ولہ مصنفات حسنة فی الاصول" (اور ان کی اصول میں بہترین کتابیں ہیں)۔^۲

احمد الکلالی (متوفی ۵۸۰ھ)^۳

فقیہ اصولی عارف تھے۔ علی بن ابوبکر سالم وغیرہ سے تفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : ان کی اصول فقہ پر کتاب ہے جس کا نام "کتاب الامثال" ہے۔^۴

حسن المسیلی (متوفی ۵۸۰ھ تقریباً)^۵

فقیہ، اصولی، متکلم تھے۔ ابو حامد غزالی سے مشابہت رکھنے کی بناء پر ابو حامد الصغیر کہلاتے تھے، جابیہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : النبراس فی الرد علی منکر القیاس۔^۶

ابوطاہر الاسکندرانی مالکی (متوفی ۵۸۱ھ)

اصول میں کتاب "تذکرۃ" تالیف کی۔^۷

ابن زہرہ حلبی امامی (۵۱۱ھ-۵۸۵ھ)^۸

فقیہ و اصولی اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے، علماء شیعہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : "غنیۃ النزوع الی علمی الاصول والفروع" اس میں اصولیین کے مسائل اور پھر فقہ سے بحث کی گئی ہے یہ کتاب تقریباً چار ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔^۹

ابوثابت الدیلمی (۵۸۹ھ زندہ تھے)

انہوں نے "التلخیص من الاصول" تالیف کی۔^{۱۰}

۱۔ ابوالفرح صدقہ بن حسین بن حسن بن بختیار بن حداد بغدادی ۱۰۸۳ھ/۱۱۷۷ء بغداد میں وفات پائی۔

۲۔ معجم الاصولیین ۲/۱۳۲ (۳۷۷)۔ سح احمد بن اسعد بن الکلالی متوفی ۱۱۸۳ء۔

۳۔ معجم الاصولیین ۱/۹۶ (۶۳)۔

۴۔ ابوعلی حسن بن علی بن محمد السیلی متوفی ۱۱۸۵ء تقریباً، اندلس میں ولادت و وفات ہوئی۔ معجم الاصولیین ۲/۴۹ (۲۸۲)۔

۵۔ ابوطاہر اسماعیل بن کئی بن اسماعیل عوف المالکی اسکندرانی، ہمدانیہ العارفین ۵/۳۱۱۔

۶۔ ابوالکلام حمزہ بن علی بن زہرہ حسن بن زہرہ عزالدین حسینی، امام ابن زہرہ حلبی۔

۷۔ ایضاح المکنون ۲/۱۵۰، ۱۵۱، ہمدانیہ العارفین ۵/۳۳۶، معجم الاصولیین ۲/۸۵ (۳۱۹) اوصاف الجہات ۲/۲۷۳ (۲۲۵)۔

۸۔ ابوثابت شمس الدین محمد بن عبدالملک الدیلمی الصوفی، ہمدانیہ العارفین ۶/۱۰۳۔

احمد الطالقانی شافعی (متوفی ۵۸۹ھ) ۱۔

مذہب، خلاف، نظر اصول، حدیث تفسیر اور وعظ و زہد میں امام تھے، اصحاب شافعی کے رئیس تھے اپنے شہر قزوین سے نیشاپور آ گئے تھے وہاں محمد بن۔ کی فقیہ کی خدمت میں رہ کر کمال حاصل کیا ان کے دروس کے معید بن گئے۔ بغداد و جاز مقدس کے بھی سفر کئے، مدرسہ نظامیہ بغداد میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ پر ہمیں ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔ ۲

احمد الغزنوی حنفی (متوفی ۵۹۳ھ) ۳۔

فقہ، متکلم، اصولی تھے۔ محمد بن یوسف علوی حسینی اور امام کاسانی صاحب البدائع سے تفقہ حاصل کیا اور امام کاسانی کے درس کے معید تھے۔ علماء کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔ ۴

ابوالولید محمد بن رشد الحفید مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ) ۵۔

فقہ، ادیب، اصولی، حافظ، فیلسوف، حکیم تھے۔ فقہاء اور قضاة کے گھرانے میں نشوونما پائی آباء و اجداد مالکی مذہب کے ائمہ میں سے تھے۔ ابن رشد، ان کے والد اور دادا قرطبہ کے قاضی رہے اور کچھ دنوں اشبیلہ کے قاضی بھی مقرر ہوئے تھے۔ ابن رشد کے دادا محمد بن رشد عالم اور فقیہ تھے، ان کے بعض مباحث شرعی اور فلسفیانہ مسائل سے متعلق تھے۔ ابن رشد نے شریعت اسلامیہ کے اشعری طریقہ پر تعلیم حاصل کی اور فقہی اصول کی امام مالک کے طریقے پر تحصیل کی اس لئے ان کے شرعی اور فقہی خیالات اور فلسفیانہ مسائل میں مناسبت پائی جاتی ہے اور یہ بھی درست ہے کہ ابن رشد نے اپنی اکثر کتابوں میں اشعریوں پر اعتراضات کئے ہیں اور ان کے طریقوں اور اساسی اصول پر سخت تنقید کی ہے جہاں تک تصانیف کا تعلق ہے تاریخ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابن رشد نے چھتیس برس کی عمر سے قبل کوئی کتاب لکھی۔ ۶

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر المستصفیٰ "الضروری فی اصول الفقہ"۔

۲۔ کشف مناهج الادلہ یا مناهج الادلہ فی الاصول۔ ۷

۱۔ ابوالخیر احمد بن اسماعیل بن یوسف بن محمد بن العباس القزوی متوفی ۱۱۹۳ھ قزوین میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ نجم الاصولین ۱۰۲/۱ (۶۷)۔

۳۔ احمد بن محمد بن محمد بن سعد (سعد) الغزنوی متوفی ۱۱۹۶ھ غزنہ میں ولادت اور حلب (شام) میں وفات ہوئی۔

۴۔ الطبقات السنیہ ۲/۸۹، ۹۰، الجواہر المصنوعہ ۱/۱۳۱، ۱۳۰ (۲۳۷) الفوائد السنیہ ص ۴۰، معجم الاصولیین ۱/۲۳۳ (۱۷۶)۔

۵۔ ابوالولید محمد بن احمد بن ابوالولید بن رشد قاضی الجامعہ (۱۱۲۶ھ/۱۱۹۸ھ) عہد غرناطی سے مشہور تھے، اندلس میں ولادت و تدفین ہوئی مراکش میں انتقال ہوا۔

۶۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جعد ص ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۵۵، الفاظ کے تغیر کے ساتھ تاریخ قضاۃ الاندلس، ابن حسن النباہی

الاندلسی متوفی ۷۹۲ھ ضبط، شرح تعلیق، مریم قاسم طویل، ص ۱۳۴، ۱۳۵، بیروت دارکتب العلمیہ ۱۳۶۵ھ ۱۹۹۵ء۔

۷۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جعد ص ۱۵۹، اس میں "کشف منہاج الادلہ" نامی کتاب کو البیہات کی کتاب بتایا ہے جب کہ الفتح المبین ۲/۳۹ اور

ایضاح المکنون ۴/۵۸۵ میں "منہاج الادلہ فی الاصول" مذکور ہے، الدبیاج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ ص ۳۷۸، ۳۷۹۔

”کتاب مختصر المستصفیٰ یا الضروري فی اصول الفقہ“ کا تحقیقی تجزیہ :

ابن رشد نے ”مختصر المستصفیٰ“ کے مقدمہ میں اس کتاب کے لکھنے کا سبب بیان کیا اور کہا :
 ”... فان غرضی فی هذا الكتاب ان اثبت لنفسی ، علی جهة التذکرة ، من کتاب ابی حامد
 رحمہ اللہ فی اصول الفقہ الملقب بالمستصفیٰ جملة کافیه بحسب الامر الضروري فی
 هذه الصناعة“۔^۱

(تو بے شک اس کتاب (کی تالیف) سے میرا مقصد یہ ہے کہ ابو حامد رحمہ اللہ کی اصول فقہ میں کتاب ملقب بہ
 ”المستصفیٰ“ پر ایک ایسا قابل ذکر کام کروں جس میں صرف اس فن کے تمام ضروری امور شامل ہوں۔)
 اسی مقدمہ میں مزید لکھتے ہیں :

”لکن رايانا ان نجری فی ذلك علی عاۓة المتکلمین فی هذه الصناعة ، ونجری فی
 تقسیمها علی الترتیب الواقع فی هذا الكتاب“ (کتاب المستصفیٰ لابی حامد)۔^۲
 کتاب کے آخر میں ایک مرتبہ پھر اپنے اس مختصر پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں :
 ”وهنا انتهی غرضنا فی هذا الاختصار ، وهو شبه المختصر من جهة حذف التطویل ،
 والمختصر من جهة التمیم والتکمیل“۔^۳

(اور یہاں اس اختصار میں ہمارا مقصد پورا ہوا، اور وہ (مختصر المستصفیٰ) طوالت کے حذف کے اعتبار سے تو مختصر کے
 مشابہ ہے اور تممیم و تکمیل کر دینے کے اعتبار سے مختصر (اضافہ) ہے۔)

ابن رشد کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے منہج اصولیہ کے میدان میں امام غزالی کی نص پر اضافہ کر کے اس
 کی تہذیب و تکمیل کی۔ ابن رشد نے اپنی اس مختصر میں طریقہ متکلمین اور طریقہ الفقہاء کے بجائے ایک تیسرا طریقہ
 اپنایا جس کو ”طریقة الفلاسفة“ کا نام دیا جاسکتا ہے۔

ابن رشد اور امام غزالی کی مابین متنازع امور :

اس کتاب کے حوالے سے دو بنیادی امور ہیں جن میں دونوں کی مختلف آراء ہیں :

۱۔ ابن رشد نے منطق کو اصول فقہ میں داخل کرنے کی وجہ سے امام غزالی پر اعتراض کیا۔

۲۔ فقہی نظریات و افکار کے اظہار میں دونوں ایک دوسرے سے جداگانہ طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

ابن رشد اپنے ”المختصر“ میں امام غزالی کے مقدمہ منطقیہ کو بحث سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کی وجہ ان
 الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

۱۔ ”الضروری فی اصول الفقہ“ یا ”مختصر المستصفیٰ“۔ ابو الولید محمد بن رشد حید، ص ۳۳ تحقیق جمال الدین علوی، محمد علال سینا، بیروت
 دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۴ء۔
 ۲۔ حوالہ سابق، ص ۳۷۔
 ۳۔ حوالہ سابق، ص ۱۳۶۔

”ابو حامد قدم قبل ذلك مقدمة منطقية زعم أنه اداہ الى القول في ذلك نظر المتكلمين في هذه الصناعة في أمور منطقية، كنظرهم في حد العلم وغيره ذلك. ونحن نترك كل شئ الى موضعه، فان من رام أن يتعلم أشياء أكثر من واحد في وقت واحد لم يمكنه أن يتعلم ولا واحدا منها“^۱

(ابو حامد نے اس سے قبل ایک مقدمہ منطقیہ پیش کیا اور یہ گمان کیا کہ امور منطقیہ میں متکلمین کے نظریہ کی وضاحت ہو جائے اور ہمیں چاہئے کہ ہم ہر شئی کو اس کے مناسب و موزوں موقع کے لئے چھوڑ دیں اور جو چاہے کہ ایک وقت میں ایک سے زائد اشیاء سیکھے تو ان (سب) کا سیکھنا اس کے لئے ممکن نہیں ہوگا اور وہ ایک بھی نہیں سیکھ سکے گا۔)

ابن رشد کے اعتراض کا جواب :

ابن رشد کے قول سے یہ پتہ چلتا ہے کہ امام غزالی نے اصول فقہ میں منطق کو داخل کر دیا اس لئے ابن رشد نے اپنی مختصر میں اس کو اپنی کتاب سے خارج کر دیا مگر حقیقت یہ ہے کہ امام غزالی نے اس مقدمہ منطقیہ کو اصول میں داخل نہیں کیا بلکہ انہوں نے تو اس مقدمہ کو تمام علوم کے لئے ضروری قرار دیا اور ساتھ یہ بھی کہہ دیا کہ جو اس کو لکھنا نہ چاہے وہ تو کتاب کے قطب اول سے آغاز کر لے۔ امام غزالی ”المستصفیٰ“ میں ان الفاظ کے ساتھ اس کا اظہار فرماتے ہیں :

”ولست هذه المقدمة من جملة علم الاصول، ولا من مقدماته الخاصة به، بل هي مقدمة العلوم كلها ومن لا يحيط بها فلا نقه له بعلمه اصلا، فمن شاء ان لا يكتب هذه المقدمة فليد بالكتاب من القطب الاول، فان ذلك هو اول اصول الفقه و حاجة جميع العلوم النظرية الى هذه المقدمة كحاجة اصول الفقه“^۲

ابن رشد نے مقدمہ منطقیہ کے علاوہ دیگر متعلقات کو بھی خارج از بحث قرار دیا :

ابن رشد نے اصول فقہ سے صرف منطق کے نکالنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دیگر متعلقات کو بھی اسی سے خارج کیا مثلاً قطب اربعہ کو وہ ایک ریسمانی قطب کے تحت لاتے ہیں۔ اسی طرح اس قطب کو بھی بیان نہیں کیا جس کا تعلق اس فن سے نہیں ہے اور ابن رشد نے تو یہاں تک کیا کہ معلوم سے مجہول کی تحصیل کے احوال اور وجوہ بیان نہیں کئے باوجود اس کے کہ امام غزالی اور کبار اصولیین نے ان کو اسی فن میں شامل سمجھا ہے۔

علوم و معارف کی تقسیم میں ابن رشد کا امام غزالی سے اختلاف :

ابن رشد کہتے ہیں ”ان المعارف و العلوم ثلاثة اصناف“ (بلاشبہ علوم و معارف تین اصناف پر ہیں۔)^۳

جب کہ امام غزالی علوم کی تقسیم اس طرح کرتے ہیں :

”اعلم ان العلوم تنقسم الى عقلية كالطب، والحساب والهندسة وليس ذلك من غرضنا، والى دينية كالكلام، والفقه، اصوله، وعلم الحديث، وعلم التفسير وعلم الباطن اعنى علم

۱ المستصفی، امام غزالی متوفی ۵۰۵ھ، ۱/۷، کراچی ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ۔

۲ حوالہ سابق، ص ۳۸، ۳۷۔

۳ مختصر المستصفی، ابن رشد ص ۳۶۔

القلب وتطهيره عن الاخلاق الذميمة)۔ وکل واحد من العقلية الدينية ينقسم الى كلية وجزئية“۔^۱

(جان لینا چاہئے کہ علوم یا تو عقیدہ کی طرف تقسیم ہوتے ہیں جیسے علم طب، حساب، ہندسہ اور اس موقع پر ان پر بحث کرنا ہمارا مقصد نہیں ہے۔ یا علوم کی تقسیم دینیہ کی طرف ہوتی ہے جیسے علم کلام، فقہ، اصول، حدیث، تفسیر اور علم باطن، علم باطن سے مراد دل اور اس کی اخلاق ذمیرے سے تفسیر کا علم ہے۔ اور پھر علوم عقیدہ اور دینیہ میں سے ہر ایک کو کلیہ اور جزئیہ میں تقسیم کیا جاسکتا ہے)

ابن رشد کی ”مختصر“ میں تقسیم :

ابن رشد اپنی کتاب مختصر المستصفیٰ کی تقسیم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ چار اجزاء پر مشتمل ہے :

”الاول : يتضمن النظر في الاحكام والثاني : في اصول الاحكام والثالث : في ادلة المستعملة في استنباط حكم عن اصل اصل ، وكيف استعمالها والرابع : يتضمن النظر في شروط المجتهد وهو الفقيه“۔^۲

(پہلا جزء احکام کے بیان میں اور دوسرا اصول الاحکام میں ہے اور تیسرا اولہ مستعملہ میں حکم کا حکم سے اور اصل کا اصل سے استنباط کرنے اور چوتھا مجتہد جو فقیہ ہوتا ہے اس کی شرائط سے متعلق ہے۔)

ابن رشد آگے چل کر لکھتے ہیں :

”والنظر الخاص بها (صناعة الاصوليين) انما هو في الجزء الثالث من هذا الكتاب“۔^۳

(اس کتاب کے تیسرے جزء میں اصولیین نے خاص دلچسپی لی)

ابن رشد ”مختصر“ کے تیسرے جزء کی ابتداء میں لکھتے ہیں :

”وهذا الجزء هو الذي النظر فيه اخص بهذا العلم“۔^۴

(اور وہ جزء جس میں غور و فکر اس علم میں بہت خاص اہمیت رکھتا ہے)

ابن رشد نے امام غزالی کے ”الفن الثالث“ کے بجائے الجزء الثالث کے الفاظ استعمال کئے ہیں، امام غزالی کا فن ثالث دو مقدموں اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا مقدمہ قیاس کی تعریف میں ہے، دوسرا مقدمہ علل میں مجاری الاجتهاد کے حصر میں ہے۔ پہلا باب منکر بن قیاس کے رد اور قیاس کے اثبات میں ہے دوسرا علت الاصل کے اثبات کے طرق میں ہے تیسرا شبہ قیاس میں اور چوتھا قیاس کے ارکان و شروط میں ہے۔^۵

المختصر اور المستصفیٰ کے مضامین میں مابین موازنہ :

ابن رشد کے المختصر اور امام غزالی کی المستصفیٰ کے مضامین کے مابین دُوری نظر آتی ہے حوالہ کے لئے صرف دو مثالوں پر اکتفاء کرتے ہیں جو الفاظ کی دلالت کرنے کے مراتب کے مسائل سے متعلق ہیں :

۱ المختصر المستصفیٰ، ابن رشد ص ۳۶۔

۲ المستصفیٰ، امام غزالی، ۱/۴۱۔

۳ المستصفیٰ، امام غزالی، ۱/۵۳۔

۴ حوالہ سابق، ص ۱۰۱۔

۵ حوالہ سابق، ص ۳۶۔

المستصفیٰ سے امام غزالی کا قول

حد الظاهر : هو اللفظ الذي يغلب على الظن فهم
معنى منه من غير قطع، فهو بالاضافه الى ذلك
المعنى الغالب ظاهر ونص ١.

”مختصر المستصفی“ سے ابن رشد کا قول

”والظاهر... من جهة الصيغة قسمان : احدهما
الالفاظ المقولة من اول الامر على شئ ثم
استعيرت لغيره لتشابه بينهما او تعلق بوجه من
اوجه التعلق بوجه وأما القسم الثاني من اقسام
الالفاظ الظاهرة فهي المبدلة ونعى هنا المبدلة
اببدال الكلى مكان الجزئى، والجزء مكان
الكلى، وعلى التحقيق فالتبديل يلحق، جميع
الفاظ المستعارة..... وهذه الالفاظ الظاهرة
لهامراتب فى الظهور، وكلما كان اللفظ اظهر
احتيج فى تاويله الى دليل اقوى، وبالعكس متى
كان اللفظ قليل الظهور انصرف الى التاويل
بأيسر دليل..... وبالحملة فمراتب الظهور
فى الالفاظ انما هو بحسب كثرة الاستعمال وقلته،
فان بلغت كثرة الاستعمال فى المعنى الذى
استعير له ان يعادل استعماله فى المعنى الاول
بقى اللفظ بين الاول والثانى مشتركا ومجملا
ومهما نقصت كثرة الاستعمال فى الثانى كان
اظهر فى الاول“ ٢.

فن ثانی میں پانچ اضراب کے تحت پانچویں ضرب جو مفہوم
میں ہے اس طرح بیان ہوتا ہے۔

”المفهوم ومعناه الاستدلال بتخصيص الشئ
بالذكر على نفى الحكم عما عداه يسمى مفهوما
لانه مفهوم مجدّد لا يستند الى منطوق“ ٣.

”واللفظ..... انما يصير دالا مفهوما عندما
تحذف بعض اجزائه، او يزداد فيه اويستعار ويبدل،
ولذلك لا تكون دلالة عند ذلك الامن جهة
القرائن، فان كانت القرينة غير متبدلة وقاطعة على
مفهومهسمى ايضا ههنا نصاء، وان كانت ظنية
اكثريةسمى ايضا ظاهراً، ان كانت ظنية غير متر جحة
سمى مجملا وطلب دليله من موضع اخر“ ٤.

مذکورہ بالا دونوں کتب کے اقتباسات کے عمومی تقابیل سے واضح طور پر محسوس ہوتا ہے کہ ”مختصر المستصفی“
کو اقتصار میں شمار کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ وہ ایک مناظرہ و مناقشہ معلوم ہوتا ہے۔

مختصر المستصفیٰ کی تالیف کا زمانہ :

ابن رشد نے اس کتاب کو ۵۵۲ھ میں تالیف کیا، یہ ان کی ابتدائی مؤلفات میں سے ہے اس کتاب کا ذکر ابن رشد نے اپنی ایک اور کتاب بدایۃ المجتہد میں کیا اور کہا :

”وقد تکلّمنا فی العمل (عمل اہل المدینۃ) وقوتہ فی کتابنا فی الکلام الفقہی، وهو الذی یدعی باصول الفقہ“^۱

(اور ہم نے اپنی فقہ کی کتاب میں فقہی مسائل پر گفتگو کے دوران اہل مدینہ اور اس کے اثرات کا جائزہ لیا ہے)

مختصر المستصفیٰ کی تلخیص :

محمد بن علی بن عقیف نے ابن رشد کی مختصر المستصفیٰ کی ۶۰۶ھ میں تلخیص کی۔^۲

(۲) الكشف عن مناهج الادلة فی عقائد الملة کا تحقیقی تجزیہ :

”الكشف عن مناهج الادلة فی عقائد الملة“ یہ کتاب دراصل ابن رشد کی ایک اور کتاب ”فضل المقال فی مابین الحکمة والشریعة من الاتصال“ کی تکمیل ہے، اور اس کے بعض مسائل کو اس میں وسعت دی گئی ہے اور چند ایسے امور پر روشنی ڈالی ہے جن سے انہوں نے اس سے قبل یا تو قصداً گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے یا بحث کی تفصیل اور بعض مقامات پر طوالت پسندی کی عادت کے تحت سہواً غفلت برتی تھی۔ اس کے متعلق مقدمہ میں تصریح کر دی گئی ہے لیکن اس کی اصل غایت مسئلہ تاویل کی تحقیق قرار دی ہے جس پر ”فضل المقال“ میں اصول و فروع پر غور و تعمق کے بغیر محض سطحی طور پر بحث کی گئی تھی۔^۳

لطفی جمعہ، امام غزالی کی تالیفات پر ابن رشد کی ایک عمومی نظر اور ان پر ایک مختصر تنقید کے تحت لکھتے ہیں :

ابن رشد نے اپنی تصانیف ”تہافت التہافت و كشف مناهج الادلة“ کے اکثر مقامات پر غزالی پر نکتہ چینی کی ہے کہ انہوں نے عوام کے لئے مسائل حکمت کی تصریح کر دی۔ قرآن پاک کی آیتوں کی تاویل کی وجہ سے جو خرابیاں پیدا ہوئی ہیں ان کا اظہار کرتے ہوئے ابن رشد کہتا ہے۔ ”سب سے پہلے جن لوگوں نے اس دوائے اعظم (یعنی ابتلا شریعت ظاہری) میں رد و بدل کی وہ خوارج اور معتزلہ ہیں اور ان کے بعد ازاں ابو حامد نے تو اس عمل کو عام ہی کر دیا..... اور دوسرے مقام پر غزالی لکھتے ہیں کہ ”حکماء کے علوم الہیہ محض قیاس پر مبنی ہیں۔ بخلاف دوسرے علوم کے انہوں نے اپنی کتاب ”المنقذ من الضلال“ میں حکماء پر بہت کچھ حملے کئے ہیں اور لکھا ہے کہ ”حقیقی علم صرف خلوت اور فکر کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے اور یہ انبیاء کے علمی مرتبہ کے مماثل ہے“۔ اسی طرح قول ان کی کتاب ”کیما لے سعادت“ میں پایا جاتا ہے۔ اس تشویش اور خلط ملط کی وجہ سے دو فرقے پیدا ہو گئے ایک وہ جس کا نصب العین حکماء و حکمت کی مذمت تھا دوسرا وہ جس نے شریعت کی تاویل کی اور اس کو فلسفے سے مطابق کرنے کی یہ ایک صریح

۱۔ بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد رقا ضی الہوالولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد ص ۴/۱ پاکستان لاہور، المکتبۃ العلمیہ ۱۳۹۶ھ، ۱۹۷۶ء۔

۲۔ مختصر المستصفیٰ، ابن رشد ص ۱۴۶۔

۳۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطفی جمعہ ص ۸۷ الفاظ کی تغیر کے ساتھ۔ مترجم میر ولی الدین۔ کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۷۹ء۔

غلطی ہے چاہے تو یہ تھا کہ شریعت کے ظاہری معنی کو بیان کر دیں اور جمہور پر حکمت اور شریعت کی مطابقت کو واضح نہ کریں کیونکہ ان کی تصریح ہے ان پر حکمت کے نتائج کا انکشاف ہو جائے گا لیکن انہیں اس کی تردید کے لئے کوئی برہان قاطع دستیاب نہ ہوگی۔^۱

کشف منہاج الادلة کی تالیف کا زمانہ :

ابن رشد نے اپنی کتاب کو چوتن برس کی عمر میں ترتیب دیا اس کتاب کی تدوین کا خیال ان کو ”تہافۃ التہافۃ“ کی تصنیف کے بعد ذہن میں آیا اور شاید غزالی کی کتابوں کے بالاستیعاب مطالعہ نے ان کو اس طرف مائل کیا اس کتاب سے ابن رشد کا مقصد۔۔۔ شریعت اور فلسفے میں تطبیق پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ فلسفے کو ایک خاص طبقے کے لئے محدود کرنا ہے۔^۲

لطفی جمعہ آگے چل کر اس کی کتاب ”فصل المقال“ اور کشف عن منہاج الادلة کے ضمن میں لکھتے ہیں :

پہلی کتاب (فصل المقال) میں اس نے نہایت اہم عقلی اور شرعی مسائل پر روشنی ڈالی ہے اور ان مسائل پر اس نے بحث کی، ان کا تجزیہ کیا ان پر تنقید کی لیکن یہ سب کچھ ایک ایسے حاذق جراح کی طرح جو وقت نظر سے نہایت چھوٹی چھوٹی شریانوں اور وریدوں کو کاٹتا ہے اور خون کا ایک قطرہ بھی باہر نہیں بہاتا۔۔۔ اس نے بالآخر عقل کو ظاہری شرع پر ترجیح دی ہے چنانچہ کہتا ہے ”فقہ کا قیاس محض ظہیات پر مبنی ہوتا ہے البتہ عارف کا قیاس یقینی ہے اور ہم قطعی طور پر حکم لگاتے ہیں کہ جو بات برہان سے ثابت ہو جائے اور ظاہری شریعت اس کے مخالف ہو تو عربی قانون تاویل کی رو سے اس ظاہری معنی کی تاویل کی جاسکتی ہے اس کے بعد اپنے بیان کی شہادت کے لئے اپنے مخالف اہل فکر کے اقوال پیش کئے چنانچہ کہتا ہے ”اگر اجماع یقینی طور پر ثابت ہو تو اس وقت تاویل درست نہیں اور اگر اس کا ثبوت ظنی ہو تو اس صورت میں جائز ہے اس لئے ائمہ نظر ابو حامد، ابو المعالی وغیرہ کا قول ہے کہ تاویل کے ذریعے اگر اجماع کے خلاف معنی لئے جائیں تو کفر لازم نہیں آتا۔“^۳

اس کے بعد لکھتے ہیں : اس کے بعد ابن رشد نے غزالی پر تبصرہ کیا ہے اور ان پر ملامت کی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی کتابوں میں خطابی اور جدلی طریقے اختیار کئے ہیں نیز یہ کہتا ہے کہ امام غزالی نے شریعت اور حکمت دونوں کو نقصان پہنچایا ہے گویا ان کو علم نہیں ہوا کیونکہ ان کا اصول نیک نیتی پر مبنی تھا۔^۴

ابن الجوزی حنبلی (۵۵۸ھ-۵۹۷ھ)^۵

فقہ، اصولی، مفسر، محدث حافظ، واعظ، ادیب، مورخ اور بہت سے علوم میں ید طولی رکھتے۔ فقہ کی تعلیم ابن زاغونی وغیرہ سے حاصل کی خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا جن کا شمار ممکن نہیں آپ کی مجلس وعظ میں دس ہزار سامعین ہوتے آپ کی مؤلفات کی تعداد ۳۴۰ سے زائد بتائی گئی ہے۔

۱۔ حوالہ سابق، ص ۱۷۸، ۱۷۹۔ ۲۔ حوالہ سابق، ص ۹۷، ۱۷۸ حذف و اضافہ کے ساتھ۔

۳۔ حوالہ سابق، ص ۱۸۳، ۱۸۴۔ ۴۔ حوالہ سابق، ص ۱۸۵۔

۵۔ ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی بن عبداللہ بن حمادی بن احمد بن محمد بن جعفر جوزی قرشی حمیری بکری (۱۱۱۳ھ-۱۲۰۱ھ) بغداد میں ولادت و وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ منهاج الوصول الى علم الاصول۔
- ۲۔ تقرير القواعد وتحريروالفوائد في اصول مذهب الامام احمد بن حنبل۔
- ۳۔ تقرير الاصول في شرح التحرير^۱۔

ابن عتيق قرطبي مالکی (۵۲۳ھ-۵۹۸ھ)^۲

فقیہ، اصولی، مقرئ اور محدث تھے، ڈیڑھ سو سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں آپ نے کتاب تالیف کی۔^۳

العنسی الزیدی (متوفی ۶۰۰ھ تقریباً)

انہوں نے ”السراج الوہاج المميز بين الاستقامة والاعوجاج في الاصول“ تالیف کی۔^۴

اسعد العجلی الاصفہانی شافعی (۵۱۵ھ-۶۰۰ھ)^۵

فقیہ، واعظ زاہد تھے اپنے ہاتھ کی کمائی کھاتے اہل اصفہانی ان کے فتوے پر اعتماد کرتے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”نکت الفصول فی بیان الاصول“ تالیف کی۔

اس کا ایک نسخہ بغداد میں مکتبۃ الاوقاف میں ہے جس کا نمبر (۲۶۲۷/۶) ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

محمود من تتابع نعمائہ الخ۔^۶



۱۔ كشف الظنون، ۲/۱۸۷۸، حیدرہ العارفین ۵/۵۲۳، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/۲۸۰، تذکرہ الحفاظ، الذہبی ۳/۱۳۳۲، ۱۳۳۸، الفتح المبین ۲/۳۲، معجم الاصولیین ۲/۱۸۱ (۳۷)۔

۲۔ ابوالحسن علی بن عتیق الانصاری القرطبی الانصاری (۱۱۲۸ھ/۱۲۰۱ء) اندلس میں وفات پائی۔

۳۔ الفتح المبین ۲/۳۳۔ ۴۔ زید بن احمد العنسی الیمانی الزیدی حیدرہ العارفین ۵/۳۷۷۔

۵۔ ابوالفتح منتخب الدین اسعد بن ابوالفہا کل محمود بن خلف العجلی الاصفہانی (۱۱۳۱ھ/۱۲۰۳ء) اصفہان میں وفات پائی۔

۶۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا، ۱/۲۵۴ (۱۹۷)۔

تقلیدی رجحانات کے فروغ کے بعد اصول فقہ میں کام کی رفتار کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ

- فصل اول : ساتویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ
- فصل دوم : آٹھویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ
- فصل سوم : نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ
- فصل چہارم : دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ
- فصل پنجم : گیارھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ
- فصل ششم : بارھویں، تیرھویں اور چودھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی
اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فصل اول

ساتویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

ساتویں صدی ہجری میں سیاسی، علمی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

عباسی خلیفہ طاہر بامر اللہ (۶۲۲ھ - ۶۲۳ھ) کے بعد مستنصر باللہ (۶۲۳ھ - ۶۲۴ھ) کا زمانہ آیا۔ جس میں دو خاص واقعات رونما ہوئے۔ ایک بیت المقدس پر صلیبیوں کا عارضی قبضہ ہو گیا، دوسرے یہ کہ مشرق پر تاتاریوں کی یورش ہوئی۔ جس نے سارے مشرق کو ویران کر ڈالا۔ اسی کے نتیجے میں خوارزمی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ بیت المقدس کا اصل محافظ ابو بلی خان دان تھا۔ صلاح الدین کی آنکھ بند ہوتے ہی اس کے جانشینوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے ابو بلی بیت المقدس کی حفاظت سے قاصر ہو گئے۔

عباس خلیفہ مستنصر نے اپنی علمی یادگاروں میں سے ایک مدرسہ مستنصریہ چھوڑا، جس کے وصف سے بیان قاصر ہے۔ اس مدرسہ کے قیام سے قبل بغداد کا سب سے بڑا مدرسہ نظامیہ تھا، لیکن وہ نظام الملک طوسی کی یادگار تھا جس میں چاروں مذاہب کے طلبہ تعلیم پاتے۔ مستنصر نے علماء و اہل دین کو مقرب بنایا۔ سیرت نبوی کی اشاعت کی فتویٰ کا سد باب کیا۔ آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ (۶۳۰ھ - ۶۵۵ھ) کی نااہلی اور اس کے شیعہ وزیر ابن علقمی کی وجہ سے بغداد کی حالت بہت اتر ہو گئی۔ ۶۵۵ھ میں ہلاکونے بغداد پر فوج کشی کر دی۔ وحشی تاتاریوں نے اس عظیم الشان شہر کو لوٹ کر ویران کر ڈالا۔

ابن خلدون کا بیان ہے کہ صرف شاہی محلات سے انہوں نے جتنی دولت اور جس قدر ساز و سامان لوٹا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ عباسی کتب خانہ کی تمام کتابوں کو جو صدیوں کا سرمایہ تھیں، دجلہ میں بہا دیا گیا۔ مقتولین کی تعداد کا اندازہ سولہ لاکھ تھا۔ بغداد سے عباسی خلافت ختم ہونے کے بعد مصر میں قائم ہوئی جو ڈھائی صدیوں سے زائد عرصہ قائم رہی، لیکن اس کے خلفاء محض تبرکات تھے۔ اصل حکومت ممالیک کی تھی۔

مستنصر باللہ عباسی جو تاتاریوں کی قید سے چھوٹ کر عرب سرداروں کی جماعت کے ہمراہ ۶۵۹ھ میں مصر آئے تو اس خاندان مملوک کے چوتھے فرمانروا ملک الظاہر بیہر س بن قنداری کی حکومت تھی۔ شیخ الاسلام عزالدین عبدالسلام، قاضی تاج الدین، سلطان بیہر س اور دوسرے ارکان سلطنت و عمائد مصر نے ۶۵۹ھ میں اس کے ہاتھوں پر بیعت کی اور دنیا سے اسلام میں احیاء خلافت کا اعلان کر دیا۔ ان کا دور ۶۵۹ھ تا ۶۶۱ھ پر مشتمل رہا۔ ان کے بعد شام میں مقیم عباسی خاندان کے ایک اور رکن ابو العباس حاکم بامر اللہ کو قاہرہ بلا کر ۶۶۱ھ میں خلیفہ بنا دیا۔ بیعت خلافت

کے بعد اس نے معمول کے مطابق ظاہر بیرس کو خلعت عطا کی اور امور مملکت کا مختار بنا دیا۔ مگر جلد ہی دونوں میں اختلافات ہو گئے۔ ظاہر نے ۶۶۳ھ میں حاکم کو نظر بند کر دیا اور ۲۷ برس تک نظر بند رہے۔^۱

ان تمام حالات کے باوجود ملوک سلاطین اس حقیقت ثابتہ سے بخوبی آگاہ تھے کہ علم سلطنت کا ستون ہے۔ اس سے انہوں نے علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ علماء کو مقرب بنایا۔ وہ اس امر سے بھی واقف تھے کہ ایک جدید سلطنت کے بانی ہیں اور ان کی سلطنت کو بقاء و دوام اسی صورت میں ممکن ہے جب تک وہ علوم و فنون کو پھیلائیں اور دین اسلام کے حامی و ناصر کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے آئیں۔ علمی تحریک کو چلانے میں علماء و فضلاء نے مما لیک کا ہاتھ بنایا۔ سقوط بغداد کے نتیجہ میں جو علمی ورثہ ضائع ہوا اور جس میں بہت سے علماء کرام اور بیش قیمت کتب کا ایک نادر ذخیرہ ناپید ہو چکا تھا۔ اس کی ترویج و احیاء کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے ظاہر ہے کہ علم و فنون کی نشر و اشاعت کے متعدد اسباب اس دور میں جمع ہو گئے تھے جو بار آور ثابت ہوئے اور مختلف علوم و فنون کی کتب سے لائبریریاں بھر گئیں۔ علم و فن کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ مخلص علم نواز سلاطین کے زیر سرپرستی پھلتا پھولتا اور محب علماء کے ہاتھوں برگ و بار لاتا ہے اور تاریخ اسلام کے دور میں بھی یہی ہوا۔ اس علمی ماحول نے ساتویں صدی میں کئی نامور اصولیین پیدا کئے جنہوں نے کار ہائے نمایاں انجام دیئے۔ چند نام مندرجہ ذیل ہیں:

☆ ابن قدامہ ضحلی۔ متوفی ۶۲۱ھ کا شام سے تعلق تھا۔ دمشق و بغداد آپ کے علم کی نشر و اشاعت کا مرکز تھے۔ اصول فقہ میں کتاب ”دروضة الناظر وجنة المناظر“ کے مؤلف ہیں۔

☆ ابن حاجب مالکی متوفی ۶۳۶ھ۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ قاہرہ، اسکندریہ اور شام میں آپ کی خدمات نمایاں ہیں۔ اصول فقہ میں مشہور کتاب ”مختصر منتهی السؤل والامل“ کے بھی مصنف تھے۔

☆ سیف الدین ابدی شافعی متوفی ۶۳۱ھ۔ دیار بکر، آمد، بغداد، مصر اور شام میں آپ نے علمی خدمات انجام دیں۔ اصول میں کتاب ”الاحکام فی اصول الاحکام“ تالیف کی۔

☆ امام قرانی مکی متوفی ۶۸۴ھ۔ مصر میں پیدا ہوئے۔ اصولی خدمات میں ایک یادگار کتاب ”انوار البروق فی انواء الفروق“ بھی ہے جو چار اجزاء پر مشتمل ہے۔

☆ قاضی بیضاوی شافعی متوفی ۶۷۵ھ۔ فارس میں پیدا ہوئے۔ ایک عمدہ متن تالیف کیا جو ”منہاج الوصول الی علم الاصول“ کے نام سے ہر زمانے کے علماء کی توجہ کا مرکز رہا۔ اس پر کثرت سے شروح و حواشی وغیرہ لکھے گئے۔

ساتویں صدی ہجری میں کثرت سے اصول فقہ پر کتب تالیف کی گئیں۔ ہمیں اس بات کا بھی اعتراف کرنا چاہئے کہ اس دور میں تفکر و اجتہاد کی کمی کئے باعث زیادہ تر اصول فقہ پر لکھی جانے والی کتب سابقین کی کتب کا اختصار، شروح، حواشی، تعلیقات، منظوم، تخریج وغیرہ پر مشتمل تھیں۔ اس دور میں مجتہد نہ ہونے کے برابر تھے۔ اسی لئے

۱۔ تاریخ اسلام، شاہ معین الدین احمد ندوی، ۳۵۹/۴-۳۶۰-۳۷۲، مکتبہ

۲۔ حیات حافظ ابن قیم، عبدالعظیم مترجم غلام احمد حریری ص ۷۳، بعض کلمات کی تغیر و حذف کے ساتھ، کراچی، شیخ غلام علی

مابقیں کی کتب کے الفاظ اور ان کے معانی کے فہم کی طرف زیادہ توجہ دی جانے لگی۔ جیسا کہ اس صدی کے اصولیین کی خدمات اور ان کی مؤلفات اصولیہ پر تحقیقی تجزیہ میں ذکر کیا جائے گا۔

اصولیین اور ان کی خدمات :

کمال الدین مسعود بن علی العنسی (متوفی ۶۰۴ھ)

انہوں نے ابواسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی شرح لکھی۔^۱

فخر الدین الرازی شافعی (۵۴۴ھ/۶۰۶ھ)^۲

فقہ، اصول، متکلم، مفسر، ادیب، شاعر، حکیم، فیلسوف اور فکلی تھے۔ امراء و علماء میں ممتاز مقام رکھتے۔ فقہ و اصول کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ حصول و فروغ علم کے لئے خوارزم، ماوراء النہر اور خراسان کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ :

- | | |
|--|------------------------------------|
| (۱) ابطال القیاس | (۲) احکام الاحکام |
| (۳) الجدل | (۴) رد الجدل |
| (۵) الطريقة فی الجدل | (۶) الطريقة العلائیۃ فی الخلاف |
| (۷) عشرة الاف نکتۃ فی الجدل | (۸) المحصل فی اصول الفقہ |
| (۹) المعالم فی اصول الفقہ | (۱۰) "المنتخب" یا "منتخب المحصول" |
| (۱۱) النہائیۃ البہائیۃ فی المباحث القیاسیۃ | (۱۲) اسرار التنزیل و انوار التاویل |
| (۱۳) کتاب احکام الاحکام | (۱۴) المحصول فی علم اصول الفقہ |

اصول فقہ پر امام رازی کی کتب کا تعارف و تحقیقی تجزیہ :

(۱) ابطال القیاس :

قسطی نے اس کتاب کا ذکر کیا اور کہا کہ یہ کتاب نامکمل رہ گئی۔^۳ امام رازی نے اپنی کتاب "المعالم فی اصول الفقہ" میں اس کتاب کا ذکر کیا ہے اس کتاب میں پہلے قیاس کی نفی پر دلائل دیئے ہیں اور پھر ان کے جوابات دینے کے بعد لکھا :
 "ولنا کتاب مفرد فی مسئلۃ القیاس ، فمن اراد الاستقصاء فی القیاس رجع الیہ"^۴
 (مسئلہ قیاس میں ہماری ایک علیحدہ کتاب ہے جو قیاس میں غور و فکر کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے)

۱۔ معجم الاصولیین۔ محمد بقاء، ۱/۳۲ (۱۸)

۲۔ ابن خطیب ، ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی التمیمی البکری القرشی الطبرستانی (۱۱۵۰ء۔ ۱۲۱۰ء) رے میں ولادت اور ہرات میں وفات ہوئی۔

۳۔ قسطی۔ اخبار الحکماء ص ۱۹۲، عیون الانباء، ابن ابی اصیبر (۲۲-۲۹) الوانی، صفحہ ۲۵۵/۳۔

۴۔ المعالم فی اصول الفقہ۔ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ ص ۱۶۵۔ قاہرہ، دار عالم المعرفہ، مصر ۱۳۱۳ھ۔ ۱۹۹۴ء

کتاب ”ابطال القیاس“ کے عنوان سے مغالطہ :

کتاب کے اس عنوان سے بعض لوگوں کو مغالطہ ہوا کہ امام رازی کی یہ کتاب حجیت قیاس کے انکار پر ہے۔ مثلاً مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب ”امام رازی“ میں لکھا کہ کتاب قیاس کے بطلان میں ہے اور نامکمل ہے اور اسی طرح ڈاکٹر علی محمد حسن العمادی نے اپنی کتاب ”امام فخر الدین رازی“ میں لکھا :

”الرازی ممن ینفون القیاس . ولا یقولون به مصدرا من مصادر التشريع فان له رسالة فی ابطال القیاس ، کما یظهر فی مواضع من تفسیره انکاره للقیاس ، من ذلک ما جاء عند تفسیره لقوله تعالى : وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمه الی الله من سورة (الشوری) فقد قال : احتج نفاة القیاس بهذه الایة ، فقالوا : قوله تعالى : وما اختلفتم فیہ من شیء فحکمه الی الله . اما ان یکون المراد ، فحکمه مستفاد من نص الله علیه أو المراد ، فحکمه مستفاد من القیاس علی نص الله علیه ، والثانی باطل ، لانه یقتضی کون کل الاحکام مثبتة بالقیاس وانه باطل ، فیعتبر الاول ، فوجب کون کل الاحکام مثبتة بالنص ، وذلك ینفی العمل بالقیاس“ ۱

مذکورہ بالا اقتباس کا خلاصہ :

امام رازی ان لوگوں میں سے ہیں جو قیاس کے شرعی حجت ہونے کی نفی کرتے ہیں اور قیاس کو مصادر تشریع کا مصدر نہیں سمجھتے اور یہ کہ ان کا ایک رسالہ قیاس کے بطلان میں ہے۔ اسی طرح ان کی تفسیر میں کئی جگہ ان سے قیاس کا انکار ظاہر ہوتا ہے۔

مگر درست بات یہ ہے کہ اس بارے میں امام رازی کا موقف واضح ہے وہ قیاس کو حجت تسلیم کرتے ہیں۔ ”المحصول“ میں وہ قیاس کے بارے میں علماء کے مختلف مذاہب ان کے دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ آخر میں اپنا مسلک و موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”والذی نذهب الیه وهو قول الجمهور من علماء الصحابة والتابعین : ان القیاس حجة فی الشرع“ ۲

(ہم علمائے صحابہ و تابعین کے جمہور قول کی طرف چلتے ہیں اور وہ یہ کہ بلاشبہ قیاس شرع میں حجت ہے)

امام رازی کی تفسیر سے بھی قیاس کا شرعی حجت ہونا ہی ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً وہ یہ آیت مبارکہ ”فاعتبروا یا اولی الابصار“ ۳ کے تحت فرماتے ہیں :

۱۔ امام رازی۔ مولانا عبدالسلام ندوی ص ۴۴، اعظم گڑھ محارف پریس ۱۹۵۰ء۔ ۱۳۶۹ھ سلسلہ دارالمصنفین نمبر ۵۷

۲۔ امام فخر الدین رازی حیات و آثارہ۔ علی محمد حسن العمادی ص ۱۹۷، الکتاب الثالث مجلس الاعلیٰ للشئون الاسلامیہ ۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۹ء

۳۔ المحصول فی علم الاصول۔ امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی متوفی ۶۰۶ھ ۲/۲۳۶ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء

”اعلم انا قد تمسکنا بهذه الایة فی کتاب ”المحصل من اصول الفقه“ علی ان القیاس حجة فلا نذكره هاهنا“۔^۱

(جان لو کہ بے شک ہم نے کتاب ”المحصل من اصول الفقه“ میں اس آیت سے تمسک کیا کہ بلاشبہ قیاس حجت ہے۔ اس لئے ہم اسے یہاں ذکر نہیں کریں گے)

(۲) احکام الاحکام :

اس کتاب کا کئی جگہ تذکرہ ملتا ہے مگر شاید اب یہ کتاب مفقود ہو چکی ہے۔^۲

(۳) الجدل :

اس کتاب کو بھی کئی حضرات نے ذکر کیا ہے۔ قفطی نے ”مباحث الجدل“ کے نام سے اور فہرس کو بریلی (۳/۵۱۹) میں ”الجدل و الکاشف عن اصول الدلائل و فصول العلل“ کے نام سے مذکور ہے۔^۳

(۴) رد الجدل :

اس کتاب کو صرف جمیل العظم نے عقود الجوهر میں ذکر کیا ہے۔

(۵) الطريقة فی الجدل :

مفتاح السعادة اور وفیات الاعیان میں اس کتاب کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ ”وله طريقة فی الخلاف“ مگر کشف الظنون میں اسے ”الطريقة فی الخلاف و الجدل“ کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔^۴

(۶) الطريقة العلائیة فی الخلاف :

ابن ابی اصیبعہ اور قفطی نے اس کتاب کو چار مجلدات میں بتایا ہے۔ قفطی نے ساتھ ہی اس فن پر ان کی اولیت و مسابقت کا بھی ذکر کیا ہے۔ صفدی نے بغیر مسابقت کے ذکر کیا۔ ابن سبکی نے اس کتاب کا نام لئے بغیر اس فن میں ان کی مسابقت کا ذکر کیا۔ بغدادی اور جمیل العظم نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ بہر حال اس فن میں ان کی مسابقت کا ذکر کیا جائے یا نہیں اس سے ان کی عظمت میں کچھ فرق نہیں پڑتا، کیونکہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ اس فن میں ایک جداگانہ اسلوب کے حامل ایک ممتاز شخصیت تھے جنہیں اس فن میں پورا عبور حاصل تھا۔

۱۔ تفسیر الفخری الرازی المشہور بالتفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب۔ امام فخر الدین رازی (۵۴۳ھ۔ ۶۰۶ھ یا ۶۰۳ھ) ۲۸۲/۵، سورہ الحشر کی آیت ۲ کی تفسیر کے تحت لکھا۔ بیروت، دار الفکر طبع ثالث ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۵ء

۲۔ اخبار الحکماء قفطی، ص ۱۹۲، عیون الانباء، ابن ابی اصیبعہ ۳۰/۲۔ الوافی، صفدی ۳/۲۵۵، ہدیۃ العارفین۔ بغدادی ۶/۱۰۷

۳۔ اخبار الحکماء۔ قفطی ص ۱۹۱، عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ ۳۰/۲

۴۔ اخبار الحکماء۔ قفطی ص ۱۹۱، وفیات الاعیان، ابن خلکان ۳/۱۔ ۳۷۔ ۳۷۶، مفتاح السعادة، طاش کبری زادہ ۲/۱۱۸، کشف الظنون ۳/۱۱۳

۵۔ کتاب الوافی۔ صفدی ۳/۳۵۵، ہدیۃ العارفین، ۲/۱۰۷، عیون الانباء ۲/۲۹، اخبار الحکماء ص ۱۹۱، عقود الجوهر ص ۱۵۳

(۷) عشرة الاف نكته في الجدل :^۱

(۸) المحصل في اصول الفقه :

محقق "المحصل" طہ جابر فیاض علوانی نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد لکھا :

"انفراد بذکرہ البغدادی فی ہدیۃ العارفین (۱۰۸/۲) ولعلہ وہم منہ ، او تصحیف للفظ المحصول"^۲

(اس "المحصل فی اصول الفقه" کو صرف بغدادی نے ہدیۃ العارفین (۱۰۸/۲) میں بیان کیا اور ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا سہو ہو یا کہ لفظ محصول کی تعحیف ہو گئی ہو)

محقق "المحصل" کے بیان کا تجزیہ ممکن ہے کہ محقق المحصول طہ جابر فیاض علوانی نے بغدادی کی جس ممکنہ غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شاید وہ ان کی اپنی غلطی ہو۔ انہوں نے بغدادی کی کتاب کے صرف ایک حوالہ (۱۰۸/۲) سے اس کو ذکر کیا اور ان کا وہم بتایا۔ مگر اس کی تائید بغدادی کے ایک دوسرے حوالہ (۵۶۱/۵) سے بھی ہو سکتی ہے۔ جس میں انہوں نے کہا کہ عبدالرحیم بن رضی الدین محمد بن یونس الموصلی متوفی ۶۷۱ھ معروف بہ ابن منعة نے امام رازی کی اصول فقہ پر دو کتابوں کا اختصار کیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام "مختصر المحصول" اور دوسری کا نام "مختصر المحصل" رکھا۔ اس کے علاوہ بغدادی نے تیسری جگہ (۴۰۰/۵) ذکر کیا کہ نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی بن عبد الکریم بن سعید ابو الریح الطوفی الصرصی بغدادی حنبلی متوفی ۷۱۶ھ نے مختصر المحصل لفخر الدین رازی فی الاصول تالیف کی۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ امام رازی نے محصل نامی کتاب اصول فقہ میں تالیف کی تھی۔ مزید یہ کہ المرائی نے ۱۵۰/۲ میں لکھا ہے کہ تاج الدین احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان، ابن ترکمانی متوفی ۷۴۴ھ نے "تعلیقہ علی المحصل للامام فخر الدین رازی" تالیف کیا۔ اس سے بھی اس بات کی تائید ہو جاتی ہے کہ امام رازی نے المحصل نامی کتاب تالیف کی تھی۔ اگرچہ مظہر بقائے اپنی کتاب معجم الاصولین کے حاشیہ میں ۱۵۹/۱-۱۶۰ (۱۱۲) اس "تعلیقہ المحصل" کو تاج الدین کی طرف منسوب کرنے پر المرائی کو غلطی پر قرار دیا مگر "المحصل" نامی کتاب کا انکار نہیں کیا۔

(۹) المعالم فی اصول الفقه :

فقطی نے "المعالم فی الاصلین" کے نام سے اس کتاب کا ذکر کیا۔ ابن خلکان نے کہا : "وفی اصول الفقه المحصول و المعالم"^۳ طاش کبری زادہ اور حاجی خلیفہ نے بھی اس کا ذکر کیا۔^۴

۱۔ اس کتاب کو صرف فہرست جو تاریخ (۹۸۰) میں ذکر کیا گیا ہے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین۔ ۱۰۸/۲، تحقیقی مقدمہ علی المحصول، طہ جابر فیاض علوانی۔ ص ۴۹

۳۔ اخبار الحکماء۔ ص ۱۹۱، وفیات الاعیان، ابن خلکان، ۱/۴۷۶، ۴۷۷

۴۔ مفتاح السعاده۔ طاش کبری زادہ، ۵۹۹/۲، کشف الظنون، ۲/۱۷۲، ۱۷۳

المعالم کے شارحین :

- ۱۔ ابو العباس احمد بن محمد بن خلف بن راجح المقدسی حنبلی شافعی متوفی ۶۳۸ھ۔^۱
- ۲۔ شرف الدین ابو محمد عبداللہ بن محمد بن علی الفہری، معروف بہ ابن تلمسانی (متوفی ۶۳۳ھ)۔^۲
- ۳۔ ابو الحسن شرف الدین علی بن حسین بن علی بن الحسین الاموی (متوفی ۷۵۷ھ)۔^۳
- ۴۔ شرف الدین بن ابرہیم بن اسحاق المناوی (متوفی ۷۵۷ھ)۔^۴

المعالم کا اختصار :

- ۱۔ علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی شافعی متوفی ۷۲۹ھ نے "اختصار المعالم فی الاصول" تالیف کی۔^۵

۲۔ نجم الدین اللبودی نے بھی اس کا اختصار کیا۔

المعالم کا رد اور جواب رد میں کتاب : المعالم کے رد پر کتاب : ابوالمطرف احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن (حسین) بن عمیرہ متوفی ۶۵۸ھ نے "رد علی کتاب المعالم للامام فخر الدین رازی" تالیف کی۔^۶

المعالم کے رد کے جواب میں کتاب : ابو اسحاق ابراہیم بن محمد الخزرجی الانصاری الجزری الاندلسی متوفی ۷۰۹ھ نے "رفع المظالم من کتاب المعالم" کے نام سے کتاب لکھی۔ دراصل یہ کتاب ابوالمطرف بن عمیرہ کی کتاب "رد علی کتاب المعالم" کا جواب ہے جس میں ابوالمطرف نے امام رازی کی "المعالم" پر اعتراضات کئے۔ ابو اسحاق انصاری نے یہ کتاب لکھ کر امام رازی کا دفاع کیا اور ان کو ان اعتراضات سے براءت دلائی اور کتاب کے عنوان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔^۷

المعالم میں امام رازی کا اسلوب اور مشتملات کتاب : امام رازی "المعالم" میں حد درجہ اختصار و وقت سے کام لیتے ہیں اور پھر کوشش کرتے ہیں کہ اس عبارت میں مطلوب بھی مکمل ادا ہو جائے اس کا کوئی پہلو چھوٹنے نہ پائے۔ یہ کتاب دس ابواب پر اور ہر باب مسائل پر مشتمل ہے :

پہلا باب : لغات کی بحث میں ہے اس کے تحت نو مسائل لائے ہیں۔ پہلا مسئلہ تقسیمات الفاظ میں ہے۔
دوسرا باب : اوامر و نواہی کے بیان میں ہے اس کے ضمن میں بیس مسائل پیش کئے۔ پہلا مسئلہ یہ ہے :

۱۔ ایضاح المکنون ۴/۵۰۵، ہدیۃ العارفین ۵/۹۳، معجم الاصولین ۱/۲۱۱ (۱۵۵)
۲۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲۔ ۳۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲، ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۲
۴۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲ ۵۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲، الفتح المبین ۲/۱۳۳
۶۔ الدبیان، ابن فرعون مالکی۔ ص ۱۱۳، ۱۱۵۔ الفتح المبین ۲/۷۲، معجم الاصولین ۱/۱۵۸ (۱۱۰)
۷۔ الدبیان۔ ص ۱۳۹، ۱۵۰۔ معجم الاصولین ۱/۳۸ (۲۳)

”الامر هو اللفظ الدال على طلب الفعل، على سبيل الاستعلاء“

(اپنے آپ کو دوسرے سے بلند مرتبہ جان کر طلب فعل پر لفظ کا دلالت کرنا امر ہے۔)

تیسرا باب : عام خاص کے بیان میں ہے جس کے تحت دس مسائل ذکر کئے۔ پہلا مسئلہ مطلق و عام کے مابین فرق میں ہے۔

چوتھا باب : مجمل و مبین کی بحث میں ہے۔

پانچواں باب : افعال میں ہے جو دو فصول پر مشتمل ہے۔

چھٹا باب : نسخ سے متعلق ہے۔ اس کے تحت چار مسائل ذکر کئے پہلا مسئلہ اس میں ہے کہ نسخ کے جواز پر مسلمانوں کا اتفاق ہے جبکہ یہود نے اس کی مخالفت کی ہے۔

ساتواں باب : اجماع سے متعلق ہے اس کے ضمن میں چار مسائل بیان کئے۔ پہلا مسئلہ میں بیان کیا کہ امت کا اجماع حجت ہے۔ نظام و خوارج کا اس پر اختلاف ہے۔

آٹھواں باب : اخبار کے بیان میں ہے جو دس مسائل پر مشتمل ہے۔ پہلے مسئلہ میں ہے کہ جمہور کے مطابق خبر، صدق و کذب کا احتمال رکھتی ہے مگر امام رازی کے نزدیک یہ باطل ہے۔

نواں باب : قیاس کی بحث میں ہے جو آٹھ مسائل پر محیط ہے۔

دسواں باب : کتاب کا آخری باب اس علم کے بقیہ مباحث پر کلام کے لئے مختص ہے جس میں صرف تین مسائل ہیں۔

المعالم کے ناقلین :

متعدد مصنفین نے اپنی کتب میں المعالم سے نقل کیا۔ ان میں سے ایک امام اسنوی بھی ہیں جنہوں نے اپنی کتاب ”نہایۃ السؤل“ کے بہت سے مقامات میں ان سے نقل کیا ہے۔

یہ کتاب ”المعالم فی اصول الفقہ“، شیخ عادل احمد عبدالموجود اور شیخ علی محمد معوض کی تحقیق و تعلیق کے ساتھ ۱۹۹۳ء-۱۴۱۳ھ میں دارالعلوم المعرفہ، قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔

(۱۰) **”المنتخب“ یا ”منتخب المحصول“ :**

اس کتاب کی امام رازی کی طرف نسبت میں دو آراء ہیں۔ صفدی، ابن العماد، ابن قاضی شہبہ، خوانساری، حاجی خلیفہ اور جمیل عظیم کے مطابق یہ امام رازی کی کتاب ہے۔ چار مقامات پر اس کے نسخے مخطوطے کی صورت

۱۔ المعالم فی اصول الفقہ، امام فخر الدین رازی، متوفی ۶۰۶ھ، تحقیق و تعلیق، شیخ عادل احمد عبدالموجود، شیخ علی محمد معوض۔ قاہرہ دارالعلوم المعرفہ ۱۹۹۳ء-۱۴۱۳ھ

۲۔ الوافی، صفدی، ۲۵۵/۴، شذرات الذهب، ابن العماد حنبلی، متوفی ۸۰۸ھ، ۲۱/۵۱، کشف الظنون ۲/۱۶۱۶، حدیۃ العارفین ۲/۱۰۸، عقود الجوہر ص ۱۵۴، طبقات الشافعیہ، ابن قاضی شہبہ پندرہواں طبقہ، روایات ۷۲۹۔

میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک المکتبہ الازہریہ میں (۱۷۵) ۶۱۰۱ نمبر کے تحت موجود ہے۔ ۶۵۳ھ میں اس کو لکھا گیا تھا جبکہ دوسرا دارالکتب المصریہ (۱۱۵) میں ہے جو ۷۵۷ھ کا تحریر کردہ ہے۔ اس کے علاوہ فاتح اور ظاہریہ دمشق میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔ کتاب کا آغاز ”الحمد لله على نعمائه.....“ سے ہوتا ہے۔ ویباچہ کے بعد اس کتاب کے انتخاب و ترتیب سے متعلق فرماتے ہیں :

”هذا مختصر في اصول الفقه انتخبته من كتاب المحصول ورتبته على مقدمة وفصول، ام المقدمة الاولى ففي تعريف اصول الفقه، اعلم ان الاصل هو المحتاج اليه، واما الفقه فهو في اصل اللغة عبارة عن فهم غرض المتكلم من كلامه.....“

(یہ اصول فقہ میں ایک مختصر ہے جسے میں نے (اپنی) کتاب المحصول سے منتخب کیا ہے اور اسے ایک مقدمہ اور چند فصلوں پر مرتب کیا ہے۔ پہلا مقدمہ اصول فقہ کی تعریف میں ہے، ”جان لو کہ اصل وہ ہے جس کی طرف احتیاج ہوتی ہے اور اصل اللغۃ میں متکلم کے کلام سے اس کی غرض سمجھ لینے کا نام فقہ ہے.....“)

فاتح اور ظاہریہ کے نسخوں میں سمیۃ تب ”حاصل المحصول“ کا اضافہ ہے۔ اس کتاب کے پہلے صفحہ پر عنوان اس طرح تحریر ہے۔ کتاب ”منتخب المحصول فی الاصول“ اور ایک جانب ”حاصل محصول“ تحریر ہے۔ ابن سبکی نے کئی اقوال ذکر کرنے کے بعد کہا کہ بعض لوگوں کی رائے ہے کہ یہ امام رازی کی تصنیف نہیں بلکہ ان کے کسی شاگرد کی تصنیف ہے۔^۱ امام قرافی نے بھی اسی رائے پر اتفاق کرتے ہوئے لکھا :

”قد نقل عن تلميذ الامام شمس الدين خسرو شاهي : انه اكمله اضياء الدين حسين“^۲
(یہ کتاب امام رازی کے شاگرد شمس الدین خسرو شاہی کی ہے جسے بعد میں ضیاء الدین حسین نے مکمل کیا)

المنتخب کی شرح :

شہاب الدین الخفاجی حنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ نے تفسیر بیضاوی پر اپنے حاشیہ میں لکھا کہ قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۹۱ یا ۶۸۵ھ) نے ”شرح المنتخب للرازی“ تالیف کی۔^۳

(II) النهاية البهائية في المباحث القياسية :

صفدی نے اس کتاب کا ذکر کیا^۴ اور شاید امام رازی نے ”المعالم“ کی مندرجہ ذیل عبارت میں اسی کتاب کی طرف اشارہ کیا ہو :

”ولنا كتاب مفرد في مسألة القياس فمن اراد الاستقصاء في القياس رجع اليه“^۵
(اور قیاس کے مسئلہ میں ہماری ایک علیحدہ کتاب ہے۔ جو قیاس میں غور و فکر کا ارادہ رکھتا ہو وہ اس کی طرف رجوع کرے)

۱۔ الطبقات، ابن سبکی ۳۹/۵ ۲۔ تحقیقی مقدمہ علی المحصول امام رازی، طہ جابر فیاض علوانی، ص ۵۱۔ بحوالہ انفاکس مذکور ہے۔

۳۔ مقدمہ حاشیہ الشہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی، شیخ احمد بن محمود بن عمر قاضی القضاۃ ملقب شہاب الدین الخفاجی مصری حنفی، متوفی

۱۰۶۹ھ، ۴/۱۔ مطبعہ ندوۃ۔ ۴۔ الوانی، الصفدی، ۲۵۵/۴

۵۔ المعالم فی اصول الفقہ امام رازی، متوفی ۶۰۶ھ۔ ص ۱۶۵

(۱۲) اسرار التنزیل و انوار التاویل :

قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک چھوٹی تفسیر ہے لیکن کشف الظنون میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اس کے چار حصے ہیں۔ پہلا اصول میں، دوسرا فروع میں، تیسرا اخلاق میں، چوتھا مناجات و ادعیہ میں ہے لیکن چونکہ اس کتاب کے مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب وفات پا گئے اس لئے یہ کتاب پہلے حصہ کے آخر تک پہنچ کر رہ گئی۔^۱

ایک غلط فہمی کا ازالہ :

مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنی کتاب میں امام رازی کی کتاب ”نہایۃ العقول“ سے متعلق فرمایا : بظاہر یہ کتاب علم کلام میں ہے اور علامہ شبلی مرحوم نے علم الکلام میں امام صاحب کی جو فہرست دی ہے اس میں اس کتاب کو بھی شامل کیا ہے لیکن کشف الظنون میں اس کا پورا نام یہ لکھا ہے : ”نہایۃ العقول فی الکلام فی درایۃ الاصول“ اور اس کی تشریح یہ کی ہے یعنی اصول فقہ میں، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کتاب اصول فقہ میں ہے مگر کشف الظنون کا جو نسخہ ہمارے زیر استعمال ہے اس میں صراحت کے ساتھ اس کتاب کو ”اصول الدین“ کی کتاب بتایا ہے ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس جو نسخہ ہوا اس میں اسی طرح مذکور ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کو سہو ہو گیا ہو۔^۲

(۱۳) کتاب احکام الاحکام :

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ کتاب کس علم میں ہے شاید یہ اصول فقہ میں ہو۔^۳

(۱۴) المحصول فی علم اصول الفقہ :

امام رازی کی یہ کتاب اصول فقہ کی اہم کتب میں سے ہے اور اس کو شہرت بھی حاصل رہی۔ شاید اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ امام رازی نے اس فن میں سابقین سے جو کچھ منقول تھا ان سب کو اس کتاب میں جمع کر دیا تھا اور امام رازی کے بعد جو اس فن میں لکھا گیا وہ اس سے منتخب اور محصول تھا۔ بالفاظ دیگر ”المحصل“ اصول فقہ کی ان اہم ترین کتب سے ماخوذ ہے جو امام رازی سے قبل تعبیر کے فصیح اسالیب اور ترتیب و تہذیب کے اعلیٰ طرق پر لکھی گئیں تھیں۔ امام رازی نے صرف نقل و اخذ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی آراء کا اضافہ کیا اور پھر ان افکار و آراء سے بہترین نتائج نکالے۔

”المحصل“ کا زمانہ تالیف :

امام رازی ۵۰۶ھ میں اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر صرف پتیس (۳۲) برس تھی۔ یہ کتاب اپنی تالیف کے زمانے سے عصر حاضر تک ہر دور میں بہت اہمیت کی حامل رہی۔ یہ کتاب طہ جابر فیاض

^۱ کشف الظنون ۱/۸۳، اخبار الحکماء قفطی ص ۱۹، بحوالہ امام رازی، محمد عبدالسلام ندوی ص ۳۴

^۲ امام رازی، عبدالسلام ندوی ص ۳۶، کشف الظنون ۲/۱۹۸۸

^۳ امام رازی، عبدالسلام ندوی ص ۳۳

علوانی کی تحقیق کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء میں جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ، المملکتہ السعودیہ سے طبع ہوئی۔ اس کے علاوہ عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوض کی تحقیق کے ساتھ بھی مکتبہ نزار مصطفیٰ، المملکتہ السعودیہ سے پہلی بار ۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۷ء میں چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

المحصل کی وجہ تسمیہ میں امام قرافی کے اشکالات و جوابات :

امام قرافی نے اس کی وجہ تسمیہ میں اشکالات ذکر کئے اور کہا کہ ”المحصل“ کے ساتھ تسمیہ کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر اس کا فعل ”حصل“ ہے تو اس کا مفعول نہیں آتا۔ لہذا اس اعتبار سے ”محصل“ کہنا غلط ہوگا اور اگر فعل ”حصل“ (بالتشدید) مانا جائے تو اس کا مفعول بروزن ”مکسّر“ محصل آتا ہے اس طرح قرافی نے اشکال و اشکال پیش کئے اور پھر ان کے جوابات میں طویل گفتگو کی۔^۱

لفظ ”المحصل“ پر طہ جابر علوانی کی تحقیق کا خلاصہ :

چونکہ مصادر مفعول کے وزن پر آتے ہیں جیسے ”المعقود والمیسور بمعنی العقد والیسر“ آتا ہے اور کہا جاتا ہے: ”لیس له معقود رای“ اس کا مطلب عقد رانی ہوتا ہے۔ کتاب کا عنوان المحصول ہے، فی اصول الفقہ کی عبارت اس میں شامل نہیں ہے اور ”محصل“ مصدر ہے اس طرح اشکال رفع ہو گیا۔ اور کتاب کا عنوان ”المحصل فی اصول الفقہ“ درست ہونے کی اور بھی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً یہ کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں ”المحصل“ کا تین جگہ مختلف انداز سے ذکر کیا ہے۔ پہلی جگہ ”المحصل فی اصول الفقہ“، دوسری جگہ ”المحصل فی علم الاصول“ اور تیسری جگہ ”المحصل من اصول الفقہ“ تحریر کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنی دوسری کتاب ”الاربعین“ میں دو مرتبہ ذکر کیا۔ پہلی جگہ ”المحصل فی علم الاصول“ اور دوسری جگہ ”المحصل فی الاصول“ کے نام سے ذکر کیا جبکہ ”المنتخب“ کے مقدمہ میں صرف ”المحصل“ کا کلمہ ذکر کرنے پر اکتفا کیا۔ اسی طرح ”نہایۃ العقول“ اور ”المعالم فی اصول الفقہ“ میں ”المحصل فی اصول الفقہ“ کے نام سے ذکر کیا۔ بہر حال کتاب کا نام ”المحصل فی اصول الفقہ“ ہی ہے اگر قرافی کی بات درست مانی جائے تو صرف ”المحصل“ کہنا بھی درست ہوگا۔ لہذا کسی قسم کا اشکال باقی نہ رہا۔^۲

۱۔ المحصول فی علم الاصول، امام فخر الدین رازی، تحقیق و دراست، طہ جابر فیاض علوانی ۵۳/۱۔ نسخہ احمدیہ حلب میں درج تاریخ کے حوالہ سے مذکور ہے۔ جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء

۲۔ النفاذ فی شرح المحصول، شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادریس بن عبدالرحمن الصنہاجی المصری القرافی، تمبین عادل احمد عبدالموجود اور علی محمد معوض ۱۰۳/۱۔ البحت الثالث فی تسمیہ الكتاب بالمحصل، الرياض مکتبہ المکرمہ

”المحصل“ کا ذکر کرنے والے مؤرخین :

اس کتاب کی اہمیت کے پیش نظر تقریباً تمام مؤرخین جنہوں نے امام رازی کے حالات و تصنیفات ذکر کیں اس کتاب کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مثلاً ابن خلدون، طاش کبری زادہ، حاجی خلیفہ، بغدادی، بدرالدین عینی وغیرہ۔

وہ مصادر جن سے امام رازی نے ”المحصل“ میں استمداد کیا :

علم اصول فقہ کی تاریخ لکھنے والوں کا اس پر تقریباً اتفاق ہے کہ امام شافعی کی کتب اصول فقہ کے بعد، چار اہم ترین کتب یہ ہیں :

۱۔ البرہان : از امام الحرمین ۲۔ المستصفی : از امام غزالی

۳۔ العمد : قاضی عبد الجبار اور اس کی شرح العمده از ابوالحسین

۴۔ المعتمد : از ابوالحسین بصری۔ یہ کتاب العمد کی شرح کا اختصار ہے۔

یہ چاروں کتب متکلمین کے طرز پر تالیف کی گئیں تھیں اور اس علم کے مسائل و مباحث کا احاطہ کرتی ہیں اسی لئے ان مسائل و مباحث کو اس علم کے قواعد اور ارکان کا درجہ حاصل ہے۔ امام رازی نے ان چاروں کتب میں سے امام غزالی کی المستصفی اور ابوالحسین بصری کی المعتمد کی مدد سے المحصول تالیف کی اور ان دونوں سے صفحہ کے صفحہ اور ان کی عبارتیں لفظ بلفظ نقل کر دیں۔ لیکن اس کے ساتھ انہوں نے دوسری کتب سے بھی استفادہ کیا اور وہ امام غزالی کی المستصفی سمیت ہر مصنف اور ہر کتاب سے متعلق اپنی ناقدانہ رائے رکھتے تھے اور مناسب مواقع پر اپنی تنقیدی رائے کا اظہار بھی کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر جب مسعودی نے ان کے سامنے امام غزالی کی المستصفی کے بارے میں اس رائے کا اظہار کیا کہ یہ کتاب ان کی دوسری کتاب شفاء الغلیل میں پائے جانے والے عیوب سے پاک ہے، اس پر انہوں نے لکھا :

”میں ایک بار طوس میں گیا مجھ کو امام غزالی کے صومہ میں ٹھہرایا اور جب لوگ میرے پاس جمع ہوئے تو میں نے کہا کہ تم لوگوں نے مستصفی کے پڑھنے میں اپنی عمریں ختم کر دیں ہیں تو تم میں اگر کوئی شخص اس پر قادر ہو کہ مستصفی کے اول سے آخر تک کوئی دلیل بیان کرے اور اس کو میرے سامنے خود امام غزالی کے بیان کے مطابق ثابت کرے اور اس میں کوئی ایسی بات نہ ملے جو اس سے الگ ہو تو میں اس کو سو دینار دوں گا۔ اس پر دوسرے روز انہی کا ایک ذہین آدمی جس کا نام امیر اشرف تھا، آیا اور دار مغضوبہ میں نماز پڑھنے سے متعلق گفتگو کی۔ کیونکہ اس کے خیال میں اس مسئلہ کے متعلق امام غزالی کا بیان نہایت پُر زور تھا۔ لیکن میں نے ان سے کہا کہ اس مسئلہ میں امام غزالی کا بیان نہایت ضعیف ہے اور جب میں نے اس کو ثابت کیا تو امیر اشرف بالکل چپ ہو گیا اور کہا کہ میرا خیال تھا کہ جب میں آپ کے

۱۔ مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۳۵۵، مفتاح السعاده ۲/۱۱۸، ایضاح المکنون ۳/۵۶۹، عقدا الجمان ۱۷/۲/۳۲۲۔

۲۔ مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۳۵۵

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۶

سامنے اس مسئلہ کو ثابت کروں گا تو موعودہ سودینار لے لوں گا لیکن اب معلوم ہوا کہ ان سودیناروں کا حاصل کرنا ناممکن ہے۔ میں نے مسعودی سے اس واقعہ کو بیان کیا تو وہ اور پریشان ہوئے پھر میں نے ان سے کہا کہ میں تمہارے سامنے مستحفی کا ایک اور تحفہ پیش کرتا ہوں اور یہ تحفہ چند اعتراضات کا ہے جو امام غزالی پر کئے ہیں۔

امام رازی کا مذکورہ بالا بیان امام غزالی کی المستصفی سے متعلق تھا لیکن خود امام رازی کی تصانیف سے متعلق ابن حجر نے ”لسان المیزان“ میں جو تبصرہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :

”علم کلام اور اصول فقہ میں ان (امام رازی) کی کتابیں مشہور و متداول ہیں اور ان کی بعض باتیں قابل قبول اور بعض باتیں قابل تردید ہیں۔ اُن پر یہ الزام لگایا جاتا تھا کہ وہ اعتراضات تو نہایت قوی کرتے ہیں لیکن ان کے جوابات میں کوتاہی کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض مغربیوں نے کہا ہے کہ ان کے اعتراضات تو نقد ہوتے ہیں اور جوابات ادھار“۔^۱

خلاصہ کلام :

بہر حال کوئی انسان بشری کمزوریوں سے پاک نہیں ہے مگر ہمیں تعمیری، مثبت اور تخلیقی سوچ و عمل نظر رکھنی چاہئے اور جو کام کرتا ہے اس سے غلطیاں بھی ہو سکتی ہیں اور جو لکھتا ہی نہ ہو ظاہر ہے اس کی غلطی بھی نہیں پکڑی جاسکتی۔ اس لئے اسلاف کے ہزاروں صفحات پر مشتمل کام میں چند باتیں تلاش کر لینے سے اُن کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کی نیت و مقصد پر کسی قلم کا شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا اسلاف نے اللہ کی رضا کی خاطر سب کچھ کیا۔ بہر حال المحصول کی تصنیف نے کتب متقدمین سے کافی حد تک بے نیاز کر دیا کیونکہ اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کی اصول کے پڑھنے پڑھانے والوں کو طلب و ضرورت ہوتی ہے۔ اس کتاب پر کثرت سے شروح، تعلیقات و اختصارات لکھے گئے۔ ہم اپنی معلومات کے مطابق اُن کو ذیل میں بیان کریں گے۔

”المحصول“ کی شروح :

المحصول کی چند شروح مندرجہ ذیل ہیں جن کا ہمیں علم ہو سکا :

۱۔ نفائس الاصول فی الاصول فی شرح المحصول : شہاب الدین، ابوالعباس احمد بن ادريس القرانی مالکی، متوفی ۶۸۴ھ نے یہ شرح لکھی۔ دوران تصنیف شارح نے متقدمین و متاخرین کی مختلف مذاہب پر تیس کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔^۲

۲۔ الکاشف عن المحصول : شمس الدین محمد بن محمود الصبہانی (متوفی ۶۷۸ یا ۶۸۸ھ) نے یہ شرح تالیف کی۔ یہ تاج الدین ارموی صاحب الحاصل کے شاگرد تھے۔ الکاشف ایک پرمغز علمی شرح ہے اس کی تالیف میں انہوں نے جس قدر ممکن تھا معظم کتب اصولیہ سے استفادہ کیا۔ حاجی خلیفہ نے سبکی کے حوالے سے نقل کیا کہ وہ اس شرح کی تکمیل سے قبل ہی انتقال کر گئے تھے۔^۳

۱۔ میزان اعتماد ۲/۲۲۳، بحوالہ امام رازی، عبدالسلام ندوی۔ ص ۶۱

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الدبیاج۔ ص ۱۲۸، ۱۳۰۔ الفتح المبین ۲/۸۶، ۸۷۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الفتح المبین ۲/۹۱، ۹۰

۳۔ نہایۃ الوصول الی علم الاصول : محمد بن عبدالرحیم بن محمد شیخ صفی الدین البندی ارموی شافعی (متوفی ۱۵ھ) اس کے شارح ہیں۔ اور یہ سراج الدین ارموی متوفی ۶۸۲ھ صاحب التحصیل کے شاگرد تھے اور وہ کتاب ”نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول“ کے نام سے صالح بن الیوسف اور سعد بن سالم الشرح کی تحقیق کے ساتھ آٹھ مجلدات میں مکتبہ المکرمۃ مکتبہ التجاریہ سندھ سے چھپ چکی ہے۔

۴۔ قرانی نے نقشبانی کی ”المحصل“ پر ایک شرح کا ذکر کیا ہے۔

۵۔ قاضی العسکر محمد بن حسین بن محمد شمس الدین الارموی شافعی نے بھی المحصول کی شرح لکھی تھی۔

”المحصل“ پر تعلیقات :

(۱) عزالدین عبدالحمید بن حبیب اللہ الدیلمی معتزلی (متوفی ۶۵۵ھ) نے اس پر تعلیقہ لکھا۔

(۲) تاج الدین ترکمانی احمد بن عثمان بن صبیح الجوزجانی (متوفی ۷۴۴ھ) نے بھی تعلیقہ لکھا۔

”المحصل“ کے اختصارات :

۱۔ المنتخب : یہ اختصار امام رازی کی طرف منسوب ہے۔ ہم اس پر امام رازی کی مصنفات اصولیہ میں بحث کر چکے ہیں۔

۲۔ الحاصل من المحصول : تاج الدین ابی عبداللہ محمد بن حسین الارموی متوفی ۶۵۶ھ تاج الدین ارموی کی یہی ”الحاصل“ قاضی بیضاوی کی ”منہاج الوصول“ کا ماخذ ہے۔ یہ کتاب جامعہ قان یونس سے عبدالسلام محمود ابوناجی کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۹۴ء میں چھپ چکی ہے۔

الحاصل پر تنقیدات :

بعد میں ابو عبداللہ بن محمد بن عبدالنور التونسی مالکی (متوفی ۷۲۶ھ) نے دو جلدوں میں تنقیدات علی الحاصل تالیف کی۔

۳۔ التحصیل : سراج الدین ابوالثناء محمود بن ابوبکر الارموی (متوفی ۶۸۲ھ) نے اس نام سے اختصار لکھا جو عبدالحمید علی ابوزنید کی تحقیق کے ساتھ بیروت موسسہ الرسالہ سے ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء میں پہلی بار شائع ہوا۔

۱۔ تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی، عبدالحمید علی ابوزنید۔ ص ۴۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳، الفتح المبین ۲/۱۱۵

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۲۵ ص ۳ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵

۳۔ تحقیقی مقدمہ علی المحصول للامام رازی، طہ جابر فیاض علوانی۔ ص ۶۰۔ بحوالہ النفاخس للقرانی ۱۳/۱ مذکور ہے۔

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۹، الطبقات السنیہ ۱/۳۴۹، ۳۵۱ (۲۴۰)۔ اس میں ان کا نام احمد بن عثمان بن ابراہیم مذکور ہے۔

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، الفتح المبین ۲/۱۳۷

۶۔ الفتح المبین ۲/۱۳۷

التحصيل کا اختصار : بدرالدین التستری (متوفی ۷۳۲ھ) نے ”حل عقد التحصيل“ کے نام سے اس کا اختصار لکھا۔^۱

التحصيل کی شرح : ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبد اللہ جزری شافعی (متوفی ۷۱۶ھ) نے تین مجلدات میں شرح ”التحصيل“ تالیف کی۔^۲

۴۔ تنقیح الفصول : شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادريس القرانی (متوفی ۶۸۳ھ) نے المحصول کا اختصار کیا اور انہوں نے نفائس الاصول کے نام سے المحصول کی شرح بھی لکھی تھی جس کا ابھی ذکر گزرا ہے۔
”تنقیح الفصول“ درحقیقت ان کی فقہ پر کتاب ”الذخيرة“ کا مقدمہ ہے۔^۳

التنقیح کے شارحین :

(۱) امام قرانی نے خود ”شرح تنقیح الفصول“ تالیف کی۔^۴

(۲) ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی مراکشی، متوفی ۷۲۴ھ نے بھی اس کی شرح لکھی تھی۔ کتاب التنقیح متعدد بار چھپ چکی ہے۔ پہلی مرتبہ قاہرہ مطبعہ الخیریہ سے ۳۰۵ صفحات میں شائع ہوئی۔ دوسری مرتبہ طہ عبدالرؤف سعد کی تبویب و تنسیق و تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۳ء میں ۴۶۲ صفحات میں شرکہ طباعہ الغدیہ النسخۃ العباسیہ سے شائع ہوئی۔

۵۔ تنقیح المحصول : امین الدین مظفر بن محمد التبریزی (متوفی ۶۲۱ھ) جو المظفر الوازانی کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے اس نام سے اختصار لکھا۔ طہ جابر علوانی نے ۱۹۷۹ء میں المحصول پر اپنے تحقیقی مقدمہ میں لکھا کہ جامعہ الملک عبدالعزیز کا ایک طالب علم اس پر تحقیق میں مصروف ہے۔ جمال الدین عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) نے اپنی کتاب ”نہایۃ السؤل“ میں اس سے بہت نقل کیا ہے۔
التنقیح کا ایک نسخہ جامعہ احمد الثالث میں ۱۲۴۶ نمبر پر موجود ہے اسی طرح ایک دوسرا نسخہ دول الحرمیہ قاہرہ میں ہے۔^۵

۶۔ عماد الدین محمد بن یونس بن منہ الارذنبلی (متوفی ۶۰۸ھ) نے بھی اس کا ایک اختصار لکھا تھا جو کمال الدین موسیٰ بن یونس شیخ سراج الدین ارموی (۶۸۲ھ) صاحب ”التحصيل“ کے بھائی تھے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ عماد الدین نے بدل میں بھی ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام ”التحصيل“ تھا وہ اور ”المحصول“ کا اختصار الگ الگ کتابیں ہیں۔^۶

۲ الفتح المبین ۲/۱۱۷

۱ طبقات الشافعیہ ابن سنی ۵/۱۵۵، طبقات الشافعیہ، اسنوی ۵/۱۵۵

۳ الدیاج ص ۱۲۹-۱۲۸، الفتح المبین ۲/۱۳۷

۴ ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۴، الفتح المبین ۲/۱۲۳، معجم الاصولیین ۱/۱۲۳-۱۶۵

۵ تحقیقی مقدمہ علی المحصول للامام وازی طہ جابر علوانی ص ۶۳ تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی عبدالحمید ابوزنید ص ۷۷

۶ تحقیقی مقدمہ علی التحصیل للارموی عبدالحمید ابوزنید ص ۶۹

حاجی خلیفہ نے مذکورہ بالا مشہور مختصرات کے علاوہ اور کو بھی ذکر کیا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مختصر تاج الدین، عبدالرحیم بن محمد الموصلی (متوفی ۷۷۵ھ یا ۷۸۱ھ) یہ کمال الدین بن یونس کے شاگرد اور قاضی سراج الدین ارموی کے استاد تھے۔

(۲) مختصر محی الدین سلیمان بن عبدالقوی الطوفی حنبلی متوفی ۷۸۰ھ۔

(۳) مختصر الباجی: اس کا نام ”غایۃ الوصول“ ہے یہ علاء الدین علی بن محمد بن خطاب المغربی مصری شافعی (متوفی ۸۱۴ھ) کی تصنیف ہے۔

مختصر الباجی: کی شرح تاج الدین ابن الترکمانی احمد بن عثمان ابراہیم (متوفی ۸۴۳ھ) نے اس مختصر کی شرح لکھی۔ جسے انہوں نے چودہ انواع پر مرتب کیا۔

(۴) شمس الدین محمد بن یوسف الجندی (متوفی ۸۱۶ھ) نے ایک مختصر لکھا جو المصنوع کے مسائل پر کئے گئے اعتراضات کے جوابات پر مشتمل تھا۔ الراغی نے شرح و اختصار کی تعین کئے بغیر صرف یہ کہا کہ انہوں نے کتاب ”اجوبۃ علی مسائل من المصنوع“ تالیف کی اور یہ تین مجلدات پر مشتمل ہے۔

(۵) خوانساری نے مجد الدین بن دقیق العید القشیر مالکی کی طرف ایک مختصر منسوب کیا اور اسے المصنوع پر لکھے گئے عمدہ مختصرات میں سے ایک شمار کیا ہے۔

(۶) امین الدین مظفر بن محمد اتریزی (متوفی ۶۲۱ھ) نے بھی لکھا۔ دنیا کے تقریباً ۲۲ سے زیادہ کتب خانوں میں المصنوع نسخے موجود ہیں۔ مکتبہ الازہری میں ۱۳۰ نمبر کے تحت اور دارالکتب المصریہ میں ۷۷۰ کے تحت بھی موجود ہیں۔

(۷) تلخیص المصنوع لتہذیب الاصول: محقق التحصیل نے اپنے مقدمہ میں اس مختصر کا ذکر کیا اور کہا کہ اس کے مؤلف کا علم نہیں ہو سکا۔ یہ کتاب ایک مجلد میں مخطوطے کی شکل میں ہے جو مکتبہ الازہری میں (۱۱۵) ۴۳۹۳ نمبر پر موجود ہے۔ یہ مخطوط ۸۷۵ھ میں لکھا گیا تھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے:

”رب تمم بخیر۔ اما بعد: احمد اللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبیہ خاتم النبیین و علی الہ وصحبہ وسلم الطاہرین الطیبین۔ فان اصول الفقہ من اشرف العلوم الشرعیۃ الغامضۃ فیہ مجال البحت الدقیق، ومتسع الاتقان والتحقیق، وهو المتوسط بین الحکمة النظریۃ الیٰ ہی علم الکلام و بین الحکمة العملیۃ السیاسیۃ الیٰ ہی الفقہ، فمن لم یطلع علیہ لم یتممکن من استنباط الاحکام، ولا یوثق باجتہادہ“

(رب تمم بخیر۔ اما بعد احمد اللہ رب العالمین..... بلاشبہ اصول فقہ اشرف اور پیچیدہ علوم شرعیہ میں سے ہے۔ اس میں دقیق بحث کے وسیع و مضبوط میدان ہیں اور وہ ان کا درمیانی راستہ جو اس علم پر مطلع نہیں ہوگا وہ استنباط احکام کی قدرت نہیں رکھ سکے گا اور اس کے اجتہاد کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا)

- ۱۔ کشف الظنون ۱۶۱۶/۲
- ۲۔ کشف الظنون ۱۶۱۶/۲، ہدیۃ العارفین ۷/۵، الفتح المبین ۱۱۳/۲
- ۳۔ کشف الظنون ۱۸۳۹/۲، الطبقات السنیۃ ۱/۳۳۹-۳۵۰ (۲۳۰)
- ۴۔ کشف الظنون ۱۸۳۹/۲، الفتح المبین ۱۱۷/۲
- ۵۔ کشف الظنون ۱۸۳۹/۲

اس کے بعد فرماتے ہیں :

”انی وجدت الكتب المؤلفة في هذا الفن غير خالية عن الانحراف عن الحق . وان كتاب المحصول هو المتداول في زماننا ، وهو وان نقل اكثرها في الكتاب المعتمد والمستصفي والبرهان ، ولكن الانحراف في تصرفاته اكثر ، فاجبت ان انظر في هذا الفن ، واظهر ما فيه من الانحراف وسميت كتابي هذا (تلخيص المحصول لتهديب الاصول)“^۱

(میں نے اس فن میں لکھی جانے والی کتاب کو حق کے انحراف سے خالی نہیں پایا اور کتاب المحصول ہمارے زمانے میں متداول ہے اور اس میں اگرچہ زیادہ تر کتاب المعتمد المستصفي اور البرهان سے نقل پر تکیہ کیا گیا ہے ، اور وہ اس میں صحیح سمت سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اس فن میں غور کروں اور انحراف کی جگہوں کی نشاندہی کروں اور اس کا نام ”تلخیص المحصول لتہذیب الاصول“ رکھا)

اس کتاب کے مصنف نے امام رازی پر پہلا اعتراض ان سے منقول فقہ کی اصطلاحی تعریف کے کلمہ ”الشرعیہ“ سے متعلق کیا۔ امام رازی نے تعریف فقہ میں فوائد قیود کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ”الشرعیۃ“ احتراز عن العلم بالاحکام العقلیۃ (شرعیہ کی قید سے وہ احکام جن کا علم عقل سے حاصل ہوتا ہے خارج ہو گئے)۔ اس پر پہلا اعتراض کیا۔ پھر اس کے بعد ذکر کیا کہ عقل کے ذریعے سے احکام کا ادراک ان کو شرعیہ ہونے سے خارج نہیں کرتا۔ فقہ کی تعریف میں امام رازی نے ”العلمیہ“ کی قید کا فائدہ یہ بتایا کہ اس سے احکام علمیہ خارج ہو گئے۔ صاحب تلخیص نے اس پر اعتراض کیا۔^۲

نوٹ : محصول و تحصیل کے نام سے اصول فقہ پر دیگر مصنفین نے بھی کتب تالیف کیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) قاضی ابوبکر بن العربی (متوفی ۵۴۳ھ) نے محصول کے نام سے اصول فقہ پر سے کتاب لکھی۔^۳

(۲) سید محسن بن حسن الاعرجی السامی الکافی شیعہ (متوفی ۱۲۴۰ھ) ”وافیۃ الاصول“ کی شرح لکھی جس کا نام ”المحصل“ رکھا۔^۴

(۳) امام ابو منصور عبد القادر بن طاہر البغدادی شافعی (متوفی ۴۲۹ھ) نے ”التحصیل“ کے نام سے اصول فقہ پر کتاب لکھی۔^۵

المحصل للرازی اور الاحکام للامدی کے طریقوں میں تطبیق :

احمد بن کمال الدین احمد بن نعمہ المقدسی النابلسی (متوفی ۶۹۴ھ) نے امام رازی کی المحصول امام آمدی کی الاحکام کے طرق میں تطبیق کر کے اپنی کتاب میں یکجا کیا۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ کتاب مؤلف کے خط میں ان کے

۱۔ بحنفی مقدمہ علی التحصیل للراموی۔ عبد الحمید ابو زید ص ۷۴

۲۔ حوالہ سابق الفاظ کے اضافہ کے ساتھ ج الفتح المبین ۲/۲۸-۳۰

۳۔ کشف الظنون ۱/۳۶۰ ، الفتح المبین ۱/۲۳۳-۲۳۵

۴۔ کشف الظنون ۱/۷۰

پاس موجود ہے۔ احمد بن کمال دراصل عزالدین بن عبدالسلام اور ابو عمرو عثمان بن صلاح کے شاگرد تھے۔
الاسلام ابن تیمیہ کے استاد تھے۔^۱

عماد الدین الارذبیلی الشافعی (۵۳۵ھ-۶۰۸ھ)^۲

فقیہ، اصولی اور نظارت تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اور اپنے وقت کے جید علماء سے علم حاصل کیا۔
موصول کے متعدد مدارس میں تدریس کی۔ شہر موصول کے ۵۹۲ھ میں قاضی رہے۔ نور الدین ارسلان شاہ، موصول کے یہاں بہت قدر و منزلت رکھتے۔ امیر وقت ان سے مشورہ طلب کرتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے امام رازی کی المحصول کا اختصار کیا اور جدل میں التحصیل نامی کتاب لکھی۔^۳

اسماعیل بغدادی الازجی (متوفی ۵۴۹ھ-۶۱۰ھ)^۴

فقیہ اصولی، مناظر، متکلم تھے۔ فقہ و خلاف کی تعلیم ابو الفتح بن المنی سے حاصل کی۔ اپنے شیخ کے بعد مجامع میں درس دیتے۔ جامع قصر میں فقہاء ان کے پاس مناظرہ کے لئے جمع ہوتے۔ عمدہ کلام و عبارت پر قدرت رکھنے کے علاوہ فصیح اللسان اور بلند آواز کے مالک تھے۔ انہوں نے کتاب ”جنت المناظر وجنت المناظر“ جلد میں اور ”التعلیقہ“ اور ”المفردات“ خلاف میں تالیف کی۔^۵

السائح الهروی (متوفی ۶۱۱ھ) آپ نے کتاب الاصول تالیف کی۔^۶

عبداللہ ابن اسعد الوزیری الیمنی (متوفی ۶۱۳ھ تقریباً)

آپ نے کتاب ”غایۃ الطلب والمأمول فی شرح اللمع فی الاصول“ تالیف کی۔^۷

حسن الہلکی (متوفی ۶۱۳ھ) : فقیہ اصولی تھے۔ انہوں نے کتاب ”اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۸

ابن زجاجیہ شافعی (متوفی ۶۱۵ھ) : آپ نے کتاب ”الذریعہ فی احکام الشرعیہ“ تالیف کی۔^۹

۱۔ الفتح المبین ۲/۹۶

۲۔ ابو حامد محمد بن یونس بن محمد بن متعب بن مالک بن محمد، عماد الدین، عراق میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ الفتح المبین ۲/۵۰-۵۱

۴۔ ابو محمد فخر الدین اسحاق بن علی بن حسین بغدادی الازجی المامونی (۱۱۵۴ھ-۱۲۱۳ھ) ابن الوقاء، ابن الماسطہ، غلام ابن المنی سے مشہور تھے۔

۵۔ شذرات الذہب ۵/۳۰-۳۱، معجم الاصولیین ۱/۲۶۴ (۲۰۹)

۶۔ ابوالحسن علی بن ابی بکر بن علی بن محمد الموصلی۔ سائح الہروی سے مشہور تھے، ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۵

۷۔ ایضاح المکنون ۴/۱۳۳، ہدیۃ العارفین ۵/۴۵۸

۸۔ حسن بن ابراہیم بن معین الدین الہلکی متوفی ۱۲۱۶ھ، معجم الاصولیین ۲/۳۴ (۲۶۳) بحوالہ معجم المؤلفین ۳/۱۸۵ اور دار الکتب مصر

جہن ۶۰۹ نمبر پر موجود ہے۔

۹۔ ابن الزجاجیہ۔ مکی بن ابی احمد دمشقی، ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۱

ابن رمضان الحنفی : (۶۱۶ھ بعدہ) شہر حلب میں واقع مدرسہ حلاویہ میں مدرس تھے۔ آپ نے کتاب "الینایع فی معرفۃ الاصول" تالیف کی اور اس کی تالیف سے ۶۱۶ھ میں فراغت پائی۔^۱

عبد اللہ العکبری الحنبلی (متوفی ۵۳۸ھ-۶۱۶ھ) آپ نے کتاب "المتبع فی شرح اللع" تالیف کی۔^۲

ابو الحسن الابیاری مالکی (متوفی ۵۵۷ھ-۶۱۹ھ)^۳

فقیر، اصولی، محدث اور مستجاب الدعوات تھے۔ لوگ ان کے پاس دعاؤں کے لئے حاضر ہوتے۔ ابن حاجب آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ امام علامہ بہاؤ الدین عبد اللہ معروف ابن عقیل مصری شافعی، امام ابیاری کو اصول میں امام رازی پر فوقیت دیتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے امام الحرمین کی کتاب "البرہان" کی شرح لکھی۔
ابن فرحون نے لکھا :

"ولد تكملة على كتاب مخلوف الذي جمع فيه بين التبصرة والجامع لابن يونس ،
والتعليقه لابی اسحاق : تكملة حسنة جدا تدل على قوته فى الفقه واصوله"^۴
(اور ان کا مخلوف کی کتاب پر تکرار ہے جس میں انہوں نے التبصرہ اور الجامع لابن یونس کو جمع کیا اور تعلیقہ لابی اسحاق میں بہت عمدہ گفتگو کی جو ان کی فقہ اور اصول میں مہارت پر دلالت کرتی ہے)

ابن بدران الشیعی (متوفی ۶۱۹ھ) : آپ نے کتاب "غنیۃ النزوع الی علم الاصول و الفروع" تالیف کی۔^۵

ابن قدامہ المقدسی حنبلی (متوفی ۵۴۱ھ-۶۲۰ھ)^۶

فقیر، اصولی اور کئی فنون میں مہارت رکھتے تھے۔ شذرات میں ہے : "انتہی الیہ معرفۃ المذہب واصولہ" (مذہب واصول کے علم و معرفت کی ان پر انتہاء ہوتی تھی)۔ حنبلی فقہ کی مشہور کتاب "المغنی فی شرح مختصر الخواری" دس جلدوں میں تالیف کی۔ کثیر الصیام والقیام تھے۔ ۸۰ برس کی عمر میں ان کا انتقال عید الفطر کے دن ہوا۔ خلق کثیر ان کے جنازے میں شریک ہوئی۔

۱۔ رشید الدین ابو عبد اللہ محمود بن رمضان الرومی۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۰۵

۲۔ عبد اللہ بن حسین بن عبد اللہ بن حسین العکبری بغدادی، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۹

۳۔ ابو الحسن علی بن اسماعیل بن علی عطیہ الابیاری۔ شمس الدین (۱۱۶۱ء-۱۲۳۱ء) ابیاری میں ولادت ہوئی۔

۴۔ الدبیاج ص ۳۰۶، الفتح المبین ۲/۵۲

۵۔ ابو الحسن سالم بن بدران بن علی المازنی مصری، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۱

۶۔ موفق الدین، ابو محمد، عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ بن قدامہ ابن نصر بن عبد اللہ المقدسی الدمشقی (۱۱۳۷ء-۱۲۲۳ء)، فلسطین میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

المراغی نے ان کے اجتہاد و فقہ میں فضیلت سے متعلق بعض علماء کے اقوال پیش کئے جو مندرجہ ذیل ہیں :

شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ اور ابوبکر محمد بن معالی بن غنیمہ البغدادی نے فرمایا :

”مادخل الشام بعد الاوزاعی افقه من الشیخ الموفق“
(امام اوزاعی کے بعد شیخ موفق سے بڑا فقیہ ملک شام میں داخل نہیں ہوا)

ابوبکر محمد بن معالی ابن غنیمہ البغدادی نے فرمایا :

”ما اعراف احد زماننا ادرك درجة الاجتهاد الا الموفق“

(میں اپنے زمانہ میں سوائے شیخ موفق کے کسی ایسے شخص سے واقف نہیں ہوں جو اجتہاد کے اس مرتبہ پر پہنچا ہو)

مولفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”روضة الناظر وجنة المناظر“ تالیف کی جو حنبلی مذہب کے اصول فقہ کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ کتاب بیروت، دارالکتب العربیہ سے ۱۴۱ھ-۱۹۸۰ء سے اب تک کئی بار چھپ چکی ہے۔ اس کتاب کا آغاز مقدمات منطقیہ سے ہوتا ہے پھر حکم کی اقسام اور پھر ادلہ احکام پر گفتگو کی جو ان کے نزدیک کتاب، سنت اجماع و استحباب ہیں اور پھر مختلف فیہ اصول بیان کئے، یعنی شرع من قبلنا، قول صحابی، استحسان، مصالح مرسلہ، اس کے بعد حقیقت، مجاز، نص، ظاہر، مجمل، عموم و خصوص وغیرہ پر بحث کی۔ قیاس، اجتہاد تقلید کو بیان کیا۔

روضة الناظر کی شرح و اختصار :

- ۱۔ شیخ عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ بدران دمشقی نے ”نزهة الناظر العاطر“ کے نام سے شروع لکھی جو روضة الناظر کے ساتھ چھپ چکی ہے۔
- ۲۔ نجم الدین طوفی صرصری (متوفی ۱۶۷ھ) نے ”مختصر روضة الموفق فی الاصول علی طریفة ابن الحاجب“ کے نام سے اختصار لکھا۔
- طوفی کے اختصار کی شرح : احمد ابراہیم بن نصر اللہ اعسقلانی (متوفی ۸۷۶ھ) نے شرح مختصر الطوفی تالیف کی۔
- ۳۔ بہاء الدین بکی (متوفی ۷۷۷ھ) نے الرضة پر ایک کتاب تالیف کی۔

ابو عمران موسیٰ الیمان شافعی (متوفی ۶۲۰ھ)

فقیہ اور اصولی تھے۔ انہوں نے ابواسحاق شیرازی کی کتاب ”اللمع“ کی شرح لکھی۔

۱۔ الفتح المبین ۲/۱۲۰-۱۲۱ ۲۔ معجم الاصولیین ۱/۷۸-۷۹ (۵۰)

۳۔ الفتح المبین ۳/۵۲-۵۳، ۲/۱۹۸، شذرت الذہب ۵/۸۸-۹۲، روضة الناظر، مقدمہ نزهة الخواطر، فوات الوطیات ۱/۲۰۳-۲۰۴، معجم البلدان ۳/۱۳۳، البدایہ والنہایہ ۱۳/۹۹-۱۰۲، الاعلام ۳/۱۹۱-۱۹۲

۴۔ ابو عمران موسیٰ بن احمد بن یوسف بن موسیٰ التباعی الیمنی، ایضاح المکنون ۲/۳۱۰، ہدیۃ العارفین ۶/۷۹

طاہر الخفصی حنفی (متوفی ۶۲۰ھ تقریباً) ۱

آپ ابوالموید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی الخطیب اور مختار الزاہدی کے بھی استاد تھے۔ انہوں نے "الفصول فی علم الاصول" تالیف کی۔ ۲

مظفر الوارنی شافعی (۵۵۸ھ-۶۲۱ھ) ۳

فقیہ، اصولی اور نظار تھے۔ بغداد میں ابو القاسم بن فضالان سے تفقہ حاصل کیا۔ مدرسہ نظامیہ میں معید تھے۔ راہ علم میں بلاد حجاز، مصر و عراق کے سفر کئے۔ مصر میں طویل قیام کے دوران تدریس و فتویٰ میں مشغول رہے۔ مؤلفات اصولیہ: انہوں نے امام رازی کی المحصول کا "التنقیح" کے نام سے اختصار لکھا۔ ۴

ضیاء الدین المارانی شافعی (متوفی ۶۲۲ھ) ۵

انہوں نے ابو اسحاق شیرازی کی کتاب "اللمع" کی دو جلدوں میں شرح لکھی۔ ۶

الفخر الفارسی شافعی (متوفی ۶۲۳ھ) ۷

فقیہ، اصولی، صوفی علوم ربانیہ نافعہ کے عارف اور طبیب تھے۔ اصلاً شیرازی اور موطناً مصری تھے۔ ابن عساکر آپ کے شاگرد تھے۔ انہیں نے اصول و کلام میں کتاب "مطیۃ النقل و عطیۃ العقل" تالیف کی۔ ۸

عبدالکریم الرافعی شافعی (۵۵۷ھ-۶۲۳ھ) ۹

ابن العماد نے لکھا:

"کان او حد عصره فی العلوم الدینیة اصولا وفروعا ومجتهد زمانه فی المذهب"

(اپنے عہد کے مجتہد اور علوم دینیہ، اصول و فروع میں اپنے زمانے میں ممتاز مقام رکھتے تھے)

امام سبکی نے لکھا:

"کان الامام الرافعی متضامنا من علوم الشریعة تفسیراً وحديثاً واصولاً"

(امام رافعی علوم شرعیہ، تفسیر حدیث اور اصول میں کامل امام تھے)

۱۔ طاہر بن محمد بن عمر بن ابی العباس، نجم الدین نیشی، الفخر، الخفصی متوفی ۱۲۲۳ء تقریباً

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۲۷، اس میں الجعفی کے اضافہ کے ساتھ نام مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۰، الجواہر المصیۃ ۱/۲۶۶، الفوائد البیہ ۱۸۵، اس میں ان کا نام ابو طاهر مذکور ہے۔

۳۔ مظفر بن اسماعیل بن علی الوارانی التبریزی، امین الدین (۱۱۶۲ء-۱۲۲۳ء) شیرازی میں وفات پائی۔

۴۔ الفتح المبین ۲/۵۵، مجمل البلدان ۸/۲۷۸ ۵۔ (ضیاء الدین ابو عمر عثمان بن عیسیٰ)۔ بن درباس بن فیر بن نجم ابن عبدوس (الہدای) المارانی۔ ۶۔ کشف الظنون ۲/۱۵۶۲، ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۳، مجمل الاصولیین ۱/۴۲ (۱۸)

۷۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن احمد الفیر و زبادی، فخر الفارسی متوفی ۱۲۲۵ء، مصر میں وفات پائی۔

۸۔ شذرات الذہب ۵/۱۰۱، الفتح المبین ۲/۵۵، الاعلام ۳/۸۴۱

قاضی شبہ نے کہا کہ اسفرائینی نے اپنی چالیس (۴۰) تالیفات میں یہ فرمایا :

”ہو شیخنا امام الدین ، وناصر السنة صدوقا ، کان او حد عصره فی العلوم ، الدینیة اصولا وفروعا ، مجتہد زمانه فی المذهب ، وفريد وقته فی التفسیر ، وکان له مجلس بقزوين للتفسیر وتسمیع الحدیث“۔^۱

مؤلفات اصولیہ اصول : فقہ پران کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

محمد بن ابوبکر الایکی (متوفی ۶۲۷ھ)

مشائخ مصر میں سے تھے۔ انہوں نے ابن حجب کی کتاب ”منتہی السؤل والامل“ کی شرح لکھی۔^۲

قاضی احمد بن مقبل العدنی شافعی (۵۵۶ھ/۶۳۰ھ)^۳

فقہ، اصولی اور عدنان کے قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ابوحاق شیرازی کی کتاب ”اللمع“ کی شرح لکھی جس کا نام ”شرح مشکل اللمع“ ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ہدیۃ العارفین میں یوں مذکور ہے، ”شرح مشکل اللمع لابی اسحاق الشیرازی فی الفروع“۔ مظہر بقانے اپنی معجم کے حاشیہ میں لکھا کہ ان کے خیال میں یہ بات درست نہیں ہے اور اس بات کی تائید میں معجم المؤلفین سے حوالہ دیا جس میں اس کی وضاحت ہے، ”شرح المشکل فی غریب اللمع“۔^۴

صدر الشریعہ الاکبر حنفی (متوفی ۶۳۵ھ)^۵

الفوائد ابھیہ میں مذکور ہے، ”وله قدرة کامله فی الاصول والفروع“ (اور ان کو اصول و فروع میں کامل قدرت تھی)۔ اپنے والد جمال الدین عبید اللہ سے تعلیم حاصل کی اور آپ کے بیٹے محمود تاج الشریعہ نے آپ سے تعلیم پائی۔

مؤلفات اصولیہ : آپ نے کتاب ”تلقیح العقول فی فروع النقول“ تالیف کی۔ رضا کمالہ نے اس کو فروع و فقہ حنفی کی کتاب کہا ہے جبکہ صاحب ہدیۃ العارفین نے کتاب کا نام اس طرح ذکر کیا، ”تلقیح العقول فی فروع النقول والاصول“ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اصول پر بھی ہے۔^۶

۹ عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم بن الفضل القزوينی الرافعی (۱۱۶۲ء-۱۲۲۶ء)

۱ ہدیۃ العارفین ۱/۶۰۹، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۸/۲۸۱، ۲۹۳۔ شذرات الذہب، ابن العماد ۲/۲۲۷ (۳۵۸)، طبقات، قاضی ابن شبہ

۲ ۹۸، ۹۳/۱۔ بروکھان ۱/۳۹۳۔ محمد بن ابوبکر بن الفارسی الایلی، دمشق میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۱۲ میں الایکی مذکور ہے۔

۳ قاضی احمد بن مقبل بن عثمان العلصی (العلسی) العدنی (۱۱۶۱ء/۱۲۳۳ء) عرج (بین) میں وفات پائی۔

۴ ایضاح المسکون ۲/۳۱۰، ہدیۃ العارفین ۵/۹۲، معجم المؤلفین ۲/۱۸۲، معجم الاصولین ۱/۲۳۲ (۱۸۳)

۵ شمس الدین احمد بن جمال الدین عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد الحنبلی صدر الشریعہ الاکبر، متوفی ۱۲۳۲ء

۶ کشف الظنون ۱/۳۸۱، ہدیۃ العارفین ۵/۹۵۔ اس میں تاریخ وفات ۶۳۰ء تقریباً مذکور ہے۔ الفوائد ابھیہ۔ ص ۲۵، معجم المؤلفین

۱/۳۰۸، معجم الاصولین ۱/۱۵۹ (۱۱۱)

سیف الدین الامدی شافعی (۵۵۱ھ/۶۳۱ھ)^۱

فقہ اور اصولی تھے۔ شروع میں ضنبلی تھے پھر بغداد جا کر شافعی مسلک اپنایا۔ قاہرہ میں القرائۃ الصغریٰ کے مدرسہ میں معید رہے جو امام شافعی کے مقبرے سے متصل ہے، پھر جامع الظاہری قاہرہ میں صدر مدرس ہو گئے اور ایک مدت تک صدارت پر فائز رہے۔ شام، حماة اور دمشق کے بھی علمی اسفار کئے۔ دمشق میں فلسفہ پڑھانے کی وجہ سے مدرسہ العزیزیہ سے معزول کئے گئے۔ تقریباً بیس کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : (۱) الاحکام فی اصول الاحکام (۲) منتہی السؤل فی علم الاصول^۲

الاحکام فی اصول الاحکام کا تحقیقی تجزیہ :

ابن خلدون (متوفی) نے مؤلفات اصولیہ کے تاریخی تسلسل میں اس کتاب کی اہمیت کو اس طرح اجاگر کیا۔ انہوں نے امام الحرمین کی البرہان، امام غزالی کی المستصفی، عبد الجبار کی "العمد" اور ابو الحسین انصاری کی اس پر "المعتمد" نامی شرح کا تذکرہ کرنے کے بعد اسی تسلسل و ربط کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا :

"ثم لخص هذه الكتب الاربعة فحلان من المتكلمين المتأخرين وهما الامام فخر الدين بن الخطيب في كتاب المحصول وسيف الدين الامدي في كتاب الاحكام واختلف طرائقهما في الفن بين التحقيق والحجاج فابن الخطيب اميل الى الاستكثار من الادلة والا حجاج والامدي مولع بتحقيق المذاهب وتفريع المسائل"^۳

(اس کے بعد متاخرین متکلمین میں سے امام فخر الدین بن الخطیب نے کتاب المحصول میں اور سیف الدین آمدی نے کتاب الاحکام میں ان چاروں کتابوں کا خلاصہ تحریر کیا مگر دونوں بزرگ طریق تحقیق اور طرز بحث میں ایک دوسرے سے مختلف رہے۔ ابن الخطیب نے اول کی زیادہ بھرمار کی اور احتجاج کا رنگ ان پر غالب رہا۔ آمدی کو تحقیق مذاہب سے بڑی وابستگی رہی اور وہ تخریج مسائل کی طرف زیادہ مائل رہے)

ابن خلدون شرق و غرب میں ان کی مقبولیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"واقنظف شهاب الدين القرافي منهما مقدمات وقواعد في كتاب صغير سماه التنقيحات وكذلك فعل البيضاوي في كتاب المنهاج وعنى المبتدؤن بهذين الكتابين وشرجهما كثير من الناس واما كتاب الاحكام للامدي وهو اكثر تحقيقا في المسائل فليخصه ابو عمر بن الحاجب في كتابه المعروف بالمختصر الكبير ثم اختصره في كتاب اخر تداوله طلبة العلم وعنى اهل المشرق والمغرب به وبمطالعتة و شرحه وحصلت زبدة طريقة المتكلمين في هذا الفن في هذه المختصرات"^۴

۱۔ ابوالحسن علی بن ابی علی (بن) محمد بن سالم اشعری (۱۱۵۶ھ/۱۲۳۳) دمشق میں وفات پائی۔

۲۔ وفیات الاعیان، ابن خلکان ۱/۳۲۹، ۳۳۵۔ کشف الظنون ۱۷۱، ہدیۃ العارفین ۵/۷۰۷، فتح المسکن ۲/۵۷، ۵۸، دائرۃ المعارف

اسلامیہ/۲۳۰۔ اردو دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۴۱۲ھ۔ ۱۹۹۳

۳۔ حوالہ سابق۔ ص ۴۵۵، ۴۵۶

۴۔ مقدمہ ابن خلدون۔ ص ۴۵۵

(بعد ازاں شہاب الدین قرانی نے ان دونوں کتابوں سے مقدمات و قواعد اخذ کئے اور ان کو ایک چھوٹی سی کتاب میں ضبط کیا جس کا نام تنقیحات رکھا۔ اسی طرح بیضاوی نے "کتاب المنہاج" میں یہی طرز اختیار کیا۔ ان دونوں کتابوں کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور بہت سے لوگوں نے ان پر شرحیں لکھیں۔ ادھر امدی کی کتاب الاحکام (جو مسائل کی پاکیزہ تحقیقات پر مشتمل تھی) کا خلاصہ ابو عمر بن الحاجب نے اپنی کتاب "مختصر الكبير" میں کیا۔ پھر اس کا خلاصہ ایک دوسری کتاب کی شکل میں لکھا جس کو طلبہ نے بہت پسند کیا۔ اہل مشرق و مغرب نے اس کو بڑی اہمیت دی، شوق و ذوق سے اس کے مطالعے ہوئے اور اچھی اچھی شرحیں اس پر لکھی گئیں.....)

کتاب کے مشتملات سے متعلق علامہ امدی نے لکھا :

"وسمیتہ : کتاب الاحکام فی اصول الاحکام . وقد جعلتہ مشتملاً علی اربع قواعد : الاولى : فی تحقیق مفہوم اصول الفقہ و مبادیہ . الثانية : فی تحقیق الدلیل السمعی و اقسامہ ، وما یتعلق بہ من لوازمہ و احکامہ . الثالثة : فی احکام المجتہدین ، و احوال المفتین و المستفتین الربعه : فی ترجیحات طرق المطلوبات "۔^۱

(اور میں نے اپنی اس کتاب کا نام "کتاب الاحکام فی اصول الاحکام" رکھا اور اس کو چار قواعد پر مرتب کیا۔ پہلا : اصول فقہ اور اس کے مبادی کے مفہوم کی تحقیق میں ہے۔ دوسرا : دلیل سمعی اور اس کے اقسام اور اس کے لوازم و احکام کے تعلقات کی تحقیق میں ہے۔ تیسرا : مجتہدین کے احکام، مفتیان اور مستفتیان کے احوال میں ہے۔ چوتھا : مطلوبات کے طریقوں کو ترجیح دینے کے بارے میں ہے)

الاحکام میں انہوں نے اولاً کلامی و لغوی مبادیات بیان کئے۔ لفظ کی انواع اور اس کی حقیقت پر کلام کیا پھر مبادیات فقہ اور احکام شرعیہ اور حکم کی اقسام اور اولیہ احکام پر گفتگو کی۔ پھر عام، خاص، دلالت، مفہوم و تخصیص اور ان کی انواع پر بحث کی۔ مطلق، مقید، مجمل، نسخ، ناسخ و منسوخ پھر قیاس۔ اس کی اقسام و انواع اور پھر شافعیہ وغیرہ کے نزدیک حدود و کفارات کے قیاس سے اثبات پر بحث کی۔ پھر استصحاب مذہب، صحابی، استحسان، مصالح مرسلہ اور اجتہاد و تقلید پر گفتگو کی۔

الاحکام کی تالیف کا زمانہ : امدی ۶۲۵ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ یعنی عمر کے آخری زمانے میں جب علم و شعور کی پختگی اور تجربہ اپنے کمال پر تھا، یہ اس زمانے کی تالیف ہے۔

الاحکام کی تلخیصات :

- ۱۔ ابو عمر بن الحاجب نے اپنی کتاب "مختصر الكبير" میں اس کا خلاصہ لکھا۔^۲
- ۲۔ حاجی خلیفہ نے علامہ شیرازی کے حوالہ سے لکھا کہ ابن حاجب نے اس کتاب کی تلخیص لکھی جس کا نام منتہی رکھا تھا۔^۳

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام۔ سیف الدین امدی ۸/۱، مقدمہ الکتاب بیروت دار الفکر طبعہ جدیدہ ۱۳۳۱ھ۔ ۱۹۹۶ء

۲۔ کشف الظنون ۱/۱۷۱ ۳۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۳۵۵ ۴۔ کشف الظنون ۱/۱۷۱

الاحکام پر تحقیق: یہ کتاب عبدالرزاق عصفی کی تحقیق سے دمشق المکتب الاسلامی سے چھپی۔ پہلی مرتبہ ۱۳۸۷ھ میں ریاض سے اور دوسری مرتبہ ۱۴۰۲ھ میں بیروت سے دو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ محقق عبدالرزاق عصفی نے امدی کی کتاب کے اسلوب کے متعلق لکھا:

”اقول ان الامدی درس الفلسفة بأقسامها المختلفة وتوغل فيها وتشعب بها روحه حتى ظهر اثر ذلك في تأليفه، ومن قرا كتبه وخاصة ما ألفه في علم الكلام واصول الفقه يتبين له ما ذكرت، كما يتبين له منها انه كان قوي المعارضة كثير الجدل واسع الخيال النشيقات في تفصيل المسائل، والترديد والسبر والتقسيم في الادلة الى درجة قد تنتهي بالقارئ احيانا الى الحيرة“۔^۱

(میں کہتا ہوں کہ امدی کو فلسفہ کی مختلف اقسام میں مکمل دسترس حاصل تھی۔ یہ بات ان کی روح میں رچ بس گئی تھی اور اس کا اثر ان کی تالیف میں نمایاں نظر آتا تھا اور جو بالخصوص علم کلام و اصول فقہ میں ان کی کتب کو پڑھتا ہے وہ اس بات کو فوراً محسوس کر لیتا ہے۔ اسی طرح ان کی تالیف سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ زبردست مناظر، جدلی، وسیع الخيال، مسائل کی تفصیل میں متعدد طرق پیش کرنے والے، تردید کرنے والے اور پرکھنے کے ماہر تھے اور اہل کی تقسیم میں تو کبھی کبھار قاری کو حیرانی کے انتہائی درجے تک پہنچا دیتے ہیں)

ابوالمؤید موفق بن محمد الحنفی (متوفی ۵۷۹ھ-۶۳۳ھ)^۲

فقہ، اصولی، مناظر، شاعر تھے۔ خلافت وادب کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے کتاب ”الفصول فی علم الاصول“ تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ طاہر بن محمد حنفی اور ابن عقیل نے بھی اسی نام سے کتب تالیف کی تھیں۔^۳

سید یحییٰ بن محسن الزیدی (متوفی ۶۳۶ھ)

انہوں نے کتاب ”المقتع فی الاصول“ تالیف کی۔^۴

احمد الخوی شافعی (متوفی ۵۸۳ھ-۶۳۷ھ)^۵

آذربائیجان کے علاقے خوی میں تعلیم حاصل کی پھر خراساں جا کر امام فخر الدین کے ساتھ قطب مصری سے اصول کی تعلیم حاصل کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام فخر الدین سے اصول کی تعلیم حاصل کی تھی۔ جمال الدین مصری کے بعد شام میں قاضی القضاة کے منصب پر فائز رہے۔

۱۔ تحقیقی مقدمہ علی الاحکام لہامدی۔ عبدالرزاق عصفی ص ”ز“، دمشق المکتب الاسلامی ۱۳۸۷ھ

۲۔ ابوالمؤید موفق بن حسن ابوسعید محمد بن علی الخوارزمی صدر الدین (۱۱۸۳ء-۱۲۳۶ء) خوارزم میں ولادت اور مصروفات ہوئی۔

۳۔ کشف الظنون- ۲/۱۲۷۱، ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۳، الفتح المبین ۲/۵۹

۴۔ سید یحییٰ بن محسن بن محفوظ بن محمد۔ المصنف الزیدی المسمی ایضاً المکون ۳/۵۲۸

۵۔ ابوالعباس۔ احمد بن غلیل بن سعادة بن جعفر بن عیسیٰ بن محمد شمس الدین الخوی (۱۱۸۷ء-۱۲۴۰ء) آذربائیجان کے شہر خوی سے تعلق تھا۔

مؤلفات اصولیہ : شذرات الذہب میں ہے ”ولہ کتاب فی اصول الفقہ“^۱
ابوالحسن الحرالی مالکی (متوفی ۶۳۷ھ)^۲

فقیہ، اصولی، نظار، مفسر، منطقی، فیلسوف تھے۔ تحصیل و نشر علم کے لئے مشرق کا سفر کیا۔ تارک الدنیا تھے۔
مؤلفات اصولیہ : الفتح المبین میں مذکور ہے :

”ولہ مصنفات فی الاصول والمنطق والطبیعات والالہیات والفرائض“

(اور ان کی اصول، منطق، طبیعات، الہیات و فرائض میں مصنفات ہیں)

آپ کے ایک شاگرد ابوالعباس العبرینی کا بیان ہے :

”تعلمنا علیہ تفسیر الفاتحۃ فی نحو ستۃ اشہر، فكان یلقی فی التعلیم قوانین تنزل فی

علم التفسیر منزلة اصول الفقہ من الاحکام“^۳

(ہم نے ان سے تقریباً سولہ ماہ میں سورہ فاتحہ کی تفسیر سیکھی۔ وہ اسباب نزول کی تفسیر کے دوران اصولی احکام بیان کرتے جاتے تھے)

جمال الدین الحصری حنفی (متوفی ۵۳۶ھ-۶۳۷ھ)^۴

فقیہ، اصولی و محدث تھے، ان کے والد تاجر تھے جو حصر (چٹائی) کے پیشہ سے وابستہ تھے۔ اس لئے حصری مشہور ہوئے۔ حسن بن منصور قاضی خان سے تفقہ حاصل کیا۔ علم کی تحصیل و نشر و اشاعت کے لئے نیشاپور، حلب، شام، مکتہ، دمشق کے اسفار کئے۔ ابن کثیر نے لکھا : ”وصار الی دمشق فانتهت الیہ ریاسة الحنفیۃ بہا“
مذہب حنفی کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ زندگی بھر تدریس، تصنیف اور افتاء وغیرہ کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے : ”ولہ کتاب الطریقة الحصریۃ فی الخلاف بین الحنفیۃ والشافعیۃ“^۵

ابوالعباس المقدسی شافعی (متوفی ۶۳۸ھ)^۶

فقیہ و اصولی تھے۔ ہمدان کا سفر کیا، وہاں رکن طاووسی سے ملتزم ہو گئے، یہاں تک کہ معید بن گئے، بخارا کا سفر کیا۔ علم خلاف میں آپ کا نام شہرت کی بلندیوں پر پہنچا۔ کثرت سے اوراد و تہجد کی پابندی کرتے۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۲-۹۳، الوافی بالوفیات، الصغدی ۶/۳۷۵-۳۷۶، شذرات الذہب ۵/۱۸۳، عیون الانباء، طبقات الاطباء ۲/۱۷۱، القلائد الجوہریۃ ۵۸۲

۲۔ ابوالحسن علی بن احمد بن الحسن بن ابراہیم التیمی الحرالی الاندلسی المراكشی متوفی ۱۲۳۹ء، مراکش میں ولادت ہوئی اور شام میں وفات پائی۔

۳۔ شذرات الذہب ۵/۱۸۹، الفتح المبین ۲/۶۰

۴۔ ابوالحاج محمد بن احمد بن عبد السید بن عثمان بن نصر بن عبد الملک البخاری الحصری، جمال الدین (۱۱۵۱ء-۱۲۳۹ء)، بخاری میں ولادت اور سیون میں مدفون ہوئے۔

۵۔ الاعلام-خیر الدین الزرکلی ۳/۱۰۰۹، مصر، المطبعۃ العربیۃ ۱۳۳۷ھ-۱۹۲۸ء، الجواہر المعصیۃ ۲/۱۵۵-۱۵۶ (۳۷۶)، الفوائد البسیۃ ص ۲۰۵، الفتح المبین ۲/۶۱ ابن کثیر ۱۳/۱۵۲

۶۔ ابوالعباس-احمد بن محمد بن خلف بن راج المقدسی الحسنبلی ثم الشافعی متوفی ۱۲۳۱ء

مؤلفات اصولیہ : آپ نے "شرح المعالم" تالیف کی جو امام فخر الدین رازی کی اصول فقہ میں کتاب "المعالم" کی شرح ہے۔^۱

سہل الازدی مالکی (۵۵۹ھ-۶۳۹ھ)^۲

فقہ، اصولی، محدث، ادیب اور لغت عربیہ میں مہارت رکھتے، راس الفقہاء تھے۔ فقہ و اصول میں تبحر حاصل تھا۔ ابن فرحون نے ابن عبد الملک کا قول لکھا کہ انہوں نے ان کے تعریفی کلمات میں کہا :

"كان من افضل اهل عصره تفننا في العلوم ، وبراعة في المنثور والمنظوم ،

واحر النصب من الفقه والاصول"

(اپنے زمانے میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت، علوم میں متفنن اور نثر و نظم میں کامل دسترس رکھتے، فقہ و اصول کا بہت علم رکھتے تھے)

مؤلفات اصولیہ : ابن فرحون نے لکھا :

"وله تعالیق جلیلة علی کتاب المستصفی فی اصول الفقہ"^۳

(المستصفی فی اصول الفقہ پر ان کی بہترین تعالیق موجود ہیں)

العربی الزیدی (متوفی ۶۴۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : ان کی فقہ و اصول پر تصانیف ہیں۔^۴

ابن الصلاح شافعی (متوفی ۵۷۷ھ-۶۴۳ھ)^۵

فقہ، اصولی، مفسر، محدث اور لغوی تھے۔ اپنے والد سے علم سیکھا، جن کا شمار گنے چنے کرد علماء میں ہوتا تھا۔ موصل، بغداد، نیشاپور، دمشق اور قدس وغیرہ کی طرف علمی سفر کئے اور وہاں کے مشہور مدارس میں تدریس کی۔ شیخ تاج الدین الفرکاج، احمد بن ہبہ اللہ بن عساکر اور ابن خلدان نے ان سے روایت کیا ہے۔^۶

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا، البتہ اصول فقہ میں ان کی آراء ملتی ہیں۔ مثلاً :

۱۔ قوله : ان الصحابی اذا قال : عن النبی کذا : فهو محمول علی السماع

۲۔ اذا قال الصحابی : کنا نفعل کذا فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم کانا حجة

۱۔ ایضاح المکنون ۱۸۹/۳، ہدیہ العارفین ۹۳/۵، شذرات الذہب ۱۸۹/۵، معجم الاصولین ۱/۲۱۱ (۱۵۵)

۲۔ ابوالحسن کل بن محمد بن کل بن مالک الازدی الغرناطی (۱۱۶۳ء-۱۲۳۱ء)

۳۔ ہدیہ العارفین ۵/۴۱۳، الدیاج ص ۲۰۵-۲۰۶، الفتح المبین ۲/۶۲، معجم الاصولین ۲/۱۳۲ (۳۶۷)، معجم المؤلفین ۴/۲۸۵

۴۔ عبد اللہ بن زید بن مہدی حسام الدین العربی، ہدیہ العارفین ۵/۳۶۰

۵۔ ابن الصلاح ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسیٰ ابن ابی النضر الکردی الشہروری الشرحانی تقی الدین متوفی ۱۲۴۵ء، شہرور میں

ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔ ۱۔ الفتح المبین ۲/۶۳-۶۴

حسام الدین الاخسیکشی حنفی (متوفی ۶۴۲ھ)

فقیہ اور اصول و فروع میں امام تھے۔ علامہ حسام الدین محمد بن محمد یگانہ روزگار علماء میں سے تھے۔ آپ فرغانہ میں نہر شباس کے کنارے واقع قصبہ اخسیکٹ کے باشندے تھے۔ اگرچہ آپ اہل علم میں حسام الدین کے لقب سے مشہور ہیں مگر انہیں ابن المناقب بھی کہا جاتا ہے۔

المنتخب الحسامی کا تجزیہ :

ان کی تصانیف میں سے ”المنتخب الحسامی“ اصول فقہ کی اہم کتاب ہے جس کا شمار جامع اور مشکل متون میں سے ہوتا ہے۔ بہت سے مسائل کو مختصر عبارت میں بیان کر دینا مصنف کا طرہ امتیاز ہے۔ اسی لئے اس پر کثرت سے شروح وغیرہ لکھی گئی ہیں۔ الفوائد البہیہ میں ہے :

”لہ المختصر فی اصول الفقہ المعروف بالمنتخب الحسامی“

(اصول فقہ میں ان کا ایک مختصر ہے جو ”المنتخب الحسامی“ سے معروف ہے)

وہ مزید لکھتے ہیں :

”وقد طالعت مختصره المعروف بالمنتخب الحسامی نسبة الى لقبه حسام الدين وهو مختصر متداول معتبر عند الاصولیین قد شرحه جمع غفیر من الفقهاء الکاملین“۔^۱
(میں نے ان کے مختصر کا جوان کے لقب حسام الدین کی نسبت سے ”المنتخب الحسامی“ کے نام سے معروف ہے مطالعہ کیا ان کی کتاب اصولیین کے یہاں ایک متداول (مروجہ) معتبر اور مختصر ہے۔ فقہائے کاملین میں سے ایک بڑی جماعت نے اس کی شرحیں لکھیں)

صاحب ہدیۃ العارفین نے بھی یہی لکھا کہ یہ کتاب علماء کے یہاں مشہور ہے۔

حسامی کے شارحین..... اس کتاب پر زیادہ تر عربی، فارسی اور اردو میں شرحیں لکھی گئیں۔ جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ محمد بن محمد بن مبین ابوالفضل نوری حنفی نے شرح لکھی اور اس کی تالیف سے ۶۹۲ھ میں فارغ ہوئے۔ اس شرح پر حاشیہ..... ابو محمد منصور احمد بن یزید القانی حنفی متوفی ۷۷۵ھ نے اس پر حاشیہ لکھا۔^۲
- ۲۔ مؤید الدین ابو محمد منصور بن احمد بن یزید الخوارزمی القانی حنفی متوفی ۷۰۵ھ۔^۳
- ۳۔ شیخ حسام الدین حسین بن علی صنعانی متوفی ۷۱۰ھ یا ۷۱۳ھ نے ”الوافی“ کے نام سے شرح لکھی۔^۴

۱۔ محمد بن محمد عمر متوفی ۱۲۴۷ھ ۲۔ الفوائد البہیہ ص ۱۸۸، الجوہر المصنوع ۱۲۰/۲، ہدیۃ العارفین ۱۲۳/۶

۳۔ ایضاح المکنون ۵۶۹/۳، ہدیۃ العارفین ۱۳۸/۶ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۳۷۴/۶

۵۔ ہدیۃ العارفین ۳۱۳/۵، الفتح المبین ۱۱۲/۲، معجم الاصولیین ۷۲۰/۲ (۳۰۷)

۴۔ حافظ اللہ عبداللہ بن احمد النسفی متوفی ۷۱۰ھ نے دو شرحیں تالیف کیں۔ پہلی شرح منتخب مختصر اور دوسری شرح منتخب (مطلوب) ہے۔^۱

۵۔ شیخ عبدالعزیز بن احمد بخاری متوفی ۷۲۰ھ نے ”التحقیق“ یا ”غایۃ التحقیق“ کے نام سے شرح لکھی۔^۲

۶۔ ابراہیم بن ہبہ اللہ بن علی شافعی متوفی ۷۲۱ھ۔^۳

۷۔ شیخ قوام ابن کاتب بن امیر الاتقانی حنفی متوفی ۷۵۸ھ نے التہیین کے نام سے شرح لکھی۔^۴

۸۔ سعد الدین بن قاضی بدہن بن شیخ محمد القدوائی خیر آبادی متوفی ۸۰۲ھ۔^۵

۹۔ سعد الدین بن قاضی خیر آبادی ہندی حنفی متوفی ۸۸۲ھ۔^۶

حسامی پر حاشیہ :

(۱) مولانا معین الدین عمران دہلوی متوفی ۷۲۵ھ تا ۷۵۲ھ۔^۷

(۲) عبدالکیم بن شمس الدین سیالکوٹی حنفی متوفی ۱۰۶۷ھ۔^۸

حسامی پر تعلیقہ تاج الدین احمد عثمان بن ابراہیم ابن ترکمانی متوفی ۷۴۳ھ نے المنتخب پر تعلیقہ لکھا۔^۹

چند مزید شروح و تعلیقات و حواشی :

☆ تعلیم العامی فی تشریح الحسامی مولانا برکت اللہ بن محمد احمد بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (متوفی ند)

☆ شرح الحسامی شیخ یعقوب ابو یوسف النبائی لاہوری (متوفی ند)

☆ النامی شرح الحسامی مولانا عبدالحق بن محمد میر دہلوی متوفی ۱۳۳۳ھ

☆ التعلیق الحسامی علی الحسامی فیض الحسن بن مولانا فخر الاسلام گنگوہی

☆ حاشیہ علی الحسامی قاضی عبدالنبی احمد گگری متوفی ۱۱۴۳ھ۔^{۱۰}

۱۔ ہدیۃ العارفین ۳/۴، الفوائد البیہ ص ۱۰۱-۱۰۲، الفتح المبین ۲/۱۰۸

۲۔ الفوائد البیہ ص ۱۱۸، الفتح المبین ۲/۱۳۶، معجم الاصولین ۲/۲۰۷-۲۰۸ (۲۳۱) ۳۔ الفتح المبین ۲/۱۲۲

۴۔ الفوائد البیہ ص ۱۱۸، ۵۰۱-۵۲، الفتح المبین ۲/۱۷۲، معجم الاصولین ۱/۲۸۵-۲۸۶ (۲۲۸)

۵۔ معجم الاصولین ۲/۱۱۹ (۳۵)، اس میں بحوالہ ہدیۃ العارفین ۱/۳۸۵ ذکر ہے، مگر اس میں ان کا نام سعد الدین بن القاضی

آخر آبادی الہندی، ذکر ہے، نزہۃ الخواطر ۲/۷۸-۷۹ (۹۳) ۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۵

۷۔ تذکرہ المصنفین ص ۲۱۱، التقریر النامی شرح حسامی از محمد اشرف نقشبندی مقدمہ ص ۲۱/ مصباح الحسامی اردو از محمد اسعد اللہ مقدمہ

کل احمدی ص ۶-۷ ۸۔ معجم الاصولین ۲/۱۶۷ (۳۹۹)

۹۔ الطبقات السنیہ ۱/۳۳۹-۳۵۰ (۲۳۰)

۱۰۔ مصباح الحسامی ص ”د“، ”ه“ مقدمہ التقریر النامی ص ۲۱

ابن الحاجب مالکی (۵۰ھ-۶۴۶ھ) ۱

فقیہ، اصولی، متکلم، نظارہ، محقق، شاعر و ادیب تھے۔ شام و دمشق کے کئی سفر کئے۔ ۶۱۷ھ میں آخری بار دمشق آئے اور تدریسی خدمات انجام دینے لگے۔ اسی زمانہ میں دمشق کے سلطان صالح اسماعیل نے ایک شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیا، اس پر ابن حاجب اور شیخ عزالدین ابن سلام متوفی ۶۶۰ھ نے منبر پر علی الاعلان سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور سلطان کا نام اور اس کے لئے دعا کو خطبہ سے نکال دیا اور ۶۲۸ھ میں واپس قاہرہ آ کر تدریس و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ ابن حاجب نے اصول فقہ کی تعلیم شارح البرہان للحوینی، ابوالحسن الابیاری مالکی اصولی متوفی ۶۱۸ھ سے حاصل کی۔ امام شہاب الدین قرانی اصولی متوفی ۶۸۳ھ صاحب التنفیص فی مختصر المحصول للرازی، نفائس الاصول شرح المحصول للزاری اور قاضی ناصر الدین ابن المنیر اصولی متوفی ۶۳۰ھ جن کی اصول فقہ میں آراء وغیرہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ الدیباچ میں شیخ الشاہ شہاب الدین دمشق معروف بابی شامہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ”الدلیل علی الروضین“ میں لکھا :

”کان ابن الحاجب رکناً من ارکان الدین فی العلم والعمل بار عافی العلوم الاصولیة
وتحقیق علم العربیة.....“

(ابن حاجب ارکان دین میں سے ایک رکن تھے۔ علوم اصولیہ اور تحقیق علم العربیہ..... میں مہارت تامہ رکھتے تھے)
اور آگے لکھتے ہیں :

”وصنف مختصراً فی اصول الفقہ، ثم اختصره“
(انہوں نے اصول فقہ میں ایک مختصر تصنیف کیا پھر خود ہی اس کا اختصار کر دیا)

اور کمال الدین الزمکانی سے منقول ہے :

”لیس للشافعیۃ مثل مختصر ابن الحاجب للمالکیۃ“
(ابن حاجب مالکی کی مختصر کی مثل شافعیہ کے پاس کوئی مختصر نہیں ہے)

مؤلفات اصولیہ :

(۱) منتہی السؤل والامل فی علم الاصول والجدل

(۲) مختصر منتہی السؤل والامل ۲

ابن حاجب نے پہلے منتہی السؤل والامل تالیف کی اور پھر اس کا اختصار کیا جو ”مختصر المنتہی“ سے مشہور ہے۔ دونوں کتابیں ہر زمانے میں شارحین وغیرہ کے لئے توجہ کا مرکز رہیں اور ان پر کثرت سے شرحیں، حواشی، تعلیقات وغیرہ لکھے جاتے رہے۔ تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ ان کو ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے :

۱۔ ابو عمرو عثمان ابن عمر بن ابوبکر بن یونس بحال المرن ۱۱۷۷ھ-۱۲۳۷ھ، مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ الفتح المبین ۶۵/۲-۶۶/۲، ۵۲/۲، ۸۶/۲، ۸۳/۲، ۸۹/۲، ۲۹۹/۲، ۳۰۶/۲، ۱۲۸/۲، ۱۳۳/۲، ہدایۃ العارفین ۶۵۳/۵، وفیات الاعیان ۳۱۳/۱

منتہی السؤل والامل کا تحقیقی تجزیہ :

منتہی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل کے شارحین وحاشیہ نگار :

- ۱۔ جمال الدین بن مطہر بن یوسف الخلی الرافضی الشیعہ متوفی ۷۲۶ھ نے "غایۃ الوضوح وایضاح السبل" کے نام سے شرح تالیف کی۔^۱
- ۲۔ شمس الدین محمد بن مظفر الخطیب الخلی شافعی متوفی ۷۴۵ھ۔^۲
- ۳۔ ابوالفیاء خلیل بن اسحاق بن موی الجندی المصری متوفی ۷۶۷ھ نے "التوضیح" کے نام سے شرح لکھی۔^۳
- ۴۔ محمد بن حسن بن عبداللہ الحسینی الواسطی شافعی متوفی ۷۷۷ھ۔^۴
- ۵۔ اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود الباریثی متوفی ۷۸۶ھ نے "النقود والردود" کے نام سے شرح لکھی۔^۵
- ۶۔ شمس الدین محمد بن عبداللہ الصرخدی نحوی شافعی متوفی ۷۹۲ھ۔^۶
- ۷۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد بن العقبانی التلمسانی مالکی متوفی ۸۱۱ھ۔^۷
- ۸۔ ابوالفتح جلال الدین نصر اللہ بن محمد التستری البغدادی حنفی متوفی ۸۱۲ھ۔^۸
- ۹۔ ابویوسف شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن نعیم بن مقدم السباطی مصری مالکی متوفی ۸۳۲ھ نے "توضیح المعقول وتحریر المنقول" کے نام سے شرح تالیف کی۔^۹
- ۱۰۔ الاشعری شہاب الدین احمد بن اسماعیل المصری متوفی ۸۸۸ھ۔^{۱۰}
- ۱۱۔ ابوالفتح بہاء الدین محمد بن ابوبکر بن علی المشہدی شافعی متوفی ۸۸۹ھ۔^{۱۱}
- ۱۲۔ جلال الدین ابوالفتح محمد بن قاسم مصری مالکی متوفی ۹۲۶ھ۔^{۱۲}
- ۱۳۔ جلال الدین حسن بن احمد البیہقی زیدی متوفی ۱۰۷۹ھ نے "بلوغ النہی فی شرح المنتہی ای منتہی السؤل والامل لابن حاجب" تالیف کی۔^{۱۳}

- | | |
|--|---|
| ۱۔ کشف الظنون ۱/۱۸۵۵، ایضاح المکنون ۳/۵۷۲ | ۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۵۳ |
| ۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۲ | ۳۔ ایضاح المکنون ۳/۵۷۲ |
| ۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۱، الفتح المبین ۲/۲۰۱ | ۴۔ ایضاح المکنون ۳/۵۷۲ |
| ۵۔ صاحب معجم الاصولین نے ۱۳۱-۱۳۲ (۳۵۸) کے حاشیہ میں ایضاح المکنون ۲/۸۷۲ کے حوالے سے لکھا مگر تلاش کے باوجود حوالہ اس مقام پر نہیں ملا۔ | ۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۹۳، ایضاح المکنون ۳/۵۷۲ |
| ۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۲ | ۶۔ ایضاح المکنون ۳/۵۷۲ |
| ۷۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۸، ایضاح المکنون ۳/۵۷۲ | ۷۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۱، ایضاح المکنون ۳/۵۷۲ |
| ۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۵، ایضاح المکنون ۳/۵۷۲ | ۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۵، ایضاح المکنون ۳/۵۷۲ |

- ۱۴۔ عبد القادر بن نبهان دمشقی متوفی ۱۱۰۰ھ معروف بہ ابن ہادی۔^۱
- ۱۵۔ اسماعیل بن مصطفی الارضروی التائب حنفی متوفی ۱۲۱۳ھ۔^۲
- ۱۶۔ خلیل بن احمد بن ہمت القونوی حنفی متوفی ۱۲۲۳ھ۔^۳

مزید شارحین :

- ۱۷۔ الاشیطی سلیمان بن متوفی سنہ
- ۱۸۔ قاسم العقبانی متوفی سنہ
- ۱۹۔ محبت الدین ابوالقاسم محمد بن محمد بن احمد النوری متوفی سنہ
- ۲۰۔ سید عمر بن صالح الفیضی التوقادی الرومی متوفی سنہ۔^۴

منتہی السؤل پر حاشیہ لکھنے والے علماء :

- ۱۔ ابو حامد محمد رضی الدین الفاسی المغربی مالکی متوفی ۸۲۳ھ نے "اداء الواجب فی تصحیح ابن الحاجب" کے نام سے حاشیہ لکھا۔^۵
- ۲۔ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی متوفی ۸۸۶ھ۔^۶
- ۳۔ حسن بن عبد الصمد السامونی حنفی متوفی ۸۹۱ھ یا ۸۸۱ھ۔^۷
- ۴۔ حسین بن علی الایدینی حنفی متوفی ۱۲۱۳ھ ایضاح المکنون میں یہ عبارت ہے: "وعلى شرح السيد الشريف الحبر جاتى المنتهى السؤل والامل حاشية للسيد حسين الرومي الشهيد بطات زاده المتوفى سنة ۱۰۷۹ھ۔^۸

مگر ہماری ناقص معلومات کے مطابق شریف جرجانی نے نہ ہی "شرح لمنتهی السؤل والامل" تالیف کی اور نہ ہی "مختصر المنتہی" پر ان کی کوئی شرح ہے بلکہ شرح العصد المختصر المنتہی پر ان کا حاشیہ ہے۔ صاحب معجم الاصولیین کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

- ۵۔ خلیل بن احمد مسیحی زادہ المغنیادی حنفی متوفی ۱۲۳۰ھ

۱۔ ایضاح المکنون ۵۷۳/۳ ۲۔ ایضاح المکنون ۵۷۲/۲، معجم الاصولیین ۲۷۱/۱ (۲۱۶) میں بحوالہ معجم المؤلفین ۲/۲۹۵ اور بحوالہ ہدیۃ العارفین ۱/۱۲۲ ذکر ہے اور حاشیہ میں لکھا ہے کہ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے حاشیہ علی سید علی شرح المعصد علی مخم ابن الحاجب "بدل شرح المنتہی" تالیف کیا، مگر ہدیۃ العارفین ۱/۱۲۲ میں یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔

۳۔ ایضاح المکنون ۵۷۲/۳، معجم الاصولیین ۲/۹۰-۹۱ (۳۲۷) معجم المؤلفین ۳/۱۱۳ ۴۔ ایضاح المکنون ۵۷۲/۳

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۴ ۶۔ معجم العارفین ۱/۲۳۲-۲۳۳ (۱۸۵) معجم المؤلفین ۲/۱۸۷

۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۸

۸۔ ایضاح المکنون ۳/۵۷۳، اس میں تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ ذکر ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۷۱ (۳۰۲)

مختصر المنتہی کا تحقیقی تجزیہ :

ابن حاجب نے پہلے ”منتہی السؤل“ تالیف کی اور پھر تقریباً ایک چوتھائی حذف کر کے اسے علامہ سادہ کی ”الاحکام“ کی ترتیب پر مختصر کیا۔ حاجی خلیفہ نے قطب الدین محمود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ”مختصر المنتہی“ تالیف کرنے کی وجہ وہ خود ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں :

”لما رأیت قصور الهمم عن الاکتار ومیلها الی الایجاز والاختصار صفت مختصراً فی اصول الفقہ ثم اختصرته علی وجه بدیع وینحصر فی المبادئ والادلة السمعیة والاجتهاد والترجیح“۔

جب میں نے عام قاری کے عزائم اور ارادوں میں بہت زیادہ کمزوری دیکھی اور ان کا میلان ایجاز و اختصار کی طرف پایا تو میں نے اصول فقہ میں ایک مختصر تصنیف لکھ دی۔ پھر میں نے ایک نئے انداز سے اس کا اختصار کیا اور اس میں مبادی، ادلہ سمعیہ، اجتہاد اور ترجیح سب شامل ہیں)

حاجی خلیفہ اس مختصر کی تعریف میں لکھتے ہیں :

”وهو مختصر غریب فی صنعه بدیع فی فنه لغایة ایجازہ یضاهی الالغاز و یحسن ایرادہ یحاکی الاعجاز و اعتنی بشانہ الفضلاء“۔

(یہ مختصر ایک بے مثل کتاب ہے اور اس فن میں انتہائی اختصار کے باوجود معجم کے مشابہ ہونے اور کتابت پیدا کرنے والے بیان سے پاک ہے اور اس کا پُرکشش انداز فضلاء کو اپنی طرف متوجہ کے لیتا ہے)

مختصر المنتہی پر شرح، حواشی، حواشی الجواشی تعلیقات و اختصارات :

شارحین اور شرح پر حواشی :

- ۱۔ محمد بن ابی بکر الفارسی متوفی ۶۲۹ھ۔
- ۲۔ عزالدین ابن عبدالسلام شافعی متوفی ۶۶۰ھ۔
- ۳۔ قاضی امام ناصر الدین عبداللہ عمر البیضاوی متوفی ۶۸۱ھ نے ”مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام“ کے نام سے شرح لکھی۔

اولہ : الحمد للہ الذی ہدانا الی منہج الحق۔ الخ ۵

۴۔ علامہ قطب الدین محمود ابن مسعود شیرازی متوفی ۷۱۰ھ

اولہ : حمد للہ اولی ما استفتح بہ ذکر۔ الخ ۶

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲	۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲
۳۔ معجم الاصولین ۲۱۰-۲۰۹/۱ (۲۳۳)	۴۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲
۵۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲	۶۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲

شرح قطب الدین پر حاشیہ :

شمس الدین حبیب اللہ بن عبد اللہ العلوی دہلوی میرزا جان شیرازی متوفی ۹۹۴ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھایا۔

- ۵۔ تقی الدین ابن دقاق العید محمد بن علی شافعی متوفی ۷۰۲ھ۔^۲
- ۶۔ سید رکن الدین حسن ابن محمد العلوی الاسترآبادی متوفی ۷۱۷ھ نے "احل العقد والعقل" کے نام سے شرح لکھی۔ ۶۸۴ھ میں تالیف سے فراغت پائی۔ اس کے شروع میں سلطان ملک المظفر قرارسلان بن سعید نجم الدین الغازی الازرقی (الانقی) کا نام مذکور ہے۔
- اولہ : اما بعد حمد اللہ خالق الصور والاشیاء - الخ۔^۳
- ۷۔ شیخ امام برہان الدین ابراہیم بن عبد الرحمن بن الفرکاح الفزازی شافعی متوفی ۷۲۹ھ۔^۴
- ۸۔ عثمان بن عبد الملک الکردی المصری متوفی ۷۲۸ھ۔^۵
- ۹۔ فخر الدین عثمان بن نور الدین علی بن عثمان الکلمی ابن خطیب صدیقی متوفی ۷۳۹ھ۔^۶
- ۱۰۔ محمد بن محمد السفاقی متوفی ۷۴۴ھ۔^۷
- ۱۱۔ شمس الدین محمد بن مظفر الخلی متوفی ۷۴۵ھ۔^۸
- ۱۲۔ شیخ امام ابوالشامہ شمس الدین محمود بن عبد الرحمن اصفہانی متوفی ۷۴۹ھ۔^۹
- الاصنہا کی یہ شرح بیان اختصر فی شرح مختصر ابن الحاج کے نام سے محمد مظہر بقا کی تحقیق کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء میں جامعہ ام القری سعودیہ سے تین جلدوں میں چھپ چکی ہے۔
- ۱۳۔ مجد الدین اسماعیل بن یحییٰ الرازی متوفی ۷۵۰ھ۔^{۱۰}
- ۱۴۔ زین الدین عضد الجہی حنفی متوفی ۷۵۳ھ۔^{۱۱}
- ۱۵۔ زین الدین ابوالحسن علی ابن الحسین الموصلی ابن الشیخ عویہ متوفی ۷۵۵ھ۔^{۱۲}
- ۱۶۔ ابوالبرہیم مجد الدین قاضی القضاۃ اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل التمیمی شیرازی البابی متوفی ۷۵۶ھ۔^{۱۳}

- ۱۔ ہدیۃ العارفین ۲۶۲/۵-۲۶۳، معجم الاصولین ۲۸-۲۷ (۲۵۷)
- ۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲
- ۳۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲
- ۴۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲
- ۵۔ ہدیۃ العارفین ۶۵۶/۵، الفتح المبین ۱۳۳/۳
- ۶۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲
- ۷۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲
- ۸۔ ہدیۃ العارفین ۳۰۹/۶، الفتح المبین ۱۵۸/۲
- ۹۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲
- ۱۰۔ الفوائد البیہ ص ۷۷-۷۸، الفتح المبین ۱۶۳/۲
- ۱۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲، ہدیۃ العارفین ۲۰/۵، الفتح المبین ۱۶۵/۲
- ۱۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲، تاریخ وفات ۷۵۰ھ مذکور ہے، ہدیۃ العارفین ۲۱۳/۵، الفتح المبین ۱۶۷/۲، الاصولین ۲۷۳/۱ (۲۱۹)

- ۱۷۔ ابوالحسن تقی الدین علی بن عبد الکاظمی بن علی بن یوسف بن موسیٰ السبکی، متوفی ۷۵۶ھ نے "رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔^۱
- ۱۸۔ علامہ عضد الدین عبدالرحمن ابن احمد الاسجی، متوفی ۷۵۶ھ نے شرح کی تالیف سے ۷۳۷ھ میں فراغت پائی۔ اولہ : الحمد لله الذي براء الانام - الخ^۲
- نوٹ : اس شرح پر بہت سے حواشی لکھے گئے آخر میں ایک ساتھ ان کو ذکر کیا جائے گا۔
- ۱۹۔ محبت الدین ابوالقضا محمد ابن شیخ علاء الدین علی القنوی قاہری شافعی، متوفی ۷۵۸ھ نے دو اجزاء پر مشتمل ایک عمدہ شرح تالیف کی۔^۳
- ۲۰۔ ابوالعباس احمد بن اوریس السجائی مالکی متوفی ۷۶۰ھ۔^۴
- ۲۱۔ ہارون بن عبدالولی (ابن عبدالسلام المرغی) متوفی ۷۶۳ھ۔^۵
- ۲۲۔ خلیل بن اسحق البغدی، متوفی ۷۶۷ھ۔^۶
- ۲۳۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن ابن عسکر البغدادی مالکی، متوفی ۷۶۷ھ نے "شرح مختصر ابن الحاجب" اور "اجوبہ اعتراضات لابن الحاجب" تالیف کی۔^۷
- ۲۴۔ محمد بن حسن بن الملقی قدسی مالکی، متوفی ۷۷۱ھ۔^۸
- ۲۵۔ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی، متوفی ۷۷۱ھ نے "رفع الحاجب عن شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔^۹
- شرح رفع الحاجب پر حاشیہ محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابرہیم بن سعد اللہ قاضی بدر الدین معروف بہ ابن جماعہ، متوفی ۸۱۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔^{۱۰}
- ۲۶۔ ابو حامد بہاؤ الدین احمد بن علی بن عبد الکاظمی بن علی بن تمام السبکی، متوفی ۷۷۳ھ۔ یہ تاج الدین السبکی کے بھائی ہیں انہوں نے شرح (مطلول) تالیف کی۔^{۱۱}
- ۲۷۔ یحییٰ بن موسیٰ الرضوی مالکی، متوفی ۷۷۴ھ نے ایک عمدہ و مفید شرح لکھی جس میں معانی و مبانی کی منفرد انداز سے تحقیق پیش کی۔^{۱۲}

۱۔ ہدیۃ العارفین ۲/۵۰۵
 ۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۷، الفتح المبین ۲/۱۶۶، معجم الاصولین ۲/۱۷۳ (۴۱۰)
 ۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۰، الفتح المبین ۲/۱۷۱
 ۴۔ الفتح المبین ۲/۱۷۳، معجم الاصولین ۱/۹۰ (۵۹)
 ۵۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶
 ۶۔ کشف الظنون ۲/۱۶۲۵
 ۷۔ الدیان ۳۱۶-۳۱۷، الفتح المبین ۲/۱۸۰
 ۸۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۶۳۹، الفتح المبین ۲/۱۸۳
 ۹۔ کشف الظنون ۲/۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲
 ۱۰۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، الفتح المبین ۲/۱۸۹، معجم الاصولین ۱/۱۷۳-۱۷۴ (۱۲۵)
 ۱۱۔ الفتح المبین ۱/۱۹۰
 ۱۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵

۲۸۔ امام اکمل الدین محمد بن محمد الیابرقی حنفی، متوفی ۷۱۶ھ نے تین مجلدات میں شرح لکھی اور اس کا نام "النقد و الردود" رکھا۔ اس میں انہوں نے "مختصر المنتہی" کی سات مشہور اور تین دوسری شروح سے نقل پر اعتماد کیا۔ کشف الظنون میں ان کے حوالہ سے یہ عبارت نقل ہے کہ انہوں نے کہا :

"وذكر ان خير الكتب مختصر المنتهى وخير شروحه شرح استاد عضد الدين".

(انہوں نے ذکر کیا کہ مختصر المنتہی "خیر الكتب" اور استاد عضد الدین کی شرح "خیر الشروح" ہے)۔

۲۹۔ علامہ سعد الدین التفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ

"اوله : الحمد لله الذي وفقنا للوصول الى منتهى اصول الشريعة" الخ ۲

شرح تفتازانی پر حاشیہ :

احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۰۹۰ھ نے حاشیہ علی حاشیۃ السعد لکھا۔ ۳

۳۰۔ احمد بن محمد بن الزبیری التمسی الاسکندری مالکی متوفی ۸۰۱ھ۔ ۴

۳۱۔ بہرام بن عبد اللہ مالکی متوفی ۸۰۵ھ۔ ۵

۳۲۔ سید شریف علی بن علی الجرجانی حنفی متوفی ۸۱۶ھ۔ ۶

نوٹ : سید شریف جرجانی کی شرح پر بہت سے حواشی ہیں۔ آخر میں ایک ساتھ بیان کئے جائیں گے۔

۳۳۔ شیخ شہاب الدین احمد بن الحسین الرطبی شافعی متوفی ۸۴۴ھ۔ ۷

اس شرح پر ابن جماعہ اور سیوطی کے نکات :

۱۔ عز الدین محمد بن ابی بکر جماعہ متوفی ۸۱۶ھ نے اس پر مکتب نکات تحریر کئے۔ ۸

۲۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی ۹۱۱ھ نے النکت اللوامع علی المختصر والمنہاج وجمع الجوامع تالیف کی۔ ۹

۳۳۔ ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن محمد بن محمد بن یحییٰ مالکی متوفی ۸۷۰ھ معروف بہ بدر الدین بن المخلطہ نے شرح کی تالیف کا آغاز کیا اور کئی جگہ تحریر کیا۔ ۱۰

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲ ۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲

۳۔ معجم الاصولین ۱۲۸/۱ (۹۰) بحوالہ نزہۃ الخواطر ۴/۵

۴۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲ ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۷، الفتح المبین ۶/۳، معجم الاصولین ۱/۲۲۷ (۱۷۰)

۵۔ کشف الظنون ۱۸۵۵/۲ ۶۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲

۷۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲ ۸۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

۹۔ کشف الظنون ۱۹۷۷/۲، معجم الاصولین ۲/۱۷۶-۱۷۷ (۴۱۳)

۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، الفتح المبین ۳/۴۱

- ۳۵۔ ابو یزید عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف الشعالبی متوفی ۸۷۵ھ۔
 ۳۶۔ شمس الدین محمد العماری مالکی متوفی ۷۴۶ھ۔
 ۳۷۔ محمد بن حسین بن عبداللہ السید شریف الحسینی الواسطی شافعی متوفی ۷۷۶ھ۔
 ۳۸۔ ابوالبقاء بہاؤ الدین محمد بن عبدالبر بن یحییٰ بن علی السبکی شافعی متوفی ۷۷۷ھ۔
 ۳۹۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبداللہ الصرخدی متوفی ۷۹۲ھ۔
 ۴۰۔ جلال الدین، جلال بن احمد بن یوسف بن طوع رسلان التبریزی التبتانی متوفی ۷۹۳ھ۔
 ۴۱۔ احمد بن صالح بن محمد البقاعی متوفی ۷۹۵ھ المختصر کے حل و شرح میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ ان کی شرح کی موجودگی کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔
 ۴۲۔ ابوالعباس احمد بن عمر بن علی بن ہلال اسکندری الربعی مالکی متوفی ۷۹۵ھ نے "شرح مختصر ابن حاجب الاصل" اور "رفع الاشکال عما فی المختصر عن الاشکال" تالیف کی اس میں ان اشکال اربعہ کی تشریح کی جو ابن حاجب کی مختصر الاصلی پر وارد ہوتے تھے۔
 ۴۳۔ برہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد ابوالقاسم بن محمد بن فرحون البعری مالکی متوفی ۷۹۹ھ نے "کشف النقاب الحاجب علی مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔
 ۴۴۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد العقبانی التلمسانی مالکی متوفی ۸۱۱ھ۔
 ۴۵۔ صدر الدین سلیمان بن عبدالناصر الاشیطی شافعی متوفی ۸۱۱ھ۔
 ۴۶۔ ابویاسر شمس الدین محمد عمار مالکی متوفی ۸۴۳ھ معروف بہ ابن التجار۔
 ۴۷۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عبدالرحمن ابن زاعوا التلمسانی مالکی متوفی ۸۴۵ھ نے "مختصر ابن الحاجب" کے بعض حصہ کی شرح لکھی۔
 ۴۸۔ صلاح بن علی محمد بن ابوالقاسم ابن محمد بن جعفر البیہقی الصنعائی الزیدی متوفی ۸۴۹ھ نے "النجم الثاقب" کے نام سے شرح تالیف کی۔

- ۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۳۲، معجم الاصولیین ۱/۱۹۱ (۲۲۷)
 ۲۔ الفتح المبین ۱۹۳/۳
 ۳۔ الفتح المبین ۱۹۸/۲
 ۴۔ الطبقات السنیہ ۲/۲۷۸، معجم الاصولیین ۲/۱۷-۱۸ (۲۲۷)
 ۵۔ الفتح المبین ۲/۲۱۰، معجم الاصولیین ۱/۱۸۵ (۱۳۳)
 ۶۔ الدبیان ص ۲۰۴-۲۰۵، معجم الاصولیین ۲/۱۳۲ (۳۵۸)
 ۷۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۴
 ۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۸
 ۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۸، الفتح المبین ۲/۱۹۶
 ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۴، الفتح المبین ۲/۲۰۷
 ۱۱۔ معجم الاصولیین ۱/۱۳۲-۱۳۱ (۹۳)
 ۱۲۔ الفتح المبین ۲/۲۱۱، معجم الاصولیین ۱/۳۸۰، ۳۷۱
 ۱۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۰۲
 ۱۴۔ الفتح المبین ۳/۳۳، معجم الاصولیین ۱/۳۱۶-۳۱۵ (۱۶۰)

مختصر المنتہی کا نظم کرنے والے اصولیین :

۱۔ جلال الدین عبدالرحمن بن عمر البلقینی متوفی ۸۲۳ھ۔^۱

۲۔ احمد بن ابراہیم بن نصر اللہ بن احمد الکنانی العسقلانی المصری متوفی ۸۷۶ھ نے "نظم اصول ابن الحاجب و توضیحہ" تالیف کی۔^۲

مختصر المنتہی کی احادیث کی تخریج :

کشف الظنون میں ان حضرات کے نام مذکور ہیں جنہوں نے کتاب مختصر المنتہی کی احادیث کی تخریج کی۔

۱۔ محمد بن احمد معروف بہ ابن عبدالبادی مقدس متوفی ۷۷۳ھ

۲۔ شیخ سراج عمر بن علی ابن الملقن شافعی متوفی ۸۰۳ھ

۳۔ شیخ شہاب الدین ابوالفضل احمد ابن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ۔^۳

مختصر ابن حاجب کے طرز و طریقہ کو اپنانے والے اصولیین :

ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن مصلح بن محمد بن مفرح المقدسی جنبلی متوفی ۷۶۳ھ معروف بہ ابن مصلح نے مختصر ابن حاجب کے طرز و طریقہ پر ایک عظیم کتاب تالیف کی۔^۴

السبعة السیارة (مختصر المنتہی کی سات مشہور شرحیں) مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) مولیٰ شیخ قطب الدین شیرازی کی شرح (۲) سید رکن الدین موصلی

(۳) شیخ جمال الدین الحلی (۴) زین الدین نجفی

(۵) شمس الدین الاصفہانی (۶) بدر الدین التستری

(۷) شمس الدین نھسی کی شرح۔^۵

سید شریف جرجانی کے حاشیہ (یا شرح) پر حواشی :

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں سید جرجانی کی کتاب کو شرح بتایا اور اس پر حواشی ذکر کئے۔ اسی طرح ہدیۃ العارفین ۸۰۰ء میں بھی جرجانی کی کتاب کو شرح بتایا ہے۔ جبکہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ سید جرجانی نے شیخ عسقلانی کی شرح پر حاشیہ لکھا تھا اور پھر وہ حاشیہ اتنا مقبول ہوا کہ اس پر بہت سے علماء نے حواشی لکھ ڈالے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۹، معجم الاصولیین ۱/۷۸ (۵۰)

۳۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

۴۔ التلمیح ۱۷۶/۲

۵۔ کشف الظنون ۱۸۵۳/۲

حاجی خلیفہ نے سید شریف کی شرح پر مندرجہ ذیل علماء کے حواشی ذکر کئے ہیں :

۱۔ صاحب الشقائق نے اپنے والد کے حوالے سے ذکر کیا کہ انہوں نے سید جرجانی کی ”شرح المختصر“ پر خوب زادہ کے حواشی پڑھے تھے اور جب وہ مبحث الخواص الذاتیہ تک پہنچے تو اس میں فذر مولیٰ کے سید شریف پر اعتراضات پائے جو انتہائی قوی تھے اور ان کے والد نے کہا کہ اگر سید شریف زندہ ہوتے تو وہ ان اعتراضات کو ان کے سامنے پیش کرتے تو وہ ان کو بلا توقف یا کچھ مباحثے کے بعد قبول کر لیتے۔

۲۔ مولیٰ احمد بن موسیٰ الخیالی متوفی ۸۶۲ھ

۳۔ مولیٰ یعقوب پاشا حضر بیک متوفی ۸۹۱ھ

۴۔ مصلح الدین مصطفیٰ القسطلانی متوفی ۹۰۱ھ

۵۔ مولیٰ حمید الدین افضل الدین الحسینی متوفی ۹۰۸ھ۔

حاشیہ سید شریف پر مزید حواشی :

۱۔ محمد محی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن الخطیب حنفی متوفی ۹۰۱ھ معروف بہ خطیب زادہ نے ”حواشی علی اوئل حاشیۃ السید علی شرح مختصر ابن احاجب“ تالیف کئے۔

۲۔ میر صدر الدین محمد بن غیاث الدین منصور شرازی حنفی متوفی ۹۰۳ھ نے ”تقریر علی حاشیۃ البحر جانی علی شرح المختصر“ تالیف کی۔

۳۔ حمد اللہ (حمید الدین) بن افضل الدین الحسینی حنفی متوفی ۹۰۸ھ معروف بہ ابن افضل انہوں نے حواشی علی حاشیۃ السید تالیف کئے۔

۴۔ شجاع الدین الیاس رومی متوفی ۹۲۹ھ۔

۵۔ کمال الدین حسین بن عبد الحق الاربدلی الاالاہی متوفی ۹۵۰ھ۔

۶۔ حسین (حسن) الحسینی الخلیلی متوفی ۱۰۱۳ھ دار الکتب المصریہ میں ۳۹۴ھ اس کا نسخہ موجود ہے۔

۷۔ احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۰۹۲ھ۔

۸۔ محمد بن السید صالح الفیضی التوقادی حنفی متوفی ۱۲۶۵ھ نے ”حاشیہ علی شرح السید المختصر ابن احاجب“ تالیف کیا۔

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۷/۲ ۲۔ الفتح المبین ۶۱/۳ ۳۔ الفتح المبین ۶۲/۳

۴۔ الفوائد البہیہ ص ۶۹ ۵۔ الشقائق الصمدیہ ص ۱۷۱، الاصولیین ۲۷۹/۱ (۲۲۳)

۶۔ معجم الاصولیین ۶۵-۶۶ (۲۹۹) میں برآستن (یہودا) ۵۷۲ کے حوالے سے مذکور ہے۔

۷۔ نزہۃ الخواطر ۱۵۰/۶ (۲۷۶) معجم الاصولیین ۶۳/۲ (۲۹۶)

۸۔ نزہۃ الخواطر ۳۰/۵ معجم الاصولیین ۱۲۸/۱ (۹۰) ۹۔ ہدیۃ العارفین ۸۰۰/۵

مختصر المنتہی پر حواشی :

- ۱۔ (قرہ) خلیل بن حسن بن محمد البرکیلی رومی حنفی متوفی ۱۱۲۳ھ معروف بہ قرہ خلیل نے حاشیہ علی شرح مختصر المنتہی تالیف کیا۔^۱
- ۲۔ جمال الدین محمد بن حسین بن محمد الخوانساری الشافعی الامامی متوفی ۱۱۲۵ھ نے "حاشیہ علی شرح مختصر الاصول" تالیف کیا۔^۲
- ۳۔ صالح بن مہدی بن علی المقلبی الزیدی البیہمی متوفی ۱۱۰۸ھ نے "نجاح الطالب علی مختصر المنتہی ابن الحاجب" تالیف کیا۔^۳
- ۴۔ علی بن الحاج صادق بن محمد ابراہیم الداعسانی الشماخی متوفی ۱۱۹۹ھ نے "حاشیہ علی مختصر المنتہی" تالیف کیا۔^۴

عضد الدین الایبکی متوفی ۷۵۶ھ کی "شرح المختصر" پر حواشی اور حواشی الحواشی :

- شرح العضد کو دوسری تمام شروح میں زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی اور نہ صرف اس پر کثرت سے حواشی لکھے گئے بلکہ بعض حاشیوں پر حاشیے لکھے گئے۔
- ۱۔ عضد الدین الایبکی کے شاگرد رشید سعد الدین التفنازانی حنفی (یا شافعی) متوفی ۷۹۱ھ نے "حاشیہ علی شرح العضد" تالیف کیا۔^۵
- شرح عضد کے حاشیہ پر حاشیہ :
- شرح عضد پر سید شریف جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے حاشیہ تالیف کیا۔ بعد میں احمد بن موسیٰ خیالی حنفی متوفی ۸۸۲ھ نے اس حاشیہ پر حاشیہ تالیف کیا۔^۶
- ۲۔ ابوالمنائب کمال الدین ابوبکر بن محمد بن ابوبکر الخفیری السیوطی شافعی متوفی ۸۵۵ھ۔^۷
- ۳۔ علاء الدین علی الطوسی متوفی ۸۸۷ھ سمرقند میں وفات پائی اور انہوں نے سید شریف جرجانی کے حاشیہ تک حاشیہ تالیف کیا۔^۸
- ۴۔ شمس الدین محمد بن شہاب الدین شروانی حنفی متوفی ۸۹۲ھ۔^۹
- ۵۔ بدر الدین محمد بن محمد بن خطیب الفخریہ شافعی متوفی ۸۹۳ھ۔^{۱۰}

- ۱۔ ہدیہ العارفین ۳۵۴/۵، معجم الاصولین ۹۳/۲ (۳۲۹) میں اس کو ہدیہ العارفین ۱۱۷/۱ کے حوالہ سے ذکر کیا گیا، مگر تلاش کے باوجود اس مقام پر ہمیں یہ حوالہ نہیں ملا۔
- ۲۔ ہدیہ العارفین ۳۱۲/۶
- ۳۔ ہدیہ العارفین ۷۷۰/۵ (۳۷۶) ۱۳۱-۱۳۰/۲ معجم الاصولین
- ۴۔ ہدیہ العارفین ۳۲۹/۶، انباء العرب بانباء العرب ۳۸۹-۳۹۰، الفتح المبین ۲۰۶/۲
- ۵۔ معجم الاصولین ۲۳۳-۲۳۲/۱ (۱۸۵)
- ۶۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲
- ۷۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲
- ۸۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲
- ۹۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲
- ۱۰۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲

- ۶۔ حسن بن عبد الصمد الساسونی حنفی متوفی ۹۰۱ھ نے حاشیہ علی حاشیہ شرح العصد تالیف کیا۔ بقول حاشی خلیفہ یہ حاشیہ، حاشیہ ابن الفضل تک ہے۔ دنیا کے مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں اور "احمدک اللہم یا اہل الحمد والثناء" الخ سے اس کا آغاز ہوتا ہے۔^۱
 - ۷۔ جلال الدین محمد ابن اسعد الدوانی الصدیقی شافعی متوفی ۹۰۷ھ۔^۲
 - ۸۔ حبیب اللہ میرزا جان الباغونی شیرازی اشعری شافعی متوفی ۹۴۴ھ مختصر ابن الحاجب کے حوالے سے ان کی طرف مختلف مقامات پر مختلف طرح سے نسبت کی گئی ہے۔ صاحب معجم الاصولیین نے ان سب اقوال کو اپنی کتاب میں یکجا کیا۔ ہم میرزا جان کی تاریخ وفات ۹۴۴ھ کے ضمن میں نقل کریں گے اور پھر یہ نتیجہ نکالیں کہ ان تمام اقوال میں درست قول یہ ہے کہ میرزا جان نے حاشیہ علی شرح عضد الدین الاصبغی تالیف کیا۔^۳
 - ۹۔ کمال الدین حسین بن عبد الحق الارذبیلی الالاحی متوفی ۹۵۰ھ۔^۴
 - ۱۰۔ شمس الدین محمد بن شہاب الدین احمد الشروانی حنفی متوفی ۸۹۲ھ۔^۵
 - ۱۱۔ بدر الدین محمد بن محمد شافعی، ابن خطیب الفخریہ متوفی ۸۹۳ھ۔^۶
 - ۱۲۔ بہاء الدین محمد بن حسین بن عبد الصمد بن عز الدین الحارثی العاطلی متوفی ۱۰۳۱ھ۔^۷
 - ۱۳۔ حسین بن محمد بن محمود ابوطالب خلیفہ متوفی ۱۰۶۴ھ۔^۸
 - ۱۴۔ عبد الرشید بن مصطفیٰ شمس الحق جوہوری متوفی ۱۰۸۳ھ۔^۹
- شرح العضد کے حاشیہ پر حاشیہ :
- ۱۵۔ حسین بن علی الایدی حنفی متوفی ۱۲۱۳ھ نے "حاشیہ علی حاشیہ السید شرح العضد" تالیف کیا۔^{۱۰}
 - ۱۶۔ خلیل بن احمد القنوی حنفی متوفی ۱۲۲۴ھ۔^{۱۱}
 - ۱۷۔ امام سیف الدین احمد الابہری نے اس پر حاشیہ لکھا، جس کا آغاز "الحمد لله الذي شرح الاحكام" الخ سے ہوتا ہے۔^{۱۲}

۱۔ كشف الظنون ۱۸۵۶/۲، معجم الاصولیین ۳۳/۲۔ ۳۵ (۲۷۵)

۲۔ الفوائد البیہ ص ۸۹۔ ۹۰، فتح المبین ۶۳/۳

۳۔ كشف الظنون ۱۸۵۳/۲، اس میں تاریخ وفات ۹۹۴ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲۸/۲۔ ۲۹ (۲۵۸)

۴۔ كشف الظنون ۱۸۵۶/۲، ہدیۃ العارفین ۳۱۸/۵، معجم الاصولیین ۲۵/۲۔ ۲۶ (۲۹۹)

۵۔ ہدیۃ العارفین ۲۱۴/۶

۶۔ ہدیۃ العارفین ۲۷۳/۶

۷۔ معجم الاصولیین ۸۱/۲۔ ۸۲ (۳۱۵)

۸۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۶/۵، معجم الاصولیین ۹۰/۲۔ ۹۱ (۳۲۷)

۹۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۶/۵، معجم الاصولیین ۹۰/۲۔ ۹۱ (۳۲۷)

۱۰۔ كشف الظنون ۱۸۵۶/۲

کشف الظنون میں مذکورہ شرح العضد پر مزید حواشی :

- ۱۹۔ اس کے اوائل پر میر صدر الدین (متوفی ند) کا حاشیہ ہے۔
- ۲۰۔ مولانا حمید بن افضل الدین کا شارح کے قول المتقنی الخ تک حاشیہ ہے۔ اس کو سلطان بایزید کے نام سے لکھا۔ آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ "الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب و بين مجمله الخ"
- ۲۱۔ مولیٰ ابن خطیب نے "ينحصر اولها يا واجب الوجود و يا فيض الوجود الخ" تک حاشیہ لکھا۔
- ۲۲۔ مولانا بانی بادشاہ ابن مولا، یکان جزء
- ۲۳۔ علامہ جلال الدین الدروانی
- ۲۴۔ مولانا عرب کا قول "ومع الصغرى ينتج المطلوب" تک حاشیہ ہے۔ جس کا آغاز : "الحمد لله رب العالمين" الخ سے ہوتا ہے۔
- ۲۵۔ ابن الفضل کا حاشیہ ہے۔ کو تصنیف کرنے کے بعد سلطان محمد خان کو ہدیہ کیا۔ جس کا آغاز : "احمدك اللهم يا اهل الحمد والثناء" سے ہوتا ہے۔

شرح العضد پر تعلیقہ :

- ۱۔ حسین الارودبیلی متوفی ۹۵۰ھ نے شرح العضد پر تعلیقہ لکھا۔^۲
- ۲۔ احمد بن محمد الارودبیلی الاذربائیجانی امامی متوفی ۹۹۳ھ نے "تعلیقات علی شرح المختصر للعضد" تالیف کیا۔^۳

ابن الحاج ابو العباس الازدی مالکی (متوفی ۶۳۷ھ یا ۶۵۱ھ)^۴

فقہ، اصولی و ادیب تھے۔ کبار علماء سے علم حاصل کیا اور مختلف فنون میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ مختصر المستصفی
- ۲۔ حاشیہ علی مشکلات المستصفی^۵

۱۔ کشف الظنون ۱۸۵۶/۲ ۲۔ کشف الظنون ۱۸۵۷/۲

۳۔ عجم الاصولیین ۱۹۱/۱ (۱۳۹)، عجم المؤلفین ۷۹/۲، روایات الجہات فی احوال العلماء والسادات، علامہ متعج المیرزا محمد بقا الموسوی

القناری الاصفہانی ۹۲/۱ (۹)، بیروت الدار الاسلامیہ ۱۳۱۱ھ۔ ۱۹۹۱ء

۴۔ ابن الحاج۔ ابو العباس احمد بن محمد احمد بن احمد الازدی الاشعری الاندلسی متوفی ۱۲۳۹

۵۔ ہدیۃ العارفین ۹۵/۵، فتح المؤمنین ۶۷/۲، عجم الاصولیین ۱۹۷/۱ (۱۳۷)

عبد الحمید الصدقی مالکی (متوفی ۶۰۶ھ - ۶۲۸ھ) ^۱

محدث، فقیہ اور صولی تھے۔ طرابلس میں ابن صابونی سے تفقہ حاصل کیا۔ مشرق، قاہرہ و اسکندریہ کے سفر کے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ ابویحییٰ بن ابی بکر البرہوی اور استاد عبد العزیز بن عبد العظیم نے "الارشاد" اور امام الحرمین کی البرہان اور کتاب المستصفیٰ کی تعلیم حاصل کی۔ تونس میں فقہ و اصول کی تعلیم دیتے تھے۔ ان کو اصول دین اور اصول فقہ کا وافر علم عطا ہوا تھا۔ وہ دونوں علوم کی متقدمین کے طریقہ پر تدریس کرتے اور متاخرین مثلاً امام رازی اور ان کے متبعین کے طریقہ کو نہیں اپناتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جلاء الاقتباس فی الرد علی نفاة القیاس

۲۔ الايضاح والبيان فی العمل بالظن المعبر شرعا بالسنة الصحيحة والقرآن ^۲

نقیب الاشرف وقاضی العسکر محمد بن حسین الاراموی شافعی (متوفی ۶۵۰ھ) ^۳

مصر میں مدرسہ الشریفیہ میں مدرس اور اصول و مناظرہ میں امام تھے۔ صدر بن حمدیہ سے تفقہ حاصل کیا۔ مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے امام فخر الدین رازی کی کتاب "المحصول" کی شرح لکھی۔

ضروری وضاحت..... قاضی العسکر محمد بن حسین الاراموی شافعی اور تاج الدین الاراموی متوفی ۷۷۵ھ (جن کا نام بھی محمد حسین) ہے) دو مختلف اشخاص ہیں اتفاق سے دونوں کے نام ولدیت اور ارمیہ کی نسبت ایک جیسی ہیں جن کی بناء پر دونوں کے ایک ہونے کا مغالطہ ہو جاتا ہے۔ ^۴

عبد الرحیم المرغینانی حنفی (۶۵۱ھ بعدہ)

فقیہ، اصولی اور صاحب ہدایہ کے پوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "فصول الاحکام لا اصول الاحکام" تالیف کی جو فصول العمدانی کے نام سے مشہور ہے۔ ^۵

عبد السلام بن تیمیہ حنبلی (۵۹۰ھ - ۶۵۲ھ) ^۶

فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، مقبری، نحوی تھے۔ اپنے چچا خطیب فخر الدین وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ آپ کے تلامذہ میں آپ کے صاحبزادے عبد الحلیم اور ابن تیمیہ وغیرہ شامل ہیں۔ فقہ و اصول سمیت متعدد علوم میں ید طولی رکھتے تھے۔ ^۷

۱۔ ابو محمد عبد الحمید بن ابی البرکات بن ابی الدنیا الصدقی الطرابلسی (۱۲۱۰ء - ۱۲۸۵ء) طرابلس ولادت اور تونس میں وفات پائی۔

۲۔ الدیلمی بن ۲۶۱، معجم الاصولین ۲/ ۱۶۸-۱۶۹ (۴۰۳) ۳۔ شریف شمس الدین ابو عبد اللہ بن محمد بن حسین بن محمد الطولی الحنبلی الاراموی شافعی نقیب الاشرف قاضی العسکر۔ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۲۵، کتاب الخصال الاراموی ص ۹۹ ۵۔ عبد الرحیم بن

ابو بکر عماد الدین بن ابو بکر علی بن عبد الجلیل المرغینانی الفرعانی السمرقندی، ہدیۃ العارفین ۵/ ۵۶۰ ۶۔ عبد السلام بن عبد اللہ بن ابوالقاسم النضر بن محمد بن علی تیمیہ ۱۱۹۳ء - ۱۲۵۳ء شیخ الاسلام، ابو البرکات، محمد الدین الحرانی، حران میں ولادت و وفات ہوئی

۷۔ شذرات الذہب ۵/ ۲۵۸-۲۵۹، فوات الوفيات ۲/ ۳۲۳ (۲۷۸)، کفایت المؤمنین ۲/ ۶۸-۶۹، معجم الاصولین ۲/ ۲۰۲-۲۰۳ (۳۳۷)

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں "المسودہ" کے نام سے آپ کی کتاب موجود ہے، بعد میں ان کے صاحبزادہ عبدالحلیم متوفی ۶۸۲ھ اور پوتے شیخ الاسلام ابوالعباس تقی الدین احمد متوفی ۷۲۸ھ نے اس میں اضافے کئے۔ مذکورہ تینوں حضرات کے تحریر کردہ "المسودہ" کی جمع ترتیب و تبض کا کام شیخ الاسلام کے ایک شاگرد شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن احمد الحارثی الدمشقی متوفی ۷۳۵ھ نے انجام دیا۔ کتاب "المسودہ" تینوں علماء پر شہاب الدین کی تبض کے ساتھ دارالکتاب العربی بیروت سند سے چھپ چکی ہے۔ اس کتاب پر محمد نجی الدین عبدالمجید کی تحقیقی ہے۔

ال تیمیہ کے تینوں علماء کے کلام میں تفریق کے لئے شہاب الدین کی علامات :

ال تیمیہ کے مذکورہ بالا تینوں علماء کے کلام کے مابین تفریق و تمیز پیدا کرنے کے لئے شہاب الدین نے ترتیب تبض کی دوران ان کے اقوال کی شناخت کے لئے علامات لگائیں۔ ان علامات کے بعد سے لوگ اس "المسودہ" سے نقل کرتے چلے آئے ہیں اور ان تینوں کے اقوال و کلام کے مابین ان علامات سے فرق جانتے آئے ہیں۔ محقق "المسودہ" نے اس کی ضاحت میں چند حوالے پیش کئے ہیں۔ ہم انہیں یہاں نقل کر رہے ہیں :

علامات سے تفریق کی مثالیں :

شیخ محمد بن احمد السفارینی نے اپنی کتاب میں "المسودہ" سے نقل کیا اور تینوں کے کلام میں فرق کو ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے فرمایا :

"قال شيخ الاسلام ابن تيميه رُوح الله رُوحه في مسودة : التقليد قبول القول بغير دليل ، فليس المصير الى الاجماع بتقليد ، لان الاجماع دليل ، ولذلك يقبل قول النبي صلى الله عليه وسلم ولا يقال التقليد ، وقد قال احمد رضى الله عنه في رواية ابي الحارث من قلند الخبر رجوت ان يسلم ان شاء الله تعالى ، فاطلق اسم التقليد على من صار الى الخبر وان كان حجة"۔^۱

اسی طرح محقق نے ایک اور مثال دیتے ہوئے شہاب الدین ابوالعباس احمد بن عبد العزیز بن علی بن ابراہیم الفتوحی حنبلی اصولی، فقہ کی اس عبارت کو پیش کیا جو انہوں نے اپنی کتاب "شرح المختصر فی اصول الفقہ الحنبلیہ" میں "المسودہ" سے شیخ تقی الدین کے حوالہ سے ذکر کیا :

"العبرة هي الطاعة ، قال الشيخ تقى الدين في آخر المسودة : كل ما كان طاعة وما موراه فهو عبارة عند اصحابنا والمالكية والشافعية وعند الحنفية : العبادة ما كان من شرطها النية"۔^۲

۱۔ تحقیقی مقدمہ علی المسودہ فی اصول الفقہ۔ محمد نجی الدین عبدالمجید ص ۴، بیروت دارالکتاب العربی سند اس میں انہوں نے السفارینی کی کتاب شرح عقیدہ ۱/۲۸ مطبوعہ دمشق کے حوالے سے ذکر کیا۔ مذکورہ عبارت "المسودہ" کے ص ۵۵۳-۵۵۴ کی طویل عبارت کے الفاظ میں تغیر کے ساتھ تخلص ہے۔

۲۔ حوالہ سابق اس میں شہاب الدین کی شرح المختصر فی اصول الفقہ جلد ۱ ص ۱۲۰ طاعہ کی تفسیر کے تحت لکھا ہے۔ یہ عبارت المسودہ کے ص ۶ پر مذکور ہے۔ مطبعہ السامعیہ

اسی طرح الفتوحی نے اپنی کتاب میں ”تقسیم السجود والی حرام و حلال“ کے تحت یہ عبارت المسودۃ سے نقل کی ہے جس میں مجدد الدین عبدالسلام کی طرف یہ منسوب کیا :

”فان السجود نوع من الافعال ذواشخاص كثيرة ، فيحوزان ينقسم الى واجب وحرام ، فيكون بعض افرده واجبا كالسجود لله تعالى ، وبعضها حراما كالسجود لصنم ولا امتناع لذلك“

”قال المجتهد في المسودة : السجود بين يدي الصنم مع قصد التقرب الى الله تعالى محرم على مذهب علماء الشريعة ، وقال ابو هاشم المعتز ، ان السجود لا تختلف صفته ، وانما المحذور القصد“۔

عموم کے مسئلہ پر مجدد الدین کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”قال المجتهد في المسودة وهذا ظاهر كلام احمد رضى الله عنه ، لانه احتج في مواضع كثيرة بمثل ذلك ، وكذلك اصحابنا ، قال المجتهد : وما سبق انما يمنع قوة العموم ، لا ظهوره : لان الاصل عدم المعرفة لما لم يذكره“۔

مذکورہ بالا چاروں حوالوں میں السفارینی اور فتوحی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور مجدد الدین کی طرف جن اقوال کی نسبت کی یقیناً کچھ ایسی علامات کے بارے میں ان کو علم ہوگا جس کی بناء پر انہوں نے قائل کا پتہ چلا لیا ہوگا۔ حالانکہ ”المسودہ“ کے ظاہر سے یہ اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے کہ کس قول کو کس نے کہا تھا۔ مذکورہ بالا اقوال سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شہاب الدین ابوالعباس حرانی نے تینوں حضرات کی مشترک کتاب ”المسودہ“ کو اس کی اصل ترتیب پر ہی مرتب کیا ہے کیونکہ فتوحی عبادت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ قال الشيخ تقي الدين في آخر المسودة اور موجودہ ترتیب جو حرانی کی ہے اس میں بھی آخری مسودہ تقي الدين ہی کا ہے۔

کتاب ”المسودہ“ کا تحقیقی تجزیہ : اصول فقہ کی دیگر کتب بھی اس فن کا قابل فخر سرمایہ ہیں۔ جس میں مؤلفین مختلف انداز اپناتے ہیں اور مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہیں۔ اسی طرح ”المسودہ“ بھی امتیازی خصوصیات کی حامل ایک بہترین کتاب ہے۔ اس کی دو امتیازی خصوصیات نمایاں ہوتی ہیں :

۱۔ مختلف فیہ مسائل میں اصحاب اقوال کے اقوال تحقیق کے ساتھ پیش کرتے ہیں، جس سے ایک طرف تو اس فن میں ان کی وسعت علمی کا اندازہ ہوتا ہے تو دوسری طرف ایک ہی لحظہ میں ان کی قوت وضعف کا اندازہ کرنے میں مدد حاصل ہو جاتی ہے۔

۲۔ علماء اصول نے جو ”تحریر محل النزاع“ کی اصطلاح استعمال کی یہ کتاب اسی موضوع پر دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ وہ آئمہ ثلاثہ کے مسئلہ کو ذکر کرتے ہیں۔ اس میں علماء کے مذاہب کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ پھر نفس موضوع پر لگاتار ایک مسئلہ کے بعد دوسرا مسئلہ لاتے ہیں اور ہر مسئلہ میں مختلف علماء کے اقوال

۱۔ حوالہ سابق اس میں ص ۱۲۲ پر ہے اور مجدد الدین کا یہ کلام بغیر ان کا نام لئے المسودہ میں ص ۸۳ پر مذکور ہے۔

۲۔ حوالہ سابق اس میں ص ۱۵۶ پر ہے اور یہ ص ۱۰۸-۱۰۹ پر موجود ہے۔ مجدد الدین کی دونوں عبارتوں کے درمیان کو فتوحی نے حذف کر دیا۔

فرق کے ساتھ پیش کرتے چلے جاتے ہیں اور اس موضوع پر مسائل پورے ہونے کے ساتھ ہی اقوال کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے اور مراد واضح ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد اس کی روشنی میں ان دقیق مقامات کی تعین آسانی ہو جاتی ہے جہاں اصحاب اقوال کا اتفاق و اختلاف واقع ہوا ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام اور المسودہ کی ترتیب پر نظر ثانی :

قوی گمان ہے کہ شیخ الاسلام کا اس مسودہ کی ترتیب پر نظر ثانی اور بسط و استدلال کے ساتھ کچھ اضافہ کا ارادہ ہوگا جیسا کہ تمام مؤلفات کی تالیف میں ان کی یہ عادت رہی۔ مگر وصال کے باعث ان کو یہ مہلت میسر نہ ہو سکی ہو۔ اس حالت میں بھی یہ کتاب اصول فقہ پر ایک عمدہ کتاب ہے جو قاری کو بہت سی ”امہات الکتاب“ کے مطالعہ سے مستغنی کر دیتی ہے۔

شرف الدین ابو عبد اللہ المرسی شافعی (متوفی ۵۷۰ھ - ۶۵۵ھ)

انہوں نے یہ کتاب ”الاصول“ تالیف کی۔

قاضی تاج الدین الارموی (متوفی ۵۷۰ھ - ۶۵۰ھ یا ۶۵۳ھ یا ۶۵۶ھ)

فقہ، اصولی، منطقی، فلسفی اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ قضاء کے منصب پر بھی فائز رہے۔ امام فخر الدین رازی آپ کے استاد ہیں۔ شمس الدین الاصفہانی (متوفی ۶۸۸ھ) اصولی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں جو کبار فقہاء شافعیہ اور علوم اصول و کلام کے نمایاں لوگوں میں سے ہیں اور ”شرح المحصول“ کے مصنف بھی ہیں۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الحاصل من المحصول“ تالیف کی۔

کتاب ”الحاصل“ کا تحقیقی تجزیہ :

انہوں نے کتاب ”الحاصل من المحصول“ فی اصول الفقہ تالیف کی۔ تاج الدین الارموی نے اپنی اس کتاب میں فخر الدین رازی (م ۶۰۶ھ) کی کتاب ”المحصول“ کا اختصار کیا ہے۔ اس کتاب میں ان مسائل اصولیہ کو جمع کیا گیا ہے جس کی ہر عالم و معلم کو احتیاج ہوتی ہے۔ نوادر ڈھونڈ کر لائے اور دیکھرے ہوئے مسائل کو یکجا کیا۔ یہ کتاب مختصر و موجز ہونے کے باوجود علمی فوائد سے پر ہے۔ الارموی نے ذی الحجہ سنہ ۶۱۴ھ میں اس کتاب کی تالیف کو مکمل کیا۔

”الحاصل“ کی کتب اساسیہ سے نسبت :

امام رازی کی ”المحصول“ اصول فقہ کی چار اساسی کتب ”البرہان“، ”المجوہر شافعی“، ”المستصفی“، ”لغز الی شافعی“، ”المعتدل“، ”لابی الحسین بصری معتزلی اور“ العبد“، ”عبد الجبار معتزلی کا نچوڑ ہے۔ ”الحاصل“ دراصل المحصول کا خلاصہ ہے۔ اس طرح ”الحاصل“ نے ان چاروں کتب بالا سے بالواسطہ اثرات قبول کئے۔

۱۔ محمد بن عبد اللہ بن محمد ابو الفضل السلی الاندلسی شرف الدین ابو عبد اللہ المرسی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۲۵

۲۔ تاج الدین الارموی، محمد بن حسین (حسن) بن عبد اللہ، کنیت ابو الفضل یا ابو الفضائل، آذربائیجان میں ولادت ہوئی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۶

۳۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۴۵۵، کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، اصول الفقہ - شیخ محمد الخضری ص ۷

الحاصل کے اثرات کا تحقیقی جائزہ :

یہ کتاب مستقبل کے مؤلفین پر کسی نہ کسی طرح اثر انداز ہوتی رہی اور دن بدن اس کی اہمیت میں اضافہ ہوتا رہا۔ مثلاً قاضی عبداللہ بن عمر البیضاوی (متوفی ۶۸۵ھ) نے اپنی کتاب ”منہاج الوصول الی علم الاصول“ میں ”الحاصل“ کا خلاصہ پیش کیا۔ ”منہاج“ مختصر الحجم ہونے کے باوجود فوائد و منافع میں کسی طرح کم نہیں۔ اس کتاب کی اسی افادیت و منفعت کے پیش نظر اس کے مطبوعہ و مخطوطہ شروح کی تعداد ۳۲ سے بھی زائد بیان کی جاتی ہے۔ آنے والوں نے ”الحاصل“ سے حاصل شدہ اختصار (منہاج) پر اپنی توجہ مرکوز کی۔ یہاں صرف اشارۃً ان میں سے چند مطبوعہ مشہور و متداول کا ذکر کر رہے ہیں، ان پر تفصیلی کلام اپنے مقام پر کیا جائے گا :

- ۱۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول : امام جلال الدین ابو محمد عبدالرحیم بن حسن الاسنوی (متوفی ۷۷۲ یا ۷۷۷ھ)
- ۲۔ الابہاج فی شرح المنہاج : تقی الدین ابوالحسن علی بن عبدالکافی السبکی (متوفی ۷۵۶ھ) بعد میں ان کے صاحبزادہ تاج الدین ابونصر عبدالوہاب السبکی (متوفی ۸۷۷ھ) نے اس کی تکمیل کی۔
- ۳۔ منہاج العقول فی شرح منہاج الوصول : امام محمد بن حسن البدرخی۔

الحاصل کی شروح پر مختصرات :

قاضی بیضاوی (متوفی ۶۷۵ھ) کی ”المنہاج الوصول“ کا ماخذ یہی ”الحاصل“ ہے۔ یعنی یہ کتاب الحاصل کا اختصار ہے جس کا کمال نام ”منہاج الوصول الی علم الاصول“ ہے تعارف میں مذکور ہے :
 ”وهو رغم صغر حجمه غزير العلم ، كثير الفوائد جليل المنافع ، لذا كان عمدة المشتغلين بهذا الفن فبلغت شروحه بين مخطوط و مطبوع اثنين وثلاثين شرحا“۔
 قاضی بیضاوی کے الوصول پر متعدد شروح وغیرہ لکھی گئیں۔ ان میں سب سے مشہور ”شرح النہایۃ السؤل“ ہے جو جمال الدین ابی محمد عبدالرحیم بن حسن الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) قول راجح کی تصنیف کی۔
 ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ راشد البکری القفصی تونس (متوفی ۷۳۶ھ) نے اس کی شرح لکھی اور اس شرح کا نام ”تحفة الواصل فی شرح الحاصل“ رکھا۔

کتاب ”الحاصل“ کی ترتیب و اسلوب :

کتاب کا آغاز مقدمات کے بیان سے ہوتا ہے جو چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔

پہلی فصل : اس میں اصول فقہ کی تعریف لفظی و اضافی معنی اور محتررات التعریف بیان کئے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵ میں ان کی تاریخ وفات ۷۷۷ھ مذکور ہے جو درست نہیں ہے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳۔ اس میں تاریخ وفات ۶۸۵ھ مذکور ہے۔ الفتح المبین ۲/۱۳۹۔

دوسری فصل : علم، ظن، نظر، امارہ، حلم اور دلیل میں ہے جو پانچ بحثوں میں بیان کئے ہیں۔

پہلی بحث : علم و جہل، ظن و شک اور وہم و تقلید کا باہمی فرق آجا کر کرنے میں ہے۔

دوسری بحث : میں یہ بیان کیا کہ ضروری نہیں کہ ہر مستفاد تصور میں دور و تسلسل ہوگا۔

تیسری بحث : ظن کی تعریف میں ہے۔

چوتھی بحث : نظر، دلیل و امارۃ کی تعریفات میں ہے۔

پانچویں بحث : حکم شرعی کی تعریف میں ہے اور بتایا کہ اہل سنت کے نزدیک حکم شرعی کی تعریف "خطاب

اللہ تعالیٰ المتعلق بافعال المکلفین بالاقتضاء اوالتخیر" ہے۔ ساتھ ہی احکام خمسہ و وجوب حرمت،

کراہت، ندب و اباحت کا ذکر کیا۔ حکم کی تعریف پر معتزلہ کی جانب سے کئے گئے اشکال اور ان کے

جوابات دیئے۔

تیسری فصل : اس فصل میں چھ تقسیمات کے تحت مندرجہ ذیل اشیاء پیش کیں۔

احکام اور اس کے متعلقات کی تقسیم، خطاب کو اقتضاء و تخیر کے اعتبار سے وجوب، حرمت، کراہت، ندب اور

اباحت پر تقسیم کر کے ہر ایک کی ماہیت بیان کی۔ ساتھ ہی بتایا کہ شافعیہ فرض و واجب میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔

جبکہ احناف کہتے ہیں کہ جو دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ فرض ہے اور جو دلیل ظنی سے ثابت ہو وہ واجب ہے اور پھر اس

مسئلہ میں واقع لفظی نزاع کو بیان کیا۔ اس فصل میں فعل کو حسن و قبح کی طرف تقسیم کیا۔ ابو الحسن بصری معتزلی سے

منقول حسن و قبح کی تعریف اور اہل سنت کا اس بارے میں موقف بیان کیا۔ خطاب وضعی اور اس میں سبب شرط و

مانع کو بیان کیا۔ تعلقات احکام کے اعتبار سے افعال کی تقسیم کی کہ عبادات کی صحت و بطلان و فساد کو بیان کیا، بتایا کہ

مستکبین کے نزدیک عبادات میں صحت سے مراد "موافقۃ الامو" ہے جبکہ فقہاء کے نزدیک "مما اسقط القضاء" ہے۔

اسی طرح معاملات میں اس سے کیا مراد ہے اور بتایا کہ سوائے امام ابوحنیفہ کے کسی نے باطل و فساد میں فرق نہیں کیا

وہ اس طرح فرق کرتے ہیں کہ "الباطل هو الذی لم یشرع باصلہ و وصفہ کبیع الملا قیح والمضامین"

(باطل وہ ہے جو اصل و وصف کے اعتبار سے شروع ہی نہیں ہوا جیسے ملا قیح و مضامین کی بیخ)۔ اور فاسد وہ ہے "فہو

ما شرع باصلہ دون صفۃ وذلک کالربویات" (فاسد وہ ہے جو اصل کے اعتبار سے تو شروع ہو گیا مگر صفات نہیں

مثلاً یہ ربویات میں ہوتا ہے)۔ عبادات کی وقت کے اعتبار سے تقسیم کی جن کی ادائیگی کا وقت معین ہے۔ مثلاً نماز

اور جن کے لئے وقت معین نہیں مثلاً تسبیحات و اذکار، اداء اور قضا کی تعریف بیان کی اور تفصیلی کلام کیا۔ رخصت

و غزیت بیان کر کے رخصت کی اقسام ذکر کیں۔

چوتھی فصل : حسن و قبح کے عقلی و شرعی ہونے سے متعلق اہل سنت و معتزلہ کی اتفاقی و اختلافی آراء پیش کیں۔ اگر

حسن سے مراد طبعیت کا میلان اور قبح سے مراد طبعیت کا تنفر ہے تو اس معنی میں اہل سنت و معتزلہ کا اتفاق

ہے کہ دونوں عقلی ہیں۔ اگر حسن سے مراد صفت کمال ہو جیسے علم اور قبح سے مراد صفت نقص ہو مثلاً جہل تو بھی

اس کے عقلی ہونے میں دونوں کا اتفاق ہے۔ اگر حسن و قبح سے مراد دینا میں مدح و ذم ہو اور آخرت میں

ثواب و عقاب ہو اور اس بارے میں معتزلہ و اہل سنت کی مختلف آراء ہیں۔ اہل سنت، حسن و قبح کو اس معنی کے

اعتبار سے شرعی تصور کرتے ہیں جبکہ معتزلہ اس کو بھی عقلی مانتے ہیں۔ حسن و قبح کے عقلی ہونے پر معتزلہ ادلہ ذکر کئے پھر ان کا رد کیا۔

پانچویں فصل : منعم کا شکر عقل پر واجب نہیں، یہ اہل سنت کا موقف ہے۔ معتزلہ کا مسلک اس کے برخلاف ہے۔ مذہب اہل سنت سے استدلال کیا۔ پھر معتزلہ کا اہل سنت کے دلائل پر مناقشہ کر کے ان کے جوابات دیئے۔

چھٹی فصل : مقدمات کی اس آخری فصل میں شرائع سے قبل افعال اختیار یہ کے احکام کو بیان کیا۔ اس بارے میں علماء کے تین مذاہب پیش کئے جس میں پہلے کے مطابق مباح، دوسرے کے مطابق ممنوع اور تیسرے کے مطابق اس میں توقف ہے۔ وجہ یہ بتائی کہ ہمیں اس کا حکم معلوم نہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا حکم معدوم ہے۔ شیخ الارزبی نے توقف کے قول کو اختیار کیا اور وجہ عدم الحکم بتائی اور اس کی تائید کی کہ "لا شرع ولا حکم" (نہ شریعت تھی اور نہ حکم) پھر ابا حنہ و تحریم کا قول کرنے والوں کے ادلہ بھی ذکر کئے۔ اس کے بعد دونوں مذاہب کی جانب سے توقف کے قول کو مفید قرار دینے والوں کے دلائل ذکر کر کے جوابات دیئے۔

لغات پر بحث :

الارموی مقدمات میں شامل چھ فصول پر کلام سے فراغت کے بعد لغات کی بحث کرتے ہیں۔ جس کو ذیل کے نوابواب میں شامل کیا ہے۔

پہلا باب : یہ کلیہ کی ابحاث میں ہے۔ وہ ان ابحاث کو پانچ انظار کے تحت لائے ہیں۔

النظر الاول : یہ بحث کلام میں ہے۔ اس میں بتایا کہ اہل سنت کے یہاں کلام نفسی و لفظی دونوں کو مشترک ہوتا ہے جبکہ اصولیین صرف کلام لفظی کو محل بحث مانتے ہیں۔

النظر الثانی : یہ بحث واضح سے متعلق ہے۔ اس میں علماء کے چار مذاہب پیش کئے۔

مذہب (۱) الفاظ کی دلالت ذاتیہ ہے یہ عباد بن سلیمان کا مذہب ہے۔

مذہب (۲) الفاظ کی معانی پر دلالت توقیفیہ ہے۔ یہ مذہب ابوالحسن الاشعری اور ابن فورک کا ہے۔

مذہب (۳) الفاظ کی معانی پر دلالت اصطلاحیہ ہے یہ ابوہاشم الجبائی کا مذہب ہے۔

مذہب (۴) بعض الفاظ کی اپنے معانی پر دلالت توقیفی اور بعض کی اصطلاحی ہوتی ہے یہ مذہب دو مذہب سے

مرکب ہے۔ جن میں سے ایک کہتا ہے کہ "الابتداء من الناس والتمتع من الله" اور دوسرا مذہب کہتا ہے "الابتداء من الله والتمتع من الناس" یہ مذہب استاد ابی اسحاق الاسفرائینی کا ہے۔ پھر مذکورہ مذاہب اربعہ کے دلائل ذکر کئے۔

النظر الثالث : یہ بحث موضوع کے لفظ متعلق ہے لفظ کی وضع کی ضرورت پر بحث کی، اس میں بتایا کہ حرکات،

اشارات اور نقوش کے بجائے الفاظ ہی کی وضع کو کیوں اختیار کیا۔ پھر ان کے مقابلے میں الفاظ کے زیادہ آسان اور

مفید ہونے کی وجہ ذکر کی۔

النظر الرابع : یہ بحث موضوع لہ پر ہے اس کو تین بحثوں کے تحت لاکر بیان کیا۔ پہلی بحث میں معانی کی احتیاج

کے اعتبار سے دو قسمیں کر دیں۔ دوسری بحث میں بتایا کہ الفاظ کی وضع سے صرف معانی مفردہ کا افادہ نہیں ہے۔ بلکہ اس

سے مقصد افادہ مرکبات ہے۔ تیسری بحث اس پر ہے کہ لغت کی وضع بازار صور الذہنیہ ہے ماحیات خارجیہ سے نہیں۔

النظر الخامس اس میں وضع کے طریق کی معرفت پر کلام کیا اور بتایا کہ داعی کو لفظ عربیہ کے تعلیم کی ضرورت اس لئے پیش آتی ہے کیونکہ یہ کتاب سنت کے فہم کا وسیلہ ہے۔ اور تعلیم کے طرق کو تین امور یعنی عقل، نقل اور عقل و نقل مرکب میں محصور کیا۔

دوسرا باب :

یہ بات الفاظ کی تقسیم میں ہے الفاظ کی اس تقسیم کو اولاً دو وجہوں میں تقسیم کیا۔

۱۔ الوجه الاول تقسیم الفاظ کی پہلی وجہ میں لفظ کی اپنی ماہیت پر دلالت کے اعتبار سے اقسام پیش کیں اور بحر تین قسموں میں منقسم کر دیا (یعنی دلالت مطابقی، دلالت تضمنی اور دلالت التزامی میں) ساتھ ہی مزید وضاحت کرتے ہیں کہ کون سی دلالت وضعیہ ہے اور کون سی عقلیہ ہے۔ مذکورہ بالا تین اقسام میں سے دلالت مطابقیہ کو مزید تین قسموں کی طرف تقسیم کرتے ہیں (مفرد مرکب وغیرہ) اور ان میں سے مفرد کی مختلف اعتبارات سے تین قسمیں کیں۔

پہلی قسم : اس کے معنی کا تصور شرکت کے وقوع سے مانع ہوگا یا نہیں۔ اس اعتبار سے جزوی و کلی پر تقسیم کر دیا اور پھر کلی کی مزید انواع کر دیں۔

دوسری قسم : مفہوم میں استقلال ہوگا یا عدم استقلال۔ اس اعتبار سے اس کو اسم، فعل اور حرف پر تقسیم کر دیا اسم کو دو وجوہ میں تقسیم کر کے ہر ایک کے تحت مزید اقسام بیان کیں۔

تیسری قسم : اس میں مندرجہ ذیل کلمات کے مفہوم و مراد کی توضیح پیش کی :

المضمر، العلم، المتواطئ، المشکک، الاسماء، المتباینۃ، الاسماء المتواذفہ،
المرتلجل، المنقول، المجاز، المشترك، المعجل، النص، الظاهر، المؤول،
المحکم، المتشابه۔

دلالت مطابقی کی تین قسموں میں سے مفرد پر بحث مکمل کر کے اب دوسری قسم "اللفظ لا المركب" کی تقسیم کرتے ہیں۔ اولاً "اللفظ المركب" کو دو بڑی قسموں میں تقسیم کر کے مزید اقسام میں تقسیم کر دیا۔

اس کے بعد لفظ کی اپنی ماہیت کے اعتبار سے تیسری قسم یعنی دلالت التزامی کو اس سے معنی مستفاد کے اعتبار سے دو اقسام میں تقسیم کیا۔

۲۔ الوجه الثانی تقسیم الفاظ کی دوسری وجہ میں ہے۔ اس میں لفظ کو اپنے مدلول کے اعتبار سے دو قسموں پر مزید تقسیم کیا۔

پہلی قسم : اس کا مدلول معنی ہوگا۔

دوسری قسم : اس کا مدلول لفظ ہوگا خواہ مفرد ہو یا مرکب۔

تیسرا باب :

مشفق کے بیان میں ہے جسے مندرجہ ذیل دو اقسام پر تقسیم کیا۔

اولا : اشتقاق کی ماہیت، تعریف اور اس کے ارکان اور بعد بیان کئے۔

ثانیا : اشتقاق کے احکام اور ان کو چار مسائل میں محصور کیا۔

چوتھا باب :

ترادف اور توکید کے بیان میں ہے جو ترادف کی تعریف، اس کے محرزات، ترادف و توکید و تابع کے درمیان فرق بیان کرنے میں ہے۔ پھر پانچ مسائل ذکر کرتے ہیں۔

پہلا مسئلہ : ترادف کے اثبات میں ہے۔ اگرچہ بعض حضرات نے اس کا انکار بھی کیا مگر درحقیقت ترادف جائز ہے اور واقع ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ : اس میں ترادف کا سبب و فائدہ بیان کیا۔ اور بتایا کہ بعض لوگوں نے جو ترادف کو خلاف اصل کیا اس کی دو وجہیں ہیں۔

تیسرا مسئلہ : ایک مترادف کا حکم دوسرے کے لئے اس پر تکلم کیا۔

چوتھا مسئلہ : میں ذکر کیا کہ دو مترادفات میں سے واضح خفی کے لئے شارح ہوگا۔

پانچواں مسئلہ : بیان تاکید اور اس کے احکام بیان کئے اور اس پر کلام کو چار اباحت میں پیش کیا۔

الباب الخامس : اشتراک کے بیان میں ہے۔ اس باب میں اشتراک کے احکام سات مسائل میں بیان کئے۔

پہلا مسئلہ : اشتراک کے اثبات میں ہے۔ اس بارے میں علماء کے تین مذاہب کا ذکر کیا :

مذاہب ۱۔ وجوب الاشتراک (اشتراک واجب ہے)

مذاہب ۲۔ اقتصار الاشتراک (اشتراک ممنوع ہے)

مذاہب ۳۔ امکان الاشتراک (اشتراک ممکن ہے)

پہلے دونوں مذاہب کے دلائل دے کر ان کے ساتھ مناقشہ کیا اور پھر تیسرے کے دلائل دے کر اس کو تسلیم کیا۔ ساتھ ہی اشتراک کے وقوع پر تکلم فرمایا۔

دوسرا مسئلہ : اشتراک کی اقسام میں ہے۔ لفظ مشترک کے مختلف مفہومات کے اعتبار سے دو قسمیں متباینہ اور متواصلہ بیان کیں۔

تیسرا مسئلہ : سبب اشتراک میں ہے اور اشتراک کے دو سبب ذکر کئے۔

چوتھا مسئلہ : مشترک مفرد کے اعمال کے حکم میں ہے جو لفظ کے جمع مفہومات میں ہے۔ اس بارے میں دو مذاہب ذکر کئے۔

مذہب ۱۔ جواز کا ہے اس میں امام الشافعی، قاضی ابوبکر اور ابوعلی الجبائی اور قاضی عبدالجبار شامل ہیں۔

مذہب ۲۔ ممانعت کا ہے۔ اس میں ابوہاشم، ابوالحسن اور امام کرخی شامل ہیں۔

ماہمین کے دلائل دے کر مجوزین کے بھی دلائل پیش کئے اور ان مجوزین کے دلائل کے جوابات دیئے۔

پانچواں مسئلہ..... لفظ میں اشتراک و انفراد کا احتمال ہونے میں ہے۔ پھر چار وجوہ سے بتایا کہ انفراد میں احتمال رائج ہے جبکہ اشتراک میں مرجوح۔

چھٹا مسئلہ..... مشترک کے اجمال کو زائل کرنے کے بارے میں ہے۔ اس میں بیان کیا کہ جب مشترک فریضے خالی ہو تو اس وقت مجمل ہوگا۔

ساتواں مسئلہ..... قرآن وحدیث میں مشترک کے پائے جانے کے حکم میں ہے۔ بتایا گیا کہ یہ جائز ہے اور آئیہ بتا ہے پھر اس کا انکار کرنے والوں کے اولہ پیش کر کے ان کے جواب دیئے۔

چھٹا باب :

حقیقت اور مجاز کے بیان میں ہے۔ اس باب میں ایک مقدمہ ہے جو تین مسائل پر مشتمل ہے اور تین اقسام ہیں۔

پہلا مسئلہ..... مقدمات میں ہے جو حقیقت و مجاز کی لفظی تفسیر میں ہے۔ اس کو تین اجاث میں پیش کیا۔

دوسرا مسئلہ..... حقیقت و مجاز کی تعریف میں ہے۔ جس میں ابوالحسن بصری کی تعریف کو پسند کیا اور تعریف کے مختصات بیان کئے۔ پھر دیگر حضرات سے منقول تعریفات بھی ذکر کیں۔

تیسرا مسئلہ..... اس پر بحث کی کہ کیا دونوں (حقیقت و مجاز) ایک دوسرے کے معنی میں مستعمل ہو سکتے ہیں۔ نچے باب کے مقدمہ کو پورا کرنے کے بعد تین اقسام کا ذکر کرتے ہیں۔

اقسام الاول :

حقیقت کے احکام میں ہے۔ اس میں حقیقت کے احکام کو تین مسائل میں پیش کیا اور وہ یہ ہیں :

۱۔ حقیقت لغویہ ۲۔ حقیقت عرفیہ ۳۔ حقیقت شرعیہ

اقسام الثانی :

مجاز کے بیان میں ہے مجاز کو نو مسائل میں بیان کیا۔

پہلا مسئلہ..... (مجاز کی اقسام میں) اس کو تین اقسام میں بیان کیا۔

دوسرا مسئلہ..... (مفرد میں مجاز کے اثبات میں ہے) مفرد میں مجاز کے اثبات پر استدلال کیا۔ پھر اس کا انکار کرنے والوں کے اولہ ذکر کر کے ان پر مناقشہ کیا۔

تیسرا مسئلہ..... اس میں مجاز اور اس کے بارہ (۱۲) علاقے ذکر کئے۔۔

چوتھا مسئلہ..... مجاز بالذات صرف اسماء الاجناس پر داخل ہو سکتا ہے۔ حروف اور افعال پر داخل نہیں ہو سکتا۔

پانچواں مسئلہ..... (اس میں علماء کے اختلاف کو بیان کیا کہ مجاز کے استعمال میں توقف کرنا ہوگا یا علاقہ ہی کافی ہے؟) بیان کیا کہ اس کے استعمال میں توقف ہے۔ پھر دو مخالفین کی دلیلیں پیش کیں اور دونوں کے جواب دیئے۔

چھٹا مسئلہ..... اس میں بیان کیا کہ ترکیب میں مجاز عقلی ہوتا ہے۔ اور یہ قول اللہ دلیل میں پیش کیا، "واخرجت الارض اقالہا" اور اس پر بحث کی کہ اس میں کس طرح مجاز عقلی ہے۔

ساتواں مسئلہ..... قرآن وحدیث میں مجاز کے حکم کو بیان کیا اور اس کے جواز اور وقوع پر استدلال کیا۔ پھر مخالفین کی دو دلیلیں دے کر جوابات دیئے۔

آٹھواں مسئلہ..... مجاز کے داعی کو بیان کیا۔

نواں مسئلہ..... اس میں بتایا کہ تین وجوہ سے مجاز خلاف الاصل ہوتا ہے۔

التقسیم الثالث :

اس میں حقیقت ومجاز کی مشترک مباحث کو پیش کیا جو پانچ مسائل میں ذکر کئے۔

ساتواں باب :

احوال لفظیہ کے بارے میں اس باب میں احوال لفظیہ مختلفہ بافادۃ اللفظ اور متعارض وجوہ اور تعارض کی صورت میں ان کے حکم کو بیان کیا اور بتایا کہ متکلم کی بات سے جو فہم میں خلل پیدا ہوتا ہے اس کے پانچ احتمالات ہو سکتے ہیں :

۱۔ الاشتراک ۲۔ النقل ۳۔ المجاز ۴۔ الاضمار ۵۔ التخصیص

مذکورہ پانچ میں محصور ہونے کی وجہ بتائی۔ پھر بیان کیا کہ اقتضاء خلل لفظی نہیں ہے۔ پھر دس وجہ میں ان میں پائے جانے والے احتمالات کے تعارض کو بیان کیا اور وجہ تصریح بیان کی۔ ان وجوہ کو دس مسائل میں پیش کیا۔

مسئلہ ۱..... تعارض بین النقل والاشتراک کی صورت میں نقل، اشتراک سے بہتر ہے اس کی وجہ بتائی۔ نقل کی اشتراک پر فضیلت پر تین اعتراضات کا ذکر کر کے جوابات دیئے۔

مسئلہ ۲..... جب مجاز اور اشتراک کے مابین تعارض ہو جائے تو مجاز اشتراک سے دو وجوہ کی بناء پر بہتر ہوگا۔ پھر کہا کہ اگر کہا جائے کہ اشتراک ان وجوہ کی بناء پر مجاز سے بہتر ہے تو اس کی صورتیں بتا کر ان کے جوابات دیئے۔

مسئلہ ۳..... تعارض بین الاضمار والا اشتراک ہو تو الاضمار اشتراک سے بہتر ہوگا اس کی وجوہات بھی ذکر کیں۔ اشتراک کی الاضمار پر فضیلت کی ممکنہ صورتیں بتا کر جوابات دیئے۔

مسئلہ ۴..... تعارض بین التخصیص والا اشتراک کی صورت میں تخصیص اشتراک سے بہتر ہوگا۔ اس کا سبب ذکر کیا۔
 مسئلہ ۵..... تعارض بین المجاز والنقل کی صورت میں مجاز نقل سے بہتر ہوگا اس کی وجہ بھی بتائی۔ پھر نقل کی مجاز
 پر فضیلت پر سوالات کے جوابات دیئے۔

مسئلہ ۶..... تعارض بین الاضمار والنقل کی صورت میں اضمار نقل سے بہتر ہوگا۔ اس کے اسباب بھی بتائے۔
 مسئلہ ۷..... تعارض بین التخصیص والنقل ہو تو تخصیص نقل سے بہتر ہوگا۔
 مسئلہ ۸..... مجاز اور اضمار دونوں برابر ہیں۔ برابری کی علت بھی بیان کی۔
 مسئلہ ۹..... جب تخصیص اور مجاز کے درمیان تعارض ہو تو تخصیص مجاز سے بہتر ہے۔ اس کے اسباب بھی بتائے۔
 مسئلہ ۱۰..... تخصیص اور اضمار کے درمیان تعارض ہو تو تخصیص اضمار سے بہتر ہوگی۔ اس کی علت بھی بیان کی۔
 ان دس مسائل مذکورہ بیان کرنے کے بعد اسی باب میں چار فروع بیان کیں :

- فرع ۱۔ اشتراک، نسخ سے بہتر ہے، اس کی علت بتائی ۔
- فرع ۲۔ متواطی، مشترک سے بہتر ہے، اس کی علت بتائی ۔
- فرع ۳۔ دو علمین کا اشتراک ، دو معنئین کے اشتراک سے بہتر ہے، اس کی وجہ بھی بتائی۔
- فرع ۴۔ علم ومعنی کا اشتراک دو معنئین کے اشتراک سے بہتر ہے۔

آٹھواں باب :

حروف کی تفسیر میں اس باب میں ان حروف کی تفسیر کی گئی ہے جن کی اس فن میں ضرورت رہتی ہے مثلاً واو،
 ف، فی، ہن، انا وغیرہ۔ اس باب کو چھ مسائل میں تقسیم کر کے ہر مسئلہ پر بحث کی۔

نواں باب :

خطاب اللہ اور خطاب الرسول سے استدلال کی کیفیت کے بارے میں ہے۔ اس باب میں پانچ مسائل پیش کئے
 اور پھر بعض مسائل کی وضاحت کی خاطر اس کے ضمن میں مزید قسمیں بیان کیں۔ نواہیاب کی تکمیل سے فراغت
 کے بعد اوامر و نواہی پر گفتگو کرتے ہیں۔

الاوامر والنواہی کا بیان :

طوالت سے بچنے کی خاطر اختصار سے کلام کریں گے۔ اوامر و نواہی پر کلام کو ایک مقدمہ اور تین اقسام میں
 پیش کیا، مقدمہ آٹھ مسائل پر مشتمل ہے۔ مقدمہ کے بعد کی تین اقسام میں سے پہلی قسم جو کہ لفظی اباحت میں ہے
 اس کو گیارہ مسائل میں بیان کیا۔ دوسری قسم جو مسائل معنویہ پر ہے اس کو چار اقسام پر منقسم کیا اور تیسری قسم جو صرف
 نواہی سے متعلق ہے اس میں سات مسائل پیش کئے۔

عموم و خصوص کا بیان :

عموم و خصوص کو چار اقسام میں مرتب کیا۔

پہلی قسم..... (عموم سے متعلق ہے) اس بحث کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

پہلی جہت : عموم کے الفاظ میں ہے جسے سات مسائل میں بیان کیا۔

دوسری جہت : لواحق عموم میں ہے (مگر وہ حقیقتاً لواحق نہیں ہیں)۔ آٹھ مسائل میں بیان کیا۔

دوسری قسم..... (خصوص میں ہے) یہ آٹھ مسائل پر مشتمل ہے جن میں تخصیص کی تعریف، تخصیص منجز اور استثناء کا فرق اور علت شرعیہ، مفہوم الموافقة، مفہوم المخالفة، ان کا حکم و اقسام اور عام ہو کر خاص مراد لیا وغیرہ بیان کئے۔

تیسری قسم..... (عموم کی تخصیص میں) یہ قسم چار اطراف پر مشتمل ہے۔

۱۔ التخصیص بالادلة المتصلة ۲۔ التخصیص بالادلة المنفصلة

۳۔ بناء العام على الخاص ۴۔ ما يظن انه مخصص وليس كذلك

طرف اول..... (التخصیص بالادلة المتصلة) :

تین ابواب میں اس کی تشریح کی :

پہلا باب..... الاستثناء میں ہے۔ اس میں سات مسائل بیان کئے جن میں استثناء کی تعریف، شرح التعلیل، استثناء منفصل، استثناء من غیر الحسن کا بطلان، استثناء کی صحت کے شرائط، استثناء کے بارے میں علماء کے مذاہب و ادلہ اور مذہب اقرب الصواب وغیرہ پر بحث کی۔

دوسرا باب..... شرط کے ساتھ تخصیص میں ہے۔ اس میں آٹھ مسائل بیان کئے جس میں شرط کی تعریف، اذا، وان حروف شرط کا فرق، شروط اور اس کی اقسام، جملہ پر شرط داخل کرنے پر علماء کا اختلاف اور اس بارے میں ان کے مذاہب وغیرہ بیان کئے۔

تیسرا باب..... غایۃ وصف کے ساتھ تخصیص میں ہے اس بحث کو دو فصلوں میں بیان کیا۔ پہلی فصل : جو تخصیص بالغایۃ سے متعلق ہے۔ اس کو مزید تین بحثوں میں منقسم کر دیا۔ دوسری فصل : تخصیص بالصفة سے متعلق ہے۔

طرف ثانی : (التخصیص بالادلة المنفصلة) :

یہ چار فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل : تخصیص بالعقل، دوسری تخصیص العام بالحسن، تیسری فصل : تخصیص القطعی بالقطعی (پانچ مسائل پر مشتمل) جبکہ چوتھی فصل : تخصیص المقطوع بالمظنون (تین مسائل پر مشتمل) پر کلام کیا۔

طرف الثالث : (بناء العام على الخاص) :

دو چیزیں ایک دوسرے سے باہم متعارض ہیں ان میں ایک عام اور دوسرا خاص ہے تو اس کے احوال بیان کئے۔
ہر حال میں علماء کی آراء ان کے اولہ اور مذاہب مختار کی تصریح کی۔

طرف الرابع : (مبايظن انه مخصص وليس كذلك) : اس موضوع پر کلام دس مسائل میں کیا۔
چوتھی قسم مطلق کو مقید پر محمول کرنے سے متعلق ہے۔

محمل اور مبین کا بیان ایک مقدمہ اور تین اقسام میں ذکر کیا۔ مقدمہ میں الفاظ اصطلاحیہ کی شرح کی
ایمان، المبین اور المفسر کو بیان کیا۔ جبکہ تین اقسام کی پہلی قسم میں محمل کو دو مسئلوں میں بیان کیا۔ اس کو چار
اقسام میں بیان کیا۔

بخ و منسوخ کا بیان اس کے بعد الاجماع کو سات اقسام میں۔ الاخبار کو ایک مقدمہ اور چار اقسام میں۔
انقیاس کو ایک مقدمہ اور تین اقسام میں پیش کیا۔ تعامل اور ترجیح کو تین اقسام میں۔ اجتہاد اور اس کے ارکان اربعہ
اجتہاد، مجتہد، المجتہد فیہ، حکم الاجتہاد کو بیان کیا۔

شہاب الدین الزنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ) ^۱

فقہ، اصولی، خلائی اور مفسر تھے۔ ان میں تفوق علمی رکھتے تھے۔ مدرسہ نظامیہ و مستنصریہ میں تدریس کی۔
امام شافعیہ میں سے ایک علم تھے۔ اندیشہ ہے کہ آپ کی بہت سی کتب فتنہ تاتار اور حوادث زمانہ کی نذر ہو گئی ہوں گی
مگر خوش قسمتی سے فقہ و اصول پر آپ کی ایک کتاب موجود ہے۔ جس کا ہم ذکر کریں گے۔
مؤلفات اصولیہ انہوں نے ”تخریج الفروع علی الاصول“ تالیف کی۔

تخریج الفروع علی الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

شہاب الدین نے اس کتاب میں ایک نئے اسلوب کو متعارف کرایا ہے۔ اس میں احکام فقہ سے جزئیات مع
ان کے اصول و ضوابط اور فروع کے ان کے علاقوں کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ قواعد و کلیات کے ضمن میں مذہب شافعی اور
فقہ کے اختلاف کو بیان کیا ہے اور اس اصل کو بیان کیا جو مسائل میں ان کے درمیان وجہ اختلاف بنتی ہیں، جزئیات کا
ثبات کی طرف رجوع اور ہر اصل کے مرجع کی تعیین کی اور کہا کہ اس قسم کا اختلاف جو عبث اور تابع خواہش نفسانی نہ
ہو، ممنوع نہیں ہوتا۔

اسی طرح اس کتاب میں استدلال و ترجیح کے لئے فقیہ میں ملکہ و اہلیت پیدا کرنے کی تدریب و ترتیب کو بیان کیا ہے
جس کی مدد سے قواعد کبریٰ سے مسائل کی تفریع پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ مؤلف نے اپنی اس کتاب میں اشارہ کیا
کہ تفریع پر قدرت اسی صورت میں حاصل ہوتی ہے جب احکام فرعیہ اور ان کے اولہ کے درمیان وجہ ارتباط کی معرفت
جامل ہو، وہ کہتے ہیں :

”فالذی لا یستدی الی وجه الارتباط بین احکام الفروع وادلثها . النی هی اصول الفقہ .
لا یتسع له المجال ولا یمکنه التفریع علیها مجال“۔^۱

(تو جو شخص احکام فروع اور ان کے ادلہ کے مابین وجہ ارتباط نہیں جانے گا جو کہ اصول فقہ ہیں، وہ دلائل پیش نہیں کر سکے گا جن پر تفریع ممکن ہوتی ہے)

اس مذکورہ سبب کی بناء پر فطری بات تھی کہ انہوں نے ایک ایسی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا جو صرف اصول فقہ یا قواعد یا فروع پر نہ ہو بلکہ ایک جداگانہ مسلک پر ہو جو اصول و فروع دونوں میں مشترک ہو اور جس کا اس سے قبل رواج بھی نہ رہا ہو۔ اپنی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں :

”فبدأت بالمسألة الاصولية التي ترد اليها الفروع في كل قاعدة ، وضمنتها ذكر الحجة
الاصولية من الجانين ، ثم رددت الفروع الناشئة منها اليها ، فتحور الكتاب مع صغر
حجمه حاويا لقواعد الاصول ، جامعاً لقوانين الفروع“۔^۲

(میں نے اس (کتاب) کا آغاز مسئلہ اصولیہ کے ساتھ کیا۔ ہر قاعدہ میں جس کی طرف فروع رجوع کرتی ہے اور
میں نے حجۃ اصولیہ کے ذکر کو جائزین (جزئیہ و کلیہ) سے شامل کیا اور پھر میں نے ان میں سے فروع ظاہرہ و کوان
مسائلہ اصولیہ کی طرف لوٹایا۔ یہ کتاب حجم میں چھوٹی ہونے کے باوجود جمیع قواعد اصول کا احاطہ کرتی ہے اور
یہ قوانین فروع کے لئے جامع کتاب ہے)

مؤلف نے اس کتاب میں مذہب حنفی و شافعی تک بحث کو محدود رکھا مگر پھر بھی استثناء کے ساتھ طلاق کے
مسائل میں امام مالک کے مذہب کو بھی ذکر کیا۔^۳

یہ کتاب صرف مسائل اصول فقہ کے ضوابط پر ہی مشتمل نہیں، بلکہ قواعد فقہیہ بھی ذکر کئے گئے ہیں اور ان
کلمات میں دور بھی کیا۔ وہ اس طرح کے بعض مرتبہ اصول بول کر اصول فقہ کے ساتھ قواعد فقہ بھی مراد لینے کو درست
مانتے ہیں اور کبھی ضوابط الکتاب یا ایک باب کے تحت مسائل الاصول اور قواعد، مشترکہ طور پر لے آتے ہیں۔ مثلاً
کتاب النکاح کو پانچ ”ضوابط الاصول“ اور تین قواعد فقہیہ کے تحت بیان کیا ہے۔^۴
پانچ ضوابط الاصول یہ ہیں :

- ۱۔ الامر بالشی لیس نہیا عن ضده
- ۲۔ راوی الاصل ینکر رواۃ الفروع
- ۳۔ متی یحمل المطلق علی المقید
- ۴۔ حکم الشئ هل یدور مع اثره وجوداً او عدماً
- ۵۔ حکم اللفظ اذا دار بین معناه الشرعی ومعناه الحقیقی

۱۔ تخریج الفروع علی الاصول، شہاب الدین الزنجانی، تحقیق و حواشی محمد ادیب صالح ص ۳۳، بیروت مؤسسۃ الرسالہ طبعہ خالد

۲۔ ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۸۷ء ۳۔ حوالہ سابق ص ۳۵ ۴۔ حوالہ سابق ص ۱۲ ۵۔ حوالہ سابق ص ۱۲۸

تین قواعد فقہیہ یہ ہیں :

- ۱۔ شہادۃ النساء وهل هي ضرورية او اصلية
- ۲۔ قرب القرابة واعتباره في الاستدلال بالنكاح
- ۳۔ ولاية الاجبار في حق البنات هل تعلل بالبكارۃ أو الصغر

اگرچہ آخری تین کا تعلق اصول سے ہے اور دیگر کا قواعد سے، پھر بھی ان کو قواعد فقہیہ اور ضوابط الاصول کے تحت بیان کیا ہے۔

شہاب الدین کبھی قاعدہ اصولیہ کی اس قدر رعایت کر جاتے ہیں کہ ظاہر آیہ محسوس ہونے لگتا ہے کہ اس بات کا اس کتاب یا باب سے کوئی تعلق نہیں۔ مثلاً ”تعليق الطلاق بالملك“ کے مسئلہ کو ”كتاب البيوع“ میں بیان کیا۔ کیونکہ ان کی نظر میں یہ قاعدہ اصولیہ کی طرف جاتا ہے جو مسائل البيوع کے ضوابط میں سے ایک ضابطہ کے تحت آتا ہے اور وہ یہ ہے :

”دخول الشرط على السبب هل يمنع انعقاده سبباً“^۱

مگر کتاب میں اس طرح کم ہی ہوا ہے اور اکثر زنجانی نے ابواب فقہ کے ضبط اور اصول وقوانین پر ان کے مسائل کی ترتیب میں عام طریقہ کی پیروی کی ہے۔

قواعد اصول فقہ کے بیان میں بعض مواقع پر انہوں نے جمہور متقدمین اصولیین یا متاخرین کے مشہور معنی سے ہٹ کر ایک نئے اور عمدہ معانی نکالے ہیں۔ مثلاً ”مسائل الامر المطلق، واقتضائه التكرار والفور، واقتضاء الامر بالشئ النهي عن ضده، ومسألة العموم في المقتضى“ میں ایسا کیا ہے۔^۲

اسی طرح مصلحت کے بارے میں ان کی گفتگو میں نظر آتا ہے۔ استحسان خفی مذہب کی ایک خصوصیت ہے اور اسی سے قریب تر مضامین مرجع مرسلہ ہے جسے امام مالک اپناتے ہیں لیکن امام شافعی نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ”الرد على الاستحسان“ یا ابطال الاستحسان رکھا، جو استحسان کی تردید کے دلائل پر مبنی ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے نظر آتا ہے کہ انہوں نے استحسان کا ایک فرضی مفہوم لے کر اس کی تردید کی ہے مگر زنجانی نے امام شافعی کے نزدیک ”تمسك بالمصالح المستندة الى كلى الشرع، وان لم تكن مستندة الى الجزئيات الخاصة المعينة“ کے جائز ہونے کا اعتبار کیا ہے۔^۳

یہ تمام باتیں زنجانی کے فقہیہ انفس، مقاصد شرعیہ میں کامل فہم، آئندہ کے اجتہادات کے مرامی کے ادراک، اور ان کے استنباط احکام سے شریعت کی حدود کی حفاظت کے بارے میں مکمل آگاہی پر دلالت کرتی ہیں اور آپ اس نمد و مسلک پر کار بند رہے جس پر آئندہ سلف چلے تھے۔

زنجانى شافعى المذہب ہونے کے باوجود بھی مسائل اصولیہ و فروعیہ کے پیش کرنے میں غیر جانبدار رہنے کی کوشش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہر ذی حق کو اس کا حق دیا جائے۔ اس لئے وہ ہر جگہ اپنے مذہب کے نقطہ نظر، دفاع کرتے نظر نہیں آتے، بلکہ کبھی ایسا ہوا بھی تو صرف بعض مرتبہ اور بعض مسائل اصولیہ کی حد تک محدود تھا۔ مثلاً

۱۔ احناف کو ان کے قول "بعلم جواز القیاس فی القیاس" کا جواب دیتے ہیں۔^۱

۲۔ اسی طرح احناف اور قدریہ کو ان کے قول کا جواب دیتے ہیں کہ "رفع الخطاء والنسیان" والی حدیث مجمل ہے، اس سے احتجاج جائز نہیں ہے۔^۲

۳۔ اور "تخصیص عموم الكتاب بالقیاس" کے جواز میں شافعیہ کا دفاع کیا۔

بہر حال وہ چند مقامات کے علاوہ ہر جگہ غیر متعصب رہتے ہوئے ایک علیحدہ نقطہ نظر پیش کر دیتے ہیں۔ مثلاً حج میں استنابہ کے حکم کے بارے میں ظاہر المذہب کو ترک کر کے احناف کا ساتھ دیا اور محمد بن حسن کے قول کو اختیار کیا۔^۳ عورت کے اپنے متونی شوہر کو غسل دینے کے بارے میں بھی اسی پر عمل کیا۔^۴

زنجانى نے جس مسلک پر کتاب لکھی علم اختلاف کے طور کے بعد پانچویں صدی ہجری میں اس کا آغاز ہوا۔ ابو زید عبید اللہ ابو حنفی (متوفی ۴۳۰ھ) نے فقہاء کے اختلاف پر ایک کتاب لکھی جس کا نام "تائیس النظر" رکھا۔ اس میں آٹھ قسم کے اختلافات پیش کئے۔ اس کتاب کا مکمل تعارف گزر چکا ہے۔ زنجانى اور دہلوی کی دونوں کتابیں یعنی تخریج الفروع اور تائیس النظر فروع سے اصول کی طرف لوٹی ہیں۔ مگر پھر بھی ان دونوں میں اجمالی طور پر فرق کیا جاسکتا ہے جو مندرجہ ذیل ہے :

۱۔ شہاب الدین زنجانى، ابو زید دہلوی کے مقابلہ میں مسائل اصول فقہ کثرت سے لاتے ہیں۔^۵

۲۔ دہلوی مسائل اصول یا قاعدہ فقہیہ ذکر کرنے کے بعد اکثر احتجاج یا تائید معنی کا ارادہ نہیں کرتے بلکہ صرف اس کے بیان کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ مسئلہ باقاعدہ مسلمات میں سے ہے، جبکہ زنجانى اس کے برعکس عمل کرتے ہیں۔

۳۔ دہلوی، زنجانى کی طرح ابواب فقہ کی ترتیب کی پابندی نہیں کرتے، بلکہ اصل جس میں اختلاف واقع ہوتا ہے اسے بیان کر کے اس کے تحت متفرق ابواب فقہیہ کو جمع کر کے مربوط کر دیتے ہیں۔ مثلاً حنفی اور شافعی کے درمیان اختلاف کی قسم میں آتا ہے :

الاصل عندنا ان کل فعل استحق فعله علی جهة بعینها ، فعلى أى وجه حصل کان من الوجوه المستحق علیها کرد الودیعة والغضب وعلی هذا مسائل منها :

۱۔ ان من صام رمضان بنیة النفل اوبنیة مبهمه اجزأه عن الفرض

۲۔ من سجد فی الصلاة المكتوبة سجدة یرید بها النفل كانت فرضاً

۳۔ اذا وهبت المرأة صداقها لزوجها قبل القبض ثم طلقها قبل الدخول فلا شئ عليها استحسانا ويرجع الزوج عليها بنصف الصداق قياسا

۴۔ من غصب طعاما ثم اطعم المصنوب منه برى من الضمان^۱

امام زنجانی کے بارے میں مذکور ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ پر لوگوں کو ابھارتے تھے۔ تا تاریخوں نے جب بغداد کو تباہ و برباد کیا، اسی زمانہ میں شہید کئے گئے۔^۲

احمد القرطبی مالکی (متوفی ۵۷۸ھ-۶۵۶ھ)^۳

فقہ اور محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الوصول الی علم الاصول“ تالیف کی۔^۴

احمد بن محمد الرصاص زیدی (متوفی ۶۵۶ھ)^۵

فقہ اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”جوہرۃ الاصول وتذکرۃ الفحول“ فی اصول الفقہ ، بسملہ کے بعد اس کتاب کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ”الحمد لله ولی الحمد بما افاض من سجال الاحسان..... الخ“ اور اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

”واستيفاء ذلك والرد على القائلين به موضعه في اصول الدين“

دکٹر مظہر بقا کے مطابق اس کا ایک نسخہ مکتبہ جامع کبیر صنعاء میں اصول فقہ نمبر ۱۳ کے تحت اور مکتبہ جامعہ الملک بن سعود ریاض میں (۵۰۳۵) کے تحت موجود ہے۔

۲۔ شرح جوہرۃ الاصول -^۶

عبد الحمید بن ابی الحدید المعتزلی شیعہ (متوفی ۵۸۶ھ-۶۵۶ھ)^۷

ادیب ، کاتب ، شاعر اور بعض دوسرے علوم میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ کئی فنون پر آپ کی تصنیفات ہیں۔

۱۔ تیس انظر۔ المدیسی ص ۶۱ ج ۲ التلخیص ص ۷۰

۲۔ ابوالعباس احمد عمر بن ابراہیم القرطبی الانصاری (۱۱۸۲ھ-۱۲۵۸ھ) قرطبہ میں ولادت اور اسکندریہ میں وفات پائی۔

۳۔ شذات الذہب ۵/۲۷۳-۲۷۴ ج ۲ معجم الاصلیین ۵/۲۷۳-۲۷۴، البدر الباری والنہایہ ۱۳/۲۱۳، ارشاد الجول ص ۸۶، حسن المحاضرہ ۱/۳۵۷

۴۔ احمد بن محمد بن حسن بن محمد الرصاص متوفی ۱۳۵۸ھ

۵۔ معجم المؤلفین ۱/۱۹۱، ۲/۱۹۱، ۹۰/۱، اس میں اس کا نام احمد بن حسن مذکور ہے۔ بروکلمان ۱/۳۳، الذیل لہ ۱/۷۰-۷۱، معجم الاصلیین

۱/۱۵۳

۶۔ ابو حامد عبدالرحمن بن محمد بن حسین بن ابی الحدید یحییٰ بن محمد بن حسین (۱۱۹۰ھ-۱۳۵۸ھ) مدائن میں وفات ہوئی، پھر بغداد منتقل ہو گئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعلیقات علی کتاب المحصول للامام فخر الدین رازی" تالیف کی۔^۱

احمد بن عمیرہ ابوالمطرف (متوفی ۵۸۲ھ-۶۵۸ھ)^۲

فقہ، اصول، حدیث، ادب، کتابت و خطابت اور دیگر بعض علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ مکناسہ اور ملیانہ وغیرہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : "رد علی کتاب المعالم" فی اصول الفقہ للامام فخر الدین رازی۔^۳

مختار الغزینی حنفی (متوفی ۶۵۸ھ)^۴

فقہ، خلاف، کلام، جدل اور مناظرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔ خوارزم کے ایک قصبہ میں نشوونما پائی، بغداد گئے پھر بلادِ روم میں مستقل سکونت اختیار کی۔ اکابر و مجید علماء سے اکتساب فیض کیا، خوب علم حاصل کیا یہاں تک کہ ان کا شمار کبار آئمہ میں ہونے لگا۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ مجتبیٰ فی الاصول
- ۲۔ الصفوة فی الاصول۔ ۵

عزالدین ابن عبدالسلام شافعی (متوفی ۵۷۷ھ-۶۶۰ھ)^۵

فقہ، اصولی، لغوی اور مفسر تھے، مجتہد کے مرتبہ پر فائز تھے۔ فخر الدین بن عسا کر سے فقہ کی اور سیف الدین امدی سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی، جبکہ آپ سے نقل کرنے والوں میں شیخ الاسلام ابن دقیق العید، علاء الدین الباجی وغیرہ شامل ہیں۔ عزالدین دمشق میں جامع اموی میں خطیب تھے۔ سلطان صالح اسماعیل نے جب "صدید" نامی شہر فرنگیوں کے حوالے کر دیا تو ابن عبدالسلام نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا اور ممبر پر علی الاعلان سلطان کو ایسا کرنے سے منع کیا اور خطبہ میں سے سلطان کے لئے دعا ترک کر دی۔ سلطان نے ان کو قید کیا اور پھر شاہ جانے کو کہا۔ مگر وہ مصر چلے آئے جہاں ملک الصالح ایوب نے انہیں جامع اعیق جامع مسجد عمرو بن العاص کا خطیب مقرر کیا اور ماسوائے قاہرہ کے تمام مصری علاقوں کی عدالتوں کا رئیس بنا دیا۔ مگر جب دارالسلطان کے استاد فخر الدین

۱۔ البدایہ والنہایہ حافظ ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۴۳ھ/۱۳/۱۹۹-۲۰۰، بیروت مکتبۃ المعارف، الریاض، مکتبۃ النصر ۱۹۶۶ء کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، ہدایۃ العارفین ۶/۵۰۷، اس میں تاریخ وفات ۵۵۵ مذکور ہے اور کتاب کا نام اس طرح ہے نقص المحصول فی علم الاصول۔
فوات الوفيات ۲/۲۵۹ (۲۳۶) ۱۳/۱۹۹-۲۰۰

۲۔ احمد بن عبداللہ بن محمد بن حسن (حسین) بن عمیرہ، المحرر وی الہنسی المغربی التونسی (۱۱۸۶ء-۱۲۶۱ء)، اندلس میں ولادت اور تونس میں وفات ہوئی۔
۳۔ الدیاج ص ۱۱۳-۱۱۵، الفتح المبین ۲/۷۲، معجم الاصولیین ۱/۱۵۸ (۱۱۰)

۴۔ ابوالرجاء مختار بن محمود بن محمد، نجم الدین الزاہدی الغزینی متوفی ۱۲۶۰ھ خوارزم میں نشاۃ ہوئی اور بلادِ روم میں مقیم ہو گئے تھے۔
۵۔ کشف الظنون ۲/۱۵۹۲، ۱۰۸۰ء، ہدایۃ العارفین ۶/۳۲۳، الفتح المبین ۲/۷۱، الفوائد البہیہ ۱۱۲، الجواہر المہدیہ ۲/۱۶۶

۶۔ سلطان العلماء عبدالعزیز بن عبدالسلام بن ابوالقاسم، عزالدین السلسی دمشقی (۱۱۸۱ء-۱۲۶۱ء)، قاہرہ میں وفات پائی۔

مناں نے مسجد کے اوپر گھر بنوایا اور اس میں طبل خانہ کھولا تو ابن عبد السلام نے اس کو حکم دے کر منہدم کروادیا اور پھر قضاء سے مستعفی ہو گئے۔ پھر سلطان نے ان کی تدریس کے لئے مدرسہ صالحیہ بنوادیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الامام فی بیان ادلة الاحکام

۲۔ شرح مختصر المنتهی لا بن الحاجب

۳۔ رسالۃ فی اصول الفقہ۔ یہ رسالہ مکتبہ جامعہ ام القریٰ میں ۲۸۹۲ھ کے تحت موجود ہے۔^۱

ابن العدیم حنفی (۵۸۶ھ-۶۶۰ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ..... مذہب ابو حنیفہ پر ”منہاج فی الاصول والفروع“ تالیف کی۔^۳

شہاب الدین ابوشامہ شافعی (۵۹۶ھ-۶۶۵ھ)^۴

محدث، حافظ، مؤرخ، مفسر، فقیہ، اصولی، متکلم، مقرر اور نحوی تھے۔ کہا گیا ہے کہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچے تھے۔

ابو الدین بن عبد السلام، فخر بن عساکر، سیف الدین امدی اور موفق الدین ابن قدامہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”المحقق من علم الاصول فیما يتعلق بافعال الرسول“

اس کتاب پر صالح شریح جابر (اردنی) نے جامعہ اسلامیہ مدینہ المنورہ سے ۱۴۰۳ھ میں دکتوراہ کی ڈگری حاصل کی۔

۲۔ الاصول فی الاصول۔^۵

ظہیر الدین محمد بن عمر حنفی (متوفی ۶۶۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ”کشف الاسرار“ تالیف کی۔^۶

۱۔ کشف الظنون ۱/۱۶۶، ۲/۱۸۵۵، ہدیۃ العارفین ۵/۵۸۰، اس میں ختمی السؤل والائل لابن الحاجب مذکور ہے۔ شذرات الذہب

۵/۳۰۲، فوات الوفيات ۱/۲۸۷، فتح المبین ۲/۳-۷، معجم الاصولیین ۲/۲۰۹ (۴۳۳)

۲۔ ابو حفص عمر بن القاضی مجد الدین احمد بن ہبۃ اللہ ابن حرادہ العقیلی، کمال الدین الخلیفی ابن الحدیم۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۸۷

۴۔ شہاب الدین عبدالرحمن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان المقدسی دمشقی ۱۱۹۹ء-۱۳۶۶ء، ابوالقاسم اور ابی ابوشامہ کنیت تھی۔

۵۔ دمشق میں وفات پائی۔

۶۔ ایضاح المکنون ۳/۹۳، ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۳، ۶/۱۲۹، اس میں تاریخ وفات ۶۶۸ھ مذکور ہے۔ شذرات الذہب ۵/۳۱۸-۳۱۹،

فوات الوفيات ۲/۲۶۹ (۲۵۱)، تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۳۶۳-۱۳۶۴، فتح المبین ۲/۷۵، معجم الاصولیین ۲/۱۷۳ (۳۱۱)

۷۔ ظہیر الدین محمد ابن عمر محمد البخاری النوحا بازی ایضاح المکنون ۴/۳۵۵

- اولہ : الحمد لله الذی نور قلوب العلماء بنور ہدایتہ وشرح صدورہم بو فور عنایتہ الخ۔
- ۷۔ عبد الرحمن بن محمد بن احمد شمس الدین محمد ابن عبد الرحمن الزمردی معروف بہ ابن الصالح خلی متوفی ۷۷۸ھ۔^۲
- ۸۔ ابن احمد متوفی ۷۹۵ھ نے شرح لکھی۔ اولہ : الحمد لله جزیل الانعام علی اعلاء اعلام الاسلام الخ۔^۳
- ۹۔ علاء الدین علی بن عمر الاسود متوفی ۸۰۰ھ نے ایک بڑی شرح لکھی اور ۷۸۷ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اولہ : الحمد لله الذی نور قلوب العلماء الخ۔^۴
- ۱۰۔ شیخ امام احمد بن ابراہیم بن (اسمعیل) بن ایوب خنی نے "فتح المجنی شرح المغنی" کے نام سے شرح لکھی ۸۰۳ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔^۵
- ۱۱۔ مصطفیٰ بن یوسف بن مراد الموساری البوسنی الرومی خنی (متوفی ۱۱۹۹ھ) نے فتح الاسرار فی شرح المغنی تالیف کی۔^۶
- ۱۲۔ محمد بن یوسف بن یعقوب الغزالی الاسیری خنی (متوفی ۱۱۹۳ھ) نے المستغنی فی شرح المغنی تالیف کی۔^۷
- نظم المغنی : احمد بن محمد بن عبد الرحمن بن محمد بن رجب شہاب الدین الطوفی (متوفی ۸۹۳ھ) نے "نظم المغنی" کے نام سے اس کا نظم کیا۔^۸
- سالم المازنی الشیبی (۶۷۲ھ سے قبل)^۹
- فقیہ، فرضی اور بعض دوسرے علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ ابن ادریس حلی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ آپ کی تصانیف فقہ، اصول و فرائض پر مشتمل ہیں۔
- مؤلفات اصولیہ : "غنیۃ النزوع الی علمی الاصول والفروع"۔^{۱۰}
- احمد بن موسیٰ الطاووس امامی (متوفی ۶۷۳ھ)^{۱۱}
- فقہی اصولی اور صاحب تصانیف تھے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/۹۰، فتح المبین ۲/۱۸۸، ۲۔ کشف الظنون ۲/۴۹، ۳۔ کشف الظنون ۲/۴۹، ۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۶، ۵۔ کشف الظنون ۲/۴۹، ۶۔ ایضاح المکنون ۳/۳۳، ۷۔ ایضاح المکنون ۳/۱۶۹، ۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۵، ۹۔ ابوالحسن سالم بن بدران بن علی مصین الدین المازنی مصری شیبی متوفی ۱۲۷۳ء سے قبل، ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۷۱، ۱۱۔ تہذیب الاصولین ۲/۱۱۶ (۳۵۲) بحوالہ اعیان الشیعہ ۷/۱۷۲۔

۱۲۔ ابوالفہاصل احمد بن موسیٰ بن جعفر بن محمد، جمال الدین متوفی ۱۲۷۳ء۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ العدة فی اصول الفقه یا عدة الاصول ۲۔ فوائد العدة

۳۔ ہدیۃ العارفین میں "کتاب الکوفی الاصول" بھی مذکور ہے۔^۱

ابوالقاسم شیعہ (متوفی ۶۷۴ھ)

مؤلفات اصولیہ : نہج الوصول الی علم الاصول۔^۲

احمد بن محمد النابلسی (متوفی ۶۷۴ھ)^۳

فقہ تھے۔ فقہ، اصول، عربی زبان اور نظر میں متقن تھے۔ قاہرہ میں غزالدین بن عبدالسلام سے تشفقہ حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ایضاح المکنون کی عبارت ہے :

"صنف کتابا فی اصول الفقه ، جمع فیہ بین طریقتی الامام والامدی واسمہ البدیع فی اصول الفقه"

(اصول فقہ میں البدیع فی اصول فقہ نامی کتاب تالیف کی جس میں امام اور امدی کے طریقہ کو جمع کیا)^۴

ابوالفضل الخلاطی (متوفی ۶۷۵ھ)^۵

فقہ، قاضی، اصولی اور محدث تھے۔ بغداد، دمشق اور پھر قاہرہ منتقل ہو گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "قواعد الشروع وضوابط الأصل والفرع علی الوجیز" تالیف کی۔ اس کتاب کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ یاہن برہان کی اصول میں کتاب "الوجیز" کی شرح ہے۔ اس میں اصول سے فروع کے استخراج میں متاخرین کے مسلک کی پیروی کی گئی ہے۔^۶

جعفر الحلی امامی (۶۰۲ھ/۶۷۶ھ)^۷

فقہ، اصولی، متکلم، ادیب، علماء امامیہ میں سے ہیں۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۷، معجم الاصولین ۱/۲۳۳ (۱۸۶) بحوالہ معجم المؤلفین ۲/۱۸۷، اعیان الشیعہ ۳/۸۹، الذریعہ ۱۵/۲۲۸، ۱۶/۳۳۸۔

۲۔ اس میں نام احمد بن موسیٰ بن طاووس الحلی درج ہے۔ ۳۔ ابوالقاسم جعفر ابن حسن الشیبی، المفید، ایضاح المکنون ۳/۶۹۵۔

۴۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن نعمۃ شرف الدین النابلسی متوفی ۱۲۷۷ھ۔

۵۔ معجم الاصولین ۱/۲۳۶ (۱۷۸) میں بحوالہ ایضاح المکنون ۱/۲۷۱ اور طبقات الاستوی ۲/۳۸۳ مذکور ہے۔ ایضاح المکنون ۱/۲۷۱ کا

یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔ ۶۔ ابوالفضل محمد علی بن حسن الخلاطی (۱۲۷۳ھ) ارمینیہ سے تعلق رکھتے تھے، قاہرہ میں وفات پائی۔

۷۔ الطحطاوی ۲/۸۰، بحوالہ طبقات السبکی ۵/۳۲، معجم البلدان یا قوت ۳/۳۵۲۔

۸۔ ابوالقاسم جعفر بن حسن (حسین) یحییٰ، معجم الدین الہندی، محقق الحلی کے لقب سے مشہور تھے (۱۲۰۵ھ/۱۲۷۷ھ)۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نہج الوصول الی علم الاصول ۲۔ معارج الاصول

مظہر بقا کے مطابق اس کے دو نسخے برستین (جھوڑا) میں نمبر ۵۵۹۸ اور ۵۵۲۵ کے تحت موجود ہیں اور دونوں نسخوں کے خلاف پر "مختصر فی الاصول" مکتوب ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : الحمد للہ علی مسابغ نعمتہ.....

۳۔ ہدیۃ العارفین میں ایک اور کتاب کا بھی ذکر ہے جس کا نام "کتاب المسلك فی الاصول" ہے۔
محی الدین النووی شافعی (۶۳۱ھ/۶۷۶ھ) ۴

فقہ، حافظ اور زاہد تھے۔ اپنے والد کے ساتھ سوریہ سے دمشق اور پھر حج کے لئے تشریف لے گئے، دمشق میں تعلیم حاصل کی۔ روزانہ حدیث، اصول، لغت، کلام و منطق وغیرہ کے بارہ اسباق کا مطالعہ کرتے۔ بیس برس تک زہد و تقویٰ، امر بالمعروف نہی عن المنکر، قلیل قناعت کے ساتھ دن و رات حصول علم میں گزارے۔ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : آپ نے "کتاب الاصول والضوابط" تالیف کی۔ نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اصول فقہ پر کتاب ہے، اس کے مرنج ہونے پر دلیل یہ ہے کہ ان کی زیادہ تر توجہ اور تدریس اس علم میں رہی۔ اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ان کی کتاب "شرح المہذب" جس کا انہوں نے "المجموع" نام رکھا۔ اس میں وہ فروع فقہیہ کو ان کے اصول کے ساتھ مربوط کرتے نظر آتے ہیں۔

احمد الدشناوی شافعی (۶۱۵ھ/۶۷۷ھ) ۵

امام، فقہ، زاہد تھے، قوص میں فتویٰ و تدریس کی ریاست آپ پر ختم ہوتی تھی۔ شہر قوص میں شیخ تقی الدین بن دیق العیدان کے قریبی دوست تھے۔ قاہرہ میں شیخ عز الدین بن عبد السلام سے تفقہ حاصل کیا۔ شیخ شمس الدین محمد بن محمود الاصفہانی جو امام رازی کی المحصول کے شارح ہیں، سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔ اصول کے علاوہ فقہ، نحو وغیرہ میں بھی کتب تالیف کیں۔ مثلاً امام شیرازی کی فقہ پر مشہور کتاب "التبہ" کی شرح لکھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مختصر فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں بغیر نام بتانے ان کی اصول پر کتاب کا ذکر ہے۔ ۶

۱۔ البیاض المکنون ۳/۶۹۵، ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۳، معجم الاصولین ۴/۱۲۳ (۲۳۳)

۲۔ ابو ذکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمہ بن حزام (۱۲۰۵ء/۱۲۷۷ء) ان کا لقب محی الدین النووی ہے اور شیخ الاسلام سے معروف تھے۔ سوریا میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ احمد بن عبد الرحمن بن محمد الکندی الدشناوی، جلال الدین، ابن بنت الجیمی (۱۲۱۸ء/۱۲۷۹ء) مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۸، الوافی بالوفیات، الصغدی ۷/۵۵-۵۶ (۲۹۸۷)، معجم الاصولین ۱/۱۲۳ (۱۰۱)

شمس الدین محمد بن محمد (محمود) الاصفہانی (متوفی ۶۷۸ھ)

امام رازی کی الجصول کے شارح ہیں۔ ان کی اس شرح پر ایک تحقیقی جائزہ ان کی تاریخ وفات ۶۸۸ھ کے تحت پیش کیا جائے گا۔

حسین بن الناطر (۶۰۳ھ/۶۷۹ھ)^۱

فقہ، محدث، مقری نحوی اور ادیب تھے۔ غرناطی الوطن، ہنسی الاصل، جیانی المولد تھے۔ غرناطہ میں ایک عرصہ تھے تدريس کرتے رہے، بالقتہ، بسطہ اور مرہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ: امام غزالی کی اصول فقہ پر کتاب "المستصفی" کی شرح لکھی۔^۲

ابن فلاح (متوفی ۶۸۰ھ)

مؤلفات اصولیہ: اصول فقہ میں کتاب "الکافی" تصنیف کی۔^۳

ابن ابی البدر جنبلی (متوفی ۶۸۱ھ)

انہوں نے کتاب "العدة للشدة فی الاصول" تالیف کی۔^۴

عبد الجبار العکبری جنبلی (۶۱۹ھ/۶۸۱ھ)

فقہ، مفسر، اصولی اور واعظ تھے۔ ایک عرصہ تک طب سے وابستہ رہے پھر فقہ، اصول، تفسیر اور وعظ کی طرف رغبت ہوگئی اور کمال حاصل کر کے مستصریہ میں مدرس بنے، واقعہ بغداد میں قیدی بنائے گئے۔ صاحب موصل بدرالدین نے ان کو خرید اور وہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہنے کے بعد بغداد واپس لوٹ گئے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے "المقدمہ فی اصول الفقہ" تالیف کی۔^۵

شہاب الدین بن تیمیہ جنبلی (۶۲۷ھ/۶۸۲ھ)^۶

فقہ، اصول، فرائض اور ہیئت کے عالم تھے۔ آپ نے اپنے والد سے علم حاصل کیا جبکہ آپ کے دو صاحبزادوں ابو العباس اور ابو محمد نے آپ کی زیر تربیت رہ کر تعلیم حاصل کی۔ خاندان ابن تیمیہ کے ان تین افراد

۱ ابن الناطر ابو علی حسین بن عبد العزیز بن محمد بن عبد العزیز القرشی البصری (۱۲۷۷ء-۱۲۸۰ء) جیانی (غالباً اندلس) میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲ ہدیه العارفین ۵/۳۱۳۔ اس میں ان کا نام اس طرح مذکور ہے حسن بن عبد اللہ بن عبد العزیز، عجم الاصولیین ۲/۶۸ (۳۰۲)

۳ ابن فلاح تفتی الدین ابو الفتح منصور ابن فلاح بن محمد البسنی النحوی، ایضاح المکنون ۴/۳۵۸، ہدیه العارفین ۶/۲۷۴

۴ ابوبکر عبد اللہ بن ابوالبدر بن محمد الحر بنی بغدادی، ابن ابوالبدر، ہدیه العارفین ۵/۳۶۱

۵ عجم الاصولیین ۲/۱۵۷ (۳۹۱) اس میں بحوالہ شذرات الذهب ۵/۳ مذکور ہے، ہمیں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔

۶ شہاب الدین عبد الحلیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن تیمیہ، ابوالحسن، ابو احمد، الحرانی، لد مشقی (۱۲۲۹ء/۱۲۸۳) حران میں ولادت اور دمشق میں وفات ہوئی۔

میں سے ایک ہیں جنہوں نے اصول فقہ کی کتاب ”المسودہ“ کی تیاری میں حصہ لیا۔ یعنی عبدالسلام جو عبدالحلیم کے والد تھے انہوں نے ”المسودہ“ کو تالیف کیا تھا۔ ہم اس کتاب پر تحقیقی تجزیہ پیش کر چکے ہیں اور عبدالسلام اور عبدالحلیم کی اس کتاب میں اراء پر بھی گفتگو کر چکے ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تعالیق فی الاصول“ تالیف کی۔^۱

سراج الدین الارموی شافعی (۵۹۳ھ/۶۸۲ھ)^۲

فقیہ، اصولی، جدلی، مفسر، شاعر، متکلم تھے۔ اپنے شہر اور موصل میں تعلیم حاصل کی۔ تلامذہ میں شیخ صفی الدین الہندی الارموی متکلم اشعری (متوفی ۷۱۵ھ) بھی شامل ہیں جو امام رازی کی المحصول کے شارح بھی ہیں۔ اگرچہ بعض حضرات کے مطابق امام رازی، سراج الدین الارموی کے شیوخ میں سے ہیں مگر یہ بات قرین قیاس معلوم نہیں ہوتی۔ کتاب التحصیل دمشق میں تالیف کی، مصر بھی تشریف لائے، قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ رسالة فی امثلة التعارض فی اصول الفقه

۲۔ اسئلة اوردها القاضي محمود بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی

۳۔ التحصیل من المحصول

الارموی کی اصول فقہ پر کتب کا تعارف و تحقیقی تجزیہ :

۱۔ رسالة فی امثلة التعارض فی اصول الفقه :

ہدییۃ العارفین میں اس کتاب کا ذکر ہے^۳۔ یہ کتاب اب تک مخطوطہ کی صورت میں تیموریہ لائبریری میں موجود ہے جو دارالکتب مصریہ سے ملحق ہے اس کا نمبر ہے ایک جزء اور ایک ہی جلد میں ہے، اس کتاب کو ۶۳۵ھ میں تصنیف کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ دارالکتب مصریہ میں بھی ہے۔ یہ رسالہ ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے ہر صفحہ میں ۷ سطریں ہیں اور ہر سطر میں تقریباً دس کلمات ہیں، اس کا خط واضح ہے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ”بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہم تمم بخیر... امثلة التعارض للشیخ الامام العلامة سراج الدین محمود بن ابی بکر بن احمد الارموی“۔ اس کے بعد دس مسائل اور ان کی امثلہ اور فوراً بعد ہی تینوں فروع بھی بیان کر دیں۔

پہلا مسئلہ : النقل اولی من الاشتراک

دوسرا مسئلہ : المجاز اولی من الاشتراک

۱۔ شذرات الذهب ۵/۶۷۳، ۳۷۹، الفحاشی ۲/۸۳-۸۴، معجم الاصولین ۲/۱۶۵، ۱۶۶ (۲۰۱)

۲۔ سراج الدین ابوالثنا محمد بن ابوبکر بن حامد بن احمد الارموی المتوفی دمشق۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۸۳۸، ہدییۃ العارفین ۶/۶۰۶

تیسرا مسئلہ : الاضمار اولیٰ من الاشتراک

چوتھا مسئلہ : التخصیص اولیٰ من الاشتراک

پانچواں مسئلہ : المجاز اولیٰ من النقل

چھٹا مسئلہ : الاضمار اولیٰ من النقل

ساتواں مسئلہ : التخصیص اولیٰ من النقل

آٹھواں مسئلہ : المجاز و الاضمار سیان

نواں مسئلہ : التخصیص اولیٰ من المجاز

دسواں مسئلہ : التخصیص اولیٰ من الاضمار

تین فروع مندرجہ ذیل ہیں :

الاول : الاشتراک راجع علی النسخ

الثانی : التواطؤ اولیٰ من الاشتراک

الثالث : الاشتراک بین علمین اولیٰ، ثم بین علم و معنی، ثم بین معینین

اس کے اختتامی کلمات یہ ہیں :

"تم بحمدہ و عونہ و حسن توفیقہ و بمنہ، والصلاة والسلام والایمان الا کمالان علی
سیدنا و نبینا محمد رسولہ و عبدہ، و ذلک یوم الاحد عاشر ذی الحجة الحرام سنة
۶۳۵ھ بالعادلیة الکبریٰ بدمشق المحروسة علقها لنفسہ اقل عید اللہ و افقرہم و اذلہم
الراجی عفوریہ و مغفرتہ یوسف بن محمد بن عبد القوی بن غازی بن عبد الوہاب
الجناتی التوتی غفر اللہ لہ و لوالدیہ و لمن نظر فیہا، و دعائہ بالتوبة و بجمیع المسلمین
امین امین و صلوة علی سیدنا محمد و حسبنا اللہ و نعم الوکیل"

۲۔ مسئلہ اور دھا القاضی محمود بن ابی بکر الارموی

علی المحصول للامام رازی :

اس کتاب کا نام معلوم نہیں مگر ابن الندیم کی فہارس میں اس کتاب کا نام "مسئلہ اور دھا القاضی محمود
بن ابی بکر الارموی علی المحصول للامام رازی" مذکور ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام رازی کی کتاب
المحصل پر سوالات کئے، حاجی ظیفہ نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ یہ مخطوط کی صورت میں دارالکتب مصریہ میں موجود ہے،

اس کا نمبر ۳ ہے۔ تقریباً چالیس بڑے صفحات پر محیط ہے جس کا ہر صفحہ ۲ سطور پر اور ہر سطر تقریباً پانچس (۲۲) کلمات پر مشتمل ہے اور ابتداء میں یہ عبارت تحریر ہے : کسرا یس من کلام الشیخ سراج الدین الارموی علی المحصول لفخر الدین الخطیب (رحمہ اللہ)۔ کتاب کا آغاز مندرجہ ذیل کلمات سے ہوتا ہے :

”بسم اللہ الرحمن الرحیم ، والحمد للہ المستحق للحمد و ثنیۃ والصلوۃ علی سیدنا محمد عبده ونبیہ هذه الاسطر من (مقاصد العقول من معاهد المحصول للامام سراج الدین محمود بن ابی بکر الارموی)۔“

اس کتاب کے آخری صفحہ پر یہ عبارت مکتوب ہے :

”الدلیل الثانی عشر لفظ ”افعل“ دل علی القضاء الامر ، فوجب أن یکون مانعا من نقیضه قیاسا علی الخبر فیہ بحث“۔

اس مذکورہ بالا عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کی آخری بحث الامر ہے چونکہ اس میں ہے کہ بارہویں دلیل لفظ ”افعل“ کے مفتضحی امر ہونے پر دلالت کرنے میں ہے اور یہ عبارت کتاب کا آخری صفحہ ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کتاب نامکمل ہی رہی ہوگی۔

۳۔ التحصیل من المحصول کا تحقیقی تجزیہ :

ساتویں صدی ہجری کا دور جس میں اصول فقہ کی ایک عظیم کتاب المحصول کی شرح لکھی گئی اس دور میں متکلمین طرز پر اصول فقہ میں کتب تالیف کی جا رہی تھیں اور ان کی اکثریت کتب سابقہ کا اختصار، شرح یا تعلیق پر مشتمل ہوتی۔ الارموی نے اسی مناسبت سے امام رازی کی ”المحصول“ کے اختصار کی طرف توجہ کی اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ الارموی فہم منطق، حکمت اور علم الکلام میں کامل دسترس رکھتے تھے اور ”المحصول“ کے اختصار کے لئے ان فنون میں بھی کمال ضروری تھا اس لئے آپ اس کے اختصار کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی بناء پر ”التحصیل“ دوسری مختصرات کے مقابلہ میں ایک منفرد مقام کی حامل کتاب ہے۔

کتاب کے شروع میں قوانین و ضوابط کی بندش کے جس اسلوب کو اپنایا ہے وہ اور تصنیف، ترتیب، تقسیم ابواب اور فصول میں اہتمام آپ کی وسعت علمی مہارت و ذکاوت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ کی یہ مختصر ترتیب، تنظیم، مشکلات پر آگاہی اور ان کا حل اور اولہ و حدود پر وارد ہونے والے وہم و دور کرنے اور سوالات کے جوابات دینے میں دیگر تمام مختصرات پر فوقیت رکھتی ہے۔ کتاب ”التحصیل“ کے مطالعہ کے دوران الارموی نہ صرف اصولی بلکہ متکلم بھی نظر آتے ہیں جس میں وہ کلامی مسائل علی سبیل التبیح پیش کر کے ان کے اور بعض مسائل اصول فقہ کے درمیان ارتباط پیدا کرتے ہیں۔ اور یہ بات ”التحصیل“ میں بہت پائی جاتی ہے ان میں سے چند یہ ہیں : تحسین، تقیح کا عقلی ہونا، عصمت الانبیاء، منعم کا شکر عقلاً یا شرعاً، صفت موصوف کا عین ہے یا غیر اور تکلیف بالابطاق اور اس کے علاوہ بہت سے مسائل الارموی نے مکمل دسترس کے ساتھ ان مسائل پر بحث کی اور مذاہب کے اولہ پر اور

خاص کر معتزلہ کے ادلہ پر مناقشہ کیا اور ان (معتزلہ) کے تحسین و تنقیح کے عقلی ہونے کے بارے میں مشہور قاعدہ سے مکمل اجتناب ظاہر کیا۔

دیگر اختصارات کی موجودگی میں ایک اور اختصار کرنے کی وجہ اور اس میں ان کا اسلوب :

قاضی سراج الدین الارموی کتاب التخصیل کے شروع میں اس بات کی طرف نشاندہی کرتے ہیں کہ کس بات نے انہیں اس کتاب کے اختصار کرنے پر مجبور کیا اور ساتھ ہی اپنے اس منہج و اسلوب کو بھی بیان کیا جس کو اس اختصار میں ملحوظ رکھا :

”لقد كانت الهمم فيما قبل لا تقصر عن الارتقاء الى المراتب القاصية، ولا تفتر دون الوصول الى المراتب العالية، والان فقد افضى الحال بالامم في تقصير الهمم الى ان استكثروا اليسير، واستكبروا النذر الحقيق، حتى ان الكتاب الذي صنفه الامام العالم العلامة فخر الملة والدين، حجة الاسلام والمسلمين، ناصر الحق مغيث الخلق محمد بن عمر الرازي، نور الله ضريحه، في اصول الفقه وسماه بالمحصول، مع نظافة نظمه ولطافة حجمه، يستكثروه اكثرهم و يقبل عليه ايسرهم على انه يشتمل من الفوائد على جمل كافية، ويحتوى من الفرائد على قوانين متوافية، ثم ان بعض من صدقت فيه رغبته وتكاملت فيما يحتويه محبته التمس منى ان اسهل طريق حفظه بايجاز لفظه ملتزماً بالاثبات باتواع مسائله، وفنون دلالته، مع زيادات من قبلنا مكملة، وتبسيهات على مواضع منه مشككة، لاعلى سبيل استيفاء الفكر واستكمال النظر لاخلاله بالمقصود من هذا المختصر، واجبته اليه مستعيناً بالله و متوكلاً عليه، وسميته بتحصيل الاصول من كتاب المحصول ليتوافق اسمه ويتطابق لفظه ومعناه والله ولى التوفيق والمعين وعليه التوكل وبه استعين“.

(پہلے وقتوں میں لوگوں کی ہمتیں مراتب عالیہ کی طرف ترقی کرنے سے نہیں آگئی تھیں اور مراتب عالیہ تک پہنچنے میں تھکنے نہیں تھیں لیکن اب اس زمانے میں اُمم کی ہمتوں میں کمی آگئی اور اب تھوڑے ان کے لئے بہت ہو گیا ہے اور حقیران کے لئے کبیر بن گیا۔ یہاں تک کہ کتاب جو امام العالم فخر الملتہ والدین حجتہ الاسلام ناصر الحق مغیث الخلق محمد بن عمر الرازی، اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے، نے اصول فقہ میں کتاب بنام المحصول تالیف کی۔ اچنی نظم میں نظافت (خوبصورتی) اور اپنے حجم میں لطافت (اعتدال) کے باوجود زیادہ تر لوگوں نے اسے بہت جانا اور صرف تھوڑے لوگوں نے اس کو قبول کیا یا جو اس کے کہ یہ کتاب اپنے اندر مکمل فوائد رکھتی ہے اور بہت سے منفرد قوانین پر مشتمل ہے۔ پھر بعض مجاہدین فن نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کے نص اور جمیع مسائل اور اس کے ادلہ لانے کے اسلوب میں تبدیلی لائے بغیر اس کا اختصار کروں اور اس کی تکمیل کی غرض سے کچھ اضافہ کروں اور بعض مشکل

مواقع پر تنبیہ کروں اس لئے نہیں کہ اپنی فکر کو داخل کر دوں اور اپنی تحقیق کی تکمیل کروں۔ اس غرض سے کہ یہ اس مختصر کے مقصود میں خلل پیدا کر دے اور میں نے اللہ سے مدد طلب کرتے ہوئے اور اسی پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کی درخواست کو قبول کیا اور میں نے اس کا نام تحصیل الاصول من کتاب المحصول رکھا تاکہ اس کا اسم لفظ و معانی کے مطابق و موافق ہو جائے۔ "واللہ ولی التوفیق والمعين وعليہ توکلی وبہ استعین"

ان کلمات کے ساتھ امام سراج الدین الارموی نے اپنا منہاج و اساس بیان کیا اور اس بات کی طرف تشریح کی جو اصول کے اختصار کا موجب بنی۔ آپ نے ہر لمحہ المحصول کے منہج کی پابندی کی اور وہ کہیں بھی اس سے باہر نکلنے نظر نہیں آئے۔ قاضی الارموی نے اس مختصر میں ایک مثالی منہج پیش کیا جو کسی مختصر کے شایان شان ہو سکتا ہے۔ اس میں وہ "المحصول" میں پائے جانے والی مختلف آراء کو کم الفاظ میں معنی کے مکمل احاطہ کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں ہاں البتہ اگر وہاں تنبیہ مقصود ہوتی ہے تو وہ اس کو ضرور واضح کر دیتے ہیں۔ قاضی الارموی کی تحصیل صرف ان تنبیہات پر مشتمل نہیں جو امام رازی پر اعتراضات و جوابات پر مشتمل ہوں بلکہ وہ ان ضعیف اولہ پر تنبیہات لائے ہیں جو خصوم کے مناظرات کے سامنے نہ ظہر سکتی ہوں اور ان کے مقابلہ میں قوی تر اولہ بھی موجود ہوں یہ تنبیہات اور اعتراضات نوے سے کچھ زائد بنتی ہیں۔ تحصیل کے ایک نسخہ کے آخر میں کسی نے ان کو جمع بھی کیا ہے یہ نسخہ محفوظ ہے اور مکتبہ ولی الدین جار اللہ آفندی (ملحق بہ مکتبہ سلیمانیاہ استنبول ترکی) میں محفوظ ہے، اس کا نمبر ۴۴۴ ہے اور صفحہ فہرست ۲۷ ہے، ۷۰۷ کا مکتوب ہے۔ تقریباً سات لوحات پر مشتمل ہے، خط دقیق ہے ہر صفحہ ۲۵ سطور پر اور ہر سطر دس کلمات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ امام بدر الدین محمد بن اسعد التستری (متوفی ۷۳۲ھ) نے اپنی کتاب "حقل عقد التحصیل" میں اس کتاب کی معظم تنبیہات و اعتراضات پر بحث کی ہے۔ اس سلسلے میں ایک علیحدہ تصنیف کا بھی ذکر ملتا ہے جو محمد بن یوسف الجزری (متوفی ۱۱۷۷ھ) کی ہے۔ اس کتاب کا نام "اجوبة اسئلة القاضی الارموی علی التحصیل" ہے لیکن محقق تحصیل عبدالحمید ابو زید نے کہا کہ انہیں اس کتاب کی موجودگی کا علم نہیں ہو سکا۔

"التحصیل" کا زمانہ تالیف :

اس بات پر سب متفق ہیں کہ الارموی نے یہ کتاب ۶۵۵ھ سے قبل تالیف کی، اس کا ایک نسخہ مکتبہ دمازدا (ملحق بہ مکتبہ مرادلا استنبول) میں ہے۔ اس کے نسخہ پر تحریر ہے کہ ۶۵۵ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی لیکن غالب گمان یہ ہے کہ ۶۳۵ھ سے قبل تالیف کیا ہوگا۔ چونکہ وہ "امثلة التعارض" کی تالیف سے ۶۳۵ھ میں فارغ ہوئے تھے اور گمان غالب ہے کہ "التحصیل" اس سے قبل تالیف کر لی ہوگی۔

تیسری چوتھی صدی کے اصولیین جن کی آراء "التحصیل" میں بیان ہوئیں :

امام رازی نے اپنے عہد اور ماضی کے جن علماء اصولیین کی آراء کو اپنی کتاب "المحصول" میں پیش کیا انہی کی اتباع میں الارموی نے بھی ان کے اقوال کو پیش کیا۔ ان اصولیین اور ان کی کتب کو تاریخ وفات کی زنجی ترتیب کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے۔

- ۱۔ یحییٰ بن ابان بن صدوق حنفی متوفی ۲۲۰ھ^۱ اصول فقہ پر انہوں نے کتاب "اثبات القیاس"، کتاب "تخیر الواحد"، کتاب "اجتہاد الراۃ"، کتاب "الحجج"، کتاب "الجامع" تالیف کیں۔
- ۲۔ ابراہیم بن سيار بن ہانی المعروف بالنظام معتزلی متوفی ۲۲۱ھ^۲ ابو الہذیل العلاف کے شاگرد، جاحظ کے استاد، کتاب المنکات کے مصنف، نظام نے اجماع کے تحت حجیت سے انکار کیا اس بارے میں صحابہ کرام پر طعن کیا۔
- ۳۔ داود بن علی بن داود الاصبہانی ظاہری ابوسلیمان متوفی ۴۷۰ھ^۳ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ابطال القیاس، کتاب خبر الواحد، کتاب الخبر الموجب للعلم، کتاب الحجۃ، کتاب الخصوص والعموم، کتاب المفسر والمجمل تالیف کیں۔
- ۴۔ احمد بن عمر بن سرتج متوفی ۳۰۶ھ^۴ یہ حنفی اور ابو داود السجستانی کے شاگرد ہیں۔ داود ظاہری کی کتاب ابطال القیاس کے رد میں کتاب لکھی۔
- ۵۔ عبداللہ بن احمد بن ابوالقاسم الکعبی متوفی ۳۱۹ھ^۵ اصول پر ان کی آراء ہیں۔ ان کا مشہور قول "ان المباح مأمور به، وان العلم الحاصل من الخبر المتواتر نظری" (مباح مامور بہ ہے اور وہ علم جو خبر متواتر سے حاصل ہوتا ہے وہ نظری ہے)۔
- ۶۔ عبدالسلام بن محمد بن عبدالوہاب ابوباشم الجبائی متوفی ۳۲۱ھ^۶ یہ اصول فقہ اور اجتہاد پر کتب کے مصنف ہیں۔
- ۷۔ ابوالحسن الاشعری علی بن اسماعیل متوفی ۳۲۳ھ^۷ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب اثبات القیاس اور کتاب العام والخاص تالیف کی۔
- ۸۔ الحسن بن احمد الاصبہانی شافعی متوفی ۳۲۹ھ^۸ اصول پر آراء ہیں، مثلاً "فعل النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کان مجرد عن القرینۃ الدالۃ علی الوجوب یفیله الوجوب فی حقہ وحق امتہ"۔ اسی پر ابن سرتج، ابن ہریرہ، ابن خیران، حنابلہ اور بعض معتزلہ نے موافقت کی ہے۔
- ۹۔ محمد بن عبداللہ ابی بکر البغدادی العیری متوفی ۳۳۰ھ^۹ انہوں نے اصول فقہ میں شرح الرسالة، الشروط، کتاب بیان فی دلائل الاعلام فی اصول الاحکام، کتاب فی الاجماع تالیف کی۔
- ۱۰۔ حسن بن حسین ابن ابی ہریرہ شافعی متوفی ۳۳۵ھ^{۱۰} اصول فقہ میں آراء ہیں۔ مثلاً تحریم الافعال الاختیاریۃ قبل البعۃ۔
- ۱۱۔ عبید اللہ بن حسن بن دلال بن دہیم کرخی متوفی ۳۴۰ھ^{۱۱} انہوں نے اصول فقہ میں "اصول الکرخی" کے نام سے کتاب تالیف کی۔

۱۔ الفتح المبین ۱/۱۳۹	۲۔ الفتح المبین ۱/۱۳۲	۳۔ الفتح المبین ۱/۱۵۹	۴۔ طبقات ابن مکی ۱/۱۷۷
۵۔ الفتح المبین ۱/۱۷۲	۶۔ حوالہ سابق ۱/۱۷۰	۷۔ حوالہ سابق ۱/۱۷۸	۸۔ حوالہ سابق ۱/۱۷۳
۹۔ حوالہ سابق ۱/۱۸۰	۱۰۔ حوالہ سابق ۱/۱۹۳	۱۱۔ حوالہ سابق ۱/۱۸۶	

- ۱۲۔ القفال الکبیر الشاشی محمد بن علی بن اسماعیل متوفی ۳۶۵ھ^۱ انہوں نے شرح الرسائلہ اور کتاب اصول الفقہ تالیف کی۔
- ۱۳۔ احمد بن علی ابی بکر رازی حنفی معروف بہ الجصاص متوفی ۳۷۰ھ^۲ ابوالحسن الکرخنی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کتاب ”اصول الجصاص“ تالیف کی۔
- ۱۴۔ المعانی بن زکریا النہروانی متوفی ۳۹۰ھ^۳ انہوں نے ”التحریر والمنقو“ کے نام سے کتاب تالیف کی۔
- ۱۵۔ محمد بن محمد بن جعفر معروف بہ ابن دقاق متوفی ۳۹۲ھ^۴ انہوں نے کتاب فی اصول الفقہ تالیف کی۔
- ۱۶۔ ابراہیم بن احمد ابواسحاق المرزوی متوفی ۳۴۰ھ^۵ ابن سرتج کے شاگرد تھے۔ انہوں نے کتاب الفصول فی معرفۃ الاصول اور کتاب العموم والخصوص تالیف کی۔
- ۱۷۔ ابوعلی محمد بن خلاد البصری^۶ ابوعلی الجبائی اور ابوہاشم الجبائی کے شاگرد تھے۔ انہوں نے ”کتاب الاصول والشرع“ تالیف کی۔
- ۱۸۔ ابو مسلم الاصفہانی محمد بن علی بن بحر امحزلی متوفی ۳۲۲ھ^۷ بحجامع الکتاب المحکم المنزل اور ناسخ الحدیث کے مصنف تھے۔

الارموی نے مذکورہ بالا اصولیین کو اپنی کتاب میں جگہ دی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تیسری چوتھی صدی ہجری میں ان کے علاوہ اصولیین ہی نہیں تھے بلکہ کئی اصولی علماء تھے جن کا ذکر اس میں نہیں کیا گیا۔ مثلاً الابہری، محمد بن عبداللہ ابوبکر مالکی متوفی ۳۷۵ھ جو اجماع اہل مدینہ اور کتاب فی اصول الفقہ کے مصنف ہیں۔ اور عبدالواحد بن حسین الصمیری متوفی ۳۸۶ھ جو کتاب القیاس اور التحلیل فی الاصول کے مصنف ہیں مگر ان کا اس میں تذکرہ نہیں کیا گیا۔ اور اسی طرح اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کسی غیر اصولی عالم کی کسی بارے میں رائے یا ان کا ذکر نہیں کیا بلکہ دوسری اور تیسری صدی کے بہت سے غیر اصولی علماء سے کلامی مسائل اور ابحاث لغویہ میں نقل کیا گیا ہے۔ مثال کے لئے چند ایک پر اکتفا کر رہے ہیں ورنہ ان کی ایک طویل فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ عباد بن سلیمان الصمیری متوفی ۷۵۰ھ، خلیل بن احمد الفراء ہمدانی متوفی ۷۰۰ھ محمد بن عبدالوہاب بن سلام الجبائی معزلی متوفی ۳۰۳ھ۔

پانچویں اور چھٹی صدی کے اصولی علماء، جن کی التحصیل میں آراء ذکر کی گئیں :

ان دونوں صدیوں کے علماء اصول کو ہم تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ ذیل میں بیان کریں گے جن کو الارموی نے امام رازی کی اتباع کرتے ہوئے اپنی کتاب میں جگہ دی۔ ساتھ ہی ہم ان کی بعض کتب کا اشارہ ذکر کریں گے۔

۱۔ حوالہ سابق ۲۰/۱ ۲۔ حوالہ سابق ۲۰/۱ ۳۔ حوالہ سابق ۲۱/۱
 ۴۔ معجم المؤلفین ۲۰۳/۱۱ ۵۔ ابن عفان ۳/۱، فہرست ابن الندیم ۲۶۶، حسن المحاضرہ ۱۲۵/۱۰
 ۶۔ الفہرست لابن الندیم ۲۳۷ ۷۔ کشف الظنون ۷۱/۶

- ۱۔ محمد بن الطیب بن محمد ابوبکر الباقانی مالکی متوفی ۴۰۳ھ انہوں نے اصول میں کتاب المقنع فی اصول الفقہ، امانی اجماع اہل مدینہ، التقریب والارشاد تالیف کی۔
 - ۲۔ ابو حامد الاسفرائینی احمد بن ابی طاہر شافعی متوفی ۴۰۶ھ۔ ان کی کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی مگر اصول کی کتابوں میں ان کی بہت سی آراء منقول ہیں۔
 - ۳۔ ابن ذرک محمد بن حسن متوفی ۴۰۶ھ۔ ان کی اصول میں آراء ہیں۔ اسنوی نے "شرح منہاج" میں، علامہ امدی نے "الاحکام" میں، ابن سبکی نے "جمع الجوامع" میں اور امام رازی نے "المحصول" میں ان کی بہت سی آراء نقل کی ہیں۔
 - ۴۔ استاد ابو اسحاق الاسفرائینی ابراہیم بن محمد متوفی ۴۱۸ھ۔ ابن خلکان نے اصول فقہ میں ان کے ایک رسالہ کا ذکر کیا ہے۔
 - ۵۔ ابو زید الدیوبی عبداللہ بن عمر متوفی ۴۳۰ھ۔ یہ تاسیس النظر اور تقویم الادلہ کے مصنف ہیں۔
 - ۱۔ ابو اسحاق شیرازی ابراہیم علی بن یوسف اصولی جدلی متوفی ۴۷۶ھ۔ یہ کتاب "اللمع" اور "شرح اللمع" کے مصنف ہیں۔
 - ۷۔ المرتضیٰ علی بن حسین بن موسیٰ الشریف امامی متوفی ۴۳۶ھ۔ یہ اصولی فقہ میں کتاب "الذخیرہ" کے مصنف تھے۔
 - ۸۔ ابو جعفر الطوسی الامامی محمد بن حسن متوفی ۴۶۰ھ۔ یہ کتاب "العدہ فی الاصول" کے مصنف تھے۔
- ذکورہ بالا اصولیین کے ذکر کے بعد یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء، اصولیین موجود تھے مگر چونکہ "المحصول" میں ان کا ذکر نہیں تھا اس لئے "التحصیل" میں بھی ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اور اس میں تقریباً تمام مذاہب کے اصولی شامل ہیں۔ ذیل میں ان اصولیین کی زندگی کی جارہی ہے جن کا ذکر نہیں کیا گیا اور اس کے بعد ہم اس حوالہ سے روشنی ڈالیں گے کہ ان حضرات کا تعلق کن فقہی مذاہب سے تھا۔
- ۱۔ قاضی عبدالوہاب بن علی بن نصر ابو محمد مالکی متوفی ۴۲۲ھ۔ یہ ابوبکر الاہری کے شاگرد تھے۔ کتاب فی اصول الفقہ، الادلہ فی مسائل الخلاف والافادہ والتلخیص، اوائل الادلہ اور الاشرف علی مسائل الخلاف کے بھی مصنف ہیں۔
- قرانی نے شرح تنقیح میں اتنی کثرت سے ان سے نقل کیا کہ تقریباً ہر مسئلہ میں ان کی رائے پیش کی۔

۱۔ ابن ابی شیبہ	۲۔ حوالہ سابق/۱۱۱	۳۔ حوالہ سابق/۱۱۱	۴۔ حوالہ سابق/۱۱۱
۵۔ حوالہ سابق/۱۱۱	۶۔ حوالہ سابق/۱۱۱	۷۔ حوالہ سابق/۱۱۱	۸۔ حوالہ سابق/۱۱۱
۹۔ حوالہ سابق/۱۱۱	۱۰۔ حوالہ سابق/۱۱۱	۱۱۔ حوالہ سابق/۱۱۱	۱۲۔ حوالہ سابق/۱۱۱

- ۲۔ ابن حزم ابو محمد علی بن احمد بن سعید متوفی ۴۵۶ھ^۱۔ یہ مذہب ظاہری سے تعلق رکھتے تھے، الاحکام فی اصول الاحکام، الملحلی، تلخیص ابطال القیاس اور مسائل فی اصول الفقہ کے مصنف ہیں۔
- ۳۔ قاضی ابویعلیٰ محمد بن حسین متوفی ۳۵۸ھ^۲۔ یہ ابو الخطاب الکلوزانی کے استاد تھے اصول فقہ میں "انہ" اس کا اختصار، کفایہ اور اس کے اختصار کے مصنف ہیں۔
- ۴۔ فخر الاسلام ابوبکر دوی علی بن محمد بن حسین حنفی متوفی ۴۸۲ھ^۳ "کنز الوصول الی معرفة الاصول" کے مصنف ہیں۔
- ۵۔ محمد بن احمد شمس الاممہ السرخسی حنفی متوفی ۴۸۳ھ^۴ "اصول السرخسی" کے مصنف ہیں۔
- ۶۔ ابو الخطاب الکلوزانی محفوظ بن احمد حنبلی متوفی ۵۱۰ھ^۵۔ یہ کتاب "التمہید فی اصول الفقہ" کے مصنف ہیں۔
- ۷۔ ابوالوفاء علی بن عقیل حنبلی متوفی ۵۱۳ھ^۶۔ یہ ابویعلیٰ کے شاگرد تھے اصول فقہ میں "الواضح" کتاب تالیف کی۔ ابن تیمیہ نے "المسودہ" میں اس کتاب کی تعریف کی اور کہا: "انہ استفادہ" (انہوں نے اس سے استفادہ کیا) اب تک مخطوطہ کی صورت میں ظاہریہ دمشق اور امریکہ میں ہے۔ ان پر ایک طائرہ نظر ڈالتے ہی واضح ہوتا ہے کہ ان ساتوں علماء میں حنابلہ، حنفیہ، ظاہریہ اور مالکیہ شامل ہیں ان میں کوئی بھی شافعی و معتزلی نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ "المحصول" تو درحقیقت ابوالحسن بصری معتزلی کی المعتمد اور امام غزالی کی شافعی اشعری کی "المستصفی" کی تلخیص ہے تو ایک معتزلہ کے دوسرے شافعیہ کے نمائندہ ہیں۔ اسی طرح اس کتاب میں امامیہ کا بھی ذکر آیا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ بہت سے امامیہ معتزلہ کی جماعت سے وابستہ ہو گئے تھے۔

ابویعلیٰ، ابو الخطاب، ابوالوفاء..... حنابلہ

سرخسی، ابوبکر دوی..... احناف

ابن حزم..... ظاہری

قاضی عبدالوہاب..... مالکی

اس کتاب میں پانچویں اور چھٹی صدی کے صرف علماء اصولیین کی آراء کے نقل پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ضرورت کے تحت مختلف علماء غیر اصولیین سے بھی نقل کیا تاکہ بات مستند ہو جائے۔ اگرچہ ان غیر اصولی علماء کی تعداد بہت کم ہے مثلاً ابویعلیٰ سینا متوفی ۴۲۸ھ، میرانی متوفی ۵۱۸ھ، عبدالقادر جرجانی نحوی متوفی ۴۷۳ھ، ابن العارص متوفی ۴۲۸ھ وغیرہ کا ذکر آیا ہے حالانکہ یہ اصولی نہیں ہیں۔

الارموی نے دیگر علماء اصولیین کی آراء نقل نہ کرنے میں امام رازی کی پیروی کیوں کی؟

جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ الارموی نے التحصیل میں ان علماء اصولیین کی آراء نقل نہیں کیں جن کی آراء کو امام رازی نے "المحصل" میں بیان نہیں کیا تھا۔ ایسا نہ کرنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، مثلاً یہ کہ انہوں نے جن علماء اصولیین کے ادلہ کو زیادہ قوی سمجھا انہیں بیان کر دیا اور جنہیں نہیں سمجھا انہیں ترک کر دیا، یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کی آراء واقوال سے امام رازی پر اعتراضات وارد نہ ہوتے ہوں۔ اس لئے اگر ایسا ہوتا تو ان کے جواب دیتے وقت ان کا تذکرہ آ جاتا۔ یا یہ کہ ان حضرات کے مؤقف اتنے واضح تھے کہ یہاں بغیر بیان کئے ان سے امام رازی کی تائید ہو جاتی ہو۔ امام رازی نے تو اپنے زمانے کے کئی علماء اصول کی آراء المحصول میں نقل کرنے سے صرف نظر کیا کیونکہ وہ ان کتب اصولیین کی کتب سے التزام چاہتے تھے جن پر المحصول کی بنیاد ہے۔ شاید اسی لئے کئی جدید اصولیین کے نام شامل ہونے سے رہ گئے۔

مثلاً الکلیا ہر اسی علی بن محمد متوفی ۵۰۳ھ امام غزالی کے ہم درس، کتاب فی اصول فقہ کے مصنف اور امام محمد بن علی شوکانی نے ان سے بہت نقل کی۔ ابن برہان احمد بن علی شافعی متوفی ۵۲۰ھ، البسیط والواسطہ اور الوجیز فی اصول الفقہ کے مصنف تھے۔ ابوالمنظر السمعانی منصور بن محمد متوفی ۴۸۹ھ قواطع الادلہ والاصطلاح والبرہان کے مصنف تھے، الامام المازدی محمد بن علی متوفی ۵۳۶ھ کتاب البرہان کے شارح تھے۔

"التحصیل" میں خاص طور پر حنابلہ سے نقل میں صرف نظر کیا گیا اور "التحصیل" میں ان کی کوئی رائے منقول نہیں ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اصول فقہ کی تالیف کے میدان میں انہوں نے سب سے آخر میں قدم رکھا تھا اور ہمارے ناقص علم کے مطابق پہلا شخص جس نے اس مسلک کے اصول فقہ میں تصنیف و تالیف کا آغاز کیا وہ قاضی ابویعلیٰ بن الفراء متوفی ۴۵۸ھ تھے۔

"التحصیل" میں معتزلہ کی آراء کی کثرت کی وجہ :

جہاں تک معتزلہ کی اس میں کثرت سے آراء کا تعلق ہے اس کی وجہ واضح ہے۔ وہ یہ کہ "المحصل" میں ابوالحسین بصری معتزلی کی کتاب "المعتمد" پر اول درجہ کا اعتماد کیا گیا ہے اور یہ کتاب امام غزالی کی "المستصفی" سے بھی قبل کی تالیف ہے۔ اس لئے "التحصیل" میں ابوالحسین معتزلی کی آراء کے ساتھ دیگر معتزلہ کی آراء بھی نقل کر جاتے ہیں مثلاً الخلاف، الجاحظ، النظام، الکبھی، ابوعلی الجبائی، ابوالہاشم الجبائی، ابن الراوندی، عبید اللہ بن حسن زہری، قاضی عبدالجبار، ابوالحسین خیاط، عمرو بن عبید وغیرہ کی آراء بھی منقول ہیں۔

التحصیل میں الارموی کے اسلوب کا ناقدانہ جائزہ :

قاضی الارموی التحصیل میں کبھی اس قدر کم الفاظ کے ساتھ کلام پیش کرتے ہیں کہ کلام کے سمجھنے میں کافی دشواری و پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے اور کبھی مراد اُس وقت تک سمجھ میں نہیں آتی جب تک کہ محصول کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔

اور کبھی تو محصول کی طرف رجوع کرنے کے بعد بھی ان کی مراد کامل کی معرفت نصیب نہیں ہو پاتی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے بلکہ اس کے برعکس بعض تنبیہات انتہائی واضح ہوتی ہیں۔ اپنی بات کی تائید میں بہ التحصیل سے ایک مثال پیش کرتے ہیں پھر اس کا تجزیہ بھی کریں گے۔

نقد ۱۔ الارموی کے جوابات مبہم ہوتے ہیں..... المحصول میں جہاں امام رازی کتاب اللہ کی خبر واحد کے ساتھ تخصیص کو ناجائز کہنے والوں کے ادلہ کے جوابات دیتے ہیں وہاں التحصیل میں اس طرح ذکر ہے :

احتج القائل بعدم جواز التخصیص مما یلیی :

الف. الاجماع : (اذا رد عمر خبر فاطمة بنت قیس . وقال : لاندع کتاب ربنا وسنة نبینا بقول امرءة لاندري لعلها نسيت ام حفظت).

ب. قوله عليه السلام : اذا روى عنی حدیث فاعرضوه علی کتاب الله ، فان وافق فاقبلوه وان خالف فردوه .

ج. الكتاب مقطوع فقد م علی الخبر المظنون .

د. لو جاز تخصیصه به لجاز نسخه به بجامع تقدیم الخاص .

مذکورہ بالا چاروں دلائل المحصول سے الفاظ کے کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ التحصیل میں پیش کرنے کے بعد الارموی ان مانعین کے دلائل کے جوابات ان الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں :

الف . انه رد للتهمة بالكذب والنسيان .

ب . انه ينفي تخصیصه بالمتواتر ، ولو قبل تخصیص الكتاب لا يكون علی خلافه قلنا : كذلك ههنا .

ج . ان خبر الواحد ترك به البراءة الاصلية اليقينية علی ان الكتاب مقطوع المتن مظنون الدلالة ، والخبر بالعكس ، وايضا لمادل القاطع علی وجوب العمل بخبر الواحد كان وجوب

العمل مقطوعاً فاستويا..... والقائل ان يقول : فی هذه الاوجه نظر .

قاضی الارموی کے ان جوابات کا تحقیقی تجزیہ :

قاضی الارموی نے کتاب اللہ کی خبر واحد کے ساتھ تخصیص کو ناجائز کہنے والوں کے ادلہ "المحصول" سے ذکر کرنے کے بعد جو ان کے جوابات دیئے وہ بالکل غیر مطابق اور غیر واضح ہیں اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ اس بات کی تائید اس سے بھی لائی جاسکتی ہے کہ جب جمال الدین اسنوی کے استاد امام بدر الدین محمد بن اسعد التستری نے ان اعتراضات کی وضاحت کا ارادہ کیا تو الارموی کے تینوں جوابات کو ان کلمات کے ساتھ پیش کیا۔ امام التستری نے کہا :

☆ لعله كانت بالسببة للدلیل الاول أن فاطمة بنت قیس لم تكن متهمه بالكذب . وقوله : اصدقت ام كذبت لا یوجب تهمتها .

وبالنسبة للدلیل الثانی ان لا یلزم من ترک العمل بنحو الاحاد ترک العمل بالنحو المتواتر .
 وبزيادة قوة المتواتر .

وبالنسبة للثالث، فان البراءة الاصلية ربما يقدم عليها خبر الواحد لانها ليست من الادلة الشرعية .

نقد ۲۔ وہ قول کی نسبت تبدیل کر دیتے ہیں..... الارموی اپنی کتاب میں کبھی کبھار کسی قول کی نسبت امام ابو حنیفہ سے منقل کر کے احناف کی طرف کر دیتے ہیں۔ گویا کہ وہ دونوں نسبتوں کو برابر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔ مثلاً علت قاصرہ کے ساتھ عدم جواز التعلیل کے قول کو امام رازی نے الحصول میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کیا۔ لیکن قاضی الارموی نے کہا: ”وجوزہ الشافعی خلافا للحنفیة“۔

نقد ۳۔ وہ الفاظ بدل کر اس کے متقارب الفاظ استعمال کرتے ہیں..... قاضی الارموی کہیں کہیں اجماع کے کلمہ کو بدل کر اس کی جگہ جمہور یا اس کے مقارب کوئی لفظ استعمال کر دیتے ہیں۔ مثلاً امام رازی سے قیاس کوادلہ میں شمار کرنے کے بارے میں منقول ہے :

”ان الدلیل الرابع هو اجماع الصحابة على العمل به ثم عدد رهطا من الصحابة عملوا به، وهذا لا يسمى اجماعا عند عامة الاصوليين لانه نقل عن بعضهم نكار القياس وبعضهم حذر منه“.

اس عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ امام رازی نے اجماع کو تسلیم نہیں کیا مگر قاضی الارموی کہتے ہیں :

”ومعتمد الجمهور هو ان بعض الصحابة عمل بالقياس“.

نقد ۴۔ امام رازی کے بعض اعتراضات کو حذف کر دیتے ہیں..... امام رازی نے قاضی ابو بکر باقانی سے منقول تعریف پر چھ اعتراضات کئے مگر قاضی الارموی نے ان میں سے پانچ اعتراضات کو حذف کر دیا اور صرف پانچ اعتراضات پر اکتفا کیا۔ اور حذف کردہ اعتراض یہ ہے : ان كلمة اوللابهام وما هية كل شئى معينة ، والا بهام ينافى التعيين“ (کلمہ اولابهام کے لئے آتا ہے اور ہر شئی کی ماہیت معین ہے اور ابہام تعین کے منافی ہے)۔ انہوں نے اس اعتراض کو اس کے ضعف کی وجہ سے حذف کیا کیونکہ او ہمیشہ ابہام کے لئے آتا ہے۔

نقد ۵۔ وہ ”المحصل“ کی تقسیم سے ہٹ جاتے ہیں..... اسی طرح وہ اختصار میں تقسیمات کتاب سے ہٹ جاتے ہیں۔ وہ ابواب کو فصول سے اور فصول کو مسائل سے بدل دیتے ہیں۔ اگرچہ اس میں امام رازی کی مکمل افکار موجود ہوتی ہیں۔ مثلاً امام رازی نے لغات کے کلام کو ابواب میں تقسیم کیا مگر قاضی الارموی نے فصول میں تقسیم کیا اور اس کے تحت مسائل منہ اور لغات کی پوری بحث کو ایک ہی باب میں پیش کیا۔

نقد ۶۔ انہوں نے الحصول کے ابتدائی مقدمات میں کمی کی..... الحصول کی ابتداء میں امام رازی نے دس مقدمات ذکر کئے لیکن قاضی الارموی نے التحصیل میں صرف چھ بیان کئے۔ واضح رہے کہ انہوں نے اس میں سے

کچھ حذف نہیں کیا مگر بعض کو بعض میں ضم کر دیا۔ الغرض یہ جو کچھ ذکر کیا گیا یہ ان کا مسلک تھا جس کے مطابق انہوں نے اس کتاب کو مرتب، مقسم و مدون کیا، اس سے ان کے منہج کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

کتاب التحصیل کے چند معائب :

الارموی کی التحصیل جہاں محاسن اور امتیازات سے عبارت ہے وہاں ان کے مسلک اختصار میں ایک دوسرے زاویہ سے دو عیوب بھی پائے گئے ہیں جن کا ذکر تحقیر کے لئے نہیں صرف علم کے لئے ضروری ہے اور ان کے ذکر سے ان کی شان اور خدمات میں کسی قسم کی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

۱۔ الارموی نے بعض جگہ "المحصول" سے تعریف نقل کر کے اس میں تصرف کیا حالانکہ تعریفات منسوبہ میں کسی قسم کا کوئی تصرف درست نہیں ہوتا۔ اس کو اصل سے من و عن نقل کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً قاضی ابوبکر باقلانی نے قیاس کی جو تعریف کی وہ "المحصول" میں ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے :

"حمل معلوم علی معلوم فی اثبات حکم لهما او نفيه عنهما بامر جامع بينهما من حکم او صفة او نفيهما عنهما"۔

قاضی سراج الدین الارموی نے قاضی باقلانی کی یہ تعریف "المحصول" سے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی :

"حمل معلوم علی معلوم فی اثبات حکم لهما او نفيه عنهما بجامع حکم او صفة او نفيهما"۔

دونوں تعریفات کا تجزیہ :

بلاشبہ دونوں تعریفات کے مدلول متقارب ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ قاضی الارموی کی تعریف میں اشد اختصار ہے مگر اس کے باوجود بھی منقول و منسوب تعریفات میں ادنی تصرف بھی درست نہیں سمجھا جاتا۔

اسی طرح قاضی الارموی نے کہا کہ علماء نے فقہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ کی :

"العلم بالاحکام الشرعية العملية التي لا يعرف بالضرورة كونها من الدين اذا حصل بالاستدلال علی اعيانها"۔

مگر امام رازی کی المحصول میں فقہ کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے :

"العلم بالاحکام الشرعية العملية المستدل علی اعيانها بحيث لا يعلم كونها من الدين ضرورة"۔

قاضی الارموی نے بعلم کا لفظ تعریف میں بدل دیا۔

۲۔ قاضی الارموی بہت سے مقامات پر بغیر حجاب عند ذکر کئے کہتے ہیں : والجواب عن "أ" مگر جب اس سے قبل عبارات میں "أ" تلاش کیا جائے تو یہ نشان نظر نہیں آتا تو پتہ چل جاتا کہ یہ کس کا جواب ہے۔ مثلاً

قوله: احتجوا (القائلون بان الكفار غير مخاطبين بفروع الشريعة) بان الصلاة مثلا لا يجب عليه بعد الاسلام وفاقا ولا قبله لا متناعه ، ولانها وجبت لوجب قضاؤها كالمسلم بجامع تدارك المصلحة .

والجواب عن :

ان ما ذكرتم لا ينفي العقاب على تركها .

ب. النقص بالجمع ، والفرق (ان وجوب القضاء عليه تنفير له عن الاسلام) .

یہاں سے دلیل اول ”ا“ کا جواب دیا اور دوسری دلیل کا ”ب“ سے جواب دیا مگر دونوں دلیلوں کے شروع میں یہ علامات موجود نہیں تھیں۔

الفرض نقد آسان ہے اور کام کرنا بہت مشکل بات ہے۔ ان چند باتوں کے ذکر سے آپ کی عظمت و شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ آپ ایک عظیم کام کے خالق ہیں فن و لغت کے امام تھے۔ کم الفاظ میں زیادہ معنی کے اظہار پر قدرت کاملہ رکھتے تھے اس سے کم الفاظ و کلمات میں کما حقہ اختصار ممکن ہی نہیں ہوتا۔ چونکہ اختصار میں ان کے اصل معانی و مراد کا بہت خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دیگر مختصرات کے مقابلہ میں ”التحصيل“ تعقید لفظی اور ترتیب کی پیچیدگیوں سے خالی ہے۔

”التحصيل“ سے مستفید ہونے والے چند مشہور اصولیین :

بلاشبہ التحصیل ایک عمدہ کتاب ہے جو اہمیت کی حامل ہے۔ اس کی اس عمدگی اور اہمیت کی وجہ سے بہت سے مشہور اور بڑے اصولیین نے اپنی کتب کی تالیف میں اس سے مدد حاصل کی۔ چند حضرات کے اسمائے گرامی ذیل ہیں۔

☆ صفی الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم الہندی الارموی شافعی : متکلم اشعری ، اصولی ، شارح ”المحصول“ ہیں جو تین ضخیم مجلدات پر مشتمل ہیں مگر قاضی سراج الدین الارموی کے شاگرد ہونے کی وجہ سے ”المحصول“ کی اس شرح میں التحصیل سے ضرور استفادہ رہا ہوگا۔ صفی الدین ہندی کی کتاب سے امام شوکانی نے اپنی کتاب میں کثیر مقامات پر نقل کیا ہے۔

☆ امام جمال الدین الاسنوی متوفی ۷۷۲ھ نے ”نہایۃ السؤل“ میں تقریباً ہر مسئلہ میں ان کا نام ذکر کیا۔

☆ امام بدخشی نے بھی قاضی بیضاوی کی منہاج کی شرح ”مناہج العقول“ میں چند مقامات میں التحصیل سے استفادہ نقل کیا۔

☆ شمس الدین محمد بن محمود الاصفہانی متوفی ۶۷۸ھ نے بھی التحصیل سے نقل کیا ہے۔

☆ امام بدر الدین محمد بن اسعد البستری الشیخی متوفی ۷۳۲ھ نے بھی اس کتاب سے خوب مدد لی۔ شارح مختصر ابن حاجب اپنی کتاب ”حل عقد التحصیل“ میں کثرت کے ساتھ التحصیل سے نقل لاتے ہیں۔

یہ کتاب التحصیل کی مکمل شرح نہیں بلکہ صرف ان چند خاص مقامات کی توضیح ہے جہاں ابہام پیدا ہوا ہے۔ اس کا ایک نسخہ دارالکتب مصریہ میں اصول فقہ ۱۲-م میں موجود ہے۔

مذکورہ بالا میں سے شیخ جمال الدین اسنوی اور آخر الذکر امام بدر الدین البستری نے التحصیل کو بہت ہی اہمیت دی اور اس سے کثرت و اہتمام کے ساتھ نقل استفادہ واستغانت لی۔

شارح مختصر ابن حاجب نے اپنی کتاب حل عقد التحصیل میں ذکر کیا کہ انہوں نے یہ کتاب صدر اعظم احمد علی البنانی کے لئے تصنیف کی تھی اور اس میں قاضی سراج الدین الارموی کے معظم اعتراضات پر بحث کی۔ اور پیدا ہونے والے بہت سے ابہام کو اختصار کے ساتھ حل کیا۔ اپنی اس کتاب کی تالیف کا سبب اپنی کتاب "حل عقد التحصیل" کے مقدمہ میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

"قد ساقنى القدر الى ان صرفت بعض زمن من التحصيل فى البحث فى كتاب التحصيل للقاضى العلامة سراج الدين محمود الارموى رحمه الله فوجدته مشتملا على فوائد هذه الصناعة ، وعيون قلانند هذه الصناعة ، متضمنا لا قسام الحسن والكمال ، مستحقا لىصرف الهمة اليه فى الايام والليالى لما فيه من حسن النظم مع صغر الحجم ، واختصاصه بايرادات لطيفة ونكات ظريفة من قبله مكملته تدل على جودة فريضة موردها وكثرة تحقيقه وقوة مظنته وشدة تدقيقه ، غير ان المحققين فى هذا الاقطار احجموا عن تدريس ، والمشتغلين فى هذا الديار عن تحصيله ، لما فيه من المواضع الصعبة واللطائف الغربية والمضايق المتغلقة والمواقف العميقة ، فاجبت بعد استدعاء المحققين والتماس المشتغلين ان اكشف القناع عن وجوه مخدرات لا تغنى عن التدقيق فى الانظار . و ارفع الحجاب عما يفتقر الى التعمق فى الافكار"

(اللہ کی توفیق سے میں نے کچھ وقت قاضی علامہ سراج الدین الارموی کی کتاب التحصیل کے سیکھنے میں صرف کیا تو میں نے اس کو فن کے فوائد اور اعلیٰ ترین انواع پر مشتمل پایا جو حسن و کمال کی اقسام پر محیط تھی اور اس بات کی مستحق تھی کہ دنوں اور راتوں اس کی طرف کوشش صرف کی جائے باوجود صغیر انجم ہونے کے حسن نظم رکھنے اور لطائف کے ورود سے مختص ہونے اور نکات جمیلہ پر مشتمل ہونے کے۔ یہ بات اس کی عمدگی و کثرت تحقیق پر دلالت کرتی ہے اس میں شدت تدقیق ہونے کی وجہ سے محققین نے ان شہروں میں اس کی تدریس اور تحصیل کی پابندی لگا دی اور بسبب اس میں پائے جانے والے مشکل مقامات اور غیر معلوم لطائف کے اور تنگ راستوں کی بنا پر اور گہری نظر پائے جانے کے..... میں نے محققین کی درخواست اور طالبین کے التماس کو قبول کیا کہ میں اس کتاب کی پوشیدہ چہرے سے پردہ اٹھاؤں جو بحث میں دقت و تعمق کو مانع نہیں ہے اور یہ کہ میں پردہ اٹھاؤں اس سے جو فکر میں گہرائی کی محتاج ہے)

ابن المنیر مالکی (۵۶۲۰ھ - ۵۶۸۳ھ)۔

فقہ، اصولی، متکلم، نظار، مفسر، ادیب، شاعر، خطیب، کاتب، قاری، ائمہ قری محدث الروایۃ تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم امام ابن حاجب سے حاصل کی۔ ابن حاجب سے شرف ملاقات سے قبل ہی فقہ میں ان کی کتاب مختصر ابن حاجب اور اصول میں ان کی مختصر دونوں حفظ کر لی تھیں۔ ابن حاجب نے انہیں فتوے کی اجازت دے دی تھی۔

والدین بن عبد السلام فرماتے تھے :

”ان مصر تفتخر برجلین فی طریفہا : ابن المنیر بالاسکندریہ ، وابن الدقیق العید بقوص“

(مصر اپنے دونوں اطراف میں دو آدمیوں پر فخر کرتا ہے اور وہ اسکندریہ میں رہنے والے ابن المنیر اور قوص میں رہنے والے ابن دقین العید ہیں)

مؤلفات و اصولی آراء..... اصول فقہ پر آپ کی کسی باقاعدہ تصنیف کا علم نہیں ہو سکا جبکہ دیگر فنون پر آپ کی کتابوں کے مطالعہ کے دوران قاری ان میں اصولی روح جھلکتی دیکھتا ہے جو آپ کے علم اصول میں ایک خاص مقام کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً ”المقتفی فی آیات الاسراء“ ان کی ایک عمدہ کتاب ہے جس میں عمدہ استنباطات کئے گئے ہیں۔ ”کتاب الانتصاف من الکشاف“ ان کے زمانہ شباب کی تالیف ہے اس پر عزالدین بن عبد السلام اور شیخ القرانی شیخ شمس الدین انحرر کی تقریظ ہے۔ مختصر المنہدیب فی التفسیر، کتابات علی تراجم البخاری وغیرہ کے مصنف ہیں۔ ایک ماہر اصولی تھے، قاری ان کی کتب میں اصولی روح رواں دواں دیکھتا ہے اور عمدہ جدلی اسلوب اور طویل کلامی بحث پاتا ہے جو آپ کے علم الاصول میں اعلیٰ مقام و قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ ہاں البتہ اصول فقہ میں آپ کی آراء نقل کی گئی ہیں۔

اصولی آراء :

”قولہ : اذ ظہر للتخصیص فائدة جلیلة سوى مفهوم المخالفة وجب المصیر الی هذا الفائدة وسقط التعلی بالمفهوم ، وضرب لذلك مثلاً قول الله تعالى (فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ماکرک . وان کانت واحدة فلها النصف) فلو ذکر القرآن ان الاثنتین لهما الثلثان وان الواحدة لها النصف لتوهم ان الاکثر من الاثنتین لهما اکثر من الثلثین . فالنص علی ان مافوق الاثنتین لهما الثلثان لرفع هذا الوهم ، ولا مفهوم لکلمة ”فوق““

ابو العباس احمد بن محمد بن منصور بن ابوالقاسم بن مختار بن ابی بکر بن علی ناصر الدین (۱۲۳۳ھ/۱۲۸۴ء) ابن المنیر سے مشہور تھے۔

ابو ایوب احمد بن الاسکندری اسکندریہ میں وفات پائی۔

امراة الجنان وعبرة الیقظان ، ابو محمد عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عقیف الدین الیافعی البیہمی المالکی متوفی ۵۶۸ھ/۱۱۹۹ء حیدرآباد دکن مطبع دار المعارف منظر امیہ ۱۳۳۸ھ، الفتح المبین ۸۴/۲ - ۸۵، مجمع الاصولین ۲۳۴/۱ (۱۷۷)

شہاب الدین قرانی مالکی (۶۲۶ھ/۶۸۳ھ)^۱

فقیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ شیخ عز الدین بن عبدالسلام، ابن حاجب اور قاضی القضاۃ شمس الدین ابوبکر الادریسی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ آپ کے زمانے میں ریاست مالکیہ ان پر ختم ہوتی تھی، متعدد جامع کتب کے مصنف تھے۔ قاضی القضاۃ تقی الدین بن شکر فرماتے ہیں :

”اجمع الشافعیہ والمالکیہ علی ان افضل اهل القرن السابع بالديار المصريہ ثلاثۃ :
القراfi بمصر القديمہ وابن المنیر بالاسکندریہ وابن دقیق العید بالقاهرہ و کلہم مالکیہ
الا ابن دقیق العید فانه جمع بین المذہبین“.

(شافعیہ اور مالکیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ دیار مصر میں ساتویں صدی ہجری کے اشخاص میں سے تین کو فضیلت حاصل ہوئی ہے : قرانی کو مصر قدیمہ میں، ابن المنیر کو اسکندریہ میں اور ابن دقیق العید کو قاہرہ میں۔ سوائے ابن دقیق العید کے سب مالکی ہیں اور بلاشبہ وہ (ابن دقیق) جامع المذہبین تھے)

صفہی نے لکھا :

”وکان مالکیا اماما فی اصول الفقہ وصنف فی اصول الفقہ کتب المفیدۃ
وافاد واستفاد منہ الفقہاء“^۲

(وہ اصول فقہ میں مالکی امام تھے اور انہوں نے اصول فقہ میں بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں جن سے
فقہاء نے افادہ و استفادہ کیا)

اس کے بعد صفہی نے ان کی کتابوں کی تفصیلات بیان کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تنقیح الفصول فی اختصار المحصول ۲۔ شرح تنقیح الفصول

۳۔ شرح المحصول للرازی ۴۔ العقد المنظوم فی الخصوص والعموم

۵۔ العموم ورفعه ۶۔ التعليقات علی المنتخب ۷۔ انوار البروق فی انواء الفروق

امام قرانی کی اصول فقہ میں کتب کا تعارف اور تحقیقی تجزیہ :

۱۔ تنقیح الفصول فی اختصار المحصول :

دراصل ”تنقیح الفصول“ ان کی کتاب ”الذخیرہ فی الفقہ“ کا مقدمہ ہے۔ جس میں انہوں نے
امام رازی کی المحصول کا اختصار کیا ہے اور قاضی عبدالوہاب مالکی کی کتاب الافادہ کے مسائل سے اضافہ بھی شامل کیا ہے
اور اس کو سو فصول اور بیس ابواب میں مرتب کیا۔

۱۔ ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن ادريس بن عبد الرحمن بن عبد الله بن یلین البصحاہی مصری (۱۲۲۸ء-۱۲۸۵ء)۔ قرانی سے مروی
تھے، مصر میں وفات پائی۔ ۲۔ الوانی بالوفیات ۶/۲۳۳-۲۳۴ (۲۵۰۸)

۲۔ شرح تنقیح الفصول :

جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ اول الذکر کتاب کی شرح ہے۔ یہ کتاب مطبعہ الخیرہ قاہرہ سے ۱۳۰۶ھ میں ۲۰۸ صفحات میں چھپ چکی ہے اس کے حاشیہ پر شرح اٹھلی علی الورقات ہے اس پر العبادہ کا حاشیہ ہے۔ اس کے علاوہ ۱۳۹۳ھ میں ۳۶۲ صفحات میں طہ عبدالرؤف سعد کی تبویب، تہذیب و تحقیق کے ساتھ شرک طاعت الفقیہ المتجدد العباسیہ سے بھی طبع ہو چکی ہے۔^۱

کتاب ”تنقیح الفصول“ کی دیگر شروح :

- ۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی المراسی متوفی ۷۲۳ھ نے شرح تالیف کی۔^۲
 - ۲۔ ابوالعباس احمد بن عبدالرحمن بن موسیٰ الیزلیطی مالکی (متوفی ۸۷۵ھ/۸۹۵ھ یا ۸۹۸ھ) معروف بہ اکلولو القیروانی نے اس کی شرح لکھی۔^۳
 - ۳۔ حسن بن علی المراجرجی الشوشاوی (متوفی نویں صدی ہجری) نے شرح لکھی۔^۴
 - ۴۔ داؤد بن علی بن محمد القلناوی متوفی ۹۰۲ھ۔^۵
- تنقیح الفصول پر تنقیحات احمد بن عبدالرحمن التادی الفاسی متوفی ۷۴۱ھ نے ”کتاب تنقیحات مفیدۃ علی تنقیح القرافی“ تالیف کی۔^۶
- تنقیح الفصول کا اختصار ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ نے اس کا اختصار لکھا اور اس کا نام ”افید الاصول“ رکھا۔^۷

۳۔ ”شرح المحصول“ للفخر الرازی :

امام قرانی نے امام رازی کی المحصول کی شرح لکھی جس کا نام ”نفائس الاصول فی شرح المحصول“ رکھا۔ قرانی نے اس شرح کی امتیازی خصوصیات کو اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا ہے جس کے مطابق انہوں نے اس تصنیف میں حقدین و متاخرین میں سے اہل سنت، معتزلہ اور ارباب مذاہب اربعہ کی تقریباً تیس مصنفات اصولیہ سے استفادہ کیا۔ اسی طرح انہوں نے اپنے آپ کو ”المحصول“ کے مشکل کو بیان کرنے اور اس کے ٹھہل کی تنقید کرنے اور اس کی فہرست مسائل میں غمی کو ضبط تحریر میں لانے اور اس کے متن پر وارد سوالات کے جوابات دینے میں ملزم رکھا۔ محقق محصول طہ جابر فیاض علوانی نے ان کے اس مقدمہ کے ان مشتملات پر ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال کیا :

۱۔ کشف الظنون ۱/۳۹۹ ۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۸۰۳ الفتح المبین ۲/۱۲۳-۱۲۵، معجم الاصولیین ۱/۱۶۳-۱۶۵ (۱۶۳)
 ۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۶، کشف الظنون ۱/۳۹۹، معجم المولفین ۱/۷۷۰، الفتح المبین ۳/۳۳، الضوء الملاح ۱/۲۶۰، شجرة النور الزكية۔
 ۴۔ ۳۵۹، توشیح الدبیاج۔ ص ۵۲، اینصاح الملاح کا تحقیقی مقدمہ عبدالکریم بن علی۔ ص ۲۸۔
 ۵۔ معجم الاصولیین ۲/۲۷۹ (۲۷۹) ۶۔ معجم الاصولیین ۲/۱۰۱ (۳۳۹)، بحوالہ الضوء الملاح ۳/۲۱۵-۲۱۶، نیل الابتاج ۱۱۷۔
 ۷۔ الفتح المبین ۲/۱۳۶، معجم الاصولیین ۱/۱۳۰ (۹۹) ۸۔ الفتح المبین ۲/۳۱۱، معجم الاصولیین ۱/۳۷۸-۳۷۹ (۱۷۷)

۵۔ العموم ورفعه :

صاحب الدیباچ نے قرآنی کتب میں ایک کتاب ”العموم ورفعه“ کا بھی ذکر کیا ہے، شاید اس سے ”العقد المنظوم“ ہی مراد ہو۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی علیحدہ کتاب ہو۔ اگر اس کو ایک علیحدہ کتاب مانا جائے تو یہ ان کی اصول پر پانچویں کتاب ہے۔

۶۔ والتعلیقات علی المنتخب لفخر الدین رازی :

۷۔ انوار البروق فی انواء الفروق :

حمود صلاۃ کے بعد امام قرآنی الفروق میں فرماتے ہیں :

” (اما بعد) فان الشریعة المعظمة المحمدیة زاد الله تعالى منارها شرفا وعلوا اشتملت علی اصول وفروع واصولها قسمان احدهما المسمى باصول الفقه وهو فی غالب امره لیس فیہ الاقواعد الاحکام الناشئة عن الالفاظ العربیة خاصة وما یعرض لتلك الالفاظ من النسخ والترجیح ونحو الامر للوجوب والنهی للتحریم والصیغة الخاصة للعموم ونحو ذلك وما خرج عن هذا النمط الا کون القیاس حجة وخبر الواحد وصفلت المجتهدین والقسم الثانی قواعد کلیة فقهیة جلیلة کثیرة العدد عظیمة المدد مشتملة علی اسرار الشرع وحکمہ لكل قاعدة من الفروع فی الشریعة مالا یحصی ولم یذكر منها شئی فی اصول الفقه.....“^۱

(اما بعد : بلاشبہ شریعت محمدیہ موقرہ ، اتداس کے شرف ، بلندی اور عظمت میں اضافہ فرمائے۔ وہ اصول وفروع پر مشتمل ہے اس کے اصول دو قسموں پر ہیں ، پہلی قسم کا نام اصول فقہ ہے جو بہت زیادہ ہیں اور لغت عربیہ کے الفاظ کے ساتھ ان کا تعلق ہے کیونکہ قواعد الاحکام الفاظ عربیہ سے خارج نہیں ہو سکتے اور ان میں الفاظ کا نسخ ، ترجیح اور الامر للوجوب اور انہی للتحریم اور عموم کے لئے خاص صیغہ ہوتا وغیرہ شامل ہیں۔ ہاں البتہ قیاس کا حجت ہونا خبر واحد اور مجتہدین کی صفات کا تعلق اس قسم سے نہیں ہوتا۔ اور اصول کی دوسری قسم قواعد کلیہ فقہیہ پر ہے جو تعداد اور مساعدت میں زیادہ ہیں شریعت کے اسرار پر مشتمل ہیں۔ شریعت میں فروع کے ہر قاعدے کا الگ حکم ہے جن کا شمار ممکن نہیں اور اس دوسری قسم میں سے کچھ بھی اصول فقہ میں بیان نہیں کیا جاتا)

کتاب ”الفروق“ میں قواعد فقہیہ کی تعداد :

امام قرآنی فرماتے ہیں :

”وسمیتہ لذلك انوار البروق فی انواء الفروق..... وجمعت فیہ من القواعد خمس مائة وثمانیة واربعین قاعدة اوضحت کل قاعدة بما یناسبها فی الفروع.“^۲

(اور اسی لئے میں نے اس کتاب کا نام انوار البروق فی انواع الفروق رکھا..... اور میں نے اس میں قواعد میں سے پانچ سوائزٹا لیس قاعدے جمع کئے۔ میں نے فروغ کے ہر قاعدے کی اس کی شایان شان وضاحت کی) مظہر بقائے صاحب کشف المظنون کی اتباع میں ان قواعد فقہیہ کی تعداد پانچ سو چالیس بتائی ہے۔ ان کے الفاظ ہیں :

”وله کتاب “انوار البروق فی انواع الفروق، جمع فیہ خمس مائہ واربعون قاعدة من القواعد الفقہیة وهو من اجمل الکتب فی موضوعه“.

(اور انوار البروق فی انواع البروق فی انواع الفروق ان کی کتاب ہے اس میں قواعد فقہیہ میں سے پانچ سو چالیس قاعدے جمع کئے گئے ہیں اور وہ اپنے موضوع پر ایک بہترین کتاب ہے)

ہو سکتا ہے کہ کتاب کی غلطی سے قواعد فقہیہ کی تعداد میں فرق ہو گیا ہو یا ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہو واللہ اعلم۔

کتاب ”الفروق“ پر حواشی :

- ۱۔ سراج الدین ابو القاسم بن عبد اللہ الانصاری معروف بہ ابن الشاط نے ”ادوار الشروق علی انواع الفروق“ کے نام سے حاشیہ لکھا۔
 - ۲۔ شیخ محمد علی ابن الحرم شیخ حسین مفتی المالکیہ نے ”تہذیب الفروق والقواعد السیة فی الاسرار الفقہیة“ کے نام سے حاشیہ لکھا۔
- کتاب ”الفروق“ اپنے دونوں مذکورہ بالا حواشی کے ساتھ تین مجلدات اور چھ اجزاء میں بیروت، دار المعرفۃ سے چھپ چکی ہے۔

کتاب ”الفروق“ کا اختصار :

ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن محمد البتوری متوفی ۷۷۷ھ نے ”مختصر فروع القرافی“ تالیف کیا۔ البتوری امام قرانی کے شاگرد تھے۔

الذی باج میں یہ عبارت مذکور ہے :

”وله کلام علی کتاب شہاب الدین القرافی فی الاصول“.

(اور اصول میں شہاب الدین قرانی کی کتاب پر انہوں نے تبصرہ کیا ہے)

الغرض امام قرانی نے اصولی فقہ میں عظیم خدمات انجام دیں اور بے شمار مؤرخین نے ان کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

۱۔ مجمع الصلوٰتین ۱/۹۳ (۶۰)، کشف المظنون مکرر نام انوار البروق فی انواع الفروق ہے ۱/۱۸۶۔

۲۔ مجمع الصلوٰتین ۲/۱۰۵، الذی باج۔ ص ۳۱۰ سج کشف المظنون ۲/۱۱۵۳، الذی باج ۱۳۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۹، مجمع الصلوٰتین ۲/۸۶، مجمع الصلوٰتین ۱/۹۲ (۶۰)، بحوالہ طبقات السبکی ۱/۱۷۳، روایات البیہات ۱/۳۳۷۔

ابو اسحاق الوزیری (متوفی ۶۸۴ھ)

انہوں نے کتاب "المفصول فی الاصول" تالیف کی۔^۱

محمد بن عبداللہ القفصی (متوفی ۶۸۵ھ یا ۷۳۶ھ)

ان کی مؤلفات اصولیہ تاریخ وفات ۷۳۶ھ کے ضمن میں بیان کی جائیں گی۔

قاضی بیضاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ)^۲

فقہ، اصولی، متکلم، مفسر، محدث، ادیب، نحوی، مفتی اور قاضی تھے۔ شیراز کے قاضی رہے مگر شدتِ حق کی وجہ سے عہدہ چھوڑ کر واپس تبریز چلے گئے اور اپنے علم و معارف سے تشنگانِ علم کو سیراب کرنے لگے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح المنتخب فی اصول الفقہ، للامام فخر الدین رازی۔^۳

۲۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول، اس شرح کا نام "مرصاد الافہام الی مبادی الاحکام" ہے۔ آغاز ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے، الحمد للہ الذی ہدانا الی منہاج الحق۔ ابن حاجب کا انتقال ۶۳۶ھ میں ہوا۔^۴

۳۔ منہاج الوصول الی علم الاصول، یہ کتاب دراصل تاج الدین محمد بن حسین الارموی شافعی متوفی ۶۵۶ھ کی کتاب "الحاصل" کا اختصار ہے۔ اور الحاصل بذاتِ خود امام رازی متوفی ۶۰۶ھ کی کتاب "المحصول" کا اختصار ہے۔^۵

۴۔ شرح منہاج الوصول، شہاب الدین الخفاجی نے اپنی تفسیر کے حاشیہ پر ان کے حالاتِ زندگی میں اس شرح کو ان کی طرف منسوب کیا ہے۔^۶

منہاج الوصول الی علم الاصول کا تحقیقی تجزیہ : یہ کتاب ایک مقدمہ اور سات کتب پر مشتمل ہے۔ ان کا ابتدائی ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے، "تقدس من تمجد بالعظمة والجلال"۔ پھر کہا :

"ان کتابنا هذا (بسمی) منہاج الوصول الی علم الاصول الجامع بین المشروع والمعقول والمتوسط بین القروع والاصول الخ۔"

۱۔ ابو اسحاق امام ابراہیم بن اسحاق بن اصفہر بن علی الوزیری مصری ایضاح المکنون ۱۹۴/۲، ہدیۃ العارفین ۱۲/۵۔

۲۔ الخیرۃ صر الدین عبداللہ بن محمد بن محمد بن علی البیضاوی متوفی ۱۲۸۶ھ۔ فارس (تبریز) میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ مقدمہ حاشیہ شہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ مقلب شہاب الدین الخفاجی مصری خفی متوفی ۱۰۶۹ھ، ۳/۱۔

۴۔ کشف الظنون ۱۸۵۴/۲، کشف الظنون ۱۶۱۵/۲

۵۔ مقدمہ حاشیہ شہاب الخفاجی علی تفسیر بیضاوی شیخ احمد بن محمد بن عمر قاضی القضاۃ مقلب شہاب الدین الخفاجی مصری خفی متوفی ۱۰۶۹ھ، ۳/۱۔

(ہماری یہ کتاب (جس کا نام) "منہاج الوصول الی علم الاصول"، فروغ اور اصول میں متوسط جبکہ شروع، اور مقبول کے بیان میں جامع ہے)

علامہ اسنوی کی کتاب "منہاج الوصول" کے تعارفی کلمات یہ ہیں :

"اعلم ان المصنف اخذ كتابه من الحاصل للمفاضل تاج الدين الارموي والحاصل اخذه مصنفه من المحصول للامام الفخر الدين والمحصل استمداده من كتابين لا يكاد يخرج عنهما غالبا احدهما المستصفى لحجة الاسلام الغزال والثاني المعتمد لابی الحسن البصري حتى رايته ينقل منهما الصفحة او قريبا منها بلفظها وسبه على ما قيل انه كان يحفظهما"۔^۱

(جان لو کہ بلاشبہ مصنف نے اپنی اس کتاب کو الارموی کی الحاصل سے اخذ کیا ہے اور الحاصل کو اس کے مصنف نے (امام) فخر (الدین رازی) کی کتاب "المحصل" سے اخذ کیا اور المحصول دو کتابوں سے مستمد ہے۔ امام رازی زیادہ تر دو کتابوں پر تکیہ کرتے ہیں، وہ جن دو کتابوں سے باہر نہیں نکلتے ان میں سے ایک (امام) غزالی کی المستصفیٰ اور دوسری (امام) ابوالحسن بصری کی المعتمد ہے۔ میں نے یہاں تک دیکھا کہ ان دونوں کتابوں سے صفحہ یا قریب انھیں لفظ بلفظ منقول ہوتا ہے اس کی وجہ یہ بتائی گئی کہ امام رازی کو دونوں کتابیں حفظ تھیں) علماء اور بالخصوص شوافع علماء جن کتب کی شروع، اختصارات، ان کی احادیث کی تخریج، ان کی لغات کے بیان اور نظم وغیرہ کی طرف ملتفت رہے۔ ان میں سے ایک کتاب "منہاج الوصول الی علم الاصول" ہے۔

کتاب "منہاج الوصول" پر لکھی جانے والی شروع : تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ شرح منہاج الوصول : قاضی بیضاوی نے خود اپنی کتاب کی شرح لکھی۔ شہاب الدین الخفاجی نے اپنی تفسیر کے حاشیہ پر ان کے حالات میں اس کتاب کو آپ کی طرف منسوب کیا۔
- ۲۔ معراج الوصول فی شرح منہاج الاصول : شیخ محمد الدین محمد ابی بکر الایوبی شیرازی (متوفی ۶۹۷ھ) نے یہ شرح لکھی۔ یہ ایک مختصر شرح ہے، ابتدائی الفاظ یہ ہیں : "سبحانک اللہم یا واجب الوجود"۔^۲
- ۳۔ تقی الدین سبکی کے شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبداللہ بن محمود جزری شافعی (متوفی ۷۷۱ھ یا ۷۶۶ھ) نے بھی شرح لکھی تھی۔ اگر یہ تسلیم نہ کیا جائے کہ قاضی بیضاوی نے خود کوئی شرح لکھی تھی تو اس صورت میں آخری الذکر دونوں کتابوں میں سے کسی ایک کتاب کو منہاج کی پہلی شرح ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

۱۔ نہایۃ السؤل، جمال الدین عبدالرحیم الاسنوی متوفی ۷۷۲ھ/۱۰-۱۱۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۳۰۵ھ-۱۹۸۳ء

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، کتب خانہ المصریہ، فہرست الکتب العربیہ ۲/۲۶۵، مصر مطبعہ العثمانیہ ۱۳۰۵ھ

۳۔ ہدیۃ الحارثین ۶/۱۰۳۲، فتح البین ۲/۱۱۷

- ۴۔ ظہیر الدین عبدالصمد بن محمود الفاروقی (متوفی ۷۰۷ھ) نے شرح لکھی اور اس کی تالیف سے ماور جب کے واسطے میں ۷۰۳ھ میں فارغ ہوئے۔^۱
- ۵۔ غیاث الدین محمد بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن علی البغدادی الوائلی شافعی متوفی ۷۱۸ھ یا ۷۹۷ھ، معروف بابن العاقول نے شرح تالیف کی۔^۲
- ۱۔ محمد بن اسعد التستری شافعی ہمدانی (متوفی ۷۳۲ھ) نے شرح لکھی۔^۳
- ۷۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول، امام جمال الدین ابی محمد عبدالرحیم الاسنوی شافعی متوفی ۷۴۲ھ نے مذکورہ نام سے متوسط الحجم شرح لکھی۔ اعتراضات کی کثرت ہے مگر سہل العارۃ کتاب ہے۔ اس کی تالیف کا آغاز ۷۴۰ھ میں کیا اور ۷۴۱ھ میں فراغت پائی، یہ کتاب چھپ چکی ہے۔^۴

اسنوی کی شرح پر حواشی :

- (۱) امام محمد بن ابی بکر بن عبدالعزیز بن جماعہ متوفی ۸۱۹ھ نے اس پر حاشیہ لکھا۔^۵
- (۲) شیخ الاسلام سراج البلقینی کے پوتے ابی سعادات محمد بن محمد بن عبدالرحمن البلقینی متوفی ۸۸۹ھ نے حاشیہ لکھا۔^۶
- (۳) شیخ محمد نجیب المبطینی حنفی مولود ۱۲۷۷ھ نے سلم الوصول الی نہایۃ السؤل کے نام سے حاشیہ لکھا۔^۷
- اسنوی کی شرح پر تعلیقہ : شمس الدین محمد ابن العماد متوفی ۸۶۷ھ نے اس پر تعلیقہ لکھا جس میں اپنے والد شہاب ابن العماد سے کافی نقل کی۔^۸
- ۸۔ سید برہان الدین عبید اللہ بن محمد الفرغانی اعمری متوفی ۷۴۲ھ نے شرح لکھی۔ یہ منہاج کی احسن و انفع شرح میں سے ایک ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :
- "الحمد لله الذي اعلى معالم الاسلام وبين لطرق المعاش والمعاد قوانين الشرع والاحكام"^۹
- العمری کی شرح پر حاشیہ : قاضی محمد بن ابی بکر ابن جماعہ متوفی ۸۱۹ھ نے ان کی اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا۔^{۱۰}
- ۹۔ قاضی عبداللہ بن محمد العبیدلی التبریزی حنفی متوفی ۷۴۳ھ نے شرح لکھی۔

۱۔ البیاض المکنون ۵۸۹/۳، ہدیۃ العارفین ۵۷۴/۵، مجمع الاصولین ۲۰۶/۲ (۳۴۰)

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۳۳/۶، اس میں تاریخ وفات ۷۱۸ھ مذکور ہے جبکہ ۷۱۷ھ میں ۷۹۷ھ مذکور ہے۔

۳۔ تاریخ السنین ۱۳۷/۲، کشف الظنون ۱۸۷۹/۲، حاجی خلیفہ نے جمال الدین اسنوی کی تاریخ وفات ۷۷۷ھ بتائی ہے۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۶، تعارفی مقدمہ علی نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی الشافعی

متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتاب العربیہ۔ ص۔ ی۔ نج، قاہرہ علم الکتاب ۱۳۳۳ھ

۵۔ حوالہ سابق ۵، حوالہ سابق ۹، ہدیۃ العارفین ۵۷۴/۵، تاریخ السنین ۱۳۹/۲، کشف الظنون ۱۸۸۰/۲

۱۰۔ السراج الوہاج، مذکورہ نام سے امام فخر الدین ابوالکارم احمد بن حسن بن یوسف تبریزی الجاربردی شافعی متوفی ۷۴۶ھ نے شرح لکھی۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے: "الحمد لله الذي خلق السموات والارض....."۔

السراج الوہاج پر حاشیہ: محمد بن ابی بکر ابن جماعہ متوفی ۸۱۹ھ نے السراج الوہاج پر حاشیہ تحریر کیا۔

۱۱۔ نہایۃ السؤل فی شرح منهاج الاصول: اس نام سے نور الدین فرج بن محمد (بن ابی الفرج) الاردبیلی نے شرح لکھی۔ یہ شارح، امام فخر الدین الجاربردی کے شاگرد ہیں جنہوں نے السراج الوہاج نامی شرح مذکورہ لکھی تھی۔

۱۲۔ شمس الدین ابی اثناء محمود بن عبدالرحمن بن احمد الاصفہانی شافعی متوفی ۷۴۹ھ نے شرح لکھی۔

۱۳۔ الابہاج، اس نام سے شیخ امام تقی الدین علی بن عبدالکافی بن تمام سبکی شافعی متوفی ۷۵۶ھ نے شرح لکھی۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے: "الحمد لله الذي أسس بنيان دينه على اثبت قواعد۔"

واضح رہے کہ شارح تقی الدین مصنف بیضاوی کے قول "المسألة الرابعة وجوب الشئى ملائم الابه وکان مقدوراً" تک کی شرح لکھ سکے تھے پھر ان کے بعد سے شارح کے صاحبزادہ صاحب جمع الجوامع، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی السبکی متوفی ۷۷۷ھ نے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ یہ ایک جلیل القدر شارح ہے جو دو جلدوں میں مصر سے چھپ چکی ہے۔

۱۴۔ (الف) عماد الدین محمد بن الحسن بن علی بن عمر القرشی الاموی شافعی متوفی ۷۷۷ھ نے شرح تالیف کی جسے بعد میں ان کے بھائی نے مکمل کیا۔

۱۴۔ (ب) فاضل المرافی نے شرح لکھی اور اسی شرح سے سید البحر ی نے اپنی شرح میں بہت سے مقامات میں اس سے نقل کیا ہے۔ شاید المرافی سے مراد ہارون بن عبدالولی بن عبدالسلام المرافی متوفی ۷۶۳ھ ہیں جو مختصر ابن حاجب کے بھی شارح ہیں۔

۱۵۔ (الف) کافی المحتاج، سراج الدین عمر بن علی متوفی ۸۰۴ھ نے شرح لکھی۔ شارح ابن الملقن شافعی سے مشہور ہیں یہ ایک متوسط الحجم شرح ہے۔

۱۵۔ (ب) صدر الدین سلیمان بن عبدالناصر الاشعری شافعی متوفی ۸۱۱ھ۔

۱۔ کشف الظنون ۱۸۷۹/۲، ہدیۃ العارفین ۱۰۸/۵، فتح المبین ۱۵۲/۲، معجم الاصولین ۱۰۸/۱، ۱۰۹/۱ (۷۳)

۲۔ کشف الظنون ۱۸۸۰/۲، ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۶ ج کشف الظنون ۱۸۸۰/۲

۳۔ کشف الظنون ۱۸۸۰/۲، ہدیۃ العارفین ۱۰۸/۶، ۱۰۹/۶، فتح المبین ۱۵۸/۲، ۱۵۹/۲، ہدیۃ العارفین ۱۰۸/۲، ۱۰۹/۲

۴۔ کشف الظنون ۱۸۷۹/۲، فتح المبین ۱۵۸/۲، ۱۵۹/۲، ہدیۃ العارفین ۱۰۸/۵، ۱۰۹/۵، یہ کتاب مفتی مصر شیخ محمد نجیب کے مکتبہ میں موجود تھی۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۳۰۲/۵

- ۱۔ شیخ یوسف بن حسن شیرازی تبریزی شافعی متونی ۸۲۲ھ نے شرح لکھی۔
- ۲۔ شیخ امام شہاب الدین احمد بن عبد اللہ الغزی شافعی متونی ۸۲۲ھ نے شرح لکھی۔^۱
- ۱۸۔ (الف) التحریر لما فی کتاب المنہاج من المعقول والمنقول : اس نام سے امام ولی الدین ابی زرعہ احمد بن عبد الرحیم بن حسین عراقی متونی ۸۲۶ھ نے شرح لکھی۔^۲
- ۱۸۔ (ب) ابوالخیر شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف دمشقی متونی ۸۳۳ھ نے شرح لکھی۔^۳
- ۱۹۔ علامہ محمد بن عبد القادر اسحاقی مقرئ معروف بہ ابن السکاکی متونی ۸۳۸ھ^۴ اور نجم الدین محمد بن عبد القادر الواسطی شافعی متونی ۸۳۸ھ نے شرح لکھی۔^۵
- ۲۰۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الاصول : اس نام سے شہاب الدین احمد بن حسین بن علی بن یوسف الرلی معروف بہ ابن ارسلان شافعی متونی ۸۴۲ھ نے دو جلدوں میں ایک مطول شرح لکھی۔^۶
- ۲۱۔ توضیح المبہم والمجهول فی شرح منہاج الاصول : اس نام سے سراج الدین ابو حفص عمر بن موسیٰ بن حسن ابن محمد القرشی الحنوفی الحمصی شافعی متونی ۸۶۱ھ نے شرح لکھی۔^۷
- ۲۲۔ الابہاج فی شرح المنہاج : اس نام سے احمد بن اسحاق شیرازی متونی ۸۶۳ھ نے شرح لکھی۔ یہ ایک مجلد میں متوسط الحجم شرح ہے جسے انہوں نے علامہ عضد الاسلام ابی القاسم مستود بن محمد الشہید کے لئے تالیف کیا تھا۔^۸
- ۲۳۔ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر الاشیطی متونی ۸۸۳ھ نے شرح لکھی۔^۹
- ۲۴۔ امام کمال الدین محمد بن محمد بن عبد الرحمن بن امام اکاملیہ شافعی متونی ۸۷۴ھ نے ایک شرح لکھی۔ یہ ایک ضخیم و مطول شرح ہے۔^{۱۰}
- ۲۵۔ تبسّر الوصول الی منہاج الاصول : اس نام سے کمال الدین محمد بن محمد متونی ۸۷۴ھ (جن کا ذکر ابھی گزرا ہے) نے شرح لکھی، یہ ایک مختصر شرح ہے۔^{۱۱}

۱۔ کشف المکنون ۴/۱۸۷، معجم الاصولین ۱/۱۵۵، ۱۵۶ (۱۰۸)

۲۔ دارالکتب الازہریہ میں موجود ہے جس کا نمبر (۸۶۵) ۱۲۳۳۱ اصول فقہ ہے۔
 ۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۷
 ۴۔ توفیق مقدمہ علمی نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول جمال الدین اسنوی شافعی متونی ۷۷۷ھ، مجلس ادارہ جمعیۃ نشر الکتب العربیہ میں ہے، قاہرہ و عالم الکتب ۱۳۳۳ھ
 ۵۔ ایضاح المکنون ۳/۵۸۹، ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۹
 ۶۔ کشف المکنون ۲/۱۸۷، ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، طبقات الشافعیۃ، الاسدی
 ۷۔ ایضاح المکنون ۳/۵۸۹
 ۸۔ حوالہ سابق، ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۲
 ۹۔ معجم الاصولین ۱/۹۸، ۹۷ (۶۵)
 ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۶، فتح المبین ۳/۳۳
 ۱۱۔ فتح المبین ۳/۳۳

- ۲۶۔ سید عبداللہ بن محمد بن محمد متوفی ۸۹۴ھ نے شرح لکھی۔ شارح، سید حامد الامینی شافعی سے مشہور ہیں۔^۱
- ۲۷۔ علامہ تاج الدین ابوالفضل عبدالوہاب بن محمد بن یحییٰ بن احمد الطرابلسی شافعی متوفی ۸۹۵ھ معروف بابائین زہرہ نے بھجۃ الوصول کے نام سے شرح لکھی۔^۲
- ۲۸۔ شیخ رکن الدین محمد بن احمد بن محمد الاردبیلی شافعی متوفی ۸۹۵ھ نے نہایۃ الوصول کے نام سے شرح لکھی۔ یہ حافظ ابن حجر کے شاگرد تھے۔^۳
- ۲۹۔ شیخ الاسلام کمال الدین ابوالمعالی محمد بن ناصر الدین بن ابی بکر بن ابی شریف المقدسی شافعی متوفی ۹۰۵ھ نے قطعہ علی شرح المنہاج تالیف کیا۔^۴
- ۳۰۔ علاء الدین ابوالحسن علی بن ناصر المکی الیافعی شافعی نے مدارک الاصول کے نام سے شرح لکھی، وہ اس کی تالیف سے ۹۱۶ھ میں فارغ ہوئے تھے۔^۵
- ۳۱۔ ابوالحسن شمس الدین علی بن جلال الدین محمد بن عبدالرحمن ابن احمد بن محمد البکری الصدیقی امصری متوفی ۹۵۲ھ نے ”المطلب فی شرح المنہاج“ اور ”المغنی شرح اخر علی المنہاج“ تالیف کی۔^۶
- ۳۲۔ شمس الدین محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرطبی الانصاری شافعی متوفی ۱۰۰۳ھ نے نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج تالیف کی یہ شافعی الصغیر کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں۔^۷
- ۳۳۔ محمد بن النقیب البیرونی متوفی ۱۰۶۳ھ نے ”فتح التبجلی علی المنہاج والمحلی“ تالیف کی۔ ایضاح المکنون کے مطابق ”وہو حاشیۃ علی شرح المحلی للمنہاج“ (وہ شرح المحلی للمنہاج پر حاشیہ ہے)۔^۸
- ۳۴۔ ابوالفضیاء نور الدین علی بن علی الشیرازی امصری شافعی متوفی ۱۰۸۷ھ نے ”شرح منہاج الاصول لشمس الدین الرملی“ اور ”حاشیۃ علی نہایۃ السؤل“ تالیف کیا۔^۹
- ۳۵۔ ”سراج العقول الی منہاج الاصول“ کے نام سے امام محمد طاہر القزوی نے شرح تالیف کی۔^{۱۰}
- ۳۶۔ شیخ عبدالغنی الاردبیلی نے شرح لکھی۔^{۱۱}
- ۳۷۔ امام شمس الدین عبدالرحمن بن عطاء اللہ نے شرح لکھی۔ شارح، شیخ الاردبیلی سے مشہور ہیں۔
اولہ: ”الحمد للہ الذی اضاء الماہیات بضوء الوجود“۔^{۱۲}

- ۱۔ اتخاری مقدمہ علی نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جعیدہ نشر الکتب العربیہ صی۔ بیج قاہرہ عالم الکتب ۱۳۳۳ھ
- ۲۔ ایضاح المکنون ۲۰۴/۳-۶۹۳/۳ ایضاح المکنون ۲۶۳/۳-۲۰۴/۳
- ۳۔ حدیۃ العارفین ۲۲۲/۶
- ۴۔ ایضاح المکنون ۲۵۳/۲، حدیۃ العارفین ۳۱/۵
- ۵۔ حدیۃ العارفین ۴۴۲/۵
- ۶۔ ایضاح المکنون ۸۳/۳
- ۷۔ حدیۃ العارفین ۶۱/۵
- ۸۔ کشف الظنون ۱۸۸۰/۲
- ۹۔ حدیۃ العارفین ۶۱/۵
- ۱۰۔ حدیۃ العارفین ۶۱/۵
- ۱۱۔ حدیۃ العارفین ۶۱/۵
- ۱۲۔ حدیۃ العارفین ۶۱/۵

۳۸۔ ایضاً الاسرار، اس نام سے امام زین الدین الخنجی نے شرح لکھی اس کتاب سے شارح سید العبر ی نے اپنی شرح میں کثرت سے نقل کیا ہے۔ اولہ : ”اسبحک بکمال جلالک“۔

اس شرح پر ابو زرعد کے اعتراضات :

ابو زرعا محمد بن عبدالرحیم العراقی متوفی ۸۲۶ھ نے اس شرح پر ”التحریر لمافی منهاج الاصول“ کے نام سے کتاب لکھی جس میں اس پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔

۳۹۔ ”مناہج العقول“ محمد بن حسن البدخشی حنفی کی شرح ہے۔^۱

نوٹ : حاجی خلیفہ نے شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی متوفی ۹۲۶ھ کی شرح کو بھی منهاج کی شروح میں شمار کیا ہے^۲ اور مظہر بقائے بھی اس کے مکتبہ الاحمدیہ عکا (۲۰) نمبر کے تحت اس کے نسخہ کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔ مگر رجال کی کتابوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے قاضی بیضاوی کی کتب میں سے سوائے ”طوالع“ کے کسی کتاب کی شرح نہیں لکھی تھی۔ (واللہ اعلم)

کتاب ”المنہاج“ کا اختصار : علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القونوی متوفی ۷۲۹ھ نے ”مختصر المنہاج“ تالیف کیا۔^۳

کتاب ”المنہاج“ کے حل میں خاص شہرت پانے والے اصولی : احمد بن صالح بن احمد بن خطاب بقائے متوفی ۷۹۵ھ اصول فقہ میں المنہاج کے حل میں خاص شہرت رکھتے تھے۔^۴

کتاب ”المنہاج“ پر نکت :

۱۔ ابو العباس شہاب الدین احمد بن اثوث بن عبداللہ المصری معروف بہ ابن الخقیب متوفی ۷۶۹ھ نے ”نکت المنہاج“ تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔^۵

۲۔ عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ نے ”النکت علی المنہاج“ کے نام سے کتاب تالیف کی۔

۳۔ امام جلال الدین السیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے ”النکت اللوامع علی المختصر والمنہاج“ وجمع الجوامع“ تالیف کی۔^۶

۱۔ اعلام سائق ج ۲ کشف الظنون ۱۸۸۰/۲، معجم الاصولیین ۱۰۹/۱ (۳۳۵) حدیثہ العارفین ۳۷۴/۱

۲۔ حدیثہ العارفین ۷/۵ ج ۲ معجم الاصولیین ۱۳۱/۱ (۱۹۳)

۳۔ کشف الظنون ۳۹۱-۳۹۸، شذرات الذہب ۶/۲۱۳، طبقات ابن قاضی شہید ۳/۸۰۶ (۶۲۳) معجم الاصولیین ۱۸۹/۱ (۱۳۷)

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۹۷

کتاب ”المنہاج“ پر احادیث کی تخریج : مندرجہ ذیل علماء نے المنہاج میں احادیث کی تخریج کی ہے :

- ۱۔ المعتبر فی تخریج احادیث المنہاج والمختصر، محمد بن عبد بن بہادر زکشی شافعی متوفی ۷۹۳ھ۔^۱
- ۲۔ حافظ عبد الرحیم بن حسین عراقی شافعی متوفی ۸۰۶ھ۔^۲
- ۳۔ امام سراج الدین عمر بن الملقن (متوفی سنہ ۸۰۶ھ)۔^۳

کتاب ”المنہاج“ کا نظم :

مندرجہ ذیل علماء نے المنہاج کو منظوم کیا :

- ۱۔ حافظ عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ نے ”النجم الوہاج“ کے نام سے اس کو ۱۱۳۶ آیات میں منظوم کیا اور آپ کے صاحبزادہ احمد نے ان آیات کی تشریح کی۔^۴
- ۲۔ محمد عثمان بن فرمود الزری متوفی ۷۷۶ھ (یا ۷۷۹ھ)۔^۵
- ۳۔ علامہ یوسف بن داؤد البغینی شافعی متوفی ۸۹۸ھ۔^۶
- ۴۔ ابن رجب شہاب الدین احمد بن محمد بن عبد الرحمن الطوخی شافعی (مولود ۸۴۷ھ۔ متوفی سنہ ۸۵۰ھ)۔^۷
- ۵۔ شہاب الدین احمد بن یوسف ابن عبد اللہ الکردی الکوریانی شافعی متوفی ۸۱۰ھ۔^۸

کتاب ”المنہاج“ پر اضافہ کرنے والے علماء :

- ۱۔ امام علامہ جمال الدین عبد الرحیم اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ نے اس پر زوائد لکھے۔^۹
- ۲۔ امام برہان الدین ابراہیم الابنای شافعی نے بھی اس پر اضافہ کیا۔^{۱۰}

ابن النفیس شافعی (متوفی ۶۸۷ھ)^{۱۱}

حدیث، اصول، لغت، منطق و طب میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے، حافظہ بہت اچھا تھا۔ اصول کی کتب کی طرف مراجعت کئے بغیر اپنے حفظ سے تصانیف علماء کرایا کرتے۔

- ۱۔ تعارفی مقدمہ علی نہایہ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیت نشر اکتب العربیہ۔ ص ۱۔ بیج قاہرہ عالم لاکتب ۱۳۳۳ھ
- ۲۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۸۰ ج ۲ کشف الظنون ۲/ ۱۸۷۹
- ۳۔ حدیۃ العارفین ۵/ ۵۶۲ھ، معجم الاصلیین ۲/ ۱۹۵ (۳۳۰) ۵۔ حدیۃ العارفین ۶/ ۱۱۶۹ اس میں تاریخ وفات ۷۷۹ھ مذکور ہے۔
- ۴۔ تعارفی مقدمہ علی نہایہ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیت نشر اکتب العربیہ۔ ص ۱۔ بیج قاہرہ عالم لاکتب ۱۳۳۳ھ
- ۵۔ حوالہ سابق ۵۔ ایضاً المکتون ۳/ ۵۹۰ھ، حدیۃ العارفین ۵/ ۱۹
- ۶۔ بغیۃ الوعاة فی طبقات اللغویین والنحاة، جلال الدین عبد الرحمن سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ۲/ ۹۲-۹۳ (۱۵۱۸) تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم دار الفکر طبع ثانیہ ۱۳۹۹ھ۔ ۱۹۷۹ء
- ۷۔ تعارفی مقدمہ علی نہایہ السؤل فی شرح منہاج الوصول، جمال الدین اسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ، مجلس ادارہ جمعیت نشر اکتب العربیہ۔ ص ۱۔ بیج قاہرہ عالم لاکتب ۱۳۳۳ھ
- ۸۔ علی بن ابو حزم قرشی، علاء الدین، ابن النفیس متوفی ۱۲۸۸ء دمشق میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔^۱

شمس الدین الاصفہانی (۶۱۶ھ/۶۸۸ھ)^۲

فقہ، اصولی، متکلم، نظار، ادیب شاعر و منطقی تھے۔ ان کے والد اصفہان میں نائب سلطنت کے عہدہ پر فائز تھے۔ والد کی زندگی ہی میں تمام ضروری علوم حاصل کر لئے۔ بغداد جا کر شیخ سراج الدین ہرقلی سے فقہ کی اور شیخ تاج الدین الارموی (متوفی ۶۵۶ھ) صاحب ”الحاصل“ سے اصول فقہ اور بلا دروم جا کر شیخ اشیر الدین الابہری سے اصول، جدل، حکمت اور دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی اور پھر قاہرہ پہنچ کر علوم و فنون کی تکمیل کی اور پھر وہیں مشہد بنی، مشہد شافعی میں تدریسی خدمات انجام دیں، قوص اور کرکک کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ امام رازی کی کتاب ”المحصول“ کی شرح لکھی۔

۲۔ کتاب القواعد، مراۃ الجنان میں مذکور ہے کہ یہ کتاب چار علوم، اصول فقہ، علوم اصول دین، خلاف اور منطق میں ہے۔

کتاب ”المحصول“ کی شرح کا تحقیقی تجزیہ :

یہ ایک بڑی اور علم و معرفت سے پر شرح ہے۔ مؤلف نے اس کی تالیف میں جس قدر معظم کتب اصولیہ کی طرف رجوع ممکن تھا ان سے رجوع کیا۔ اس شرح کے مقدمہ میں درج ہے۔

”اصول المحصول الاربعة، ومختصراته وسماء ب ”الكاشف عن المحصول“

اس شرح کی اہم خصوصیات :

۱۔ صاحب کتاب، المحصول کے الفاظ کی شرح کرتے ہوئے اصولیین کی کتب سے دقیق عبارات نقل کی ہیں۔

۲۔ اس میں بہت سی ایسی عبارات منقول ہیں جو ان کتب اصولیہ سے ماخوذ ہیں جو امتداد زمانہ کی نذر ہو چکی ہیں۔

۳۔ سابقین کی مفقودہ کتب کے حوالے اور ان کے اقوال و آراء کی حفاظت پر مبنی ایک علمی سرمایہ کی حامل کتاب ہے۔

۴۔ اس شرح میں بہت سی ایسی کتب کے حوالے ملتے ہیں جن کی طرف عموماً رجوع کرنا مشکل ہوتا ہے۔

۱۔ اشادات الذہب ۵/۴۰۲، الفتح المبین ۲/۸۹

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن عیاد النخعی، شمس الدین الاصفہانی (۱۲۱۹ھ/۱۲۸۹ھ) فارس (اصفہان) میں ولادت ہوئی اور قاہرہ میں دفن کئے گئے۔

مذکورہ بالا خصوصیات کی حامل شرح اس اعتبار سے ناقص رہی کہ شارح اس کی تکمیل سے قبل ہی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور صرف کتاب الامام تک شرح کر سکے۔ یہ تین مجلدات اور ۱۶۵ صفحات پر مشتمل ایک کتاب ہے اس کا ایک تحریری نسخہ دارالکتب مصریہ میں (۴۷۳) نمبر کے تحت موجود ہے۔^۱

ابن مثنیٰ الحلی شیعہ (متوفی ۶۸۹ھ)

مولفہات اصولیہ :

۱۔ کتاب المدخول فی الاصول

۲۔ نزہۃ الناظر فی الجمع بین الاشباہ والنظائر۔^۲

الفرکاح شافعی (۶۲۳ھ - ۶۹۰ھ)^۳

فقیہ، اصولی، ادیب اور اجتہاد کے مرتبہ پر فائز تھے اسی لئے فقیہ الشام کا لقب پایا۔

مولفہات اصولیہ : انہوں نے ”شرح ورفات للامام الحرمین فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔ کوبرلی میں ۵۱۶ نمبر پر موجود نسخے کے مطابق اس شرح کا نام ”الدراکات“ ہے۔ دنیا کے مختلف ممالک کی لائبریریوں میں اس کے نسخے موجود ہیں مثلاً مکتبہ ملکیہ برلن میں 4360 LBG 256 نمبر پر موجود ہے جس کے مطابق اس شرح کے افتتاحی کلمات یہ ہیں : ”الحمد لله كما يليق بشانه“۔ اور اس کے آخری کلمات یہ ہیں : ”واذا حكم فاعطاه اجر والله اعلم“۔ ”نجز الكتاب“۔ كشف الظنون میں اس کے افتتاحی کلمات یہ مذکور ہیں : ”الحمد لله كما يليق بكمال وجهه“۔^۴

داؤد بن عبد اللہ الجلیلی حبلی (متوفی ۶۹۰ھ تقریباً)

فقیہ، اصولی تھے۔ انہوں نے کتاب ”الحاوی فی الاصول“ تالیف کی۔^۵

کمال الدین قلیوبی شافعی (۶۲۷ھ - ۶۹۱ھ یا ۶۸۹ھ)^۶

فقیہ، اصولی، ادیب و متصوف تھے۔ اپنے علاقے کے قاضی رہے، رائے کے نفاذ اور عدالت میں اپنی مثال آپ تھے۔

۱۔ مرآۃ الجنان و عمدة الیقطان، ابو محمد عبد اللہ بن اسعد بن علی بن سلمان عقیف الدین الیافعی البغدادی المتوفی ۶۸۷ھ/۴ - ۲۰۸ھ۔

آباد دکن مطبعہ دائرہ المعارف النظامیہ ۱۳۳۸ھ۔ شذرات الذہب ۳۰۶/۵ - ۳۰۷/۱، الفتح المبین ۹۰/۲، ہدیۃ العارفین ۱۳۶/۶۔

۲۔ نجیۃ الدین یحییٰ بن احمد شمس بن سعید اھل دی، ابن مثنیٰ الحلی الشیعی، ایضاح المسکون ۶۳۲/۳، ہدیۃ العارفین ۵۲۵/۶۔

۳۔ تاج الدین عبد الرحمن بن ابراہیم بن سہار بن ضیاء الغفراری البدری (۱۲۳۶/۱ - ۱۲۹۱ء)۔ دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ كشف الظنون ۲/۶۰۶، ہدیۃ العارفین ۵۲۶/۵، الفتح المبین ۹۲/۲، معجم الاصولیین ۱۷۲/۲ (۳۰۹)۔

۵۔ شرف الدین احمد داؤد بن عبد اللہ بن کوشیار الجلیلی بغدادی، ہدیۃ العارفین ۳۶۰/۵۔

۶۔ ابوالعباس کمال الدین احمد بن حبلی بن رضوان قلیوبی عسقلانی (۱۲۳۰/۱ - ۱۲۹۱ء)، مصر میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”نہج الوصول فی علم الاصول“ تالیف کی۔
امام مکی نے فرمایا :

”وعندی بخطه من مصنفاته ، نہج الوصول فی علم الاصول مختصر صنفه فی علم الاصول“۔
(میرے پاس ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ان کے مصنفات میں سے ان کا ایک مختصر بنام ”نہج الوصول فی علم الاصول“ موجود ہے جسے انہوں نے علم الاصول میں تصنیف کیا تھا)
المراغی نے فرمایا :

”من مصنفاته نہج الوصول فی علم الاصول و مختصر صنفه فی اصول الفقہ“۔
(ان کی مصنفات میں سے نہج الوصول فی علم الاصول اور اس کے علاوہ ایک مختصر ہے جسے انہوں نے اصول فقہ میں تصنیف کیا)

امام مکی کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اصول میں صرف ایک ”مختصر“ لکھا تھا جس کا نام ”نہج الوصول“ تھا۔ مگر المراغی کے بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ان کی اس فن پر دو کتابیں تھیں ایک کا نام ”مختصر“ اور دوسری کا نام ”نہج الوصول“ تھا۔ حاجی خلیفہ کی بات سے المراغی کے بیان کی تصدیق ہو جاتی ہے کیونکہ انہوں نے بھی ان کو دو علیحدہ کتب شمار کیا ہے ہاں البتہ تاریخ وفات ۶۸۹ھ ذکر کی ہے۔^۱

جلال الدین الخباز حنفی (متوفی ۶۷۱ھ یا ۶۹۴ھ)

ان کا تعارف تاریخ وفات ۶۷۱ھ میں گزر چکا ہے۔

ابن الساعاتی حنفی (متوفی ۶۹۴ھ)^۲

فقہ اصولی، حافظ اور اپنے زمانے میں علوم شرعیہ میں اقدمانے جاتے تھے، ادیب و کاتب بھی تھے اصلاً تعلیمی تھے ، مدرسہ مستنصریہ بغداد میں حنفی مذہب کے لطائف کی تدریس کرتے۔ شمس الدین محمد اصفہانی متوفی ۶۸۸ھ شارح ”المحصول“ ان کو ان صاحب مالکی متوفی ۶۳۶ھ صاحب مختصر المصنوع السؤل والامل پر فوقیت دیتے۔ فقہ و اصول میں ان کی تالیفات اس فن میں ید طولیٰ اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہیں جو حنفی و شافعی اصول کا احاطہ کئے ہوئے ہوتی ہیں۔
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”بديع النظام“ تالیف کی جس کا دوسرا نام ”نہایة الوصول الی علم الاصول“ ہے۔

کتاب ”بديع النظام“ کا تحقیقی تجزیہ : ابن الساعاتی نے اپنی اس تالیف ”بديع النظام“ میں علامہ امامی ثانی (متوفی ۶۳۱ھ) کی کتاب ”الاحکام“ اور امام بزدوی حنفی (متوفی ۶۸۲ھ) کی اصول البزدوی کے

۱ ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۰، فتح المبین ۲/۹۳، معجم الاصولیین ۱/۱۳۵

۲ احمد بن علی بن ثعلب، مظہر الدین، ابن الساعاتی متوفی ۱۲۹۵ء۔ بغداد میں ولادت ہوئی، تاج التراجم فی طبقات المحققین کے مطابق ۶۹۰ھ تک زندہ تھے۔

طریقوں کو یکجا کر دیا۔ انہوں نے ”الاحکام“ کے طریقہ سے قواعد کلیہ کے بیان میں اور اصول بزدوی سے جزئی فرعی شواہد میں مدد لی، جس کا اظہار انہوں نے اپنی کتاب ”بديع النظام“ کے خطبہ میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا :

”قد منحتك ايها الطالب لنهاية الوصول الى علم الاصول هذا الكتاب البديع في معناه، المطابق اسمه لمسماه . لخصته لك من كتاب الاحكام ورصعته بالجواهر النقية من اصول فخر الاسلام . فانهما البحران المحيطان بجوامع الاصول الجامعان لقواعد المعقول والمنقول هذا حاول للقواعد الكلية اصولية وذلك مشمول بالشواهد الجزئية الفرعية“.

(اے شاگرد علم میں نے تجھے کتاب نہایۃ الوصول الی علم الاصول کا تحفہ دیا ہے۔ یہ کتاب اپنے معنی میں بدیع ہے، اسم باسما ہے۔ تیرے لئے میں نے اسے ”کتاب الاحکام“ سے ملخص کیا اور اصول فخر الاسلام کے عمدہ جواہر اس کو جزا۔ بلاشبہ دونوں جوامع الاصول سے پُر سمندر ہیں، معقول و منقول قواعد میں جامع ہیں۔ یہ کتاب قواعد کلیہ اصولیہ پر محیط ہے اور ادلہ جزئیہ فرعیہ پر مشتمل ہے)

بدیع النظام پر تحقیقی مقالہ : دکتور سعد عز نے کتاب بدیع النظام پر اس کے دوسرے عنوان ”نہایۃ الوصول الی علم الاصول“ سے تحقیقی مقالہ پیش کیا اور جامہ امام القری سے ۱۴۰۵ھ میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ صاحب ہدیۃ العارفین نے ”بديع النظام“ اور ”نہایۃ الوصول“ کو دو الگ الگ کتابیں شمار کیا ہے ان کے کام سے یہی ظاہر ہے۔ مگر کشف الظنون میں جہاں ”نہایۃ الوصول الی علم الاصول“ کا تذکرہ آیا ہے وہاں حاشیہ مذکور ہے : ”اعلم ان هذا الكتاب يسمى ايضا ببديع النظام وهو المشهور بين الانام..... وليسا بكتابين بل هو كتاب باسمين“۔ اس سے بھی ان دونوں کے ایک ہونے کی تصریح ہو جاتی ہے اور یہ کہ بدیع النظام کا خطبہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے۔ کتاب ”بديع النظام“ کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ”الخير دابك اللهم يا واجب الوجود الخ“۔

کتاب ”بديع النظام“ (نہایۃ الوصول الی علم الاصول) کے شارحین :

- ۱۔ صلاح الدین ابوالفتح موسیٰ بن (امیر حاج بن) محمد تبریزی متوفی ۷۳۶ھ نے ”الرفیع فی شرح البديع“ کے نام سے شرح تالیف کی۔^۱
- ۲۔ ابو عمر و فخر الدین عثمان بن علی بن اسماعیل المصری الطائی الحنفی متوفی ۷۳۹ھ۔^۲
- ۳۔ شمس الدین محمود بن عبدالرحمن بن احمد بن محمد بن ابوبکر بن علی الاصفہانی متوفی ۷۴۹ھ۔^۳

۱۔ کشف الظنون ۱/۲، ۱۹۹۱ء، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۰-۱۰۱، الفوائد البہیہ، ص ۲۷-۲۸، تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ، قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ، ص ۶ (۱۰)، الفتح المبین ۲/۹۲-۹۵، معجم الاصولیین ۱/۷۱-۷۲ (۱۲۲)

۲۔ تاج التراجم، قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ، ص ۷ (۲۲۶)، الفوائد البہیہ، ص ۲۱۶، الجواہر المصعۃ ۲/۱۸۵، الفتح المبین ۲/۱۴۰۔

۳۔ الفتح المبین ۲/۱۴۰، الفتح المبین ۲/۱۴۰، کشف الظنون ۲/۱۹۹۱

۲۔ ابوالحسن زین الدین علی بن الحسین بن القاسم بن منصور بن علی الموصلی متوفی ۷۵۵ھ۔^۱

۵۔ یحییٰ ابن علی ابن خطیب البتیری متوفی ند۔^۲

۱۔ سراج الدین عمر البندی متوفی ند۔^۳

۷۔ شمس الدین محمد النوشاہدی حنفی متوفی ند۔^۴

کتاب ”بذیع النظام“ پر حاشیہ : مولانا زاوہ محبت الدین محمد ابن احمد حنفی متوفی ۸۵۹ھ نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔^۵

احمد بن نعمہ شافعی (۶۲۲ھ/۶۹۳ھ)^۱

فقہ، اصولی اور کئی دوسرے فنون میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ شام میں مذہب شافعیہ کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ عز الدین بن عبدالسلام سے تفقہ حاصل کیا اپنے زمانے کی مشہور تعلیمی درسگاہوں مثلاً غزالیہ میں تدریس کی۔ انوی کے قائم مقام قاضی کے طور پر خدمات انجام دیں، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے شاگرد ہونے پر فخر کرتے تھے اور فرماتے تھے :

”انا اذنت لابن تیمیہ بالافتاء“

(میں نے ابن تیمیہ کو افتاء کی اجازت دی ہے)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”البذیع فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔

تحقیقی تجزیہ : انہوں نے اپنی اس کتاب میں علامہ امجدی شافعی (متوفی ۶۳۱ھ) اور امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) کے طریقوں کو جمع کیا۔ علامہ امجدی اور امام رازی دونوں متاخرین متکلمین میں سے ہیں۔ ہم پہلے تفصیل سے الاحکام اور اصول کے تعارف میں بیان کر چکے ہیں کہ ان دونوں کے مصنفین نے چار اساسی کتب کو اپنی اپنی کتب میں ملخص کیا مگر تخصیص میں جہاں اشتراک ہے وہاں طرز تحقیق و بحث میں دونوں کا انداز مختلف رہا۔ امام رازی نے اولیٰ کثرت کی اور احتجاج کا رنگ ان پر غالب رہا جبکہ علامہ امجدی کی مذاہب کی تحقیق سے دلچسپی رہی اور ان کا زیادہ میلان تفریع مسائل پر رہا۔ کتاب ”البذیع“ سے متعلق ابن کثیر کا قول ہے :

”وهو عندی بخط مؤلفه الحسن“

(اور میرے پاس وہ کتاب مؤلف کے عمدہ خط میں موجود ہے)

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۲۰، الفتح المبین ۲/۱۶۵

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۹۹۱، الفتح المبین ۲/۱۵۸

۳۔ حوالہ سابق ۳۰۱، ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۱

۴۔ ابوالعاس شرف الدین، احمد بن کمال الدین احمد بن نعمہ المقدسی النابلسی (۱۲۳۵ھ/۱۲۹۳ء)

۵۔ ایضاً المکتون ۳/۱۷۲، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۱، الفتح المبین ۲/۹۶، مجمع الاصولین ۱/۵۷

محمد بن محمد النوری حنفی (۶۹۳ھ میں زندہ تھے) ^۱

مؤلفات اصولیہ : یہ لائحہ کی کتاب "المنتخب" کے شارح ہیں۔ ان کی شرح کا نام "المنتخب فی شرح المنتخب" ہے۔ وہ ۶۹۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "الحمد لله الذی علم فاعلم۔"

محمد بن محمد کی شرح پر حاشیہ : ابو محمد منصور بن احمد بن یزدی القافانی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ) نے اس کتاب "المنتخب" پر حاشیہ لکھا۔ ^۲

زین الدین التتوخی حنبلی (۶۳۱ھ/۶۹۵ھ) ^۳

فقہ، اصولی، نحوی اور کئی علوم میں تبحر تھے۔ شیخ موفق الدین کے اصحاب سے تفقہ حاصل کیا۔ تغلیسی سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے کتاب "المحصول" کی شرح لکھنی شروع کی تھی مگر وہ اس کو مکمل نہیں کر سکے۔ ^۴

احمد الحرانی حنبلی (۶۳۱ھ/۶۹۵ھ) ^۵

فقہ، اصولی اور قاضی تھے۔ حلب، دمشق اور قدس میں بھی جا کر تحصیل علم کیا۔ مذہب کی معرفت اور اس کے دقائق و غوامض کی معرفت ان پر ختم ہوتی ہے۔ اصول فقہ، اصول دین، علم خلاف و ادب کے ماہر عالم تھے۔ قاہرہ میں نائب قاضی رہے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے مثلاً فقہ میں الرعایۃ الصغریٰ اور الوانی وغیرہ تالیف کی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ^۱

شیخ مجد الدین الایکی شیرازی (متوفی ۶۹۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : قاضی بیضاوی کی کتاب "منہاج الوصول الی علم الاصول" کی شرح لکھی اور اس کا نام "معراج الوصول فی شرح منہاج الوصول" رکھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "سبحانک اللہم یا واجب الوجود"۔ ^۲

۱۔ ابوالفضل محمد بن محمد بن محمد بن نوری حنفی، شہر اردین سے تعلق رکھتے تھے۔

۲۔ ایضاح المسکون ۵۶۹/۴، ہدیۃ العارفین ۱۳۸/۶

۳۔ ابوالبرکات زین الدین بن ابی بن الصدور الدین ابو عمرو عثمان بن اسعد۔ متوفی (۱۲۳۳ھ/۱۲۹۵ء) دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵۷۲/۶، شذرات الذهب ۵/۳۳۳، الفتح المبین ۳/۹۷، معجم الاصولیین ۱۱۴/۴ (۳۰۵)

۵۔ ابو عبد اللہ نجم الدین احمد بن حمدان بن حبیب بن احمد بن حبیب الحرانی الشیرازی (۱۲۳۳ھ/۱۲۹۶ء) حران میں ولادت ہوئی،

قاہرہ میں وارد تھے۔ ۱۔ معجم الاصولیین ۱۱۶/۱ (۸۰) ۲۔ محمد ابی بکر الایکی شیرازی۔ کشف الظنون ۱۸۸۰/۲

ابو جعفر الغرناطی (متوفی ۶۹۹ھ) ^۱

علوم فقہ، نحو، فرائض، حساب تاریخ و اصول میں گہری واقفیت رکھتے تھے۔ احادیث کی اتنی مقدار حفظ تھیں جو درجہ حفاظت تک پہنچا دیں اور اندلس میں بہت سے شہروں کے قاضی رہے۔ آپ کی تصانیف علماء اندلس میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : امام غزالی کی کتاب "المستصفی" کی شرح لکھی جو ایک عمدہ شرح ہے۔ الدبیاج میں اس کی تریف میں "شرح احسن" مذکور ہے۔ ^۲

ابن ابوالاحوص مالکی (۶۰۳ھ - ۶۹۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح المستصفی" تالیف کی۔ ^۳

داؤد بن کوشیار حنبلی (متوفی ۶۹۹ھ)

فقہ، اصولی اور متکلم تھے۔ مدرسہ مستنصریہ میں مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الہادی فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ ^۴

ابراہیم الایچی (الایچی) (متوفی ۷۰۰ھ تقریباً) ^۵

اصولی اور متکلم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "معراج الوصول فی شرح منهاج الاصول" تالیف کی۔ آغاز یوں ہے :

"سبحانک اللہم یا واجب الوجود و یا واهب الخیر و الوجود الخ....."

اختتام یوں ہے : "قال الفقهاء : يجوز مطلقا لما ذاع انه عليه السلام. لم يقل لاحد تلفظ

بکلمتی الشهادة : هل علمت ، حدوث الاحکام فی کونه تعالیٰ مختاراً ام موجبا۔"

اس کتاب کو انہوں نے قاضی قطب الدین احمد بن فضل اللہ القزویٰ اور اپنے خطبہ میں ان کی تریف کی اور

اس میں شرط لگائی کہ وہ حل الالفاظ سے تجاوز نہ کریں۔ ^۶ دارالکتب المصریہ ۱۳۲، ۵۰۰ میں اس کا نسخہ موجود ہے اسی

طرح الزہریہ میں (۳۲) ۱۰۹۴ نمبر پر بھی موجود ہے۔



۱۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن احمد بن عبد الرحمن بن مسعود العامری الغرناطی متوفی ۱۲۹۹ھ۔ غرناطہ (اندلس) میں وفات پائی۔

۲۔ ایضاً المنکون ۲/۴۷۷، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۶، الدبیاج ص ۱۰۳، الفتح المبین ۲/۹۸، معجم المؤلفین ۲/۷۰، معجم الاصولیین ۱/۱۹۸-۱۹۹ (۱۲۷)

۳۔ حافظ ابو علی الحسن (الحسین) ابن عبد العزیز بن محمد القرشی الفہری الغرناطی اندلسی، ابن الاحوص، ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۳۔

۴۔ ابو جعفر، شرف الدین داؤد بن عبد اللہ بن کوشیار البغدادی، ہدیۃ العارفین ۵/۳۶۰، شذرات الذہب ۵/۳۲۷-۳۲۸، معجم الاصولیین

۵۔ محمد الدین ابراہیم بن احمد بن محمد الایچی (الایچی) متوفی ۱۳۰۰ھ۔ تقریباً ایران کے شہر اتج کی طرف نسبت

کرتے ہیں۔ ۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸۰، معجم الاصولیین ۱/۲۳ (۴)

فصل دوم

آٹھویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار

آٹھویں صدی ہجری میں سیاسی و علمی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

حاکم ہامر اللہ نے ۷۰ھ میں وفات پائی تو ناصر محمد بن قلاوون نے حاکم کے بیٹے مستنکفی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی، مستنکفی علم و فضل میں ممتاز تھا فن خوش نویسی میں دسترس رکھتا، سخاوت اس کی فطرت ثانیہ تھی، شجاعت میں مشہور تھا، عالموں اور باکمال لوگوں کو سر، آنکھوں پر بٹھاتا، اس کی جو ہر شناسی اور قدر دانی کے باعث ارباب فضل و کمال اس کے دربار میں کھینچے چلے آتے۔ ۷۴۰ھ میں مستنکفی کی وفات کے بعد ناصر نے اس کے بھتیجے واثق باللہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ مگر اس کے بعد ناصر صرف چھ ماہ زندہ رہ سکا اور پھر اس کی وصیت کے مطابق واثق کو معزول کر کے حاکم ہامر اللہ دوم کو ۷۴۱ھ میں خلیفہ بنا دیا گیا۔ حاکم نے رسوم خلافت میں نئی روح پیدا کی۔ ان کے زمانے کے مصر کے ساتوں بادشاہ اس کے کسی کام کو مخالفانہ نظر سے نہ دیکھ سکے۔ ان کے انتقال کے بعد معتضد باللہ ۷۴۸ھ میں تخت نشین ہوئے، ان کے عہد میں تین بادشاہ آئے، معتضد شریف انفس، خوش کردار، کشادہ دست اور علم نواز تھا۔ ۷۶۳ھ میں انتقال کر گئے ان کے بعد متوکل علی اللہ اول ان کے جانشین ہوئے۔ ان کے زمانے میں پانچ سلاطین آئے۔ ۸۵ھ میں ان کو معزول کر دیا گیا۔ واثق باللہ دوبارہ ان کی جگہ خلیفہ بنے اور چار سال تک خدمات انجام دینے کے بعد وفات پا گئے۔ ۸۸ھ میں معتصم تخت نشین ہوئے مگر ۹۱ھ میں معزول کر دیئے گئے۔ سابق معزول خلیفہ متوکل نے ان کی جگہ اقتدار سنبھالا۔ ۸۰۸ھ میں متوکل بھی انتقال کر گئے۔^۱..... ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری میں دنیا کے ہر خطہ میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ وہ چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک دوسرے کی سرکوبی میں لگے رہے، مسلمان شہنشاہ و سلاطین اپنی رعایا کو استبداد و ظلم کا نشانہ بناتے۔

علمی اعتبار سے ساتویں آٹھویں صدی ہجری کو ایک خاص مقام حاصل ہے مگر یہ امتیاز کثرت فکر پر مبنی نہ تھا، بلکہ علم کی کثرت پر اس کی بنیادیں استوار تھیں۔ تحصیل علم کے ذرائع و وسائل ہل ہونے اور جگہ جگہ مدارس و کتب خانوں کے قیام سے لوگوں کی معلومات میں بہت اضافہ ہوا، علمی تحقیق و تدقیق کے راستے کھل رہے تھے، جس کی وجہ سے افراد کی ایک ایسی جماعت بھی ظہور پذیر ہوئی جس نے کتب متوارثہ اپنی اور اپنے زمانے کے علماء کی کتب کی شروح، حواشی تعلیقات و بشرات لکھے۔ مسائل کی توضیحات میں ان کے مسائل کی تحقیق کی، اس صدی کے اصولیین کی کتب اصولیہ کے تحقیقی تجزیہ سے بھی اس رجحان کی عکاسی ہو جائے گی۔

مثلاً تنقیح توضیح و التلویح پر اس زمانے میں اور اس کے بعد ۳۶ سے زائد کتب تالیف کی گئیں اور اسی طرح ہاج الدین السبکی کی جمع الجوامع پر تقریباً ۶۰ سے زائد کتب لکھی گئیں۔ مدارس و کتب خانوں کی کثرت سے نشر

۱ تاریخ اسلام، ابو نعیم عبد الحکیم نشتر جاندھری و عبد الحمید ص ۷۰۳۔ ۷۰۷، شخص لاہور، کتاب منزل مسند،

تاریخ اسلام، معین الدین الاندلی خلافت عباسیہ دوم ۳۸۳/۴۔ ۳۹۰، مخلص کراچی معین الدین ایم کمپنی۔

و اشاعت، علم اور کثرت تحصیل کے وسائل عام ہو گئے اور یہ بات اشاعتِ علم اور تصنیف و تالیف کی ترقی کا سبب بنی، ان مدارس میں طلباء عقلی و فنی تمام علوم حاصل کر سکتے تھے، تفسیر، حدیث، فقہ لغت ہر قسم کے علم سے ان کے اذہان نشوونما پاتے اور طبائع کے رجحان کے مطابق علوم میں اعلیٰ منازل طے کرتے، بعض مدارس مخصوص علوم و فنون مثلاً حدیث و فقہ و اصول کے لئے الگ الگ قائم ہوئے۔ اس رجحان کے فروغ کے جہاں فائدے ہوئے وہاں اس کے نقصانات بھی ہوئے کہ اسی دور میں فکری جمود کی بنیادیں بھی استوار ہو گئیں۔ کثرت اتباع کی جڑیں گہری ہوتی گئیں۔ آزاد فکر تقریباً منقرض ہو گئی، ہم کہہ سکتے ہیں کہ فکری گروہ بندی اور اشاعت مدارس میں بڑا گہرا تعلق ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ اکثر علماء حدیث، تفسیر، صرف و نحو، فقہ و عقائد کے متعلق سب کچھ جاننے کے باوجود مقلد اور تابع تھے۔ تحقیق کا مادہ اور استنباط مسائل کی صلاحیت سے کام لینا نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس کے باوجود اس زمانے کے اصولیین نے اصول فقہ پر عمدہ کتب تالیف کیں۔

مثلاً حافظ النفسی کی ”المنار“ ابن تیمیہ کی ”المسودہ“ عبدالعزیز بخاری کی ”کشف الاسرار“ صدر الشریعہ کی ”التنقیح والتوضیح“ ابن قیم جوزی کی ”اعلام الموقعین عن رب العالمین“ تاج الدین سبکی کی ”جمع الجوامع“ عبدالرحیم انسوی کی ”نہایۃ السؤل“ امام شاطبی کی ”الموافقات“ اور بدر الدین زرکشی کی ”البحر المحيط“ وغیرہ اسی صدی ہجری کی شاہکار تصانیف ہیں۔

آٹھویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصول فقہ پر کتب و خدمات کا تعارف

رکن الدین سمرقندی حنفی (متوفی ۷۰۱ھ)

مؤلفات اصولیہ: ”جامع الاصول فی اصول الفقہ“^۱

ابن دقیق العید شافعی (۶۲۵ھ-۷۰۲ھ)^۲

فقہ اصولی و محدث تھے مسلک مالکی تھے مگر پھر شافعی بن گئے، آپ کے والد مالکی مسلک کے بڑے علماء فضلاء میں سے تھے۔ اپنے والد ماجد سے اور پھر حجاز، دمشق، شام مصر کی شیوخ سے مالکی مذہب کی تعلیم حاصل کی اور شافعی مذہب اختیار کرنے کے بعد ان کی کتب و شیوخ سے مستفید ہوئے صاحب قواعد الاحکام فی مصالح الانام۔ ابن عبدالسلام متوفی ۶۶۰ھ آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ مصر (مسجد شافعی) و شام وغیرہ میں تدریس کی آپ کے درس میں اکابرین جمع ہوتے، دیار مصر میں قاضی کی خدمات بھی انجام دیں۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

۱۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۶۳

۲۔ ابن دقیق العید علی بن محمد بن وہب بن مطیع بن ابی الطاعہ القشیری المقلد علی مصری تقی الدین (۱۲۲۸ھ/۱۳۰۲ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

خدمات اصولیہ کے معترفین : قطب الدین الہکی نے آپ کے علمی تفوق کے اعتراف میں فرمایا :

”کان ابن دقیق العید ممن عرف بالعلم والزهد، عارفاً بالمذہبین، اماماً فی الاصلین.....“
(ابن دقیق العید علم وزہد میں معروف لوگوں میں سے تھے۔ دونوں مذہب (شافعی و مالکی) کے عارف اور اصلین (اصول فقہ و اصول الدین) میں امام تھے)۔

ابن زماکانی نے فرمایا :

”انہ امام الائمة فی وقته..... کان متبحراً فی التفسیر والحديث محققاً فی المذہبین متقناً للاصلین والنحو واللغة.....“^۱

(بازید و اپنے وقت کے امام الائمہ تھے، تفسیر و حدیث میں متبحر تھے دونوں مذاہب (شافعی و مالکی) میں محقق اور نحو اللغۃ اور اصلین (اصول فقہ و دین) میں متقن تھے)^۲

مصنفات اصولیہ :

- ۱۔ مقدمة المطرازی فی الاصول^۳
- ۲۔ شرح مقدمة المطرازی فی الاصول^۴
- ۳۔ شرح منتهی السؤل والامل لابن الحاجب^۵
- ۴۔ عنوان الوصول فی الاصول. فی اصول الفقہ^۶
- ۵۔ شرح عنوان الوصول فی الاصول^۷

”کتاب عنوان الوصول“ کا آغاز یوں ہے :

”الحمد لله ذی العزة والجلال الخ“

ہابی خلیفہ نے کہا کہ انہوں نے فرمایا :

”قال فهذه فصول مشتملة على تعريفات ومسائل لا غنية عنها للفقہ فی معرفته الاحکام اور دنہا علی سبیل الایجاز مقتصرأ علی روس المسائل مکتفياً بالانمودج من نکت الدلائل جردتها للمبتدئين فی الفن وهو عشر ورقات“^۸

(یہ کتاب تعریفات اور احکام کی معرفت کے مسائل پر مشتمل ہے جن سے فقیہ کسی صورت چشم پوشی نہیں کر سکتا۔ میں نے ان کو مختصراً تحریر کیا اور بنیادی مسائل پر اکتفا کیا اور دلائل سے نکات بیان کرنے میں صرف ضروری مسئلہ پر اکتفا کیا، میں نے اس کتاب کو فن کے مبتدئین کے لئے لکھا ہے اور یہ کتاب دس اوراق پر مشتمل ہے)

۱۔ ابن عبد السلام، رضون علی ندوی، انسا الفکر الاسلامی، ص ۶۸، ۶۹ و مشق دار الفکر ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء

۲۔ الخ ۱/۲، ۱۰۳، ۱۰۴ ص ۳۰ حوالہ سابق ۳۔ حدیۃ العارفین ۶/۱۳۰ ۴۔ حوالہ سابق ۵۔ حوالہ سابق

۶۔ کشف القہون ۲/۱۱۷ ۷۔ حوالہ سابق ۸۔ حوالہ سابق

اس کے علاوہ ”الامام والامام فی احادیث الاحکام“ اور اس کی شرح (ناکمل) لکھی ان دونوں میں عجائبات پیش کئے جو مختلف علوم میں اور خصوصاً علوم استنباط میں آپ کی آگاہی اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ”شرح کتاب العمده“ بھی لکھی جو احکام میں ہے۔^۱

مؤید الدین القانی حنفی (متوفی ۷۰۵ھ یا ۷۰۷ھ)^۲

فقیہ تھے، مکہ میں آکر آباد ہو گئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ شرح المغنی للبخاری^۳
- ۲۔ شرح المنتخب للاخسیکنی^۴
- ۳۔ حاشیہ علی شرح للاخسیکنی

محمد بن محمد بن زوری حنفی متوفی ۶۹۳ھ نے کتاب ”المنتخب فی شرح المنتخب“ تالیف کی اس پر ”مؤید الدین“ نے حاشیہ تحریر کیا۔^۵

ابن بہرام شافعی (متوفی ۷۰۵ھ)

مدینہ و حلب میں قاضی رہے۔ انہوں نے ”تحفۃ النہاء فی اختلاف الفقہاء“ تالیف کی۔^۶

عبد العزیز الطوسی شافعی (متوفی ۷۰۶ھ)^۷

فقیہ اصولی تھے۔ النجیبہ، دمشق میں مدرس رہے اور الناصریہ میں معید تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”کاشف الرموز و مظهر الكنوز“ تالیف کی دراصل یہ ابن حاجب کی اصول فقہ میں کتاب ”مختصر المنہی“ کی شرح ہے۔

اس کتاب پر تحقیق : عوض بن محمد القرینی نے اس شرح پر تحقیق پیش کی اور ۱۳۰۷ھ میں جامعہ امام محمد بن سہو الاسلامیہ ریاض سے ماجسیر (ایم اے) کی ڈگری حاصل کی۔^۸

عبد الصمد الفارابی (متوفی ۷۰۷ھ بعد)^۹

فقیہ و اصولی تھے۔

۱۔ الفتح المبین ۱۰۳/۲ ۲۔ مؤید الدین ابو محمد منصور بن احمد زید الخوارزمی، القانی ۳۔ حدیۃ العارفین ۴/۶ ۴۔ حدیۃ العارفین ۴/۶ ۵۔ فیض الکون ۵۲۹/۴، حدیۃ العارفین ۶/۱۱۳۸ اس میں تاریخ وفات ۷۷۵ھ مذکور ہے

۶۔ حدیۃ العارفین ۶/۱۳۱

۷۔ ابو محمد عبد العزیز بن محمد بن علی، ضیاء الدین طوسی ثم دمشق متوفی ۱۳۰۶ھ دمشق میں وفات پائی

۸۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۸۱، شذرات الذہب ۶/۱۳۱، الفتح المبین ۲/۱۰۴، معجم الاصولیین ۲/۳۱۳ (۳۳۶)

۹۔ ظہیر الدین عبد الصمد بن محمود الفاروقی الفارابی متوفی ۱۳۰۷ھ

مؤلفات اصولیہ : قاضی ابیضاوی کی کتاب ”منہاج الوصول“ کی شرح لکھی اس کتاب کو ۷۷۷ھ میں تحریر و تہمیش کیا۔^۱

ابو عبد اللہ البقوری مالکی (متوفی ۷۷۰ھ)^۲

فقہ، اصولی اور محدث تھے، اندلس و مصر کے علماء سے مستفید ہوئے، شہاب الدین قرآنی متوفی ۶۸۴ھ آپ کے اساتذہ میں سے تھے، جو اصول فقہ پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”ترتیب فروق القرافی“ تالیف کی۔ المرائی نے لکھا کہ انہوں نے کتاب ”مختصر فروق القرافی فی الاصول“ تالیف کی اور الدبیاج میں ہے : ”ولہ کلام علی کتاب شہاب الدین القرافی فی الاصول“^۳

کتاب ترتیب فروق القرافی کا تحقیقی تجزیہ :

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے کہ عبد اللہ بقوری نے امام قرانی کی ”فروق“ کو مرتب کیا اس کے قواعد و مسائل کی تلخیص کی بعض جگہوں پر نقد کیا ہے۔ کچھ مناسب قواعد کا اضافہ کیا اور اسے فروق کی طرز پر مرتب کیا ہے۔ کلی قواعد، نحوی قواعد، اصولی قواعد اور فقہی قواعد کو ابواب فقہ کی ترتیب پر بیان کیا ہے۔ دارالکتب الوطنیہ تونس میں ۱۳۹۸/۱۲/۱۳۹۸ نمبر پر اس کا مخطوط موجود ہے۔

ابو جعفر الغرناطی مالکی (۶۲۷ھ/۷۰۸ھ)^۴

فقہ، اصولی، مفسر، محدث ادیب، نحوی اور متکلم تھے، الدبیاج کے مطابق چار سو اساتذہ سے اکتساب علم کیا، اپنے زمانے کے اندلس بلکہ پورے مغرب کے محدث تھے، امراء و عظماء ان کی زیارت کو آتے، یہ ان کے پاس جانا پسند نہیں کرتے، حق گوئی پر ان کی طرف سے ایذا بھی دی گئی، مگر ثابت قدم رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح الاشارة للباحث فی الاصول“ تالیف کی جو کہ قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف اندلسی قرطبی متوفی ۴۵۰ھ کی تصنیف ہے۔^۵

ابو اسحاق ابراہیم الانصاری (متوفی ۷۰۹ھ)^۶

الدبیاج میں مذکور ہے :

۱۔ ایضاح السکون ۵۸۹/۲۔ ۵۹۰۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۷۳، معجم الاصولین ۲/۲۰۶ (۳۴۰)

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم بن محمد البقوری متوفی ۱۳۰۷ھ اندلس میں ولادت اور مراکش میں انتقال ہوا

۳۔ الدبیاج ص ۴۱۰، الفتح المبین ۲/۱۰۵، ایضاح السکون ۳/۱۱۶

۴۔ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن زبیر اشجی البجائی (۱۲۳۷ھ/۱۳۰۸ھ) غرناطہ میں وفات پائی

۵۔ تذکرۃ الحفاظ ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، (۳۱۷)، الدبیاج ص ۱۰۶، الفتح المبین ۲/۱۰۶، معجم الاصولین ۱/۷۶ (۴۸)

۶۔ ابو اسحاق ابراہیم بن احمد (محمد) الخزرجی الانصاری الخزرجی الاندلسی متوفی ۱۳۰۹ھ تونس آکر آباد ہو گئے تھے۔ مظہر بقائے ان کا نام ابراہیم بن محمد لکھا

بکہ الدبیاج اور کشف الظنون ۱/۲۰۵۔ ۳/۶۳ میں ابراہیم بن احمد مذکور ہے کشف الظنون ۱/۱۸۸۳ میں ان کی تاریخ وفات ۷۰۸ھ مذکور ہے

”اخذ عن علماء افریقیة ونجیاتها علوم العربیة والبیان و اصول الدین ، و اصول الفقه..... له فی ذلک تصانیف و تعالیق غیر انه لم یخرجها من مسوداتها، لردائے خطه و دقتہ لم یخرجها غیرہ“^۱
(علماء و نجباء افریقہ سے علوم عربیہ، بیان، اصول دین اور اصول فقہ کا علم حاصل کیا..... اور ان علوم میں ان کی تصانیف و تعالیق ہیں جو مسودات کی شکل سے باہر نہ نکل سکیں کیونکہ ان کا رسم الخط واضح نہیں تھا اور ان کے سمجھنے میں دشواری تھی اس لئے کسی نے اس کی تشریح نہیں کی)

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ تقصی الواجب فی الرد علی ابن الحاجب۔
 - ۲۔ دفع المظالم عن کتاب المعالم للامام فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ (صاحب المحصول) دراصل احمد بن عبد اللہ بن محمد بن حسن بن عمیرہ ابوالمطرف متوفی ۶۵۸ھ نے جب ”رد علی کتاب المعالم“ لکھ کر اس کتاب کا رد کیا تو ابواسحاق انصاری نے ”دفع المظالم عن کتاب المعالم“ لکھ کر ان کا جواب دیا اور کئے گئے اعتراضات و اشکالات کی توضیح کر کے امام رازی کی براءت ظاہر کی۔^۲
- ابو البرکات حافظ الدین النسفی حنفی (متوفی ۷۱۰)۔^۳

فقیہ اصولی، مفسر محدث، متکلم تھے، شمس الائمہ محمد بن عبدالستار الکروی سے تفقہ حاصل کیا۔ الفوائد البھیہ میں مذکور ہے :
”کان اماما كاملا عذیم النظر فی زمانه راسا فی الفقه و الاصول“
(وہ اپنے زمانہ کے عظیم النظر کامل امام تھے، فقہ و اصول میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے)

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ منار الانوار فی اصول الفقه : اصول فقہ میں مشہور و متداول متن ہے۔
 - ۲۔ کشف الاسرار : یہ منار الانوار کی شرح ہے۔
 - ۳۔ شرح المنتخب حسامی
- ”الفوائد البھیہ“ میں مذکور ہے :
- ”من تصانیفه..... و شرحان علی المنتخب الاخسیکی و شرحان علی المنار“^۴
(اور ان کی تصانیف میں سے..... منتخب الاخسیکی پر دو شرحیں ہیں اور دو شرحیں المنار پر ہیں)
- ”المنار“ پر شروح و حواشی :

صاحب ”المنار“ نے اس کی ایک شرح خود تالیف کی اس کے علاوہ دوسری شروح مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ الدبیاج ص ۱۳۹-۱۵۰ ۲۔ الدبیاج ص ۱۱۳-۱۱۵، الفتح المبین ۲/۷۲، معجم الاصولین ۱/۳۸- (۳۳) ۱/۱۵۸ (۱۱۰)
۳۔ ابو البرکات حافظ الدین، عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی متوفی ۱۳۱۰ھ سر قدس وقات پائی
۴۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۶۳، الفوائد البھیہ ص ۱۰۱-۱۰۲، جواہر المہدیۃ ۱/۲۷۰-۲۷۱ (۷۱۹) الفتح المبین ۲/۱۰۸

۱۔ خطاب بن ابی القاسم القرہ حصاری (۷۱۷ھ زندہ تھے) نے شرح تالیف کی۔^۱

۲۔ شیخ شجاع الدین حبیب اللہ بن احمد ترکستانی متوفی ۷۲۳ھ نے "تبصرة الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔^۲

۳۔ شیخ عیسیٰ بن اسماعیل بن خسر و شاہ الاقصرائی نے "انوار الافکار فی تکملة اضاءة الانوار" کے نام سے شرح لکھی۔^۳

۴۔ قوام الدین محمد بن احمد اکاکی البخاری متوفی ۷۳۹ھ معروف بہ شیخ شرف الدین القرطبی نے "جامع الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔^۴

۵۔ جمال الدین یوسف ابن قوامی العنقری الخراسانی متوفی ۷۵۲ھ نے "اقتباس الانوار" کے نام سے شرح تالیف کی۔^۵

۶۔ ناصر الدین ابن الربوہ محمد بن احمد بن احمد (بن عبد العزیز القونوی) دمشقی متوفی ۷۶۲ھ نے شرح تالیف کی۔^۶

۷۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد الہندی الغزنوی المصری متوفی ۷۷۳ھ۔^۷

۸۔ عبد اللہ بن محمد جمال الدین الحسینی بقرکار متوفی ۷۷۶ھ نے شرح تالیف کی۔^۸

۹۔ عبد اللہ بن محمد بن احمد الحسینی النیشاپوری خفی متوفی ۷۷۶ھ۔^۹

۱۰۔ اکمل الدین محمد بن محمود الباری خفی متوفی ۷۸۶ھ نے الانوار کے نام سے شرح لکھی۔^{۱۰}

۱۱۔ جلال الدین ابن احمد الرومی خفی قاہری متوفی ۷۹۲ھ معروف بہ القبانی نے شرح تالیف کی۔^{۱۱}

۱۲۔ جلال الدین رسول بن احمد بن یوسف القبانی خفی متوفی ۷۹۳ھ نے "منہاج الشریعہ" کے نام سے شرح لکھی۔^{۱۲}

۱۳۔ عبد الطیف بن عبد العزیز متوفی ۸۰۱ھ معروف بہ ابن الملک اور ابن فرشتہ۔^{۱۳}

ابن فرشتہ کی شرح پر حواشی :

۱۔ زین الدین بن قاسم قطلوبغا خفی متوفی ۸۷۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ تحریر کیا۔^{۱۴}

۲۔ احمد بن مصطفیٰ بن محمد بن مصطفیٰ برناز قرہ خوجہ خفی متوفی ۱۱۳۸ھ۔^{۱۵}

۱۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵) ۲۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵)

۳۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵) ۴۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵)

۵۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵) ۶۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵)

۷۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵) ۸۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵)

۹۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵) ۱۰۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵)

۱۱۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵) ۱۲۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵)

۱۳۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵) ۱۴۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵)

۱۵۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵) ۱۶۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲ حدیث العارفین ۵/۳۲۷، معجم الاصولین ۸۹/۲ (۲۳۵)

- ۳۔ حسین امامی معروف خوجہ حسام متوفی ۹۶۱ھ۔^۱
 - ۴۔ ابن جنبل محمد بن ابراہیم الحلی متوفی ۹۷۲ھ نے ”انوار الحلیک علی شرح المنار لابن الملک“ کے نام سے حاشیہ لکھا۔^۲
 - ۵۔ عزمی زادہ مصطفیٰ بن محمد حنفی متوفی ۱۰۴۰ھ۔^۳
- عزمی زادہ کے حاشیہ پر حاشیہ :
- یحییٰ اعرج متوفی ۱۱۳۰ھ (تقریباً) نے عزمی زادہ کے حاشیہ پر حاشیہ تالیف کیا۔^۴
 - ۱۲۔ شیخ یوسف بن عبد الملک بن بخشایش رومی متوفی ۸۲۵ھ نے ”زین المنار“ کے نام سے شرح تالیف کی۔^۵
 - ۱۳۔ محمد بن محمود بن حسن الحسینی حنفی نے ۸۵۷ھ میں تالیف سے فراغت پائی التبیان کے نام سے شرح لکھی۔^۶
 - ۱۵۔ سیف الدین محمد بن محمد بن عمر بن قطلوبغا ترکی الاصل المصری البکتمر می حنفی متوفی ۸۸۱ھ۔^۷
 - ۱۶۔ ابوالفصائل سعد الدین عبدالکریم دہلوی متوفی ۸۹۱ھ نے ”افاضۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار“ کے نام سے شرح لکھی۔^۸
 - ۱۷۔ شیخ زین الدین عبدالرحمن بن ابی بکر معروف بہ ابن عینی حنفی ۸۹۳ھ۔^۹
 - ۱۸۔ حکیم شاہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد الہروی رومی القزوی حنفی متوفی ۹۲۸ھ نے ”مدار الفصول فی شرح منار الاصول“ تالیف کی۔^{۱۰}
 - ۱۹۔ عبد العلی بن محمد بن حسین البرجندی حنفی متوفی ۹۳۲ھ۔^{۱۱}
 - ۲۰۔ کمال الدین حسین بن مسعود الاسترآبادی متوفی ۹۶۱ھ۔^{۱۲}
 - ۲۱۔ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد ابن نجیم حنفی مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے ”فتح الغفار بشرح المنار“ معروف بہ ”مشکاۃ الانوار“ تالیف کی۔^{۱۳}
 - ۲۲۔ ابوالبقاء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف بن ابی البرکات السیواسی الزیلی حنفی متوفی ۹۷۴ھ نے زبدۃ الاسرار کے نام سے شرح لکھی۔^{۱۴}

- ۱۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲
- ۲۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲، الفتح لمبین ۹۳/۳
- ۳۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲
- ۴۔ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲، اس میں تکمیل کتاب کی تاریخ ۸۴۲ھ مذکور ہے، ہدیۃ العارفین ۵۶۰/۶
- ۵۔ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲، ہدیۃ العارفین ۲۰۰/۶
- ۶۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، ہدیۃ العارفین ۴۷۰/۵، الفتح لمبین ۶/۲
- ۷۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲، ہدیۃ العارفین ۲۲۹/۶
- ۸۔ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲، اس میں تاریخ وفات ۹۲۰ھ تقریباً
- ۹۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲، ہدیۃ العارفین ۳۱۸/۵
- ۱۰۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، ہدیۃ العارفین ۵۸۶/۵، معجم لا اصولیین ۲/۲۱۳ (۲۳۷)
- ۱۱۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، ہدیۃ العارفین ۱۳۷۱/۵، اس میں کتاب کا نام تطبیق الانوار علی اصول المنار مذکور ہے، الفتح لمبین ۷۸/۳
- ۱۲۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲، ہدیۃ العارفین ۱۵۰/۵، الفتح لمبین ۸۰/۲۳

- ۲۱۔ ابوالسعود بن محی الدین محمد العمادی متوفی ۹۸۲ھ نے "نواقب الانظار فی اوائل المنار" تالیف کی۔^۱
- ۲۲۔ عبدالرحمن بن صاچلی امیر علم شاہ ۹۸۷ھ۔^۲
- ۲۳۔ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن الخطیب التمر تاشی خفی متوفی ۱۰۰۳ھ نے "قطعة عن شرح المنار الی باب السنة" تالیف کی۔^۳
- ۲۴۔ شمس الدین ابوالثناء احمد بن محمد بن عارف الزلی الرومی السیواسی متوفی ۱۰۰۶ھ نے "زبدۃ الاسرار" کے نام سے شرح لکھی۔^۴
- ۲۵۔ عبداللیم بن اطف اللہ رومی متوفی ۱۰۵۱ھ۔^۵
- ۲۶۔ عبدالسلام المفتی بن ابی سعید بن محبت اللہ الحسینی الکرمانی الدیوی متوفی ۱۰۶۹ھ نے "شرح المنار (الاشراحات العالیہ)" تالیف کی۔^۶
- ۲۸۔ علاؤ الدین محمد بن علی بن محمد الحصنی الحسکفی خفی متوفی ۱۰۸۵ھ نے "افاضۃ الانوار علی اصول المنار" تالیف کی۔^۷
- حسکفی کی شرح پر حاشیہ :** محمد امین بن عمر بن عابد بن متوفی ۱۲۵۲ھ نے اس شرح پر حاشیہ "نسمات الاسحار" تالیف کی۔^۸
- اس شرح و حاشیہ پر شیخ احمد الطوفی کی بعض تقیدات ہیں اور یہ شرح، حاشیہ اور تقیدات ایک ساتھ چھپ چکے ہیں۔
- ۲۹۔ عبداللیم بن بنشن قدم بن نصور بن مصطفیٰ متوفی ۱۰۸۸ھ حاشیہ علی منار الانوار للنسفی تالیف کیا۔^۹
- ۳۰۔ ملا جیون خفی متوفی ۱۱۳۰ھ نے "نور الانوار" کے نام سے شرح لکھی۔^{۱۰}
- نور الانوار پر حاشیہ : شیخ محمد بن عبداللیم لکھنوی خفی متوفی ۱۲۸۵ھ نے "قمر الاقمار" کے نام سے اس پر حاشیہ لکھا۔^{۱۱}
- نور الانوار پر تعلیقہ : خادم احمد بن حیدر فرنگی محلی متوفی ۱۲۷۱ھ نے "تعلیقات علی نور الانوار" تالیف کئے۔^{۱۲}
- رستم علی بن اصغر الصدیقی القنوجی متوفی ۱۱۷۸ھ نے منتخب نور الانوار شرح منار الاصول لملا جیون تالیف کی۔^{۱۳}

۱۔ حدیہ العارفین ۲۵۳/۶ ۲۔ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲ حدیہ العارفین ۵۲۷/۵ ۳۔ حدیہ العارفین ۲۷۲/۶، الفتح المبین ۸۶/۳
 ۴۔ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲ اس میں تاریخ وفات ۱۰۴۹ھ مذکور ہے اور ان کی شرح کا نام مختصر المنار زبدۃ الاسرار بتایا ہے۔ حدیہ العارفین ۱۵۰/۵
 ۵۔ یناج لکھنؤ ۵۵۴/۲ حدیہ العارفین ۵۰۵/۵ ۶۔ معجم الاصولین ۲۰۱/۲ حدیہ العارفین ۲۰۲/۲ (۲۳۶)
 ۷۔ حدیہ العارفین ۲۹۵/۶، الفتح المبین ۱۰۲۰/۳ ۸۔ الفتح المبین ۱۲۸-۱۲۷/۳ ۹۔ حدیہ العارفین ۵۰۵/۵
 ۱۰۔ الفتح المبین ۱۲۳/۲ معجم الاصولین ۱۲۱/۱-۱۲۲ (۸۶) ۱۱۔ الفتح المبین ۱۵۳/۳
 ۱۲۔ نزہۃ الخواطر ۵۰/۵-۱۵۶ معجم الاصولین ۸۲/۱ (۳۳۱) ۱۳۔ معجم الاصولین ۱۰۴/۲ (۳۳۲)

۳۱۔ محمد امین ابن الشیخ محمد الاسکنداری حنفی قیصری زادہ متوفی ۱۱۵۱ھ۔

۳۲۔ محمد یوسف بن یعقوب الاسیری الغزالی حنفی متوفی ۱۱۹۳ھ نے بدائع الافکار فی شرح اوائل المنار تالیف کی۔

”المنار“ کا اختصار :

۱۔ ناصر الدین ابن الربوۃ محمد بن احمد (بن عبد العزیز القنوی) الدمشقی متوفی ۷۶۳ھ نے ”قدس الاسرار فی اختصار المنار“ تالیف کیا۔

۲۔ احمد بن علی بن عبد الرحمن الکنانی البلسنی متوفی ۷۷۹ھ نے جواهر الافکار کے نام سے اختصار کیا۔

۳۔ جلال الدین ابن احمد الرومی حنفی قاضی قاضی معروف بہ القبانی متوفی ۷۹۲ھ نے مختصر المنار تالیف کیا اور پھر عبد العلی بن محمد بن حسین البرجندی متوفی ۹۳۰ھ (تقریباً) نے اس کی شرح لکھی۔

۴۔ (زین الدین ابوالعز) طاعن بن حسن معروف بہ ابن حبیب الحلی (متوفی ۸۰۸ھ) نے اختصار لکھا اور اس کا نام ”المقتبس المختار من نور الانوار“ رکھا۔

مختصر المقتبس المختار پر شروح :

۱۔ قاسم بن قطلوبغا نے اس کی شرح لکھی۔

۲۔ علی بن سلطان القاری نے توضیح المسانی و تنقیح المعانی کے نام سے شرح لکھی۔

۳۔ زبلی السیوسی احمد بن محمد نے زبدۃ الاسرار کے نام سے شرح لکھی۔

۴۔ عبد الجلیل نے ”زبدۃ الافکار“ کے نام سے شرح لکھی۔

حواشی :

جمال الدین قاسمی نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔

۵۔ قاضی ابوالفضل محمد ابن محمد ابن الشحہ متوفی ۸۹۰ھ نے تنویر المنار کے نام سے اختصار کیا ہے

۶۔ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد ابن نجم حنفی مصری متوفی ۹۷۰ھ نے ”لب الاصول“ کے نام سے المنار کا اختصار کیا۔

۷۔ حسن بن طور خان بن داؤد یعقوب الاقصراری حنفی (متوفی ۱۰۲۵ھ) معروف بہ الکافی نے سمت (سمط) النصول الی علم الاصول کے نام سے اس کا اختصار کیا اور پھر اس کی شرح تالیف کی۔

۲ ایضاح المسکون ۱۶۹/۳

۱ حدیۃ العارفین ۳۳۲/۶

۳ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲ حدیۃ العارفین ۱۶۲/۲ الفہم ۱۷۸/۲ ۴ حدیۃ العارفین ۱۱۳/۵ ۵ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲

۶ کشف الظنون ۱۸۲۵/۲ ایضاح المسکون ۵۳۹/۳ حدیۃ العارفین ۷۵۱/۵ ۷ اس میں شرح مختصر المنار لابن حبیب الحلی فی الاصول مذکور ہے۔ ۸ معجم الاصولین ۱۱۷۷/۲ (۱۸۲۸) الفہم ۸۹/۳ ۹ کشف الظنون ۱۸۲۶/۲ ۱۰ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲

۱۱ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲ حدیۃ العارفین ۲۹۱/۵ میں ان کا نام حسن بن عبد اللہ الاقصراری القاضی الحلی الزاهد المعروف بکافی السوی اور کتاب کا نام سمت الاصول..... مذکور ہے۔ معجم الاصولین ۳۲/۲-۳۳ (۲۷۳)

- ۱۔ حضرت محمد الامامی حنفی متوفی ۱۱۰۰ھ نے غصون الاصول کے نام سے اس کا مختصر لکھا اور پھر ”تہیج غصون الاصول“ کے نام سے اس اختصار کی شرح لکھ دی۔^۱
- ۲۔ علی بن محمد (متوفی سنہ ۱۱۰۰ھ) نے ”اساس الاصول“ کے نام سے اختصار کیا اور پھر اس کی شرح لکھی۔^۲
- ۳۔ شمس الدین محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم الترمذی حنفی (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے شرح مختصر المنار تالیف کی۔^۳

المنار کے چند مزید شارحین :

- ۱۔ کمال الدین حسین الوزیر الحسین میرزا (متوفی سنہ ۱۱۰۰ھ)
- ۲۔ شمس الدین محمد القوجھصاری (متوفی سنہ ۱۱۰۰ھ) نے الفوائد الشمسیہ للمنار (بشرح فوائد المنار) کے نام سے شرح لکھی۔
- ۳۔ میر عالم (علم) (متوفی سنہ ۱۱۰۰ھ) نے شرح لکھی۔
- ۴۔ فقرہ کار۔
- ۵۔ قرہ سان۔
- ۶۔ اسمر قدی۔
- ۷۔ شمس الدین محمد بن حسین بن محمد شاہ النوشاہادی نے ”زبدۃ الافکار“ کے نام سے شرح لکھی۔
- ۸۔ عیسیٰ بن محمود الکاتب الدیوانی نے رکن ثالث سے ترکی زبان میں شرح لکھی۔^۴

المنار کا نظم :

- ۱۔ فخر الدین احمد بن علی معروف بہ ابن القصیح الہمدانی (متوفی ۷۵۵ھ) نے ”نظم المنار“ تالیف کیا۔^۵
- ۲۔ محمد بن علی محمد بن علان بن ابراہیم البکری الصدیقی شافعی (متوفی ۱۰۵۷ھ) معروف بہ ابن علان نے ”نظم مختصر المنار“ تالیف کیا۔^۶
- ۳۔ عبداللطیف بہاؤ الدین و بن عبدالباقی البعلبکی دمشقی البہانی متوفی ۱۰۸۲ھ نے ”قرۃ عین الطالب فی نظم المنار فی الاصول“ اور ”شرح قرۃ العین“ تالیف کی۔^۷
- ۴۔ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ الحلبی الکواکبی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے ”نظم المنار فی الاصول“ اور ”شرح نظم المنار“ تالیف کی اور اس کا نام ”ارشاد الطالب“ رکھا۔^۸

۱۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۷، مجمع الاصولین ۲/ ۸۸-۸۹ (۳۲۳)

۲۔ حدیۃ العارفین ۶/ ۲۶۲-۲۶۳، فتح المبین ۳/ ۸۶

۳۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۵، حدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۱، الطبقات السنیہ ۱/ ۳۵۷-۳۶۰ (۲۳۸)، الفوائد الہدیہ ص ۲۶، فتح المبین ۲/ ۱۶۳

۴۔ فتح المبین ۳/ ۹۷-۹۸، حدیۃ العارفین ۵/ ۶۱۷

۵۔ حدیۃ العارفین ۶/ ۲۹۸-۲۹۹، فتح المبین ۳/ ۱۰۷

۵۔ عبد الحمید بن عبد اللہ الرجبی حنفی (متوفی ۱۲۳۷ھ) نے ”نظم منار الانوار للنسفی“ اور شرح ”منظوم الانوار“ تالیف کی۔^۱

ابوالعباس احمد السروجی حنفی (۶۳۷ھ/۷۱۰ھ) :^۲

الطبقات السنیہ میں ہے :

”وفقه علی مذهب احمد ، فحفظ بعض المقنع ثم تحول حنفیاً“

(اور انہوں نے مذہب (امام) احمد پر فقہ حاصل کیا ”المقنع“ کا کچھ حصہ حفظ کیا پھر حنفی بن گئے)

الدرراکامہ میں کمال جعفر کا قول مذکور ہے وہ فرماتے ہیں :

”کان فاضلاً بار عافی مذهبہ مشار کافی النحو والاصول و القضاء.....“

الفوائد النبیہ میں ہے :

”کان اماماً فاضلاً راسافی الفقه والاصول شیخاً فی المعقول والمنقول“

(وہ فقہ و اصول میں عظیم و فاضل امام تھے، معقول و منقول میں شیخ تھے)

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۳

قطب الدین شیرازی شافعی (۶۳۲ھ-۷۱۰ھ) :^۴

فقہ، اصولی، نحوی، محدث، فیلسوف، حکیم، مفسر، منطقی اور صوفی تھے۔ علمی گھرانے سے تعلق تھا اس لئے اپنے والد اور چچا سے بھی تعلیم حاصل کی۔ نصیری طوسی سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد بلادِ روم گئے تو وہاں کے امیر نے آپ کی عزت و اکرام کیا، سیواس اور ملطیہ کا قاضی مقرر کر دیا۔ شام، دمشق، مصر کے علمی سفر سے فراغت پا کر واپس تبریز لوٹ آئے۔ جب تصنیف کرتے تو اس کا مسودہ مبہضہ (صاف) ہوتا کیونکہ وہ تصنیف کرتے وقت ریاضت نفس اور اس کی صفائی کے لئے روزہ سے ہوتے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح مختصر لابن الحاجب فی الاصول“ تالیف کی۔^۵

نجم الدین الطوفی حنبلی (متوفی ۷۱۰ھ یا ۷۱۶ھ) :

ان کی مؤلفات اصولیہ کے بارے میں ۷۱۶ھ تاریخ وفات کے تحت بیان ہوگا۔

۱۔ حدیۃ الخارفین ۵/۵۰۶، معجم المؤلفین ۵/۱۰۲، معجم الاصولیین ۲/۱۶۸ (۲۳)

۲۔ ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن عبد الغنی بن اسحاق السروجی قاضی القضاۃ (۱۲۳۹ء/۱۳۱۰ء) قاہرہ میں وفات پائی

۳۔ الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ ۱/۳۰۰-۳۰۲، تاریخ التراجم ص ۱۱۲، الفوائد النبیہ ص ۱۳، الجواہر المہضیہ ۱/۵۳ (۶۵)، معجم الاصولیین ۱/۷۷

(۳۹) الدرراکامہ فی اعیان الملائۃ الثامنہ، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۳ھ/۹۱۱-۹۲ (۲۳۱) بیروت دارالکتاب

۴۔ قطب الدین محمود بن مسعود بن مصلح الفارسی شیرازی (۱۲۳۶ء-۱۳۱۰ء) شیراز میں ولادت اور تبریز میں وفات پائی۔

۵۔ حدیۃ الخارفین ۶/۳۰۶، تاریخ المؤلفین ۲/۱۰۹-۱۱۰

محمد بن یوسف الجزری شافعی (۶۳۷ھ - ۷۱۱ھ) :

مؤلفات اصولیہ : اتقی الدین السبکی کے شیخ تھے۔ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول کی شرح لکھی۔^۱

حسین الصغناقی حنفی (متوفی ۷۱۱ھ یا ۷۱۴ھ) :

فقیر، اصولی، متکلم، نحوی اور صرفی تھے۔

۱۔ الکافی فی شرح اصول البرہ دوی۔ اس کتاب کے آخر میں ذکر کیا کہ وہ اس کی تالیف سے جمادی الاول ۷۰۴ھ کے اواخر میں فارغ ہوئے تھے۔

۲۔ الوافی۔ یہ الاحسیسکتی کی المستحب کی شرح ہے۔ اس کتاب کو مؤلف نے اپنی مسجد و مشہد میں صفر ۶۹۰ھ میں املاء کرایا تھا۔ مظہر بقاء نے الکافی اور الوافی کے متعدد نسخوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔ جس میں الکافی کا ایک ایسا نسخہ بھی موجود ہے جو مصنف کے ہاتھ کی لکھائی میں ہے اور یہ کتاب ایک ضخیم جلد میں ہے۔^۲

عزالدین البغدادی النبیلی مالکی (متوفی ۷۱۲ھ) :

فقیر، اصولی، نحوی اور لغوی تھے۔ عراق کے ممتاز ائمہ و اعلام سے علم سیکھا۔ بغداد میں قاضی رہے، علماء حنفیہ میں سے مشہور زمانہ عالم شیخ قوام الدین امیر کاتب الاتقانی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔ متعدد کتب آپ کی مصنفات ہیں۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الامہاد فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۳

علاء الدین الباجی شافعی (۶۳۱ھ/۷۱۴ھ) :

فقیر، اصولی اور نظر تھے، شام میں ابن عبدالسلام سے فقہ حاصل کیا، مختلف فنون میں مہارت تھی خاص کر اصول فقہ میں تفوق حاصل تھا۔ مصر کا سفر کیا اور کرکک کے قاضی بنائے گئے۔ ابن دقیق سوائے الباجی اور ابن رفیع کے ہر خاص و عام اور سلطان تک کو بھی ”یا انسان“ کہہ کر مخاطب کرتے تھے، مگر الباجی کو ”یا امام“ اور ابن رفیع کو ”یا فقیہ“ سے مخاطب کرتے۔ ابن تیمیہ نے بھی ان کی تعریف کی ہے۔ اتقی الدین السبکی نے ان سے اصول فقہ و اصول دین کی تعلیم حاصل کی۔ کئی علوم پر کتب تالیف کیں۔

۱۔ ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن عبد اللہ الجزری المصری، ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۲

۲۔ حسین بن علی بن الحجاج بن علی حسام الدین الصغناقی (الصغناقی) متوفی ۱۳۱۱ھ حلب میں وفات پائی

۳۔ تحف الظنون۔ ۱/۱۱۲-۲/۱۸۳۹، ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۳، تاج التراجم، قاسم بن قطلوبغا متوفی ۸۷۹ھ ص ۳۵ (۶۳)، الفتح المبین ۲/۱۱۲ ان میں تاریخ وفات ۷۱۴ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولین ۲/۷۱-۷۲ (۳۰۷)

۴۔ عزالدین حسین ابن ابوالقاسم البغدادی النبیلی قاضی قضاۃ الممالک متوفی ۱۳۱۲ھ عراق میں نشاۃ اور وفات ہوئی

۵۔ الدیان ص ۷۵، الفتح المبین ۲/۱۱۱-معجم الاصولین ۲/۷۸ (۳۱۲)

۶۔ ابوالحسن علاء الدین علی بن محمد بن خطاب الباجی (۱۲۲۳/۱۳۱۴ء) قاہرہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "غایۃ السؤل" اصول فقہ میں ایک مختصر ہے جو امام رازی کی المحصول کا اختصار ہے۔

۲۔ "شرح غایۃ السؤل"۔

محمد بن احمد الترمکانی حنفی (متوفی ۷۱۴ھ) :

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "کشف الکاشف الذہبی فی شرح المغنی" تالیف کی یہ البخاری کی اصول پر کتاب کی شرح ہے۔

صفی الدین الہندی شافعی (۶۴۴ھ/۷۱۵ھ) :

فقہ، اصولی تھے ہندوستان میں اپنے نانا سے تعلیم حاصل کی اور پھر یمن، حجاز، قاہرہ، روم، بقونیہ، سیواس، قیصریہ اور دمشق جا کر تعلیم حاصل کی۔ بلاد روم میں سراج الدین محمد ابو بکر الارموی (متوفی ۶۸۲ھ) صاحب التحصیل کی شاگردی اختیار کی۔ مذہب اشعریہ کے معتقد تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نہایۃ الوصول الی علم الاصول : یہ کتاب امام رازی کی المحصول کی شرح ہے۔ یہ کتاب "نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول" کے نام سے صالح بن سلیمان الیوسف اور وکتور سعد بن سالم الشرح کی تحقیق کے ساتھ آٹھ (۸) مجلدات میں مکتہ المکرمہ، المکتبہ التجاریہ (سند) سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ الرسالة السنیۃ فی الاصول

رکن الدین الاسترابادی شافعی (۶۴۵ھ/۷۱۵ھ) :

فقہ، اصولی، نحوی، منطقی اور متکلم تھے، موصل میں نشوونما ہوئی اور تفسیر طوسی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف موضوعات پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول" تالیف کی اور اس کی تالیف سے ۶۸۴ھ تک فراغت پائی۔ اس کتاب کے نام میں اختلاف ہے۔ حدیث العارفین کے مطابق اس کا نام "العقد والحل فی شرح مختصر السؤل والامل" ہے اور کشف الظنون کے مطابق حل العقد والعقل فی شرح مختصر السؤل والامل ہے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۶، حدیث العارفین ۵/۷۱۶، فتح العارفین ۲/۱۱۳

۲۔ محمد بن احمد بن عثمان ابراہیم بن مصطفیٰ المارد بنی المارد بنی جلال الدین الترمکانی حنفی، کشف الظنون ۲/۱۷۳۹۔ حدیث العارفین ۶/۱۵۷

۳۔ صفی الدین محمد بن عبد الرحیم بن محمد (۱۲۳۶ھ/۱۳۱۵ء) ہندوستان دہلی میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۹۱۹، حدیث العارفین ۶/۱۲۳۲، لدرراکامہ ۳/۱۴۱۵۔ (۲۹) فتح المسین ۲/۱۱۵۔ ۱۱۶

۵۔ ابو محمد رکن الدین حسن بن شرف شاہ العلوی الحسینی (۱۲۳۷ھ/۱۳۱۵ء) موصل میں وفات پائی

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، حدیث العارفین ۵/۲۸۲۳، فتح المسین ۲/۱۱۳، مجملہ الاصول ۲/۵۵ (۲۹۰)

نجم الدین الطوفی الصرصی حنبلی (۶۷۳ھ/۷۱۶ھ) :^۱

فقیہ، اصولی اور کئی دوسرے علوم میں یدِ طولی رکھتے، شیخ شرف الدین علی بن محمد الصرصی سے تفقہ حاصل کیا۔ نصیر فاروقی سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ بغداد، دمشق، مصر کے سفر کئے ان سے متعلق یہ بات پھیل گئی کہ بعض صحابہ کرام پر تنقید کے بارے میں ان کے خیالات شیعہ حضرات کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ مصر میں حنابلہ کی عدالت میں قاضی سعد الدین الحارثی کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا۔ اس تنقید کی دلیل طلب کی گئی اور ان کو سزا سنائی گئی۔ مدارس کے اختیارات سلب کر لئے گئے، ملامت کئے گئے اور قید میں بھی رکھے گئے۔ مصالحہ مرسلہ کے بارے میں ان کا نظریہ عامۃ العلماء کے برخلاف تھا۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ مختصر الروضہ : (البلبل) اس کتاب میں ابن قدامہ کی کتاب ”روضۃ الناظر وجنة المناظر“ کا اختصار کیا گیا ہے جو اصول فقہ میں ابن حاجب کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔
- ۲۔ شرح المختصر الروضہ : اس کتاب پر بابا بن بابا بن ادہ نے ما قبل قیاس تک تحقیق کر کے جامعہ القری سے ۱۴۰۵ھ میں دکتورا کی ڈگری حاصل کی۔

۳۔ معراج الوصول

۴۔ بغیۃ السائل فی امہات المسائل فی الاصول

۵۔ ”نہایۃ السؤل فی علم الاصول“ یا ”قاعدہ فی الاصول“

- ۶۔ الاشارات الالہیۃ الی المباحث الاصولیۃ : یہ قرآن کریم کی تفسیر ہے، اس میں اصول الدین اور اصول فقہ کے مطالب نہایت ابلغ و احسن انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس کتاب پر کمال محمد نے جامعہ القاہرہ سے ۱۳۹۴ھ میں تحقیق پیش کی۔

- ۷۔ حدیۃ العارفین کے مطابق ”مختصر المحصل لفخر الدین الرازی“ بھی ان کی تالیف ہے۔^۲

صدر الدین بن الوکیل شافعی (۶۶۵ھ/۷۱۶ھ) :^۳

فقیہ، اصولی، متکلم، نظار، ادیب اور شاعر تھے۔ صفی الدین ہندی شافعی (متوفی ۷۱۵ھ) شارح المحصول ان کے اتر تھے۔ صدر الدین اعلیٰ ذہانت کے مالک تھے۔ صرف پچاس دن میں مقامات حریری حفظ کر لی تھی۔ مصر، دمشق و حلب کے سفر کئے بہت سے مدارس میں تدریس انجام دی۔ مثلاً مشہد حسینی، زاویۃ الشافعی وغیرہ میں۔ وہ اپنی زمانہ کے واحد شافعی تھے جو ابن تیمیہ سے مناظرہ پر تیار رہتے اور ابن تیمیہ نے ان کی تعریف کی اور علمی تفوق کی شہادت دی۔

۱۔ الباریع، نجم الدین سلیمان بن عبد القوی بن عبد الکریم بن سعید الطوفی الصرصی البغدادی، ابن ابی العباس (۱۲۷۴ھ/۱۳۱۶ھ) عراقی
 ۲۔ کشف الظنون ۱/۲۸۸، حدیۃ العارفین ۱/۵، مجمع المسؤلین ۱/۱۲۶، اس میں ہے انہوں نے مختصر اصل تالیف کی، الفتح ۱/۱۲۰، ۱۲۱، مجمع الاصولین ۱/۱۲۷-۱۲۹ (۳۶۳)

۳۔ صدر الدین محمد بن عمر بن بکی بن عبد الصمد بن عطیہ، ابن وکیل ابن مرحل (۱۲۶۶ھ/۱۳۱۶ھ) و میاط میں ولادت اور مصر میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب الاشباہ والنظائر ۲۔ شرح الحکام لعبد الحق

یہ دونوں کتابیں ان کے حدیث، فقہ اور اصول میں تبحر پر دلالت کرتی ہیں۔^۱

شمس الدین خطیب الجزری شافعی (۶۳۷ھ - ۷۱۶ھ) :^۲

فقیہ، اصولی نحوی، منطقی، ادیب اور ریاضی تھے۔ شمس الدین الاصبہانی (متوفی ۶۸۸ھ) شارح المحصول آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ تقی الدین السبکی (متوفی ۷۵۶ھ) شارح منهاج الوصول للبيضاوی آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے درس میں یہود و نصاریٰ بھی شریک ہوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح التحصيل امام سراج الدين الازمعي : (متوفی ۶۸۲ھ) کی کتاب التحصيل کی تین مجلدات پر شرح لکھی۔

۲۔ اجوبہ علی مسائل من المحصول

۳۔ شرح منهاج البيضاوی^۳

الخطاب القرہ حصارى (۷۱۷ھ زندہ تھے) :^۴

فقیہ و اصولی تھے اپنے شہر کے علماء سے استفادہ کے بعد شام جا کر فقہ، حدیث، تفسیر کی تعلیم حاصل کی اور پھر واپس اپنے شہر لوٹ آئے، وہیں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح منار الانوار للنسفی“ تالیف کی۔^۵

محمد بن محمد الوسطی شافعی (متوفی ۷۱۸ھ) :

مؤلفات اصولیہ : ”شرح منهاج الوصول للبيضاوی“ تالیف کی۔^۶

ابراہیم بن ہبۃ اللہ شافعی (متوفی ۷۲۱ھ) :^۷

فقیہ اصولی و نحوی تھے امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا :

”کان اماماً عالمًا ماهرًا فى فنون كثيرة كالفقه والاصول والنحو“

(وہ بہت سے فنون جیسے فقہ، اصول اور نحو میں امام اور ماہر عالم تھے)۔

۱۔ الفتح المبین ۱۱۸/۲۔ ۲۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبد اللہ الجزری (۱۳۳۹/۱۳۶۶ء) مصر میں وفات پائی۔

۳۔ الفتح المبین ۱۱۷/۲۔ ۴۔ الخطاب بن ابوالقاسم القرہ حصارى (۱۳۱۷ء میں زندہ تھے)

۵۔ کشف الظنون ۱۸۳۳/۲، حدیۃ العارفین ۱۳۳۷/۵، اس میں تاریخ وفات ۷۳۰ھ، مذکور ہے محمد الاصلیین ۸۹/۲ (۳۲۵)

۶۔ غیاث الدین محمد بن محمد الواسطی حدیۃ العارفین ۱۳۳۶/۲۔ ۷۔ ابراہیم بن ہبۃ اللہ بن علی بن ابی الدین بن اسنوی متوفی ۱۳۶۱ء قاہرہ میں وفات پائی۔

قاہرہ میں بہاء الدین القفطی سے فقہ اور شارح المحصول شمس الدین الاصفہانی (متوفی ۶۸۸ھ) سے اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ واضح رہے کہ الاصفہانی کی شاگردی ایک بہت بڑا اعزاز تھا کیونکہ وہ المحصول کے شارح ہونے کے علاوہ انیم، اسیوط اور قوص کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انھوں نے ”شرح المنتخب فی الاصول“ تالیف کی۔^۱

ابن النباء المراكشي مالکی (متوفی ۷۲۱ھ یا ۷۲۴ھ) :

ان کے بارے میں تاریخ وفات ۷۲۴ھ کے تحت تفصیلات درج ہیں۔

ابن الشاط الانصاری السیسی مالکی (۶۲۳ھ / ۷۲۳ھ) :

فقیر، نظار، اصولی، حافظ اور نحوی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”انوار البروق فی تعقب مسائل القواعد والفروق فی الاصول“ تالیف کی۔ حدیث العارفین میں مذکور ہے۔ کہ انہوں نے کتاب ”ادوار الشروق علی انواع الفروق فی الاصول“ تالیف کی۔^۲

ابو عبد اللہ محمد بن علی (متوفی ۷۲۳ھ) :

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”نصح المقالة فی شرح الرسالة“ تالیف کی۔^۳

ابو العباس بن النباء مالکی (۶۵۴ھ / ۷۲۴ھ) :

فقیر، اصولی، متکلم، نظار، ریاضی، فکلی، اور ادیب تھے۔ ابو عمران الزناتی اور قاضی ابو حسین المغیلی سے تفقہ حاصل کیا۔ ان کی کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منتهی السؤل فی علم الاصول

۲۔ شرح علی تنقیح القرائی

۳۔ تنبیہ الفہوم علی مدارک العلوم فی الاصول

^۱ حسن الحاضرہ، ۱۹۸۱ء، ج ۱، ص ۱۲۲/۱۳، مجمع الاصولین ۶۶۱/۲ (۳۸)

^۲ ابوالقاسم، قاسم بن عبد اللہ بن الشاط الانصاری السیسی (۱۲۳۵ھ / ۱۳۲۳ھ) سبتہ میں ولادت و وفات پائی

حدیث العارفین ۱۵/۸۲۹، الذبیح، ص ۳۲۳، ۳۲۵ (۳۳۲)، مجمع المصلوین ۱۰۵/۸، الفتح المبین ۱۲۳/۱۲

^۳ ابوالقاسم محمد بن علی بن احمد الغفار المالکی، الذبیح المکنون ۴/۶۵۰، ابو العباس احمد بن محمد بن عثمان الازدی المراكشي متوفی ۱۲۵۶ھ

حدیث العارفین ۱۵/۱۰۳، الفتح المبین ۱۲/۱۲۵، مجمع الاصولین ۱۱/۱۶۳، ۱۶۵ (۱۶۳)

یہ تاریخ مجمع الاصولین ۱۱/۱۲۳-۱۶۵ (۱۶۳) بجولہ اشحات الغار پر رقم مذکور ہے

سراج الدین الأرمینی شافعی (۶۴۳ھ - ۷۲۵ھ) :^۱

فقہ وقاضی تھے۔ کئی شہروں کے قاضی رہے۔ امام اسنوی نے فرمایا :

”كان في الفقه اماماً مع فضيلة تامة في الاصول والنحو“

(وہ اصول و نحو میں فضیلت تامہ رکھنے کے ساتھ فقہ میں امام تھے)۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب ”المسائل المهمة في اختلاف الائمة، اصول“^۲

ابو عبد اللہ التوئسی مالکی (متوفی ۷۲۶ھ بعدہ) :^۳

فقہ واصولی تھے ، انہوں نے کئی تصنیفات تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تقییدات علی الحاصل“ لکھی جو دو مجلدات میں ہے۔^۴

حسن (حسین) ابن المطہر الحلی الشیعی (۶۴۸ھ / ۷۲۶ھ) :^۵

فقہ، اصول، کلام، تفسیر، نحو، رجال، منطق، علم الطبیعہ اور حکمت الالہیہ کے عالم تھے، تقریباً نوے کتابوں کے

مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مبادئ الوصول الى علم الاصول^۱

۲۔ تہذیب طرق الوصول الى علم الاصول^۲ اور کبھی اس نام کو تخفیف کے ساتھ تہذیب الاصول یا تہذیب الوصول بھی پڑھا گیا ہے۔

۳۔ نہایة الوصول الى علم الاصول^۳ وکتور مظہر بقائے دنیا کے مختلف مکتبوں میں اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے اور الذریعہ کے حوالہ سے نقل کیا ہے اس میں ہے۔

”وهو كتابه الجامع في اصول الفقه، فيه ما ذكره، المتقدمون والمتأخرون، الفه بالتماس

ولده محمد في أربعة اجزاء ثم اختصره وسماه “تہذیب طریق الوصول الى علم الاصول“

وفرغ منه في رمضان ۷۰۶ھ^۴

۱۔ سراج الدین یونس بن عبد الجبید بن علی بن داؤد الکھزلی ۱۲۳۶ھ / ۱۳۲۵ء مصر میں ولادت اور قوص میں انتقال ہوا

۲۔ الفتح المبین ۱۳۶۱/۲ ۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عبد النور التوئسی متوفی ۱۳۲۶ء ۴۔ الفتح المبین ۱۲۷۱/۲

۵۔ ابو منصور جمال الدین حسن (حسین) بن یوسف بن المطہر الحلی العراقی (۱۲۵۰ء / ۱۳۲۵ء) ایضاح المکنون ۱۲ / ۳۳۳، الفتح المبین ۱۲۸۱/۲

مجمع الاصولین ۶۲۰ / ۶۱۱ / ۲ (۲۹۵) ۶۔ الفتح المبین ۱۲۸۱/۲ ۷۔ ایضاح المکنون ۱۳ / ۳۳۳، مجمع الاصولین ۶۲۰ / ۶۱۱ / ۲ (۲۹۵)

۸۔ ایضاح المکنون ۱۳ / ۶۹۳ ۹۔ مجمع الاصولین ۶۲۰ / ۶۱۱ / ۲ (۲۹۵) بحوالہ الذریعہ ۳۳ / ۴۰۸ / ۴۰۹

(اور ان کی کتاب "اصول فقہ" میں جامع ہے اس میں متقدمین و متاخرین سے اخذ کیا گیا ہے انہوں نے اس کتاب کو اپنے بیٹے محمد کی درخواست پر چار اجزاء میں تالیف کیا تھا پھر اس کا اختصار کیا اور اس کا نام "تہذیب طریق الوصول الی علم الاصول" رکھا اور اس (تالیف) سے رمضان ۶۰۶ھ میں فارغ ہوئے۔)

تہذیب کی شرح :

شمس الدین محمد بن عبد الرحمن الحضری شافعی (متوفی ۱۰۷۷ھ) نے اس کتاب کی شرح لکھی اور اس کا نام "منیۃ الملیب فی شرح التہذیب" رکھا۔

۲۔ غایۃ الوصول وایضاح السبل فی شرح مختصر منتهی السؤل والامل لابن الحاجب، حاجی خلیفہ کے مطابق یہ کتاب دو مجلدات میں ہے اور احکام لہامدی اور الحصول للرازی کے طریقہ پر لکھی گئی ہے۔ ابن کثیر نے کہا۔ "ولایس بہ فائدہ مشتمل علی نقل کثیر" وکتور مظہر بقائے مختلف مقامات پر اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔
۳۔ نہج الوصول الی علم الاصول۔

۱۔ منتهی الوصول الی علمی الکلام والاصول۔

۴۔ شرح غایۃ الوصول فی الاصول للغزالی حجة الاسلام، حاجی خلیفہ نے اس کا ذکر کیا اور کہا : شرح بقال اقوال فی مجلد و فرغ فی جمادی الاولی ۶۸۱ھ۔

۵۔ النکت البدیعیہ فی تحریر الذریعہ للسید المرتضیٰ فی اصول الفقہ۔

تقی الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) :

امام محقق، حافظ، مجتہد، محدث، مفسر، اصولی، نحوی، واعظ، خطیب، ادیب، اور مرتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ اپنے والد سے فقہ اصول کی تعلیم حاصل کی۔ بیس برس سے کم عمر میں تدریس و فتویٰ کی اہلیت حاصل کر لی تھی۔ اور جمع و تالیف کا کام شروع کر دیا تھا۔ اپنے والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ پر مسند تدریس و فتویٰ پر بیٹھے۔ مصر میں تشریف لائے مگر وہاں بحکم قاضی قلعہ میں بند کر دیے گئے۔ اور رہائی اور پھر قید کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ملک ناصر ۷۰۹ھ میں تخت نشین ہوا تو پھر عزت کے ساتھ باکریا گیا۔ تا ۷۱۲ھ میں جہاد کے لئے دمشق آئے۔ تین سو سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قاعدة کبیرۃ فی اصول الفقہ غالبہا نقل اقوال الفقہاء یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔

۲۔ قاعدة فی الاجتہاد والتقلید فی الاسماء الی علق الشارح بہا من الاحکام۔ ایک جلد میں ہے۔

۱۔ ہدیۃ العارفین ۱/۶۷۱

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵، معجم الاصولین ۲/۶۱۱-۶۱۲ (۲۹۵)

۳۔ ایضاح المسکون ۳/۵۷۳-۵۷۴ ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۵

۴۔ الذریعہ ۳/۳۲۶

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۵، معجم الاصولین ۳/۳۰۳-۳۰۴ الذریعہ ۳/۳۰۳

۶۔ کشف الظنون ۲/۱۱۹۲

۷۔ ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبد الحکیم بن عبد السلام بن عبد اللہ بن الحضری بن محمد

- ۳۔ قاعدة فيما شرعه الله تعالى بقطعي العموم والاطلاق وهل يكون مشروعاً بلفظ الخصوص والتقييد۔
- ۴۔ قاعدة في تقليد مذهب معين هل يجب على العامي اولا ؟
- ۵۔ جواب في ترك التقليد فيمن يقول مذهبي مذهب النبي ولست انا التقليد مذاهبه الاربعة۔
- ۶۔ قاعدة في المخطي في الاجتهاد هل يائمه، وهل المصيب واهدا۔
- ۷۔ قاعدة فيما يظن من تعارض النص والاجماع۔
- ۸۔ قاعدة في الاجماع وانه ثلاثه اقسام۔
- ۹۔ وجواب في الاجماع والخبر المتواتر۔
- ۱۰۔ نقد مراتب الاجماع التي الفها ابن حزم (وُجِعَ حاشي على مراتب الاجماع لابن حزم سنة ۱۳۵۷ھ)۔
- ۱۱۔ قاعدة في كيفية الاستدلال على الاحكام بالنص والاجماع في الرد على من قال: ان الدلالة القطعية لا تفيد اليقين۔
- ۱۲۔ قاعدة في تقرير القياس في مسائل عدة الرد على من يقول هل خلاف القياس والقياس في الشرع۔
- ۱۳۔ جواب تقليد الحنفى الشافعى في المطر والوتر۔
- ۱۴۔ قاعدة في لفظ الحقيقة والمجاز والبحث مع اللامدى۔ یہ کتاب تقریباً ۸۰ صفحات پر ہے۔
- ۱۵۔ رفع الملام من ائمة الاعلام۔
- ۱۶۔ قاعدة في ان جنس الفعل المأمور به أعظم من جنس ترك المنهى عنه۔
- ۱۷۔ قواعد في النهي هل يقنى فساد المنهى عنه۔
- ۱۸۔ وقاعدة أخرى كل حمد وذم من الاقوال والافعال لا يكون الا بالكتاب والسنة۔
- ۱۹۔ قاعدة في شمول النصوص للاحكام۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے۔
- ۲۰۔ رسالة في جواب هل كل مجتهد مصيب۔
- ۲۱۔ رسالة في حقيقة الحكم الشرعى وأنواعه۔
- ۲۲۔ رسالة في التقليد الذى حرمه الله ورسوله، وشرح اول المحصول للرازى۔
- ۲۳۔ معارج الوصول في ان الاصول والفروع قد بينها الرسول۔
- ۲۴۔ المسودة ال تيتمية کے تین علماء نے اس کی تیاری میں حصہ لیا اور ابن تیمیہ کے ہاتھوں تکمیل ہوئی۔ یعنی شیخ الاسلام محمد الدین، ابوالبرکات، عبدالسلام، دوسرے ان کے والد شیخ شہاب الدین ابوالحسن، عبدالحمید، تیسرے امام تقی الدین ابوالعباس احمد ہیں المسودہ پر ہم تبصرہ کر چکے ہیں۔

مجموع فتاویٰ میں انیسویں اور بیسویں جلد اصول فقہ پر ہے : شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا مجموعہ فتاویٰ جو ۳۷ مجلدات میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے اس کی انیسویں اور بیسویں جلد اصول فقہ پر ہے۔ عبد الرحمن بن محمد بن قاسم اعجمی الجندی احسنی نے اپنے صاحبزادے کی مساعدت سے اس کی جمع و تصویب کی، جو خادم الحرمین الشریفین حضرت صاحب الجلالہ الملک فہد بن عبد العزیز آل سعود کے حکم سے اشرف الرئاسہ العامہ للشؤون الحرمین الشریفین سے شائع ہو چکا ہے۔^۱

احمد المقدسی ابن جبارہ الحسنبلی (۶۳۷ھ - ۷۲۸ھ) :

فقہ، اصولی، نحوی، مفسر، تفسیر اصول فقہ کی تعلیم شہاب الدین القرانی مالکی سے حاصل کی۔ مصر، دمشق اور پھر واپس حلب آئے مگر بعد میں بیت المقدس میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔^۲

ابن الزیات الکلاعی مالکی (۶۳۹ھ / ۷۲۹ھ) :

فقہ، اصولی، نحوی، ادیب متکلم مقرر تھے الدبیان میں ہے کہ انہوں نے کتاب "الصفحة الوسیمة والمنحة الجسیمة" تالیف کی۔ دراصل ان کا یہ رسالہ اعتقادی، اصولی، فروعیہ اور تحقیقیہ چار قواعد پر مشتمل تھا۔^۳

علاء الدین القنوی الشافعی (۶۶۸ھ / ۷۲۹ھ) :

فقہ، اصولی، مفسر، ادیب، متصوف تھے۔ دمیاطی، زملکانی، ابن القیم، ابن دقیق العید اور شمس الدین الایکی آپ کے شیوخ تھے۔ اصول کی تعلیم خاص طور پر تاج الدین الحصلانی سے حاصل کی تھی۔ دمشق کے علاوہ قاہرہ میں بھی تدریس کی۔ ایک زمانہ تک وہاں رہے، ملک ناصر آپ کی بہت تعظیم کرتا۔ ارغون شاہ نائب کہتا تھا : "ما ملأ عینی غیرہ" (میری آنکھیں ان کے سوا کسی سے نہیں بھرتیں)، دمشق میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : اختصار المعالم فی الاصول۔^۴

۱ الفتح المبین ۲/ ۳۰-۳۳، معجم الاصولین ۱/ ۱۳۶-۱۳۹ (۹۸) حیات ابن تیمیہ، البوزہرہ ترجمہ رئیس احمد جعفری فہرست اصول فقہ لابن تیمیہ، ۷۲۳-۷۲۵

۲ احمد بن محمد بن عبد الوالی بن جبارہ شہاب الدین بن تقی الدین المقدسی المروای الحسنبلی (۱۲۳۹ھ / ۱۳۲۸ھ) بیت المقدس میں وفات پائی۔

۳ شذرات الذهب ۶/ ۸۷، معجم المؤلفین ۲/ ۸۳۶، معجم الاصولین ۱/ ۲۱۹ (۱۶۳)

۴ ابو جعفر احمد بن حسن بن علی الکلاعی، ابن زیات خطیب (۱۲۵۱ھ / ۱۳۲۷ھ)

۵ الدبیان ۱/ ۱۰۹-۱۱۰ (۷۲)، الفتح المبین ۲/ ۱۲۹، معجم العارفین ۱/ ۱۰۷ (۷۳)۔ اس میں ان کی کتاب کے نام کا پہلا کلمہ المصحف اور الفہم میں المصحفہ مذکور ہے۔

۶ علاء الدین علی بن اسماعیل بن یوسف القنوی (۱۲۶۹ھ - ۱۳۲۸ھ) شام میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

۷ حدیۃ العارفین ۵/ ۷۱، الفتح المبین ۳/ ۱۳۳

برہان الدین (ابن الفرکاح) القراری شافعی^۱

اصولی بخوی اور خطیب تھے۔ مذہب شافعیہ کی معرفت میں اپنے زمانے میں سب سے ممتاز تھے۔ میل و نہاد و عبادت میں مشغول رہے۔ علوم میں خاص طور پر فقہ و اصول میں زیادہ مشغول و منہمک رہے۔ ان کو بڑے عہدوں اور قضاۃ کی پیشکش ہوئی مگر انہوں نے ان کو قبول نہیں کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تعلیقہ علی مختصر ابن حاجب

۲۔ شرح مختصر ابن حاجب یا شرح منتهی السؤل والامل لابن حاجب^۲

عبدالعزیز بخاری حنفی (متوفی ۳۰۷ھ)^۳

فقہ و اصولی تھے، قوام الدین الکاکی اور جلال الدین عمر بن الخبازی صاحب المغنی ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کشف الاسرار : اصول بزودی کی بہت اعلیٰ، انفع اور امین شرح مانی جاتی ہے جو ایسی تحقیقات و تعریفات و تعریفات پر مبنی ہے جو دیگر کتب اصولیہ میں نہیں ملتی۔

۲۔ غایۃ التحقیق یا التحقیق

یہ الانحیسکی کی الممتخب کی شرح ہے۔ اس کتاب کو کشف الاسرار کے بعد تالیف کیا یہ کتاب ہند ۱۴۹۳ھ میں چھپ چکی ہے مگر طباعت کی افراط سے بھری پڑی ہے۔ مذکورہ بالا دونوں اصولیین کے یہاں معتبر ہیں اکثر متاخرین نے ان دونوں پر اعتماد کیا ہے۔

کتاب غایۃ التحقیق پر تحقیق : صالح سعید باقلقل نے اس کتاب کے اول تا اختتام باب العزیمۃ والرضخہ تحقیق پیش کی اور جامعہ اسلامیہ مدینہ المنورہ سے ۱۴۰۷ھ میں دکتوراه کی شہادت حاصل کی۔

جبکہ ”باب السنۃ“ سے کتاب کے آخر تک فضل اللہ نے تحقیق کی اور مذکورہ بالا جامعہ سے ۱۴۰۷ھ میں دکتورہ کی شہادت حاصل کی۔

۳۔ ردقواعد التحقیق اس کتاب میں ان اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں جو ان کی کتاب ”غایۃ التحقیق“ پر کئے گئے تھے۔ اس کا ایک نسخہ شہید علی..... ۶۴۰ھ اور اعلیٰ علی..... ۲۸۹ھ میں موجود ہے۔

۴۔ حاشیہ علی شرح اصول البزدوی

۱۔ ابواسحاق ابراہیم بن عبدالرحمن بن ابراہیم بن سہاح بن ضیاء القراری مصری برہان الدین القراری (۱۳۶۱ھ/۱۳۳۸ھ) دمشق میں انتقال ہوا۔

۲۔ کشف الظنون ۱/۱۸۵۵، ہدایۃ العارفین ۵/۱۱۳، الفتح المبین ۲/۱۳۵، مجملہ الاصولیین ۱/۱۳۳ (۱۳)

۳۔ علاء الدین عبدالعزیز بن محمد بن محمد بخاری متوفی ۱۳۲۹ھ

د۔ کشف المبانی فی جواب شکوک النبیۃ الی الامام شمس الدین السمرقندی وفی ولی الدین. ۸۹۲ : الاجوبہ والا سئلہ لعلاء الدین عبد العزیز بن احمد^۱

القرہ حصارى حنفی (وفوفى ۷۳۰ھ)^۲

فقیرہ اصولی تھے۔ شرح المنار للنسفی تالیف کی ان کا بیان ۷۷۷ھ کے تحت گذر چکا ہے۔^۳

بدر الدین التستری شافعی (متوفى ۷۳۲ھ)^۴

فقیرہ اصولی اور منطقی تھے۔ تعلیم و تعلم کی خاطر قزوین، دیار مصر اور عراق اشرف لے گئے۔ امام اسنوی نے ان سے کتاب فیض کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حل عقد التحصیل فی الاصول ۲۔ شرح علی منهاج البیضاوی فی الاصول

۳۔ شرح علی ابن الحاجب^۵

ابراہیم الجبیری شافعی (متوفى ۶۴۰ھ-۷۳۲ھ)^۶

فقیرہ اصولی، محدث، نحوی، مؤرخ، قاری اور مقرر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے المعبر فی اختصار المختصر تالیف کی جو ابن حاجب کی مختصر المنہی کا اختصار ہے۔^۷

اسامیل ابوالفداء (متوفى ۶۷۲ھ-۷۳۲ھ)^۸

امام اسنوی نے طبقات میں کہا :

”کان جامعاً لاشتات العلوم ، اعجوبة من اعاجیب الدینا ، مہرا فی الفقہ والتفسیر والاصلیین ، والنحو و علم المبیقات والفلسفۃ والمنطق والطب ، والعروض ، والتاریخ وغیر ذلک من العلوم ، شاعرا مہرا ، کریمنا الی الغایۃ ، صنف فی کل علم تصنیف ارتصانیف “ (وہ بہت سے علوم کے جامع تھے اور عجائبات دنیا میں سے تھے۔ فقہ تفسیر اور اصیلین اور نحو، علم اتویم، فلسفہ، منطق، طب، عروض، تاریخ اور دوسرے علوم میں ماہر تھے۔ ماہر شاعر، بہت فیاض تھے۔ ہر علم میں کتاب یا کتابیں لکھیں)

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۶، ہدیۃ العارفین ۱/۵۸۱، تاج الترمیم ۳۵ (۱۰۳)، الفوائد البیہ ص ۹۴-۹۵، الجواہر البصیرہ ۲/۳۲۸،

اللمن ۲/۱۳۶ ج ۲ خطاب بن ابوالقاسم القرہ حصارى رونی ج ۲ ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۷

ج بدر الدین محمد بن اسعد التستری متوفى ۱۳۳۱ھ ہمدان میں وفات پائی ج ۵ الفوائد البیہ ۲/۱۳۷

ج ابوالعباس، تقی الدین، نرحان الدین، ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن غلیل الجبیری الظلمی بن السراج السلفی (۱۲۳۲ھ-۱۳۳۱ھ)

ظلمین میں انتقال فرمایا۔ ج ۵ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ ہدیۃ العارفین ۵/۱۲-۱۵ ج ۱۵ الفوائد البیہ ۱/۶۹ ج ۱۵ الفوائد البیہ ۱/۱۲۳ (۱۹)

۵۔ اسامیل بن علی بن محمود بن عمر بن شہنشاہ ابن ایوب بن مشاوی، الملک الموحید، عماد الدین، ابوالفداء، صاحب حماۃ (۱۲۷۳ھ-۱۳۳۱ھ) مصر میں انتقال فرمایا۔

مصر میں تشریف لائے اور ملک ناصر سے ملاقات ہوئی۔ اس نے آپ کو پسند کیا اور ایک علاقہ کا سلطان مقرر کیا۔
مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۱

ابوالبقاء محمد بن ابراہیم شافعی (متوفی ۷۳۳ھ)

انہوں نے کتاب "النجم الملامع فی شرح جمع الجوامع" تالیف کی۔^۲

شجاع الدین الطراز حنفی (متوفی ۶۷۱ھ-۳۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : فقیہ اصولی تھے۔ انہوں نے "تبصرة الاسرار فی شرح المنار للنسفی" تالیف کی۔^۳

تاج الدین الرازی شیعہ (متوفی ۷۳۵ھ)

انہوں نے کتاب "المصادر فی الاصول" تالیف کی۔^۴

ابوعبداللہ القفصی مالکی (متوفی ۷۳۶ھ)^۵

ادیب، فقیہ اور اصولی تھے۔ اسکندریہ کے علماء سے بھی استفادہ کیا۔ شمس الدین الاصفہانی، ناصر الدین الایبازی، ابن دقیق العید آپ کے شیوخ تھے۔ ۶۸۰ھ میں دوران حج علماء حرمین شریفین سے مستفید ہوئے۔ قفصہ (تیونس) کے قاضی بنائے گئے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تحفه الواہل فی شرح الحاصل" تالیف کی۔^۶

مصلح الدین السبزی حنفی (متوفی ۶۶۹ھ-۷۳۶ھ)^۷

فقیہ اصولی تھے۔ قاہرہ و دمشق کے سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : "الرفیع فی شرح البدیع" تالیف کی۔ دراصل یہ ابن الساعاتی (متوفی ۶۹۴ھ) کی اصل فقہ میں کتاب "بدیع النظام" کی شرح ہے۔ صاحب تاج التراجم قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۸۷۹ھ) نے لکھا ہے کہ "رايته بخطه فی مجلدين" (میں نے اس کتاب کو ان کے خط میں دو جلدوں میں دیکھا تھا)۔^۸

۱۔ مجمع الصلحین ۱/۲۶۵ (۲۱۰) ۲۔ ابوالبقاء محمد بن ابراہیم بن عبداللہ بن جراحۃ الکنافی المتقدسی، ایضاح المسکون ۴/۶۲۷

۳۔ شجاع الدین حبیب اللہ بن احمد بن مغلّی بن محمود الترکستانی الطراز حنفی، طراز (ترکستان) میں ولادت اور مدرسہ ظاہریہ (قاہرہ) میں انتقال ہوا ہدیۃ العارفین ۶/۵۰۶، تاج التراجم ۸۰ (۲۲۷) ۴۔ تاج الدین محمود بن علی بن محمود الحسینی الکیم، ہدیۃ العارفین ۹/۳۰۸

۵۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ راشد الکبری القفصی متوفی ۱۲۳۵ھ تونس میں وفات پائی

۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۳-۱۳۵، اس میں تاریخ وفات ۶۸۵ھ مذکور ہے، الفتح المبین ۲/۱۳۹

۷۔ ابوالفتح موسیٰ بن محمد مصلح الدین السبزی (۱۲۷۰-۱۳۳۵ء) مدرسۃ المنورہ میں انتقال ہوا

۸۔ تاج الدین التراجم ص ۷۴ (۲۲۶)، الدرر الکامنه ۳/۳۷۷ (۱۰۱۶)، الجواہر المصیبرہ ۲/۱۸۵ (۵۷۸)، الفوائد المہیہ ص ۲۱۶، الفتح المبین ۲/۱۳۰

احمد بن نور (متوفی ۷۳۷ھ)^۱

ابتداء میں اپنے والد کے ساتھ کھیت کی رکھوالی کرتے پھر اللہ نے اپنے دین کی تعلیم کی طرف رغبت دلادی۔ کچھ عرصہ میں فقہ، نحو اصول میں ماہر ہو گئے، درس و افتاء کی خدمات انجام دینے لگے۔^۲

زین الدین بن المرطل (بعد ۶۹۰ھ - ۷۳۸ھ)^۳

قاہرہ میں ابن دقیق العید کے شاگرد رہے۔ قاہرہ اور دمشق کی مشہور درس گاہوں میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : المراغی نے رافع کا بیان نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ :

”انه صنف کتاباً فی اصول الفقہ“

(بنا شہ انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی)

اور صاحب شذرات کے حوالہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا کہ :

”انه الف کتابین“

(انہوں نے دو کتابیں تالیف کیں)^۴

حنبل بن البغدادی حنبلی (متوفی ۶۵۸ھ - ۷۳۹ھ)^۵

فقہ، اصولی، فرضی اور ریاضی دان تھے۔ بغداد، دمشق اور مکہ المکرمہ کے اساتذہ سے فیض پایا۔ حنبلی مدرسہ تبصریہ میں تدریس کرتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ابن حنبلی نے اپنی طبقات میں اصول فقہ پر ان کی مندرجہ ذیل کتابوں کا تذکرہ کیا ہے :

۱۔ تسہیل الوصول الی علم الاصول : ہدیۃ العارفین ”تسہیل الفصول فی علم الاصول“ تحریر ہے۔

۲۔ تحقیق الامل فی علمی الاصول والجدل

۳۔ مختصر قواعد الاصول ومعاهد الفصول^۶

قواعد الاصول ومعاهد الفصول کا تعارف :

ابن بدران نے حنابلہ اصول فقہ کے انفع مختصرات میں اسے شمار کیا ہے۔^۷

۱۔ احمد بن علی بن احمد ابن النور متوفی ۱۳۳۶ھ قوس میں وفات پائی ۲۔ مجمع الاصولین ۱/ ۱۶۸ (۱۱۹) ۳۔ زین الدین محمد بن عبد اللہ بن عمر بن

کلی بن احمد بن عطیہ بن حماد حشانی المدنی مالکی مدینہ منورہ مصری (۱۳۹۱ھ - ۱۳۳۸ھ) شام میں وفات پائی ۴۔ الفتح المبین ۲/ ۱۴۱

۵۔ الفضاہل مافی الدین عبد الوہاب بن عبد الحق بن عبد اللہ بن علی بن مسعود بن شاکل البغدادی (۱۳۵۰ھ - ۱۳۶۸ھ) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی

۶۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۶۳۱، الفتح المبین ۲/ ۱۴۳، کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب، مدین الدین ابو الفرج عبد الرحمن بن شہاب الدین احمد

بغدادی حنبلی (۷۳۶ھ - ۷۹۵ھ) ۳/ ۳۲۸ - ۳۲۹ (۵۲۳) بیروت دار المعرفہ سند

۷۔ الذیل علی مذہب الامام احمد، عبد القادر بن احمد بن مصطفیٰ ابن بدران ص ۲۳۸، بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۳۶۷ھ - ۱۹۹۶ء

ظان مقرر کیا۔

۲۔

سین الابیاری،
تیونس کے

کی اصول
نے لکھا ہے کہ

۲۳

س انتقال ہوا۔

۱۳۰/۳

شامی عالم شیخ جمال الدین قاسمی نے اس مختصر کے بارے میں فرمایا :

"وما ان وقفنا علیہا صفی ابناء من نفس الاثار الاصولیہ واعجبها سبکا ، والطفها جمعا
للالقوال ، وایجاز فی المقال".^۱

(ہم نے دوران تلاش اس کتاب کو اصولی طریقہ پر عمدہ ترین کتاب پایا۔ اس کا نظم عمدہ ہے اور اس میں بہتر طریقہ
پراقوال کو جمع اور اقوال کا اختصار کیا گیا ہے۔)

حرمہ صلاۃ کے بعد اس کتاب کے مقدمہ میں فرماتے ہیں :

"هذه قواعد الاصول ومعانيد الفصول من كتابي المسمى "بتحقيق الاصل" مجردة من
الدلائل من غير اخلال بشئ من المسائل تذكرة للطالب المستبين ، وبصورة للراغب
المستعين ، وبالله استعين وعليه اتوكل وهو حسبي ونعم المعين".^۲

(یہ قواعد الاصول ومعانيد الفصول میری کتاب بتام تحقیق الاصل سے ماخوذ ہے۔ دلائل سے خالی ہے مگر اس کے
مسائل میں کچھ بھی نقص نہیں ہے۔ یہ بیان کا ارادہ رکھنے والے طالب علم کے لئے ایک یادگاہ ہے اور مدد چاہنے
والے راغب کے لئے تسلی بخش توضیح ہے اور میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اور اس پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہ میرے
لئے کافی اور بہتر مددگار ہے)

اسماعیل بن خلیل حنفی (متوفی ۷۳۹ھ)^۳

فقہ، اصولی، نحوی، فرائضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مقدمہ فی اصول الفقہ" تالیف کی۔^۴

ابن خطیب جیرین (۶۲۲ھ/۷۳۹ھ)

حلب میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح مختصر ابن الحاجب" تالیف کی۔^۵

فخر الدین الطائی حلبی شافعی (۶۶۲ھ-۷۳۹ھ)^۶

فقہ، اصولی، نحوی اور مقری تھے۔ حلب میں قاضی بھی رہے، کئی فتون پر آپ کی مصنفات ہیں۔ الراغبی نے

۱۔ تحقیق مقدمہ قواعد الاصول ومعانيد الفصول، علی عباس الحکمی، ص ۱۰، المملکۃ السعودیہ جامعہ أم القری ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۸ء

۲۔ قواعد الاصول ومعانيد الفصول، صفی الدین جمالہ، ص ۱۰، کمال الدین البغدادی ضلی (۶۵۸ھ-۷۳۹ھ) ص ۲۱، المملکۃ السعودیہ جامعہ

أم القری ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۸ء ۳۔ اسماعیل بن خلیل حنفی، تاج الدین، متوفی ۱۳۳۸ء۔ قاہرہ میں وفات پائی۔

۴۔ الدرر الكامنة/ ۳۶۶ (۹۳۶)، جواہر المصنوعہ/ ۱۳۹ (۳۳۰)، الفوائد البھیہ۔ ص ۳۶، معجم الاصلیین ۱/ ۲۶۰ (۲۰۳)

۵۔ فخر الدین عثمان بن نور الدین بن عثمان الحنفی، ابن ابن خطیب، ہدیۃ العارفین ۵/ ۲۵۶

۶۔ الامم وفخر الدین عثمان بن عثمان بن علی بن اسماعیل المصری الطائی الحنفی متوفی ۱۳۳۸ء۔ قاہرہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

ان صیب کا بیان نقل کیا جو مندرجہ ذیل ہیں :

”كان فخر الدين حاكما له قدرة الكبير وعالما ليس له نظير قلوة في معرفة الاصول والفروع مشار اليه بالتقدم في المحافل والجموع“.

(فخر الدین دہلوی پر راج کرنے والے شخص تھے، ان کی شان بلند تھی اور بے مثل عالم اور اصول و فروع کی معرفت میں قابل تقلید تھے۔ محافل اور اجتماعات میں ان کے تفوق کی گواہی دی جاتی)

مؤلفات اصولیہ :

(۱) شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول (۲) شرح البدیع لابن الساعاتی فی الاصول^۱

جمال الدین القزوينی شافعی (۶۶۶ھ/۷۳۹ھ)^۲

اصول فقہ اور علوم عربیہ میں خاص دسترس رکھتے تھے، قاضی بھی رہے۔ روم، شام، مصر اور دمشق کے علمی اسفار کئے۔ اہل دی آپ کے شیوخ میں سے تھے، کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ پر ایک عمدہ کتاب تالیف کی۔^۳

اسماعیل الزنگلونی شافعی (متوفی ۷۴۰ھ)^۴

فقہ، اصولی اور محدث تھے۔ شیخ جمال الدین الاسنوی نے ان سے اکتساب فیض کیا اور اپنی طبقات میں ان کی شان میں فرمایا :

”كان اماما في الفقه، اصوليا، محدثا، ذكيا حسن التعبير قانتا لله.....“

(وہ فقہ میں امام تھے۔ اصولی، محدث، ذکی، عمدہ تعبیر کرنے والے اور اللہ سے ڈرنے والے تھے.....)

انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح المنهاج“ تالیف کی۔^۵

التادلی الفاسی مالکی (متوفی ۷۴۱ھ)^۶

فقہ، اصولی، ادیب، نحوی محدث تھے۔ مدینہ المنورہ کو وطن بنا لیا تھا، یہاں قاضی کے طور پر بھی خدمات انجام دیتے رہے۔ متعدد فنون پر کتب تالیف کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”تقیيدات مفيدة على تنقيح القرافي في الاصول“ تصنیف کی۔^۷

۱ الفتح المبین ۱۳۳/۲ ۲ محمد بن عبدالرحمن بن عمر بن احمد بن محمد بن عبدالکریم بن الحسن بن علی بن ابراہیم القزوينی ثم الدمشقی (۱۳۶۶ھ/۱۳۳۱ھ)۔
۳ الفتح المبین ۱۳۵/۲

۴ ابوبکر محمد الدین، اسماعیل بن عبدالعزیز الزنگلونی المصري متوفی ۱۳۳۹ھ۔ مصر میں وفات پائی۔
۵ مجمع الاصول المبین ۱/۳۶۰-۳۶۱ (۳۰۵)
۶ احمد بن عبدالرحمن التادلی الفاسی متوفی ۱۳۴۰ھ۔ مغرب میں پرورش اور مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔

۷ المدینات ص ۱۳۸ (۱۳۹) الفتح المبین ۲/۱۳۶، مجمع الاصول المبین ۱/۱۳۰ (۹۹)

ابن جزى الغرناطى مالکى (۶۹۳ھ - ۷۷۱ھ) ^۱

فقہ، اصولی، محدث، مقرئ، متکلم، ادیب، لغوی، نحوی اور خطیب تھے۔ لسان الدین ابن خطیب ان کے شاگرد تھے۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قوانین الفقہیہ، فی تلخیص مذهب المالکیہ، والتنبیہ علی مذهب الشافعیہ و الحنفیہ و الحنبلیہ

۲۔ تقریب الوصول الی علم الاصول ^۲

ابراہیم الزرعی حنبلی (متوفی ۷۷۱ھ) ^۳

فقہ، اصولی، مناظر اور فرضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : ان کی اصول فقہ میں کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ^۴

مشائخ الجبلی حنبلی (متوفی ۷۷۱ھ) ^۵

فقہ اور اصولی تھے۔ شیخ تقی الدین الزریریاتی سے تفقہ حاصل کیا۔ المجاہدیہ (دمشق) میں چاروں ائمہ کے پیروکاروں کو تعلیم دیتے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ^۶

عبداللہ بن علی الکتانی الغرناطی مالکى (۶۶۹ھ - ۷۷۱ھ) ^۷
فقہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : الشافی فیما وقع من الخلاف بین البصرة والكافی۔ المرائی نے کہا کہ غالب گمان یہ ہے کہ "الشافی" اصول فقہ میں کتاب ہے اور اس پر یہ تائید پیش کی کہ کشف الظنون کے مطابق "البصرة" امام شیرازی (متوفی ۷۷۱ھ) کی اصول فقہ پر کتاب ہے۔ اور کتاب الکافی ابن حاسب کی اصول فقہ میں مختصر ابن حاسب کی شرح ہے۔ ^۸

۱۔ ابوالقاسم محمد بن احمد بن جزى الغرناطى (۱۲۹۳ء/۱۳۳۰ء)۔ اندلس میں وفات پائی۔

۲۔ ایضاح المسکون ۳/۳۶۲، الدبیاج۔ ص ۳۸۸ (۵۲۲)، الفتح المبین ۲/۱۳۸

۳۔ قاضی ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن احمد بن بلال الزرعی الدمشقی متوفی ۱۳۳۰ء۔ دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ معجم الاصولیین ۱/۲۶ (۶) ۵۔ رکن الدین شافعی بن عمر بن اسماعیل الحنبلی البغدادی متوفی ۱۳۳۰ء۔ دمشق میں وفات پائی۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۱/۴۱۳، معجم الاصولیین ۲/۱۳۳ (۳۶۸) ۶۔ عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن علی بن سلیمان الکتانی الغرناطی (۱۲۷۵ء/۱۳۳۰ء)۔

۷۔ ابواسحاق، ابراہیم محمد بن ابراہیم بن ابوالقاسم القیس السفاتی (۱۲۹۷ء/۱۳۷۱ء)۔ حلف میں وفات پائی۔

ابراہیم السفاسی مالکی (تقریباً ۶۹۷ھ - ۷۷۲ھ) ^۱

بجایہ سے حرمین شریفین، قاہرہ اور دمشق کے علمی سفر کئے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح مختصر ابن الحاجب، الراغبی نے ان کا نام محمد بن محمد ابراہیم (متوفی ۷۷۲ھ) بتایا ہے۔
 اور شرح مختصر ابن الحاجب الاصلی فی الاصول کتاب کا ذکر کیا اور کشف الظنون میں اس طرح ہے :
 "الشرح المختصر لمحمد بن احمد، اخو العرب، السفاسی (متوفی ۷۷۲ھ)۔"

بقول مظہر بقایہ کتاب بریلی میں ۵۰۴ فاتح ۱۳۶۲ میں موجود ہے اور آخر الذکر دونوں میں ان کا نام محمد بن محمود بن احمد بتایا گیا ہے۔ جبکہ ہدیۃ العارفین میں محمد بن محمد بن ابراہیم متوفی ۷۷۲ھ مذکور ہے۔ (واللہ اعلم) ^۲

برہان الدین العبری شافعی (متوفی ۷۷۳ھ) ^۳

ابتداءً حنفی المذہب تھے، پھر شافعی مسلک اختیار کیا۔ دونوں مذاہب پر کتب تالیف کیں۔ تبریز میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ قاضی بیضاوی کی مختلف فنون پر کتب کی شروح لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح المنہاج للبیضاوی فی الاصول تالیف کی ^۴۔ یہ منہاج کی احسن و اعلیٰ شروح میں سے ایک ہے۔ اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"الحمد لله الذي اعلى معالم الاسلام وبين لطرق المعاش والمعاد قوانين الشرع والاحكام"۔ ^۵

العبری کی شرح پر حاشیہ :

قاضی محمد بن ابی بکر ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔ ^۶

ناج الدین ابن الترمکانی (متوفی ۶۸۱ھ - ۷۷۲ھ) ^۷

فقیہ، اصولی، نحوی، ادیب، منطقی، فلکی اور متکلم تھے۔ اپنے والد اور بھائی سے تفقہ حاصل کیا۔ یہ دونوں اپنے زمانے کے فہیم امام تھے۔ بہت سے علوم و فنون میں کمال حاصل تھا۔ فقہ و اصول الدین، حدیث، لغت عربیہ، عروض، منطق اور حدیث میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ تدریس و افتاء میں مشغول رہے۔ قائم مقام قاضی بھی رہے آپ کی تصانیف کی تعداد سترہ (۱۷) تک بتائی جاتی ہے۔ ^۸

۱۔ الباقی، ابراہیم بن محمد بن ابراہیم بن ابوالقاسم السفاسی (۱۳۹۷ء - ۱۳۷۱ء) حلب میں وفات پائی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱/۱۵۱، الفتح المبین ۲/۲۵۱، معجم الاصولیین ۱/۵۱ (۲۵)

۳۔ برہان الدین عبید اللہ بن محمد الحاشم الحسینی الفرغانی الشریف اصری متوفی ۱۳۳۲ھ، تبریز میں وفات پائی

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۹، الفتح المبین ۲/۱۳۹ ۵۔ کشف الظنون ۲/۱۸۷ ۶۔ کشف الظنون ۲/۱۸۸

۷۔ ناچ الدین، احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان الماردی الاصل، ابن ترمکانی (۱۲۸۲ء - ۱۳۳۳ء)، قاہرہ میں ولادت و وفات ہوئی

۸۔ کشف الظنون ۲/۱۶۱۵، اس میں ان کا نام احمد بن عثمان بن مصطفیٰ مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۹، الطبقات السنیہ ۱/۳۳۹ - ۳۵۱، الجواہر المصیۃ

۹۔ معجم الاصولیین ۱/۱۵۹ - ۱۶۰ (۱۱۲)

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ تعلیقہ علی المحصول : "لفخر الدین للرازی" ۱۔
- ۲۔ تعلیقہ علی التبین ۲ الاخیکی حنفی (متوفی ۶۴۳ھ) کی "المصنوع فی اصول الفقہ" کی اوامدین امیر کا تب نے "التبین" کے نام سے شرح لکھی۔ اور اس شرح پر انہوں نے تعلیقہ لکھا۔
- ۳۔ تعلیقہ علی المنتخب فی اصول المذہب ۲
- ۴۔ شرح مختصر الباجی فی الاصول، یہ المحصول کا مختصر ہے ۲
- ۵۔ تعلیقہ علی المحصل للامام فخر الدین رازی ۳

در اصل شارح "مختصر الباجی" علاء الدین الباجی، علی بن محمد بن خطاب المغربی مسری شافعی (متوفی ۷۱۳ھ) نے امام رازی کی المحصول کا "غایۃ السؤل" کے نام سے اختصار لکھا اور اس کو چودہ انواع پر مرتب کیا تھا۔ تاج الدین ابن الترمکانی نے اس کی شرح لکھی۔ ۱

الخلخالی شافعی (متوفی ۷۴۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منتهی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل لابن الحاجب" تالیف کی۔ ۲

علاء الدین القدسی حنفی (متوفی ۷۴۶ھ) ۴

فقیہ اصولی تھے۔ فقہ اصول حدیث میں خاص طور سے گہری نظر رکھتے تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم اپنے زمانے کے جید علماء سے حاصل کی۔ قدس میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : جلال الدین عمر بن محمد البخاری حنفی (متوفی ۷۶۱ھ) کی اصول فقہ میں کتاب "المغنی" کی شرح لکھی۔ ۹

فخر الدین الجابروی شافعی (متوفی ۷۴۶ھ) ۴

فقیہ اصول، مفسر اور نحوی تھے۔ صاحب "المنہاج"، قاضی ناصر الدین بیناوی (متوفی ۷۸۵ھ) سے علم حاصل کیا جبکہ نور الدین اردبیلی شافعی (متوفی ۷۴۹ھ) بشارح "منہاج الاصول" ان کے شاگرد تھے۔ کئی مشہور کتابوں کی شروح و حواشی لکھے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/ ۱۶۱۵، طبقات السید ۱/ ۴۱-۴۵۱ (۲۴۰) ۲۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۴۹، طبقات السید ۱/ ۴۳۹-۴۵۱ (۲۴۰)

۳۔ طبقات السید ۱/ ۴۳۹-۴۵۱ (۲۴۰) ۴۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۴۹ ۵۔ تاج الترجم ص ۱۱۳ (۲۴۰) الفتح المبین ۴/ ۱۵۰

۶۔ الفتح المبین ۲/ ۱۱۳ ۷۔ شمس الدین محمد بن اعظم الخطیب الخلیل، ہدیۃ العارفین ۶/ ۱۵۳

۸۔ علاء الدین علی بن منصور بن ناصر القدسی متوفی ۱۳۳۵ء قدس میں وفات پائی

۹۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۴۹، ہدیۃ العارفین ۵/ ۷۱۹، الفتح المبین ۱۵۳۲

۱۰۔ ابوالکارم، فخر الدین، احمد بن الحسن بن یوسف الجابروی الترمیزی متوفی ۱۳۳۵ء ترمز میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ السراج الوہاج : یہ قاضی بیضاوی کی "المنہاج" کی شرح ہے۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "الحمد لله الذي خلق الارض والسموات" الخ محمد مظہر بقا نے دنیا کی مختلف لائبریریوں میں اس کے نسخوں کی نشاندہی کی ہے۔

حاشیہ علی السراج الوہاج : محمد بن ابی بکر ابن جماعہ (متوفی ۸۱۹ھ) نے السراج الوہاج پر حاشیہ لکھا۔
۲۔ شرح اصول البزودوی ۱

تاج الدین الارو بیلی شافعی (۶۶۷ھ-۷۳۶ھ) ۲

فقہ، اصولی، نحوی اور ریاضی تھے۔ بغداد، حرین شریفین اور مصر کے علمی سفر کئے، علم کی مختلف انواع، مثلاً تفسیر، مولد حساب میں کتب و تالیف کیں۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ۳

عمر الشریعہ الاصغر حنفی (متوفی ۷۴۷ھ) ۴

فقہ، اصولی، جدلی، محدث، مفسر، لغوی، ادیب، مناظر، متکلم اور منطقی تھے۔ علمی گھرانے میں آنکھ کھولی، تاج الشریعہ محمود سے تعلیم حاصل کی، اپنے دادا کی کتاب "الوقایہ" کی ایک عمدہ شرح لکھی اور پھر اس کا "النقایہ" کے نام سے اختصار لکھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التنقیح (متن) ۲۔ التوضیح فی حل غوامض التنقیح ۵

کتاب "التنقیح و التوضیح" کا تحقیقی تجزیہ :

التنقیح متن ہے اور التوضیح اس متن کی شرح ہے اور یہ کتاب لغت عربیہ، علم المعانی، بیان اور منطق کی احاث پر بھی مشتمل ہے۔ مقدمہ قواعد اصولیہ کے بیان میں ہے : اس میں خاص عام، مطلق، مقید، حقیقت و مجاز، حروف لغوی، مشکل، مجمل، متشابہ شامل ہیں اور لفظ کی دلالت، صریح، کنایہ اور معتزلہ کے نزدیک حسن و قبح پر بحث، کتاب، سنت، لغت اور قیاس اور ان کے متعلقات اور اولہ اصولیہ سے متعلق احاث بھی شامل ہیں۔ جس بات نے انہیں اس کتاب کے لکھنے کی طرف راغب کیا، اس کو ان کلمات کے ساتھ اپنی کتاب "التنقیح و التوضیح" میں بیان فرماتے ہیں :

تکلف الظنون ۱۱۲/۱ ، ۱۸۷۹/۲ ، ہدیۃ العارفین ۵/۱۰۸ ، اس میں تاریخ وفات ۷۳۲ھ بھی مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲ ،
اللمعین ۱۵۲/۲ ، معجم الاصولین ۱/۱۰۸-۱۰۹ (۷۴)

۳۔ تاج الدین علی بن عبد اللہ بن ابوالحسن الارو بیلی السمری (۱۲۶۸ء-۱۳۳۵ء) قاہرہ میں وفات ہوئی

۴۔ تاج الدین ۱۵۳/۲ ج صدر الشریعہ الاصغر عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ متوفی ۱۳۳۶ء بخاری میں وفات پائی

۵۔ تاج الدین ۱۵۵/۲ ، الفتح المبین ۱۱۸ (۱۱۸) الفتح المبین ۱۵۵/۲

”لما رایت فحول العلماء مکبین فی کل عہد و زمان علی مباحثہ اصول الفقہ
 للشیخ الامام مقتدی الائمة العظام فخر الاسلام علی البردوی بواہ اللہ تعالیٰ دار السلام وهو
 کتاب جلیل الشان باہر البرہان مرکوز کنوز معانیہ فی صنخور عباراتہ ورموز غوامض
 نکتہ دقائق اشاراتہ ووجدت بعضهم طاعین ظواہر الفاظہ لقصور نظر ہم عن مواقع الحاظہ
 ای لا یدر کون بامکان النظر ما یدر کہ ہو بلحاظ عینہ غیر ان ینظر الیہ قصدا اردت تنقیحہ
 و تنظیمہ و حاولت ای طلبت تبیین مرادہ و تفہیمہ علی قواعد المعقول تاسیسہ و تقسیمہ
 موارد فیہ زیلۃ مباحث الاصول و اصول الامام المدقق جمال العرب ابن الحاجب مع
 تحقیقات بدیعہ و تدقیقات غامضہ منیعہ تخلو الکتب عنہا سالکا فیہ مسلک الضبط
 و الایجاز متبشبا باہداب السحر متمسکا بعروۃ الاعجاز“^۱

(جب میں نے ہر زمانے میں بڑے بڑے علماء کو مباحث اصول فقہ میں منہ کے بل گرتے دیکھا جو شیخ الامام مقتدی
 الائمة العظام فخر الاسلام کی البردوی پر تھیں۔ اللہ ان کا ٹھکانہ دار السلام میں بنائے اور وہ کتاب عظیم الشان واضح دلائل سے پُر
 ہے، اس کی عبارتوں کی چٹانوں میں معانی کے خزانوں کا مرکز ہے اور باریک نکات و دقیق اشارات ہیں اور میں نے
 بعض معترضین کو اس کتاب کے ظاہری الفاظ میں ان کی کوتاہ بینی کی وجہ سے اعتراض کرتے دیکھا جو اس لئے تھا کہ ان کی
 نگاہ گہرائی تک نہ پہنچ سکی۔ میں نے چاہا کہ اس کی تنقیح و تنظیم کروں اور میں نے مصنف کی مراد کی توضیح میں بھرپور کوشش
 کی میری یہ کتاب ابن حاجب وغیرہ کی کتاب سے ماخوذ ہوگی اس میں تحقیقات بدیعہ اور تدقیقات غامضہ وغیرہ ہوں گی
 اور اس کو میں نہایت ضبط و ایجاز کے ساتھ لکھوں گا، اس حال کہ میں جادو کی جھار لگانے والا ہوں گا۔ یعنی اپنی کتاب کو ایسا
 لکھوں گا جو بحر و اعجاز اور فصاحت و بلاغت میں دوسرے لوگوں کی کتابوں سے ممتاز ہوگی)

اور اسی طرح اپنے اسلوب کو یوں بیان فرمایا :

”لما وفقنی اللہ بتالیف تنقیح الاصول اردت أن اشرح مشکلاتہ و افتتح مغلفاتہ معرضا عن شرح
 المواضع التی من لم یحلہا بغير اطناب لا یحل لہ النظر فی ذلک الکتاب ثم لم اتیسر
 اتمامہ وفض بالاختتام ختامہ مشتملا علی تعریفات و حجج مؤسسۃ علی قواعد المعقول و تفریعات
 مرصصۃ بعد ضبط الاصول و ترتیب انیق لم یسبقنی علی مثله احد مع تدقیقات غامضۃ لم یبلغ
 فرسان هذا العلم الی هذا الامد سمیت هذا الکتاب بالتوضیح فی حل غوامض التنقیح“^۲

(جب اللہ نے تنقیح الاصول کی تالیف کی توفیق بخشی تو میں نے چاہا کہ اس کے مشکل مقامات کی تشریح کروں اور اس کے
 بند امور کو کھول دوں۔ ان مقامات سے اجتناب کرتے ہوئے جہاں اطناب کے بغیر چارہ نہیں، اس کتاب میں اس پر غور
 کی جائے گی..... پھر جب اللہ نے اس کی تکمیل آسان فرمادی جو تعریفات اور اس کے ہر جز کی تشریح پر مشتمل ہے اور
 اس کے دلائل منطقی طریقے پر مرتب ہیں اور اس کی تفریعات اصول منضبط کرنے کے بعد جڑی گئی ہیں اور اس کتاب کی
 ترتیب اچھی خوبصورت اور تعجب میں ڈالنے والی ہے، جس کی مثل مجھ سے قبل کسی نے پیش نہیں کی اور یہ ایسے دقیق نکات
 پر مشتمل ہے کہ اس علم میں اس زمانے تک سوائے میرے کوئی قادر نہیں ہو سکا۔ میں نے اس کتاب کا نام ”التوضیح
 فی حل غوامض التنقیح“ رکھا)

التنقیح، والتوضیح والتلویح کا تحقیقی تجزیہ :

التنقیح والتوضیح اور مقدمات اربعہ من التوضیح پر شرح، حواشی و تعلیقات :

۱۔ سید عبداللہ ابن محمد الحسینی معروف نقرہ کار متوفی ۷۵۰ھ تقریباً۔ التنقیح کی شرح تالیف کی۔

نقرہ کار کی شرح پر حاشیہ :

زین العابدین قاسم ابن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔^۱

۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر الشفتازانی شافعی (متوفی ۷۹۲ھ) نے "التلویح فی کشف حقائق التنقیح" کے نام سے التنقیح کی شرح لکھی، ۷۵۸ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔ اس پر کثرت سے حواشی و تعلیقات وغیرہ لکھے گئے۔ ان سب کو بعد میں ایک ساتھ بیان کیا جاوے گا۔^۲

۳۔ سید شریف علی بن محمد الجرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) نے مقدمات اربعہ من التوضیح پر تعلیقہ لکھا۔^۳

۴۔ عبدالقادر بن ابی القاسم بن احمد محی الدین الانصاری السعدی العبادی مالکی (متوفی ۸۲۰ھ یا ۸۸۰ھ)، ہدیۃ العارفین کی عبارت ہے : "حاشیہ علی التوضیح شرح التنقیح فی الاصول"۔^۴

۵۔ محمد بن قاسم بن عمر قطلوبغا الترمذی الاصل المصری، سیف الدین البکتری حنفی (متوفی ۸۸۱ھ)، انہوں نے حاشیہ علی التوضیح اور شرح التنقیح تالیف کیا۔^۵

۶۔ احمد ایسوی حنفی (متوفی ۸۰۰ھ) ہدیۃ العارفین کے مطابق انہوں نے الترجیح شرح التنقیح تالیف کیا۔^۶

۷۔ حسن بن عبدالصمد السامونی حنفی (متوفی ۸۹۱ھ تقریباً)، انہوں نے حاشیہ علی المقدمات الاربع تالیف کیا۔ کشف الظنون کے مطابق تعلیقہ علی المقدمات الاربع من التوضیح تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین میں یہ الفاظ ہیں کہ انہوں نے تعلیقہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول اور حواشی علی المقدمات الاربع لصد الشریعہ تالیف کئے۔^۷

مظہر بقا کی تحقیق کے مطابق ہدیۃ العارفین میں مذکور یہ وہی حاشیہ ہے جسے صاحب کشف الظنون نے تعلیقہ سے تعبیر کیا ہے۔^۸

۸۔ لطف اللہ بن حسن التوقانی (المتوفی ۹۰۰ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات الاربعہ من التوضیح تالیف کیا۔^۹

۹۔ مولیٰ عبدالکریم بن عبداللہ رونی حنفی (متوفی ۹۰۰ھ تقریباً) نے تعلیقہ علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔^{۱۰}

۱۔ کشف الظنون ۳۹۹/۱ ۲۔ کشف الظنون ۳۹۶/۱ ۳۔ کشف الظنون ۳۹۸/۱

۴۔ کشف الظنون ۳۹۹/۱، ہدیۃ العارفین ۵/۵۹۷، اس میں تاریخ وفات ۸۲۰ھ مذکور ہے، معجم الاصلیین ۲/۲۳۳ (۳۵۳)

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۰ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۱۱/۱۱ ۷۔ کشف الظنون ۳۹۹/۱، ہدیۃ العارفین ۱۵/۲۸۸

۸۔ معجم الاصلیین ۲/۳۳-۳۵ (۲۷۵) ۹۔ کشف الظنون ۳۹۹/۱

۱۰۔ کشف الظنون ۳۹۹/۱، ہدیۃ العارفین ۵/۶۱۱، اس میں تاریخ وفات ۸۷۴ھ مذکور ہے

- ۱۰۔ خطیب زادہ محمد محی الدین بن تاج الدین ابراہیم بن خطیب حنفی (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقہ علی مقدمہ التوضیح فی الاصول تالیف کیا۔ انہوں نے دو تعلیقات صغریٰ و کبریٰ تالیف کئے تھے۔^۱
- ۱۱۔ مولیٰ صالح الدین مصطفیٰ القسطلانی (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقات علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔^۲
- ۱۲۔ علاء الدین علی عربی (الحلبی) (متوفی ۹۰۱ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات الاربع تالیف کیا۔^۳
- ۱۳۔ مولیٰ صالح الدین مصطفیٰ بن اوحید الدین الیاری حصاری رومی حنفی (متوفی ۹۱۱ھ) نے حاشیہ علی التوضیح تالیف کیا۔^۴
- ۱۴۔ مولیٰ محمد بن الحاج حسن (متوفی ۹۱۱ھ) نے "تعلیقات الاربعہ من التوضیح" تالیف کئے۔^۵
- ۱۵۔ متعلقات متن التنقیح : شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی ۹۳۰ھ) نے تغیر التنقیح تالیف کی اور ۹۳۱ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

کتاب "تغیر التنقیح" کی شرح :

- ۱۔ ایک تو صاحب تغیر التنقیح نے خود اس کی شرح لکھی۔^۱
 - ۲۔ حسن بن طور خان بن داؤد بن یعقوب الاقصاری کافی البسوی (متوفی ۱۰۲۵ھ) نے بھی اس کی شرح لکھی۔^۲
- "شرح التفسیر" پر تعلیقہ :

- ابن کمال پاشا صاحب تغیر التنقیح کی شرح پر مولیٰ صالح بن التوفیقی نے تعلیقہ لکھا۔^۳
- ۱۶۔ محمد بن الواعظ محمد الانطاکی البرسوی رومی عرب زادہ حنفی (متوفی ۶۹۶ھ) نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔^۴
- ۱۷۔ مصطفیٰ بن محمد علی بستان آفندی حنفی (متوفی ۹۷۷ھ) نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔^۵
- ۱۸۔ مصطفیٰ چلبی حنفی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے حواشی علی صدر الشریعہ تالیف کئے۔^۶
- ۱۹۔ مصطفیٰ بن حسام الدین حسین بن محمد بن حسام الدین البرسوی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ) معروف بہ حسام زادہ نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔^۷
- ۲۰۔ عبد اللہ بن عبد الحکیم سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۸۰ھ) نے شرح التنقیح تالیف کی۔^۸
- ۲۱۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی السوسی (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے حاشیہ علی التوضیح لکھا۔^۹

- | | |
|--|---|
| ۱۔ کشف الظنون ۴۹۸/۱، ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۸ | ۲۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹ |
| ۳۔ کشف الظنون ۱/۴۹۸ | ۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۳۳ |
| ۵۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹-۴۹۸ | ۶۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، الفوائد المہیہ ص ۲۱-۲۲، المطبوعات المسنیہ ۱/۳۱۱ (۱۱۹)، الفتح المبین ۳/۷۱-۷۲، معجم الاصولیین ۱/۱۲۵ (۸۹) |
| ۷۔ معجم الاصولیین ۲/۳۳ (۲۷۳) | ۸۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، ہدیۃ العارفین ۵/۴۳۳ |
| ۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۳۷ | ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۷ |
| ۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۹ | ۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۷ |
| ۱۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۷۸ | ۱۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۴۳۹ |

۲۲۔ عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی الرومی الصوفی معروف بہ اتیازاری (متوفی ۱۱۰۲ھ) نے شرح التنقیح فی الاصول تالیف کی۔^۱

۲۳۔ ابوالنافع احمد بن محمد بن اسحاق روی القازی آبادی حنفی (متوفی ۱۱۶۲ھ) نے حاشیۃ الاصول و غاشیۃ الفصول (شرح مقدمات الاربع لصدر الشریعہ) تالیف کیا۔^۲

۲۴۔ اسماعیل بن محمد بن مصطفیٰ القنوی حنفی (متوفی ۱۱۹۵ھ) نے حاشیۃ علی المقدمات الاربع لصدر الشریعہ تالیف کیا۔^۳

۲۵۔ امین اللہ بن احمد کھنوی حنفی متوفی ۱۳۵۲ھ نے حاشیہ علی التوضیح والتلویح تالیف کیا۔^۴

صدر الشریعہ پر تعلیقہ :

محمد بن عبد الجبار القرہ عبد الجبار زادہ (متوفی ۱۰۳۳ھ) نے تعلیقہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔^۵

التوضیح کی شرح التلویح کا تحقیقی تجزیہ :

التلویح پر حواشی و تعلیقات : سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی شافعی (متوفی ۹۲۷ھ) کی شرح کو خاص شہرت حاصل ہوئی اور اس پر کثرت سے علماء نے اپنی تحقیقات پیش کیں۔ یہ کتاب حل غوامض، تنقیح اور مغلفات کی توضیح میں بے نظیر کتاب ہے۔ اپنی استطاعت کے مطابق اس پر لکھے جانے والے حواشی و تعلقات کو ذیل میں درج کر رہے ہیں :

۱۔ برهان الدین احمد الارزنجانی (متوفی ۸۰۰ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا اور اس کا نام التوجیع رکھا۔^۱

۲۔ قاضی برهان الدین احمد بن عبد اللہ السیواسی (متوفی ۸۰۰ھ مقتول) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا اور اس کا نام التوجیع رکھا۔ ہدیۃ العارفین کے مطابق التوجیع شرح التنقیح ہے اور کشف الظنون کے مطابق یہ تکوٰۃ پر حاشیہ ہے۔^۲

۳۔ سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی (متوفی ۸۱۶ھ) نے حاشیہ لکھا۔^۳

۴۔ علاء الدین علی بن محمود بن محمد (متوفی ۸۷۱ھ یا ۸۷۵ھ) مشہور بہ شاہرودی مصنف نے حاشیہ لکھا اور انہوں نے ۸۳۵ھ میں اس حاشیہ کی تالیف سے فراغت پائی۔^۴

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۷ ج ۲، معجم الاصولین ۲۰۲/۳۰۳ (۱۵۱) ج ۲، معجم الاصولین ۱۰/۱۷۱-۱۷۲ (۲۱۵)

۲۔ نزہۃ الخواطر ۷/۸۵، معجم الاصولین ۱/۲۸۸ (۲۳۱) ج ۲، ہدیۃ العارفین ۶/۲۷۰

۳۔ الشائق الصغیر ص ۲۲، معجم الاصولین ۱/۶۷۷ (۳۹)، اس میں بحوالہ کشف الظنون ۳۳۳ ذکر ہے، مگر یہ حوالہ ہمیں نہیں مل سکا۔

۴۔ کشف الظنون ۱/۱۲۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۷، طبقات السنیہ ۳۳۲-۳۳۳، معجم الاصولین ۱/۱۵۲ (۱۰۵)

۵۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷، ہدیۃ العارفین ۵/۷۸

۶۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷ تاریخ وفات ۸۷۱ھ ذکر ہے، ہدیۃ العارفین ۵/۳۳۵، فتح البین ۳/۳۵-۳۶

- ۵۔ علاء الدین علی بن محمد القوشی (متوفی ۸۷۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔^۱
- ۶۔ محمد ابن فرامرزی (متوفی ۸۸۵ھ) مشہور بہ ملاخسرو نے حاشیہ لکھا۔^۲
- ۷۔ محقق حسن چلبی بن محمد بن حمزہ (متوفی ۸۸۶ھ) مشہور بہ فناری نے حاشیہ لکھا۔
- حسن چلبی کے حاشیہ پر تعلیقہ : اس پر معمار زادہ مصطفیٰ بن محمد متوفی (۹۶۸ھ) نے تعلیقہ لکھا۔^۳
- ۸۔ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی حنفی (متوفی ۸۸۶ تقریباً) نے حواش علی التلویح تالیف کئے۔^۴
- ۹۔ علاء الدین علی الطوسی (متوفی ۸۸۷ھ) نے حاشیہ لکھا۔^۵
- ۱۰۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن یوسف (بن صالح) (متوفی ۸۹۳ھ) مشہور بہ خولجہ زادہ نے حاشیہ تالیف کیا۔^۶
- ۱۱۔ عبدالکریم بن عبداللہ رومی حنفی (متوفی ۹۰۰ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔ کشف الظنون کے مطابق تعلیقہ علی التلویح تالیف کیا۔^۷
- ۱۲۔ عثمان بن عبداللہ نظام الدین الخطائی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ) مشہور بہ مولانا زادہ نے حاشیہ تالیف کیا۔^۸
- ۱۳۔ محمد بن صفی الدین عبدالرحمن بن محمد بن عبدالسلام الاسبی شافعی الصفوی شیرازی (متوفی ۹۰۶ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^۹
- ۱۴۔ سیف الدین احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی البردی (متوفی ۹۱۶ھ) نے حاشیہ لکھا۔^{۱۰}
- ۱۵۔ شیخ محی الدین محمد بن حسن ساسونی (متوفی ۹۱۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔^{۱۱}
- ۱۶۔ قوام الدین یوسف بن حسن الحسینی شیرازی حنفی (متوفی ۹۲۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔^{۱۲}
- ۱۷۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری طاہری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے حاشیہ لکھا۔^{۱۳}
- ۱۸۔ محی الدین محمد بن محمد بن محمد البردعی التمریزی رومی حنفی (متوفی ۹۲۷ھ) نے حاشیہ تالیف کیا۔^{۱۴}
- ۱۹۔ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (متوفی ۹۴۰ھ) معروف بہ ابن کمال پاشا نے حواشی علی اوائل التلویح تالیف کئے۔^{۱۵}

- ۱۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷
- ۲۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷، ہدیۃ العارفین ۵/۳۱۱، الفتح المبین ۳/۱۷۵
- ۳۔ کشف الظنون ۱/۳۹۸، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۸، الفتح المبین ۳-۵۵، معجم الاصولین ۲/۵۶-۵۷ (۲۹۱)
- ۴۔ معجم الاصولین ۱/۳۳۲-۳۳۳ (۱۸۵)
- ۵۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷
- ۶۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷، ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۳
- ۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۵۶، ۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۳
- ۸۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷
- ۹۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۳
- ۱۰۔ معجم الاصولین ۱/۳۳۶-۳۳۷ (۱۸۸)
- ۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۵۶۹
- ۱۲۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷، ہدیۃ العارفین ۶/۳۲۹
- ۱۳۔ الفوائد الجلیہ ۳۱-۳۲، الطبقات السنیہ ۱/۳۲۱ (۱۱۹)، الفتح المبین ۳/۷۱-۷۲، معجم الاصولین ۱/۱۲۵ (۸۹)

- ۱۰۔ احمد بن عبد اللہ القریمی (متوفی ۹۴۳ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔^۱
- ۱۱۔ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشا الاسفرینیی (متوفی ۹۴۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^۲
- ۱۲۔ شیخ مصطفیٰ بن شعبان معروف بہ السروی (متوفی ۹۶۹ھ) نے حاشیہ تالیف کیا۔^۳
- ۱۳۔ عوض بن عبد اللہ العلائیہ وی حنفی (متوفی ۹۹۴ھ) نے حاشیہ لکھا۔^۴
- ۱۴۔ احمد بن رُوح اللہ بن ناصر الدین بن غیاث الدین بن سراج الدین انصاری الجابری رومی (متوفی ۱۰۰۸ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔^۵
- ۱۵۔ ملا احمد شمس الدین قرہ باغی (متوفی ۱۰۰۹ھ) نے حاشیہ التلویح لکھا۔^۶
- ۱۶۔ ابن ظہیرہ علی بن جار اللہ بن محمد بن ابوالیمنی ابن ابی بکر بن علی بن ابوالبرکات حنفی (متوفی ۱۰۱۰ھ) نے حاشیہ علی شرح التوضیح لکھا۔^۷
- ۱۷۔ مصطفیٰ بن حسام الدین حسین بن محمد حسام الدین لبرسوی رومی حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ) معروف بہ حسام زادہ نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^۸
- ۱۸۔ یاسین بن زین الدین ابوبکر بن محمد شیخ علیم الحمصی العلیمی شافعی (متوفی ۱۰۶۱ھ) نے حاشیہ علی شرح التوضیح لکھا۔^۹
- ۱۹۔ عبد الحکیم بن شمس الدین محمد ملک العلوی سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۶۷ھ) نے حاشیہ علی التلویح علی المقدمات الاربع تالیف کئے۔^{۱۰}
- ۲۰۔ محمد بن عبد اللہ الموصلی حنفی (متوفی ۱۰۸۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^{۱۱}
- ۲۱۔ عبد القادر بن احمد بن علی میمنی البصری حنفی (متوفی ۱۰۸۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح لکھا۔^{۱۲}
- ۲۲۔ عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی رومی الصوفی (متوفی ۱۱۰۲ھ) معروف بہ اتیازاری نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔^{۱۳}
- ۲۳۔ جمال الدین بن رکن الدین العمری چشتی گجراتی (متوفی ۱۱۴۴ھ) نے حاشیہ التلویح تالیف کیا۔^{۱۴}

۱۔ مجمع الاصولین ۶۰/۱ (۳۲)

۱۔ المطبقات السنیہ ۴۲۹/۱، الفوائد السنیہ ص ۲۹

۲۔ ہدیۃ العارفین ۸۰۳/۵

۲۔ کشف القنون ۸۹۷/۱

۳۔ مجمع الاصولین ۷۰/۱۱ (۴۳)

۳۔ المطبقات السنیہ ۴۰۵/۱-۴۰۶ (۱۹۳)

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵۱۲/۶

۵۔ ہدیۃ العارفین ۴۳۹/۶

۶۔ ہدیۃ العارفین ۷۵۱/۵

۷۔ ہدیۃ العارفین ۵۰۳/۵، الفتح المبین ۹۸/۳، مجمع الاصولین ۱۶۴/۳ (۳۹۹)

۸۔ ہدیۃ العارفین ۶۰۲/۵، مجمع الاصولین ۲۲۱/۲ (۳۵۲)

۸۔ ہدیۃ العارفین ۴۶۶/۶

۹۔ ہدیۃ العارفین ۲۰/۲، نزہۃ الخواطر ۵۸/۶ (۱۲۰)

۹۔ ہدیۃ العارفین ۶۵۷/۵

- ۳۴۔ احمد بن محمد بن حسین بن احمد الکواکبی حنفی (متوفی ۱۱۳۲ھ) نے تحریرات علی التلویح تالیف کئے۔^۱
 ۳۵۔ امان اللہ بن نور اللہ بن الحسین بناری ہندی حنفی (متوفی ۱۳۳۳ھ) نے حواش علی التلویح لکھے۔^۲
 ۳۶۔ امین اللہ بن احمد لکھنوی ہندی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔^۳
 ۳۷۔ نور اللہ احمد بن شیخ محمد صالح احمد آبادی ہندی حنفی (متوفی ۱۱۵۵ھ) نے حاشیہ علی التلویح تالیف کیا۔^۴

شرح التلویح پر چند مزید حواشی لکھنے والے علماء :

- ☆ علامہ ابوبکر بن ابی القاسم لیشی سمرقندی (متوفی ند)
 ☆ الفاضل معین الدین (متوفی ند) نے حاشیہ علی اوائل التلویح تالیف کیا
 ☆ شیخ الاسلام احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی (متوفی ۹۲۶ھ)
 ☆ شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ عماد الدین گجراتی (متوفی ۹۹۸ھ)
 ☆ شیخ نور الدین محمد بن صالح احمد آبادی
 ☆ علامہ زین الدین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)
 ☆ شیخ یعقوب بن حسن صری کشمیری (متوفی ۱۰۰۳ھ)
 ☆ مولوی عبدالسلام دیوی (متوفی ند)
 ☆ مصلح الدین مصطفیٰ معروف بہ حسان زادہ (متوفی ند)^۵

التوضیح کی شرح التلویح پر تعلیقات :

- ۱۔ حضرت شاہ بن عبداللطیف المنستوی روی حنفی (متوفی ۸۵۳ھ) نے تعلیقہ علی التلویح تالیف کیا۔^۱
 ۲۔ شیخ یوسف ہالی ابن شیخ یکان (متوفی ۸۹۵ھ) نے تعلیقہ علی اوائل التلویح تالیف کیا۔
 ۳۔ اسی طرح ان کے صاحبزادے محمد بن یوسف ہالی نے بھی تعلیقہ لکھا۔^۲
 ۴۔ مولیٰ عبدالکریم (متوفی ۹۰۰ھ تقریباً) نے اس کے اوائل پر تعلیقہ لکھا۔^۳
 ۵۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن محمد القسطلانی کسنتی حنفی (متوفی ۹۰۲ھ) نے تعلیقہ علی المقدمات الاربعہ من التلویح تالیف کئے۔^۴

۱۔ معجم الاصولین ۱/۲۰۳-۲۰۴ (۱۵۲) اس میں بحوالہ سلک الدرر ۱/۱۷۵-۱۸۱ مذکور ہے

۲۔ ہدیۃ العارفين ۵/۲۲۷، نزہۃ الخواطر ۶/۳۹ (۸۰)

۳۔ معجم الاصولین ۱/۲۸۸ (۲۳۱) نزہۃ الخواطر ۷/۸۵

۴۔ کشف الظنون ۱/۳۹۴، تذکرۃ المصنفین ص ۲۱۵-۲۱۷

۵۔ ہدیۃ العارفين ۱/۳۳۶، کشف الظنون ۱/۳۹۷

۶۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷

۷۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷، ہدیۃ العارفين ۶/۵۶۲

۸۔ ہدیۃ العارفين ۶/۳۳۳

۱۔ محمد بن مصلاح الدین مصطفیٰ بن الحاج حسن البالیگیری (متوفی ۹۱۱ھ) نے تعلیقہ علی مقدمات التلویح تالیف کئے۔^۱

۲۔ احمد بن سلیمان بن کمال پاشا (متوفی ۹۳۰ھ) نے تعلیقہ علی اوائل التلویح لکھا۔^۲

۳۔ ابن المعمار مصطفیٰ بن محی الدین محمد روی حنفی (متوفی ۹۷۱ھ) نے تعلیقہ علی حاشیۃ التلویح تالیف کیا۔^۳

۴۔ فاضل ابی السعہ محمد العمادی (متوفی ۹۸۳ھ) نے "غمرات الملیح" کے نام سے تعلیقہ علی مباحث فصر العام من التلویح تالیف کیا۔^۴

۵۔ احمد بن محمد شمس الدین بن بدر الدین الارزونی قاضی زادہ حنفی (متوفی ۹۸۸ھ) نے تعلیقہ علی التلویح تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفين کے الفاظ ہیں کہ انہوں نے تعلیقہ علی التلویح فی کشف حقائق التنبیج تالیف کیا۔^۵

۶۔ بدایہ بن محمد العلانی روی حنفی (متوفی ۱۰۳۹ھ) نے تعلیقہ علی التلویح لکھا۔^۶

نوام الدین الکرمانی حنفی (متوفی ۶۶۲ھ - ۷۴۸ھ)^۷

اصولی تھے۔ وہ ۷۲۰ھ میں مصر آئے، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی اور وہیں مقیم ہو گئے۔ شہرت حاصل ہوئی آپ کے شیوخ نے تفوق علمی کی گواہی دی، مصر میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے حاشیہ علی معنی الخبازی فی اصول الفقہ تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفين میں ہے "حاشیہ علی کشف الکشف الذہنی فی شرح المعنی فی الاصول" (یعنی انہوں نے اصول میں المعنی کی شرح الکشف الذہنی پر حاشیہ لکھا)۔^۸

نور الدین الارزونی شافعی (متوفی ۷۴۹ھ)^۹

فقیر، اصولی اور مفسر تھے۔ فخر الجاربردی تبریزی، شمس الدین الاصفہانی دمشقی وغیرہ سے استفادہ کیا، مدرسہ ناصریہ میں تدریس کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : حقائق الاصول شرح منهاج الاصول للبیضاوی^{۱۰}

۱۔ ہدیۃ العارفين ۲۲۵/۶ ج ۲ کشف الظنون ۱/۷۹۷

۲۔ ہدیۃ العارفين ۲۲۵/۶ ج ۳ کشف الظنون ۱/۷۹۸

۳۔ ہدیۃ العارفين ۲۲۵/۶ ج ۴ معجم الاصولین ۱/۲۳۶-۲۳۷ (۱۷۹)

۴۔ کشف الظنون ۱/۷۹۸، ہدیۃ العارفين ۶/۵۰۷

۵۔ ابوالفتح قوام الدین مسعود بن ابراہیم الکرمانی (متوفی ۱۲۶۳-۱۳۳۷ء) مصر میں وفات پائی

۶۔ ہدیۃ العارفين ۲۲۹/۶ ج ۱۵۶/۲ ۹ فرج بن محمد بن احمد ابی الفرج للارزونی التبریزی دمشقی متوفی ۱۳۳۹ء دمشق میں وفات پائی

۱۰۔ ابوالفتح الظنون ۳/۴۰۸، ہدیۃ العارفين ۵/۸۱۶، ج ۱۵۹/۲

قوام الدین الکاکی حنفی (متوفی ۷۴۹ھ) ^۱

فقہ اصولی تھے۔ علاء الدین عبدالعزیز بخاری اور حسام الدین النسائی سے اخذ علم کیا، قاہرہ میں تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ ^۲

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جامع الاسرار شرح المنار فی الاصول

۲۔ بیان الوصول فی شرح الاصول للبزدوی

شمس الدین الاصفہانی شافعی (متوفی ۶۷۴ھ-۷۴۹ھ) ^۳

اصولی، نحوی، ادیب، منطقی اور کاتب تھے۔ اپنے والد سے بھی تعلیم حاصل کی، حرین شرفین بیت المقدس اور شام کے علماء سے استفادہ کیا۔ دمشق میں تقی الدین نے آپ کے تفوق علمی کو بہت سراہا، کئی مشہور مدارس میں تدریس کی۔ ۷۳۲ھ میں امیر قوصون شیخ مجد الدین الافرائی نے ان کی خدمات میں ایک وفد بھیج کر مصر آنے کی درخواست کی۔ جب آپ مصر تشریف لے آئے تو قوصون نے ان کے لئے قرافہ میں خانقاہ تعمیر کروائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح بدیع النظام لابن الساعاتی فی الاصول

۲۔ شرح منهاج الوصول فی الاصول

۳۔ شرح منتهی السؤل والامل لابن حاجب ^۴ یہ شرح ”بیان المختصر“ کے نام سے ہے۔ محمد مظہر بقا تین مجلدات میں اس کتاب پر تحقیق پیش کی۔ اس کے مقدمہ میں مذکور ہے کہ یہ ان سات مشہور احسن الشروا میں سے ایک ہے جو ”السبع السیارة“ کے نام سے معروف ہیں۔ اس شرح کو علامہ اصفہانی نے خواجہ سید کا تصنیف کیا تھا۔ یہ کتاب مذکورہ تحقیق کے ساتھ پہلی بار ۱۴۰۶ھ، ۱۹۸۶ء میں جامع أم القری، مکتہ المکرمہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔

۱۔ قوام الدین محمد بن محمد بن البخاری الکاکی کی متوفی ۱۳۳۸ء۔ قاہرہ میں وفات پائی

۲۔ الفوائد الجلیہ ص ۸۶/۱، ۱۵۷

۳۔ ابوالثناء شمس الدین، محمود بن عبدالرحمن بن احمد بن محمد بن ابو بکر بن علی الاصفہانی (۱۲۷۵ء-۱۳۳۸ء) اصفہان میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۰۹، الفتح المبین ۲/۱۵۸

یحییٰ بن حمزہ المؤید الزیدی (متوفی ۶۶۹ھ - ۷۴۹ھ)
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "نہایۃ الوصول الی علم الاصول" تالیف کی۔^۱

محمد بن احمد الترکمانی حنفی (متوفی ۷۵۰ھ)
مفتی و مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : خبازی کی اصول فقہ میں کتاب "المعنی" کی شرح لکھی اور اس کا نام "الکاشف الممدنی فی شرح المعنی" رکھا۔^۲

علی بن عثمان، ابن الترکمانی حنفی (متوفی ۷۸۳ھ - ۷۵۰ھ)^۳

فقہ اصولی، محدث، مفسر فہرستی، ریاضی داں، شاعر اور مؤرخ تھے۔ قاہرہ میں تدریس، افتاء اور قضاء کے منصب پر فائز رہے۔
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المعدن" فی اصول الفقہ تالیف کی۔ تاج التراجم میں لکھا ہے : "ولہ سعدیۃ فی اصول الفقہ" (اصول فقہ میں ان کی کتاب "سعدیۃ" ہے)^۴

ابن قیم الجوزیہ حنبلی (متوفی ۶۹۱ھ - ۷۵۱ھ)^۵

فقہ، اصولی، محدث، نحوی اور ادیب تھے۔ صفی الہندی اور ابن تیمہ سے اصول کی تعلیم حاصل کی، مگر ابن تیمہ سے زیادہ وابستگی اور محبت کی بناء پر ان کے اقوال و احوال میں کثیر مواقع پر ان کی تقلید کی اور ان کے مذہب کی اعانت و حمایت کرتے ہوئے ان کی کتب کو مزید نکھارا اور ان کے علم و افکار کا پرچار کیا۔ آپ کے تلامذہ کی طرح آپ کی تصنیفات کا شمار بھی مشکل ہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں "اعلام الموقعین عن رب العالمین" تالیف کی جو مشہور زمانہ کتاب ہے۔^۶
ابن قیم اپنی اس کتاب میں دوران بحث کثرت سے دلائل دیتے ہیں۔ وہ فقہاء کی آراء کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کی صحت اور عدم صحت کا تجزیہ کرنے کے بعد جسے حق سمجھتے ہیں اختیار کر لیتے ہیں، بصورت دیگر چھوڑ دیتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اپنے مختار مذہب پر دلائل دینے کے بعد مخالف کی آراء پیش کر کے اس کا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ مخالف آراء کی تغلیط و تردید کے بعد مضبوط و مستحکم علمی دلائل سے پیش آمدہ کو ثابت کرتے ہیں۔ نصوص ان کی بحث کا مرکز

۱۔ السید یحییٰ بن حمزہ بن علی بن ابراہیم بن محمد بن ادیس العلوی السخی، صنعاء میں ولادت اور حران میں وفات پائی۔ ہدیۃ العارفین ۵۲۶/۶۔

۲۔ محمد بن احمد بن ابی بکر، شیخ شمس الدین الترکمانی، طرابلس میں منتقل کئے گئے اور غالباً وہیں انتقال ہوا ہوگا۔ تاج التراجم۔ ص ۵۹۔ ۶۰ (۱۷۶)۔

۳۔ ابن الترکمانی علاء الدین علی بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان الماردینی (۱۲۸۳ء/۱۳۳۹ء)۔

۴۔ تاج التراجم۔ ص ۳۳ (۱۳۰)، ہدیۃ العارفین ۷۲۰/۵، الفتح المبین ۱۶۰/۲۔

۵۔ ابن قیم جوزیہ شمس الدین محمد بن ابوبکر بن ایوب بن سعد بن حریر الزرعی دمشقی (۱۲۹۲ء/۱۳۵۰ء) دمشق میں ولادت وفات ہوئی۔

۶۔ الفتح المبین ۱۶۱/۲۔

موجود ہوتا ہے۔ وہ فقہاء کے افکار و خیالات کا منصفانہ جائزہ لیتے ہیں اور تقلید کی موافقت نہیں کرتے۔ وہ جن اصولوں پر استنباط مسائل کے وقت اعتماد کرتے ہیں وہ یہ ہیں : کتاب و سنت، اجماع، فتاویٰ صحابہ کرام، قیاس، استصحاب الاصل، مصالحہ مرسلہ، سد الذرائع۔

جمال الدین الخراطی حنفی (متوفی ۷۵۲ھ۔ بعدہ)^۱

مؤلفات اصولیہ..... انہوں نے "اقتباس الانوار فی شرح المنار للنسفی" تالیف کی اور انہوں نے ۷۵۲ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔^۲

احمد بن حمید الحارثی زیدی (متوفی ۷۵۲ھ بعدہ)^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "قسطرة الوصول الی تحقیق جوہرۃ الاصول" تالیف کی۔ درحقیقت یہ کتاب "جوہرۃ الاصول و تذکرۃ الفحول" کی شرح ہے۔ وہ اس کی تالیف سے ۷۵۲ھ میں فارغ ہوئے تھے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ جامع الکبیر صنعاء میں نمبر ۳۷ اصول فقہ میں موجود ہے۔^۴

زین الدین العجمی حنفی (متوفی ۷۵۳ھ)

فقہ و اصول میں ممتاز آئمہ حنفیہ میں شمار ہوتے تھے۔ تدریس، افتاء اور منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح "مختصر المنتہی لابن الحاجب" تالیف کی۔^۵

ابن الفصحیح الہمدانی حنفی (۶۸۰ھ۔ ۷۵۵ھ)^۶

فقہ، اصولی اور نحوی تھے۔ جامع معقول و منقول تھے۔ فقہ میں مہارت تامہ حاصل کی۔ مشہد ابو حنیفہ بغداد میں ایک طویل عرصہ تک تدریس کرتے رہے۔ مستنصریہ میں بھی تدریس کی، پھر دمشق تشریف لے آئے، جہاں دمشق نائب الامیر نے ان کی عزت افزائی کی۔ آپ کی کتب فقہ، اصول و فرائض پر مشتمل ہیں جن میں اسلاف کی کتابوں کا منظوم کیا گیا ہے۔

مؤلفات اصولیہ : نظم "المنار" فی اصول الفقہ۔ اس منظوم کتاب میں ۹۰۳ ابیات ہیں۔ اس کا ایک نسخہ مکتبۃ العربیہ، دمشق میں اصول فقہ کی فہرست میں موجود ہے۔^۷

۱۔ جمال الدین یوسف بن قوامی الحنفی، ہدیۃ العارفین ۶/۵۵۷

۲۔ احمد بن حمید بن سعید الحارثی زیدی معجم الاصولیین ۱/۱۱۷ (۸۲)

۳۔ زین الدین عضد الدین متوفی ۱۳۵۲ء، الفوائد اربعہ۔ ص ۷۷-۷۸، الفتح السبعین ۲/۱۶۳، معجم الاصولیین ۲/۱۱۰ (۳۲۷)

۴۔ ابوبطالع فخر الدین احمد بن علی بن احمد، ابن الفصحیح الہمدانی (۱۲۸۱/۱۳۵۴ء)، دمشق میں وفات پائی۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۱، تاریخ التراجم۔ ص ۱۳-۳۱، الطبقات السنیہ ۱/۳۵۷-۳۶۰ (۲۳۸)، الفوائد اربعہ۔ ص ۲۶، الفتح السبعین

۲/۱۶۳، معجم الاصولیین ۱/۱۶۷ (۱۱۸)

زین الدین الموصلی شافعی (متوفی ۶۸۱ھ - ۷۵۵ھ) ^۱

فقہ، اصولی، نحوی، مقرر، ادیب اور شاعر تھے۔ سید رکن الدین الاسترآبادی سے فقہ و اصول کی تعلیم حاصل کی۔ دمشق، بغداد اور علمائے حریمین شریفین سے فیض حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول ۲۔ شرح البدیع لابن الساعاتی فی الاصول ^۲

ابن حمید شافعی (متوفی ۷۵۵ھ)

انہوں نے "البرق اللامع فی ضبط الفاظ جمع الجوامع للسیکی" تالیف کی۔ ^۳

تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۶۸۳ھ - ۷۵۶ھ) ^۴

فقہ، مفسر، حافظ، اصولی، نحوی، مقرر، بیانی اور جدلی تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم علماء الباجی سے حاصل کی۔ اسکندریہ، بغداد، دمشق، حریمین شریفین اور قاہرہ کے علمی سفر کئے۔ شام میں منصب قضاء پر فائز رہے۔ تقریباً بیڑھ سو کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول کی کتاب "جمع الجوامع" میں آپ کی اصول پر آراء نقل کی گئی ہیں۔ دراصل یہ ان کے صاحبزادہ تاج الدین السبکی کی تالیف ہے۔ ^۵

الایہاج فی شرح المنہاج، اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : "الحمد لله الذی انس بنیان دینہ علی قیث قواعد" شارح تقی الدین مصنف بیضاوی کے قول : "المسألة الرابعة وجوب الشی ما لا یتیم الا به وکان مقدوراً لواجب ان یتناول کل واحد فهو فرض عین" تک کی شرح لکھ سکے تھے، پھر اس کے بعد شارح کے صاحبزادہ صاحب جمع الجوامع تاج الدین ابونصر عبدالباب بن علی السبکی متوفی ۷۷۷ھ نے اسے مکمل کیا۔ یہ شرح مصر سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب ^۶

عضد الدین الایچی شافعی (۷۰۸ھ - ۷۵۶ھ) ^۷

اصولی، منطقی، متکلم و ادیب تھے۔ اپنے شہر کے علماء سے تحصیل علم کے بعد مدینہ سلطانیہ چلے گئے اور وہاں کافی عرصہ تک مقیم رہے۔ شیخ شمس الدین الکرمانی، سعد الدین آشتنازانی صاحب التلویح آپ کے شاگرد تھے۔ امیر کرمانی نے ان سے کسی مسئلہ پر مناقشہ کرنے کی پاداش میں قید کا حکم سنایا، اسی قید خانہ میں انتقال فرمایا۔

۱۔ ابوالحسن زین الدین علی بن الحسین بن القاسم بن منصور بن علی الموصلی (۱۲۸۲/۱۳۵۴ء) موصِل میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۲/۵، الفتح المبین ۱۶۵/۲

۳۔ محبت الدین ابوالطیب محمد بن علی بن احمد المکی المصری، ابن حمید، البیاض المکنون ۱۷۶/۳

۴۔ ابوالحسن تقی الدین علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسی السبکی (۱۲۸۳/۱۳۵۵ء) سبک میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی۔

۵۔ الفتح المبین ۲/۱۶۸-۱۶۹، الفوائد السبکیہ - ص ۳۴ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۲/۵

۷۔ ابوالفضل عضد الدین عبد الرحمن بن احمد بن عبد الغفار بن احمد الایچی (۱۳۰۸/۱۳۵۵ء) قارس میں ولادت و وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : ”شرح مختصر ابن حاجب“، یہ مختصر کی احسن شروح میں سے ایک ہے۔

حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب : سعد الدین تفتازانی حنفی یا شافعی (متوفی ۷۹۱ھ) نے جو عضد الدین کے شاگرد بھی تھے، اس شرح پر حاشیہ لکھا۔^۱

مجد الدین اسماعیل البالی شافعی (۶۶۲ھ/۷۵۶ھ)^۲

فقہ، اصولی تھے۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ کم عمری میں ہی فارس میں رنارمۃ القضاء کا منصب دیا گیا مگر صرف چھ ماہ بعد ہی معزول کئے گئے مگر دوبارہ بحال کر دیئے گئے اور ایک طویل مدت تک مستقل یہ خدمت انجام دیں۔ مذہب رضی قبول نہ کرنے پر اذیت میں مبتلا کئے گئے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح مختصر المنتھی لابن الحاجب تالیف کی۔^۳

ابراہیم بن اسحاق المناوی شافعی (متوفی ۷۵۷ھ)^۴

اپنے چچا ضیاء الدین سے فقہ حاصل کیا۔ ابراہیم مناوی، تاج الدین المناوی کے بھائی اور قاضی القضاہ صدر الدین کے والد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : حاجی خلیفہ نے کہا : ”شرح المعالم فی اصول الفقہ للفضہ الرازی“ اور الدرر الکبیر میں ہے : ”قال شیخنا ابن الملقن شرح المعالم فی الاصول وقرأت علیہ قطعة منه“۔^۵

شرف الدین الارموی شافعی (۶۹۱ھ-۷۵۷ھ)^۶

مذہب شافعی پر فقہ حاصل کیا لغت عربیہ اور اصول کی تعلیم حاصل کی اور اس میں کمال پیدا کیا۔ مشہد الحسینی میں تدریس کی فقہ الشافعیہ کے منصب پر فائز ہوئے، مذکورہ عالم میں سے تھے تاج الدین اسکی نے اپنی طبقات میں ان کی بہت تعریف کی ہے۔
مؤلفات اصولیہ : شرح المعالم فی اصول الفقہ^۷

محب الدین القونوی شافعی (۷۱۹ھ/۷۵۸ھ)^۸

فقہ، اصولی اور نحوی تھے۔ اپنے زمانے کے مشائخ مثلاً الاصبہانی وغیرہ سے علم حاصل کی، صرف ۳۹ سال عمر پائی۔ امام اسنوی نے ان سے متعلق فرمایا :

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۲۷-۶/۲۲۹، انباء الغر با نباء العرب ص ۳۸۹-۳۹۰، الفتح المبین ۲/۱۶۶-۲/۲۰۶، معجم الاصولیین ۲/۱۷۳ (۲۰)

۲۔ ابواب ابراہیم مجد الدین قاضی القضاۃ اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل النکی الشرازی البالی (۱۱۶۷ء-۱۳۵۵ء)، فارس میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۵-۱ میں ان کا نام مجد الدین اسماعیل بن یحییٰ الرازی اور تاریخ وفات ۵۰ھ مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۴، الفتح المبین ۲/۱۶۷، معجم الاصولیین ۱/۲۷۳ (۲۱۹)

۴۔ ابراہیم بن اسحاق بن ابراہیم شرف الدین المنادی متوفی ۱۳۵۶ء۔ مصر میں وفات پائی۔

۵۔ کشف الظنون ۲/۱۷۲۷، الدرر الکامنه ۱/۱۷۷ (۲۷)، معجم الاصولیین ۱/۲۷۷ (۷)

۶۔ ابوالحسن شرف الدین علی بن الحسن بن علی بن الحسن بن علی بن محمد الحسینی الارموی، نقیب الاشرف، ابن قاضی عسکر (۱۲۹۲ء/۱۳۵۶ء) غالباً مصر میں وفات پائی۔

۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۱۴، الفتح المبین ۲/۱۷۷

۸۔ ابولثنا محبت الدین محمود بن علی بن اسماعیل بن یوسف التمریزی القونوی (۱۳۱۹ء/۱۳۵۷ء)۔ مصر میں ولادت و وفات ہوئی۔

”کان محب الدین عالما بالفقہ و اصولہ فاضلا فی العربیۃ متعبدا صحیح الذہن قلیل الاختلاط بالناس انتفع بہ کثیرون وقد اسندت الیہ الفتا و التدیس و کان یعقد درسہ بالشریفیۃ و غیرہا و تولی مشیخۃ الخانقاہ الدواداریۃ“۔

(محب الدین فقہ و اصول کے عالم، علم لغت عربیہ کے فاضل، عابد، فقیہ سلیم رکھنے والے اور لوگوں سے کم ملنے جلنے والے شخص تھے۔ بہت سے لوگوں نے اُن سے استفادہ کیا، فتاویٰ و تدریس میں سند مانے جاتے، شریفیہ وغیرہ میں تدریس کرتے تھے اور خانقاہ الدواداریہ کے شیخ تھے)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول“ تالیف کی۔^۱

امیر کاتب الاتقانی حنفی (۶۸۵ھ/ ۱۲۸۵ھ)

اپنے شہر میں علم حاصل کرنے کے بعد دمشق اور مصر تشریف لائے، وہاں تدریس بھی کی، بغداد میں منصب قضا پر فائز کئے گئے۔ امام ذہبی کی وفات کے بعد دارالحدیث الظاہریہ میں مدرس ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے ”التبیین“ شرح المنتخب للاخمسکی فی الاصول تالیف کی، وہ اس کی تالیف سے ۷۱۶ھ میں فارغ ہوئے۔ دکتور مظہر بقاء نے مختلف مکتبوں میں اس کے نسخوں کی موجودگی کا ذکر کیا ہے۔

۲۔ ”الشامل“ شرح اصول البزدوی دارالکتب مصریہ میں اس کے آٹھ نسخے ۲۰۸، ۲۰۹ نمبر کے تحت موجود ہیں اس میں مؤلف کا خط ناقص ہے۔^۲

ابراہیم الطرسوسی حنفی (۷۲۰ھ- ۷۵۸ھ)

فقہ، اصول، درس و افتاء و مناظرہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اپنے والد کے بعد دمشق میں قاضی القضاۃ بنائے گئے۔ شام کے شیخ الحنفیہ تھے، تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : رفع الکلفۃ عن الاخوان فی ذکر ما قدم فیہ القیاس علی الاستحسان۔^۳

ابوالعباس البجائی مالکی (متوفی ۷۶۰ھ بعدہ)

اصولی اور مغرب تھے۔ شیوخ مغرب سے علم حاصل کیا، شہرت پائی۔ ابن خلدون ان کے شاگرد تھے۔

۱۔ بدیع العارفین ۶/ ۱۶۰، الفتح المبین ۲/ ۱۷۱

۲۔ البصیفۃ قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر بن امیر غازی الفارابی الاتقانی (۱۲۸۶ھ/ ۱۳۵۷ھ) ماوراء النہر میں ولادت ہوئی۔

۳۔ الفوائد المبیہہ۔ ص ۵۰-۵۲، الفتح المبین ۲/ ۱۷۲، معجم الاصولیین ۱/ ۲۸۵-۲۸۶ (۲۲۸)

۴۔ اسحاق نجم الدین ابراہیم بن علی بن احمد بن عبد الواحد بن عبد المعصم بن عبد الصمد الطرسوسی (۱۳۲۰ھ/ ۱۳۵۷ھ)، تاج التراجم۔ ص ۳ (۵)

۵۔ الطبقات السنیہ ۱/ ۲۳۶-۲۳۸، الفوائد المبیہہ۔ ص ۱۰، معجم الاصولیین ۱/ ۳۵-۳۷ (۱۶)

۶۔ ابوالعباس احمد بن اور لیس البجائی متوفی ۱۳۵۹ھ، بعدہ مغرب کے شہر بجایہ سے تعلق تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح علی مختصر المنتہی“ لابن الحاجب فی الاصول تالیف کیا۔
الذیاج میں اس طرح ہے : ولد تعلیق علی ”بیوع الاجال“ من مختصر ابن الحاجب۔^۱

صلاح الدین العلانی شافعی (۶۹۳ھ/۷۷۱ھ)^۲

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب، متکلم تھے۔ حصول علم اور علماء سے ملاقات کی غرض سے طویل سفر کئے اور بہت سے اساتذہ سے استفادہ کیا، ان کے شیوخ تعداد سات سو تک پہنچتی ہے۔ حدیث، فرائض و اصول وغیرہ میں کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب ”تلفیح الفہوم فی تنقیح صیغ العموم“ تالیف کی۔ یہ کتاب مکتبہ الازھر، مکتبہ ریاض العلمیہ اور مکتبہ الجامعہ مدینۃ الاسلامیہ، مدینۃ المنورہ میں موجود ہے۔

۲۔ تفصیل الاجمال فی تعارض الاقوال والافعال، دارالکتب مصریہ میں ۱۳۵ مجامع میں موجود ہے۔

۳۔ تحقیق المراد فی ان النہی یقتضی الفساد۔^۳

ابن ابراہیم حنبلی (۷۰۸ھ-۷۶۳ھ)^۴

فقیہ، اصولی اور نظارت تھے۔ امام المزی، الذہبی وغیرہ سے علم حاصل کیا، قاضی القضاۃ جمال الدین المرادی کے قائم مقام کی حیثیت سے کام کیا۔ ابوالبقاء السبکی، ابن القیم اور تقی الدین ابن تیمیہ وغیرہ نے ان کی علمی شان و رفعت کا اعتراف کیا ہے۔ کئی علوم پر جامع کتابوں کے مصنف تھے، مثلاً نحو میں المنقح کی شرح لکھی جو تیس جلدوں میں ہے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ایک عظیم کتاب تالیف کی جو مختصر ابن حاجب کی طرز و طریقہ پر ہے۔^۵

عماد الدین الاسنائی شافعی (متوفی ۷۶۳ھ)^۶

اصول و فقہ و اصول الدین، خلاف، جدل، تصوف میں شہرت پائی اور ان فنون میں اپنے زمانے میں یکتا تھے۔ اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی پھر قاہرہ و شام کے علماء سے استفادہ کیا۔ صاحب فتح المبین نے عماد الدین کے بھائی کی طبقات کے حوالہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا : ”کان فقیہا اماما فی علم الاصلین والخلاف والجدل“

۱۔ الذیاج۔ ص ۱۳۸، فتح المبین ۱/۷۴، معجم الاصولیین ۱/۹۰ (۵۹)

۲۔ ابوسعید صلاح الدین غلیل بن کیکری بن عبد اللہ العلانی دمشقی (۱۲۹۵ء/۱۳۵۹ء)، دمشق میں ولادت اور قدس میں وفات پائی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۱، فتح المبین ۲/۷۵، معجم الاصولیین ۱/۹۶-۹۷ (۳۳۵)

۴۔ ابوعبد اللہ شمس الدین محمد بن محمد بن مفرح المقدسی الصالی الرامنی (۱۳۰۸ء/۱۳۶۲ء)، بیت المقدس میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

۵۔ فتح المبین ۲/۷۶۔ ۶۔ عماد الدین محمد بن الحسن بن علی بن عمر القرشی الاموی السنائی المصری متوفی ۱۳۶۳ء۔ مصر میں وفات پائی۔

و علم التصوف “ (وہ فقیہ تھے، علم اصولیین، خلاف، جدل و علم التصوف میں امام تھے) قاہرہ میں قائم مقام قاضی رہے۔ مختلف موضوعات پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : قاضی بیضاوی کی المنہاج کی شرح لکھی جسے بعد میں ان کے بھائی نے مکمل کیا۔^۱

عبدالوہاب المراغی الاخمیمی شافعی (۷۰۰ھ/۷۴۶ھ)^۲

اصولی و متکلم تھے۔ قاہرہ میں شیخ تقی الدین السبکی شافعی (متوفی ۷۵۶ھ)، شارح المنہاج وغیرہ سے حصول علم کے بعد شام جا کر رہیں گئے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔^۳

ناصر الدین القونوی حنفی (۶۷۹ھ/۷۶۳ھ)^۴

اصولی، مفسر، محدث، مناظر، نحوی و لغوی تھے۔ ۷۵۹ھ میں قاہرہ پھر حجاز مقدس تشریف لائے اور وہاں سے شام واپس آ گئے۔ ان سارے اسفار میں وہ فتویٰ، درس و تصنیف کا کام انجام دیتے رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”قدس الاسرار فی اختصار المنار فی الاصول“ تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : ”شرح قدس الاسرار مختصر المنار فی الاصول“ میں ہے۔ تاج التراجم میں لکھا ہے : ”وشرح المنار واختصر الاصل وسماه قدس الاسرار“۔^۵

شہاب الدین العینتابی حنفی (۷۰۵ھ/۷۶۷ھ)^۶

فقہ و اصولی تھے۔ اپنے زمانے کے کبار علماء سے علم حاصل کیا اور ان سے بے شمار فقہاء نے استفادہ کیا۔ دمشق میں قاضی العسکر رہے، تدریس و فتویٰ کا کام انجام دیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے عمر النجاشی (متوفی ۶۷۱ھ) کی کتاب ”المغنی فی اصول الفقہ“ کی شرح لکھی اور اس کا نام ”فتح المجنی“ رکھا۔ اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ”الحمد راس شکرک اللہم یا من ہو المحمود بكل لسان“ الخ۔ صاحب تاج التراجم نے لکھا کہ انہوں نے المغنی فی اصول الفقہ تالیف کی جس کا نام ”شرح المجمع المنبع“ رکھا۔^۷

۱ الفہمین ۱۷۷/۲ ۲ بہاء الدین عبدالوہاب بن عبدالولی بن عبدالسلام المراغی المصری ہارون الاخمیمی دمشقی (۱۳۰۱ء/۱۳۶۳ء)۔

۳ ہدیۃ العارفین ۵۰۳/۶، الفہمین ۱۷۹/۲

۴ ناصر الدین محمد بن احمد بن عبدالعزیز دمشقی القونوی، ابن ربوہ (۱۳۸۰ء/۱۳۶۳ء)۔ شام میں وفات پائی۔

۵ ہدیۃ العارفین ۱۶۲/۶، تاج التراجم۔ ص ۶۱ (۱۸۰)، الفہمین ۱۷۸/۲

۶ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ابراہیم بن ایوب الحلبي العینتابی دمشقی (۱۳۰۵ء/۱۳۶۶ء)۔ حلف میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔ ۷ (الف) کشف الظنون ۱۷۹/۲، ہدیۃ العارفین ۱۱۲/۵، الطبقات السیہ ۱/۲۹۷-۲۹۸، الفوائد السیہ

۸ الفہمین ۱۸۱/۲، معجم الاصولیین ۷۴/۱-۷۵ (۷۷) ۹ تاج التراجم۔ ص ۱۱ (۲۳)

ابن عسکر البغدادی مالکی (۷۰۱ھ/۷۶۷ھ)^۱

فقہ، اصولی، نظائر، متکلم، منطقی اور نحوی تھے۔ اپنے والد سے تعلیم حاصل کی، معقول و منقول میں جامع تھے۔ بغداد اور دیگر مقامات پر قاضی رہے، مدرسہ مستنصریہ میں مدرس تھے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح المختصر ابن الحاجب فی اصول
۲۔ اجوبہ اعتراضات لابن حاجب^۲
البحمدی ابوالضیاء مالکی (متوفی ۷۶۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "التوضیح فی شرح منتهی السؤل والامہل لابن حاجب" تالیف کی۔
جلال الدین الکرلانی حنفی (متوفی ۷۶۷ھ)

الفوائد السبعیہ میں ہے :

"کان عالما فاضلا تضرب به الامثال وتشد الیہ الرحال"

(عالم فاضل تھے۔ ان کی مثال دی جاتی اور ان کی طرف سفر باندھے جاتے ہیں)

انہوں نے صاحب کشف الاسرار الملیر دوی، عبدالعزیز بخاری وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "الشافعی شرح اصول البزدوی" تالیف کی۔ معجم الاصولیین میں اس کے مختلف مقامات پر نسخوں کی نشاندہی کی گئی۔^۳

احمد بن النقیب (۷۰۲ھ/۷۶۹ھ)

فقہ، قرأت، تفسیر، اصول و نحو کے عالم تھے، ادیب و شاعر بھی تھے۔ بہت سے حج کئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نکت المنہاج" تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔^۴

محمد بن عبداللہ الشبلی حنفی (۷۱۲ھ/۷۶۹ھ)

انہوں نے شرح القدوری تالیف کی اور اس کا نام "الینایع فی معرفۃ الاصول والتفاریع" رکھا۔ نام سے لگنا ہے کہ اس میں اصولی بحثیں بھی کی گئی ہوں گی۔^۵

۱۔ ابو عبداللہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن ابن عسکر البغدادی (۱۳۰۲ھ/۱۳۶۶ء)۔ بغداد میں وفات پائی۔

۲۔ الدبیاج۔ ص ۳۱۶۔ ۳۱۷، فتح المبین ۱۸۰/۲ ۳۔ ابوالضیاء بن اسحاق بن موسیٰ البحدی المصری متوفی ۱۳۶۶ء، ہدیۃ العارفین ۳۵۲/۵

۴۔ جلال الدین بن شمس الدین لخوازی الکرلانی (متوفی ۱۳۶۵ء)، الفوائد السبعیہ ص ۵۸۔ ۵۹، معجم الاصولیین ۱۹/۲ (۲۳۸)

۵۔ ابوالعباس، شہاب الدین احمد بن نووہ بن عبداللہ المصری (۱۳۰۲ھ/۱۳۶۸ء)۔ ابن النقیب سے معروف تھے، مصر میں وفات پائی۔ الفہم ابن ابی

فی ملوک مصر والقہارہ، جمال الدین ابی المحاسن یوسف بن تخری بردی الاتاکی ۸۱۳ھ۔ ۸۷۳ھ، ۱۱/۱۱۔ انہوں نے ۷۶۹ھ کے واقعات میں

ذکر کیا۔ مصر وزارت الثقافہ والرشاد۔ ۶۔ محمد بن عبداللہ ابو عبداللہ قاضی القضاۃ بدر الدین بن ابی البقاء الشبلی۔ تاج التراجم۔ ص ۶۳ (۱۸۹)

محمود ابن احمد ابوالثناء القنوی (متوفی ۷۷۱ھ)

۷۵۹ھ میں دمشق میں قاضی رہے، معزول کئے گئے اور پھر ۷۶۶ھ میں دوبارہ اس منصب پر بحال کئے گئے۔
ریحانیہ میں تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب "المنتہی فی شرح المغنی فی اصول الفقہ" ان کی شاہکار تالیف ہے۔^۱

تاج الدین السبکی شافعی (۷۷۱ھ/۷۷۱ھ)

فقہ، اصولی اور مؤرخ تھے۔ اپنے والد علی بن عبدالکافی (متوفی ۷۵۶ھ)، حافظ المزی اور امام ذہبی سے تعلیم حاصل کی۔ صرف اٹھارہ برس کی عمر میں مسند افتاء پر بیٹھے۔ ۷۵۶ھ میں منصب قضا کی ذمہ داری سنبھالی، آزمائش بھی آئی، معزول و قید ہوئے پھر برأت ظاہر ہو جانے پر اسی منصب پر باعزت بحال کر دیئے گئے۔ متعدد مشہور مدارس میں تدریس کی، کم عمری سے ہی مختلف علوم و فنون میں تصنیف و تالیف کا آغاز کر دیا تھا مثلاً طبقات الفقہاء الکبریٰ (چھ اجزاء میں)، الوطی (ایک ضخیم جلد)، صغریٰ (ایک چھوٹی جلد) بھی آپ کی مشہور کتب میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ رفع الحاجب عن مختصر ابن الحاجب کے نام سے دو جلدوں پر محیط کی شرح مختصر ابن الحاجب کی شرح تالیف کی۔ ابن سبکی نے الاشباہ والنظائر فی فروع الفقہیہ (جو شیخ عادل احمد عبدالموجود اور شیخ محمد عوض کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے) میں رفع الحاجب کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔
- ۲۔ الابہاج فی شرح منہاج البیضاوی فی الاصول، یہ کتاب ان کے والد اور ان کی مشترک تالیف ہے۔ ان کے والد صرف "مقدمة الواجب" تک شرح کر سکے تھے پھر اس کتاب کو تاج الدین سبکی نے مکمل کیا۔ یہ کتاب دکتور شعبان محمد اسماعیل کی تحقیق سے شائع ہو چکی ہے۔
- ۳۔ جمع الجوامع فی اصول الفقہ۔

۴۔ منع الموانع۔ کتاب "الاشباہ والنظائر" میں ابن سبکی نے اس کتاب کو بھی اپنی طرف منسوب بتایا ہے اور اس کتاب کا ایک خطی نسخہ جامعہ امام محمد بن سعود میں اور ایک نسخہ خطیہ مکتبہ الازھر یہ میں ۱۳۵۱ھ کے تحت بھی موجود ہے۔ اور یہ مصر سے ۱۳۲۲ھ میں طباعت قدیمہ میں چھپ چکی ہے۔ منع الموانع میں ابن السبکی ان سوالات کے جوابات زیر بحث لاتے ہیں جو جمع الجوامع پر وارد ہوئے تھے اور حاجی خلیفہ نے اس کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ شمس الدین محمد بن محمد الاسدی الغزالی شافعی (متوفی ۸۰۸ھ) نے جمع الجوامع کے متن پر مناقشات اور اعتراضات لکھ کر صاحب جمع الجوامع کو روانہ کر دیئے، جن کا نام "البروق اللوامع" رکھا۔

۱۔ محمود بن احمد بن مسعود جمال الدین ابوالثناء القنوی دمشقی۔ دمشق میں وفات پائی۔ تاج التراجم۔ ص ۷۰۔ ۷۱۔ (۲۱۳)

۲۔ ابوالفضل قاضی القضاۃ تاج الدین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ ابن تمام السبکی (۱۳۲۷ھ/۱۳۶۹ء)۔ قاہرہ میں ولادت اور دمشق میں وفات ہوئی۔

جب تاج الدین سبکی نے اس تحریر کا مطالعہ کیا تو ان کی تعریف کی اور ان کے جوابات بنام ”منع الموانع عن جمع الجوامع“ لکھ ڈالے۔ ابن العماد نے شذرات میں منع الموانع کو جمع الجوامع کی شرح بتایا ہے حالانکہ یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی۔

۵۔ القواعد المشتملة على الاشباه والنظائر^۱۔

کتاب ”جمع الجوامع“ کا تحقیقی تجزیہ : رجال کی مختلف کتابوں میں اس کا مختلف طرح سے ذکر ملتا ہے مگر ان سب کی مراد ابن سبکی کی ایک ہی کتاب کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں :

۱۔ جمع الجوامع فی الاصلین والجدل والتصوف ۲۔ جمع الجوامع فی الاصلین

۳۔ جمع الجوامع فی اصول الفقہ

ان میں سے تیسرا قول یعنی جمع الجوامع فی اصول الفقہ رائج معدوم ہوتا ہے۔ اس کی چند مندرجہ ذیل وجوہات بھی ہو سکتی ہیں :

۱۔ ان سبکی کے تراجم میں زیادہ تر حضرات نے اس نام کا اسی طرح ذکر کیا۔

۲۔ کتاب کا اکثر حصہ مباحث اصول فقہ میں ہے اور مباحث اصول الدین بہت کم ہیں۔

۳۔ تاج الدین ابن سبکی نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں فرمایا :

”اعلم ان لنا فی اصول الفقہ مصنفات اشتملت علی قدر کبیر من الفروع المخرجة علی الاصول ، من نظره عرف انا لم نسبق الیه ، ومن احاط بما فی کتبنا الاربعة وهی : ”شرح مختصر ابن الحاجب ، و شرح منهاج البیضاوی و المختصر المسمی جمع الجوامع.....“۔^۲

(جان لو کہ بیشک ہماری اصول فقہ میں کئی تصنیفات ہیں جن کا بڑا حصہ فروع سے اصول کی تخریج پر مشتمل ہے۔ جو غور و فکر کرتا ہے وہ جان لے گا کہ اس کی طرف سب سے پہلے ہم نے قدم نہیں بڑھایا اور وہ جس نے ہماری چار کتابوں کا احاطہ کیا اور وہ چار کتابیں ”شرح مختصر ابن الحاجب ، و شرح منهاج البیضاوی و المختصر جو جمع الجوامع کے نام سے موسوم ہے.....“)

یہاں ابن سبکی نے جمع الجوامع کو مصنفات اصول فقہ میں سے بتایا ہے۔

کتاب ”جمع الجوامع“ میں تاج الدین سبکی کا منہج :

۱۔ مباحث، فصول اور مسائل کو انتہائی اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

۲۔ جمع مسائل اصول فقہ بیان کرتے ہوئے بعض ایسی اشیاء کا بھی اضافہ کر دیتے ہیں جنہیں ان سے پہلے کے اصولیین نے بیان نہیں کیا ہوتا۔ شارح حلو لو نے اپنی شرح کے دوران ان مقامات کی نشاندہی کی ہے۔

۳۔ مصطلحات اصولیہ کی تعریف اور ان کے تبیین بغیر طوالت کے کرتے ہیں۔

- ۴۔ ان مسائل اصولیہ کو ذکر کرتے ہیں جن میں اصولیین کا اختلاف واقع ہوا ہے۔
- ۵۔ بعض مسائل میں اقوال کے ساتھ ساتھ قائل کا بھی ذکر کر دیتے ہیں مگر وہ ایسا کم ہی کرتے ہیں۔
- ۶۔ صرف اقوال کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں اور بہت کم ہی ان کے دلائل ذکر کرتے ہیں۔
- ۷۔ اگر کہیں خلاف لفظی ہو تو اس کو ذکر کرتے ہیں۔
- ۸۔ صرف کتب اصولیہ کے اصل مراجع سے ہی نقل کرنے کی پابندی کرتے ہیں اور کسی قول کو کسی شخص کی طرف اس وقت تک منسوب نہیں کرتے جب تک کہ قائل نے خود اپنی کتاب میں اسے نقل نہیں کیا ہوتا، یا اس کے کسی شاگرد نے ان کا قول نقل نہیں کیا ہوتا۔

بہر حال مذکورہ منہج کی بنا پر اس کتاب کو تالیف کے بعد سے عصر حاضر تک ہر دور میں خصوصی اہمیت حاصل رہی کیونکہ وہ مولفہ کے جمیع مسائل پر مشتمل ایک مکمل کتاب تھی اور مختصر ہونے کی وجہ سے اس کا حفظ و استذکار آسان تھا مگر جب علماء نے یہ محسوس کیا کہ بعض طلبہ اس کے مختصر اور سہل ہونے کی بنا پر بغیر اس کی مقصدیت جانے صرف حفظ پر مصر ہو رہے ہیں اہل رجحان میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے تو انہوں نے اس کی مقصدیت کے بہتر طریقہ سے حصول کے لئے اس کی ترویج، شرح، شرح، شرح، پر حواشی، اختصار، کتاب پر حواشی، تعلیقات اور اس کے نظم و غیرہ کی طرف توجہ مرکوز کی اور بہت کثرت کے ساتھ اس پر توضیحات وغیرہ پیش کی گئیں۔ "ن" میں سے چند کو اپنی استطاعت کے مطابق بیان کریں گے۔

عصر حاضر کے معروف مصنف شیخ محمد حفصی نے کتاب "جمع الجوامع" کے معائب کی طرف ان الفاظ سے توجہ دلائی ہے :

"واما جمع الجوامع فهو عبارة عن جمع الاقاويل المختلفة بعبارة لا تفيد قارئاً ولا سامعاً، وهو مع ذلك خلو من الاستدلال على ما يقرره من القواعد"

(اور جہاں تک کتاب "جمع الجوامع" کا تعلق ہے تو یہ کتاب مختلف اقوال کا ایک مجموعہ ہے جسے ایسی عبارت میں قلمبند کیا گیا ہے جو اس کے قاری کے لئے مفید ہے اور نہ سامع کے لئے فائدہ بخش۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ کتاب قواعد سے استدلال و استنباط کرنے کے اسلوب سے بھی خالی ہے) ۱

کتاب "جمع الجوامع" کی شروح، شرح الشرح اور حواشی :

۱۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن الحنفی بن احمد ہندی مصری غزنوی (متوفی ۷۷۳ھ) نے "اللسوامع" کے نام سے شرح لکھی۔ ۲

۲۔ بدر الدین محمد بن بہادر بن عبداللہ زکشی مصری شافعی (متوفی ۷۹۳ھ) نے "تشیف المسامع" کے نام سے شرح لکھی۔ ہدیۃ العارفین کے مطابق یہ جمع الجوامع فی الفروع کی شرح ہے مگر المرائی اور ایضاً اللامع کے

- تحقیقی مقدمہ اور دیگر ذرائع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع الجوامع فی الاصول کی شرح ہے اور یہی درست ہے۔ کیونکہ تاج الدین سبکی نے فروغ میں اس نام سے کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی۔ شیخ حلوی نے اپنی شرح میں زرکشی کی کتاب "تشیف المسامع" سے خوب استفادہ کیا ہے۔^۱
- ۳۔ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن الاسدی الغزی شافعی (متوفی ۸۰۸ھ) نے بھی تشیف المسامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ اس کے علاوہ انہوں نے بروق اللوامع فیما اور علی جمع الجوامع کے نام سے ایک اور شرح بھی تالیف کی تھی جس میں انہوں نے جمع الجوامع پر وارد ہونے والے تمام اعتراضات کو ذکر کیا۔ ان کی تبیین و توضیح کی، اسلہ صحیحہ اور غیر صحیحہ کے مابین فرق اُجاگر کیا۔ بروق اللوامع کا ایک خطی نسخہ مکتبہ المرکزہ جامعہ الملک سعود میں ۲۱۸۱ کے تحت موجود ہے۔^۲
- ۴۔ عز الدین محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن جامعہ الکنانی شافعی (متوفی ۸۱۹ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی اور اس کا نام النجم اللامع رکھا۔ اس کا ایک تحریری نسخہ مکتبہ الحرم المدنی میں ۱۴۴ کے تحت موجود ہے۔^۳
- ۵۔ شیخ شہاب الدین احمد بن عبد اللہ بن اور الغزی شافعی (متوفی ۷۲۲ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی۔^۴
- ۶۔ ابو زرعہ احمد بن عبد الرحیم عراقی (متوفی ۷۲۶ھ) نے "الغیث الیامع" کے نام سے شرح تالیف کی۔^۵
- ۷۔ شہاب الدین احمد بن حسین بن رسلان الرطبی القدسی شافعی (متوفی ۷۴۳ھ) نے لمع اللوامع فی توضیح جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔^۶ اس کا ایک خطی نسخہ دارالکتب المصریہ میں ۲۳۱۵ کے تحت موجود ہے۔
- ۸۔ ابویاسر شمس الدین محمد بن عمار بن محمد بن احمد قاہری معروف بہ ابن النجار (متوفی ۸۴۴ھ) نے زوال المانع عن شرح جمع الجوامع تالیف کی۔
- ۹۔ برہان الدین ابراہیم بن محمد لقباً بقا القدسی (متوفی ۸۵۰ھ تقریباً ۹۰۱ھ بعدہ) انہوں نے شرح تالیف کی۔^۷
- ۱۰۔ محبت الدین ابی الطیب محمد بن علی احمد محلی المصری شافعی معروف بہ ابن حمید (متوفی ۸۵۵ھ) نے البرق اللامع فی ضبط الفاظ جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔^۸
- ۱۱۔ علی ابن یوسف بن احمد الغدولی المصری شافعی (متوفی ۸۶۰ھ) نے الایجاز اللامع علی جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔^۹
- ۱۲۔ جلال الدین محمد بن احمد محلی شافعی (متوفی ۸۶۲ھ) نے البدر الطالع بشرح جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔^{۱۰}

۱۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۳، الفتح المبین ۲/۲۰۹، الضیاء الامع تحقیقی مقدمہ ص ۳۲ ۲۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵-۵۹۶، الضیاء الامع تحقیقی مقدمہ ص ۳۳ ۳۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۶/۱۸۲، الضیاء الامع تحقیقی مقدمہ ص ۳۲ ۴۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵ ۵۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۵، ایضاً المکنون ۶/۱۹۲، ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۲ ۶۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۵/۲۳۲-۲۳۳ تاریخ وفات ۹۰۱ھ بعد مذکور ہے ۷۔ ایضاً المکنون ۳/۱۵۲ ۸۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵، ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۲، الفتح المبین ۳/۲۰۲ ۹۔ ایضاً المکنون ۳/۱۵۲ ۱۰۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵، ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۲، الفتح المبین ۳/۲۰۲

اس کتاب کی متعدد طباعتیں ہو چکی ہیں، یہ کتاب دارالکتب العلمیہ بیروت سے بھی چھپ چکی ہے۔ اس شرح پر شریعتیہ اور متعدد حواشی لکھے گئے جو مندرجہ ذیل ہیں:

شرح المحلی کی شرح: ابوالعباس احمد بن مبارک بن محمد بن علی البکری الصدیقی (متوفی ۱۱۵۵ھ) نے کتاب "شرح علی شرح المحلی علی جمع الجوامع" تالیف کی۔^۱

شرح المحلی پتعلیقہ: حسین بن علی بن حسن العشاری البغدادی شافعی (متوفی ۱۱۹۴ھ) نے تعلیقات علی شرح جمع الجوامع لکھے۔^۲

شرح المحلی پر حواشی:

۱۔ احمد بن عبد اللہ بن بدر الغزنی شافعی (متوفی ۸۲۲ھ) نے حاشیہ علی اوائل البدر الطالع تالیف کیا۔ مظہر بقائے برنستین میں ۹۴۲۸ (۶۱۰) کے تحت اس کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔^۳

۲۔ بدر الدین محمد بن محمد بن خطیب الفخوریہ (متوفی ۸۰۳ھ) تلمیذ الشارح نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا۔^۴

۳۔ قطب الدین عیسیٰ (ابن محمد) الصوفی الایچی (متوفی ۹۵۵ھ) نے اس شرح پر حاشیہ لکھا۔^۵

۴۔ قاضی زکریا بن محمد الانصاری شافعی (متوفی ۹۱۰ھ یا ۹۲۶ھ) نے "النجوم الطوالع فی ابراز دقائق شرح جمع الجوامع" کے نام سے حاشیہ لکھا۔ مصر، ترکی، مکہ، رباط، حلب، تونس وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔^۶

۵۔ شیخ محمد ابن داؤد البازلی الحموی (متوفی ۹۲۵ھ)۔^۷

۶۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابراہیم القتانی مالکی (متوفی ۹۴۲ھ)۔^۸

۷۔ ناصر الدین ابی عبد اللہ محمد المالکی اللقانی (متوفی ۹۵۴ھ)۔^۹

۸۔ عیسیٰ بن محمد بن عبد اللہ بن محمد الصوفی قطب الدین الایچی شافعی (متوفی ۹۵۵ھ)۔^{۱۰}

۹۔ شہاب الدین عمیرہ احمد البرسی مصری شافعی (متوفی ۹۵۶ھ)۔^{۱۱}

۱۰۔ ابو عبد اللہ محمد بن حسن اللقانی مالکی (متوفی ۹۵۸ھ)۔^{۱۲}

۱۔ احمد بن محمد بن علی شہاب الدین بن شمس الدین بن نور الدین معروف بہ الغنیمی الانصاری الخزرجی حنفی (متوفی ۱۰۴۴ھ)۔^{۱۳}

۱۔ تم الاصولین ۱۹۰/۱ (۱۳۸) ۲۔ معجم الاصولین ۷۳/۲ (۳۸۰)، بحوالہ اعلام ۲/۲۳۸

۳۔ تم الاصولین ۱۵۵-۱۵۶ ۴۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱ ۵۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱

۶۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱، ہدیۃ العارفین ۳۷۴/۵، معجم الاصولین ۱۰۸-۱۰۷/۲ ۷۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱

۸۔ ان الاصلین ۷۳/۳ ۹۔ کشف الظنون ۵۹۵/۱ ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۳۳۲/۶

۱۱۔ کشف الظنون ۴۹۱/۱، ایضاً المکنون ۳۶۶/۳، فتح المبین ۴۹۱/۱ ۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۲۳۳/۶، فتح المبین ۷۷/۳

۱۳۔ معجم الاصولین ۲۲۲/۱ (۱۶۵)

- ۱۲۔ احمد الامام (متوفی ۱۱۷۲ھ)۔
 ۱۳۔ ابو زید عبد الرحمن بن جواد اللہ النہانی (متوفی ۱۱۹۸ھ) نے حاشیہ لکھا جو دو مجلدات میں بولاق سے ۱۲۸۹ھ میں طبع ہو چکا ہے۔
 ۱۴۔ حسن بن محمد العطار شافعی (متوفی ۱۲۵۰ھ) نے "حاشیہ العطار" لکھا۔ اس پر شیخ عبد الرحمن شربینی اور دیگر مکتبہ مدرسہ شیخ محمد علی بن حسین ماکہ کی قیمتی تقریرات ہیں حاشیہ العطار، شربینی اور شیخ محمد علی کی تقریرات کے ساتھ بیروت، دارالکتب العلمیہ سے (سند) چھپ چکے ہیں۔
 ۱۵۔ محمد المہدی بن الطالب سودہ ماکہ (متوفی ۱۲۹۳ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

- ۱۳۔ شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر البقاعی شافعی (متوفی ۸۸۵ھ) نے شرح جمع الجوامع تالیف کی۔
 ۱۴۔ مولیٰ شہاب الدین احمد بن اسماعیل الکورانہ قاہری، رومی، شافعی (متوفی ۸۹۳ھ)۔
 ۱۵۔ ابوالعباس احمد بن (خلف ابن) حلولو (جلولو) الحروی (القروی) (متوفی ۸۹۵ھ بعدہ) (احمد بن عبد الرحمن بن موسیٰ القروی ماکہ) انہوں نے جمع الجوامع کی دو شرحیں تالیف کیں۔
 شرح (i) النہار الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع : اس کا ایک نسخہ خطیہ مکتبہ الحسن الشانی رباط میں ۵۳۳ھ کے تحت موجود ہے۔
 شرح (ii) الضیاء اللامع فی شرح جمع الجوامع : یہ شرح چامہ امام محمد بن سہوذا سلامیہ، ریاضی سے ۱۲۶۲ھ-۱۹۹۲ھ میں چھپ چکی ہے۔
 ۱۶۔ نجم الدین ابوالیقین محمد بن برہان الدین ابراہیم بن جمال الدین المقدسی سعد الدین الدیری (متوفی ۹۰۱ھ) نے التجم اللامع کے نام سے شرح تالیف کی۔
 ۱۷۔ خالد بن عبد اللہ بن ابی بکر الازہری الجرحادی (متوفی ۹۰۵ھ) نے انصار الیومع علی اصول جمع الجوامع للسیکی کے نام سے شرح تالیف کی۔ دارالکتب مصر میں ۲۲۲ کے تحت موجود ہے۔
 ۱۸۔ شیخ الاسلام کمال الدین ابوالعالی محمد بن ناصر الدین بن ابی بکر بن ابی شریف المقدسی نے السور اللوامع کے نام سے شرح لکھی۔
 ۱۹۔ ابوالفضل جمال الدین السیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔

- ۱۔ تجم الاسلام ۶۷/۱ (۲۰)
 ۲۔ ہدیۃ العارفين ۵/۵۵۵، الف ۵/۵۵۵، تجم الاسلام ۳/۱۲۳، تجم الاسلام ۳/۱۷۹-۱۷۸ (۳۲)
 ۳۔ (و) ہدیۃ العارفين ۵/۳۰۱، الف ۳/۱۳۶، تجم الاسلام ۲/۵۸ (۲۹۲) ج ۱ الف ۳/۱۵۷
 ۴۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶
 ۵۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶
 ۶۔ ہدیۃ العارفين ۶/۲۱۸
 ۷۔ تجم الاسلام ۲/۸۷ (۳۲۲)، الضیاء اللامع ۳۰
 ۸۔ ہدیۃ العارفين ۵/۵۳۳
 ۹۔ الف ۳/۲۳

- ۱۔ جمع الهوامع کا اختصار : عبد القادر بن بہاء الدین بن تہماس ابن جلال الدین الدمشقی معروف بہ ابن بہا ہادی (متوفی ۹۱۱ھ) نے اختصار جمع الهوامع تالیف کیا۔^۱
- ۲۔ جمع الهوامع کی شرح : سراج الدین عمر بن محمد بن ابوبکر الفارسی مسمری نحوی شافعی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے "شرح جمع الهوامع" تالیف کی۔^۲
- ۳۔ شیخ عبد البر بن محمد ابن الشیخ الحلبي حنفی (متوفی ۹۲۱ھ)۔^۳
- ۴۔ محمد بن محمد الغزالی (متوفی ۹۳۵ھ) نے جمع الجوامع سے قسم المستفیدہ کی شرح لکھی اور اس کا نام "شرح عقیدہ جمع الجوامع" رکھا۔^۴
- ۵۔ تقی الدین ابی بکر محمد بن ابی اللطف الحنفی الاصل المقدسی الشافعی (متوفی ۹۶۰ھ)۔^۵
- ۶۔ شیخ عبد الوہاب بن احمد الشیرازی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ یا ۹۷۴ھ) نے شرح لکھی۔^۶
- ۷۔ شیخ علامہ احمد بن قاسم الحبادی شافعی (متوفی ۹۹۳ھ) نے دو جلدات میں شرح لکھی اس کا نام "الایات البنیات" رکھا۔^۷
- ۸۔ ابوبکر نور الدین حسن بن مسعود بن محمد البوسنی (متوفی ۱۰۲۲ھ) نے "الکواکب الساطع" کے نام سے شرح لکھی جو نامکمل رہی۔ کہا جاتا ہے کہ اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو دیگر تمام شروح سے مستثنیٰ کر دی۔^۸
- ۹۔ اسماعیل بن شیم الجوبیری (۱۱۶۵ھ بعدہ) نے الکلم الجوامع فی بیان مسائل الاصولی لجمع الجوامع تالیف کی جو صاحب جمع الجوامع کے قول "والاصولی العارف بیہا" کی شرح میں یہ رسالہ ہے۔^۹
- ۱۰۔ احمد بن محمد بن محمد بن علی بن عمر الحنفی شافعی (متوفی نہ) نے تفہیم المسامع جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہریہ میں ۱۷۸۶ء کے تحت موجود ہے۔^{۱۰}
- ۱۱۔ احمد بن عبد الرحیم بن الحسین ابن العراقی ولی الدین نے (متوفی نہ) الفیث الہامع شرح جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ یہ کتاب ان کے شیخ زرکشی کی تشنیف المسامع کا اختصار ہے اور شیخ حلوو نے اپنی شرح الفیاء اللامع میں الفیث الہامع سے خوب استفادہ کیا ہے۔ الفیث الہامع پر محمود فرج السعد سلیمان، شہاب الدین فارس اور کچھ نے تحقیق مکمل کر کے جامع الازہر سے رکن زادہ کی شہادت حاصل

۱۔ ہدیۃ العارفین ۶۰۲/۵ ج ۲ ہدیۃ العارفین ۷۹۶/۵

۲۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۳۹۸/۱، معجم الاصولین ۱۵۳/۲ (۳۸۹)

۳۔ الفیاء اللامع ص ۳۳ میں بحوالہ شذرات الذہب ۲۱۰/۸ مذکور ہے۔ ۴۔ ایضاً المکنون ۳۶۶/۳

۵۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱ ج ۲ کشف الظنون ۵۹۶/۱

۶۔ ہدیۃ العارفین ۲۹۶/۵، فتح المبین ۱۱۸/۳، معجم الاصولین ۵۹/۲ (۲۹۳)

۷۔ معجم الاصولین ۲۶۷/۱ (۲۱۲) ۸۔ الفیاء اللامع ص ۳۰

کی۔ اس کا ایک خطی نسخہ دارالکتب المصریہ میں ۳۲۰۵ کے تحت موجود ہے۔^۱

۲۹۔ ابو بکر بن عبدالرحمن بن شہاب الدین العلوی الحمصی (متوفی ند) نے التریاق النافع بایضاح وتکمیل مسائل جمع الجوامع کے نام سے شرح تالیف کی۔ یہ کتاب دائرہ معارف العثمانیہ حیدرآباد سے ۱۳۱۷ھ میں چھپ چکی ہے۔

۳۰۔ عبدالرحمن الشربینی (متوفی ند) نے اس کتاب میں پائے جانے والے خفی المراد و دقیق الکلام پر ایک کتاب لکھی اور اس کا نام البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع رکھا۔ یہ تقریرات حاشیہ العطار پر چھپ چکی ہے۔^۲

۳۱۔ محمد نخیت المظہی (متوفی ند) نے البدر الساطع علی جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی جو مصر سے چھپ چکی ہے۔ اس پر دو ترمیمی فقہی نے کتاب کے شروع سے باب القیاس تک تحقیق پیش کر کے کلیہ شرعیہ ریاض سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔^۳

۳۲۔ محمد بن محمد بن حسین الامبانی، سابق شیخ الازہر نے تقویر علی جمع الجوامع کے نام سے شرح لکھی۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہر یہ میں ۱۷۸۷ کے تحت موجود ہے۔^۴

کتاب ”جمع الجوامع“ کا اختصار اور اس اختصار کی شرح، حاشیہ و تحقیق :

۱۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ یا ۹۱۰ھ) نے مختصر لب الاصول لکھا اور پھر اس اختصار کی غایۃ الوصول کے نام سے شرح لکھی۔

غایۃ الوصول پر حاشیہ : اس پر محمد عبداللہادی جوہری کا حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۱۱۹۲ھ میں مکمل کر لیا تھا۔ کتاب ”غایۃ الوصول شرح لب الاصول“، محمد عبداللہادی جوہری کے حاشیہ کے ساتھ مطبعہ عیسیٰ البابلی اٹلی، مصر سے چھپ چکے ہیں۔

غایۃ الوصول پر تحقیق : عبداللہ محمد احمد الصالح نے جامعہ ام القری سے ۱۴۰۳-۱۴۰۴ میں اس پر ایم۔ اے۔ کا تحقیقی مقالہ پیش کیا اور سند حاصل کی۔^۵

۲۔ محمود آفندی عمر الباجوری (متوفی ند) نے اس کی تلخیص و اختصار کیا اور اس کا نام ”الفصول البدیعہ فی اصول الشریعہ ملخص لجمع الجوامع“ رکھا۔ یہ کتاب ۱۳۱۳ھ میں مصر سے چھپ چکی ہے۔^۶

۳۔ محمد بن عبد اللہ النعمانی الحنفی شافعی (متوفی ۹۱۶ھ) نے اس کا اختصار کیا اور اس کا نام ”مختصر جمع الجوامع“ رکھا۔^۷ کتاب ”جمع الجوامع“ پر تعلیقہ : محمد بن محمد بن ظہیرہ الحنفی شافعی (متوفی ند)، (ولادت ۷۹۵ھ) نے

۱۔ حوالہ سابق۔ ص ۲۹ ج (الف) حوالہ سابق۔ ص ۲۸ ج حوالہ سابق۔ ص ۳۱

۲۔ حوالہ سابق۔ ص ۳۲ ج حوالہ سابق۔ ص ۳۲ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الازہر یہ میں ۱۷۸۷ کے تحت موجود ہے۔

۳۔ الفہم ۲۸/۳-۶۹، مجلہ الاصولین ۲/۱۰۸-۱۰۷ (۳۳۵) ج ۱ الضیاء للامام۔ ص ۳۳

۴۔ النکواکب السائرہ باعیان المنة العاشرة شیخ نعم الدین الغزالی ۶۹/۱-۷۰، تحقیق جبرائیل سلیمان جبور۔ بیروت المجلدۃ الامرکیہ ۱۹۴۵۔ اس میں محمد ابن حبہ اللہ کا مکمل نام اس طرح مذکور ہے، محمد ابن عمر ابن محمد ابن احمد ابن عبد القادر ابن حبہ اللہ قاضی القصاۃ جلال الدین الصلحی الحنفی شافعی (۸۵۱-۹۱۶ھ)

اس پر ایک تعلیقہ تالیف کیا اور اس کا نام ”تعلیق علی جمع الجوامع للسبکی“ رکھا۔ مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں اس کا ایک تعلیقہ مخطوطہ کی صورت میں موجود ہے مگر اس کے مؤلف کا نام مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح ایک تعلیقہ علی شرح الجوامع کا بھی ذکر ہے اس کا مؤلف محمد بن ابی بکر علی بن ابی شریف (متوفی ند) ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی شرح پر تعلیقہ ہے۔^۱

کتاب ”جمع الجوامع“ پر حواشی :

- ۱۔ برہان الدین ابراہیم بن ابراہیم بن حسن بن علی اللقانی مالکی (متوفی ۱۰۴۱ھ) نے حاشیہ علی جمع الجوامع لکھا اور اس کا نام البدور اللوامع من خدور جمع الجوامع رکھا، مگر یہ حاشیہ نامکمل رہا۔ جامعہ أم القری میں ۴۰۳ نمبر کے علاوہ مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ محقق ”الضیاء اللامع“ نے اس کو جمع الجوامع کی شرح میں بحوالہ ایضاح المکنون ذکر کیا مگر ایضاح المکنون میں صرف اس کتاب کی نسبت برہان الدین کی طرف کی گئی ہے اور اس میں حاشیہ و شرح کا کوئی ذکر نہیں ہے۔^۲
 - ۲۔ حسن بن علی بن احمد عبداللہ المرانفی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ) نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔^۳
 - ۳۔ ابو عبداللہ محمد بن عبادہ بن بری العدوی صوفی مالکی نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔^۴
 - ۴۔ فیض اللہ الداعستانی شافعی (متوفی ۱۲۰۲ھ) نے اس پر حاشیہ تالیف کیا۔^۵
 - ۵۔ عبدالحمید السباعی شافعی (متوفی ۱۲۲۰ھ) نے دو ضخیم جلدوں میں حاشیہ علی جمع الجوامع تالیف کیا۔^۶
- کتاب ”جمع الجوامع“ کی شرح پر مزید حواشی :

- ۱۔ شہاب الدین احمد بن قاسم العبادی قاہری (متوفی ۹۹۴ھ) نے حاشیہ علی شرح جمع الجوامع تالیف کیا اور اس کا نام ”الایات البینات“ رکھا۔ یہ حاشیہ مطبع بولاق سے ۱۲۸۹ھ میں چھپ چکا ہے۔^۷
- ۲۔ الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر الکردی الکوری شافعی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا۔^۸
- ۳۔ ابوالحسن نورالدین محمد بن عبدالحادی سندھی خنئی (متوفی ۱۱۳۸ھ) نے حاشیہ علی شرح الجوامع تالیف کیا۔^۹

۱۔ نظم العقیان فی اعیان الاعیان، امام جلال الدین السیوطی متوفی ۹۱۱ھ، ص ۱۶۷ (۱۸۱) نیویارک مطبعہ السوریہ الامریکیہ ۱۹۶۷ء۔ بغداد مکتبہ الحششی
 ۲۔ فہرست مخطوطات مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء ۸۱/۲۔ ۸۱۱ اعداد، احمد عبدالرزاق الرقعی، الجمهوریہ العربیہ السیعیہ وزارت الاوقاف والارشاد۔

۳۔ الإنصاف المکنون ۱۷۱/۳، مجمل الاصولیین ۱۹/۱۔ ۲۰، الضیاء اللامع۔ ص ۲۸
 ۴۔ ہدیۃ العارفین ۲۹۸/۵
 ۵۔ مجمل الاصولیین ۱۶۹/۲ (۴۰۵)
 ۶۔ ہدیۃ العارفین ۱۳۳/۳
 ۷۔ ہدیۃ العارفین ۸۳۳/۵
 ۸۔ ہدیۃ العارفین ۱۳۹/۵، الفتح المبین ۸۱/۳، مجمل الاصولیین ۱۸۷/۱۔ ۱۸۸ (۱۳۶)
 ۹۔ ہدیۃ العارفین ۲۲۶/۵، مجمل الاصولیین ۲۸۰/۱۔ ۲۸۱ (۲۲۳)
 ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۳۱۸/۶

کتاب ”جمع الجوامع“ پر نکت :

- ۱۔ عزالدین محمد بن ابی بکر معروف بہ ابن جماعہ الکلبانی شافعی (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس پر نکت تالیف کیا۔^۱
 - ۲۔ ابوالفضل جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ نے جمع الجوامع پر دیگر کتب سے اضافہ کے ساتھ اس کو تالیف کیا اور اس کا نام ”النکت اللوامع علی المختصر والمنہاج وجمع الجوامع“ رکھا۔^۲
 - ۳۔ شیخ الاسلام احمد بن علی بن حجر استقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) نے ”النکت علی جمع الجوامع“ تالیف کیا۔^۳
- کتاب ”جمع الجوامع“ کا نظم :

- ۱۔ شیخ شباب الدین احمد بن محمد بن عبد الرحمن الطوفی شافعی (متوفی ۸۹۳ھ) نے جمع الجوامع کا نظم کیا۔^۴
 - ۲۔ ابوالفضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) نے ”الکوکب الساطع نظم جمع الجوامع“ کے نام سے اس کو منظوم کیا۔ مکتبہ الجلال سیوطی، مصر کی فہارس میں ص ۹۹۵ پر بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔
- الکوکب الساطع کی شرح :

امام بیہقی نے پہلے جمع الجوامع کو الکوکب الساطع سے منظوم کیا اور پھر اس کی شرح لکھی اور اس کا نام شرح الکوکب الساطع رکھا۔ جامع امام القرنی وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ الکوکب الساطع اپنی شرح کے ساتھ قاہرہ سے ۱۳۳۲ء میں چھپ چکا ہے۔^۵

- ۳۔ عبد اللہ بن احمد بکثیر الخضر می شافعی (متوفی ۹۲۵ھ) نے ”الدر اللوامع“ کے نام سے اس کو منظوم کیا۔^۶
 - ۴۔ رضی الدین محمد بن محمد بن الغزلی شافعی (متوفی ۹۳۵ھ) نے اس کا نظم کیا اور اس کا نام ”الدر اللوامع“ رکھا۔^۷
- رضی الدین کے نظم کے نظم کی شرح :

رضی الدین کے بیٹے بدر الدین محمد الغزلی نے اپنے والد کی منظومہ کتاب ”الدر اللوامع نظم جمع الجوامع“ ”العقد الجامع فی شرح الدر اللوامع نظم جمع الجوامع“ کے نام سے شرح لکھی۔^۸

- ۵۔ سراج الدین عمر بن محمد بن ابوبکر الفارسی مہر مہر شافعی (متوفی ۱۰۱۸ھ) نے اس کو ”جوامع الاغوار و جوامع الاداب“ کے نام سے منظوم کیا۔^۹

- ۶۔ مختار بن یونس الشافعی مالکی (متوفی ۱۲۳۰ھ تقریباً) نے نظم الجوامع تالیف کیا۔^{۱۰}

۱۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۵۳۲/۵

۲۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۱۳۵/۵

۳۔ کشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۳۱

۴۔ ایضاح المکنون ۳۶۸/۳، ہدیۃ العارفین ۴۷۲/۵

۵۔ ہدیۃ العارفین ۷۹۶/۵

۶۔ ہدیۃ العارفین ۲۲۳/۶

عبدالحفیظ سلطان المغرب الأقصى (متوفی ند) نے اس کو "الجواهر الیوانع فی نظم جمیع الجوامع" کے نام سے منظوم کیا۔ یہ کتاب مغرب فاس سے ۱۳۲۷ھ میں چھپ چکی ہے۔^۱

۱۔ علی الاشمونی (متوفی ند) نے اس کو "الدور اللوامع" کے نام سے منظوم کیا۔
علی الاشمونی کے نظم کی شرح :

انہوں نے خود ہی اس منظوم کتاب کی شرح بھی لکھی۔^۲

۲۔ الشریف التلمسانی مالکی (۱۰۷۰ھ - ۱۰۷۷ھ)^۳

فقہ، اصولی، قرأت، ادب، لغت و تاریخ کے عالم تھے۔ اپنے زمانے کے مشہور اور قرن کے ماہر اساتذہ سے زانوئے تلمذ کیا۔ علماء اندلس میں ان کی قدر و منزلت کا یہ عالم تھا کہ مشہور زمانہ عالم لسان الدین الخطیب جب کچھ تالیف کرتے تو ان کے پاس تصدیق کے لئے بھیج دیتے۔ اسی طرح اندلس کے صدراعظمین امام ابو سعید بن ابی کو جب کسی مسئلہ کے حل میں دشواری پیش آتی تو ان کی طرف رجوع کرتے۔ ابواسحاق شاطبی (متوفی ۹۰ھ) صاحب الموافقات اور قاضی القضاہ بن فزرجان مالکی (متوفی ۷۹۹ھ) صاحب اقلید الاصول (اختصار القرائی) آپ کے تلامذہ میں شامل تھے۔

مؤلفات اصولیہ : "مفتاح الوصول الی بناء القروع علی الاصول" یا "مفتاح الوصول الی ابتداء القروع علی الاصول" یا "مفتاح الاصول فی بناء القروع علی الاصول" ان تین ناموں میں سے آخر الذکر بہ نسبت دورست معلوم ہوتا ہے۔

مفتاح الوصول کا تحقیقی تجزیہ : الوصول پر فروع کی تخریج (تفویج القروع علی الاصول) کا مقصد اس سوال کا جواب دینا ہے کہ فروعی مسائل پر اصول کا کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ کتاب فقہاء کی طرز پر لکھی جانے والی ان اولین کتب میں سے ایک ہے، جن میں فروع پر اصول کے اثرات کے موضوع کو چھیڑا گیا ہے۔ "تفویج القروع علی الاصول" کے موضوع پر تاریخی اعتبار سے یہ کتاب اس فن میں تیسرے نمبر پر لکھی جانے والی کتاب ہے۔ اس فن کی پہلی کتاب شیخ دیوبی (متوفی ۴۳۰ھ) کی "تلمیسی النظر" ہے اور دوسری کتاب شیخ زنجانی (متوفی ۶۵۶ھ) کی "تفویج القروع عن الاصول" ہے اور یہ تاریخی ترتیب کے اعتبار سے اس فن پر تیسری کتاب ہے۔

اس کتاب میں تلمسانی نے ان اصولی مسائل کا تذکرہ کیا ہے جن کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ ان کے بعد فقہ حنفی، فقہ مالکی اور فقہ شافعی پر ان اصولوں کے اثرات کی وضاحت کی ہے۔ یہ کتاب اگرچہ ضخامت کے اعتبار سے ضخیم ہے لیکن فن کے اعتبار سے ایک عمدہ اور کثیر الفائدہ کتاب ہے۔ اس کتاب کا یہ خاص امتیاز ہے کہ اس میں قیوں آئمہ کی نیز پر اصولی قواعد کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

۱۔ الفیہ الامامیہ ص ۳۰ ح الفیہ الامامیہ ص ۱۳۱ میں بحوالہ شذرات الذہب ۱۶۵/۸ مذکور ہے۔

۲۔ ابوالفضل محمد بن احمد بن علی ابن یحییٰ بن علی بن محمد بن القاسم الطوطی (الطوطینی) الحنفی (۱۳۶۰/۱۳۶۹ھ)۔ معروف بہ شرف لسانی تلمسان (غرب الجزائر موجودہ) میں ولادت ہوئی۔

کتاب کے آخر میں مذکور ہے کہ شیخ تلمسانی ۵۴ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تھے۔ یہ کتاب احمد رضا علیہ السلام عبد اللہ خلف اللہ کی تحقیق، تخریج احادیث اور وضع فہارس وغیرہ کے ساتھ مطبعہ السعاده سے پہلی مرتبہ ۱۲۰۱ھ-۱۹۸۱ میں طبع ہوئی۔ تحریج الفروع علی الاصول میں تصنیف کے چونچ رائج ہوئے ان کی تصویر پر کشی مکمل کرنے کے لئے ہم تلمسانی کی کتاب کا ایک نمونہ ذکر کرتے ہیں تاکہ ان کے منہج کی وضاحت ہو سکے :

”فی کون الامر بالنسبی يقتضی المبادرة الیه ولا یقتضیها“۔^۱

(کسی چیز کا حکم دیا جانا کیا اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے فوراً کیا جائے؟)

”اس مسئلہ میں اہل اصول میں اختلاف ہے اور اسی اصل کی بنیاد پر بعض فرعی مسائل میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا اس بارے میں اختلاف کہ شرائط و وجوب پائے جانے کی صورت میں کیا حج فوری طور واجب ہے کہ ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود حج کا موخر کرنے سے آدمی گنہگار ہوگا (یہی امام ابو حنیفہؒ کا مسلک ہے) یا فوری طور پر حج فرض نہیں ہوگا۔ لہذا ادائیگی پر قادر ہونے کے باوجود حج کو موخر کرنے سے انسان گنہگار نہیں ہوگا“ (یہی امام شافعی کا مذہب ہے)

مذہب مالکی میں اس کے بارے میں دو قول ہیں :

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد : ”وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلاً“۔ اس بات کا متقاضی تھا کہ اگر مامور بہ ہے۔

اسی طرح کفارہ کے وجوب میں اختلاف ہے کہ کیا وجوب فوری طور پر ہوتا ہے یا اس کی ادائیگی میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر سال گزرنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی پر قادر ہونے کے بعد نصاب ہلاک ہو گیا تو کیا یہ شخص زکوٰۃ کا ضامن ہوگا یا اس کے ذمہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔ اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کی رائے ہے کہ شخص زکوٰۃ کا ضامن ہوگا، اس لئے کہ ان کے نزدیک زکوٰۃ کا حکم فوری ادائیگی پر محمول ہوتا ہے۔ لہذا تاخیر کرنے سے وہ گنہگار ہوگا اور احناف کا مسلک یہ ہے کہ وہ شخص نصاب ہلاک ہونے کے بعد زکوٰۃ کا ضامن نہیں ہوگا۔ کیونکہ زکوٰۃ کے حکم کی ادائیگی فوری طور پر لازم نہیں ہوتی۔ لہذا ادائیگی میں تاخیر کرنے سے وہ شخص امر کی مخالفت کرنے والا نہیں مانا جائے گا۔

آراء کا تجزیہ :

امام شافعی اور حنفی دونوں نے اس مسئلہ میں اپنے اصل کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے کتب فقہ مطالعہ کرنا چاہئے۔ محقق اہل اصول کی رائے یہ ہے کہ امر مطلق نہ تو فوری ادائیگی کا تقاضا کرتا ہے اور نہ ہی تاخیر کا، کیونکہ امر مطلق فوراً کرنے کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ مثلاً مالک اپنے غلام سے کہے کہ ابھی سفر کرو تو یہ امر فوری ادائیگی کا متقاضی ہے اور کبھی امر تراخی کے ساتھ مقید ہوتا ہے۔ مثلاً آقا نے غلام سے کہا کہ اگلے مہینے میں سفر کرو تو یہ امر تاخیر کا متقاضی ہے اور جب ان سے مطلقاً حکم دیا نہ تو فوری ادائیگی کی قید لگائی اور نہ ہی تراخی کی تو اس میں دونوں چیزوں کا احتمال ہوگا اور جس چیز میں دونوں چیزوں کا امکان ہو وہ چیز ان میں سے کسی ایک کا متعین طور پر تقاضہ نہیں کرتی۔

مفتاح الاصول نے کتاب کے اختتام میں لکھا ہے :

”والی هنا تم تحقیق هذا الكتاب النفیس و هو من المصنفات الهامة فی عالم اصول الفقه المقارن التي تتعرض لحجج كل مذهب من المذاهب الاربعة فی بناء الفروع علی القواعد الاصولية ، ولا استدلال علی اهمية المصنف من أن كل صفحة منه لاتخلو من مادة صالحة لان تكون موضوعا لرسالة جامعية ، وشرح هذا الكتاب الموجز يحتاج الى مجلدات“۔^۱

(اور یہاں اس عمدہ کتاب کی تحقیق مکمل ہوئی اور وہ جدید دنیائے اصول فقہ کی اہم مصنفات میں سے ہے جو مذاہب اربعہ میں سے ہر مذہب کی قواعد اصولیہ پر فروع کی بنا کرنے کی تہج پیش کرتی ہے اور میں اس کتاب کی اہمیت پر کوئی دلیل نہیں دیتا کہ اس کا ہر صفحہ عمدہ موضوعات سے بھرا ہوا ہے۔ یہ اس لئے ہے تاکہ ایک جامع موضوع بن سکے اور اس مختصر کتاب کی شرح کئی مجلدات کی محتاج ہے)

مفتاح الوصول کا نظم :

ابوالحسن علی بن عبدالواحد بن محمد بن سراج السجلماسی (متوفی ۱۰۵۷ھ) نظم اصول الشریف التلمسانی تالیف کیا۔^۲

محمد بن حسن المالقی مالکی (متوفی ۷۷۱ھ)^۳

انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب تالیف کی جبکہ ہدیۃ العارفین کے مطابق شرح منتهی السؤل والامل لابن الحاجب ان کی تالیف ہے۔^۴

احمد بن قاضی الجلیل حنبلی (۶۹۳ھ-۷۷۱ھ)^۵

حدیث اور ان کی علل، نحو، لغت، اصول فقہ و اصول دین، منطق و فقہ میں کمال حاصل تھا۔ شیخ تقی الدین ابن تیمہ سے مختلف علوم کی تصانیف کا درس لیا، کئی مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آخری عمر میں مدرسہ حسن سلطان میں خاص طور پر تدریس کے لئے طلبہ کئے گئے۔ دمشق میں قاضی رہے۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : کتاب ”اصول فقہ“ تالیف کی مگر وہ نامکمل رہی۔^۶

عبدالرحیم الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ/۷۷۲ھ)^۷

مؤرخ، مفسر، فقیہ، اصولی، لغت و عروض کے عالم تھے، فقہ میں خاص شہرت پائی، آپ کے شیوخ بھی اس کے معترف تھے۔ ان کے زمانے میں ریاست شافعیہ ان پر منتہی ہوتی تھی۔ تدریس، افتاء و تصنیف کی خدمات انجام دیں۔

۱۔ مفتاح الاصول۔ ص ۹-۲۰، اور ۳۳۶ متن وحاشیہ، الفتح المبین ۱۸۲/۲ ۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۵

۳۔ محمد بن حسن بن دماطی اندلسی ۴۔ کشف الظنون ۲/۱۲۱۵، ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۵

۵۔ ابوالعباس شرف الدین احمد بن الحسن بن عبداللہ بن ابوعمر محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی الاصل ثم لد مشقی معروف بہ ابن قاضی الجلیل ۶۔ معجم الاصلیین ۱/۱۰۶ (۷۲)

۷۔ (۱۲۹۳/۱۳۷۰ھ)

۸۔ ابو محمد جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن بن علی بن عمر بن علی بن ابراہیم القرشی الاسنوی المصری (۱۳۰۴/۱۳۷۰ھ) مصر میں وفات پائی۔

بیت المال کی وکالت اور حہ کے متولی کے عہدوں پر فائز رہنے کے بعد خود مستعفی ہو کر علمی سرگرمیوں میں مشغول اختیار کر لی۔ مشہور اصولی بدرالدین محمد بن عبداللہ بہادر زکشی شافعی صاحب البحر المیہ خط ان کے تلامذہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الاصول۔

۲۔ التمهید فی تنزیل الفروع علی الاصول۔

ہدیۃ العارفین میں یہ الفاظ مذکور ہیں : " التمهید فی استخراج المسائل الفروعیۃ من القواعد الاصولیۃ " کتاب " التمهید " میں وہ مسائل اصولیہ پر فقہ کی تخریج کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ اولاً مسئلہ اصولیہ ذکر کرتے ہیں اور کے بعد وہ جملہ لاتے ہیں جس سے احکام متفرع ہوتے ہیں۔ وہ ۶۸۵ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے۔

کتاب " التمهید کا اختصار :

ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبد اللہ شافعی (متوفی ۷۹۲ھ) نے " مختصر التمهید " کے نام اس کا اختصار لکھا۔

۳۔ زوائد الاصول یا زیادات علی شرح منہاج البیضاوی

اس کتاب میں ان مسائل کو ذکر کیا گیا ہے جن سے قاضی بیضاوی نے " المنہاج " میں بے توجہی برتی تھی۔ وہ اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتے ہیں :

" فلما یسر اللہ الفراغ من شرح المنہاج ، شرعت فی شفعہ بجمع ما خلا عند المنہاج المذکور من المسائل الاصولیہ "۔

(جب اللہ تعالیٰ نے شرح المنہاج سے فراغت آسان بنا دی تو میں نے ان چیزوں اور مسائل اصولیہ کو جمع کرنا شروع کر دیا جن سے مذکورہ منہاج خالی تھی)

زوائد الاصول کی شرح :

ابوالعباس احمد بن عماد الاقفہسی (متوفی ۸۰۸ھ)، شہاب الدین نے " الفوائد فی شرح الزوائد " کے نام سے شرح تالیف کی۔

۱۔ الفتح المبین ۱۸۶/۲-۱۸۷، ہدیۃ العارفین ۵/۵۶۱، ۱۸۲/۶

۲۔ کشف الظنون ۳۸۳/۱-۳۸۵، ہدیۃ العارفین ۵/۵۶۱، الفتح المبین ۱۸۶/۲-۱۸۷، بغیۃ الوعاۃ امام سیوطی ۹۲/۲ (۱۵۱۸)

۳۔ کشف الظنون ۳۸۳/۱-۳۸۵، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۲

۴۔ الفتح المبین ۱۶/۳، معجم الاصولیین ۱۹۳/۲-۱۹۳ (۳۲۹)، ۱۷۹/۱-۱۸۰ (۱۳۰)، بحوالہ کشف الظنون ۱۸۷/۲، حسن النواضرہ ۳۹/۱-۳۳۳، البدایۃ ۳۵۲/۱-۳۵۳، بغیۃ الوعاۃ، امام سیوطی ۹۲/۲ (۱۵۱۸)

نہایۃ السؤل فی شرح منهاج الاصول کا تحقیقی تجزیہ :

کہا جاتا ہے کہ اس شرح کی تالیف کا آغاز ان کے بھائی محمد نے کیا اور اس کو جمال الدین اسنوی نے مکمل کیا۔
اسنوی نے ۷۴۰ھ میں اس کی تالیف کا آغاز کیا اور ۷۴۱ھ یعنی صرف ایک سال کی مدت میں اس کو مکمل کر لیا۔
کتاب متوسط الحجم ہونے کے ساتھ سہل عبارت بھی ہے۔ اس میں اعتراضات کی کثرت ہے اور اس کی ابتداء ان
کلمات سے ہوتی ہے۔

”الحمد لله الذي مهّد اصول شريعته بكتاب القديم الازلي“

شیخ محمد خضریٰ اصول فقہ کی کتب کے تاریخی تسلسل میں فرماتے ہیں :

”وقد اخذ القاضي عبد الله بن عمرو البيضاوي المتوفى سنة ۸۵ هـ كتاب المسمى بمنهاج
الوصول الى علم الاصول من كتاب الحاصل الا ان الاختصار قد بلغ حده حتى كاد الكلام
يكون الغازا و كانهم لم يكونوا يؤلفون ليفهموا، ولذلك احتاجت كتبهم الى الشروح حتى
تحل الغازا وتبين معالمها. واحسن شرح للمنهاج ما كتبه عبد الرحيم بن حسن الاسنوي
الشافعي المتوفى سنة ۷۴۱ هـ ومن الغريب ما يقوله الاسنوي في اول شرحه : ان اكثر
المشتغلين باصول الفقه في هذا الزمان قد اقتصروا من كتبه على المنهاج لكونه صغير
الحجم كثير العلم مستعذب اللفظ. ولا ادري مما جاءت هذه العذوبة مع استغلاق الفاظه
ولقد كنت اذا اردت ان اراجع فيه مسألة انكب عما قاله البيضاوي الى ما كتبه الشارع ولا
اعني نفسي بقراءة المتن وقلما رايت من الشراح من يماثل الاسنوي في بيان المطالب
التي معنى شرحها“

(قاضی بیضاوی نے منهاج الوصول الی علم الاصول کے نام سے الحاصل کا اختصار کیا۔ اس کتاب میں اس حد تک
اختصار کیا گیا کہ کلام ایک معمر بن کر رہ گیا۔ شاید یہ لوگ اس لئے تالیف نہیں کرتے تھے کہ لوگ اس کو سمجھ سکیں۔ اسی
لئے ایسی کتابوں کی شروح لکھنے کی ضرورت پڑی تاکہ ان کا معر حل ہو سکے۔ تعجب ہے کہ اسنوی نے قاضی بیضاوی کی
کتاب ”منهاج“ کی شرح کے شروع میں لکھا ہے، موجودہ دور میں اصول فقہ سے اشتغال رکھنے والے اکثر لوگوں
نے اصول فقہ کی دوسری کتابوں کے مقابلہ میں منهاج پر اعتماد کیا ہے اس لئے کہ وہ بہت مختصر ہے اس میں وافر علم موجود
ہے اور اس کا اسلوب بھی نہایت شیریں ہے۔ مجھے سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ الفاظ و عبارت کے اندر غموض و پیچیدگی کے
باوجود یہ شیرینی کہاں سے آگئی؟)

نہایۃ السؤل پر تعلیقیہ :

شمس الدین محمد ابن العماد (متوفی ۸۶۷ھ) نے اس شرح پر تعلیقہ لکھا جس میں انہوں نے اپنے والد شہاب بن
العماد سے کافی نقل کیا ہے۔

نہایۃ السؤل پر حواشی :

- ۱۔ قاضی بدر الدین محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ معروف بہ ابن ہمام (متوفی ۸۱۹ھ) نے اس شرح پر حاشیہ تالیف کیا۔^۱
 - ۲۔ شیخ الاسلام الاسرج البلقینی کے پوتے ابی سعادت محمد بن محمد بن عبدالرحمن البلقینی (متوفی ۸۸۹ھ) نے حاشیہ لکھا۔ ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے کہ محمد بن سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی بدر الدین ابواسحاق المصری شافعی نے حاشیہ علی الاسنوی تالیف کیا۔^۲
 - ۳۔ شیخ محمد بن خیت المطعی حنفی (ولادت ۱۲۷۱ھ) سابق مفتی مصر نے سلم الوصول الی نہایۃ السؤل کے نام سے حاشیہ تالیف کیا۔^۳
 - ۴۔ محمد ابوالنور زبیر مالکی متوفی ۱۳۰۷ھ، موصوف کلیہ شریعہ والقانون جامعہ الازہر میں استاد بھی تھے۔ انہوں نے چار اجزاء پر مشتمل ایک عمدہ حاشیہ علی شرح اللامسنوی تالیف کیا جو مکتبہ الازہر سے ۱۳۶۲ھ-۱۹۹۲ء میں چھپ چکا ہے۔ اس میں انہوں نے جمیع مباحث اصولیہ کا احاطہ کیا ہے اولہ کے ذکر کے ساتھ آراء بعدہ متواتر لاتے ہیں اور پھر دلائل کے ساتھ قول راجح بیان کرتے ہیں۔ لفظی و معنوی خلاف کے مقامات بتانے کے رافق ساتھ ان پر سیر حاصل بحث بھی کرتے جاتے ہیں۔
 - ۵۔ شیخ یوسف موسیٰ المرصفی شافعی نے بغیۃ المحتاج لایضاح شرح الاسنوی علی مقدمۃ المنہاج کے نام سے ایک مجلد میں شرح لکھی جو مطبعہ السعاده قاہرہ سے ۱۳۴۶ھ میں ۱۵۹ صفحات میں چھپ چکی ہے۔
- علامہ اسنوی ”المنہاج“ کی شرح لکھنے کی طرف کیوں متوجہ ہوئے؟ اس کتاب کی اتنی کثرت سے شروع کیا لکھی گئیں؟ اس کا جواب اسنوی نے کتاب کے آغاز میں دیا کہ یہ کتاب علماء کی توجہ کا مرکز اس لئے رہی کہ یہ ایک مفہم الحکم کتاب ہونے کے ساتھ سہل العبارت بھی تھی جس کے الفاظ شیریں تھے۔

”نہایۃ السؤل“ کی امتیازی خصوصیات :

- اسنوی نے ذکر کیا کہ ان کی یہ شرح دوسری شروع کے مقابلے میں امتیازی خصوصیات کی حامل ہے اس میں بعض ایسے اہم امور پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جن سے دوسرے شارحین نے صرف نظر کیا تھا۔ امتیازی خصوصیات مندرجہ ہیں :
- ۱۔ المنہاج پر کئے جانے والے ان اعتراضات و سوالات کے جوابات دیئے جن کے سرے سے یا تو جواب نہیں دیئے گئے تھے یا وہ جوابات ضعیف تھے۔
 - ۲۔ جن مقامات میں صاحب کتاب سے نقل کی غلطی ہوئی تھی ان مقامات سے آگاہ کر دیا۔

۲۔ مذہب شافعی کو خصوصیت کے ساتھ بیان کیا اور وجہ یہ بتائی کہ اصول فقہ کے مدون اور ان کے امام کا مسلک متعارف ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہیں مسئلہ سے متعلق کتب شافعیہ مثلاً الام، الامالی، الاملاء، مختصر المزنی اور مختصر البیہقی میں تلاش کرنے سے کچھ مل جاتا ہے تو وہ شافعیہ کا مسلک اکثر ان ہی کے الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں جو ان کی کتب میں ان سے منقول ہوتا ہے۔

اسنوی کہتے ہیں کہ اگر انہیں اس مسئلہ کی بابت بلا واسطہ ان کی کتب سے کچھ میسر نہیں آتا تو وہ اس کلام کی نسبت ان کے ناقل کی طرف کر دیتے ہیں۔

۳۔ ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں مصنف (بیضاوی) نے امام رازی، یا امام امدی یا ابن الحاجب سے اختلاف کیا ہوتا۔

۴۔ اور جو امام رازی اور ابن حاجب نے فروع اصولیہ سے ذکر کیا ہوتا اور اگر مصنف بیضاوی نے اس سے بے توجہی برتی ہوئی تو اسنوی کہتے ہیں کہ وہ اسے ذکر کر دیتے ہیں۔

۵۔ اسنوی کے مطابق انہوں نے شارحین کی ان تقریرات کی نشاندہی کی جو واقع سے مطابقت نہیں رکھتی تھیں اور پھر ان کی تشریح کی۔

۶۔ اس کے علاوہ انہوں نے اور بھی بہت سے فوائد مستحسنہ بتلائے ہیں۔ مثلاً نقول غریبہ "نافع ابحاث" اور اہم قواعد پیش کئے۔

منہاج الوصول از بیضاوی مع اپنی شروح نہایۃ السؤل از اسنوی اور سلم الوصول از محمد بخیت مطبعی ایک ساتھ عالم کتب سے چھپ چکی ہیں۔ اسی طرح کتاب المنہاج اپنی شروح، شرح البدخشی اور شرح نہایۃ السؤل کے ساتھ بیروت سے بھی چھپ چکی ہے۔

شرح البدخشی کا تحقیقی تجزیہ :

امام محمد بن حسن البدخشی نے منہاج العقول کے نام منہاج الوصول کی شرح لکھی۔ چونکہ ان کی تاریخ وفات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا اس لئے اسی مقام پر ان کی شرح کا مختصر تعارف پیش کیا جا رہا ہے۔ اس شرح کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

"الحمد لله الذی افاض انوار ہدایتہ، و انار منار دلالتہ" الخ

غیر شروح کی موجودگی میں شرح البدخشی کی کیا ضرورت تھی ؟

بلاشبہ قاضی بیضاوی کی منہاج الوصول پر کثرت سے شروح لکھی گئیں۔ ان کی موجودگی میں ایک اور شرح منہاج العقول شرح البدخشی کی کیا ضرورت تھی ؟ امام بدخشی نے اپنی شرح کے آغاز میں اس سوال کا جواب دے کر اس کی ضرورت کی

۱۔ نہایۃ السؤل حوالہ سابق ص ۲۲ ملخص (حذف و اضافہ کے ساتھ) نہایۃ السؤل اور شرح البدخشی بھی ایک ساتھ طبع ہو چکے ہیں۔ دارالکتب العمومیہ بیروت ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۳ء، ۱/۲، ۱۰ ملخص حذف و اضافہ تفسیر کے ساتھ۔

زنجانی اور تلمسانی کے اسالیب کے تناظر میں ”التمہید“ کا تقابلی جائزہ :

اسنوی کی اس کتاب کی اہمیت بڑی حد تک اس لئے کم ہو جاتی ہے کہ انہوں نے صرف انہی اصولی قواعد کا احاطہ کیا ہے جو شوافع کے یہاں مختلف فیہ ہیں۔ دوسرے فقہی مذاہب سے تعارض نہیں کیا۔ ان کے برخلاف زنجانی نے ”تخریج الفروع علی الاصول“ میں اصولی قواعد کے سلسلے میں فقہ شافعی اور فقہ حنفی کے اختلافات کا جائزہ لیا ہے۔ اسی طرح تلمسانی اپنی کتاب ”مفتاح الوصول“ میں یہی طرزِ اپناتے ہیں، مگر انہوں نے اپنے جائزہ میں مذہب شافعی اور مذہب حنفی کے ساتھ امام مالک کے مذہب کو بھی شامل کر لیا۔ اسی لئے زنجانی اور تلمسانی کی کتابوں میں فقہی فروع میں اصولی قواعد کے اثرات اسنوی کی کتاب کے مقابلہ میں زیادہ واضح محسوس ہوتے ہیں۔ جبکہ اسنوی نے اپنے آپ کو صرف فقہ شافعی کی حد تک محدود رکھا۔

امام اسنوی نے اصولی قواعد کے اثرات کی وضاحت کے لئے جن فقہی جزئیات کو ذکر کیا ہے ان میں سے بیشتر طلاق اور الفاظ طلاق سے متعلق ہیں۔ ان کی اس کتاب سے فقہ اسلامی کے دوسرے ابواب پر اصولی اختلاف کے اثرات کا علم حاصل نہیں ہوتا۔ حالانکہ تمام فقہی ابواب اصولی قواعد سے متفرع اور ان پر مبنی ہیں۔ ان کے برعکس زنجانی اختلاف کی وضاحت کے لئے جن فقہی جزئیات کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے کچھ کا تعلق معاملات سے ہے، کچھ کا عبادات اور کچھ کا مناکحات اور دوسرے ابواب سے ہوتا ہے۔ اس وجہ سے زنجانی کی کتاب زیادہ متاثر نظر آتی ہے اور ساتھ ہی ان کی کتاب میں قواعد کے اثرات زیادہ واضح محسوس ہوتے ہیں۔ زنجانی نے اپنی یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی ہے تاکہ تمام فقہی ابواب میں اصول کے اثرات نمایاں ہو سکیں۔ یہ زنجانی کا غیر معمولی کارنامہ اور بڑی منہجیت بخش محنت ہے۔ اس بارے میں کسی کو زنجانی پر سبقت حاصل نہیں۔ ان کے بعد امام تلمسانی نے بھی زنجانی سے ملتا جلتا انداز اختیار کیا اور انہوں نے بھی فقہ کے مختلف ابواب کی جزئیات مثالوں میں ذکر کیں لیکن اس کتاب کی ترتیب اصولی قواعد کی ترتیب کے اعتبار سے ہے۔

کتاب ”التمہید“ محمد حسین بیرونی نے اسنوی کے زیادہ تر الفاظ کے طلاق پر منحصر ہونے کی یہ توجیہ پیش کی، وہ فرماتے ہیں :

”والی اظن ان السبب الذی جعل الاسنوی يعتمد علی الفاظ الطلاق فی غالب الكتاب دون غیرها ان ائمة..... الشافعية وان اختلفوا فی القاعدة الا أن هذا الخلاف نادر، وغالباً ما یكون فی شروطها لا فی اصلها، وعلى الرغم من الخلاف فیها تجد الفروع الفقهية جاریة علی نمط واحد دون التأثير بهذا الخلاف بمدارک اخرى غیر القاعدة الاصولية ولذلك تبقى القاعدة بدون اثر غالباً مادعی الاسنوی الی التکلیف فی اظهار اثرها فی الالفاظ کا لطلاق والایمان و النذور، بينما يظهر اثر الخلاف جلیا واضحا عندما یكون الخلاف فی اصل القاعدة، کقول الصحابی مثلاً هو حجته أم لا، فانه ینبئ علیه المسائل من الفروع الفقهية المتباینة لتباين العمل بهذه القاعدة، وکالحديث المرسل والاستحباب ولا مستحسان، وغیره ذلک“۔^۱

تحقیقی مقدمہ علی التمهید فی تخریج الفروع علی الاصول الاسنوی۔ محمد ص ۳۵، بیروت موکب الرسالہ طبع ثالثہ

(آئمہ شافعی کا اگرچہ قواعد کے بارے میں بھی اختلاف ہے لیکن یہ اختلاف بہت شاذ و نادر ہے۔ فقہاء شافعیہ کا اکثر باہمی اختلاف قواعد کی شرطوں کے بارے میں ہے نہ کہ اصل قواعد میں۔ اور ان شرطوں میں اختلاف کے باوجود سب کے یہاں فقہی فروعات کا بالکل ایک ہی منہج ہے۔ ان اختلافات کا اثر فقہی فروعات پر نہیں پڑا ہے۔ اس لئے اسنوی کو قواعد کے اثرات کی وضاحت میں تکلف سے کام لینا پڑا ہے۔ طلاق، یمین، نذر وغیرہ کے الفاظ میں اثرات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر اختلاف اصل قاعدہ میں ہوتا تو اس کے اثرات مسائل فرعیہ میں بہت واضح محسوس ہوتے مثلاً اس بارے میں اختلاف ہوتا کہ صحابی کا قول حجت ہے یا نہیں، کیونکہ اس قاعدہ پر سیکڑوں فقہی فروعات مبنی ہیں۔ اسی طرح اگر حدیث مرسل، اصحاب، استحسان وغیرہ کے بارے میں آئمہ شافعیہ میں اختلاف ہوتا تو فقہی جزئیات پر اس کے دور رس اثرات ہوتے)

کتاب ”التمہید“ میں علامہ اسنوی کا منہج :

علامہ اسنوی اپنی کتاب کے مقدمہ میں اپنے منہج کی وضاحت ان الفاظ سے فرماتے ہیں :

”اذکر أولا المسألة الأصولية بجميع اطرافها ، منقحة مہذبہ ملخصہ ، ثم أتبعها بذكر شي مما يتفرع عليها ، ليكون ذلك تنبيها على ما لم أذكره والذي أذكره على اقسام : فمنه ما يكون جواب أصحابنا فيه موافقا للقاعدة ومنه ما يكون مخالفا لها . ومنه ما لم أقف فيه على نقل بالكلية ، فاذكر فيه ما تقتضيه قاعدتنا الأصولية ، ملاحظا أيضا للقاعدة المذهبية ، والنظائر الفروعية . وحينئذ يعرف الناظر في ذلك مأخذ مانص عليه أصحابنا وأصلوه وأجملوه أو فصلوه ، ويتنبه به على استخراج ما أهملوه ، ويكون سلاحا وعدة للمفتين ، وعملة للمدرسين ، خصوصا المشروط في حقهم القاء العلمين والقيام بالوظيفتين ، فإن المذكور جامع لذلك ، واف بما هنالك لا سيما ان الفروع المشار اليها مهمة مقصودة في نفسها بالنظر ، وكثير قد ظفرت به في كتب غريبة ، أو عثرت به في مظنته ، أو استخراجته أنا وصورته ، وكل ذلك ستراه مبينا ان شاء الله تعالى . وقد مهدت بكتابي هذا طريق التخریج لكل ذي مذهب ، وفتحت به باب التفریع لكل ذي مطلب ، فلتستحضر ارباب المذاهب قواعد الأصولية وتفاريعها ، ثم تسلك ما سلكته فيحصل به ان شاء الله تعالى لجمعهم التمرن على تحرير الأدلته وتهذيبها ، والتبين لما أخذ تضعيفها وتصويبها وتهيئها لأكثر المستعدين الملازمين للنظر فيه نهاية الأرب وغاية الطلب وهو تمهيد الوصول الى مقام استخراج الفروع من قواعد الأصول ، والتعريض الى ارتقاء مقام ذوی التخریج“۔

(میں پہلے اصولی مسئلہ کو اس کے تمام گوشوں کے ساتھ منہج ، مہذب اور مختص انداز میں لکھوں گا، پھر اس اصولی مسئلہ سے متفرع ہونے والے کچھ مسائل کو ذکر کروں گا تاکہ غیر مذکور مسائل کے لئے نمونہ کا کام کریں۔ میرے ذکر کردہ اصول چند طرح کے ہیں۔ کچھ تو وہ ہیں جن کے بارے میں ہمارے فقہاء کا جواب اصولی قاعدہ کے موافق ہے۔ اور کچھ وہ ہیں

جن کے بارے میں فقہاء کا جواب قاعدہ کے مخالف ہے۔ اور کچھ وہ ہیں جن کے بارے میں مجھے کوئی منقول چیز نہیں ملی تو وہاں پر میں وہ چیز ذکر کرتا ہوں جو ہمارے اصولی قاعدہ کا تقاضہ ہے اور مذہبی قاعدے اور فرعی نظام کو بھی مد نظر رکھتا ہوں۔ ان طرح ان بحثوں کا مطالعہ کرنے والا ہمارے فقہاء کے منصوص مسائل کا ماخذ، قائم کردہ اصول اور ان کی اجمالی اور تفصیلی بحثوں سے واقف ہو جاتا ہے اور جن مسائل کا جواب ہمارے فقہاء کے یہاں موجود نہیں ہے ان کے بارے میں ہم شرعی طریقہ استخراج سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اور یہ بحثیں اہل افتاء کے لئے ہتھیار کا اور مدرسین کے لئے اساس کا کام دیتی ہیں۔ خصوصاً وہ مدرسین جن کے ذمہ فقہ اور اصول فقہ دونوں کا درس ہوتا ہے۔ کیونکہ ہماری کتاب میں مذکور بحثیں اصول و فروع دونوں کو جامع ہیں۔ ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ جن فروع کا اس کتاب میں ذکر کیا گیا ہے وہ بڑی اہم اور بحث و نظر کا موضوع ہیں۔ ان میں سے بہت سے فروع وہ ہیں جو مجھے نایاب کتابوں میں یا غیر محل میں دستیاب ہوئی ہیں یا میں نے خود ان کا استخراج اور تصویر کشی کی ہے۔ یہ تمام چیزیں انشاء اللہ تعالیٰ آپ اس کتاب میں واضح انداز میں پائیں گے۔ میں نے اس کتاب کے ذریعہ ہر مذہب والے کے لئے تخریج مسائل کا راستہ ہموار کیا اور تفریح کا دروازہ کھولا ہے۔ لہذا مختلف مذاہب کے علماء کو اس کتاب میں مندرج اصول قواعد اور تفریحات کو متحضر کر لینا چاہئے۔ پھر میرے ہموار کئے ہوئے اسی راستہ پر چلنا چاہئے۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ تعالیٰ تمام مذاہب والوں کے دلائل کو منسحق کرنے کی مشق ہو جائے گی اور قوی اور ضعیف مسائل کے ماخذ واضح کرنے کی اہلیت ہو جائے گی اور جو لوگ اس کتاب کو پابندی سے بار بار پڑھیں گے ان میں اکثر کی مراد پوری ہوگی۔ یعنی انہیں اصولی قواعد سے فروع کے استخراج کا مقام حاصل ہو جائے گا اور اصحاب تخریج میں ان کا شمار ہونے لگے گا)

ابو حامد بہاء الدین السبکی (متوفی ۷۱۹ھ - ۷۷۳ھ) ^۱

نفت عربیہ، فقہ، اصول، معنی و بیان اور ادب میں ید طولی رکھتے تھے۔ اپنے والد شیخ تقی الدین (متوفی ۷۵۶ھ) دار المنہاج البیضاوی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ جب ان کے والد شام میں قاضی مقرر ہوئے تو ان کی جگہ ضروریہ اور جامع طولون میں تدریس کی۔ مشہد شافعی میں مذہب شافعی کی تدریس کرتے اور شام میں اپنے بھائی کی جگہ فہمی کے طور پر خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح (مطول) علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول“ تالیف کی۔ بدر النال میں ہے :

”کان شرع فی شرح مختصر ابن الحاجب فکتب منه قطعة لطيفة فی مجلد ، ولو اتمه

لکان عشر مجلدات“ ^۲

(انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب لکھنا شروع کی تھی اور اس کا ایک حصہ ایک مجلد میں لکھا اور اگر وہ اس کو مکمل کر لیتے تو

ضروریہ کتاب دس مجلدات میں ہوتی)

عمر بن اسحاق الغزنوی حنفی (متوفی ۴۰۴ھ - ۴۷۳ھ) ^۱

فقیہ، اصولی، نظار اور متصوف تھے۔ امام وجیہ الدین دہلوی وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، پھر ۴۰۴ھ میں تشریف لے گئے، وہاں قاضی عسکر بنائے گئے اور پھر ۴۶۹ھ میں ایک مستقل حنفی قاضی کی حیثیت سے خدمات دینے لگے۔ سلطان حسن کے یہاں اعلیٰ قدر و منزلت رکھتے تھے۔ اپنی زبان اور قلم سے مذہب حنفی کی مدد کرنے نے مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زبدۃ الاحکام فی اختلاف الائمه الاعلام

۲۔ اللوامع فی شرح جمع الجوامع

۳۔ شرح المناز للنسفی فی الاصول

۴۔ المنیر الزاہر من الفیض الباہر من شرح المغنی الخبازی فی الاصول۔ یہ کتاب ایک مجلد میں اور تاج التراجم کے مطابق یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔ ^۲

یحییٰ الرہونی مالکی (متوفی ۴۷۴ھ) ^۳

فقیہ اصولی ادیب منطقی اور متکلم تھے۔ ابو العباس احمد بن ادریس السجائی سے فقہ کی اور ابو عبد اللہ الیاس کی تعلیم حاصل کی۔ قاہرہ میں اقامت اختیار کی متعدد مشہور مدارس میں تدریس کی، زیارت حرمین شریفین کے تشریف لائے۔ فقہ میں ”کتاب التہذیب“ پر آپ کی تقییدات ہیں۔ جس میں مذاہب اربعہ پر بحث کی گئی۔ مالک کو سب پر ترجیح دی۔

مؤلفات اصولیہ : مختصر ابن الحاجب الاصولی پر عمدہ و مفید شرح لکھی، جس میں معانی و مباحث کی منفرد اور تحقیق پیش کی۔ ^۴

منصور الخوارزمی حنفی (متوفی ۴۷۵ھ) ^۵

فقیہ و اصولی تھے۔ اپنے زمانے کے فن میں ماہر اکابر علماء سے فقہ و اصول کا علم حاصل کیا۔ خود مہارت حاصل کر کے افتاء تدریس و تصنیف میں مشغول ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مغنی الخبازی فی الاصولی تالیف کی۔ اس کا آغاز یوں ہے ”الحمد للہ الذی تجلی علی عبادہ۔ الخ۔“

۱۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن اسحاق بن احمد البہندی الغزنوی (۱۳۰۳ء - ۱۳۷۱ء) دہلی میں ولادت اور مصر میں وفات پائی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۴۹۰ھ، الفتح المبین ۲/۱۸۸، تاج التراجم ۳۸-۳۹ (۱۳۳) یحییٰ بن موسیٰ الرہونی متوفی ۴۷۲ھ

۳۔ الفتح المبین ۲/۱۹۰ ابو محمد منصور بن احمد بن یزید الخوارزمی متوفی ۴۷۳ھ، اصلاً وازم سے تعلق تھا

۴۔ الفوائد البیہ ۲۱۵-۲۱۶، الفتح المبین ۲/۱۹۱-۱۹۲

شمس الدین الغماری مالکی (متوفی ۷۷۶ھ)^۱

فقیر اور اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی جو ان کے علم و فضل اور وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے۔^۲

عبد اللہ الحسینی النیشاپوری حنفی (متوفی ۷۷۶ھ)^۳

فقیر و اصولی تھے۔ شریف جمال الدین نے ان سے متعلق لکھا : ”کان النیشابوری بارعاً فی الاصول والعبیۃ“ (نیشاپوری اصول اور لغت عربیہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں) مدرسہ شافعیہ (الاسدیہ) میں تدریس کی، بعض لوگوں کو اس سے یہ وہم ہو گیا کہ شاید وہ شافعی المذہب تھے۔ مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ حنفی تھے اور یہی ان کی شرح المنار کے مطالعہ سے نظر آتا ہے جس میں وہ کہتے ہیں : ہمارے نزدیک یہ ہے اور شافعی کے نزدیک اس طرح ہے۔ پھر مذہب حنفیہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ نیشاپوری قاہرہ میں بھی مقیم رہے اور دمشق میں قیام کے دوران مدرسہ حنفیہ میں مدرس رہے۔

مؤلفات اصولیہ : ”شرح المنار فی الاصول“۔^۴

لسان الدین التلمسانی مالکی (متوفی ۷۱۳ھ-۷۷۶ھ)^۵

فقیر، اصولی، طبیب و ادیب تھے۔ مختلف علوم میں تقریباً ساٹھ تصانیف لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الفیہ فی اصول الفقہ“ تالیف کیا۔^۶

الحسینی الواسطی شافعی (متوفی ۷۱۷ھ-۷۷۶ھ)^۷

فقیر، اصولی، متکلم و محدث تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کرنے کے بعد قاہرہ آکر فقہ و اصول میں کمال حاصل کیا، پھر شام واپس لوٹ کر درس و تدریس میں مشغولیت اختیار کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول“۔ اس میں شرح الاصغہانی سے مواد جمع کیا ہے۔

۲۔ ”وشرح تاج الدین السبکی فی اسلوب سہل بہ ماخذ الاصول وقریبه الی الاذهان والعقول“

۳۔ ”کتاب فی الرد علی الاستنوی“۔^۸

۲ الفتح المبین ۱۳/۲

۱ شمس الدین محمد الغماری متوفی ۱۳۷۴ھ

۳ الفتح المبین ۱۳/۲

۲ عبد اللہ بن محمد بن احمد الحسینی النیشاپوری متوفی ۱۳۷۴ھ

۴ ابو عبد اللہ لسان الدین محمد بن عبد اللہ بن سعید التلمسانی الغرناطی ابن الخطیب (۱۳۱۳ء-۱۳۷۴ء) قاز میں انتقال ہوا

۵ ابن الفتح ۱۹۵/۲ ۶ محمد بن حسین عبد اللہ السید الشریف الحسینی الواسطی (۱۳۱۷ء-۱۳۷۴ء) دمشق میں انتقال ہوا

۸ بدیع الحارثین ۱۶۸/۶، الفتح المبین ۱۹۶/۲

عبداللہ بن محمد بقرکار (متوفی ۷۷۶ھ)
مؤلفات اصولیہ :

(۱) شرح تنقیح الاصول (۲) شرح المنار للنسفی فی الاصول^۱

لسان الدین ابن الخطیب (۷۱۳ھ-۷۷۶ھ)

انہوں نے سد الذریعہ فی تفصیل الشریعہ تالیف کی۔^۲

احمد الاربدی شافعی (متوفی ۷۷۶ھ)

فقہ و اصول و ادب میں مہارت رکھتے تھے۔ شروع میں حنبلی المسلك تھے پھر شافعی بن گئے۔ مصر میں قاضی رہے۔
مختلف علوم و فنون میں ان کے عمدہ سوالات ہیں۔^۳

جمال الدین القنوی حنفی (۷۰۰ھ-۷۷۷ھ)^۴

فقیہ، اصولی، نجومی، مفسر، متکلم اور نظارت تھے۔ اپنے والد اور دیگر علماء سے فقہ کا علم سیکھا۔ مختلف فنون میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ دمشق کے قاضی بنائے گئے۔ تالیف و تصانیف کی کثرت میں شہرت رکھتے تھے۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "المنتہی علی المغنی فی اصول الفقہ" یہ شرح تین مجلدات میں ہے۔ جبکہ ہدیۃ العارفین میں اس پر مذکور ہے : "البہنی شرح المغنی للخبازی فی اصول الفقہ مکتوب"۔

۲۔ الاعتزاز فی الاعتراض علی الادلة الشرعیۃ۔^۵

بہاؤ الدین السبکی شافعی (۷۰۷ھ-۷۷۷ھ)^۶

فقیہ، اصولی، مفسر، محدث اور متکلم تھے۔ تقی الدین السبکی متوفی ۷۵۶ھ شارح منہاج البیہاوی اور علاؤ الدین الضحاجی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

دمشق میں تقی الدین السبکی کے نائب اور پھر مستقل قاضی کی حیثیت میں خدمات انجام دیں۔ طرابلس وغیرہ میں قاضی رہے، قاہرہ بھی تشریف لائے اور قاضی بنائے گئے۔ دمشق جا کر مستقل سکونت اختیار کی۔

۱۔ عبداللہ بن محمد جمال الدین الحسینی متوفی ۷۷۴ھ بقرکار، ہدیۃ العارفین ۵/۳۶۷

۲۔ ابو عبد اللہ لسان الدین محمد بن عبد اللہ بن الفقیہ الخطیب سعید سلمان الغرناطی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۷

۳۔ احمد بن سفیان بن محمد سلمان الاربدی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ معجم الاصولین ۱/۱۳۰ (۹۲)

۴۔ جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود بن عبدالرحمن القنوی (قبل ۱۳۰۰ھ-۱۳۷۵ھ) دمشق میں وفات پائی

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۰۹ھ، الفتح المبین ۲/۱۹۷

۶۔ ابوالبقاء بہاؤ الدین محمد بن عبدالبر بن یحییٰ بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ بن تمام بن حامد السبکی (۱۳۰۷ھ-۱۳۷۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : ابن عسقلانی نے لکھا :

”انہ کتب علی الروضة وعلى مختصر ابن الحاجب فی الاصول“^۱

(انہوں نے) (موفق الدین ابن قدامہ دمشقی ضلی متوفی ۶۴۰ھ) کی اصول فقہ میں کتاب الروضة (الناظر وجنة المناظر) اور مختصر ابن الحاجب فی الاصول پر کتاب لکھی

علی بن ابراہیم۔ ابن الشاطر (۷۰۴ھ۔ ۷۷۷ھ)

انہوں نے کتاب ”نہایة السؤل“ تالیف کی۔^۲

احمد الشارمساحی شافعی (متوفی ۷۷۷ھ)^۳

فقہ و اصول میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شیخ جمال الدین الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ)، شارح منہاج للبیضاوی وغیرہ سے فقہ حاصل کیا۔ مصر میں دمیاط اور منفیوط وغیرہ کے قاضی رہے۔^۴

محمد بن عثمان الزرعی (متوفی ۷۷۹ھ)

انہوں نے قاضی بیضاوی کی ”منہاج الوصول الی علم الاصول“ کو منظوم کیا۔^۵

احمد بن علی البلسینی حنفی (متوفی ۷۷۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”جواهر الافکار فی مختصر المنار للنسفی“ تالیف کی۔^۶

ضیاء القزوینی شافعی (متوفی ۷۸۰ھ)^۷

فقہ، اصول و اصول دین، تفسیر، لغت عربیہ اور معانی و بیان کے عالم و امام تھے۔ وہ خود کہا کرتے تھے کہ : ”انا حنفی لاصول، شافعی الفروع“ (میں حنفی الاصول اور شافعی الفروع ہوں)، شیخ سعد الدین الشفستانانی (متوفی ۷۹۲ھ) و صاحب التلویح نے ان سے بھی علم حاصل کیا جبکہ عضد الدین الایبکی (متوفی ۷۵۶ھ) شارح ابن الحاجب وغیرہ آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔

۱۔ ابن قیمین ۱۹۸/۲

۲۔ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن محمد بن الہام ابن ابراہیم بن المظعم الانصاری الدمشقی، ابن الشاطر متوفی ۱۳۷۵ء

۳۔ شہاب الدین احمد بن یوسف بن فرج اللہ بن عبد الرحیم الشارمساحی متوفی ۱۳۷۵ء غالباً مصر میں وفات پائی

۴۔ بحکم الاصولین ۱/۲۳۹ (۱۹۲) ۵۔ محمد عثمان بن فرمود الزرعی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۶۹

۶۔ احمد بن علی بن عبد الرحمن الکتابی البلسی، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۳

۷۔ ضیاء الدین ضیاء سعد بن محمد بن عثمان القزوینی القرطبی الحنفی متوفی ۱۳۷۸ء، غالباً مصر میں وفات پائی۔ النجوم الزاہرہ میں آپ کا نام ضیاء الدین ابو عبد اللہ ابن الشیخ سعد الدین سعد الحنفی القزوینی الشافعی ابن قاضی القرم مذکور ہے

مؤلفات اصولیہ :

ان کی کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ قاہرہ میں شافعی مدرسہ میں مدرس تھے۔ مذہب حنفی و شافعی دونوں کے مطابق تدریس کرتے، فتویٰ دیتے اور دونوں میں متحضر رہتے۔ انجیم الزاہرہ میں مذکور ہے : کان یندرس فی الملحدین "الحنفیة والشافعیة"۔^۱

ابن الحرانیہ المارونی حنفی (۷۰۲ھ - ۷۸۰ھ)^۲

فقہ، خلاف اور اصول میں مقبولیت پائی اور ان کے ساتھ کئی دوسرے فنون میں مہارت رکھتے ہیں۔ اپنے زمانے میں پیدا کیا۔ مارون میں تدریس کی۔ بہت سے حضرات مستفید ہوئے، حنفیہ اور شافعیہ کے مابین خلاف اور فقہ میں "ارجوزہ" تالیف کیا جو ایک عمدہ کام ہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مختصر اصول الفقہ" تالیف کی۔ اس میں انہوں نے اپنے مذہب کا دفاع کیا اور مخالفین کا دلائل کے ساتھ بھرپور انداز میں رد کیا۔^۳

ابو جعفر الشافعی مالکی (۷۲۷ھ - ۷۸۰ھ)^۴

فقہ، اصولی، مقرر، نحوی، محدث اور مفسر تھے۔ اصلین میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اندلس میں ریاست کا مالک بن کر ختم ہوئی تھی۔ تقریباً چار سو سا تہ سے استفادہ کیا۔ انہوں نے کتاب "شرح الاشارة للباجی فی الاصول" تالیف کی۔^۵ المرانی نے ان کا دو جگہ ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ تو ان کی تاریخ وفات ۷۰۸ھ بتائی ہے اور دوسری جگہ ۷۸۰ھ بتائی ہے۔ وفات کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔^۶

ابن منصور الدمشقی حنفی (۷۱۷ھ - ۷۸۲ھ)^۷

فقہ اور اصولی تھے، دمشق کے قاضی رہے۔ ابن ترکمانی کی وفات کے بعد مصر میں منصب قضاء کی پیشکش کی گئی تھی مگر انہوں نے نجم الدین بن العز کو یہ منصب عطا کرنے کی سفارش کی۔ مصر میں مقیم ہو گئے اور تدریس کی۔ ۷۷۷ھ میں یہاں کے قاضی مقرر کئے گئے مگر ۷۷۸ھ میں قاضی کا عہدہ چھوڑ کر واپس دمشق چلے گئے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔
مؤلفات اصولیہ : ان کی اصول فقہ پر کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۸

۱۔ الدردر الکامنة ۲/۲۰۹ (۱۹۸۸)، بحکم الاصولیین ۲/۱۳۶ (۳۸۱)، انجیم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ، جمال الدین ابوالحسن یوسف بن قزاق بردی الاثاری متوفی ۸۷۴ھ - ۱۱/۱۹۳، مصر وزارة الثقافة دارالارشاد القومی

۲۔ بدر الدین محمد بن محمد بن ابی العز حنفی ابن الحرانیہ المارونی (۱۳۰۲ھ - ۱۳۷۸ھ)

۳۔ الفتح المبین ۲/۱۹۹

۴۔ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر بن محمد بن ابراہیم بن الزبیر الشافعی اندلسی (۱۳۲۷ھ - ۱۳۸۷ھ)، اندلس میں ولادت و وفات ہوئی

۵۔ الدبیان ص ۱۰۶، تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۸، الفتح المبین ۲/۲۰۰

۶۔ الفتح المبین ۲/۲۰۰ - ۱۰۷ - ۱۰۷

۷۔ احمد بن علی بن منصور بن ناصر الدمشقی حنفی (۱۳۱۷ھ - ۱۳۸۰ھ)

۸۔ الفوائد البیہ ص ۲۸ - ۲۹، بحکم الاصولیین ۱/۱۷۸ - ۱۷۹

اکمال الدین الباہریتی حنفی (۷۱۴ھ-۷۸۶ھ) ^۱

فقہ، اصولی، ادیب، نحوی، متکلم و مفسر تھے۔ حصول علم کے لئے حلب آئے۔ قوام الدین محمد بن محمد اکا کی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ جب مصر تشریف لائے تو کئی بار منصب قضاء کی پیشکش کی گئی مگر بار بار اس پیشکش کو ٹھکراتے رہے۔
نوفاقیات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول

۲۔ شرح علی اصول البزدوی فی الاصول

بہارین میں اس طرح مذکور ہے :

النقود والردود فی شرح منتهی السؤل والامل لابن الحاجب

التقریر فی شرح اصول البزدوی .

اور تاج التراجم میں بھی شرح اصول بزدوی کا نام التقریر ہی مذکور ہے۔ اور شرح مختصر ابن الحاجب اصلی مذکور ہے۔

۳۔ الانوار فی شرح المنار للنسفی ، مکتبہ حلب میں اس کا مخطوطہ موجود ہے جسے ان کے شاگرد عبد الرحمن بن محمد اسماعیلی نے الباہریتی کے زندگی میں ۷۶۰ھ میں تحریر کیا تھا۔ بسم اللہ کے بعد آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : الحمد لله مظهر بدائع الحكم بالایات الخارقة للعقول۔ اور اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے : ”ان يجعله ذخرا لنا فی دار القرار انه علی ما یشاء قدیر وبالاجابة جدیر۔“ ^۲

شمس الدین الکرمانی شافعی (۷۱۷ھ/۷۸۶ھ) ^۳

فقہ، اصولی، محدث، مفسر، متکلم، ادیب اور نحوی تھے۔ اپنے والد بہاء الدین اور العصد وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔ حصول علم کے لئے دمشق، مصر، حجاز، بغداد گئے، متعدد کتب تصنیف کیں۔

نوفاقیات اصولیہ : انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی اور اس کا نام السبعة بسره رکھا، حج سے واپسی پر انتقال ہوا۔ ان کی میت وہاں سے بغداد منتقل کر کے ابو اسحاق الشیرازی (متوفی ۷۷۶ھ) نائب اللمع والتبصرة فی اصول الفقه کے پہلو میں دفن کئے گئے جسے انہوں نے خود اپنے لئے تیار کیا تھا۔ ^۴

۱۔ اکمال الدین محمد بن محمود الباہریتی (۱۳۱۳ء/۱۳۸۳ء)۔ بغداد میں ولادت اور قاہرہ میں وفات ہوئی۔

۲۔ بہارین ۱/۶، ۱۷۱، تاج التراجم ص ۶۶ (۱۹۹)، الفحلمین ۲/۲۰۱۔ فہرست المنتخب من المخطوطات العربیہ فی حلب۔

۳۔ ۱۳۱۳ء، بیروت، عالم الکتاب ۱۳۷ھ-۱۹۸۶ء

۴۔ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید الکرمانی البغدادی (۱۳۱۷ء/۱۳۸۳ء) بغداد میں مدفون ہوئے۔

۵۔ بہارین ۱/۶، ۱۷۲، الفحلمین ۲/۲۰۲

فصل اللہ الشاملا مکانی شافعی (متوفی ۷۸۷ھ) ۱

فقہ، اصولی اور نحوی تھے، قاضی العمد سے علم حاصل کیا۔ کئی علوم اور خاص کر علوم عقلیہ میں تبحر حاصل تھا۔
مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔
سریجا المملطی شافعی (۷۲۰ھ/۷۸۸ھ) ۲

اپنے زمانے میں اپنے شہر میں فقہ، قرأت، ادب اور دیگر علوم میں ممتاز مقام رکھتے تھے علم الکلام، نحو، تفسیر، زبان وغیرہ پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

- (۱) تدقیق الوصول الی تحقیق الاصول
- (۲) مستقصی الوصول الی مستصفی الاصول
- (۳) وسائل الوصول الی مسائل الاصول ۳

ابو اسحاق الشاطبی مالکی (متوفی ۷۹۰ھ) ۴

فقہ، محدث، اصولی، لغوی، مفسر، محقق اور نظار تھے۔ الشریف تلمسانی (متوفی ۷۷۷ھ) صاحب مفتاح الامم فی بناء الفروع علی الاصول بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الموافقات“ تالیف کی۔
الموافقات کا تحقیق تجزیہ :

الموافقات امام شاطبی کی مشہور اور ایک اہم تصنیف ہے جو چار اجزاء پر مشتمل ہے۔ مصنف نے پہلے اس کا عنوان التعریف، باسراو التکلیف رکھا پھر اس کا نام بدل کر ”الموافقات“ رکھا۔ اس سے بعض نے یہ سمجھا کہ یہ دو الگ الگ کتابوں کے نام ہیں جیسا کہ رضا کمالہ نے یہی گمان کیا۔ ۱

الموافقات کے مقدمہ میں محشی عبداللہ دراز کے کلام سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اس کتاب کو مصر میں مقابل کرانے کا سہرا شیخ عبدہ کی مرہون منت ہے اور اس کی مصری طباعت کا ذکر کیا۔ اس میں بھی یہ تاثر نظر آتا ہے کہ اس

۱۔ سعد الدین فضل اللہ بن ابراہیم بن عبداللہ الشامکانی (السارکاری) متوفی ۱۳۷۵ء غیشا پور سے تعلق رکھتے ہیں۔
۲۔ الفتح المبین ۲/۲۰۳
۳۔ سریجا بن محمد بن سریجا بن الدین، المملطی، المارونی (۱۳۲۰ء/۱۳۸۶ء)
۴۔ کشف الظنون ۱/۲۳۸۲، ۲/۱۶۷۵-۲۰۰۸، بدیع الحارثین ۵/۳۸۲-۳۸۳، معجم الاصلیین ۲/۱۱۸ (۳۵۳)
۵۔ ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد النخعی الغرناطی شاطبی متوفی ۱۳۸۸ء
۶۔ معجم المولیین ۱/۱۱۸

طباعت بھی مصر میں ہوئی ہوگی مگر درست بات یہ ہے کہ پہلی مرتبہ یہ کتاب تیونس سے ۱۳۰۲ھ-۱۸۸۴ء میں طبع ہوئی اور علماء و طلاب زیتونیہ میں متداول رہی اور اس پہلی طبع میں تین زیتونی علماء کی تصحیح بھی شامل تھی جن کے اسماء درج ذیل ہیں :

(۱) الشیخ علی الشونوی (۲) الشیخ احمد الورتانی (۳) الشیخ صالح قابجی

مصر میں تو یہ کتاب ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں یعنی پہلی طباعت کے تقریباً ۳۸ برس بعد طبع ہوئی۔ اور اس کی طباعت شیخ محمد انور حسین کی مرہون منت تھی اور یہ مطبعہ سلفیہ سے شائع ہوئی۔ طباعت کے اخراجات عبد الہادی بن محمد منیر الدمشقی نے برداشت کئے۔ اس کے جزء اول و ثانی پر شیخ محمد انور حسین کی تعلیق تھی جبکہ جزء ثالث و رابع پر محمد حسین مخلوف کی تعلیق تھی۔ اس کے بعد اس کی دو طباعتیں مصر میں ہوئیں ایک تو محمد محی الدین عبد الحمید کی تحقیق کے ساتھ مکتبہ صبیح مصر سے ۱۹۶۹ء میں شائع ہوئی اور دوسری مرتبہ شیخ عبد اللہ دراز کی تحقیق اور تعلیق کے ساتھ مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، مصر سے طبع ہوئی، ہر دو طباعت درج نہیں تھیں۔

مقصد پر تدوین کی اولویت :

تقریباً سب لوگوں کا اتفاق ہے کہ امام شاطبی علم المقاصد کے مبتدع ہیں بالکل اسی طرح جس طرح کہ سیبویہ کو علم الفیہ اور فیل بن احمد الفراءہیدی کو علم العروض میں مبتدع کی حیثیت حاصل ہے۔ عبد اللہ دراز لکھتے ہیں :

"ہکذا بقی علم الاصول فاقد اقسما عظیماً هو شطر هذا العلم، الباحث عن احد رکنیہ، حیہا اللہ سبحانہ وتعالیٰ ابا اسحاق الشاطبی فی القرن الثامن الهجری لتدارک هذا النقص، وانشأ هذا العمارة الکبریٰ فی هذا الفراغ المترامی الاطراف فی نواحی هذا العلم الجلیل"۔

(یوں علم الاصول کی ایک بڑی قسم (مقاصد الشارح) مدت مدید تک ناقابل التفات ہی رہی حالانکہ وہ زیر بحث علم کا ایک اہم رکن و جزء تھا پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آٹھویں صدی ہجری میں ابواسحاق شاطبی کو اس کمی کو پورا کرنے کی توفیق بخشی جنہوں نے اس عظیم الشان علم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے اس واقعہ شدہ خلا کو احسن طریقے سے پُر کیا اور اس فن کی ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی)

اس کے بعد مزید لکھتے ہیں :

"لم تقف به الہمة فی التجدید والعمارة لهذا الفن عند تاصیل القواعد، وتاسیس کلیات المتضمنة لمقاصد الشارح فی وضع الشریعة، بل جال فی تفاصيل مباحث الكتاب اوسع مجال، وتوصل باستقرائها الی استخراج درر غوال لها اوثق صلة بروح الشریعة، واعرق نسب بعلم الاصول"۔

(مصنف شاطبی نے اس فن کی تجدید و تعمیر کی قواعد کے اصل تلاش کرنے اور وضع شریعت کے معاملہ میں شارح کے مقاصد سے کلیات کی بنیاد بتانے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کتاب کے مباحث کی تفصیل پیش کرنے میں بڑی تک و تاز سے کام لیا

وہ اپنی حدیث و تحسین سے ایسی قیمتی اور پوشیدہ موتیوں کو نکالنے میں کامیاب ہوئے جن کا روح شریعت سے گہرا واسطہ ہے اور علم اصول سے ان کی گہری نسبت ہے)

شیخ عبد المجید الترمذی لکھتے ہیں :

”منشئہ الشاطبی الاندلسی الذی اختار له من الاسماء علم مقاصد الشریعہ“^۱
(امام شاطبی اندلسی نے سب سے پہلے اس علم کے لئے علم مقاصد شریعہ کا نام استعمال کیا)

شیخ محمد خضریٰ بک لکھتے ہیں :

”ومن الغریب انه ، علی کثرۃ ما کتب فی اصول الفقہ ، لم یعن احد بالکتابۃ فی الاصول الذی اعتبرها الشارح فی التشریع ، وہی الذی تکتون اساسا للذیل القیاس والا شغل بہا خیر من قتل الوقت فی الخلاف والجدل فی کثیر من المسائل الذی لا یترتب علیہا ولا علی الخلاف فیہا حکم شرعی واحسن من رایتہ کتب فی ذلک ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی المتوفی سنہ ۷۸۰ھ فی کتابہ الذی سماہ (الموافقات) وهو کتاب عظیم الفائدة سهل العبارة لایجد الانسان معہ حاجۃ الی غیرہ“^۲

(کتنی عجیب بات ہے کہ اصول فقہ پر کثرت سے کتابیں لکھی جانے کے باوجود کسی نے بھی اصول فقہ کے اس پہلو کے بارے میں لکھنے کی طرف توجہ نہیں دی جس کا شارح نے تشریحی احکام میں اعتبار کیا ہے اور وہ قیاس کی دلیل کی اساس ہے اور اس میں مشغولیت خلاف وجدل کے ان کثیر مسائل میں وقت کا قتل کرنے سے بہتر تھی جن پر کوئی حکم شرعی مرتب نہیں ہوتا اور اس فن میں میری نظر سے جو عمدہ کتب گزری ان میں ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی متوفی سنہ ۷۸۰ھ کی موافقات تھی اور وہ بے لعل عبارت میں ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم الفائدة کتاب ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے انسان کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں کرتا)

شیخ علی حسب اللہ نے لکھا :

”وقد جاء ابو اسحاق الشاطبی (متوفی سنہ ۷۸۰ھ) . فی کتابہ الموافقات بما لم یسبق بہ ، فعنی بیان قواعد الاصول ، وتوضیح مقاصد الشارح مع سہولۃ فی العبارة ، ووضوح فی الغرض“^۳

امام شاطبی نے اس فن پر اپنے مبتدع ہونے کا اظہار ان کلمات کے ساتھ کیا :

”فان عارضک دون هذا الكتاب عارض الانکار . وعمی عنک وجه الاختراع فیہ والابتکار ، وغر الظان انه شئی ماسمع بمثله ، ولا الف فی العلوم الشرعیۃ الاصلیۃ او الفرعیۃ مانسج علی منوالہ ، او شکل بشکلہ وحسبک من شر سماعہ . ومن کل بدع فی الشریعۃ ابتداء فلا تلتفت الی الاشکال دون اختبار ولا تنرم بمظنۃ الفائدة علی غیر اعتبار“^۴

۱۔ الفکر الصولی واشکالیۃ السلطۃ العلمیۃ فی الاسلام قراءۃ فی نشأۃ علم الاصول ومقاصد الشریعۃ ، عبد المجید الصغیر ، بیروت دار المنتجب العربی ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۳ء
۲۔ اصول الفقہ ، شیخ محمد خضریٰ بک۔ ص ۱۱۔ ۱۲
۳۔ اصول التشریع الاسلامی ، شیخ علی حسب اللہ۔ ص ۷۔ مصدر المعارف طبع ۱۳۸۳ھ۔ ۱۹۶۲ء
۴۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ ، ابو اسحاق الشاطبی القرنطی مالکی متوفی ۷۹۰ھ۔ ۲۵/۱۔ بیروت دار المعرفۃ سنہ ۱۴۰۰ھ

ایمانی کتاب کے مطالعہ کے بعد انکار کی صورت پیش آئے اور تم پر وجہ استدلال اور اس کا ایک اچھوتا ہونا مانا نہ ہو سکے اور کوئی شخص اس قسم کا دھوکہ دے کر ایسی بات کہے جو پہلے کبھی سنی ہی نہیں۔ نہ ہی علوم شرعیہ کے اصول و فروع کی بحث میں کسی مؤلف نے پہلے اس قسم کی باتیں لکھیں یا کچھ اشکال پیش آئے اور ایسی باتوں کا سننا تیرے لئے شرکاً موجب بن جائے تو ایسی صورت میں بلا تحقیق اشتباہ کی طرف متوجہ نہ ہونا اور جانچ کے بغیر مزعومہ فوائد کا ارادہ نہ کرنا)

الغرض مذکور بالا اقوال امام شاطبی کے علم المقاصد میں متبدع ہونے پر دلالت کرتے ہیں اگرچہ مقاصد کا ظہور پہلی ہی ہوجکا تھا مگر وہ سرسری تھا۔ مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز کا فرمان : تحدث للناس اقصیہ بقدر ما احدثوا بالقدور، اس کی مثل امام مالک کا فرمان : "ان دین الله یسر" وغیرہ وغیرہ۔

علم المقاصد کے تاریخی ارتقاء پر ایک تحقیقی تجزیہ :

کہا جاتا ہے کہ مقاصد الشریعہ کی جانب سب سے پہلے ابراہیم نخعی تابعی (متوفی ۹۶ھ) متوجہ ہوئے اور اپنے اجتہاد میں اس کو پیش نظر رکھا یہ حماد بن سلیمان اور امام ابو حنیفہ کے استاد تھے۔ ابراہیم نخعی عراق میں رہتے تھے ان کے شاگردوں میں ایک اور کبار تابعی سعید بن المسیب (متوفی ۹۳ھ) حجاز میں مقیم تھے جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فقہاءوں سے بھی استفادہ کیا تھا۔ دونوں میں فرق یہ تھا کہ ابراہیم نخعی "اصحاب السرائر" کہلاتے کیونکہ وہ ضرورت پانے پر قیاس پر خوب عمل کرتے اور یہ مذہب حنفی کے لئے بنیاد بنی۔ جبکہ سعید بن المسیب "اصحاب الاثر" کہلائے، مذہب مالکی کی بنیاد یہیں سے پڑی۔ ابراہیم نخعی احکام کے استنباط میں مقاصد الشارح کا خوب خیال رکھتے اور اس کی تعبیر میں کہتے : "ان احکام الله لیسا غایات ہی حکم و مصالح راجعة الینا" (بلاشبہ اللہ کے احکام کی غایات وہ فہمیں اور مصالح ہیں جو ہم تک لوٹتی ہیں) اور اس پر کئی آیات استدلال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً

"یسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر وان تخالطوہم فاحوا انکم فی الدین واللہ یعلم المفسد من المصلح ولو شاء اللہ لاعنتکم ان اللہ عزیز حکیم"۔

اور اسی طرح اکثر ائمہ اہل سنت نے مصلحت کو مد نظر رکھا اور مصالح مرسلہ کو اصول فقہ میں ایک اصل مانا مقاصد فقہیہ مصالح پر مبنی ہوتے ہیں اور اس میں محصور ہوتے ہیں۔

امام غزالی شافعی (متوفی ۵۰۵ھ) کی علم مقاصد شرعیہ میں خدمات :

امام غزالی نے اپنی کتاب "المستصفی" میں مقاصد پر کلام کیا اور اس کے مباحث میں توسع پیدا کیا اور پانچ قریب ضروریہ کو اس میں شامل کیا اور ہر ایک کو مقاصد کے لئے اصل قرار دیا اور پھر مصلحت پر ایک مستقل بحث لائے جو "الاصلاح" کے تحت ہے۔

الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، محمد بن الحسن النجفی الشعالی القاسی (۱۲۹۱ھ-۱۳۷۶ھ) ۱/۲۹۵، تخریج احادیث و تعلیق عبدالعزیز بن عبد اللہ القاری، مکتبۃ المدینہ، مکتبۃ العلمیہ

۱۳۸۸ھ سابق - ص ۳۱۸، ۳۱۹، البقرہ : ۲۳۰، المستصفی، امام غزالی ۱۳۹۱-۱۴۰۰

عزالدین شافعی (متوفی ۶۶۰ھ) کی اس فن میں خدمات :

امام عزالدین نے امام غزالی کی پیروی کرتے ہوئے المستصفیٰ کے منہج پر ایک کتاب "القواعد الکبریٰ" لکھی جس کا مشہور نام "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" ہے۔ انہوں نے احکام کی نظری مصلحت کے اعتبار سے دو قسمیں کیں ایک عبادات اور دوسری معاملات۔ اور کہا کہ عبادات جو احکام تعبیدیہ ہیں اور شارع نے ان کو لازم کیا اس میں تو کسی قسم کے کلام کی گنجائش نہیں ہاں البتہ معاملات میں عقل کے ذریعہ علل و اسباب تک رسائی ممکن ہے بلکہ معاملات کے احکام بندوں کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہاں اگرچہ ظاہریہ کا اختلاف ہے وہ پوری شریعت پر تعبیدی تصور کرتے ہیں خواہ عبادات ہوں یا معاملات۔ جمال الدین عطیہ اپنی کتاب میں امام عزالدین کے مؤلفیہ وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"وقد ارجع العز بن عبد السلام قواعد الفقہ وفروعها الى جلب المصالح وردء المفاسد،

بل ارجع الكل الى اعتبار المصالح لان درء المفاسد من جملتها"۔

(امام عز بن عبد السلام نے تمام فقہی قواعد وفروعات کا مرجع جلب منفعت اور دفع مضرت کو قرار دیا بلکہ کل احکام کی بنیاد

جلب منفعت ہی کو بتایا ہے اس لئے کہ دفع مضرت حصول منفعت ہی کی ایک قسم ہے)

نجم الدین طوفی جنبلی (متوفی ۷۱۶ھ) کی علم مقاصد شریعہ میں خدمات :

عزالدین بن عبد السلام کے بعد نجم الدین طوفی نے مصالح شریعہ کے اہتمام کی طرف توجہ مرکوز کی اور تمام فقہاء کو مصالح شریعہ کے تحت محصور کیا اور وہ اس حد تک گئے کہ نص اور اجماع پر اس کو مقدم کیا۔ اور اپنے مذہب پر ایک مشہور رسالہ تصنیف کیا جس کا نام "المصالح المرسلہ" رکھا۔ مصالح مرسلہ مالکی مذہب کے اصول میں سے ایک اصل ہے جس کا مرتبہ کتاب، سنت، اجماع و قیاس کے بعد آتا ہے۔ یعنی ان مذکورہ مصادر میں کوشش کے باوجود حل نہ پائے صورت میں مصالح مرسلہ سے احکام کا استنباط کیا جاتا ہے جبکہ امام طوفی کے یہاں مصالح مرسلہ کا درجہ سب سے مقدم یعنی وہ اس اصل کو نصوص الکتاب والسنہ پر بھی مقدم رکھتے ہیں۔ امام طوفی نے اپنے رسالہ کو عبادات و معاملات میں تقسیم کیا۔ عبادات میں نصوص یا اجماع موجود ہونے کی صورت میں توقف کیا۔ جبکہ معاملات میں نظری مصلحت کو ملحوظ رکھا کیونکہ شریعت کے احکام بندوں کے مصالح پر مبنی ہیں۔ احکام، خلق کے مصالح پر مبنی ہوتے ہیں اس کی تائید امام طوفی حضور ﷺ کے فرمان "لا ضرر ولا ضرار" کو پیش کرتے ہیں۔

۱۔ قواعد الاحکام فی مصالح الانام ۷۳/۲ ج ۲ التعلیل الفقہی، جمال الدین العطیہ۔ ص ۶۳۔ الدرر مطبعہ الدوحہ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۴۰۸ھ

۲۔ مختصر طبقات الصحابہ، جمیل الشیخ ص ۵۲ ج ۱ مصادر التشريع الاسلامی فیما لا نص فیہ، عبد الوہاب خلاف۔ ص ۸۷

۳۔ حوالہ سابق نجم الدین طوفی کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ شیخ جمال الدین القاسمی کی تحقیق کے ساتھ شیخ محمد شید رضائے طبع کروایا۔ دوسری مرتبہ دارالکتاب مصریہ میں موجود مخطوطہ پر اعتماد کرتے ہوئے مصطفیٰ زید کی تحقیق کے ساتھ شائع کیا گیا۔

۴۔ سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، ایوب الاحکام، باب من بنی حقہ لضرر بہارہ

امام شاطبی بحیثیت موجد یا مدون علم المقاصد :

مذکورہ بالا حضرات کے بعد آٹھویں صدی ہجری میں ابواسحاق شاطبی کا ظہور ہوتا ہے انہوں نے اپنی کتاب "الموافقات" کے دوسرے جزء کو علوم المقاصد کے لئے مخصوص کر دیا۔ علم المقاصد کی نشاۃ و تطور کے بیان سے یہ واضح رہا ہے کہ امام شاطبی نہ تو اس علم کے موجد ہیں اور نہ ہی مدون اول، بلکہ اس علم میں شیخ عزالدین بن عبدالسلام کو تالیف کی بہت حاصل ہے جنہوں نے "قواعد الاحکام فی مصالح الانام" تالیف کی۔ اس کے بعد امام طوفی نے اس علم کو جاری رکھتے ہوئے "المصالح المرسلہ" لکھی جو علم المقاصد پر ہے۔

ان تمام باتوں کے باوجود امام شاطبی کی فضیلت و شان میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوتی۔ انہوں نے اس علم کے میدان کو وسیع و عریض کیا۔ اس کے مباحث میں گہرائی و گیرائی پیدا کی اور تقریباً چاروں اجزاء میں ان کا کلام اسی محور پر رہا ہے۔ ان کے اس عمل کے دو پہلو ہیں، پہلا یہ کہ مسائل کے حل کے لئے قرآن کریم میں تلاش و جستجو کرنا، کیونکہ قرآن کریم شریعت کے مصادر میں سے علی الاطلاق اول مصدر ہے۔ دوسرا یہ کہ اس علم میں ایسے مباحث جدیدہ کے اضافے کے ساتھ توسیع پیدا کرنا جنہیں ان سے قبل کے مصنفین نے نہیں کیا۔ اس راہ میں انہیں مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا بھی کرنا پڑا جس کا اظہار انہوں نے ان کلمات کے ساتھ کیا ہے :

"فلقد قطع فی طلب هذا المقصود مهامة فيحا، و كابد من طوارق طريقة حسنا و قبيحا ، و لاقى من وجوهه المعترضة هجا و صبيحا ، و عاتى من راكبتة المختلفة مانعا و منيحا ، فان شئت الفته لشعب السير طليحا ، أو لما حالف من العطاء طريحا ، أو لمحاربة العوارض الصادة جزيحا ، فلا عيش هنيئا ولا موت مريحا ، و جملة الامر (فی التحقيق) أن أذهى ما يلقاه السالك للطريق فقد الدليل ، مع ذهن لعدم نور الفرقان كليل ، و قلب بصدمات الاضغاث عليل ، فيمشى على غير سبيل ، وينتمى الى غير قبيل الى ان الرب الكريم ، البر الرحيم ، الهادي من يشاء الى صراط مستقيم ، فبعثت له ارواح تلك الجسوم ، و ظهرت حقائق تلك الرسوم ، و بدت مسميات تلك الوسوم ، فلاح في اكنافها الحق و استبان ، و تجلّى من تحت سحبها شمس الفرقان و بان "۔

(باشا اس شخص (مصنف) نے اس مقصد کی طلب میں وسیع سے وسیع جنگل طے کئے ہیں۔ ان راہوں کی تنگی ترشی سب کچھ برداشت کیا ہے، ترش رو اور نرس کچھ ہر طرح کے لوگوں سے ملاقات کی ہے۔ نرم خور اور درشت سوار یوں کی مشقت اٹھائی ہے پھر اگر تو اسے سفر سے تھکا ماندہ، مشقت سے گرا پڑا اور پیش آمدہ عوارضات سے زخمی پائے تو نہ ایسی زندگی خوشگوار ہو سکتی ہے اور نہ ہی ایسی موت کوئی راحت بخش چیز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سالک راہ کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ اسے کوئی رہنما میسر نہ آئے بالخصوص جب کہ حق و باطل میں فرق کرنے والی روشنی نہ ہونے کے سبب اس کا ذہن بے کار ہو چکا ہو اور دل حوادث زمانہ کی وجہ سے بیمار پڑ گیا ہو۔ ایسی صورت میں ایسا آدمی غلط راستے میں جا پڑتا ہے اور

اپنے آپ کو کسی غیر خاندان کی طرف منسوب کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ رب رحیم و کریم جس شخص کے لئے چاہتا ہے ہدایت کی راہ کھول دیتا ہے بڑا احسان فرمایا اور اس شخص (مصنف) کے لئے ان اجسام کی ارواح بیدار ہوئیں اور ان عبارتوں کے حقائق ظاہر ہونے لگے۔ نیز ان نشانات (الفاظ) کے مسمیات واضح ہونے لگے تو اس (مصنف) کے اطراف و جوانب میں حق چمک کر ظاہر ہوا، اس کے بادلوں کے نیچے سے فرقان کا سورج جلوہ گر ہوا)

وہ جدید مباحث جن کا امام شاطبی نے علم المقاصد میں اضافہ کیا ان کا مندرجہ ذیل ابواب میں احاطہ کیا :

- | | |
|--------------------------------|--|
| (۱) المصلحہ وضوابطها | (۲) نظریۃ القصد فی الافعال وسوء استعمال العن |
| (۳) النواہیین الاحکام والمقاصد | (۴) المقاصد والعقل |
| (۵) المقاصد والاجتهاد | (۶) الغایات العامہ للمقاصد |

الموافقات کا اختصار :

ابوبکر محمد بن محمد بن محمد بن عاصم الاندلسی غرناطی مالکی (متوفی ۸۲۹ھ) نے نیل المنیٰ کے نام سے الموافقات کا اختصار کیا

سعد الدین التفتازانی (۷۱۲ھ - ۷۹۱ھ)^۱

اصولی، مفسر، متکلم، محدث، بلاغی اور ادیب تھے۔ عوام و خواص میں مقبول رہے۔ اپنے زمانے میں ریاست مازر حنفیہ آپ پر ختم ہو گئی۔ ابن نجم مصری وغیرہ نے دیباچہ فتح الغفار شرح منار الانوار میں ان کو خفی بتایا صاحب کشف الظنون اور ملا حسن چلبی نے حاشیہ مطول کی بحث متعلقات فعل میں ان کو شافعی بتایا ہے۔ انہوں فقہ اور اس کی کتب پر خاص توجہ مرکوز رکھی، جس سے خیال ہے کہ وہ خفی المسئلہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ التلویح فی کشف حقائق التفتیح فی الاصول
 - ۲۔ حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول لکھا۔
- انہوں نے اپنے استاد عضد الدین (متوفی ۷۵۶ھ) کی شرح المختصر پر حاشیہ لکھا تھا۔

التلویح پر حواشی و تعلیقات :

التلویح کا شمار ان بعض کتب میں ہوتا ہے جن پر کثرت سے حواشی و تعلیقات وغیرہ لکھے گئے۔ ہم صدر الشریعہ (متوفی ۷۴۷ھ) کی کتاب التوضیح شرح التفتیح کے تعارف میں اس کی شروع اور ان شروع پر حواشی و تعلیقات ضمن میں التلویح کے حواشی و تعلیقات وغیرہ کو بیان کر چکے ہیں۔^۲

۱۔ الفتح المبین ۲۵/۳

۲۔ سعد الدین مسعود (حمود) بن عمر بن عبد اللہ التفتازانی (۱۳۱۲ھ - ۱۳۸۹ھ) خراسان میں ولادت اور سمرقند میں وفات پائی

۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۲۹، انباء الغر باباء العر، ابن حجر عسقلانی ۱/۳۸۹ - ۳۹۰، اس میں ان کا نام مسعود کی جگہ محمود مذکور ہے۔ الفتح المبین ۲۵/۲، حاشیہ مطول ملا حسن چلبی، بحث متعلقات فعل میں ان کو شافعی بتایا ہے

نور بن سلمان البلقینی شافعی (۷۵۷ھ-۷۹۱ھ) ^۱

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ علی شرح الاسنوی لمنہاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی ^۲

نور بن سلیمان الصرخدی شافعی (۷۳۰ھ-۷۹۲ھ) ^۳

فقہ، اصولی، متکلم اور اشعری تھے۔ صرخد سے دمشق آ کر فقہ و اصول و دیگر علوم کی تعلیم حاصل کی اور پھر ان فنون میں دسترس حاصل کرنے کے بعد مختلف مقامات پر تدریس کی۔ اشعری مذہب کے پُر زور حامی تھے۔ متعدد فنون پر تالیفات لکھیں مگر معظم مصنفات کو تبیض سے قبل ہی جلادیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی جو تین اجزاء میں ہے۔

۲۔ مختصر تمہید الاسنوی فی الاصول مع زیادات و انتقادات، یہ عبدالرحیم اسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) کی کتاب ”التمہید فی تنزیل الفروع علی الاصول“ کا اختصار ہے۔ ^۴

ابو عبد اللہ السیوری شیعہ (متوفی ۷۹۲ھ بعدہ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مبادی الاصول اور تنقیح الرائع شرح مختصر الشرائع تالیف کی۔ ^۵

خواجه زاد حنفی (متوفی ۷۹۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ التلویح للفتاوانی فی الاصول۔ ^۶

جلال الدین التبانی (متوفی ۷۹۳ھ) ^۷

اصولی، نحوی و محدث تھے۔ قوام الدین الکاکی (متوفی ۷۳۹ھ)، شارح المنار اور پھر قوام الدین امیر کا تب الاتقانی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ کئی مرتبہ منصب و قضاء کی پیشکش کی گئی مگر قبول نہیں کیا۔ تدریس کے ساتھ فقہ، اصول بلاغت وغیرہ میں کتابیں تصنیف کیں۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱/۶۱۳

۱۔ ابوالحسن بدر الدین محمد بن سراج الدین عمر بن سلمان البلقینی مصری

۲۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن سلیمان بن عبد اللہ الصرخدی (۱۳۳۰ء-۱۳۹۰ء) صرخد میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

۳۔ کشف الظنون ۱/۲۸۴، ہدیۃ العارفین ۶/۷۴۲، الفتح المبین ۲/۲۰۷

۴۔ ابو عبد اللہ مقداد بن عبد اللہ بن محمد بن الحسن بن محمد الحلی الشیعہ، السیوری ہدیۃ العارفین ۶/۴۷۰

۵۔ مصلح الدین مصطفیٰ یوسف بن صالح البرسوی الرومی حنفی، خواجه زاد ہدیۃ العارفین ۶/۳۳۳

۶۔ جلال الدین، جلال بن احمد بن یوسف بن طوع سلمان الشیرازی التبانی متوفی ۱۳۹۱ھ، قاہرہ میں وفات پائی۔ ان کے نام میں اختلاف ہے،

۷۔ ان کا تعلق وغیرہ میں جلال بن احمد بن یوسف جلال الدین التبانی ہے۔ معجم المؤلفین ۳/۵۲ وغیرہ میں جلال الدین بن احمد التبانی اور کشف الظنون

ہدیۃ العارفین وغیرہ میں رسول ابن احمد بن یوسف جلال الدین التبانی ہے

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مسار الانوار للنسفی تالیف کی اور اس کا نام منهاج الشریعة رکھا۔ حاجی خلیفہ نے اس اثر کو مرتب کرتے ہوئے کہا : ”وہو شرح حسن الی الغایة“۔

۲۔ تعلیقہ علی اصول البزدوی ، صاحب تاج الترحیم نے لکھا : ”وتعلیقته علی البزدوی لم تکمل (انہوں نے اصول بزدوی پر ایک نامکمل تعلیقہ لکھا) کشف الظنون وهدیة العارفين میں اس طرح مذکور ہے ”تعلیقہ علی شرح الارزنجانی لاصول البزدوی“

۳۔ شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول۔^۱

بدرالدین الزرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ)^۲

فقیہ، اصولی و محدث تھے۔ جمال الدین الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) صاحب ”نہایة السؤل فی شرح اصول البیضاوی“ اور سراج الدین بلقینی (متوفی ۸۰۵ھ) سے تعلیم حاصل کی، یہاں تک کہ مصر کے شیخ الاسلام میں شمار ہونے لگے۔ شمس البراموی (متوفی ۸۳۱ھ) جنہوں نے ”منظومة فی الاصول“ تالیف کی، امام زرکشی شاگرد تھے۔ امام زرکشی میں (۳۰) سے زائد کتب کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البحر المحيط فی الاصول

۲۔ تشنیف المسامع بجمع الجوامع فی الاصول۔^۳

۳۔ لقطة العجلان وبللة الظمان فی اصول الفقه و الحکمة والمنطق۔^۴ یہ کتاب مصر سے ۳۲۶ھ میں چھپ چکی ہے۔

کتاب ”لقطة العجلان“ کی شرح :

(الف) خلیل بن محمد بن زہران بن علی الرشیدی الخضیری شافعی (متوفی ۱۱۸۱ھ) نے ”اتحاف البقا باسرار لقطة العجلان“ تالیف کی جو لقطة العجلان کی شرح ہے۔^۵

(ب) شیخ الاسلام زکریا الانصاری ظاہری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے ”فتح الرحمن علی متن لقطة العجلان“ تالیف کی۔ یہ کتاب مطبعہ النیل قاہرہ سے ۱۳۲۸ھ میں چھپ چکی ہے اور اس پر شیخ یاسین کا حاشیہ ہے۔^۶

۱۔ کشف الظنون ۱۸۲۳/۲، ایضاح المسکون ۵۵۴/۳، ہدیة العارفين ۳۶۷/۵، تاج التراجم ص ۲۱ (۵۴)، الفتح المبين ۲۰۸/۲، مجمع ۱۸-۱۷/۲ (۲۳۷)

۲۔ ابو عبد اللہ بدرالدین محمد بن عبد اللہ الترکی المصری الزرکشی (۱۳۳۳ء-۱۳۹۲ھ) مصر میں ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی

۳۔ ہدیة العارفين ۱۷۵/۲

۴۔ ہدیة العارفين ۱۷۵/۲

۵۔ الفتح المبين ۲۰۸/۲، مجمع الاصولین ۱۰۸ (۳۳۵)

۶۔ مجمع الاصولین ۹۸/۲ (۳۳۵)

لفظۃ العجلان کا نظم :

ابو اسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد بن ابوبکر بن علی ابوبکر ابن ابی شریف المقدسی شافعی (متوفی ۹۲۳ھ) نے نظم لفظۃ العجلان "تالیف کی۔

۲۔ سلاسل الذهب فی الاصول۔

البحر المحیط فی اصول الفقہ کا تحقیقی تجزیہ : ۳۔

یہ کتاب اصول فقہ کی اہم اور کبیر الجہم کتابوں میں سے ایک ہے جو آٹھ (۸) ضخیم جلدوں میں ۱۳۱۳ھ-۱۹۹۳ء میں مصر دارالکتب سے بحیثیت علماء ازہر کی تحقیق و تخریج احادیث کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں امام زرکشی نے بہت سی ایسی آراء منقولات جمع کی ہیں جسے ان سے قبل جمع نہیں کیا گیا تھا۔ صاحب شذرات نے لکھا کہ زرکشی نے اپنی ان کتاب کو پانچ سو (۵۰۰) سے زائد اُمہات الکتب سے استفادہ کر کے تالیف کیا ہے۔ جن میں سے بعض طبع ہو چکی ہیں بعض اب تک مخطوطہ کی صورت میں ہیں اور بعض مفقودہ ہیں۔ یہ کتاب اصول فقہ میں ایک انسائیکلو پیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں ہر مسئلہ کے بارے میں مذاہب متفرقہ کو جمع کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے آخر میں امام زرکشی ان الفاظ کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

"وانا ارغب لمن وقف علیہ ان لا ینسب فوائده الیہ ، فانی اقبیت العمر فی استخراجہا من المسجات واستنتاجہا من الامہات ، واطلعت فی ذلک علی ماعسر علی غیری مرامہ ، وعز علیہ اقتحامہ ، وتحرزت فی النقول من الاصول بالمشافہۃ لا بالواسطۃ ، ورایت المتأخرین قد وقع لہم الغلط الکثیر بسبب التقليد ، فانی رایت فی کتابی ہذا شیئاً من النقول فاعتمد ، فانه المحرر المقبول ، واذنا ملتہ واسعا ، وجدته قدزادہ فی اصول الفقہ بالنسبۃ الی کتب المتأخرین اضعافہ ، وقد اجبت من کلام الاقدمین . خصوصاً الشافعی واصحابہ ماکان قد درس واسفر صاحبہ بعد ان قبلس بلفس "۔

(میں اس کتاب کے قاری سے چاہوں گا کہ وہ اس کتاب کے فوائد کو اس کتاب کی طرف منسوب نہ کرے۔ میں نے امرار (مخبات) سے ان (فوائد) کے استخراج اور کتب اُمہات سے استنتاج میں عمر کھپا دی تو اس پر مطلع ہو۔ کیا جس کا حصول اور اس میں دخول دوسروں پر دشوار تھا۔ میں نے براہ راست اصول سے استنتاج احتیاط کے ساتھ نقل کیا ہے۔ میں نے تقلید کے سبب متاخرین کو بہت سی غلطیوں میں پڑتے دیکھا ہے۔ پس اگر تم میری اس کتاب سے نقول سے کچھ دیکھو تو بھروسہ کر لینا۔ اس لئے کہ بلاشبہ یہ مکتوب مقبول ہے اور اگر تم اس میں وسیع تامل کرو گے تو یقیناً متاخرین کی کتب کے مقابلے میں اصول فقہ کا وزن اضافہ پاؤ گے۔ میں نے مقدمین میں خاص طور امام شافعی اور ان کے اصحاب (پروردگار) کے جواب دیئے ہیں۔ جو کھوٹ میں جانے کے باعث ان اصحاب سے دور اور پوشیدہ ہو چکے تھے)

۱۔ نظم الاصولین ۵۳/۱-۵۵/۲۸

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۵۵/۲

ج۔ کشف الظنون ۳۲۶/۱، معجم المؤلفین ۱۲۲/۹، شذرات الذهب ۳۲۵/۶

ج۔ البحر المحیط امام زرکشی تحقیق و تخریج احادیث بحیثیت علماء مصر دارالکتب ص ۱۳۱۳ھ-۱۹۹۳ء

البحر المحيط میں امام زرکشی کا منہج :

- ۱۔ امام زرکشی نے اس کتاب کی تالیف میں جس اسلوب کو اختیار کیا اسے مندرجہ ذیل نقاط میں پیش کیا جاسکتا ہے۔
کسی مسئلہ سے متعلق جتنے مذاہب کا علم ہو اسکا امام زرکشی نے انہیں اسی مسئلہ کے تحت یکجا کر کے بیان کیا۔ ان نقول غریبہ سے جن فوائد کو جان سکے ان کو اور ان فوائد سے نایاب موتیوں اور ان کے ایک خاص صورت اظہار کو ایک مسئلہ کے تحت بیان کر دیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ انہوں نے ہر فائدہ اور سے نکلنے والی مشکلات کے حل کو ایک مضبوط سانچے میں ڈھال کر ہر ایک کو اس کے مناسب مقام پر رکھ دیا۔
- ۲۔ اکثر مسائل میں تصویر کشی، توضیح، تدلیل اور تعلیل کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصول فقہی علوم جو منقول و معقول سے مستمد ہوں ان کے لئے یہ بات خاص طور پر اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور یہ قاعدہ بھی ہے کہ اولاً مسائل کی صحیح تصویر کشی کی جاتی ہے اور پھر ثانیاً تدلیل کے ذریعے ہر مذہب پر برہان قائم کی جاتی ہے اور اخیراً تعلیل کے ذریعے اس علت کو بیان کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے قائل۔ وہ قول کیا ہوتا ہے۔
- ۳۔ وہ اکثر مسائل میں جب علماء شافعیہ کے حوالہ سے اقوال ذکر کرتے ہیں تو اس کے لئے ”عند اصحابنا“ یا اپنا قول پیش کرتے ہیں۔ مگر بعض مسائل میں وہ قول کی نسبت قائل کی طرف کے بغیر دیتے ہیں۔ اس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تالیف کے وقت تک اس کے قائل کی نسبت عدم وضوح رہا ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ خود اس کو بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جو مسئلہ اس کی نسبت کردی اور جس کو باطل یا غیر ضروری سمجھا اس کو بغیر قائل کی نشاندہی کے بیان کر دیا۔
- ۴۔ امام زرکشی نے بہت سے دقیق معاملات کو سابقین کی کتب سے انہی کے الفاظ کے ساتھ اپنی کتاب میں نقل مگر کئی مواقع پر کتب سابقین سے نقل باللفظ نظر نہیں آتا، شاید اس کی وجہ نسخہ کا اختلاف ہو کہ ان کو جو نسخہ دستیاب ہو اس میں یہی کلمات ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہوں نے روایت بالمعنی کو اختیار کیا ہو۔
- ۵۔ امام زرکشی نے تمام نسخوں اور مقامات میں اسی طرح استدلال کیا جس طرح الجوبینی نے البرہان وغیرہ۔ آیت مبارکہ ”فاقتلوا المشرکین“ ۱ میں تعبیر ”فا“ کے وقت کیا۔ گویا ان دونوں نے ”فا“ کو ایک مسئلہ کلمہ سمجھا مگر علماء کے یہاں رائج یہ ہے کہ اس طرح مناسب نہیں ہوتا۔ شاید نقل کی غلطی سے ایسا ہو گیا ہو۔ ہمیں امید رکھنی چاہئے کہ وہ غلطی سے مبراہوں گے۔
- ۶۔ امام زرکشی کی عبارت اور صیغت میں کچھ صعوبت بھی پائی جاتی ہے لیکن قدرے تامل سے وہ دشواری دور ہو جاتی ہے کیونکہ ان کی عبارت میں شدید قسم کی پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔ جس طرح اس علم میں بعض لکھنے والوں کی شان رہی۔ ۲

اہلِ اہل اپنے منہج اور اس کی امتیازی خصوصیت اور مصادر کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں :

"وقد اجتمع عندی بحمد اللہ من مصنفات الاقدمین فی هذا الفن ما یربو علی المئین ، وما برحت لی ہمة تہم فی جمیع اشئات کلماتہم وتجول ، ومن دونہا عوائق الحال تحول ، الی ان من اللہ سبحانہ نبیل المراد ، وامد بلطفہ بکثیر من المواد ، فمختصت زبد کتب القدماء ، ووردت شرائع المتأخرین من العلماء ، وجمعت ما انتہی الی من اقوالہم ، ونسجت علی منوالہم ، وفتحت منہ ما کان مقفلاً ، وفصلت ما کان مجملاً ، بعبارة تستعذب ، والشارة لا تصعب ، وزدت فی هذا الفن من المسائل ما ینیف علی الالوف ، وولدت من الفرائب غیر المألوف ، ورددت کل فرع الی اصلہ وشکل قد حیل بینہ و بین شکلہ ، وأتیت فیہ بمالم اسبق الیہ ، وجمعت شوارده المتفرقات علیہ بما یقضی منہ العجب ، وان اللہ یہب لعبادہ ما یشاء أن یہب ، وانظم فیہ ، بحمد اللہ مالم ینتظم قبلہ فی سلك ، ولا حصل لمالک فی ملک ، وکان من المہم تحریر مذهب الشافعی وخلاف اصحابہ وكذلك سائر المخالفین من ارباب المذاهب المتبوعة ، ولقد رايت فی کتب المتأخرین الخلل فی ذلک ، والزلل فی صیر من التقریرات والمسالك ، فاتیت البیوت من أبوابہا ، وشافہت کل مسألة من کتابہا ، وربما اسوقہا بعبارة تہم لا شتھا لھا علی فرائد ، وتنبیہا علی خلل ناقل وما تضمنتہ من الماخذ والمقاصد "۔

(بھلا اللہ میرے پاس متقدمین کی اس فن پر دو سو کتب اکٹھی ہو گئیں اور ان سے زیادہ متفرقات کے جمع پر ہمت نہ ہو سکی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے احسان فرما کر اس کی صحیح معرفت عطا فرمائی اور اپنے لطف کثیر سے اس کے مواد کے پانے میں مدد فرمائی۔ میں نے قدماء کی کتب سے مکھن نکالا اور متاخرین علماء کی طرف متوجہ ہوا۔ ان کے اقوال میں سے کچھ مجھ تک پہنچے۔ کان کو ان کے طریقوں پر جمع کیا۔ خلاصہ (آراستہ) کیا اور میں نے شیریں کلام اور آسان اشاروں کے ذریعہ اس کے مقفل کو کھولا۔ اس کے مجمل کو مفصل کیا اور میں نے اس فن میں ہزاروں سے زائد مسائل کا اضافہ کیا اور غیر مرجعہ (غیر مستعمل) غرائب نکالے اور ہر فرع کو اس کی اصل و شکل کی طرف لوٹایا جو اس کے اور اس کی شکل کے درمیان مانع تھی۔ اور اس (کتاب) میں جدید باتیں پیش کیں جنہیں پہلے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔ میں نے متفرقات و مشترکہ کو جمع کیا جن پر تعجب کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ایسے کام کی توفیق عطا کرتا ہے۔ بھلا اللہ میں نے اس کتاب کو اس طریقہ پر مرتب کیا جسے اس سے قبل اس طرح مرتب نہیں کیا گیا تھا اور نہ کوئی ایسا کرنے پر قادر تھا۔ ان کے یہاں تو بس یہ اہم تھا کہ امام شافعی کا مذہب بتانے کے بعد ان کے اصحاب کا اختلاف بیان کر دیں اور اسی طرح ارباب مذاہب متبوعہ کے تمام مخالفین کا ان سے اختلاف بیان کر دیتے۔ اور میں نے متاخرین کی کتب میں یہ نقص پایا، بہت سی تقریرات و مسائل میں چوک دیکھیں، میں ان کے دروازوں سے گھروں میں داخل ہوا، اور میں نے ہر مسئلہ (بذات خود) ان کی کتاب میں پڑھا اور بسا اوقات میں ان (مسائل) کو ان کی عبارات کے ساتھ مفید ہونے کی بناء پر نقل کر دیتا ہوں اور کبھی اس نقل کا مقصد ناقل کی غلطی پر متنبہ کرنا ہوتا ہے جو ماخذ و مصادر پر مشتمل ہوتا ہے)

اس کے فوراً بعد امام زرکشی نے اس کتاب کے مصادر بتائے جو بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ مصادر کی اس فہرست میں کتب شوافع، احناف، مالکیہ، ظاہریہ، معتزلہ اور شیعہ کو بالترتیب بمعان کے مصنفین کے بیان کیا ہے۔ حمد و ثناء کے بعد مقدمہ میں متقدمین و متاخرین کے اسالیب میں آنے والی تبدیلیوں کا تقابلی جائزہ پیش کیا اور کہا:

”اما بعد! فان أولى ما صرفت اليه هم الى تمهيد، و اخرى ما عنيت بتسديد قواعد و تشييده، العلم الذي هو قوام الدين، المرقى الى درجات المتقين، و كان علم اصول الفقه جواده الذي لا يلحق، و حيله المتين الذي هو اقوى و اوثق، فانه قاعده الشرع، و اصل يرد اليه كل فرع، و قد اشار المصطفى ﷺ في جوامع كلمه اليه، و نه ارباب اللسان عليه، فصدر في الصدر الاول منه جملة سنية، و رموز خفية، حتى جاء الامام المجتهد محمد بن ادریس الشافعي ﷺ، فاهتدى بمناره، و مشى الى ضوء ناره، فشمس عن ساعد الاجتهاد، و جاهد في تحصيل هذا الغرض السني حق الجهاد، و اظهر دفتانه و كنوزه و اوضح اشاراته و رموزه، و ابرز مخبائه و كانت مستورة، و ابرزها في اكمل معنى و اجمل صورة، حتى نور بعلم الاصول دجا الافاق، و اعاد سوقه بعد الكساد الى نفاق. و جاء من بعده فبينوا و اوضحوا و بسطوا و شرحوا، حتى جاء القاضيان: قاضي السنة ابو بكر بن الطيب، و قاضي المعتزلة عبد الجبار، فوسعا العبارات، و فككا الاشارات، و بينا الاجمال، و رفعوا الاشكال، و افنى الناس باثارهم، و ساروا على لاجب نارهم، فحرروا، و قرروا، و صوروا، فجزاهم الله خير الجزاء، و منهم بكل مسرة و هناء، ثم جاءت اخرى من المتأخرين، فحجروا ما كان واسعاً، و ابعدوا ما كان شاسعاً، و اقتصروا على بعض رورس المسائل، و كثروا من الشبه و الدلائل، و اقتصروا على نقل مذاهب المخالفين من الفرق، و تركوا اقوال من هذا الفن اصل، و الى حقيقة وصل، فكاد يعود امره الى الاول، و تذهب عنه بهجة المعول، فيقولون: خلافاً لابي هاشم، أو وافقاً للجبائي، و تكون للشافعي منصوصة، و بين أصحابه بالاعتناء مخصوصة، و فاتهم من كلام السابقين عبارات رالقة و تقريرات فائقة، و نقول غريبة، و مباحث عجيبة“۔

(حمد و صلا کے بعد اس کی تمہید اور قواعد کی تسدید و تشہید کی طرف متوجہ ہونا بہتر و مناسب تھا۔ علم وہ ہے جس کی بنیاد دین ہو اور جو متقین کے درجات تک رسائی دلانے والا ہو اور علم اصول فقہ اس تیز رفتار گھوڑے کی مانند ہے جس کے ساتھ نہیں چلا جاسکتا، اور اس کی مضبوط رشتی اس کے لئے ہے جو اقوی و اوثق ہو، وہ (اصول) تو بلاشبہ شرع کا قاعدہ ہیں اور ہر فرع کے لوٹنے کی اصل ہیں۔ اور (حضرت محمد) ﷺ نے جوامع میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور ارباب اللسان کو اس پر آگاہ کیا ہے صدر اول میں ان سے بلند قیمت کلمات اور پوشیدہ اسرار کا صدور ہوا۔ یہاں تک کہ امام الجعفی محمد بن ادریس شافعی تشریف لے آئے اور انہوں نے ان (حضور ﷺ) کے مینارہ نور سے ہدایت پائی اور ان کی جلالت کی روشنی میں چلے، اجتہاد کے لئے تیار ہوئے۔ آسانی پیدا کرنے کی غرض پانے کے لئے کھڑے جدہ جہد اور سعی کی اور اس کے فیوض اور خزانوں کو ظاہر کیا۔ اس کے رموز و اشارات کو واضح کیا۔ اس کی پوشیدگی کو ظاہر کیا

مکمل ترین معنی اور خوبصورت ترین صورت میں اس کو پیش کیا یہاں تک کہ علم اصول سے آفاق کی تاریخ منور ہوگئی اور واپس اس کساد بازاری کی جگہ گرم بازاری لوٹ آئی۔ اور ان (امام شافعی) کے بعد آنے والوں نے شرح و وسط کے ساتھ تبیین و توضیح کے کام کو آگے بڑھایا، یہاں تک کہ دو قاضی آئے قاضی السنّت ابو بکر الطیّب اور قاضی معتزلہ عبد الجبار ان دونوں نے عبارات کو توسیع دی، اشارات کو کھولا اس کے اجمال کو بیان کیا، اشکال کو رفع کیا اور لوگ ان کی پیروی کرتے ہوئے ان کی جلائی ہوئی آگ کی روشنی میں ان کے آثار پر چلے۔ انہوں نے اس فن پر لکھا، بیان کیا، اس کی تصویر کشی کی، اللہ ان سب کو بہترین جزا، خوشی و جہنما عطا فرمائے۔ پھر متاخرین میں سے دوسرے آئے انہوں نے اس کی وسعت میں نئی پیدا کی اور اس کے بعد میں اضافہ کیا اور بعض روایات پر مسائل پر اختصار کیا، و اشاہ و دلائل کی کثرت کی، فرقوں میں سے مخالفین کے مذاہب کی نقل پر اکتفا کیا۔ اس فن کی اصل بیان کرنے والے اور حقیقت تک رسائی دلانے والے اقوال کو ترک کیا۔ یہ فن قریب قریب اپنی ابتداء کی طرف لوٹ آیا اور اس کی رونق جس پر اعتماد کیا جاتا تھا، ختم ہوگئی۔ وہ کہتے ہیں :

"خلافا لابی ہاشم یا وفاقاً للجبائی" یا یہ امام شافعی کا فرمان ہے اور اپنے اصحاب کو خصوصی اہتمام کے ساتھ بیان کیا اور کلام سابقین کی عمدہ عبارتوں اور اعلیٰ تقریروں اور نقول غریبہ اور مباحث عجیبہ کو ترک کر دیا۔

امام زرکشی کی کتاب "البحر المحيط" کے اثرات کا تحقیقی جائزہ :

امام زرکشی کی اس کتاب نے بعد کے لکھنے والوں پر گہرے اور دور رس اثرات چھوڑے کیونکہ امام زرکشی نے اپنی کتاب میں ان کتب سے اقوال و نقول پیش کیں جو بعد کے لکھنے والوں کے زمانہ تک ضائع ہو چکی تھیں اور ان سے براہ راست استفادہ کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ اس طرح اس کتاب کی تالیف سے امت اسلامیہ کے لئے اس قابل فخر مخنیم سرمایہ کی حفاظت ہوگئی۔ چند ضائع شدہ کتب کے اسماء مندرج ذیل ہیں جن سے امام زرکشی مستفید ہوئے تھے :

۱۔ ابن العارض معتزلی کی کتاب "النکت"

۲۔ ابو یوسف عبدالسلام کی کتاب "الواضح"

۳۔ ابو الوفا ابن عقیل حنبلی کی کتاب "الواضح" وغیرہ

اور یہ تک بھی کہا گیا کہ البحر المحيط کے مقدمہ میں امام زرکشی نے مراجع کی جس فہرست کی طرف اشارہ کیا ہے اس میں سے صرف بیس فیصد تک دستیاب ہیں باقی کتب یا تو مفقود ہیں یا مفقود کے حکم میں ہیں۔

البحر المحيط سے مستفید ہونے والے :

۱۔ ابغدادی نے "شرح ابیات المغنی" میں احکام "انما" میں اس کتاب سے نقل کیا ہے۔

۲۔ آپ کے ایک شاگرد شمس الدین البرماوی محمد بن عبدالدائم بن موسیٰ الحسقلانی الاصل البرماوی المصری (متوفی ۸۳۱ھ) نے اصول فقہ میں منظوم کلام پیش کیا جس کا اکثر حصہ البحر المحيط سے ماخوذ ہے۔

۳۔ امام شوکانی نے ارشاد النحول میں اس کتاب سے کافی نقل کیا ہے اور یہ تقریباً البحر المحيط کی تلخیص ہے اور امام شوکانی نے انہی کے اسلوب کو اپنایا ہے۔

- ۴۔ محمد شین میں سے شیخ عیسیٰ منون نے "نہر اس العقول" میں البحر المحيط سے کثرت سے نقل کیا۔
 ۵۔ فقہ قواعد اور اصول شافعی کی تقریباً تمام کتب میں زرکشی کا حوالہ ملتا ہے جو ان کے بعد لکھی گئیں۔
 البحر المحيط کی طباعت اور اس پر تحقیق :

یہ کتاب لجنہ علماء ازہر کی تحقیق کے ساتھ آٹھ جلدوں میں مکتبہ دارالکتب مصر سے پہلی مرتبہ ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۳ء میں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہے۔ اس کتاب کی مسئلہ اہمیت کے پیش نظر اس پر دنیا کی متعدد یونیورسٹیوں میں تحقیق پیش کی گئیں اور ان پر مختلف شہادت حاصل کی گئیں۔ ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں جو جامعہ ازہر قاہرہ، کلیہ شریعہ والقانون میں موجود ہیں یہاں صرف ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی میں پیش کئے گئے رسالوں کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔
 ۱۔ (المقدمات) من البحر المحيط للزرکشی : محمد احمد ابوسالم نے استاذ دکتور محمد حسنی عبدالکحیم ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۴ء کی زیر نگرانی تحقیق ودراست مکمل کر کے ماستر کار سالہ پیش کیا، اس کا نمبر ۱۱۸۲ ہے۔

۲۔ مباحثہ الاحکام من البحر المحيط للزرکشی : فاروق احمد حسین ابودنیا نے استاذ دکتور رمضان عبدالودود، عبدالنواب کی زیر نگرانی ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۴ء میں تحقیق ودراست مکمل کر کے ماستر کار سالہ پیش کیا اس کا نمبر ۱۱۵۲ ہے۔

۳۔ مباحث التکلیف وبعض مباحث القرآن من البحر المحيط : احمد مختار محمود نے دکتور محمد عبداللطیف جمال الدین ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۳ء کی زیر نگرانی تحقیق مکمل کر کے ایم۔ اے کار سالہ لکھا جس کا کلیہ شریعہ والقانون الا ازہر کی لائبریری میں ۱۲۲۲ نمبر ہے۔

۴۔ الحقیقۃ والمجاز وادوات المعانی ومباحث الامر والنہی من الکتاب الکریم : احمد عبدالعزیز السید نے دکتور محمد حسنی عبدالکحیم ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء کی زیر نگرانی ایم۔ اے کار سالہ لکھا جس کا نمبر ۱۱۹۲ ہے۔

۵۔ مباحث العام من البحر المحيط للزرکشی : محمد محمد انور شلبی نے تحقیقی ودراست کر کے ایم۔ اے کار سالہ لکھا اس کا نمبر ۱۳۷۵ ہے۔

۶۔ الخاص والخصوص والتخصیص والمطلق والمقید والظاهر والمؤول من ابحاث الکتاب العزیز : علی محمد نے شعبان محمد اسماعیل کی زیر نگرانی ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء میں ایم۔ اے کار سالہ لکھا اس کا نمبر ۱۲۲۵ ہے۔

۷۔ البحر المحيط المجمل والمبین : علاء الدین حسن داحش نے تحقیق پیش کی اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ کلیہ شرعیہ والقانون کی لائبریری میں اس کا نمبر ۲۳۳۱ ہے۔

۸۔ البحر المحيط فی اصول الفقہ، الاخبار و کتاب الاجماع .

۱۔ الأدلة المختلف فيها والتعادل والترجيح والاجتهاد والتقليد والافتاء والاستفتاء : النجدي
احمد محمد العيسوي نے دکتور عبد الجلیل سعد القرناوی کی زیر نگرانی ۱۹۸۸ء میں تحقیق ودراست پیش کر کے دکتوراه
کی شہادت حاصل کی۔^۱

۲۔ العباس الربעי مالکی (متوفی ۷۹۵ھ)^۲

فقہ، اصولی اور نظارت تھے۔ شمس الدین الاصفہانی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، اسکندریہ سے قاہرہ اور پھر دمشق
پر وہاں کے بعض مشائخ سے علم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح علی مختصر ابن الحاجب الاصلی

۲۔ رفع الاشکال عمافی المختصر من الاشکال، اس کتاب میں ان اشکال اربعہ کی تشریح کی جو ان کی
مختصر الاصلی میں پائے گئے ہیں۔^۳

۳۔ البقاعی (۷۲۲ھ-۷۹۵ھ)^۴

اصول فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اصول فقہ کی کتاب ”المختصر“ اور ”المسئاج“ کے حل میں خاص
ثروت رکھتے تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم شیخ نور الدین الاربدیلی اور پھر شیخ برہان الدین الانجمی سے حاصل کی، تدریس، افتاء
اور وہ میں خدمات انجام دیں، قاضی بنائے گئے۔^۵

۴۔ السیر امی (متوفی ۷۹۵ھ)^۶

فقہ، اصول و معانی و بیان میں کمال حاصل تھا۔ کئی شہروں میں تدریس کی ظاہر برقوق نے جب اپنا مدرسہ تعمیر کروالیا
تو اس کی درخواست پر ۷۸۸ھ میں تدریس کی۔^۷

۵۔ حافظ ابن رجب حنبلی (۷۳۶ھ-۷۹۵ھ)^۸

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے قواعد فقہ پر ایک کتاب تالیف کی جس کا نام ”القواعد الکبریٰ“ رکھا۔ حاجی خلیفہ نے
ان کی مذکورہ کتاب کا ذکر کرنے کے بعد لکھا :

۱۔ علامہ سابق ص ۷۶
۲۔ ابن الصلحین ۲/۲۱۰، معجم الاصلیین ۱/۱۸۵ (۱۳۳)

۳۔ العباس شمس الدین احمد بن صالح بن احمد بن خطاب قاضی القضاۃ العزری الزہری البقاعی دمشقی (۱۳۲۲ء-۱۳۹۲ء) دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ معجم الاصلیین ۱/۱۳۱-۱۳۲ (۹۳) ۵۔ احمد بن علاء الدین السیر امی متوفی ۱۳۹۲ء ۶۔ معجم الاصلیین ۱/۱۹۳ (۱۳۱)

۷۔ زین الدین ابی الفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد بن حسن بن رجب البغدادی ثم دمشقی حنبلی، کتاب الذیل علی طبقات المتأہلین لابن رجب
درتہ المعارف سنہ ۷۰۰ کے جزء الثالث کے پہلے صفحہ پر ان کا نام اسی طرح مذکور ہے۔

”وہو کتاب نافع من عجائب الدھر حتی انه استکثر علیہ وزعم بعضهم انه وجد قواعد مبدوءة الشیخ الاسلام ابن تیمیہ فجمعها ولیس الامر کذلک بل کان رحمہ اللہ فوق ذلک کذا قیل“۔^۱

(یہ بڑی مفید کتاب ہے، یہ دنیا کے عجائبات میں سے ایک ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ابن رجبؒ نے علامہ ابن تیمیہؒ کے متفرق قاعدوں کو صرف جمع کر دیا، خود کوئی اضافہ نہیں کیا۔ لیکن بات اس طرح نہیں ہے، خدا ان (ابن رجبؒ) پر رحم کرے وہ ان باتوں سے بہت بلند تھے)

حافظ ابن رجبؒ نے یہ قواعد مجتہدانہ شان سے اور اس انداز سے لکھے ہیں کہ مسائل کی طرف مراجعت اصول کے ماتحت کی جاسکے اور تاکہ وہ سب ایک لڑی میں پروئے جاسکیں۔ چنانچہ وہ کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”اما بعد فہذہ قواعد مہمہ ، وقواعد جمۃ ، تضبط للفقہ اصول المذہب ، وتطلعه من ماخذ الفقہ علی ماکان قد تغیب ، وتنظم له منشور المسائل فی سلك واحد وتقید الشوارد ، وتقرب علیہ کل متباعد“۔^۲

(اما بعد! یہ قاعدہ مہمہ اور فوائد جمہ ایک فقیہ کے لئے مذہب کے اصول فراہم کرتے ہیں اور فقہ کے جو ماخذ اس کی نظروں سے پوشیدہ ہیں انہیں واضح اور نمایاں کرتے ہیں اور بہت سے بکھرے ہوئے مسائل کو ایک لڑی میں پرو دیتے ہیں) شیخ ابو زہرہ نے اس کتاب کا ذکر کرنے کے بعد جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

اس کتاب میں علامہ ابن رجبؒ نے فروع کو اصل فقہی کی طرف ضابطہ اور قاعدہ کے ساتھ لوٹایا ہے۔ اور فروع کو منظم اور مجتمع کیا ہے، ضروری قاعدے بتائے ہیں پھر ان کے مختلف پہلو واضح کئے ہیں پھر تفریعات کا ذکر کیا ہے۔ خلافات کے ذکر میں بھی بخل سے کام نہیں لیا، مشہور اور غیر مشہور کی تصریح بھی کی ہے صحیح اور غیر صحیح کا بیان بھی اس میں موجود ہے، قواعد کے ذکر میں بھی اگر کوئی قاعدہ متفق علیہ نہیں ہے تو اختلاف کو بھی ذکر کر دیا ہے۔ اس طرح اس کتاب میں فقہی نظریات و تفریعات کا ایک گنج گراں مایہ نظر آتا ہے اور مذہب حنبلی کے بارے میں تمام ضروری باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ فروع اور جزئیات کے تمام پہلو نظر کے سامنے آ جاتے ہیں، جملہ اہم تفصیلات، لاطائل مباحث سے قطع نظر کرتے ہوئے پیش نگاہ ہو جاتی ہیں۔ یوں سمجھئے کہ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد انسان کے علم و نظر کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔

اہل دانش و بینش کہتے ہیں کہ یہ کتاب عجائبات دہر میں سے ہے اور واقعہ بھی یہی ہے۔ اس میں جامع نظریات وضع کئے گئے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی کوئی ایسا مجموعہ جزئیات نہیں ہے جس کے قواعد غیر مربوط ہوں اور جس کا ضابطہ فکری غیر منضبط ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک جامع ضابطہ کی حامل ہے اور فقہ حنبلی تو وہ فقہ ہے جو آثار سلف پر قائم ہے، عام اس سے کہ وہ احادیث رسول اللہؐ ہوں یا اکابر سلف سے ماخوذ اقتضیہ اور فتاویٰ ہوں۔ کیونکہ فقہ حنبلی میں جو نوے دیئے گئے ہیں وہ وقائع پر مبنی ہیں، مغرضات پر نہیں۔ اس میں جو مسائل جمع کئے گئے ہیں وہ صرف قیاسی نہیں ہیں، علت مطردہ کے حامل ہوں۔ اس صورت حال کے پیش نظر ہونا یہ چاہئے تھا کہ فقہ حنبلی ایسے منتشر جزئیات سے عبارت ہو

جو باہم غیر مربوط ہوں لیکن واقعہ یہ نہیں بلکہ ان مظاہر خاصہ کے باوجود یہ فقہ اس خصوصیت کی حامل بھی ہے کہ اس کے قواعد مرتب اور اس کے مسائل ضوابط کے ساتھ منضبط ہیں۔ یہ ضابطے ہر اعتبار سے جامع و مانع ہیں ان میں صرف فروغ ہی نہیں ایسے احکام بھی ہیں جو مستقیم میں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس فقہ میں ایسے فتاویٰ نہیں جو خیالات و آراء پر مبنی ہوں بلکہ وہ مناج و مسلک ثابتہ پر مبنی ہیں جو مضبوط عنصر کے ساتھ وابستگی اور گہرا ربط رکھتے ہیں۔ اور جب فقہ جلی ان قواعد و ضوابط کی حامل ہے تو لازمی تھا کہ خنفی، مالکی اور شافعی فقہ میں بھی قواعد فقہیہ موجود ہوتے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ فقہ اسلامی کے تمام مذاہب میں یہ قواعد و ضوابط موجود ہیں مذہب مالک میں ابن جزئی کے "قواعد" اور قرانی کی "الفروق"، مذہب شافعی میں ابن عابدین بن عبد السلام کے "قواعد"، مذہب خنفی میں ابن نجیم کی "اشباہ و نظائر" خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ قواعد سے متعلق یہ کتابیں، فروغ سے متعلق ربط قواعد کی قوت کے سلسلہ میں، نیز ضبط احکام اور فہم عناصر مشترکہ اور جمع اشباہ و نظائر کے اعتبار سے مختلف اور متفاوت درجات کی حامل ہیں لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے فقہی مذہب کی خصوصاً اور فقہ اسلامی کی عموماً یہ کتابیں لکھ کر بڑی گراں قدر خدمت انجام دی ہے۔^۱

احمد بن الحجابی شافعی (متوفی ۷۹۷ھ)^۲

فقہ و اصول میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم البہاء الاخمیمی سے حاصل کی، مصر میں بھی مدرس کی۔^۳

ابن العاقولی شافعی (متوفی ۷۹۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منہاج الوصول الی علم الاصول للبیضاوی" تالیف کی۔ مستنصر یہ میں مدرس رہے، نحوی تھے۔^۴

ابن فرحون مالکی (۷۱۹ھ/۷۹۹ھ)^۵

فقہیہ، اصولی، نحوی، ادیب وغیرہ تھے، اپنے والد و چچا سے تعلیم حاصل کی۔ ابن الحجاب سے سند اجازت حاصل کی۔ حصول و نشر علم کے لئے مصر، قدس دمشق کے اسفار کئے۔ مدینہ المنورہ میں طویل قیام کیا، ۷۹۳ھ میں مدینہ المنورہ میں مالکی منصب قضاء پر فائز رہے۔ الدیباچ المذہب فی اعیان المذہب کے مصنف ہیں جن میں ۶۳۰ سے زائد علماء کے حالات زندگی درج ہیں۔

۱ حوالہ سابق ص ۳۸۳-۳۸۴، ملخص اور ۳۸۹-۳۹۰ ملخص

۲ ابوالعباس نجم الدین احمد بن عیسیٰ بن حسن بن عبدالحسن الدمشقی ابن الحجابی متوفی ۱۳۹۳ء، دمشق میں وفات پائی

۳ معجم الاصولین ۱/۱۶۱ (۱۱۳)

۴ محمد بن محمد عبداللہ بن محمد بن علی الواسطی غیاث الدین البغدادی ابن العاقولی، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۵

۵ مدہان الدین ابراہیم بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن فرحون البصری (۱۳۱۹ء-۱۳۹۷ء) مدینہ المنورہ میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مختصر تنقیح القرافی تالیف کی اور اس کا نام "اقلید الاصول" رکھا۔

۲۔ کشف النقاب الحاجب علی مختصر ابن الحاجب^۱

احمد الارزنجانی (متوفی ۸۰۰ھ)^۲

انہوں نے "التلویح" پر حاشیہ لکھا اور اس کا نام "الترجیح" رکھا اور یہ حاشیہ علماء کے یہاں مشہور و مقبول ہے۔^۳

احمد السیواسی حنفی (متوفی ۸۰۰ھ)^۴

حلب اور پھر قاہرہ کے فضلاء سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الترجیح" تالیف کی۔ یہ تفتازانی کی "التلویح" پر حاشیہ ہے حاجی خلیفہ نے کہا: "وہی مفیدہ مقبولة" ہدیۃ العارفین میں مذکور ہے کہ انہوں نے الترجیح شرح التنقیح فی الاصول تالیف کی۔ اور ہو سکتا ہے کہ دو الگ الگ کتابیں ہوں اور انہوں نے دونوں ہی تالیف کی ہوں۔^۵

تمت

۱۔ ایضاح المکنون ۴/۳۶۸، ہدیۃ العارفین ۵/۱۸، الفتح المبین ۲/۳۱۱، معجم الاصولیین ۱/۳۷-۳۸ (۱۷)

۲۔ برہان الدین احمد الارزنجانی قاضی آرزنجان متوفی ۱۳۹۸ھ

۳۔ کشف الظنون ۱/۳۳۳، معجم الاصولیین ۱/۶۷ (۳۹)

۴۔ احمد بن عبد اللہ قاضی برہان الدین السیواسی متوفی ۱۳۹۸ھ

۵۔ کشف الظنون ۱/۳۳۳، ہدیۃ العارفین ۵/۱۱۷، الطبقات السنیہ ۱/۳۳۱-۳۳۳، معجم الاصولیین ۱/۱۵۲ (۱:۵)

فن اصول فقہ کی تاریخ

(عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے عصرِ حاضر تک)

جلد دوم

فاروق حسن

زیر نگرانی

پروفیسر ڈاکٹر فضل احمد

شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

اکتوبر ۱۹۹۹ء

فصل سوم

نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ

نویں صدی ہجری میں سیاسی اور علمی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

متوکل علی اللہ (۸۷۱ھ - ۸۰۸ھ) کے بعد اس کا بیٹا مستعین باللہ (متوفی ۸۲۳ھ) خلیفہ بنا مگر وہ ۸۱۶ھ میں معزول کر دیے گئے اور ان کی جگہ ان کے بھائی معتضد باللہ خلیفہ بنائے گئے یہ ذہیں و طباع، ذی علم اور اصحاب کمال کے ندران تھے ان کے زمانے میں سات سلاطین آئے۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادہ مستعین باللہ ثانی ۸۵۵ھ میں تخت نشین ہو گئے یہ ایک عادل، زاہد، متقی اور خاموش شخص تھے۔ رات دن عبادت و ریاضت میں گزارتے وہ ۸۵۲ھ میں انتقال کر گئے ان کے بعد ان کے بھائی قایم بامر اللہ تخت نشین ہوئے ان کے زمانے میں تین سلاطین آئے ان کے بعد ان کے بھائی مستجد باللہ ثانی، ۸۵۹ھ میں خلیفہ بنے ان کے زمانے میں چھ سلاطین آئے ان کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے متوکل علی اللہ ان کے جانشین بنے، متوکل پسندیدہ خصائل، خوش اطوار اور عوام و خواص میں مشہور و مقبول تھے۔ علم و فن میں ذوق رکھتے۔ امام سیوطی اس کے زمانے میں تھے متوکل کا انتقال ۹۰۳ھ میں ہوا۔

اس صدی میں مصر اور مشرق میں ممالک جبراکہ کا دور دورہ تھا لیکن مشرق میں دولت عثمانیہ بھی اس سے نبرد آزما تھی اور مصر میں حکمرانی کی خواہاں تھی۔ مغرب میں بہت سے داخلی انقلابات آئے مغرب اقصیٰ اور تونس کے ملوک کے مابین دوئی بڑھ گئی تھی۔ اسپانیوں نے مسلمانوں کو اندلس سے نکالنا شروع کر دیا اور انہوں نے پرتگالیوں کے ساتھ اس بات کا معاہدہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو کسی صورت اندلس کی سرزمین پر برداشت نہیں کریں گے۔ پرتگالیوں نے ۸۱۸ھ میں سبتہ پر اور اسپانیوں کے ۸۶۷ھ میں جبل طارق پر اور ۸۹۷ھ میں غرناطہ پر قبضہ حاصل کر لیا اور تقریباً آٹھ صدیوں تک جہاں مسلمانوں نے حکمرانی کی وہاں ان کے لئے اب کوئی جگہ نہیں رہی اگرچہ تونس، مغرب اقصیٰ اور الجزائر میں چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستیں باقی تھیں۔ شیخ محمد حنفی نے نویں صدی ہجری میں اصول فقہ میں تصنیف و تالیف کا جو رجحان ان حالات میں مروج ہو گیا تھا اس کی عکاسی کرتے ہوئے فرمایا :

”بعد هذه الحيلة اقتصر الكتابون في هذا العلم على شرح الكتب السابقة لا يزيدون شيئاً من عند انفسهم، وعملهم ينحصر في نظر المؤلفات التي لخص منها ما يشرحوه من الكتب ليحلوا به عبارتها ويفتحوا مغلقتها، وانتهى عندهم التفكير والاختيار، لان هذا العلم قد عاد الترا من الآثار، اذ لا فائدة كانت لهم منه لان الاجتهاد قد اقبل باباه فلم تعد حاجة الى بذل الجهود في القواعد التي هي اصول الاستنباط“۔

(اس مرحلہ (آٹھویں صدی ہجری) کے بعد اصول فقہ پر قلم اٹھانے والوں نے سابق تصنیفات کی تشریح و توضیح پر ہی اکتفاء کیا اپنی طرف سے کچھ بھی اضافہ نہیں کیا ان کا کام صرف اتنا رہ گیا تھا کہ جن کتابوں کی شرح کرتے بیٹھتے ہیں ان کی تنقیص پر لکھی جانے والی تصانیف کا مطالعہ کر لیں تاکہ ان کتابوں کی عبارتیں اور پیچیدہ مقامات حل ہو جائیں، غور فرمادے جائے پڑتال کا تصور ختم ہو چکا کیونکہ یہ علم زمانہ قدیم کی ایک یادگار بن کر رہ گیا تھا کیونکہ ان لوگوں کی نظر میں اجتہاد کا دروازہ بند ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی فائدہ نہیں رہ گیا تھا۔ لہذا جن قواعد کی حیثیت اصول استنباط کی تھی ان پر بحث فرما کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔)

بہر حال ان سیاسی ہنگاموں اور داخلی انتشارات کے باوجود مصر کی طرح اندلس میں بھی ممتاز علماء اصولیین اور ان کے عمدہ کتب جو زیادہ تر شروح وغیرہ کی صورت میں تھیں ہمیں نظر آتی ہیں۔ چند قابل ذکر اصولیین اور ان کی مؤلفات یہ ہیں: ابن حبیب طاہر بن حسن (متوفی ۸۰۸ھ) کی کتاب ”مختصر المنار الاصول“ زین الدین الوائلی (متوفی ۸۲۶ھ) کی التحریر لما فی منهاج الوصول من المعقول والمنقول، کمال الدین اسکندری (متوفی ۸۶۱ھ) کی التمام الجامع بین اصطلاح الحنفیہ والشافعیۃ، امام جلال الدین محلی (متوفی ۸۶۴ھ) کی ”شرح الوردۃ“ اور ”شرح جمع الجوامع“، کمال الدین محمد معروف بہ امام الکمالیہ (متوفی ۸۷۱ھ) کی ”شرح الوردات“، مائتہ امیر (متوفی ۸۷۹ھ) کی ”شرح التحریر“، ملا خسرو (متوفی ۸۸۵ھ) کی الوصول الی علم الاصول، حسن (متوفی ۸۸۶ھ) کا حاشیہ علی التلویح وغیرہ۔

ان کتب کے ذکر سے جہاں اصول پر تصنیف و تالیف کی طرف التفات نظر آتا ہے وہیں یہ بھی واضح طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے میں متون لکھنے کے ساتھ زیادہ تر شروح، حواشی، تقریرات، ابحاث لغویہ، منطقیہ، نحو و ادب معمول پر مشتمل کلام اور حقیقی اور تقدیری اعتراضات و جوابات کے اسالیب خصوصی توجہ کا مرکز تھے۔

نویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تاریخی و تحقیقی تجزیہ

ابوالعباس ابن التمیسی الزبیری مالکی (۷۴۰ھ/۸۰۱ھ)^۱

فقہ و اصولی تھے اپنے زمانے کے جید علماء سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ اصول الاحکام والفروع کے ہو گئے۔ عرصہ دراز تک مصر کے قاضی رہے ان کی مؤلفات ان کے وسعت علمی اور دقت تفکیر پر دلالت کرتی ہیں فنون پر کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن عطاء اللہ بن عوض الزبیدی الاسکندرانی التمیسی، (۱۳۳۹ھ/۱۳۹۹ء) الفتح المبین ۶/۳ میں ان کا نام احمد بن عطاء اللہ مذکور ہے۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ شرح مختصر ابن الجاحب
 ۲۔ مختصر البرہان
 ۳۔ النکت^۱
 عبداللطیف بن ملک حنفی (متوفی ۸۰۱ھ)^۲
 فقیہ، اصولی و محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : شرح منار الانوار للنسفی تالیف کی اس پر عزی زادہ، رھاوی اور جلیبی کے حواشی ہیں یہ کتاب قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔^۳

علاء الاسود رومی حنفی (متوفی ۸۰۱ھ)

اصول فقہ میں خبازی کی کتاب ”المغنی“ کی شرح تالیف کی۔^۴

سعد الدین خیر آبادی (متوفی ۸۰۲ھ)^۵

نحو، لغت عربیہ، فقہ، اصول و تصوف میں اعلیٰ مرتبہ پر فائز تھے، ان کے والد خیر آباد کے قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح اصول البزدوی

۲۔ شرح الحسامی (المنتخب للاختصاصی)^۶

ابراہیم الابناسی شافعی (۸۰۲ھ-۷۲۵ھ)^۷

فقیہ تھے، فقہ کے علاوہ اصول و لغت عربیہ میں بھی کافی دسترس رکھتے تھے۔ حصول علم کے لئے قاہرہ، شام، مکہ وغیرہ کے سفر کئے، مختلف مدارس کے علاوہ جامعۃ الازھر میں بھی تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حدیث، فقہ، اصول اور عربی زبان میں کتابیں تالیف کیں۔^۸

یوسف بن محمود السمریزی شافعی (متوفی ۸۰۳ھ)

انہوں نے ”شرح منہاج الوصول علم الاصول للبيضاوی“ تالیف کی۔^۹

۱۔ حدیۃ العارفین ۵/۱۱۷، الفتح لمبین ۳/۶، معجم الاصولیین ۱/۲۲۷ (۱۷۰)۔

۲۔ ابن ملک عز الدین، عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن فرشتہ متوفی ۱۳۹۱ء۔

۳۔ حدیۃ العارفین ۵/۶۱۷، الفوائد البھیہ ص ۱۰۷، الفتح لمبین ۳/۵۰، اس میں تاریخ وفات ۸۸۵ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/۲۲۹ (۳۶۰)۔

۴۔ علاء الدین علی بن عمر الاسود رومی، کشف الظنون ۲/۱۷۳۹۔ حدیۃ العارفین ۵/۷۲۶۔

۵۔ سعد الدین بن قاضی بدھن بن شیخ محمد القدوائی خیر آبادی متوفی ۱۳۹۹ء۔

۶۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۸۵، اس میں تاریخ وفات ۸۸۲ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/۱۱۹ (۳۵۵)۔

۷۔ ابو محمد حران الدین ابراہیم بن موسیٰ بن ایوب الابناسی مصری (۱۳۱۵ھ/۱۳۹۹ء)۔

۸۔ معجم الاصولیین ۱/۶۳، ۶۴ (۳۶)۔

۹۔ جمال الدین یوسف بن محمود السمرائی، تہریزی، حدیۃ العارفین ۶/۵۵۹۔

فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت سے عہد حاضر تک حصہ دوم

عمر بن علی بن الملقن شافعی (۷۲۳ھ/۸۰۴ھ)
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کافی المحتاج کے نام سے قاضی بیضاوی کی محتاج الوصول کی شرح لکھی۔

۲۔ شرح المختصر لابن الحاجب۔^۱

بہرام الدمیری مالکی (۷۲۳ھ-۸۰۵ھ)^۲

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے ان کے زمانے میں ریاست مالکیہ ان پر ختم ہوتی تھی تدریس کی اور مصر میں قاضی بھی تھے متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مختصر المنتہی لابن الحاجب تالیف کی دارالکتب مصر میں
مجلدات اس کا مخطوطہ موجود ہے جس نے نمبر (۳۲) اصول ہے۔ حدیث العارفین میں اس طرح مذکور ہے :
منتہی السؤل والامل بن الحاجب۔^۳

عبدالرحیم العراقي شافعی (۷۲۵ھ-۸۰۶ھ)^۴

محدث، حافظ، فقیہ، اصولی، ادیب اور لغوی تھے۔ شیخ علاء الدین بن الترمکانی حنفی اور جمال الدین الاسنونی
سے علم حاصل کیا۔ مدینۃ المنورہ میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔ قاہرہ میں مشیخ الحدیث کے کئی جگہ متولی رہے
دیار مصر کے محدث رہے، آپ کے زمانے کے شیوخ ان کی معرفت حدیث پر ثناء خوانی کرتے تھے مثلاً امام بیہقی
عز بن جماعہ اور ابن کثیر وغیرہ۔ اصول فقہ میں بھی عمدہ کلام و بحث پر قدرت رکھتے تھے، کئی فنون پر کتب تالیف کیں۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "النجم الوہاج" یہ کتاب قاضی بیضاوی کی محتاج الوصول کا نظم ہے جو تین سو ستر سٹھ (۳۶۷) ابواب
مشمول ہے۔ آپ کے صاحبزادہ احمد نے ان ابیات کی تشریح کی ہے۔

۲۔ "نکت علی المنہاج" صاحب معجم الاصولیین نے لحظہ الإحاطہ کے حوالے سے لکھا ہے انہوں نے کہا

"بین فیہا حکمة مخالفتہ لعبارة المنہاج والتنبیہ علی دقائق ذلک، بلغ فیہ الی اثناء الباب
الخامس فی الناسخ والمنسوخ"۔^۵

(اس میں انہوں نے المنہاج کی عبارت سے اختلاف کی حکمت کا ذکر کیا اور اس کے دقائق کی طرف اشارہ کیا اور وہ ان
کے پانچویں باب ناسخ و منسوخ کے اختتام تک پہنچے۔)

۱۔ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن احمد بن محمد انصاری مصری، کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، حدیث العارفین ۵/۷۹۱۔

۲۔ ابوالبقاء تاج الدین بہرام بن عبداللہ بن عبدالعزیز السلمی الد۔ میری القاہری (۱۳۳۳ھ/۱۴۰۳ء)۔

۳۔ حدیث العارفین ۵/۲۳۴، شذرات الذہب ۷/۳۹، الفتح المبین ۳/۱۲، معجم الاصولیین ۲/۲۳۱، کشف الظنون ۵/۱۸۵۵۔

۴۔ ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمن بن ابوبکر بن ابراہیم زین الکردی (۱۳۲۵ھ/۱۴۰۴ء) یہ عراقی الاصل تھے۔

۵۔ حدیث العارفین ۵/۵۲۲، معجم الاصولیین ۲/۱۹۵ (۴۳۰)۔

ابن خلدون الحضری مالکی (۷۳۲ھ-۸۰۸ھ)^۱

فقیہ، اصولی، محدث، حافظ مؤرخ، ادیب اور حکیم تھے۔ مصر میں مالکی منصب قضاء پر فائز رہے متقدمین مثلاً امام اہل اہل و امام فخر الدین رازی کے مسلک پر چلے اور وہ کہتے تھے کہ ہر فن میں کتب کا اختصار اور شیخ عصفہ وغیرہ کے طرز پر لکھنا کا تعبد متاخرین کی اختراع ہے اور علم تو ان سے بالاتر شی کا نام ہے، اور وہ ابن الساعاتی کی کتب البدیع کو ابن حاجب کی کتاب المختصر پر مقدم مانتے تھے اور یہ گمان کرتے تھے کہ ابن حاجب نے اسے شیخ سے حاصل نہیں کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔

۲۔ لسان الدین غرناطی کی اصول میں کتاب ”الفیہ“ کی شرح لکھی۔

۳۔ امام فخر الدین رازی کی المحصل کی تالیف کی۔

۴۔ ابن خطیب کی اصول میں کتاب ”الرجز“ کی شرح لکھی۔^۲

ابن محمد الأسدی شافعی (۷۲۳ھ-۸۰۸ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البروق اللوامع فیما اور علی جمع الجوامع، البروق اللوامع کا ایک خطی نسخہ مکتبہ مرکزیہ جامعہ الملک سعود میں ہے جس کا نمبر (۱۲۸) ہے۔

۲۔ تشییف المسامع بشرح جمع الجوامع۔

۳۔ التوضیح علی مختصر ابن الحاجب۔^۴

ابن العماد القفہسی (۷۵۰ھ-۸۰۸ھ)^۵

اسنوی، بلقینی اور عراقی سے زانوے تلمذ طے کیا مختلف علوم میں مہارت حاصل کی۔ سوالات کے جوابات کتب مراجعت کے بغیر بلا توقف دے دیتے۔ یہ بات ان کی علمی بصیرت پر دلالت کرتی ہے، آپ کی تصانیف نظم و نثر، تراجم و حاشیہ پر مشتمل ہیں۔

۱۔ ابن خلدون، ابو یزید ولی الدین عبد الرحمن بن محمد بن محمد الحضری الاشبیلی الاصل التونسی، القاہری (۱۳۳۲ھ/۱۴۰۶ء) تونس میں ولادت ہوئی۔

۲۔ حدیث العارفین ۵/۵۲۹، الفتح المبین ۳/۱۳، المعجم الاصولیین ۲/۱۸۸، ۱۸۹ (۳۲۵)۔

۳۔ ابن محمد بن خضر بن سری الاسدی الزیری العیزری المقدسی الدمشقی۔

۴۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵، حدیث العارفین ۶/۱۷۸۔

۵۔ ابوالعباس شہاب الدین احمد بن عماد الدین بن محمد بن یوسف القفہسی، ابن العماد (۱۳۳۹ھ/۱۴۰۵ء) مصر میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : الفوائد فی شرح الزوائد تالیف کی۔ دراصل کتاب ”زوائد الاصول“ عبدالرحیم اسلمی (متوفی ۷۷۲ھ) کی کتاب ہے جس میں انہوں نے ان مسائل کو ذکر کیا جن سے قاضی بیضاوی نے منہاج الاصول میں بے توجہی برتی تھی، اور اس کے مقدمہ میں امام اسنوی نے لکھا تھا :

فلما يسر الله الفراغ من شرح المنهاج، شرعت في شفعه بمجمع ما خلا عنه المنهاج المذکور من المسائل الاصولیه۔

(جب اللہ تعالیٰ نے المنہاج کی شرح سے فراغت آسان فرمادی تو میں نے اس کی دوسری شرح کی تالیف کا آغاز کیا اس میں ان مسائل اصولیہ کو جمع کیا جو منہاج مذکور میں نہیں تھے۔)

کتاب ”الفوائد“، امام اسنوی کی مذکورہ کتاب ”زوائد الاصول“ کی شرح ہے اس کتاب الفوائد کا ایک نو شستر بتی ۷۷۱ھ کے تحت موجود ہے اس کا آغاز یوں ہوتا ہے :

”الحمد لله الذي اسس شريعة نبیه احسن اساس الخ“۔

اور اختتام ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے :

”اختلف اصحابنا واصحاب ابی حنیفہ فی المزنی وأبی العباس بن سريح وأبی يوسف و محمد بن الحسن، رضى الله عنهم، فقليل مجتهدون مطلقا، وقيل : بل في المذهبين“۔

اس کے بعد مؤلف نے کہا :

”وهذا اخر ما يسر الله تعالى بمتو، وكرمه وسعة فضله من كتاب الفوائد في شرح الزوائد،

فله الحمد... وصحبه اجمعين“۔^۱

طاہر بن حبیب الحکمی حنفی (۷۴۰ھ-۸۰۸ھ)^۲

فقہ، اصولی، مؤرخ، ادیب اور محدث تھے۔ حلب اور پھر قاہرہ میں سیکریٹری رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے المقتبس المختار من نور الانوار تالیف کی۔ یہ کتاب امام نسفی کی اصول فقہ میں ”المنار“ کا اختصار ہے۔ یہ کتاب دمشق سے شائع ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ جمال الدین قاسمی کے حواشی ہیں۔

اس مختصر پر شروح :

۱۔ قاسم بن قطلوبغا (متوفی ۹۷۰ھ) نے شرح لکھی۔

۲۔ علی بن سلطان القاری نے شرح لکھی اور اس کا نام ”توضیح المبانی و تنقیح المعانی“ رکھا۔

۱۔ الفحاشین ۱۶/۳، معجم الاصولین ۱/۱۸۰، ۱۷۹ (۱۳۰)۔

۲۔ ابوالعزیز زین الدین طاہر بن الحسن بن عمر بن الحسن بن حبیب حنفی (۱۳۳۹/۱۳۰۵ء)۔

۱۔ زلی الیسواہی احمد بن محمد (متوفی ۹۷۴ھ) نے بھی شرح لکھی اور اس کا نام "زبدۃ الاسرار" رکھا۔

۲۔ عبد الجلیل جمیل نے شرح لکھی اور اس کا نام "زبدۃ الافکار" رکھا۔

۳۔ اشرف اسمانی (متوفی ۸۰۸ھ)۔

چودہ برس کی عمر میں درست مکمل کر لی تھی، انیس ۱۹ برس کی عمر میں اپنے والد کے قائم مقام کی حیثیت سے ذمہ دار بن سنبھالی اور ملکی مہمات میں مشغول ہو گئے۔ ۲۳ برس کی عمر میں یہ ذمہ داریاں اپنے بھائی کے سپرد کر کے بلا دھند، عرب اور عراق کے کبار علماء و مشائخ سے اکتساب علم کیا۔

۴۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "الفصول" تالیف کی جو اصول میں ایک مختصر ہے۔

۵۔ بدرالدین الطنبزی شافعی (متوفی ۸۰۹ھ)۔

لغت عربیہ، تفسیر، اصول و فقہ میں ماہر تھے، ابو البقاء، الاسنوی، اور بلقینی وغیرہ سے حصول علم کیا۔ قاہرہ میں ممتاز و مشہور علماء میں سے تھے فتویٰ، وعظ و درس دیتے، بہت سے تشنگان علم ان سے سیراب ہوئے۔

۶۔ احمد الکورانی شافعی (متوفی ۸۱۰ھ)۔

۷۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے قاضی بیضاوی کی "منہاج الوصول" کو منظوم کیا۔

۸۔ ابوالعباس ابن خطیب القسطنطینی (۷۴۰ھ - ۸۱۰ھ)۔

فقہ، محدث ادیب اور مؤرخ تھے شریف تلمسانی مالکی متوفی ۷۷۷ھ صاحب "مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول" وغیرہ سے تعلیم پائی، بلا و غرب اور افریقہ کا علمی سفر کیا۔

۹۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تفہیم الطالب لمسائل اصول ابن الحاجب" تالیف کی اور یہ کتاب ابن الجلب کی مختصر المنتہی کی شرح ہے۔

۱۰۔ محمد بن عبد الرحمن الحضری شافعی (متوفی ۸۱۰ھ)۔

۱۱۔ مؤلفات اصولیہ :

۱۲۔ انہوں نے کتاب "منية اللیب فی شرح التهذیب" تالیف کی، یہ کتاب ابن مطہر الحنفی شیعہ (متوفی ۷۶۶ھ) کی

۱۔ کف القنون ۲/ ۱۸۲۵، ایضاح المکنون ۴/ ۵۳۹، الفتح المبین ۳/ ۷۸، معجم الاصولیین ۲/ ۱۲۷ (۳۸۲)۔

۲۔ جغیر، اشرف بن ابراہیم الحسینی الحسنی اسمانی متوفی ۱۳۰۵ھ۔ معجم الاصولیین ۱/ ۲۷۵ (۲۲۰)۔

۳۔ احمد بن محمد بن عمر بن محمد، بدرالدین الطنبزی متوفی ۱۳۰۶ھ۔ معجم الاصولیین ۱/ ۲۲۳ (۱۶۷)۔

۴۔ احمد بن یوسف عبد اللہ بن عمر بن علی بن خضر شہاب الدین الکوردی الکورانی الاصل، القرانی متوفی ۱۳۰۷ھ۔

۵۔ ایضاح المکنون ۴/ ۵۹۰، ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۹، معجم الاصولیین ۱/ ۲۳۹ (۱۹۱)۔

۶۔ ابوالعباس احمد بن حسین بن علی بن خطیب، ابن قنفذ، القسطنطینی (۱۳۳۹ھ / ۱۳۰۷ھ) ہدیۃ العارفین ۵/ ۱۱۷ میں قسطنطینی مذکور ہے۔

۷۔ شمس الدین محمد بن عبد الرحمن الحضری شافعی۔ معجم الاصولیین ۱/ ۱۱۵ (۷۹)۔

اصول فقہ میں کتاب ”تہذیب طریق الوصول الی الاصول“ کی شرح ہے اور ابن مطہر کی کتاب ”تہذیب“ ایک دوسری کتاب ”نہایۃ الوصول الی علم الاصول“ کا اختصار تھا۔

۲۔ الحلّی فی الاصول۔^۱

محمد بن عثمان الاسماقی مالکی (متوفی ۸۱۰ھ)

اصول فقہ میں کتاب تصنیف کی۔^۲

شرف الدین القریمی (متوفی ۸۱۰ھ)^۳

علوم اصلیہ و فرعیہ میں جامع، عالم و فاضل تھے۔ اپنے شہر کے علماء سے مستفید ہونے کے بعد بلادِ روم گئے جہاں سلطان مراد خان نے ان کی عزت افزائی کی اس لئے سلطان کی وفات تک وہیں مقیم رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح المنار لنسفی“ تالیف کی اس کا نام ”جامع الاسرار“ رکھا جا چکا ہے۔
نے کہا :

”سود شرحا حافلا وترکہ . ثم انه لما قصد الحج عرضه على علماء الشام فاعجبوا به
وطلبوا تبیضه فی طریق الحجاز، وهو شرح بالقول و فرغ منه يوم الثلاثاء الخامس
والعشرين من شعبان سنه ۸۱۰ھ“۔

(انہوں نے مسودہ کی صورت میں ایک عمدہ شرح لکھ کر اسے چھوڑ دیا پھر جب وہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو اے
علمائے شام کے سامنے پیش کیا اور زبانی شرح کی تو انہوں نے انتہائی مسرت کا اظہار کیا اور ان سے اس کی حجازی طریقے
پر تمییز کا مطالبہ کیا وہ اس مسودہ کی تمییز سے بروز منگل ۲۵ شعبان ۸۱۰ھ میں فارغ ہوئے تھے)^۴

اس کا آغاز یوں ہوتا ہے : الحمد لله الذی شرف خواص نوع الانسان بالهدایۃ (الخ) ، فصار احسن
شروحه ۔ دکتور مظہر بقا نے اس کے مختلف مقامات پر نسخوں کا ذکر کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ مکتبہ عارف حکمت بالمذبح
المنورہ (۴۱) اصول، و عاطف ۶۸۲ میں موجود نسخے میں حاشیہ علی شرح المنار لقریمی زادہ مذکور ہے۔

سعید بن محمد العقبانی مالکی (۷۲۰ھ-۸۱۱ھ)^۵

فقہیہ اصولی اور مفسر تھے علم فرائض میں بھی خاص نظر تھی۔ ابو عبد اللہ الاہلبی وغیرہ سے اصول کی تعلیم حاصل کی۔ متعدد
کتابیں تصنیف کیں، تلمسان کے قاضی رہے چالیس برس تک منصب قضاء کی ذمہ داریاں انجام دیتے رہے۔

۱۔ ایضاح المکنون ۴/۶۹۳، ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۹، ۲۸۵، معجم الاصولین ۲/۶۱، ۶۲ (۲۹۵)۔

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن عثمان المصری، اسحاق متوفی ۱۳۰ھ ہدیۃ العارفین ۶/۱۷۹۔

۳۔ شرف الدین بن کمال القریمی متوفی ۱۴۰ھ۔ ۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۲۳، الفوائد المبیہ ص ۸۳، معجم الاصولین ۲/۱۳۳ (۳۶۹)۔

۵۔ سعید بن محمد بن محمد بن محمد العقبانی التلمسانی (۱۳۳۰ھ/۱۳۰۸ھ)۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے مختصر ابن الحاجب الاصلی پر ایک عمدہ شرح تالیف کی تھی۔ ایضاً المسکون میں ہے "لہ شرح علی المنتہی" (ان کی اہم منتہی پر شرح ہے) اعلام میں ہے : تعلیق علی ابن الحاجب فی الاصول۔^۱
 سلمان بن عبدالناصر الاشیطی شافعی (متوفی ۸۱۱ھ یا ۸۸۷ھ)
 فقہ لغت عربیہ، اصول، فقہ وادب میں ماہر تھے، سریاقوس میں قاضی رہے۔
 مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ شرح مختصر المنتہی۔
- ۲۔ شرح منہاج الوصول فی علم الاصول للبیضاوی۔^۲
- جلال الدین بغدادی حنفی (۷۳۳ھ-۸۱۲ھ)
 مؤلفات اصولیہ : شرح منتہی السؤل والامل لابن الحاجب۔^۳
- ابن القطان شافعی (۷۳۷ھ-۸۱۳ھ)
 مؤلفات اصولیہ : ہادی الطریقین فی الاصول۔^۴
- سید شریف جرجانی حنفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ)^۵
 مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ حاشیہ علی اوائل التلویح للتفتازانی۔
- ۲۔ شرح منتہی السؤل والامل ابن الحاجب۔^۶
- ابن جماع شافعی (۷۵۹ھ-۸۱۹ھ)^۷
 ۱۔ حاشیہ علی شرح الاسنوی لمنہاج البیضاوی۔
- ۲۔ حاشیہ رفع الحاجب شرح مختصر ابن الحاجب تاج الدین سبکی (متوفی ۷۷۱ھ) نے رفع الحاجب کے نام سے شرح المختصر تالیف کی تھی اس پر یہ حاشیہ ہے۔

۱۔ اندراج ص ۲۰۵، ۲۰۶، مج ۲، مؤلفین ص ۲/۲۳۰، مج ۲ الاصولین ص ۱۲۲، ۱۲۱/۲ (۳۵۸) میں بحوالہ ایضاً المسکون ۸۷۲/۲ مذکور ہے مگر ہمیں یہ حوالہ نہیں مل سکا۔
 ۲۔ مدار الدین سلیمان بن عبدالناصر الاشیطی متوفی ۱۲۰۸ھ، حدیث العارفین ص ۵/۲۰۲، مج ۲ الاصولین ص ۱۳۱/۲ (۳۶۶)۔
 ۳۔ العارف جلال الدین نصر اللہ بن محمد البستری جلال بغدادی حنفی متوفی ۱۲۰۹ھ، حدیث العارفین ص ۶/۳۹۳۔
 ۴۔ شمس الدین محمد بن علی بن محمد بن عمر بن عینی المصری، ابن القطان، حدیث العارفین ص ۶/۱۸۰۔
 ۵۔ سید شریف ابوالحسن علی بن سید محمد بن علی جرجانی، جرجان میں ولادت اور غیشاپور میں انتقال ہوا۔
 ۶۔ کشف الظنون ص ۲/۱۸۵۳، حدیث العارفین ص ۵/۷۲۸۔
 ۷۔ ابن جماع، محمد بن شرف الدین عبدالعزیز بن محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ، قاضی بدر الدین الکنانی المقدسی۔

۳۔ شرح جمع الجوامع للسیبکی تالیف کی اور اس کا نام ”النجم اللامع“ رکھا۔

۴۔ حاشیہ علی شرح الجاوی دی، امام فخر الدین ابوالکارم احمد بن حسن تبریزی الجار بردی شافعی (متوفی ۸۶۱ھ) ”السراج الوہاج“ کے نام سے جو منہاج کی شرح تالیف کی تھی اس پر یہ حاشیہ ہے۔

۵۔ النکت علی جمع الجوامع۔^۱

عبدالقادر العبادی مالکی (متوفی ۸۲۰ھ یا ۸۸۰ھ)

ان کا ذکر ان کی تاریخ وفات ۸۸۰ھ کے تحت کیا جائے گا۔

احمد الغزلی شافعی (۷۷۰ھ-۸۲۲ھ)^۲

قرآن کریم کے علاوہ متعدد کتب کے حافظ تھے، حصول علم کی خاطر غزہ سے دمشق اور پھر قدس آکر علماء سے استفادہ فیض کیا، فقہ و اصول میں خصوصیت کے ساتھ کمال حاصل کیا۔ افتاء، تدریس اور قضاء کے فرائض انجام دیئے، دمشق میں مرتبہ حج کے لئے تشریف لائے مگر آخری مرتبہ مکہ المکرمہ میں مستقل قیام کر لیا تھا جہاں فقہاء کے بھرے ہوئے عتبات ابن الحاجب کی مختصر الاصلی کا درس دینے، احمد الغزلی کئی کتابوں کے مصنف تھے آخری عمر میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح جمع الجوامع للسیبکی، دکتور مظہر بقانے برستن ۹۳۲ (۶۱۰) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ اس میں طرح مذکور ہے : ”حاشیہ علی اوائل البدر الطالع“ محمد بن احمد الحلی نے شرح الحلی علی جمع الجوامع لکھی اور اس کا نام ”البدر الطالع“ رکھا جو شرح المحلی علی جمع الجوامع سے مشہور ہے اس کے اوائل پر حاشیہ لکھا ہے : ”الحمد لله الذي أنار نهار العلوم...“

۲۔ وکعب قطعة علی منہاج البیضاوی۔^۳

خواجہ پارسا خنئی (۷۵۶ھ-۸۲۲ھ)^۴

فقیہ، محدث اصولی منسرتھے، فروع و اصول کا علم حاصل کیا معقول و منقول میں کمال حاصل کیا اور خنئی اکابر فقہاء اور اصولی بن گئے۔ صدر الشریعہ عبید اللہ المحبوبی اور دادا تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الفصول الستة فی الاصول“ تالیف کی۔ الفوائد النفیسیہ میں مذکور ہے

”وهو کتاب لطیف مشتمل علی الفوائد النفیسیہ“

(اور وہ ایک لطیف کتاب ہے جو عمدہ فوائد پر مشتمل ہے۔)^۵

۱۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، حدیۃ العارفین ۶/۱۸۶۔ ۲۔ البیہقیمی شہاب الدین احمد بن عبداللہ بن بدر بن، مفرغ ابن بدر بن

العامری الغزلی دمشقی (۱۳۶۸/۱۳۶۹ء)۔ غزہ میں ولادت اور مکہ المکرمہ میں وفات پائی۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، حدیۃ العارفین ۵/۱۲۳، معجم الاصولین ۱/۱۵۶، ۱۵۷ (۱۰۸)۔

۴۔ محمد بن محمد بن محمود الحنفی البخاری (۱۳۵۵/۱۳۶۹ء)، خواجہ پارسا، مدرسہ المنورہ میں وفات پائی۔

۵۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۲۹، الفوائد النفیسیہ ص ۱۹۹، الفح المسبین ۳/۲۳۔

عبد الرحمن البلقینی شافعی (۶۳ھ-۸۲۳ھ) ۱۔

مفسر، محدث، نحوی، فقیہ اصولی، واعظ اور ادیب تھے قاہرہ سے دمشق اور پھر حلب کے سفر کئے۔ کئی مرتبہ منصب نظام پر فائز ہوئے، کئی علوم و فنون پر یادگار تصانیف چھوڑیں، حافظ ابن حجر نے ان کی شان میں فرمایا:

”كان من عجائب الدنيا في سرعة الفهم وجودة الحفظ، وكان من محاسن القاهرة“.

(دوسرے فہم اور حافظہ کی پختگی میں عجائب دنیا میں سے تھے اور وہ قاہرہ کے محاسن میں سے تھے۔)

مؤلفات اصولیہ: ”نظم منتهی السؤل والأمل في علمي الأصول والجدل“ ۲۔

مؤلفی الفاسی مالکی (متوفی ۸۲۳ھ)

انہوں نے کتاب ”اداء الواجب في تصحيح ابن الحاجب“ تالیف کی جو کہ ”منتہی السؤل والأمل“ ۳۔

ابراہیم البجوری شافعی (تقریباً ۷۵۰ھ-۸۲۵ھ) ۴۔

فقہ اور اصول میں جید علماء میں سے تھے، انہوں نے علامہ اسنوی، بلقینی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ: ببجوری نے کوئی تصنیف نہیں چھوڑی کیونکہ وہ فتویٰ کی کتابت کو منع کرتے تھے اور بالمشافہ فتویٰ دیتے تھے۔ ۵۔

ابن العراقی الصغیر شافعی (۷۲ھ-۸۲۶ھ) ۱۔

فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور مفسر تھے۔ اپنے والد سے فقہ، اصول اور لغت عربیہ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی اپنے والد کی طرح خود بھی حافظ حجت اور ثقہ مانے جاتے تھے اور ان ہی کی طرح فقہ، اصول، علوم عربیہ و تفسیر میں کمال رکھتے تھے۔ کم عمری میں ہی کئی شیوخ نے افتاء و تدریس کی اجازت دے دی تھی، دیار مصر کے آخری ائمہ شافعیہ میں سے تھے۔ حدیث و فقہ کی کئی مدارس میں تدریس کی، منصب قضاء پر فائز رہے، آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ انہوں نے ”نکت علی المنہاج الاصلی“ تالیف کی اور اس کا نام ”التحریر لمافی منہاج الاصول من المعقول والمنقول“ رکھا۔

۱۔ ابوالفضل عبدالرحمن بن عمر بن رسلان بن نصیر صالح جلال الدین القنانی البلقی (۱۳۶۲/۱۳۲۱ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

۲۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶ھ حدیثہ العارفین ۵/۵۲۹، معجم الاصولیین ۲/۱۸۲ (۳۱۸)۔

۳۔ ابوعلم محمد رضی الدین بن۔۔۔ الفاسی البغربی مالکی حدیثہ العارفین ۶/۱۸۳۔

۴۔ ابوالحاکم برہان الدین ابراہیم بن احمد بن عیسیٰ بن سلیمان بن سلیم بن فرح بن احمد المصری ببجوری (۱۳۳۹ء تقریباً/۱۳۲۲ء)۔

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۲۲ (۳)۔

۱۔ ابوزید علی الدین احمد بن عبدالرحیم بن الحسن بن عبدالرحمن الکرونی الاصل، ابن العراقی (۱۳۶۰/۱۳۲۲ء) قاہرہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

اس کا ایک نسخہ الازہریہ میں (۸۶۸) ۲۲۴۳۱، اصول فقہ کے تحت موجود ہے آغاز یوں ہوتا ہے: "الحمد لله

أوضح منهاج الدين لدعائه..... الخ

اختتام یوں ہوتا ہے: التعبير بها والله اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب.

کتاب "المنهاج" میں منقول سے جو غلطیاں واقع ہوئی ہیں ان کو بیان کیا اور معقول کے مشتمل ہونے میں جو اضافہ ہوا تھا اس کو تحریر کیا اور ان کی ترجیح اور ان کے علاوہ دوسرے مشہور علماء کی ترجیح میں جو اختلاف تھا اس کو بھی ضبط تحریر کیا۔

۲۔ اپنے والد کی کتاب "النجم الوہاج" جو منهاج کا نظم ہے اس کی شرح لکھی۔

۳۔ جمع الجوامع کی شرح لکھی اور اس کا نام "الغيث الهامع" رکھا اس شرح میں امام زرکشی کی کتاب "تشنيف المسائل" کا اختصار کیا گیا ہے اور اس میں زیادہ تر الفاظ کے حل اور عبارت کی توضیح پیش کی گئی ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے: اصباح حمد الله... فهذا تعليق وجيز على جمع الجوامع... دکتور مظہر بقانے کہا کہ جامع أم القرى میں ۱۴۱۰ھ میں ان کا دکتورہ کے لئے رجسٹریشن کی گئی تھی۔ الکشاف کے مطابق اس کا مخطوطہ بغداد کے مکتبہ میں موجود ہے۔

۴۔ رسالة في الحكم بالصحة والحكم بالموجب، دار لکتب المصریہ وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ زرکشی نے کہا:

ان "نکت منهاج البيضاوی" فی الاصول "والتحریر" فی اصول الفقہ، لعبد الرحيم بن الحسين العراقي. وهذا خطأ من جهتين، الاولى أن "النکت" و "التحریر" کتاب واحد، والثانية انه لابنه احمد بن عبد الرحيم لا لعبد الرحيم، و جد الرحيم نظم المنهاج المسمى "النجم الوہاج" الذي شرحه ابنه احمد.^۱

(بلاشبہ عبد الرحيم بن حسين عراقی کی "نکت منهاج البيضاوی فی الاصول" اور "التحریر فی اصول الفقہ" کہنا دو اعتبار سے غلط ہے پہلی وجہ یہ ہے کہ "النکت" اور "التحریر" دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں اور دوسری وجہ یہ ہے کہ عبد الرحيم نے "النجم الوہاج" کے نام سے "المنهاج" کا نظم کیا تھا اور پھر ان کے بیٹے احمد بن عبد الرحيم نے اس کی شرح لکھی تھی نہ کہ خود انہوں (عبد الرحيم) نے)

ابوبکر غرناطی مالکی (۷۶۰ھ-۸۲۹ھ)^۲

فقہ، اصولی اور محدث تھے، ابواسحاق الشاطبی (متوفی ۷۹۰ھ) صاحب الموافقات، شریف التمسانی (متوفی ۷۷۰ھ) صاحب مفتاح الاصول وغیرہ سے تعلیم پائی ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ: المراغی نے ان کی مندرجہ ذیل تین اصولی مصنفات کا ذکر کیا ہے:

۱۔ کشف الظنون ۱/۵۹۵، حدیۃ العارفین ۵/۱۲۳، شذرات الذهب ۷/۱۷۳، الکشف عن مخطوطات خزائن کتب الاوقاف، محمد اسعد طلس، ص ۱/۱۰۵، بغداد مطبعہ العالی ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۳ء۔

۲۔ ابوبکر محمد بن محمد بن محمد بن عاصم الاندلسی الغرناطی (۱۳۵۸ھ/۱۳۲۵ء)۔

۱۔ منع الوصول فی علم الاصول۔ یہ کتاب اصول فقہ میں ارجوزہ یعنی بحر جز میں ایک قصیدہ ہے۔

۲۔ مرفعی الوصول۔ یہ کتاب بھی اوزان شعر کے ایک وزن پر لکھی ہوئی شاہکار ہے۔

۳۔ نیل المنی۔ یہ امام شافعی کی کتاب ”الموافقات“ کا مختصر ہے۔

۴۔ المنہاج المکنون اور ہدیۃ العارفین میں کتب کے اسماء اس طرح مذکور ہیں :

(۱) مرفعی الوصول الی الضروری من الاصول الصغریٰ ولہ : الحمد للہ المحیط علمہ الخ .

(۲) مہیج الوصول فی علم الاصول کبریٰ۔

۵۔ ابن عبدالدایم البرماوی شافعی (۷۶۳ھ-۸۳۱ھ)۔

فقہی، اصولی و نحوی تھے۔ بدرالدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) صاحب البحر المحیط اور سراج الملتقنی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، تحصیل علم کی خاطر مکہ، قاہرہ و قدس کا سفر کیا، قدس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

۶۔ کلمات اصولیہ :

۱۔ الفیہ فی اصول الفقہ کا نظم تالیف کیا۔

۲۔ ”شرح الفیہ“، یہ دو جلدوں پر محیط الفیہ کی شرح ہے۔

۳۔ ہدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا نام اس طرح مذکور ہے : النبذة الالفیہ فی الاصول الفقہیہ۔

۴۔ کتاب ”الالفیہ“ کی شرح :

(۱) اسماعیل بن ابراہیم المقدسی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) جو البرماوی کے شاگرد تھے انہوں نے ”توضیح الالفیہ“ کے نام سے ”الالفیہ“ کی شرح تالیف کی۔

(۲) محب الدین محمد بن خلیل بن محمد البصری دمشقی شافعی (متوفی ۸۸۹ھ) نے شرح نبذة الالفیہ فی اصول الفقہیہ برماوی تالیف کی۔

۵۔ ابن محمد الجزری شافعی (۷۵۱ھ-۸۳۳ھ)

۶۔ کلمات اصولیہ : انہوں نے قاضی بیضاوی کی ”منہاج الوصول“ کی شرح لکھی۔

۷۔ ابن المکنون ۳۶۵/۳، ہدیۃ العارفین ۸۲۹/۶، الفح المبین ۲۵/۳۔

۸۔ ابوالمظاہر شمس الدین محمد بن عبدالدائم بن موسیٰ البغمی الحسقلانی البرماوی (۱۳۶۲ء/۱۳۲۸ء) دمشق میں ولادت اور قدس میں وفات پائی۔

۹۔ ہدیۃ العارفین ۱۸۶/۶، الفح المبین ۲۹/۳۔

۱۰۔ الفح المبین ۲۵۵، ۲۵۳/۱ (۱۹۸)۔

۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۲۱۲/۶۔

۱۲۔ ابوالمظاہر شمس الدین محمد بن محمد بن علی بن یوسف الجزری، دمشق میں ولادت ہوئی ہدیۃ العارفین ۱۸۷/۶۔

احمد القسیری ابن العجمی حنفی (۷۷۷ھ-۸۳۳ھ) ^۱

فقہ، اصول و لغت عربیہ میں کمال رکھتے تھے، مختلف عہدوں پر فائز رہے، افتاء، و تدریس کی خدمات انجام دیں۔
اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ^۲

شمس الدین الفناری حنفی (۷۵۱ھ-۸۳۳ھ) ^۳

فقیہ، اصولی، منطقی، جدلی، ادیب، مقرر اور فرائضی تھے۔ یہ آٹھویں صدی کے اختتامی دور کے ان گنے پنے لوگوں میں سے ایک تھے جن کا ان کے زمانہ میں اس فن میں کوئی مثل نہیں تھا اور شمس الدین فناری تمام علوم نقلیہ و عقلیہ میں فائز و دسترس رکھتے تھے قاہرہ بھی تشریف لائے تھے۔ منصب قضا پر بھی فائز رہے۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے، اس کی فوائد البیہ میں اس طرح مذکور ہے کہ جب انہوں نے سنا کہ زمین علماء کے گوشت (جسم) کو نہیں کھاتی تو اپنے ہاتھ الا سود کی میت کو کھول کر دیکھا تو ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کو اسی طرح ان کی چار پائی پر پایا جس طرح دفنانے وقت رکھا گیا تھا۔ تو انہوں نے ایک غیبی آواز سنی جو کہہ رہی تھی ”هل صدقت أعمى الله بصرك“۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”فصول البدائع فی اصول الشرائع“ تالیف کی۔ مکتبہ حلب میں موجود ہے جس کے مطابق انہوں نے اپنی اس کتاب کو دو مقدمات اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا تھا۔ پہلے مقدمہ چار ارکان ہیں اور دوسرے میں دو ارکان ”العراض“ اور ”الترجیح“ ہیں جب کہ خاتمہ الاجتہاد اور اس کے قوانین کے بارے میں ہے۔ اس کتاب میں المنار، البردوی، محصول الرازی اور مختصر الرازی وغیرہ کو جمع کیا گیا ہے۔ انلہ بعد البسمۃ الحمد للہ الذی شرع شوارع الشرائع لاحکام احکام الوقائع..... آخرہ : الی صاحبہ الوحی البہ منہ عند اللہ و صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد و آلہ و صحبہ الطیبین الطاہرین۔ ^۴

محمد بن عبدالقادر الواسطی شافعی (متوفی ۸۳۸ھ)

انہوں نے قاضی بیضاوی کی ”منہاج الاصول“ کی شرح تالیف کی۔ ^۵

احمد المہدی الزیدی (۷۷۵ھ-۸۴۰ھ) ^۶

وہ علامۃ الوقت اور صاحب التصانیف تھے۔ مذہب اہل بیت میں ان کی کتابوں پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ کئی علوم و فنون میں مہارت رکھتے، یمن کے ائمہ زیدیہ میں سے تھے۔

۱۔ احمد بن محمود بن محمد بن عبداللہ القسیری، ابن العجمی (۱۳۷۵ھ/۱۳۲۹ھ) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۲۳۷ (۱۸۰)۔ ۳۔ شمس الدین محمد بن حمزہ بن محمد الفناری (۱۳۵۰ھ/۱۳۳۱ھ)۔

۴۔ حدیث العارفین ۶/۱۸۸، الفوائد السبعیہ ۱۶۶، ۱۶۷، الفتح المبین ۳/۳۰، المنتخب من المخلوطات العربیہ فی حلب، ص ۱۹۸ (۵۷) قدیم بیروت، عالم الکتب ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۶ء۔

۵۔ نجم الدین محمد بن عبدالقادر الواسطی، ایضاح المکنون ۳/۵۸۹، حدیث العارفین ۶/۱۸۹۔

۶۔ احمد بن یحییٰ بن المرتضیٰ بن الفضل بن منصور الحسینی زمار (یمن) میں ولادت ہوئی (۱۳۷۳ھ/۱۳۷۳ء)۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ "الفصول فی معانی جوہرۃ الاصول" یا "فائقة الاصول فی ضبط معانی جوہرۃ الاصول"۔
- ۲۔ معیار العقول فی علم اصول، اس کتاب کے کئی جگہ نسخے موجود ہیں، ایک نسخہ جامعہ ملک سعود جدہ میں ۱۲۹۵ کے تحت موجود ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے : الفقه فی اللغة فہم معنی الخطاب الذی فیہ غموض ، وفی الاصطلاح... انتقام ان کلمات سے ہوتا ہے : ومن ثم انعکست السالبة سالبه۔
- ۳۔ "منہاج الوصول الی شرح معیار العقول" یہ ان کی کتاب جس کا مکمل نام مندرجہ ذیل ہے اس کی چھٹی جلد ہے۔ کتاب کا نام یہ ہے : "غایات الأفكار و نہایات الانظار المحیطۃ بعجائب البحر الذخار الجامع للادب علماء الامصار فی الاعتقادات الدینیۃ واللطائف الکلامیۃ والقواعد الاصولیۃ والسير النبویۃ"۔ ابتدائی اس طرح ہے : "بعد البسملة والصلاة : کتاب منہاج العقول فی علم الاصول یغنی قبل الشروع...." انتقام اس طرح ہے : "ومن ثم ای ومن أجل صدقها کلیۃ موجد بعکس النقیض عرفت انعکاس...." اس کے دنیا کے مختلف کتب خانوں میں نسخے موجود ہیں مثلاً دار الکتب مصریہ میں ۲۵۴۹۹ نمبر کے تحت اور جامعہ مکہ جدہ میں ۱۱۲۹۷ اور ۱۳۳ کے تحت موجود ہیں وغیرہ وغیرہ مگر برنستین (حیرت) (۱۶۲۰) ۵۹۱۲ میں جو نسخہ موجود ہے اس میں اس کا عنوان یہ ہے : منہاج الوصول الی تحقیق کتاب معیار العقول فی علم الاصول۔^۱ ثم شاہ الفناری حنفی (متوفی ۸۴۰ھ)^۲

فقیر، اصولی اور نظارت تھے۔ متقدم الذکر محمد الفناری کے صاحبزادہ ہیں، اپنے والد سے علم حاصل کیا، مرتبہ کمال کو پہنچانے والد ماجد کی زندگی میں ہی "بروسا" میں مدرسہ سلطانیہ میں تدریس کی، پھر حج کے لئے تشریف لے گئے۔ قہرہ آئے جہاں اپنے والد کی طرح شہرت پائی اور واپس اپنے شہر لوٹ آئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے فصول البدائع فی اصول الشرائع فی الاصول پر حاشیہ لکھا۔^۳ علامہ الدین رومی حنفی (۷۵۶ھ-۸۴۱ھ)^۴

فقیر، اصولی، منطقی، ادیب اور صوفی تھے سید شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ)، شارح منتہی السؤل والائل لابن البیہ اور سعد الدین تفتازانی (متوفی ۷۹۱ھ) صاحب تلوّح سے حصول علم کیا اور پھر تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ پر مستقل علیحدہ کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا مگر انہوں نے "الامثلہ" جو اساتذہ علماء الدین سے مشہور ہے کتاب لکھی جو چھ فصول پر مشتمل تھی اور اس کی چوتھی فصل اصول پر تھی۔ بعد کے آنے والوں میں سے

۱۔ ایضاً السکون ۳/۱۵۵، ۵۱۶، حدیۃ العارفین، ۵/۱۲۵، معجم الاصولیین ۱/۲۳۶، ۲۳۸، (۱۸۹)۔

۲۔ ثم شاہ محمد الدین بن علی بن یوسف بن محمد بن حمزہ الفناری متوفی ۱۳۳۶ھ۔

۳۔ الفوائد المحیہ، ص ۱۸۳، الفتح المبین ۳/۳۱۔

۴۔ ایضاً السکون ۳/۱۵۵، ۵۱۶، حدیۃ العارفین، ۵/۱۲۵، معجم الاصولیین ۱/۲۳۶، ۲۳۸، (۱۸۹)۔

مولیٰ سراج الدین التوقیعی (متوفی ۸۸۹ھ) نے ان سوالات کے جواب دیئے اسی طرح ملاخسرو (متوفی ۸۸۵ھ) نے بھی ان کے جوابات دیئے اور سراج الدین کے جوابات اور علماء الدین کے سوالات پر بحث کی اور پھر ان کا تقابلی جائزہ و تجزیہ پیش کیا۔^۱

محمد بن احمد السباطی مالکی (۵۶۷ھ-۸۴۲ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ توضیح المعقول و تحریر المنقول فی شرح منتهی السؤل والامل لابن الاحاجب .

۲۔ مقدمہ فی الاصول۔^۳

محمد بن عمر الخصوصی شافعی (متوفی ۸۴۳ھ)^۴

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "ارجوزۃ فی الاصول" تالیف کیا۔^۵

احمد بن حسین الرملی شافعی (۷۷۳ھ-۸۴۲ھ)^۶

فقیہ تھے، حصول علم کے لئے مختلف مقامات کے سفر کئے، فقہ میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ قاضی القضاۃ الباقی نے انہیں افتاء کی اجازت عطا کی۔ افتاء و تدریس سے ایک عرصہ تک وابستہ رہنے کے بعد ترک کر کے طریقہ صوفیہ پر گامزن ہو گئے۔ کئی یادگار کتب تالیف کیں جن میں شرح سنن ابو داؤد و طبقات للشافعیہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مختصر ابن الاحاجب^۷ ہدیۃ العارفین میں اس طرح ہے : شرح منتهی السؤل والامل

لابن الاحاجب۔^۸

۲۔ شرح جمع الجوامع للسبکی تالیف کی اور اس کا نام "لمع اللوامع" رکھا دیباچہ کے بعد آغاز یوں ہوتا ہے :

"الحمد لله الذی جمع جوامع العلم مختصراً" الخ اس کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ نمبر ۲۰۱۵ کے تحت اور دوسرا کی جاہ (ترخان) میں ۹۳ نمبر کے تحت موجود ہے۔

۳۔ شرح منهاج البیضاوی تالیف کی اور اس کا نام "نہایۃ السؤل" رکھا۔ اتفاق سے علامہ اسنوی نے منہاج

کی جو شرح لکھی تھی اس کا نام بھی نہایۃ السؤل تھا۔ الحمد کے بعد آغاز یوں ہوا ہے : "أما بعد فان اولی

ما صرفت الھم الی تمھیدہ" اور اختتام ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے : "سواء اراد الاغتسال فیہ ولا والله سبحانه وتعالیٰ اعلم" اس کا ایک نسخہ مکتبہ مملکیہ برلن میں ۴۳۸۳ کے تحت موجود ہے۔^۹

۱۔ کشف الظنون ۱/۹۱، الفتح المبین ۳/۳۲۔ ۲۔ ابویوسف شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بن نعیم مقدم السباطی القاضی المصری

۳۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۲۔ ۴۔ اشیر الدین محمد بن عمر بن محمد ابوبکر بن محمد الحضوی قم القاہری۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۹۲۔ ۶۔ ابن رسلان، ابوالعباس شہاب الدین احمد بن حسین بن حسن بن علی بن یوسف بن علی بن محمد

الرملی المقدسی (۱۳۷۱ھ/۱۸۵۶ء)۔ ۷۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶، ایضاً المکنون ۳/۵۸۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، معجم الاصولیین ۱/۱۱۳، ۱۱۴ (۷۷)۔

۹۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ۲/۱۸۵۶، ۱۸۷۹، ایضاً المکنون ۳/۵۸۹، ہدیۃ العارفین ۵/۱۲۶، معجم الاصولیین ۱/۱۱۳، ۱۱۴ (۷۷)۔

امام الحلی شافعی (متوفی ۸۴۴ھ) ^۱

فقہ، اصول، فرائض، نحو و صرف وغیرہ میں مہارت رکھتے تھے افتاء و تدریس کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : ہمیں اصول فقہ پر ان کی کسی کتاب کا علم نہیں ہو سکا۔ ^۲

ابن عثام مالکی (۷۶۷ھ-۸۴۴ھ) ^۳

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زوال المانع عن شرح جمع الجوامع للسبکی۔

۲۔ شرح مختصر ابن الحاجب۔

۳۔ الاحکام فی شرح غریب عمدة الاحکام۔

شاید آخری الذکر کتاب ابن صباغ شافعی (متوفی ۷۷۷ھ) کی کتاب ”العمدة فی اصول الفقہ“ کی شرح ہو۔ ^۴

ابن البصیر فی شافعی (متوفی ۸۴۴ھ) ^۵

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”کتاب الوصول الی ما وقع فی الرافعی من الاصول“ تالیف کی یہ کتاب دو جلدات میں ہے۔ ^۶

ابن زافوا التلمسانی مالکی (۷۸۲ھ-۸۴۵ھ) ^۷

فقہ، مفسر، نحو، فرائض، اصول، متصوف اور محدث تھے۔ شریف تلمسانی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : اصول میں مختصر ابن الحاجب کے کچھ بعض حصہ کی شرح لکھی۔ ^۸

شہاب الدین دولت آبادی حنفی (متوفی ۸۴۹ھ) ^۹

علوم عقلیہ و نقلیہ میں نابغہ روزگار تھے۔ سلطان ابراہیم شاہ شرقی انہیں چاندی کی کرسی پر بیٹھا کر عزت افزائی کرتا تھا بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں شرح تعلیقہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

۱۔ امام بن صالح، شہاب الدین، ابوالعباس الحلی شافعی متوفی ۱۴۳۰ھ۔ ^{۱۰}

۲۔ ابوالحسن بن محمد بن محمد بن محمد بن احمد قاہری ابن النجار۔

۳۔ البیاض المکتون ۶۱۲/۳، ہدیۃ العارفین ۱۹۴/۶۔

۴۔ علاء الدین علی بن عثمان بن عمر، ابن البصیر فی۔

۵۔ ابوالعباس احمد بن محمد بن عبد الرحمن (۱۳۸۰/۱۳۸۱ء) ابن زافوا التلمسانی۔

۶۔ ابن البصیر ۳۳/۳، معجم الاصولین ۲۱۵/۱، ۲۱۶/۱ (۱۶۰)۔

۷۔ ابن ابوالقاسم عمر الزوالی، دولت آبادی، شہاب الدین بن شمس الدین الہندی متوفی ۱۴۳۵ء ہند میں ولادت و وفات ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح اصول البزدوی“ تالیف کی اس کتاب کو شیخ عیسیٰ بن ابی دھلوی کے لئے تالیف کیا تھا۔ اس کا ایک خطی نسخہ شیخ عبدالکلام آزاد کے پاس تھا اور اب شاید وہ مکتبہ آزاد گڑھ ہند میں ہو۔^۱

صلاح بن علی المحدثی زیدی (متوفی ۸۴۹ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”النجم الثاقب فی شرح مختصر ابن الحاجب“ تالیف کی۔^۳

ابراہیم القباقری شافعی (متوفی ۸۵۰ھ تقریباً)^۴

انہوں نے کئی کتابیں تالیف کیں جو نحو، معانی و بیان و حدیث وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح جمع الجوامع للسبکی۔

۲۔ العقد المنصف فی شروط حمل المطلق علی المقید۔^۵

یوسف بن عبدالملک قرمان خفی (متوفی ۸۵۲ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”زین المنار فی شرح منار الانوار للنسفی فی الاصول“ تالیف کی۔^۷

احمد بن حجر العسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)^۸

کئی فنون اور خاص کر فن حدیث پر معظم کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ..... امام الشوکانی نے فرمایا : ”لہ مؤلفات فی الفقہ واصولہ“۔

امام سخاوی نے فرمایا :

”زادت تصانیفہ النبی معظمہا فی فنون الحدیث، وفيہا من فنون الادب والفقہ والاصلین

وغیر ذلک علی مائۃ وخمیسین تصنیف“۔^۹

(ان کی بہت سی مؤلفات ہیں جو زیادہ تر علم حدیث میں اور ان میں سے بعض ادب، فقہ اور اصلین وغیرہ پر ہیں ان کی

ذیڑھ سو سے زائد کتابیں ہیں۔)

۱۔ حدیث العارفین ۵/۱۶۷۷ء میں تاریخ وفات ۸۴۸ھ مذکور ہے۔ معجم المؤلفین ۳/۳۰۹، معجم الاصلین ۱/۱۸۱ (۱۳۱) ۲/۱۳۵ (۳۷۰)۔

۲۔ صلاح بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن جعفر البغدادی البغدادی زیدی فہدی۔ حدیث العارفین ۵/۳۲۸۔

۳۔ ابراہیم بن محمد بن غلیل بن ابوبکر، برہان الدلیلین القباقری حبلی (متوفی ۱۳۳۶ء تقریباً)۔

۴۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ۲/۱۱۵۳، معجم الاصلین ۱/۵۶ (۲۹)۔

۵۔ حدیث العارفین ۶/۵۶۰۔

۶۔ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد العسقلانی (۱۳۷۲/۱۳۳۹ء) مصر میں ولادت ہوئی۔

۷۔ معجم الاصلین ۱/۱۷۷، ۱۷۸ (۱۲۸)۔

ابن المقدسی شافعی (۸۲ھ یا ۸۳ھ - ۸۵۲ھ) ^۱

شمس الدین البرماوی اصولی (متوفی ۸۳۱ھ) صاحب نظم الفیہ فی الاصول وغیرہ سے تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ علم و ادب اور اصول وغیرہ میں ممتاز مقام حاصل کر لیا بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔

وفات اصولیہ : اپنے شیخ شمس الدین البرماوی کی کتاب (منظوم) الفیہ فی اصول الفقہ کی توضیح کی۔

تلاوی نے کہا : ”وہو توضیح حسن“ (اور وہ ایک عمدہ توضیح ہے)۔ ^۲

نثر شاہ المثنوی (متوفی ۸۵۳ھ) ^۳

مشکلم، حکیم، اور اصولی تھے۔ آپ کی تصانیف زیادہ تر حواشی و تعلیقات کی صورت میں ہیں۔

وفات اصولیہ : اصول فقہ میں بھی آپ نے تعلیقہ لکھا جو سعد الدین التفتازانی کی تلویح پر ہے۔ ^۴

ابن الشیاء حنفی (۸۹ھ - ۸۵۴ھ) ^۵

مکہ و قاحرہ میں مختلف فنون کے ماہر اساتذہ سے علم حاصل کیا، فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم اپنے والد اور شمس الدین ابن شافعی (متوفی ۸۳۱ھ) وغیرہ سے حاصل کی بیت المقدس بھی گئے۔ مکہ میں منصب قضاء کے فرائض انجام دیئے، ان کے ساتھ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

وفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح اصول البزدوی“ تالیف کی اور وہ قیاس تک اس کی شرح کر سکے تھے ، یہ عارفین میں اس طرح مذکور ہے : ”شافی فی اختیار الکافی من الاصول البزدوی“۔ ^۶

ابن الاحمد شافعی (۹۷ھ - ۸۵۵ھ) ^۷

فقہ، اصولی، مشکلم، محدث اور مؤرخ تھے۔ ابواسحاق الشیرازی کی ”اللمع“ فی اصول الفقہ کی تعلیم اور درس دیا۔ ابن عبد اللہ بن محمد الناشری سے حاصل کیا، اجلہ علماء سے استفادہ کیا۔

وفات اصولیہ : النشاوی نے الضوء الامع میں لکھا ہے :

”وقد وقفت له علی مؤلف فی الاصول دال علی فضله و تبحره“۔

(اور میں ان کی اصول میں مؤلفات سے واقف ہوں جو ان کے علم و فضل اور علمی تبحر پر دلالت کرتی ہیں)۔ ^۸

ابن احمد اسماعیل بن ابراہیم بن محمد بن علی بن شرف المقدسی، ابن شرف ابو القداس اسماعیل بن (شرف) ابراہیم بن (علی بن شرف) محمد بن علی بن شرف المقدسی بن شرف، (۱۳۸۰ء - ۱۴۳۸ء) بیت المقدس میں ولادت ہوئی۔

۳ خضر شاہ بن عبد اللطیف المثنوی متوفی ۱۳۳۹ء۔

کنز الخفون ۱/۳۹۷، حدیۃ العارفین ۵/۳۳۶، معجم الاصولین ۲/۸۸ (۳۲۳)۔

ابن احمد بن محمد بن محمد بن سعید بن محمد بن عمر بن یوسف بن علی بن اسماعیل البہاء بن الشہاب بن الفضیاء بن العزیز العمری الصغانی الاصلی، (۱۳۸۷ء - ۱۴۵۰ء) مکہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

۷ بدر الدین حسین بن عبد الرحمن بن محمد بن علی بن ابوبکر

کنز الخفون ۱/۱۱۳، حدیۃ العارفین ۶/۱۹۷، الفتح المبین ۳/۳۳۔

۸ معجم الاصولین ۲/۶۶، ۶۷ (۳۰۰)۔

۹ ابن الاحمد (۱۳۵۱ء - ۱۳۷۷ء)۔

ابوبکر السیوطی شافعی (۸۰۴ھ-۸۵۵ھ)^۱

فقہ اصول، کلام نحو معانی اور منطق وغیرہ کی تعلیم علامہ قبابی سے قاہرہ میں حاصل کی۔ شیخ عزالدین القدسی ابن حجر بھی آپ کے اساتذہ میں سے تھے۔ قاضی مکہ برہان الدین بن طہیرہ اور قاضی مالکیہ محی الدین بن قسطلانی کے شاگردوں میں سے تھے۔ سیوطی خود بھی نائب قاضی رہے، افتاء و تدریسی خدمات انجام دیں، کئی کتابیں تصنیف کیں۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی شرح العضد فی الاصول تالیف کیا عضد الدین الاصبہانی شافعی (متوفی ۷۵۶ھ) نے شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی اس پر ابوبکر السیوطی نے یہ حاشیہ تحریر کیا تھا۔

محب الدین النوری (متوفی ۸۵۷ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”بغیۃ الراغب شرح مختصر ابن الحاجب“ تالیف کی۔^۳
محمد بن محمود الحسینی حنفی (۸۵۷ھ بعدہ)^۴

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”التبیان فی شرح المنار للسنفی“ تالیف کی۔ انہوں نے ۸۵۷ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔^۵

مولانا زادہ حنفی (متوفی ۸۵۹ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ابن ساعاتی (متوفی ۶۹۴ھ) کی کتاب ”بدیع النظام“ پر حاشیہ تحریر کیا۔^۷
علی بن یوسف الغزولی شافعی (متوفی ۸۶۰ھ)^۸

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”ایجاز اللامع علی جمع الجوامع للسبکی“ تالیف کی۔^۹
زین الدین ابن نجیم (متوفی ۸۶۱ھ یا ۹۷۰ھ)

ان کی مؤلفات اصولیہ کا تعارف تاریخ وفات ۹۷۰ھ کے تحت پیش کیا جائے گا۔

ابن الہمام حنفی (۸۶۱ھ-۹۰۰ھ)^{۱۰}

فقیہ، اصولی، متکلم اور نحوی تھے، اعلیٰ تعلیم حاصل کی منقول و معقول میں کمال حاصل کیا۔ فقہ، اصول فقہ، اصول و فہم، تفسیر، حدیث، منطق، بیان، نحو، صرف، تصوف و ادب وغیرہ میں جہت تسلیم کئے گئے۔ قاضی القضاۃ جمال الدین حمید

۱۔ ابولامناقب کمال الدین ابوبکر بن محمد بن ابوبکر الخیر السیوطی (۱۴۰۲/۱۴۵۱ء) سیوط میں ولادت ہوئی۔

۲۔ معجم الاصلیین ۲/۹۸ (۲۳۸)۔

۳۔ محب الدین محمد بن احمد حنفی محمد النوری الخطیب المکی۔

۴۔ ایضاح المکنون ۳/۱۸۷۔

۵۔ محمد بن محمود بن الحسین الحسینی حنفی۔

۶۔ محب الدین محمد بن مولانا زادہ۔

۷۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۰۰۔

۸۔ علی بن یوسف بن احمد المصری، الغزولی شافعی۔

۹۔ ایضاح المکنون ۳/۱۵۲ حدیۃ العارفین ۵/۳۴۔

۱۰۔ محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید بن مسعود بن حمید الدین بن سعد الدین، ابن الہمام (۱۳۸۷/۱۴۵۶ء) مصر میں وفات پائی۔

ہاشم القضاة بدرالدین عیسیٰ حنفی اور عز بن عبدالسلام وغیرہ سے تحصیل علم کیا قاضی القضاة بدرالدین عراقی مالکی اور زین الدین بن قطلوبغا حنفی آپ کے شاگرد تھے۔ قاہرہ، اسکندریہ، حلب و قدس کے علمی سفر کئے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

”مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”التحریر فی اصول الفقہ“ تالیف کی ہے۔

نائب "التحرير" کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب ”الحریر فی اصول الفقہ الجامع بین اصطلاحی الحنفیۃ و الشافعیۃ“ متکلمین اور احناف کے رفیقوں پر مشتمل ایک جامع اور معروف کتاب ہے اسی لئے یہ کتاب جامعہ ازہر کے کلیہ شریعہ میں شامل نصاب ربی لسطفی البابی الحلبی مصر سے ۱۳۵۱ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی، اس کتاب کی وجہ تالیف کو مصنف خود ان الفاظ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں :

”(وبعد) : فأنى لما ، ان صرفت طائفة من العمر للنظر فى طريقى الحنفية والشافعية فى الاصول خطر لى ان اكتب كتاباً مفصلاً عن الاصطلاحين ، بحيث يطير من اتقنه اليهما بجناحين ، اذ كان من علمته افاض فى هذا المقصد لم يوضحهما حق الايضاح ، ولم يناد مرتادهما بيانه اليهما بحى على الفلاح ، فشرعت فى هذا الغرض ضاماً اليه ما ينقدح لى من بحثٍ وتحرييرٍ ، فظهر لى بعد قليل انه سفر ، وعرفت من اهل العصر انصراف همهم فى غير الفقه الى المختصرات ، واعراضهم عن الكتب المطولات ، فعدلت الى مختصر متضمن ان شاء الله تعالى الغرضين ، واف بفضل الله سبحانه بتحقيق متعلق العزمين ، غير انه مفتقر الى الجواد الوهاب تعالى ان يقرنه بقبول افئدة العباد“ .

(جب میں نے اپنی عمر کا ایک حصہ حنفی اور شافعی طریقوں کے اصول میں تامل کرنے میں گزارا تو میرے ذہن میں خیال آیا کہ میں ایک کتاب لکھوں جو دونوں طریقوں کی واضح اصطلاحات پر ہو۔ اس طرح کہ جو اس کو پڑھ لے وہ ان دونوں نمک بازوں سے اڑ کر پہنچ سکے ہر وہ شخص جس نے کبھی اس پر لکھنے کا قصد کیا تو وہ ان دونوں کی توفیق کا حق ادا نہیں کر سکا اور نہ لوگ اس کی آواز پر لبیک کہہ کر متوجہ ہوئے تو میں نے اس غرض کو پورا کرنے کے لئے کام کا آغاز کیا جو میرے ذہن میں توفیق کی غرض سے آئیں مجھ پر کچھ وقت کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ یہ کام ایک جلد میں ہو جائے گا میں نے اہل زمانہ کے ارادوں کو علم فقہ کے علاوہ دوسرے علوم کی مختصرات کی طرف مائل پایا اور مطول کتب سے بچتے دیکھا تو میں نے ایک مختصر لکھنے کا ارادہ کیا جو دونوں غرضوں کو پورا کرنے والا ہو۔)

کتاب التحریر کا منہج :

اں کتاب کا اسلوب مشکل ہے اور جگہ جگہ مفہوم میں پیچیدگی نظر آتی ہے شیخ محمد حفصی نے طریقہ متاخرین کی کتب پر تبصرہ کے دوران اس کتاب سے متعلق فرمایا کہ :

”وہذہ الكتب التي عنيت بان تجمع كل شئ استعملت الايجاز في عباراتها حتى خرجت الى حد الالغاز والا عجز وتكاد لا تكون عربية المبنى، وادخلها في ذلك كتاب التحرير لابن الهمام لانك اذا جردته من شروحه وحاولت ان تفهم مراد قائله فكانما تحاول فتح المعميات، ومن الغريب انك اذا قرأت قبل ان تنظر فيه شروح ابن الحاجب لم عدت اليه وجدته قد اخذ عباراتهم فادمجها ادما جا وادخل بوزنها. حتى اضطربت العبارات واستغفلت“۔^۱

(اور یہ کتابیں جن میں ہر چیز جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے ان کی عبارتوں میں اس حد تک ایجاز و اختصار سے کام لیا گیا ہے کہ یہ کتابیں چستان بن کر رہ گئی ہیں ایجاز نویسی میں غلو کی وجہ سے قریب تھا کہ یہ کتابیں عربی زبان کے دائرہ سے خارج ہو جاتیں اس میں سب سے بڑھی ہوئی ابن حمام کی کتاب ”التحریر“ ہے اگر آپ اس کتاب کو اس کی شرحوں سے الگ کر دیں اور مصنف کی مراد سمجھنے کی کوشش کریں تو آپ کو ایسا محسوس ہوگا کہ آپ معنی حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ اگر آپ ”التحریر“ کا مطالعہ کرنے سے پہلے ابن حاجب کی کتاب کی شرحوں کا مطالعہ کریں پھر آپ ”التحریر“ کو پڑھیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ مصنف نے ابن حاجب کے شارحین کی عبارتیں لے کر انہیں رقم کر دیا ہے اور عبارتوں کا توازن اس طرح بگاڑ دیا ہے کہ عبارت مضطرب اور پیچیدہ ہو گئی ہے۔)

التحریر کی شرح، حواشی و اختصار :

- (۱) شمس الدین محمد بن محمد بن الحسن خفی معروف بہ ابن امیر الحاج (متوفی ۸۷۹ھ) نے ”التحریر والتعزیر“ نام سے اس کی شرح لکھی۔^۲
- (۲) زین الدین بن ابراہیم بن محمد ابن نجیم خفی مصری (متوفی ۹۷۰ھ) نے ”لب الاصول“ تالیف کی جو ”التحریر“ اختصار ہے اس بات کا اظہار انہوں نے اپنی ایک دوسری کتاب ”فتح الغفار“ کے مقدمہ میں کیا۔^۳
- (۳) ابن النجار محمد بن احمد بن عبدالعزیز جنبل (متوفی ۹۷۲ھ) نے شرح الکوکب المنیر المسمی المختصر یا المختصر المبتکر شرح المختصر فی اصول الفقہ تالیف کی یہ کتاب چار جلدوں میں محمد زحیلی اور تریہ حماد کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔
- (۴) شمس الدین محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرطبی شافعی (متوفی ۱۰۰۴ھ) نے حاشیہ علی شرح التحریر تالیف کیا۔^۴
- (۵) عبدالبر بن عبداللہ الاججوری مصری شافعی (متوفی ۱۰۷۰ھ) نے حاشیہ علی شرح التحریر تالیف کیا۔^۵

۱۔ اصول الفقہ، شیخ محمد خضری ص ۱۱۔ ۲۔ الفتح المبین ۳/ ۴۷۔

۳۔ الفتح المبین ۳/ ۷۸، فتح الغفار بشرح المنار معروف بمؤلفہ الانوار ۶۔

۴۔ الفتح المبین ۳/ ۸۴۔ ۵۔ حدیۃ العارفین ۵/ ۳۹۸۔

(۶) ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن سلیمان القاسی (متوفی ۱۰۹۴ھ) نے مختصر التحریر لابن الہمام اور شرح مختصر التحریر لابن الہمام بھی تالیف کی۔^۱

(۷) حسن بن علی بن احمد المرغنی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ) نے حاشیہ علی التحریر تالیف کیا۔^۲

(۸) احمد بن عبد اللہ بن احمد بن محمد البعلی الحلبی دمشقی حنبلی (متوفی ۱۱۸۹ھ) نے کتاب ”الذخیر الحویری فی شرح مختصر التحریر“ تالیف کی۔^۳

احمد بن اسحاق الشیرازی (متوفی ۸۶۳ھ)^۴

اصول فقہ کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الابہاج فی شرح المنہاج للبیضاوی“ تالیف کی انہوں نے اس کتاب کو عند الاسلام ابوالقاسم سعود بن محمد الشہید کے لئے تالیف کیا تھا۔ دارالکتب المصریہ میں ۴۸۴ کے تحت دو اجزاء میں اس کا نسخہ موجود ہے۔^۵

جلال الدین محلی شافعی (۷۹۱ھ-۸۶۳ھ)^۶

فقہ، اصولی، متکلم، نحوی، منطقی اور مفسر تھے۔ منصب قضا کی پیشکش کے باوجود قبول نہیں کیا، مختلف مشہور مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ :

(۱) انہوں نے کتاب ”البدر الطالع بشرح جمع الجوامع“ تالیف کی۔ یہ کتاب شرح المحلی علی جمع الجوامع کے نام سے مشہور ہے۔^۷

اور یہ کتاب دارالکتب العلمیہ بیروت کے علاوہ بھی کئی جگہوں سے چھپ چکی ہے۔

البدر الطالع پر حاشیہ اور اس سے استفادہ کرنے والے علماء :

۱۔ احمد بن عبد اللہ بن بدر الغزلی شافعی (متوفی ۸۲۲ھ) نے ”حاشیہ علی اوائل البدر الطالع“ لکھا۔^۸

۲۔ شیخ حلولوماکی (متوفی ۸۹۸ھ) نے ”الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع“ تالیف کی اور اپنی اس شرح

میں البدر الطالع سے بہت استفادہ و نقل کیا۔

(۲) شرح الوردقات فی الاصول۔^۹

۱۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۷۔ ۲۔ حدیۃ العارفین ۵/۲۹۸۔ ۳۔ ایضاح المسکون ۳/۵۴۰، اس میں

یہاں تاریخ وقات ۱۱۸۳ھ مذکور ہے جب کہ ۵۹۰/۳ اور ۵۹۶/۳ میں ۱۱۸۹ھ ہی مذکور ہے، حدیۃ العارفین ۵/۱۷۸۔

۴۔ احمد بن اسحاق الشیرازی متوفی ۱۳۵۹ھ۔ ۵۔ ایضاح المسکون ۳/۵۹۰، حدیۃ العارفین ۵/۱۳۲، معجم الاصولین ۱/۹۳ (۶۱)۔

۶۔ جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم محلی (۱۳۸۹ھ/۱۳۵۹ء) مصر میں ولادت ہوئی۔ ۷۔ معجم الاصولین ۱/۱۵۶، ۱۵۵ (۱۰۸)۔

۸۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۰۲، الفتح المبین ۳/۴۰۔ ۹۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۰۲، الفتح المبین ۳/۴۰۔

امام الحرمین جوینی (متوفی ۴۷۸ھ) کی مشہور کتاب الورقات پر کئی شروح و حواشی لکھے گئے علامہ محلی نے بھی اس کی ایک شرح لکھی۔ یہ شرح اور حاشیہ النفحات علمی شرح الورقات لاحمد بن اللطیف الخطیب الجہد شافعی، مدرس مسجد الحرام ایک ساتھ مطبعہ مصطفیٰ البابلی اعلیٰ، مصر سے ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء میں چھپ چکے ہیں۔ حاشیہ النفحات کے مؤلف نے اپنا حاشیہ ۱۳۰۸ھ میں مکمل کر لیا تھا جس کا ذکر انہوں نے اپنے حاشیہ کے اختتام پر کیا ہے۔
ابراہیم التازی (متوفی ۸۶۶ھ) ^۱

فقہ و اصول میں کامل بصیرت رکھتے حصول علم کے لئے مشرق، مکہ و مدینہ کے سفر کئے، علوم قرآن میں امام حدیث کے حافظ، اصول دین میں معرفت تامہ رکھنے والے، پایہ کے بزرگ، ہستی تھے۔ اصول فقہ میں ان کی کئی تالیفات ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ^۲

بدرالدین مالکی (متوفی ۸۷۰ھ) ^۳

فقیہ، مبلغ اور اصولی تھے۔ اپنے والد ابو القاسم النوری، بدر النسنسی اور شمس وغیرہ سے فقہ و اصولین کی تعلیم حاصل کی ابن الہمام حنفی (متوفی ۷۹۰ھ) صاحب التحریر کے بھی شاگرد رہے، افتاء، تدریس اور اسکندریہ میں تافعی طور پر خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح مختصر ابن الحاجب لکھنا شروع کی تھی اور اس کو کئی مقامات پر لکھا تھا۔ ^۴
اسماعیل ابن معلی شافعی (۸۲۸ھ-۸۷۱ھ بعدہ) ^۵

فقیہ، نحوی، صوفی، کلامی اور منطقی تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے اور کئی حج کئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اللیث العباس فی صدعات المجالس فی اصول الفقہ" تالیف کی وہ اس کتاب کی تالیف سے ۸۷۱ھ میں فارغ ہوئے تھے۔ دکتور مظہر بقا نے اس کے کئی مقامات پر نسخوں کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے دارالکتب المصریہ میں بھی ۲۵۰، اور ۲۹۲ کے تحت اس کے نسخے موجود ہیں اور ہدیۃ العارفین میں ہے۔ انہوں نے "فروق الاصول" نامی کتاب بھی تالیف کی۔ ^۶

وجیہ الدین الارزنجانی حنفی (۸۷۱ھ بعدہ) ^۷

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب "شرح اصول البزدوی" تالیف کی۔ ^۸

۱۔ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن علی ابوسالم التازی متوفی ۱۳۶۱ء۔ ۲۔ معجم الاصولین ۶۱/۱ (۳۳)۔

۳۔ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یحییٰ بن محمد، بدرالدین بن الحافظ متوفی ۱۳۶۵ء، قاریا مصر میں وفات پائی۔ ۴۔ الفتح المبین ۳/۱۳۳۔

۵۔ اسماعیل بن علی بن حسن بن ہلال بن معلیٰ الحجد الصعیدی الاصل، (۱۳۳۳ء/۱۳۶۵ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

۶۔ ہدیۃ العارفین ۱/۲۱۶، اس میں تاریخ وفات ۸۸۰ھ مذکور ہے۔ الفتح المبین ۳/۱۳۲، اس میں تاریخ وفات ۸۷۰ھ مذکور ہے، معجم الاصولین ۲۶۳/۱ (۲۰۸)۔

۷۔ وجیہ الدین عمر بن عبدالحسن الارزنجانی حنفی۔ ۸۔ ہدیۃ العارفین ۵/۹۴۔

احمد الشمنی حنفی (۸۰۱ھ-۸۷۲ھ) ^۱

مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، متکلم اور نحوی تھے۔ ابتداء میں مالکی مسلک کے پیروکار تھے پھر حنفی بن گئے۔ آخری عمر میں شافعی بن گئے تھے اور تمام مذاہب کے تلامذہ ان سے مستفید ہوتے تھے، کئی علم وفنون پر کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ^۲

ثمین عبد الوہاب المقدسی شافعی (متوفی ۸۷۳ھ) ^۳

وفات غویہ : انہوں نے کتاب "آداب تدریس فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ ^۴

کمال الدین امام الکاملیہ شافعی (متوفی ۸۷۴ھ) ^۵

فقہ اور اصولی تھے۔ ابن الہمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) صاحب التحریر فی اصول الفقہ سے بھی تعلیم حاصل کی۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح علی منہاج الوصول الی علم الاصول (مطلوب)۔

۲۔ شرح علی منہاج الوصول الی علم الاصول (مختصر)۔

المرافی نے لکھا : "وقد انتفع بہما الناس" (اور ان دونوں شروح سے لوگوں نے خوب استفادہ کیا)۔

۳۔ شرح علی مختصر ابن الحاجب۔

۴۔ شرح علی المورقات فی الاصول۔ ^۶

عبد الکریم رومی حنفی (متوفی ۸۷۴ھ) ^۷

روم میں قضاۃ الجیش میں تھے سلطان مراد خان عثمان کے امراء میں سے تھے، تدریس کی، مدیر اور قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : حدیۃ العارفین میں ہے : انہوں نے تعلیقہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول تالیف کیا۔ الفوائد البہیہ کے مطابق "حاشیہ علی التلویح"، کشف الظنون کے مطابق "تعلیقہ علی التلویح" اور الشفاۃ النعمانیہ کے مطابق "حواش علی اوائل التلویح" تالیف کئے۔ ^۸

۱۔ ابوالحسن تقی الدین، احمد بن محمد بن محمد بن حسن بن علی بن یحییٰ بن محمد بن خلف الشمنی الداری القسطنطینی الاصل، الشمنی (۱۳۹۹ھ/۱۳۶۸ء)۔

۲۔ معجم الاصولین ۱/۲۲۸ (۱۷۱)۔

۳۔ البیاض المکنون ۳/۲۶، حدیۃ العارفین ۶/۲۰۵۔

۴۔ کمال الدین محمد بن محمد بن عبد الرحمن، امام الکاملیہ متوفی ۱۳۶۹ء۔

۵۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۰۶، اور ۵۳۱، الفتح المبین ۳/۳۳۔

۶۔ عبد الکریم بن عبد اللہ رومی حنفی متوفی ۱۳۶۹ء۔

۷۔ کشف الظنون ۱/۱۳۹۹، اس میں تاریخ وفات ۹۰۰ھ تقریباً مذکور ہے، حدیۃ العارفین ۵/۶۱۱، الفوائد البہیہ ص ۱۰۱، معجم الاصولین ۲/۲۶۶ (۲۵۷)۔

ابو العباس الیزید بن ابی ریحان (متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ) ۱
 فقیہ، اصولی اور محقق تھے، زیطن سے قیروان اور پھر تونس آکر تعلیم مکمل کی، ابو جعفر محمد القشاشانی تونسوی، فقیہ مالکی (متوفی ۸۴۷ھ) وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، طرابلس میں قاضی رہے۔ ۲
 مؤلفات اصولیہ :

(۱) شرح الاشارات للباجی ۳: المرانی نے لکھا : "و (شرح) الارشادات للباجی فی الاصول (انہوں نے اصول میں باجی کی کتاب الارشادات کی شرح لکھی) حالانکہ باجی کی اصول فقہ پر اس نام سے کسی کتاب ہمیں کہیں پتہ نہیں چل سکا، امید ہے کہ کاتب کی غلطی سے الاشارات کے بجائے الارشادات تحریر ہو گیا ہوگا۔

(۲) شرح تنقیح الفصول للقرافی ۴: المرانی نے صرف "و شرح التنقیح" لکھا اس سے واضح نہیں ہوتا کہ یہ کون سی تنقیح ہے۔ حدیث العارفین میں اس کا نام "شرح تلخیص الفصول للقرافی فی الاصول" مذکور ہے شاید کاتب کی غلطی سے "تنقیح" سے "تلخیص" بن گیا ہو کیونکہ قرانی نے اصول فقہ میں تلخیص کے نام سے کتاب تالیف نہیں کی تھی۔ مظہر بقائے اس کا نام "التوضیح فی شرح التنقیح للقرافی" ذکر کیا ہے۔ اور یہ کتاب اپنی اصل کتاب "التنقیح" کے ساتھ ۱۳۲۸ھ میں تونس سے شائع ہو چکی ہے۔

(۳) شرح جمع الجوامع الصغیر ۵: اس کتاب کا پورا نام "الضیاء اللامع فی شرح جامع الجوامع" ہے اور یہ شرح جامع امام محمد بن مسعود اسلامیر ریاض سے ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۴ء میں چھپ چکی ہے اور یہ شرح ۱۳۲۷ھ میں فاس سے نشر النبوی علی مرقی السعد کے حاشیہ پر بھی چھپ چکی ہے۔

(۴) شرح جمع الجوامع الکبیر: اس کتاب کا پورا نام "البدیع الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع" ہے۔ مخلف نے شجرة النور الزكية میں لکھا : "ان له شرحا علی اصول ابن السبکی دون تفصیل"۔ ۶

کتاب "الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع فی اصول الفقہ" کا تحقیقی تجزیہ :
 بسملة حمد و صلاة کے بعد شیخ الیزید بن ابی ریحان معروف بہ حلولو، اس کتاب کی تالیف کا سبب ان الفاظ کے راوی بیان کرتے ہیں :

"وبعد فقد سألني من أدام الله عزه وبركته، ونور الله بالعلم بصيرتي وبصيرته أن اضع مختصرا على جمع الجوامع للشيخ الامام العالم العلامة : تاج الدين عبد الوهاب ابن الشيخ الامام تقي الدين السبكي. رحمهما الله تعالى ورضي عنهما. مبنيًا لكلامه بما يناسب من الامثلة ومتمما لقائده

۱۔ ابو العباس احمد بن عبد الرحمن الیزید بن ابی ریحان (الیزید بن ابی ریحان) القروی المغربی، حلولو القروی متوفی ۱۴۷۰ء، کشف الظنون ۱/۵۹۶، اور ہدیہ العارفین ۵/۳۱۵ دونوں میں "جلولو" آیا ہے جو درست نہیں ہے۔ طرابلس میں ولادت اور تونس میں انتقال فرمایا۔

۲۔ الفح المبین ۳/۳۳۔ ۳۔ حوالہ سابق۔ ۴۔ کشف الظنون ۱/۴۹۹، ہدیہ العارفین ۵/۱۳۶۔

۵۔ اس کا ایک نسخہ مصر مکتبہ الازہریہ میں موجود ہے جس کا ذکر فہرست اصول فقہ ۲/۶۳ میں کیا گیا ہے اور حرف الضاد میں (۶۳۷) کے تحت مذکور ہے۔

۶۔ اس کا ایک خطی نسخہ مکتبہ الحسن الثانی رابطہ میں ۲۳۱۵ نمبر کے تحت موجود ہے۔

۷۔ الشجرة النور الزكية، مخلف ص ۲۵۹، جو تحقیقی مقدمہ علی الضیاء اللامع، عبد الکریم بن علی ص ۳۹۔

بأوضح عبارة، رجاء النفع بذلك فاجبت . بعد الاستخارة . دعوتہ فیما سألنی واسعفت رغبته فیما کلفنی لما رجوت لی وله من حصول الثواب وحسن المآب“۔

(ومعذ : مجھ سے کچھ لوگوں نے ”اللہ ان کی عزت اور برکت کو ہمیشہ قائم رکھے اور علم کے نور سے میری اور ان کی بصیرت روشن کر دے“ استدعا کی کہ میں شیخ امام، عالم، علامہ تاج الدین عبد الوہاب ابن الشیخ امام تقی الدین ابن مکی رحمہ اللہ تعالیٰ رضی اللہ عنہما کی جمع الجوامع پر ایک مختصر لکھوں جو ان کے کلام پر مناسب امثلہ پر مبنی ہو اور عبارت کی ایسی تعبیر و تشریح لے ہوئے ہو جو اس کے فائدہ کو احسن طریقہ سے ظاہر کر دینے کی صلاحیت سے مالا مال ہو تو میں نے استخارہ کرنے کے بعد اللہ سے نفع کی امید کرتے ہوئے ان کی درخواست قبول کی اور ان کی اس ضرورت کو پورا کیا جس کی مجھ سے امید لگائی گئی تھی اور یہ کتاب ان کے لئے حصول ثواب اور بہتر انجام کا باعث ہوگی)

جب کہ محقق عبد الکریم الشملہ نے اس کی تالیف کا یہ سبب بیان کیا ہے :

”ولکن الظاهر لی، واللہ اعلم : انه لما رأى انصراف بعض الباحثين عن ”الشرح الكبير“ وهو ”البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع“ حیث انه اطلال فیہ الکلام و اکثر النقول فیہ عن العلماء مما جعل الکتاب ینخرج عما الفہ من أجله وهو بیان جمع الجوامع اراد أن یعصر القراء والطلاب بما یبین لهم کتاب جمع الجوامع فألف هذا الکتاب وهو ”الضیاء اللامع“ فصار هذا الکتاب هذا اکثر مما فائدة من الشرح الكبير . مما یدل ذلك انه أحياناً یقول مانصه : ”وقد نقلت کلامه یقصد کلام بعض العلماء ، فی الشرح الكبير“۔

حقیقتہ حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے لیکن مجھے اس کتاب کی تالیف کی یہ وجہ نظر آتی ہے کہ جب انہوں نے بائین کو ان کی ”الشرح الكبير“ جس کا نام البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع ہے سے منہ موڑتے دیکھا کیونکہ طویل کلام اور علماء سے کثرت نقول کے باعث کتاب جس مقصد کے لئے لکھی گئی تھی وہ اسے پورا نہیں کر پاری تھی اور یہ بات واضح ہے کہ اس کی تالیف کا مقصد جمع الجوامع کی تشریح تھا۔ تو انہوں نے چاہا کہ قارئین اور طالبین کو اس بحث تک محدود کر دیں جسے جمع الجوامع میں ان کے لئے بیان کیا گیا تھا۔

الضیاء اللامع کی تالیف کا زمانہ :

صاحب کتاب نے اس کا زمانہ تالیف نہیں بتایا، مگر غور و فکر سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کو ”البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع“ کے بعد تالیف کیا ہوگا کیونکہ الضیاء اللامع کی پہلی جلد میں انہوں نے دو مقامات میں البدر الطالع سے نقل کیا ہے۔ پہلی جگہ توفیق کی تعریف ہے اور دوسری جگہ ”مسألة جوائز الشرک هل هو واجب ولا“ (مسئلہ جائز کا ترک واجب ہے یا نہیں) ہے۔ اور یہ بھی واضح طور پر نظر آتا ہے کہ اس کو شرح تنقیح الوصول سے پہلے تالیف کیا ہوگا۔

۱۔ الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع فی اصول الفقہ، شیخ حلولو، تحقیق عبد الکریم بن علی بن محمد الشملہ ۱۱۳/۱ ریاض جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۹۹۲ء۔

۲۔ تحقیقی مقدمہ علی الضیاء اللامع، عبد الکریم بن علی ص ۲۸۔

۳۔ تاریخ مرقی، تحقیقی مقدمہ ص ۶۹، اور اصلی کتاب ۱۳۸۔

۴۔ تحقیقی مقدمہ ص ۶۹۔

کتاب "الضیاء اللامع" کے مصادر :

شیخ حلولو نے سابقین کی ان کتب اصولیہ و غیر اصولیہ سے بہت استفادہ کیا جو مختلف مذاہب میں مصادر و مراجع کی حیثیت رکھتی تھیں مگر وہ شاذ و نادر ہی کسی کتاب کا نام ذکر کرتے ہیں صرف ان سے علم نقل کرتے ہیں اور صرف اس طرح کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ "قال الابیاری" (ابیاری نے کہا) یا "قال القرافی" (قرافی نے کہا) یا "ذکرہ الرازی" (رازی نے اسے ذکر کیا)۔ محقق عبدالکریم النملہ نے ان مقامات اور کتب کی تعیین کی ہے اور بتایا ہے کہ حلولو اپنی اس شرح میں کن حضرات کی کن کتب سے مستفید ہوئے۔ محقق کے مطابق انہوں نے جلد اول میں مندرجہ ذیل کتب سے نقل کیا ہوگا اور انہوں نے ساتھ ہی ان مقامات کی بھی نشاندہی کی ہے جہاں پر حلولو نے نقل کیا لیکن ہم صرف کتاب کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی غرض سے اختصار کے ساتھ صرف کتابوں کے اسماء اور مؤلفین کے ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے جن سے انہوں نے نقل کیا ہے :

۱۔ احکام الفصول فی احکام الاصول لابی الولید الباجی . مطبوع

۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام لسیف الدین امدی . مطبوع

۳۔ البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع لحلولو . یہ شارح کی کتاب ہے، مخطوطہ ہے اس کا نام "الشرح الكبير" ہے۔

۴۔ البرہان فی اصول الفقہ للامام الحرمین الجونی . مطبوع

۵۔ التحقیق والبیان فی شرح البرہان شمس الدین الابیاری . مخطوطہ

۶۔ تثنیف المسامع بجمع الجوامع لبدر الدین الزرکشی . اس کتاب پر رموی فقہی کی تحقیق موجود ہے۔

۷۔ الشامل فی اصول الدین لامام الحرمین اس کتاب کا کچھ حصہ مطبوع ہے اور باقی مجلدات مخطوطہ ہیں اور یہ اقول و آخر سے مکمل ہے۔

۸۔ شرح تنقیح الفصول لشہاب الدین القرافی . مطبوع

۹۔ شرح الکافیہ الشافیہ فی النحو لابن مالک النحوی . مطبوع

۱۰۔ شرح المحصول "نفائس الاصول فی شرح المحصول" لشہاب الدین القرافی . مطبوع

۱۱۔ شرح المحلی لجمع الجوامع جلال الدین المحلی . مطبوع

۱۲۔ شرح مختصر ابن الحاجب للہونی .

۱۳۔ شرح مختصر ابن الحاجب للعزیز عبدالسلام حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ۲/۱۸۵۵ میں اس کا ذکر کیا لیکن محقق مذکور کو یہ کتاب کہیں مل نہیں سکی۔

۱۴۔ شرح مختصر ابن الحاجب لابن الکاتب۔ یہ کتاب بھی محقق مذکور کو کہیں بھی دستیاب نہیں ہو سکی۔

- ۱۵۔ شرح المعالم فی اصول الفقہ لابن التلمسانی . مخطوط
- ۱۶۔ شرح اللمع فی اصول الفقہ لابی اسحاق شیرازی . مطبوع
- ۱۷۔ الشفا بتعريف حقوق المصطفى للقاضي عياض اليحصبي . مطبوع
- ۱۸۔ الفیث الہامع شرح جمع الجوامع لولی الدین ابن العراقی . مخطوط
- ۱۹۔ فتح العزیز للرافعی . مطبوع
- ۲۰۔ القواعد للقرافی وهو الفروق . مطبوع
- ۲۱۔ القواعد للمقرئ المالکی . مطبوع
- ۲۲۔ المحصول فی علم اصول الفقہ للامام فخر الدین الرازی . مطبوع
- ۲۳۔ المحصول فی علم الاصول لابی بکر ابن العربی المالکی . مطبوع
- ۲۴۔ مختصر ابن الحاجب فی اصول الفقہ . مطبوع
- ۲۵۔ مختصر الشیخ خلیل . مطبوع
- ۲۶۔ المدونة للامام مالک بن انس . مطبوع
- ۲۷۔ المستصفی من علم الاصول لابی حامد الغزالی . مطبوع
- ۲۸۔ المسوده فی اصول الفقہ لآل تیمیہ . مطبوع
- ۲۹۔ المقدمات لابن رشد "الجدة" . مطبوع
- ۳۰۔ المنتقى شرح المؤطا لابی الولید الباجی . مطبوع
- ۳۱۔ المنتهى فی الاصول لابن الحاجب . مطبوع
- ۳۲۔ المنهاج فی ترتیب الحجاج لابی الولید الباجی . مطبوع
- ۳۳۔ الموافقات فی اصول الشریعہ لابی اسحاق الشاطبی . مطبوع
- ۳۴۔ نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول لصفی الدین الہندی .
- ۳۵۔ الوجیز فی الفقہ الشافعی لابی حامد الغزالی .

یہ نام حتی المقدور ہیں اور اصل تعداد ان سے کئی زیادہ ہو سکتی ہے۔^۱

کتاب "الضیاء اللامع" میں مصنف کا منہج

شیخ علمائے کہیں بھی صراحت کے ساتھ اپنے منہج کے خدو خال کی تفصیلات کو بیان نہیں کیا، صرف کتاب کا افتتاحیہ بیان اشارۃً ذکر کیا ہے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مگر ہم ان کے منہج کو مندرجہ ذیل نکات میں مختصر بیان کر سکتے ہیں۔

- (۱) وضع ابواب، فصول، اور مباحث میں وہ اسی نہج پر چلے جس پر امام ابن السبکی، جمع الجوامع میں چلے تھے۔ جس میں وہ اصطلاحات اصولیہ کی تعریفات اور زیادہ تر مسائل میں علماء کے اقوال کو بغیر ان کے اولہ کی طرف لوٹنا بیان کرتے نظر آتے تھے۔ اور شیخ حلول نے اسی منہج کی پیروی کی ہے۔
- (۲) شیخ حلول جب جمع الجوامع سے ابن السبکی کی کوئی عبارت نقل کرتے ہیں تو وہ کسی ایک خاص موضوع سے متعلق ہوتی ہے اور اگر وہ نص کئی مسائل پر مشتمل ہوتی ہے تو اس کی شرح کرنے سے پہلے ”ص“ لکھ کر اس کا اشارہ کر دیتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اصل کتاب سے ہے، اور جب اس کی شرح کرنا شروع کرتے ہیں تو ”ش“ لکھ دیتے ہیں تاکہ اصل کتاب اور شرح میں اس امتیازی علامت سے فرق ہو جائے۔
- (۳) ہر اصطلاحی تعریف کی شرح سے پہلے اکثر لغوی تعریف بیان کرتے ہیں۔
- (۴) ان اصطلاحی تعریفات کو ذکر کرتے ہیں جنہیں ابن السبکی نے بیان نہیں کیا ہوتا۔
- (۵) بہت سے مسائل میں محل النزاع تحریر کر دیتے ہیں۔
- (۶) اگر ابن سبکی کا کلام ایک موضوع میں کئی مسائل پر مشتمل ہوتا ہے تو وہ اول شرح میں کہتے ہیں: ”فسی ذلک مسائل الاولی: کذا.....“
- (۷) دوسرے علماء کے اقوال کثرت سے نقل کرتے ہیں مگر ان کی تشریح نہیں کرتے۔
- (۸) کسی ایک مسئلہ میں ایک ہی عالم کی کئی آراء نقل کر دیتے ہیں۔
- (۹) قول کی نسبت اس کے قائل کی طرف بغیر اس کی کتاب کا نام لئے کہ انہوں نے کہاں یہ قول کیا ہے ذکر کر دیتے ہیں۔
- (۱۰) قاعدہ اصولیہ کو بیان کرنے کے لئے مسائل فقہیہ کے ساتھ تمثیل پیش کرنے کا شدت سے رجحان رکھتے ہیں۔
- (۱۱) اکثر مسائل کے آخر میں تنبیہات لاتے ہیں جس میں وہ ”بیان لفظہ“ اور ”بیان مسالہ مرتبطہ“ بالامارہ جسے ابن سبکی نے ذکر کیا ہوتا اور یہ بھی کہ ابن سبکی نے دوسرے اصولیین کے مقابلہ میں کیا اضافی شے پیش کی اور ابن سبکی کا ان کے بعض کلام میں اضطراب وغیرہ کو بیان کرتے ہیں۔
- (۱۲) اگر کسی مسئلہ میں لفظی اختلاف ہوتا ہے تو اس کو بیان کر دیتے ہیں۔
- (۱۳) اپنے مذہب (مالکی) کے علماء سے نقول فقہیہ کو کثرت سے لاتے ہیں۔
- (۱۴) کبھی کبھار ابن سبکی کے ذکر کردہ بعض اقوال سے بلا دلیل استدلال کر جاتے ہیں۔
- (۱۵) بعض مواقع پر ابن سبکی یا کسی اور کے کلام کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کلام میں نظر ہے لیکن اس میں وہ نظر نہیں بیان کرتے۔
- (۱۶) جب ابن رشد بولتے ہیں تو اس سے ان کی مراد ابن رشد جد، صاحب المقدمات ہوتے ہیں۔

(۱) اور جب "الشارح" کا لفظ بولتے ہیں تو اس سے مراد بدرالدین زرکشی ہوتے ہیں، شیخ حلولو نے ابن سبکی کی جمع الجوامع کی دو شرحیں لکھی تھیں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔^۱

۱۔ شرح الصغیر "یہ الضیاء اللامع شرح جمع الجوامع" ہے۔

۲۔ شرح الکبیر اس کا نام "البدر الطالع فی حل الفاظ جمع الجوامع" ہے۔

ان دونوں شروح کے مابین امتیازی فرق :

فرق ۱ : شیخ حلولو "الضیاء اللامع" میں صرف ان اشیاء کو بیان کرتے ہیں جو جمع الجوامع کے بیان و توضیح میں مفید معاون ہوں غیر ضروری طوالت کو حذف کر دیتے ہیں۔ جبکہ البدر الطالع میں انہوں نے ایسی اشیاء بیان کیں جن کے بیان کا بھی پتہ نہیں چلتا اور وہ اشیاء قریب و بعید کسی بھی طرح جمع الجوامع کی توضیح و بیان میں معاون ثابت نہیں ہوتیں ان غیر ضروری طوالت کی بناء پر طلبہ میں اس سے اکتناہٹ کا اظہار پایا گیا۔

فرق ۲ : الضیاء اللامع میں وہ اپنے مذہب و دیگر علماء کی ان نقول کو پیش کرتے ہیں جو جمع الجوامع کی عبارات کی شرح میں مفید ہوں اور اس سے ہی متعلق ہوں اور اس کی تشریح سے باہر نہ نکلتی ہوں۔

جب کہ البدر الطالع میں وہ ایک ہی عالم کے کئی طویل صفحات نقل کر جاتے ہیں جن کا نفس کتاب یا نص کتاب کو وضاحت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا۔

فرق ۳ : الضیاء اللامع میں صرف وہ نصوص لاتے ہیں جو موضوعات اصولیہ سے متعلق ہوں اور پھر ان کی تشریح و تبیین کر دیتے ہیں۔ جبکہ "البدر الطالع" میں ہر کلمہ کی طویل تشریح کرتے ہیں۔^۲

شرح الضیاء اللامع کے چند محاسن :

۱۔ صاحب کتاب ابن السبکی مذہباً شافعی تھے جب کہ شارح حلولو کا مذہب مالکی تھا اس شرح سے ایک تو دونوں مذاہب کا اجتماع ہو جاتا ہے اور قاری کے لئے یہ بات علم میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے کہ وہ دونوں کو ایک ساتھ سمجھ لیتا ہے۔

۲۔ شیخ حلولو نے اپنی اس شرح میں کثرت سے متقدمین کے اقوال جمع کئے ہیں جن میں سے کئی ایک اب دستیاب نہیں ہیں جیسا کہ ہم نے اس کو الضیاء اللامع کے مصادر میں بیان کیا ہے، اس سے علماء سابقین کے اقوال محفوظ ہو گئے۔

۳۔ مذہب مالکی کے ذکر میں خصوصی اہتمام کیا ہے اور اپنے مذہب کے علماء کی نقول کثرت سے پیش کرتے ہیں مثلاً امام مالک، ابن القاسم، اشعوب، اصح، ابن عرفہ، قرافی، ابیاری، ابن الحاجب، شیخ خلیل، ابن العربی، ابن رشد، شاطبی وغیرہ۔ اس طرح یہ کتاب مالکی مذہب کے اصولی و فقہی آراء و اقوال کی حفاظت کا ایک اہم مرجع بن گئی۔

- ۴۔ مصطلحات اور تعریفات کے مابین فرق بیان کرتے ہیں، مثلاً جس طرح انہوں نے الشکر اور الحمد مابین شروع میں شرح کرتے ہوئے فرق کیا۔
 - ۵۔ مسائل اصولیہ کا بعض امثلہ فقہیہ سے ربط بیان کرتے ہیں خاص طور پر فقہ مالکی ان کے پیش نظر رہا۔ اور اس طرح بائین اور قارئین کے لئے مسائل اصولیہ کی منظر کشی ہو جاتی ہے۔
 - ۶۔ ان اصطلاحات اصولیہ کی تعریفات بیان کیں جنہیں ابن السبکی نے نہیں بیان کیا تھا۔
 - ۷۔ اگر ضروری ہو تو محل نزاع بیان کر دیتے ہیں۔
 - ۸۔ اگر خلاف لفظی ہوتا ہے تو اس کو بیان کر دیتے ہیں اور اگر معنوی ہو تو اس کی تبیین کے لئے کجی کہی۔ فروع فقہیہ سے مثال لے آتے ہیں۔
 - ۹۔ ابن سبکی دوسرے اصولیین میں جو افرادیت رکھتے ہیں اس کو تعلیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے وظیفۃ الاصولی میں بیان کیا ہے۔^۱
 - ۱۰۔ کتاب سہل العبارت اور اس کے الفاظ واضح ہیں ایسی پیچیدگی سے خالی ہے جو مبتدی کے فہم اور فہمی کا استفادہ میں رکاوٹ کا باعث ہو۔
 - ۱۱۔ الشیخ حلولونے جمع الجوامع کے بعض شارحین مثلاً زرکشی، محلی، ولی الدین ابن العراقی سے استفادہ کیا۔ کتاب ان سب کی باتوں کا تقریباً خلاصہ اور نچوڑ ہے۔^۲
- یہ مذکورہ بالا چند محاسن تھے جو بیان کئے گئے جن سے کتاب کی قدر و قیمت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔
- کتاب ”الضیاء اللامع“ کے چند نقائص :
- ۱۔ صرف ذات باری تعالیٰ کو کمال مستلزم ہے اور ہر قسم کے نقص سے پاک ہے صرف تحقیق و علم کی غرض سے اس کتاب کی چند خامیوں کو پیش کیا جا رہا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں :
 - ۱۔ شارح حلول، جمع الجوامع سے ایک مخصوص موضوع سے متعلق نص ذکر کرتے ہیں اور اگر وہ نص چند مسائل پر مشتمل ہو تو پہلے اس کی شرح کرتے ہیں۔ اس دوران اصل عبارت اور شرح میں خلط ملط ہو جاتا ہے، اگر وہ کسی ایک مسئلہ سے متعلق متعینہ نص نقل کریں اور پھر اس کی شرح کریں تو اس طرح کرنا زیادہ مناسب اور مفید ہوگا۔
 - ۲۔ بعض مرتبہ جب کسی ایک مسئلہ میں علماء کے متعدد اقوال نقل کرتے ہیں تو ان میں سے کسی قول کو اہمیت و ترجیح دیتے ہیں اور نہ ہی امثلہ لاتے ہیں۔ ”الہ“ اور ”الفقہ“ کو بیان کرتے وقت انہوں نے اسی طرح کیا ہے۔^۳

۳۔ الوصول الى علم الاصول.

۴۔ حاشیہ علی بعض شروح البزدوی۔^۱

عبدالرحمن ابن مخلوف الشعالی (۷۸۶ھ-۸۷۵ھ)^۲

الجزائر سے بجایہ پھر تونس اور پھر مشرق کے علماء سے علم حاصل کیا اور بعد میں واپس تونس لوٹ آئے اور کئی فنون پر کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : ”شرح ابن الحاجب الاصلی“ تالیف کی۔^۳

احمد بن ابراہیم العسقلانی حنبلی (۸۰۰ھ-۸۷۶ھ)^۴

فقہ و مؤرخ تھے۔ حصول علم کے بعد تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں، دیار مصریہ کے قاضی بنائے گئے۔ کتبہ حنابلہ کے مرجع و معتد تھے۔ متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نظم اصول ابن الحاجب و توضیحه.

۲۔ شرح مختصر الطوفی فی اصول الفقہ.

شرح مختصر الطوفی کا مختصر تعارف :

موفق الدین ابن قدام حنبلی (متوفی ۶۲۰ھ) نے کتاب ”روضة الناظر وجنة المناظر“ اصول الفقہ تالیف کی۔ بعد میں نجم الدین الطوفی مصری (متوفی ۷۱۶ھ) نے کتاب ”مختصر روضة الموفق الاصول علی طريقة ابن الحاجب“ تالیف کی اور پھر العسقلانی نے کتاب ”شرح مختصر الطوفی“ تالیف کی جس کی کچھ تفصیل اس طرح سے ہے کہ علامہ العسقلانی نے اپنے نانا علاء الدین علی بن محمد الکنانی العسقلانی کی ”سواد الناظر وشقائق الروض“ کی تمییز کی جو مختصر الطوفی لروضہ ابن قدامہ کی شرح تھی اور پھر انہوں نے بعض ان فوائد کا بھی اضافہ کر دیا جن سے کتاب ”سواد الناظر“ خالی تھی یا وہ فوائد شامل ہونے سے روکے گئے تھے۔

کتاب ”سواد الناظر“ پر تحقیق :

حمزہ حسین القنبر نے اس کتاب پر تحقیق کر کے جامعہ ام القوی سے ۱۳۹۹ھ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔

۱۔ حدیث العارفین ۵/۷۳۵، الفتح المبین ۳/۴۵۔

۲۔ ابوزید عبدالرحمن بن محمد بن مخلوف الشعالی (۱۳۸۳ھ/۱۲۷۰ء) غالباً تونس میں انتقال ہوا۔

۳۔ حدیث العارفین ۵/۵۳۲، معجم الاصولین ۲/۱۹۱ (۳۲۷)۔

۴۔ احمد بن ابراہیم بن نصر اللہ بن احمد بن محمد بن ابی الفتح بن حاشم بن نصر اللہ بن احمد الکنانی العسقلانی الاصل، ثم المصري (۱۳۹۷ھ/۱۲۷۱ء)۔

۵۔ معجم الاصولین ۱/۷۸، ۷۹، ۸۰ (۵۰)۔

نہ ابن احمد البلیسی شافعی (متوفی ۸۷۸ھ)^۱

انہوں نے کتاب ”التحقیقات فی شرح الوراقات للامام الحرمین“ تالیف کی۔^۲

ابن امیر الحاج حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)

فقہ واصولی تھے۔^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح التحریر فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔ یہ ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) کی کتاب ”التحریر“ کی شرح ہے۔^۴

ابن قطلوبغا حنفی (۸۰۲ھ-۸۷۹ھ)^۵

اصولی، مورخ، مقرر اور مفتی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المرافی کے مطابق انہوں نے ”حاشیہ علی شرح عبداللطیف بن ملک لمنار الاصول“ تالیف کیا۔

۲۔ حدائق الحنفیہ میں مذکور ہے کہ انہوں نے شرح مختصر المنار تالیف کی۔

۳۔ شرح الوراقات لامام الحرمین فی الاصول، حدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا یہی نام مذکور ہے۔

۴۔ تخریج الاحادیث من اصول البزدوی۔^۶

ابن عبداللہادی حنبلی (متوفی ۸۸۰ھ)^۷

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تحفة الوصول الی علم الاصول“ تالیف کی۔^۸

عبدالقادر الانصاری مالکی (۸۱۴ھ-۸۸۰ھ)^۹

فقہ، اصولی، نحوی، مفسر اور محدث تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی التوضیح شرح التتقیح“ تالیف کیا۔^{۱۰}

۱۔ مرین احمد بن محمد المصری سراج الدین، البلیسی شافعی، اسکندریہ میں وفات پائی۔

۲۔ البیاض المکنون ۴/۷۰۳، حدیۃ العارفین ۵/۷۹۳۔

۳۔ شمس الدین محمد بن محمد بن الحسن، ابن امیر الحاج الحنفی متوفی ۱۲۷۳ھ، حلب میں وفات پائی۔

۴۔ زین الدین قاسم بن قطلوبغا (۱۲۰۰ء/۱۲۷۳ء) مصر میں وفات پائی۔

۵۔ حدیۃ العارفین ۵/۸۳۰، الفتح المبین ۳/۴۸، حدائق الحنفیہ، فقیر محمد ۳۳۳، ۳۳۵ نویں صدی ہجری کے فقہاء و علماء، لکھنؤ مطبع نامی کشور ۱۳۹۷ھ۔

۶۔ جمال الدین یوسف بن الحسن بن احمد ۲۰۰ عبداللہادی المقدسی، ابن اللہادی۔

۷۔ حدیۃ العارفین ۶/۵۶۰۔

۸۔ عبدالقادر بن ابوالقاسم بن احمد محلی الدین الانصاری السعدی العبادی، مکہ میں ولادت و وفات ہوئی۔ (۱۳۱۱ء/۱۳۷۵ء)۔

۹۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۹۷، اس میں تاریخ وفات ۸۲۰ھ مذکور ہے، معجم الاصولین ۲/۲۲۳ (۳۵۴)۔

سیف الدین البکتمری حنفی (۷۹۸ھ-۸۸۱ھ) ۱۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التوضیح۔ ۲۔ شرح التقیح۔

۳۔ شرح المنار للسفنی۔ ۴۔

سعد الدین خیر آبادی حنفی (متوفی ۸۸۲ھ) ۵۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح اصول البزدوی۔ ۲۔ شرح الحسامی۔ ۳۔

احمد الاشیطی حنبلی (۸۰۲ھ-۸۸۳ھ) ۴۔

فقہ، اصول، لغت عربیہ، فرائض و حساب و عروض اور منطق وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح منہاج البضاوی ۲۔ شرح مختصر المنتہی لابن الحاجب

ایضاح المکنون میں شرح منہی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل لابن حاجب مذکور ہے۔

ابوبکر الجراعی حنبلی (۸۲۵ھ-۸۸۳ھ) ۵۔

فقیہ اور عالم دین تھے، نابلس سے ۸۴۲ھ میں دمشق آ کر نائب قاضی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ۸۶۱ھ میں قاہرہ آئے اور قاضی عز الدین الکنانی کے خلیفہ بنے اور تدریس کی، اور پھر وہاں سے ۸۷۵ھ میں مکہ آ گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح المختصر فی اصول الفقہ للعلی“ تالیف کی۔

اس پر تحقیق :

اس کتاب پر عبدالعزیز محمد عیسیٰ الفائدی نے تحقیقی مقالہ پیش کیا اور جامعہ اسلامیہ مدینہ المنورہ سے ۱۴۰۸ھ میں
دکتورہ کی شہادت حاصل کی۔ ۶۔

۱۔ محمد بن محمد بن عمر بن قطلوبغا ترکی الاصل، مصری، سیف الدین البکتمری حنفی۔

۲۔ حدیۃ العارفین ۲۱۰/۶۔ ۳۔ سعد الدین بن قاضی خیر آبادی الہندی الحنفی الزاہد۔

۴۔ حدیۃ العارفین ۳۸۵/۵ حدائق الحسیدہ فقیر محمد ص ۳۳۶۔

۵۔ شہاب الدین احمد بن اسماعیل بن ابوبکر بن عمر بن برید (بریدہ) الاشیطی القاہری الازہری (۱۴۰۰ھ/۱۳۷۸ء)، مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔

۶۔ ایضاح المکنون ۵۷۲/۲، حدیۃ العارفین ۱۳۵/۵، اس میں تاریخ وفات ۸۸۸ھ مذکور ہے، معجم الاصولین ۱/۹۸، ۹۷ (۶۵)۔

۷۔ تقی الدین ابوبکر بن زید بن ابی بکر الحسینی الجراعی الدمشقی الصالحی (۱۴۲۲ھ/۱۳۷۸ء) نابلس میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی۔

۸۔ کشف الظنون ۱/۱۱۱، اس میں الجراعی کے بجائے الخزاہی مذکور ہے، معجم الاصولین ۲/۲۳۵۔

نوحان الدین بن مفلح حنبلی (۸۱۵ھ-۸۸۳ھ)^۱

فقہ، محدث اور اصولی تھے۔ علمی گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آپ کے والد اور دادا ممتاز علماء میں سے تھے۔ افتاء و مدرس و تصنیف اور دمشق میں منصب قضاء کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”مرقاة الوصول الی علم الاصول“ تالیف کی جو اس فن میں ان کے نثر علمی پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ شیخ عبداللہ بن حمید مکتبہ المکرمہ میں اور دوسرا نسخہ مکتبہ السعودیہ العامہ ریاض میں ۵۹۶ نمبر کے تحت موجود ہے۔^۲

علاء الدین المرادوی حنبلی (۸۱۷ھ-۸۸۵ھ)^۳

فقہ و اصولی تھے۔ قرآن کریم حفظ کیا۔ شیخ الحنا بلہ تقی الدین بن قندی سے تفقہ حاصل کیا قاضی القضاۃ بدر الدین سعدی آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تحریر المنقول فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے اس کا نام بتایا ہے : ”تحریر المنقول و تہذیب الاصول“۔ یہ کتاب ایک جلد میں ہے، اولہ : الحمد للہ الذی وفق لعلم الخ یہ کتاب ایک مقدمہ اور چند ابواب پر مشتمل ہے جس میں مذاہب ائمہ اربعہ کو پیش کیا گیا ہے اور وہ اس میں امام احمد کا صحیح مسلک پیش کرتے ہیں۔^۴

ماخرو محمد بن قراموز حنفی (متوفی ۸۸۵ھ)^۵

فقہ، اصولی و مفسر تھے۔ علامہ تفتازانی کے شاگرد تھے اور روم کے مفتی برہان الدین حیدر الہروی سے بھی مختلف علوم کی تعلیم کی تدریس و قضاء کے فرائض انجام دیئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حواش علی التلویح فی اصول الفقہ۔ ۲۔ مرقاة الوصول فی علم الاصول۔

۳۔ مرآة الاصول فی شرح مرقاة الوصول۔ ۴۔ شرح اصول البزدوی۔^۶

کتاب ”مرقاة الوصول“ کی شروح و حواشی :

ماخرو نے مرآة الاصول کے نام سے خود بھی اس کی شرح تالیف کی تھی جیسا کہ ان کی مؤلفات اصولیہ میں ذکر بیان کی شرح کے علاوہ بھی مندرجہ ذیل علماء نے اس کتاب پر شروح و حواشی تالیف کئے :

۱۔ اسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مصلح (۱۳۱۲/۱۳۷۹ء) دمشق میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ ابن المکین ۳/۳۹، تہذیب الاصولین ۱/۵۷ (۳۰)۔

۳۔ ابوالحسن علاء الدین علی بن سلیمان بن احمد بن محمد المرادوی (۱۴۱۳/۱۴۸۰ء) دمشق میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون ۱/۳۵۷، فتح المبین ۳/۵۳۔

۵۔ محمد بن قراموز، ملاخرو، روی الاصل، متوفی ۱۴۸۰ء قسطنطنیہ میں انتقال ہوا اور برسوں میں دفن کئے گئے۔

۶۔ مدیۃ العارفین ۶/۲۱۱، فتح المبین ۳/۵۱، حدائق الحقیقہ، فقیر محمد، ص ۳۷۔

- (۱) مولیٰ عثمان بن عبداللہ الرومی حنفی (متوفی ۱۰۳۶ھ) نے تسہیل مرقاة الوصول الی علم الاصول تالیف کی، جو ایک مجلد میں ہے، ایضاً المکنون میں مذکور ہے۔ وهو ترجمۃ المرقاة علی المرقاة لملاخسرو۔^۱
 - (۲) حامد آفندی بن مصطفیٰ (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے حاشیہ علی مرقاة الوصول تالیف کیا جو حاشیہ الحامدی سے مشہور ہے انہوں نے اسے ۱۰۸۷ھ میں اسے تالیف کیا تھا اور یہ حاشیہ ۱۲۸۰ھ میں آستانہ سے چھپ چکا ہے۔^۲
 - (۳) حامد بن مصطفیٰ القنوی الاقدرائی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ) نے کتاب شرح المرقاة فی الاصول تالیف کی۔^۳
 - (۴) سلیمان بن عبداللہ الزمیری حنفی (متوفی ۱۱۰۲ھ) نے حاشیہ مرقاة الوصول شرح مرقاة الوصول لملاخسرو تالیف کیا۔ کشف الظنون میں ہے کہ تعلیقہ علی مرقاة الوصول للزمیری جبکہ ایضاً المکنون میں العارفین میں ہے: شرح المرقاة لملاخسرو للزمیری اور دوسری طرف مکتبہ ولی الدین ترکی ۱۵ میں حاشیہ علی مرقاة الوصول، مجلدان، لمحمد بن ولی بن رسول الازمیری مذکور ہے۔^۴
 - (۵) مصطفیٰ ابن یوسف الموسناری حنفی (متوفی ۱۱۱۰ھ) نے مفتاح الحصول علی مرقاة الوصول کے نام پر حاشیہ تالیف کیا۔ کشف الظنون میں ہے: ”وحاشیہ کبیرۃ فی جلد کبیر لبعض شرکائی المثنوی لمصطفیٰ آفندی البسنوی المصدری توفی بعد سنہ ۱۱۱۰ھ“۔^۵
 - (۶) محمد بن احمد الطرسوی حنفی (متوفی ۱۱۱۷ھ) نے حاشیہ علی المرقاة فی الاصول تالیف کیا۔^۶
 - (۷) احمد بن مصطفیٰ الحامدی حنفی (متوفی ۱۱۶۵ھ) نے حاشیہ علی المرقاة الوصول شرح مرقاة الوصول لملاخسرو۔^۷
 - (۸) مصطفیٰ بن یوسف الموسناری حنفی (متوفی ۱۱۹۹ھ) نے مفتاح الحصول علی مرقاة الوصول یعنی یہاں مرقاة الوصول کی شرح ہے۔^۸
 - (۹) مصطفیٰ بن عبداللہ الودینی (متوفی ۱۲۷۱ھ) نے تقریر المرقاة حاشیہ علی مرقاة الوصول تالیف کیا۔^۹
 - (۱۰) محمد بن علی التمیمی (متوفی ۱۲۸۶ھ) نے تعدیل المرقاة وجلاء المرقاة کے نام سے مرقاة الوصول پر حاشیہ لکھا۔^{۱۰}
- عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن فرشتہ (متوفی ۸۰۱ھ-۸۸۵ھ) ان کا ذکر ۸۰۱ھ کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

۱ ایضاً المکنون ۳/۲۸۸، ہدیۃ العارفین ۵/۲۵۷۔

۲ کشف الظنون ۲/۱۶۵، معجم الاصولین ۲/۲۶ (۲۵۵)۔

۳ کشف الظنون ۲/۱۶۵، ایضاً المکنون ۳/۲۳۹، ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۳، الفتح المبین ۳/۱۱۷، معجم الاصولین ۲/۱۳۰ (۳۶۴)۔

۴ کشف الظنون ۲/۱۶۵، ایضاً المکنون ۲/۵۲۳۔

۵ ایضاً المکنون ۳/۳۵۳، ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۵، معجم الاصولین ۱/۲۲۸ (۱۸۱)۔

۶ ایضاً المکنون ۳/۳۳۳۔ ۷ ہدیۃ العارفین ۶/۲۵۸۔ ۸ الفتح المبین ۳/۱۵۵۔

ابراہیم البقاعی شافعی (۸۰۹ھ-۸۸۵ھ) ^۱

محدث، مفسر، مورخ اور ادیب تھے۔ دمشق میں سکونت اختیار کی، بیت المقدس اور قاہرہ کے سفر کئے۔ جید علماء سے مستفید ہوئے اور کئی کتابیں تالیف کیں۔

تولقات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح جمع الجوامع للسبکی فی الاصول“ تالیف کی جو شرح برہان الدین سے معروف ہے۔ ہدیۃ العارفین میں ہے۔ شرح جمع الجوامع للسبکی فی الفروع مگر حقیقت یہ ہے کہ کئی کئی فروع میں جمع الجوامع نامی کوئی کتاب نہیں تھی بلکہ اس نام سے اصول میں کتاب ہے۔ ^۲

حسن چلی بن محمد الفناری حنفی (۸۴۰ھ-۸۸۶ھ) ^۳

فقہ، اصولی، نحوی، بیانی اور مفسر تھے۔ ملا خسرو، اصولی، حنفی (متوفی ۸۸۵ھ) سے علمی استفادہ کیا یہاں تک کہ کمال حاصل ہو گیا اور شہرت پائی۔ حرین شریفین، شام و مصر، کے سفر کئے اور اردن میں تدریس کی۔ الفوائد البھیہ میں مذکور ہے :

”اشتغل علی.... ملا خسرو حتی برع فی الکلام والمعانی، والعربیہ والمعقول واصل الفقہ“.

(ملا خسرو۔۔۔ سے تعلیم حاصل کی یہاں تک کہ علم کلام، معانی، عربیہ، معقول و اصول فقہ میں کمال حاصل ہو گیا۔) تولقات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التلویح للفتاوانی تالیف کیا جو ہندوستان اور قاہرہ سے چھپ چکا ہے۔

۲۔ شرح فصول البدائع پر ”وصول الروائع علی فصول البدائع“ کے نام سے حاشیہ تالیف کیا۔

دکتر مظہر بقا نے اس کے مختلف کتب خانوں میں نسخوں کی موجودگی کی نشاندہی کی ہے۔ ان میں سے ایک نسخہ بموالمک سعود ریاض میں ۵۱۱۸ کے تحت موجود ہے۔ ^۴

احمد بن موسیٰ الحیالی حنفی (متوفی تقریباً ۸۸۶ھ یا ۸۷۰ھ یا ۸۶۲ھ) ^۵

متکلم، فقیہ، اصولی تھے۔ اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد مختلف مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ حج کے لئے تشریف لے گئے۔

۱۔ الحسن برہان الدین ابراہیم بن عمر بن حسن الرباط البقاعی ہشامی الاصل (۱۳۰۶ء-۱۳۸۰ء) دمشق میں وفات پائی۔

۲۔ كشف الظنون ۵۹۶/۱، ہدیۃ العارفین ۶/۶۱۸، معجم الاصولین ۱/۳۵ (۲۰)۔

۳۔ حسن چلی بن محمد شاہ شمس الدین الفناری (۱۳۳۶ء یا ۱۳۳۹ء-۱۳۸۱ء) ترکی میں ولادت اور بروسا میں وفات پائی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۸، الفوائد البھیہ، ص ۶۳، الطبقات السنیہ ۲/۱۰۹، الفہرست ۳/۵۵، معجم الاصولین ۲/۵۶، ۵۷ (۲۹۱)۔

۵۔ شمس الدین احمد بن موسیٰ الحیالی متوفی ۱۳۸۱ء تقریباً۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی حاشیہ الجرجانی علی شرح العضد لمختصر ابن الحاجب۔

۲۔ حواش علی التلویح۔

۳۔ حاشیہ علی منتهی السؤل والامل۔

احمد بن موسیٰ خیالی کی پہلی کتاب کی تفصیل اس طرح ہے کہ مختصر ابن الحاجب پر عضد الدین عبد الرحمن ابن عبد الایسحبی متوفی ۷۵۶ھ نے شرح لکھی اس شرح پر سید الشریف علی بن محمد بن علی جرجانی متوفی ۸۱۶ھ نے حاشیہ پر خیالی نے حاشیہ تحریر کیا۔^۱

سلیمان الابشیطی شافعی (۸۰۷ھ-۸۸۷ھ)

ان کے بارے میں تاریخ وفات ۸۱۱ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

محمد بن ابوبکر المشہدی شافعی (متوفی ۸۸۹ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح منتهی السؤل والامل لابن الحاجب“ تالیف کی۔^۳

محمد بن خلیل البصری شافعی (متوفی ۸۸۹ھ)^۴

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح نبذة الالفیہ فی الاصول الفقہیہ للبرماوی“ تالیف کی جو شرح برماوی شافعی (متوفی ۸۳۱ھ) کی کتاب نظم الفیہ فی اصول الفقہ کی شرح ہے۔^۵

ابن قادیان شافعی (۸۴۲ھ-۸۸۹ھ)^۶

مکہ المکرمہ میں کمال بن الہمام سے مختصر ابن الحاجب پڑھی اور امام الکالیہ سے اصول فقہ و حدیث کا درس لیا۔
سے خاص طور پر المنہاج الاصلی اور مواضع من شرح پڑھی۔ دمشق میں فقہ و اصول فقہ وغیرہ زین الخطاب وغیرہ سے کیا۔۔۔ شہاب الابشیطی بھی آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح الورقات فی الاصول لامام الحرمین“ تالیف کی۔^۷

شرف الدین العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ تقریباً)^۸

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے تسہیل الطرقات فی نظم الورقات للامام الحرمین تالیف کی۔^۹

۱۔ کشف الظنون ۲/۸۵۷، الفوائد المصیہ ص ۴۳، الطبقات السنیہ ۲/۱۱۳ (۳۹۹)، معجم الاصولین ۱/۲۳۲، ۲/۲۳۳ (۱۸۵)۔

۲۔ ابوالفتح بہاء الدین محمد بن ابوبکر بن علی المشہدی القاہری مصری۔

۳۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۱۲۔

۴۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۱۲۔

۵۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۱۲۔

۶۔ حسین بن احمد بن محمد بن احمد الکیلانی مکی، ابن قادیان (۱۳۳۸ھ/۱۳۸۴ء) گیلان میں ولادت ہوئی۔

۷۔ معجم الاصولین ۲/۶۴ (۲۹۷)۔

۸۔ شرف الدین یحییٰ بن نور الدین موسیٰ بن رمضان بن عمیرہ العمریطی شافعی۔

۹۔ حدیۃ العارفین ۶/۵۶۹۔

حسن السامونی حنفی (متوفی ۸۹۱ھ) ۱۔

فقہ، اصولی اور متکلم تھے۔ علماء روم سے تحصیل علم کے بعد ملاخرو کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم اصلیہ، فرعیہ اور دیگر حاصل کئے۔ تدریس کی اور شہر قسطنطنیہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی المقدمات الاربع، کشف الظنون میں اس طرح مذکور ہے۔ تعلیقہ علی المقدمات الاربع اولها : بعد حمد واجب العقل الخ کہا جاتا ہے کہ اس کتاب کو انہوں نے سلطان محمد خان فاتح کے لئے پیش کیا تھا۔ ۲۔ اور حدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : تعلیقہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول۔ ۳۔

۲۔ حاشیہ علی حاشیہ شرح العضد علی المختصر للسید.

کشف الظنون میں ہے کہ یہ حاشیہ وہاں تک ہے جہاں تک حاشیہ ابن الفضل تھا اور اس کا آغاز یوں ہوا ہے : احمد ک لبہم یا اهل الحمد والثناء الخ۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو تصنیف کر کے سلطان محمد خان کو حدیۃ پیش کیا تھا۔ ۴۔ مکتبہ عثمانیہ حلب میں ۳۰ مجموعہ ۸۶-۱۱۸ کے ضمن میں موجود ہے اس کے علاوہ بھی کئی جگہ اس کے نسخے موجود ہیں۔

۳۔ حواش علی التلویح۔ ۵۔

۴۔ حاشیہ علی شرح منتهی السؤل والامل۔ ۶۔

میرالدہلوی (متوفی ۸۹۱ھ) ۷۔

عالم، اصولی اور محقق تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب افاضۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار فی اصول الفقہ تالیف کی۔ ۸۔

محمد بن شہاب الدین احمد شروانی حنفی (متوفی ۸۹۲ھ) ۹۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی شرح العضد لمنتهی السؤل والامل تالیف کیا۔ ۱۰۔

۱۔ حسن ابن عبدالصمد السامونی متوفی ۱۳۸۶ء۔

۲۔ کشف الظنون ۱/۳۹۹، حدیۃ العارفین ۵/۲۸۸، معجم الاصولین ۲/۴۵، ۳۵ (۲۷۵)۔

۳۔ حدیۃ العارفین ۵/۲۸۸۔ ۴۔ کشف الظنون ۲/۱۸۵۶۔

۵۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷۔ ۶۔ حدیۃ العارفین ۵/۲۸۸۔

۷۔ الفہامک سعد الدین عبداللہ بن عبدالکریم دہلوی متوفی ۱۳۸۵ء۔

۸۔ حدیۃ العارفین ۵/۴۷۰، الفتح المبین ۲/۵۶۔

۹۔ حسن الدین محمد بن شہاب الدین احمد شروانی حنفی۔

۱۰۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۱۳۔

احمد بن اسماعیل الکورانی حنفی (۸۱۳ھ-۸۹۳ھ)^۱

حصول علم کے لئے بلاد روم سے دمشق بیت المقدس اور قاہرہ گئے۔ سلطان مراد خان نے آپ کی عظمت کے اعتراف میں مدرسہ بروسا آپ کے سپرد کر دیا۔ سلطان محمد خان جب تخت نشین ہوا تو وزارت کی پیش کش کی مگر انہیں نے قبول نہیں کیا منصب قضاء پر فائز کئے گئے۔ آپ وزراء مملکت اور سلطان کو ان کے ناموں سے پکارتے، سلطان کا سلام و مصافحہ میں پہل نہیں کرتے اور نہ ہی اس کی دست بوسی کرتے اور نہ ان کے پاس بغیر بلائے جاتے تھے، مختلف علوم و فنون پر بہت سی کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الدرر اللوامع فی شرح جمع الجوامع للسیکی فی الاصول“ تالیف کی۔ وہ ۸۶۱ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تھے اس کتاب کا آغاز اس طرح ہے : الحمد للہ الذی شہد بمحکمات کتابہ الخ، اس کتاب کے کئی مقامات پر نسخے موجود ہیں۔^۲

احمد الطوخی شافعی (۸۴۷ھ-۸۹۳ھ)^۳

فقہ، حدیث، اصلیں، لغت عربیہ، منطق، معانی، فرائض، حساب، قرأت اور تصوف میں کمال رکھتے تھے۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نظم جمع الجوامع للسیکی۔

۲۔ نظم الورقات لامام الحرمین (الزبدۃ فی الاصول)۔

اولہ : قال الفقیر احمد الطوخی

آخرہ : وتابعیہ السادة الانجاب

الحمد لله هو الولی
ما امتد علمہ الی الطلاب

۳۔ نظم المغنی۔^۴

عبدالرحمن ابن العینی حنفی (۸۳۷ھ-۸۹۳ھ)^۵

ادب، نحو و اصول میں ید طولی رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح منار الانوار للنسفی“ تالیف کی۔ حاجی خلیفہ نے لکھا : ”شرح مسمزوج وجیز اقتصر علی ایسر شی ممکن علیہ الاقتصار لیغنی حملہ فی الاسفار عن كثرة الاسفار“

۱۔ شرف الدین احمد بن اسماعیل بن عثمان بن احمد بن رشید ابن ابراہیم شہاب الدین الشہر زوری الحمدانی البصری قہری قاضی حنفی (۱۴۱۰ھ/۱۲۸۸ء) قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

۲۔ حدیہ العارفین ۱۳۵/۵، مجمل الاصولین ۱۰۱-۹۹/۱ (۶۶)۔

۳۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن عبدالرحمن بن محمد رجب الطوخی قاہری، ابن رجب (۱۴۳۳ھ/۱۳۸۸ء) طوخ میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

۴۔ کشف الظنون ۲/۲۰۰۶، حدیہ العارفین ۱۳۵/۵، مجمل الاصولین ۲۱۶، ۲۱۷ (۱۱۶)۔

۵۔ زین الدین عبدالرحمن بن ابی الرحمن بن ابی بکر بن محمد ابن العینی (۱۴۳۳ھ/۱۳۸۸ء) دمشق میں وفات پائی۔

ان شرح کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : الحمد للہ الذی جعل لاصول شرعہ منارا الخ انہوں نے اس کی تالیف
 ۸۶۸ھ میں فراغت پائی۔^۱

ابن خطیب الفخریہ شافعی (متوفی ۸۹۳ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ علی شرح منتهی السؤل والامل للقاضی عضد۔^۳

الترکی التونی مالکی (متوفی ۸۹۳ھ)^۴

فقیر، اصولی، منطقی اور ادیب تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول“ تالیف کی۔^۵

ابوزید الارویلی (متوفی ۸۹۵ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”نہایۃ الوصول شرح منهاج الوصول للبیضاوی“ تالیف کی۔^۷

تاج الدین ابن زہرہ (متوفی ۸۹۵ھ)^۸

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”بہجۃ الوصول“ تالیف کی جو پانچ مجلدات میں ہے۔ یہ کتاب ابوزید

ارویلی (متوفی ۸۹۵ھ) کی نہایۃ الوصول شرح منهاج الوصول للبیضاوی کی شرح ہے۔^۹

سان الدین ابن یکان حنفی (متوفی ۸۹۵ھ)^{۱۰}

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”تعلیقہ علی اوائل التلویح للتفاذانی فی الاصول“ تالیف کیا۔^{۱۱}

احمد بن عبدالرحمن حلولوا المغربی مالکی (متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۸ھ)

ان کی مصنفات اصولیہ کا تحقیقی تجزیہ تاریخ وفات ۸۷۵ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

ابوالعباس احمد بن زکری (متوفی ۸۹۹ھ)^{۱۲}

فقیر، اصولی، مفسر اور بعض دوسرے علوم میں دسترس رکھتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”غایۃ المرام فی شرح مقدمۃ الامام“ تالیف کی اور یہ کتاب امام الحرمین کے

مقدمہ پر شرح ہے جو اورقات کے نام سے مشہور ہے۔

۱۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۵، حدیۃ العارفین ۵/ ۵۳۳، معجم الاصولین ۲/ ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷ (۳۱۲)۔

۲۔ ابوالدین محمد بن محمد بن محمد ابن الخطیب النخعی۔ حدیۃ العارفین ۶/ ۲۱۵۔

۳۔ ابوالدین محمد بن احمد براہیم الترکی التونی متوفی ۱۳۸۸ء۔

۴۔ ابن النعمان ۳/ ۵۷۔

۵۔ ابوزید کن الدین محمد بن احمد بن محمد الارویلی۔

۶۔ بیضج المکنون ۴/ ۶۹۳۔

۷۔ تاج الدین ابوالفضل عبدالوہاب بن محمد بن یحیی الطرابلسی، ابن زہرہ۔

۸۔ بیضج المکنون ۳/ ۲۰۳، ۲۹۳۔

۹۔ سان الدین یوسف بانی بن محمد یکان بن ارغمان رومی، ابن یکان۔

۱۰۔ ابوالعباس احمد بن زکری المالوی التمسانی متوفی ۱۳۹۳ء۔

۱۱۔ حدیۃ العارفین ۶/ ۵۳۶۔

اولہ : قال الشيخ سیدی ابو العباس احمد بن زکری : الحمد لله ذی الجلال والاکرام
أما بعد فان بعض الطلبة ... سألنی أن اشرح له مقدمة امام الحرمين التي صنفها
اصول الفقه ... وسميته بغاية المرام في شرح مقدمة الامام .

اخره : فيناقض قول القائل : كل مجتهد مصيب ، هذا اخر ما روينا في هذا التقيد (وبعد
الحمد و الصلاة) دار لکتب المصریہ میں ۳۴۸ نمبر کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے ۔

یوسف بن حسین الکرماسی حنفی (متوفی ۸۹۹ھ یا ۹۰۶ھ) ۱

اصولی، فقیہ، بلاغی اور ادیب تھے۔ خولجہ زادہ کے شاگردوں میں سے تھے انہوں نے تدریسی خدمات انجام دیں
اور کئی شہروں مثلاً قسطنطنیہ وغیرہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اصول فقہ میں ”الوجیز فی الاصول“ کے نام سے ایک مختصر تالیف کیا۔

۲۔ زبدۃ الفصول فی علم الاصول ۔

حاجی خلیفہ نے اصول فقہ میں ان کی اس کتاب ”زبدۃ الفصول“ کا تذکرہ اس طرح کیا :

”الوصول الی علم الاصول لعلہ زبدۃ الفصول الی علم الاصول للمولی یوسف بن حسین
الکرماسی المتوفی سنہ ۹۰۶ھ وهو متن مشتمل علی عشرة ابواب ثم اختصرہ فی
كتاب مشتمل علی مقدمة وثمانية ابواب وسماه الوجیز“ ۲

(بہت ممکن ہے کہ یوسف بن حسین الکرماسی (متوفی ۹۰۶ھ) کی تالیف ”الوصول الی علم الاصول“ اور ”زبدۃ
الفصول الی علم الاصول“ دونوں ایک ہی کتاب کے دو نام ہیں جو اس ابواب پر مشتمل ایک متن ہے اور جس کا بعد میں
انہوں نے اختصار کیا تھا اور وہ اختصار ایک مقدمہ اور آٹھ ابواب پر مشتمل ہے انہوں نے اس اختصار کا نام ”الوجیز“ رکھا)

کتاب ”الوجیز“ کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب دس مراصد پر مشتمل ہے۔

مرصد اول : مقدمہ اور اصول فقہ کی تعریف میں ہے۔

مرصد ثانی : عالم کے لئے کسی صانع واجب لذاتہ کے وجود کا ضروری ہونے سے متعلق ہے۔

مرصد ثالث : لغت عربیہ کے مباحث سے متعلق ہے اس کو آٹھ مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے۔ بحث اول
حقیقت مجاز، صریح، کنایہ میں ہے۔ بحث ثانی : خاص عام، مطلق و مقید ہیں۔ بحث ثالث، مشترک و موبدل

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۱۵۷، معجم الاصولین ۱/۲۱۳، ۲۱۴ (۱۵۷)۔

۲۔ یوسف بن حسین الکرماسی متوفی ۱۳۹۳ھ قسطنطنیہ میں انتقال ہوا کشف الظنون ۲/۱۵۱۵، ۲۰۱۳، اس میں بھی تاریخ وفات ۹۰۶ھ مذکور ہے۔

۳۔ حدیث العارفین ۶/۵۶۳، الفوائد النبیہ ص ۲۷۷ تحقیق مقدمہ علی الوجیز فی اصول الفقہ، امام کرماسی متوفی ۸۹۹ھ، احمد حجازی القاسم ۲/۱۴۱

المکتب الشافعی ۱۹۹۰ء۔

بیان میں ہے۔ بحث رابع عبارة (النص) اشارة، الدلالة اور اقتضاء کے بارے میں ہے۔ بحث خامس ظاہر، نص، مفسر، محکم اور متقابلات میں ہے۔ بحث سادس ”البيان“ میں ہے۔ بحث سابع منطق و مفہوم میں ہے اور بحث ثامن حروف معانی کے بیان میں ہے۔

مرصد رابع : احکام میں ہے اور مرصد خامس : الكتاب کے بیان میں ہے۔

مرصد سادس : السنۃ میں ہے اور مرصد سابع : الاجماع میں ہے۔

مرصد ثامن : القیاس میں ہے اور مرصد تاسع : المعارضہ و ترجیح میں ہے اور

مرصد عاشور : اجتہاد میں ہے۔

کتاب ”الوجیز فی اصول الفقہ“ بذات خود ایک متن ہے جو کسی کتاب کی شرح نہیں ہے یہ کتاب احمد حجازی الشافعی تحقیق کے ساتھ المکتب الثقافی مصر سے ۱۹۹۰ء میں چھپ چکی ہے۔

حمد و صلاۃ کے بعد ان کلمات سے آغاز ہوتا ہے :

”وبعد : فهذا ما قصدہ اضعف عباد الله : يوسف بن حسين الكرماسی من تحریر اصول الحنفیۃ، مع الاشارة الى اصول الشافعیۃ، معرضاً عن الدلیل والمثال، الا نادراً فیما اشتدت الحاجة اليه، تسهیلاً للطالبین، لثواب رب العالمین وسماء عند اختتامه. بلفظه تعالیٰ و جیزاً ونساله ان يجعله بالقبول جديراً. ورتبته علی (عشرة مرصد)“

(وبعد : اللہ کے کمزور ترین بندے یوسف بن حسین الکرماسی نے ان حنفی اصول کو ضبط تحریر میں لانے کا ارادہ کیا اس میں اصول شافعی کی طرف بھی اشارے ہیں۔ مگر دلیل و مثال سے اجتناب برتا گیا ہے ہاں البتہ شدید ضرورت کے وقت ایسا کیا گیا ہے مگر بہت کم، تشوہ و علم کی آسانی اور اللہ تعالیٰ سے ثواب طلب کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔ میں نے اس کا نام آخر میں رکھا ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کا سوال کرتے ہیں اور میں نے اسے دس مرصد پر مرتب کیا ہے)

۴۔ والدین المھاوی الیمینی شیعہ زیدی (۸۳۵ھ-۹۰۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح المنہاج للقرشی فی الاصول“ تالیف کی۔

۵۔ حسن بن علی الرجراجی (متوفی نویں صدی ہجری)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”کتاب شرح تنقیح القرافی فی الاصول“ تالیف کی۔



۴۔ عزالدین بن الحسن بن علی بن المؤید بن جبرئیل الیمینی المھاوی۔

۵۔ اعلام سابق ص ۵۔

۵۔ حسن بن علی الرجراجی الشوشاوی (یارفق عبد الواد بن حسین الرجراجی) متوفی پندرہویں صدی عیسوی۔

۶۔ ص ۶۶۳/۵۔

۷۔ نظم المصنفین ۲/۴۷۔

فصل چہارم

دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

دسویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

اس صدی میں مصر سے عباسی خلافت کا خاتمہ ہوا اور سلطنت عثمانیہ نے ان کی جگہ لے لی۔ تسلسل میں کچھ تفصیل ہے کہ متوکل کے بعد اس کا لڑکا مستمک باللہ ۹۰۳ھ میں اس کا جانشین ہوا، اور مستمک کے انتقال کے بعد متوکل علی ۹۰۸ھ میں خلافت عباسیہ کا آخری خلیفہ بنا اس کی خلافت کے چوتھے برس ۹۲۳ھ میں سلطان سلیم اول عثمانی نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ ممالیک کی حکومت ختم کر دی، متوکل نے عثمانی خلیفہ کے حق میں دستبرداری قبول کر لی اور آنحضرت ﷺ کے حکمت، علم، تلواریں اور روئے مبارک جو خاندان خلافت میں بطور نشان خلافت کے متوارث چلے آئے تھے اور حرمین شریفین کی کنجیاں سلطان کے حوالے کر دیں۔ اس دن سے خلافت قریش سے نکل کر عثمانی خاندان میں چلی گئی اور ایک مصر کے ساتھ مصر کی عباسی خلافت بھی ختم ہو گئی۔

دوسری طرف سلطنت عثمانیہ کا تاریخی پس منظر کچھ یوں بنتا ہے کہ ارطغرل کے بعد اس کے بیٹے عثمان خان اول نے تخت نشین ہو کر ۱۲۸۸ء میں دولت عثمانیہ کا سنگ بنیاد رکھا۔ بروصہ وغیرہ کو فتح کیا، عثمان خان عوام کا ایک ہر دلعزیز و محبوب حکمران تھا۔ عثمان کے بعد اس کا بیٹا اصغر اور خان (۱۳۲۶ء-۱۳۵۹ء) تخت سلطنت پر بیٹھا اور اس کا بڑا بیٹا علاؤ الدین اس کا وزیر بنا اور خان نے قراسی وغیرہ کو فتح کیا، اس کے تعمیراتی کاموں میں مسجدیں، مدارس اور عمارتیں بھی بنائی گئیں۔ بروصہ کی درگاہ تو اس قدر مشہور ہوئی کہ ایران اور عرب کے طلبہ وہاں حصول تعلیم کے لئے کھینچے چلے آتے، ہامی میں سلطنت عثمانیہ کا پہلا مدرسہ قائم کیا گیا۔ اسی عہد میں اور خان کے بیٹے اکبر سلیمان باشا کے ہاتھوں تھریس میں باغیال کے مغربی ساحل پر واقع گیلی پولی کے مشہور ترین گیلی قلعہ کی فتح سے ترکوں کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہو گیا۔ ۱۳۵۳ء میں انہوں نے پہلی بار فاتحانہ حیثیت سے سرزمین یورپ میں قدم رکھ کر عیسائی دنیا میں ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت کی داغ بیل ڈالی جس کا حلقہ دو ہی صدیوں میں گیلی پولی سے ویانا تک وسیع ہو گیا۔ عرب مجاہدوں نے تھریس اسلام کا جو فرض مغربی یورپ میں انجام دیا تھا۔ مشرقی یورپ میں اس کے ادا کرنے کی سعادت ترک مجاہدوں کے لئے آئی اور خان کا ۱۳۵۹ء میں انتقال ہو گیا۔ عثمان خان نے اپنے ۳۳ سالہ عہد حکومت میں عثمانی فتوحات کو دور دور تک وسعت دی۔ ایشیائے کوچک کے بقیہ بازنطینی علاقوں پر قبضہ کرنے کے علاوہ بعض ترکی ریاستوں کو بھی دولت و جہ میں شامل کیا۔ بلکہ ارض یورپ میں قدم رکھ کر تھریس کے بعض علاقے فتح کئے۔ علوم و فنون کی سرپرستی آل عثمان کی

ایک امتیازی خصوصیت تھی اور عثمان خان کا یہ اختصاص بھی بہت نمایاں تھا بڑے بڑے مشہور علماء اور مشائخ اس کی مصاحبت میں تھے۔ بروصہ کے علم و فضل کی شہرت اس وقت بھی قائم رہی جب وہ سلطنت عثمانیہ کا دار الحکومت بن رہا اور عرصہ تک یہ شہر باب فضل و کمال کا مرکز رہا، اور خان کے بعد اس کا بیٹا مراد (۱۳۵۹ء۔ ۱۳۸۹ء) تخت نشین ہوا۔

مراد نے اپنے عہد حکومت میں سلطنت عثمانیہ کو اپنے باپ کے مقابلہ میں پانچ گنا زیادہ وسعت دی۔ تھریس تقریباً مکمل، بلغاریہ، مقدونیہ، سرویہ، اور بوسنیا بھی دولت عثمانیہ میں شامل ہو گئے۔ مراد نے عیسائی علاقوں کو زیر نگین کر کے اسلامی حکومت قائم کرنے کے باوجود کسی عیسائی کو قبول اسلام پر مجبور نہیں کیا۔ مراد کے بعد اس کا بیٹا بایزید اول یدلم (۱۳۸۹ء۔ ۱۴۰۲ء) جانشین ہوا اس کے دور میں بھی فتوحات جاری رہیں، یونان وغیرہ فتح ہوئے۔ جنگ انگورہ میں ۱۴۰۳ء کے فیصلہ کن مرحلہ میں بایزید کو تیور جو ایک تاتاری مسلمان امیر تھا کے ہاتھوں شکست ہوئی، اس کے چند ماہ بعد وہ انتقال کر گیا۔ جنگ انگورہ سے بایزید کے ساتھ ہی دولت عثمانیہ کا بھی گویا خاتمہ ہو گیا۔ تیمور نے عثمانیہ سے ملحق کی ہوئی تمام ترکی ریاستیں ترکی امیروں کو واپس دلا دیں اور ایشائے کوچک بظاہر کلید آل عثمان کے ہاتھ سے نکل گیا۔۔۔ بایزید کی وفات کے وقت ایشاء اور یورپ دونوں میں سلطنت عثمانیہ کے مقبوضات کی حالت یاس انگیز تھی لیکن اس کے باصداحت اور بہادر جانشینوں نے چند ہی سال کے اندر نہ صرف سلطنت کے تمام قدیم مقبوضات پر دوبارہ قبضہ کر لیا بلکہ اس کی سطوت و عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ بایزید کے چاروں بیٹوں نے مختلف مقامات پر قبضہ اور فتوحات کیں۔ سلیمان نے ”اورنہ میں عیسیٰ نے“ بروصہ“ میں اور محمد نے ”ایشائے کوچک“ کے شمال مشرق میں، اور ”آماسیا“ میں قبضہ کر کے اپنی اپنی سلطنت قائم کر لی۔ اور چوتھا بیٹا موسیٰ بھی ہاتھ پاؤں مارنے لگا، محمد اول (۱۴۱۳ء۔ ۱۴۳۱ء) کے بعد اس کا بڑا بیٹا مراد ثانی (۱۴۳۱ء۔ ۱۴۴۵ء) تخت نشین ہوا۔ اس نے جنگ انگورہ کے بعد دولت عثمانیہ کے حلقہ اطاعت سے نکل جانے والی ریاستوں کو دوبارہ اپنے حلقہ میں شامل کر کے مطیع بنا لیا۔ یورپ میں جدید مقبوضات کیں۔

مراد ثانی کے بعد اس کا بیٹا محمد فاتح (۱۴۵۱ء۔ ۱۴۸۱ء) جانشین بنا، اس نے قسطنطنیہ فتح کیا۔ محمد ثانی سے قبل گیارہ مرتبہ سلاطین اسلام قسطنطنیہ کا محاصرہ کر چکے تھے لیکن فتح کا سہرا اسی کے سر رہا۔ سرویہ میں کامیابی سے داخلے کے بعد وہ بلغراد جو اس وقت ہنگری کے زیر تسلط تھا کی طرف متوجہ ہوا۔ یورپ نے صلیبی جنگ کا اعلان کر دیا، محمد کو یہاں کامیابی حاصل نہیں ہو سکی۔ ۱۴۶۲ء میں بوسنیا کو دولت عثمانیہ میں شامل کر لیا گیا۔ اسی طرح کرمانیہ، یونانی مجمع الجزائر، کریٹیا، ولاچیا، البانیہ اور ہرزیگووینا بھی دولت عثمانیہ کا حصہ بن گئے۔

محمد اہل علم و فضل اور ار باب کمال کا قدردان تھا اس نے مسجدیں اور درس گاہیں بنوائیں، اعلیٰ درجے کی درس گاہیں عہد حاضر کے کالجوں کے برابر تھیں۔ ان کے فارغ التحصیل طلبہ کو ”دانشمند“ ایم اے کی سند دی جاتی لیکن جماعت علماء رکن بننے کے لئے دانش مند کی سند لینے کے بعد فقہ اور اصول فقہ کا ایک طویل نصاب مکمل کرنا پڑتا تھا۔ سلطان محمد ثانی کے بعد ان کے بیٹے بایزید ثانی (۱۴۸۱ء۔ ۱۵۱۲ء) تخت نشین ہوئے اور پھر وہ اپنے بیٹے سلیم اول (۱۵۱۲ء۔ ۱۵۲۰ء) کے حق میں دستبردار ہو گئے اس کے عہد میں ایران، شام، مصر اور حرمین شریفین میں سلطنت عثمانیہ کا پرچم اقتدار لہرانے لگا۔ ان کے بعد سلطان سلیمان اعظم (۱۵۲۰ء۔ ۱۵۶۶ء) قانونی جانشین ہوئے اس نے بلغراد، روڈس، ہنگری وغیرہ فتح کئے۔

سلمان خود عالم فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ اور علوم و فنون کا سرپرست تھا اس کی تصانیف ترکی ادب میں امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کے بعد سلیم ثانی (۱۵۶۶ء-۱۵۷۴ء) تخت نشین ہوا۔ وہ تصوف کا دلدادہ تھا اس ضمن میں اس کی تحفہ فتوحات الصیام مشہور ہے۔ ان کے بعد اس کا فرزند اکبر ثالث (۱۵۹۵ء-۱۶۰۳ء) میں جانشین ہوا اور اس کے بعد اس کا بیٹا احمد اول (۱۶۰۳ء-۱۶۱۷ء) جانشین بنا۔ سلطان احمد اول کے بعد دولت عثمانیہ کے رائج دستور کے خلاف ان کے بیٹے کے بجائے اس کا بھائی مصطفیٰ (۱۶۱۷ء-۱۶۲۳ء) تخت نشین ہوا۔

دہویں صدی ہجری کے ممتاز اصولیین :

دہویں صدی ہجری میں بعض ممتاز علماء اصولیین نظر آتے ہیں، مثلاً امام جلال الدین سیوطی، مصری، شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) جو مختلف علوم میں ممتاز تھے۔ ان کی مؤلفات میں سے ”جزیل المواہب فی اختلاف المذاهب“ بھی ہے جس میں انہوں نے شیریں الفاظ اور آسان اسلوب پر اصولی منہج سے بحث کی جو ان کی اس علم پر دسترس پر دلالت کرتی ہے۔ شیخ الاسلام زکریا انصاری شافعی (متوفی ۹۲۶ھ) نے متعدد فنون پر کتب تالیف کیں اصول فقہ میں انہوں نے ”حاشیہ علی التلویح“، کتاب غایۃ الوصول ”شرح لب الاصول“، اور ”شرح فصح الرحمن علی متن العجوان“ تالیف کی۔ ابن کمال پاشا حنفی (متوفی ۹۴۰ھ) نے اصول میں ”متن تغیسر التنقیح“ اور اس کی شرح تالیف کی۔ خطاب مالکی (متوفی ۹۵۳ھ) اس صدی کے مشہور اصولی ہیں۔ ان کی حجاز و بلاد مغرب میں خدمات ہیں، انہوں نے وفات پائی۔ انہوں نے اصول فقہ میں ”قراءة العین شرح ورقات امام الحرمین“ تالیف کی۔ ابن قاسم زلفی (متوفی ۹۹۴ھ) مصر سے تعلق رکھتے تھے پھر مدینہ المنورہ تشریف لے آئے وہیں وفات پائی۔ انہوں نے ”الایات البینات“ کے نام سے ”حاشیہ علی جمع الجوامع“ تالیف کیا۔ اس میں ان اعتراضات کا جواب دیا جو اہل الجوامع اور اس کی شرح پر وارد ہوئے تھے۔

اصولی منہج کی امتیازی خصوصیات :

اس دور کا ذکر اس وقت تک نامکمل رہتا ہے جب تک یہ نہ جان لیا جائے کہ اس دور میں علماء تقلید کرتے اور اجتہاد اور قول میں ترجیح تک نہیں کرتے، اسی طرح مؤلفین اپنی کتابوں کے متنوں میں مشکل اسلوب کو اپناتے پھر اس کی شرح کر دیتے پھر اس پر حواشی لکھ دیتے اور اعتراضات و جوابات کی بھرمار کر دیتے۔ وسعت و چنی پیدا کرنے کی خاطر خدمات علم اصول کو دوسرے علوم و فنون سے خلط ملط کر دیتے اور اسی اسلوب پر آج تک کتابیں لکھی جا رہی ہیں۔

جب عالم اسلام کے مختلف ممالک میں مختلف فقہی مذاہب پھیل گئے ترکی اور ہندوستان میں حنفی مذہب کا رواج ہوا، افریقہ کے بعض شمالی حصہ میں فقہ مالکی کو مقبولیت حاصل ہوئی، اندونیشیا میں شافعی مذہب پھیلا، جزیرۃ العرب میں حنبلی مذہب پھیلا اور اجتہاد کا عمل موقوف ہو گیا تو نوویں صدی ہجری اور اس کے بعد کے فقہاء کی توجہ اپنے مخصوص مذاہب کے باطن و مطالعہ اور ایک مذہب کے اندر اختلاف کے وجود کی بحث تک محدود ہو کر رہ گئی، خواہ یہ اختلاف مذہب کے مؤسس و ان کے شاگردوں کے درمیان ہو یا مختلف شاگردوں کے درمیان ہو۔ اس بحث نے ترقی کر کے ایک مذہب کے اندر

قواعد ترجیح وضع کرنے کی شکل اختیار کر لی تاکہ ہر مسئلہ میں راجح رائے قائم کی جاسکے اور اس کی بنیاد پر فتوے دیئے جائیں اور فیصلے کئے جاسکیں۔ مثلاً دولت عثمانیہ کے مختلف ممالک میں مذہب حنفی کے راجح اقوال کی طرف رجوع کرنے کا علم ہو گیا اور اس سلسلے میں ابن عابدین کی رد المختار کو بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس رجحان کے بڑھنے سے ممالک میں وہاں کے مرجعہ مذاہب پر فقہی و اصولی بحث و مطالعہ کا دروازہ کھل گیا جس کی اپنی خصوصیات ہیں۔

دسویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات

خطیب زادہ حنفی (متوفی ۹۰۱ھ)^۱

فقہ و اصولی تھے۔ علم کی نشر و اشاعت کے لئے بلادِ روم و دیگر شہروں کے سفر کئے۔ قسطنطنیہ میں منصب قضا پر فائز رہے۔
۱۔ تعلیقہ علی مقدمات التوضیح فی الاصول۔^۲

۲۔ حواش علی اوائل حاشیہ سید علی شرح مختصر ابن الحاجب فی الاصول، سید شریف علی بن جرجانی حنفی (متوفی ۸۱۶ھ) نے ”شرح مختصر المنتہی لابن الحاجب“ تالیف کی۔ سید شریف علی بن جرجانی کے اوائل پر خطیب زادہ نے حاشیہ تالیف کیا تھا۔^۳

مولانا زادہ الخطائی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ)^۴

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی التلویح للفتاوانی فی الاصول“ تالیف کیا۔^۵

ابن جماعہ شافعی (۸۳۳ھ-۹۰۱ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ : ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے ”النسجم اللامع شرح جمع الجوامع للسبکی الفروع“ تالیف کی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جمع الجوامع للسبکی کی فروع پر کتاب ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ سبکی کی فروع میں اس نام سے کوئی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ کتاب اصول میں ہی ہے۔^۷

ابراہیم بن محمد القباقی شافعی (متوفی ۹۰۱ھ بعدہ)^۸

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح جمع الجوامع للسبکی۔

۲۔ العقد المنصد فی شروط حمل المطلق علی المقید^۹

۱۔ خطیب زادہ محمد بن الدین بن تاج الدین ابراہیم بن الخطیب -- متوفی ۱۴۹۵ھ قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۸۔

۳۔ عثمان بن عبداللہ نظام الدین الخطائی حنفی مولانا زادہ۔

۴۔ ابوالقاء نجم الدین محمد بن برہان الدین ابراہیم بن جمال الدین عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمن بن ابراہیم -- المقصدی الدیری۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۱۸، نجم الاصولین ۱/۴۵ (۲۰)۔

۶۔ ابراہیم بن محمد بن غلیل بن ابوبکر القباقی برہان الدین امحلی شافعی۔

۷۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶، ہدیۃ العارفین ۱۵/۱۵۱۔

معلم الدین کستلی حنفی (متوفی ۹۰۱ھ) ۱

روم (اطلی) میں قاضی العسکر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تعلیقہ علی المقدمات الاربعہ من التلویح فی الاصول" تالیف کیا۔ ۲

۳ (متوفی ۹۰۲ھ) ۳

فیہ و نحوی تھے۔ کثرت مطالعہ و تحصیل علم کی وجہ سے اپنے زمانے کے مالکی شیوخ میں شمار ہوتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح تنقیح القرافی" تالیف کی۔ ۴

ممد الدین الشیرازی حنفی (۸۲۸ھ - ۹۰۳ھ) ۵

فیہ و اصولی تھے تدریسی و تصنیفی خدمات انجام دیں۔ ان کی تصانیف علوم عقلیہ و نقلیہ میں ہیں جو ان کے تبحر علمی و ہدایت کرتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تقریر علی حاشیۃ الجرجانی علی شرح المختصر ابن الحاجب فی الاصول" تالیف کی۔ ۱

ابوالعالی المقدسی شافعی (۸۲۲ھ - ۹۰۵ھ) ۲

فیہ، اصولی، محدث اور مفسر تھے۔ ۸۳۲ھ میں قاہرہ جا کر صاحب التحریر فی اصول الفقہ، شیخ ابن ہمام (متوفی ۸۶۱ھ) سے ملاقات کی اور علمی استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الدرر اللوامع بشرح جمع الجوامع للسیکی فی الاصول۔ حاجی خلیفہ نے اس شرح کے بارے میں لکھا :
"الدرر اللوامع، وهو شرح جمع الجوامع لکمال الدین محمد ابن الامیر محمد المعروف بابن ابی شریف الخلی"۔

(الدرر اللوامع یہ جمع الجوامع کی شرح ہے جو کمال الدین محمد ابن امیر محمد معروف بابن ابی شریف حلبی کی تالیف ہے)

۲۔ شرح الارشاد للنووی فی الاصول۔

۳۔ قطعة علی شرح المنہاج۔ ۳

۱۔ معلم الدین مسطقی بن محمد القسطلانی حنفی۔

۲۔ داؤد بن علی بن محمد القسطلانی الاذہری متوفی ۱۳۹۷ھ۔

۳۔ میر صدر الدین محمد بن غیاث الدین منصور الشیرازی (۱۳۹۷ھ - ۱۳۹۷ھ)۔

۴۔ شیخ الاسلام کمال الدین ابوالعالی محمد بن ناصر الدین ابی بکر بن ابی شریف المقدسی (۱۳۹۹ھ - ۱۳۹۹ھ)۔ بیت المقدس میں ولادت اور غالباً وہیں فوت ہوئے۔

۵۔ کشف الظنون ۱/۳۹۷، حدیۃ العارفین ۶/۲۲۲، الفتح المبین ۳/۶۲۔

۲۔ حدیۃ العارفین ۶/۳۳۳۔

۳۔ معجم الاصولین ۱/۱۰۱ (۳۳۹)۔

۴۔ الفتح المبین ۳/۶۲۔

احمد ابن الصیر فی شافعی (۸۲۹ھ-۹۰۵ھ) ^۱

فقیہ، اصولی، ادیب اور شاعر تھے۔ فقہ و اصلیین کی تعلیم خاص طور پر جلال الدین محلی سے حاصل کی۔ ان سے جمع الجوامع پر ان کی شرح کا درس لیا اور شرح العصد کو بمعہ حواشی اور "شرح المنہاج الاصلی للاسنوی" کی نگارش سے تعلیم و تفہیم حاصل کی۔ کئی شیوخ نے ان کو تدریس و افتاء کی اجازت عطا کی۔ نائب قاضی کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ آپ سے قاہرہ و مکہ کے بہت سے فضلاء و مستفید ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الورقة فی الاصول لابن جماعة، عزالدین، اور کتاب "الضوء اللاحق" میں اس طرح مذکور ہے : الورقة فی اصول الفقہ للعز ابن جماعة۔

۲۔ منظومۃ فی اصول الفقہ۔ ^۲

خالد الازہری شافعی (۸۳۸ھ-۹۰۵ھ) ^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "الثمار البوانع شرح جمع الجوامع للسبکی" تالیف کی۔ اس کتاب کو ۱۰۰۰ میں مکمل کر لیا تھا اس کتاب کے کئی مقامات پر نسخے موجود ہیں۔ ^۴

محمد بن صفی الدین الایبکی شافعی (۸۳۲ھ-۹۰۶ھ) ^۵

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی التلویح للفتاوی تالیف کی۔ ^۶

یوسف بن حسین الکرماسی رومی حنفی (۹۰۶ھ یا ۸۹۹ھ)

ان کے بارے میں ان کی تاریخ وفات ۸۹۹ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

احمد الشعر اوی (متوفی ۹۰۷ھ) ^۷

فقیہ، نحوی، مقری، علم الفرائض و فلك میں ماہر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : شذرات الذہب میں ان کے بیٹے عبد الوہاب کا یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا :

۱۔ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن صدقہ بن احمد بن حسین بن عبداللہ بن محمد بن محمد العسقلانی المکی الاصل القاہری، ابن صیر فی (۳۲۶/۱، ۵۰۰/۱)۔

۲۔ حدیۃ العارفین ۵/۱۳۷، معجم الاصولین ۱/۱۳۳-۱۳۴ (۹۶)، الضوء الملاح لاجل القرن التاسع، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن البیہقی ۳۱۶/۱-۳۱۹ قاہرہ مکتبۃ القدی ۱۳۵۳ھ۔

۳۔ خالد بن عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن محمد بن الازہری المصری، الوقاد (۱۳۳۳/۱، ۱۳۹۹/۱) مصر میں پیدا ہوئے۔

۴۔ شذرات الذہب ۸/۲۶، معجم الاصولین ۲/۸۷ (۳۲۲)۔

۵۔ معین الدین محمد بن صفی الدین عبدالرحمن بن محمد بن عبدالسلام الایبکی الصنوی البشیر ازی۔

۶۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۳۔

۷۔ شہاب الدین احمد بن علی الشعر اوی متوفی ۱۵۰۱ھ مصر ولادت ہوئی۔

”وصنف عدة مؤلفات في الحديث والنحو والاصول والمعاني والبيان ونهبت كلها فلم يتغير، وقال الفناء لله فلا علينا ان ينسبها الناس الينا أم لا“۔^۱

(انہوں نے حدیث، نحو، اصول، معانی و بیان میں کئی کتب تالیف کی تھیں مگر وہ سب کی سب چرائی گئیں تو انہوں نے ہانسی کا اظہار نہیں کیا اور کہا کہ ہم نے ان (کتب) کو اللہ کی رضا کے لئے تالیف کیا تھا ہم پر اس سے کوئی فرق و نقصان نہیں ہوتا کہ لوگ اس کو ہم سے منسوب کریں یا نہ کریں)

دروانی شافعی (۸۳۰ھ - ۹۰۷ھ)^۲

نوابد الجہیہ کے حاشیہ میں مذکور ہے :

”له قدم راسخ في العلوم العقلية ومشاركة في العلوم الشريعة تصانيفه دلت على انه البحر بلامنازع“

(علوم عقلیہ اور علم شریعہ میں انہیں دسترس حاصل تھی۔ ان کی تصانیف بلامنازع ان کے علمی تجربہ پر دلالت کرتی ہیں۔) اہل روم، خراسان و ماوراء النہر نے آپ کے علم سے استفادہ کیا۔

وفات اصولیہ : انہوں نے ”حواش علی شرح المختصر العضد فی الاصول“ تالیف کئے۔^۳

امجد الدین افضل حنفی (متوفی ۹۰۸ھ)^۴

سلطان محمد خان کے قسطنطنیہ فتح کرنے کے بعد وہاں کے چھٹے قاضی بننے کا شرف حاصل کیا۔ تدریسی خدمات پوریں۔ انتقال کے وقت وہاں کے مفتی تھے۔

وفات اصولیہ : انہوں نے حواش علی حاشیہ السید علی شرح مختصر ابن الحاجب للعضد تالیف کئے۔ کشف الظنون میں ہے ”وہی مقبولة متداولة“ (اور ان کے حواشی اہل علم کے یہاں مقبول اور متداول ہیں) پس مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔^۵

امجد الدین السیوطی شافعی (۸۴۹ھ - ۹۱۱ھ)^۶

امام، حافظ، مؤرخ، ادیب، مفسر، محدث، فقیہ اصولی، بلاغی، لغوی اور منطقی تھے ان کے علاوہ بھی دیگر کئی علوم پرمسترس رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ کے افاضل و اجلہ اساتذہ سے علم حاصل کیا، چالیس برس کی عمر میں خلق خدا سے الگ ہو کر آخرت کے نیل پر واقع روضۃ المقیاس پر مقیم ہو گئے اور ان کی اکثر کتابیں اسی زمانے کی تالیف ہیں۔ اغنیاء و

شذرات الذہب ۸/۳۳، الاعلام ۱/۱۷۹، اس میں اشعرائی تحریر ہے۔ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی الصدیقی (۱۳۳۶ھ - ۱۵۰۱ھ)۔

در الفوائد الجہیہ ص ۸۹-۹۰، الفتح المبین ۳/۶۳، شذرات الذہب ۸/۱۶۰، الاعلام ۳/۸۶۳۔

عبد الدین محمد اللہ بن افضل الدین الحسینی الجہی، ابن افضل متوفی ۱۰۵۲ھ۔

کشف الظنون ۲/۱۸۵، حدیۃ العارفین ۵/۳۳۳، ۳۳۵، الفوائد الجہیہ ص ۶۹۔

افضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر بن محمد الخفیری السیوطی شافعی (۱۳۳۵ھ/۱۵۰۵ء) قاہرہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

امراء ان کی زیارت کرنے آتے اور اموال و ہدا یا پیش کرتے مگر وہ لوٹا دیا کرتے۔ سلطان نے انہیں کئی مرتبہ طلب کیا مگر وہ ان کے پاس نہیں گئے اس نے ہدا یا بھیجے تو لوٹا دیئے اسی حالت و کیفیت میں رہتے ہوئے وفات پائی۔ تقریباً سو کتابوں کے مصنف ہیں، طبقات الاصولیین بھی انہیں کی تالیف ہے۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ جزیل المواہب فی اختلاف المذاهب۔ اس کتاب کے نسخے کئی مقامات پر موجود ہیں۔
- ۲۔ الکوکب الساطع، نظم جمع الجوامع^۱، یہ کتاب قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔
- ۳۔ شرح الکوکب الساطع^۲ الظاہریہ (۱۰۲۸) اور جامعہ ام القوی (۲۰۰۲) میں اس کے نسخے موجود ہیں۔
- ۴۔ تقریر الاستاد فی تفسیر الاجتہاد^۳
- ۵۔ الرد الی من اخلد الی الارض و جہل ان الاجتہاد فی کل عصر فرض، یہ کتاب الجزائر سے ۱۳۲۵ھ میں چھپ چکی ہے۔^۴
- ۶۔ النکت اللوامع علی المختصر والمنہاج و جمع الجوامع۔^۵
- ۷۔ ارشاد المہتدین الی نصرۃ المجتہدین۔ اس کتاب میں انہوں نے اجتہاد مطلق کی شروط بیان کی ہیں۔^۶
- ۸۔ ہمع الہوامع فی شرح جمع الجوامع۔^۷

الیارحصاری حنفی (متوفی ۹۱۱ھ)^۸

استنبول کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی التوضیح“ تالیف کیا۔^۹

محمد بن مصلح الدین البالیگیری (متوفی ۹۱۱ھ)^{۱۰}

عسکر روم میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”تعلیقہ علی مقدمات التلویح للتفتازانی فی الاصول“ تالیف کیا۔^{۱۱}

۱۔ کشف الظنون ۲/۱۰۹۶، حدیۃ العارفین ۵/۵۳۲، الفتح المبین ۳/۶۵، معجم الاصولیین ۲/۱۷۶ (۴۱۳)۔

۲۔ کشف الظنون ۱/۳۶۶۔

۳۔ کشف الظنون ۱/۵۹۷۔

۴۔ کشف الظنون ۲/۱۹۷۷، حدیۃ العارفین ۵/۵۳۳۔

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۱۷۶ (۴۱۳)۔

۶۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۳۳، ۵۳۴۔

۷۔ کشف الظنون ۱/۶۷۔

۸۔ حدیۃ العارفین ۶/۳۳۳۔

۹۔ مصلح الدین مصطفیٰ بن اویس الدین الیاریحصاری رومی۔

۱۰۔ محمد بن مصلح الدین مصطفیٰ بن الحان حسن البالیگیری۔

۱۱۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۵۔

سلمان الجعفی مالکی (۸۳۶ھ-۹۱۲ھ)^۱

قاہرہ آ کر تعلیم حاصل کی۔ اصول فقہ کی تعلیم علاء الحصینی سے حاصل کی، جامع طولون، قاہرہ میں مالکی کی تدریس کا فریضہ انجام دیتے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح اللمع لابن اسحاق الشیرازی“ تالیف کی۔^۲

ابراہیم الوزیری زیدی (۸۳۴ھ-۹۱۴ھ)^۳

یمن کے بڑے علامہ اور زیدیہ کے مجتہد میں سے تھے۔ صنعاء کے شیوخ سے تعلیم پائی، اصول، لغت عربیہ، فہرست، تفسیر اور دوسرے فنون سیکھے۔ ان میں کمال حاصل کیا یہاں تک کہ اپنے زمانے کے مرجع بن گئے، ان کی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : الفصول اللؤلؤیہ فی اصول فقہ العترۃ النبویۃ

اولہ : ”بعد الحمد والصلوة : وبعد فہذہ تخب مصطفیٰ من اقوال ائمنا“.

آخرہ : ”وفیما ذکرنا منها ارشاد الی مالک یدکر. واللہ اعلم“.

اس کتاب کے مختلف کتب خانوں میں نسخے موجود ہیں، دارالکتب المصریہ میں (۲۵۵۰۰) ب (۲۲ تا ۱۰) میں بھی موجود ہے۔^۴

علاء الدین الحجازی شافعی (۹۱۶ھ بعدہ تھے)^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ادراکات الورقات فی الاصول .

۲۔ مدارک الاصول شرح منهاج الوصول للبیضاوی، اس کی تالیف سے ۹۱۶ھ میں فراغت پائی۔^۶

احمد البروی، حفید السعد (متوفی ۹۱۶ھ)^۷

تیس برس تک ہرات میں قاضی رہے اور وہاں کے رئیس العلماء تھے۔ شاہ اسماعیل بن حیدر الصفوی جب ہرات آیا تو انہوں نے بھی دارالامارہ میں اس کا استقبال کیا، لیکن حاسدین نے ان کے خلاف شاہ سے چغلی کھائی جس کی بناء پر غیر کسی گناہ کے ۹۱۶ھ میں ہرات کے علماء کی ایک جماعت سمیت شاہ کے حکم پر قتل کروادیئے گئے۔

۱۔ سلمان بن شعیب بن خضر الجعفی القاہری (۱۳۳۲ء-۱۵۰۶ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

۲۔ فتح المبین ۳/۶۷، معجم الاصولین ۲/۱۲۶ (۳۶۱)۔

۳۔ صادم الدین ابراہیم بن محمد بن عبد اللہ بن الحاوی بن ابراہیم الوزیری (۱۳۳۱ء-۱۵۰۸ء)۔

۴۔ حدیۃ العارفین ۵/۲۵، اس میں ان کی تاریخ ولادت ۸۶۵ھ ذکر ہے معجم الاصولین ۱/۵۸، ۵۹ (۳۱)۔

۵۔ علاء الدین ابوالحسن علی بن ناصر الحکی الیافعی حجازی۔ ۶۔ ایضاح المسکون ۳/۳۵۳، حدیۃ العارفین ۵/۳۱۔

۷۔ سیف الدین احمد بن یحییٰ بن محمد بن سعد الدین مسعود بن عمر البخاری الحمر وی، حفید السعد البخاری، متوفی ۱۵۱۰ء۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی التلویح“ تالیف کیا۔^۱
عبدالبر ابن الشنہ حنفی (۸۵۱ھ-۹۲۱ھ)^۲

فقیہ و اصولی اور دوسری علوم میں مہارت رکھتے تھے۔ قاہرہ آکر متعدد شیوخ سے علوم سیکھے۔ تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ حلب و قاہرہ کے قاضی بنے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح جمع الجوامع للسیکی فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۳
قوام الدین شیرازی حنفی (متوفی ۹۲۲ھ)^۴

بروسہ میں مدرسہ سلطانیہ میں مدرس رہے اور وہ بغداد میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی التلویح للفتاوانی فی الاصول“ تالیف کیا۔^۵
ابن ابی شریف المقدسی شافعی (۶۳۸ھ-۹۲۳ھ)^۶

کبار شافعی فقیہ تھے۔ اصول فقہ کی تعلیم شیخ جلال الدین محلی (متوفی ۸۶۳ھ) شارح جمع الجوامع اور الوریات سے حاصل کی۔ شرح جمع الجوامع خاص طور پر ان سے پڑھی، ۹۰۶ھ میں مصر میں قاضی بنائے گئے۔ حج کے موقع پر وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”نظم لفظہ العجلان“ للزکشی۔

۲۔ ”نظم الوریات“ لامام الحرمین۔^۷

الدواد الجونیوری حنفی (متوفی ۹۲۳ھ یا ۹۳۲ھ)^۸
ہند کے مشہور افاضل علماء میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح اصول البزدوی۔

۲۔ حاشیہ علی اصول الشاشی المسمی ”فصول الغواشی“ مختلف مکتبوں میں اس کتاب کے نسخے موجود ہیں۔ مکتبہ راجھستان ٹونک ہند میں ۸۶ (ت/۸۸۲) اور ۸۷ اور ۸۸ میں بھی موجود ہیں۔

۱۔ معجم الاصولین ۱/۲۳۵، ۲۳۶ (۱۸۸)۔ ۲۔ ابوالبرکات سری الدین عبدالبر بن محمد بن محمد بن الشنہ القاہری (۱۳۳۸ھ/۱۵۵۵ھ)

حلب میں وفات پائی۔ ۳۔ کشف الظنون ۱/۵۹۶ حدیۃ العارفین ۵/۳۹۸، معجم الاصولین ۲/۱۵۳ (۳۸۹)۔

۴۔ قوام الدین یوسف بن حسن الحسین شیرازی روی حنفی۔ ۵۔ حدیۃ العارفین ۶/۵۶۳۔

۶۔ ابواسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد بن ابوبکر بن علی بن ایوب المصری المقدسی المصری، ابن ابی شریف (۱۳۳۰ء-۱۵۱۳ء) فہم اصولی ولادت اور قاہرہ میں وفات پائی۔

۷۔ معجم الاصولین ۱/۵۵، ۵۴ (۲۸۱)۔ ۸۔ علاء الدین الدواد بن عبداللہ الجونیوری الحنفی متوفی ۱۵۱۷ء ہند میں ولادت ہوئی۔

عبد اللہ باکثر الحضر می شافعی (متوفی ۹۲۵ھ) ^۱
فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”اللدردر اللوامع فی نظم جمع الجوامع“ تالیف کی۔ ^۲

شیخ الاسلام زکریا الانصاری طاہری شافعی (۸۲۶ھ-۹۲۶ھ) ^۳

فقہ، اصول، تصوف، منطق، جدل، فرائض، تفسیر، تجوید، حدیث اور دیگر علوم وفنون کے عالم تھے۔ شیخ ابن الہمام صاحب التحریر آپ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ خلق کثیر نے آپ کے علم سے استفادہ کیا، کئی علوم وفنون پر بہت سی کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ لب الاصول، یہ کتاب ابن السبکی کی جمع الجوامع کا اختصار ہے۔

۲۔ غایۃ الوصول شرح لب الاصول، یہ کتاب اور شرح دونوں مطبعہ البابی الحلبی سے ۱۳۶۰ھ میں چھپ چکے ہیں، اس پر محمد الجوہری کا حاشیہ ہے۔ عبد اللہ محمد الاحمد الصالح نے اس پر تحقیقی مقالہ پیش کیا اور ۱۴۰۳ھ-۱۴۰۴ھ میں جامعہ أم القری سے ایم اے کی شہادت حاصل کی۔

۳۔ فتح الرحمن علی متن لقطة العجلان، لبدر الدین الزرکشی، یہ کتاب مطبعہ النیل، قاہرہ سے ۱۳۲۸ھ میں چھپ چکی ہے اور کتاب کے حاشیہ پر شیخ یاسین کا حاشیہ ہے جو شرح مذکورہ پر ہے۔

۴۔ حاشیہ علی التلویح - یہ حاشیہ ۱۹۹۲ء میں ہند سے چھپ چکا ہے۔

۵۔ حاشیہ علی شرح جمع الجوامع ”النجوم الطوالع فی ابراز دقائق شرح جمع الجوامع“ مصر، ترکی، تونس، مکہ، رباط، حلب وغیرہ کے مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۶۔ حدود الالفاظ المتداولہ فی اصول الفقہ والحدیث، یہ کتاب عبدالغفور بلوچی کی تحقیق سے چھپ چکی ہے۔

۷۔ مجموع النقول لفک الفاظ نبذۃ الاصول، یہ کتاب ”نبذۃ الاصول“ کی شرح ہے۔ دارالکتب المصریہ میں (۴۰۱) کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔

۸۔ شرح المنہاج للبیضاوی - مکتبہ الاحمدیہ عسکامیں (۲۰) کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔ ^۴

۱۔ علامہ ابن احمد الیمانی، باکثر۔ ۲۔ ایضاح المکنون ۳/۳۶۸، حدیۃ العارفین ۵/۴۷۲۔

۳۔ زکریا بن حافظ قاضی القضاۃ زکریا بن محمد بن احمد زکریا الانصاری (۱۳۲۳ء-۱۵۴۰ء) تاریخ ولادت ۸۲۳ھ یا ۸۲۴ھ اور تاریخ وفات ۹۲۵ھ میں بمصر متوفی ہوئے۔ قاہرہ میں وفات پائی۔

۴۔ کتب الفنون ۲/۱۸۸۰، حدیۃ العارفین ۵/۳۷۲، الفتح المبین ۳/۶۹، ۶۸، مجمع الاصولین ۲/۱۰۷-۱۰۹ (۳۳۵)۔

جلال الدین مصری مالکی (متوفی ۹۲۶ھ)^۱

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الرسالة .

۲۔ شرح منتهی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل لابن الحاجب^۲

محمد بن محمد البردعی حنفی (متوفی ۹۶۷ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی تلویح التفتازانی فی الاصول تالیف کیا۔^۴

حکیم شاہ القزوی حنفی (متوفی ۹۲۸ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "مدار الفحول فی شرح منار الاصول" تالیف کی۔^۶

احمد الشماخی اباضی (متوفی ۹۲۸ھ)^۷

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "مختصر العدل والانصاف" لشمس الدین ابی یعقوب الوارجلانی، واضح رہے کہ اسی مختصر کو "مختصر فی اصول الفقہ" بھی کہا جاتا ہے۔

۲۔ شرح مختصر العدل والانصاف۔ اس کا ایک نسخہ دار الکتب المصوریہ میں (۲۱۵۸۷ ب) کے تحت موجود ہے۔^۸

الیاس الرومی (۸۳۹ھ-۹۲۹ھ)^۹

علوم کی کئی شاخوں کے ماہر عالم تھے۔ اردن میں مدرسہ بایزید میں مدرس تھے، متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب حواش علی حاشیہ العضد للسید الشریف علی مختصر الحاجب تالیف کی۔^{۱۰}

حسن الناصر المویدا الحسینی البیہمی (۸۶۲ھ-۹۲۹ھ)^{۱۱}

فقہ، اصولی تھے۔

۲۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۸۔

۱۔ جلال الدین محمد بن قاسم مصری۔

۳۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۹۔

۲۔ محی الدین محمد بن محمد بن البردعی السمری رومی۔

۴۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۹۔

۵۔ محمد بن مبارکشاہ بن محمد لھر وی رومی۔

۶۔ معجم الاصولین ۱/۱۲۳ (۸۷)۔

۷۔ احمد بن سعید بن عبدالواحد الشماخی، جبل نفوسہ کے شہر لفرن میں وفات پائی۔

۸۔ شجاع الدین الیاس رومی (۱۳۳۵ء-۱۵۲۳ء)۔

۹۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۲۶ میں ان کا نام الیاس بن شجاع الدین رومی ہے۔

۱۰۔ معجم الاصولین ۱/۲۷۹، ۲۷۸ (۲۲۳)۔

۱۱۔ حسن بن عزالدین بن الحسن بن علی المویدا الحسینی البیہمی (۱۳۵۸ء/۱۵۲۳ء) شہر قللہ میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : والقسطاس المقبول شرح معیار العقول فی علم الاصول۔^۱

عبد اعلیٰ البرجندی حنفی (متوفی ۹۳۲ھ)^۲

فقہ، اصولی، فنگی اور حاسب تھے۔ ہیئت، مناظرہ، حساب، فقہ و اصول وغیرہ میں کتب تصنیف کیں۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح منار الانوار للنسفی۔ یہ کتاب مکتبہ محمود پاشا (یوسف آغا) ۱۸۶ کے تحت موجود ہے۔

۲۔ شرح زبدۃ الاصول یہ کتاب نور عثمانیہ ۱۳۳۵ کے تحت موجود ہے۔^۳

عبد الدین حسن العالی امامی (متوفی ۹۳۳ھ)^۴

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "العمدة الجلیلة فی الاصول الفقہیہ" تالیف کی۔^۵

ابن کمال پاشا (متوفی ۹۴۰ھ)

ان کے والد امراء دولت عثمانیہ میں سے تھے۔ اس لئے ان کی پرورش بڑی شان و شوکت میں ہوئی۔ مولیٰ مصلح الدین الخطاطی، مولیٰ خطیب زادہ، اور مولیٰ معروف زادہ جیسے افاضل اور پائے کے علماء سے علم حاصل کیا۔ کئی مدارس میں درس کیا، اردن کے قاضی اور قسطنطنیہ کے مفتی رہے۔ مختلف علوم میں آپ کی تصانیف ہیں۔ "الطبقات السنیہ" کے مطابق عربی، فارسی اور ترکی زبانوں میں کتب تالیف کیں، مختلف فنون میں تین سو سے زائد رسائل لکھے۔

مؤلفات اصولیہ : معجم الاصولیین میں آپ کی کتب اس طرح مذکور ہیں :

۱۔ "حواش علی اوائل الصلویح" للتفتازانی۔ اولہ قال : وهو فی اللغة اسم للمکتوب، اقول : خالف المشہور۔

۲۔ تغیر التقیح لصدر الشریعہ۔

صاحب کشف المظنون نے کہا :

" ذکرہ انه اصلح مواقع الطعن صرح فیہ الجراح و اشار الی ما وقع له من السہو والتساهل و معارض له فی شرحہ من الخطا والتغافل . و او وعہ فوائد ملتقطہ من الکتب ، ثم شرح هذا التفسیر و فرغ منه فی شعبان ۹۳۱ اس کتاب میں ولکن الناس لم یلتفتوا الی ما فعلہ و الاصل باق علی رواجه و الفرع علی التنزل فی کسادہ "۔

(بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے ان مواقع کے جوابات دیئے ہیں جہاں ناقد نے اعتراضات کئے تھے اور ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں مصنف سے کہو اور سستی ہوئی تھی اور ان کی شرح میں غلطی و تغافل سے کچھ واقع نہیں ہوا اور بہت سے

۱۔ معجم الاصولیین ۲/۳۶، ۳۷، ۳۸۔ ۲۔ عبد اعلیٰ بن محمد حسین البرجندی حنفی متوفی ۱۵۶۲ء۔

۳۔ کشف المظنون ۲/۱۸۶۲، حدیثہ العارفین ۵/۵۸۶، معجم الاصولیین ۲/۲۱۳ (۳۲۷)۔

۴۔ عبد الدین حسین بن جعفر بن فخر الدین حسن بن عرجی العالی المکرکی متوفی ۱۵۲۷ء شام کے شہر کرک کی نسبت سے کہا جاتا ہے۔

۵۔ حدیثہ العارفین ۵/۲۸۸، الفح المسبین ۳/۷۰، معجم الاصولیین ۲/۳۸ (۳۶۷)۔

فائدے اس کتاب میں شامل کر دیئے گئے جسے انہوں نے دوسری کتابوں سے حاصل کیا تھا۔ پھر اس تغیر کی شرح لکھی جس سے شعبان ۹۳۱ھ میں فارغ ہوئے لیکن لوگ ان کے اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور اصل کی نشر و اشاعت ہوتی رہی اور فرع کی قبولیت بہت کم رہی)

جب کہ الفوائد البہیہ میں اس طرح مذکور ہے :

”و متن فی الاصول سماہ تغیر التنقیح و شرحہ“

(اصول میں ایک متن بنام تغیر التنقیح لکھا اور اس کی شرح کی) ۱

اس سے یوں لگتا ہے کہ یہ صدر الشریعہ کی النقیح سے الگ کوئی کتاب ہے۔ الفتح المبین میں اس طرح مذکور ہے

”متن تغیر التنقیح و شرحہ فی الاصول“

۳۔ شرح تغیر التنقیح

۴۔ رسالۃ فی تحقیق المناسبات والملائمة والناظر

محمد بن ابراہیم التتائی مالکی (متوفی ۹۴۲ھ) ۲

ایک عرصہ تک منصب قضاء پر فائز رہنے کے بعد مستعفی ہو گئے اور تالیف و تدریس کی طرف مشغول ہو گئے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیۃ علی شرح المحلی علی جمع الجوامع فی الاصول“ تالیف کیا۔ ۳

احمد القریمی (متوفی ۹۴۳ھ) ۵

سلطان مراد خان کے عہد میں جب بلا دروم آئے۔ تدریس کی پھر سلطان محمد خان کے دور میں قسطنطنیہ آئے۔ ان کی بہت تعظیم کرتا اور ان کی بات کو مانتا تھا۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : حواش علی التلویح

آغازیوں ہوتا ہے : قال الحمد لله ، قد جرت عادة المؤلفین الخ۔ اس کتاب کے کئی مقبول نسخے موجود ہیں۔ ۱

۱۔ ابن کمال پاشا شمس الدین احمد بن سلیمان رومی متوفی ۱۵۳۳ھ قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

۲۔ کشف الظنون ۱/ ۳۹۹، حدیۃ العارفین ۵/ ۱۳۱-۱۳۲، الطبقات السنیۃ ۱/ ۴۰۹-۴۱۱ (۱۹۹)، الفوائد البہیہ ص ۲۱-۲۲، الفتح المبین ۲

۳۔ ۷۲، معجم الاصولیین ۱/ ۱۲۵، ۱۲۷ (۸۹)۔ ۴۔ ابو عبد اللہ شمس الدین محمد بن ابراہیم التتائی متوفی ۱۵۳۵ھ۔

۵۔ احمد بن عبد اللہ القریمی متوفی ۱۵۳۶ھ قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

۶۔ الطبقات السنیۃ ۱/ ۳۲۹-۳۳۱ مگر اس میں ان کا نام القریمی مذکور ہے۔ الفوائد البہیہ ص ۲۵، الفتح المبین ۳/ ۷۲، معجم الاصولیین ۱/ ۱۵۳ (۸۹)۔

عبد الرحیم شیخ زادہ امامی (متوفی ۹۴۴ھ) ^۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب نظم الفوائد و جمع الفوائد فی الاصول تالیف کی۔ ^۲

عبد الرحمن بن علی شافعی (۸۶۴ھ-۹۴۴ھ) ^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تیسرا الوصول الى جامع الاصول" تالیف کی۔ ^۴

حبیب اللہ ملا میرزا جان شیرازی شافعی (متوفی ۹۴۴ھ) ^۵

وقت نظر اور ہمت مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ اس کثرت سے مطالعہ کرتے تھے، شروع رات سے لے کر صبح تک مطالعہ میں مشغول رہتے اور پیشاب تک کرنے نہیں اُٹھتے جس کی وجہ سے پیشاب کی جگہ خون آنے لگا، کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : صاحب معجم الاصولیین نے ان سے متعلق مندرجہ ذیل اقوال کو جمع کر کے نقل کیا ہے :

قول (۱) حاشیہ علی شرح العضد لمختصر المنتهی لابن الحاجب اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہی وہ کتاب ہے جس کا نام "الردود والنقود" ہے اور روضات الجنات میں ہے۔ "وله کتاب" الردود والنقود" المعروف الذی علقه علی شرح المختصر العضدی" (اور ان کی کتاب الردود والنقود ہے جو شرح المختصر العضدی ء، پر تعلیق سے مشہور ہے۔)

قول (۲) حاشیہ علی شرح المختصر للعضد لمیرزا جان حبیب اللہ متوفی سنہ ۹۹۴ھ۔

قول (۳) حاشیہ علی حاشیہ السید علی شرح العضد۔

قول (۴) حاشیہ علی شرح مختصر المنتهی للسید الشریف لمیرزا جان حبیب اللہ شیرازی (متوفی ۹۹۴ھ)۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے صاحب معجم الاصولیین نے کہا : سید شریف کی مختصر المنتهی پر شرح نہیں ہے بلکہ ان کا حاشیہ ہے جو شرح العضد لمختصر المنتهی پر ہے۔

قول (۵) حاشیہ علی شرح مختصر المنتهی للعضدی لحبیب اللہ میرزا جان شیرازی (ت ۹۹۴)۔

قول (۶) حاشیہ علامہ میرزا جان حبیب اللہ شیرازی ہلی مختصر ابن الحاجب فی اصول الفقہ۔

قول (۷) معجم المؤلفین میں ہے : "حبیب اللہ میرزا جان شیرازی (متوفی ۹۹۴ھ-۱۵۸۵م) من تصانیفه... حاشیہ علی شرح عضد الدین الایجی لمنتهی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل"۔

۱۔ عبد الرحیم بن علی الامامی رومی، شیخ زادہ۔ ج ۲ ایضاح المکنون ۶۵۹/۴۔

۲۔ ابو الفرج، وحید الدین عبد الرحمن بن علی بن محمد بن علی بن یوسف الزیدی الیمنی الدیج۔

۳۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۳۵۔

۴۔ حبیب اللہ الباقونی اشیرازی الاشعری متوفی ۱۵۳۷م کی تاریخ وفات ۹۹۴ھ اور ۹۱۸ھ بھی بیان کی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا اقوال میں مختلف طرح سے ان کی طرف نسبت کی گئی ہے تمام اقوال بالاکو اسماء الرجال کی کتب اور مکتبوں کے مکمل حوالوں کے ساتھ بیان کرنے کے بعد صاحب معجم الاصولیین نے اپنی تحقیق قلمبند کرتے ہوئے لکھا :

اقول : الصحيح " حاشیہ علی شرح عضد الدین الایجی لمختصر منتهی السؤل الخ " لان عضد الدین لیس له شرح علی منتهی السؤل بل علی مختصر منتهی السؤل .

(میں کہتا ہوں کہ ان تمام مذکورہ بالا باتوں میں سے) صحیح بات حاشیہ علی شرح عضد الدین الایجی لمختصر منتهی السؤل الخ ہے کیونکہ عضد الدین کی منتهی السؤل پر کوئی شرح نہیں تھی بلکہ مختصر منتهی السؤل پر ان کی شرح تھی۔) ۱

ابراہیم الاسفرائینی (۸۷۳ھ - ۹۴۵ھ) ۲

استاد ابواسحاق الاسفرائینی کی نسل میں سے تھے جو ایک علمی گھرانہ تھا۔ اسفرائین میں ان کے والد قاضی تھے۔ مختلف فنون میں آپ کی عمدہ تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی التلویح" تالیف کیا۔

اولہ : (بعد الحمد والصلوة) : "فهذه تحقیقات بدیعة وتدقیقات منیعة للفاضل العلامة غفر الملة والدين"۔

آخرہ : "بالاستغناء عن تقدير" ان " واستعارة "أو" بمعنى "حتى" " إلا " "تم"۔

مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ ۳

حسین الارودیلی (متوفی ۹۵۰ھ) ۴

مختلف علوم وفنون کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی شرح العضدیه لمختصر ابن الحاجب۔

۲۔ حاشیہ علی حاشیہ الجرجانی۔

۳۔ شرح تهذيب الاصول للعلامة الحلبي۔ ۵

۱۔ معجم الاصولیین ۲/ ۲۸-۲۹ (۲۵۸)۔

۲۔ عصام الدین ابراہیم بن محمد بن عربشاہ الاسفرائینی (۱۳۶۸ء - ۱۵۳۸ء) خراسان میں ولادت اور سرگند میں انتقال ہوا۔

۳۔ معجم الاصولیین ۱/ ۶۰ (۳۲)۔

۴۔ حسین بن عبدالحق، کمال الدین الارودیلی الاچمی متوفی ۱۵۳۳ء اردبیل میں ولادت و وفات ہوئی۔

۵۔ حدیث العارفین ۵/ ۳۱۸، معجم الاصولیین ۲/ ۶۵، ۶۶ (۲۹۹)۔

ابن محمد البرکی شافعی (متوفی ۹۵۲ھ) ۱

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المطلب فی شرح المنہاج .. ۲۔ المغنی شرح اخر المنہاج ۲

ابن محمد الخطاب مالکی (۹۰۲ھ-۹۵۴ھ) ۳

حافظ، محقق، علوم نقلیہ و عقلیہ میں متبحر تھے۔ اپنے والد اور قاضی مدینہ محمد بن احمد السخاوی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی، کتابیں تصنیف کیں جو ان کے بحر علمی پر دلالت کرتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”قرة العين شرح ورفات امام الحرمین فی الاصول“ تالیف کی۔ حدیث العارفین میں ہے کہ وہ اس کی تالیف سے ۹۶۵ھ میں فارغ ہوئے جو کہ غلط ہے۔ ۴

ابن محمد الابی شافعی (۹۰۰ھ-۹۵۵ھ) ۵

انہوں نے ”حاشیہ علی شرح جمع الجوامع للمحلی فی الفروع“ تالیف کیا۔ ۶

شہاب الدین عمیرہ شافعی (متوفی ۹۵۶ھ) ۷

مدرس و افتاء کی خدمات انجام دیں ان کے زمانے میں علم کی ریاست شافعیہ ان پر ختم ہوتی تھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع“ تالیف کیا۔ ایضاً المسکون میں حاشیہ علی شرح جمع الجوامع للسبکی کے الفاظ مذکور ہیں۔ ۸

ابراہیم بن محمد الحلبي حنفی (متوفی ۹۵۶ھ) ۹

علوم عربیہ، تفسیر، حدیث اور علوم قرآنی میں امام تھے۔ فقہ و اصول میں ید طولی رکھتے تھے مصر جا کر وہاں کے کبار ائمہ سے حدیث، تفسیر، اصول و فروع کا علم حاصل کیا، بلاد روم تشریف لے گئے اور پھر قسطنطنیہ میں مقیم ہو گئے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ۱۰

۱۔ ابوالحسن محمد بن علی بن جلال الدین محمد بن عبد الرحمن ابن البرکی الصدیقی المصری۔

۲۔ حدیث العارفین ۵/۴۳۳۔

۳۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الخطاب (۱۳۹۶ھ-۱۵۴۷ھ) مکہ میں ولادت اور طرابلس میں وفات پائی۔

۴۔ حدیث العارفین ۶/۲۳۲، الفتح المبین ۳/۷۵۔

۵۔ عثمان بن محمد بن عبد اللہ بن محمد الصفوی قطب الدین الحنفی، مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔ ۶۔ حدیث العارفین ۵/۸۱۰۔

۷۔ شہاب الدین احمد البرکی الحمیری المصری متوفی ۱۵۳۹ھ۔

۸۔ ایضاً المسکون ۳/۳۶۶ مگر تاریخ وفات ۹۷۰ھ مذکور ہے۔ الفتح المبین ۳/۶۷، معجم الاصولین ۱/۶۸ (۴۱)۔

۹۔ ابراہیم بن محمد بن محمد بن ابراہیم الحلبي حنفی متوفی ۱۵۳۹ھ۔

۱۰۔ الطبقات السنیہ ۱/۲۵۶، ۲۵۷، معجم الاصولین ۱/۵۲ (۲۶)۔

بہران الیمنی زیدی (متوفی ۹۵۷ھ) ۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ”الکامل بنیل السول فی علم الاصول“ تالیف کی۔ ۲

احمد الرملی شافعی (متوفی ۹۵۷ھ) ۳

شیخ الاسلام زکریا الانصاری (متوفی ۹۲۶ھ) صاحب غایۃ الاصول کے خاص شاگرد تھے۔ اسی لئے انہوں نے افتاء و تدریس کی اجازت دی اور اپنی زندگی اور موت بعد کے سوائے ان کے کسی کو بھی ان کی کتب کی تصحیح کی اجازت نہیں دی۔ یہی وجہ تھی کہ شرح البجہ اور شرح الروض میں الرملی نے شیخ الاسلام کی زندگی ہی میں چند مقامات کی تصحیح بھی کی تھی۔ مصر میں علوم شریعیہ کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی۔ ان کا شمار بڑے علمائے شافعیہ میں ہوتا ہے ان کے زمانے میں سوائے چند ایک کے تمام علماء نے آپ سے علمی استفادہ کیا، آپ کئی کتابوں کے مصنف بھی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”غایۃ المامول فی شرح ورفات الاصول“ تالیف کی۔ اور اس کی تالیف سے ۹۲۰ھ میں فراغت پائی اس کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : ”الحمد لله الذی رفع معالم دین الاسلام الخ کئی مقامات پر اس کے نسخے اب بھی موجود ہیں۔ ۴

ابو عبد اللہ اللقانی مالکی (۸۷۳ھ - ۹۵۸ھ) ۵

محقق، نظار اور اصولی تھے۔ ریاست علم و استفتاء ان کے زمانے میں ان پر ختم ہوتی تھی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح جمع الجوامع للمحلی فی الاصول“ تالیف کیا۔ ۶

ابو بکر تقی الدین المقدسی شافعی (متوفی ۹۶۰ھ) ۷

مختلف فنون پر اور بالخصوص اصول فقہ میں مہارت رکھتے اسی لئے شیخ ابو بکر اصولی کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ اپنے والد سے علم حاصل کیا پھر دمشق آ کر بدرغری سے شرح جمع الجوامع للمحلی پڑھی۔ ۸

قوجہ حسام حنفی (متوفی ۹۶۰ھ) ۹

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح منار الانوار للنسفی“ تالیف کی۔ ۱۰

- ۱۔ محمد بن یحییٰ محمد بن احمد بن موسیٰ بن احمد بہران الصمدی النہنی المصری۔ ۲۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۳۳۔
- ۳۔ احمد شہاب الدین الرملی المصری الانصاری متوفی ۱۵۵۰ء۔ ۴۔ معجم الاصولین ۱/۶۸، ۶۹، ۷۰ (۳۲)۔
- ۵۔ ابو عبد اللہ محمد بن حسن اللقانی، ناصر الدین (۱۳۶۸ء - ۱۵۵۱ء)۔ ۶۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۳۳، الفتح المبین ۳/۷۷۔
- ۷۔ ابو بکر تقی الدین بن شیخ الاسلام شمس الدین محمد بن ابواللطف المقدسی متوفی ۱۵۵۲ء۔ ۸۔ ایضاً الکنون ۳/۳۶۶، حدیۃ العارفین ۶/۲۳۳، معجم الاصولین ۲/۱۲، ۱۱ (۲۳۰)۔
- ۹۔ حسام الدین حسین الامامی رومی حنفی الشیمیر بقوجہ حسام۔ ۱۰۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۱۸۔

حسین الاسترآبادی حنفی (متوفی ۹۶۱ھ) ۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔ ۲

عطاء بن شعبان شروری حنفی (متوفی ۹۶۲ھ) ۳

ادیب وقاضی تھے۔ استنبول میں قاضی رہے اور بعض سلاطین عثمانیہ کی اولاد کے معلم بھی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی التلویح للفتاوانی" تالیف کیا۔ ۴

بدالعزیز المکناسی مالکی (متوفی ۹۶۳ھ) ۵

مقرب، ادیب، شاعر اور بعض دوسرے علوم میں یدِ طولی رکھتے تھے۔ مدینہ المنورہ میں شیخ القراء تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں "دار الاصول" کے نام سے ایک منظوم تالیف کیا۔ ۶

زین الدین العاطلی الشہید امامی (۹۱۱ھ-۹۶۶ھ) ۷

فقہ، اصولی، محقق اور بعض دوسرے علوم کے جاننے والے تھے۔ متعدد کتب تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تمہید القواعد الاصولیہ والفروعیہ لتفہیم مواند الاحکام الشرعیہ۔

یہ کتاب سات مجلدات میں ہے اور انہوں نے اس کتاب کی تالیف سے ۹۵۸ھ میں فراغت پائی۔ اولہ :
لحمد للہ الذی وفقنا لہمہید قواعد الاحکام الخ اس کتاب کو دو اقسام پر مرتب کیا۔ الاول : فی الاصول
لتفہیم ما یلزمہا۔ والثانی : فی تقریر المطالب الفرعیۃ منہما (منہا) مائۃ قاعدۃ اس کا ایک نسخہ کربلا میں
خطوط محمد باقر الطباطبائی میں ۶ نمبر پر اور دوسرا مکتبہ امام الجمعہ "زنجان" میں ہے۔

۲۔ الاقتصاد والارشاد الی طریق الاجتہاد۔ ۸

عرب زادہ حنفی (متوفی ۹۶۹ھ) ۹

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی صدر الشریعہ" تالیف کی۔ ۱۰

۱۔ مکمل الدین حسین بن مسعود الاسترآبادی متوفی ۱۵۵۳ء۔

۲۔ حدیث العارفین ۵/۳۱۸، مجمع الاصولین ۲/۸۲ (۳۱۶)۔

۳۔ عطاء بن شعبان الکلبی الرومی سروری۔

۴۔ حدیث العارفین ۶/۳۳۳۔

۵۔ عبدالعزیز بن عبد الواحد بن محمد بن موسیٰ المغربی المکناسی متوفی ۱۵۵۶ء مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔

۶۔ مجمع الاصولین ۲/۳۱۱ (۳۳۴)۔

۷۔ زین الدین بن علی بن احمد بن محمد بن علی انصاری الجبلی العاطلی الشامی الشہید ثانی (۱۵۰۵ء-۱۵۵۸ء)۔

۸۔ کشف الظنون ۱/۳۸۴، حدیث العارفین ۵/۳۷۸، ۳۷۹، مجمع الاصولین ۲/۱۱۳ (۳۳۹)۔

۹۔ محمد بن الواعظ محمد الانطاکی البرسوی الرومی، عرب زادہ حنفی۔ بحر ایض میں غرق ہو کر وفات پائی۔

۱۰۔ حدیث العارفین ۶/۲۳۷۔

ابن نجیم حنفی (متوفی ۹۷۰ھ)۔^۱

فقہ، محقق اور اصولی تھے۔ قاسم بن قطلوبغا حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)، صاحب حاشیہ علی شرح عبد اللطیف بن ملک المنار الانوار فی اصول الفقہ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ افتاء و تدریس کی اجازت حاصل کی، فقہ حنفی کے قواعد و ضوابط میں شہرہ آفاق کتاب "الاشباہ والنظائر" کے بھی مصنف ہیں، متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الاشباہ والنظائر، یہ کتاب قواعد فقہیہ پر مشتمل ہے۔

۲۔ فتح الغفار بشرح المنار للنسفی۔^۲

یہ کتاب "مشکاۃ الانوار فی اصول المنار" کے نام سے مشہور ہے۔ بالفاظ دیگر دونوں ایک ہی کتاب کے نام ہیں یہ کتاب جامعہ الازھر کلیہ الشریعہ الاسلامیہ کے دوسرے سال کے کورس میں شامل ہے اور یہ مفتی مصطفی البابی الحلبی، مصر سے ۱۳۵۵ھ-۱۹۳۶ء میں چھپ چکی ہے۔ فتح الغفار پر حواشی :

شیخ عبدالرحمن البحر اوی حنفی مصری (متوفی ۱۳۲۲ھ) نے اس کے بعض مقامات پر حواشی لکھے ہیں جو مشکاۃ الانوار کے ساتھ ہی چھپے تھے۔

حمد و صلوة کے بعد مشکاۃ الانوار کا آغاز یوں ہوتا ہے :

"(وبعد) فهذا شرح على (المنار) في اصول الفقه، شرعت فيه حين اقرته بالجامع الازھر و درسا بدرس سنه خمس وستين وتسعمائة، يحل الفاظه ويبين معانيه، معرضا فيه عن التطويل والاسهاب، مقتصرا فيه غالبا على كلام جماعة من محققى المتأخرين من اصحابنا: كصدر الشريعة، وسعد الدين التفتازانى، وابن الهمام، والاكمل، مبنيا للأصح المعتمد مفصحا عما هو التحقيق والأوجه وسميته بمشكاة الانوار في اصول الفقه راجيا من الله تعالى القبول، انه تعالى خير مامول، هذا وقد كنت اختصرت تحرير الاصول قبله لمولانا المحقق ابن الهمام وسميته (لب الاصول) وهو حسبي ونعم الوكيل".^۳

(وبعد : یہ کتاب "المنار فی اصول الفقہ" کی شرح ہے میں نے غیر ضروری طوالت اور شدید اختصار سے بچنا کرتے ہوئے اس کے الفاظ کی توضیح اور اس کے معانی کی تیسیر کی۔ اور یہ کام میں نے ۹۶۵ھ میں اس وقت شروع کیا۔ جب میں نے اس کتاب کو جامع الازھر میں درسا دے پڑھا تھا۔ میں نے اس کتاب کے اکثر حصے میں اپنے اصحاب میں سے بعض متأخرین کے طریقے کو اپنایا ہے جیسے الشریعہ، سعد الدین تفتازانی، ابن ہمام اور اکمل اور یہ تحقیقی کام اپنے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لحاظ سے واضح ہے۔ میں نے اس کتاب کا نام "مشکاۃ الانوار فی اصول الفقہ" رکھا۔

۱۔ زین الدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد الحلبی المصری ابن نجیم متوفی ۱۵۶۳ء۔
۲۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۷۸۔

۳۔ فتح الغفار بشرح المنار معروف بمشکاۃ الانوار، ابن نجیم، ۱/۶ مصطفی البابی الحلبی ۱۳۵۵ھ-۱۹۳۶ء۔

میں اللہ تعالیٰ سے جو خیر المرجوع ہے قبولیت کا سوال کرتا ہوں اور اس کتاب سے قبل میں نے مولانا محقق ابن الہمام کی کتاب کا اختصار کیا تھا اور اس کا نام لب الاصول رکھا تھا میرے لئے اللہ کافی اور بہتر مددگار ہے۔

۳۔ لب الاصول۔

یہ کتاب ابن الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) صاحب التحریر فی اصول الفقہ کا اختصار ہے۔ دار الکتب
المصریہ وغیرہ میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ اس کتاب لب الاصول کو انہوں نے "فتح الغفار" سے قبل
بنایا تھا، اور اس بات کی تصریح انہوں نے فتح الغفار کے مقدمہ میں کر دی تھی۔

٢- تعلیق الانوار علی اصول المنار للنسفی -

حمید العارفین میں ہے کہ انہوں نے تعلیق الانوار علی اصول المنار للنسفی بھی تالیف کیا۔ کشف الظنون میں ہے :
 "المختصر لمنار النسفی"۔

۵۔ شرح معالم الاصول - ۲

شهاب الدین عمیرہ شافعی (متوفی ۹۷۰ھ یا ۹۵۵ھ)

ان کا بیان ۹۵۵ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

ابن المعمار حنفی (متوفی ۹۷۱ھ) ۲

مدینۃ المنورہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے تعلیقہ علی حاشیہ التلویح الحسن چلبی تالیف کیا۔

محمد بن ابراہیم ابن الحسن بنی حنفی (متوفی ۹۷۱ھ) ۵

مؤرخ تھے اور کئی فنون کے ماہر عالم تھے۔ ۹۵۴ھ میں حج کیا اور دمشق جا کر علم کے فروغ میں بھرپور حصہ لیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”انوار الحلک علی شرح المنار لابن ملک“ تالیف کی۔

١. كشف القانون ١/٣٥٨، مادة العارفين ٥/٣٤٨.

ج كشف الظنون ۲/ ۱۸۲۷ء، حدیة العارفين ۵/ ۳۷۸، الفتح المبين ۳/ ۷۸، معجم الاصوليين ۲/ ۱۱۱۱ (۳۳۸)۔

۳۶۹ هـ - محمد بن محی الدین محمد رموی حنفی، ابن العماد۔

عبد اللہ رضی اللہ عنہ محمد بن ابراہیم بن یوسف بن عبد الرحمن ابن حنبل متوفی ۱۵۳۵ھ۔

كشف القنون ١/١٩٨/٢، ١٨٦٥، الفتح المبين ٣/٤٩ -

امیر بادشاہ البخاری حنفی (متوفی ۹۷۲ھ یا ۹۸۷ھ) ^۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نجاح الوصول في علم الاصول" تالیف کی۔ ^۲

ابن النجار حنبلی (۸۹۸ھ-۹۷۲ھ) ^۳

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "شرح الكوكب المنير المسمى مختصر التحرير" یا "المختبر لمنكب شرح المختصر في اصول الفقه" تالیف کی۔ یہ کتاب چار جلدوں میں دکتور محمد زحیلی اور دکتور تریسہ حماد کی تحقیق کے ساتھ مکتہ المکرمہ اور دمشق سے ایک ساتھ ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی۔ ^۴

ابن جلال التوقیعی حنفی (متوفی ۹۷۳ھ) ^۵

کئی علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ تدریسی خدمات انجام دیں۔ حلب، دمشق و مصر کے قاضی بنائے گئے، بہت سے فنون پر کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "تعليقه على تغيير التنقيح لاین کمال في الاصول" تالیف کیا۔ ^۱

ابوالثناء حنفی (متوفی ۹۷۴ھ) ^۶

فقیہ و اصولی تھے۔ ادباء و روم میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زبدة الاسرار فی شرح مختصر المنار۔ وہ اس کی تالیف سے ۹۷۴ھ میں فارغ ہوئے تھے، ۱۸۸۷ء میں قازان سے طبع ہو چکی ہے۔

۲۔ دائرة الاصول۔ ^۷

احمد الہیتمی، ابن حجر (۹۰۹ھ-۹۷۴ھ) ^۸

تفسیر، حدیث، فقہ، و اصول فقہ، فرائض، صرف، نحو، منطق وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری شافعی سے تعلیم حاصل کی بعض اساتذہ سے افتاء و تدریس کی اجازت حاصل کی، کئی کتب تالیف کیں۔

۱۔ محمد امین بن الشریف، امیر بادشاہ البخاری۔ ۲۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۳۹۔ ۳۔ محمد بن احمد بن عبد العزیز بن علی الخزرجی الحنبلی، ابن النجار۔ ۴۔ شرح الکوکب المنیر المسمی مختصر التحرير یا المختصر الجکر شرح المختصر فی اصول الفقه، ابن النجار ۹۸۸ھ۔ ۵۔ تحقیق محمد الزحیلی وزیر حماد، دمشق دار الفکر ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء اس کے علاوہ مکتہ المکرمہ جامعہ الملک عبد العزیز سے بھی اسی سن میں شائع ہوئی۔ ۶۔ صالح ابن القاضي جلال الدین التوقیعی رومی، ابن جلال متوفی ۱۵۶۵ء۔ ۷۔ حدیۃ العارفین ۵/۴۲۳، مجملہ الاصولین ۲/۱۳۸ (۱۳۷۲)۔ ۸۔ ابوالثناء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف بن ابوالبرکات الزبلی السیواسی حنفی متوفی ۱۵۶۶ء تاریخ وفات ۱۰۰۶ھ اور ۱۰۰۹ھ بھی بتائی گئی ہے۔ ۹۔ کشف الظنون ۱/۷۲۹، حدیۃ العارفین ۵/۱۵۱، الفتح المبین ۳/۸۰، مجملہ الاصولین ۱/۲۱۳ (۱۵۸)۔

۱۰۔ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی السعدی الانصاری الحنبلی ۱۵۰۳ء-۱۵۶۷ء مکہ میں انتقال فرمایا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”التعریف فی الاصلین والتصوف“ تالیف کی۔ یہ کتاب محمد بن علان الدیلمی کی ”التلطف“ کے ساتھ مکتبہ مصطفیٰ الحکمی، قاہرہ سے چھپ چکی ہے۔^۱

مصطفیٰ بن محمد بستان آفندی حنفی (متوفی ۹۷۷ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔^۳

شرف الدین العیثاوی شافعی (متوفی ۹۷۸ھ)^۴

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح الوریقات للامام الحرمین فی الاصول“ تالیف کی۔^۵

ابو اسعد والعمادی (متوفی ۹۸۲ھ)^۶

مولیٰ و فروع میں قوت کاملہ رکھتے تھے۔ بعض مسائل میں اجتہاد کرتے اور بعض دلائل میں ترجیح و تخریج کرتے، سلطان سلیمان خان اور ان کے بعد اس کے بیٹے سلطان سلیم خان آپ کا بہت اکرام و تعظیم کرتے۔ تدریس کی، قسطنطنیہ میں منصب قضا پر فائز رہے انہوں نے تیس برس سے زائد عرصہ تک قاضی کی خدمات انجام دیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ثواب الانظار فی اوائل المنار۔

۲۔ غمزات الملیح، علی مباحث قصر العام من التلویح۔^۷

احمد بن محمد الغزالی شافعی (۹۳۱ھ-۹۸۳ھ)^۸

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الہج فی مختصر المنہج من الاصول“ تالیف کی۔^۹

عبد الرحمن علمشاہ (متوفی ۹۸۷ھ)^{۱۰}

متکم و اصولی تھے۔ منصب قضا پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح منار الانوار للنسفی“ تالیف کی۔^{۱۱}

احمد الرومی قاضی زادہ حنفی (متوفی ۹۸۸ھ)^{۱۲}

تدریسی خدمات انجام دیں۔ حلب و قسطنطنیہ میں قاضی رہے، دیار رومیہ میں مفتی رہے، متعدد کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ نظم الاصولین ۱/۲۲۹ (۱۷۲)۔

۲۔ حدیۃ العارفین ۶/۳۳۵۔

۳۔ حدیۃ العارفین ۶/۵۷۳۔

۴۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۳۳، معجم الاصولین ۲/۱۲۰، ۱۲۱ (۳۵۷)۔

۵۔ حدیۃ العارفین ۵/۱۳۸۔

۶۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۳۷، معجم الاصولین ۲/۱۷۹ (۴۱۵)۔

۷۔ احمد بن محمد شمس الدین بدر الدین الارونوی قاضی زادہ، رومی حنفی شیخ الاسلام متوفی ۱۵۸۰ء۔

۸۔ مصطفیٰ بن محمد علی الرومی حنفی، بستان آفندی۔

۹۔ شرف الدین یونس بن عبدالوہاب بن احمد بن ابوبکر الدمشقی شافعی العیثاوی۔

۱۰۔ ابو اسعد دین محمد بن محمد العمدادی متوفی ۱۵۷۳ء۔

۱۱۔ احمد بن محمد بن محمد احمد الغزالی شہاب الدین الدمشقی شافعی۔

۱۲۔ علمشاہ عبدالرحمن بن صالح امیر۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے تعلیقہ علی التلویح للفتاوانی تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین کے الفاظ یہ ہیں کہ انہوں نے ”تعلیقہ علی التلویح فی کشف حقائق التنقیح فی الاصول“ تالیف کیا۔ مظہر بقائے لکھا کہ ان کے خیال کے مطابق قاضی زادہ کی اصول فقہ پر ایک دوسری کتاب بنام ”مسحکات بین صدر الشریعہ وابن کمال باشا“ بھی ہے واللہ اعلم۔^۱

احمد بن احمد السنباطی شافعی (متوفی ۹۹۰ھ)^۲

انہوں نے اپنے والد گرامی اور علماء مصر سے تعلیم حاصل کی۔ تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ اپنے زمانے کے گنے چنے علماء میں شمار کئے جاتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح المحلی للورقات“ تالیف کیا۔ الحمد کے بعد اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : وبعد فهذه حواش علی الورقات وشرحها للعلامه المحلی الخ۔ اور اختتام پزل ہوتا ہے : وليكن هذا اخر ما اردنا ايرادہ من الحواشي اللهم اجعلها خالصة وباحسان الى يده الدين۔ اس کا ایک نسخہ دارالکتب المصریہ میں (۳۰۶) نمبر کے تحت بھی موجود ہے۔^۳

فضیل بن علاء الدین الجمالی حنفی (۹۲۰ھ۔ ۹۹۱ھ)^۴
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے ”توسیع الاصول الی علم الاصول“ کے نام سے ایک مختصر متن لکھا۔ جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔ ”حامد الشارع لشرع مشارع الشرع والدين“ الخ، انہوں نے اپنی اس کتاب کو دو مقامہ یعنی اول اولہ اور دوم احکام پر مرتب کیا اور وہ اس کی تالیف سے ۹۵۸ھ میں فارغ ہوئے۔

۲۔ توسیع الاصول فی شرح تنويع الاصول۔ نام سے ہی ظاہر ہے کہ یہ ان کی اول الذکر کتاب تنويع الاصول کی شرح ہے۔^۵

احمد بن احمد التنبکٹی (۹۲۹ھ۔ ۹۹۱ھ)^۶

محدث اصولی، بیانی اور منطقی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب تالیف کی۔^۷

۱۔ کشف الظنون ۱/۳۹۸، اس میں تاریخ وفات ۹۸۸ھ ذکر ہے۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۸، معجم الاصولیین ۱/۲۳۶، ۲۳۷ (۱۷۹)۔

۲۔ احمد بن احمد عبدالحق شہاب الدین السنباطی المصری الشافعی، ان کی تاریخ وفات ۹۹۵ھ اور ۹۹۷ھ بھی بتائی جاتی ہے۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۹، معجم الاصولیین ۱/۸۳، ۸۵ (۵۳)۔

۴۔ فضیل ابن علاء الدین علی بن احمد بن محمد الجمالی الاقصری الحنفی۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۳۹، معجم الاصولیین ۱/۸۳، ۸۵ (۵۳)۔

۶۔ احمد بن احمد بن عمر بن محمد اقیق التمروری التنبکٹی، حاج احمد (۱۵۲۲ء۔ ۱۵۸۳ء)۔

۷۔ معجم الاصولیین ۱/۸۶ (۵۵)۔

الامام ابو بلی الامامی (متوفی ۹۹۳ھ) ^۱

شہید غانی کے بعض تلامذہ اور فضلاء عراق سے معقول و منقول کی تعلیم حاصل کی وہ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔
 نوکات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تعلیقات علی شرح المختصر للعصہ“ تالیف کی۔ ^۲

امام قاسم شافعی (متوفی ۹۹۳ھ) ^۳

نوکات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی شرح جمع الجوامع

انہوں نے اس کتاب کا نام ”الایات البينات“ رکھا۔ اس کے مقدمہ میں اس کی تالیف کا سبب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے جمع الجوامع اور محقق المجلی کی اس شرح پر ہونے والے اعتراضات کے اندفاع و فساد کو بیان کیا۔
 بادشہ مطبعہ بولاق سے ۱۲۸۹ھ میں چھپ چکا ہے صاحب مجملہ الاصولیین نے البوریثی کا یہ قول نقل کیا ہے :

”یجمع فیہا بین الحاشیتین لکمال بن ابی شریف وللقاضی ، زکریا ، ولہ بینہما المحاکمات العادلۃ والافادات الشاملۃ“۔

(انہوں نے اپنی اس کتاب میں کمال بن ابی شریف اور قاضی زکریا کے حاشیوں کو جمع کیا اور ان دونوں حاشیوں کے درمیان ان کے مفید اور اصح اقوال ہیں۔)

۲۔ حاشیہ علی شرح الورقات

شرح ورقات پر العبادی کے دو حاشیہ یادوشرحیں ہیں۔ الکبیر اور الصغیر، ان میں سے ”الصغیر“ مطبعہ الحلی، قاہرہ سے شائع ہوا۔
 رشاد گول کے حاشیہ پر چھپ چکا ہے اور اس طرح یہ مطبعہ الخیر، قاہرہ سے سنہ ۱۳۰۶ھ میں امام قرنی کی کتاب ”شرح التبیح“ کے حاشیہ پر چھپ چکا ہے۔ اس کتاب کے مقدمہ میں شارح نے لکھا :

”هذا شرح لطيف ومجموع شريف للورقات وشرحها للعلامة المحلی . رحمه الله يستحسنه الناظرون ويعترف بفضل المنصفون حمدا ، لخصته من شرحی الکبیر علیہما“۔

جہاں تک ”شرح الکبیر“ کا تعلق ہے تو اس کا ایک نسخہ خطیہ مکتبہ المملکیہ برلن میں ۳۳۶۳ کے تحت موجود ہے۔
 اولہ : حمد ایللیق بجلال عزتک یارب العالمین وبعد فہذا مادعت الیہ حاجۃ المتفہمین الخ۔

آخرہ : کلمات ذکرہ الذاکرون وغفل عن ذکرہ الغافلون ، مکتبہ الاحمدیہ حلب میں ۴۱۲ کے تحت ۹۹۶ھ میں ناصر الدین المنزلی کے ہاتھ لکھا ہوا منطوطہ موجود ہے اور دیگر مقامات میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔ ^۴

۱۔ امام محمد الارود بلی الاذریجانی متوفی ۱۸۸۵ء۔

۲۔ مجملہ الاصولیین ۱/۱۹۱ (۱۳۹)۔

۳۔ شہاب الدین احمد بن قاسم العبادی قاہری متوفی ۱۵۸۵ء مدینہ المنورہ میں وفات پائی۔

۴۔ مدنیہ العارفین ۵/۱۳۹، الفتح المبین ۳/۸۱، مجملہ الاصولیین ۱/۱۸۸، ۱۸۷ (۱۳۶)۔

عوض بن عبد اللہ العلایہ وی حنفی (متوفی ۹۹۴ھ) ۱۔
فقہ اور روم میں قاضی العسکر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی التلویح“ تالیف کیا۔ ۲

حبیب اللہ الشیرازی حنفی (متوفی ۹۹۴ھ) ۳

متکلم، اصولی اور منطقی تھے۔ بہت سی کتب تالیف کیں جو زیادہ تر شروح کی صورت میں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی شرح القطب الشیرازی لمختصر المنتہی تالیف کیا۔ ۴
احمد المکناسی المنجور (۹۲۶ھ-۹۹۵ھ) ۵

مظہر بقائے نیل الابتناج سے یہ عبارت نقل کی ہے :

”کان اخر فقهاء المغرب ومشار کيهم فى الفنون فقها واصولا“

(وہ مغرب کے آخری فقہاء اور ان کے فنون فقہ و اصول میں مشارکت رکھنے والے شخص تھے)

اپنے وقت کے تقریباً تمام بڑے شیوخ سے اکتساب علمی کیا۔ تاریخ، بیان منطق، اصول و حدیث، تفسیر و غیرہ سب سے بڑے عالم حافظ و عارف تھے۔ عقائد و اصول میں ید طولی رکھتے، متعدد کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : شرح المنہج المنتخب علی قواعد المذہب۔ ۱

محمد بن مصطفی الوانی (لوانی) حنفی (متوفی ۱۰۰۰ھ) ۶

مدینہ المنورہ میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”نقد الدرر حاشیہ علی الدرر والغرر لملاحسرو فی الاصول“ تالیف کیا۔ ۱

ابوالخیر الطبری (دسویں صدی ہجری کے عالم) ۷

مسجد الحرام میں مدرس تھے۔ مختلف فنون کی تعلیم و تعلم میں مصروف رہے اور کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح الودقات لامام الحرمین“ تالیف کی۔ ۸



۱۔ عوض بن عبد اللہ العلایہ وی المنوعادی۔

۲۔ حدیہ العارفین ۵/۸۰۴۔

۳۔ شمس الدین حبیب اللہ بن عبد اللہ العلوی الدہلوی، میرزا جان شیرازی متوفی ۱۵۸۶ء۔

۴۔ حدیہ العارفین ۵/۲۶، ۲۶، مجمع الاصولین ۲/۲۸، ۲۷ (۲۵۷)۔

۵۔ احمد بن علی بن عبد الرحمن بن عبد اللہ المنجور المکناسی (۱۵۲۰ء-۱۵۸۷ء) فارس میں ولادت ہوئی۔

۶۔ مجمع الاصولین ۱/۱۷۲ (۱۲۳)۔ ۷۔ محمد بن مصطفی الکورانی رومی حنفی۔

۸۔ حدیہ العارفین ۶/۲۶۰۔

۹۔ ابوالخیر بن محمد ابوالسادات بن الحب محمد بن الرضی۔ محمد حسین الطبری مالکی۔

۱۰۔ مجمع الاصولین ۲/۹۸ (۳۳۶)۔

فصل پنجم

گیارہویں صدی ہجری میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا تحقیقی تجزیہ

گیارہویں صدی ہجری میں علمی، سیاسی و دینی حالت پر ایک طائرانہ نظر

عثمانی خلیفہ سلطان مراد خان ثالث کی وفات کے بعد ۱۵۹۵ھ میں اس کا بیٹا محمد ثالث جانشین ہوا۔ اسے کئی محلات پر بغاوتوں کا سامنا کرنا پڑا، شاہ ایران نے بھی دولت عثمانیہ کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور اپنے غصب شدہ ممالک کو واپس لے لیا۔ ۱۶۰۳ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کا بیٹا احمد اول جانشین ہوا۔ سترہویں صدی کا ابتدائی زمانہ سلطنت عثمانیہ کے لئے نہایت نازک اور تشویش انگیز تھا لیکن سلطنت کی خوش نصیبی تھی کہ یورپ کی کوئی بڑی طاقت زلزلہ کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کے قابل نہ تھی۔ ۱۶۱۷ء میں احمد اول کے انتقال کے بعد دولت عثمانیہ کے راجح دستور کے خلاف اس کے بیٹے کے بجائے اس کا نااہل و ناعاقبت اندیش بھائی تخت حکومت پر بیٹھا، مگر ۱۶۱۸ء میں اس کو ہٹا کر ان کی جگہ احمد کے بیٹے عثمان کو تخت پر بٹھایا گیا مگر جب اس کے خلاف بھی بغاوتیں پھوٹ پڑیں تو صدر اعظم داؤد پاشا نے عثمان کو نظر بند کر کے پھانسی دلوادی..... ۱۶۲۳ء میں عثمان کے بھائی شہزادہ مراد رابع کو اس پر بٹھایا گیا اس وقت بہان، مصر، تونس، طرابلس اور الجزائر وغیرہ میں بغاوتیں اپنے عروج پر تھیں مگر مراد رابع نے اپنی والدہ سلطانہ کے تدبیر اور سیاسی علم و بصیرت کی بدولت مستحکم ستون بن کر گرتے ہوئے قصر سلطنت کو تھام لیا اور حافظ پاشا کو بغداد بھیج کر ۱۶۳۹ء میں اسے فتح کر دیا جہاں شاہ ایران عباس صفوی ولی بن بیٹھا تھا۔ مراد کا دور عدل و انصاف، رعایا کے تمام طبقوں میں ایمان، آسودگی اور حکومت کے ہر شعبے میں انتظام، تعمیر و ترقی سے عبارت تھا۔

۱۶۴۰ء میں ان کے انتقال کے بعد ان کا بھائی ابراہیم جانشین ہوا جس کی کاہلی، بے تدبیری، عیش پرستی نے بد نظمی و ہتک کے کنارے پر لا ڈالا البتہ اس کے دور میں ازف کی فتح ہوئی اور کویت کی فتح کی داغ بیل پڑ گئی جو محمد رابع کے لئے میں فتح کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ ان کے بعد محمد رابع (۱۶۳۸ء۔ ۱۶۸۷ء) تخت نشین ہوا مگر ملکی باگ دوڑ صدر اعظم محمد کو بریلی کے ہاتھ میں رہی جو ایک کم تعلیم یافتہ مگر سیاسی بالغ فطری اور انتظام و سلطنت میں گہری واقفیت رکھنے والا شخص تھا اس کے دور میں حکومت کے ہر شعبے میں باقاعدگی، تنظیم، انصاف، تعمیر، اصلاح و ترقی کے مناظر دکھائی دیئے گئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا ۱۶۶۱ء جانشین بنا جو رعایا کے تمام طبقوں میں نہایت ہر دل عزیز تھا اس کے زمانے میں روس کے حمایت یافتہ پولینڈ سے جنگ ہوئی اور کئی علاقے جن میں اوکراین کا تقریباً سارا علاقہ بھی شامل تھا، دولت عثمانیہ میں شامل ہو گئے۔ سلطان محمد رابع علم دوست، فنون نواز شخص تھا وہ علماء و فضلاء اور ارباب کمال کو نہایت قدرو عزت سے دیکھتا، اور پھر جب سلطان سلیمان ثانی (۱۶۸۷ء۔ ۱۶۹۱ء) کا دور آیا تو اس میں سلطنت کی گرفت ڈھیلی نظر آنے لگی۔ آسٹریا، بلغراد اور بوسنیا کے ایک بڑے حصہ پر مخالفین کا تسلط و قبضہ ہو گیا ڈلما شیا بغاوت کے زور سے خود مختار

ہو گیا مملکت کے جنوبی علاقوں کی حالت بھی کچھ اسی طرح تھی اور پھر اسی زمانے میں یہ بھی حقائق رونما ہوئے انہوں نے چھینے گئے علاقوں کو واپس لینے کی کوشش کی اور کئی مفید نتائج بھی نکلے۔^۱

دسویں صدی ہجری کے اواخر میں افریقہ تک دولت عثمانیہ پہنچ گئی دوسری طرف مغرب میں اسبانیوں کے انہوں نے اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں تسلط حاصل کر لینے کے بعد سے وہاں انقلابات، اور سیاسی ہنگامہ نہیں ہوئے علماء میں سے جو کچھ وہاں باقی رہ گئے تھے وہ علم کی ترویج و اشاعت کے لئے افریقہ ہجرت کر گئے۔ اس زمانے میں علم و فنون کی ترویج و اشاعت میں عثمانیوں نے کوئی خاطر خواہ خدمات انجام نہیں دیں۔ وہ دار الخلافہ سے مختلف شہروں کی قضاہ کے لئے قاضی روانہ کرتے۔ اس دور میں اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں بھی کوئی بنیادی کام نظر نہیں آتا اور ابابہ فقہ میں عملی اجتہاد بھی نظر نہیں آتا۔ تصنیف و تالیف زیادہ تر شرح، حواشی، مختصر و تعلیقات کی صورت میں کی گئیں۔^۲ ۱۷۰۶ء) انہوں نے کتاب "العقد الفہم" صدی کے چند مشہور اصولی مؤلفین یہ ہیں، علامہ حسن الشربلہ مصری حنفی (۱۰۶۹ء) انہوں نے کتاب "لبیان الراجع من الخلاف فی جواز التقليد" تالیف کی، علامہ الدین الحصکفی دمشقی حنفی (۱۰۸۸ء) انہوں نے کتاب "افاضۃ الانوار علی اصول المنار" تالیف کی، علامہ محمد حسن الکواکبی الحلبی حنفی (۱۰۹۶ء) انہوں نے اصول فقہ میں ایک منظومہ تالیف کیا۔ اس دور میں اصول فقہ پر نسبتاً کم تالیفات لکھی گئیں اور لکھی گئی تصنیفات زیادہ حنفی علماء کی تھیں کیونکہ انہیں دولت عثمانیہ میں ایک مقام حاصل تھا اور دولت عثمانیہ کا مذہب بھی حنفی تھا۔

گیارہویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات

محمد بن عبد اللہ خطیب التمر تاشی حنفی (متوفی ۱۰۰۴ھ)^۳

قاہرہ آ کر ابن نجیم (متوفی ۹۷۰ھ) کی شارح المنار سے تفقہ حاصل کیا بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ شرح المنار للنسفی فی الاصول، یہ شرح صرف "باب السنۃ" تک ہے۔
- ۲۔ کتاب الوصول الی قواعد الاصول
- ۳۔ شرح مختصر المنار^۴ یہ شرح ایک جلد میں ہے۔

شمس الدین الرملی شافعی (۹۱۹ھ-۱۰۰۴ھ)^۵

اپنے والد سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اپنے والد کی وفات کے بعد ان کے تلامذہ کو تفسیر، حدیث اصول وغیرہ نحو وغیرہ کی تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ افتاء شافعیہ کے منصب پر فائز ہوئے۔

۱۔ تاریخ اسلام، ابو نعیم عبد الحکیم نشر جاندھری، ص ۹۰-۸۱، ملخص لاہور کتاب منزل کشمیر بازار۔

۲۔ شمس الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن محمد الخطیب التمر تاشی الغزی متوفی ۱۵۹۶ء، غزوہ میں ولادت ہوئی۔

۳۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۶۳، الفتح المبین ۳/۸۶۔

۴۔ محمد بن محمد بن حمزہ بن شہاب الدین الرملی المصری الانصاری شافعی الصغیر (۱۵۱۳ء-۱۵۹۶ء) مصر میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج
 - ۲۔ حاشیہ علی شرح التحریر^۱
- احمد بن محمد السیوای حنفی (متوفی ۱۰۰۶ھ)

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ دائرۃ الاصول
 - ۲۔ زبدۃ الاسرار شرح مختصر المنار^۲
- ابن ابی السعد حنفی (متوفی ۱۰۰۸ھ)

انہوں نے "حاشیہ علی الدرر والغور لملا خسرو" تالیف کیا۔^۳

محمد بن یحییٰ القرانی مالکی (۹۳۹ھ - ۱۰۰۸ھ)^۴

اپنے زمانے کے رئیس العلماء اور شیخ المالکیہ رہے اور مالکی منصب قضاء پر فائز ہوئے۔ بہت سی مفید کتابیں تالیف کیں۔
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعلیق فی الاصول علی ابن الحاجب" تالیف کی۔^۵

احمد الجابری (متوفی ۱۰۰۸ھ)^۶

کئی مشہور و اہم مدارس میں تدریس کی، شام، مصر، اردن، قسطنطنیہ میں قاضی القضاۃ رہے۔ معقولات اور ان کے
قانون میں امتیازی مقام رکھتے تھے کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : حواش علی التلویح۔^۷

احمد قرہ باغی (متوفی ۱۰۰۹ھ)^۸

فضلاء میں سے تھے۔ اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد استنبول گئے قاضی العسکر مقرر ہوئے۔ فقہ وغیرہ میں کتب
تالیف کیں۔ انہوں نے "حاشیہ التلویح" تالیف کیا۔^۹

علی بن جابر اللہ مالکی حنفی (متوفی ۱۰۱۰ھ)^{۱۰}

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح التوضیح" تالیف کیا۔^{۱۱}

۱۔ الفہم ۸۴/۳۔ ۲۔ ابوالثناء شمس الدین احمد بن محمد بن عارف الزلی الرومی السیوای ہدیۃ العارفین ۱۵۰/۵۔

۳۔ مصنف بن ابوالسعد شیخ الاسلام محمد بن الرومی الحنفی ہدیۃ العارفین ۳۳۸/۶۔

۴۔ بدالدین محمد بن یحییٰ بن عمر بن یونس القرانی مالکی مصری۔ ۵۔ الفہم ۸۷/۳۔

۶۔ احمد بن روح اللہ بن ناصر الدین بن غیاث الدین بن سراج الدین الانصاری الجابری الرومی متوفی ۱۵۹۹ھ۔

۷۔ الطبقات السنیہ ۴۰۶، ۴۰۵/۱ (۱۹۳) مجمع الاصولین ۱۱۹/۱ (۸۳)۔

۸۔ ملا محمد شمس الدین قرہ باغی متوفی ۱۶۰۰ھ۔ ۹۔ مجمع الاصولین ۷۰/۱ (۴۳)۔

۱۰۔ علی بن جابر اللہ بن محمد بن ابوالحسن بن ابی بکر بن علی بن البرکات المخزومی القرشی۔ ۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۵۱/۵۔

حسن بن زین الدین شامی امامی (۹۵۹ھ-۱۰۱۱ھ)^۱

فقہ، اصولی، محدث، ادیب اور شاعر تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ معالم الدین وملاذ لمجتہدین، یہ کتاب ایران سے چھپ چکی ہے۔

۲۔ مشکاة القول السدید فی تحقیق معنی الاجتہاد والتقلید۔^۲

۳۔ تمہید القواعد الاصولیہ والعربیہ والفروغیہ لتفریع الاحکام الشرعیہ یہ کتاب ۶ مجلدات میں ہے۔^۳

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ)^۴

ہرات کے بعد مکہ آکر وہاں کے علماء سے مستفید ہوئے۔ قاضی زکریا الانصاری کے شاگرد رشید شیخ احمد مہرزی سے بھی تعلیم حاصل کی، مختلف فنون پر یادگار کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب توضیح المبانی وتنقیح المعانی تالیف کی۔ یہ زین الدین ابوالعزطاہر بن حسن بن عمر کی کتاب ”مختصر المنار“ کی شرح ہے۔ ہدیۃ العارفین میں ہے : شرح مختصر المنار لابن حبیب الحلبی فی الاصول۔^۵

حسین الخلیلی (متوفی ۱۰۱۴ھ)^۶

مشہور محققین اور علماء عالمین میں سے تھے۔ علامہ حبیب اللہ معروف بہ میرزا جان (متوفی ۹۹۴ھ) صاحب جلیب علی شرح العضد الشیرازی لمختصر المنتہی سے تعلیم حاصل کی اور وہ مختلف فنون پر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے حاشیہ علی حاشیۃ الجرجانی علی شرح العضد لمختصر ابن الحاجب تالیف کیا۔ دارالکتب المصریہ میں ۳۹۴ کے علاوہ مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔^۷

نسیمی زادہ (متوفی ۱۰۱۴ھ)^۸

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تحاریر الملحقات وتقاریر المتحققات فی شرح الورقات الامام الحرمین۔

۲۔ جامع المتفرقات من فرائد الورقات۔^۹

۱۔ ابو منصور جمال الدین حسن بن زین الدین علی الشہید العالمی شامی (۱۵۵۳ء-۱۶۰۲ء)۔

۲۔ ایضاح المکنون ۴/۳۸۸، اس میں ان کا نام حسن بن علی بن احمد البحرانی الشعمی مذکور ہے۔

۳۔ ایضاح المکنون ۳/۳۳۳، الفتح المبین ۳/۸۸، مجمل الاصولین ۲/۴۸ (۲۸۰)۔

۴۔ نور الدین علی بن سلطان محمد الحر وی متوفی ۱۶۰۵ء، ہرات میں ولادت اور مکہ میں وفات پائی۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۱، الفتح المبین ۵/۵۱۔ ۶۔ حسین (حسن) الحسینی الخلیلی متوفی ۱۶۰۵ء۔

۷۔ مجمل الاصولین ۲/۶۳ (۲۹۶)۔ ۸۔ شیخ ابراہیم بن سید النکباری الرومی نسیمی زادہ۔ ۹۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۱۔

امام الکاملیہ شافعی (متوفی ۸۷۴ھ یا ۱۰۱۵ھ)

ان کا بیان ۸۷۴ھ تاریخ وفات کے تحت گزر چکا ہے۔

مؤلف مصطفیٰ العینی حنفی (متوفی ۱۰۱۶ھ) ^۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "حداائق الاصول" تالیف کی۔ ^۲

مؤلف مصطفیٰ چلبی حنفی (متوفی ۱۰۱۷ھ) ^۳

انہوں نے اصول فقہ میں حواش علی صدر الشریعہ تالیف کئے۔ ^۴

مؤلف محمد الفار سکوری شافعی (متوفی ۱۰۱۸ھ) ^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب "جوامع الاعراب و جوامع الاداب" تالیف کی اور اس میں جمع الجوامع بطور کیا۔

۲۔ جمع الهوامع، یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔ ^۶

مؤلف عبد الجبار القرہ باغی (متوفی ۱۰۲۳ھ) ^۷

استنبول کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے تعلیقہ علی صدر الشریعہ تالیف کیا۔ ^۸

مؤلف احمد الحمیدی الرومی (متوفی ۱۰۲۴ھ)

قدس میں قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح الغرر والدرر لملاحسرو فی الاصول" تالیف کی۔ ^۹

نصیر بن طور خان الاقصراری حنفی (متوفی ۹۵۱ھ - ۱۰۲۵ھ) ^{۱۰}

فقیہ، باحث اور کئی علوم میں مہارت رکھتے۔ استانہ میں تعلیم حاصل کی۔ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں پر عبور رکھتے۔
نصیر میں قاضی رہے، کئی کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ محمد بن مصطفیٰ التمر وی الرومی حنفی حنفی۔ ۲۔ حدیث العارفین ۶/۲۶۷۔

۳۔ مصطفیٰ چلبی بن البرسوی حنفی۔ ۴۔ حدیث العارفین ۵/۳۳۹۔

۵۔ عراق الدین عمر بن محمد بن ابوبکر الفار سکوری مصری حنفی شافعی۔

۶۔ حدیث العارفین ۵/۹۶۷۔ ۷۔ محمد بن عبد الجبار القرہ باغی الاصول، عبد الجبار زاده، قسطنطنیہ میں پیدا ہوئے۔

۸۔ حدیث العارفین ۶/۲۷۰۔ ۹۔ حدیث العارفین ۵/۱۵۳۔

۱۰۔ حسن بن طور خان بن داؤد بن یعقوب الاقصراری کافی (۱۵۳۳ء - ۱۶۱۶ء) اقصر میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ سمت الوصول الى علم الاصول و شرحه . حدیہ العارفین میں ”سمط“ (باطاء) مذکور ہے شاید کتابت کی غلطی ہو اور یہ کتاب النسفی کی ”المنار“ کا مختصر ہے اور کشف الظنون میں اس کتاب پر ان الفاظ کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے :

” (منار الانوار للنسفی) لا یخلو من نوع التعقید والحشو والتطویل ، فحرره ورتبه علی ابلغ نظام و ترتیب بزيادة التوضیح والتفصیح“ .

(منار الانوار للنسفی) پیچیدگی یا فائدہ کا نام، اور غیر ضروری طوالت سے خالی نہیں ہے اس کتاب کو انہوں نے بہترین انداز میں ترتیب دے کر تحریر کیا اور انہوں نے اپنی اس کتاب کو التوضیح والتفصیح کی ترتیب پر مرتب کیا ہے (مکتبہ الازہر یہ (۸۹۷) اور ۱۲۳۶ (۱۵۸۲) کے علاوہ دیگر مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۲۔ شرح تغییر التفتیح۔^۱

احمد بن علی الاربدیسی مالکی (۹۷۱ھ - ۱۰۲۷ھ)^۲

فقیہ تھے، فاس میں تعلیم حاصل کی۔ علم الوثائق والا حکام میں کمال حاصل کیا اور واپس شغفشاوان لوٹ آئے اور وہاں کے خطیب امد کی بار قاضی بنائے گئے کئی کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے نے کتاب ”تقییدات فی الفقہ والاصول“ تالیف کی۔^۳

قاسم بن محمد زیدی (متوفی ۱۰۲۹ھ)^۴

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الاساسی المتکفل بکشف الالتباس فی الاصول۔^۵

۲۔ مرقاة الوصول الى علم الاصول۔^۶

شرح مرقاة الوصول : قاسم بن محمد زیدی کے پوتے محمد بن الحسن بن القاسم (متوفی ۱۰۷۹ھ) نے ان کا شرح لکھی اور اس کا نام ”التسهیل“ رکھا۔^۷

۱۔ کشف الظنون ۲/ ۱۸۲۳ حدیہ العارفین ۱/ ۲۹۱ اس میں ان کا نام حسن بن عبد اللہ الاقصاری القاضی الحنفی الزاہد المعروف یحییٰ ابن الزاہد ہے۔ معجم الاصولین ۲/ ۴۳ (۳۷۴)۔

۲۔ ابوالعباس احمد بن علی بن احمد بن علماء الحسینی الشریف (۱۵۶۳ء - ۱۶۱۸ء) شغفشاوان میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ معجم الاصولین ۱/ ۱۶۶ (۱۱۷)۔

۴۔ امام منصور باللہ الزیدی قاسم بن محمد بن علی بن محمد بن علی بن رشید، صاحب السنن۔

۵۔ حدیہ العارفین ۵/ ۸۳۳۔

۶۔ ایضاح المکنون ۳/ ۳۶۹۔ حدیہ العارفین ۵/ ۸۳۳۔

۷۔ ایضاح المکنون ۳/ ۳۶۹۔

بہاء الدین العالی امامی (۹۵۳ھ-۱۰۳۱ھ)۔^۱

امام، عالم اور ادیب تھے۔ ان کے والد ان کو ساتھ لے کر بلاد عجم منتقل ہو گئے تھے۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی شرح العصیدہ لمختصر الاصول۔^۲

۲۔ الزبدۃ فی الاصول۔^۳

براہیم الحکفی ابن الملا شافعی (متوفی ۱۰۳۲ھ)۔^۴

ادیب تھے۔ صاحب اشعار و کتب ہیں۔ اپنے والد اور پھر علماء دمشق سے علم و اجازت حاصل کی اور پھر واپس
عرب آئے۔ گوشہ نشینی اختیار کر لی اور پھر صرف تلاوت، قرآن، مطالعہ اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے تھے اس
دوران کئی عمدہ کتب تالیف کیں جو زیادہ تر فقہ، منطق میں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : امام الحرمین کی الورقات پر مندرجہ ذیل تین شروح لکھیں :

۱۔ "کفایۃ الرقاة الی معرفة عرف الورقات" یہ ایک مختصر شرح ہے۔

۲۔ "التحاریر المملحات والتقاویر المملحات" یہ ایک متوسط شرح ہے۔

۳۔ "جامع المتفرقات من فوائد الورقات" یہ ایک مطول شرح ہے۔

آغاز یوں ہے : "حمد الممن من علینا بالاهتداء والوصول الی حقائق ورقات الاصول" الخ
تم الاصولیین میں اس کے کئی مقامات پر نسخوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۴۔ منح ذی اللب السرح بین فوائد اللب والشرح دار الکتب المصریہ (الیموریہ ۲۶۰ مجامیع)
(۱۱) میں مؤلف کے خط میں اس کا نسخہ موجود ہے جو آخر سے ناقص ہے۔

۵۔ اور "شرح اللب" فی الاصول للعلامہ محمد بن احمد الانصاری القاہری^۵

عبد القادر الطبری شافعی (۹۷۶ھ-۱۰۳۳ھ)۔^۶

ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۳ھ) شارح مختصر المنار لزمین الدین وغیرہ سے اخذ علم کیا۔ تدریس، افتاء و تصنیف
خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۔ بہاء الدین محمد بن حسین بن عبد الصمد بن عز الدین الحارثی العالی (۱۵۳۷ء-۱۶۲۲ء) کعبک میں ولادت اور اصفہان میں وفات پائی۔

۲۔ حدیۃ العارفین ۲/۶-۲۷۳۔ سح الفح المبین ۹۱/۳۔

۳۔ براہیم بن احمد بن محمد بن علی بن الملا الحکفی شافعی، ابن الملا متوفی ۱۶۲۳ء حلب میں ولادت و وفات ہوئی۔

۴۔ کشف الظنون ۲/۲-۲۰۰۶، حدیۃ العارفین ۵/۳۰، عجم الاصولیین ۱/۲۳، ۲۵، (۵)۔

۵۔ عبد القادر بن محمد بن یحییٰ بن کرم الطبری الحنفی الشافعی (۱۵۶۸ء-۱۶۲۳ء) مکہ میں ولادت و وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الاقلیل فی التقلید“ تالیف کی۔^۱
 حسان زادہ حنفی (متوفی ۱۰۳۵ھ)^۲
 مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ حاشیہ علی صدر الشریعہ۔ ۲۔ حاشیہ علی التلویح۔^۳
- ابن الأھدل حنفی (۹۸۴ھ-۱۰۳۵ھ)^۴
- عالم اور بہترین ادیب تھے۔ اور کئی علوم کے عارف تھے، کئی کتابوں کے مصنف تھے۔
- مؤلفات اصولیہ : نظم الوراقات فی اصول الفقہ^۵
- عبدالرحمن بن محمد القصری مالکی (۹۷۲ھ-۱۰۳۶ھ)^۶
- نحو، لغت، تفسیر، فقہ اصول، کلام، منطق، بیان اور موسیقی کے عالم تھے۔
- مؤلفات اصولیہ : اصول میں ”حاشیہ علی المحلی“ تالیف کیا۔^۷
- مولی عثمان بن عبداللہ الرومی حنفی (متوفی ۱۰۳۶ھ)^۸
- مکہ المکرمہ میں قاضی بنائے گئے۔

مؤلفات اصولیہ : تسہیل مرقاة الوصول الی علم الاصول، یہ ایک مجلد کی صورت میں ہے۔ آغاز میں لکھا ہوتا ہے : ”الحمد لله الذی هدانا لحدینہ“ الخ۔ ایضاً المکنون میں ہے :

”وهو ترجمة المرأة على المرقاة لملا خسرو فی مجلد مطبوع“
 (اور وہ کتاب مرآة علی المرقاة لملا خسرو کی شرح ہے جو ایک مجلد میں مطبوع ہے۔)^۹

ہدایۃ اللہ العلائی (متوفی ۱۰۳۹ھ)^{۱۰}

مؤلفات اصولیہ : تعلیقہ علی التلویح للفتاوانی فی الاصول۔^{۱۱}

- ۱۔ معجم الاصولین ۲۲۳/۹ (۳۵۵)۔
- ۲۔ مصطفیٰ بن حسام الدین حسین بن محمد بن حسام الدین البیرونی الرومی حسام زادہ۔
- ۳۔ ہدیۃ العارفین ۳۳۹/۶۔
- ۴۔ ابوبکر بن ابوالقاسم بن احمد بن محمد الحسینی النعمانی الصوفی ابن الاحمد، الحنفی (۱۵۷۶ء-۱۶۲۶ء)۔
- ۵۔ ہدیۃ العارفین ۲۳۹/۵، معجم الاصولین ۸/۲ (۲۳۷)۔
- ۶۔ ابوزید عبدالرحمن بن محمد بن یوسف القصری الفاسی (۱۵۶۳ء-۱۶۲۱ء) قاس میں ولادت ہوئی۔
- ۷۔ الفتح المبین ۹۲/۳، معجم الاصولین ۱۹۰/۲ (۳۲۶)۔
- ۸۔ مولی عثمان بن عبداللہ النکوی الرومی حنفی۔
- ۹۔ ایضاً المکنون ۲۸۸/۳، ہدیۃ العارفین ۶۵۷/۵۔
- ۱۰۔ ہدایۃ اللہ بن محمد العلائی الرومی حنفی۔
- ۱۱۔ ہدیۃ العارفین ۵۰۷/۶۔

ابن لقمان النعمانی الزییدی (متوفی ۱۰۳۹ھ) ^۱

فقیر اور زیدی مجتہد تھے اپنے زمانے کے جید علماء سے اکتساب فیض کیا۔
تولقات اصولیہ :

۱۔ الکاشف لذوی العقول عن وجوه معانی الکافل بنیل السؤل فی علم الاصول، لمحمد بن بھران، اس کتاب میں منہاج الوصول الی معیار الاصول اور اسنوی کی القسطاس المقبول وغیرہ سے نقل پر اعتماد کیا گیا ہے۔ دار الکتب المصریہ کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی اس کے نسخے موجود ہیں۔

۲۔ "شرح الفصول الذلویہ فی اصول فقہ العترۃ النبویہ" لابراہیم الوزیری۔

۳۔ "شرح مرقاة الاصول" للامام قاسم۔

۴۔ "شرح اوائل المنہاج" (منہاج الوصول الی تحقیق کتاب معیار العقول فی علم الاصول) لاحمد بن یحیی المرتضی۔

۵۔ شرح الأساس ^۲

ابن زادہ حنفی (۹۷۷ھ-۱۰۴۰ھ) ^۳

اپنے زمانے کے مشہور متاخرین اور علماء روم میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ اجد علماء و شیوخ سے علم حاصل کیا، کئی مشہور مدارس میں تدریس کی۔ شام، مصر، بروسہ، دمشق اور قسطنطنیہ میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔

تولقات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی شرح المنار لابن ملک فی الاصول، الکشاف کے مطابق انہوں نے کتاب "نتائج الافکار علی شرح المنار" تالیف کی تھی۔

۲۔ حاشیہ علی الدرر والغرر ^۴

ابراہیم بن ابراہیم اللقمانی مالکی (متوفی ۱۰۴۱ھ) ^۵

علم حدیث، روایت، وکلام وغیرہ میں تبحر علمی تھا۔ اپنے زمانے میں مشکلات اور فتاویٰ کے حوالے سے عوام کا مرجع تھے تدریس و افتاء میں زیادہ تر وقت گزارتے، بہت سی کتابیں تصنیف کیں جو مختلف فنون پر ہیں۔

۱۔ علی الاسلام احمد بن محمد بن لقمان بن احمد بن شمس الدین الامام المحدثی، احمد بن یحیی متوفی ۱۶۳۰ء۔

۲۔ مدیۃ العارفین ۵/۱۵۷، معجم الاصولین ۱/۲۲۶، ۲۲۷ (۱۶۹)۔

۳۔ مصطفیٰ بن محمد عزیزی زادہ (۱۵۶۹ء-۱۶۳۰ء)۔

۴۔ مدیۃ العارفین ۶/۴۳۰، الفتح المبین ۳/۹۳، الکشاف عن مخطوطات خزائن کتب الاوقاف، ۱/۱۰۶ (۱۳۷۸) علم اصول الفقہ، محمد اسعد طلحہ بغداد اردلانوی ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء۔

۵۔ دعان الدین ابراہیم بن ابراہیم بن حسن بن علی اللقمانی، محمد بن حارون مالکی متوفی ۱۶۳۱ء۔

مؤلفات اصولیہ : حاشیہ علی جمع الجوامع تالیف کیا اور اس کا نام البدور اللوامع من خدور جمع الجوامع رکھا۔ مگر یہ کتاب نا مکمل رہی، بسملہ کے بعد آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے :

”الحمد لله على أفضاله، والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله ورضي الله عن التابعين“ الخ اختتام ان کلمات سے ہوتا ہے :

”لكن فيه حذف الجار مع بقا الجر في المجرور، وهو ضعيف، والله سبحانه وتعالى اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب“۔

مکتبہ جامعہ ام القرى (۲۰۲) کے علاوہ مختلف مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

احمد الغنیمی الانصاری حنفی (۹۶۴ھ-۱۰۴۴ھ)۔

علم معقول و منقول میں کمال حاصل تھا۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری (متوفی ۹۲۶ھ)، صاحب لب الاصول لمختصر من جمع الجوامع، اور احمد بن قاسم العبادی شافعی (متوفی ۹۹۴ھ) صاحب الايات البينات (یثرب) جمع الجوامع پر حاشیہ ہے) وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف علوم پر کتب تالیف کیں۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح المحلی لجمع الجوامع“ تالیف کیا۔ زر کلی نے لکھا :

”له شروح و حواش في الاصول“۔

(اصول میں ان کی شروح و حواشی ہیں)۔

صلاح بن احمد المؤیدی الزیدی (متوفی ۱۰۴۸ھ)۔

فقیہ، شاعر اور بعض دوسرے علوم کے عالم تھے۔ صرف ۲۹ برس عمر پائی، لیکن اللہ نے ان پر خاص عنایت فرمائی اور وہ اس کم عمری میں کئی علوم پر مہارت رکھتے اور کئی کتابیں تصنیف کیں۔ مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قنطرة الوصول الى علم الاصول، مکتبہ جامع الکبیر صنعاء میں ۱۹۷۷ء میں اس کا نسخہ موجود ہے۔

۲۔ شرح الفصول في علم الاصول لصارم الدين ابراهيم الوزير۔

۱۔ حدیۃ العارفین ۵/۳۰، معجم الاصولین ۱/۱۹، ۲۰، ۵۱۔

۲۔ احمد بن محمد بن علی شہاب الدین بن شمس الدین بن نور الدین الغنیمی الانصاری، الخرزجی المصری الحنفی (۱۵۵۷ء-۱۶۳۳ء)۔

۳۔ معجم الاصولین ۱/۲۲۲ (۱۶۵)۔

۴۔ صلاح بن احمد بن محمدی المؤیدی الحنفی الزیدی الیمانی (۱۶۱۰ء-۱۶۳۸ء)۔

۵۔ معجم الاصولین ۲/۱۳۵ (۳۸۰)۔

ابن الیمنی الزیدی (۹۹۹ھ-۱۰۵۰ھ) ۱۔

اپنے والد اور اپنے زمانے کے دوسرے علماء سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ بہت سے علوم میں ماہر ہو گئے۔ دقائق ہول، بیانہ، مطلقہ و نحو یہ کی گتھیاں سلجھانے میں شہرت پائی۔

۲۔ نکات اصولیہ :

۱۔ غایۃ السؤل فی علم الاصول المشید لمذهب ائمة الرسول، ہدیۃ العارفین میں اس طرح ہے : کتاب الغایۃ فی الاصول۔

۲۔ ہدیۃ العقول الی غایۃ السؤل۔ یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔

۳۔ امام شاکانی نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا :

"وہو کتاب نفیس یدل علی طول باع مصنفہ وقوة ساعده وتبحره فی الفن، اعتصرہ من مختصر المنتهی وشروحه وحواشیہ، ومن مؤلفات ابائہ من الانمة فی

الاصول...."

(یا ایک بہترین کتاب ہے۔ جس سے مصنف کی اس فن میں وسعت علمی اور مضبوط گرفت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان کی یہ کتاب درحقیقت مختصر المنتہی اور اس پر اب تک لکھے جانے والے حواشی اور شروح کا اور ان کے ائمہ اسلاف کی اصول فقہ پر کتاب کا نچوڑ ہے)

اور پھر آگے چل کر فرمایا کہ :

"ولم یکن الان فی کتب الاصول من مؤلفات اهل الیمن مثله، ومع هذا فهو الفہ وهو یقود الجیوش ویحاصر الاتراک فی کل موطن"۔ ۱۔

(آج تک اہل یمن نے اصول فقہ میں اس کی مثل کوئی کتاب نہیں لکھی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ وہ فوجی لشکر کی قیادت کرنے اور جگہ-جگہ اتراک کا محاصرہ کرنے کے باوجود بے مثال کتابیں تصنیف کر لیتے تھے)

۲۔ دارکتب العصریہ (التیسوریہ) ۱۹۹ کے علاوہ کئی مکتبوں میں غایۃ السؤل کے نسخے موجود ہیں اور اسی طرح ہدیۃ العقول کے نسخے مکتبہ جامعہ الملک سعود ریاض ۱۵۳۹ کے علاوہ دیگر مقامات میں بھی موجود ہیں۔

۳۔ ہدیۃ العارفین میں ہے کہ انہوں نے کتاب "کفایۃ السؤل فی علم الاصول" بھی تالیف کی۔ ۲۔

۴۔ اور پھر ساتھ ہی لکھا کہ انہوں نے "ہدیۃ العقول فی شرح کفایۃ السؤل المذكور" تالیف کی۔ ۳۔

۱۔ ابن بن الامام القاسم بن محمد بن علی۔

۲۔ ایضاً المکتون ۳/۲۱، ۳۷۱، ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۲، مجمل الاصولین ۲/۶۶-۷۷ (۳۱۱)۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۲، ۵۳۹۔ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۲۲۔

ایضاح المکنون میں دو الگ الگ مقامات میں اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ ایک جگہ اس طرح مذکور ہے :

کفایۃ السؤل فی علم الاصول تالیف حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی المتوفی سنہ ۱۰۵۰ھ شرحہا عبدالرحمن بن محمد بن شرف الدین الحجا فی الیمنی المتوفی سنہ ۱۰۵۳ھ۔ ۱

(کفایۃ السؤل فی علم الاصول حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی متوفی سنہ ۱۰۵۰ھ کی تالیف ہے۔ عبدالرحمن بن محمد بن شرف الدین الحجا فی الیمنی متوفی سنہ ۱۰۵۳ھ نے اس کی شرح لکھی۔)

جبکہ دوسری جگہ اس طرح ذکر کیا :

ہدایۃ العقول شرح کفایۃ السؤل فی علم الاصول۔ کلاهما تالیف السید حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی الزیدی المتوفی سنہ ۱۰۵۰ھ۔ ۲

(حمدلیۃ العقول شرح کفایۃ السؤل فی علم الاصول۔ دونوں سید حسین ابن الامام قاسم بن محمد بن علی الیمنی الزیدی متوفی سنہ ۱۰۵۰ھ کی تالیف ہیں۔)

دکتور مظہر بقا کی تحقیق کے مطابق صرف اول الذکر دو کتابیں غایۃ السؤل اور اس کی شرح ہدایۃ العقول ان کی کتابیں ہیں۔ انہوں نے البدور الطالع اور خلاصۃ الاثر پر اعتماد کیا ہے۔ مگر ایضاح المکنون کی دو الگ الگ عبارات ان طرح ہدیۃ العارفین کی دو الگ الگ مقامات کی عبارات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کفایۃ السؤل اور اس کی شرح سمین چاروں کتابیں ان ہی کی تصنیف ہیں۔ واللہ اعلم

ابوالعباس الدلائلی (متوفی ۱۰۵۱ھ)

اپنے والد، بھائی اور دیگر علماء سے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے شرح علی مختصر ابن الحاجب فی الاصول تالیف کی۔

عبدالخلیم الرومی (متوفی ۱۰۵۱ھ)

فقیر اصولی، اور بوسنہ میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح المنار للنسفی فی الاصول“ تالیف کی۔

محمد بن عبدالعظیم المورومی حنفی (متوفی ۱۰۵۲ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب القبول السدید فی بعض مسائل احکام الاجتهاد والتقلید تالیف کی اور وہ اس کی تالیف سے ۱۰۵۲ھ میں فارغ ہوئے۔ آغاز یوں ہوتا ہے : الحمد للہ ارنا الحق حقاً واهدانا لاتباعہ وارنا الباطل باطلا ووفقنا لاجتنابہ۔

مجدد الرحمن الحجافی (متوفی ۱۰۵۳ھ) ۱۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح علی کفایۃ السؤل فی علم الاصول“ تالیف کی۔ کفایۃ السؤل
یہ یمن ابن الامام قاسم بن محمد الیمنی (متوفی ۱۰۵۰ھ) کی تالیف ہے۔

نور بن علی الوارداری حنفی (متوفی ۱۰۵۵ھ)

انہوں نے کتاب مثاقب الدرر والغرر السلاخسرو تالیف کی۔

ابن النقیب الحلبی حنفی (۱۰۵۶ھ)

انہوں نے ”حاشیہ علی الغرر الدرر لمصلاخسرو فی الفقہ“ تالیف کیا۔

ابن الحسن السبحلماسی (متوفی ۱۰۵۷ھ)

حصول علم کے لئے مصر و فاس کے سفر کئے، فاس کے مفتی بنائے گئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مسالک الوصول فی مدارک الاصول

۲۔ منظومۃ فی الاصول

۳۔ نظم اصول الشریف التلمسانی محمد بن احمد بن علی مالکی (متوفی ۱۰۷۷ھ) جو شریف تلمسانی سے مشہور
ہیں انہوں نے کتاب ”مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول“ تالیف کی تھی۔ اس کو ابوالحسن
السبحلماسی نے منظوم کیا۔

ابن علان الصدیقی شافعی (۹۹۶ھ-۱۰۵۷ھ)

مفسر، محدث اور فقیہ تھے۔ صرف اٹھارہ برس کی کم عمری میں مسند افتاء پر بیٹھے چوبیس برس کی عمر میں علم و عمل،
دایت و درایت کا جامع ہو گئے۔ حفظ و معرفت حدیث، اور کثرت مؤلفات میں امام جلال الدین سیوطی سے مشابہت
کئے تھے۔ المرائی نے شیخ عبدالرحمن الخجازی کا قول نقل کیا کہ انہوں نے انہیں اپنے زمانے کا سیوطی قرار دیا ہے
انہوں نے کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التلطف فی الوصول الی التعرف فی الاصول ۲۔ نظم مختصر المنار فی اصول الحنیفة

۱۔ دارالمابق، ص ۳۵۳، ۳۵۵۔ ۲۔ النضاح المکنون، ۱۵۶/۳، ہدیۃ العارفین، ۸۸/۶، الدبیاج، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ۔

۳۔ ۳۷۵، ۳۷۶، بیروت دارالکتب العلمیہ، ۱۳۱۷ھ، الفتح المبین، المرائی، ۲/۲۶۔

۴۔ الدبیاج، ابن فرحون مالکی ص ۳۰۶، الفتح المبین، المرائی، ۲/۵۱۔

۵۔ ابرہان فی اصول الفقہ، امام الحرمین الجوزی متوفی ۷۸۸ھ، ص ۵۸، مصر دارالوفاء للطبع، ۱۳۱۲ھ۔

محمد بن علی الحنفی الشافعی (متوفی ۱۰۵۹ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح الزبدة فی الاصول“ تالیف کیا۔

یاسین بن زین الدین العلیمی شافعی (متوفی ۱۰۶۱ھ)^۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح التوضیح“ تالیف کیا۔^۲

احمد بن یحییٰ الصعدی زیدی (متوفی ۱۰۶۱ھ)^۳

فقیر اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ صعدہ میں انتقال ہونے تک قاضی رہے۔ کئی فنون پر آپ کی مؤلفات ہیں۔
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الانوار الہادیہ“ تالیف کی۔ ان کی یہ کتاب ”شرح الکامل“^۴ معروف ہے مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں اصول فقہ ۲۲-۲۳ نمبر کے تحت اس کا نسخہ موجود ہے۔ بسملة اور دیباچہ کے بعد آواز ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے :

”وبعد فلما کان معرفة الحلال والحرام سبب الصلاح فی القوام والنجاح....“

اختتام ان کلمات کے ساتھ ہوتا ہے :

”واختتم لنا بالحسنى حتى نادى فی الحشر (ان تلکموا الجنة اور ثموا بما کتم تعلمون)“^۵

محمد بن النقیب البیرونی شافعی (متوفی ۱۰۶۳ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”فتح التجلی علی المنہاج والمحلّی“ تالیف کی جس سے مغز ایضاح المکنون میں ہے : ”وہو حاشیہ علی شرح المحلّی للمنہاج“^۶

حسین خلیفہ امامی (۱۰۰۱ھ-۱۰۶۳ھ)^۷

اکابر علماء امامیہ میں سے تھے کئی علوم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ کئی سلاطین کے وزیر رہے اور کئی فنون پر آپ کی مؤلفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی معالم الاصول، مکتبہ اصفیہ حیدرآباد دہندہ ۴۴ کے علاوہ کئی مکتبوں میں اس کے نسخے موجود ہیں۔

۲۔ حاشیہ علی شرح المختصر للعصّد۔^۸

۱۔ یاسین بن زین الدین ابو بکر بن محمد بن شیخ علیم الحمصی علمبی، مصر میں وارد تھے۔ ج۔ حدیث العارفین ۶/۲۳۸۔

۲۔ احمد بن یحییٰ حابس البیرونی الصعدی متوفی ۱۰۶۵ھ۔ ج۔ معجم الاصولیین ۱/۲۳۳، ۲۳۵، (۱۷۸)۔

۳۔ محمد بن النقیب البیرونی، دیماط میں وارد تھے، ایضاح المکنون ۳/۱۶۰۔ ج۔ علماء الدین سلطان العلماء حسین بن محمد بن ابو

ابوطالب الحسینی نسیا، الرعشی الاطالی اصلاً، الاصفہانی منشأ و موطناً، خلیفہ سلطان (۱۵۹۳ء-۱۶۵۳ء) نجف میں مدفون ہیں۔

ج۔ معجم الاصولیین ۲/۸۱، ۸۲ (۳۱۵)۔

جواد الکاظمی (متوفی ۱۰۶۵ھ) ۱۔

فقہ اصول اور دوسرے کئی علوم کے عالم تھے۔ البھائی العالی کے شاگرد تھے۔ بغداد کے اہل کاظمین میں سے تھے، ایران کا سفر کیا، اور شیخ الاسلام کے مرتبہ کو پہنچے۔ فقہ، حساب و افلاک وغیرہ پر کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے اپنے شیخ البھائی العالی کی زیۃ الاصول کی شرح لکھی اور اس کا نام غایۃ المامول رکھا جو تقریباً چودہ ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو اپنے شیخ کی زندگی میں بلکہ ان کے حکم پر تالیف کیا تھا۔ جامعہ پنجاب، نو اور الخطوط العربیہ (۱۰۰۹) کے علاوہ کئی مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں ۲۔

ابراہیم سیالکوٹی حنفی (۹۸۸ھ - ۱۰۶۷ھ) ۳۔

ہند کے بادشاہ شاہ جہاں کے یہاں رئیس العلماء تھے۔ بہت سے موضوعات پر قلم اٹھایا اور عمدہ کتب تالیف کیں، حاشیہ تعلیقہ وغیرہ کی صورت میں بھی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ:

۱۔ حاشیہ علی التلویح علی المقدمات الأربع فقط، یہ کتاب ہند سے ۱۲۲۹ھ میں چھپ چکی ہے۔

۲۔ حاشیہ علی الحسامی۔ ۴۔

ابراہیم شافعی (متوفی ۱۰۶۹ھ) ۵۔

فقیہ و محدث تھے۔ شمس الدین الرملی شافعی (متوفی ۱۰۰۴ھ) صاحب حاشیہ علی شرح التحریر کی خدمت میں تین دن تک رہ کر تعلیم حاصل کرتے رہے اور دیگر مشہور مشائخ سے بھی مستفید ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے حاشیہ علی شرح الوردات للمحلی تالیف کیا، اس کا ایک نسخہ مکتبہ المملکیہ برلن ۱۳۶۷ھ میں موجود ہے۔

آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے:

”الحمد لله مانح الصواب لطالبه..... وبعد فهذه حواش لطيفة على شرح الوردات.....“

اختتام یوں ہے: ”اللفظ يحمل على معناه الشرعي ثم العرفي ثم اللغوي“. واللہ اعلم

۱۔ جواد (محمد جواد) بن سعد (سعید) بن جواد البغدادی الکاظمی، فاضل جواد متوفی ۱۶۵۵ھ۔

۲۔ الصلاح المکتوب ۴/۱۴۰، حدیۃ العارفین ۵/۲۵۸، اس میں ان کا نام جواد بن سعد اللہ ہے، معجم الاصولین ۲/۲۳ (۲۵۳)۔

۳۔ ابراہیم بن شمس الدین محمد ملک العلماء سیالکوٹی (۱۵۸۰ء - ۱۶۵۶ء)۔

۴۔ حدیۃ العارفین ۵/۵۰۳، الفتح المبین ۳/۹۸، معجم الاصولین ۲/۱۶۴ (۳۹۹)۔

۵۔ احمد بن احمد بن سلامہ القلیوبی المصری متوفی ۱۶۵۹ھ۔

اس کے نسخوں میں سے ایک نسخہ مکتبہ الازہریہ میں (۱۰۸۴) - تقابلاً ۲۸۵۱۳ م میں بھی موجود ہے۔^۱
الشری بلائی حنفی (۹۹۴ھ - ۱۰۶۹ھ)^۲

فقیہ تھے، جامعہ الازہر میں مدرس تھے۔ خلق کثیر آپ سے مستفید ہوئی، مختلف موضوعات پر کتب تالیف کیں۔
مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "العقد الفريد بيان الراجع من الخلاف في التقليد" تالیف کی۔ مکتبہ
الازہریہ ۱۸۰۶ء، أمبانی ۲۸۲۶۵ کے علاوہ بھی کئی مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ آغاز: الحمد لله الذي
جعل هذه الامه خيرامة اخرجت للناس الخ سے ہوتا ہے۔^۳

عبد السلام الديوی (متوفی ۱۰۶۹ھ)^۴

معقول و منقول کے جامع عالم تھے۔ اپنے شہر میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد لاہور آئے اور مفتی عبد السلام لاہوری سے
زانوئے تلمذ طے کیا یہاں تک کہ فقہ، کلام اور اصول میں کامل و سترس حاصل ہو گئی۔ ایک زمانہ تک لاہور میں تدریس کرتے
رہے پھر سلطان شاہجہاں کے یہاں مفتی العسکر مقرر ہوئے اور پھر اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور لاہور میں مقیم ہو گئے۔
مؤلفات اصولیہ:

۱۔ حاشیہ علی التحقيق

۲۔ شرح المنار (الاشراحات المعالیہ)^۵

سید صلاح الدین بن احمد الشریف یمنی (۱۰۱۵ھ - ۱۰۷۰ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب شرح الفصول من علم الاصول لصارم الدین ابراہیم الوزیر تالیف کی۔^۷
نوح بن مصطفی القنوی حنفی (متوفی ۱۰۷۰ھ)^۸

فقیہ تھے۔ قاہرہ کا سفر کیا، انہوں نے کتاب "نتائج النظر في حواشي الدرر لملا خسرو في الفروع" تالیف کی۔^۹
علی بن صلاح الصعدی زیدی (متوفی ۱۰۷۰ھ تقریباً)^{۱۰}

مؤلفات اصولیہ: انہوں نے کتاب "ایضاح سبیل الوصول الی معنی ذوی العقول فی معرفۃ قواعد الاصول" تالیف کی۔

۱۔ معجم الاصولیین ۸۲/۱ (۵۳)۔ ۲۔ حسن بن عمار بن علی ابوالاخلاص، الشری بلائی المصری (۱۵۸۵ء - ۱۶۵۹ء) مصر میں وفات پائی۔

۳۔ ایضاح المکتون ۲/۱۰۹، حدیۃ العارفین ۲۹۲/۱ میں جہاں ان کی دوسری کتب کا ذکر آیا وہاں ان کا نام حسن بن عمار بن یوسف الدوقانی دیکھا
ہے۔ الفتح المبین ۳/۱۰۰، ۹۹، معجم الاصولیین ۲/۵۲، ۵۱ (۲۸۵)۔

۴۔ عبد السلام مفتی بن ابی سعید بن محبت اللہ الحسینی الکرمانی الديوی متوفی ۱۶۵۸ء مکتبہ میں پیدا ہوئے۔

۵۔ معجم الاصولیین ۲/۲۰۲، ۲۰۱۔ ۶۔ سید صلاح بن احمد بن عزالدین بن الحسینی بن عزالدین بن الامام عزالدین الشریف البیہقی۔

۷۔ حدیۃ العارفین ۵/۲۲۸۔ ۸۔ نوح بن مصطفی القنوی حنفی۔

۹۔ حدیۃ العارفین ۶/۳۹۸۔ ۱۰۔ علی بن صلاح بن علی بن محمد بن عبد اللہ الصعدی الیمانی الزیدی۔

۱۱۔ حدیۃ العارفین ۵/۶۰۔

عبدالبر الاصبوری شافعی (متوفی ۱۰۷۰ھ)^۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”حاشیہ علی شرح التحرير“ تالیف کیا۔^۲

عبدالجواد بن شعیب القنانی شافعی (متوفی ۱۰۷۳ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”نظم الوراقات للامام الحرمین“ تالیف کی۔^۴

بادشاہ بن احمد حنفی (۹۹۷ھ-۱۰۷۷ھ)^۵

شیخ الاسلام اور مکہ المکرمہ کے مفتی تھے۔ فنون کے ماہر اساتذہ سے تعلیم حاصل کی، مسجد الحرام میں مدرس اور مکہ المکرمہ کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”رسالة فی جواز التلفیق فی التقليد“ تالیف کی۔^۶

ابن جلال الیمینی زیدی (متوفی ۱۰۷۹ھ)^۷

فقہ، منسّر، منطقی، نحوی اور لغوی تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الفصول فی الاصول۔^۸

۲۔ مختصر فی علم الاصول، خلاصۃ الاثر میں تحریر ہے : ”وله مختصر فی اصول الفقه وشرح يدل علی فصله . واختار اختبارات مخالفة لعلماء الاصول“۔^۹

۳۔ بلوغ النہی فی شرح المنتہی ای منہی السؤل والامل لابن الحاجب۔^{۱۰}

۴۔ بلاغ النہی شرح مختصر المنتہی الحاجب، اس کا ایک خطی نسخہ مکتبۃ الجامع الکبیر صنعاء میں موجود ہے۔^{۱۱}

۵۔ نظام الفصول فی الاصول،^{۱۲} شاید ”شرح الفصول فی الاصول“ اور ”نظام الفصول“ ایک ہی کتاب کے دو نام ہوں اس لئے ہدیۃ العارفین میں جب نظام الاصول کا ذکر کیا تو شرح الفصول کا ذکر نہیں کیا اسی طرح المرافی نے جب شرح الاصول کا ذکر کیا تو نظام الاصول کا ذکر نہیں کیا۔

۱۔ عبدالبر بن، عبداللہ بن محمد بن علی ابن یوسف الاصبوری مصری شافعی۔ ۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۹۸۔

۳۔ عبدالجواد بن شعیب بن احمد بن عباد بن شعیب القنانی الاصل مصری۔ ۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۱۔

۵۔ (السید) صادق بن احمد بن محمد بن امیر بادشاہ، بن احمد الحسینی حنفی (۱۵۷۷ء-۱۶۶۶ء) غالباً مکہ میں وفات پائی۔

۶۔ معجم الاصولین ۲/۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷ (۳۷۱)۔

۷۔ جلال الدین حسن بن احمد الیمینی حسن بن سید احمد جلال الدین بن محمد بن علی بن صلاح زیدی متوفی ۱۶۶۸ء، یمن میں وفات پائی۔

۸۔ ایضاح المسکون ۴/۳۵، الفتح المبین ۳/۱۰۱۔ ۹۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۱۔ ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۵۔

۱۱۔ فہرست مخطوطات مکتبۃ الکبیر صنعاء، ۲/۸۰۸ اعداد : احمد عبدالرزاق لاغی، وزارة الاوقاف والارشاد الجہوریہ العربیہ السعویہ، سند معجم الاصولین

۱۲۔ ۲۶۳/۲-۲۹۵/۵ ہدیۃ العارفین

محمد بن الحسین الحر العالمی امامی (۱۰۳۳ھ-۱۰۷۹ھ)^۱

فقیہ اصولی ولایت تھہ شام میں ولادت ہوئی۔ عراق اور پھر خراسان میں مستقل سکونت اختیار کر لی کئی کتابیں تالیف کیں۔
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الفصول المهمة فی اصول الائمة“ تالیف کی۔^۲

محمد بن حسین بن القاسم (متوفی ۱۰۷۹ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اپنے دادا قاسم بن محمد (متوفی ۱۰۲۹ھ) کی اصول فقہ پر کتاب ”مرقاۃ الوصول الی علم الاصول“ کی شرح لکھی اور اس کا نام ”التسهیل“ رکھا۔ اس کتاب کا ایک مخطوط مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں موجود ہے۔
عبداللہ سیالکوٹی حنفی (متوفی ۱۰۸۰ھ)^۴
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التصریح بغوامض التلویح ۲۔ شرح التنقیح فی الاصول^۱

جمال الدین المرعشی (۱۰۲۹ھ-۱۰۸۱ھ)^۵

فقیہ، اصولی، شاعر اور حکیم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”التعلیقہ علی مختصر بن الحاجب فی الاصول“ تالیف کیا۔^۶

عبداللطیف البہانی حنفی (متوفی ۱۰۸۲ھ)^۷

بعلبک کے قاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ قرۃ عین الطالب فی نظم المنار فی الاصول ۲۔ شرح قرۃ العین۔ سیند کورہ بالا کتاب کی شرح ہے۔^۸

محمود بن عبداللہ الموصلی حنفی (متوفی ۱۰۸۲ھ)^۹

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی التلویح للفتاویٰ فی الاصول“ تالیف کیا۔^{۱۰}

ابراہیم حوریہ الصعدی زیدی (متوفی ۱۰۸۳ھ)^{۱۱}

یمن کے زیدی علماء میں سے تھے۔ ترجمان الشریعہ تھے اور وسیع علوم شریعہ میں متبحر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ”الروض الحافل“ تالیف کی جو الکافل کی شرح ہے۔^{۱۲}

۱۔ محمد بن الحسین بن علی بن محمد الحر العالمی (۱۶۲۳ء-۱۶۶۸ء) سوریہ میں ولادت اور غالباً خراسان میں وفات پائی۔

۲۔ الفتح المبین ۱۰۲/۳۔ ۳۔ محمد بن حسین بن قاسم۔ ۴۔ ایضاح المسکون ۳/۳۶۹، فہرست مخطوطات مکتبہ الکبیر صنعاء ۱۰۹/۲۔

۵۔ الاوقاف والارشاد لجمہوریہ العربیہ السعویہ سنہ ۱۰۲۰ھ۔ ۶۔ عبداللہ بن عبدالکیم سیالکوٹی حنفی۔ ۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۷۸۔

۸۔ جمال الدین بن علاء الدین بن محمد بن ابوالجود الحسینی المرعشی۔ ۹۔ معجم الاصولیین ۲/۲۵۰۔ ۱۰۔ عبداللطیف بہاء الدین بن بہاء الدین۔

۱۱۔ بعلبکی دمشقی بہائی حنفی۔ ۱۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۶۱۔ ۱۳۔ محمود بن عبداللہ الموصلی، حلب میں وفات پائی۔

۱۴۔ ابراہیم بن محمد بن احمد المویذی الحسینی، حوریہ صعدی متوفی ۱۶۷۶ء۔ ۱۵۔ معجم الاصولیین ۱۰۳/۵۳۱۔

عبد الرشید جو نیپوری حنفی (متوفی ۱۰۸۳ھ)^۱

منطق، حکمت و اصول کے ممتاز علماء میں سے تھے۔ شیخ نظام الدین سہالوی کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب“ تالیف کیا۔^۲

حسن جلال الیمینی (متوفی ۱۰۷۹ھ یا ۱۰۸۴ھ)

ان کے بارے میں ان کی تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ کے تحت گزر چکا ہے۔

عبد القادر البصری حنفی (متوفی ۱۰۸۵ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ : خلاصۃ الاثر کے مطابق انہوں نے ”حاشیہ علی تلویح التفتازانی“ تالیف کیا۔^۴

لمرح الطریق شیعی (متوفی ۱۰۸۵ھ)^۵

کئی علوم و فنون پر مکمل دسترس رکھتے تھے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ فولد الاصول، فی اصول الفقہ ۲۔ حجة الظن میہ کتاب اس بنجلس میں کتاب الساذن میں ۳۵۱ نمبر پر موجود ہے۔

۳۔ حجة الظواہر، یہ بھی اس بنجلس میں کتاب السامع میں ۳۵۱ پر موجود ہے۔^۶

علی بن علی الشبر الملسی شافعی (۹۹۸ھ - ۱۰۸۷ھ)^۷

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی نہایہ السؤل ۲۔ شرح منهاج الاصول لشمس الدین الرملی^۸

علاء الدین الحصکفی حنفی (۱۰۲۵ھ - ۱۰۸۸ھ)^۹

فقہ، محدث، اصولی اور نحوی تھے۔ اپنے زمانے کے جید علماء سے حصول علم کیا اس سلسلے میں قدس کا سفر بھی کیا۔
فہم الاصول، نحو تفسیر وغیرہ میں عمدہ کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”افاضۃ الانوار علی اصول المنار“ لکھی اور اس کا آغاز ۱۰۵۴ھ میں کیا تھا۔
بایک شرح ہے جس کا نام اس طرح بھی لیا جاتا ہے شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول المنار۔^{۱۰}

۱۔ عبد الرشید بن مصطفیٰ شمس الحق جو نیپوری ہندی متوفی ۱۶۷۲ء، غالباً ہند میں وفات پائی۔

۲۔ معجم الاصولین ۲/۲۰۰ (۳۳۵)۔ ۳۔ عبد القادر بن احمد بن علی بن یحییٰ البصری حنفی متوفی ۱۶۷۳ء بصرہ میں وفات پائی۔

۴۔ حدیۃ العارفین ۵/۶۰۲، معجم الاصولین ۲/۲۲۱ (۳۵۲)، تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، المولیٰ محمد الحی ۲/۳۶۹، ابن یحییٰ کے

دلت زندگی میں بیان کیا، مصر مطبعہ الوہبیہ ۱۲۸۴ء۔ ۵۔ طرح بن محمد بن علی بن احمد بن طرح فخر الدین الراحمی المسکلی النجفی الشیعی، طبری۔

۶۔ ایضاً المسکون ۲/۲۰۳، حدیۃ العارفین ۵/۳۳۲، معجم الاصولین ۲/۱۵۰، ۱۵۱ (۳۸۶)۔

۷۔ فیضیاء نور الدین علی بن علی الشبر الملسی المصری۔ ۸۔ حدیۃ العارفین ۵/۷۱۔ ۹۔ محمد بن علی بن محمد البصری، علاء الدین الحکفی

۱۰۔ (۱۶۷۷ء) دمشق میں ولادت و وفات ہوئی۔ ۱۱۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۹۵، الفتح المبین ۳/۱۰۳، ۱۰۴۔

شرح افاضۃ الانوار پر حاشیہ :

شیخ محمد امین بن عمر بن عابد نے اس شرح پر حاشیہ لکھا اور اس کا نام ”حاشیہ نسیمات الاسحار“ ہے۔ شرح افاضۃ الانوار اور حاشیہ نسیمات الاسحار دونوں ایک ساتھ مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلی نے دوسری بار ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء میں شائع ہو چکے ہیں اور اس شرح اور حاشیہ پر شیخ محمد الطوفی کی بعض تنقیدات بھی موجود ہیں۔ حمد و صلوة کے بعد علاء الدین الحصکفی شرح افاضۃ الانوار میں فرماتے ہیں :

هذه الفاظ يسيرة حللت بها منار الاصول حين اقراته ثالثا بجامع بنی امیه سنه اربع وخميسن والف هجرية مراجعا لغالب شروحه كالمصنف وابن ملك وابن نجيم وغيرها كالتوضيح والتلويح وتغيير التفتيح، وسميته (افاضة الانوار على اصول المنار)۔
(میں نے منار الاصول کو آسان انداز میں اس وقت لکھنا شروع کر دیا تھا جب میں نے جامع بنی امیہ میں ۵۲۰ھ میں اس کو پڑھا۔ میں نے دوران شرح اس کی اکثر شروح جیسے مصنف، ابن الملک، ابن نجیم اور اس کے علاوہ فن کی دوسری کتابوں جیسے توضیح، تلویح اور تفتیح وغیرہ کی طرف مراجعت کی اور میں نے اس کا نام ”افاضۃ الانوار علی اصول المنار“ رکھا)

علامہ ابن عابدین، شرح افاضۃ الانوار پر حاشیہ لکھنے کی وجہ تسمیہ ان الفاظ سے بیان کرتے ہیں :

” (افاضته الانوار على اصول المنار) المنسوب الى عمدة المتأخرين الشيخ علاء الدين ابن الشيخ على الامام الحنفی، فانه شرح لم تسمع اذن بمثاله، ولم تنسج قریحة على منواله، بيد أنه جرى فيه على عادته من التزام الاختصار، فلم يظهر المراد منه لامثاله من الطيلة الصغار، مع ما اهمله في بعض المواضع من المتن عن البيان مما يحتاج الى الايضاح لخلافه عن الازدهان، فاوضحت في هذه الحواشي ما اجمله، وذكرت فيها ما اهمله، مراجعا لحسنه كتب معتبرة في هذا الفن“۔^۲

(کتاب ”افاضۃ الانوار علی اصول المنار“ عمدة المتأخرین شیخ علاء الدین ابن شیخ علی امام حنفی کی طرف منسوب ہے۔ یہ ایک شرح ہے جس کی مثال کانوں نے کبھی نہیں سنی اور نہ کوئی ان کی سوا اس طریقے پر چلا، اختصار کرنا ان کی طبیعت میں رچ بس گیا ہے جس کی وجہ سے کئی مرتبہ مبتدی پران کی مکمل طور سے مراد ظاہر نہیں ہو پاتی اس کے علاوہ یہ کہ متن میں بعض جگہوں پر توضیح و تشریح نہیں ہے جس کی وجہ سے ذہن میں باقی رہ جانے والے اشکالات کو رفع کرنے کے لئے توضیح کی ضرورت تھی تو میں نے ان حواشی میں مختصراً ان کی تشریح کر دی ہے اور جو کچھ بیان کرنے سے رو گیا تھا اس فن کی تمام معتبر کتب کی طرف مراجعت کرتے ہوئے ذکر کر دیا ہے)

عبد الحلیم الرومی حنفی (متوفی ۱۰۸۸ھ)^۳

و مشق میں قاضی رہے، کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی منار الانوار للنسفی“ تالیف کیا۔
فیہ القزویٰ امامی (۱۰۰۱ھ-۱۰۸۹ھ)^۲
امامی عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح العدة فی الاصول“ تالیف کی۔^۳
المربط الدلائلی مالکی (۱۰۲۱ھ-۱۰۸۹ھ)^۴

فقہ، اصولی، ادیب، شاعر، خطیب اور واعظ تھے۔ اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور قاهرہ اور حریمین شریفین کے علماء بھی علمی استفادہ کیا، کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”المسارح المرتقیات فی (الی) معانی الورقات لامام الحرمین فی الاصول“ تالیف کی۔^۵

محدث باقر بن محمد السبزواری شیعہ (متوفی ۱۰۹۰ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح زبدة الاصول“ تالیف کی۔^۷
فیہ الکاشی شیعہ (متوفی ۱۰۹۱ھ)^۸

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”نقد الاصول الفقہیہ“ تالیف کی۔^۹
احمد بن سلیمان گجراتی (متوفی ۱۰۹۲ھ)^{۱۰}

ان کے والد کرد سے ہند آ کر سرزمین گجرات میں مقیم ہو گئے تھے وہیں احمد بن سلیمان پیدا ہوئے، بہت سے علوم پر آپ کی شاہکار کتابیں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی حاشیة السعد والسير علی شرح مختصر الاصول“ تالیف کیا۔^{۱۱}
محدث بن محمد الفاسی السوسی (۱۰۳۷ھ-۱۰۹۳ھ)^{۱۲}

حریمین شریفین میں واردہ تھے۔ وہاں سے روم و دمشق کے علمی سفر کئے وہاں کے علماء سے مسفید ہوئے آپ کے زمانہ میں محمد ابن ابی بکر الدلائلی اصولی (متوفی ۱۰۸۹ھ) بھی شامل ہیں۔

۱۔ حدیث العارفین ۵/۵۰۵، ایضاح المکنون ۲/۳۶۰ میں ان کی ایک دوسری کتاب کا ذکر ہے اس میں ان کا نام عبدالحلیم بن بکر قدم مذکور ہے۔
۲۔ المصوبین ۲/۱۶۵ (۳۰۰)۔
۳۔ خلیل بن الغازی القزویٰ امامی (۱۵۹۳ء-۱۶۷۸ء)۔

۴۔ حدیث العارفین ۳/۳۵۳، الفتح المبین ۳/۱۰۵، معجم الاصولین ۲/۹۶ (۳۳۳)۔
۵۔ ابو عبد اللہ محمد المربط بن محمد بن ابوبکر الدلائلی۔

۶۔ حدیث العارفین ۶/۲۹۶، الفتح المبین ۳/۱۰۶۔
۷۔ محمد باقر بن محمد مومن السبزواری الخراسانی۔

۸۔ منہاج محمد بن الشاہ مرتضیٰ ابن الشاہ محمود الکاشی فیض شیعہ۔
۹۔ حدیث العارفین ۶/۲۹۷۔

۱۰۔ حدیث العارفین ۶/۶۔
۱۱۔ احمد بن سلیمان الکردی گجراتی متوفی ۱۶۸۱ گجرات میں ولادت و وفات ہوئی۔

۱۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن سلیمان الفاسی (۱۶۲۷ء-۱۶۸۳ء) دمشق میں وفات پائی۔
۱۳۔ معجم الاصولین ۱/۱۲۸ (۹۰)۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ مختصر التحرير لابن الهمام فی اصول الحنیفہ
- ۲۔ شرح مختصر التحرير لابن الهمام
- ۳۔ حاشیہ علی التوضیح
- ۴۔ مختصر تلخیص المفتاح
- ۵۔ شرح مختصر تلخیص المفتاح ، شاید یہ محمد بن احمد الشریف التلمسانی (متوفی ۷۷۷ھ) کی کتاب ہے۔
الاصول فی بناء الفروع علی الاصول کا اختصار اور اس اختصار کی شرح ہو۔^۱ واللہ اعلم
ابوزید الفاسی (۱۰۴۰ھ-۱۰۹۶ھ)^۲
عالم محقق، جتفن العلوم شخص تھے، ان کی مؤلفات کی تعداد ستر سے بھی زیادہ ہے۔
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”اصول فقہ و اصول الدین و حدیث“ وغیرہ میں کتابیں تالیف کیں۔^۳
محمد بن حسن الکوایکی حنفی (۱۰۱۸ھ-۱۰۹۸ھ)^۴
حلب کے علماء جلیلہ سے علم حاصل کیا، تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔
مؤلفات اصولیہ
- ۱۔ نظم المنار فی الاصول
- ۲۔ شرح نظم المنار، انہوں نے مذکورہ بالا کتاب ”نظم المنار“ کی شرح لکھی اور اس کا نام ارشاد الطالب رکھا۔
حامد آفندی (متوفی ۱۰۹۸ھ)^۵
عساکر عثمانیہ میں قاضی تھے۔
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی مرآة الاصول لملاخسر و“ تالیف کیا اور یہ حاشیہ العامدی
نام سے مشہور ہے، انہوں نے اسے ۱۰۸۷ھ میں تالیف کیا تھا۔ ۱۲۸۰ھ میں استانبول سے طبع ہو چکا ہے۔^۶
حامد بن مصطفی القنوی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ)^۷
قبرس میں قاضی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح المرآة فی الاصول“ تالیف کی۔^۸

۱۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۹۸، الفتح المبین ۳/۱۰۷۔
۲۔ ابو زید عبدالرحمن بن عبدالقادر الفاسی (۱۲۳۰ء-۱۲۸۵ء)۔
۳۔ الفتح المبین ۳/۱۰۸، معجم الاصولیین ۲/۱۸۰ (۳۱۶)۔
۴۔ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحییٰ الکوایکی الحنفی (۱۲۰۹ء-۱۲۸۵ء)۔
۵۔ حدیۃ العارفین ۶/۲۹۸، الفتح المبین ۳/۱۰۷۔
۶۔ حامد آفندی بن مصطفیٰ (متوفی ۱۲۸۷ء)۔
۷۔ حامد بن مصطفیٰ القنوی الاقرانی۔ ۳/۱۰۷۔
۸۔ حدیۃ العارفین ۲/۲۶ (۲۵۵)۔
۹۔ کشف القنون ۲/۱۰۷۔
۱۰۔ حدیۃ العارفین ۲/۲۶ (۲۵۵)۔

الہدین محمود الحموی حنفی (متوفی ۱۰۹۸ھ) ^۱

فقہ، اصولی، امام الحنفیین اور عمدة العلماء والعالمین میں سے تھے۔ مدرسہ سلیمانیہ قاہرہ میں مدرس رہے حنفی مسند
آپ پر فائز رہے۔ فقہ، علوم اللغہ اور اصول میں ان کی مؤلفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الدر الفرید فی بیان حکم التقلید دار الکتب المصریہ (۵۶۹) میں بھی اس کا ایک نسخہ موجود ہے۔ ^۲

۲۔ حاشیہ علی الدرر الغرر لمن لا خسرو ^۳

ابراہیم بن بیری حنفی (۱۰۲۳ھ-۱۰۹۹ھ) ^۴

ملکہ المکرّمہ میں مفتی تھے۔ اکابر فقہاء ضیفہ میں ان کا شمار ہوتا تھا، خلاصۃ الاثر میں مذکور ہے :

”صار فريد عصره في الفقه وانتهت اليه الرياسة“

(اپنے زمانے میں فقہ میں ممتاز مقام حاصل کر لیا تھا اور ریاست فقہان پر ختم ہوتی ہے)

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تبليغ الامل في عدم جواز التقلید بعد العمل

۲۔ غاية التحقيق في عدم جواز التلقيق في التقلید ، دار الکتب المصریہ (۵۴۵ مجامع) میں اس کا
نسخہ موجود ہے۔

۳۔ الكشف والتدقيق بشرح غاية التحقيق في منع التلقيق في التقلید، دار الکتب المصریہ ۴۰۳ نمبر میں اس کا نسخہ
موجود ہے۔ ^۵

نضر بن محمد الاماسی حنفی (متوفی ۱۰۸۶ھ یا ۱۱۰۰ھ) ^۶

کئی علوم میں ماہر تھے، اماسیہ میں صاحب مسند افتاء تھے۔ کئی فنون پر کتب لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غصون الاصول (مختصر المنار للنسفی)

۲۔ تہیج غصون الاصول (شرح غصون الاصول)

اولہ : الحمد لله الذي جعل لنا الشريعة الغراء الخ ، مکتبہ حرم کی شریف ۱/۳۳۴، اصول فقہ میں اس کا
نسخہ موجود ہے۔ ^۷

۱۔ الہدین محمود الحموی الاصل مصری متوفی ۱۶۸۷ھ۔ ۲۔ حدیثہ العارفین ۱/۱۶۳، ۱۶۵، الفتح المبین ۳/۱۱۰، معجم الاصولیین ۱/۱۹۲ (۱۴۰)۔

۳۔ حدیثہ العارفین ۵/۱۶۳۔ ۴۔ ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد بن احمد بن بیری (۱۶۱۳ء-۱۶۸۸ء) مدینہ المنورہ میں ولادت اور

کئی وفات پائی۔ ۵۔ حدیثہ العارفین ۵/۳۳، الفتح المبین ۳/۱۱۱، معجم الاصولیین ۱/۲۹ (۹)، خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن

دہ فی الاثر الملوی محمد اماسی ۱/۱۹، ابن بیری کے حالات زندگی میں بیان کیا، مصر الوحدیہ ۱۲۸۳ھ۔ ۶۔ خضر بن محمد الاماسی حنفی متوفی ۱۶۸۹ھ۔

۷۔ کتب الظنون ۲/۱۸۲، حدیثہ العارفین ۵/۳۳۷، اس میں تاریخ وفات ۱۰۸۶ھ مذکور ہے، معجم الاصولیین ۲/۸۸، ۸۹ (۳۲۳)۔

ابن عبدالحادی شافعی (متوفی ۱۱۰۰ھ)^۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "اختصار مع الوصایع شرح جمع الجوامع للسيوطی" تالیف کی۔^۲

محمد طاہر الشیرازی شیعہ (متوفی ۱۱۰۰ھ تقریباً)^۳

علماء شیعہ اخباریہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حجة الاسلام فی اصول الفقه والکلام" نامی کتاب تالیف کی۔^۴

فرح اللہ الحویزی شیعہ (متوفی ۱۱۰۰ھ تقریباً)^۵

انہوں نے کتاب "الصفوة فی الاصول" تالیف کی۔^۶



۱۔ عبد القادر بن بہاء الدین بن بہا بن جلال الدین الدمشقی، ابن عبدالحادی۔

۲۔ حدیث العارفین ۶۰۲/۵۔

۳۔ محمد طاہر بن حسین الشیرازی الاصل، نجف میں پرورش پائی۔

۴۔ حدیث العارفین ۳۰۱/۶۔

۵۔ فرح اللہ بن محمد درویش بن محمد بن حسین جمال الحویزی الشیعہ۔

۶۔ حدیث العارفین ۸۱۶/۵۔

نہل ششم

طی

بارہویں، تیرہویں اور چودہویں صدی کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

ان دور میں علمی و دینی و سیاسی حالت پر ایک طائرانہ نظر :

بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری کی علمی و دینی و سیاسی حالت بھی مختلف اسلامی ممالک میں گیارہویں صدی
فری سے کچھ مختلف نہیں تھی۔ سیاسی طور پر عدم استحکام تھا اور جگہ جگہ فتنے اٹھ رہے تھے۔ تقریباً ہر طرف علمی جمود کی
بیت طاری تھی۔ مصر میں جہاں دولت عثمانیہ تھی کوئی قابل ذکر علمی کام نظر نہیں آتا۔ ان دونوں صدیوں میں کہیں بھی
ہمارے اجتہاد کے حوالے سے کوئی خاطر خواہ کام نہیں کیا۔ اصول فقہ پر جو کتب لکھی گئیں وہ طویل مطبوع یا مخطوط کتابوں
کا اختصار تھیں یا ان کی شرح و تعلیقہ ہوتیں۔ تیرہویں صدی ہجری میں انقلاب فرانس کی آندھی چلی اور ۱۷۹۸ء میں
پارلیمنٹ نے مصر پر قبضہ کر لیا۔ مصر سے فرانسیسیوں کے اخراج کی تحریکوں نے شدت اختیار کر لی۔

ان کے مصر سے اخراج کے بعد محمد علی پاشا ۱۲۲۰ھ - ۱۲۶۳ھ (۱۸۰۵ء - ۱۸۳۹ء) نے ایک نئے مصر کی بنیاد رکھ دی، مگر
ان کے باوجود وہاں ملکی استحکام پیدا نہ ہو سکا جس کی وجہ سے کوئی موثر علمی کام نظر نہیں آتا۔ چودہ صدی ہجری میں برطانیہ نے
مصر پر قبضہ کر لیا اور وہاں ہر قسم کی دینی، علمی اور فنون کی اعلانیہ ترقی رک گئی اور علماء و اہل علم خفیہ طور پر یہ کام انجام دینے لگے۔
اگرچہ تیرہویں صدی کے اواخر میں سید جمال الدین افغانی اور ان کے شاگرد محمد عبده نے علمی جمود کو توڑنے کے لئے
کچھ کام کیا اور اجتہادی فکر کو ترویج دینے لگے۔ چودہویں صدی ہجری میں وہاں سے برطانیہ کا تسلط ختم ہو جانے کے بعد
فوائدِ اول کے زمانے میں جامعہ الازہر میں کچھ علمی و دینی حرکت نظر آنے لگی جو اس وقت کے شیخ الازہر محمد مصطفیٰ المراغی
اور استاد محمد عبده کے بعض مصلح شاگردوں کی کوشش کا نتیجہ تھی۔ فاروق اول کے زمانے میں اس کو نمو اور تقویت حاصل
ہوئی اور بالآخر یہ ہوا کہ اجتہاد ایک خاص دائرہ میں محدود طور پر کیا جانے لگا۔ اس کی تنفیذ عام نہیں تھی بلکہ بعض علاقوں
کی تھی۔ ان تین صدیوں کے بعض مشہور اصولیین اور ان کی تالیفات مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ شیخ النابلسی عبد الغنی بن اسماعیل حنفی دمشقی معروف بہ شیخ الاسلام (۱۰۵۰ھ - ۱۱۳۳ھ) انہوں نے اصول میں
"خلاصة التحقيق في بيان التقليد والتلفيق" تالیف کی۔

۲۔ شیخ عطار حسن بن محمد مصری شافعی (۱۱۹۰ھ - ۱۲۵۰ھ) انہوں نے "حاشیہ علی شرح الجلال المحلی
علی جمع الجوامع" تالیف کیا۔

۳۔ الشوکانی محمد بن علی، فقیہ مجتہد (۱۱۷۲ھ - ۱۲۵۰ھ)۔ اصول فقہ میں ان کی مشہور کتاب "ارشاد الفحول الی
تحقیق الحق من علم الاصول" ہے۔

- ۴۔ الجوهری الصغیر محمد بن احمد، ابن ہادی الشافعی، فقیہ، اصولی (۱۱۵۱ھ-۱۲۱۵ھ) انہوں نے ”رسالة فی الاصولی والاصول“ تالیف کیا۔
- ۵۔ شیخ شرقاوی عبد اللہ بن حجازی، شافعی، فقیہ، اصولی، (۱۱۵۰ھ-۱۲۲۷ھ) ان کا اصول میں کتاب ”جمع الجوامع“ پر رسالہ ہے۔
- ۶۔ ابن عابد بن محمد امین بن عمر الدمشقی (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) انہوں نے کتاب ”نسمات الاسحار علی شرح المنار“ تالیف کی۔
- ۷۔ احمد بک الحسینی شہاب الدین احمد بن احمد شافعی اصولی (۱۲۷۱ھ-۱۳۳۲ھ) انہوں نے اصول میں کتاب ”تحفة الرأى السدید فی الاجتهاد والتقلید“ تالیف کی۔
- ۸۔ الشنقیطی، مصطفیٰ بن محمد مالکی اصولی (متوفی ۱۳۲۸ھ) انہوں نے اصول میں کتاب ”نظم الوردات لامام الحرمین“ کی شرح لکھی۔
- ۹۔ شیخ بخیت المطیعی (۱۲۷۱ھ-۱۳۵۳ھ) انہوں نے کتاب ”نهایة السؤل فی علم الاصول“ تالیف کی۔
- ۱۰۔ استاد امام المراغی (۱۲۹۹ھ-۱۳۶۳ھ)، اصول فقہ میں ان کی آراء ہیں۔

بارہویں صدی ہجری کے اصولیین اور ان کی اصولی خدمات کا جائزہ

یہ حسن المطہر بن المطہر البحر موزی زیدی (متوفی ۱۱۰۱ھ) ^۱

انہوں نے کتاب ”نظم الکامل فی الاصول“ تالیف کی۔ ^۲

عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی (متوفی ۱۱۰۲ھ) ^۳

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التلویح للفتازانی

۲۔ شرح التقیح فی الاصول ^۴

حسن الیوسی مالکی (۱۱۰۲ھ-۱۱۰۳۰ھ) ^۵

فقہ، ادیب اور کئی علوم میں ید طولی رکھتے تھے۔ علی الاطلاق مشائخ مغرب کے صدر تھے۔ فارس میں مدرس رہے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الکوکب الساطع فی شرح جمع الجوامع فی الاصول“ تالیف کیا۔ یہ مکمل رہی۔ زر کلی نے صاحب الصفوة کا بیان نقل کیا کہ انہوں نے کہا :

”لو کمل هذا الشرح لأغنی عن جميع الشروح“

(اگر یہ شرح مکمل ہو جاتی تو جمع شروح سے مستغنی کر دیتی) ^۶

سلمان بن عبد اللہ الازمیری حنفی (متوفی ۱۱۰۲ھ) ^۷

علوم عقلیہ و نقلیہ میں مہارت رکھتے تھے۔

یہ حسن بن المطہر بن محمد البحر موزی ابو المطہر الشمنی الزیدی

ہدیہ العارفین ۲۹۶/۵

۳ ہدیہ العارفین ۲۵۷/۵

عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی الروی الصوفی، فضل، آیتا زاری

ابو علی نور الدین، حسن بن مسعود بن محمد الیوسی (۱۱۲۳۰ھ-۱۱۶۹۱ھ) فارس میں انتقال ہوا

۴ ہدیہ العارفین ۲۹۶/۵، الفتح المبین ۳/۱۱۸، ان دونوں میں تاریخ وفات ۱۱۱۱ھ مذکور ہے۔ مجملہ الاصولیین ۵۹/۲ (۲۹۳)

سلمان بن عبد اللہ المکریدی الاصل، الازمیری حنفی متوفی ۱۱۶۹۰ء

مصطفیٰ ابن یوسف المستاری حنفی (متوفی ۱۱۱۰ھ) ^۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”مفتاح الحصول علی مرآة الاصول“ تالیف کی جو حاشیہ ہے۔ ^۲

حسن بن یحییٰ سیلان السفیانی (متوفی ۱۱۱۰ھ) ^۳

مشاہیر علماء میں سے ہیں۔ کئی فنون میں کمال حاصل تھا۔ سعدہ اور اس کے نواح میں مدرس وقاضی رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

حاشیہ علی ہدایۃ العقول ، شرح غایۃ السؤل ، للحسین بن القاسم ، المسأۃ بضیاء من رام
لوصول الی توضیح خفیات ہدایۃ العقول فی علم الاصول ، مکتبہ غرب جامع کبیر صنعاء میں اصول فقہ ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲ نمبروں پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ ^۴

محمد الطیب بن محمد مالکی (۱۰۶۴ھ-۱۱۱۳ھ) ^۵

اپنے والد، دادا، چچا زاد بھائی وغیرہ سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : المرائی نے ان الفاظ کے ساتھ ان کی کتاب کا ذکر کیا :

”وله من التالیف شرح المقدمة جده فی الاصول“

(اور ان کے تالیف میں سے ایک شرح ہے جو ان کے دادا کی اصول میں کتاب المقدمہ کی شرح ہے)۔ ^۶

حسن بن حسین الصنعانی (۱۰۴۴ھ-۱۱۱۴ھ) ^۷

کئی علوم و فنون کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح الورقات للجوینی“ تالیف کی۔ ^۸

۱۔ مصطفیٰ ابن یوسف المستاری الرومی الحنفی۔

۲۔ ایضاح المکنون ۵۲۳/۴

۳۔ حسن بن یحییٰ سیلان السفیانی الصعدی البسنی متوفی ۱۶۰۱ء

۴۔ البدو الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، محمد بن علی الشوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ ۲۱۳/۱، معجم الاصولیین ۶۰/۲ (۲۹۴)۔

۵۔ ابو عبد اللہ محمد الطیب بن محمد بن عبد القادر القاسی

۶۔ ان السنین ۱۱۹/۳

۷۔ حسن بن حسین بن القاسم بن محمد بن علی الحسینی الصنعانی، حض ضروران میں ولادت ہوئی۔

۸۔ دیۃ العارفین ۲۹۶/۵، معجم الاصولیین ۳۰/۲ (۲۷۱)

احمد بن محمد الدمیاطی البنا شافعی (متوفی ۱۱۱۷ھ)^۱

علمائے قاہرہ سے زانوئے تلمذ طے کیا، یہاں تک کہ لغت قرأت، اصول، تاریخ و سیرت میں مہارت حاصل ہوئی اور بصیرت حاصل ہوئی جو آپ کے زمانے کے علماء کو حاصل نہ تھی۔ حجاز مقدس کے بھی سفر کئے، کئی کتابیں تصنیف و تالیف کیں۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح الجلال المحلی علی الوریقات“ تالیف کیا اور یہ حاشیہ مکتبہ میمنیہ سے ۱۳۱۵ھ میں طبع ہو چکا ہے۔^۲

محمد بن احمد الطرسوسی حنفی (متوفی ۱۱۱۷ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی المرافة فی الاصول“ تالیف کیا۔^۴

حسب اللہ بہاری حنفی (متوفی ۱۱۱۹ھ)^۵

فقیہ، اصولی، منطقی محقق اور باحث تھے۔ سلطان عالمگیر نے لکھنؤ اور پھر حیدرآباد کا قاضی مقرر کیا۔ ان کے لئے اپنے محل میں مدرسہ بنوایا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”کتاب مسلم الثبوت فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔ نزہۃ الخواطر میں اس فقہی کتاب بتایا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

مسلم الثبوت کی شرح :

۱۔ عبد العلی محمد بن نظام محمد الدین الانصاری الہندی (متوفی ۱۲۲۵ھ) نے اس کی ایک عمدہ شرح لکھی اور اس کا نام ”فوائد الرحموت شرح مسلم الثبوت“ رکھا۔

۲۔ عبدالحق فرنگی محلی (متوفی ۱۱۸۷ھ) نے شرح مسلم الثبوت لکھی۔^۶

ابن زاکور الفاسی مالکی (متوفی ۱۱۲۰ھ)^۷

فقیہ، عالم اور شیخ شیوخ مالکیہ تھے۔ مختلف علوم پر عمدہ کتابیں لکھیں۔

۱۔ شہاب الدین احمد بن محمد بن احمد بن عبدالحق الدمیاطی متوفی ۵۵۷ھ عریضہ میں ولادت اور مدینہ میں وفات ہوئی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۳/۱۲۰، معجم الاصولیین ۱۹۹/۱-۲۰۰ (۱۲۸)

۳۔ محمد بن احمد بن محمد الطرسوسی حنفی

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۰۹

۵۔ محب اللہ بن عبدالمککور العثمانی الصدیقی بہاری حنفی، ہند میں ولادت وفات ہوئی۔

۶۔ ایضاح المسکون ۴/۳۸۱، نزہۃ الخواطر ۲۵۰-۲۵۲ (۳۶۹)، الفتح المبین ۳/۱۲۲، معجم الاصولیین ۱/۲۲۳ (۱۶۸)

۷۔ ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن زاکور الفاسی متوفی ۵۰۸ھ

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”شرح ورقات امام الحرمین“ تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین میں ان کی کتاب کا نام طرح مذکور ہے : ”نظم الورقات لامام الحرمین فی الاصول“۔^۱

صالح بن احمد الانصاری زیدی (متوفی ۱۱۲۱ھ)^۲

جمع علوم میں منفر و مقام رکھتے اور علوم الاصول میں مدق تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”نظم متن الکافل فی اصول الفقہ“ تالیف کی اور اس کا نام ”العقد الکامل، الناظم والجامع“ رکھا۔ بسملہ و حمد کے بعد آغاز یوں ہوتا ہے :

وبعد ذافہذہ ارجوزۃ ضمنتہا فوائد وجیزۃ

اختصار میں ان کلمات سے ہوتا ہے :

ثم الصلاة والسلام علی الذی قد ظلل الغمام

محمد المختار فی البریہ والال اعنی العترۃ الزکیۃ

اس کا ایک نسخہ مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء میں ۴۴ نمبر اصول فقہ میں موجود ہے۔^۳

سیدمان بن عبداللہ البحرانی امامی (متوفی ۱۱۲۱ھ)^۴

علمائے شیعہ میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”العشر الکاملہ فی عشرة مسائل من اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۵

(قرہ) خلیل بن حسن رومی حنفی (متوفی ۱۱۲۳ھ)^۶

ایلی، روم میں قاضی العسکر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی مختصر لا بن الحاجب“ تالیف کیا۔^۷

جمال الدین گجراتی (۱۰۸۸ھ-۱۱۲۳ھ)^۸

مشہور مشائخ میں سے تھے۔ اپنے والد سے علمی و روحانی فیض حاصل کیا، درس و افادہ و تصنیف و تالیف میں مشغولیت اختیار کی۔ بہت عبادت گزار تھے۔ ان کی ایک سوبالیس (۱۳۲) تصانیف شمار کی گئی ہیں۔

۱ صالح بن احمد بن صالح النصری الانصاری الرواسی الزیدی متوفی ۱۰۹۹ھ

۲ ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۰، الفتح المبین ۳/۱۲۱

۳ سیدمان بن عبداللہ بن علی بن الحسن بن احمد بن ابن یوسف بن عمار البحرانی السراوی۔

۴ نجم المصنفین ۲/۱۳۷ (۳۷۳)

۵ خلیل بن حسن بن محمد البرکیلی الرومی حنفی، قرہ خلیل متوفی ۱۱۷۱ھ۔

۶ ہدیۃ العارفین ۵/۴۰۵

۷ ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۴، معجم الاصولیین ۲/۹۳ (۳۲۹) میں صرف ہدیۃ العارفین ۱/۱۱۷ کے حوالے سے یہ بات مذکور ہے مگر ہمیں ۱/۱۱۷ لماریہ جلد نمٹل سکا۔

۸ جمال الدین بن رکن الدین المعری چشتی گجراتی (۱۶۷۷/۱۷۱۲ھ) احمد آباد ہند میں ولادت ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ التلویح" تالیف کیا۔^۱

احمد بن محمد الکواکبی حنفی (۱۰۵۴ھ-۱۱۲۳ھ)^۲

ممتاز عالم اور محقق تھے۔ اپنے والد اور علمائے حلب سے علم سیکھا، ۱۰۶۹ھ میں اپنے والد کی جگہ مسند افتاء حنفیہ پر بیٹھے۔ مختلف مدارس میں تدریس کی۔ قدس، ازیق، طرابلس (شام) میں قاضی رہے۔ بعد میں یہ سب چھوڑ کر قسطنطنیہ کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے مختلف علوم کے متعدد و اہم موضوعات پر عمدہ مباحثے اور مذاکرے کئے۔ کئی علوم پر آپ کی تصانیف پائی جاتی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : سلک الدرر کے مطابق اصول پران کی مندرجہ ذیل تین کتب ہیں :

- ۱۔ اپنے والد کی اصول میں کتاب "منظومة الكواكب" پر حاشیہ لکھا۔
- ۲۔ "ارشاد الطالب" کے نام سے مذکور بالا کتاب کی شرح لکھی، اس کا ایک نسخہ دارکتب المصریہ میں ۱۶۸ پر موجود ہے۔
- ۳۔ "تحریرات علی التلویح"

ان کی اکثر مؤلفات مسودہ کی صورت میں ہیں۔ ہدیۃ العارفین میں ہے :

"حاشیہ علی ارشاد الطالب لوالدہ فی الفروع"
(انہوں نے اپنے والد کی فروع میں کتاب ارشاد الطالب پر حاشیہ لکھا)
لیکن مظہر بقائے اپنی کتاب کے حاشیہ میں لکھا :

"ولیس صحیحاً، بل ارشاد الطالب، فی الاصول"
(صاحب ہدیۃ العارفین کی یہ بات درست نہیں ہے بلکہ ارشاد الطالب اصول کی کتاب ہے)^۳

محمد بن عبدالفتاح التنکابی شیعہ (متوفی ۱۱۲۳ھ)^۴

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "سفینۃ النجاة فی الاصول" تالیف کی۔^۵

محمد بن حسین الخوانساری شیعہ (متوفی ۱۱۲۵ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح مختصر الاصول" تالیف کی۔^۷

۱۔ معجم الاصولیین ۲/۲۰۹ (۲۳۹)، نزہۃ الخواطر ۶/۵۸-۵۹ (۱۲۰)

۲۔ احمد بن محمد بن حسن بن احمد الکواکبی الحنفی (۱۰۶۳/۱۷۱۲ء) حلب میں ولادت اور قسطنطنیہ میں وفات ہوئی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۶۹، معجم الاصولیین ۱/۲۰۳-۲۰۴ (۱۵۲)، سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر، ابوالفضل سید محمد غمیل آفری

المراوی ۱/۱۷۵-۱۷۶۔ بغداد مکتبہ ۱۲۹ھ۔

۴۔ محمد بن عبدالفتاح التنکابی المازندرانی الشیعی، مرآب۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۶۔ جمال الدین محمد بن حسین بن محمد الخوانساری الشیعی الدہامی۔ ۷۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۱۲

امام محمد الولالی (متوفی ۱۱۲۸ھ)^۱

امام، علامہ، محقق و مدقق تھے۔ ممتاز علماء سے علم حاصل کیا۔ تدریس کی مختلف فنون پر آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔
مؤلفات اصولیہ : اصول میں "حاشیہ علی المصلی" تالیف کیا۔^۲

ماجیون حنفی (۱۰۴۷ھ - ۱۱۳۰ھ)^۳

حفظ قرآن کیا۔ حصول علم کے لئے مختلف علاقوں کے سفر کئے۔ سولہ برس کی عمر میں تحصیل علم مکمل کر لی۔ شہنشاہ
ہاکیر نے ان سے زکوٰۃ تمکد طے کیا۔ ۱۱۰۵ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا، حج و زیارت سے شرف ہونے کے بعد علماء
مدینہ سے "منار الانوار للنسفی" کو پڑھا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ مع تعریفات المسائل الفقیہ ، حرکۃ التالیف
میں اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا :

"جمع فیہ الایات القرآنیہ الی تسخر ج منها الاحکام الفقیہ و تستنبط منها القواعد
الاصولیہ والمسائل الکامیہ ثم فسرھا وشرحھا باحسن وجه یقبلہ العقل والمنطق"
(انہوں نے اس میں ان آیات قرآنیہ کو جمع کیا جن سے احکام فقیہ کا استخراج اور قواعد اصولیہ اور کلامی مسائل کا استنباط
ہوتا ہے پھر ان کی تفسیر کی اور ایسے عمدہ پیرائے میں شرح کی جسے عقل اور منطق قبول کرتی ہے)

۲۔ "نور الانوار فی شرح المنار"۔^۴

نور الانوار پر حاشیہ :

ماجیون کی اس شرح پر شیخ محمد عبدالحلیم نے حاشیہ تحریر کیا اور اس کا نام "قمر الاقمار" رکھا۔

امان اللہ بنارس حنفی (متوفی ۱۱۳۳ھ)^۵

فقہ، اصول، منطق، کلام اور دوسرے علوم کے بھی عالم تھے۔ لکھنؤ میں اہم عہدے پر فائز تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المسفر فی الاصول ۲۔ شرح محکم الاصول ۳۔ حواش علی التلویح^۶

۱۔ ابوالحسن احمد بن محمد بن محمد بن یعقوب الولالی۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۰، الفتح المبین ۳/۳۱۶، معجم الاصولیین ۱/۲۳۰ (۱۷۳)

۲۔ ماجیون بن ابوسعید بن عبد اللہ (عبید) بن الرزاق حنفی المکی الصالحی ہندی جو نپوری (۱۶۳۷ء/۱۷۱۷ء) ہند میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ الفتح المبین ۳/۱۲۳، حرکۃ التالیف فی الاقلمیم الشمالی الہندی فی القرنین الثامن عشر والناسع عشر، جمیل احمد۔ ص ۱۰۸۔ کراچی

۴۔ احوال و رسالت الاسلامیہ مسند۔ ۵۔ امان اللہ بن نور اللہ بن الحسن بنارس ہندی متوفی ۱۷۴۱ء ہند میں ولادت ہوئی۔

۶۔ بیانات المکتون ۳/۳۳۳ اور ۵۳۰، ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۷، معجم الاصولیین ۱/۲۸۲-۲۸۱ (۲۲۵)، نزہۃ الخواطر ۲/۹۰۶ (۸۰)

خلیل بن ملا حسین الاسعدی شافعی (۱۰۸۵ھ-۱۱۳۴ھ)^۱

مؤلفات اصولیہ : کتاب "اصول الفقہ" تالیف کی۔^۲

محمد بن تاج الدین الفاضل ہندی امامی (۱۰۶۲ھ-۱۱۳۷ھ)^۳

شیعی امامی علماء میں سے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الخور البدیعة (البریعة) فی اصول الشریعة

۲۔ رموز الاحکام الشریعة من الخمسة التکلیفیة والوضیعة۔^۴

محمد بن عبد الہادی سندی حنفی (متوفی ۱۱۳۸ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح جمع الجوامع" لکھا۔^۶

الیاس بن ابراہیم الکردی الکورانی شافعی (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۸ھ)^۷

فقیہ تھے۔ تقریباً ۱۰۷۰ھ میں دمشق بہا کردہاں کے علماء سے تحصیل علم کیا۔ بیت المقدس کا پیدل سفر کیا۔ حج بیت اللہ کیا اور وہاں رہ کر علمی و روحانی پیاس بجھائی۔ والی دمشق وزیر جب پاشا ان کا بڑا معتقد و محبت کرنے والا تھا۔ ایک مرتبہ حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا :

"والله ان دعائی لا یصل الی السقف ، وما ینفعک دعائی والمظلومون فی حبسک

یدعون علیک"

(واللہ تیرے حق میں میری دعا چھت تک بھی نہیں پہنچے گی اور تجھے کوئی فائدہ نہیں دے گی کیونکہ مظلوم تیری قید میں

تیرے لئے بد دعا کر رہے ہیں)

انہوں نے مختلف فنون پر کئی کتابیں لکھیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح جمع الجوامع" تالیف کیا۔^۸

۱۔ شیخ خلیل بن الملا حسین الاسعدی الکردی شافعی۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۷/۵

۲۔ بہاء الدین محمد بن تاج الدین حسن الاصہبانی، فاضل ہندی۔ ہدیۃ العارفین ۳۱۸/۶

۳۔ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبدالمہادی السندی، ہدیۃ المنورہ میں واردہ تھے۔ ہدیۃ العارفین ۳۱۸/۶

۴۔ الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر الکردی الکورانی (۱۰۶۳ھ/۱۷۳۶ء) دمشق میں واردہ تھے۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۲۳۶/۵، مجموعہ الاصولیین ۲۸۰-۲۷۹/۱ (۲۲۳)

احمد، برناز، قوہ خوجہ حنفی (۱۰۷۴ھ-۱۱۳۸ھ)^۱

اپنے زمانے کے ممتاز فقہاء میں سے تھے۔ کئی علوم کے عالم و عارف تھے۔ ان کے دادا محمد اپنے علاقے کے پہلے حنفی تھے۔ مصر، مکہ، قسطنطنیہ، الجزائر جا کر وہاں کے شیوخ سے علم حاصل کیا اور پھر واپس تونس لوٹ کر وہاں کے اساتذہ سے زائے تلمذ طے کیا۔ کئی مشہور مدارس میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔ بہت سی کتابیں ان کی یادگار تصانیف ہیں۔ مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح المنار لابن الملک“ تالیف کیا۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ البیروتیہ نمبر ۴۳۱۱ میں موجود ہے۔^۲

عبدالرحمن بن احمد بصیری حنفی (متوفی ۱۱۳۹ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الرشاد شرح الارشاد من الاصول“ تالیف کی۔^۴

عبدالغنی النابلسی حنفی (۱۰۵۰ھ-۱۱۴۳ھ)^۵

کئی علوم کے عالم تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم شیخ احمد القلعی سے حاصل کی۔ بغداد، سوریه، فلسطین، لبنان، مصر و حجاز کے سفر کئے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”خلاصہ التحقيق فی بیان التقليد و التلفيق“ تالیف کی۔^۶

محمد امین قصیری زادہ حنفی (متوفی ۱۱۵۱ھ)^۷

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح منار الانوار للنسفی فی الاصول“ تالیف کی۔^۸

محمد بن عیسیٰ الکنانی حنبلی (۱۰۷۴ھ-۱۱۵۳ھ)^۹

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الزهور البهيه فی شرح الرسالة الاصول الفقهيہ“ تالیف کی۔^{۱۰}

احمد بن مبارک السجلماسی مالکی (۱۰۹۰ھ-۱۱۵۵ھ)^{۱۱}

فقہ، محدث، خاتمة المحققين والعلماء والعاملين، فہامہ تھے۔ جمیع علوم کی ریاست ان پر ختم ہوتی تھی، شام و باند کے ساتھیوں میں سے تھے۔ بہت سی کتب نافعہ تصنیف کیں۔

۱۔ احمد بن مصطفیٰ بن محمد بن مصطفیٰ قرہ خوجہ، برناز (۱۶۶۳ء/۱۷۲۶ء) ترکی النسل تھے مگر تونس میں مستقل رہائش پذیر تھے۔

۲۔ تمام الصولین ۱/ ۲۳۸-۲۴۰ (۱۸۲) مع قاضی عبدالرحمن بن احمد بصیری رومی مع ایضاح المکون ۳/ ۵۷۲

۳۔ شیخ الاسلام عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی النابلسی الدمشقی (۱۶۴۱ء/۱۷۳۱ء) دمشق میں انتقال ہوا۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/ ۵۹۰-۵۹۳، الفتح المبین ۳/ ۱۲۶-۱۲۷، معجم الاصولیین ۲/ ۲۱۸ (۴۵۰)

۵۔ محمد بن ابن الشیخ محمد الاسکنداری، قصیری زادہ ۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۳۲۳

۶۔ محمد بن عیسیٰ بن محمود بن کنان الکنانی الصالحی الدمشقی المظاہر فی وفات پائی۔ ۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/ ۳۲۵

۱۱۔ ابوالحسن احمد بن مبارک بن محمد بن علی البکری الصدیقی (۱۶۷۹ء/۱۷۴۲ء) سجلماسہ میں پیدا ہوئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”انارة الافهام بسماع ما قيل في دلالة العام“ الراغبی نے اس طرح ذکر کیا ہے :

”وله في الاصول رسالة في دلالة العام على بعض افرادہ“

(اصول میں ان کا رسالہ ہے جو عام کی اس کے بعض افراد پر دلالت کے بارے میں ہے)

۲۔ ”رد التشديد في مسألة التقليد“

۳۔ ”شرح على شرح السحلى على جمع الجوامع“^۱

نور الدین احمد بن محمد ہندی حنفی (۱۰۶۴ھ-۱۱۵۵ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی التلویح“ تالیف کیا۔^۳

احمد بن احمد العمادی مالکی (متوفی ۱۱۵۵ھ)^۴

فقیہ، اصولی، محدث، نحوی اور منطقی تھے۔ اصول و فروع میں مختصر رہتے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۵

احمد بن اسحاق الذماری (۱۱۰۷ھ-۱۱۵۸ھ)^۶

علمائے ذمار اور صنعاء سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”حواش علی شرح الغایة فی الاصول“ تالیف کی۔^۷

حمد اللہ الشیبی (متوفی ۱۱۶۰ھ)^۸

حکیم، منطقی، اصولی اور طبیب تھے۔ کمال الدین سہالوی اور نظام الدین لکھنوی کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح زبدة الاصول، للعاصمی“ تالیف کی۔^۹

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۳، اس میں تاریخ وفات ۱۱۵۶ھ ہے۔ الفتح المبین ۳/۱۲۷، معجم الاصولیین ۱/۱۹۰ (۱۳۸)

۲۔ نور الدین احمد بن اشبح محمد صالح احمد آبادی ہندی۔

۳۔ ایضاح المکنون ۴/۱۷۳

۴۔ معجم الاصولیین ۱/۷۸ (۵۶)

۵۔ احمد بن احمد بن عیسیٰ العمادی متوفی ۱۷۴ھ

۶۔ ابو عبد اللہ صفی الدین احمد بن اسحاق بن ابراہیم بن الامام المہدی احمد بن الحسن (۱۶۹۵ء/۱۷۴۵ھ) صنعاء میں وفات پائی۔

۷۔ معجم الاصولیین ۱/۹۳-۹۵ (۶۲)

۸۔ احمد اللہ بن شکر اللہ بن دانیال متوفی ۱۷۷۷ھ

۹۔ معجم الاصولیین ۲/۸۳ (۳۱۸)

نور بن محمد القاز آبادی حنفی (متوفی ۱۱۶۳ھ)^۱

سیواس میں تعلیم حاصل کی۔ استنبول میں تدریس کی، مکہ المکرمہ میں قاضی رہے۔ مفسر اور کئی علوم کے عالم تھے۔
کئی مصنفات تصنیف کیں۔

تولقات اصولیہ :

حاشیۃ الاصول و غاشیۃ الفصول “ (شرح مقدمات الاربعۃ لصدر الشریعہ)

ابنہ : الحمد لله الذی علم ما لم نعلم من بدائع الاصول وبعد فبقول أفقر عباده الله الى الله الهادی

..... ابو النافع احمد بن محمد بن اسحاق القاز آبادی هذه کلمات

على المقدمات الاربع التي اختر عنها صدر الشریعہ الخ

خبرہ : بل فتح مفتاح الابواب و کشف رب الأرباب (اور اس کے بعد حمد و صلاۃ ہے) مختلف مقامات میں اس کے نسخے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک نسخہ استنبول کے میوزیم کی الماری ۱۳۱ میں موجود ہے۔

صاحب معجم الاصولیین نے لکھا کہ مکتبہ لاله لی ترکی ۱۸۷۸ء کی فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ایک حاشیہ علی شرح مختصر المنتهی للسیّد بھی ہے واللہ اعلم۔ مگر صورت حال یہ ہے کہ سید کی مختصر المنتهی پر کوئی شرح نہیں ہے۔ ان کا ایک حاشیہ ہے جو شرح العضد لمختصر المنتهی پر ہے۔^۲

عائیل بن محمد الصنعانی زیدی (۱۱۱۰ھ-۱۱۶۳ھ)^۳

فقہ، اصولی اور شاعر تھے۔ اپنے والد اور سید محمد بن اسماعیل الامیر سے تعلیم حاصل کی اور مختلف علوم میں خاص طور پر مول میں کمال حاصل کیا۔ اپنے زمانے کے کبار اور مشہور عالم تھے۔

تولقات اصولیہ :

”شرح منظومة الكافل فی الاصول“ یہ ان کے شیخ سید محمد الامیر کی کتاب کی شرح ہے۔ جو دو مجلدات پر محیط ہے۔ اس میں طویل مگر مفید بحثیں کی گئیں ہیں۔^۴

نور بن مصطفیٰ الحادمی حنفی (متوفی ۱۱۶۵ھ)^۵

خادم میں مدرس تھے۔

تولقات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی مراۃ الاصول شرح مرفاة الوصول لملاخسر و تالیف کی۔^۶

۱۔ نور بن احمد بن محمد بن اسحاق الرومی القاز آبادی متوفی ۱۷۵۰ء۔ ترکی سے تعلق تھا، قطیفیہ میں وفات پائی۔

۲۔ بیۃ العارفین ۱۷۵/۵، معجم الاصولیین ۲۰۳/۱-۲۰۴/۱ (۱۵۱)

۳۔ عائیل بن محمد بن اسحاق بن المہدی احمد بن الحسن بن امام القاسم بن محمد الیمانی الصنعانی الزیدی (۱۶۹۸ء/۱۷۵۱ء) صنعاء میں ولادت ہوئی۔

۴۔ بیۃ العارفین ۲۲۱/۵، معجم الاصولیین ۲۶۸/۱-۲۶۹/۱ (۲۱۳) ۵۔ البصیر احمد بن مصطفیٰ بن عثمان الحادمی الرومی۔

۶۔ بیۃ المکتون ۳/۳۵۷، بیۃ العارفین ۱۷۵/۵، معجم الاصولیین ۲۳۸/۱ (۱۸۱)

اسماعیل بن عظیم الجوهری (۱۱۶۵ھ بعدہ)^۱

انہوں نے کئی نفع بخش کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”الکلم الجوامع فی بیان مسائلہ الاصولی لجمع الجوامع“ تالیف کی۔

صاحب جمع الجوامع کے قول ”والاصولی العارف بہا“ کی شرح میں یہ رسالہ ہے۔

اولہا : ”حمد المن ھدانا لمنہاج الوصول“ وہ اس کتاب کی تالیف سے ۱۱۵۰ھ میں فارغ ہوئے۔

دارالکتب مصریہ نمبر ۴۰۴ کے علاوہ مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔^۲

عمر بن محمد الشنوائی (متوفی ۱۱۶۷ھ)^۳

شاعر، ادیب، فقیہ اور اصولی تھے۔ قاہرہ آکر وہاں کے اکابر علماء فضلہ سے علم حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”صارم الحق القصص لظہر من ادعی أن الاباحۃ لیست من الاحکام“ تالیف کی۔

اس میں احکام خمسہ ذکر کئے گئے ہیں اور بتایا کہ ”اباحۃ“ ان احکام میں سے ایک ہے اور ان لوگوں کا رد کیا جوباحت کے حکم شرعی ہونے کے منکر ہیں ادعاء استدلال اور رد علی الخصوم میں طریقہ اصولیہ کے مطابق بحث کی گئی ہے۔^۴

حسن بن علی المرانغی شافعی (متوفی ۱۱۷۰ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التحریر ۲۔ حاشیہ علی جمع الجوامع۔^۶

حامد بن یوسف الباندیری موی حنفی (۱۱۱۱ھ-۱۱۷۲ھ)^۷

کئی علوم کے عالم تھے۔ آستانہ سورہ مصر میں تعلیم حاصل کی، مدینۃ المنورہ میں ایک عرصہ تک قیام کیا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تعریفات الفحول فی الاصول“ تالیف کی۔^۸

احمد بن علی المینی حنفی (۱۰۸۹ھ-۱۱۷۲ھ)^۹

حنبل مفتی شیخ ابوالموہب اور شیخ عبدالغنی نابلسی اصولی حنفی (متوفی ۱۱۴۳ھ) صاحب ”خلاصۃ المسائل فی بیان التقلید والتلفیق“ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ مختلف فنون پر بہت سی کتابیں تالیف کیں۔

۱۔ اسماعیل بن عظیم الجوهری ۱۷۵۲ھ میں زندہ تھے۔ ج۔ معجم الاصلیین ۱/۲۶۷ (۲۱۲)

۲۔ عمر بن محمد بن عبداللہ الصنی الشنوائی۔ مصر میں وفات پائی۔ ج۔ الفتح المبین ۳/۱۲۸

۳۔ حسن بن علی بن احمد بن عبداللہ الطحاوی الازہری المرانغی۔ مصر میں وفات پائی۔ ج۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۹۸

۴۔ ضیاء الدین حامد بن یوسف بن حامد الاسکدرائی الباندیری موی (۱۷۰۰ھ/۱۷۵۸ء)۔ باندیرہ میں وفات پائی۔ ج۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۶۰، معجم الاصلیین ۱/۶۷-۶۸ (۲۵۶)

۵۔ ابوالنجاہ احمد بن علی بن عمر بن صالح العدوی الطرابلسی الاصل، المینی المولود، الدمشقی المنشاء (۱۶۷۸ھ/۱۷۵۹ء)۔ ج۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۶۰، معجم الاصلیین ۱/۶۷-۶۸ (۲۵۶)

مؤلفات اصولیہ :

علامہ قاسم بن قطلوبغا نے رسالہ ”عرف الناسم“ کی شرح لکھی۔ ہدیۃ العارفین میں یہ الفاظ ہیں : ”شرح رسالة ابن قطلوبغا فی الفقہ“ مجتم المؤلفین میں احمد المبینی کے حالات زندگی میں اس طرح مذکور ہے : ”من تالیفہ..... شرح رسالة قاسم بن قطلوبغا فی اصول الفقہ“۔^۱

احمد الأصرم (متوفی ۱۱۷۲ھ)^۲

فقہ، اصولی، ادیب اور شاعر تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح المحلی بجمع الجوامع“ تالیف کی۔^۳

شاہ ولی اللہ دہلوی حنفی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ)^۴

فقہ، اصولی، محدث، مفسر اور اصولی تھے۔ حفظ قرآن و تحصیل علوم کی تکمیل کے بعد پندرہ برس کی عمر میں بارہ برس تک اپنے والد کے مدرسہ میں تدریس کی۔ انہوں نے علوم ظاہرہ، تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، نحو و صرف کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی تھی۔ ۱۱۴۴ھ میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں کے شیوخ سے مستفید ہوئے، پھر واپس دہلی لوٹ آئے۔ فقہ فنون و موضوعات پر دو سو سے زائد کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

شاہ ولی اللہ نے اصول فقہ کے جمیع ابواب پر محیط کوئی مکمل کتاب نہیں لکھی سوائے ”عقد الجید فی احکام الاجتهاد و التلقید“ کے، اس میں ابواب اصول فقہ میں سے ایک باب ”الاجتهاد و التلقید“ کو زیر بحث لائے ہیں۔ مگر جمیع مسائل اصول فقہ میں آپ کی منتشرہ صورت میں آراء موجود ہیں جنہیں ڈاکٹر مظہر نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ بعنوان ”اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ“ میں یکجا کیا ہے۔ اس پر کراچی یونیورسٹی، پاکستان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری عطا کی گئی اور یہ مقالہ کتاب کی صورت میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔ المراقی نے لکھا ہے :

”من مؤلفاته الانصاف فی بیان سبب الاختلاف وهو کما یری من اسمہ کتاب فی

اصول الفقہ“

(ان کی مؤلفات میں سے ایک ”الانصاف فی بیان سبب الاختلاف“ ہے اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ اصول فقہ میں کتاب ہے)۔^۵

۱۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۶-۱۷۵/۱، مجتم الاصولیین ۱۷۶-۱۷۵/۱ (۱۲۶)

۲۔ احمد اصرام متوفی ۱۱۷۶ھ۔ قیروان میں ولادت ہوئی۔ ح مجتم الاصولیین ۱/۲۷۷ (۴۰)

۳۔ ابوالفایض، ابو عبد العزیز، احمد بن عبد الرحیم بن وجیہ الدین العمری، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۷۰۳ء/۱۷۶۲ء) ہند میں ولادت ہوئی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۷، الفتح المبین ۳/۱۳۰، مجتم الاصولیین ۱/۱۳۹-۱۴۰ (۱۰۳)

محمد بن مصطفیٰ الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۷۶ھ)^۱

ان کے دادا عثمان بلخ سے آئے تھے اور ”خادم“ کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”مجامع الحقائق فی الاصول“ تالیف کی۔

شرح مجامع الحقائق :

بعد میں ان کے صاحبزادہ عبداللہ بن محمد خادمی (متوفی ۱۱۹۲ھ) نے ”منافع الدقائق شرح مجامع الحقائق“

کے نام سے اس کتاب کی شرح لکھی۔^۲

محمد بن محمد البلیدی مالکی (۱۰۹۶ھ-۱۱۷۶ھ)^۳

فقہیہ ، عمدة المحققین ، صدر شیوخ المالکیہ اور بہت سے علوم و فنون کے عالم و عارف تھے۔ علماء الازہر اور شام ان سے مستفید ہوئے۔ جامعہ الازہر میں جب ان کا تفسیر بیضاوی کا درس ہوتا تو وہاں دوسو سے بھی زیادہ مدرسین جمع ہوتے۔ ان کی بہت سی مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”رسالة فی دلالة العام علی بعض افرادہ فی الاصول“ تالیف کی۔^۴

رستم علی القنوجی (۱۱۱۵ھ-۱۱۷۸ھ)^۵

فقہیہ، اصولی اور مفسر تھے۔ اکثر کتب درسیہ اپنے والد سے پڑھیں اور ان کی وفات کے بعد لکھنوجا کر تمام کتب شیخ نظام الدین السہالوی سے پڑھیں اور واپس آ کر اپنے والد کے مدرسہ میں تدریس کی۔ قنوج پر مرہٹوں کے تسلط کے بعد فرح آباد اور پھر بریلی آ کر مقیم ہو گئے تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”منتخب نور الانوار شرح منار الاصول ، لملا جیون“ تالیف کی۔^۶

بحر العلوم لکھنوی حنفی (متوفی ۱۱۸۰ھ یا ۱۲۲۵ھ)

تاریخ وفات ۱۲۲۵ھ کے تحت ان کا بیان آئے گا۔

عبد الغفور الامدی شافعی (متوفی ۱۱۸۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”رسالة فی الاصول“ تالیف کیا۔^۷

۱۔ ابو سعید محمد بن مصطفیٰ بن عثمان الحسینی الخادمی القشیری، ان کے دادا عثمان بلخ سے آئے اور خادم کو وطن بنایا۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۸۵، ۶/۳۳۳ محمد بن محمد بن محمد الحسینی المنقربی، البلیدی (۱۲۸۵ء-۱۷۶۳ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

۳۔ الفتح المبین ۱۲۹/۳ رستم علی بن علی اصغر الصدیقی القنوجی (۱۷۰۳ء-۱۷۶۷ء) قنوج میں ولادت و تدفین ہوئی، جبکہ وفات اور چھ ماہ تک پہلی تدفین بریلی میں رہی۔

۴۔ معجم الاصولین ۲/۱۰۴ (۳۳۲)

۵۔ عبد الغفور الامدی، البلیب، ہدیۃ العارفین ۵/۵۸۸

ابراہیم الشرقاوی شافعی (متوفی ۱۱۸۵ھ)^۱

فقہ و اصولی تھے۔ اصول اور فروع فقہیہ میں مہارت حاصل تھی۔ صبح سے رات تک جامعہ الازہر میں درس و تدریس کی جگہ سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے اور ایک مدت تک اکیلے اپنے مذہب کی مسند افتاء پر فائز رہے۔^۲

فہیل الخضری شافعی (متوفی ۱۱۸۶ھ)^۳

فقہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "تحفایق یقظان بأسرار لقطۃ العجلان" تالیف کی۔ یہ بدرالدین زرخشی (متوفی ۷۹۴ھ) کی "لقطۃ العجلان وبلۃ الظمان" کی شرح ہے۔ دارالکتب المصریہ میں نمبر ۲۲۸۴ (ب) پر اس کا نسخہ موجود ہے۔^۴

عبدالحق فرنگی محلی (متوفی ۱۱۸۷ھ)^۵

اپنے چچا ملا نظام الدین سے علم سیکھا۔ مدرسہ فرنگی محلی میں مدرس رہے۔ لکھنؤ کے اکابرین میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح مسلم الثبوت" تالیف کی۔^۶

احمد بن محمد الراشدی شافعی (متوفی ۱۱۸۸ھ)^۷

محدث، فرضی اور اصولی تھے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۸

احمد بن عبداللہ البعلی حنبلی (۱۱۰۸ھ-۱۱۸۹ھ)^۹

فریضہ حج ادا کیا۔ مدینۃ المنورہ میں تدریس کی۔ شیخ ابراہیم الموابہی کے بعد ۱۱۸۸ھ میں حنبلی مسند افتاء پر بیٹھے۔ کئی موضوعات پر کتب تصنیف کیں۔

۱۔ ابراہیم بن عبداللہ الشرقاوی شافعی متوفی ۱۱۸۵ھ

۲۔ معجم الاصولیین ۱/۳۵ (۱۵)

۳۔ فہیل بن محمد بن زہران بن علی الرشید المصری، خضری شافعی متوفی ۱۱۸۶ھ

۴۔ ایضاً المکتون ۳/۴۰۸، ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۵، معجم الاصولیین ۲/۹۸ (۳۳۵)

۵۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۳ (۱۶۵۸)

۶۔ عبدالحق بن محمد سعید بن قطب الدین فرنگی محلی متوفی ۱۱۸۷ھ

۷۔ احمد بن محمد بن محمد بن شایب الراشدی شافعی الاذہری متوفی ۱۱۸۸ھ، قاہرہ میں وفات پائی

۸۔ احمد بن عبدالمند۔ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن مصطفیٰ الحلی الاصل العلوی الدمشقی (۱۱۶۹ھ-۱۱۷۵ھ) دمشق میں وفات پائی

۹۔ احمد بن عبدالمند۔ احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن مصطفیٰ الحلی الاصل العلوی الدمشقی (۱۱۶۹ھ-۱۱۷۵ھ) دمشق میں وفات پائی

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”ذخیر الحریرو فی شرح مختصر التحریرو“ تالیف کی۔^۱

عبداللہ بن محمد الخادمی حنفی (متوفی ۱۱۹۲ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب ”منافع الدقائق شرح مجامع الحقائق“ تالیف کی۔ یہ کتاب ان کے والد محمد بن مصطفیٰ الخادمی (متوفی ۱۱۷۶ھ) کی اصول فقہ میں کتاب ”مجامع الحقائق“ کی شرح ہے۔^۳

محمد بن عبادہ العدوی مالکی (متوفی ۱۱۹۳ھ)^۴

ممتاز مالکی شیوخ میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ حصول علم کے لئے مصر آئے اور مختلف علوم و فنون حاصل کئے۔ کئی مفید کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی جمع الجوامع^۵ ۲۔ حاشیہ علی السعد

۳۔ تقييدات علی ورقات امام الحرمین فی الاصول^۶

محمد بن یوسف الاسیری حنفی (۱۱۳۳ھ-۱۱۹۲ھ)^۷

حلب میں مثنیٰ تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ المستغنی شرح المغنی فی الاصول۔^۸

۲۔ بدائع الافکار فی شرح اوائل الانوار۔^۹

حسن بن علی العشاری شافعی (۱۱۵۰ھ-۱۱۹۲ھ)^{۱۰}

فقیہ، اصولی، بہترین نثر نگار اور شاعر تھے۔ فقہ کا اتنا غلبہ تھا کہ ”شافعی الصغیر“ کے نام سے مشہور ہو گئے تھے۔ رضا کمالہ کے مطابق بصرہ کے قاضی رہے۔ ۱۱۹۲ھ میں تدریس کے لئے بغداد سے بصرہ بھیجے گئے مگر سال پورا ہونے سے قبل ہی وفات پا گئے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ ایضاح المکنون ۳/۵۴۰، ہدیۃ العارفین ۵/۱۷۸-۱۷۹، معجم الاصولیین ۱/۱۵۴ (۱۰۷)

۲۔ عبداللہ بن ابی سعید محمد بن مصطفیٰ الخادمی، الروی حنفی ۳۸۵/۵ ہدیۃ العارفین

۳۔ ابو عبداللہ محمد بن عبادہ بن بری الصوفی مالکی العدوی متوفی ۱۷۷۷ھ ۵ ہدیۃ العارفین ۶/۳۴۱ ۶ الفتح المبین ۳/۱۳۳

۴۔ محمد بن یوسف بن یعقوب بن علی بن حسن بن شیخ اسکندر الغزالی۔ حنفی الاسیری، غالباً حلب میں وفات پائی

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۴۲ ۹ ایضاح المکنون ۳/۱۶۹

۱۰۔ ابو عبداللہ محمد بن حسین بن علی بن حسن بن محمد بن فارس العشاری بلخ ادبی الشافعی (۱۷۳۷-۱۷۸۰ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تعلیقات علی شرح جمع الجوامع للمحلی تالیف کی۔^۱

اسماعیل بن محمد القنوی حنفی (متوفی ۱۱۹۵ھ)^۲

اصولی، منطقی، مفسر، علوم عقلیہ و نقلیہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ قسطنطنیہ میں تدریس کرتے تھے۔ اس قدر شہرت پائی کہ سلطان مصطفیٰ خان نے ان کو ”دار السعاده“ کا رئیس المعلمین بنادیا تھا۔ سلطان عبدالحمید خان بھی ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتا اور جب ان کے درس میں شرکت کے لئے آتا تو سلسلہ درس جاری رکھنے کا حکم دیتا۔ ان کے بھائی سلطان مصطفیٰ کا بھی یہی معمول تھا۔ انہوں نے کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے ”حاشیہ علی المقدمات الأربع لصدور الشریعہ“ تالیف کیا مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ ان میں سے ایک تیموریہ (۲۳۲ مجامع) میں بھی موجود ہے۔ آغاز یوں ہوتا ہے:

”الحمد لله خالق السماء والأرضین۔“^۳

عبدالرحمن بن جواد اللہ النبانی مالکی (متوفی ۱۱۹۸ھ)^۴

فقیہ و اصولی تھے۔ جامعہ الازہر میں تعلیم حاصل کی۔ اپنے زمانے کے ممتاز جید علماء سے علمی استفادہ کیا۔ معقول و مقول میں کمال حاصل کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے ”حاشیہ علی شرح جلال الدین المحلی علی جمع الجوامع“ دو مجلدات میں تالیف کیا۔ جو بولاق سے ۱۲۸۵ھ میں چھپ چکا ہے۔^۵

مصطفیٰ بن یوسف الموسناری حنفی (متوفی ۱۱۹۹ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ فتح الاسرار فی شرح المغنی فی الاصول

۲۔ مفتاح الحصول علی مرآة الاصول اعنی شرح مرآة الوصول لملا خسرو۔^۷

۱۔ مجمع الاصولین ۲/۴۳-۴۴ (۳۰۸)

۲۔ ابوالمقدی، عصام الدین اسماعیل بن محمد بن مصطفیٰ القنوی حنفی متوفی ۱۱۹۸ھ، قومیہ میں ولادت اور دمشق میں وفات پائی

۳۔ مجمع الاصولین ۱/۲۷۰-۲۷۱ (۲۱۵)

۴۔ ابویزید عبدالرحمن بن جواد اللہ المغربی البنانی متوفی ۱۱۸۳ھ مصر میں وارد تھے۔

۵۔ ہدیہ العارفین ۵/۵۵۵، الفتح المبین ۳/۱۳۴، مجمع الاصولین ۱/۱۷۸-۱۷۹ (۴۱۳)

۶۔ مصطفیٰ بن یوسف بن مراد الموسناری البوسنوری الرومی حنفی کے ایضاح المکنون ۳/۴۴۳

علی بن صادق الشماخی (متوفی ۱۱۹۹ھ)^۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی مختصر المنتہی“ تالیف کیا۔^۲

سید عمر بن حسین بوزجی زادہ الابدی (متوفی ۱۲۰۰ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح الوجہ فی الاصول“ تالیف کی۔^۳



۱۔ علی بن الحاج صادق بن محمد بن ابراہیم الداعسانی، دمشق میں سکونت اختیار کی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۷۷۰

۳۔ ایضاح المکنون ۳/۴۷، ہدیۃ العارفین ۵/۸۵۸

تیرہویں صدی ہجری کے اصولین کا تعارف اور ان کی اصولی خدمات کا تحقیقی تجزیہ

فیض اللہ الداعستانی شافعی (متوفی ۱۲۰۲ھ)^۱

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی جمع الجوامع فی الفروع“ تالیف کیا۔^۲

سید ابراہیم القرویٰ شیعہ (متوفی ۱۲۰۳ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”ضوابط الاصول“ تالیف کی۔^۴

محمد باقر بن محمد اکمل البہبہانی شیعہ (متوفی ۱۲۰۸ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی الذخیرہ ۲۔ حاشیہ علی معالم الاصول۔^۶

احمد بن یونس الخلیفی شافعی (۱۱۳۱ھ-۱۲۰۹ھ)^۷

فقیہ، اصولی اور نحوی تھے۔ منصب افتاء پر فائز ہوئے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۸

عبد اللہ بن محمد الاحقہ وی حنفی (۱۱۳۶ھ-۱۲۱۲ھ)^۹

آستانہ میں مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”جامع الفصول فی علمی الفروع والاصول“ تالیف کی۔^{۱۰}

۱۔ فیض اللہ بن عبد اللہ الداعستانی شافعی، مدینہ المنورہ میں واردہ تھے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۸۲۳/۵ ۳۔ سید ابراہیم بن باقر القرویٰ الشیعی ۴۔ ایضاح المکنون ۲۳/۳

۵۔ محمد باقر بن محمد اکمل الاصہبانی الفارسی البہبہانی، کربلا میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ ۶۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۰/۶

۷۔ ابوالحسن احمد بن یونس الخلیفی الازہری الشافعی (۱۱۹۷ء-۱۲۰۹ء) قاہرہ کے رہنے والے تھے۔

۸۔ ہدیۃ العارفین ۱۸۲/۵، مجملہ الاصولین ۲۵/۱ (۱۹۳)

۹۔ ابوالفضل الدین عبد اللہ بن محمد الاحقہ وی الازہری حنفی۔ آستانہ میں مدرس تھے۔

۱۰۔ ایضاح المکنون ۸۵۶/۳، ہدیۃ العارفین ۲۸۷/۵

سید محمد مہدی البروجردی شیعہ (۱۱۵۵ھ-۱۲۱۲ھ)^۱
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح الوافیہ فی الاصول ۲۔ قواعد الاصولیہ

حسین بن علی الایدینی حنفی (متوفی ۱۲۱۳ھ)^۲

شیخ خادمی کے شاگرد تھے۔ پہلے اپنے شہر مغنیہ میں وفات تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔
مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے ”حاشیہ علی حاشیہ السید لشرح العضد لمختصر ابن الحاجب“ تالیف کیا۔ ایضاً
المکون اور معجم المؤلفین دونوں میں اس طرح مذکور ہے :

”حسین الرومی الشہید بطات زادہ لہ حاشیہ علی لشرح الشریف الجرجانی لمتنہی السؤل والامل“

(حسین رومی جو طات زادہ سے مشہور ہیں۔ ان کا شرح الشریف الجرجانی لمتنہی السؤل والامل پر حاشیہ ہے)

مگر حقیقت حال یہ ہے کہ شریف جرجانی نے نہ تو شرح لمتنہی السؤل والامل تالیف کی اور نہ ہی مختصر المتنہی
تالیف کی، بلکہ ان کا شرح العضد لمختصر المتنہی پر حاشیہ ہے۔ واللہ اعلم

اسماعیل بن مصطفیٰ تائب حنفی (متوفی ۱۲۱۴ھ)^۳

عالم تھے۔ عیناب میں قاضی بنائے گئے۔ کئی کتابیں تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

ایضاً المکون کے مطابق انہوں نے کتاب ”شرح متنہی السؤل والامل لابن الحاجب“ تالیف کی، جب کہ
ہدیۃ العارفین میں اس طرح مذکور ہے : حاشیہ علی حاشیہ السید علی شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب

احمد ابوسلامہ شافعی (متوفی ۱۲۱۵ھ)^۴

اصول و فروع میں تبحر تھا۔ علوم نقلیہ، نحویہ، منطقیہ اور فقہیہ میں کمال حاصل کیا۔ فروع فقہیہ اور
مذہب اربعہ کے دقیق مسائل میں متبحر رہے۔ اصول غریبہ میں ان کا ذہن قیاس و غور و فکر میں محور بنا۔ کثرت مطالعہ کے

۱۔ بحر العلوم السید محمد مہدی بن السید مرتضیٰ بن محمد الطباطبائی البروجردی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۱/۶ حسین بن علی الایدینی الرومی حنفی، طات زادہ، متوفی ۱۷۹۸ء مغنیہ میں وفات پائی

۳۔ ایضاً المکون ۵۷۳/۲ میں تاریخ وفات ۱۰۷۹ھ مذکور ہے، اسی طرح مجمل المؤلفین ۲۷/۴ میں مذکور ہے۔ ہدیۃ العارفین ۳۲۸/۵ مجمل الاصولین

۴۔ ۱۷/۲ (۳۰۶) اسماعیل بن مصطفیٰ تائب حنفی تائب متوفی ۱۷۹۹ء قسطنطنیہ میں وفات پائی

۵۔ ایضاً المکون ۵۷۳/۲، ہدیۃ العارفین ۲۲۲/۵، مجمل الاصولین ۲۷/۱ (۲۱۶)، اس میں ہدیۃ العارفین ۱۲۲/۵، مذکور ہے جو کہ کاتب کی

فقطی ہے۔ اصلاً یہ ۲۲۲/۵ کا حوالہ ہے بحوالہ ابوجہد احمد بن سلامہ، ابوسلامہ شافعی متوفی ۱۸۰۰ء

بب اصول کی ان کی کتب قدیمہ پر مطلع رہتے جن سے عموماً متاخرین بے اعتنائی برتتے تھے۔ ان کے زمانے کے فقہاء مسائل اصولیہ میں ان کی طرف رجوع کرتے اور ان کے قول پر اعتماد کیا جاتا۔
مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۱

احمد بن محمد العطار امامی (۱۱۲۸ھ-۱۲۱۵ھ)^۲

فقیہ، اصولی و عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں دو مجلدات پر مشتمل ایک بڑی کتاب تالیف کی اور اس کا نام "التحقیق" رکھا۔^۳

محمد بن احمد الجوہری الصغیر شافعی (۱۱۵۱ھ-۱۲۱۵ھ)^۴

فقیہ، اصولی، ادیب و بلاغی تھے۔ فقہ و اصول کی تعلیم کے لئے شیخ الاجہوری کے دروس میں شرکت کی۔ جامعۃ الازہر اور مشہد حسینی میں تدریس کی درخواست کی گئی مگر انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ شیخ الجامعۃ الازہر شیخ احمد الدمنہوری کی وفات کے بعد جب شیخ عبدالرحمن العریش حنفی کو ان کی جگہ نامزد کیا تو اس فیصلے سے ناراض شافعی علماء ان کے پاس آئے۔ اس کے بعد ان کی درخواست پر امراء و فقہاء شافعیہ کا امام شافعی کے مزار کے پاس اجتماع ہوا۔ انہوں نے شیخ الازہر کے لئے شیخ احمد العروسی شافعی کو منتخب کیا تو سب کو یہ فیصلہ ماننا پڑا اور ایسا ہی ہوا۔ وہ کئی بہترین کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "رسالة فی الاصولی والاصول" تالیف کیا۔ ہدیۃ العارفین میں ہے : "مرقی فی الوصول الی معنی الاصولی والاصول"۔ دار الکتب المصریہ میں اس کا مخطوط موجود ہے۔ اس کے مطابق شیخ جوہری اس کے شریعہ میں فرماتے ہیں :

"لما من الکریم الوہاب بمطالعة شرح جمع الجوامع مع بعض الاصحاب وکان فی تکلمہ علی مسئلة الاصولی والاصول نوع غموض علی بعض الاذهان والعقول اردت ان اکتب علیہا بعض شیء یحل مبانیہا مازجا للشرح بالمشروح"۔^۵

(جب اللہ کریم نے بعض اصحاب کے ساتھ شرح جمع الجوامع کے مطالعہ کا احسان فرمایا اور مسئلہ الاصولی والاصول کی بحث میں بعض ذہنوں اور عقلوں پر کچھ غلطاری تھا۔ میں نے چاہا کہ اس پر کچھ لکھوں جو اس پوشیدگی کو دور کر دے اور جو میرے مشروح کے ذریعہ شرح کی مطابقت اور اعانت کر سکے)

وہ اس کتاب کی تالیف سے ۱۱۹۶ھ میں فارغ ہوئے تھے۔

۱۔ معجم الاصولیین ۱/۱۲۳ (۸۸)

۲۔ احمد بن محمد بن علی بن سیف الدین الحسنی الحسینی البغدادی العطار (۱۷۱۶ء-۱۸۰۰ء) ۳۔ معجم الاصولیین ۱/۲۲۳ (۱۶۶)

۳۔ ابوالہادی محمد بن احمد بن حسن بن عبدالکریم الخالیدی، جوہری صغیر، ابن الجوہری، شافعی (۱۷۳۸ء-۱۸۰۱ء) مصر میں وفات پائی

۴۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۵۲، الفتح للمبین ۳/۱۳۶-۱۳۸، فہرست الکتب العربیہ المخطوطہ بالکتب خانۃ المصریہ ۲/۲۶۲ (علم الاصول) جمع و ترتیب احمد لکھنوی و محمد البہاوی، مصر مطبعہ العثمانیہ ۱۳۰۵ھ

اسماعیل مفید بن علی رومی حنفی (۱۱۳۲ھ - ۱۲۱۷ھ) ^۱

فاضل، ادیب و خطاط تھے۔ موالیٰ حریمین میں سے تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "شرح المنار للنسفی" تالیف کی۔ اس کا ایک نسخہ برستین (بھودا) ۹۰۸ (۵۹۸۵) میں موجود ہے۔ آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : الحمد لله الذی ارشدنا لطریق الوصول الى علم الاصول اما بعد فہذا هل عقد المنار الخ ^۲

صالح بن محمد الفلانی مالکی (۱۱۶۶ھ - ۱۲۱۸ھ) ^۳

فقیر، اصولی، محدث، حافظ تھے۔ سوڈان میں ولادت و نشاۃ ہوئی۔ مراکش و تونس و مصر کے علمی اسفار کئے اور وہاں کے علماء سے استفادہ کیا۔ مدینہ المنورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، انتقال تک وہیں تدریس کرتے رہے۔ انہوں نے کتاب "ایقاظ ہمم الابصار لاقتداء بسید المهاجرین والانصار" بھی تالیف کی جو ۱۲۹۸ھ میں ہند سے چھپ چکی ہے۔ ^۴

عبدالحمید السباعی شافعی (متوفی ۱۲۲۰ھ) ^۵

فقیر و اصولی تھے۔ شافعی المذہب ہونے کے باوجود مذہب حنفی کی مسند افتاء پر فائز کئے گئے اور وہ اس کے مطابق فتویٰ دیتے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ان کے زمانے میں دونوں مذاہب کا ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا اور روح حقیقت غنصری سے پرواز کر جانے تک اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔ ان کی کئی مؤلفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی جمع الجوامع" دو ضخیم جلدوں میں تالیف کیا۔ ^۶

اسد اللہ الکاکظمی شیعہ (متوفی ۱۲۲۰ھ) ^۷

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نظم زیادة الاصول" تالیف کی۔ ^۸ مزید ۱۲۳۴ھ کے ضمن میں ان کا ذکر کیا جائے گا۔

خلیل بن احمد القنوی حنفی (متوفی ۱۲۲۴ھ) ^۹

فقیر، اصولی، متکلم اور مفسر تھے۔ شہر مغنیہ میں مفتی رہے، کئی علوم و فنون پر کتابیں لکھیں۔

۱۔ اسماعیل مفید بن علی العطار الرومی الشہیدی الحنفی (۱۸۰۳ء - ۱۷۲۰ء)

۲۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۳، معجم الاصولیین ۱/۲۶۶ (۲۱۱) معجم المولفین ۲/۲۹۷

۳۔ صالح بن محمد بن نوح بن عبداللہ العری المالکی فلانی (۱۷۵۳ء - ۱۸۰۳ء) سوڈان میں ولادت اور مدینہ المنورہ میں وفات ہوئی

۴۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۲۳، معجم الاصولیین ۲/۱۳۹ (۳۷۵) ۵۔ عبدالحمید بن عبدالوہاب السباعی الحنفی شافعی متوفی ۱۸۰۵ء

۶۔ معجم الاصولیین ۲/۱۶۹ (۳۰۵) ۷۔ اسد اللہ ابن الحاج اسماعیل الکاکظمی متوفی ۱۸۰۵ء

۸۔ خلیل بن احمد بن حمص القنوی الرومی حنفی متوفی ۱۸۰۹ء، مغنیہ میں وفات پائی۔ ۹۔ ہدیۃ العارفین ۵/۲۰۳

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے ”حاشیہ علی حاشیۃ السید للشرح العضد“ تالیف کیا۔ ایضاً المکنون اور معجم المؤمنین میں اس طرح مذکور ہے : له شرح منتهی السؤل والامل فی علمی الاصول والجلد لابن الحاجب (واللہ اعلم) ^۱

بحر العلوم عبد العلی لکھنوی حنفی (۱۱۳۴ھ - ۱۲۲۵ھ) ^۲

فقہ، اصولی اور منطقی تھے۔

اپنے والد سے کتب درسیہ پڑھ کر سترہ برس کی عمر میں فراغت پائی۔ والد کی وفات کے بعد ان کی جگہ مدرسہ فرنگی محل لکھنؤ میں تدریس کی پھر شا جہاں پور، رام پور، اور پھر بہار آ کر زندگی کے باقی ایام درس و تدریس میں گزارے۔ اصول فقہ کے علاوہ فقہ و منطق میں بھی آپ کی تصانیف ہیں

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت فی اصول الفقہ۔ یہ شرح اور امام غزالی کی کتاب ”المستصفی“ دونوں کا ایک ساتھ ۱۳۲۴ھ میں مطبعہ بولاق سے دو جلدوں میں شائع ہو چکے ہیں۔

فواتح الرحموت پر حواشی :

شاہ احمد رضا خان بریلوی حنفی (متوفی ۱۳۴۰ھ) نے اس پر حواشی لکھے جو تقریباً ۴۱ صفحات میں ہیں۔ اس کے غیر مطبوعہ نسخہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی کراچی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کی لائبریری میں موجود ہے۔

۲۔ تکملہ شرح تحریر الاصول

۳۔ ”توسیر المنار“ یہ المنار کی فارسی میں شرح ہے۔ اس کو ڈاکٹر فاضل برکات احمد نوکی نے عربی زبان میں منتقل کیا۔ مظہر بقائے کہا کہ اس کے نسخہ کی فوٹو کاپی ان کے پاس موجود ہے جو انہوں نے ان کے پوتے ڈاکٹر سید محمود احمد برکاتی سے لی تھی۔

۴۔ شرح اصول البزدوی ^۳

عبداللہ بن حجازی الشرقاوی شافعی (۱۱۵۰ھ - ۱۲۲۷ھ) ^۴

جامعۃ الازہر و دیگر مدارس سے تعلیم حاصل کی اور پھر جامعۃ الازہر میں مدرس رہے۔ مختلف علوم پر آپ نے کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”رسالة فی مسألة اصولیة علی جمع الجوامع فی الاصول“ تالیف کی۔ ^۵

۱۔ ایضاً المکنون ۵/۳۵۶، ہدیۃ العارفین ۵/۳۵۶، معجم الاصولیین ۲/۹۰-۹۱ (۳۲۷)

۲۔ ابوالعباس بحر العلوم عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد لکھنوا انصاری۔ (۱۸۱۰ء/۱۷۳۱ء)

۳۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۸۶-۵۸۷، الفتح المبین ۳/۱۳۲-۱۳۳ میں تاریخ وفات ۱۱۸۰ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲/۲۱۵-۲۱۶ (۳۳۸)

۴۔ عبداللہ بن حجازی بن ابراہیم الشرقاوی (۱۸۱۲ء/۱۷۳۷ء) قاہرہ میں وفات پائی۔ ۵۔ الفتح المبین ۳/۱۳۹

محمد تقی الکاظمی شیعہ (۱۲۲۶ھ بعدہ)

انہوں نے کتاب "جامع الاصول" تالیف کی۔^۱

جعفر بن خضر البجاحی شیعہ (۱۱۵۶ھ - ۱۲۲۷ھ)^۲

اپنے زمانے کے ممتاز و جید شیوخ سے تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ غایۃ المامول فی علم الاصول

۲۔ کشف الغطار عن مبہمات الشریعة الغراء

یہ ایک شعری مجموعہ ہے جو اصول فقہ، اصول الدین اور فقہ میں ہے اور اس میں چالیس ہزار سے زائد اشعار ہیں۔^۳

خلیل بن احمد نعیمی حنفی (متوفی ۱۲۳۰ھ)^۴

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "حاشیہ علی شرح المنتہی" تالیف کیا۔^۵

مختار بن بونہ الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۲۳۰ھ تقریباً)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "نظم جمع الجوامع فی الاصول" تالیف کی۔^۱

محمد حسن بن محمد القزوینی شیعہ (متوفی ۱۲۳۰ھ تقریباً ۱۲۴۰ھ)^۲

امامی مجتہد تھے۔ بہت سے علوم میں کمال حاصل کیا، علم اصول فقہ میں خاص ملکہ و شہرت حاصل تھی، فتویٰ کا مرجع تھے۔ ان کی کئی مصنفات بھی ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تنقیح المقاصد الاصولیہ فی شرح ملخص الفوائد الحائریہ

۲۔ کشف الغطا فی الاصول، یہ کتاب و شرح دونوں انہی کی تالیفات ہیں۔^۳

۱۔ طہران میں واردہ تھے۔ ہدیۃ العارفین ۳۹۲/۶

۲۔ جعفر بن خضر بن یحییٰ الحنفی البجاحی الاصل، انجلی (۱۸۱۲/۱۷۳۳ء) نجف میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ ہدیۃ العارفین ۲۵۶/۱، معجم الاصولیین ۱۵/۲ (۲۳۵) ج خلیل بن احمد مسیحی زادہ المغنیساوی نعیمی ۵ ہدیۃ العارفین ۳۵۲/۵

۴۔ مختار بن بونہ الشنقیطی مغربی مالکی، ہدیۃ العارفین ۴۲۳/۶ ج محمد حسن بن محمد معصوم القزوینی الحساری الشیعی، شیراز میں وفات پائی۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۱۳۵۷/۶، الفتح الامین ۱۴۱/۳، معجم الاصولیین ۵۵/۳ (۲۸۹)۔ اس میں تاریخ وفات ۲۴۰ھ مذکور ہے۔

مؤید محمد الشفشاؤنی مالکی (۱۱۷۹ھ-۱۲۳۲ھ) ۱

فقہ اصولی اور معقول و منقول میں متفنن تھے۔ شیخ عبدالرحمن البنانی مالکی (متوفی ۱۱۹۸ھ)، صاحب حاشیہ علی شرح جلال الدین المحلی علی جمع الجوامع و دیگر شیوخ زمانہ سے تعلیم و اجازت حاصل کی۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی المحلی فی الاصول

۲۔ المراغی نے لکھا کہ انہوں نے حاشیہ علی شرح البنانی تالیف کیا تھا مگر درست یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمن البنانی نے شرح نہیں بلکہ حاشیہ لکھا تھا۔ انہوں نے حاشیہ علی شرح جلال الدین المحلی علی جمع الجوامع لکھا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی دیگر مؤلفات میں کوئی شرح نہیں ہے۔ ۲

اسماعیل بن احمد الکلبسی (۱۱۵۰ھ-۱۲۳۳ھ) ۳

اصول و فروع میں امام تھے، جامعہ روضہ میں مدرس تھے۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔ ۳

سید محمد بن مصطفیٰ العلانی حنفی (متوفی ۱۲۳۴ھ) ۴

تونیہ میں فقہ و حدیث کے مدرس تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح علی او اخر المجامع الاصول للخدامی

۲۔ شرح نتیجۃ الاصول ۱

اسد اللہ الکاظمی امامی (۱۱۸۶ھ-۱۲۳۴ھ بعدہ) ۵

فقہ و اصول میں فاضل تھے۔ زیادہ تر آثار محمد باقر البهبہائی (متوفی ۱۲۰۸ھ) صاحب حاشیہ علی معالم الاصول اور سید مہدی الطبا طبائی النجفی اور شیخ جعفر نجفی سے زانوئے تلمذ طے کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کشف القناع عن وجوہ حجۃ الاجماع، ایک بہت بڑی مسبوٹ کتاب ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ محمد باقر الطبا طبائی کربلا نمبر ۳۱ میں موجود ہے۔

۱۔ الفتح المبین ۱۳۲/۳

۲۔ ابو عبد اللہ محمد بن محمد الشفشاؤنی (۱۷۶۵ء-۱۸۱۶ء)

۳۔ معجم الاصولیین ۲۵۶/۱ (۲۰۰)

۴۔ اسماعیل بن احمد بن محمد الکلبسی الروضی الحسینی (۱۷۳۷ء-۱۸۱۷ء)

۵۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۹/۶

۶۔ سید محمد بن مصطفیٰ العلانی التولوی نقشبندی۔

۷۔ اسد اللہ بن الحاج اسماعیل الکاظمی التستری الامامی (۱۷۷۲ء-۱۸۱۹ء) عراق میں وفات پائی۔

۲۔ "نظم زیادة الاصول" للعاملی

۳۔ "المنہاج" فی الاصول للنواقی

دلدار علی نقوی شیعہ (۱۱۶۶ھ-۱۲۳۵ھ) ۴

شیعی علماء میں سے تھے۔ فقیہ، اصولی، متکلم، حکیم اور بعض دوسرے علوم کے بھی عالم تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہند کی اقلیم شمالی میں امامی مذہب کے ارکان کو مضبوط کیا۔ لکھنؤ و عراق کے افاضل شیعہ علماء سے تعلیم حاصل کی۔ نواب آصف الدولہ کی دعوت و درخواست پر لکھنؤ میں مقیم ہو گئے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اساس الاصول فی الرد علی الفوائد المدینہ للاسترابادی

۲۔ منتهی الافکار فی اصول الفقہ ۳

سید محسن الکاظمی شیعہ (متوفی ۱۲۴۰ھ) ۴

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "المحصول فی علم الاصول" تالیف کی۔ ۵

حسن بن محمد معصوم القزوی امامی (متوفی ۱۲۴۰ھ یا ۱۲۳۰ھ)

ان کا بیان ۱۲۳۰ھ کے تحت گذر چکا ہے۔

اسماعیل بن عبد الملک الحقدانی امامی (متوفی ۱۲۴۰ھ تقریباً) ۱

فقیہ، اصولی تھے۔ آیۃ اللہ بحر العلوم اور استاذ مرزا سلیمان البطاطائی کے شاگرد تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

"حقائق الاصول" لوس انجلس میں ۱۳۳۱ھ پر اس کا نسخہ موجود ہے۔ الذریعہ میں ہے :

"عناوینہ "حقیقة، حقیقة" فلذا یسمى "حقائق الاصول"

(اس کے عنوانات "حقیقة، حقیقة" ہیں اس لئے اس کا نام حقائق الاصول ہو گیا)۔ ۲

۱۔ ہدیۃ العارفین ۲۰۳/۵۔ اس میں تاریخ وفات ۱۲۴۰ھ مذکور ہے۔ معجم الاصولیین ۲۵۲/۱ (۱۹۵)

۲۔ دلدار علی بن محمد عین البصر آبادی لکھنؤی شیعہ، مجتہد (۱۲۵۳ھ/۱۸۲۰ھ)

۳۔ ہدیۃ العارفین ۲۰۵/۵، معجم الاصولیین ۱۰۲/۲ (۳۳۰)

۴۔ سید محسن بن حسن الاعرجی السامی الکاظمی الشیعہ متوفی ۱۸۴۵ھ

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۶

۶۔ معجم الاصولیین ۲۶۲/۱ (۲۰۶)

احمد بن زین الدین الاحسانی امامی (۱۱۶۶ھ-۱۲۴۱ھ)^۱

فلسفی اور مذہب ”المکشفیہ“ کے مؤسس تھے۔ جس کے کشفی اور الہامی ہونے کے وہ دعویدار تھے۔ بلاد فارس میں تعلیم حاصل کی عراق جا کر وہاں کے علماء سے استفادہ کرتے رہتے تھے۔ بحرین میں سکونت اختیار کی۔ بہت سی کتب اور رسائل لکھے۔
مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ مباحث الالفاظ
- ۲۔ رسالة في حجية الاجماع
- ۳۔ رسالة في تحقيق القول بالاجتهاد والتقليد
- ۴۔ رسالة في تقليد غير العلم
- ۵۔ رسالة في ان الامثال يقتضى الصحة
- ۶۔ رسالة في براءة الذمة
- ۷۔ شرح مسائل الاصول في مقدمات كشف الغطاء^۲

محمد بن عبد النبی (الغنی) النیشاپوری شیعہ (۱۱۷۴ھ-۱۲۴۱ھ)^۳

ہند اور پھر بغداد آئے پھر نجف الاشرف میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ قلع الاساس في نقص اساس الاصول
- ۲۔ كشف القناع عن عور الاجماع
- ۳۔ مصادر الانوار في الاجتهاد والاحبار
- ۴۔ سيرة المرتاد في ذكر نفاة الاجتهاد^۴

سید محمد بن علی الکر بلائی امامی (متوفی ۱۲۴۲ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ مفاتیح الاصول
- ۲۔ الوسائل الى النجاة في الاصول^۶

عثمان بن سند البصری (۱۱۸۰ھ/۱۲۴۲ھ)^۷

خاص کرتا ریح ادب، اصول اور فقہ میں شہرت رکھتے تھے۔ جوانی میں حصول علم کے لئے عراق آئے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور پھر دار الخلافہ بغداد میں منتقل ہو گئے۔ ان کی اکثر مؤلفات نظم کی صورت میں ہیں۔

۱۔ احمد بن زین الدین بن ابراہیم الاحسانی البحرانی امامی (۱۷۵۳ء-۱۸۲۶ء) الاحساء میں ولادت اور مدرسۃ المنورہ کے قریب وفات پائی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۸۵/۵، مجموعہ الاصولیین ۱/۳۰ (۸۵)

۳۔ محمد عبد النبی بن عبد الصالح النیشاپوری الشیعی الاخباری نجف الاشرف میں سکونت اختیار کی۔

۴۔ ہدیۃ العارفین ۳۶۲/۶ ۵۔ السید محمد بن علی بن محمد علی الطباطبائی الکر بلائی ۶۔ ہدیۃ العارفین ۳۶۳/۶

۷۔ بدر الدین عثمان بن سند اشجدی البصری (۱۷۶۶ء-۱۸۲۶ء) نجد میں ولادت اور بغداد میں وفات پائی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ انہوں نے کتاب ”نظم الورقات لامام الحرمین فی الاصول“ تالیف کی اور اس کا نام ”الشذرات الفاخرۃ فی نظم الورقات الناصرة“ رکھا۔ مکتبہ عباسیہ مصر میں موجود نسخے کے مطابق اس کا آغاز بقول عثمان المکنسی ابن سند، بعد از تجاء المن من رب صمد سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو ۱۲۱۹ھ میں مکمل کیا تھا۔

۲۔ شرح نظم الورقات^۱

احمد بن محمد باقر البہبائی امامی (۱۱۹۱ھ - ۱۲۴۳ھ)^۲

فقہ، اصول، حدیث، تاریخ و تفسیر وغیرہ میں ید طولی رکھتے۔ کئی موضوعات پر ان کی کتابیں ہیں۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ربیع الازہار فی مسائل متفرقة من اصول الفقہ ۲۔ الاجتہاد والاخبار

۳۔ الاستصحاب ۴۔ رسالۃ فی القیاس ۵۔ رسالۃ فی الاجماع

ان میں آخری چاروں انجیل میں مجموعہ نمبر ۳۵ کے ضمن میں موجود ہیں۔^۳

احمد بن محمد النراقی امامی (۱۱۸۵ھ - ۱۲۴۵ھ)^۴

امامی علماء و مجتہدین میں سے تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”مناہج الوصول الی علم الاصول“ یہ کتاب دو مجلدات میں ہے۔ اس کا ایک نسخہ جامعہ امام القری میں ۷۷ نمبر پر موجود ہے۔

۲۔ عین الاصول، اس کا ایک نسخہ مکتبہ لوس انجلس، ش ۵۵۹ پر موجود ہے۔

۳۔ عوائد الایام، اس کا ایک نسخہ مکتبہ امام الجمعہ زنجان میں موجود ہے۔

۴۔ تنقیح الفصول شرح تجرید الاصول واضح رہے کہ ”تجرید الاصول“ ان کے والد کی کتاب ہے۔

۵۔ ”مفتاح الاصول ومصباح الوصول“۔

۱۔ الفہرستین ۱۳۳/۳، مخطوطات المکتبہ العباسیہ فی مصر ۳۹/۲۔ بقلم علی الخاقانی المعجم العلمی العراقی ۱۳۱۰ھ - ۹۱۶۱ء

۲۔ احمد بن محمد بن محمد باقر المازنی المکرمانشاہی، وحید البہبائی (۱۷۷۷ء - ۱۸۲۷ء) کرمانشاہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ معجم الاصولین ۲۳۲/۱ (۱۷۵)

۴۔ احمد بن محمد مہدی بن ابی ذر کا شانی الزرقی (۱۷۷۷ء - ۱۸۲۸ء) کا شان کے گاؤں زراق میں وفات اور نجف میں تدفین ہوئی۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ انہوں نے کتاب ”نظم الورقات لامام الحرمین فی الاصول“ تالیف کی اور اس کا نام ”الشدرات الفاخرة فی نظم الورقات الناصرة“ رکھا۔ مکتبہ عباسیہ مصر میں موجود نسخے کے مطابق اس کا آغاز بقول عثمان المکنسی ابن سند، بعد ارتقاء المن من رب صمد سے ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کتاب کو ۱۲۱۹ھ میں مکمل کیا تھا۔
- ۲۔ شرح نظم الورقات^۱

احمد بن محمد باقر البہبہائی امامی (۱۱۹۱ھ-۱۲۳۳ھ)^۲

فقہ، اصول، حدیث، تاریخ و تفسیر وغیرہ میں ید طولی رکھتے۔ کئی موضوعات پر ان کی کتابیں ہیں۔
مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ ربيع الازهار فی مسائل متفرقة من اصول الفقه
 - ۲۔ الاجتهاد والاخبار
 - ۳۔ الاستصحاب
 - ۴۔ رسالة فی القیاس
 - ۵۔ رسالة فی الاجماع
- ان میں آخری چاروں انجلیس میں مجموعہ نمبر ۳۵۱ کے ضمن میں موجود ہیں۔^۳

احمد بن محمد النراقی امامی (۱۱۸۵ھ-۱۲۳۵ھ)^۴

امامی علماء و مجتہدین میں سے تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔

مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ ”مناہج الوصول الی علم الاصول“ یہ کتاب دو مجلدات میں ہے۔ اس کا ایک نسخہ جامعہ ام القری میں ۷۷۱ نمبر پر موجود ہے۔
- ۲۔ عین الاصول، اس کا ایک نسخہ مکتبہ لوس انجلس، ش ۵۵۹ پر موجود ہے۔
- ۳۔ عوائد الایام، اس کا ایک نسخہ مکتبہ امام الجعفر زنجانی میں موجود ہے۔
- ۴۔ تنقیح الفصول شرح تجرید الاصول واضح رہے کہ ”تجرید الاصول“ ان کے والد کی کتاب ہے۔
- ۵۔ ”مفتاح الاصول ومصباح الوصول“

۱۔ الفتح المبین ۱۳۳/۳، مخطوطات الحکیمہ العباسیہ فی العصر ۳۹/۲، بقلم علی الخاقانی المجموع العلمی العراقی ۱۳۱۰ھ-۹۱۶ھ

۲۔ احمد بن محمد علی بن محمد باقر الحارثی الکرماتہی، وحید البہبہائی (۱۷۷۷ء-۱۸۲۷ء) کرمانشاہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

۳۔ معجم الاصولین ۲۳۲/۱ (۱۷۵)

۴۔ احمد بن محمد مہدی بن ابی ذر الکاشانی النراقی (۱۷۷۱ء-۱۸۲۸ء) کا شان کے گاؤں زاق میں وفات اور نجف میں تدفین ہوئی۔

- ۱۔ اساس الاحکام فی تنقیح عمد مسائل الاصول بالاحکام۔
- ۷۔ رسالۃ فی اجماع الامر والنہی، یہ کتاب حسن صدر الدین الکاظمی کی لائبریری میں موجود ہے۔
- ۸۔ "مفتاح الاحکام" اصول فقہ میں ایک مختصر کتاب ہے۔^۱

زین العابدین الخوانساری امامی (۱۱۸۸ھ-۱۲۳۵ھ)^۲

فقہ واصولی اور بعض دوسرے علوم کے عالم تھے۔ صاحب روایات الجنات کے والد تھے، کئی کتابوں کے مصنف تھے۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اللالی المتلا لا فی اصول الفقہ مستقلاً

۲۔ حاشیہ علی القوانين

۳۔ حاشیہ علی اصول المعالم۔^۳

عبد الحمید بن عبد اللہ الرجبی حنفی (متوفی ۱۲۳۷ھ)^۴

فقہ واصولی اور بصرہ کے قاضی تھے، صاحب مصنفات ہیں۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نظم منار الانوار للنسفی

۲۔ شرح منظومة المنار۔^۵

محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۲ھ-۱۲۵۰ھ)^۶

فقہ، مجتہد، اصولی، مقری اور نظار تھے۔ تفسیر حدیث و تاریخ میں بھی ید طولی رکھتے تھے۔ اپنے والد اور اپنے شہر کے علم و فضل سے علم حاصل کیا۔ اصول فقہ میں مختصر المنتہی لابن الحاجب پڑھی۔ الغرض تمام علوم نقلیہ و عقلیہ حاصل کر لئے۔ یہاں تک کہ تشکان علم ہندو یمن وغیرہ تک سے ان کی خدمات میں جمع ہونے لگے۔ زندگی کے ابتدائی زمانے میں انہوں نے امام زید بن علی بن حسین کے مذہب پر تعلق حاصل کیا اور اس میں کمال حاصل کیا اور اس پر شہرت پائی۔ مگر پھر تقلید ترک کر دی اور مجتہد بن گئے۔ اپنے آپ کو مذہب زیدیہ میں مقید نہیں کیا اور وہ آراء علماء سابقین میں اپنے آپ کو پابند نہیں سمجھتے۔ ان کی کتاب نیل الاوطار کے مطالعہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے جس میں وہ مذاہب علماء امصار، اور آراء

۱۔ البیاض المکنون ۳/۱۳۱، ۳۳۱، ۵۲۳، ۵۶۳، ہدیۃ العارفین ۵/۱۸۵

۲۔ زین العابدین بن باقر الخوانساری (۱۷۷۳-۱۸۳۹ء) نجف میں ولادت و وفات ہوئی

۳۔ البیاض المکنون ۳/۳۹۶، ہدیۃ العارفین ۵/۳۸۰، معجم الاصلیین ۲/۱۱۵ (۳۵۱)

۴۔ عبد الحمید بن عبد اللہ الرجبی البغدادی الکھلی متوفی ۱۸۳۱ء بصرہ میں وفات پائی

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۵۰۶، معجم الاصلیین ۲/۱۶۸ (۲۰۳)

۶۔ محمد بن علی بن محمد بن عبد اللہ الشوکانی البصعانی الیمانی (۱۷۵۹ء-۱۸۴۳ء) صنعاء میں وفات پائی۔ الفتح المبین ۳/۱۳۳، ۱۳۵

صحابہ و تابعین نقل کرتے ہیں اور ہر ایک کے دلائل دیتے ہیں پھر ایک خاص رائے کے بیان پر کلام ختم کرتے ہیں۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صدر اول کی نسبت متاخرین کے لئے اجتہاد کو اللہ نے زیادہ آسان کر دیا ہے۔ مختلف فنون پر آپ کی کتابوں کی تعداد دو سو سے زائد بیان کی جاتی ہے، جس میں صرف بیالیس کتابیں مطبوعہ ہیں باقی سب مخطوطے کی شکل میں ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”القول المفید فی ادلة الاجتهاد والتقليد“ تالیف کی۔

یہ کتاب مطبعہ المعابد سے سنہ ۱۳۴۰ھ میں اور مکتبہ مصطفیٰ الحسینی سے سنہ ۱۳۴۷ھ میں اور مکتبہ المنیر یہ سے سنہ ۱۳۴۸ھ میں اور دار القلم، کویت سے ۱۳۹۶ھ میں عبدالرحمن الخالق کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

کتاب القول المفید کا تحقیقی تجزیہ :

آغاز زندگی میں مذہب امام ”زید بن علی بن الحسین“ پر تفقہ و کمال و شہرت حاصل کی، پھر تقلید کا پتہ اپنے گھر سے اُتار دیا اور منصب اجتہاد سے اپنے آپ کو آراستہ کر لیا۔ اور ایک کتاب ”السیل السجوار المتدفق علی الحدائق الازہار“ تالیف کی، جس میں اپنے آپ کو مذہب زید یہ میں مقید نہیں رکھا بلکہ وہ اولہ سے اپنے اجتہاد کے ذریعہ جس نتیجے پر پہنچے اس سے مذہب زید یہ کی تصحیح کی اور جس پر دلیل نہیں تھی اسے بے حقیقت و کھوٹ ثابت کیا۔ اس سے مذہب زید یہ کے اصول و فروع کے ماننے والوں میں اشتعال پیدا ہو گیا۔ اس وقت شوکانی نے ایک رسالہ بنام ”القول المفید فی ادلة الاجتهاد والتقليد“ تالیف کیا۔ اس میں تقلید کی مذمت و تحریم بیان کی۔

اس سے فتنہ و اشتعال میں شدت آگئی اور مذہب زید یہ ماننے والوں نے اسے مذہب اہل بیعت کو منہدم کرنے سے تعبیر کیا اور ان کے انصار و مخالفین کے مابین صنعاء میں حالات خراب ہو گئے تو اس وقت امام شوکانی نے ان کے جواب میں کہا کہ ”وہ صرف مذہب زید یہ میں تقلید کی حرمت کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کا یہ موقف جمیع مذاہب کے بارے میں ہے“۔

امام شوکانی تقلید کی مذمت اور تحریم بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کے لئے اجتہاد آسان ہے۔ متاخرین کے لئے اجتہاد آسان ہونے کے بارے میں وہ ارشاد الفحول میں فرماتے ہیں :

”فانه لا يخفى على من له ادنى فهم ، ان الاجتهاد قد ييسر الله للمتأخرين ، تيسيراً لم يكن للسابقين ، لان التفاسير لكتاب العزيز قد دونت ، وصارت في الكثرة الى حد لا يمكن حصره ، وكذلك السنة المطهرة ، وتكلم الائمة في التفسير ، والتجريح والتصحيح ، والترجيح ، بما هو زيادة على ما يحتاج اليه المجتهد ، وقد كان السلف الصالح ، ومن قبل هؤلاء المنكرين يروح للحدیث الواحد ، من قطر الى قطر ، فلاجتهاد على المتأخرين أيسر وأسهل من الاجتهاد على المتقدمين ، ولا يخالف في هذا من له فهم صحيح ، وعقل سوى“۔

(بلاشبہ تھوڑی سی بھی عقل رکھنے والے پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متاخرین کے لئے اجتہاد آسان فرمادیا ہے اور یہ آسانی سابقین کو میسر نہیں تھی۔ کیونکہ کتاب اللہ کی تفاسیر اتنی کثرت سے مدون ہو چکی ہے کہ ان کا شمار ممکن نہیں۔ اسی طرح سنت مطہرہ بھی مدون ہو چکی ہے اور آئمہ کرام نے بھی تفسیر، تخریج، تصحیح و ترجیح سے متعلق بہت کچھ لکھ دیا ہے جس سے اجتہاد کرنے میں سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ سلف صالحین منکرین حدیث کے جواب کی خاطر صرف ایک حدیث کے لئے ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے۔ اس طرح اجتہاد متاخرین کے لئے حقد مین کی بہ نسبت آسان ہو گیا ہے اور جو بھی عقل صحیح اور فکر سلیم رکھتا ہے وہ اس بات کی مخالفت نہیں کرے گا)

”ارشاد الفحول الی تحقیق الحق الی علم الاصول“

یہ کتاب بھی مختلف جگہوں سے کئی بار چھپ چکی ہے۔ ان میں سے ایک دکتور شعبان محمد اسماعیل کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۷۸ء میں دار الکتبسی، مصر (سند) سے چھپی۔ اس کے علاوہ مطبع السعاده سے ۱۳۲۷ھ میں مکتبہ المنیر یہ مصر سے ۱۳۲۷ھ میں اور مکتبہ الخلیفہ مصر سے ۱۳۵۶ھ میں بھی چھپ چکی ہے۔

کتاب ”ارشاد الفحول“ تحقیقی تجزیہ :

لام شوکانی کا کتاب ”ارشاد الفحول“ میں منج :

یہ بات عام ہے کہ ہر مؤلف اپنی تالیف کے خطبہ میں اپنے اس مقصد کو بیان کرتا ہے جو اس کی تحقیق کا ہدف ہوتا ہے۔ امام شوکانی واضح الاطلاع اور تمام عقلیہ و نقلیہ میں متبحر تھے۔ انہوں نے تقلید کے بجائے اجتہاد کا راستہ اپنایا اور اپنے لئے ایک جداگانہ فقہی مذہب اختیار کیا جو مشہور مذاہب سے مربوط نہیں تھا۔ اس حیثیت سے کہ ان میں معروف مصادر شرعیہ سے احکام شرعیہ کے لئے استنباط کیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں کا اثر ان کی کتاب میں عیاں ہے اور وہ اس علم کو منقح کرنا چاہتے ہیں اور ہر مسئلہ میں حق و درست وہ بیان کا ارادہ رکھتے تھے اور ان کی اس کتاب کا نام ان کے مطلوبہ ہدف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی ”ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول“ وہ اپنی اس کتاب کا آغاز قواعد اصولیہ میں اپنی رائے کے اظہار سے کرتے ہیں۔ ان کے مطابق وہ قواعد ظنی الدلالہ ہیں اور دائرہ اجتہاد کے تحت داخل ہیں۔ ان کے برعکس بہت سے علماء ان قواعد کی قطعیت کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نصوص سے ثابت ہیں۔ اس لئے ان سے عدول و مخالفہ جائز نہیں سمجھتے۔ اس کے بعد وہ اس کتاب کی تالیف کی غرض بیان کرتے ہیں۔

کتاب کی تقسیم و ترتیب :

انہوں نے اس کتاب کو ایک مقدمہ، سات مقاصد اور ایک خاتمہ پر مرتب کیا۔

مقدمہ : اس میں اصول فقہ کی تعریف، موضوع، غرض و غائیہ، استدلال، احکام اور اس کی اقسام، مبادی اللغویہ اور الفاظ کی تقسیمات پر کلام کیا۔ کتاب کے سات مقاصد مندرجہ ذیل ہیں :

پہلا مقصد : کتاب عزیز میں ہے۔

دوسرا مقصد : سنت اور اس کے متعلقات کے مباحث میں ہے۔

- تیسرا مقصد : اجماع اور اس کے متعلقات میں ہے۔
 چوتھا مقصد : اوامر و نواہی، عموم و خصوص، اور دلالت کے بارے میں ہے۔
 پانچواں مقصد : قیاس اور اس کے متعلقات میں ہے۔
 چھٹا مقصد : اجتہاد، تقلید اور افتاء میں ہے۔
 ساتواں مقصد : تعادل و ترجیح میں ہے۔

جبکہ خاتمہ الکتاب مندرجہ ذیل دو مسائلوں پر مشتمل ہے :

- پہلا مسئلہ : وہ اصل جس میں خلاف واقع ہوا ہو، کیا وہ اباحت ہے یا منع؟
 دوسرا مسئلہ : اس میں منعم کے شکر کا عقلاً وجوب پر بحث کی ہے۔

امام شوکانی ہر مسئلہ میں صاحب رائے کی رائے کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اکثر ہر رائے سے استدلال کرتے ہیں۔ پھر اس پر مناقشہ کرتے ہیں اور پھر رائج قول پیش کرتے ہیں۔ کبھی کبھار ان کی رائے تمام علماء کی آراء سے منفرد ہو جاتی ہے۔ دکتور شعبان محمد اسماعیل ان کے منہج پر ان کلمات کے ساتھ اظہار خیال فرماتے ہیں :

”وبالجملة فإن كتاب ”ارشاد الفحول“ قد فتح آفاقاً واسعة للبحث والمناقشة، وأضاف الى علم الاصول اضافات جديدة، وفتح امام العلماء ابواباً من البحث والاجتهاد، من خلال عرضه لآراء العلماء ومستندهم في كل مسألة، بعد تحرير محل الخلاف ومنشئه، ثم بمناقشة كل دليل وبيان الراجع من الموجود“۔^۱

(مجموعی طور پر کتاب ”ارشاد الفحول“ نے نئے باب کھولے اور بحث و مناقشہ کے میدان کو وسعت دی اور علم الاصول میں نئے اضافے کئے اور علماء کے سامنے بحث و اجتہاد کے دروازے کھولے۔ اپنے بیان کی توضیح میں علماء کی آراء پیش کیں اور ہر مسئلہ میں محل اور مظہر خلاف تحریر کرنے کے بعد دلیل لائے اور دلیل پر مناقشہ کیا اور ان میں سے رائج قول بیان کیا)

ارشاد الفحول کے مصادر :

اہم کتب اصولیہ جنہیں امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں ذکر کیا۔ ان مصادر پر نظر ڈالنے سے کتاب کی اہمیت و افادیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے :

- ۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام لا بن حزم متوفی ۴۵۶ھ
- ۲۔ الاحکام فی اصول الاحکام للامدی متوفی ۶۳۱ھ
- ۳۔ الارشاد والتقريب . باقلانی متوفی ۴۰۳ھ
- ۴۔ البرهان فی اصول الفقه . امام الحرمین متوفی ۴۷۸ھ
- ۵۔ التبصرہ فی اصول الفقه . ابو اسحاق شیرازی متوفی ۴۷۶ھ
- ۶۔ البحر المحیط۔ الزرکشی متوفی ۴۷۶ھ

۷۔ التلویح علی التوضیح . تفتازانی حنفی متوفی ۷۹۲ھ

۸۔ التوضیح علی التنبیح . صدر الشریعہ متوفی ۷۷۷ھ

۹۔ شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول . القرانی متوفی ۶۸۳ھ

۱۰۔ شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب . قاضی عضد الدین الایجی متوفی ۷۵۶ھ

۱۱۔ شرح المحلی علی جمع الجوامع . جلال الدین المحلی متوفی ۸۶۳ھ

۱۲۔ العده فی اصول الفقہ . قاضی ابو یعلیٰ حنبلی متوفی ۴۵۸ھ

۱۳۔ اللمع فی اصول الفقہ . ابو اسحاق الشیرازی متوفی ۷۷۶ھ

۱۴۔ المحصول فی علم الصول . فخر الدین رازی متوفی ۶۰۶ھ، امام شوکانی نے اس کتاب سے خاص طور پر نقل کیا ہے اور کبھی ایک وقت میں ایک صفحہ سے بھی زیادہ نقل کر جاتے ہیں جس کا ایک نمونہ "حجۃ الاجماع" کے موضوع پر بحث کے دوران نظر آتا ہے۔

۱۵۔ المستصفیٰ من علم اصول الفقہ . الغزالی متوفی ۵۰۵ھ

۱۶۔ المعتمد فی اصول الفقہ . ابو الحسین معتزلی متوفی ۴۳۶ھ

۱۷۔ منتہی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل . ابن حاجب مالکی متوفی ۶۳۶ھ

۱۸۔ المنحول من تعلیقات الاصول . الغزالی متوفی ۵۰۵ھ

۱۹۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول الی الاصول . اسنوی شافعی متوفی ۷۷۷ھ

۲۰۔ الوصول الی الاصول . ابو الفتح احمد بن علی برہان البغدادی متوفی ۵۱۸ھ

یہ بعض اہم کتب اصولیہ ہیں جن کی طرف امام شوکانی اپنی اس کتاب میں رجوع کرتے ہیں، ورنہ حقیقت میں تو مراجع بہت زیادہ ہیں جنہیں اس کتاب میں ذکر کیا گیا۔^۱

حسن بن محمد العطاء شافعی (۱۱۹۰ھ - ۱۲۵۰ھ)^۲

اصول، نحو، منطق، ہندسہ، فلک اور دوسرے علوم کے عالم تھے۔ مشائخ قاہرہ سے بہت سے علوم سیکھے۔ جب فرانسیسی مصر میں داخل ہوئے اور قابض ہو گئے تو ان سے ان کے علوم سیکھے۔ تدریس و تصنیف میں مشغول رہے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔

۱۔ حوالہ سابق ص ۳۳-۳۴

۲۔ حسن بن محمد بن محمود عطاء شافعی (۱۱۹۰ھ - ۱۲۵۰ھ) قاہرہ میں ولادت و وفات ہوئی

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے ”حاشیہ علی شرح جلال المحلی علی جمع الجوامع فی الاصول“ تالیف کیا۔ اس حاشیہ پر شیخ عبدالرحمن الشربنی اور حرم مکی کے مدرس شیخ محمد علی بن حسین مالکی کی قیمتی تقریرات ہیں۔ یہ تینوں ایک ساتھ بیروت دارالکتب العلمیہ (سند) سے چھپ چکی ہیں اس کے علاوہ یہ کتاب دارالکتب العلمیہ، قاہرہ سے بھی ۱۳۱۶ھ میں چھپ چکی ہے اور اس کے حاشیہ پر شیخ عبدالرحمن الشربنی کی تقریر ہے۔^۱

سید احمد بن ادریس (متوفی ۱۲۵۱ھ)^۲

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب ”رسالہ القواعد“ تالیف کی۔ جس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے : ”وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی آلہ عدد ما وسعہ علم اللہ“ الخ^۳

احمد بن یوسف زبارہ الصنعانی زیدی (۱۱۶۶ھ-۱۲۵۲ھ)^۴

فروع، اصول، حدیث، تفسیر، نحو، صرف و لغت کے امام تھے۔ اپنے والد اور بھائی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^۵

ابن عابدین (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ)^۶

فقہ، اصول، حدیث، تفسیر اور بہت سے علوم میں ماہر تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب ”نسمات الاسحار علی شرح المنار فی الاصول“ تالیف کی ہے، یہ کتاب نسمات الاسحار حاشیہ ہے جو شیخ محمد علاء الدین الحسکفی خفی کی ”شرح افاضة الانوار علی متن اصول الانوار“ پر ہے۔ یہ حاشیہ اور شرح ایک ساتھ مصطفیٰ البابی حلبی سے ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء میں دوسری مرتبہ طبع ہوئے۔ حاشیہ اور شرح کے بعض مقامات پر شیخ محمد احمد الطوخی کی تنقیدات ہیں۔

ابن عابدین حاشیہ نسمات الاسحار لکھنے کا سبب اور مصادر کتاب کو یوں بیان کرتے ہیں :

”فانہ شروح لم تسمع اذن بمثاله ، ولم تنسج قریحة علی منواله ، پیدا انه جرى فیہ علی عادة من التزام الاختصار ، فلم يظهر المراد منه لا مثاله من الطلبة الصغار ، مع ما اهمله فی بعض

۱ ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۱، الفہم الامولیین ۳/۱۳۶، معجم الامولیین ۲/۵۸ (۲۹۲) ۲ سید احمد بن ادریس البیہقی الصوفی

۳ ایضاح المکنون ۳/۵۶۷ ۴ احمد بن یوسف بن حسین الصنعانی، زبارہ (۱۷۵۲ء-۱۸۳۶ء) صنعاء میں ولادت ہوئی

۵ معجم الامولیین ۱/۳۲۸ (۱۹۰) ۶ محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز بن احمد بن عبدالرحیم بن نجم الدین محمد صلاح الدین ابن عابدین (۱۷۱۳ء-۱۸۳۶ء)

۷ الفہم الامولیین ۳/۱۳۷-۱۳۸

۸ ۱۸۳۶ء دمشق میں ولادت و وفات ہوئی

المواضع من المتن عن البيان مما يحتاج الى الايضاح لخفائه عن الاذهان ، فواضحت في هذا الحواشي ما أجمله ، وذكرت فيما أهمله مراجعا لجملة كتب معتبرة في هذا الفن ، تركن اليها القلوب وتطمئن ، كشرح المصنف المسمى بكشف الاسرار ، وشرح الكاكي المسمى بجامع الاسرار ، وشرح ابن فرشته وشرح ابن نجيم ، والتوضيح والتلويح ، وتغيير التنقيح لابن كمال باشا ، والنحوير لابن الهمام ، وشرحه التحبير لابن أمير حاج ، والمرآة لمولانا خسرو ، وغيرها من الكتب المعتبرة المنقحة المحررة ، ولم أخرج في الغالب عما ذكرته هنا ، فمن أشكل عليه شيء فليرجع الى تلك الاصول ^١۔

(بے شک انہوں نے ایک ایسی شرح لکھی جس کی مثل کانوں نے نہیں سنا۔ اور سوائے ان کے کوئی اس اسلوب پر نہیں چلا۔ وہ عدد درجا اختصار کرتے ہیں، جس سے مبتدئین پران کی مراد ظاہر نہیں ہو پاتی اور ساتھ ہی متن میں بعض مواقع پر انہوں نے توضیح بیان میں خاص توجہ نہیں دی جو ذہن میں رہ جانے کے باعث توضیح کی محتاج تھیں تو میں نے اس فن کی معتبر کتب کی طرف مراجعت کرتے ہوئے مختصر ان حواشی میں ان کی تشریح کر کے اس کی کوپرا کر دیا۔ میں نے اطمینان قلب کے لئے مصنف کی شرح کشف الاسرار اور شرح الکاکی بنام جامع الاسرار، شرح ابن فرشته، شرح ابن نجیم، توضیح وتلویح، ابن کمال پاشا کی تغیر التنقیح، ابن ہمام کی التحریر، ابن امیر الحاج کی شرح التحبیر اور مثلاً خسرو کی المرآة وغیرہ جیسی معتبر اور عمدہ کتابوں کی طرف مراجعت کی اور میں توضیح بیان میں اکثر مذکورہ کتب سے باہر نہیں نکلا اور جسے کچھ بھی شک ہو وہ ان اصول کی کتابوں کی طرف مراجعت کر لے)

ابن اللہ بن احمد لکھنوی حنفی (متوفی ۱۲۵۲ھ) ^۲

فقیر و عالم تھے۔ اپنے چچا اور نانائے مفتی ظہور اللہ سے تعلیم حاصل کی۔ کئی کتابیں تالیف کیں۔
تألفات اصولیہ :

۱۔ حاشیہ علی التوضیح والتلویح ۲۔ حاشیہ شرح مسلم الثبوت ^۳۔

محمد بن مصطفیٰ البرزنجی شافعی (متوفی ۱۲۵۳ھ) ^۴

تألفات اصولیہ :

۱۔ سلم الوصول الى علم الاصول ۲۔ وسیلہ الوصول الى علم الاصول ^۵۔

۱۔ حاشیہ نہات الاسرار ابن عابدین علی شرح افادۃ الانوار علی متن اصول المنار لعلاء الدین الفصیح ص ۳، قاہرہ مصطفیٰ البابلی حلبی مصر، طبع ثانی (۱۳۹۷ھ۔ ۱۳۹۸ھ) ۲۔ ابن اللہ بن محمد اکبر بن احمد بن یعقوب الانصاری لکھنؤ متوفی ۱۸۳۷ھ، لکھنؤ میں ولادت ہوئی

۳۔ نزہۃ الخواطر ۸۵/۷، معجم الاصلیین ۱/۲۸۸ (۲۳۱)

۴۔ شہ عارف باللہ محمد بن مصطفیٰ بن احمد الحسینی البرزنجی القادری شافعی

۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۶۹

خلیل بن الحسین الأسعردی شافعی (۱۱۶ھ-۱۲۵۹ھ)^۱

کئی علوم کے عالم تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۲

احمد بن بابا الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۲۶۰ھ بعدہ)^۳

ادیب، فقیہ اور بعض دوسرے علوم کے عالم تھے۔ خاص طور پر فہم سیر، فقہ، اصول، بیان، نحو، لغت، منطق، عروض، اشعار العرب اور ان کے ایام اور اخبار و نوادر میں ید طولی رکھتے، ان کی مختلف علوم پر مصنفات ہیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”ارجوزۃ نظم فیہا ورقات امام الحرمین“ تالیف کی۔^۴

محمد حسین الطہرانی امامی (متوفی ۱۲۶۱ھ)^۵

فقیہ و اصولی تھے۔ سرزمین حائر میں مقیم تھے، فقہ و اصول کی تدریس کرتے تھے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الفصول فی علم الاصول، المرائی نے اس کتاب کی تعریف میں لکھا :

”اتنفع بہ کثیر من الطلبة و تقبلوه قبولاً حسناً فی جمیع البلدان و هو من أحسن ما کتب فی علم اصول الفقہ و أحسنهما تدقیقاً“۔

(بہت سے شائقین نے اس کتاب سے فائدہ حاصل کیا اور تمام شہروں میں اسے خوب پذیرائی ملی اور وہ اصول فقہ میں ایک عمدہ اضافہ ہے)

۲۔ الفصول الغرویۃ فی الاصول الفقہیہ، اس کتاب میں اصول شیعہ پر بحث کی گئی ہے۔^۶

محمد ابراہیم بن محمد شیعہ (متوفی ۱۲۶۲ھ)^۷

فقیہ تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”اشارات الاصول“ تالیف کی۔^۸

۱۔ خلیل بن الحسین الأسعردی، العموی الکردی شافعی (۱۸۳۳/۱۷۵۳ء)

۲۔ ہدیۃ العارفین ۳۵۷/۵، معجم الاصولین ۹۳/۲-۹۳ (۳۳۰)

۳۔ ابوالعباس احمد بن بابا بن عثمان بن محمد بن عبد الرحمن بن الطالب الشنقیطی، التبیانی العلوی متوفی ۱۸۳۳ء بعدہ۔ حقیقہ میں ولادت اور مدینہ المنورہ میں وفات ہوئی۔
معجم الاصولین ۱۰۳/۱ (۶۸)

۴۔ محمد حسین بن عبد الرحیم الطہرانی الرازی امامی متوفی ۱۸۴۵ء۔ حائر میں وفات پائی عراق میں دفن کئے گئے۔

۵۔ ایضاح المکنون ۳۱۹/۲، ہدیۃ العارفین ۶/۱، الفہم المبین ۱۳۹/۳

۶۔ محمد ابراہیم بن محمد حسن الکرباسی الحجی شیعہ
۷۔ ایضاح المکنون ۸۲/۳

حسن بن جعفر نجفی امامی (متوفی ۱۲۶۲ھ) ۱۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے اپنے والد کی کتاب ”مقدمات کشف الغطاء“ کی شرح تالیف کی۔ ہدیۃ العارفین
فی اس طرح مذکور ہے : ”شرح اصول کشف الغطاء“ ۲۔

شیخ جعفر الاسترآبادی (متوفی ۱۲۶۳ھ)

انہوں نے رسالہ ”اصل الاصول“ تالیف کیا۔ ۳۔

محمد بشیر الدین العثمانی القنوجی حنفی (متوفی ۱۲۶۴ھ تقریباً) ۴۔

فقہ و اصولی تھے۔ درست فقہ و اصول میں تبحر حاصل کیا اور ان میں حجت مانے جاتے، فتاویٰ میں ان کی طرف
رجوع کیا جاتا تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”کشف المبہم مما فی المسلم“ تالیف کی۔ یہ کتاب مسلم الثبوت
فی الاصول کی شرح ہے۔ ۵۔

ابراہیم بن محمد القزوينی امامی (۱۲۱۳ھ/۱۲۶۴ھ) ۱۔

فقہ و اصولی تھے۔ کربلا میں اصول کی ریاست تدریس ان پر ختم ہوتی تھی۔ اصول کی تعلیم شریف الدین بن محمد بن
حسن علی الاعلی المازندرانی الحائری سے حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ضوابط الاصول، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے اور ۱۲۷۵ھ میں عجم سے طبع ہو چکی ہے۔

۲۔ ”نصائح الافکار“ یہ کتاب ۱۲۵۸ھ میں مستقل کتاب کی صورت میں ممبئی سے چھپ چکی ہے۔ آپ کے کئی
شاگردوں نے مشترکہ طور پر اس کی شرح لکھی اور اس کا نام ”مصباح الانوار“ رکھا اس کتاب کی شرح کرنے
والے شاگردوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ مہدی الشیرازی، ابوالحسن القزوينی، الاقباقر الیزدی اور ان کے
علاوہ شارحین میں محمد المتزکابی، ملاسمیع الیزدی، حسین الکردکانی، محمد علی الکاشانی اور سید کاظم الحائری شامل ہیں۔

۳۔ حجة المظنة فی الجملة۔ ۶

۱۔ حسن بن جعفر نجفی امامی متوفی ۱۸۳۶ء۔ الحلقہ میں ولادت اور نجف میں وفات پائی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۳۰۲/۵، الفحط المبین ۱۵۰/۳، معجم الاصولیین ۳۸/۲ (۳۶۸)

۳۔ ہدیۃ العارفین ۲۵۷/۵۔ کربلا میں واردہ تھے وہیں نشوونما ہوئی۔

۴۔ محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین العثمانی القنوجی حنفی متوفی ۱۸۴۷ء تقریباً۔ ۵۔ ہدیۃ العارفین ۳۷۲/۶، الفحط المبین ۱۵۱/۳

۱۔ ابراہیم بن محمد باقر الموسوی القزوينی الحائری امامی ۱۲۶۴ھ/۱۷۹۹ء۔ کربلا میں وفات پائی۔

۲۔ ایضاً المکون ۷۳/۳، ہدیۃ العارفین ۳۱/۵، معجم الاصولیین ۳۶/۱ (۲۱)

محمد بن السید صالح الفیضی التوقادی حنفی (متوفی ۱۲۶۵ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی شرح السید لمختصر ابن الحاجب“ تالیف کیا۔^۱

حبیب اللہ القندہاری (۱۲۱۳ھ/۱۲۶۵ھ)^۲

قندہار میں تعلیم حاصل کی، ہرات بھی گئے۔ ایران و ہند کے کئی سفر کئے اور علماء و اکابرین سے علمی فیض حاصل کیا۔ قندہار کے قاضی القضاۃ ملا احمد الکوژی قندہاری آپ کے اساتذہ میں شامل ہیں۔ عربی اور فارسی زبانوں میں مختلف فنون پر تقریباً چونتیس کتابیں تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب ”مغتنم الحصول فی علم الاصول“ تالیف کی۔ مکتبہ کلیہ اسلامیہ، پشاور، پاکستان میں شمار نمبر ۶۲۲ پر یہ کتاب موجود ہے اس کے علاوہ بھی پاکستان کے مختلف مقامات پر اس کے نسخے موجود ہیں۔ یہ کتاب درحقیقت فاضل محبت اللہ بہاری کی کتاب مسلم الثبوت کا رد ہے۔ مظہر بقائے مغتنم کے مقدمہ میں سے یہ حصہ تحریر کیا ہے جس سے اس کتاب کے لکھنے کی وجہ تسمیہ کا اندازہ ہوتا ہے :

”لما وجدت کتاب ”المسلم“ للفاضل محبت اللہ بہاری من متون الفن موصوفاً بالمتانة، ومعروفاً بالرصانة، حتى رايت الطالبين مكين عليه، ملقین اسماعهم اليه، اذا وصفه مصنفه بانہ حاول لطيقة الحنفية والشافعية، وغير مائل عن الوقعية، أحببت أن احتذى على مثاله، وأنسخ على منواله معترضاً لاكثر ما فيه أوفى حواشيه حلاً وعقداً، معنياً بذكر ماله أو عليه رداً ونقداً، مراعيًا فيه شريطة الانصاف، مستعيناً بالله سبحانه عن الجور والاعتساف، فحررت.....“

(جب میں نے فاضل محبت اللہ بہاری کی کتاب المسلم کو اس فن کے عمدہ اور بہترین الفاظ کے متون میں سے پایا جس کی وجہ سے میں نے طالبین کو اس کی طرف متوجہ ہوتے دیکھا۔ صاحب کتاب نے اس کا وصف بیان کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتاب حنفی و شافعی طریقے پر جامع ہے اور حقائق سے کسی طرح دور نہیں۔ میں نے چاہا کہ اس کی مثل اور اس کے طریقے کو اپناؤں مگر اس میں اور اس کے حواشی میں پائی جانے والی بہت سی آسان و مشکل چیزوں کے ذکر سے اجتناب کروں۔ میں نے حق راستے کو اختیار کرتے ہوئے اس کے محاسن و معائب کا اہتمام رکھا۔ اللہ کے غضب اور تنگی سے پناہ مانگتے ہوئے یہ کتاب تحریر کی)

کتاب ”المغتنم“ پر تحقیق :

سید فدا محمد نے کتاب ”المغتنم“ کے باب القیاس پر تحقیقی مقالہ پیش کیا اور سندھ یونیورسٹی، پاکستان سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔^۳

۱۔ ہدیۃ العارفین ۸۰۰/۵

۲۔ حبیب اللہ کا کریم فیض اللہ، اخونزادہ بن ملا پابر، جو اخونزادہ (۱۷۹۸ء/۱۸۳۸ء)۔ قندہار افغانستان میں ولادت ہوئی۔

۳۔ مجملہ الاصولین ۲/۳۰-۳۱ (۲۵۹)

ابراہیم بن محمد الاصفہانی امامی (۱۱۸۰ھ/۱۲۶۵ھ)^۱

فقہ و اصولی تھے۔ سید محمد باقر السبہانی وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ اشارات الاصول یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں ہے۔

۲۔ کتاب "الایقظات فی الاصول" تالیف کی۔^۲

جعفر بن اسحاق العلوی امامی (۱۱۸۹ھ-۱۲۶۷ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نخبة العقول فی علم الاصول

اولها: الحمد لله الاول لایقاریہ البدایہ۔ آخرها: فلاینا سبہ النہایہ۔

۲۔ نخبة العقول وزبدة الکلام فی الاصول، منظومہ، اولها: باسم القدیم الملک العلام۔^۴

مصطفیٰ بن عبد اللہ الودینی (متوفی ۱۲۷۱ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تقریر المرآة حاشیہ علی مرآة الاصول" تالیف کی۔^۶

خادم احمد بن حیدر فرنگی محلی (متوفی ۱۲۷۱ھ)^۷

فقہ و اصول کے عالم تھے، اپنے چچا شیخ محمد معین سے تعلیم حاصل کی۔ تدریس و افتاء میں مشغولیت اختیار کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "تعلیقات علی نور الانوار شرح منار الانوار للنسفی" تالیف کی۔^۸

احمد بن محمد البلاغی شیعہ (متوفی ۱۲۷۱ھ)^۹

اصولی اور بہترین عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح تہذیب الاصول للحلی" تالیف کی۔^{۱۰}

۱۔ ابراہیم بن محمد حسن الخراسانی الکافی، الاصفہانی، المہر وی انکر باسی (۱۷۶۶ء/۱۸۴۴ء) اصفہان میں ولادت و وفات ہوئی۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۴۲/۵، معجم الاصولیین ۱/۴۷ (۲۲) جعفر بن (ابی) اسحاق العلوی الموسوی الدارابی امامی کشفی (۱۷۷۵ء/۱۸۵۱ء)

۳۔ بیروزی میں وفات پائی۔ ۴۔ ایضاح المسکون ۴/۶۳۱، معجم الاصولیین ۲/۱۳ (۲۳۳) ۵۔ خولجہ مصطفیٰ بن عبد اللہ الودینی الروی

۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۵۸ کے خادم احمد بن حیدر علی بن محمد معین فرنگی محلی متوفی ۱۸۵۳ء۔

۷۔ معجم الاصولیین ۲/۸۶ (۳۲۱)، نزہۃ الخواطر ۷/۱۵۵-۱۵۶ (۲۷۳)۔ حرکۃ التألیف بالغة العربیة فی الاقلیم الشمالی الہندی فی القرنین

الثامن عشر والتاسع عشر، جمیل احمد، ۳۵۴-۳۵۵۔ جامعہ الدراسات الاسلامیہ سندھ

۸۔ احمد بن محمد علی بن عباس بن حسن البلاغی النجفی شیعہ متوفی ۱۸۵۵ء۔ ۹۔ معجم الاصولیین ۱/۲۱۵ (۱۵۹)

احمد بن محمد التبریزی امامی (۱۲۷۱ھ بعدہ) ^۱

فقیہ و اصولی تھے۔

مؤلفات اصولیہ : اصول فقہ میں تین مجلدات میں کتاب لکھی۔

پہلا مجلد : "الصحيح والاعم الى اخر المفاهيم" اس کے بعض اجزاء کی تالیف سے ۱۲۶۸ھ میں اور بعض کی

تالیف سے ۱۲۷۱ھ میں فارغ ہوئے۔

دوسرا مجلد : "العام والخاص الى اخر الاجماع" اس کی تالیف سے ۱۲۶۸ھ میں فارغ ہوئے۔

تیسرا مجلد : "البراءة والاشتغال" وہ اس کی تالیف سے ۱۲۶۸ھ میں فارغ ہوئے۔

آغا بزرگ طہرانی نے الذریعہ میں کہا کہ یہ تینوں مجلدات مؤلف کے خط میں انہوں نے شیخ زین العابدین بن شاذان اسد اللہ المہر بانی السراپا النجفی (متوفی ۱۳۵۶ھ) کی کتابوں میں دیکھے تھے۔ ^۲

عبداللہ ہادی السلجماسی مالکی (متوفی ۱۲۷۱ھ) ^۳

مالکی مذہب کے فقیہ و اصولی تھے۔ استنباط احکام کا ملکہ رکھتے اور دوسرے کئی علوم کے عالم تھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "شرح تيسير الوصول الى جامع الاصول لابن الشيباني" تالیف کی۔ ^۴

حسن بن علی المدرس امامی (۱۲۱۰ھ/۱۲۷۳ھ) ^۵

فقیہ و اصولی تھے۔ حصول علم کے لئے کربلا و نجف کا سفر کیا۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ جامع الاصول (یا جوامع الاصول) ۲۔ رسالة في اصالة الصحة ^۶

حسن بن عمر الشطی حنبلی (۱۲۰۵ھ/۱۲۷۲ھ) ^۷

فقیہ، نحوی، فرضی، ریاضی، متکلم و عروضی تھے۔ بغداد سے دمشق آ کر تعلیم حاصل کی وہیں علوم میں تبحر حاصل کیا اور کتب تصنیف کیں۔

۱۔ احمد بن محمد باقر بن ابراہیم التبریزی امامی۔ ۱۸۸۸ء میں زندہ تھے۔

۲۔ معجم الاصولین ۱/۱۹۳ (۱۳۲)، الذریعہ ۲/۲۰۳، معجم المؤلفین ۲/۸۳۔

۳۔ ابو عبد اللہ عبداللہ ہادی بن عبد اللہ بن النہامی الشریف السلجماسی، قاضی الجامعہ متوفی ۱۸۵۳ء۔

۴۔ الفتح المبین ۳/۱۵۲، حسن بن علی بن محمد باقر الاصفہانی، المدرس (۱۷۹۵ء/۱۸۵۷ء)، اصفہان میں ولادت و وفات ہوئی۔

۵۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۲-۳۰۳، معجم الاصولین ۲/۵۰-۵۱ (۲۸۳)

۶۔ حسن بن عمر بن معروف الشطی حنبلی (۱۷۹۰ء/۱۸۵۸ء) دمشق میں ولادت اور غالباً وہیں وفات پائی۔ الفتح المبین ۳/۱۵۳، معجم الاصولین ۲/۵۲ (۲۸۶)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”التقلید والتلفیق“ تالیف کی۔^۱

مرفعی بن محمد انجہی شیعہ (متوفی ۱۲۸۱ھ)

انہوں نے کتاب ”فرائد الاصول“ تالیف کی۔^۲

مؤمن بن عبدالحلیم لکھنوی حنفی (۱۲۲۹ھ/۱۲۸۵ھ)^۳

فقہ اصولی، منطقی تھے۔ صاحب الفوائد البہیہ، عبدالحی لکھنوی ان کے بیٹے اور شاگرد تھے۔ کئی کتابیں تصنیف کیں۔
مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ قمر الاقمار علی نور الانوار شرح المنار“ تالیف کیا۔^۴

مؤمن بن علی التمیمی (متوفی ۱۲۸۶ھ)^۵

فقہ اصولی، نحوی وادیب تھے۔ تونس میں نشوونما پائی، وہاں کے علماء سے تحصیل علم کے بعد مصر آ گئے۔ وہ جامعہ الازہر میں درس رہے۔ مصر میں والی مصر کا قرب حاصل رہا پھر حالات بدل گئے دوسرے والی مصر کی وجہ سے ان کو حجاز جلاوطن ہونا پڑا پھر وہاں سے قسطنطنیہ چلے گئے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”تعلیل المرقاة وجلاء المراء“ تالیف کی۔ جو ملا خسر کی کتاب ”مرآة الاصول“ پر حاشیہ ہے۔^۶

السید محمد باقر القزویٰ الشیعہ (متوفی ۱۲۸۶ھ)^۷

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مفتاح الاصول ۲۔ نخبۃ الاصول^۸

سلیمان القرہ آغا جی حنفی (متوفی ۱۲۸۷ھ)^۹

فقہ اصولی تھے۔ اپنے شہر کی مسند افتاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح خاتمة الاصول ۲۔ شرح مجامع الحقائق للخادمی^{۱۰}

۱۔ شیخ مرفعی بن محمد امین الدعویٰ العجمی، لکھی الانصاری۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۲۵ محمد بن عبدالحلیم بن محمد امین اللہ لکھنوی انصاری (۱۸۲۳ء/۱۸۶۸ء) ہند میں ولادت اور وفات ہوئی۔

۳۔ محمد بن علی التمیمی المغربی التونی متوفی ۱۸۶۹ء قسطنطنیہ میں وفات پائی۔

۴۔ السید محمد باقر بن السید علی القزویٰ الشیعہ

۵۔ سلیمان بن عبد اللہ القرہ آغا جی حنفی متوفی ۱۸۷۰ء

۶۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۷۸

۷۔ ہدیۃ العارفین ۵/۳۰۷، معجم الاصولین ۲/۱۳۰-۱۳۱ (۳۶۵)

عبدالحکیم لکھنوی حنفی (متوفی ۱۲۸۸ھ) ^۱

فقہ، اصول، منطق و حکمت میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ لکھنوی میں پیدا ہوئے اور وہاں کے علماء سے تعلیم حاصل کی، پوری زندگی تدریس، تعلیم و تعلم میں گزاری۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”مسیر الدائر، شرح دائر الاصول فی علم الاصول“ تالیف کی۔ ^۲

حسین بن رضا الجزائری الشیعی (متوفی ۱۲۹۱ھ) ^۳

فقہ و اصولی تھے۔ انہوں نے کتاب ”فواکھ الاصول“ تالیف کی جو دو جلدوں میں ہے۔ ^۴

منہ اللہ الشباسی مالکی (۱۲۱۳ھ-۱۲۹۲ھ) ^۵

اپنے زمانے کے ممتاز علماء سے تحصیل علم کیا۔ مذہب مالکیہ میں مراجع کی حیثیت رکھتے تھے، جامعہ الازہر میں تدریس کی، کئی کتابیں بھی تصنیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”رسالة فی الرد علی من نفی تقلید الائمة الاربعة“ تالیف کیا۔ اس رسالہ میں تقلید کے منکرین کا بالعموم اور ائمہ اربعہ کی تقلید کے منکرین کا بالخصوص اصولی منہج کے مطابق رد کیا۔ ^۶

محمد المہدی بن الطالب سودہ مالکی (۱۲۲۰ھ/۱۲۹۳ھ) ^۷

فقہ، اصولی و منطقی تھے۔ اپنے زمانے کے جلیل القدر اساتذہ سے فنون سیکھے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”حاشیہ علی المحلی فی الاصول“ تالیف کی۔ ^۸

محمد بن میرزا التنکا بنی الشیعی (۱۲۹۶ھ بعدہ) ^۹

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ لسان الصدق فی الاصول

۲۔ موارد الاصول ^{۱۰}

۱۔ عبدالحکیم بن عبدالباقی بن عبدالمعلی بحر العلوم لکھنوی حنفی متوفی ۱۸۷۱ء، لکھنوی میں پیدا ہوئے۔ ۲۔ مجمع الاصول ج ۲/۱۶۳ (۳۹۸)

۳۔ حسین بن رضا بن علی اکبر بن عبد اللہ الجزائری التستری، النجفی الشیعی متوفی ۱۸۷۳ء۔ تستر میں ولادت اور نجف میں وفات پائی۔

۴۔ مجمع الاصول ج ۲/۶۵ (۲۹۸) ۵۔ ابوالعباس، شیخ الاسلام، احمد بن احمد مدنی اللہ الشباسی الازہری۔

۶۔ الفتح ج ۳/۱۵۶ مجمع الاصول ج ۱/۸۰ (۵۱) ۷۔ محمد المہدی بن الطالب بن سودہ الغرنی مالکی (۱۸۰۵ء/۱۸۷۷ء)

۸۔ الفتح ج ۳/۱۵۷ ۹۔ محمد بن میرزا سلیمان بن محمد رفیع بن عبدالمطلب التکا بنی العجمی الشیعی

۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۹۳

بشیر الدین عثمانی (۱۲۳۳ھ/۱۲۹۶ھ) ۱

فقہ و دیگر علوم اپنے والد اور دوسرے علماء سے حاصل کئے، شاہ عبدالعزیز دہلوی کے بھی شاگرد رہے۔ ہندوستان میں مختلف مقامات پر تدریس کی اور پھر بھوپال تشریف لے آئے جہاں ۱۲۹۵ھ میں منصب قضا پر فائز ہوئے اور پھر اس کے ایک سال بعد انتقال کر گئے۔

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے "کشف المہم مما فی المسلم" کے نام سے کتاب "مسلم الثبوت" کی شرح تالیف کی جو ۱۲۸۷ھ میں کانپور سے چھپ چکی ہے۔ ایضاً المکنون میں اس طرح مذکور ہے : کشف المہم مما فی المسلم اعنی سلم الثبوت فی المنطق مگر یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ ۲

جعفر بن مہدی القزوی بنی امامی (۱۲۵۳ھ/۱۲۹۸ھ) ۳

فقہ و اصولی تھے۔ حلتہ میں پیدا ہوئے مگر نجف میں فقہ، اصول، فلسفہ، تاریخ و لغت کی تعلیم حاصل کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "التلویحات الغرویة فی الاصول" تالیف کی۔ ۴

ابراہیم بن صبغة اللہ شافعی (۱۲۳۶ھ/۱۲۹۹ھ) ۵

ادیب و عالم تھے۔ بغداد میں نائب قاضی کے طور پر بھی خدمات انجام دیں، کئی کتب تالیف کیں۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے "جلاء الغشاوات عن المرأة" کے نام سے کتاب "مرآة" پر حاشیہ لکھا۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ برنستین (یہودا) میں ۹۵۳ (۲۶۸۱) پر موجود ہے۔ ۶

عبدالرحمن الحسینی الخالیدی (۱۳۰۰ھ بعدہ) ۷

مؤلفات اصولیہ :

انہوں نے کتاب "تہذیبة السؤل شرح منهاج الاصول" تالیف کی اور انہوں نے ۱۳۰۰ھ میں اس کی تالیف سے فراغت پائی۔ اس کتاب کا آغاز ان کلمات سے ہوتا ہے : شکرا لمن انعم علینا بمحامدہ واعلی نقناف دیننا قواعدہ۔ ۸

۱۔ بشیر الدین بن کریم الدین القاضی عثمانی (۱۸۱۸ء۔ ۱۸۷۸ء) ہند میں ولادت و وفات ہوئی نجف میں مدفون ہوئے۔

۲۔ ایضاً المکنون ۳/۳۶۶، مجملہ الاصولین ۵/۲ (۱۳۳)

۳۔ جعفر بن مہدی بن حسن بن احمد بن محمد، ابو الہادی، الحسینی، الخالیدی (۱۸۳۷ء۔ ۱۸۸۰ء) حلتہ میں ولادت و وفات ہوئی۔

۴۔ مجملہ الاصولین ۲/۱۶ (۲۳۶)، مجملہ المولفین ۳/۱۵۱، ان کی تاریخ وفات ۱۲۹۷ھ بتائی گئی ہے۔

۵۔ فصیح الدین، ابراہیم فصیح، حیدری زادہ، ابراہیم بن صبغة اللہ بن محمد اسعد بن عبید اللہ بن صبغة اللہ الحیدری البغدادی الشافعی (۱۸۴۱ء۔ ۱۸۸۲ء) کردی الاصل تھے۔ بغداد میں وفات ہوئی۔

۶۔ مجملہ الاصولین ۱/۳۲ (۱۲) ۷۔ عبدالرحمن الحسینی الخالیدی ۵۔ ایضاً المکنون ۳/۱۶۸

سنہ لی زادہ، طہ بن احمد شافعی (۱۲۳۱ھ/۱۳۰۰ھ)^۱

موصل میں منصب قضاء پر فائز رہے۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح المنار للنسفی فی الاصول“ تالیف کی۔^۲

محمد بن ابراہیم الکرباسی (۱۳۰۰ھ)^۳

فقہ و اصول میں تبحر حاصل تھا۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”اشارات الاصول“ تالیف کی۔ اس کو ایک مقدمہ، مناج اور خاتمہ پر مرتب کیا۔^۴

امیر علی لکھنوی (۱۲۷۴ھ/۱۳۰۰ھ بعدہ)^۵

ہندوستان کے مختلف مدارس میں تدریس کی۔ حجاز مقدس تشریف لے گئے، جدہ میں بھی تدریس کی۔

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے ”حاشیہ علی التوضیح والتلویح“ تالیف کیا۔^۶



۱۔ سنہ زادہ، طہ بن شیخ احمد بن محمد نسیم السندھی الکورانانی الاصل، دہلی، موطنا و دارا، و الشافعی الاشعری مذہباً۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۴۳۳/۵ مع محمد بن ابراہیم بن محمد حسن الکرباسی مع الفح المسین ۱۳۵/۳

۳۔ امیر علی بن معظم علی الحسنی بلخ آبادی لکھنوی (۱۸۵۷ء) مع مجمع الاصولین ۲۸۳/۱-۲۸۴ (۲۲۷)

چودہویں صدی ہجری کے اصولیین اور اصول فقہ پر ان کی کتب کا مختصر تعارف

سید مہدی القزوینی شیعہ امامی (۱۲۱۲ھ - ۱۳۰۱ھ)^۱
مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ "فرائد الاصول"، یہ کتاب چار مجلدات میں ہے۔
- ۲۔ "موارد الوصول الی علم الاصول"، ایک مجلد ہے۔
- ۳۔ "المذهب البارع فی الاصول"۔^۲

خلیل فوزی رومی (متوفی ۱۳۰۲ھ)^۳

انہوں نے کتاب "توشیح الاصول" تالیف کی۔^۴

جواد القمی الشیعہ (متوفی ۱۳۰۳ھ)^۵
مؤلفات اصولیہ :

- ۱۔ "شرح تہذیب الاصول"
- ۲۔ "قوائین الاصول"، یہ کتاب دو جلدوں میں ہے۔^۶

عرب الکربلائی شیعہ امامی (متوفی ۱۳۰۳ھ)^۷

انہوں نے کتاب "تہذیب فی الاصول" تالیف کی۔^۸

۱۔ سید مہدی بن السید حسن بن احمد بن محمد الحلی، معروف بن القزوینی نجف میں مدفون ہیں۔

۲۔ بیۃ العارفین ۶/۳۸۵، خلیل فوزی بن عبد اللہ اقلیہ وی، الرومی (متوفی ۱۸۸۵ء)

۳۔ مجمع الاصولین، مظہر بقا ۲/۹۳ (۳۳۱) ۵۔ جواد القمی الشعی (متوفی ۱۸۸۵ء)

۴۔ بیۃ العارفین ۵/۲۵۹، مجمع الاصولین ۲/۲۳ (۲۵۲)

۵۔ شیخ محمد صالح بن السید حسین شیعہ امامی معروف بہ عرب الکربلائی (متوفی ۱۸۸۵ء)

۶۔ بیۃ العارفین ۶/۳۸۳

محمد عبدالحی لکھنوی حنفی (۱۲۶۴ھ-۱۳۰۴ھ)^۱

نزہۃ الخواطر میں مذکور ہے :

”وله فی الاصول والفروع قوة كاملة“

(اور وہ اصول وفروع میں کامل قدرت رکھتے تھے)

انہوں نے ملا جیون کی کتاب ”نور الانوار فی شرح المنار“ پر حاشیہ تالیف کیا۔^۲

المراغی نے لکھا کہ انہوں نے ”اکام التنفاس فی اداء الاذکار بلسان فارس“ نامی کتاب اصول میں تالیف کی، مگر نزہۃ الخواطر میں عبدالحی کے حالات زندگی میں اس کتاب کو ان کی فقہ وحدیث میں کتابوں کی فہرست میں بیان کیا گیا ہے۔^۳

السید محمد القاوقی حنفی (۱۲۲۲ھ-۱۳۰۵ھ)^۴

انہوں نے ”کتاب الاصول“ تالیف کی۔^۵

محمود حمزہ الحسینی حنفی (۱۲۳۶ھ-۱۳۰۵ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ القواعد الفقہیہ

۲۔ نظم مرقاة الاصول لملاخسرو

۳۔ النور اللامع فی اصول الجامع الکبیر۔^۷

احمد بن محمد کا کہ شافعی (متوفی ۱۳۰۵ھ)^۸

انہوں نے اپنے والد کی کتاب ”سلم الوصول الی علم الاصول“ کی ”فک القفول“ کے نام سے شرح لکھی۔^۹

۱۔ محمد عبدالحی بن الشیخ الحافظ محمد عبدالحلیم بن محمد امین لکھنوی، ابوالحسنات (۱۸۳۷ء-۱۸۸۶ء)، ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۵ میں ان کا نام محمد بن عبدالحی مذکور ہے جو درست نہیں ہے، کیونکہ الفوائد البہیہ میں ان کا نام محمد عبدالحی اور نزہۃ الخواطر میں بھی ان کے ترجمہ میں یہی مذکور ہے۔

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۵ ۳۔ نزہۃ الخواطر، عبدالحی ۲۳۳-۲۳۹ (۲۲۲)، الفتح المبین ۹۳/۱۵۸

۴۔ ابوالحسن السید محمد بن فطیل بن ابراہیم بن محمد بن علی محمد کشیشی الطرابلسی (الشیام) ۵۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۷

۶۔ ابن حمزہ، السید محمود بن السید محمد نصیب (نسب) الخمر اوی الدمشقی (۱۸۲۱ء-۱۸۸۸ء) ذیقین میں ولادت و وفات ہوئی

۷۔ ہدیۃ العارفین ۶/۱۳۲۰، الفتح المبین ۳/۱۵۹

۸۔ احمد بن محمد معروف بن احمد الحسینی النودھی البرزنجی مشہر وزی، کا کہ (متوفی ۱۸۸۸ء)، سلیمانہ میں ولادت ہوئی

۹۔ معجم الاصولیین، محمد مظہر بقا ۲۰۰/۱-۲۰۱ (۱۳۹)

نواب صدیق حسن خان (۱۲۳۸ھ - ۱۳۰۷ھ)^۱

انہوں نے کتاب "حصول المامول من علم الاصول" تالیف کی۔^۲ جو امام شوکانی (متوفی ۱۲۵۵ھ) کی کتاب "ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول" کا اختصار ہے۔ حصول المامول پہلی مرتبہ ۱۳۰۶ھ - ۱۹۸۵ء میں دار الصحوة، قاہرہ سے مقتدی حسن الازہری کے تعلق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

ابن القمان یمنی (متوفی ۱۳۰۷ھ)^۳

انہوں نے کتاب "شرح الکافی فی علم الاصول" تالیف کی۔^۴

حبیب اللہ الرشتی امامی (۱۲۳۳ھ - ۱۳۱۲ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ بدائع الاصول

۲۔ رسالۃ فی العام والخاص والمطلق والمقید

۳۔ رسالۃ فی الاجتهاد والتقلید (تقریرات درس)

۴۔ رسالۃ فی أن الامر بالشئی هل یقتضی النهی عن ضده ؟

۵۔ رسالۃ فی التحسین والتقیح (تقریرات درس)^۶

احمد بن حسین التفریشی امامی (۱۳۱۲ھ میں بعدہ)^۷

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "محاکمات الاصول بین القوانین والفصول" یہ کتاب ایران سے "مقلیس الاصول" کنام سے چھپ چکی ہے

۲۔ حاشیہ علی فرائد الاصول۔^۸

عبدالرحیم نجفی امامی (۱۲۶۲ھ - ۱۳۱۳ھ)^۹

انہوں نے کتاب "اصول الفقہ" تالیف کی جو چھ مجلدات میں ہے۔^{۱۰}

۱۔ صدیق حسن خان بن علی ابوطیب الحسینی القنوجی البخاری ہندی (۱۸۳۲ء - ۱۸۸۹ء) قنوج میں ولادت ہوئی

۲۔ ہدیۃ العارفین ۶/۳۸۸، الفحاشین ۳/۱۶۰، تہذیب الاصولین ۲/۱۳۳ (۳۷۸)

۳۔ ابن القمان یمنی، احمد بن السید محمد بن لقمان ابن احمد بن شمس الدین محمد بن مرتضیٰ البیہقی (متوفی ۱۸۸۹ء)

۴۔ حبیب اللہ بن محمد علی بن اسماعیل بن جہانگیر الکیلانی، رشتی (۱۸۰۹ء - ۱۸۹۳ء)

۵۔ احمد بن الحسینی التفریشی امامی (۱۸۹۵ء میں زندہ تھے)

۶۔ عبدالرحیم بن محمد حسین بن عبدالکریم البستری نجفی امامی (۱۸۳۶ء - ۱۸۹۵ء)

۷۔ تہذیب الاصولین ۱۱۰/۱ (۷۵)

۸۔ تہذیب الاصولین ۲/۱۹۸ (۳۳۲)

ابوالحسن کشمیری امامی (۱۲۶۰ھ-۱۳۱۳ھ)^۱

انہوں نے کتاب "اسعاف المامول شرح زبدة الاصول" تالیف کی جو ۱۳۱۲ھ میں لکھنؤ سے چھپ چکی ہے۔^۲

ضیاء الدین محمد حسین اشہر ستانی شیعہ امامی (۱۲۵۸ھ-۱۳۱۵ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تحقیق الادلة فی الاصول

۲۔ تلخیص الفصول الی مسائل العام والخاص

۳۔ غایۃ المسول فی الاصول

۴۔ اللائی فی مسائل متفرقة من الاصول۔^۴

احمد بن صالح الستری شیعہ (۱۲۵۱ھ-۱۳۱۵ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ سلم الوصول الی علم الاصول

۲۔ ملاذ العباد فی احکام التقليد والاجتهاد

۳۔ العمدة فی نظم الزبدة البهائیة۔^۶

جاد المولیٰ سلیمان (۱۳۱۶ھ)^۷

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب "فصول فی اصول التشريع الاسلامی" تالیف کی۔

عبدالحق العمری حنفی (۱۲۲۳ھ-۱۳۱۶ھ)^۸

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ شرح مسلم الثبوت للبهاری

۲۔ شرح حصول المامول للنواب صديق حسن خان۔^۹

۱۔ السيد ابوالحسن کشمیری لکھنؤی معروف بہ "میرزا صاحب" (۱۸۳۳ء-۱۸۹۵ء) ج ۲، مجمع الاصولین ۳۳/۲ (۲۶۲)

۲۔ ضیاء الدین محمد حسین بن محی علی بن محمد علی اشہر ستانی انیسوی المرشی الشیعہ الامامی (متوفی ۱۸۹۸ء) کربلا میں وارد ہوئے تھے۔

۳۔ احمد بن صالح بن طحان الستری البحرانی الشیعہ (۱۸۳۵ء-۱۸۹۸ء) ہدیۃ العارفین ۳۹۶/۶

۴۔ مجمع الاصولین ۱۳۳/۱ (۹۵)

۵۔ الفتح المبین ۲۰۵/۳، مجمع الاصولین ۱۲/۲ (۲۲۲)

۶۔ عبدالحق بن الشیخ فضل حق العمری خیر آبادی حنفی (۱۸۲۸ء-۱۸۸۹ء) مجمع الاصولین ۱۶۰/۲ (۳۹۵)

۷۔ جاد المولیٰ سلیمان ۱۸۹۸ء قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

الحمد للہ الانقروی حنفی (۱۲۲۵ھ-۱۳۱۷ھ)^۱

انہوں نے ”قسطہ الفنون“ کے نام سے ”مرآۃ الاصول“ پر حاشیہ لکھا۔^۲

اسماعیل المرندی شیعہ (متوفی ۱۳۱۸ھ)^۳

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ ”التعادل والتراجیح“ وہ اس کی تالیف سے ۱۲۶۹ھ میں فارغ ہوئے۔

۲۔ ”حاشیہ علی الفصول“

۳۔ ”حاشیہ علی القواعد الکلیۃ الاصولیۃ الفرعیۃ“ لمحمد بن مکی۔^۴

حسن بن جعفر الاشتیانی امامی (۱۲۳۸ھ-۱۳۱۹ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ بحر الفوائد فی شرح الفرائد

۲۔ اقتضاء الامر والنہی عن الضد۔^۶

علی پاشا الثانی ابن حسین (متوفی ۱۳۲۰ھ)^۷

انہوں نے کتاب ”متہاج التعریف فی اصول التکلیف“ تالیف کی۔^۸

احمد المری بن سودۃ (۱۲۴۱ھ-۱۳۲۱ھ)^۹

مجمع المؤلفین میں انہیں ”اصول“ بتایا گیا ہے مگر اصول فقہ میں ان کی کسی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔^{۱۰}

حسن بن عبد اللہ المامقانی امامی (۱۲۳۸ھ-۱۳۲۳ھ)^{۱۱}

انہوں نے کتاب ”بشری الوصول الی اسرار علم الاصول“ تالیف کی جو آٹھ اجزاء پر مشتمل ہے۔^{۱۲}

۱۔ احمد محمد بن اسماعیل حامد بن احمد شکرانی الانقروی حنفی (۱۸۱۰ء-۱۸۹۹ء)

۲۔ ہدیۃ العارفین ۱۹۵/۵، مجمع الاصولین ۱/۱۱۶ (۸۰) ۳۔ اسماعیل بن نجف المرندی التبریزی شیعہ (متوفی ۱۹۰۰ء)

۴۔ مجمع الاصولین ۲/۲۷۲ (۲۱۷) ۵۔ حسن (محمد حسن) جعفری بن محمد الاشتیانی الامامی، (۱۸۳۲ء-۱۹۰۱ء) اہل طرآن میں سے تھے۔

۶۔ مجمع الاصولین ۲/۳۹ (۲۶۹) ۷۔ علی پاشا الثانی ابن حسین (متوفی ۱۹۰۲ء) امراتونس میں سے تھے۔

۸۔ ایضاح المکنون ۲/۵۸۶ ۹۔ محمد بن الطالع بن محمد بن محمد، بن سودۃ ابوالعباس المری (۱۸۲۶ء-۱۹۰۳ء)

۱۰۔ مجمع المؤلفین ۱/۲۵۵، مجمع الاصولین ۱/۱۳۵ (۹۷)

۱۱۔ حسن (محمد حسن) بن عبد اللہ بن محمد باقر المامقانی الامامی (۱۸۲۳ء-۱۹۰۵ء) مامقان (ایران) میں پیدا ہوئے اور نجف میں وفات پائی۔

۱۲۔ مجمع الاصولین ۲/۳۶ (۲۷۶)

عبدالرحمن الشربینی شافعی (متوفی ۱۳۲۶ھ)^۱

انہوں نے کتاب ”تقریر علی جمع الجوامع“ تالیف کی۔^۲

عبدالحکیم الافغانی حنفی (۱۲۵۱ھ-۱۳۲۶ھ)^۳

انہوں نے کتاب ”تعلیقات علی شرح المنار للعلانی (الحصکفی) تالیف کی اور ”ابن عابدین“ پر حواشی لکھے۔^۴

ماء العینین الشنقیطی مالکی (متوفی ۱۳۲۸ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ الاقدس علی الانفس فی الاصول ، یہ کتاب نظم الورقات لامام الحرمین کی شرح ہے۔

۲۔ المرافق علی الموافق ، یہ کتاب امام شافعی کی الموافقات کی شرح ہے۔^۶

زکریا بن عبداللہ مکی (۱۳۲۹ھ)^۷

انہوں نے کتاب ”اسنی التقريرات علی نظم الورقات فی الاصول الفقہیات“ تالیف کی۔^۸

الحاج محمد ذہنی رومی (۱۲۶۲ھ-۱۳۲۹ھ)^۹

انہوں نے کتاب ”اقتباس الانوار فی ترجمة المنار فی الاصول“ تالیف کی۔^{۱۰}

محمد عثمان النجار مالکی (متوفی ۱۳۳۱ھ)^{۱۱}

انہوں نے کتاب ”شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع فی الاصول“ تالیف کی۔^{۱۲}

۱۔ عبدالرحمن بن محمد بن احمد الشربینی امصری شافعی (متوفی ۱۹۰۸ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

۲۔ الفتح المبین ۳/۱۶۱، معجم الاصولیین ۱/۱۸۷ (۳۲۳)

۳۔ عبدالحکیم بن محمد نور بن الحاج میرزا الافغانی حنفی (۱۸۳۵ء-۱۹۰۸ء)

۴۔ معجم الاصولیین ۲/۱۶۱ (۳۹۷)

۵۔ مصطفیٰ بن محمد فاضل، ماء العینین، ابو عبداللہ الشریف الحسینی الادریسی الشنقیطی (متوفی ۱۹۱۰ء)

۶۔ الفتح المبین ۳/۱۶۲

۷۔ زکریا بن عبداللہ حسن بیلہ الجاوی، الہکی (۱۹۱۱ء) مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔

۸۔ معجم الاصولیین ۲/۱۰۶ (۳۲۳)

۹۔ الحاج محمد ذہبی بن محمد رشید الاستانبولی الرومی

۱۰۔ ہدیۃ العارفین ۶/۲۰۰

۱۱۔ ابو عبداللہ محمد بن عثمان النجار مالکی (متوفی ۱۹۱۳ء)

۱۲۔ الفتح المبین ۳/۱۶۲

ابو محمد السالمی الأباضی (متوفی ۱۳۳۲ھ)^۱

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ طلعة الشمس ،

۲۔ شرح طلعة الشمس - یہ مذکورہ بالا کتاب کی شرح ہے جو دو اجزاء میں ہے۔^۲

ابوبک الحسینی شافعی (۱۲۷۱ھ-۱۳۳۲ھ)^۳

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ”تحفة الراى السدید فی الاجتهاد والتقلید“ تالیف کی۔^۴

جمال الدین القاسمی سلفی^۵ (۱۲۸۳ھ-۱۳۳۲ھ)^۶

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ تبیین الطالب الی معرفة الفرض والواجب فی اصول الفقہ۔^۷

۲۔ تعلیقہ علی مختصر المنار للحلی

۳۔ تعلیقہ علی الورقات لامام الحرمین

۴۔ تعلیقہ علی تنقیح الفصول للقرافی

۵۔ تعلیقہ علی قواعد الاصول للمصنفی البغدادی۔^۸

احمد بن عبدالطیف شافعی (۱۲۷۶ھ-۱۳۳۲ھ)^۹

انہوں نے اصول فقہ میں ”حاشیہ النفحات علی شرح الورقات“ تالیف کیا۔ مظہر بقائے اپنی کتاب

تہم الاصولیین میں اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے لکھا : ”النفحات“ حاشیہ علی الورقات الفہاسنة

۱۳۰۶ھ۔^{۱۰} (”النفحات“ الورقات پر حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۱۳۰۶ھ میں تالیف کیا تھا)

ج الفتح المبین ۱۶۶/۳

۱۔ ابو محمد احمد بن الاصولی، عبداللہ بن حمید بن سالوم السالمی الاباضی (متوفی ۱۹۱۳ء)

۲۔ احمد بن احمد بن یوسف، شہاب الدین الحسینی شافعی (۱۸۵۳ء/۱۹۱۳ء)

۳۔ الفتح المبین ۱۶۷/۳، تہم الاصولیین ۸۹/۱ (۵۸)

۴۔ یہ عقیدہ سلفی تھے اور مقلد کی حیثیت سے بات نہیں کرتے تھے۔

۵۔ جمال الدین (محمد جمال الدین) بن محمد سعید بن قاسم بن صالح القاسمی دمشقی (۱۸۶۶ء/۱۹۱۳ء) دمشق میں ولادت و وفات ہوئی۔

ج الفتح المبین ۱۶۸/۳

۶۔ تہم الاصولیین ۲۰۰/۲-۲۵۱ (۲۵۱)

۷۔ احمد بن عبدالطیف بن عبداللہ الخطیب الجاوی شافعی (۱۸۵۹ء/۱۹۱۵ء)

۸۔ تہم الاصولیین ۱۵۰/۱ (۱۰۳)

تجزیہ :

ظاہری طور پر مظہر بقا کی عبارت درست معلوم نہیں ہوتی کہ ”النفحات“، ”الورقات“ پر حاشیہ نہیں ہے بلکہ ”شرح الورقات للامام جلال الدین المحلي“ پر ”حاشیہ“ ہے۔ اس کا اظہار خود ”النفحات“ کے مؤلف نے اپنی کتاب کے آغاز میں فرمایا۔ وہ فرماتے ہیں :

”وقد كنت ممن عنى بهذا الفن حتى انقفت في تحصيله ومزاوته برهة عزيزة من الزمن قرأت في خلالها درسا بالمسجد الحرام تجاه بيت الله ذي الفضل والانعام شرح الامام جلال الدين محمد بن احمد المحلي الشافعي على الورقات لمؤلفه ابي المعالي عبد الملك بن يوسف بن محمد الجويني العراقي الشافعي لكنه لمزيد اختصاره وانطواء المسائل غامضة في غضون اسفاره جدير بأن توضع عليه حاشية ١

کتاب ”حاشیہ النفحات علی شرح الورقات“، مطبعہ مصطفی البابی الحلبي مصر ۱۳۵۷ھ-۱۹۳۸ء میں چھپ چکا ہے۔

عبدالحق بن محمد دہلوی حنفی (متوفی ۱۳۳۲ھ)

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ”النامی شرح الحسامی لمحمد بن محمد الاخسیکئی فی الاصول“ تالیف کی۔ جو ہند سے ۱۳۱۰ھ میں چھپ چکی ہے۔^۲

عبد الحمید الخطیب شافعی (متوفی ۱۳۳۵ھ)^۳

انہوں نے اصول فقہ میں کتاب ”لطائف الاشارات الی شرح تسہیل الطرقات لنظم الورقات فی اصول الفقہ“ تالیف کی۔ یہ کتاب مصر سے ۱۳۳۰ھ میں طبع ہو چکی ہے اور اس کے حاشیہ پر کتاب ”قرۃ العین فی شرح ورقات امام الحرمین للحطاب“ بھی موجود ہے۔^۴

ابن الخياط الكروى (۱۲۵۳ھ-۱۳۳۵ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ منهج (منهاج) الوصول فی شرح منهاج الاصول للبيضاوی۔

۲۔ تنبيه الاصدقاء فی بیان التقليد والاجتهاد والافتاء والاستفتاء، یہ کتاب بغداد سے ۱۳۰۳ھ میں چھپ چکی ہے۔^۱

۱۔ حاشیہ النفحات علی شرح الورقات، احمد بن عبد اللطیف الخطیب الجادى الشافعی۔ ص ۲، مصطفی البابی الحلبي مصر ۱۳۵۷ھ-۱۹۳۸ء

۲۔ عبدالحق بن محمد دہلوی حنفی متوفی ۱۹۱۵ء، معجم الاصولیین ۲/۱۶۱ (۳۹۶)

۳۔ عبد الحمید بن محمد بن علی بن عبد القادر شافعی متوفی ۱۹۱۶ء، الفح المبین ۳/۱۶۹، معجم الاصولیین ۲/۱۶۹-۱۷۰ (۲۰۶)

۴۔ عبد الرحمن بن محمد القراوى، ابن الخياط الكروى (۱۲۵۳ھ/۱۹۱۷ء) عراق میں پیدا ہوئے۔ ۱۔ معجم الاصولیین ۲/۱۸۵ (۲۲۱)

ابوبکر العلوی شافعی (۱۳۶۲ھ/۱۳۴۱ھ) ۱۔

انہوں نے "الترباق النافع بايضاح وتكميل مسائل جمع الجوامع" تالیف کی جو دو اجزاء میں ہے۔ یہ کتاب حیدرآباد دکن سے ۱۳۱۷ھ میں طبع ہو چکی ہے۔ ۲۔

حسن الکاشانی امامی (متوفی ۱۳۴۲ھ) ۳۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ مقفلات الاصول فی التعليق علی الفصول، یہ کتاب سات مجلدات میں ہے۔

۲۔ نتائج الافکار فی الادلة العقلية، یہ کتاب پانچ جلدوں میں ہے۔ ۴۔

سالم بن عمر مالکی (۱۲۴۳ھ/۱۳۴۲ھ) ۵۔

انہوں نے "شرح علی الفیہ ابن عاصم فی الاصول" تالیف کی۔ ۶۔

اسماعیل بن محمد النجفی امامی (۱۲۶۹ھ/۱۳۴۳ھ) ۷۔

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ نفائس الفوائد فی مهمات اصول الفقہ

۲۔ لباب الاصول باسقاط القشور والفضول

۳۔ الدرر اللوامع فی جملہ من مسائل الفقہ وللأصول والرجال ۸۔

امین بن محمد السوید دمشقی (۱۳۴۴ھ میں بعدہ) ۹۔

انہوں نے کتاب "تسهيل الحصول على قواعد الاصول" تالیف کی۔ ۱۰۔

۱۔ ابوبکر بن عبد الرحمن بن محمد بن شہاب الدین العلوی الحسینی شافعی (۱۸۳۶ء/۱۹۲۲ء) حضرت موت کے گاؤں میں ولادت ہوئی اور حیدرآباد دکن میں انتقال فرمایا۔

۲۔ تمام اصولیین ۱/۷ (۲۳۶)

۳۔ حسن بن احمد بن رکن الدین الحسینی الکاشانی امامی متوفی ۱۹۲۳ء، ہمدان رضوی میں واردہ تھے۔

۴۔ تمام اصولیین ۲/۳۶ (۲۶۵)

۵۔ سالم بن عمرو جب۔ ابوالخیر النبیلی التونسی مالکی (۱۸۲۷ء/۱۹۲۳ء)

۶۔ تمام اصولیین ۲/۱۱۷ (۳۵۳)

۷۔ اسماعیل بن محمد علی بن زین العابدین الخزاز الحنفی امامی (۱۸۵۳ء/۱۹۲۳ء)

۸۔ تمام اصولیین ۱/۲۶۹ (۲۱۳)

۹۔ امین بن محمد السوید دمشقی ۱۹۲۵ء میں زندہ تھے۔

۱۰۔ تمام اصولیین ۱/۲۸۶ (۲۲۹)

محمود عمر الباجوری (۱۲۷۲ھ/۱۳۳۳ھ) ^۱

انہوں نے کتاب "الفصول البدیعیہ فی اصول الشریعہ" تالیف کی۔ ^۲

شیخ محمد الخضری (متوفی ۱۳۳۶ھ) ^۳

انہوں نے کتاب "اصول الفقہ" تالیف کی جو مکتبہ دارالحدیث، قاہرہ سے (سند) چھپ چکی ہے۔

عبدالقادر بن بدران حنبلی (متوفی ۱۳۳۶ھ) ^۴

انہوں نے کتاب "نزهة الخاطر العاطر شرح روضة الناظر لابن قدامة فی الاصول" تالیف کی جو جلدوں میں چھپ چکی ہے۔ ^۵

عباس بن محمد المدنی شافعی (۱۳۹۳ھ/۱۳۳۶ھ) ^۶

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ "عمدة الطالب" نظم، و شرحہ ۲۔ "فتح المنعم الوهاب بشرح عمدة الطالب" ^۷

علی النجار شافعی (۱۲۹۳ھ/۱۳۵۱ھ) ^۸

انہوں نے "حاشیہ علی شرح الاسنوی لمنہاج القاضی البیضاوی فی اصول الفقہ" تالیف کیا۔
المراغی نے لکھا کہ اس کا بعض حصہ چھپ چکا ہے اور یہ طلبہ و مدرسین میں مشہور و متداول ہے۔ ^۹

نجم الغنی خان (۱۲۷۶ھ/۱۳۵۱ھ) ^{۱۰}

انہوں نے کتاب "مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی" تالیف کی۔ یہ کتاب میر محمد کتب خانہ کراچی (سند) سے بھی چھپ چکی ہے اس کے علاوہ انہوں نے کتاب "مختصر الاصول" بھی تالیف کی تھی۔

۱ الفہامین ۱۰/۳

۱ محمود عمر الباجوری (متوفی ۱۹۲۵ء)

۲ عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ محمد بدران رومی، و مشقی حنبلی ابن بدران (متوفی ۱۹۲۷ء)

۳ شیخ محمد خضری متوفی ۱۹۲۷ء

۴ مجمع الاصولین ۲/۳۲۱ (۳۵۳)

۵ عباس بن محمد امین بن محمد احمد السید رضوان المدنی شافعی (۱۸۷۶ء/۱۹۲۷ء) مدینۃ المنورہ میں ولادت اور مصر میں وفات ہوئی۔

۶ مجمع الاصولین ۲/۱۵۲ (۳۸۸)

۷ علی بن محمد بن عامر النجار شافعی (۱۸۷۶ء/۱۹۳۲ء) مصر میں پیدا ہوئے۔

۸ الفہامین ۱۰/۳

۹ حکیم نجم الغنی خان رام پوری (۱۸۵۹ء/۱۹۳۲ء) رام پور میں ولادت و وفات پائی۔

عبداللہ دراز (۱۲۹۱ھ/۱۳۵۱ھ)^۱

انہوں نے امام شاطبی کی کتاب ”الموافقات“ پر ایک عمدہ مقدمہ تالیف کیا، اس کو گمنامی سے نکال کر بہتر انداز میں پیش کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔^۲

صادق بن محمد القراذغی شیعہ (۱۲۶۹ھ/۱۳۵۱ھ)^۳

انہوں نے ”المقالات الغرویۃ فی مباحث الالفاظ من اصول الفقہ“ تالیف کئے۔^۴

مؤرخیت المطیعی (۱۲۷۱ھ-۱۳۵۲ھ)^۵

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ البدر الساطع علی مقدمة جمع الجوامع فی الاصول

۲۔ نہایۃ السؤل فی علم الاصول^۶

حسین التائیغی شیعہ (۱۲۷۳ھ-۱۳۵۵ھ)^۷

انہوں نے کتاب ”اجود التقویات“ تالیف کی۔ دراصل یہ اصول فقہ پر ان کے دو اجزاء پر مشتمل لیکچرز ہیں۔^۸

عبدالحفیظ بن حسن (۱۲۸۰ھ/۱۳۵۶ھ)^۹

انہوں نے کتاب ”الجواهر اللوامع نظم جمع الجوامع“ تالیف کی جو فاس سے ۱۳۲۷ھ میں چھپ چکی ہے۔^{۱۰}

مؤرخین العدوی مالکی (۱۲۷۷ھ-۱۳۵۶ھ)^{۱۱}

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ بلوغ السؤل فی مدخل علم الاصول

۲۔ حاشیہ علی جمع الجوامع یہ کتاب دو اجزاء پر مشتمل ہے۔^{۱۲}

۲ الفحلمین ۱۷۳/۳

۳ معجم الاصولین ۱۳۶/۲-۱۳۷ (۳۷۲)

۴ الفحلمین ۱۸۰/۳

۱ شیخ عبداللہ بن شیخ محمد بن حسین دراز مصری (۱۸۷۳ء/۱۹۳۲ء)

۲ صادق بن محمد بن محمد بن علی البتریزی القراذغی شیعہ (۱۸۵۳ء/۱۹۳۳ء)

۳ مؤرخیت المطیعی مفتی مصر (۱۸۵۶ء/۱۹۳۵ء)

۴ حسین بن عبدالرحیم التائیغی شیعہ (۱۸۵۷ء/۱۹۳۶ء)۔ اصفہان میں ولادت اور نجف میں وفات پائی۔

۵ معجم الاصولین ۲/۶۷ (۳۰۱)

۶ عبدالحفیظ بن الحسن، سلطان المغرب الاقصی (۱۸۶۳ء/۱۹۵۰ء) فاس میں ولادت اور مراکش میں نشوونما ہوئی۔

۷ معجم الاصولین ۲/۱۵۹ (۳۹۳)

۸ محمد حسین العدوی مالکی (۱۸۵۸ء/۱۹۳۶ء)

۹ الفحلمین ۱۸۸/۳

شیخ احمد الزرقاء (متوفی ۱۳۵۷ھ)

مؤلفات اصولیہ : انہوں نے کتاب ”شرح القواعد الفقہیہ“ تالیف کی۔

حسن العلیاری امامی (متوفی ۱۳۵۸ھ)^۱

انہوں نے کتاب ”مشکاة الاصول الی علم الاصول“ تالیف کی جو تین مجلدات میں ہے۔^۲

حسین المکی (۱۳۰۹ھ/۱۳۵۹ھ)^۳

انہوں نے کتاب ”شرح نظم مختصر المنار“ تالیف کی۔^۴

عبدالحمید بن بادیس (۱۳۰۵ھ/۱۳۵۹ھ)^۵

انہوں نے ”شرح (مختصر) علی مفتاح الوصول للشریف التلمسانی ، فی الاصول“ تالیف کی۔^۶

خلیل الخالدی حنفی (۱۲۸۲ھ/۱۳۶۰ھ)^۷

انہوں نے کتاب ”حدود اصول الفقہ“ تالیف کی۔^۸

امین بن محمد حنفی (۱۲۹۸ھ/۱۳۶۲ھ)^۹

انہوں نے کتاب ”ازلة الالتباس عن مسائل القیاس فی الاصول“ تالیف کی۔^{۱۰}

احمد الحسینی (۱۲۹۱ھ/۱۳۶۳ھ)^{۱۱}

انہوں نے کتاب ”علم اصول الفقہ ومصادر التشريع الاسلامی“ تالیف کی۔^{۱۲}

۱۔ حسن بن علی بن عبداللہ العلیاری ، القراچہ داعی التہذیبی امامی متوفی (۱۹۳۹ء) دس برس سے زائد نجف میں رہے۔

۲۔ معجم الاصولیین ۲/۳۸ (۲۸۱)

۳۔ حسین بن محمد سعید بن عبدالحق (۱۸۹۱ء/۱۹۳۰ء) مکہ میں ولادت اور پرورش ہوئی۔

۴۔ معجم الاصولیین ۲/۸۰-۸۱ (۳۱۳)

۵۔ عبدالحمید بن محمد المعطفی بن مکی بن بادیس ، رئیس جمعیۃ العلماء المسلمین بالجزار (۱۸۸۷ء/۱۹۳۰ء) ولادت و وفات قسطنطنیہ میں ہوئی۔

۶۔ معجم الاصولیین ۲/۱۷۰ (۳۰۷)

۷۔ خلیل جواد بن بدر بن مصطفیٰ بن خلیل ، ابو الوفا الخالدی المتقدسی حنفی (۱۸۶۶ء/۱۹۳۱ء) قاہرہ میں وفات پائی۔

۸۔ معجم الاصولیین ۲/۹۱-۹۲ (۳۲۸)

۹۔ امین بن محمد بن سلیمان البیسی حنفی (۱۸۸۰ء/۱۹۳۲ء)

۱۰۔ الفحیمین ۳/۱۹۲، معجم الاصولیین ۱/۲۸۷ (۲۳۰)

۱۱۔ احمد ابراہیم الحسینی (۱۸۷۳ء/۱۹۳۵ء) قاہرہ میں ولادت ہوئی۔

۱۲۔ معجم الاصولیین ۱/۷۳ (۳۶)

امام ابو الفتح بک (متوفی ۱۳۶۵ھ) ^۱

انہوں نے کتاب "المختارات الفتحیہ فی تاریخ التشريع الاسلامی و اصول الفقہ" تالیف کی۔ ^۲

امام الخضر حسین مالکی (۱۲۹۳ھ) ^۳

انہوں نے کتاب "تعلیقات علی کتاب الموافقات للشاطبی فی اصول الفقہ" تالیف کی۔ ^۴

امام مصطفیٰ المراغی بک (۱۳۰۰ھ/۱۳۷۱ھ) ^۵

انہوں نے "کتاب الموجز فی علم الاصول" تالیف کی۔ ^۶

عبدالوہاب خلاف بک (۱۳۰۵ھ/۱۳۷۵ھ) ^۷

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب علم اصول الفقہ، یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۳۶۱ھ-۱۹۴۶ء میں اور بیسویں مرتبہ ۱۳۰۰ھ-۱۹۸۶ء میں مکتبہ دارالعلوم کویت سے چھپی۔ ساتویں طباعت ۱۳۷۶ھ-۱۹۵۶ء میں ہوئی اور اس پر استاد یوزیر حسن افتتاحیہ لکھا تھا۔

۲۔ الحلقة الاولى من سلسلة الدراسات العليا فی علم اصول الفقہ فی الاجتهاد بالنصوص۔

۳۔ الحلقة الثانية من سلسلة الدراسات العليا فی علم اصول الفقہ فی الاجتهاد بالرأی۔ ^۸

عبدالرحمن بن ناصر حنبلی (۱۳۰۷ھ-۱۳۷۶ھ) ^۹

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ القواعد والاصول الجامعة فی اصول الفقہ

۲۔ طریق الوصول الی العلم المامول من الاصول۔ ^{۱۰}

۱۔ امام ابو الفتح بک متوفی ۱۹۳۶ء

۲۔ الخ لمین ۱۹۹/۳، مجمع الاصولین ۷۰/۱-۷۲ (۴۴)

۳۔ شیخ محمد الخضر حسین بن علی بن عمر تونس میں پیدا ہوئے

۴۔ الخ لمین ۲۱۳/۳

۵۔ عبدالوہاب خلاف بک (۱۸۸۸ء-۱۹۵۵ء)

۶۔ الخ لمین ۲۰۶/۳

۷۔ امام بن مصطفیٰ بن محمد بن عبدالمعتم القاضی مصری (۱۸۸۲ء-۱۹۵۲ء) مصر میں پیدا ہوئے

۸۔ الخ لمین ۲۰۲/۳، مجمع الاصولین ۲۲۱/۱ (۱۸۳)

۹۔ عبدالرحمن بن ناصر بن عبداللہ التمیمی حنبلی (۱۸۹۰ء-۱۹۵۶ء) ۱۰۔ مجمع الاصولین ۱۹۲/۲ (۳۲۸)

عبد الجلیل بن احمد (۱۲۸۷ھ-۱۳۷۶ھ)^۱

مؤلفات اصولیہ :

۱۔ زبدة الافکار، شرح مختصر المنار فی اصول

۲۔ محاضرات فی اصول الفقہ^۲

حافظ بن احمد (۱۳۴۲ھ-۱۳۷۷ھ)^۳

انہوں نے کتاب ”سلم الوصول الی علم الاصول“ تالیف کی۔^۴

شیخ محمد امین الشنقیطی (متوفی ۱۳۹۳ھ)^۵

انہوں نے کتاب ”مذکرہ اصول الفقہ علی روضة الناظر لابن قدامہ“ تالیف کی۔

حسن المشاط المکی مالکی (۱۳۱۷ھ-۱۳۹۹ھ)^۶

انہوں نے کتاب ”نیل المنی والممول علی لب الاصول“ تالیف کی۔^۷

عبد الغنی المصری (۱۳۲۶ھ-۱۴۰۲ھ)^۸

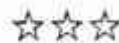
مؤلفات اصولیہ :

۱۔ کتاب ”حجیة السنة“ - یہ پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔

۲۔ ”اصول الفقہ لغیر الحنفیة“ مختلف اساتذہ کے اشتراک سے ۱۹۶۳ء میں لکھا گیا۔

۳۔ ”محاضرات فی اصول الفقہ“ یہ جامعہ الازہر میں دیئے گئے لیکچرز پر مشتمل کتاب ہے۔

۴۔ ”حجیة الاجماع حقیقته وحجیته“^۹



۱۔ عبد الجلیل بن احمد بن عبد الرزاق (۱۸۷۰ء/۱۹۵۷ء) بغداد میں ولادت و وفات ہوئی۔ ۲۔ معجم الاصولیین ۲/۱۵۸ (۳۹۳)

۳۔ حافظ بن احمد بن علی الحکمی (۱۹۲۳ء/۱۹۵۸ء) علماء جیزان میں سے تھے جو حجاز و یمن کے درمیان ہے

۴۔ معجم الاصولیین ۲/۲۵ (۲۵۴) ۵۔ شیخ محمد امین ابن الختار الشنقیطی

۶۔ حسن بن محمد بن عباس بن المشاط مالکی (۱۸۹۹ء/۱۹۷۸ء) المصلیہ میں مدفون ہیں ۷۔ معجم الاصولیین ۲/۵۳ (۳۸۸)

۸۔ عبد الغنی بن عبد الحق بن حسن بن مصطفیٰ المصری (۱۹۰۸ء/۱۹۸۳ء) ۹۔ معجم الاصولیین ۲/۳۱۹ (۳۵۱)

منتخب فقہی مذاہب کا تعارف و نشأ و ارتقاء

- | | | |
|---|---|-----------|
| حنفی مذہب اور اس کا نشأ و ارتقاء | : | فصل اول |
| مالکی مذہب اور اس کا نشأ و ارتقاء | : | فصل دوم |
| شافعی مذہب اور اس کا نشأ و ارتقاء | : | فصل سوم |
| حنبلی مذہب اور اس کا نشأ و ارتقاء | : | فصل چہارم |
| اہل سنت کے متروک مذاہب اور ان کا نشأ و ارتقاء | : | فصل پنجم |
| مذاہب شیعہ اور ان کا نشأ و ارتقاء | : | فصل ششم |

منتخب فقہی مذاہب کا تعارف و نشأ و ارتقا

خلفائے راشدین کے زمانے میں مسائل عام طور پر پیچیدہ نہیں ہوتے تھے۔ اور ان کا وقوع بھی آج کی نسبت کم ہوتا تھا۔ اس لئے اس زمانے میں استنباط مسائل کا کام آسان تھا۔ مفتی اور قاضی کو بھی ان سے کم ہی واسطہ پڑتا تھا۔ کیا نوے سال پر محیط (۳۱ھ-۱۳۲ھ) اسوی دور جس میں چودہ خلفاء گزرے ہیں، اس میں بھی کم و بیش یہی حالت نظر آتی ہے اور تمام علموں کا دار و مدار قرآن کریم اور سنت نبوی پر تھا۔ کبار صحابہ فقہی معاملات میں اپنی ذاتی رائے دینے سے گریز کرتے، ان کی حتمی الامکان کوشش ہوتی تھی کہ ہر معاملہ میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات تلاش کی جائیں۔

عباسی دور میں تہذیب و تمدن کے دائرہ میں وسعت آ جاتی ہے اور اسلام عرب سے نکل کر دروازہ علاقوں تک پھیل جاتا ہے۔ ماہرین شریعت اور راویان حدیث بھی مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ مفتو در علاقوں میں مملکت اسلامیہ کونت نئے مسائل سے ماہر بننے لگا۔ یہ حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ مسائل کے حل کے لئے زاویہ فکر میں وسعت پیدا کی جائے۔

خلیفہ منصور عباسی نے بغداد کو دار الحکومت بنایا تو ہر طرف سے علماء، تاجر، فنون کے ماہرین یہاں جمع ہونے لگے۔ وہاں کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہونے لگا، علوم و فنون ترقی کرنے لگے۔ عہد امویہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت میں علمی ترقی کی داغ بیل ڈال دی گئی تھی اور انہی کے حکم پر احادیث جمع کی گئیں۔ مگر آپ کے بعد یہ کام جاری نہ رہ سکا اور پھر عہد عباسی کا آغاز ہوتے ہی فروغ علم کا کام انتہائی تیز رفتاری سے اپنی منزلیں طے کرنے لگا۔ کیونکہ ایرانیوں، رومیوں اور مصریوں کی ایک بڑی تعداد اسلام میں داخل ہو گئی تھی، اس لئے فارسی اور رومی زبانوں کی کتابیں بھی تیزی سے عربی میں ترجمہ ہونے لگیں اور سلطنت اسلامیہ میں دیگر اقوام کے علوم بھی متعارف ہونے لگے۔ موم و فنون کی ترویج و اشاعت۔ نے بحث و تمحیص اور اختلافات کا دروازہ بھی کھول دیا اور یہ اندیشہ پیدا ہونے لگا کہ ان اختلافات کا دائرہ کہیں احکام شریعت تک بھی وسیع نہ ہو جائے تو اس نظر پر ضرورت کے پیش نظر شریعت کو باقاعدہ طور پر کتابوں میں مدون کرنے کا رجحان بڑھنے لگا اور تدوین کی وجہ یہ بھی تھی تاکہ شریعت کے قوانین اور اصول کی بنیاد پر ایسے قوانین مرتب کئے جاسکیں جو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق روزمرہ کی زندگی میں لوگوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں۔

خلیفہ ابو جعفر منصور نے امام مالکؒ سے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ”موطا“ مرتب کرنے کی درخواست کی تھی اور پھر جب خلیفہ نے اس کتاب کو اپنی مملکت کا عدالتی مجموعہ قوانین قرار دینا چاہا تو امام مالک نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ کرام مختلف ملکوں میں پھیل گئے ہیں اور ہر ایک اسی حدیث پر عمل کرنا ضروری سمجھتا ہے جو اس کے نزدیک پایہ صحت کو پہنچتی ہے وہ سب ہدایت پر ہیں۔ سب کا مقصد و رضائے الہی اور اطاعت رسول ہے۔ لہٰذا صورت میں لوگوں کو صرف موطا میں لکھی ہوئی احادیث اور احکام پر عمل کرنے پر مجبور کرنا مناسب نہیں۔ اس پر خلیفہ نے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا۔

اس عہد میں واضعین قوانین اسلامیہ (فقہاء) کا طبقہ وجود میں آیا۔ علوم دینیہ کے ماہر تو پہلے بھی ہوتے تھے مگر انہیں فقہاء کے بجائے قراء کہا جاتا تھا۔ فقہاء کی اس جماعت میں بڑے صاحب کمال لوگ موجود تھے اور انہوں نے فقہ اسلامی کے اصول و ضوابط کی ترتیب اور استنباط احکام میں بڑی جانفشانی سے کام لیا۔ ان میں سے بعض فقہاء مخصوص مکاتب فکر کے بانی ہوئے اور آج بھی دنیا کے بیشتر مسلمانوں کا انہی میں سے کسی نہ کسی مکتبہ فکر کے ساتھ تعلق ہے۔ یہ اصحاب امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تھے اور ان کے پیروکار حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کہلائے۔

شیعہ اصحاب علیحدہ مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کے پیروکار زیدی، شیعہ اور امامی شیعہ وغیرہ ہیں۔ زیدی شیعہ زید بن علی بن حسین بن ابی طالب کی طرف منسوب ہیں اور امامی شیعہ امام ابو عبد اللہ جعفر صادق کی طرف منسوب ہیں۔ بعض فقہاء نے اپنے عہد میں تو بہت شہرت حاصل کی، لیکن بعد میں ان کے نظریات و افکار کو فروغ حاصل نہ ہو سکا اور نہ ان کے پیروکار کی تعداد میں اضافہ ہو سکا۔ ایسے لوگوں کی تعداد بے شمار ہے۔ امام اوزاعی، داؤد الظاہری اور طبری کو مثال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔ ان کے افکار کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں اور ان کا شمار بلند پایہ لوگوں میں عزت و احترام سے لیا جاتا ہے اور ان کی خدمات کو سراہا جاتا ہے۔ جہاں ضروری ہوتا ہے ان سے اختلاف کیا جاتا ہے۔

ان فقہاء کرام سے منسوب مذہب کا مختصر حال اور بانیان مذہب کا مختصر تعارف اور مختلف ممالک میں ان کی نشوونما وغیرہ پر روشنی ڈالی جائے گی۔ فقہاء اربعہ سے متعلق پہلے گفتگو کی جائے گی۔

فصل اول

حنفی مذہب اور اس کا نشأ و ارتقاء

امام ابوحنیفہ حنفی مذہب کے بانی ہیں۔ ان کے تعارف کے بغیر مذہب حنفی کا تعارف مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے پہلے بانی مذہب کا مختصر ذکر کیا جائے گا۔ اور یہی ترتیب دیگر فقہاء کے بیان میں بھی ملحوظ رکھی جائے گی۔

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی اصح قول کے مطابق ۸۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ وہیں پرورش پائی اور ۱۵۰ھ میں بغداد میں وفات پائی۔^۱

خطیب بغدادی میں لکھا ہے :

”وذهب ثابت الی علی بن ابی طالب وهو صغیرہ فدعاه بالبرکۃ فیہ وفی ذریئہ
والنعمان بن المرزبان ابو ثابت هو الذی اهدی لعلی بن ابی طالب الفالو ذج فی یوم النیروز
فقال نوروز ناکل یوم“۔^۲

(اور امام ابوحنیفہ کے والد) ثابت حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ ابھی کسں تھے تو آپ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور نعمان بن مرزبان جو ثابت کے والد (اور امام اعظم کے دادا) وہی ہیں جنہوں نے یوم نوروز پر حضرت علی بن ابی طالب کو قلولودہ پیش کیا تو آپ نے فرمایا :
”ہمارا ہر دن ہی نوروز ہے“

اس بیان سے آپ کے خاندان کے متمول اور خوشحال ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ امام اعظم نے اپنی عملی زندگی کا آغاز تجارت سے کیا اور زندگی بھر اس پیشہ سے وابستہ رہے۔ تاہم جس ماحول میں آنکھ کھولی تھی وہاں مختلف انواع عقائد کے لوگ آباد تھے۔ ان میں شیعہ، خارجی، معتزلہ، علم صحابہ کے حامل تابعی وغیرہ شامل تھے۔ ان میں مناظروں کی گرم بازاری تھی۔ آغاز شباب ہی سے آپ بھی ان مناظروں میں بڑی سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔ بعد میں پوری توجہ علم فقہ کی طرف مبذول کی۔ یہ میلان کیسے پیدا ہوا، اس کے بارے میں سوانح نگار متعدد روایات بیان کرتے ہیں، جس کا یہاں ذکر ضروری نہیں ہے۔ اُستاد ابوزہرہ، امام ابوحنیفہ کی عصری علوم سے واقفیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وهذه الروایة تبین أنه رادالعلوم التي كانت شائعة فی عصره ، لیختار من بینها ما یجعل همه
الیہ ، ویخصص فیہ ، وبهذا یتبین أنه تشقف فی الجملة بكل العلوم التي كانت فی عصره ،
وان لم ینصرف من بعد الا الی الفقه“۔^۳

۱۔ ”نبیض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہ“، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی ص ۲۸، مجلس دائرہ المعارف
النظامیہ المکائنہ، حیدرآباد دکن۔ ۱۳۱۷ھ

۲۔ ”مناقب الامام ابی حنیفہ، للامامین، الامام الموفق بن احمد المکی“۔ (۳۸۳ھ تقریباً ۵۶۸ھ) والا امام حافظ الدین محمد بن محمد
بن محمد بن شہاب المعروف بابن البرز ازاکردی الجلی متوفی ۸۲۷ھ ۶۶۱/۳، کوئٹہ مکتبہ اسلامیہ ۱۳۰۷ھ

۳۔ ”تاریخ بغداد“، خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ ۳۲۶/۱۳ (۲۹۷ھ) بیروت دارالکتب العلمیہ سبزند
۴۔ ”ابو حنیفہ حیاتہ وعصرہ واداء وفقیہہ“، ابوزہرہ ص ۲۱، دارالفکر العربی سبزند

آپ نے رائج الوقت علوم و فنون پر تنقیدی نگاہ ڈالی تاکہ ان میں سے اپنے لئے کسی مناسب علم کا انتخاب کر کے اس میں امتیاز و تخصیص پیدا کر سکیں۔ اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تمام عصری علوم میں واجبی حد تک واقفیت حاصل کر لی تھی۔ اگرچہ بعد میں صرف فقہ ہی آپ کا جولا نگاہ و فکر و نظر بنا۔

تاریخ بغداد میں امام ابو حنیفہ کی علم فقہ سے وابستگی سے متعلق منقول ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں :

”فجعلت علی نفسی أن لا افارق حمادا حتی يموت فصحبته ثمانی عشر سنة“۔^۱

(میں نے اپنے اوپر یہ لازم کر لیا کہ (اپنے استاد) حماد سے زندگی بھرا لگ نہ ہوں۔ چنانچہ میں پورے اٹھارہ برس ان کی صحبت میں رہا)

مکتب حماد سے وابستگی کے اثرات اور ان کا جائزہ :

مکتب حماد سے وابستگی نے آپ کی استعداد کو اور زیادہ جلا بخشی اور آپ فقہ کے ایک عظیم امام مانے گئے۔ دنیا بھر میں آپ کے پیروکار ہر زمانے میں کثرت سے رہے۔ آپ کی فقہی عظمت کے اعتراف میں شیخ صبحی محمد صانی امام ابو یوسف کا یہ قول بھی نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا :

”کنا نختلف فی المسألة ، فنأی ابا حنیفة ، فکانما یخر جها من کمه فیدفعها الینا“۔^۲

(جب کسی مسئلے میں ہمارا باہمی اختلاف ہوتا تھا تو ہم اسے امام ابو حنیفہ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپ اتنی جلدی جواب دیتے تھے جیسے اسے اپنی آستین سے نکالا ہو)

زاہد کوثری نے اپنی کتاب میں امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے :

”وعن الامام الشافعی الناس عیال فی الفقه علی ابی حنیفة“۔^۳

(امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ فقہ میں ابو حنیفہ کے محتاج ہیں)

امام مالکؒ نے امام ابو حنیفہ کی شان میں فرمایا :

”رایت رجلا لو کلفته فی هذه الساریة ان یجعلها ذہبا لقام بحجته“۔^۴

(میں نے ایک آدمی کو دیکھا اگر وہ اس ستون کو سونے کا کر دینے کو کہے تو وہ ضرور اپنے دلائل سے ایسا کر دے گا)

خطیب بغدادی نے امام شافعی کے اسی مفہوم میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔^۵

خطیب بغدادی نے امام مالک اور امام شافعی کے علاوہ خلف بن ایوب، ابن عیینہ، ابو بکر بن عیاش، سہل بن مزاحم، قاسم بن معن، ابن جریج، عبداللہ بن مبارک، مسعر بن کدام، ابو جعفر الرازی، اعمش، فضیل بن عیاض، سفیان ثوری

۱۔ فلسفہ التشریع فی الاسلام، صبحی محمد صانی ص ۳۱،

۲۔ فقہ اہل العراق وحديثهم، محمد زاہد الکوثری (۱۲۹۹ھ-۱۳۷۱ھ)

۳۔ الجواهر المصنیه فی طبقات الحنیفہ، محی الدین ابی محمد عبدالقادر

۴۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳/۳۲۶ (۷۲۹۷)

۵۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۳/۳۲۳ (۷۲۹۷)

بیردت۔ مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ھ-۱۹۳۶ء

تحقیق عبدالفتاح ابو غدہ ص ۵۲، کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی سند

ابن ابی الوفاء متوفی ۶۹۶ھ، ۱/۶۹۶ کراچی میر کتب خانہ سند

اور ایسی ہی مقتدر اور صاحب علم و فضل شخصیتوں کے مدحہ اقوال ورج کئے ہیں جس میں آپ کے مختلف کمالات کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔^۱

ان میں سے صرف ابن مبارک کا ایک قول مندرجہ ذیل ہے :

"رأيت مسعرا في حلقة أبي حنيفة جالسا بين يديه يسأله ويستفيد منه وما رأيت احدا قط تكلم في الفقه احسن من أبي حنيفة۔"^۲

(میں نے مسعر کو امام ابوحنیفہ کے سامنے ان کے حلقہ درس میں بیٹھا دیکھا وہ ان سے سوال پوچھتے اور مستفید ہوتے۔ میں نے کبھی کسی شخص کو فقہ میں امام ابوحنیفہ سے بہتر کلام کرتے نہیں دیکھا)

ٹائر انائیگلو پیڈیا آف اسلام میں آپ کا تعارف ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے :

"Abu Hanifa, Leading Fikh Scholar and Theologian in 'Irak' after whom the Madhhab of the Hanafites has been named".³

(ابوحنیفہ عراق میں ایک سربراہ اور فقیہ اور اصول دین کے عالم تھے، جن کی نسبت سے اس مذہب کا نام حنفی مذہب پڑ گیا)

قاضی ابو یوسف :

امام اعظم کے بعد دوسری شخصیت جس نے فقہ حنفی کی تدوین میں گرانقدر خدمات انجام دیں ہیں وہ قاضی ابو یوسف کی ہیں۔ آپ کا اصلی نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری ہے، ۱۱۳ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم حاصل کی، آپ عربی النسل تھے۔ آپ شروع میں بڑے غریب تھے لیکن علم سے وابستگی اور شوق کی بنا پر علماء کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے استفادہ کرتے۔ امام اعظم نے آپ کی ہی حالت دیکھی تو مالی امداد فرمانے لگے۔ ابو یوسف پہلے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے شاگرد رہ چکے تھے بعد میں جب امام اعظم کی صحبت اختیار کی تو انہی کے ہو کر رہ گئے۔ علم و فضل کی بنا پر عہدہ قضا پر فائز ہوئے اور اس طرح عباسی خلافت کے اولین قاضی قرار پائے۔ خلیفہ بغدادی نے لکھا :

"وولاه موسى بن المهدي القضاء بهائم هارون الرشيد من بعده وهو اول من دعى بقاضى القضاة فى الاسلام"^۴

شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں :

"وكان اشهر اصحابه ذكرا ابو يوسف رحمه الله فولى قضاء القضاة ايام هارون الرشيد فكان سبب لظهور مذهبه والقضاء به فى اقطار العراق وخراسان وما وراء النهر"^۵

۱ حوالہ سابق ۱۳/۳۲۲

۲ حوالہ سابق ۱۳/۳۲۲-۳۲۳

3 Shorter Encycloaedia of Islam, Edited by H.A.R. Gibb and J.H. Kramers, page 9, Leiden E.J. Brill 1953.

۴ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی، ۱۳/۳۲۲ (۷۵۵۸)

۵ حجة الله البالغة، شاہ ولی اللہ دہلوی، باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء، ۱/۳۵۶۔ کراچی، شیخ غلام علی سنز سنڈ۔

(امام ابوحنیفہ کے مشہور ترین شاگرد امام ابو یوسف ہیں۔ امام ابو یوسف خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر مامور تھے اور انہی کے ذریعے عراق، خراسان، ماوراء النہر وغیرہ ممالک میں امام ابوحنیفہ کا مذہب اور ان کے قضایا شائع ہوئے)

ابوزہرہ نے ابن جریر اور ابن عبدالبر کے ان مدحیہ اقوال کو نقل کیا ہے جو انہوں نے امام ابو یوسف کے متعلق کہے ہیں۔
امام ابن جریر طبری لکھتے ہیں :

”کان ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم القاضی فقیہا عالما حافظا، ذکرانہ کان یعرف بحفظ الحدیث وانہ کان یحضر المحدث، فیحفظ خمسين اوستین حدیثا، ثم یقوم فیملیہا علی الناس وکان کثیر الحدیث. ولقد ولی القضاۃ لثلاثہ من الخلفاء: للمہدی ثم للہادی، ثم للرشید“۔^۱

(قاضی ابو یوسف بڑے فقیہ، عالم اور حافظ تھے، حفظ حدیث میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔ محدث کے یہاں حاضر ہوتے اور پچاس یا ساٹھ احادیث تک یاد کر لیتے، پھر کھڑے ہو کر املا کر دیتے، بڑے کثیر الحدیث تھے۔ آپ تین خلفاء مہدی، ہادی اور ہارون الرشید کے قاضی رہے)

ابن عبدالبر لکھتے ہیں :

”کان الرشید یکرّمہ ویجہلہ، وکان عندہ حظیا مکینا“۔^۲
(ہارون رشید آپ کا بہت احترام کرتے تھے اور ابو یوسف ان کے یہاں بڑے موقر و مکرم تھے)

خطیب بغدادی نے امام ابو یوسف کے ترجمہ میں لکھا :

”قال سمعت ابا یوسف یقول، سألنی الاعمش عن مسألة فاجبته فیہا، فقال لی من این قلت هذا؟ فقلت لحدیثک الذی حدثناہ انت ثم ذکرک لہ الحدیث، فقال لی یا یعقوب انی لا احفظ هذا الحدیث قبل ان یجتمع ابواک فما عرفت تاویلہ حتی الان“۔^۳

(اعمش نے ابو یوسف سے ایک مسئلے کے متعلق دریافت کیا۔ ابو یوسف نے اس کا شافی جواب دیا تو اعمش نے کہا کہ تم نے یہ جواب کس شرعی سند کی بنا پر دیا ہے؟ ابو یوسف نے کہا اس حدیث کی بنا پر جسے آپ نے ہمارے سامنے بیان کیا ہے تو اعمش نے کہا بخدا میں نے اس حدیث کو اس وقت حفظ کیا کہ تمہارے باپ کی ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی لیکن اس کے معنی آج معلوم ہوئے)

اس سے آپ کی ذہانت و فطانت اور استنباط مسائل کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ امام ابو یوسف نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں انہوں نے اپنے اور اپنے استاد امام ابوحنیفہ کے افکار و نظریات کا ذکر کیا ہے۔ آپ کی

۱۔ ابوحنیفہ، ابوزہرہ۔ ص ۱۹۶۔ دار الفکر العربی سنہ ۱۹۶۰۔ ۲۔ حوالہ سابق

۳۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱/۲۳۶ (۵۵۸ھ)

ب سے مشہور تصنیف ”کتاب الخراج“ ہے یہ دراصل ایک خط ہے جو انہوں نے خلیفہ ہارون الرشید کے نام سے لکھا ہے۔ اس میں وہ حکومت کے مالی وسائل اور ذرائع کی تفصیلات ذکر کرتے ہیں۔ ابو زہرہ نے اس کتاب کے بارے میں لکھا:

”و کتاب الخراج فی بابہ الفقہی ثروة فقہیة لیس لها مثیل فی العصر الذی کتب فیہ“۔^۱

(اور یہ کتاب الخراج بلاشبہ اپنے موضوع پر بہتر اور قیمتی فقہی سرمایہ ہے جس دور میں یہ لکھی گئی اس میں اس کتاب کی کوئی نظیر نہیں ملتی)

اس کتاب کا E. Fagnan نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جو ۱۹۲۱ء میں پیرس سے شائع ہوا۔^۲ امام ابو یوسف کی ایک اور کتاب اختلاف ابی حنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ ہے، جس میں امام موصوف نے وہ مسائل جمع کئے ہیں جو امام اعظم اور فضی ابن ابی لیلیٰ میں مختلف فیہ تھے۔ ان تمام مسائل میں امام ابو یوسف نے امام اعظم کا ساتھ دیا ہے۔ امام ابو یوسف کی کتب پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں:

”هذه كتب للامام ابی یوسف رضی اللہ عنہ ، وقد عرضنا علیک بعض نصوصها ، والک لتری فیها جمالا فی التعبير ، ووضوحا وجزالة ، ودقة قیاس ، واحکام فکیر ، وتروی بجوار ذلک ادلة فقہیة مصورة لاتجاه ابی حنیفہ فی تفکیرہ“۔^۳

(یہ امام ابو یوسف کی تصانیف ہیں، مذکورہ بالا کتب کی عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ ان میں کس قدر حسین تعبیر، وضوح بیان، جزالت و قناعت، وقت نظر اور قوت فکر پائی جاتی ہے اس کے پہلو بہ پہلو فقہی دلائل ہیں جن سے امام ابو حنیفہ کے منہاج فکر کا پتہ چلتا ہے)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ :

فقہ حنفی کے تیسرے عظیم ستون امام محمد ہیں۔ آپ کا پورا نام محمد بن الحسن شیبانی اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۳۲ھ میں اور وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔ آپ نے ابتدائی طور پر امام اعظم سے اکتساب فیض کیا، تکمیل امام ابو یوسف کے پاس کی۔ علاوہ ازیں امام ثوری اور امام اوزاعی سے بھی استفادہ علمی کیا۔ عراقی فقہ (فقہ حنفی) کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ نے فقہ، حدیث، روایات اور ان کے افکار و آراء اخذ کئے۔ آپ نے تین برس امام مالک کے یہاں قیام کیا۔ ہارون الرشید کے عہد میں قضاء کے منصب پر فائز رہے۔ آپ بالغ نظر ادیب بھی تھے اس لئے لسانی و بیانی خصوصیات سے بہرہ ور تھے۔ شخصیت بھی بڑی بارعب اور جاذب نظر تھی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی^۴ لکھتے ہیں:

”و کان حسنہم تصنیفا والزمہم درسا محمد بن الحسن وکان من خبرہ انه تفقہ علی ابی یوسف ثم خرج الی المدینة فقرا المؤطا علی مالک“۔^۵

۱۔ ابو حنیفہ، ابو زہرہ۔ ص ۱۹۷

(امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے تصنیف و تالیف، درس و تدریس کی بہترین خدمات انجام دینے والے امام محمد بن الحسن ہیں۔ ان کی حالت یہ بیان کی جاتی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف سے فقہ کی تحصیل کی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ گئے اور امام مالکؒ کے سامنے زانوئے شاگردی بچھایا اور ان سے موطا پڑھی)

ابوہریرہ لکھتے ہیں :

”اجتمع لمحمد بن الحسن مالک یجتمع لغيره من اصحاب ابی حنیفۃ غیر شیخہ ابی یوسف ، فهو قد تلقی فقه العراق كاملا ، وقد صقله القضاء ، اذ تلقی عن ابی یوسف القاضي ، وتلقى فقه الحجاز كاملا عن شیخ المدینہ مالک و فقه الشام عن شیخ الشام الازاعی ، وكانت له قدرة ومهارة فی التفریع والحساب و یملک عنان البیان ثم تمرس بالقضاء ، فكانت هذا الولاية دراسة اخرى افادته علما وتجربة وقربت فقهه من الناحية العملية فهو الذی يعد بحق ناقل فقه العراقيين الى الاخلاف “ ۱

(محمد بن حسن ان اوصاف کے جامع تھے جو ان کے استاد امام ابو یوسف کے سوا کسی میں جمع نہ ہو سکے۔ آپ نے عراقی فقہ مکمل طور پر حاصل کی، منصب قضاء کی ذمہ داریوں نے اس میں مزید جلاء پیدا کی۔ استاد مدینہ امام مالک سے اہل حجاز کی فقہ حاصل کی۔ اہل شام کی فقہ ملک شام کے مشہور شیخ امام الازاعی سے پڑھی۔ تفریع اور حساب میں مہارت تامہ رکھتے تھے، زبردست قوت بیانہ کے مالک تھے۔ جب قضاء کی ذمہ داریوں سے دوچار ہوئے تو آپ کے علم و تجربہ کو چار چاند لگ گئے اور آپ کو فقہ کا عملی تجربہ حاصل ہوا..... سچی بات یہ ہے کہ عراقی فقہ کو متاخرین تک نقل کرنے کا سہرا امام محمد کے سر ہے)

امام محمدؒ نے فقہ پر بہت سی کتابیں تصنیف کیں اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ امام محمد کی تصانیف ہی فقہ حنفی کا اولین مرجع سمجھی جاتی ہیں۔ ابوہریرہ آپ کی ایک تصنیف ”الجامع الکبیر“ سے ایک مثال پیش کرنے کے بعد اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”ولا شک ان العبارة التي نقلناها تدل دلالة واضحة على جودة التعبير ، والجمع بين احكام الفكرة ، وسلامة العبارة ، بل جمالها“ ۲

(نقل کردہ عبارت سے روز روشن کی طرح یہ امر واضح ہے کہ یہ کتاب تعبیر، احکام فکر، سلاست عبارت اور حسن بیان میں اپنی مثال آپ ہے)

فقہ حنفی سے متعلق امام ابو یوسف اور امام محمد کی گرانقدر خدمات کا ذکر شارٹرانسٹیکلو پیڈیا آف اسلام میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے :

"The two pupils are more authoritative for the development of the teaching of the school than Abu Hanifah himself"

3

(یہ دونوں شاگرد حنفی مکتب فکر کی تعلیمات کی نشوونما اور ارتقاء کے ضمن میں خود ابوحنیفہ سے بھی سبقت لے گئے ہیں)

امام اعظم کے دو قابل فخر تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں جنہیں عرف عام میں ”صاحبین“ کہا جاتا ہے، ان کے علم و فضل، کمالات، مہارت اور فقہی بصیرت کا اندازہ مندرجہ بالا اقوال سے آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے استاد کے اقوال و افکار کو متاخرین تک پہنچانے میں عظیم خدمت انجام دی ہے اور فقہ حنفی ہی نہیں فقہ اسلامی کی آبیاری اور اسے توانائی بخشنے کے لئے ناقابل فراموش کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

امام زفر :

فقہ حنفی کے چوتھے ستون امام زفر ہیں۔ آپ کا پورا نام زفر بن ہریل ہے۔ یہاں واضح رہنا چاہئے کہ آپ امام اعظم کے بیوں قابل فخر تلامذہ ابو یوسف اور محمد سے صحبت کے اعتبار سے مقدم تھے۔ چنانچہ امام اعظم کی وفات کے صرف آٹھ سال بعد ہی وفات پا گئے، گویا آپ کا سن وفات ۱۵۸ھ ہے آپ نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ امام اعظم کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے۔ اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ پوری زندگی آپ امام اعظم کے افکار و آراء کی نشر و اشاعت میں سرگرم عمل رہے۔ امام اعظم کی زندگی ہی میں آپ بصرہ کے قاضی بن گئے تھے۔ تاہم آپ امام اعظم کے حلقہ درس کے جانشین ہوئے اور ان کے بعد ہی مشدد رئیس امام ابو یوسف کے حصے میں آئی۔ تاریخ بغداد میں ان چاروں بزرگوں کا بڑا عمدہ تقابل پیش کیا گیا ہے۔ لکھا ہے :

”فوقف علیہ رجل فسالہ عن اهل العراق فقال له : ما تقول فی ابی حنیفہ ؟ فقال سیدہم ، قال فابو یوسف ؟ قال اتبعہم للحديث ، قال فمحمد بن الحسن قال اکثرہم تفریعا قال زفر ؟ قال احلہم قیاسا“۔

(مروی ہے کہ ایک شخص امام مزنی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل عراق کے بارے میں دریافت کرتے ہوئے امام مزنی سے کہا ”ابو حنیفہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟“ امام مزنی نے کہا ”اہل عراق کے سردار“۔ اس نے پوچھا اور ابو یوسف کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ وہ بولے ”وہ سب سے زیادہ حدیث کی اتباع کرنے والے شخص ہیں“۔ اس نے پھر کہا اور امام محمد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ مزنی بولے ”وہ تفریعات میں سب پر فوقیت رکھتے ہیں“۔ وہ بولا اچھا تو زفر کے متعلق فرمائیے۔ امام مزنی بولے ”وہ قیاس میں سب سے زیادہ تیز ہیں“

فقہ حنفی کی تدوین اور اس کا طریقہ کار :

عصر صحابہ میں جو مجتہد پائے جاتے تھے وہ اپنے فتاویٰ اور اجتہادات کو جمع نہیں کرتے تھے بلکہ انہوں نے حدیث نبوی کی جمع و تدوین بھی نہیں کی۔ بعد میں مدینہ المنورہ کے فقہاء حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عائشہ، حضرت ابن عباس اور ان کے بعد تابعین کے فتاویٰ جمع کرنے لگے ان کو دوسرے مسائل کے لئے بنیاد قرار دیتے تھے۔ عراقی فقہاء عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی کے فتاویٰ، شریح اور دیگر قضائے کوفہ کے فیصلوں کو جمع کرتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ابراہیم نخعی نے بھی فتاویٰ کو ایک مجموعے میں جمع کیا تھا۔ امام ابو حنیفہ کے استاد حماد کا بھی ایک مجموعہ تھا تاہم ان کی حیثیت ایک ذاتی داری کی تھی کہ مجتہد عند الضرورت اس کی طرف رجوع کرتا تھا۔ فقہ کی باقاعدہ تدوین کا سہرا امام اعظم کے سر پر ہے۔

علامہ موفق بن احمد کی (متوفی ۵۶۸ھ) فرماتے ہیں :

”ابو حنیفہ اول من دون علم هذه الشريعة ، لم يسبقه احد من قبله ، لان الصحابة والتابعين رضی اللہ عنہم لم يضعوا فی علم الشريعة ابوابا مہیوبة ، ولا کتباً مرتبة ، وانما کانوا يعتمدون علی قوة فہمہم ، وجعلوا قلوبہم صنادیق علمہم ، فنشأ ابو حنیفہ بعدہم ، فرای العلم منتشرا فـخاف علیہ الخلف السوء ان یضیعوہ فلذلك دونه ابو حنیفہ ، فجعلہ ابوابا مہیوبة ،

السوء ان یضیعوہ فلذلك دونه ابو حنیفہ ، فجعلہ ابوابا مہیوبة ، وکتباً مرتبة۔“
(امام ابو حنیفہ اولین شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا، آپ سے قبل یہ فکر کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ صحابہ و تابعین نے نہ ابواب مرتب کئے اور نہ بالترتیب تصنیف کی، ان کا تمام تر اعتماد قوت فہم پر تھا۔ ان کے دل ہی علم کے صندوق تھے۔ امام ابو حنیفہ نے آنکھ کھولی تو دیکھا کہ اوراق علم بکھر پڑے ہیں۔ ان کے جی میں آیا کہ مبادا بعد میں آنے والے ناخلف انہیں ضائع کر دیں۔ اسی لئے امام ابو حنیفہ نے تدوین علم کا بیڑا اٹھایا اور اسے ابواب و کتب میں مضبوط و مرتب کیا)

فقہ حنفی کی تدوین میں امام اعظم کی حیثیت بانی و قائد اور رہنماء کی ہے۔ تاہم اس امر کا ذکر ضروری ہے کہ امام اعظم کی براہ راست فقہ حنفی پر کسی یقینی کتاب کا ہمیں علم نہیں ہے۔ بلکہ آپ کے تلامذہ نے آپ کی زیر سرپرستی آپ کے اقوال مدون کئے اور حضرت امام نے کبھی کبھی ان پر نظر ثانی فرمائی، چنانچہ فقہ حنفی کی کتاب کی تدوین میں کچھ حد تک امام ابو یوسف ورنہ تقریباً مکمل فقہ حنفی کی تدوین امام محمد نے کی۔ امام اعظم کی کوئی باقاعدہ تصنیف نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں :

”لم یعرف لابی حنیفۃ کتاب فی الفقہ ، رتب ابوابہ وعقد نظامہ ، کما علمت ، وان ذلک هو الذی یتفق مع روح العصر وسیر الزمان ، اذ ان تالیف الکتب لم یشرع الا بعد وفاة ابی حنیفۃ ، اوفی اخر حیاتہ ، وقد ادرکتہ الشیخوخۃ۔“^۱

(فقہ میں امام ابو حنیفہ نے کوئی مرتب و منظم کتاب تصنیف نہیں کی۔ اگر آپ کے عہد کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات روح عصر اور رفتار زمانہ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ کتابیں تصنیف کرنے کا رواج آپ کی وفات کے بعد یا آپ کی زندگی کے آخری دور میں ہوا جبکہ آپ بوڑھے ہو چکے تھے)

فقہ حنفی کی ایک نمایاں اور اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تدوین شورائی طریق کار پر ہوئی۔ اس طریق کار پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں :

”امام ابو حنیفہ کا طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک مسئلہ پیش کرتے اور ہر ایک کی معلومات اس کے حل کے لئے دریافت کرتے اور اپنی رائے بھی پیش کرتے اور مہینہ بھر بلکہ اس سے بھی زیادہ تک مناظرہ جاری رہتا اور جب کسی رائے کے دلائل پوری طرح واضح ہو جاتے تو پھر ابو یوسف اس کو لکھ لیتے اور دیگر آئمہ کے (بر) خلاف امام ابو حنیفہ نے انفرادی کوشش اور تنہا استبدادی رائے کی جگہ اپنے مذہب کو مشورے پر منحصر کر دیا۔“^۲

۱۔ مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ ، موفق بن احمد کی متوفی ۵۶۸ھ ۱۳۶/۲ کوئٹہ ، مکتبہ اسلامیہ ۱۴۰۷ھ

۲۔ ابو حنیفہ ، ابو زہرہ ص ۱۸۷، دار الفکر العربی سندھ

۳۔ ابو حنیفہ کی تدوین قانون سازی ، محمد حمید اللہ ص ۴۹ کراچی اردو اکیڈمی طبع ششم ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء اس میں بحوالہ موفق ۱/۳۳۱، ۱/۵۰۱ مذکور ہے

مجلس شوریٰ میں شریک تلامذہ کس پائے کے تھے اور علم و فضل کے کس مقام پر فائز تھے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اپنے تلامذہ کے متعلق فرمایا :

”اصحابنا ہتولاء ستہ و ثلاثون رجلا منهم ثمانیۃ و عشرون یصلحون للقضاء ومنہم ستہ یصلحون للفتویٰ ومنہم اثنان یصلحان یؤدبان القضاۃ واصحاب الفتویٰ، و اشار الی ابی یوسف وزفر“۔^۱

(یہ چھتیس آدمی ہیں، ان میں سے اٹھائیس قاضی بننے کے لائق ہیں اور چھ مفتی بننے کے اور دو قاضی اور مفتیوں کی اصلاح و تادیب کی قابلیت رکھتے ہیں، اور آپ نے ابو یوسف اور زفر کی طرف اشارہ فرمایا)

اس میں جہاں باقی تلامذہ کی فضیلت علمی کا اندازہ آسانی سے ہو سکتا ہے وہاں ابو یوسف اور زفر کی علمی عظمت کا بھی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ امام اعظم نے فقہ حنفی میں کوئی مرتب و منظم تصنیف نہیں فرمائی تھی، آپ کے اصحاب و تلامذہ آپ کی آراء کو مدون کرتے اور ضبط تحریر میں لاتے تھے۔ کبھی انہیں املا بھی کراتے۔ تاہم یہ تمام کام امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہاتھوں تکمیلی مراحل تک پہنچا، چنانچہ ابو زہرہ لکھتے ہیں :

”ودون ابو یوسف کتاب الخراج وغیرہ من کتب الفقہ العراقی، ثم جاء محمد فاوفی علی الغایۃ، ودون الفقہ العراقی کاملاً أوقریا من الکمال“۔^۲

(اور ابو یوسف نے کتاب الخراج اور فقہ حنفی کی دیگر کتب مدون کیں، پھر امام محمد کا دور آیا تو انہوں نے مکمل یا تقریباً مکمل فقہ حنفی کو ترتیب دیا)

امام محمد نے جن کتابوں کی تدوین کی ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ ہے جسے ثقہ راویوں نے امام محمد سے روایت کیا ہے۔ انہیں کتب ظاہر الروایہ یا مسائل اصول کہا جاتا ہے، دوسری قسم وہ ہے جو ثقہ راویوں سے روایت نہیں کی گئیں۔ ان کا نام کتب یا مسائل النوادر ہے۔ کتب ظاہر الروایہ چھ ہیں : المبسوط، الجامع الکبیر، الجامع لصغیر، کتاب السیر الکبیر، السیر الصغیر اور زیادات۔ چھ کتابیں ابو الفضل نے اپنی تصنیف ”کتاب الکافی“ میں جمع کر دی ہیں۔ بعد ازاں علامہ سرخسی نے کتاب ”المبسوط“ میں جو تیس جلدوں پر مشتمل ہے کافی کی شرح لکھی ہے۔^۳

فقہ حنفی کے اصول اور استنباط مسائل کا طریقہ کار :

امام اعظم نے اپنی فقہ کی بنیاد کتب و سنت اور صحابہ کرام کے اقوال و فتاویٰ پر رکھی۔ آپ نے فرمایا :

”تلقیت فقہ عمر و فقہ علی، و فقہ عبد اللہ بن مسعود و فقہ ابن عباس عن اصحابہم“۔^۴

(میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے

اصحاب و تلامذہ کی فقہ حاصل کر چکا ہوں)

۱۔ تاریخ بغداد، خطیب بغدادی ۱۳/۲۳۷-۲۳۸ (۷۵۵۸)

۲۔ ابو حنیفہ، ابو زہرہ ص ۲۶، دار الفکر العربی سند

۳۔ فلسفہ التشریع فی الاسلام، صبحی محمصانی ص ۳۳ مفہوم

۴۔ ابو حنیفہ، ابو زہرہ ص ۲۶

شیخ شہاب الدین مکی (متوفی ۹۷۳ھ) نے فرمایا :

”فقد جاء عن ابی حنیفة من طرق كثيرة ما ملخصه انه اولا ياخذ بها في القرآن فان لم يجد فبالسنة فان لم يجد فبقول الصحابة فان اختلفوا اخذ بما كان اقرب الى القرآن او السنة من اقوالهم ولم يخرج عنهم فان لم يجد لاحد منهم قولا لم ياخذ بقول احد من التابعين بل يجهلوا كما اجتهدوا“۔^۱

(امام ابو حنیفہ سے متعدد طرق سے جو بات ہم تک پہنچی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اولاً کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں۔ اگر اس میں وہ مسئلہ ملتا تو سنت رسول ﷺ سے دلیل لیتے اگر دونوں میں نہیں پائے تو وہ صحابہ کرام سے اس مسئلہ کے بارے میں ایک سے زائد قول ہونے کی صورت میں جو قول اقرب الی القرآن یا اقرب الی السنہ سمجھتے ہیں لے لیتے اور اس سے باہر نہیں جاتے۔ یا اگر اس بارے میں ان صحابہ کرام میں سے کسی کا قول نہ پاتے تو تابعین میں سے کسی کا قول نہ لیتے بلکہ ان کی طرح اجتہاد کرتے)

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں :

”واصل مذهبه فتاوى عبد الله بن مسعود قضايا على رضى الله عنهما وفتاواه وقضايا شريح وغيره من قضاة الكوفة فجمع من ذلك مايسر الله“۔^۲

(اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کی اصل و اساس حضرت عبد اللہ بن مسعود کے فتاویٰ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قضایا اور فتاویٰ اور قاضی شریح کے قضایا، فیصلے اور دیگر کوفہ کے قاضیوں کے قضایا اور فتوے ہیں۔ انہوں نے اسی سے حسب توفیق الہی مسائل فقہ جمع کئے)

شاہ ولی اللہ امام ابو حنیفہ کے طریق اور ان کی فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”وكان ابو حنیفة رضى الله عنه الزمهم بمذهب ابراهيم واقرائه لا يجاوزه الا ما شاء الله . وكان عظيم الشأن في التخریج على مذهبه دقيق النظر في وجوه التخریجات مقبلا على الفروع اتم اقبال“۔^۳

(اور حضرت امام ابو حنیفہ عموماً حضرت امام ابراہیم رضی اللہ عنہ کی اتباع اور ان کے ہم عصر علماء کو نہایت التزام سے تھا۔ ہوتے تھے۔ اس سے وہ ذرہ برابر متجاوز نہ ہوتے تھے الا ما شاء اللہ۔ حضرت امام ابو حنیفہ ان کے مذہب کی تخریجات میں ایک عظیم الشان حیثیت رکھتے تھے۔ تخریجات مسائل کی وجوہات پر نہایت دقیق و عمیق نظر رکھتے تھے اور فروعات پر پوری نظر اور کامل توجہ تھی)

۱۔ کساب الخیارات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان، شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیثمی الملکی متوفی ۹۷۳ھ، ص ۲۹، گیارہویں فصل فیما ینبئ علیہ مذہبہ کے تحت لکھا مصر، مطبعہ المیمیہ ۱۳۱۱ھ

۲۔ جۃ اللہ الباقیہ شاہ ولی اللہ دہلوی ۱/۳۵۶ باب اختلاف الصحابة التابعین فی الفروع، کراچی غلام نرسید

۳۔ حوالہ سابق

اپنے مندرجہ بالا بیان کی تائید و تصدیق کے لئے شاہ صاحب فرماتے ہیں :

”فان ثبت ان تعلم حقيقة ما قلنا فلخص اقوال ابراهيم و اقرانه من كتاب الاثار لمحمد رحمه الله و جامع عبدالرزاق و مصنف ابى بكر بن شيبة ثم قايسه بمذهبه تجده لا يفارق نلك المحجة الا فى موضع يسيرة وهو فى تلك اليسيرة ايضا لا يخرج عما ذهب اليه فقهاء الكوفة“۔^۱

(اگر تم ہمارے اس بیان کی تصدیق چاہتے ہو تو امام محمد کی کتاب ”الاثار“ اور ”جامع عبدالرزاق“ اور ”مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ“ کا مطالعہ کرو اور ان میں حضرت ابراہیم نخعی اور ان کے ہم عصر علماء کے اقوال کا تفحص کرو، پھر ان کو امام ابو حنیفہ کے مذہب پر منطبق کرو۔ ٹھیک ٹھیک تم اپنے اساتذہ کی روش اور طریقہ کا پیر و پاؤ گے)

امام ابو یوسف کی کتاب ”الرد علی سیر الاوزاعی“ پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ نے امام اعظم کے طرق استنباط اور فقہی مہارت و بصیرت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے :

”وترى فيه صورة قوية لادلة ابى حنيفة وطرق استنباطه ، ومسالكه فى الاستدلال ، ثم ترى فيه صورة قوية لعقل ابى حنيفة الفقهى القانس ، والمفسر للنصوص بغاياتها وبواعثها وعللها ، غير مقتصر فى بيانها على مرامى عباراتها الظاهرة“۔^۲

(اس کتاب میں امام ابو حنیفہ کے دلائل، طرق استنباط اور مسالک استدلال کی اصلی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔ اس کے پہلو بہ پہلو یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آپ فقہی قیاسات میں کس قدر مہارت تامہ رکھتے تھے اور نصوص کتاب و سنت کی تشریح و توضیح کرتے وقت آپ کی عقل سلیم ان کے غایات اور بواعث و علل تک پہنچ جاتی تھی اور آپ ظاہری عبارت ہی میں اُلجھے نہیں رہتے تھے)

امام ابو یوسف کی دوسری کتاب ”اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلی“ پر تبصرہ کرتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں :

”والكتاب فيما اشتمل عليه من مسائل وادلثها قيس من عقل ابى حنيفة الفقهى وصورة نيرة له“۔^۳

(یہ کتاب جن مفید مسائل وادلہ پر مشتمل ہے وہ امام ابو حنیفہ کی فقہی بصیرت و فراست کی جتنی جاگتی تصویر ہے) اس مہارت اور دقیق و عین نظر اور فقہی بصیرت و فراست کے باوجود امام اعظم جب کسی مسئلے پر فتویٰ دیتے تو یہ فرماتے :

”هذا رأى النعمان بن ثابت يعنى نفسه وهو احسن ما قدرنا عليه فمن جاء باحسن منه اولى بالصواب“۔^۴

(یہ نعمان بن ثابت کی یعنی میری رائے ہے اور ہمیں جہاں تک قدرت حاصل ہوئی اس میں یہ بہترین قول ہے جو کوئی اس سے بہتر قول پیش کر سکے تو وہی زیادہ صحیح ہے)

۱۔ حوالہ سابق ۲۔ ابو حنیفہ، ابو زہرہ ۲۰۳-۲۰۴ء دار الفکر العربی سندھ ۳۔ حوالہ سابق ۲۰۳

۴۔ حجة الله البالغة ، شاہ ولی اللہ ۳۸۴/۱ کراچی شیخ غلام علی سمر سید

شاہ ولی اللہ نے امام شہرانی کی کتاب ”الیواقیت والجواہر“ کے حوالے سے امام اعظم کا یہ قول نقل کیا ہے :

”انہ روى عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ انہ کان یقول لا ینبغی لمن لم یعرف ذیلی ان ینفی بکلامی“۔^۱

(جسے میری دلیل کا علم نہیں اسے میرے قول پر فتاویٰ نہیں دینا چاہئے)

امام محمد جنہوں نے امام اعظم سے قدرے استفادہ کرنے اور امام ابو یوسف سے خاطر خواہ بہرہ ور ہونے کے بعد فقہ حنفی کی عملی طور پر تدوین کی ان کے متعلق شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں :

”ثم رجع الی نفسه فطبق مذهبہ اصحابہ علی الموطأ مسألة مسألة فان وافق فیہا والا فان رای طائفة من الصحابة والتابعین ذاہبین الی مذهب اصحابہ فکذلک وان وجد قیاسا ضعیفا او تخریجا لینا یخالفہ حدیث صحیح فیما عمل بہ الفقہاء او یخالفہ عمل اکثر العلماء ترکہ الی مذهب من مذہب السلف عما یراہ ارجح ما ہناک“۔^۲

(انہوں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے مذہب پر غور و خوض کرنا شروع کیا اور ان کے ہر مسئلے کو امام مالک کے موطا پر منطبق کرنے کی کوشش کی۔ اگر یہ مسائل موطا پر منطبق ہو جاتے تو فیہا ورنہ پھر صحابہ اور تابعین کے اقوال پر نگاہ ڈالتے۔ اگر صحابہ اور تابعین کو اپنے اصحاب و اساتذہ کے مذہب کے مطابق پاتے تو اسے اختیار کر لیتے۔ اور اگر اپنے مذہب و مسلک اور عمل فقہاء کو ضعیف قیاس اور کمزور تخریج پر مبنی پاتے اور وہ صحیح حدیث کے خلاف ہوتا اور اکثر علماء اس کے خلاف ہوتے تو وہ اسے ترک کر دیتے اور علماء سلف میں سے جس کا مذہب و مسلک رائج اور قوی پاتے، اختیار کر لیتے)

فقہ حنفی کا مدار قرآنی دلائل، احادیث نبویہ اور اصحاب کرام کے فتاویٰ پر ہے۔ عہد عباسی میں چونکہ اسلامی سلطنت کا دائرہ بہت وسیع ہو چکا تھا اور مختلف تہذیب و تمدن سے وابستہ لوگ مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے۔ لہذا نئے مسائل کا پیدا ہونا ایک فطری بات تھی ان سے نہرو آکر لانا ہونے کے لئے عالی ہمت فقہائے کرام نے کتاب و سنت کی روشنی میں ان کے حل کے لئے پوری پوری کوشش کی۔ ظاہر ہے کہ بعض مسائل میں مختلف مکاتب فکر کے فقہاء کرام کے درمیان اختلافات بھی پیدا ہوئے۔ ابن خلدون فقہائے احناف کی مہارت اور فقہی بصیرت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :

”وکان تلمیذہ صحابة الخلفاء من بنی العباس فکثرت تالیفہم ومناظر اتہم مع الشافعیہ وحسنت مباحثہم فی الخلافیات وجاء وامنہا بعلم مستظرف وانظار غریبۃ وہی بین ایدی الناس“۔^۳

(امام ابو حنیفہ کے شاگردوں نے خلفائے عباسیہ کی صحبت میں رہ کر تالیفات کے تودے لگادیئے اور شاخیں کے ساتھ ان کے زبردست مناظرے رہے اور اختلافی مسائل میں اچھی بحثیں ان کے قلم سے نکلیں اور وہ علم میں منجھ گئے اور عمیق النظر بن گئے اور جو کچھ ان کی فضیلت و برتری تھی وہ منظر عام پر آگئی)

ابن خلدون نے مذہب حنفی کے ذکر کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ وہ مذہب مالکی کے متعلق لکھتے ہیں :

”ولم یأخذہ تنقیح الحضارة وتہذیبہا کما وقع فی غیرہ من المذاهب“۔^۱
(آپ دیکھیں گے کہ مالکی مذہب بہ نسبت اور مذاہب کے حضریت کے رنگ و اثر سے دور ہی رہا)

حنفلی مذہب کے متعلق بیان کرتے ہیں :

”فاما احمد بن حنبل فمقلدہ قليل لبعث مذہبہ عن الاجتهاد“۔^۲

(امام احمد حنبل کے مقلدین بہت کم تعداد میں ہیں کیونکہ ان کا مذہب اجتہاد سے دور رہا)

حنفلی فقہاء کا فقہائے احناف سے استفادہ علمی کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون لکھتے ہیں :

”وقرأ أصحابہ (احمد بن حنبل) علی اصحاب الامام أبی حنیفہ مع وفور بضاعتہم من الحدیث فاختلفوا بمذہب أخر“۔^۳

(امام احمد بن حنبل کے شاگردوں نے امام ابو حنیفہ کے شاگردوں سے استفادہ علمی کیا۔ گوان کا خود اپنا مرتبہ حدیث میں بہت اونچا تھا مگر پھر بھی فقہ حنفی ہی کے خوشہ چین ہوئے)

فقہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ ابن خلدون نے اصول فقہ کے ضمن میں امام شافعی کے متعلق یہ لکھا ہے کہ سب سے پہلے انہوں نے اس علم پر قلم اٹھایا اور اس میں ایک مشہور رسالہ لکھا۔ پھر فقہائے حنفیہ نے اس میدان میں قدم رکھا تو اعد پر بصیرت افروز بحثیں اٹھائیں۔ اصول فقہ میں فقہائے احناف کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے ابن خلدون نے لکھا ہے :

”فکان لفقہاء الحنفیۃ فیہا الید الطولی من الغوص علی النکت الفقہیۃ والتقاط هذه القوانين من مسائل الفقہ ما امکن وجاء ابو زید الدبوسی من انتمہم فکتب فی القیاس باوسع من جمیعہم وتمم الابحاث والشروط التی یحتاج الیہا فیہ وکملت صناعة اصول الفقہ بکمالہ وتہذبت مسائلہ وتمہدت قواعده“۔^۴

(بہر حال ماننا پڑتا ہے کہ فقہائے حنفیہ کو اس میں بے نظیر مہارت ہے کہ نکات کی گہرائیوں تک خوب پہنچتے ہیں اور مسائل فقہ سے اصول فقہ کے قواعد خوب نکالتے ہیں۔ اس فن میں ابو زید الدبوسی امام حنفی کا نام خصوصیت سے لیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے قیاس پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے جو تمام کتابوں پر فوقیت لے گئی اور اس میں قابل قدر بحثیں اٹھا کر وہ تمام شروط زیر بحث لائے جن کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور جن کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ خلاصہ کلام یہ کہ فقہائے احناف نے علم فقہ پر بیش از بیش کتابیں لکھیں اور اس علم کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا)

بعض مستشرقین نے اسلامی فقہی مذاہب کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ جوزف شاخت (JOSEPH SCHACH) نے امام عظیم اور امام شافعی اور دیگر آئمہ کے طرق استنباط پر تبصرہ کیا ہے۔ اس ضمن میں چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں :

"Shafi'i merely borrows and repeats the reasoning of Abu Hanifa".....
 "He is less technically legal than Abu Hanifa"....."Shafi'i reproduces almost literally Shaibanis arguments"....."Shafi'i adopts and elaborates parts of shaibanis systematic arguments against The Medinese although in each case he diverges from both ancient schools".¹

(امام شافعی امام ابوحنیفہ کے استدلال کو محض مستعار لیتے ہیں اور اس کا اعادہ کرتے ہیں۔ وہ فنی اور قانونی اعتبار سے ابوحنیفہ سے پیچھے ہیں۔ امام شافعی، امام محمد اشعری کے استدلال کو تقریباً نقل کرتے نظر آتے ہیں۔ امام شافعی امام مالک کی مدنی مکتب فکر کے بجائے امام محمد اشعری کے مرتب استدلال کو جزوی طور پر اپناتے ہیں اور اس پر اپنے استدلال کی عمارت تعمیر کرتے ہیں۔ اگر وہ مسئلے میں ان دونوں قدیم مکاتب فکر سے ہٹے ہوئے نظر آتے ہیں)

مصنف مذکور نے ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کے طرق استنباط اور اولیٰ کا تقابل پیش کیا ہے، بحث کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The examples with which I illustrated the development of legal reasoning show the superiority of Abu Hanifa's technical legal thought over that of Ibn Abi Laila."²

(وہ مثالیں جن سے میں نے قانونی استدلال کے نشو و ارتقاء کو واضح کیا اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ابوحنیفہ کا فنی اور قانونی نقطہ نگاہ ابن ابی لیلیٰ کے استدلال اور نقطہ نگاہ سے بہت بہتر ہوتا ہے)

امام اوزاعی (نیز ابن ابی لیلیٰ) کے ساتھ امام اعظم کے منہاج استدلال کا موازنہ کرتے ہوئے یہی شناخت لکھتا ہے:

".....those numerous cases which show Abu Hanifa's legal thought not only more broadly based and more thoroughly applied than that of Auzai and Ibn Abi Laila, but technically more highly developed, more circumspect, and more refined".³

(ان کثیر التعداد مسائل سے ظاہر ہے کہ نہ صرف یہ کہ اوزاعی اور ابن ابی لیلیٰ کی نسبت ابوحنیفہ کا قانونی نقطہ نگاہ زیادہ وسیع، انٹری پر مبنی اور کامل و مکمل طور پر منطبق نظر آتا ہے بلکہ فنی محاسن کے اعتبار سے انتہائی ارتقائی، زیادہ محتاط اور زیادہ معنی خیز ہے)

شناخت نے امام اعظم کے طریق استدلال کو ان الفاظ میں ہدیہ تحسین پیش کیا ہے:

"Abu Hanifa shows a high degree of technical reasoning, is sharp sighted and systematic, and anticipates Shafi'i's doctrine".⁴

(ابوحنیفہ ایک اعلیٰ درجہ کے فنی استدلال کا ظاہر ثبوت دیتے ہیں۔ وہ بڑے باریک بین، صاحب بصیرت اور با اصول ہیں اور شافعی کے اصول و نظریات کو ان سے بہت پہلے زیر بحث لائے ہیں)

فقہ حنفی کی خصوصیات:

اسلام دین فطرت ہے اور پوری انسانی زندگی کے لئے ایک روشن ضابطہ حیات ہے۔ قرآن حکیم نے جو منبع رشد و ہدایت ہے اور اسلامی فقہ و قانون کا ماخذ اول ہے۔ انسانی زندگی کے لئے بنیادی زریں اصول کی نشاندہی کر دی ہے۔

¹ The Origins of Muhammad Jurisprudence, Joseph Schacht, page 17, Oxford 1950.

اس کے اجمالی احکام کی تشریح و توضیح سنت رسول اکرم ﷺ سے میسر آ جاتی ہے اور ان دونوں یعنی کتاب و سنت کی روشنی میں مشابہ اور مماثل مسائل پر قیاس کرتے ہوئے یا علت و حکمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام نے نئے اُبھرنے والے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ مسائل کے استنباط میں فقہی اختلافات ہونا ایک فطری بات تھی۔ چنانچہ مختلف فقہی مکاتب فکر و جہود میں آئے جن میں سے صرف چار کو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اور اہل سنت والجماعت کے نزدیک چاروں آئمہ کرام احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ان مقبول و مشہور فقہی مکاتب فکر میں سے فقہ حنفی کو خصوصی طور پر فروغ نصیب ہوا۔ فقہ حنفی کی مقبولیت اور شہرت کی وجہ اس میں پائے جانے والی کشش، جاذبیت اور معقولیت تھی اور جب حنفی فقہاء عہدہ قضاء پر بیٹھے تو اس نے بھی تقویت بخشی۔ فقہ حنفی کی شہرہ آفاق کتاب الہدایہ سے صرف ایک مسئلہ کو جو نکاح میں گواہ سے متعلق ہے بطور مثال پیش کرتے ہیں جن سے فقہ حنفی کے موقف اور طریق استدلال کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

”ولا تشترط العدالة حتى ينعقد بحضرة الفاسقين عندنا خلافا للشافعي رحمة الله له ان الشهادة من باب الكرامة والفاسق من اهل الالهانة ولنا انه من اهل الاولوية فكون من اهل الشهادة وهذا انه لما لم يحرم الولاية على نفسه لا سلامه لا يحرم على غيره لانه من جنسه ولا نه صلح مقلدا فيصلح مقلدا“۔^۱

(نکاح میں گواہوں کا عادل ہونا شرط نہیں حتیٰ کہ ہماری رائے میں نکاح و فاسق گواہوں کی گواہی سے بھی منعقد ہو جائے گا۔ اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ گواہی وجہ اعزاز ہے اور فاسق کا شمار حقیر لوگوں میں ہوتا ہے۔ ہماری (احناف کی) رائے یہ ہے کہ فاسق ولی ہو سکتا ہے لہذا وہ گواہ بھی بن سکتا ہے اور یہ امر واضح امر ہے کہ جب اسے مسلمان ہونے کی بناء پر خود اپنے متعلق حق ولایت سے محروم نہیں کیا جاتا تو دوسرے کے متعلق بھی محروم نہیں رکھا جائے گا۔ کیونکہ وہ اسی جنس میں سے ہے اور دوسرے جب وہ قاضی مقرر کر سکتا ہے تو وہ خود بھی قاضی ہو سکتا ہے۔ لہذا گواہ بطریق اولیٰ ہو سکتا ہے)

لیکن امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے کہ کتاب و سنت کے احکام عقل پر مبنی ہیں، ان میں حکمتیں اور اسرار ہیں جو انسانی زندگی کے روحانی، اخلاقی، تہذیبی، تمدنی اور نفسیاتی فوائد کے حامل ہیں، جو عقل سلیم سے مخفی نہیں رہ سکتے۔ نتیجتاً فقہ حنفی کے اصول مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ فقہ حنفی کی خصوصیات کا تنقیدی جائزہ لینے سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ :

☆ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں فقہ حنفی کے مزاج کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان تر ہے۔

☆ یہ تمدن کے تقاضوں کے موافق اور پگنڈار ہے۔

☆ اس کے احکام و مسائل مصلحتوں پر مبنی ہیں۔

- ☆ اس کی تدوین مجلس مشاورت سے عمل میں آئی ہے۔
- ☆ اس کے بانیان بلند پایہ علمی کمالات کے حامل ہیں۔ جس کے سبب ہی محترم ہیں۔
- ☆ اور اس کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ استنباط مسائل کے لئے انھما قرآن حکیم پر ہے اور اس کے بعد حدیث اور اقوال صحابہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ چاروں آئمہ کرام نے حسن نیت، اخلاص اور پوری جانفشانی سے کتاب وسنت کی روشنی میں مسائل کا استنباط کیا ہے۔ لیکن شریعت کے دائرے کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے تمدنی تقاضوں کے موافق مسائل کا حل تلاش کرنا فقہ حنفی کا خاصہ ہے جس سے اس کا حسین چہرہ اور پرکشش اور جاذب نظر بن گیا اور وہ اس کی عالمی شہرت کا سبب بنا۔ مختلف ممالک میں فقہاء حنفی کا نشاء و ارتقاء (تاریخی تناظر میں)

فقہ حنفی کے مرتبین بے انتہاء علمی کمالات کے حامل تھے اور انہوں نے جس قدر جانفشانی، محنت اور مہارت سے کام لیا۔ اسی کا ثمر تھا کہ فقہ حنفی کو بہت زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ ابن خلدون نے اپنے دور میں فقہ حنفی کے عالمی فروغ کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے :

”و اما ابو حنیفۃ فقلده اليوم اهل العراق ومسلمة الهند والصین وما وراء النهر وبلاد العجم

كلها لما كان مذهبه اخص بالعراق ودار السلام“۔

(امام ابو حنیفہ کے مقلدین آج عراق، ہند، چین، ماوراء النہر اور بلاد عجم میں بکثرت پھیلے ہوئے ہیں)

شارٹر انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں حنفی مکتب فکر کے تعارف اور عہد عباسی میں اس کے تاریخی ارتقاء کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے :

”The Hanafi School Originated in Irak and was in the time of the Abbasids the prevailing official doctrine. It spread to the East and Flourished Particularly in Khurasan and Transoxania, Numerous Famous jurists of this School came from there. From the fifth century till well into the time of the mongols the family Ibn Maza wielded even the Political power in Bukhara as hereditary rais (chief) of the Hanafites of the town, with the little of Sadr. In Khurasan they developed from the third century an irrigation law of their own, adopted to the canal systems there. But also in the maghrib they had their adherents alongside the Malikites until the fifth century, in sicily they even predominated“²

(حنفی مکتبہ فکر کا آغاز عراق میں ہوا اور عہد عباسیہ میں اسے غالب وفاق سرکاری قانون کی حیثیت حاصل تھی۔ یہ مشرق کی سمت میں فروغ پذیر ہوتا رہا اور خاص طور سے خراسان اور ماوراء النہر کے علاقوں میں پھیل گیا۔ اس مکتبہ فکر کے بے شمار مشہور فقہاء اسی علاقے میں پیدا ہوئے۔ پانچویں صدی ہجری سے منگول خاندان کی آمد تک ابن مازا اور ان کے خاندان کو

حنفی رئیس کی حیثیت سے بخارا میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ ان کا لقب صدر ہوتا تھا اور خراسان کے علاقوں میں انہوں نے تیسری صدی ہجری سے ایک قانون زراعت تحارف کیا تھا جسے بعد میں نہری نظام کے طور پر اپنایا گیا تھا۔ لیکن اسلامی مغربی دنیا میں بھی ان کے مقلدین کا اثر و نفوذ پانچویں صدی ہجری تک حقیلیہ کے جزیرہ تک تسلط پا گیا تھا)

ہابی خلفاء کے عہد میں فقہ حنفی کی مقبولیت اور فروغ کے ذکر کے بعد عثمانیوں کے عہد میں اس کی حالت کو یوں بیان کیا :

"With the decline of the Abbasid Callphale the Hanafi School also declined in power, but with the rise of the Ottaoman empire they revived".¹

(سلطنت عباسیہ کے زوال کے ساتھ ہی حنفی مذہب کے اثر و رسوخ میں بھی کمی واقع ہو گئی تھی لیکن خلافت عثمانیہ کے عروج پاتے ہی حنفی مذہب کا اثر و رسوخ دوبارہ بحال ہو گیا)

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے :

"The Hanafi Mahhab became the only authoritative code of law in the Public Life and Official Administration of Justice in all the Provincess of the Ottoman Empire".²

(حنفی مذہب کو کئی طور پر سلطنت عثمانیہ کے تمام صوبوں میں نہ صرف عوامی پذیرائی حاصل تھی بلکہ سرکاری نظام عدل میں مستند مجموعہ قوانین کی حیثیت حاصل ہو گئی تھی)

حنفی قاضی اور جج اپنی مہارت کی بنا پر ایسے دوسرے ممالک میں بھی تعینات تھے جہاں فقہ حنفی کے بجائے دوسرے کتب فکر کی پیروی کی جاتی تھی اس میں مزید لکھا ہے :

"Under the Ottomans the Judgement Seats were occupied by Hanafites sent from Constantinople. even in countries where the population followed another madhab".³

(عثمانی ترکوں کے عہد میں عدالت کے تمام مناصب پر حنفی فائز تھے جنہیں قسطنطنیہ سے بھیجا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ان ممالک میں بھی جہاں کی آبادی دوسرے فقہی مذاہب کی پیروکار تھی)

ابرقانون ڈاکٹر صبحی محمد صافی فقہ حنفی کی عالمی اشاعت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اما انتشار هذا المذهب في الاقطار الاسلاميه ، فكان اكبر حظامن جميع المذاهب الاخرى ، فقد كان المذهب الغالب في العراق ايام العباسيين لا يثار هم اياه في القضاء . وكان مذهب الدولة العثمانية الرسمي ، وعنه اخذت ودونت مجلة الاحكام العدليه "۔

(ہم یہ بتائیں گے کہ مذہب حنفی کی اشاعت سب سے زیادہ کیوں ہوئی؟ حنفی مذہب تمام ممالک اسلامیہ میں اس لئے زیادہ پھیلا کہ خلفائے عباسیہ نے حکم عدل و قضاء کے لئے یہی مذہب منتخب کیا تھا اور اہل عراق عموماً اسی مذہب کے مقلد تھے اس کے علاوہ سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب بھی یہی تھا اور اس مذہب کی روشنی میں "مجلة الاحكام العدليه" کی تدوین ہوئی)

دائرہ معارف اسلامیہ میں مذکور ہے :

”مجلّے کے ذریعہ حنفی مذہب نے مشرق کے بہت سے ممالک کو شدید طور پر متاثر کیا“۔
سرکاری سطح پر اسلامی قانون سازی کی تاریخ کا اجمالی جائزہ پیش کرتے ہوئے سچی محصانی لکھتے ہیں :

”کان ممّن اهتم لجمع الفتاوی فی القرن الحادی عشر للهجرة (السابع عشر للمیلاد) احد ملوک الهند السلطان محمد اورنگ زیب بھادر عالمگیر ، فانه الف لجنة مشاهیر علماء الهند برئاسة الشیخ نظام لیؤلّفوا کتابا حامشا (جامعا) لظاهر الروایات التي اتفق علیها وافی بها الفحول ، ویجمعوا فیہ من النوادر مما تلفتها العلماء لقبول“ فجمعوا ذلک فی کتاب معروف بالفتاویٰ الہندیہ او بالفتاویٰ العالمگیریہ نسبة الی ذلک السلطان وهو کتاب جامع یقع فی ستة اجزاء ضخمة وقد کان ولا یزال من المراجع الشهيرة فی الفقه الحنفی وهذا الجمع شبه الرسمي لم یکن الزامیا“۔^۱

(گیارہویں صدی ہجری (مطابق سترہویں صدی عیسوی) میں ہندستان کے بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے فتاویٰ جمع کرنے کا اہتمام کیا۔ اس مقصد کے لئے اس نے شیخ نظام کی زیر قیادت ہندوستان کے مشاہیر علماء کی ایک کمیٹی بنائی تاکہ وہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف کریں جس میں ظاہر روایات کے وہ تمام مسائل آجائیں جن پر تمام علماء فقہ متفق ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس قسم کے تمام مسائل تھہرے ایک کتاب میں جمع کر دیئے جو فتاویٰ ہندیہ یا فتاویٰ عالمگیریہ کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی نسبت بادشاہ مذکور کی طرف ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ ایک جامع کتاب ہے ، جس کی چھ ضخیم جلدیں ہیں (اس کا اردو ترجمہ دس (۱۰) جلدوں میں شائع ہو چکا ہے) یہ کتاب ہمیشہ فقہ حنفی کا مشہور ماخذ رہی ہے۔ فتاویٰ کا یہ مجموعہ نیم سرکاری حیثیت رکھتا ہے)

مختصر یہ کہ فقہ حنفی جسے خلافت عباسی میں غالب و فائق سرکاری قانون کی حیثیت حاصل تھی، خلافت عثمانیہ میں بھی مستند مجموعہ قوانین قرار پائی۔ اورنگ زیب عالمگیر نے اسلامی قانون سازی کے لئے اسے ہی موزوں پایا۔ بقول محصانی ”والمجلة ماخوذة بوجه عام من كتب الرواية فی المذهب الحنفی“۔^۲ (مجلّہ الاحکام العلیہ کے اکثر احکام و مسائل بھی مذہب حنفی کی ظاہر الروایہ کتابوں سے ماخوذ ہیں)

حکومت مصر کے زیر اہتمام قدری پاشا مرحوم نے قانون کی ایک کتاب ”مرشد الحیران الی معرفة احوال الانسان“ مرتب کی جو مذہب ابو حنیفہ سے ماخوذ تھی اور قانون عصر جدید کے مطابق تھی۔ دور حاضر میں فقہ حنفی کو جو فروغ حاصل ہے اس کے متعلق شارٹ انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں بیان کیا گیا ہے :

”Even nowadays the Hanafi School prevails in the former Ottoman countries, in Tunisia for instance it is equal to the Malki rite and also in Egypt it is the officially recognized Law-School. Further it is predominant in Central Asia (Afghanistan, Turkestan, BuKhara, Samarkand) and in India“۔^۴

(آج بھی حنفی مکتب فکر کو سابق عثمانی ممالک میں فوقیت حاصل ہے۔ تیونس میں اسے مالکی مکتب فکر کے مساوی حیثیت حاصل ہے۔ مصر میں اسے سرکاری قانون کے ایک مکتب فکر کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حنفی مکتب فکر وسط ایشیاء (افغانستان، ترکستان، بخارا، سمرقند اور ہند) میں بھی غالب و فائق ہے)

عصر حاضر میں عالمی اشاعت سے متعلق صحیحی محمصانی لکھتے ہیں :

”وہو لا یزال الیوم مذهب الدولة فی الفتیا والقضاء فی البلاد التي خضعت للحکم العثماني کمصر و سوريا و لبنان ، و مذهب الامارة فی تونس ، و المذهب الغالب فی مسائل العبادات علی مسکن ترکیا و بعض البلاد التي ذضعت لحکمها ، کالشام و الالبان ، و علی مسلمی البلقان و القوقاز . و كذلك هو المذهب الغالب فی افغانستان و ترکستان و عند مسلمی الهند . وله اتباع فی كثير من البلدان الاخری“۔^۱

(جو ملک سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت رہے ہیں، جیسے مصر، سوريا اور لبنان، ان کا مذہب بھی محکمہ عدل و قضاء میں حنفی چلا آیا ہے۔ حکومت تیونس کا مذہب بھی یہی ہے۔ ترکی اور اس کے زیر اثر ممالک مثلاً شام و البانیہ کے باشندوں کا مذہب بھی عبادت میں یہی ہے اور مسلمانانِ بلقان و قوقاز بھی مسائل عبادات میں اسی مذہب کے مقلد ہیں۔ اسی طرح اہل افغانستان و ترکستان اور مسلمانانِ (پاک و ہندو چین) میں بھی یہی مذہب غالب ہے اور اس مذہب کے پیروں سے ملکوں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں جو روئے زمین کے تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں)

سلطنت عباسیہ کی تنزلی کے بعد جن خاندانوں کو عروج ہوا اس کے متعلق علامہ شبلی نعمانی فرماتے ہیں :

”عباسیہ کے تنزل کے بعد جن خاندانوں کو عروج ہوا اکثر حنفی تھے۔ خاندان سلجوقی جس نے ایک وسیع مدت تک حکومت کی اور جن کے دائرہ حکومت کی وسعت طول میں کاشغر سے بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطنیہ میں سے بلادِ ترک پہنچتی تھی حنفی تھا۔ محمود غزنوی جس کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا۔ فن فقہ میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے جس کا نام ”التفصیہ“ ہے اور جس میں کم و بیش ساٹھ ہزار مسئلے ہیں نور الدین زنگی کا نام چھپا ہوا نہیں ہے جو ہماری نمایاں شخصتوں میں داخل ہے، بیت المقدس کی لڑائیوں میں اول اسی نے نام حاصل کیا، صلاح الدین قراچ بیت المقدس اسی کے دربار میں ملازم تھا۔ دنیا میں پہلا دارالحدیث اسی نے قائم کیا۔ اگرچہ وہ شافعی و مالکی فقہ کی عزت کرتا تھا لیکن وہ خود اور اس کا تمام خاندان مذہباً حنفی تھا، صلاح الدین خود شافعی تھا لیکن اس کے خاندان میں بھی حنفی ائمہ مذہب موجود تھے۔ الملک المعظم علی بن الملک العادل جو ایک وسیع ملک کا بادشاہ تھا علامہ ابن خلکان اس کے حالات میں لکھتے ہیں کہ وہ نہایت عالی ہمت، فاضل، ہوشمند، دلیر پر رعب تھا اور حنفی مذہب میں غلو رکھتا تھا۔ چرا کہ مصر جو نویں صدی کے آغاز میں مصر کی حکومت پر پہنچے اور ۱۴۸ برس تک فرمانروا رہے اور بہت سی فتوحات حاصل کیں خود حنفی تھے اور ان کے دربار میں اسی مذہب کو زیادہ فروغ تھا۔ سلاطین ترک جو کم و بیش چھ سو برس سے روم کے فرمانروا ہیں اور آج انہی کی سلطنت اسلام کی عزت و وقار کی امید گاہ ہے عموماً حنفی تھے۔ خود ہمارے ہندوستان کے فرمانروا خانین اور آلِ تہور اسی مذہب کے پابند رہے اور ان کی وسیع سلطنت میں اس طریقہ کے سوا کسی طریقہ کو راج نہ ہو سکا۔“^۲

۱۔ فلسفہ التشريع فی الاسلام ، صبحی محمصانی ص ۳۹

۲۔ سيرة النعمان شبلی نعمانی ص ۱۵۴، کراچی دارالاشاعت ۱۳۱۲

علامہ کرمانی نے اپنی شرح بخاری میں فرمایا کہ اگر اس مذہب حنفی میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا زار پوشیدہ نہ ہوتا تو نصف یا اس کے قریب مسلمان اس کے مقلد نہ ہوئے ہوتے۔ ہمارے زمانے تک جس کو امام صاحب سے تقریباً چار سال ہوتے ہیں ان کی فقہ کے مطابق اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت ہو رہی ہے اور ان کی رائے پر عمل ہو رہا ہے اس میں اس کی صحت کی دلیل ہے۔^۱

ملا علی قاری اپنے زمانے کے مسلمانوں میں حنفیہ کی تعداد ظاہر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کل مسلمانوں میں حنفیہ کی تعداد دو ملٹ ہے۔^۲

مذہب حنفی کی مقبولیت اور اشاعت سے متعلق نواب صدیق حسن خان کی ایک تحریر مندرجہ ذیل ہے :

”کتاب المسالک الممالک میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ اثنی باللہ عباسی نے چاہا کہ سد سکندری کا حال معلوم کرے۔ چنانچہ اس نے اس کے لئے ۲۲۸ھ میں سلام نامی کو جو چند زبانوں کا ماہر تھا پچاس آدمیوں کے ساتھ سامانیہ رسدے کر روانہ کیا یہ لوگ بلاد آرمینیا، سامرہ ترخان سے گزر کر ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں سخت بدبو لگتی تھی پھر دوروز چل کر ایسی سرزمین میں پہنچے جہاں ان کو ایک پہاڑ نظر آیا، وہاں ایک قلعہ بھی تھا اور کچھ لوگ اس میں تھے مگر اس پاس آباد کاری کے نشانات نہ تھے۔ ۲۷ منزل وہاں سے آگے اور طے کیں اور ایک قلعہ پر پہنچے جہاں سے ایک پہاڑ قریب تھا اور اس کی گھاٹیوں میں سدیا جوج ماجوج تھی۔ اگرچہ اس کے قریب بستیاں کم تھیں مگر صحرا اور متفرق مکانات بہت تھے۔ سد مذکور کے محافظ جو اس جگہ تھے وہ سب مسلمان تھے ان کا مذہب حنفی تھا۔ زبان عربی اور فارسی بولتے تھے۔“^۳

ابن حزم (متوفی ۴۵۶ھ) کے خیال میں حنفی مذہب کی اشاعت کی وجہ یہ ہے، وہ فرماتے ہیں :

”مذهبان انتشرافی بدء امرهما بالریاسة والسلطان، الحنفی بالشرق، والمالکی بالاندلس۔“^۴

(دو مذہب ایسے ہیں جو اپنے آغاز ہی سے حکومت و اقتدار کے ذریعہ دنیا میں پھیلے ہیں۔ مذہب حنفی شرق میں اور مذہب مالکی اندلس میں)

علامہ شبلی نعمانی نے ابن حزم کے ان خیالات پر جو تبصرہ کیا وہ مندرجہ ذیل ہے، وہ فرماتے ہیں :

”بعضوں کا خیال ہے کہ حنفی مذہب کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ حکومت کے صدقے سے ہوا۔ ابن حزم جو اباب ظاہر کے مشہور امام ہیں ان کا قول ہے کہ ”دو مذہبوں نے سلطنت کے زور سے ابتداء ہی میں رواج عام حاصل کیا، ایک امام ابوحنیفہ کا مذہب، کیونکہ جب قاضی ابو یوسف صاحب کو قاضی القضاء کا منصب ملا تو انہوں نے حنفی لوگوں کو عہدہ قضاء پر مقرر کیا۔ دوسرا امام مالک کا مذہب اندلس میں۔ کیونکہ امام مالک کے شاگرد یحییٰ اصمودی خلیفہ اندلس کے نہایت مقرب تھے اور کوئی شخص بغیر ان کے مشورے کے عہدہ قضاء پر مقرر نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ صرف اپنے ہم مذہبوں کو مقرر کراتے تھے۔“

۱۔ امام اعظم ابوحنیفہ، مفتی عزیز الرحمن ص ۱۳۲۸، مور مکتبہ رحمانیہ ۱۹۷۹ء میں بحوالہ اوٹھ ص ۳۲۹ مذکور ہے۔

۲۔ حوالہ سابق ص ۳۲۹ء میں مرقاۃ المفاتیح قاری ۲/۲۳ کے حوالہ سے مذکور ہے۔

۳۔ حوالہ سابق ص ۳۲۹ء میں انوار الباری، نواب صدیق حسن خان ۱/۱۵۷ کے حوالہ سے مذکور ہے۔

۴۔ ابوحنیفہ بلازہرہ ص ۳۶۱

(جب تک عباسی خلفاء مصر پر قابض رہے وہاں حنفی فقہ غالب رہی مگر کسی حال میں مصریوں میں حنفی فقہ کو وہ قبول عام حاصل نہ ہو سکا جو مشرقی ممالک میں تھا، بلکہ اہل مصر زیادہ تر شافعی مذہب سے وابستہ تھے۔ کیونکہ امام شافعی کے مصر میں عرصہ دراز تک اقتدار گزریں رہنے کی وجہ سے مصری لوگ شافعی مذہب سے بہت متاثر تھے یا مالکی فقہ کے گرویدہ تھے۔ کیونکہ امام مالک کے بہت سے تلامذہ مثلاً ابن وہب اور ابن عبدالحکیم وغیرہ مصر میں سکونت پذیر تھے)

بالآخر جب مصر پر فاطمیوں کا تسلط اور وہ اسماعیلی شیعہ مذہب کے علمبردار تھے تو انہوں نے قاضی بھی اسی مذہب کے مقرر کئے۔ اس طرح حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے یہ مذہب وہاں خوب مضبوط ہوا اور اسی کے فقہی احکام وہاں جاری ہو گئے اور تمام عدالتی فیصلے اسی کے مطابق ہونے لگے۔ البتہ سنی مذاہب کے مسائل عبادت میں دخل نہیں دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادات ادا کرنے کی پوری آزادی رکھتے تھے۔

قلقشندی اپنی کتابوں میں لکھتا ہے :

”فاطمی اہل سنت والجماعت کی تالیف قلب کرتے رہتے تھے اور ان کو اپنے اپنے مذہبی شعائر کا اظہار کی آزادی دیتے تھے حتیٰ کہ ان کی چھوٹی بڑی مساجد میں نماز تراویح کرنے سے بھی نہیں روکتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ان کی حکومت میں مالکی شافعی اور حنبلی سب اپنے اپنے مذہبی شعائر کھلے عام ادا کرتے تھے، سوائے احناف کے۔ فاطمی حکمران (اور ان کے نقضاء فیصلہ اور فتویٰ دینے میں) مالکی مذہب کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ان سے جب بھی کوئی مالکی فقہ کے مطابق فیصلہ مانگتا تھا تو وہ اس کے مطابق حکم صادر کرتے تھے۔“

فاطمی خلفاء کے حنفی مذہب سے عناد کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں :

”والسبب فی معاداة الفاطمیین للمذہب الحنفی ، وتخصیصہ بالمقاومة من بین المذاهب الاربعہ انه کان مذہب الدولة العباسیة ، وانه کان فی مصر یستمد نفوذہ من نفوذ تلک الدولة ، وہم کانوا یقاومون نفوذہا ، فکان من ذلک مقاومة ذلک المذہب ، والغرض من قیمته“۔

(فاطمی خلفاء اس لئے حنفی فقہ کے دشمن تھے اور مذہب اربعہ میں سے خاص طور پر اس کے خلاف نبرد آزما رہتے تھے کہ عباسی خلفاء کا سرکاری مذہب حنفی تھا۔ مصر میں حنفی مذہب کا فروغ زیادہ تر عباسی اثر و رسوخ کا مرہون منت تھا۔ فاطمی یہ کسی طرح گوارا نہ کر سکتے تھے کہ مصر میں عباسی پروپیگنڈا رائج ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حنفی سے ان کو ایک طرح کی چڑچڑاہٹ تھی۔ وہ اس کی قدر و قیمت کے گھٹانے کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے)

مختلف سلاطین کے ادوار میں مصر میں حنفی مذہب کی حالت پر ابو زہرہ کے کلام کا ماحصل مندرجہ ذیل ہے :

جب مصر میں ایوبی سلطنت قائم ہوئی تو سلاطین نے شافعی اور مالکی فقہ کو از سر نو فروغ دیا۔ مالکی اور شافعی فقہ پڑھانے کے لئے مدارس قائم کئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین ایوبی شافعی مسلک سے وابستہ تھے۔ مصریوں میں مالکی فقہ کا رواج تھا۔ جب شام میں نور الدین شہید برسرِ اقتدار آئے وہ حنفی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ کے مناقب پر ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ انہوں نے شام میں حنفی مذہب پھیلا دیا، پھر شام سے یہ مذہب مصر پہنچا۔ اس مرتبہ یہ مذہب عوام میں پھیلا مگر اسے سرکاری حیثیت حاصل نہ ہوئی۔ قبل ازیں عباسی دور میں حنفی فقہ سرکاری مذہب کی حیثیت نہ کبھی تھی۔ مگر مصر کے عوام میں مقبول نہ تھی۔

(جب تک عباسی خلفاء مصر پر قابض رہے وہاں حنفی فقہ غالب رہی مگر کسی حال میں مصریوں میں حنفی فقہ کو وہ قبول عام حاصل نہ ہو سکا جو مشرقی ممالک میں تھا، بلکہ اہل مصر زیادہ تر شافعی مذہب سے وابستہ تھے۔ کیونکہ امام شافعی کے مصر میں عمر دراز تک اقتدار گزریں رہنے کی وجہ سے مصری لوگ شافعی مذہب سے بہت متاثر تھے یا مالکی فقہ کے گرویدہ تھے۔ کیونکہ امام مالک کے بہت سے تلامذہ مثلاً ابن وہب اور ابن عبد الحکیم وغیرہ مصر میں سکونت پذیر تھے)

بالآخر جب مصر پر فاطمیوں کا تسلط اور وہ اسماعیلی شیعہ مذہب کے علمبردار تھے تو انہوں نے قاضی بھی اسی مذہب کے مقرر کئے۔ اس طرح حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے یہ مذہب وہاں خوب مضبوط ہوا اور اسی کے فقہی احکام وہاں جاری ہو گئے اور تمام عدالتی فیصلے اسی کے مطابق ہونے لگے۔ البتہ سنی مذاہب کے مسائل عبادت میں دخل نہیں دیا جاتا تھا۔ وہ اپنے مذہب کے مطابق عبادات ادا کرنے کی پوری آزادی رکھتے تھے۔

قلقشندی اپنی کتابوں میں لکھتا ہے :

”فاطمی اہل سنت والجماعت کی تالیف قلب کرتے رہتے تھے اور ان کو اپنے مذہبی شعائر کے ظہار کی آزادی دیتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کی چھوٹی بڑی مساجد میں نماز تراویح کرنے سے بھی نہیں روکتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ ان کی حکومت میں مالکی شافعی اور حنبلی سب اپنے اپنے مذہبی شعائر کھلے عام ادا کرتے تھے، سوائے احناف کے۔ فاطمی حکمران (اور ان کے قضاة فیصلہ اور فتویٰ دینے میں) مالکی مذہب کو ملحوظ رکھتے تھے۔ ان سے جب بھی کوئی مالکی فقہ کے مطابق فیصلہ مانگتا تھا تو وہ اس کے مطابق حکم صادر کرتے تھے۔“

فاطمی خلفاء کے حنفی مذہب سے عناد کی وجہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ابو زہرہ لکھتے ہیں :

”والسبب فی معاداة الفاطمیین للمذہب الحنفی ، وتخصیصہ بالمقاومة من بین المذاهب الاربعہ انه كان مذہب الدولة العباسیة ، وانه كان فی مصر یستمد نفوذہ من نفوذ تلك الدولة ، وهم كانوا یقاومون نفوذها ، فكان من ذلك مقاومة ذلك المذہب ، والغرض من قیمته“۔

(فاطمی خلفاء اس لئے حنفی فقہ کے دشمن تھے اور مذہب اربعہ میں سے خاص طور پر اس کے خلاف نبرد آزما رہتے تھے کہ عباسی خلفاء کا سرکاری مذہب حنفی تھا۔ مصر میں حنفی مذہب کا فروغ زیادہ تر عباسی اثر و رسوخ کا مرہون منت تھا۔ فاطمی یہ کسی طرح گوارا نہ کر سکتے تھے کہ مصر میں عباسی پروپیگنڈا رائج ہو۔ یہی وجہ تھی کہ حنفی سے ان کو ایک طرح کی چڑچڑاہٹ تھی۔ وہ اس کی قدر و قیمت کے گھٹانے کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرتے تھے)

مختلف سلاطین کے ادوار میں مصر میں حنفی مذہب کی حالت پر ابو زہرہ کے کلام کا حاصل مندرجہ ذیل ہے :

جب مصر میں ایوبی سلطنت قائم ہوئی تو سلاطین نے شافعی اور مالکی فقہ کو از سر نو فروغ دیا۔ مالکی اور شافعی فقہ پڑھانے کے لئے مدارس قائم کئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سلطان صلاح الدین ایوبی شافعی مسلک سے وابستہ تھے۔ مصریوں میں مالکی فقہ کا رواج تھا۔ جب شام میں نور الدین شہید برسر اقتدار آئے وہ حنفی تھے۔ انہوں نے امام ابو حنیفہ کے مناقب پر ایک کتاب بھی تصنیف کی ہے۔ انہوں نے شام میں حنفی مذہب پھیلایا، پھر شام سے یہ مذہب مصر پہنچا۔ اس مرتبہ یہ مذہب عوام میں پھیلا مگر اسے سرکاری حیثیت حاصل نہ ہوئی۔ قبل ازیں عباسی دور میں حنفی فقہ سرکاری مذہب کی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ مگر مصر کے عوام میں مقبول نہ تھی۔

جب مصر میں حنفی فقہ مقبول عام ہوا اور سلطان صلاح الدین کو عباسی خلافت سے روابط استوار کرنے کا خیال پیدا ہوا تو انہوں نے قاہرہ میں احناف کے لئے مدرسہ سیوفیہ قائم کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حنفی مذہب عام طور سے مصریوں میں پھیلنے لگا۔ جب نجم الدین ایوب نے مدرسہ صالحیہ قائم کیا تو اس میں آئمہ اربعہ کی فقہ پڑھانے کا انتظام کیا گیا۔ پھر ملک سلاطین کے زمانہ میں ایسے مدارس بڑی کثرت سے تعمیر کئے جانے لگے۔ دونوں ملکوں سلطنتوں کے زمانہ میں چار قاضی ہوا کرتے تھے، جن میں ایک حنفی ہوتا تھا۔ جب عثمانی ترک مصر پر قابض ہوئے تو سب قاضی احناف میں سے تعینات کئے جانے لگے۔ کثیر التعداد طلباء حنفی فقہ کی جانب متوجہ ہوئے اور فقہ حنفی نے اس سے بڑا فروغ پایا اور ابتدائی دور کی طرح حنفی مذہب کو پھر سرکاری سرپرستی نصیب ہوئی اور احکام و فتاویٰ اسی فقہ کی روشنی میں صادر کئے جانے لگے۔

لبن کے مشرق قریب میں اثرات کا جائزہ لینے کے بعد دائرہ معارف اسلام میں مذکور ہے کہ :

تقریباً اسی زمانہ میں مصر میں محمد قدری پاشا نے حنفی فقہ کے مطابق خاندان، وراثت، جائیداد اور اوقاف کے احکام کا ذاتی مجموعہ تیار کیا تھا۔ ان میں سے صرف عائلی قوانین کو سرکاری طور پر نافذ کیا گیا تھا۔ باقی ماندہ قوانین سرکاری رپرتی سے محروم رہے۔^۲

غربی ممالک میں حنفی مذہب کی اشاعت :

براہعظم افریقہ میں طرابلس تونس اور الجزائر کے ملکوں میں حنفی مذہب پہلے غالب نہ تھا۔ وہاں اس کے برعکس مالکین حدیث و آثار کے مسلک کا زیادہ چرچا تھا۔ جبکہ اسد بن فرات یہاں کے قاضی مقرر ہوئے۔ اسد بن فرات امام احناف اور امام مالک کے تلامذہ سے استفادہ کر چکے تھے مگر ان کا میلان خاطر اہل عراق کی جانب تھا۔ چنانچہ انہوں نے حنفی مذہب پھیلانے کا یہاں کام کیا جس سے حنفیت کو اچھا خاصہ فروغ حاصل ہو گیا۔

ابن فرحون مالکی لکھتے ہیں :

”و ظهر بافریقہ ظهوراً کثیراً الی قریب من اربع مائۃ عام ، فانقطع منها ودخل منه شیء ما وراءها من المغرب قديما يعزيرة الاندلس وبمدينه فاس“۔^۳

(۴۰۰ھ تک حنفی مذہب افریقہ میں جاری رہا پھر ختم ہو گیا۔ افریقہ کے مغرب کی جانب اندلس میں بھی قدیم زمانہ میں قدرے اس کی اشاعت ہوئی تھی)

نیز مقدسی، حسن التقاسیم میں لکھتے ہیں ”جزیرہ سسلی کے رہنے والے حنفی تھے“۔ مقدسی کا یہ بیان بھی ہے کہ انہوں نے بعض اہل مغرب سے پوچھا، ”حنفی مذہب تمہاری طرف کیونکر پہنچا حالانکہ تمہیں کبھی عراق جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ انہوں نے بتایا، جب ”وہب بن وہب، امام مالک سے علوم دینیہ حاصل کر کے آئے تو اسد بن عبد اللہ نے اپنے مرتبہ فدوقار کی بناء پر ان سے اخذ علم کرنے میں عار سجھی اور امام مالک سے تحصیل علم کے لئے مدینہ آئے۔ امام مالک ان دنوں بیمار تھے۔ جب کافی مدت مدینہ میں اقامت گزریں رہے تو امام مالک نے فرمایا : ابن وہب کے پاس جاییں۔

میں نے اپنا علم اس کے سپرد کر دیا ہے، تمہیں زحمت سفر گوارا کرنے کی ضرورت نہیں۔“ اس پر یہ بات بڑی گراں گزری۔ لوگوں سے پوچھا کہ دینی علم میں کسی اور کو بھی یہ مقام حاصل ہے؟ لوگوں نے بتایا کوفہ میں امام ابوحنیفہؒ کا نو جوان شاگرد جس کو محمد بن حسنؒ کہتے ہیں، ان کے پاس جائے۔ اسد امام محمدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام محمدؒ نے بڑی توجہ و رغبت سے پڑھانا شروع کیا اور ان میں ذہانت و فطانت اور شوق علم کے آثار ملاحظہ کئے۔ جب کافی پڑھ چکے اور من مانی مراد پالی تو امام محمدؒ نے انہیں واپس مغرب بھیج دیا۔

جب اسد مغرب پہنچے تو نو جوان آپ کے یہاں آنے جانے لگے۔ اسد سے فقہی فروعات سن کر وہ محو حیرت ہوئے اور ان سے ایسے علمی نکات اور مسائل سننے میں آئے جن سے ابن وہب بالکل آگاہ نہ تھے۔ لاتعداد لوگوں نے ان سے اکتساب علم و ادب کیا اور اس طرح حنفی فقہ نے مغرب میں فروغ پایا۔

پھر میں نے پوچھا کہ اندلس میں حنفی مذہب کیونکر اشاعت پذیر نہ ہو سکا جب کہ وہاں نشر و اشاعت کے وسائل کچھ کم نہ تھے؟ جواب میں کہا گیا کہ ایک مرتبہ دو فریق سلطان کے سامنے جھگڑنے لگے، سلطان نے پوچھا ”ابوحنیفہؒ کہاں کے رہنے والے تھے؟“ لوگوں نے کہا، کوفہ کے۔ سلطان نے پوچھا امام مالکؒ کہاں اقامت گزریں تھے؟ جواب دیا گیا، مدینہ میں۔ سلطان نے کہا عالم دارالبحر ت ہمارے لئے کافی ہے دوسرے کی حاجت نہیں۔ سلطان نے تمام حنفی علماء کو اپنے سلطنت کی حدود سے نکال دیا۔ کہنے لگا ”میں اپنی سلطنت میں دو مذہب پسند نہیں کرتا۔“ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسد بن فرات نے مغرب میں حنفی فقہ کو شائع کیا، یہ مسلک اندلس میں بھی رائج ہوا۔ مگر وہ پابائت نہ ہو سکا۔ ۴۰۰ھ کے بعد حنفی مذہب مغربی ممالک میں کمزور پڑ گیا اور ان ممالک میں اس کی یاد باقی نہ رہی۔^۱

محقق احمد تیور پاشا نے مقدسی کی اس خبر کو بیان کرنے کے بعد جو تبصرہ کیا اس کا مفہوم مندرجہ ذیل ہے :

وہب بن وہب ایک مجہول شخصیت ہے اس نام کے کسی شخص کا ذکر امام مالک کے تلامذہ میں نہیں آتا۔ البتہ عبد اللہ بن وہب نام کے ایک شخص ان کے شاگرد گذرے ہیں لیکن وہ مغرب کی طرف کبھی نہیں گئے وہ مصر میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ دوسرے یہ کہ اسد بن عبد اللہ کہنا درست نہیں بلکہ صحیح نام ابو عبد اللہ معلوم ہوتا ہے اور اس سے مراد ابو عبد اللہ اسد بن الفرات ہیں جو امام محمد بن الحسن اشعریؒ سے ملے تھے اور امام ابوحنیفہ کے اصحاب سے فقہ کی تعلیم حاصل کر کے (شامی) افریقہ گئے اور وہاں حنفی مذہب کو رائج دیا۔^۲

اسی سیاق میں وہ مزید لکھتے ہیں کہ :

اس مذکورہ روایت میں یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ پہلے امام مالک کے پاس گئے اور انہیں بیمار پایا پھر امام مالک نے ان کو وہب بن وہب کے پاس جانے کی ہدایت کی بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ بیشک امام محمد کے پاس جانے سے قبل مدینہ میں امام مالک کے پاس گئے اور ان کے آگے زانوئے تلمذہ کیا۔ جب وہ امام مالک سے تحصیل علم کر چکے تو مزید علم حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ اس پر انہوں نے عراق جانے کا مشورہ دیا۔^۳

۱۔ ابوحنیفہ، ابو زہرہ ص ۳۶۳-۳۶۴ مفہوم

۲۔ اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ احمد تیور پاشا ص ۶۷۔ کراچی قدیمی کتب خانہ سنہ ۱۹۷۰ء

۳۔ حوالہ سابق مفہوم کی تلخیص

ملک شام اور اس کے قرب وجوار میں فقہ حنفی کی اشاعت :

ملک شام اور اس کے قرب وجوار میں حنفی مذہب جگہ بنا چکا تھا۔ اور جو سلاطین مصر و شام کے حاکم تھے وہ جس طرح عرب میں حنفی مذہب سے سرد مہری برت رہے تھے شام میں بھی انہوں نے ایسا ہی کرنا چاہا مگر مصر کے برعکس شام میں ان لوگوں کا کچھ فائدہ نہ ہوا اس لئے کہ حنفی مذہب اہل یمن شام میں اشاعت پذیر ہو چکا تھا اور حکومت کی پشت پناہی اور روپی کی کھانج نہ تھا۔

شرقی ممالک میں فقہ حنفی کی اشاعت :

جہاں تک بلاد مشرق، عراق، خراسان، سیستان اور ماوراء النہر کا تعلق ہے احناف کی ان میں بڑی کثرت تھی۔ ان ممالک میں صرف شوافع ہی ان کے حریف مقابل تھے اور کبھی کبھی ان میں رستہ کشی بھی ہو جاتی تھی۔ مسجودوں، امراء کی مجلسوں اور عوام کی محفلوں میں حنفیوں اور شافعیوں کے مابین مجالس مناظرہ منعقد ہوتیں۔ ان مناظرات کی بنا پر علم فقہ اور فن بحث و مناظرہ کو بڑا فائدہ پہنچا۔ مگر بحث و جدل سے تعصب کی روح جاگ اٹھی۔ ایک دوسرے کے خلاف لعن طعن کا بازار گرم ہوا اور آگے چل کر یہ مذہبی تعصب، فقہی تعطل و جمود کا باعث بنا۔

راہی ترکستان اور فارس میں فقہ حنفی :

آرمینیا، آذربائیجان، تبریز، ہمدان اور ابواز کے رہنے والوں میں حنفی مذہب کا بڑا غلبہ رہا۔ ملک فارس میں پہلے احناف کی بڑی کثرت تھی پھر اشاعری شیعہ کو وہاں غلبہ حاصل ہوا۔

پاک و ہند میں حنفی مذہب :

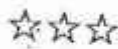
ہندوستان میں بھی تقریباً حنفی مذہب ہی کا سلسلہ جاری ہے۔ شافعی مذہب دوسرے درجے پر ہے۔ شوافع کی تعداد ہندوستان میں ایک ملین کے قریب قریب ہے باقی سب احناف ہیں۔ چین میں چالیس ملین سے زیادہ مسلمان بستے ہیں ان میں سے اکثر حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ علی ہذا القیاس یہ مذہب مشرق و مغرب تک پھیل گیا ان کے متبعین کی بڑی کثرت پائی جاتی ہے۔ اگر حنفی فقہ میں تخریج کا دروازہ کھول دیا جائے تو اب بھی علماء اس کے فوائد سے ایسے احکام استنباط کر سکتے ہیں جو اس کائنات ارضی پر بسنے والے تمام بنی نوع آدم کے لئے یکساں طور پر مازگار ہوں۔^۱

مختصر یہ کہ آج کل (پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں) حنفی مذہب کے پیرو افغانستان، پاکستان، ہندوستان (بھارت)، بنگلہ دیش، عراق، ترکی، شام، مشرقی ترکستان، مغربی ترکستان (ترکمانستان، تاجکستان، ازبکستان، قازقستان وغیرہ) بوسینا، البانیہ و بلقان میں اکثریت سے پائے جاتے ہیں۔ ایران، انڈونیشیا، عدن، برازیل، برما، سری لنکا، ملائیشیا، تھائی لینڈ، سعودی عرب و دیگر ممالک میں اقلیت میں ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق احناف دنیا کے

۱۔ اس کے معاملاتی قاعدے اور احکام ہر دور کی ضرورتوں کو پورا کر سکتے ہیں۔

۲۔ ائمہ نے جو فقہ حنفی مرتب کی تھی وہ نصوص شرعی کے عین مطابق ہے اور یہ بدگمانی اور مغالطہ ہے کہ فقہ حنفی کے مسائل حدیث کے مخالف ہیں۔^۱

ان سب باتوں کے باوجود یہ سمجھنا غلط ہے کہ فقہ حنفی کی جزئیات پر دوسرے مذاہب کے جملہ استدراک غلط ہیں۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ مسائل کے استنباط میں علمائے احناف سے غلطیاں سرزد ہوئی ہوں مگر بمصادق "المجتہد قد یخطئ وقد یصیب" ان کی نیک نیتی میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ دور تقلید میں نصوص کی ایسی تاویل جو ائمہ کے اقوال کو صحیح ثابت کر سکے، ہوتی رہی اس کی وجہ سے مسلک کے بارے میں اگر مغالطہ پیدا ہو جائے تو اس میں تعجب نہیں کرنا چاہئے۔^۲



۱۔ حوالہ سابق ۶۹۱/۸-۶۹۲ مذہب حنفی کے شیوع کے مزید اسباب کے لئے ابو حنیفہ مایوزہ ہرہ۔ ص ۶۱

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۶۹۲/۸

نفل دوم

مالکی مذہب اور اس کا نشا و ارتقاء

ام مالک :

ام مالک بن انس کی حتمی تاریخ ولادت محفوظ نہیں۔ شارٹرانسائیکلو پیڈیا آف اسلام کا مؤلف لکھتا ہے :

"The date of his birth is not known, the dates given varying between 90 and 97, are hypotheses, which are presumably approximately correct". ۱

(آپ کی تاریخ پیدائش بالکل صحیح طور پر معلوم نہیں ہے۔ مختلف کتابوں میں ۹۰ھ سے ۹۷ھ تک مرقوم ہے جو قرین قیاس اور غالباً صحیح ہیں)

مشہور قول کے مطابق امام مالک ۹۳ھ میں مدینہ المنورہ میں پیدا ہوئے اور صحیح روایت کے اعتبار سے ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ میں مدینہ المنورہ ہی میں وفات پائی۔ ان کا نسب ذی الصبح یحییٰ سے جا ملتا ہے۔ امام مالک کی ولادت کے وقت بنی امیہ کی حکومت کا اوج شباب تھا۔ ولید بن عبدالملک جو اموی مروانی حکومت کا تیسرا تاجدار تھا، اس کا سریر آرائے خلافت دمشق تھا۔ فتوحات اسلامیہ کا سیلاب مشرق میں ترکستان، کابل اور سندھ کو عبور کر چکا تھا اور مغرب افریقہ اور اسپین کی سرزمینوں میں موجیں لے رہا تھا، یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس عہد میں امام پیدا ہوئے اس کا تاجدار جس سرزمین کو تلواریں سے فتح کر رہا تھا امام کے قلم نے سب سے زیادہ وہیں قبضہ حاصل کیا یعنی طرابلس، تونس، الجزائر، مراکش اور اسپین میں۔ ۲

ام مالک فن حدیث کے مسلمہ امام ہیں۔ بڑے بڑے محدثین اور نامور فقہاء کو آپ کی شاگردی کا فخر حاصل ہے۔ مصر، بلاد مغرب اور اندلس جیسے دور دراز علاقوں سے تشنگان علم جوق در جوق آپ کے پاس مدینہ منورہ آتے اور آپ کی محبت سے فیض یاب ہو کر واپس جاتے۔ آپ کی علمی و دینی بصیرت اور سیاسی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہو جاتی ہے کہ اپنے اموی خلیفہ عمر بن عبدالعزیز اپنے دور خلافت میں ان سے مشورہ طلب کرتے تھے۔ ۳

الروای (متوفی ۴۳ھ) نے اپنی کتاب "مناسقب امام مالک" میں آپ کی علمی و فقہی عظمت سے متعلق خلف احوال بیان کئے ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ :

"وقال الشافعی : لولا مالک و سفیان لذهب علم الحجاز"۔ ۴

(اور امام شافعی نے فرمایا کہ اگر امام مالک و سفیان نہ ہوتے تو علم حجاز سے چلا جاتا)

Shorter Encyclopaedia of Islam Page 321 ۱

۲ مناسقب الامام مالک بن انس، قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی متوفی ۴۳ھ تحقیق الطاهر الدردیری ص ۱۵۹-۱۶۰ھ مدینہ المنورہ، مکتبہ طیبہ

۳ ۱۹۹۰ھ، مقدمہ الدبیاج، ماہین فرعون مالکی متوفی ۹۹ھ ص ۵۷-۵۸ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء

۴ سیرت ائمة الربیعہ، سید رئیس احمد جعفری ص ۲۲۲-۲۲۳ کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز سنہ ۱۴۱۷ھ، الدبیاج، ابن فرعون مالکی ص ۵۷

۵ مناسقب الامام مالک بن انس، قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی ص ۹۸

فقہی مسائل میں آپ کتاب اللہ اور سنت نبوی کے بعد مدینۃ المنورہ کے تعامل کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ نص صریح موجود نہ ہونے کی صورت میں کبھی کبھی قیاس سے بھی کام لے لیا کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۱۷۶ھ) نے اپنی کتاب میں نقل کیا کہ امام مالکؒ فرمایا کرتے تھے :

”ما من احد الا وهو ماخوذ من كلامه ومرود عليه الا رسول الله صلى الله عليه وسلم“
(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے سوا کسی بھی آدمی کے کلام کو قبول یا رد کیا جاسکتا ہے)۔ یعنی آئمہ کی بات میں بھی قبول و رد کی گنجائش ہوتی ہے۔

امام مالکؒ کی وہ کتب جنہوں نے مالکی مذہب کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا :

۱۔ ”الموطأ“ : کہا جاتا ہے کہ امام مالکؒ چالیس سال تک ”الموطأ“ کی تالیف میں مشغول و مصروف رہے۔ جب کہیں وہ موجودہ شکل میں مدون ہو سکی۔ تقریباً ایک ہزار اشخاص نے الموطأ کو امام مالکؒ سے روایت کیا، اگرچہ الموطأ کا کئی طرق سے روایت کی گئی ہے لیکن اس کے متداول نسخے دو ہیں۔

پہلا بروایت یحییٰ بن یحییٰ اللیثی (المصمودی) (الاندلسی) (م ۲۳۴ھ - ۸۴۸ء) اور دوسرا بروایت امام محمد بن الحسن الشیبانی (م ۱۸۹ھ - ۸۰۴ھ) یہ دونوں نسخے متعدد بار بالترتیب مصر اور ہندوستان میں چھپ چکے ہیں اور دونوں کی شرح اور حواشی و اختصارات موجود ہیں۔ الموطأ میں امام مالکؒ نے صحیح احادیث، اخبار و آثار اور صحابہ و تابعین کے فتاویٰ کو جمع کر دیا ہے۔ بظاہر یہ حدیث و اثر کی کتاب ہے، لیکن اس کا لب لباب فقہ ہے۔ حضرت امام نے اس میں فقہ کی طرز پر ابواب کو مرتب کیا ہے اور اس کا اصل موضوع احکام فقہیہ ہی ہیں۔
ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں :

”امام مالک نے موطأ میں ابواب کی جو ترتیب رکھی ہے وہ امام ابو حنیفہ کی ترتیب سے مختلف ہے اور عبادات و معاملات سب خلط ملط ہیں۔“

وہ مزید لکھتے ہیں :

”احادیث نبوی کو فقہی ابواب پر مرتب کرنے کی کوشش امام مالک (ف ۱۷۹ھ) کی موطأ سے بھی قبل امام بن المہشون (ف ۱۶۴ھ) نے کی، لیکن سوائے زرقاتی کی شرح موطأ کے دیباچے میں نام کے حوالے کے اس کتاب کا اب کوئی پتہ نہیں چلتا۔ امام مالک کی تالیف اسی کی اصلاح اور اس کے جواب میں تھی۔ یہ خیال کیا جاتا رہا ہے کہ اولاً خالص حدیث کے مجموعے تیار ہوئے، پھر فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب ہونے کے بعد آخر خالص فقہی کتابیں تیار ہوئیں۔ لیکن میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ خالص حدیث کے بعد خالص فقہی کتابیں لکھی گئیں تو رد عمل کے طور پر قانونی احادیث کے مجموعے تیار ہوئے۔ امام زید بن علی، امام ابو حنیفہ اور المہشون (ف ۱۶۴ھ) جنہوں نے صرف روایات مدینہ جمع کر کے ایک کتاب شائع کی اور دیگر اہل الرائے نے ایک کتب خیال قائم کیا، جس کے پیروؤں نے بعد میں غلو پیدا کیا

۱۔ حجتہ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ / ۱۸۴۴ء کراچی غلام علی اینڈ سنز سنہ ۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۳۹۳/۱۸ (اردو)

۳۔ امام ابو حنیفہ کی تدوین قانون اسلامی، محمد حمید اللہ ص ۵۹ کراچی اردو اکیڈمی سندھ، طبع ششم ۱۴۰۳ھ - ۱۹۸۳ء

تو بطور عمل اہل حدیث نے سنت کی پیروی پر زور دینے کے لئے فقہی احکام کی حدیثیں الگ مرتب کیں۔ امام مالک (ف ۱۷۹ھ) وغیرہ چند ہم عصروں کی مؤطاؤں کی اسی تحریک کا آغاز سمجھنا چاہئے اور صحیح بخاری کو اس کی انتہا ہے۔
ابو داؤد (متوفی ۲۴۳ھ) نے امام شافعی کے حوالے سے مؤطا کی تالیف کا یہ سبب بیان کیا کہ :

”وقال الشافعي : بعث ابو جعفر المنصور الى مالک لما قدم فقال له : ان الناس قد اختلفوا في العراق فضع الناس كتابا نجمعهم عليه . فوضع المؤطا“۔

(امام شافعی نے فرمایا کہ ابو جعفر منصور امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا کہ عراق میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں، آپ کتاب تالیف کیجئے تاکہ ہم انہیں اس پر متفق کر سکیں، تو آپ نے مؤطا تالیف کر دی)

ابو داؤد مزید لکھتے ہیں کہ :

”بب مؤطا کی تالیف مکمل ہو گئی اور ابو جعفر منصور نے اس کو عباسی مملکت کے قانون کی حیثیت سے نافذ کرنے کی اور سب کو اس پر متفق کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تو امام مالک نے ایسا کرنے سے منع کیا اور فرمایا :

”ما ينبغي لك يا امير المؤمنين ان تحمل الناس على قول رجل واحد يخطئ ويصيب ، وانما الحق من رسول الله صلى الله عليه وسلم . وقد تفرقت اصحابه في البلدان وقلد اهل

كل بلد من صار اليهم فاقروا اهل كل بلد ما عندهم“۔

(اے امیر المؤمنین آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ تمام لوگوں کو ایک شخص کی فقہ کا پابند کر دیں جو خطا و صواب دونوں کرتا ہے۔ جو کچھ رسول ﷺ سے منقول ہے وہ سب حق ہے۔ آپ کے صحابہ مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے ہیں اور اہل ان شہروں نے ان کی توقیر و تقلید کو بہتر جانا ہے)

المصدونه الكبرى : یہ امام مالک کی براہ راست تصنیف تو نہیں ہے، لیکن فقہ مالکیہ کی اصل الاصول ہونے کے اعتبار سے اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے اور اسی لئے یہ مالکی مسلک کا بنیادی اور اہم ماخذ ہے۔ المصدونه ایک ضخیم مجموعہ رسائل کا نام ہے، جس میں تقریباً چھتیس ہزار مسائل کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ گویا امام مالک کی آراء بالنص اور ایسے مسائل کا مجموعہ ہے جن کا استنباط امام مالک کے فتاویٰ سے صحیح سمجھا گیا۔ اس طرح اس کتاب میں امام مالک کے فتاویٰ کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس کی تصنیف میں متعدد اہم شخصیتوں کی کوششیں شامل رہی ہیں۔

سب سے پہلے مسائل امام لکھوان کے شاگرد اسد بن الفرات التوسی نے مدون کیا۔ انہوں نے سوالات تو امام محمد کی کتابوں سے اخذ کئے اور جوابات امام مالک کے دیئے ہوئے لکھے۔ اس مجموعے کا نام انہوں نے المصدونه رکھا۔ وہ عراق کے بعد مصر پہنچے اور جب وہاں سے قیروان گئے تو یہی مسائل ان سے مغربی فقیہ حنون، عبدالسلام بن سعید التوفی نے حاصل کئے اور اس کا نام اسد یہ رکھا۔ انہوں نے اسے امام مالک کے ایک اور شاگرد عبدالرحمن بن القاسم المصری کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے بعض مسائل میں تصحیح کی۔ اسد بن الفرات کا مجموعہ ابواب کی صورت میں مرتب نہیں تھا۔ حنون نے اسے باقاعدہ ترتیب دیا اور بعض مسائل میں آثار و روایات سے از خود استنباط و اجتہاد

ایک زمانہ ایسا بھی گزرا جبکہ یہ (مالکی مذہب) خود اپنے سرچشمہ یعنی مدینہ میں گمنام سا ہو گیا، یہاں تک کہ جب ابن زون ۹۳ھ میں یہاں کے قاضی مقرر ہوئے تو انہوں نے اس کو گوشہ گنہامی سے نکالا اور وہاں دوبارہ متعارف کرایا۔
ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) مالکی مسلک کے بلاد مغرب و افریقیہ، تونس، الجزائر، مراکش، اندلس اور مصر میں زیادہ فروغ پانے کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”وامام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ فاخصص بمذہبہ اهل المغرب والاندلس وان كان يوجد في غيرهم الا انهم لم يقلدوا غيره الا في القليل لما ان رحلتهم كانت غالبا الى الحجاز وهو منتهى سفرهم والمدينة يومئذ دار العلم ومنها خرج الى العراق ولم يكن العراق في طريقهم فاقصروا عن الاخذ عن علماء المدينة وشيوخهم يومئذ وامامهم مالک وشيوخه من قبله وتلميذه من بعده فارجع اليه اهل المغرب والاندلس وقلدوه دون غيره ممن لم تصل اليهم طريقته وايضا فالبداءة كانت غالبية على اهل المغرب والاندلس ولم يكونوا يعاونون الحضارة التي لاهل العراق فكانوا الى اهل الحجاز اميل لمناسبة البداءة ولهذا لم يزل المذهب المالكي غضا عندهم ولم ياخذ تنقيح الحضارة وتهذيبها كما وقع في غيره من المذاهب“۔^۱

(لیکن امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ، ان کے مذہب سے اہل مغرب و اہل اندلس مختص ہیں۔ اگرچہ ان کے علاوہ بھی یہ مذہب پایا جاتا ہے لیکن ان ملکوں میں ان کے علاوہ کسی اور مذہب کی پیروی نہیں کی گئی اور اگر کی گئی تو بہت کم۔ جبکہ ان کا سفر غالباً حجاز کی طرف تھا اور یہ ان کے سفر کی انتہا تھی۔ مدینہ اس زمانہ میں دارالعلم تھا۔ عراق اس سے خارج تھا۔ عراق ان کے راستے میں نہیں تھا۔ لہذا انہوں نے علماء مدینہ سے لینے پر انحصار کیا۔ ان کے اُستاد اور ان کے امام اس زمانہ میں امام مالکؒ تھے۔ ان سے پہلے امام مالکؒ کے اساتذہ ان کے شیوخ تھے اور امام مالکؒ کے بعد ان کے شاگردان لوگوں کے اساتذہ بنے۔ لہذا امام مالکؒ کی جانب اہل مغرب اور اہل اندلس متوجہ ہوئے اور ان لوگوں نے امام صاحب کی تقلید کی۔ نیز یہ کہ بدوی زندگی اہل مغرب اور اندلس پر غالب تھی اور اہل عراق کو جو تمدن حاصل تھا اس سے یہ لوگ دُور تھے۔ چنانچہ بدویت کی مناسبت سے اہل حجاز کی طرف مائل ہوئے، اسی لئے مالکی مذہب ان کا پسندیدہ رہا۔ اور تمدن و تہذیب کی صفائی و شگلی انہیں حاصل نہیں ہوئی جیسا کہ دوسرے مذاہب کو حاصل ہوئی)

استاد ابو زہرہ نے ابن خلدون کے اس بیان کو مالکیوں پر اتہام قرار دیا اور چار وجوہ سے ان کے بیان پر تنقید کی، جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

(الف) مالکی مذہب کے مغرب و اندلس میں فروغ کا یہ سبب کہ وہاں کے لوگ امام کے اساتذہ اور امام مالک کے شاگرد تھے۔ مصر پر بھی صادق آتی ہے اور وہاں مالکی و شافعی قاضیوں کا غلبہ رہا۔ شافعی مذہب کو ابو بکر حکومت کی تائید و امداد حاصل ہوئی اور اندلس میں مالکی مذہب کے فروغ کا سبب صرف حج ہی نہیں بلکہ سلطان الدولہ کی سرپرستی بھی تھی۔ اسی کو ابن حزم نے ثابت بھی کیا کہ ان کا فروغ شاہی طاقت پر ہوا۔

۱ اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، احمد تیمور پاشا مترجم معراج محمد باقر ص ۸۸ کراچی قدیمی کتب خانہ سندھ

۲ مقدمہ ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ ص ۴۳۹، بغداد مکتبہ المثنیٰ سندھ

(ب) جہاں تک اس کا تعلق ہے کہ حجاز اور اہل مغرب و اندلس کے لوگ دونوں بدوی ہونے کی مناسبت رکھتے تھے تو یہ بات بھی درست نہیں۔ کیونکہ اہل حجاز کو کوئی بدوی نہیں کہتا اور خاص کر اموی دور میں یہاں کا تمدن اعلیٰ تھا۔ پھر بھی اگر مان لیں کہ اہل حجاز کے باشندے بدوی تھے تو اہل اندلس کے لئے یہ تسلیم نہیں کر سکتے، کیونکہ اسلام سے پہلے اور بعد دونوں زمانوں میں اعلیٰ تمدن رکھتے تھے۔

(ج) ابن خلدون کے نظریہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مالکی مذہب اہل بدو کا مذہب ہے، اہل تمدن و تہذیب کا نہیں ہے۔ یہ بات ان حالات کے مطابق نہیں ہے اور نہ ان قواعد و ضوابط اور اصول کے مقابلہ میں درست ہے جو اس مذہب کے اصول ہیں۔ یہ مذہب اپنی خوبی و وسعت اور قوت میں بہت اچھا ہے۔ مصالح مرسلہ، ذرائع، مراعات، عرف، قیاس کے نظریات کو اپنانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

(د) ابن خلدون کا یہ دعویٰ کہ اہل مغرب کی بدووت نے مذہب کو خراب کر دیا۔ اس میں خوبی داخل ہونے نہیں دی۔ درست نہیں ہے۔ اہل مصر بھی کبھی بدوی نہیں رہے اور یہ بات کہ مالکی مذہب میں تنقیح و صفائی نہیں ہے، ابن خلدون کی یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ اس میں صفائی و ترقی ہے۔ استخراج مسائل اور اصول و فروع کا استنباط ہوتا ہے جو تمام عالم پر حاوی ہے۔^۱

مصر میں مالکی فقہ خود امام مالکؒ کی زندگی ہی میں فروغ پزیر ہو چکی تھی اور حجاز کے بعد مصر کو پہلا ملک سمجھنا چاہئے جہاں امام مالکؒ کا فیض پہنچا۔ مصر کے ممالیک کے زمانے میں شافعی قاضی کو پہلا درجہ اور مالکی قاضی کو دوسرا درجہ حاصل ہوتا تھا۔ بلا دنونس میں مذہب مالک ہمیشہ غالب رہا اور آج کل بھی وہاں اس کا غلبہ ہے۔ اندلس میں پہلے ہیکل اگرچہ امام اوزاعیؒ کا مسلک غالب تھا، لیکن ۲۰۰ھ کے بعد سے یہاں فقہ مالک کو غلبہ حاصل رہا۔ یہ ملک بڑے بڑے علماء و فقہاء اور مصنفوں کی قراگاہ رہا۔ مغرب اقصیٰ میں بنو تاشقین (۳۳۸ھ - ۱۰۵۶ء تا ۵۴۱ھ - ۱۱۴۷ء) کے عہد میں مالکیہ کو بہت فروغ ملا اور ان کی قوت میں اضافہ ہوا۔ ان علاقوں کے علاوہ سوڈان، بحرین اور کویت میں بھی یہ مذہب پھیلا۔ خاص طور پر بالائی مصر میں اسے وہی حیثیت حاصل رہی جو زیریں مصر میں شافعی مسلک کو حاصل تھی۔ آج مختلف ممالک اسلامیہ میں مالکیہ کی کل تعداد تقریباً چار پانچ کروڑ ہے۔^۲

صحیحی محصانی نے بھی اپنی کتاب میں پروفیسر سیسیون کا قول نقل کیا ہے کہ :

”دنیا میں مالکیوں کی مجموعی تعداد ساڑھے چار کروڑ ہے۔“^۳

آج کل یعنی پندرہویں صدی عیسوی میں مالکی مذہب کے پیروکار شمالی مغربی افریقہ کے ممالک مثلاً مراکش، موریتانیہ، تونس، الجزائر اور لیبیا میں اکثریت میں ہیں۔ مصر، سوڈان، شام، لبنان اور حجاز میں ان کی اقلیت ہے۔ ۱۹۳۰ء میں اس مذہب کے مقلدین کی تعداد کا اندازہ ساڑھے چار کروڑ لگایا گیا تھا۔^۴

۱۔ مالک حیاة وعصرہ واداء وفقہ، ابوزہرہ ص ۳۳۱-۳۳۳۔ مصر مکتبۃ الانجلا المصریہ طبع ثانی سنہ

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۱۸/۳۹۹

۳۔ فلسفہ التشريع فی الاسلام، صحیحی محصانی ص ۴۳۔ بیروت مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵-۱۹۴۶

۴۔ اسلامی دنیا میں فقہی مذاہب اربعہ کا فروغ، احمد تیمور پاشا کی کتاب ص ۱۰۰ پر معراج محمد باریق کا حاشیہ کراچی قدیمی کتب خانہ سندھ

مختلف ممالک میں مالکی مذہب کی اشاعت :

امام مالکؒ کے چند مشہور ترین تلامذہ اور تلامذہ التلامذہ جن کی بدولت مالکی مذہب کی اشاعت ہوئی :

مدینہ المنورہ میں مالکی مذہب کی اشاعت :

امام مالکؒ کے اصحاب میں سے عبدالعزیز بن ابی حازم (م ۱۸۵ھ) محمد بن ابراہیم بن دینار (م ۱۸۲ھ) جو امام مالکؒ کے زمانے میں مدینہ کے فقیہ تھے اور معن بن عیسیٰ (م ۱۹۸ھ) جو عصبہ مالک کہلاتے تھے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مصر میں مالکی مذہب :

۱۔ (ابو) محمد عبداللہ بن وہب بن مسلم القریشی (م ۱۹۷ھ) نے امام مالکؒ، لیث بن سعد، سفیان بن عیینہ، سفیان الثوری جیسے اہل علم و فضل سے علم حاصل کیا۔ ۱۶۸ھ میں امام مالکؒ کے پاس آئے اور ان کی وفات تک ان کی صحبت میں رہے۔ امام مالکؒ انہیں فقیہ مصر اور لمفتی کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے، استاد کے معتمدین میں سے تھے۔ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی بدولت مسلک مالکی مصر اور بلاد مغرب میں پھیلا۔ امام مالکؒ کی وفات کے بعد لوگ فقہ کی تعلیم کے لئے ان کے پاس آتے تھے۔ انہوں نے امام مالکؒ کی کوئی تیس کتابیں مدون کیں۔ ان میں سے موطا، جامع کبیر، کتاب الاحوال، کتاب تفسیر الموطا، کتاب المناسک اور کتاب المغازی مشہور ہیں۔

۲۔ ابو عبداللہ، عبدالرحمن بن القاسم العتقی (م ۱۹۱ھ) مصر میں فقہ مالکی کی اشاعت کا کام کیا۔ امام مالکؒ کے علاوہ لیثؒ، المباحثون اور مسلم بن خالد سے روایت حدیث کی۔ فقہ مالکی کی تدوین میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ابو زہرہ نے انہیں اصحاب ابی حنیفہ میں (مذہب کا روای و ناقل ہونے کے سبب) امام محمد بن الحسن سے تشبیہ دی ہے۔ لوگ فتاویٰ و مسائل مالک میں ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ ان کی بعض آراء امام مالکؒ کی آراء سے مختلف ہیں۔

۳۔ اشہب بن عبدالعزیز القیس المعافری (م ۲۰۴ھ) ایک عرصے تک استاد کی خدمت میں رہے۔ امام مالکؒ کے راویان فقہ میں سے ہیں۔ امام شافعیؒ کہا کرتے تھے کہ میں نے اشہب سے زیادہ کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں : کتاب الاختلاف فی القسامۃ، کتاب فی فضائل عمر بن عبدالعزیز۔ ان کی ایک کتاب کا نام بھی المملونہ ہے۔ جس کی قاضی عیاضؒ نے بڑی تحریف کی ہے۔

۴۔ ابو محمد عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن الیث (م ۲۱۴ھ) امام مالکؒ کے علاوہ لیث بن سعد، ابن عیینہ وغیرہ سے روایت کی۔ وہ محقق مذہب مالک مشہور ہیں۔ موطا امام مالکؒ سے روایت کی اور امام کے دوسرے شاگردوں سے ان کی دیگر کتابیں بھی سنیں اور انہیں یکجا کیا۔ وہ امام شافعیؒ کے دوستوں میں سے تھے۔

- ۵۔ اصبح بن الفرج الاموی (م ۲۲۵ھ - ۸۴۰ء) وہ اس دن وارد مدینہ ہوئے جس دن امام مالکؒ کا انتقال ہوا۔ اکتساب علم امام مالکؒ کے تلامذہ ابن القاسم، ابن وہبؒ اور اشہبؒ سے کیا۔ (ان کا شمار نامور اور مشہور اکابر مالکی فقہاء میں ہوتا ہے۔ ابن الملاحون کے نزدیک وہ مصر میں مالکی فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے)۔
- ۶۔ (ابو عبد اللہ) محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکم (م ۲۶۸ھ - ۸۸۲ھ) مصر کے مسلمہ فقیہ تھے۔ شاگردان مالکؒ میں سے تھے۔ نیز امام شافعیؒ سے علم حاصل کیا۔ مغرب اور اندلس میں فقہ کی ترویج میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مصر میں علم کی ریاست ان پر ختم ہو گئی۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔
- ۷۔ محمد بن ابراہیم بن زیاد الاسکندری المعروف بابن المواز (م ۲۸۱ھ - ۸۹۳ء) مالکی فقہ کے جید عالم اور مصنف، امام مالکؒ کے بعض تلامذہ سے تحصیل علم کی فقہ و افتاء میں عالم راسخ تھے۔
افریقہ و اندلس میں مالکی مذہب :

”تاریخ الفلسفہ فی الاسلام“ کا مؤلف اندلس کے چوتھی صدی کے واقعات و حالات میں لکھتا ہے :

”ولم یدخل فی الاندلس الا مذہب فقہی واحد، هو مذہب الامام مالک“۔^۱

(اور اندلس میں سوائے ایک فقہی مذہب کے کوئی دوسرا دخل نہیں ہوا، اور وہ امام مالک کا مذہب ہے)

افریقہ اور اندلس میں مالکی مذہب کی ترویج و اشاعت میں حصہ لینے والے بعض حضرات کے اسماء و تعارف مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ ابو عبد اللہ بن زیاد بن عبد الرحمن القرطبی المعروف بـ شبطون (م ۱۹۳ھ) اندلس میں مؤطا امام مالکؒ سب سے پہلے انہی کے ذریعہ پہنچی۔ وہ دوبار امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فتاویٰ مسلک مالکؒ میں بھی ان کی ایک تصنیف ہے جو ”سماع زیاد“ کے نام سے مشہور ہے۔ لوگ انہیں فقیہ اندلس کے نام سے یاد کرتے تھے۔
- ۲۔ عیسیٰ بن دینار الاندلسی (م ۲۱۲ھ) اندلس میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں مانا جاتا تھا۔ قرطبہ کے مفتی بھی رہے۔ امام مالکؒ سے مدینہ منورہ میں الموطا کا درس لیا اور مشرق سے لوٹے تو ریاست علم کے مالک مانے گئے۔
- ۳۔ یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر اللیشی (المصمودی) (م ۲۳۳ھ - ۸۴۹ء) امام مالکؒ سے الموطا سنی۔ اس سے پہلے اندلس میں زیاد بن عبد الرحمن القرطبی سے اس کا سماع کر چکے تھے۔ اندلس میں فقہ و مسلک مالکی انہیں کے ذریعے پھیلا اور پھیلا پھولا۔ وہ اگرچہ اندلس میں عہدہ قضاء پر متمکن تو نہیں ہوئے لیکن وہاں ان کے مشوروں کے بغیر کوئی قاضی مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔ ان کے بے شمار شاگرد تھے۔ الموطا کی مشہور و متداول روایت انہیں کی ہے اور یہی معتبر ترین سمجھی جاتی ہے۔ وہ عاقل اہل اندلس کے لقب سے مشہور تھے۔

۱۔ حوالہ سابق ۱۸/۳۹۶

۲۔ تاریخ الفلسفہ فی الاسلام، الاستاذ ڈاکٹر۔ ج۔ وی بورجامہ، مسٹر ڈاکٹر۔ T.J.D Doer اس کتاب کا محمد عبد البہادی ابوریہ نے عربی زبان میں ترجمہ کیا ص ۳۶۲۔ مطبعہ لجنة التألیف و الترجمة و النشر ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۵۷ء طبع رابع سنہ

عبدالملک بن حبیب بن سلیمان السلمی (القرطبی) (م ۲۳۸ھ - ۸۵۳ء) فقہ مالک کے حافظ سمجھے جاتے تھے۔ تاریخ وادب میں بھی بڑی دسترس تھی۔ کثیر التعداد کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں سے کتاب "الواضحۃ فی السنن والفقہ" مشہور ترین ہے۔ ابن المباشون، مطرف، عبداللہ بن الحکم جیسے علماء سے فقہ و حدیث کا درس لیا۔ قرطبہ کے مفتی بھی رہے۔ یحییٰ بن یحییٰ تلمیذ امام مالک کی وفات کے بعد ریاست علمی انہیں کے حصے میں آئی (اور وہ اپنے زمانے میں اندلس کے عالم اور فقیہ مشہور تھے)۔

شمالی افریقہ میں عبداللہ بن غانم الافریقی (م ۱۹۰ھ) تھے اور ان کے ساتھ ابوالحسن علی بن زیاد التونسی (م ۱۸۳ھ) تھے جنہوں نے امام مالکؒ سفیان ثوری لمیث بن سعد جیسے علماء سے سماعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے زمانے میں افریقہ میں ان کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ الزواوی (م ۴۳۳ھ) کی کتاب "مناقب الامام مالک بن انس" کے تحقیقی حاشیہ میں الدردیری نے لکھا: "وہو اول من ادخل مؤطا مالک و جامع سفیان الثوری الی افریقہ"۔ (سب سے پہلے انہوں نے ہی مؤطا امام مالکؒ اور جامع سفیان ثوری کو اہل افریقہ میں متعارف کرایا) قیروان کے اہل علم اختلاف مسائل کے وقت ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ قاضی اسد بن الفرات اور مسحنون جیسے علماء نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔

اسد بن الفرات (م ۲۱۳ھ - ۸۲۸ء) مسائل فقہ مالک کی اولین کتاب المملونۃ (الاسدیہ) انہی کی تصنیف ہے۔ اصلاً نیشاپور کے رہنے والے تھے، ولادت حران میں ہوئی اور نشوونما (قیروان اور تونس میں پائی۔ اولاً علی بن زیاد تلمیذ مالک سے مؤطا کا درس لیا اور پھر بنفس نفیس امام سے ملاقات کی اور شرف صحبت حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ عراق بھی گئے اور امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ عظام قاضی ابو یوسف، امام محمد اور اسد بن عمرو سے فقہ کی تحصیل کی اور قاضی ابو یوسف نے ان سے مؤطا کی سماعت کی۔ (۲۱۲ھ - ۸۲۷ء) میں بحری بیڑہ لے کر جزیرہ صقلیہ کو فتح کیا) زیادۃ اللہ والی افریقہ نے انہیں معاً قاضی و امیر صقلیہ مقرر کیا۔ صقلیہ میں نظام حکومت کی تشکیل کے ساتھ ہی باقاعدہ محکمہ قضاء بھی قائم ہوا۔ دار السلطنت بلرام کے قاضی کو قاضی القضاء کی حیثیت دی جاتی اور دیگر شہروں میں قاضی و مفتی مقرر کئے جاتے تھے۔ مقدمات کا فیصلہ اسلامی قوانین فوجداری کی رو سے ہوتا تھا۔ نفاذ حدود میں فقہ حنفی سے رہنمائی حاصل کی جاتی تھی۔ اصل صقلیہ کی اکثریت حنفی ائمہ ہب تھی، تاہم کچھ عرصہ بعد حنفی و مالکی دونوں فہموں کے علماء قاضی بنائے جانے لگے۔ فاطمی دور حکومت میں صقلیہ کی عدالتوں میں شیعہ فقہ کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ جبکہ دولت کلیہ کے عہد میں قضاء پر سنی ائمہ ہب علماء کا تقرر عمل میں آیا۔ صقلیہ میں اسلامی نظام حکومت ۳۶۲ھ - ۱۰۷۱ء) تک قائم رہا۔ وہ قیروان کے قاضی بھی تھے اور حصار سر قوسہ میں امیر لشکر بھی اور اسی محر کے میں ان کی وفات ہوئی۔

دارہ معارف اسلامیہ ۳۸۳/۱۸

۱۔ حاشیہ مناقب الامام مالک بن انس للزواوی، طاہر محمد الدردیری ص ۸۳

۲۔ تاریخ نفاذ حدود و نور احمد شایباز ص ۱۹۷۔ کراچی فضلی سنز ۱۹۹۸ء اس میں احسن التعمیم للمنفذ ص ۲۳۸ گستاوی بان، تمدن عرب ص ۲۸۱۔ تاریخ صقلیہ ۱/۳۳۱ - ۹۳/۲۔ یس پی اسکاٹ۔ اخبار الاندلس ۳۲/۲ کے حوالہ سے مذکور ہے

۷۔ عبد السلام بن سعید (بن حبیب) المتوفی المعروف بہ سخون (م ۲۳۰ھ- ۸۵۳ء) (قبروان میں پیدا ہوئے) انہوں نے تونس اور پھر مصر میں امام مالکؒ کے تلامذہ سے تحصیل علم کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ بھی گئے اور وہاں کے علماء سے اکتساب کیا۔ اس وقت امام مالکؒ انتقال کر چکے تھے۔ ان کے بارے میں ابن القاسم کا کہنا ہے کہ افریقیہ سے ہمارے پاس سخون جیسا کوئی عالم نہیں آیا، قبروان کے قاضی بھی رہے۔ المدونہ کا سہرا انہی کے سر ہے۔ وہ اپنے زمانے کے محبوب ترین علماء میں شمار ہوتے تھے۔^۱

مشرق میں مذہب مالکی کی اشاعت :

مشرق میں اس مذہب کی اشاعت کرنے والے مشہور حضرات میں سے چند مشرق ادنیٰ میں تھے۔ مثلاً بصرہ میں عبد اللہ بن سلمہ القعنی (م ۲۳۱ھ) تھے اور مشرق اقصیٰ مثلاً یحییٰ بن یحییٰ التمیمی (م ۲۲۶ھ) نیشاپور میں رہے تھے۔ ان کے علاوہ مشہور حضرات یہ ہیں :

۱۔ ابو مروان عبد الملک بن عبد العزیز بن عبد اللہ بن ابی سلمہ الملاحون (م ۲۱۲ھ- ۸۲۷ء) سخون وغیرہ علماء نے انہیں سے تحصیل فقہ کی۔ ان کے والد عبد العزیز بن الملاحون امام مالکؒ کے دوست تھے، وہ فقیہ بن فقیہ تھے۔ وہ امام مالکؒ کے تلامذہ میں اپنی دانائی کے اعتبار سے مشہور تھے۔ انہوں نے امام مالکؒ اور اپنے والد سے روایت کی ہے۔

۲۔ احمد بن المعذل بن غیلان العبدي، ابن الملاحون وغیرہ سے تحصیل کی۔ مشرق اور خصوصاً عراق میں وہ مالکیہ میں بلند ترین فقیہ سمجھے جاتے تھے۔

۳۔ القاضی ابو اسحاق اسماعیل بن اسحاق بن اسماعیل بن حماد بن زید (م ۲۸۲ھ- ۸۹۶ء) بن المعذل سے فقہ کا درس لیا اور ابن المدینی سے حدیث پڑھی۔ مالکیہ عراق نے فقہ کی تعلیم انہی سے لی۔ ابن الندیم نے لکھا ہے کہ انہوں نے فقہ مالک کی نشر و اشاعت میں بڑا حصہ لیا اور لوگوں کو مسلک مالک کی طرف رغبت دلائی اور کئی کتابیں تصنیف کیں۔ مثلاً احکام القرآن، احوال القیامت (تقریباً تین صد ورق)، المیسوط، الاحتجاج بالقرآن، شواہد الموطاء، الاموال والمغازی۔^۲

مالکی اور حنفی مذہب کی نشوونما میں فرق :

(الف) امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگرد مل کر ایک مکتبہ تھے۔ لہذا ان کی شخصیتیں امام کی شخصیت میں مدغم نہیں ہوئیں، بلکہ وہ امام ابو حنیفہ کی زندگی میں ان سے مجادلہ، قیاسات میں ان سے تنازع و مخالفت کرتے۔ امام صاحب کی وفات کے بعد فقہ عراقی کی ریاست امام ابو یوسف اور امام محمد کے سپرد ہوئی تو فقہ حنفی نے ترقی کی۔

جبکہ امام مالکؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی طرح اپنے شاگردوں کے لئے مناقشہ کا دروازہ نہیں کھولا، قیاس کے طریقہ یا آراء میں تنازع پیش نہیں آیا۔ بلکہ مسائل کے احکام ان کے اخذ کے طریق سے واضح کر کے تعلیم کرتے تھے اور ان سے ان کے شاگرد جمع کرتے۔ جس کی تدوین خود امام مالکؒ نے کی ہوئی تھی، لہذا ان کے شاگردوں کی امام مالکؒ کی شخصیت کی طرح حیثیت نہیں تھی۔ امام مالکؒ کی وفات کے بعد ان کے بڑے شاگردوں کی رائے قائم ہوئیں جس میں انہوں نے امام مالکؒ سے اختلاف بھی کیا۔ استاد ابو زہرہ نے اس طرح کے اختلاف کی کئی مثالیں اپنی کتاب میں پیش کیں ہیں۔^۱

(ب) دوسری حقیقت جس میں مالکی مذہب، حنفی مذہب سے جدا ہے یا عام شکل میں عراقیین کے مذہب سے جدا ہے وہ یہ ہے کہ مالکی مذہب میں استنباط یا تخریج کا طریقہ حنفی منہاج کے خلاف ہے۔^۲

Noel J. Coulson اپنی کتاب میں حنفی و مالکی مذاہب کی دیگر مذاہب پر تقدیم اور ان کے مخصوص موطن سے متعلق لکھتے ہیں :

"The two oldest schools are the Hanafis and Malikis, and both came into existence as the representatives of the legal tradition of a particular geographical Locality The Former being the disciples of Abu Hanifa (d.767) in the Iraq center of Kufa, the later the followers of Malik b. Anas (d. 769) in the Arabian Center of Medina."³

(حنفی اور مالکی مذاہب دونوں قدیم ترین ہیں۔ یہ دونوں معارض وجود میں ایک خاص قانونی روایت اور مخصوص جغرافیائی یا حالات کی مرہون منت ہیں۔ جس میں اول الذکر امام ابوحنیفہؒ (متوفی ۷۶۷ء) کے مقلدین کا عراق کے مرکزی شہر کوفہ میں مرکز تھا اور مؤخر الذکر امام مالکؒ بن انس (متوفی ۷۶۹ء) کا مرکز مدینہ المنورہ جزیرہ نما عرب میں تھا)

مالکی مذہب کے مناجج کے مابین فرق و اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے Noel J. Coulson مزید لکھتے ہیں :

"Because this group believed that every rule of Law must be derived either from the Qur'an or from the Prophet's practice as recorded in reports known as Hadith they became known as the supporters of Hadith" (ahl-al-Hadith), as against the supporters of ray" (ahl-al-ra'y). Who maintained that the free use of human reason to elaborate the Law was both legitimate and necessary. The rift between the two groups hardened in the eight century into the first fundamental conflict of principle in nascent Islamic Jurisprudence and epitomized the tension between the divine and the human element in Law".⁴

(مالکی مذہب کے ماننے والے اس امر پر یقین رکھتے تھے کہ ہمیں احکام قرآنی کے ساتھ حدیث کو بھی ایک بنیادی ماخذ کے طور پر مشعل راہ بنانا چاہئے۔ اسی وجہ سے انہیں اہل حدیث کہا گیا۔ اس کے برعکس حنفی مذہب کے اصحاب الرائے اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ قرآن واحادیث نبوی کے بعد نئے مسائل کا حل اجتہاد کے ذریعہ کرنا چاہئے۔ اجتہاد سے مقصد یہ تھا کہ ہر صاحب فہم و فکر انسان قرآن وسنت کی روشنی میں نئے مسائل کا حل دریافت کرے، اسی لئے حنفیہ کا نام اہل الرائے پڑ گیا اور انسانی ذہن و فکر کو رکھتے ہوئے اس انداز سے اسلامی قوانین کی تشریح وتوضیح ان کے لئے ضروری تھی۔ لیکن ان دونوں مکاتب فکر کے درمیان اختلاف آٹھویں صدی عیسوی میں زیادہ ابھر کر سامنے آیا اور اسی وقت سے ان دونوں مکاتب ہائے فکر میں اسلامی فقہ کی تدوین وتشریح مختلف انداز سے کی جانے لگی)

نفل سوم

شافعی مذہب اور اس کا نشأ و ارتقاء

امام شافعیؒ:

محمد بن ادریس بن العباس، شافعی ۱۵۰ھ میں خود ان کے ایک قول کے مطابق بمقام غزہ (شام) میں پیدا ہوئے۔
ابراہیم قول کے مطابق ۲۰۴ھ میں مصر میں وفات پائی۔

ان کا سلسلہ نسب عبد مناف پر جا کر رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ان کے آباؤ اجداد میں سے حضرت سائب کو حضور ﷺ کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہے وہ جب بدر کے روز اسلام لائے تھے۔ ان کے بیٹے شافع کو بھی جوانی میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

غزہ امام شافعی کا آبائی وطن نہیں بلکہ ان کے والد کسی ضرورت سے شام آئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔
امام شافعی کی ولادت کے دو سال بعد ان کی والدہ انہیں آبائی وطن مکہ لے آئیں۔ وہیں انہوں نے سات برس کی عمر میں قرآن کریم اور دس برس کی عمر میں موطا حفظ کر لی۔ امام شافعی نے جن اساتذہ کو تحصیل علم کے لئے منتخب فرمایا اس سے متعلق ابن حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں:

”وانتهت رياسة الفقه بالمدينة الى مالك بن انس رحل اليه ولازمه واخذ عنه وانتهت رياسة الفقه بالعراق الى ابي حنيفة فاخذ عن صاحبه محمد ابن الحسن جملا ليس فيها شني الا وقد سمعه عليه فاجتمع له علم اهل الراي وعلم اهل الحديث فتصرف في ذلك حتى اصل الاصول وقعد القواعد واذعن له الموافق والمخالف واشتهر امر وعلا ذكره وارتفع قدره حتى صار منه ماصار“۔

۱۔ توالی الناسیس بمعالی ابن ادریس فی مناقب الامام شافعی، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ۔ ص ۳۹، مطبعہ المیر یہ بیولا ق مصر الحیمہ ۱۳۰۱ھ۔ ابن حجر نے ان کی جائے پیدائش سے متعلق مختلف اقوال نقل کئے ہیں اس میں امام شافعی سے ایک قول غزہ میں ولادت کا بھی منقول ہے۔

۲۔ مناقب الامام الشافعی، ابی السعادات محمد الدین السبارک بن محمد بن محمد بن عبد اللہ کریم، ابن الاثیر، الجزری (۵۴۳ھ-۶۰۶ھ) ص ۷۲-۷۵۔
تحقیق و تبیین خلیل ابراہیم ملا خاطر، جدہ، دار القبلہ للثقافة الاسلامیہ، بیروت مؤسسہ علوم القرآن ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء

۳۔ حوالہ سابق ص ۶۳-۶۴

۴۔ کتاب الجواهر اللامع، فیما ثبت بالسماع من حکم الامام الشافعی المنظومہ والمثورة، حسین ابن عبد اللہ باسلامیہ شافعی کی ص ۱۹۔
مصر، مطبعہ کروتان العلمیہ ۱۳۲۶ھ

۵۔ کتاب الجواهر النفیس فی تاریخ حیاة الامام محمد بن ادریس محمد آفندی مصطفیٰ ص ۳۔ المطبعہ الحسینیہ المصریہ ۱۳۲۶ھ-۱۹۰۸ء

۶۔ توالی الناسیس، ابن حجر عسقلانی ص ۵۴

(مدینہ کی ریاست فقہ امام مالک بن انس پر ختم ہوتی تھی ان کی خدمت میں رہ کر اکتساب کیا۔ عراق کی ریاست فقہ امام ابوحنیفہ پر ختم ہوتی تھی وہاں ان کے شاگرد محمد بن حسن سے ان کی مکمل فقہ سیکھی۔ اس طرح ان میں اہل الراۃ اور اہل حدیث دونوں کا علم مجتمع ہو گیا۔ پھر آپ نے اس علم کی روشنی میں اپنے اصول و قواعد وضع کئے۔ موافق و مخالف آپ کی فضیلت علمی کے مترف ہوئے آپ کو شہرت و قدر و منزلت حاصل ہوئی اور آپ کیا سے کیا ہو گئے)

ابن حجر نے آپ کی فقہی عظمت و شان سے متعلق مختلف اقوال پیش کئے ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ :

”وقال احمد بن حنبل : لولا الشافعی ما عرفنا فقه الحديث“۔^۱

(امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اگر امام شافعی نہ ہوتے تو ہم فقہ الحدیث نہیں سمجھ پاتے)

مگر امام شافعی اپنے منہج سے متعلق فرماتے تھے :

”اذا وجدتم فی کتابی خلاف سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فقولوا بها ودعوا ما قلته“۔^۲

(اگر تم میری کتاب میں سنت رسول ﷺ کے خلاف کچھ پاؤ تو اس کی نشاندہی کرو اور میری بات کو چھوڑ دو)

اور وہ فرماتے تھے :

”كل متكلم من الكتاب والسنة فهو الحق وما سواه هذيان“۔^۳

امام مزنی فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا :

”اذا وجدتم سنة صحيحة فاتبعوها ولا تلتفتوا الى قول احد“۔^۴

(اگر تمہیں سنت صحیحہ ملے تو اس کی اتباع کرو اور کسی اور کے قول کی طرف توجہ نہ دو)

فقہ شافعی کی اشاعت :

مصر اور شام شافعی مذہب کا مرکز تھے ان علاقوں میں جب سے شافعی مذہب کا ظہور ہوا، برابر غلبہ حاصل کرتا رہا۔ ان شہروں میں ان کے علاوہ قضا اور خطابت کا عہدہ کسی کے سپرد نہ کیا جاتا تھا۔ پھر مذہب شافعی نے مصر سے نکل کر عراق میں عروج حاصل کیا اور بغداد میں ان کے متبعین کی اکثریت ہو گئی اور بہت سے علاقے خراسان، توران، شام اور یمن میں انہوں نے غلبہ حاصل کیا۔ ماوراء النہر فارس، حجاز اور ہندوستان کے بعض علاقوں میں جا پہنچا اور ۳۰۰ھ میں شمالی افریقہ اور اندلس میں بھی اس نے رسوخ حاصل کر لیا۔

عبدالحی لکھنوی (متوفی ۱۳۰۲ھ) نے لکھا :

”وشاع مذهب الشافعی فی اکثر بلاد الحجاز واليمن بعض بلاد الهند وبعض اطراف بلاد

الدکن وبعض اطراف خراسان وتوران“۔^۵

۱۔ حوالہ سابق ص ۱۲۵ ۲۔ حوالہ سابق ص ۶۳ ۳۔ حوالہ سابق ص ۶۴

۴۔ کتاب الجواهر النفیس فی تاریخ حیاة الامام محمد بن ادریس، محمد آفندی مصطفیٰ ص ۲۳، المطبعة الحسینیہ المصریہ ۱۳۲۶ھ۔ ۱۹۰۸ء

۵۔ الفوائد البیہ فی تراجم الحنفیہ، امام ابو الحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ہندی (۱۲۶۴ھ۔ ۱۳۰۲ھ) ص ۶۔ کراچی مکتبہ خیر کثیر سنہ

(اور مذہب شافعی حجاز اور یمن کے اکثر شہروں میں اور ہند کے بعض شہروں میں، دکن، خراسان اور توران کے بعض حصوں میں پھیلا)

ابن خلدون متوفی (۸۰۸ھ)، شافعی مذہب کی اشاعت سے متعلق فرماتے ہیں :

”واما الشافعی فمقلدوہ بمصر اکثر مما سواھا وقد کان انتشر مذہبہ بالعراق وخراسان وماوراء النہر وقاسموا لحنفیۃ فی الفتوی والتدریس فی جمیع الامصار وعظمت مجالس المناظرات بینہم وشحنت کتب الخلافیات بانواع استدلالاتہم ثم درس ذلک کلہ بدروس المشرق واقطارہ وکان الامام محمد بن ادريس الشافعی لما نزل علی بنی عبدالحکم بمصر اخذ عنہ جماعة من بنی عبدالحکم واشہب وابن القاسم وابن المواز وغيرہم ثم الحارس بن مسکین وبنوہ انقرض فقہ اہل السنۃ من مصر بظہور دولة الرافضة وتداول بها فقہ اہل البيت وتلاشی من سواہم الی أن ذہبت دولة العبيدیین من الرافضة علی يد صلاح الدین یوسف بن ایوب ورجع الیہم فقہ الشافعی واصحابہ من اہل العراق والشام فعاد الی احسن ماکان ونفقت سوقہ واشتہر منہم محیی الدین النووی من الحلبة النی ریت فی ظل الدولة الايوبیۃ بالشام وعز الدین بن عبدالسلام ایضاً ثم ابن الرقعة بمصر وتقی الدین بن دقیق العید ثم تقی الدین السبکی بعدہا الی ان انتہی ذلک الی شیخ الاسلام بمصر لہذا العہد وهو سراج الدین البلقینی فہو الیوم اکبر الشافعیہ بمصر کبیر العلماء بل اکبر العلماء من اہل المصر“۔^۱

(امام شافعی کے مقلدین کی تعداد اور دوسرے علاقوں کی نسبت مصر میں زیادہ ہے۔ ان کا مذہب عراق وخراسان اور ماوراءالنہر کے علاقوں میں بھی پھیل چکا ہے اور تمام شہروں میں فتویٰ و تدریس میں احناف کے حریف بنے ہوئے ہیں۔ ان کے مابین مناظروں کی محفلیں گرم رہتی ہیں اور کتب خلافتیات انواع و اقسام کے استدلالات سے بھری پڑی ہیں اور مشرق کے تمام مدارس میں ان کا درس دیا جاتا ہے۔ امام شافعی جب مصر میں بنی الحکم کے پاس وارد ہوئے تو بنی الحکم کے خاندان کی ایک جماعت اور اشہب، ابن القاسم اور ابن المواز وغیرہ نے ان کا مذہب اخذ کیا۔ پھر حارث بن المسکین اور ان کی اولاد نے ان سے استفادہ کیا۔ پھر شیعہ سلطنت کے ظہور سے اہل سنت کی فقہ ختم ہو گئی اور وہاں اہل بیت کی فقہ نے رواج حاصل کر لیا اور دوسرے مذاہب کی فقہ ختم ہو گئی۔ یہ صورت سلطان صلاح الدین ایوبی کے مصر پر قبضہ تک باقی رہی۔ چنانچہ سلطان صلاح الدین کے تسلط حاصل کر لینے کے بعد فقہ شافعی اور ان کے اصحاب عراق و شام سے دوبارہ مصر چلے آئے اور وہی بازار دوبارہ گرم ہو گیا۔ اور ان میں محی الدین النووی نے شہرت حاصل کی جو کہ شام میں دولت ایوبیہ کے زیر سایہ تربیت حاصل کر چکے تھے۔ نیز عز الدین بن عبدالسلام، ابن الرقعة، تقی الدین، بن دقیق العید، پھر ان کے بعد تقی الدین سبکی نے شہرت حاصل کی۔ یہاں تک کہ مصر کے شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی نے فقہ شافعی کا علم اپنے ہاتھ میں لے لیا جو کہ آج کل شافعیہ کے بہت بڑے فقیہ بلکہ اس دور کے سب سے بڑے عالم ہیں)

۱۔ مقلعہ ابن خلدون، عبدالرحمن بن محمد بن خلدون (۳۳۲ھ-۸۰۸ھ) ص ۳۳۸-۳۳۹۔ بغداد، مکتبۃ المثنیٰ سنہ

مصر میں شافعی مذہب کی اشاعت :

مصر تو اس کا پہلا وطن سمجھا جاتا ہے۔ وہاں حنفی اور مالکی مذہب پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد اسی کی سیادت رہی اور دولت فاطمی کے آنے تک اسے غلبہ حاصل رہا۔ اس کے بعد مصر میں شیعہ امامیہ کی فتنہ پھیلنے لگی اور اس کے مطابق فیصلے ہونے لگے۔ حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبی (۵۴۶ھ - ۱۱۶۹ء) نے مصر پر قبضہ کیا اور اس نے مذہب معروف کو دوبارہ بحال کیا، مذہب شافعی پر عمل درآمد ختم ہو گیا۔ ایوبی خاندان نے ہمیشہ مذہب کو عزت کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ یہ سب شافعی المسلک تھے، بجز عیسیٰ بن العادل ابو بکر کے جو شام کا حاکم تھا اس نے حنفی مذہب اختیار کر لیا تھا ورنہ عیسیٰ کے ہوا اس خاندان کا کوئی فرد حنفی نہ تھا پھر ان کی اولاد بھی حنفی مذہب کی پابند رہی۔ چنانچہ حنفیہ اسے اپنے فقہاء میں شمار کرتے ہیں۔ پھر جب سلطنت ایوبی کے بعد دولت ممالیک کا دور آیا تو شافعی مذہب کی وقعت اور عزت میں کمی نہیں آئی کیونکہ ان کے سلاطین بجز سیف الدین بہرس کے سب شافعی المسلک تھے صرف سیف الدین حنفی مذہب کا پابند تھا بلکہ امام جلال الدین سیوطی نے تو کتاب "حسن المحاضرہ" میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس خاندان کے تمام افراد شافعی تھے۔

چنانچہ اس سلطنت میں بھی شافعی مذہب کے مطابق فیصلے ہوتے رہے اور عہدہ قضا شافعی علماء کے ہاتھ میں رہا لیکن ۶۶۳ھ / ۱۲۶۵ھ - ۱۲۶۶ھ میں ملک الظاہر بہرس نے یہ تجویز پیش کی کہ ہر مذہب کا الگ قاضی ہونا چاہئے جو اس مذہب کے مطابق فیصلہ کرے۔ لہذا اس وقت سے لے کر قاہرہ اور فسطاط میں ہر مذہب کا الگ قاضی ہوتا تھا اور اس نے نواب مقرر کئے اور شہود کا اجلاس بٹھایا مگر شافعی کا مرتبہ دوسرے مذاہب اربعہ پر بلند رکھا کیونکہ یہاں انہی کو تولیت نواب کے اختیارات حاصل تھے۔ اموال تیمی اور اوقاف کے محکمے بھی اسی کے سپرد تھے اس لئے اس مذہب کو سلطنت میں اونچا مقام حاصل تھا۔ پھر اس کے بعد مالکی اور پھر حنبلی کا درجہ تھا مگر صبح الاغشی میں مذکور ہے کہ ابن بطوطہ الملک الناصر کے دور میں ترتیب بیان کرتے ہوئے حنفی کو مالکی پر مقدم رکھتے ہیں۔ پھر جب عہدہ قضا زاہان الدین بن عبدالحق الحنفی کے ہاتھ آیا تو وزراء نے ملک الناصر کو اشارہ کیا کہ مالکی اس سے اوپر بیٹھا کرے۔ جیسا کہ پہلے سے رواج چلا آتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کے مطابق عمل کیا۔

پھر چر کسی ممالیک کے دور میں بھی یہی حالت قائم رہی۔ حتیٰ کہ مصر میں عثمانی سلطنت قائم ہو گئی انہوں نے مذاہب اربعہ کے عہدہ قضا کو مذہب کے اختصاصات کو ختم کر کے عہدہ حنفی مذہب کے سپرد کر دیا اور آج تک اسی پر عمل ہوتا رہا ہے۔ ہاں احوال شخصیہ، وقف، تواریث اور وصیت کے مسائل میں اس نے دوسرے مذاہب سے بھی استفادہ کیا ہے اور یہی وہ مسائل ہیں جن کے فیصلے شریعت اسلامیہ کے مطابق ہوتے ہیں۔^۱

صحیحی محصانی لکھتے ہیں :

"وان مصر ولا ریب ہی عمادة المذهب الشافعی ، ففیہا نشر الامام ال شافعی مذهبہ الجدید . وفیہا کان کثیر من اصحابہ وتلامیذہ وناشری مذهبہ ، وفیہا لایزال لہ اتباع

کثیرون ، وخاصة فی الریف ، وکان هذا المذهب مذهب الدولة ایام الایوبیین ، وکان منصب شیخ الازھر الشریف محصوراً فی علمائہ مدۃ من الزمن“۔^۱

(ماشبہ مصر شافعی مذہب کا مرکز تھا کیونکہ امام شافعی نے یہیں اپنے مذہب کو رواج دیا اور آپ کے اکثر شاگرد اور ناشرین مذہب بھی یہیں گزرے ہیں اور آپ کے پیروکار وہاں کثرت سے موجود ہیں، بالخصوص ریف کے علاقے میں۔ حکومت ایوبیہ کے عہد میں حکومت کا یہی مذہب تھا اور مدت دراز تک جلعوتہ الازھر کے شیخ کا منصب شافعی علماء کے لئے مخصوص رہا)

شام میں مذہب شافعی کی اشاعت :

تیسری صدی ہجری کے اختتام، دسویں صدی کے آغاز تک انہوں نے شام میں اوزاعیوں کے مقابلے میں کافی وہابیہ حاصل کی۔ چنانچہ ابو زرعہ (م ۲۰۳ھ - ۹۱۵ء) سے شروع ہو کر دمشق میں قاضی کا عہدہ ہمیشہ انہی کے پاس رہا۔ ائمہ کے زمانے میں شام، کرمان، بخارا اور خراسان کے بڑے حصے میں قاضی کا عہدہ شوافع ہی کے پاس تھا۔ ثانی الجزیرہ (اقور) اور دیلم میں انہیں زبردست قوت حاصل ہو چکی تھی۔^۲

عراق میں مذہب شافعی کی اشاعت :

امام شافعی پہلی مرتبہ جب بغداد آئے تو وہ مالکی فقہ سے تو واقف ہی تھے وہاں مشہور حنفی عالم محمد بن حسن الشیبانی کے پیروے سے فقہاء عراق کے نظریات کا تفصیلی علم بھی حاصل کر لیا۔ کچھ عرصہ بغداد میں قیام کے بعد وہ حجاز چلے گئے اور مدینہ الرشید کی وفات کے بعد ۱۹۵ھ میں دوبارہ عراق آئے تو علماء عراق ان سے مستفید ہوئے ان علماء کے سامنے امام شافعی نے اپنے نظریات کی وضاحت کی اور انہیں فقہ شافعی کے اصول و ضوابط تحریر کرائے۔ اس کے بعد وہ دوبارہ حجاز چلے گئے اور پھر ۱۹۸ھ میں تیسری بار عراق آئے اور اسی سال مصر چلے گئے۔

یہ وہ پس منظر تھا جس میں امام شافعی نے وہاں اپنے مذہب کی اشاعت کی۔ عراق میں ان کے شاگردوں کی ایک کثیر جماعت موجود تھی جو اس مذہب کی ترویج و اشاعت کے کام میں مصروف رہتی جس کی وجہ سے عراق میں بھی مذہب شافعی کو قدر و منزلت حاصل ہو گئی مگر وہ کسی صورت حنفی مذہب پر غلبہ حاصل نہ کر سکی۔ اس بات کی تصدیق ”کتاب خطط لفسرین“ میں مذکور چوتھی صدی ہجری کے اس واقعہ سے بھی ہو سکتی ہے جس میں تحریر ہے کہ خلیفہ قادر باللہ ابو العباس احمد کے زمانہ خلافت میں شافعی مذہب کے ایک بہت بڑے پیروکار ابو حامد الاسفہر ایسی کو خلیفہ کے دربار میں اقرب حاصل ہو گیا۔ اسفہر ایسی کی سفارش اور اصرار پر خلیفہ نے ابو محمد بن الاکفانی الحنفی کی جگہ ابو العباس احمد بن محمد الباززی شافعی کو بغداد کو قاضی مقرر کر دیا۔ حنفیوں کو خلیفہ کے اس اقدام سے تشویش پیدا ہوئی اور انہوں نے اس تقرر کی پُر زور مخالفت شروع کر دی۔ دس اشاء خلیفہ کو بھی بعض شواہد کی بنا پر یقین ہو گیا کہ اسفہر ایسی ان کے ساتھ مخلص نہیں ہیں۔ چنانچہ خلیفہ نے اسفہر ایسی کو جلا وطن اور باززی کو عہدہ قضا سے علیحدہ کر دیا۔ اس طرح قضا دوبارہ حنفیوں کے ہاتھ میں آئی اور ان کی گمشدہ عزت و شوکت بحال ہو گئی۔ یہ واقعات ۳۹۳ھ میں پیش آئے۔

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر عراق میں تو شافعی مذہب کی ترقی رک گئی لیکن سلطان محمود بن بکتکین اور نظام الملک کی ہجرت بلاذ شرق میں صلاح الدین ایوبی اور اس کے جانشینوں کی مدد سے مصر میں اس مذہب کی کافی اشاعت ہوئی۔
دائرہ معارف اسلامیہ میں مذکور ہے :

”امام شافعی کی سرگرمیوں کے دو بڑے مراکز بغداد اور قاہرہ تھے..... تیسری اور چوتھی صدی/نویں و دسویں صدی عیسوی میں ان دو شہروں میں شافعی مذہب کے مقلدین کا اضافہ ہونے لگا۔ حالانکہ ابتداء ہی سے بغداد میں جو اس وقت اہل الرائے کا مرکز تھا انہیں بڑی مشکلات درپیش رہیں۔“

فارس، خراسان، بختان اور ماوراء النہر میں شافعی مذہب کی اشاعت :
اس بارے میں استاد ابوزہرہ کی تحقیق کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

شافعی مذہب فارس میں بھی پہنچا۔ بقول سبکی کے ایک زمانہ تو وہ تھا کہ وہاں سوائے مذہب شافعی اور مذہب واؤد ظاہری کے کسی مذہب کے قدم ہی نہیں جم پائے۔ پھر شیعی مذہب وہاں کا عوامی مذہب بن گیا۔ اسی طرح بلاذ خراسان، بختان اور ماوراء النہر وغیرہ میں بھی شافعی مذہب ایک مخصوص منزلت رکھتا تھا۔ یہاں خفیوں اور شیعوں سے اس مذہب کے قبیحین کی جنگیں بھی ہوئیں۔

مذہب شافعی کے شیوع ان بلاد و امصار میں سبب اس کے علماء کی نشاط و فکر تھی۔ محمد بن اسماعیل القفالی الکبیر الشافعی (متوفی ۳۶۵ھ) وہ بزرگ ہیں جنہوں نے ابن سبکی کے بیان کے مطابق رے اور ماوراء النہر میں پاؤں جمانے کے مواقع فراہم کئے۔ اسی طرح عبداللہ بن محمد بن عیسیٰ المروزی کے باعث جیسا کہ سخاوی کا قول ہے، مرو میں اور سفرافن کے باعث اسفرائن میں یہ مذہب پھیلا۔ مذہب شافعی جس طرح عوام کے لئے جذب و کشش رکھتا تھا اسی طرح خواص بھی اس کے اثر سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ابن اثیر نے اپنی تاریخ ”الکامل“ میں ۱۹۵ھ کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ غزنہ کا فرماں روا غیاث الدین جو مذہب کرامیہ کا پیرو تھا، شافعی ہو گیا تھا۔ اس مذہب کو دوسرے مذاہب شیعہ، حنفی وغیرہ سے مصروف پرکار بھی ہونا پڑا اور یہ رزم و پیکار خونریزی تک بھی کبھی منبج ہوئی۔ مقدسی نے احسن التقاسیم میں بتایا ہے کہ متعدد ممالک میں یہ اکثریت کا مذہب تھا۔ مثلاً طوس، ہرات، بختان اور سرخس وغیرہ۔ لیکن بختان اور سرخس وغیرہ میں فتنے بھی ابھرے اور تعصب کے باعث خونریزیوں کا بھی سلسلہ شروع ہو گیا۔ اسی طرح دیلم میں فتنوں کی وہ کثرت رہی کہ خدا کی پناہ ہے۔

مغرب اقصیٰ اور اندلس میں شافعی مذہب کی اشاعت :

مذہب شافعی مشرق کے دُور دراز گوشوں میں پہنچ گیا۔ عراق، شام، یمن اور حجاز میں پہلے پھیل چکا تھا، مگر مغرب اقصیٰ اور اندلس (اسپین) میں شافعی مذہب کے قدم نہ جم سکے، بجز اس کے کہ یوسف بن یعقوب بن عبد المؤمن

بلازمہ مغرب و اندلس کی وساطت سے کسی حد تک اشاعت پذیر ہوا۔ کیونکہ اس نے ظاہری مذہب اختیار کرنے کے بعد اپنی زندگی کے آخری ایام میں شافعی مسلک اختیار کر لیا تھا اور اپنے ممالک محروسہ کے بعض شہروں پر شافعی مذہب کے قاضی مقرر کر دیئے تھے جیسا کہ ابن اثیر نے ”اکامل“ میں بیان کیا ہے۔

بلازمہ مغرب و اندلس میں مالکی مذہب کے غلبہ کی وجہ سے شافعی مسلک کو اثر و رسوخ حاصل نہ ہو سکا۔ چنانچہ مقدسی صاحب حسن التقاسیم لکھتے ہیں کہ ان کے زمانہ میں بلازمہ مغرب کے تمام شہروں میں حدود مصر تک امام شافعیؒ سے کوئی شخص واقف نہ تھا۔ ایک روز کسی نے ان کے سامنے امام شافعیؒ کا قول ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ شافعی کون شخص ہیں؟ مشرق کے امام ہنظیہ اور اہل مغرب کے امام مالک !

علامہ مقدسی یہ بھی لکھتے ہیں : ”میں نے اصحاب مالک کو دیکھا کہ وہ شافعی سے بغض رکھتے اور کہتے ہیں کہ امام مالک کا شاگرد ہو کر انہوں نے اپنے استاد کی مخالفت کی“۔ اہل قیروان کے متعلق لکھتے ہیں : ”وہاں کے تمام باشندے شافعی یا مالکی مذہب رکھتے ہیں اور ان میں باہم میل میلاپ ہے کوئی کسی کو برا نہیں سمجھتا۔ تعصب اور شور و شغب کا نام تک نہیں ہے۔“

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اہل خراسان نے شافعی مسلک آسانی اور تیزی سے اس لئے اختیار کر لیا کہ وہاں بہت سے علماء نہ تھے اور حکام بھی اس مذہب کے پیرو تھے۔ لیکن مصر کے شافعی علماء اس نشاط و فکر و ذہن سے محروم تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب اور اندلس کے فرمانروا مالکی مذہب اختیار کئے ہوئے تھے اور کسی دوسرے مذہب کو اس کا بدل نہیں پاتے تھے۔

بلاشبہ مذہبی تعصب جو شیعہ، حنفیہ اور شافعیہ کے مابین پایا جاتا تھا، وہ اس مذہب کے شیوع و توسع پر اثر انداز ہوا مگر مصر میں چونکہ تعصب نہ تھا، نہ شافعیہ اور حنفیہ کے مابین کسی قسم کی چپقلش پائی جاتی تھی اور نہ ان کے اور مالکی مذہب کے مابین کوئی کشمکش تھی۔ اس لئے وہاں مذہبی پروپیگنڈے سے جوش اور ولولہ پیدا نہیں ہو سکا۔ بلکہ ہر ایک اپنے امام کی تقلید کرتا تھا اور کسی قسم کی عصبیت کا مظاہرہ نہیں کرتا تھا۔ گوشوائف اور دیگر مذاہب کے مابین کبھی کبھی مناظروں کی محفلیں قائم ہوتی تھیں مگر وہ علمی حلقوں کے اندر ہی رہتی تھیں اور عوام میں کسی قسم کی فتنہ انگیزی کا باعث نہیں بنتی تھیں۔ ۱

مکہ المکرمہ اور مدینہ المنورہ میں شافعی مذہب کی اشاعت :

چوتھی صدی ہجری میں مصر کے بعد مکہ المکرمہ اور مدینہ المنورہ ان کے بڑے مرکز تھے۔..... آل عثمان کے عروج سے پہلے کی آخری صدیوں میں اسلام کے مرکزی ممالک میں انہیں کامل غلبہ حاصل تھا۔ ابن جبیر کے وقت میں بھی خود مکہ المکرمہ میں شافعی امام نمازوں میں امامت کراتا تھا۔ ۲

قسطنطنیہ اور وسطی ایشیاء وغیرہ میں اشاعت :

عثمانی (ترک) سلاطین کے عہد میں دسویں صدی ہجری / سولہویں صدی عیسوی میں قسطنطنیہ سے شوافع کی جگہ حنفی قاضی مقرر ہو کر آنے لگے اور وہی امامت کرانے لگے۔ ادھر وسطی ایشیاء میں صفویوں کے عروج (۱۵۰۱ء) کے ساتھ فقہ شیعہ نے شوافع کی جگہ لے لی۔ تاہم مصر، شام اور حجاز میں عوام شافعی مذہب ہی کے پابند رہے۔ جامع الازہر میں اس وقت بھی شافعی فقہ کا ذوق و شوق سے مطالعہ ہوتا ہے۔ جنوبی عرب، بحرین، ملیشیا، انڈونیشیا، مصر اور مشرقی افریقہ، افغانستان اور وسط ایشیاء کے بعض حصوں میں اس وقت بھی شافعی مذہب ہی کو اقتدار حاصل ہے۔

امام شافعی کے بعض مشہور تلامذہ جنہوں نے مذہب شافعی کی اشاعت میں حصہ لیا، امام رازی شافعی (متوفی ۶۰۶ھ) نے کتاب ”مناقب الشافعی“ میں ایک فصل ”فی شرح تلامذہ الشافعی“ کے تحت ان کا ذکر کیا ہے۔ امام ابن حجر عسقلانی نے تواریخ التائیس میں حجازیین، عراقیین اور مصریین میں سے شافعی مذہب کی فقہ وحدیث نقل کرنے والے کبار اصحاب شافعی کا کچھ ضروری تفصیل کے ساتھ تعارف پیش کیا ہے۔

ابن حجر کی اس فہرست کو ابو زہرہ نے کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ جس ترتیب پر مرتب کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

امام شافعی کے مکی تلامذہ :

مکہ معظمہ میں امام شافعی سے مستفیض ہونے والے تلامذہ یہ ہیں :

۱۔ ابوبکر الحمیدی بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ حافظ حدیث تھے، ائمہ تھے۔ ۲۱۹ھ میں مکہ میں ہی انتقال ہوا۔ امام شافعی کے ساتھ یہ بھی مصر آئے تھے اور یہیں رک گئے تھے۔ پھر جب امام شافعی کا انتقال ہو گیا تو یہ مکہ لوٹ گئے اور باقی زندگی وہیں گزاری۔

۲۔ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن العباس بن عثمان بن شافعی المکلبی ان کا شمار بھی حفاظ حدیث میں ہوتا تھا اور ثقہ مانے جاتے تھے۔ لیکن فقہ میں ان سے کوئی چیز منقول نہیں ہے۔ مکہ ہی میں انہوں نے نشوونما کے مدارج طے کئے اور یہیں ۲۳۷ھ میں وفات پائی۔

۳۔ ابو بکر محمد بن ادريس ان کے بارے میں ابن عبد البر کہتے ہیں کہ یہ اصحاب شافعی میں سے تھے لیکن کس سال وفات ہوئی یہ نہیں معلوم۔ مکہ میں جن لوگوں نے امام شافعی سے علم اخذ کیا یہ انہی میں سے ہیں۔

۴۔ ابو الولید موسیٰ بن ابی الجارود اصحاب شافعی میں سے تھے۔ اُستاذ کی کئی کتابیں لکھیں۔ فقہ و علم ان سے حاصل کیا۔ ان کے بغداد جانے سے پہلے برابر ان کے دامن علم سے وابستہ رہے۔

۱۔ حوالہ سابق ۵۸۲/۱۱

۲۔ مناقب الامام الشافعی، ابو عبد اللہ بن محمد بن عمر الرازی متوفی ۶۰۶ھ، مصر، مکتبۃ العلمیہ سنہ ۱۳۰۱ھ

۳۔ تواریخ التائیس، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، ۴۳-۴۷ مصر مطبعہ المیزان ۱۳۰۱ھ

۴۔ حوالہ سابق ص ۳۷ الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۳۷، دار الفکر العربی سند

فرائض تلامذہ :

فرائض جن لوگوں نے امام شافعی سے علم حاصل کیا اور ان سے مستفیض ہوئے ان کے اسماء یہ ہیں :

ابو علی الحسن الصباح الزعفرانی..... امام شافعی کے شاگردوں میں ان سے زیادہ فصیح اللسان اور جادو بیان کوئی شخص نہیں تھا۔ لغت عربیہ اور فن قرآن پر جو ان کو عبور حاصل تھا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے ہی امام شافعی کے سامنے ان کی مشہور کتاب ”القدیم“ کی قرأت کی۔ ۲۶۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ابو علی الحسین بن علی الکرابیسی..... یہ بہت بڑے عالم، مصنف اور پرہیزگار شخص تھے۔ سلطان کی رائے انہی کے گرد گھومتی تھی۔ اچھے مناظر بھی تھے۔ یہ مذہب اہل عراق پر عامل تھے۔ پھر جب امام شافعی بغداد تشریف لائے تو انہوں نے انہیں کے ساتھ مجالست اختیار کر لی اور الزعفرانی متوفی ۲۶۰ھ سے مذہب شافعی کی کتب پڑھنے لگے۔ ۲۵۶ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ابو ثور الکلبی..... یہ مذہب اہل عراق پر عامل تھے۔ پھر امام شافعی کی صحبت اختیار کی اور ان سے حصول علم کیا اور ان کی کتابوں کی انہی سے سماعت کی۔ چنانچہ امام شافعی کی طرف ان کا میلان زیادہ ہو گیا۔ ۲۴۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ابو عبد الرحمن احمد بن محمد بن یحییٰ الاشعری البصری..... انہوں نے بغداد میں امام شافعی کا فیض صحبت اٹھایا تھا۔ اس مذہب کی تائید و حمایت میں مناظرے بھی کیا کرتے تھے۔ بہت بڑے عالم اور متکلم تھے۔ اجماع و اختلاف کے عارف تھے۔ حکومت کی نظر میں بلند مقام رکھتے تھے۔ صاحب اقتدار تھے۔ نظروں بدل کے فن سے خوب واقف تھے۔ بہت وسیع علم رکھتے تھے۔ یہ عراق میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے امام شافعی کی متابعت کی اور ان کی تائید و حمایت اور نصرت کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ متعدد مصنفات جلیلہ ان کی یادگار ہیں۔ بغداد ہی میں ان کی وفات ہوئی۔

یہاں یہ بھی بیان کر دینا مناسب ہے کہ امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) اور اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۷۷ھ) بھی امام شافعی سے اکتساب فیض کیا لیکن ان کے مذہب کی پیروی نہیں کی۔

امام شافعی کے مصری اصحاب :

مصر میں جن حضرات نے امام شافعی سے کسب فیض کیا ان کی تعداد بھی خاصی ہے، چند یہ ہیں :

(۱) حرملہ بن یحییٰ بن حرملہ : یہ بلند پایہ شخصیت کے حامل تھے اور بہت بڑے عالم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ امام شافعی مصر میں انہی کے پاس ٹھہرتے تھے۔ ابن عبد البر ان کے بارے میں کہتے ہیں :

۱۔ نوالی التامیس ص ۳۹، مناقب الامام الشافعی، محمد بن عمر الرازی ص ۱۳، الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۲۷-۱۲۸، انص

۲۔ مناقب امام شافعی، محمد بن عمر الرازی ص ۱۳، الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۲۸، انص

۳۔ نوالی التامیس، ابن حجر ص ۳۹، مناقب الامام الشافعی، محمد بن عمر الرازی ص ۱۳، الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۲۸، انص

۴۔ الشافعی، ابو زہرہ ص ۱۲۸

”روی عن الشافعی من الکتب ما لم یروہ الربیع، منها کتاب الشروط ثلاثہ اجزاء، ومنها کتاب السنن، عشرة اجزاء ومنها کتاب الوان الابل والغنم وصفاتها واسنانها، ومنها کتاب النکاح، وکتب کثیرہ انفرادی بروایتها عن الربیع“۔^۱

(انہوں نے امام شافعی سے وہ کتابیں روایت کی ہیں جن کی روایت ربیع بھی نہیں کر سکے تھے۔ مثلاً کتاب الشروط جو تین اجزاء پر مشتمل ہے۔ نیز کتاب السنن جس کے دس اجزاء ہیں۔ علاوہ ازیں ”کتاب الوان الابل والغنم وصفاتها واسنانها“ اور ”کتاب النکاح“ مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور بھی کئی کتابیں جن کی روایت میں یہ ربیع سے منفرد ہیں) حرمہ بن یحییٰ بن حرمہ کا ۲۶۶ھ میں مصر میں انتقال ہوا۔^۲

۲۔ ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ البویطی : ان کے مقام و منزلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام شافعی نے اپنے حلقہ میں انہیں اپنا جانشین بنا رکھا تھا اور انہیں محمد بن عبد اللہ بن الحکم پر، ابن ختم سے غیر معمولی محبت باوجود ترجیح دیتے تھے۔ بویطی بہت بڑے عالم، فقیہ، زاہد اور متقی شخص تھے۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں انہوں نے معتزلہ کی تائید نہیں کی۔ چنانچہ قید کر لئے گئے اور اسی حالتِ اسیری میں انہوں نے ۲۳۱ھ وفات پائی۔^۳

۳۔ ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ المزنی : یہ بھی بہت بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ حسن بیان ان کی خصوصیت تھی۔ میدانِ جدل میں حریف کو کامیاب نہ ہونے دیتے۔ مذہب شافعی سے متعلق یہ کتب کثیرہ کے مصنف ہیں، جن میں ”المختصر الکبیر“ اور ”المختصر الصغیر“ جسے ”المختصر الکبیر المبسوط“ بھی کہتے ہیں، بہت مشہور ہیں۔ حجت اور منظرہ کے فن میں اپنی مثال آپ ہیں، عابد، عالم اور متواضع تھے۔ نکتہ نخی میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ ان کی ”المختصر“ کی شرح کئی لوگوں نے لکھی ہے۔ جن میں ابو اسحاق المروزی اور ابو العباس بن شریح خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔^۴

۴۔ محمد بن عبد اللہ بن الحکم : ابن حجر نے ”توالی التاسیس“ میں ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں : ”وقال ابو عمر الصدفی کان اهل مصر لا يعدلون به احد“۔^۵ (ابو عمر صدفی نے کہا کہ اہل مصر ان کے مقابلہ میں سب کو کمتر سمجھتے تھے) ابن حجر نے امام مزنی اور ابو اسحاق الشیرازی کے اقوال بھی نقل کئے کہ امام مزنی نے فرمایا : ”نظر الشافعی الیہ فاتبعہ بصرہ وقال وددت لو ان لی ولدا امثله“۔^۶ (امام شافعی نے جب انہیں دیکھا تو پہلی مرتبہ اتنے متاثر ہوئے کہ فرمایا : ”مجھے حسرت ہے کہ کاش ایسا ہی لڑکا میرا ہوتا“)

۱۔ حوالہ سابق ص ۱۳۹

۲۔ توالی التاسیس، ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ ص ۳۹، مناقب الامام الشافعی، الرازی ص ۱۳

۳۔ توالی التاسیس ص ۴۰، مناقب الامام الشافعی، الرازی ص ۱۳، مناقب الشافعی، ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، الشافعی، ابو ہریرہ ص ۱۳۹۔ ۱۵۰ شخص

۴۔ توالی التاسیس ص ۴۰، مناقب الامام الشافعی، الرازی ص ۱۳، مناقب الشافعی، ابن اثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ، الشافعی، ابو ہریرہ ص ۱۵۰ شخص

۵۔ حوالہ سابق ص ۴۱۔ ۴۲

۶۔ توالی التاسیس ص ۴۱

ابن تہاشیرازی نے فرمایا: ”انتهت اليه رياسة العلم بمصر“۔^۱ (مصر کی ریاست علم ان پر ختم ہو گئی) محمد بن عبد اللہ بن الحکم نے ۲۶۸ھ میں وفات پائی۔^۲

ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل ابو محمد المرادی: عرصہ دراز تک امام شافعی کی صحبت میں رہے اور اس مذہب کی اشاعت کی۔ وہ امام شافعی کی کتب جدیدہ کے راویوں میں سے ہیں۔ انہوں نے ۲۷۰ھ میں وفات پائی۔^۳

نامی درس گاہ جامعۃ الازہر میں شیخ الازہر کا مذہب (تاریخی تناظر میں):

جامعۃ الازہر کے سب سے پہلے شیخ الازہر، شیخ محمد الخرش (متوفی ۱۱۰۱ھ) تھے جو مذہب مالکی تھے۔ ان کے بعد شیخ ابیہ بن محمد البرقاوی (متوفی ۱۱۰۶ھ) شیخ الازہر ہوئے جو مذہب شافعی تھے۔ اس کے بعد یہ عہدہ ۱۱۳۷ھ تک مالکیوں کے لئے مخصوص رہا پھر شافعیوں کو منتقل ہو گیا۔^۴

مصر میں ۱۱۳۷ھ سے ۱۲۸۷ھ تک شیخ الازہر کا عہدہ شافعیوں کے لئے مخصوص رہا اس عہدہ کا حامل مصر کے علماء کا بڑا سچھا جاتا تھا۔ پھر ۱۲۸۲ھ میں یہ عہدہ حنفی عالم شیخ محمد المہدی العباسی کو حاصل ہوا اور اس کے ساتھ ساتھ مفتی اعظم کا عہدہ بھی ان کو ملا۔ پھر ان کے بعد شیخ الازہر کا منصب کسی خاص مذہب کے لئے مخصوص نہیں رہا لیکن ابھی تک اس منصب پر کوئی حنبلی عالم فائز نہیں ہو سکا کیونکہ مصر میں حنابلہ کی تعداد بہت کم ہے۔^۵

مذہب شافعی کے ماننے والوں کی موجودہ زمانے میں تعداد:

اس سلسلے میں بالکل درست اعداد و شمار تو کہیں دستیاب نہیں ہے ہاں البتہ اس سلسلے میں کچھ اندازے ہیں صحیحی تصانیف نے لکھا:

”ويغلب مذهب الشافعي اليوم ايضاً على اهل فلسطين، وكذلك له كثير من الاتباع في سوريا ولبنان، وخاصة في مدينة بيروت، وفي العراق، والحجاز والهند الصينية وجاوا، وبين اهالي فارس واليمن السنين“۔^۶

۱۔ حوالہ سابق ص ۴۲

۲۔ الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۵۰

۳۔ نوالی التأسيس ص ۴۲-۴۳، الشافعی، ابوزہرہ ص ۱۵۱-۱۵۲

۴۔ المنتخب الفقہیہ الاربعہ، لاجئہ سورباشا کے مترجم معراج محمد باریق کا ص ۷۰ پر حاشیہ کا مفہوم، الفاظ کے حذف و اضافہ کے ساتھ کراچی

۵۔ کتاب خانہ، سند

۶۔ حوالہ سابق ص ۱۰۷ (متن)

۷۔ للفسفہ النشريع فی الاسلام، صبحی محمد ص ۲۸- بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ھ-۱۹۴۶ء

(فلسطین) (اور اردن) کے لوگوں میں بھی آج کل مذہب شافعی زیادہ عروج پر ہے۔ اس مذہب کے مقلدین سوریا اور لبنان میں بھی بکثرت ہیں خصوصاً بیروت کے شہر میں اور عراق، حجاز، پاکستان، ہند، چین، جاوا، ایران اور یمن میں بھی ہیں)

آج کل یعنی پندرہویں صدی ہجری کے آغاز میں شافعی مذہب کے پیروا کثر انڈونیشیا، ملائیشیا، فلپائن، تھائی لینڈ، سری لنکا، مصر، سوڈان، اردن، لیبیا، فلسطین اور لبنان میں آباد ہیں۔ جزوی طور پر یہ شمالی افریقہ کے دیگر ممالک، برصغیر ہند کے ساحلی علاقوں، سعودی عرب، عراق، شام اور یمن میں بھی آباد ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں شوافع کی دنیا میں تعداد کا اندازہ دس کروڑ لگایا گیا تھا۔^۱



نمل چہارم

حنبل مذہب اور اس کا نشا و ارتقاء

امام احمد بن حنبلؒ :

امام احمد بن حنبل بن ہلال الذہبی الشیبانی مروزی بغدادی ۱۶۳ھ ۸۰ء کو بغداد میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ ۸۵۵ء کو بغداد ہی میں وفات پائی۔ وہ سلاً عرب اور ربیعہ کی ایک شاخ بنو شیبان میں سے تھے جنہوں نے عراق و آرمینا کی فتح میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ بغداد میں قاضی ابو یوسف (۱۸۲ھ ۹۸ء) کے درس میں بھی شریک ہوئے اور انہی کے شاگرد ہیشتم بن بشیر کے درس میں ۱۷۹ھ تا ۱۸۳ھ باقاعدگی سے شریک رہے، امام شافعی سے بھی استفادہ کیا۔ امام شافعی "اعلم اهل الارض فی زمانہ" ہونے کے باوجود حدیث کی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ان کی علمی عظمت کے اعتراف میں انہیں "انتم اعلم بالحدیث وبالرجال" فرماتے ہیں امام شافعی بغداد سے چلے جانے کے بعد فرمایا کرتے تھے :

"خرجت من بغداد وما خلفت فیہا اتقی ولا افقہ من ابن حنبل"۔^۱

(میں نے اپنے پیچھے احمد بن حنبل سے زیادہ فاضل عالم فقیہ کسی کو نہیں چھوڑا)

آپ نے کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ اور یمن وغیرہ کے علمی اسفار کئے۔^۲ خلق قرآن کا عقیدہ قبول نہ کرنے کی بنا پر کڑے کھائے اور جسمانی اذیتیں برداشت کیں۔ ۲۱۸ھ سے ۲۳۳ھ تک مسلسل پندرہ برس قید خانے میں رہے، متوکل کے عہد میں رہائی ملی۔ عمران احسن خان نیازی نے امام احمد بن حنبل کے مذہب کی تدوین سے متعلق لکھا :

Imam Ahmad Ibn-e-Hanbal, the founder of this, school, was involved more in the work on traditions, his views on the law as well as on legal theory were collected later by his pupils and transformed into a theory.^۳

(حنبل مذہب کے بانی امام احمد بن حنبل زیادہ تر احادیث رسول ﷺ میں مشغول رہے ان کی آراء و مذہب کو ان کے بعد ان کے شاگردوں نے مدون کیا اور اسی کی روشنی میں اصول وضع کئے)

۱۔ دائرہ معارف الاسلامیہ ۲/ ۶۱-۶۲، احمد بن حنبل الفاظ کے حذف و اضافہ کے ساتھ تھیں۔

۲۔ میرت احمد اربعہ، سید رئیس احمد جعفری ص ۵۲۵، کراچی شیخ غلام علی اینڈ سنز سنہ

۳۔ التالیف بین الفرق، محمد حمزہ ص ۲۶۵، دمشق دار تحفہ ۱۳۵-۱۹۸۵ء

۴۔ حوالہ سابق ص ۲۶۵۔ بحوالہ و فیات الاعلان ۱/ ۳۹

۵۔ حوالہ سابق ص ۲۶۵

شیخ عبداللہ بن محمد الحنفی نے حنبلی مذہب کی تدوین کے خدوخال کو اس طرح بیان کیا :

”قد ذکر الاصحاب ان الامام احمد لم يؤلف كتابا ، وانما اخذوا مذهبہ من اقوالہ والفعالہ واجوبتہ ، وغير ذلك مما لا يخفى ، فان الاصحاب كانوا اذا وجدوا عن الامام في مسألة قولين يعدلون اولا الى الجمع بينهما بطريقة من طرق الاصول ، اما بحمل عام على خاص او مطلق على مقيد ، فاذا امکن ذلك كان القولان مذهبہ ، وان قدر الجمع بينهما وعلم التاريخ ، فاختلف الاصحاب فقال قوم : الثاني مذهبہ ، وقال اخرون : الثاني والاول ، وقالت طائفة : الاول ، ولو رجع عنه ، وصحح القول الاول الشيخ علاء الدين المرادوي في كتابه ”تصحيح الفروع“ فان جهل التاريخ لمذهبہ اقرب الاقوال من الادلة ، او قواعد مذهبہ“۔

(اصحاب امام احمد نے بیان کیا کہ انہوں نے (امام احمد) نے کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی اور ان کا مذہب ان کے اقوال افعال اور جوابات سے ماخوذ ہے اور یہ بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ان کے اصحاب کسی مسئلہ میں ان کے دو قول پاتے تھے تو ان کے درمیان اصولی طریقہ پر تطبیق کی کوشش کرتے۔ کبھی عام کو خاص اور کبھی مطلق کو مقید پر محمول کرتے اور وہ تطبیق دینے میں کامیاب ہو جاتے تو دونوں اقوال کو ان کا مذہب قرار دیتے۔ اور اگر ان دونوں اقوال میں تطبیق ممکن ہوتی اور ان کی تاریخ کا بھی علم ہوتا تو اس صورت میں ان کے اصحاب میں اختلاف ہوا۔ کچھ نے کہا کہ دوسرا قول ان کا مذہب اور کچھ نے پہلے اور دوسرے دونوں اقوال کو ان کا مذہب بتایا اور کچھ نے کہا کہ صرف پہلا قول ہی ان کا مذہب ہے چاہے اس سے رجوع ہی کر لیا ہو۔ شیخ علاؤ الدین المرادوی نے اپنی کتاب تصحیح الفروع میں پہلے قول کے صحیح مذہب ہونے کا قول کیا ہے اور اگر دونوں اقوال کی تاریخ کا علم نہ ہو سکا تو ان میں سے ادلہ اور ان کے مذہب کے قواعد سے قریب ترین قول کو ان کا مذہب قرار دیا)

ابن قیم جوزی (متوفی ۷۵۱ھ) کے مطابق امام احمد بن حنبل کے مذہب کی بنیاد پانچ اصولوں پر ہے :

۱۔ آیات قرآنی و احادیث نبوی ﷺ۔

۲۔ صحابہ کے فتاویٰ بشرطیکہ ان کے خلاف دوسرے اقوال نہ ہوں۔

۳۔ بعض کا قول بشرطیکہ قرآن و حدیث کے مطابق ہو۔

۴۔ مرسل اور ضعیف احادیث۔

۵۔ ضرورت کے وقت قیاس۔

۱۔ کتاب المسترشد الى المقدم فی مذهب احمد ، عبداللہ بن محمد الحنفی رابعہ و صحیح محمد زہری النجاشی ۸-۹ ، العالمیہ مع اجازۃ القضاء والتدريس ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۱ء

۲۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین ، ابن قیم جوزی حنبلی متوفی ۷۵۱ھ ص ۱۳۷-۱۳۸ ، بیروت دار الفکر طبع اول ۱۳۷۴ھ-۱۹۵۵ء

کا انصافی حنبلی مذہب کو ایک مستقل مذہب کی حیثیت سے تسلیم نہ کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”وقد اشتهر ابن حنبل بالا بعد عن الراى وبتمسكه بنصوص الكتاب والحديث، حتى عده بعضهم فى فئة المحدثين اكثر منه فى فئة المجتهدين ومن هؤلاء ابن النديم، الذى وضع ابن حنبل مع البخارى ومسلم وباقي المحدثين فى باب فقهاء الحديث، ومنهم ايضا ابن عبد البر الذى لم يذكر ترجمة هذا الامام فى كتابه، ”الانفاء فى فضائل الائمة الفقهاء“ وكذلك الطبرى فى كتابه ”اختلاف الفقهاء“ وابن قتيبة فى ”كتاب المعارف“ لم يذكرنا شيئا عن ابن حنبل ولا عن مذهبه“۔^۱

(امام احمد بن حنبل اجتہاد بالرائے سے احتراز کرنے اور فقط قرآن و حدیث سے استدلال کرنے میں یہاں تک مشہور ہیں کہ بعض علماء نے آپ کو زمرہ مجتہدین سے زیادہ زمرہ محدثین میں شمار کیا ہے۔ مثلاً ابن ندیم نے فقہاء حدیث کے باب میں ابن حنبل کو امام بخاری، مسلم اور دیگر محدثین کے ساتھ رکھا ہے اور ابن عبد البر نے اپنی کتاب ”الانفاء فى فضائل الائمة الفقهاء“ میں طبری نے اپنی کتاب ”اختلاف الفقهاء“ میں اور ابن قتیبة نے اپنی تصنیف ”كتاب المعارف“ میں امام ابن حنبل کا اور ان کے مذہب کا کوئی تذکرہ نہیں کیا)

ان کے بعد وہ اس غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”ولاريب فى ان هذا القول مردود ، اذ ان المذهب الحنبلى يعد من المذاهب الفقهية السنية الاصلية ، التى لها اسلوبها المستقل ومبادئها الخاصة فى علمى الاصول والفروع“۔^۲

(قول مذکورہ یقیناً قابل تسلیم نہیں کیونکہ مذہب حنبلی اہل سنت کے بنیادی مذاہب فقہ میں شمار ہوتا ہے جس کا اپنا ایک مستقل اسلوب ہے اور علم اصول اور علم فروع میں اس کے اپنے خاص اصول ہیں)

ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) حنبلی مذہب کے مقلدین کی کمی کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں :

”واما احمد بن حنبل فمقلده قليل لبعده مذهبه عن الاجتهاد ، واصلته فى معاضدة الرواية ، وللأخبار بعضها ببعض“۔^۳

(امام احمد کے مذہب فقہی کی تقلید کرنے والے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے کہ یہ مذہب اجتہاد سے بعید ہے اور اس کی اصل و اساس احادیث و روایات کے توافق پر قائم ہے)

ابن خلدون نے حنبلی مذہب کی کم اشاعت کے سلسلہ میں جو وجہ بیان کی ہے اس پر ابوزہرہ نے سخت تنقید کی اور کہا کہ ابن خلدون کے لئے اس قسم کی بات کرنا مناسب نہیں تھی۔ ابوزہرہ کی تنقید کے اہم نکات کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

☆ حقیقت یہ ہے کہ امام احمد بہت بڑے فقیہ و مجتہد تھے۔ ان کا اجتہاد سنت نبوی ﷺ اور صحابہ و تابعین کے آثار ثابتہ پر مبنی تھا، ان کی رائے اور قیاس کی بنیاد حدیث پاک تھی۔ مسائل کے حل کے لئے وہ اسی بنیاد پر فتویٰ دیتے تھے

جو آثار صحابہ سے ماخوذ ہو۔ امام احمد کا اجتہاد عمدہ، مضبوط اور سرچشمہ اثر و حدیث سے مستفید تھا اور ان کا یہ مرتبہ صرف فقیہ و مجتہد سے کسی طرح کم نہیں تھا کیونکہ ان کی فقہ کے فتاویٰ آنحضرت ﷺ کے عمل مبارک اور فعل صحابہ کی روشنی میں ترتیب پاتے تھے۔

☆ ابن خلدون نے جو امام احمد کے قلت اجتہاد و کثرت روایات کی طرف اشارہ کر کے ثابت کرنا چاہا کہ امام صاحب فقیہ سے زیادہ محدث تھے۔ بالفاظ دیگر ان کی فقہ و روایت کے بجائے روایت پر مبنی تھی۔ ابن خلدون کی یہ بات انصاف پر مبنی نہیں ہے۔

☆ ابن خلدون کی یہ بات بھی بڑی کمزور ہے کہ امام صاحب کے متبعین کی قلت ان کے قلت اجتہاد کی بنا پر ہے کیونکہ لوگ جب کسی امام کی پیروی کرتے ہیں تو وہ موازنہ ادلہ اور معرفت فقہیہ پر مبنی نہیں ہوتی۔ شام و مصر میں شوافع کی اس لئے کثرت نہیں ہے کہ مصریوں اور شامیوں نے امام شافعی اور دوسرے ائمہ فقہ کے دلائل کا صحیح موازنہ کر کے یہ مسلک اختیار کیا ہے۔ بالکل یہی بات امام مالک اور امام ابوحنیفہ کے مقلدین کے بارے میں بھی کہی جاسکتی ہے۔

☆ مقلدین کی قلت و کثرت میں بھی وقت کی سیاست کا رفرما ہوتی ہے اور کچھ اجتماعی موثرات ہوتے ہیں جو کہی مذہب کے پھیلنے میں آسانی یا دشواری پیدا کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ امام احمد کا مذہب دوسرے فقہی مذاہب کی طرح جو وسعت کے ساتھ نہ پھیل سکا تو اس کے اسباب و عوامل میں اجتہاد کی قلت و کثرت نہیں بلکہ کچھ دوسرے بواعث شامل ہیں۔^۱
ابن عقیل حنبلی (متوفی ۵۱۳ھ) اس مذہب کے کم شہرت پانے کا یہ سبب بیان کرتے ہیں :

”هذا المذهب انما ظلمه اصحابه لان اصحاب ابي حنيفة والشافعي اذا برع احد منهم في العلم تولي القضاء وغيره من الولايات فكانت الولاية سببا لتدريسه واشغاله بالعلم ، فاما اصحاب احمد فانه قل منهم من تعلق بطرف من العلم الا يخرج ذلك الى التبعيد والزهد ، لغلبة الخير على القوم فينقطعون عن التشاغل بالعلم“۔^۲

(اس مذہب (حنبلی) سے خود اس کے حاملین نے انصاف نہیں کیا۔ کیونکہ جس نے بھی علم میں کمال حاصل کیا وہی زہد و ورع کو اختیار کرتے ہوئے علمی شغل ترک کر کے گوشہ نشین ہو گیا بخلاف حنفیہ اور شافعیہ کے کہ وہ حصول علم کے بعد مناسب عہدوں پر فائز ہو گئے۔ اور اس طرح وہ عہدے ان کے درس و شغل علم اور شہرت کا سبب ہو گئے)

ابو ہریرہ حنبلی مذہب کے قلت شیوع کا ایک سبب یہ بیان کرتے ہیں :

”ومن هذه الاسباب انه جاء آخر المذهب الاربعة وجودا“۔^۳

(اور ان (عدم شیوع کے) اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ امام احمد کا مذہب دوسرے فقہی مذاہب کے بعد عالم وجود میں آیا)

۱۔ ابن خلیل حیات و عصرہ و ارادہ و فقہہ، ابو ہریرہ ص ۳۹۲-۳۹۳۔ دار الفکر العربی سنہ

۲۔ حوالہ سابق ص ۳۹۳۔ بحوالہ المناقب لابن الجوزی ص ۵۵ ۳۔ حوالہ سابق ص ۳۹۳

نہجہ :

ابوہرہ نے اس کے قلت شیوع کا جو یہ سبب بیان کیا کہ جب یہ مذہب اپنے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا اس وقت تک تمام فقہی مذاہب لوگوں کے دلوں میں گھر کر چکے تھے۔ حنفی مذہب عراق میں اور مذہب شافعی حجاز، مصر اور شام میں مالکی مذہب مغرب اقصیٰ میں پھیل چکا تھا۔

ابوہرہ کی اس بات سے مکمل اتفاق کرنا مشکل ہے کیونکہ یہی بات ہر بعد کے آنے والے مذہب کے بارے میں کہی جاسکتی ہے مگر بعد کے آنے والے بعض مذاہب نے سابق مذاہب کی موجودگی میں تبعین کی کثرت حاصل کی۔ مثلاً شافعی مذہب کے ماننے والے مالکی مذہب سے زیادہ ہیں حالانکہ مالکی مذہب کو شافعی مذہب پر تقدم حاصل تھا۔

حنبل مذہب کا آغاز :

محمد عبدالحی لکھنوی حنفی (متوفی ۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں :

"فشاع مذهب احمد فی نواحی بغداد شیوعہ دون شیوع باقی المذاهب فی البلاد"۔
(اس کا ظہور سب سے پہلے بغداد میں ہوا اور پھر وہیں سے یہ دیگر علاقوں میں پھیلا۔ لیکن بقیہ تین مذاہب کے مقابلہ میں اس کو بہت کم فروغ حاصل ہو سکا)

ابن فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ) اس مذہب کے موطن سے متعلق لکھتے ہیں :

"واما مذهب احمد بن حنبل رحمہ اللہ فظہر ببغداد، ثم انتشر بکثیر من بلاد الشام، وغیرھا، وضعف الان"۔

(امام احمد بن حنبل کے مذہب کا ظہور سب سے پہلے بغداد میں ہوا، پھر یہ شام کے بہت سے شہروں میں پھیلا، لیکن اب (یعنی آٹھویں صدی ہجری) میں یہ کمزور پڑ گیا ہے)

مصر میں حنبلی مذہب کی اشاعت :

مصر میں یہ مذہب بہت مدت کے بعد پھیلا اور واضح طور پر ساتویں صدی ہجری میں ظاہر ہوا۔ امام جلال الدین سیوطی شافعی (متوفی ۹۱۱ھ) اس تاخیر کی توجیہ کرتے ہوئے "حسن المحاضرہ" میں لکھتے ہیں :

"هم بالديار المصرية قليل جدا ولم اسمع يخبرهم فيها الا في القرن السابع وما بعده وذلك ان الامام احمد رضى الله عنه كان في القرن الثالث ولم يبرز مذهبه خارج العراق الا في القرن الرابع وفي هذا القرن ملكت العبيديون مصر وافنوا من كان بها من ائمة المذاهب

۱۔ الفوائد البهية فی طبقات الحنفیہ محمد عبدالحی لکھنوی حنفی ۱۳۶۴ھ-۱۳۰۴ھ-ص ۶۔ کراچی مکتبہ خیر کثیر شند

۲۔ الدياج المذهب، ابن فرحون مالکی متوفی ۷۹۹ھ، ص ۴۸۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء

الثلاثة قسلا ونفيا وتشريد او أقاموا مذهب الرفض والشيعة ولم يزولوا منها الى اواخر القرن السادس فتراجعت اليها الائمة من سائر المذاهب واول امام من الحنابلة علمت حلوله بمصر الحافظ عبد الغنى المقدسى صاحب العمدة“ ۱۔

(حنابلہ دیا مصر میں بہت کم ہیں۔ مصر میں ان کا کوئی نشان ساتویں صدی ہجری سے پہلے نہیں ملتا۔ عراق سے باہر بھی چوتھی صدی ہجری سے پہلے یہ مذہب ظاہر نہیں ہوا۔ اس زمانہ میں مصر پر عبیدیوں کی حکومت تھی۔ انہوں نے آخر مذہب ثلاثہ کے پیروؤں کو قتل، جلاوطن اور تباہ کرنا شروع کیا اور مذہب رفض و شیعت کو فروغ دیا۔ یہ کیفیت چھٹی صدی ہجری کے اواخر تک قائم رہی۔ اس کے بعد پھر دوسرے مذہب کے لوگ آنے لگے۔ حنابلہ میں سے جو بزرگ سب سے پہلے پہنچے وہ عمدة الاحکام کے مصنف حافظ عبد الغنى مقدسى تھے)

محمود بن محمد بن عرنوس نے اپنی کتاب ”تاریخ البقضاء فی الاسلام“ میں امام سیوطی کے بیان کو نقل کیا اور اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ :

”سیوطی کی مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حنبلی مذہب صرف عراق تک محدود رہا۔ بیرونی ممالک میں اس کی اشاعت چوتھی صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اندلس میں یہ مذہب اس سے بہت پہلے پہنچ چکا تھا۔ اس علاقے میں حنبلی مذہب کا آغاز ۲۰۱ھ میں تھی بن مغلہ متوفی ۲۷۶ھ کے ہاتھوں ہوا۔ وہ اندلس سے بغداد آئے اور یہیں حنبلی مذہب کی تعلیم حاصل کی۔ اندلس واپس جا کر انہوں نے جامع قرطبہ میں درس دینا شروع کیا۔ مالکی فقہاء کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ کوئی شخص ان کے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کا درس دے۔ انہوں نے عامہ الناس کو بھڑکا کر ان کا درس بند کرادیا۔

جب اس کی خبر امیر محمد بن عبدالرحمن کو پہنچی تو اس نے تھی بن مغلہ اور ان کے مخالف علماء کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ابن مغلہ سے پوچھا کہ تم بغداد سے اپنے ساتھ کیا کتاب لائے ہو؟ انہوں نے کتاب پیش کر دی جو ”مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ“ تھی۔ امیر نے اسے پڑھا اور کتب خانے کے منتظم کو بلا کر کہا کہ ہمارے کتب خانہ اس بے نظیر کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ تم اس کی نقل کر کے کتب خانے میں رکھو، ساتھ ہی ابن مغلہ کو کہا کہ آپ اپنا درس جاری رکھئے اور بغیر کسی ہچکچاہٹ کے مالکی مذہب کی اشاعت کیجئے۔ ان کے مخالف علماء کو اس نے حکماً مخالفت کرنے سے روک دیا۔ مقدسی لکھتا ہے کہ اہل اندلس کے نزدیک قابل عمل صرف دو کتابیں تھیں۔ ایک قرآن دوسری مؤطا۔ اگر انہیں کسی شخص کے متعلق معلوم ہو جاتا کہ وہ حنبلی یا شافعی مذہب کا پیرو ہے تو اسے اندلس سے نکال دیتے۔ معتزلیوں اور شیعوں کے تو وہ جانی دشمن تھے۔ ۲۔

۱۔ حسن المحاضرہ، امام جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ۱/۲۲۷-۲۲۸۔ ذکر من کان بمصر من ائمة الفقهاء الحنابلة، مصر مطبعہ موسوعات سند۔

۲۔ تاریخ القضاء فی الاسلام، محمود بن محمد بن عرنوس، انہوں نے ۱۹۳۳ء میں یہ کتاب لکھی تھی۔ ص ۱۲۳-۱۲۴۔ ادارہ فروغ اردو لاہور ۱۹۶۰ء

اہل ابوزہرہ نے امام سیوطی کے بیان کی تائید کرتے ہوئے جو تبصرہ کیا اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

”سیوطی کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عراق کے حدود سے چوتھی صدی ہجری سے پہلے حنبلی مذہب نے قدم باہر نہیں نکالا تھا۔ پھر یہ مذہب جب مصر میں آیا تو یہاں دولت فاطمیہ کا عروج تھا۔ پھر ایوبی تخت حکومت پر متمکن ہوئے۔ ایوبی بادشاہ بڑے متعصب قسم کے شافعی تھے۔ انہوں نے دوسرے مذاہب سے پیکار کا سلسلہ شروع کر دیا اور شافعی مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کو پینے کی اجازت نہیں دی۔ بجز اس صورت کے کہ وہ عوام کے دلوں میں جڑ پکڑ چکا ہو۔ جیسے مالکی مذہب کہ اسے وہ برداشت کرنے پر مجبور ہو گئے۔ حنبلی مذہب کو یہ نفوذ نہیں حاصل تھا اور چوتھی صدی ہجری میں حنابلہ اور شوافع کے مابین بغداد میں معرکہ آرائیاں ہو چکی تھیں۔ لہذا اب مصر میں شافعی مذہب کے سامنے حنابلہ کا چراغ جتنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ پھر یہ بات بھی تھی کہ مصر میں حنابلہ سے پہلے ان کے تشدد اور تعصب کی داستانیں پہنچ چکی تھیں۔ پھر جب دولت ایوبیہ زوال پذیر ہوئی تو حنبلی مذہب کو مصر میں پینے کا موقع ملا“ ، خطبہ متریز یہ میں ہے :

”انہ لم یکن لہ وللہ مذہب الحنفی کبیر ذکر بمصر فی دولة الایوبیۃ ، ولہم یشہر الا فی اخرہا۔“
(حنبلی اور حنفی مذہب کے لئے مصر میں گنجائش اس وقت نکلی جب دولت ایوبیہ زوال پذیر ہونے لگی)

دوسرے اقالیم میں مذہب حنبلی جو پہنچا اور پھیلا تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہاں کے ارباب اقتدار بھی اس کے حلقہ جوش ہو گئے یا وہاں بڑی تعداد میں یہ پھیل گیا۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس کے اتباع ہمیشہ قلیل رہے، البتہ تیسری صدی ہجری کے شروع میں اس مذہب کو بغداد میں پھیلنے اور ترقی کا خوب موقع ملا۔ لیکن بعد کی فتنہ جوئیوں اور ہنگامہ آرائیوں نے وہاں بھی اسے شدت تعصب کے باعث زوال آشنا بنا دیا۔ علما حنابلہ میں بہت سے لوگ دمشق میں پناہ گزیں ہو گئے کچھ دوسرے دیارہ امصار میں پہنچ گئے ان لوگوں نے مذہب کو قائم کیا۔ اس کی خدمت کی، نقل و تفسیر اور تخریج مسائل کا کام کیا۔^۱

خلافت کی مذہبی و سیاسی تاریخ میں حنابلہ کا کردار :

خلافت کی مذہبی و سیاسی تاریخ میں حنابلہ نے جو نمایاں کردار ادا کیا ہے وہ کسی تاریخ دان سے پوشیدہ نہیں۔ اس سلسلے میں البر بہاری (متوفی ۳۲۹ھ/۹۴۰-۹۴۱ء) کی سرگرمیاں قابل ذکر ہیں۔ جنہوں نے معتزلہ اور دوسرے فرقوں کے اثر سے مرکز خلافت کو محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کی اور اس معاملے میں اتنا جوش دکھایا کہ ۳۲۳ھ-۹۳۵ء میں خلیفہ الراضی کو حنبلی مسلک کے خلاف ایک فرمان جاری کرنا پڑا۔

البر بہاری کے ایک نامور معاصر ابو القاسم الخرقی (متوفی ۳۳۳ھ-۹۴۵-۹۴۶ء) مصنف ”کتاب المختصر“ نے آل بویہ کی آمد پر بغداد کو خیر باد کہہ کر دمشق میں پناہ لی۔ بغداد میں بنو بویہ کی حکومت کے قیام کے وقت حنبلی مسلک اس شہر میں خاصا مضبوط تھا، حنبلیوں نے بیک وقت امامیہ مسلک کے فروغ (جو بنو بویہ کے مد نظر تھا) فاطمیوں کے نفوذ اور اسمعیلیت کی ترقی کا بڑی مستعدی کے ساتھ مقابلہ کیا۔^۲

مذہب حنبلی کی تجدید و نشاۃ ثانیہ :

عمران احسن خان نیازی لکھتے ہیں :

"The Hanbali School also faced total extinction and was to be revived later by Ibn-e-Taymiyah and Ibn-e-Qayyim al-Jawziyah".

(حنبل مذہب بھی ایک زمانے میں معدوم ہو گیا تھا اور بعد میں ابن تیمیہ اور ابن قیم جوزیہ نے اس کا احیاء کیا)

مندرجہ ذیل مقلدین امام احمدؒ کے مذہب کی روایت کرنے میں مشہور ہیں :

☆ ابو بکر بن ہانی عرف اثرم مؤلف کتاب "السنن فی الفقہ"۔

☆ ابوالقاسم خرقی (متوفی ۳۳۴ھ) یہ "المختصر" کے مصنف ہیں۔

☆ عبدالعزیز بن جعفر (متوفی ۳۶۳ھ)

☆ موفق الدین بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ)، فقہ اسلامی کی جلیل القدر کتاب "المغنی" کے مصنف ہیں۔

☆ شمس الدین قدامہ مقدسی (متوفی ۶۸۲ھ) یہ "الشرح الکبیر علی متن المقنع" کے مؤلف ہیں۔

☆ تقی الدین احمد بن تیمیہ (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) یہ فتاویٰ مشہور "مجموعہ الرسائل الکبریٰ، منهاج السنہ" اور "رسالہ معارج الاصول" وغیرہ کے مصنف ہیں۔

☆ عبداللہ بن زرعی دمشقی معروف بہ ابن القیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ) یہ "اعلام الموقعین عن رب العالمین"، "الطرق الحکمیہ فی السیاسہ الشرعیہ" اور "زاد المعاد فی ہدی خیر العباد" وغیرہ کے مؤلف ہیں۔

دائرہ معارف اسلامیہ میں حنبلی مسلک کی اشاعت میں حصہ لینے والے علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :

"زنگیوں اور ایوبیوں کے عہد حکومت میں حنبلی علماء کے دوا اور خاندان مشہور تھے : بنو منجا اور بالخصوص بنو قدامہ۔ دوسری قصبہ حراں بھی قدیم زمانے سے حنبلی مذہب کا ایک اہم مرکز تھا جس کی نمائندگی..... ابن تیمیہ (م ۶۵۲ھ/۱۲۵۳ھ۔

۱۲۵۵ء) نے کی۔ بحرئ ممالیک اور عثمانیوں کے دور میں بھی حنبلی مسلک کا خاصا اثر نظر آتا تھا۔ اس زمانے کے عظیم ترین

نمائندے احمد بن تیمیہ (م ۶۸۸ھ-۱۳۲۸ء) تھے۔ ان کا خاندان منگولوں کے حملے کے خطرے کے پیش نظر ۶۶۶ھ/

۱۲۶۷ھ-۱۳۱۸ء میں دمشق آ گیا تھا..... ان کے بڑے شاگرد ابن قیم الجوزیہ (۷۵۱ھ-۱۳۵۰ء/۱۳۵۱ء) اپنے گرامی

قدر استاد کے قدم بہ قدم چلے اور معتب ہوتے رہے..... ان کے شاگرد عبدالرحمن بن رجب (۷۹۵ھ-۱۳۹۳ء)

حنبل مسلک کی تاریخ ذیل علی طبقات المتتابعہ کی بدولت مشہور ہوئے۔ ان کی کتاب "فوائد" بھی اہمیت رکھتی ہے۔"

ممالیک کے دور میں آگے چل کر حنبلی مسلک شام اور فلسطین میں زوال پذیر ہوتا گیا، جس کی ایک وجہ ابن عربی کے خیالات کی اشاعت تھی، لیکن حنبلی خاندان جو سرکاری مناصب پر فائز چلے آئے تھے، خاصے با اثر تھے، ان کا اثر پھر بھی باقی رہا۔ قاضی القضاۃ برہان الدین ابن المفلح (م ۸۸۴ھ/ ۱۲۷۹ء- ۱۳۸۰ء) ایک ایسے ہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس میں کئی بلند پایہ علماء پیدا ہوئے۔^۱

عالم اسلام کی قدیم ترین یونیورسٹی جامعہ الازہر میں حنبلی طلبہ و اساتذہ :

۱۱ صدی کے اوائل میں جامعہ الازہر میں حنبلی اساتذہ و طلبہ کی تعداد کو شائرا نسٹیکو پیڈیا آف اسلام کا مؤلف یوں بیان کرتا ہے :

"In the Azhar Mosque it is, of course in a relatively small number represented by teachers and students (riwak al-Hanabila) in 1906 there were 3 Hanbalite teachers and 28 pupils (out of a total of 312 teachers and 9,069 students)".^۲

(یہ ایک حقیقت ہے کہ مسجد الازہر میں حنبلی اساتذہ و طلبہ کی نسبتاً بڑی قلیل تعداد تھی۔ حتیٰ کہ ۱۹۰۶ء میں (۱۳۱۲ اساتذہ کی مجموعی تعداد میں سے) صرف تین حنبلی اساتذہ اور (۹۰۶۹ طلبہ کی مجموعی تعداد میں سے صرف) ۲۸ حنبلی طلبہ تھے)

یہ بھی ایک تاریخ حقیقت ہے کہ مصر میں ۱۱۳۷ھ سے ۱۲۸۷ھ تک شیخ الازہر کا عہدہ شافعیوں کے لئے مخصوص رہا۔ ان کے بعد یہ عہدہ ۱۱۳۷ھ تک مالکیوں کے لئے مخصوص رہا، پھر یہ شافعیوں کے منتقل ہو گیا۔ ۱۲۸۷ھ میں یہ عہدہ حنفی عالم کو منتقل ہو گیا پھر ان کے بعد شیخ الازہر کا منصب کسی خاص مذہب کے لئے مخصوص نہیں رہا لیکن ابھی تک اس منصب پر کوئی حنبلی عالم فائز نہیں ہو سکا ہے۔^۳

حنبلی مذہب کی تجدید و نشاۃ ثانیہ اور اس صدی میں ان کی تعداد :

اس مذہب کی تجدید و نشاۃ ثانیہ پہلے آٹھویں صدی ہجری میں امام ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم وغیرہ کے ذریعہ ہوئی۔ اس کے بعد بارہویں صدی ہجری میں نجد کے شیخ محمد بن عبد الوہاب (متوفی ۱۲۰۶ھ- ۱۷۹۲ء) کے ذریعہ حنبلی مذہب کی تجدید و اشاعت ہوئی۔ ان کو حکومت سعودی عرب کے بانی جلالت الملک عبد العزیز ال سعود کی پشت پناہی حاصل ہوئی اور ان کے عہد میں اس مذہب کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ آج کل مملکت عربیہ سعودیہ کا یہی سرکاری مذہب ہے۔ سعودی ریاست ۱۱۹۷ھ- ۱۷۳۳ء میں وجود میں آئی تھی اور جزیرۃ العرب کے دیگر علاقوں کے علاوہ فلسطین، شام اور عراق وغیرہ میں بھی اس مذہب کے پیرو پائے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں اس مذہب کے متبعین کی تعداد کا اندازہ تیس چالیس لاکھ کے درمیان لگایا جاسکتا تھا۔^۴

۱۔ دائرہ معارف الاسلامیہ ۸/ ۶۷۷-۶۷۸، حنا بلہ

۲۔ Shorter Encyclopaedia of Islam Page 21. ج

۳۔ المذاهب الفقہیہ الاربعہ، احمد تیمور پاشا ص ۱۰۷ متن و حاشیہ سے الفاظ کی تغیر کے ساتھ تخیض کراچی قدیمی کتب خانہ

۴۔ حوالہ سابق ص ۱۲۱ مترجم محمد باریق کا حاشیہ کچھ تبدیلی الفاظ کے ساتھ

مختصر یہ کہ ان چاروں مذاہب کو وقت کے ساتھ ساتھ فروغ حاصل ہوتا گیا اور اہل سنت کے بقیہ مذاہب جن میں سے بعض کا ہم اشارہ ذکر کریں گے۔ سکڑتے چلے گئے اور سوائے ظاہری مذہب کے تمام مذاہب ساتویں صدی ہجری تک تقریباً ختم ہو گئے کیونکہ اسلام نے بھی انہی مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی اتباع کو ضروری قرار دیا۔

فقہی مذاہب کی موجودہ صورتحال پر ایک سرسری نظر :

آج مذاہب اربعہ بلاد اسلامی کے کن کن علاقوں میں کس تناسب سے موجود ہیں؟ اس بارے میں جدید دور کے جائزہ کا ماخذ زیادہ تر یورپی مستشرقین کی کتابیں اور ان کی تحقیقات ہیں۔ مثلاً فرانسیسی مستشرق لوئی ماسینیون کی کتاب Annuaire du monde musulman Paris 1930, 1929 Louis Massignono : وغیرہ موجودہ زمانے میں فقہی مذاہب کے ماننے والوں کے علاقوں کی کچھ تفصیل اس طرح ہے کہ آج کل مغرب اقصیٰ (مراکش وغیرہ) میں مذہب مالکی کو غلبہ حاصل ہے۔ اسی طرح الجزائر، تونس اور طرابلس (لیبیا) میں بھی وہی چھایا ہوا ہے ان تمام ممالک میں مالکیوں کے سوا کسی دوسرے مذہب کا مقلد نظر نہیں آتے، البتہ صرف حنفی بہت تھوڑی تعداد میں ملتے ہیں جو درحقیقت عثمانی ترک خاندانوں کے آثارِ باقیہ ہیں۔ یہ بھی زیادہ تر تونس میں ہیں جن میں سے چند افراد شاہی خاندان سے بھی تعلق رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہاں کے دارالحکومت میں مالکی قاضی کے ساتھ ساتھ حنفی قاضی بھی نظر آتے ہیں۔ لیکن ملک کے بقیہ تمام حصوں کے قضاۃ مالکی المذہب ہیں۔ دارالحکومت میں دو قاضیوں (بجوں) کی طرح دو بڑے مفتی بھی ہیں۔ ان میں سے ایک حنفی ہے جن کو شیخ الاسلام کا خطاب ملا ہوا ہے اور دونوں میں اس کا پہلا درجہ ہے اور معنوی طور پر تمام مفتیان ملک کا وہ سربراہ اور رئیس ہے۔ دوسرا مفتی مالکی ہے اور دوسرا درجہ ہے۔ لیکن اب کچھ دنوں سے اس کو بھی شیخ الاسلام کا لقب مل گیا ہے۔

اگرچہ پورے ملک (تونس) میں مذہب حنفی کے مقلدین کی تعداد بہت کم ہے لیکن قدیم دستور کے مطابق وہاں کی مشہور جامع الزیوتیہ کے اساتذہ کی نصف تعداد احناف میں سے ہوتی ہے اور نصف مالکیوں میں سے۔ دراصل تونس میں احناف کو یہ امتیاز صرف اس لئے حاصل ہے کہ وہ شاہی خاندان کا مذہب ہے۔ (واضح رہے کہ ۱۹۵۷ء میں تونس کے شاہی خاندان کی حکومت ختم کر دی گئی تھی اور اس کی جگہ جمہوریہ قائم ہو گئی ظاہر ہے اس سیاسی انقلاب کے اثرات ان عدالتی انتظامات پر پڑے ہوں گے اور موجودہ دور کی تبدیلی ہوئی ہوگی)۔

آج کل مصر میں شافعی اور مالکی مذہب غالب ہے۔ شافعی ریف (شمالی مصر) میں، اور مالکی صعید (جنوبی مصر) اور سوڈان میں۔ ان کے بعد حنفی بھی بڑی تعداد میں ہیں اور حکومت کا یہی مذہب ہے اور اسی کے مطابق (سرکاری طور پر) فتوے دیئے جاتے ہیں اور عدالتوں میں مقدمے فیصل کئے جاتے ہیں۔ باقی رہے حنابلہ تو وہاں ان کی تعداد نہایت قلیل ہے بلکہ وہ شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔

ملک شام میں حنفی مذہب کو غلبہ حاصل ہے۔ کیونکہ وہاں سینوں میں سے نصف احناف ہیں اور ایک چوتھائی شوافع ہیں اور ایک چوتھائی حنابلہ ہیں۔ فلسطین میں شوافع اکثریت میں ہیں اس کے بعد حنبلی اور پھر مالکی۔ عراق میں احناف کی اکثریت ہے اس کے بعد شافعی ہیں پھر مالکی اور سب سے کم حنبلی۔ عثمانی ترکوں کی بھاری اکثریت حنفی المذہب ہے۔

اسی طرح البانی اور باشندگان بلقان اکثر حنفی ہیں۔ گردوں کی اکثریت شافعی ہے، گردوں کی آبادی پہاڑی علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے جو گردستان کہلاتا ہے اور یہ سیاسی اعتبار سے کئی ملکوں میں بٹا ہوا ہے یعنی ترکی، عراق، ایران، آرمینیا اور آذربائیجان میں۔ یہی حال آرمینیا کے مسلمانوں کا ہے کیونکہ وہ نسلی اعتبار سے ترکمانی ہیں یا گردی ہیں۔

ایران کے سنٹیوں کی اکثریت شافعی مذہب کی پیروی ہے اور باقی جو تھوڑے بچ جاتے ہیں وہ حنفی المذہب ہیں۔ (ایران میں سنٹیوں کی اکثریت جنوب میں ایرانی بلوچستان میں ہے اور شمال میں اس کے صوبہ آذربائیجان اور گردستان میں ہے جو ترکی سے متصل ہے)۔ افغانستان میں اکثریت احناف کی ہے، شافعی اور حنبلی بہت ہی کم ہیں۔ مغربی ترکستان جس میں بخارا اور خیوہ (قازقستان، ترکمانستان، ازبکستان، تاجکستان) وغیرہ ہیں، وہاں کے باشندے حنفی ہیں۔ اور مشرقی ترکستان جس کو چینی ترکستان بھی کہتے ہیں وہاں کی اکثریت پہلے شافعی تھی لیکن پھر بخارا سے آنے والے علماء کی کوششوں سے وہاں بھی احناف کی اکثریت ہو گئی۔

بلادوقاز اور اس کے گرد و نواح میں اکثر مسلمان حنفی ہیں اگرچہ شافعی بھی آباد ہیں۔ بلادوقاز یا قفقاس سے مراد کاکیشیا ہے۔ جو بحر اسود اور بحیرہ کاسپین کے درمیانی علاقہ پر مشتمل ہے، داغستان بھی یہیں واقع ہے۔

برصغیر ہند میں احناف کی اکثریت ہے اور وہاں ان کی تعداد تقریباً چار کروڑ اسی لاکھ ہے (یہ اعداد و شمار ظاہر ہے کہ ۱۹۳۰ء یا اس سے قبل کے ہیں، جبکہ برصغیر ہند (بھارت، پاکستان اور بنگلہ دیش) کی کل آبادی تقریباً چالیس کروڑ یا اس سے کچھ کم تھی۔ لیکن اب ۱۹۹۳ء میں اس برصغیر کی کل آبادی تقریباً ایک ارب ساڑھے چونتیس کروڑ ہے۔ اس میں سے صرف بھارت کی آبادی تقریباً ساڑھے چوراسی کروڑ ہے اور اس کا آٹھواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے یعنی وہاں تقریباً ساڑھے دس کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ (ان میں حنفی مسلمان تقریباً دس کروڑ ہوں گے)

اب ۱۹۹۳ء میں پاکستان کی آبادی تقریباً ساڑھے بارہ کروڑ ہے اور بنگلہ دیش کی آبادی بھی تقریباً اتنی ہی ہے۔ گویا ان دونوں ملکوں کی کل آبادی ۲۵ کروڑ ہے۔ اور ان میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً ۲۲ کروڑ ۷۵ لاکھ ہے جن میں حنفی مسلک کے مسلمان تقریباً ساڑھے اکیس کروڑ ہیں۔ اس حساب سے پورے برصغیر ہند میں آج کل احناف کی تعداد دس + ساڑھے اکیس = ساڑھے اکتیس کروڑ کے قریب ہے۔

روئے زمین پر آج کل تقریباً ایک ارب تیس کروڑ مسلمان آباد ہیں اور ماہرین کے اندازے کے مطابق حنفی مذہب کے پیرو تمام مسلمانوں کا دو تہائی ہیں۔ اس لحاظ سے آج کل پوری دنیا میں حنفی مسلمانوں کی تعداد تقریباً ساڑھے چھیالیس کروڑ ہے۔

وہاں شوافع بھی تقریباً دس لاکھ کی تعداد میں ہوں گے۔ اہل حدیث بھی یہاں کثرت سے ہیں۔ بعض دیگر مذاہب (اثنا عشریہ وغیرہ) کے متبعین بھی یہاں پائے جاتے ہیں۔ جزیرہ سیلون (سری لنکا)، فلپائن، ملائیشیا، جاوہ اور ان کے قرب و جوار کے دوسرے جزیروں (انڈونیشیا) کے باشندے شافعی المذہب ہیں۔ اسی طرح سیام (تھائی لینڈ) کے مسلمان بھی شافعی ہیں لیکن تھوڑی تعداد میں حنفی بھی ہیں جو ہندوستان سے آکر یہاں آ بسے ہیں۔

ہندوستانی (یعنی ویت نام، لاؤس اور کمبوڈیا) اور آسٹریلیا کے مسلمان بھی شافعی المذہب ہیں۔ جنوبی امریکہ کے ملک برازیل میں تقریباً پچیس ہزار حنفی مسلمان آباد ہیں جبکہ امریکہ کے دیگر ممالک اور ریاستوں میں آباد مسلمان مختلف فقہی مذاہب کے مقلد ہیں اور ان کی مجموعی تعداد تقریباً ایک لاکھ چالیس ہزار ہے۔

حجاز میں شافعی اور حنبلی غالب اکثریت میں ہیں لیکن وہاں کے شہروں میں حنفی اور مالکی بھی پائے جاتے ہیں۔ نجد کے باشندے سب حنابلہ ہیں اور اہل عمیر (غیر سعودی عرب میں حجاز اور یمن کے مابین ساحلی اور پہاڑی علاقہ کا نام ہے گویا مکہ اور طائف اس کے شمال میں واقع ہیں اور نجران اس کے جنوب میں) شوافع ہیں۔ یمن، عدن اور حضر موت کے سنی لوگ شوافع ہیں، البتہ عدن کے گرد و نواح میں حنفی بھی پائے جاتے ہیں۔

عمان میں مذہب اباضیہ کا غلبہ ہے (بلکہ وہاں انہی کی حکومت ہے) البتہ وہاں حنابلہ اور شوافع بھی ملتے ہیں اور قطر اور بحرین میں مالکیوں کی اکثریت ہے اور جو لوگ حنابلہ ہیں وہ نجد سے آکر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ اور احساء (سعودی عرب کے مشرقی ساحل کا علاقہ جو کویت اور قطر کے درمیان ہے اس کا قدیم نام ”ہجر“ و بحرین ہے) کے اہل سنت کی اکثریت حنبلی اور مالکی مذہب کی پیروی ہے اور کویت میں مالکیوں کی اکثریت ہے۔ ۱۔ واللہ اعلم

شیعہ مصنف محمد تہجانی ساوی اپنی کتاب شیعہ ہی اہل سنت ہیں میں مذہب اربعہ کی مجموعی تعداد سے متعلق لکھتے ہیں :

مسلمان کا وہ بڑا فرقہ جو پوری دنیا میں مسلمانوں کا ۳/۱ حصہ ہے اور ائمہ اربعہ ابوحنیفہ، مالکی، شافعی اور احمد بن حنبل کی تقلید کرتا ہے اور انہی کے فتوؤں کے مطابق عمل کرتا ہے..... اور یہ سب ہی اپنے آپ کو اہل سنت کہتے ہیں۔ ۲



۱۔ المذہب الفقہیہ الاربعہ، احمد تیورباشا ص ۱۲۸-۱۳۲، مفہوم، الفاظ کے حذف و اضافہ و تفسیر کے ساتھ۔ اور مترجم کا حاشیہ کراچی قدیمی کتب خانہ
۲۔ شیعہ ہی اہل سنت ہیں۔ محمد تہجانی ساوی ترجمہ ثار احمد زین پوری ص ۲۸۔ انتشارات انصاریان ۱۹۹۳ء

فہم پنجم

اہل سنت کے متروک مذاہب اور ان کا نشأ و ارتقاء

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی مسالک کو وقت کے ساتھ فروغ حاصل ہوتا گیا اور دوسری طرف اہل سنت کے بقیہ مذاہب تقریباً ساتویں صدی ہجری تک اور ظاہری مذاہب آٹھویں صدی ہجری تک ختم ہو گئے تھے۔ ان متروک مذاہب میں سے چند قابل ذکر مسالک کا ان کے بانیان کی تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے ساتھ مختصر اعارف مندرجہ ذیل ہے۔

- | | |
|--|--|
| ۱۔ شریک النخعی (متوفی ۱۱۷ھ) | ۲۔ ابن ابی لیلیٰ (متوفی ۱۴۸ھ) ^۱ |
| ۳۔ ابن شبرمہ (متوفی ۱۴۴ھ) ^۲ | ۴۔ امام اوزاعی (۸۸ھ/۱۵۷ھ) |
| ۵۔ سفیان الثوری (۹۷ھ-۱۶۱ھ) | ۶۔ لیث بن سعد (۹۳ھ-۱۷۵ھ) |
| ۷۔ اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۳۸ھ) | ۸۔ ابو ثور البغدادی (متوفی ۲۴۰ھ) |
| ۹۔ داؤد ظاہری (۲۰۲ھ-۲۷۰ھ) | ۱۰۔ ابن جریر الطبری (۲۲۳-۲۲۵ھ-۳۱۰ھ) |

۱۔ شریک النخعی (متوفی ۱۱۷ھ) :

ان کے مذاہب سے متعلق تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

۲۔ ابن ابی لیلیٰ (متوفی ۱۴۸ھ) :

ان کے مذاہب سے متعلق تفصیلات کا ہمیں علم نہیں ہو سکا۔

۳۔ عبد اللہ ابن شبرمہ (متوفی ۱۴۴ھ) :

وہ امام ابو حنیفہ کے معاصر، کوفہ کی مشہور شخصیت، فقیہ اور یمن کے والی تھے۔ ابن الاثیر الجزری نے اپنی مشہور تاریخ "اکامل" میں لکھا ہے کہ اہل ہمدان حضرت علیؑ کے حامی تھے۔ منصور نے موصل پر لشکر کشی اور شب خون مارنے کا ارادہ کیا لیکن اس سے قبل اس نے مشہور فقہاء کرام سے مشورہ کرنا ضروری سمجھا۔ ابن الاثیر کے الفاظ یہ ہیں :

"فا حضر ابا حنیفۃ و ابن ابی لیلی و ابن شبرمۃ و قال لہم ان اہل الموصل شرطو الی انہم لا یخرجون علی فان فعلوا حلت دمانہم و اموالہم و قد خرجوا فسکت ابو حنیفۃ و تکلم الرجال و قالوا رعیتک فان عنوت فاہل ذلک انت و ان عاقبت فبما یستحقون : فقال لابی

۱۔ طبقات الفقہاء، ابو اسحاق شیرازی متوفی ۳۷۶ھ۔ ص ۶۳۔ بغداد المکتبۃ العربیہ ۱۳۵۶ھ۔ دائرہ معارف الاسلامیہ ۱۵/۳۱۳-۳۱۴

۲۔ کتاب الطبقات الکبیر، ابن اسعد ۲/۶-۲۴۱۔ لندن مطبعہ بریل ۱۳۲۵ھ

حنيفة اراك سكت يا شيخ! فقال يا امير المؤمنين! ابا حوك مالا يملكون ارايت لو ان امرأة اباحت فرجها بغير عقد نكاح وملك يمين اكان يجوز ان توطأ؟ قال لا، وكف عن اهل الموصل وامر ابا حنيفة وصاحبيه بالعود الى الكوفة“۔^۱

(پس منصور نے ابوحنیفہ، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کو بلوایا اور کہا : اہل موصل نے میرے ساتھ عہد کیا تھا کہ وہ میرے خلاف بغاوت نہیں کریں گے اور اگر انہوں نے اس کا ارتکاب کیا تو ان کا مال و جان مباح ہو جائے گا اور اب وہ بغاوت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ امام ابوحنیفہ خاموش رہے، دوسرے دو حضرات بولے اہل موصل آپ کی رعیت ہیں اگر آپ معاف کر دیں تو آپ اس کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ اس کے مستحق ہیں۔ منصور نے امام ابوحنیفہ کو مخاطب ہو کر کہا، ”حضرت آپ کیوں خاموش ہیں؟“ آپ نے فرمایا، امیر المؤمنین! جس چیز کو ان لوگوں نے آپ کے لئے مباح قرار دیا ہے، انہیں اس کا حق حاصل نہیں (کیونکہ مومن صرف تین صورتوں میں مباح الدم ہوتا ہے اور یہاں ان میں سے کوئی ایک صورت بھی نہیں)۔ بھلا فرمائیے اگر کوئی عورت منکوحہ یا باندی ہونے کے بغیر اپنے جسم کو کسی شخص کے لئے مباح کر دے تو کیا اس سے مقاربت کرنا درست ہوگا؟ (یعنی عورت نے ایسے طریق سے از خود اپنے جسم کو مباح کیا ہے جسے شریعت رو نہیں رکھتی)۔ منصور بولا نہیں، اور اہل موصل سے ہاتھ روک لیا اور ابوحنیفہ اور ان کے دونوں رفقاء کو کوفہ لوٹ جانے کا حکم دیا)

اس واقعہ سے ابن شبرمہ کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اب ان کے مذہب اور کتابوں کا نام و نشان باقی نہیں ہے دیگر مذاہب خصوصاً حنفی مذہب کے علماء نے ان کے بیان کردہ بعض مسائل اور آراء کو اپنی کتابوں میں جگہ دی اور جا بجا ان پر اعتراضات کئے ہیں۔

۱۲۸۶ھ میں حکومت ترکیہ نے سلطنت کے مختلف حصوں سے بڑے بڑے علماء و فضلاء کو اکٹھا کیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ امور شہریت کے بارے میں ضابطہ قانون وضع کریں جس کا ماخذ تو حنفی فقہ ہے البتہ بوقت ضرورت دوسرے مذاہب سے بھی استفادہ کر لیا جائے بشرطیکہ ان کے بیان کردہ احکام موجودہ زمانے کے حالات اور اس کی رُوح کے عین مطابق ہوں۔ چنانچہ ان علماء نے مل کر ایک ضابطہ قانون وضع کیا جس کا نام مجلۃ الاحکام العدلیہ رکھا گیا، ۲۶ شعبان ۱۲۹۳ء میں اس کو نافذ کر دیا۔ اس ضابطہ قانون میں خرید و فروخت کے احکام ابن شبرمہ کی بیان کردہ شرائط کے مطابق مندرج کئے گئے ہیں جس کی باقاعدہ صراحت ضابطہ مذکور میں کر دی گئی ہے۔

اسی طرح حکومت مصر نے بھی کمسن بچوں کی شادی کے متعلق ابن شبرمہ کا مسلک اختیار کیا اور ۱۱ دسمبر ۱۹۲۳ء بمطابق ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۲ھ کو ایک قانون کے ذریعہ لڑکوں کے لئے شادی کی ابتدائی حد اٹھارہ سال اور لڑکی کے لئے سولہ سال مقرر کر دی۔ اس طرح مجلۃ الاحکام العدلیہ میں ان کے بیان کردہ بعض مسائل کو اپنا کر اور حکومت مصر نے بعض مسائل نافذ کروا کر ابن شبرمہ کے علم و فضل کا اعتراف کیا ہے اور انہیں تاریخی حیثیت دی ہے۔

۱۔ تاریخ الکامل، ابن اثیر الجزیری ۵/۲۱۷-۱۸ میں انہوں نے ۱۴۸ھ کے واقعات میں تحریر کیا، شیخ احمد کتلی و محمد آفندی مصطفیٰ نے مطبوعات التحریر سے ۱۳۰۳ھ میں چھپوایا۔

۲۔ امام اوزاعی (۸۸ھ-۱۵۷ھ) :

ابو عمرو عبد الرحمن بن عمرو بعلبک (دمشق) میں پیدا ہوئے اور بیروت میں عمر تقریباً ستر برس وفات پائی۔ بیروت کے جنوبی حصہ میں جہاں آپ مدفون ہیں آج کل محلہ اوزاعی کے نام سے مشہور ہے۔ امام اوزاعی کی تصنیفات جنہیں ”اپنے شاگردوں کو لکھوا دیتے تھے اور جن میں سے کتاب السنن فی الفقہ اور کتاب المسائل فی الفقہ کا تذکرہ ”الفہرست“ میں آیا ہے وہ اپنی اصل شکل میں محفوظ نہیں رہیں۔ تاہم ان کی آراء حسب ذیل کتب میں بکثرت منقول ہیں۔

(۱) الرد علی سيرة الاوزاعي لابی يوسف۔ یہ کتاب ان خیالات کے رد میں ہے جو امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ کی بعض آراء کے متعلق ظاہر کئے تھے۔ امام اوزاعی کی ”کتاب السیر“ کا ایک اصلی نسخہ جو ان کے ایک شاگرد نے تیار کیا تھا، گیارہویں/سترہویں صدی عیسوی میں بھی موجود تھا۔

(۲) کتاب اختلاف الفقهاء للطبري : الاوزاعي کی آراء میں بالعموم (فقہی مسائل کے) وہ قدیم ترین حل ملتے ہیں جو آگے چل کر فقہاء نے اختیار کر لئے تھے، ان کے مذہب کی قدیم نوعیت سے۔ اگرچہ وہ امام ابوحنیفہ کے ہم عصر تھے۔ یہ گمان گزرتا ہے کہ نہ انہوں نے اپنے سے ایک پشت پہلے کے ان پیشروؤں کی تعلیمات کو محفوظ رکھا ہے جن کے ہم محض ناموں سے واقف ہیں ان کا منظم طریق استدلال بہت واضح ہے، ان کے استدلال پر ”تواتر سنت“ کے اصول کا غلبہ نظر آتا ہے۔ ”تواتر سنت“ سے ان کی مراد وہ تعامل ہے جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے وقت سے شروع ہوا اور جسے خلفائے راشدین نے قائم رکھا اور ان کے بعد بھی قائم رہا۔ یہی سنت رسول ﷺ ہے، خواہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مروی یا قاعدہ احادیث میں مذکور ہو یا نہ ہو۔ الاوزاعی سارے اموی عہد کو ”خیر القرون“ میں شمار کرتے ہیں۔ سنت کے اس تصور اور بعض دوسرے پہلوؤں کے لحاظ سے الاوزاعی کا مذہب قدیم عراقی فقہاء کے مسلک کے بہت قریب آ جاتا ہے۔

مذہب اوزاعی کی اشاعت :

جس طرح فقہ اسلامی کے دوسرے دوستان ائمہ سے منسوب ہوئے اسی طرح قدیم شامی فقہ کا دبستان امام اوزاعی کے نام سے منسوب ہوا۔ امام ذہبی (متوفی ۴۸۵ھ) لکھتے ہیں :

”..... كان اهل الشام ثم اهل الاندلس على مذهب الاوزاعي مدة من الدهر ثم فنى العارفون به وبقي منه ما يوجد في كتب الخلاف“۔

(اہل شام اور پھر اہل اندلس ایک زمانے تک اوزاعی مذہب کے پیروکار رہے پھر اس مذہب کے علماء ختم ہو گئے اور اب صرف ان کا ذکر ان سے اختلاف کرنے والوں کی کتابوں میں باقی رہ گیا ہے)

۱۔ فلسفہ التشريع في الاسلام، صبحی محمد ص ۵۴-۵۵۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵-۱۹۴۶

۲۔ دائرہ معارف الاسلامیہ ۳/۵۳۵ حوالہ سابق ملخص

۳۔ تذکرہ الاحفاظ، ابو عبد اللہ محمد بن الدین الذہبی (متوفی ۴۸۵ھ-۱۳۴۷ء) ۱/۱۸۲۔ بیروت دار احیاء التراث العربی

عبدالعزیز سید الاہل اپنی کتاب ”الامام الاوزاعی فقیہ اہل الشام“ میں لکھتے ہیں :

”فان الاوزاعی کان له مذهب قد انتشر فی الشام و افریقیة و المغرب و الاندلس“^۱

(امام اوزاعی ایک دبستان فقہ رکھتے تھے۔ ان کا مذہب شام، افریقہ، مغرب اور اندلس میں پھیلا)

وہ مزید لکھتے ہیں :

”قیل ان مذهبہ ساد سورۃ فترۃ من الزمان ثم طغی علیہ مذهب مالک ولم یکد هذا

المذهب ینتشر حتی تقدم الیہ مذهب الشافعی“^۲

(بعض نے کہا کہ ان کا مذہب ایک زمانے تک شام میں رائج رہا پھر اس کی جگہ مذہب مالکی نے لے لی اور وہ (مالکی

مذہب) شافعی مذہب کے آنے تک باقی رہا۔)

امام اوزاعی کے تلامذہ :

امام اوزاعی کے بعض ممتاز شاگرد جنہوں نے ان کے مذہب کی کتب لکھیں اور مختلف علاقوں میں اس کی اشاعت کی

☆ ابو سعید البیرونی، دمشق الاصل، بیروت میں رہتے تھے۔ امام اوزاعی کے ثقہ اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

☆ ابوقل بن زیاد دمشقی (متوفی ۷۹ھ) بیروت میں وارد ہوئے تھے۔ طویل زمانے تک امام اوزاعی کے ساتھ رہے۔

جب وہ شام آئے تو ان سے بڑا عالم کوئی نہ تھا۔ اور امام اوزاعی کے بعد بیس برس سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔

☆ سعید بن عبد العزیم، ابو محمد التوحی دمشقی، سعید بن عبد العزیز کی موجودگی میں امام اوزاعی سے کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو وہ فرماتے : ”سلوا ابا محمد“ (ابو محمد سے پوچھو)۔

عقبہ بن علقمہ، ابن حدیج المعافری، طرابلس غرب سے افریقی تھے۔ شام اور بیروت میں امام اوزاعی کے معاصر اور کاتب رہے۔

ان کے علاوہ صدقہ بن الفضل، بشر بن بکر اور ولید بن مزید بھی ہیں، جنہوں نے امام اوزاعی کے رسائل و فتاویٰ کو پھیلانے میں مدد کی۔^۳

عبدالعزیز سید الاہل میں لکھتے ہیں :

”و بتبع هؤلاء و غیر ہم ممن کتب عن الاوزاعی أن روایات الاوزاعی قد جاوزت الشام

وفلسطین الی حران والی عراق والی طرابلس الغرب، ومع أن من ذکرنا من الکتاب لم

تجاوز مواطن اکثر ہم بلاد الشام وحران فانهم تجاوزوها فیما یکتبون ویتراسلون“^۴

(مذہب اوزاعی کا بنظر غائر مطالعہ کرنے والوں اور دیگر جنہوں نے اس مذہب سے متعلق لکھا اچھی طرح علم ہے کہ امام

اوزاعی کی روایات شام، فلسطین اور پھر حران اور عراق تک اور پھر وہاں سے طرابلس غرب تک پہنچیں۔ ان تمام مذکورہ

باتوں کے باوجود حقیقت حال یہ ہے کہ ان کا مذہب بلاد شام و حران سے آگے نہیں پھیل سکا)

۱۔ الامام الاوزاعی فقیہ اہل الشام، عبدالعزیز سید الاہل ص ۶۵، قاہرہ المجلس الاعلی للثنون الاسلامیہ، الکتاب التاسع والعشرون ۱۳۸۶ھ۔ ۱۹۶۶ء

۲۔ حوالہ سابق ص ۱۳۲ ۳۔ حوالہ سابق ص ۶۶-۶۹ ۴۔ حوالہ سابق ص ۶۹

اہل شام میں اوزاعی مذہب پھیلا، پھر وہاں سے شامی فوجیں سواہل افریقہ پھر اندلس کی طرف گئیں جس سے رابطہ بنو گیا۔ اہل اندلس میں سے ”ساشاط بن سلمہ“ نے امام اوزاعی کے پاس آکر ان کے مذہب کی تعلیم حاصل کی اور پھر واپس آکر اس مذہب کی ترویج میں حصہ لیا۔ امام اوزاعی کے فتوے اندلس میں حکم بن ہشام کے زمانے تک چلتے رہے۔ اندلس میں ان کا نام امالہ کے ساتھ اوزعی (Auzu یا Aowzei) لیا جاتا تھا۔ مالکی مذہب نے مغرب میں تیسری صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی کے وسط میں اور شام میں چوتھی/دسویں صدی کے آخر میں اس کی جگہ لے لی۔^۱

۱۔ سفیان الثوری (۹۷ھ-۱۶۱ھ) :

ابو عبد اللہ سفیان بن سعید (سعد) بن مسروق الثوری الکوفی، دوسری صدی ہجری کے مشہور فقیہ، محدث و صوفی تھے۔ ان کا ممتاز فقہاء علماء میں سے تھے جنہوں نے سرکاری عہدے قبول کرنے سے انکار کیا اور ارباب حکومت سے علیحدگی و کنارہ کشی کی وجہ سے معتب ہو گئے۔ امام ثوری ۱۵۰ھ میں کوفہ سے رخصت ہو گئے اور بہت سے دوسرے لوگوں کی طرف منصب قضاة پر تقرر سے بچنے کے لئے عراق کی حدود سے نکل کر یمن چلے گئے اور وہاں ایک تاجر کی حیثیت سے آباد ہو گئے مگر جب سرکاری لوگوں نے انہیں شناخت کر لیا تو آپ وہاں سے مکہ المکرمہ چلے گئے، مگر جب وہاں بھی ان کا رہنا دشوار ہو گیا تو بصرہ آ گئے اور وہیں عبدالرحمن بن مہدی کے گھر پر زبونی کی حالت میں انتقال فرما گئے۔^۲

۲۔ لیث بن سعد (۹۳ھ-۱۷۵ھ)

ابو الحارث الیث بن سعد مولی قیس، فسطاط سے کچھ فاصلے پر واقع ایک گاؤں قرقندہ میں پیدا ہوئے۔ ابن حجر عسقلانی نے ”الرحمة الغیثیہ بالترجمة اللیثیہ“ میں آپ کی فقہی عظمت سے متعلق ممتاز علماء و فقہاء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ چند یہ ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا :

”ما فی هؤلاء المصریین اثبت من الیث لا عمرو بن الحرث ولا غیرہ ما اصح حدیثہ وجعل یشی علیہ۔“^۳

امام شافعی نے فرمایا :

”اللیث افقہ من مالک الا ان اصحابہ لم یقوموا بہ۔“^۴

(لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے۔ لیکن ان کے اصحاب نے ان کے مذہب کی تدوین نہیں کی)

امام نووی نے ”التہذیب“ میں فرمایا :

”اجمعوا علی جلالته وامانتہ وعلو مرتبته فی الفقہ والحديث۔“^۵

(لوگوں کا ان کی فقہ و حدیث میں جلالت، امانت اور بلند مرتبہ ہونے پر اتفاق ہے)

۱۔ دائر معارف اسلامیہ ۵۳۵/۳ حوالہ سابق ۲۔ حوالہ سابق ۳۔ حوالہ سابق اور ۸/۷۸-۸۲۔ ملخص الفاظ کی تبدیلی وحذف و اضافہ کے ساتھ، ۴۔ قاضی عیسیٰ بن مسعود الزواوی متوفی ۴۲ھ، تحقیق طاہر محمد الدردیری ص ۵۲-۵۳، مدینہ المنورہ مکتبہ فیہ طبعی اول ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۰ء ۵۔ لیث بن سعد کی تاریخ ولادت ۹۲ھ اور ۹۳ھ بھی بتائی جاتی ہے۔ کتاب الرحمة الغیثیہ بالترجمة اللیثیہ فی مناقب الامام الیث بن سعد، ابو الفضل شہاب الدین احمد ابن حجر عسقلانی، ص ۳ مطبعہ المیریہ ببولاق مصر الحمیہ ۱۳۰۱ھ اور حاشیہ مناقب الامام مالک للزواوی ص ۵۶ ۶۔ الرحمة الغیثیہ بالترجمة اللیثیہ ابن حجر ص ۶ کے حوالہ سابق

ابن اثیر جزیری متوفی ۶۰۶ھ نے ”مناقب“ میں امام شافعی کے اساتذہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا :

”واما اہل مصر ، فانتهی العلم الی اللیث بن سعد فاخذہ الشافعی من جماعة من اصحابہ“۔
(اہل مصر کے علم کی انتہاء لیث بن سعد پر ہوتی ہے۔ امام شافعی نے اصحاب لیث کی ایک جماعت سے علم حاصل کیا)

ابن حجر نے امام لیث کا مذہب مدون نہ ہونے کے اسباب بتاتے ہوئے لکھا :

”قال عبد اللہ بن وہب لولا مالک واللیث لضللنا (قلت) واخذہ عنہ الفقہ ایضاً ابن وہب عبد الرحمن بن قاسم واشہب ویحی بن بکیر وابو صالح وغیر ائمہ لکنہ ما صنف شیئاً من الکتب ولا دون اصحابہ المسائل عنہ ولذلك قال الشافعی ضیعہ اصحابہ یعنی لم یلونوا فقہہ کما دونوا فقہ مالک وغیرہ وان کان بعضهم قد جمع منها شیئاً ولقد تبعت کتب الخلاف کثیرا فلم اقف منها علی مسئلہ واحدة انفرد بها اللیث عن الائمہ من الصحابة والتابعین الا فی مسئلہ واحدة وہی انه کان یری تحریم اکل الجراد المیت وقد نقل ذلك ایضاً عن بعض المالکیہ“۔^۱

(عبد اللہ بن وہب نے فرمایا کہ اگر امام مالک اور امام لیث نہ ہوتے تو ہم ضرور گمراہ ہو جاتے۔ میں نے کہا، امام لیث سے ابن وہب عبد الرحمن بن قاسم کے ساتھ ساتھ اشہب، یحییٰ بن بکیر اور ابو صالح وغیرہ نے بھی فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی، لیکن امام لیث نے کوئی کتاب تصنیف نہیں کی اور نہ ہی تلامذہ نے ان کے مسائل کو مدون کیا۔ اسی لئے امام شافعی فرماتے ہیں کہ امام لیث کے اصحاب نے ان کا مذہب ضائع کر دیا، یعنی ان کی فقہ کی تدوین نہیں کی۔ جس طرح مالکی فقہ وغیرہ کو ان کے اصحاب نے مدون کیا۔ اگرچہ بعض نے ان کے مذہب کو تھوڑا بہت جمع کیا..... میں نے بہت سی خلافی کتب کا بغور مطالعہ کیا، لیکن میں نے سوائے ایک مسئلے کے کہ مردار مڈی کا کھانا حرام ہے کسی مسئلے میں ان کا آئمہ صحابہ اور تابعین سے اختلاف نہیں پایا اور بعض مالکیوں سے بھی اس بارے میں یہی منقول ہے)

۷۔ اسحاق بن راہویہ (متوفی ۲۳۸ھ) :

ان سے متعلق تفصیلات کا علم نہیں ہو سکا۔

۸۔ ابو ثور البغدادی (متوفی ۲۴۰ھ)

ابراہیم بن خالد بن ابی الیمان الکنتی ایک ممتاز مفتی دین اور ایک مذہب فقہ کے بانی تھے۔ عراق میں ان کی وفات ہوئی۔ ابو ثور عراق میں امام شافعی سے ایک پشت بعد آئے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام شافعی کے تمسک بالحدیث پر منظم اصرار سے متاثر ہوئے۔ لیکن انہوں نے رائے کے استعمال کو ترک نہیں کیا جیسا کہ قدیم مذاہب فقہ کا دستور تھا۔ مؤرخ سوانح نگاروں نے اس بات کو اس امر پر محمول کیا ہے کہ ابو ثور نے قدیم فقہائے عراق کے مذہب استخراج بالرائے کو چھوڑ کر مذہب شافعی اختیار کر لیا تھا اور درحقیقت بسا اوقات وہ اسی مذہب کے پیروکاروں میں شمار کئے جاتے ہیں۔

۱۔ مناقب الامام شافعی، ابن الاثیر الجزری (۵۴۳ھ-۶۰۶ھ) ص ۸۳ بیروت مؤسسۃ علوم القرآن طبع اول ۱۳۶۰ھ-۱۹۹۰ء
۲۔ الرحمة الغیبیہ بالترجمة للشیخ ۹

میں ان کی آراء کو جو اکثر شوافع کے مسلک سے مختلف ہیں مذہب شافعی ہی کی متبادل آراء (وجوہ) نہیں سمجھا جاتا اور نہ مذہب کی حیثیت سے ان کی کوئی خاص شہرت ہی ہے۔ مفتی کی حیثیت سے بعض محتاط تعریفی کلمات ان کے زمانے کے زیادہ عزیز عصر امام احمد حنبل کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ اختلاف کے موضوع پر بحث کرنے والی کتابوں میں خاص طور پر اطہری کی کتاب "اختلاف الفقہاء" کے دو اجزاء میں احکام شرعیہ پر ابو ثور کی چند آراء نقل کی گئی ہیں۔ ابو ثور کا فقہی مذہب چوتھی صدی ہجری / دسویں صدی میلادی تک بھی بالخصوص آرمینیا اور آذربائیجان میں وسیع پیمانے پر رائج تھا۔

۱۔ داؤد ظاہری (۲۰۲ھ - ۲۷۰ھ) :

ابو سلیمان داؤد بن علی بن خلف کوفہ میں پیدا ہوئے۔ اسحاق بن راہویہ اور ابو ثور وغیرہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ وہ امام شافعی کے بھی شاگرد تھے اور ان کے مذہب کی تائید میں کتابیں بھی لکھی۔ حتیٰ کہ تمام شافعی فقہاء، انہیں اپنا امام تسلیم کرنے لگے۔ لیکن بعد میں انہوں نے خود ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ صرف کتاب و سنت کے ظاہری احکام پر عمل لازمی ہے اور کسی شخص کے اقوال نہ ہمارے لئے حجت بن سکتے ہیں اور نہ ہم ان پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہیں۔ ابن خلدون (متوفی ۸۰۸ھ) نے فقہی مذاہب پر تبصرہ کرتے ہوئے داؤد ظاہری اور ظاہریہ مذہب کے متعلق بھی چند الفاظ لکھے، جو مندرجہ ذیل ہیں :

"انكر القياس طائفة من العلماء وابطلوا العمل به وهم الظاهرية وجعلوا المدارك كلها منحصرة في النصوص والاجماع وردوا القياس اجلى والعلة المنصوصة الى النص لان النص على العلة على الحكم في جميع محالها وكان امام هذا المذهب داؤد ابن علي وابنه واصحابهما ثم درس مذهب اهل الظاهر اليوم بدروس ائمتہ وانكار الجمهور على منتحلہ ولم يبق الا في الكتب المجلدة وربما يعكف كثير من الطالبين ممن تكلف بانتحال مذهبهم على تلك الكتب يروم اخذ فقههم منها ومذهبهم فلا يخلو بطلان ويصير الى مخالفة الجمهور وانكارهم عليه وربما عده بهذه النحلة من اهل البدع بنقله العلم من الكتب من غير مفتاح المعلمين وقد فعل ذلك ابن حزم بالاندلس على علو رتبته في حفظ الحديث وصار الى مذهب اهل الظاهر ومهر فيه باجتهاد زعمه في اقوالهم وخالف امامهم داؤد وتعرض للكثير من ائمة المسلمين فنقم الناس ذلك عليه واوسعوا مذهبه استهجانا وانكارا وتلقوا كتبه بالاغفال والترك حتى انها ليحصر بيعها بالاسواق وربما تمزق في بعض الاحيان"۔

(اس کے بعد متکثرین قیاس کا گروہ پیدا ہوا، جنہوں نے قیاس پر عمل کرنے کو سراسر لغو بتایا۔ ان متکثرین قیاس کو ظاہریہ کے نام سے پکارا گیا۔ انہوں نے تمام احکام شرعیہ کو نصوص و اجماع میں منحصر کر دیا، حتیٰ کہ قیاس جلی اور علت منصوصہ کو بھی انہوں نے نص ہی میں شمار کر لیا۔ اس مذہب ظاہریہ کے امام داؤد بن علی اور ان کی اولاد و اصحاب ہیں پھر آئندہ ظاہریہ کے ختم ہوتے ہی ان کا مذہب بھی مٹ گیا اور آج تک اسی حالت میں ہے اور محض کتابوں میں باقی ہے اور اگر آج بھی

کوئی طالب علم ان کی کتابوں سے ان کی فقہ اور ان کا مذہب سیکھنے بیٹھتا ہے تو درحقیقت وہ وقت کا ضیاع کرتا ہے اور جمہور امت کو مخالفت کے لئے چیلنج کرتا ہے اور امت کی طرف سے بدعتی ہونے کی بدنامی مول لیتا ہے۔ چنانچہ ابن حزم کے ساتھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ اگرچہ وہ حفظ حدیث میں بلند مقام رکھتے تھے مگر وہ ظاہریہ مذہب کے پیرو بن گئے اور اس میں انہوں نے وہ مہارت و جدافت حاصل کی کہ اس فرقہ کے امام (بانی) داؤد سے بھی جا بجا اختلاف کیا اور دوسری طرف آئمہ مسلمین سے بھی جنگ و جدل جاری رہتی۔ آئمہ اسلام نے ان کو بُری نظر سے دیکھا اور ان کے مذہب کو نفو ثابت کر کے تہس نہس کر دیا۔ ان کی کتابوں کو کوئی ہاتھ نہیں لگاتا اور چھوٹا تک نہیں۔ بازار بکنے آتیں تو کوئی خریداری پر راضی نہیں ہوتا اور کبھی ان کتابوں کو بھاڑ دیا جاتا)

ابن خلدون کی رائے کا تجزیہ :

ابن خلدون نے ابن حزم سے متعلق یہ الفاظ اپنے ماحول سے متاثر ہو کر لکھے۔ اس زمانے میں اہل افریقہ مالکی مذہب رکھتے تھے اور وہ مالکی مذہب کے علاوہ کسی مذہب کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ ابن حزم کے عقائد کے اختلاف سے قطع نظر ان کے علم و فضل کے تقریباً سب معترف ہیں اور ان کی کتابوں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہ ہر عظیم لائبریری کی زینت ہیں۔ ان کی خرید و فروخت بھی ہمارے زمانے میں عام ہے۔ فقہ پر طالب علم جو کسی مسلک سے بھی تعلق رکھتا ہو ان کی کتب سے استفادہ کرتا ہے اور اب ان کی کتابیں چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں اور ان پر ہر سطح پر تحقیق کا کام جاری ہے، لوگ ایم۔ اے اور پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں۔

ظاہری مذہب کے اثرات کا جائزہ :

عراق میں مذہب ظاہریہ جو اپنے بانی (داؤد بن خلف) کے نام پر داؤدی بھی کہلاتا ہے ایک باقاعدہ فقہی مسلک بن گیا اور اس کا اثر رفتہ رفتہ ایران و خراسان تک پھیل گیا۔ لیکن اندلس میں ابن حزم ہی اس مسلک کے علمبردار تھے..... المنصور (۵۸۰ھ - ۱۱۸۳ء تا ۵۹۳ھ / ۱۱۹۷ء - ۱۱۹۸ء) کے عہد میں ظاہری مسلک سرکاری قانون کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ ۸۸ھ - ۱۳۸۶ء میں شام میں ظاہریوں کی ایک بغاوت کا ذکر ملتا ہے۔ حالانکہ یہ مسلک وہاں کبھی زیادہ مقبول نہیں ہوا اور مصر میں بھی ہم المقریزی کو ظاہریہ کے رنگ میں لکھتا ہوا پاتے ہیں۔ امام شعرانی جو ایک صوفی بھی تھے، انہوں نے ظاہریہ کی بہت سی آراء کو محفوظ کر دیا۔ یہ درست ہے کہ مفسرین قرآن بالخصوص فخر الدین رازی اور شارحین کتب حدیث، ظاہریہ کی مخصوص تفاسیر کا بکثرت ذکر کرتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف متاخر فقہاء ظاہریہ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ علامہ شعرانی اپنی کتاب ”میزان“ میں داؤد ظاہری کو ابن خنبل اور سفیان عیینہ کے درمیان ایک نمایاں مقام دے رہے ہیں اور جنت کے دروازے کی طرف جانے والی متوازی سڑکوں پر اسے ابن خنبل اور ابولیت بن سعد کے درمیان دکھا رہے ہیں۔

۱۔ ابن جریر الطبری (۲۲۳ھ-۲۲۵ھ/۳۱۰ھ)^۱

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید طبری، آپ صوبہ طبرستان میں بمقام امل پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی۔ مزید علم کی تلاش میں رے، بغداد، بصرہ، کوفہ، مصر اور شام وغیرہ گئے۔ طبری عالمانہ مزاج اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ اپنی عمر کے ابتدائی ایام میں انہوں نے عرب اور اسلام کی روایات کے سلسلے میں مواد جمع کرنے کی انتہائی کوشش کی اور عمر کا باقی حصہ تعلیم و تعلم اور تصنیف و تالیف میں گزارا۔ اپنے خاص مضامین مثلاً علم تاریخ، علم فقہ، علم قرآن اور تفسیر القرآن کے علاوہ انہوں نے علم عروض، علم اللغة، صرف و نحو، علم الاخلاق بلکہ ریاضیات اور علم طب کی طرف بھی گہری توجہ کی۔ مصر سے واپس آنے کے بعد دس برس تک وہ شافعی مذہب کے پیرو رہے۔ اپنا ایک الگ دبستان قائم کیا، جس کے پیرو جریر یہ کہلائے۔ چونکہ اعتقادات میں شافعی مذہب سے اختلاف اتنا نہ تھا جتنا کہ عمل میں۔ اس لئے یہ تحریک نہ جلد فروغ پائی۔ البتہ امام احمد بن حنبل کے مذہب سے ان کا اختلاف زیادہ بنیادی تھا۔ وہ امام احمد بن حنبل کو حدیث کا امام تو مانتے تھے لیکن فقہ کے متعلق وہ ان کے خیالات کے چنداں قائل نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن جریر طبری اپنی کتاب "اختلاف الفقہاء" میں امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کرتے۔

امام محمد الحنفی نے لکھا :

"فلما الف کتابہ (اختلاف الفقہاء) اغفل ذکر احمد بن حنبل، علی حین انہ ذکر کثیرا من الفقہاء مثل ابی حنیفۃ، والشافعی، ومالک، والاوزاعی، وغیرہم من الصحابة والتابعین وتابعیہم. وقیل انہ سئل فی ذلک فقال: لم یکن ابن حنبل فقیہا، انما کان محدثا"^۲

(جب انہوں نے اپنی کتاب (اختلاف الفقہاء) تالیف کی تو امام احمد بن حنبل کا ذکر نہیں کیا۔ حالانکہ دوسرے بہت سے فقہاء مثلاً امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام اوزاعی وغیرہ کا ذکر کیا صحابہ تابعین اور تبع تابعین میں سے بہت سے لوگوں کا ذکر کیا۔ جب ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن حنبل فقیہ نہیں تھے بلکہ وہ محدث تھے۔

ابن ندیم نے لکھا :

"وله مذهب فی الفقہ اختار لنفسه وله فی ذلک عدة کتب"^۳

(ان کا فقہ میں الگ مذہب ہے اور اس مذہب پر ان کی کئی کتابیں ہیں)

اس کے بعد ان کی کتابوں کا تذکرہ کیا اور ان کے مذہب کے فقہاء اور ان کی کتب کا تذکرہ کیا۔ طبری مذہب کے فقیہ ابو الفرج المعافی بن زکریا انہروانی کی کتابوں میں سے "کتاب التحریر والنقر (المنقر) فی اصول الفقہ"

۱۔ الطبری، احمد محمد الحنفی ص ۲۷-۲۸، المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیہ کتاب الثالث والسون ۱۳۹۰ھ-۱۹۷۰ء۔ اس میں تاریخ ولادت ۲۲۳ھ کے آخر یا ۲۲۵ھ کے اول میں مذکور ہے اور تاریخ وفات ۳۱۱ھ اور ۳۱۶ھ کا قول بھی نقل کیا ہے۔

۲۔ دائرہ المعارف اسلامیہ ۱۲/۳۰۲-۳۰۳ ملخص

۳۔ الطبری، احمد محمد الحنفی ص ۲۳۶ المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیہ کتاب الثالث والسون ۱۳۹۰ھ-۱۹۷۰ء

۴۔ کتاب الفہرست لابن الندیم ص ۲۹۱۔ کراچی نور محمد کتب خانہ۔

اور ”کتاب الحدود والعقود فی اصول الفقہ“ بھی ہیں۔^۱ ایک اور فقہ ابو الحسن علی بن یحییٰ کے تذکرہ میں ان کی کتب میں ”کتاب الاجماع فی الفقہ علی مذهب الطبری“، ”کتاب المدخل الی مذهب الطبری ونصرۃ مذهبہ“^۲ کا بھی ذکر کیا۔ احمد محمد الحنفی نے اپنی کتاب میں امام طبری کی علمی و فقہی عظمت کے معترفین کے اقوال نقل کئے ہیں۔^۳ اور ان کی ۲۸ کتابوں کی فہرست دی ہے۔^۴ انہوں نے اس مذهب کی کتابوں کی عدم دستیابی سے متعلق لکھا :

”لکن کتبہ الی الفہا فی مذهبہ فقدت ، فلانعرف من آرائہ الا ما ذکرہ فی کتابہ (اختلاف

الفقہاء) اوفی تفسیرہ للقرآن الکریم او ماحکاہ عنہ الفقہاء والمؤرخون“۔^۵

(لیکن ان کی وہ کتب جن میں ان کے مذهب کو مدہون کیا گیا تھا مفقود ہو گئیں۔ ہم ان کی آراء سے واقف نہیں ہو سکتے ماسوائے

ان کی کتب (اختلاف الفقہاء) یا ان کی قرآن کریم کی تفسیر کے یا جو کہ فقہاء اور مؤرخین نے ان سے متعلق بیان کیا)

وہ مزید لکھتے ہیں :

”انقطع اتباع مذهبہ بعد القرن الرابع“۔^۶

(چوتھی صدی ہجری کے بعد اس مذهب کے متبعین ختم ہو گئے)

صحیحی محصانی لکھتے ہیں :

”ان مذهب الطبری اند رس فی منتصف القرن الخامس للهجرة واصبح مدفوناً فی

بطون التاريخ“۔^۷

(مذهب طبری پانچویں صدی ہجری کے وسط میں ختم ہو گیا تھا اور اب اس کا ذکر صرف تاریخ کی کتابوں کے سینوں میں دفن ہے)



۱۔ حوالہ سابق ص ۲۹۲ ۲۔ حوالہ سابق ص ۱۶۱-۱۹۱

۳۔ الطبری، احمد محمد الحنفی ص ۶۱-۶۲ ۴۔ حوالہ سابق ص ۷۶-۷۷ ۵۔ حوالہ سابق ص ۲۲۶ ۶۔ حوالہ سابق

۷۔ فلسفہ التشريع فی الاسلام، صبحی محصانی ص ۵۸۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵-۱۹۴۲

نفل ششم

مذہب شیعہ اور ان کا نشأ و ارتقاء

جن مذاہب کا ہم نے ذکر کیا وہ سنی مذہب کہلاتے ہیں۔ مگر ایک جماعت ہے جو حضرت علیؑ کو خلافت کا پہلا مستحق مانتی تھی وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، اور حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کو تسلیم نہیں کرتے۔ لہذا تینا ساوی اپنی کتاب میں شیعہ مذہب کا یوں تعارف پیش کرتے ہیں:

”شیعہ اہل بیت میں سے بارہ اماموں کی امامت کے قائل ہیں اور ان میں سے اول علیؑ ابن ابی طالب پھر ان کے بیٹے حسنؑ اور ان کے بعد حسینؑ اور پھر امام حسینؑ کی نسل سے نو معصوم امام ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے متعدد بار ائمہ کی امامت پر واضح اشارے اور کنایہ میں نص فرمائی ہے۔ بعض روایات میں ناموں کے ساتھ ائمہ کا تذکرہ ہے۔“

مسئلہ امامت میں اہل شیعہ کے بھی کئی فرقہ ہو گئے جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ امامیہ ۲۔ زیدیہ ۳۔ اسماعیلیہ

یہ تینوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ امامت صرف اہل بیت کا حق ہے۔ وہ پہلے چار اماموں (حضرت علیؑ، حضرت حسنؑ، حضرت حسینؑ، زین العابدینؑ) کے بارے میں متفق رائے ہیں۔ بعض فرقوں کا مختصر تعارف مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ شیعہ امامیہ:

مذہب جعفریہ جو شیعہ امامیہ اثنا عشریہ سے معروف ہے۔ امامیہ کے فرقوں میں سب سے زیادہ شہرت اثنا عشری فرقہ کی ہے۔

استاذ محمد حمزہ لکھتے ہیں:

”والامامیہ لیست فرقة واحدة كما يتبادر للذهن، بل هي فرق كثيرة كالباقرية والجعفرية والموسوية والاسماعيلية، وجميع هذه الفرق تنفرد عن الائمة الاثنا عشر الذين تنسب اليهم اشهر الفرق الامامية وهي الاثنا عشرية“۔

(اور امامیہ کوئی ایک فرقہ کا نام نہیں ہے جیسا کہ لگتا ہے، بلکہ وہ بہت سے فرقوں مثلاً باقریہ، جعفریہ، موسویہ، اسماعیلیہ کا نام ہے۔ اور یہ تمام فرقے بارہ اماموں سے نکلتے ہیں اور ان (ائمہ) کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ امامیہ کے مشہور فرقوں میں سے فرقہ اثنا عشریہ ہے)

۱۔ شیعہ اہل سنت ہیں۔ محمد تینا ساوی ص ۹۱۔ ترجمہ دار احمد زین پوری انتشاران انصاریان ۱۹۹۳ء

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۳/۲۲۷

۳۔ المؤلف بین الفرق الاسلامیہ، استاذ محمد حمزہ ص ۸۴۔ دمشق دار تقیہ طبع اول ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۵ء

مسئلہ امامت کو زیادہ اہمیت دینے، آئمہ کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھنے اور امام مہدی کے منتظر کے قائل ہونے کی بنا پر امامی کہلاتے ہیں۔ اور محمد تجانی ساوی کے مطابق آج پوری دنیا میں شیعہ جعفری کی تعداد ۲۵ ملین ہے اور سب آئمہ اثنا عشری کی تقلید کرتے ہیں۔

فقہ جعفری کا پہلا دور :

اعیان الشیعہ کے مطابق فقہ کا پہلا مدرسہ مدینہ المنورہ میں قائم ہوا اور شیعہ فقہاء اپنے آئمہ کرام علیہم السلام سے رجوع کرتے اور اختلافات میں ان کے حکم کو حکم رسول کا شارح یا ترجمان سمجھتے رہے۔ بقول السیوطی حضرت علیؑ کی طرح امام حسن بھی کتابت حدیث و سنن کے قائل تھے۔

امام حسنؑ، امام حسینؑ کا دور فقہ امامیہ کا عہد وسعت ہے۔ امام زین العابدین بھی اپنے خاندانی علم کے وارث تھے اور تمام اہل مدینہ ان کو اعظم جانتے اور مانتے تھے۔ مدینہ منورہ میں دوسری صدی کا آغاز علمی نہضت سے ہوا جس میں آئمہ اہل بیت اور شیعہ فقہاء پیش پیش تھے۔ حضرت امام باقر کا درس فقہ و تفسیر و حدیث و عقائد خاص اہمیت رکھتا تھا۔ فقہ کی تدوین جدید اور حدیث سے استخراج احکام کا سلسلہ اسی عہد میں شروع ہوا۔ اکابر مجتہدین اسی دور میں پیدا ہوئے اور رابع صدی کے اندر اندر اکابر کے خاص نظریات و افکار کی بنا پر فقہ کے الگ الگ دبستان ابھرنے لگے۔ شیعوں نے بھی بہت سی کتابیں لکھیں۔

امام باقر کے بعد ان کے فرزند امام ششم حضرت جعفر صادقؑ مسند امامت پر متمکن ہوئے۔ اس وقت کم و بیش ان کی عمر چونتیس سال تھی کیونکہ ولادت ۸۰ھ میں ہوئی اور امام محمد باقرؑ کا سنہ رحلت ۱۱۴ھ ہے۔ امام جعفر صادقؑ تقریباً بارہ سال اپنے جد بزرگوار امام زین العابدین اور ان کے بعد انیس سال اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے۔

امام جعفر صادقؑ (۸۰ یا ۸۳ھ - ۱۲۸ھ) اکابر مجتہدین میں سے تھے اور حق گوئی بزرگی اور فضیلت علمی آپ کا طرز امتیاز تھا۔ فرقہ امامیہ کی فقہ کو احیاناً آپ ہی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسے مذہب جعفری کہتے ہیں۔ فرقہ امامیہ میں زرارہ بن اعین (متوفی تقریباً ۱۵۰ھ) اور آپ کے دو صاحبزادے حسین و حسن اور دوسرے بہت سے لوگوں نے شہرت حاصل کی۔

صحیحی محصانی نے فرقہ امامیہ کے معتقدین کی تعداد کے متعلق لکھا کہ وہ ایران میں تقریباً ستر اسی لاکھ، ہند میں پچاس لاکھ، عراق میں پندرہ لاکھ، لبنان میں ایک لاکھ چھپن ہزار سے کچھ زیادہ تھے اور شام میں تقریباً گیارہ ہزار ہیں۔ استاد صحیحی محمد مانی نے جو اعداد و شمار بتائے ہیں ان کا زمانہ نہیں بتایا۔ شاید یہ ماضی کے اعداد و شمار ہوں۔

- ۱۔ شیعہ ہی اہل سنت ہیں۔ محمد تجانی ساوی ص ۱۳۵
- ۲۔ اعیان الشیعہ ۲۹/۱۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۳۲۵/۱۵
- ۳۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۳۲۵/۱۵
- ۴۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۳۲۵/۱۵
- ۵۔ اعیان الشیعہ ۲۹/۲۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۳۲۶/۱۵
- ۶۔ فلسفہ التشويع فی الاسلام، صبحی محصانی ص ۶۲۔ بیروت مکتبہ الکشاف ۱۳۶۵ھ - ۱۹۴۶ء
- ۷۔ حوالہ سابق ص ۶۳ - ۶۲

مذہب امامی اثنا عشری کی مختلف علاقوں میں نشر و اشاعت :

نیز فرماتے ہیں :

”قد انتشر المذهب الامامی فی اماکن مختلفة ، ولكن لم یکن فی بلد من البلدان التي دخلها له غالبية كبيرة فی کل البلاد التي دخلها واستقر فيها ، ولكن بعضها له فيه كثرة ، وبعضها له فيه قلة ، وهم فی قلتهم وكثرتهم يتلاقون علی العمل فی الفروع بالمذهب الجعفری ، فهو المذهب السائد فی الفرع ، ذلك ان الامامية يتلاقون متفقين عند الامام الصادق رضی اللہ تبارک و تعالیٰ عنه ، ثم یكون التفرق من بعده ، فالاسماعيلية اعتبروا الامام من بعده اسماعیل ، والاثنا عشرية اعتبروا الامام من بعده موسى الكاظم ، ثم ارسلوا سلسلتهم الی محمد بن الحسن العسكري الذي غیب ، ولا یزال ینتظر ولذلك نقول ان کل ارض دخلها المذهب الامامی دخلها معه المذهب الجعفری والاثنا عشرية علی ای حال هم الکثرة من الشيعة ، الامامية فی الجملة وان المذهب الاثنا عشری فی ایران يستغرق الکثرة ، والمذاهب السنية فیہ عدد متبعها اقل من عدد الاثنا عشرية ، والا کثرون منهم من الشافعية ، ذلك لأن المذهب الشافعی من قديم الزمان کان له شان فی تلك البقاع“۔^۱

(مذہب امامی اثنا عشریہ مختلف اماکن میں پھیلا اور پھلا پھولا ، لیکن یہ جہاں جہاں بھی گیا اور بہت سی جگہوں پر گیا کہیں بھی اس نے غالب ترین اکثریت کی صورت اور حیثیت اختیار نہیں کی۔ یہ مذہب جملہ بلاد و امصار میں پہنچا ، کہیں اس نے کچھ اکثریت حاصل کر لی ، کہیں اقلیت میں رہا لیکن کثرت و قلت ہر حالت میں اس مذہب کے متبعین نے مذہب جعفری کے فروغ تک اس پر عملدرآمد کا سلسلہ قائم رکھا۔ امام صادق رضی اللہ عنہ کے وجود گرامی تک امامیہ پورے طور پر متفق نظر آتے ہیں۔ ان کے بعد ان میں تفرقہ پیدا ہوا۔ اسماعیلیہ نے امام جعفر صادق کے بعد اسماعیل کو امام مانا اور اثنا عشریہ نے موسیٰ کاظم کے سر پر تاج امامت رکھا۔ پھر اس کا سلسلہ امامت محمد بن حسن العسكري تک برابر جاری رہا۔ امام حسن العسكري عالم ظاہر سے پردہ غیب میں چلے گئے اور انہوں نے امام منتظر کی حیثیت اختیار کر لی۔ حقائق بالا کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر اس خطہ ارض میں جہاں مذہب امامی داخل ہوا ، مذہب جعفری بھی پہنچا لیکن مذہب امامیہ میں کثرت ہمیشہ اثنا عشریہ جعفریہ ہی کی رہی)

بمزید لکھتے ہیں :

☆ ایران میں مذہب اثنا عشری کو اکثریت حاصل ہے۔ وہاں سنی بھی ہیں لیکن ان کی تعداد شیعوں سے کم ہے جو سنی مسلمان وہاں ہیں۔ ان میں اکثریت شافعیوں کی ہے۔

☆ عراق میں بھی مذہب اثنا عشری کا غیر معمولی اثر و رسوخ اور مرتبہ حاصل تھا۔ وہاں اگرچہ مذہب اثنا عشری کے متبعین کی اکثریت نہیں لیکن ان کی تعداد کم بھی نہیں ہے۔

- ☆ نجف بلاد عراق کے شہر نجف میں اثنا عشری کی کثیر تعداد موجود ہے۔ وہاں امام علی کرم اللہ وجہہ کا مزار ہے جو راس الائمہ اور ابوالائمہ ہیں۔
- ☆ عراق کے شہر کربلا میں سبط رسول ﷺ کا واقعہ شہادت پیش آیا۔ امام حسینؑ شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے روحانی تاجدار مانے جاتے ہیں۔ کربلا میں شیعہ بہت بڑی تعداد میں آباد ہیں، بلکہ وہاں کے تقریباً تمام کے تمام باشندے شیعہ ہیں۔
- ☆ کاظمیہ امام جعفر صادق کے صاحبزادے جو ان کے بعد اثنا عشریہ کے امام بھی ہوئے، کی نسبت رکھنے والا مدائن عراق کے ایک شہر کاظمیہ میں بھی شیعوں کی اکثریت ہے اور یہیں ائمہ اثنا عشریہ کے ایک اور امام جو موسیٰ کاظم کے پوتے ہیں، آرام فرما ہیں۔
- ☆ بغداد کی بستیوں میں سے ایک بستی سامرا میں بھی شیعہ حضرات کی اکثریت ہے۔ ائمہ اثنا عشریہ کے آخری امام محمد حسن العسکری یہیں سے پردہ غیب میں چلے گئے۔
- ☆ لبنان اور شام کے دوسرے شہروں میں ہزاروں کی تعداد میں شیعہ موجود ہیں۔
- ☆ پاکستان و ہند کے بہت سے شہروں میں امامی مذہب اب بھی موجود ہے۔
- ☆ بلاد انڈونیشیا میں خاصی تعداد میں موجود ہیں۔
- ☆ بلاد وسط افریقہ میں بھی شیعہ پھیلے ہوئے ہیں۔ مثلاً نائجر، صومالیہ، بلاد سنغال اور دوسرے افریقی شہروں میں وہ پائے جاتے ہیں۔ ان مقامات کے شیعوں کی کثیر تعداد اثنا عشریوں پر نہیں بلکہ اسماعیلیوں پر مشتمل ہے جو آراء منحرفہ کے حامل ہیں۔
- ☆ ملک یمن کی اکثریت زیدیہ فرقہ کی ہے۔ اثنا عشری بہت کم تعداد میں موجود ہیں۔
- ☆ بحرین میں بھی شیعہ بہت زیادہ ہیں۔
- ☆ ایک اور عرب شہر ”قطیف“ کے رہنے والے تقریباً سب شیعہ ہیں۔

شیعہ زیدیہ :

شیعوں کی ایک شاخ جسے زید بن علی کو امام تسلیم کرنے کی بناء پر اثنا عشریہ اور سبعیہ سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ زید بن علی کی وفات کے بعد زیدیہ نے علویوں کی بہت سی بغاوتوں میں حصہ لیا لیکن ان کی کوئی متحدہ جماعت نہیں تھی۔ دائرہ معارف الاسلامیہ میں مذکور ہے۔ دو جگہ زیدیوں کے سیاسی ارمان پورے ہوئے۔ الحسن بن زید سے لے کر ۵۴۰ھ۔ ۱۱۲۶ء تک بحر خزر کے علاقے میں بے قاعدہ و قتلوں سے اور بعض اوقات ایک دوسرے کے مخالف تقریباً بیس امام اور داعی ظاہر ہونے کے بعد میں

ان کے زیدی نکتویہ میں جو ایک چھوٹا سا فرقہ تھا، مدغم ہو گئے۔ یمن میں زیدی حکومت کا بانی القاسم الرسی کا پوتا البہادی بنی یحییٰ بن الحسین تھا۔ یمن کی تمام سلطنتوں میں سے صرف یہی اب تک باقی ہے۔^۱

زمانہ حال میں امام کو معزول کر کے یمن میں جمہوری حکومت قائم کر دی گئی ہے۔ زیدیہ کا تشیع اس بنا پر ثابت ہے کہ امامت کو حضرت علیؑ اور ان کے فرزند حضرت امام حسن و حضرت امام حسینؑ پھر ان کی اولاد میں مختص مانتے ہیں۔ یہی کے نزدیک امام کے لئے جہاد کرنا اور فقیہ ہونا لازمی ہے۔ وہ زید بن علیؑ کو اصول و فروع کا سرچشمہ مانتے ہیں تو حیدر بن ابی اسحاق کے بیشتر عقائد شیعہ اثنا عشریہ و معتزلہ کے مطابق ہیں۔^۲

بزرگ نے شہرستانی (متوفی ۵۴۸ھ) کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا :

"اکثرہم فی زماننا مقلدون ، لایرجعون الی رای اجتہاد ، اما فی الاصول فیرون رای المعتزلہ حذو القذہ بالقذہ ، و یعظمون النمة الاعزال اکثر من تعظیمہم ائمة ال البيت و اما فی الفروع فہم علی مذهب ابی حنیفہ الا فی مسائل یوافقون فیہا الشافعی رحمۃ اللہ "۔
(ان میں سے اکثر ہمارے زمانے میں مقلد ہیں۔ اجتہاد کی طرف رجوع نہیں رکھتے۔ وہ اصول میں معتزلہ کی رائے کی مکمل پیروی کرتے ہیں و معتزلی ائمہ کی ائمہ آل بیت سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں۔ اور فروع میں وہ امام ابو حنیفہ کے مذہب پر چلتے ہیں۔ ہاں البتہ بعض مسائل میں وہ امام شافعی کی موافقت کرتے ہیں)

چھٹی صدی میں زیدیوں کی اکثریت اور معتزلہ کے عقائد میں بال برابر بھی اختلاف نہیں تھا اور زیدی فقہ میں عموماً ابو حنیفہ سے اور بعض مسائل میں امام شافعی سے متفق ہیں۔ شیعہ زیدیہ حضرت علیؑ سے پہلے خلفائے راشدین پر تمکال کے بغیر اعتدال پسندی سے کام لیتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی امامت کے قائل ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت جائز ہے۔ شیعہ کا یہ فرقہ اہل سنت کے مذاہب سے کچھ قریب ہے اور مقبول ہے۔ صحیحی محمد صانی لکھتے ہیں کہ شیعہ زیدیہ کا مرکز یمن ہے جہاں ان کی تعداد میں ایک سے کچھ زیادہ ہے۔^۳

شیعہ زیدیہ کی سب سے قدیم کتاب "المجموع" ہے جو ان احادیث اور فتاویٰ پر مشتمل ہے جو امام زید بن علیؑ سے روایت کئے گئے ہیں اور جن کی ترتیب مضامین کے لحاظ سے ہے۔ آج کل ان کے علم فقہ کی سب سے زیادہ مشہور کتاب "الروض التفسیر شرح مجموع الفقہ الکبیر" ہے جو شرف الدین حسین بن علی احمد جیمی (متوفی ۱۲۲۱ھ) کی تالیف ہے۔ کتب تاریخ و فرق میں ہر مذہب کی طرح زیدیوں کے بھی بہت سے فرقے بتائے گئے ہیں مثلاً الجارودیہ ، السلیمانیہ ، القاسمیہ وغیرہ۔^۴

۱۔ حوالہ سابق ص ۵۵۳/۱۰
۲۔ حوالہ سابق ص ۵۵۷-۵۵۸
۳۔ الامام زید، مجاہد ہر ص ۲۰۱۔ بحوالہ دائرہ معارف اسلامیہ ۵۵۸/۱۰ ملخص
۴۔ فلسفہ التشريع فی الاسلام ، صبحی محمد صانی ص ۶۳
۵۔ حوالہ سابق ص ۶۳-۶۴
۶۔ دائرہ معارف اسلامیہ ۵۵۹/۱۰

شیعہ اسماعیلیہ :

یہ فرقہ موسیٰ کاظم کی امامت کا قائل نہیں بلکہ وہ ان کے بڑے بھائی اسماعیل بن جعفر کی امامت کے قائل ہیں۔ اسماعیلیہ کے مختلف نام ہیں مثلاً باطنیہ، سبئیہ، محمدرہ، تعلیمیہ، میمونہ۔

اسماعیلیہ اقتدار کے مختلف ادوار :

- ۱۔ مغربی افریقہ، مصر، شام و حجاز ۲۹ھ/۹۰۹ء تا ۵۶۷ھ/۱۱۷۲ء اس دور کو فاطمی دور خلافت کہا جاتا ہے۔ اسماعیلیوں نے سیاسی اقتدار کے حصول کے بعد اپنے امام کو خلیفہ بھی کہا اور عباسی خلفاء کے بالمقابل فاطمی خلفاء کہلوایا، کیونکہ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ صحیح النسب فاطمی ہیں۔ انہوں نے اپنے القاب بھی عباسیوں کے طرز پر رکھے۔
- ۲۔ شمالی ایران اور ملحقہ علاقہ ۴۸۳ھ/۱۰۹۰ء تا ۶۵۴ھ/۱۲۵۶ء
- ۳۔ محدود علاقوں میں مختصر مدتوں تک بالخصوص یمن میں غربی پہاڑیوں اور شام کے ساحلی علاقہ میں۔
- ۴۔ ۴۵۰ھ-۱۰۵۸ء میں بغداد پر ایک سال تک اسماعیلی (فاطمی) کا قبضہ رہا۔

اسماعیلی فقہ :

اسماعیلی فقہ میں قیاس اور رائے کو دخل نہیں ہے۔ ہر حکم نص قطعی کا محتاج ہے۔ جس کے لئے ان کے یہاں ہر وقت امام/نائب امام موجود ہے۔ ان کے ارکان دین سات ہیں :

- (۱) ولایت (امام سے محبت اور اس کی اطاعت)
- (۲) طہارت (اتقا)
- (۳) صلوة
- (۴) زکوٰۃ
- (۵) حج
- (۶) روزہ
- (۷) جہاد

ان سب میں ولایت سب سے افضل ہے، جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ ان میں توحید و رسالت نہیں ہے۔ اس علم میں سب سے زیادہ نامور شخصیت قاضی نعمان بن محمد کی ہے۔

وہ علاقے جہاں اسماعیلیہ کو فروغ ملا :

- ۱۔ فاطمی دعوت کی ابتداء دوسری صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ قریباً ڈیڑھ سو سال کی خفیہ جدوجہد کے بعد ان کو شمالی افریقہ میں ۲۹ھ-۹۰۹ء میں اقتدار ملا۔ پھر مغرب ادنیٰ پر ان کا قبضہ ہوا اور ۳۵۸ھ-۹۶۹ء میں مصر بھی ان کی قلمرو میں آ گیا اور اس کے بعد محدود مدت کے لئے بلاد شام و عرب و یمن پر بھی ان کی حکومت رہی۔ لیکن یہ اقتدار بہت جلد زوال پذیر ہوا۔ ان کے مقبوضات آزاد ہوتے گئے حتیٰ کہ ۵۶۷ھ-۱۱۷۲ء میں اسماعیلیہ کو مصر

اس طرح چھوڑنا پڑا کہ وہاں ایک اسماعیلی بھی نہ رہا۔ جبکہ ۱۴۴۲ھ-۱۰۵۰ء میں شمالی افریقہ کے باشندوں نے شیعہ مذہب کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ دیا اور ۱۳۷۳ھ میں بلاذیر عرب میں فاطمی حکومت کا نشان نہ رہا۔ یہ وہ علاقے تھے جن میں فاطمی دعوت کی کامیابی کے لئے ان کے چھٹے امام حضرت جعفر الصادقؑ نے بشارت دی تھی۔

مصر میں زوال سے قبل ہی اسماعیلیہ (طیبی) نے اپنا مرکز یمن منتقل کر لیا تھا۔ مگر یمن میں محدود علاقوں پر ان کا قبضہ رہا اور وہ بھی بہت مختصر مدت کے لئے۔ یمن کو اسماعیلیہ مبارک نے بقعہ (مقدس علاقہ) کہتے تھے۔ کیونکہ یمن میں ہی ان کی دعوت کو ابتدائی کامیابی ہوئی تھی، لیکن یہ مبارک بقعہ بھی ان کو اس نہ آیا اور قریباً پانچ صدیاں خاموشی کے ساتھ گزارنے کے بعد اسماعیلیہ (طیبی) کو ہندوستان منتقل ہونا پڑا۔ یمن کا اب یہ حال ہے کہ وہاں اسماعیلیہ (طیبی) یعنی سلیمانی بوہرے چند ہزار کی تعداد میں ہیں۔

ہندوستان میں بھی اسماعیلیہ (طیبی) کو جو بوہرے کے نام سے معروف ہیں کوئی کامیابی نہ ہو سکی۔ اب کچھ عرصے سے ان کی دعوت کا سلسلہ بھی بند ہے۔ قبل از پاکستان ان کی کل تعداد کا اندازہ سو چار لاکھ تھا۔

اسماعیلیہ کی ایک شاخ نزاریہ کو چھٹی/ساتویں ہجری میں شمالی ایران، عراق، کوہستانی علاقے اور شام کے سواحل پر اقتدار ملا۔ یہ اقتدار کوئی ڈیڑھ سو سال رہا۔ اس کا خاتمہ تاتاریوں نے ۶۵۶ھ-۱۲۵۸ء میں کیا، ان کا مرکز الموت تھا۔ اس کے بعد نزاریہ ایران میں کئی جگہ منتقل ہوئے۔ آخر کار ان کو بھی ہندوستان میں ہی پناہ ملی اور نزاریوں کے امام حسن علی شاہ آغا خاں اول ۱۲۵۸ھ-۱۸۴۲ء میں سندھ آ گئے۔ یہ لوگ آغا خانی کہلاتے ہیں۔ حکومت برطانیہ کی سرپرستی کے باوجود ہندوستان میں ان کی دعوت کو فروغ نہ ہو سکا۔ مختصر اسماعیلیہ کو حکومت بھی ملی، دولت بھی۔

بوجودہ صورت حال :

ڈاکٹر زاہد علی نے کتاب تاریخ فاطمین میں لکھا ہے کہ ایک اندازے کے مطابق قبل از پاکستان دنیا کے تمام ممالک میں اسماعیلیوں (نزاریہ، مستعلویہ، دروز اور ان کے تمام فرقوں) کی تعداد پانچ لاکھ تھی۔ جواب بڑھ کر زیادہ سے زیادہ نو لاکھ ہو گئی ہوگی۔ یہ صحیح ہے کہ اسماعیلیوں میں بڑی تعداد تعلیم یافتہ افراد کی ہے۔ یہ لوگ تجارت کرتے ہیں۔ بات میں بالواسطہ حصہ لیتے ہیں۔ - Unity in Adversity (مصیبت میں اتفاق واتحاد) کے اصول کے تحت نمود مظہم ہیں اور یہودیوں کی طرح تعداد کے تناسب سے زیادہ معروف ہیں۔ لیکن ان کی آبادی منتشر ہے۔ نیز نزاریہ (آغا خانیوں) اور طیبی مستعلویہ (بوہروں) میں شدید اختلاف ہے۔ لہذا اپنے پھیلاؤ سے زیادہ عوامی رفاہی امور میں دلچسپی لیتے نظر آتے ہیں، تاکہ علامۃ الناس ان کے متعلق نیک خیال قائم کریں، مگر حقیقت یہی ہے کہ وہ دنیا میں مسلمانوں کی کل تعداد کے اعتبار سے ایک ہزار میں ایک ہیں۔

۱. تاریخ فاطمین مصر زاہد علی ۲/۹۸، اور ۲/۶۳ ملخص نفیس اکیڈمی کراچی طبع دوم ۱۹۶۳ء

۲. آب کوثر صبح بخال اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت ۱۶۹

۳. حوالہ سابق ۲/۸۳-۸۳

۴. حوالہ سابق ۲/۶۸

۵. حوالہ سابق ۲/۲۹۱

۶. تاریخ فاطمین مصر زاہد علی ۲/۸۳-۸۳ نفیس اکیڈمی کراچی طبع دوم ۱۹۶۳ء

۷. اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت کا تعارف، سید تنظیم حسین ص ۱۷۰

صحیحی محمدصانی نے اسماعیلیہ کی موجودہ حالات کے بارے میں جو لکھا ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ آج کل شیعہ اسماعیلیہ کے دو فرقے ہیں : ایک اسماعیلیہ شرقیہ اور دوسرا اسماعیلیہ غربیہ۔

اسماعیلیہ شرقیہ کا مرکز ہندوستان ہے اور اس کے پیرو ایران اور وسط ایشیاء میں بھی ہیں۔ اس فرقہ کے قائد سلطان محمد شاہ عرف آغا خان ہیں جو ان کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اڑتالیسویں امام ہیں۔ اس فرقے کے لوگ اپنے مال کا عشر یعنی دسواں حصہ انہی کو دیتے ہیں۔ ان کی تعداد برطانوی ہند میں تقریباً دس لاکھ ہے۔

اسماعیلیہ غربیہ جنوبی عرب کے علاقے میں، خلیج فارس کے قریب و جوار میں شام میں حماۃ اور لاذقیہ کے پہاڑی علاقوں میں آباد ہیں۔ شام میں اسماعیلیوں اور علویوں کی تعداد تقریباً ساڑھے بیس ہزار ہے۔ فقہ اسماعیلیہ مشہور نہیں فقہی مسائل میں اسماعیلی لوگ "دعائم الاسلام" پر اعتماد کرتے ہیں۔ جس کے مؤلف قاضی نعمان بن محمد تلمی مغربی (متوفی ۳۶۳ھ) میں اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں مگر پوری کتاب تاحال شائع نہیں ہوئی۔ اس میں سے کتاب الوصیہ، کتاب الجہاد اور المقدمات کو جناب آصف بن علی اصغر فیضی نے ۱۹۵۱ء میں مصر سے چھپوا کر شائع کیا۔

بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ شیعہ مذہب سے متعلق کتابوں کا حصول ایک مسئلہ رہا ہے جس کا اعتراف مغربی مستشرقین نے بھی کیا۔ مثلاً Shorter Encyclopaedia of Islam میں "ISMA'ILIA' A" (اسماعیلیہ) کے عنوان کے تحت مقالہ نگار W. Ivanw لکھتے ہیں :

"Apparently very Few pre-Fatimid works are now preserved, and as little authentic informaion about early Ismailli doctrine is available as generally about the early shi'a."

(ظاہری طور پر دیگر امامیہ (شیعہ) کی طرح اسماعیلیوں کے متعلق بھی معلومات محدود ہیں)



احکام شریعت کے ماخذ

فصل اول : احکام شریعت کے متفق علیہ ماخذ

☆	الكتاب
☆	السنة
☆	الاجماع
☆	القياس

فصل دوم : احکام شریعت کے مختلف فیہ ماخذ 773-814

☆	استحسان
☆	مصالح مرسلہ / استصلاح
☆	سد الذرائع
☆	استصحاب
☆	عرف وعادت
☆	مذہب صحابی
☆	شرع من قبلنا

باب چہارم

احکام شریعت کے ماخذ

اس باب میں ہم شرعی احکام کے ماخذ پر گفتگو کریں گے۔ ماخذ اسم مکان کے وزن پر ہے جیسے مصدر وہ جگہ جہاں سے چیز صادر ہو۔ مخرج وہ مقام ہے جہاں سے کوئی چیز خارج ہو اسی طرح ماخذ وہ جگہ ہے جہاں سے کچھ اخذ (حاصل) ہوتا ہے۔ ماخذ کی جمع ماخذ ہے، شرعی احکام ان ماخذ سے معلوم ہوتے ہیں جو شارع نے دیئے ہوں یا قائم کئے ہوں اور وہ احکام کے مکلف لوگوں کی طرف رہنمائی کریں ان ماخذ کو اصول الاحکام، مصادر تشریع الاحکام اور احکام کہتے ہیں۔ یہ سب مترادفات ہیں اور سب کے ایک معنی ہیں۔

دلیل کے لغوی و اصطلاحی معنی :

دلیل کے لغوی معنی

”ما فیہ دلالة و ارشاد الی ای امر من الامور“۔

(جو کسی چیز یا کام کی طرف رہنمائی کرے یا بتلائے)۔

علمائے اصول کی اصطلاح میں دلیل کی تعریف یہ ہے :

”انہ الذی یمکن بتوصل بصحیح النظر فیہ الی مطلوب خبری“۔^۱

(دلیل وہ ہے جس کے ذریعے صحیح غور و فکر کے بعد حکم شرعی تک پہنچنا ممکن ہو)۔

اسی سیاق میں ”المسودہ“ میں مذکور ہے :

”و حکمی عن بعض المتکلمین انہ خص الدلیل بما اوجب القطع، فاما ما افاد الظن

فہو امارۃ عندهم“۔^۲

(دلیل کی تعریف میں بعض متکلمین نے یہ شرط لگائی ہے کہ دلیل وہ ہے جو یقینی طور پر حکم شرعی تک پہنچا دے اگر حکم شرعی

تک پہنچانا ظنی ہو تو اس کو امارت (علامت) کہتے ہیں (دلیل نہیں)۔

لیکن علماء اصول کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ اس کے لئے ایسی کوئی شرط ضروری نہیں ان کے نزدیک دلیل شرعی کا

مآخذ وہ ہے جس سے عملی حکم شرعی معلوم ہو، خواہ وہ قطعی طور پر معلوم ہوں یا ظنی طور پر۔^۳

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی محمد الامدی متوفی ۶۳۱ھ، بیروت دار الفکر ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء الامدی

۲۔ ابوالجوزی۔ عبد الکریم زیدان، ص ۱۴۷۔ لاہور قاران اکیڈمی سندھ

۳۔ المسودہ، فی اصول الفقہ، محمد الدین عبدالسلام، شہاب الدین عبدالحلیم، شیخ الاسلام ابوالعباس احمد ابن تیمیہ ص ۵۷۳، جمع و تمیض، شہاب

الدین ابوالعباس احمد بن محمد حنبلی متوفی ۴۵۷ھ، بیروت دار الکتاب العربی لبنان سندھ۔

ج۔ الخوجیز، عبد الکریم زیدان ص ۱۴۷، لاہور، قاران اکیڈمی سندھ۔

احکام شریعت کے متفق علیہ ماخذ

احکام شریعت کا پہلا ماخذ الکتاب (قرآن کریم)

باب چہارم کی پہلی فصل میں متفق علیہ، بنیادی ماخذ قرآن و سنت اور ان کے ذیلی ماخذ اجماع و قیاس کو بیان کیا گئے گا اور اس باب کی دوسری فصل میں مختلف فیہ ماخذ پر گفتگو کی جائے گی۔

آنان کا تعارف :

خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ۲۲/ اپریل ۵۷۱ھ بروز پیر صبح صادق کے بعد اور طلوع آفتاب سے قبل مکہ المکرمہ میں پائے گئے۔ ان کی تیرہ سال کی اور دس سال مدنی زندگی میں ضرورت و حالت کی مناسبت سے اللہ کی جانب سے پُروردہ ریجائز نازل ہونے والی کتاب ”قرآن“ ہے۔ مکی دور میں نازل ہونے والا حصہ زیادہ تر توحید کی دعوت اور حیات بعد الموت اور قیامت کے عقیدہ کو ذہنوں اور دلوں میں بٹھانے سے متعلق ہے یا اس میں قانون سازی کا نام بنیادوں کا ذکر ہے، یا اس میں فضائل اخلاق، آداب یا گزشتہ انبیاء و اقوام کے متعلق بیان ہوئے تاکہ وہ لوگ نیت حاصل کریں۔ کیونکہ یہاں مسلمان انفرادی طور پر جدوجہد میں مصروف تھے، مگر جب یکم ہجری میں مدینہ المنورہ کو پہلی باقاعدہ اسلامی ریاست بننے کا شرف حاصل ہو گیا تو اجتماعی معاملات سے سابقہ پڑنا ایک لازمی امر تھا، تو اس ضرورت کے پیش نظر یہاں جو حصہ نازل ہوا وہ عبادات، معاملات، خاندانی نظام، وارثت، جہاد، اجتماعی و بین الاقوامی تعلقات اور امور مملکت وغیرہ سے متعلق تھا۔ اس لئے قانون سازی کے نقطہ نظر سے مدنی دور زیادہ اہم ہے۔

سب سے پہلی اور آخری وحی :

صحیح ترین قول کے مطابق قرآن کریم کی سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت یہ ہے : ”اقرا باسم ربک الذی خلق“ (ابتدائی پانچ آیات) ^۱، اور سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیت سے متعلق صحیح بخاری میں باب اولہو اتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ہیں ^۲، حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ : ”اخراۃ نزلت علی نبی ﷺ ایۃ الربوا“ (سب سے آخر میں آپ پر آیت ربو نازل ہوئی)۔ ^۳

اس کے تیس (۲۳) برس میں تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی بھی متعدد حکمتیں ہیں مثلاً دعوتی مہم کے دوران رسول اکرم ﷺ کی رہنمائی فرمانا، ان کی ہمت افزائی اور دلجوئی کرنا وغیرہ اور اس مقدس کتاب قرآن کریم کے اعجاز کے بھی مختلف پہلو ہیں، مثلاً الفاظ و اسلوب کی بلاغت، اخبار اقوام سابقہ، علمی حقائق پر مشتمل ہونا وغیرہ وغیرہ۔

۱ الخلق : ۵۰، ۲ البقرة : ۲۸۱۔

۳ صحیح البخاری کتاب التفسیر ، باب قوله اتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ۔

قرآن کریم کی تعریف :

علماء اصول سے اس کی مختلف تعریضیں منقول ہیں ان میں سے ہر ایک کی خواہش یہ تھی کہ اس کی تعریف جامع و مانع ہو، کتاب اصول بزدوی میں یہ تعریف منقول ہے :

”القرآن هو الكتاب المنزل على رسول الله (ﷺ) المكتوب في المصاحف المنقول عن النبي عليه السلام نقلاً متواتراً بلا شبهة“^۱

(قرآن مجید وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول حضرت محمد پر نازل ہوئی جو مصحفوں میں لکھی ہوئی ہے اور جو ہم تک بغیر کسی شک و شبہ کے تواتر کے ساتھ نقل و نقل ہو کر پہنچی ہے۔)

اس تعریف میں القرآن کو علم قرار دیا جائے تو القرآن کے ذریعہ کتاب کی تعریف لفظی (یعنی کسی غیر معروف لفظ کو معروف کے ساتھ تعبیر کرنا جیسے لفظ غنم کو اسد سے) اور المنزل علی الرسول سے تعریف حقیقی یعنی صورت غیر حاصلہ حاصل کرنے کے لئے جو تعریف کی جائے) سے اور المکتوب فی المصاحف کی قید سے وہ آیات خارج ہو گئیں جن کی تلاوت تو منسوخ ہو چکی ہے مگر حکم باقی ہے۔ مثلاً ”الشیخ و الشیخو و الشیخوخة اذا زنيا فار جموهما البنة نکالا من الله“ اور قضاء رمضان میں حضرت ابی کی قرأت: فعدة من ایام آخر متابعات اور کفارہ یحییٰ میں عبد اللہ بن مسعود کی قرأت: ”فصیام ثلثة ایام متابعات“ جو کہ مصحف میں مکتوب نہیں اس لئے قرآن کی تعریف سے خارج ہو جائیں گے۔^۲

قرآن کس چیز کا نام ہے؟

اس بارے میں ملا جیون (متوفی ۱۱۳۰ھ) نے تین اقوال ذکر کئے ہیں۔

پہلا قول : قرآن فقط نظم (لفظ) کا نام ہے دلیل یہ ہے کہ انزال، کتابت نقل کے ساتھ نظم و لفظ تو متصف ہو سکتا ہے معنی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ”انا انزلناه قرآنا عربیاً“^۳ (ہم نے قرآن عربی میں نازل کیا)۔ عربیت اور غیر عربیت کا تعلق الفاظ کے ساتھ کے ہوتا ہے نہ کہ معنی کے ساتھ۔

دوسرا قول : قرآن فقط معنی کا نام ہے اس کی دلیل یہ ہے امام ابو حنیفہ نے نماز میں فارسی زبان میں تلاوت کی اجازت دی تھی اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ”وانه لفسی زبور الاولین“^۴۔ پچھلی تمام کتب سماوی غیر عربی میں تھیں اس لئے قرآن کا ان میں موجود ہونا معنی ہو سکتا ہے لفظاً نہیں۔

تیسرا قول : تیسرا اور مختار قول یہ ہے کہ: ”القرآن هو اسم للنظم والمعنی جمیعاً“^۵ (قرآن نظم و معنی کے مجموعے کا نام ہے)۔ علامہ النسخی نے المنار کے متن میں لفظ کے بجائے ادباً ”نظم“ کا لفظ استعمال کیا۔

۱۔ اصول بزدوی اور کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام لمر دوی للبغاری ۱/۲۳، ۲۴۔ کراچی اصدف پبلیشر سنڈ

۲۔ کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام لمر دوی ۱/۲۱ مختص۔

۳۔ یوسف : ۲۔ یح اشراء : ۱۶۶۔

۴۔ نور الانوار علی المنار، حافظ شیخ احمد، ملا جیون خفی متوفی ۱۱۳۰ھ ص ۶۳ مطبعہ الکبریٰ الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

وہ آیات جن سے احکام مستنبط ہوتے ہیں ان کی تعداد سے متعلق صاحب نور الانوار نے فرمایا: ”والمراد من کتاب بعض الكتاب وهي خمس مائة آية“ (کتاب سے مراد بعض الکتاب ہے جو ۵۰۰ آیات ہیں) پانچ سو کلامی آیات کے علاوہ دیگر آیات اخبار قصص وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

قرآن کے اوامر ونواہی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ضمن میں بے شمار حکمتوں اور مصالح کے ساتھ تشکیل دین میں انسانی طبیعت و فطرت کے پیش نظر اصول اور بچہ تدریج، عدم حرج اور یسر و سہولت کی بطور خاص رعایت رکھی گئی۔ تشکیل اور ارتقاء قانون کے تدریجی طریقہ کار سے یہ فکر پیدا کرنا مقصود ہے کہ کامیاب قانون وہی ہے جو انسان کی اہمیت سے ہم آہنگ اور اس کی تربیت یافتہ رجحانات کے موافق ہو۔ علامہ قرطبی نے بعض مفسرین کے حوالے سے لکھا:

”ان الله لم يدع شيئا من الكرامة ولبر الاعطاء هذه الامة ومن كرامته واحسانه انه لم يوجب عليهم الشرائع دفعة واحدة ولكن اوجب عليهم مرة بعد مرة“ ۱

(نفیلت و کرامت کی کوئی بات ایسی نہیں رہی جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عطا نہ فرمایا ہو یہ بھی اس کا فضل و احسان ہے کہ شرائع (احکام) کو اس نے ایک ہی دفعہ میں نہیں اتارا بلکہ یکے بعد دیگرے رفتہ رفتہ واجب کیا۔)

اس سلسلے میں حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) کی درج ذیل توضیح سے بات اور بھی واضح ہو جاتی ہے وہ فرماتی ہیں:

”انما اول ما نزل منه سورة من المفصل فيها ذكر الجنة والنار حتى اذا تاب الناس الى الاسلام ثم نزل الحلال والحرام ولو نزل اول شئ لا تشربوا الخمر لقاموا لا ندع الخمر ابداً ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابداً“ ۲

(پہلے مفصل (سورۃ حجرات سے آخر قرآن تک) کی وہ سورتیں نازل ہوئیں جس میں جنت و دوزخ (ترغیب و ترہیب) کا ذکر ہے۔ پھر جب لوگ اسلام پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو گئے تو پھر حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے مثلاً اگر شراب پینے کا حکم اول ہی نازل ہوتا تو لوگ یہ کہتے کہ ہم کبھی شراب نہ چھوڑیں گے۔ اسی طرح ابتداء میں ہی زنا چھوڑنے کا حکم ہوتا تو لوگ کہہ اٹھتے کہ ہم ہرگز باز نہ آئیں گے۔)

کلامی آیات کے فہم کے لئے چند ضروری باتیں:

احکامی آیات میں واقع احکام اور ان کے متعلقات کو سمجھنے کے لئے بعض قرآنی علوم میں گہرائی ضروری ہے جن کے بغیر آیات الاحکام کو سمجھا نہیں جاسکتا مثلاً تاریخ کے بارے میں ضروری علم، عربوں کی اس وقت کی معاشرتی حالت وغیرہ اور قرآن کریم کی آیات کی مختلف تقسیمات مثلاً ظاہر و نص، مفسر، محکم، خفی، مشکل، مجمل، مضاہر وغیرہ۔ قرآن کریم کے الفاظ کی خاص و عام پر مبنی تقسیم اور خاص کی اقسام اور امر و نہی کا علم وغیرہ۔

۱۔ نور الانوار، ملاحیون ص ۸۔

۲۔ الجامع لاحکام القرآن، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی ۵/۳، سورۃ بقرہ کی آیت ۲۱۹ کی تشریح کے تحت تحریر کیا، بیروت، دار الفکر ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۷ء۔

۳۔ جامع البخاری، کتاب فضائل القرآن، باب تالیف القرآن۔

قرآنی احکام کی تقسیم :

قرآنی کریم مختلف قسم کے احکام پر مشتمل ہے عبد الوہاب خلاف نے لکھا :

”انواع الاحکام التي جاء بها القرآن الكريم ثلاثة“.

الاول : احکام اعتقادية، تتعلق بما يجب على المكلف اعتقاده في الله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر .
والثاني : احکام خلقية تتعلق بما يجب على المكلف ان يتحلى به من الفضائل و ان يتخلى عنه من الرذائل .

والثالث : احکام علمية تتعلق بما يصدر عن المكلف من اقوال وافعال وعقود وتصرفات وهذا النوع الثالث هو فقه القرآن، وهو المقصود الوصول اليه بعلم اصول الفقه“ .
(قرآن کریم میں احکام کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں) :

اول : اعتقادی احکام، جو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان کے مکلف پر واجب ہونے سے متعلق ہیں۔

دوم : اخلاقی احکام، جو مکلف کے اخلاق حمیدہ سے متصف ہونے اور رذائل اخلاق سے چھٹکارا دلانے کے وجوب سے متعلق ہیں۔

سوم : احکام عملیہ، جو مکلف کے اقوال وافعال اور عقود وتصرفات سے متعلق ہیں۔ اور فقہ میں یہ ہی مقصود ہیں، اور فقہ واصول فقہ کا مقصد بھی ان سے واقفیت اور ان تک رسائی ہے۔

اس کے بعد موصوف نے احکام عملیہ کو دو قسموں اول عبادات جیسے نماز و روزہ وغیرہ جن کا مقصد فرد کا رب سے تعلق پیدا کرنا ہے۔ دوم معاملات جو ذاتی (Private Law) کی صورت میں ہوتے ہیں اور پھر انہوں نے معاملات کو مزید سات قسموں میں تقسیم کیا۔

مضامین کے لحاظ سے قرآنی احکام کی تقسیم :

مضامین کے لحاظ سے قرآن میں احکام کی اقسام کو عبد الکریم زیدان نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے :

(ا) ”الاحکام المتعلقة بالاسرة، وهي تدخل في نطاق ما يسمى : بقانون الاسرة، او بمسائل الاحوال الشخصية : كالنكاح والطلاق والبنوة والنسب والولاية، ونحو ذلك، ويقصد به ابناء الاسرة على اسس قديمة، وبيان حقوق و واجبات افرادها، و آيات هذه الاحکام نحو (٤٠) آية .

(ب) الاحکام المتعلقة بمعاملات الافراد المالية : كالبيع والرهن وسائر العقود، وهي تدخل في نطاق ما يسمى : بالقانون المدني، و آياتها نحو (٤٠) آية .

- (ج) الاحکام المتعلقة بالقضاء والشهادة واليمين، ويقصد بها : تنظيم اجراءات التقاضي لتحقيق العدالة بين الناس، وهي تدخل فيما يسمى اليوم : بقانون المرافعات، وآياتها نحو (١٣) آية.
- (د) الاحکام المتعلقة بالجرائم والعقوبات، وهي تكون القانون الجنائي الاسلامي، وآياتها نحو (٣٠) آية، ويقصد بها : حفظ الناس واعراضهم واموالهم، واشاعة الطمأنينة والاستقرار في المجتمع.
- (هـ) الاحکام المتعلقة بنظام الحكم، ومدى علاقة الحاكم بالمحكوم وبيان حقوق و واجبات كل من الحاكم والمحكومين، وهي تدخل فيما يسمى، بالقانون الدستوري، وآياتها نحو (١٠) آيات.
- (و) الاحکام المتعلقة بمعاملة الدولة الاسلامية للدول الاخرى، ومدى علاقتها بها، ونوع هذه العلاقة في السلم والحرب، وما يترتب على ذلك من احكام، وكذلك بيان علاقة المستأمنين (الاجانب) مع الدولة الاسلامية وهذه الاحكام منها ما يدخل في نطاق القانون الدولي العام، ومنها ما يدخل في نطاق القانون الدولي الخاص، وآياتها نحو من (٢٥) آية.
- (ز) الاحکام الاقتصادية : وهي المتعلقة بموارد الدولة ومصارفها، وبحقوق الافراد في اموال الاغنياء وآياتها نحو من (١٠) آيات.
- (الف) خاندان احكام يعني عائلي قوانين : بيوه احكام ہیں جو اس قانون کے دائرہ میں آتے ہیں جن کو جدید اصطلاح میں عائلي قانون یا شخصی قوانین کہا جاتا ہے جیسے نکاح، طلاق، اولاد، نسب، ولایت، وغیرہ ان احکام کا مقصد خاندان کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنا اور اس کے افراد کے حقوق و فرائض کو بیان کرنا ہے۔ ان احکام سے متعلق آیات کی تعداد تقریباً ۷۰ ہے۔
- (ب) وہ احکام جن کا لوگوں کے مالی معاملات سے تعلق ہے جیسے بیع، رہن، اور حقوق یہ احکام اس قانون کے دائرہ میں آتے ہیں جن کو موجودہ اصطلاح میں دیوانی قوانین کہا جاتا ہے ان آیات سے متعلق آیات کی تعداد تقریباً ۷۰ ہے۔
- (ج) قضاء شہادت اور قسم کے بارے میں احکام : ان کا مقصد عدالتی کارروائیوں کو منظم کرنا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان انصاف قائم کیا جاسکے۔ یہ احکام دور حاضر کے قانون عدل میں داخل ہیں ان آیات کی تعداد تقریباً تیرہ ہے۔
- (د) جرم و سزا سے متعلق احکام : یہ اسلام کا فوجداری قانون ہے ان آیات کی تعداد تقریباً ۳۰ ہے ان کا مقصد لوگوں کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ہے، نیز معاشرہ میں اطمینان و سکون قائم کرنا ہے۔
- (هـ) نظام حکومت، حاکم و محکوم کے درمیان تعلق کی وسعت، اور حاکم و محکوم کے حقوق و فرائض سے متعلق احکام، یہ احکام دور حاضر کے دستوری قانون میں داخل ہیں ان امور سے متعلق آیات کی تعداد ۱۰ ہے۔

(و) اسلامی سلطنت کا دوسری سلطنتوں کے ساتھ معاملہ، ان کے تعلقات کی حدود، زمانہ جنگ و امن میں ان تعلقات کی نوعیت اور ان تعلقات کے نتیجہ میں مرتب ہونے والے نتائج سے متعلق احکام، اسی طرح ان میں وہ احکام بھی شامل ہیں جو اسلامی سلطنت میں دوسرے ملکوں کے پناہ لینے والے یا آنے والے لوگوں سے متعلق ہیں ان میں سے بعض احکام تو عام بین الاقوامی قوانین کے دائرہ میں داخل ہیں اور بعض خصوصی (پرائیوٹ) بین الاقوامی قانون شامل ہیں ان آیات کی تعداد تقریباً ۲۵ ہے۔

(ز) اقتصادی احکام، یہ احکام اسلامی سلطنت کے آمدنی، خرچ اور مالداروں کی دولت میں دوسرے افراد کے حقوق سے متعلق ہیں ان آیات کی تعداد تقریباً ۱۰ ہے۔

اس طرح عبدالکریم زیدان کے مطابق ان آیات کی تعداد ۲۲۸ ہوئی جن کے مضامین احکامی نوعیت کے ہیں۔

تجزیہ : منصوص احکام کی تعداد کتنی ہے؟ اس کو دو طرح سے دیکھنا چاہیے۔

۱۔ قرآن کریم کے منصوص احکام۔

۲۔ احادیث کے منصوص احکام۔

دونوں قسم کے منصوص احکام کی تعداد میں علماء کی مختلف تحقیقی آراء ہیں۔ مثلاً قرآنی احکام کے متعلق شیخ عبدالعزیز عبدالسلام لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک ایسی آیات ڈیڑھ سو ہیں۔ امام غزالیؒ کے نزدیک ایسی آیات پانچ سو ہیں۔ نواب صدیق حسن نے نیل المرام میں تقریباً دو سو آیات احکام درج کی ہیں۔ احکام فی احادیث کی تعداد سے متعلق امیر یمنی اپنی کتاب ”توضیح الافکار“ میں لکھتے ہیں کہ امام یحییٰ بن سعید القطان اور امام عبدالرحمن مہدی کے نزدیک ان کی تعداد آٹھ سو ہے۔ امام عبداللہ بن مبارک کے نزدیک نو سو اور امام ابو یوسف کے نزدیک گیارہ سو ہیں۔

قرآن و احادیث کے منصوص احکام پر کتابیں :

اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً احکام القرآن پر امام شافعی کے مباحث ایک جلد میں، امام ابو بکر جصاص کی احکام القرآن تین ضخیم جلدوں میں، قاضی جلدوں میں۔ قاضی ابوبکر بن الغری مالکی کی کتاب چار ضخیم جلدوں میں، امام قرطبی کی ”الجامع لاحکام القرآن“ تقریباً دس جلدوں میں ہے اور مختصر کتابوں میں امام سیوطی کی ”الاکلیل“، ملا جیون کی ”تفسیرات الاحمدیہ“ اور صدیق حسن کی ”نیل المرام“ قابل ذکر ہیں۔ عصر حاضر کے شیخ محمد دروزہ شامی کی ”الدستور القرآنی“ دو ضخیم جلدوں میں بہترین کتاب ہے۔

احکام فی احادیث پر بھی عمدہ کتابیں لکھی گئیں۔ مثلاً چوتھی صدی ہجری کے امام جعفر طحاوی کی شرح معانی الآثار، پانچویں صدی ہجری کے امام ابن حزم کی المحلی اور علامہ بن حجر عسقلانی کی بلوغ المرام وغیرہ وغیرہ۔

قرآن میں احکام بیان کرنے کا اسلوب :

قرآن کریم میں احکام کا تذکرہ کبھی امر کے صیغہ کے ساتھ ہوتا ہے : ”واذا حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل“^۱ (جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کرو) اور کبھی نہی کے صیغہ سے جیسے اس آیت میں ہے : ”ولا تنکحوا ما نکح اباؤکم“^۲ (اور جن عورتوں سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا تم ان سے نکاح نہ کرو)۔ کبھی یہ کہہ کر حکم ہوتا ہے کہ فعل مکتوب (فرض) ہے جیسے ”کتب علیکم الصیام“^۳ (تم پر روزے مکتوب (فرض) کئے گئے)۔ کبھی جب اس سے منع کرنا مقصود ہوتا ہے تو یہ کہہ کر منع کیا جاتا ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں جیسے اس آیت میں ہے : ”لا خیر فی کثیر من نجواہم“^۴ (ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں) ، اور کبھی جب فعل کی اہمیت پر زور دینا مقصود ہوتا ہے تو اس کی خلاف ورزی کا نتیجہ بتایا جاتا ہے۔ جیسے میراث کے احکام کا ذکر کرنے کے بعد اس آیت میں ہے : ”تلك حدود الله ومن يطع الله ورسوله يدخله جنة من تحتها الانهر خالدین لہا وذلک الفوز الکبیر ومن یعص الله ورسوله ویعتد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا ولہ عذاب مہین“^۵ (ایسا اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جس کے نیچے دریا بہہ رہے ہوں گے اور ان باغوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بھی بڑی کامیابی ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرے گا اللہ اسے آگ میں ڈالے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے)۔

اسی طرح وہ فعل جس کے کرنے پر قرآن نے تعریف کی ہو یا اس کے کرنے پر ثواب کا وعدہ کیا ہو وہ فرض یا مندوب ہے ، وہ فعل جس کی قرآن مذمت کرتا ہو یا اس کے کرنے پر کسی سزا کا ذکر کرے وہ حرام ہے یا مکروہ اور ہر وہ فعل جس کے ساتھ ”عمل لکم“^۶ (تمہارے لئے حلال ہے) یا ”لا جناح علیکم“^۷ (تم پر کوئی گناہ نہیں) ہو، یا اس کے ساتھ مذمت ازہم سزا و ثواب میں سے کچھ بھی ذکر نہ کیا ہو تو وہ مباح ہے۔

قرآن کریم کی حجیت :

قرآن سے قرآن کی حجیت پر کئی آیات پیش کی جاتی ہیں مندرجہ ذیل آیت مبارکہ سے بھی قرآن کریم اور اس کے ہاتھ سنت و اجماع کے دلائل شریعت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

”یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول واولی الامر منکم فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی الله والرسول ان کنتم تومنون بالله والیوم الآخر ذلک خیر و احسن تاویلاً“^۸

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں صاحب امر ہوں پھر اگر تمہارے درمیان نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر وہ تمہاری تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے)

۱ النساء : ۵۸

۲ النساء : ۲۲

۳ البقرہ : ۱۸۳

۴ البقرہ : ۲۳۶

۵ النساء : ۵۹

۶ النساء : ۵۹

۷ البقرہ : ۱۸۷

۸ النساء : ۵۸

احکام شریعت کا دوسرا ماخذ ”سنت“

سنت کی تعریف :

لغت میں سنت کے معانی ”الطريقة والعادة والسيرۃ“ کے آئے ہیں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے :
 ”لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا“^۱ (پس تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے) سنت کے یہ معنی عام ہیں لیکن دعاۃ
 محمدین، فقہاء و اصولیین کے یہاں اس کے اصطلاحی معنی الگ الگ ہیں علامہ امدی نے فرمایا : ”واما فی الشرع ، فقد
 نطلق علی ما کان من العبادات نافلة منقولۃ عن النبی ﷺ“^۲ (فقہاء کی اصطلاح کے مطابق)، (شرع اسلام میں
 سنت کے لفظ کا اطلاق ان عبادات ناقلہ پر کیا جائے گا جو نبی علیہ السلام سے منقول ہیں)۔

اصطلاح اصولیین میں سنت کی تعریف بیان کرتے ہوئے علامہ امدی نے فرمایا :

”وقد تطلق علی ما صدر عن الرسول من الأدلة الشرعیۃ مما لیس بمتلو ، ولا هو معجز ،

ولا داخل فی المعجز ویدخل فی ذلک اقوال النبی علیہ السلام ، وافعالہ وتقاریره .“^۳

(اور سنت کے لفظ کا اطلاق ان دلائل شرعیہ پر بھی ہوگا جو وحی متلو (قرآن کی مثل) نہیں ہیں اور سنت میں آپ ﷺ کے

تمام اقوال ، افعال اور تقریرات شامل ہوں گے)۔

سنت وحدیث میں فرق :

سنت کی لغوی و اصطلاحی تعریف بیان کی جا چکی ہے۔ حدث-حدیث کے لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے ابن منظور
 افریقی لکھتے ہیں : حدث : الحلیث نقیض القدییم والحلوث نقیض القدیقة“^۴ (حدیث قدیم کی اور حروث
 ندامت کی ضد ہے)۔ اس دعوے کی دلیل میں انہوں نے ایک حدیث پیش کی : ”کل محدثہ بدعة و کل بدعة
 ضلالة“^۵ (ہر نئی چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے)۔ الیاس انطون نے حدث کے معنی ”ذوی“ بتایا ہے۔^۶
 اگر حدث کو مجرد سے نکال کر بسبب تفعیل میں لے جایا جائے اور حدث بتایا جائے تو اس کا معنی بیان و گفتگو ہوگا جیسے
 ارشاد باری ہے : ”فما لہؤلاء الا یکادون یفقهون حدیثا“^۷ (آخر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات
 ان کی سمجھ میں نہیں آتی)۔ لیکن اصطلاح میں حدیث سے مراد ہر وہ بیان یا بات ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف
 کسی قول ، فعل یا طرز عمل کی نسبت کی گئی ہو حدیث میں مستند اور قابل اعتماد بیانات بھی شامل ہیں اور غیر مستند اور ناقابل

۱۔ لسان العرب مادہ منن ، ابن منظور افریقی ، مطبوعہ قاہرہ ، دار المعارف ابن منظور افریقی ، مطبوعہ قاہرہ ، دار المعارف کتاب التریقات ، سید اشرف علی

۲۔ فاطمہ : ۳۳۔

۳۔ ابن حجر جانی ص ۴۳ باب السنن بطہران ایران انتشارات ناصر خسرو طبع سنہ ۱۳۸۸ھ۔

۴۔ الاحکام فی اصول الاحکام ، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد الامدی متوفی ۶۳۱ھ/۱۱۹۱ء بیروت دار الفکر ۱۳۷۷ھ/۱۹۹۶ء۔

۵۔ لسان العرب ابن منظور ۲/۹۶۷ء دار المعارف قاہرہ۔

۶۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ ۲۳۳ھ/۱۸۴۸ء۔

۷۔ النساء : ۷۸۔

۸۔ قاموس المعصری ، الیاس انطون ص ۱۳۸ بیروت ۱۹۷۲ء۔

اعتماد بیانات بھی لہذا صحیح، حسن، ضعیف اور موضوع حدیث کی قسمیں تو ہو سکتی ہیں لیکن سنت کی نہیں سنت صرف مستند اور قابل اعتماد احادیث ہی کو کہا جاتا ہے، موضوع احادیث کو سنت نہیں کہا جاسکتا۔ ان دونوں اصطلاحات کے مابین یوں بھی فرق کیا جاسکتا ہے کہ سنت شرعی حکم کو کہتے ہیں اور جس روایت میں یہ حکم بیان کیا گیا ہو اس کو حدیث کہتے ہیں۔ مثلاً اس حدیث میں چار سنہیں ہیں کا مطلب ہوگا کہ چار حکم ہیں جمہور اصولیین ان کے مابین فرق رکھتے ہیں محدثین کی طرح ان کو مترادف نہیں سمجھتے۔

سنت بحیثیت مستقل بالذات قابل استناد ماخذ شریعت :

قرآن کریم کی طرح سنت بھی مستقل بالذات قابل استنادین کا ماخذ شریعت کا مصدر ہے چنانچہ علامہ شوکانی فرماتے ہیں :
 ”اعلم انه قد اتفق من يعتد به من اهل العلم على ان السنة المطهرة مستقلة بتشريع الاحكام وانها كالقران في تحليل الحلال وتحريم الحرام“۔
 (معلوم ہونا چاہئے کہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ سنت مطہرہ تشریحی احکام میں مستقل حیثیت کی حامل ہے اور کسی چیز کو حلال قرار دینے یا حرام کرنے میں اس کا درجہ قرآن کریم ہی کی طرح ہے۔)
 پھر وہ آگے چل کر لکھتے ہیں :

”ان ثبوت حجية السنة المطهرة او استقلالها بتشريع الاحكام ضرورة دينية ولا يخالف في ذلك الامن لاحظ له في دين الاسلام“۔^۱

(سنت مطہرہ کی حجیت کا ثبوت اور تشریح احکام میں اس کی مستقل حیثیت ایک اہم دینی ضرورت ہے اور اس کا مخالف وہی شخص ہے جس کا دین اسلام میں کوئی حصہ نہیں)

سنت کے مستقل حجت شرعی ہونے کا مطلب :

اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی صحیح حدیث سے جو حکم ثابت ہو وہ مسلمان کے لئے قابل اطاعت ہے چاہے اس کی صراحت قرآن کریم میں ہو یا نہ ہو۔ آپ ﷺ کے صرف وہی فرمودات قابل اطاعت نہیں ہوں گے جن کی صراحت قرآن کریم میں آگئی ہو۔ امام شوکانی نے عبدالرحمن ابن مہدی بن حسان متوفی (۱۹۸ھ) کے حوالے سے لکھا کہ انہوں نے کہا :

”الزنادقة والخوارج وضعوا الحديث ما اتاكم عنى فاعرضوه على كتاب الله فان وافق كتاب الله فانا قلته وان خالف فلم اقله“۔^۲

(زنادقہ اور خوارج نے یہ حدیث گھڑ لی کہ میری بات کو قرآن پر پیش کرو اور جو اس کے موافق ہو اسے قبول کر لو اور جو اس کے مخالف ہو اسے رد کر دو۔)

۱۔ ارشاد الفحول، الشوکانی/۱، ۱۵۶، قاہرہ، دار الکتاب سنہ۔

۲۔ ارشاد الفحول، الشوکانی/۱، ۱۵۸، قاہرہ، دار الکتاب سنہ۔

۳۔ ارشاد الفحول، الشوکانی/۱، ۱۵۸

امام شوکانی نے مزید فرمایا :

”واما ما يروى من طريق ثوبان فى الامر بعرض الاحاديث على القرآن فقال يحيى بن معين :
انه موضوع وضعه الزنادقة“۔^۱

(جو قرآن پر حدیث کو پیش کرنے کے بارے میں (آپ ﷺ کے آزاد کردہ غلام) ثوبان (بن بجد و یا ابن ججد رالھاشی متوفی ۲۵۵ھ) سے جو روایت بیان کی گئی ہے یحییٰ بن معین (بن عون الخطیفانی متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا یہ روایت موضوع ہے جسے زنادقہ (بے دینوں) نے کھڑا ہے۔)

سنت کی بطور ماخذ قرآن کریم سے توثیق :

توثیق کرنے والے چند قرآنی دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : ”لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة“^۲ (تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول میں ایک بہت اچھا نمونہ ہے)۔ اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے : ”قل ان كنتم تحبون الله فاتبعونى يحببكم الله“^۳ (اے نبی) کہو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد : ”وانزل الله عليك الكتاب والحكمة وعلمك ما لم تكن تعلم“^۴ (اور اللہ نے آپ پر کتاب و حکمت نازل فرمائی اور جو آپ نہیں جانتے تھے اس کی تعلیم فرمائی) سے متعلق فرمایا : ”فذکر الله الكتاب، وهو القرآن، وذکر الحكمة..... الحکمة سنت رسول الله“^۵ (اللہ نے (اس آیت میں جو) الکتاب ذکر کیا وہ ان قرآن ہے اور جو حکمت کا ذکر کیا..... حکمت سنت رسول اللہ ہے)۔

سنت اور حدیث کے بارے میں صحابہ کا طرز عمل :

امام دارمی نے اپنی مسند میں اور ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا کہ جب ان کے سامنے کوئی قانونی مسئلہ زیر غور آتا تو وہ پہلے قرآن کریم سے اس کا حل تلاش کرتے وہاں نہ پاتے تو پھر اعلان کر دیتے کہ اس بارے میں کسی کو رسول اللہ کے کسی قول کا علم ہو تو آکر بتائے اگر کوئی شخص اس بارے میں آپ ﷺ کے طرز عمل کی خبر دیتا تو آپ اس کے مطابق فیصلہ کرتے اور اپنی خوشی کا اظہار کرتے اور فرماتے : ”الحمد لله الذى جعل فىنا من يحفظ على نبينا“^۱ (اللہ کا شکر ہے جس نے ہمارے اندر ایسے لوگوں کو باقی رکھا جو ہمارے نبی کی سنتوں کی حفاظت کرتے ہیں)۔ حضرت عمر فاروق اپنے دور میں مختلف علاقوں کے عامل مقرر کرتے وقت سنت کی اہمیت کو اجاگر کرنا ضروری سمجھتے، فرماتے کہ میں اعمال و حکام بھیجتا ہوں تاکہ وہ دین اور نبی کی سنتیں سکھائیں۔ سنت کے بارے میں حضرت عمر کا موقف اس خط سے بھی واضح ہو جاتا ہے جو انہوں نے قاضی تشریح کے نام لکھا کہ حضرت عثمان غنی اور حضرت علی کا طرز عمل بھی حضرت ابو بکر و حضرت عمر کی طرح ہوتا تھا۔

۱ ارشاد الفحول بالشوکانی ۱/ ۱۵۷ ج الاحزاب : ۲۱ ج ال عمران : ۳۱ ج النساء : ۱۱۳۔

۲ الرسالہ امام محمد بن ادریس شافعی ص ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷،

سنت کے بارے میں فقہاء کا موقف :

صحابہ کرام کے بعد جب مسلمانوں کو نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا تو اس کے حل کے لئے علمائے اُمت نے قرآن و سنت کی روشنی میں غور و فکر کرنے کے لئے کچھ کلیات (اصول) وضع کئے اس علم کو اصول فقہ کا نام دیا گیا۔ ان کی بنیاد قرآن و سنت دونوں تھی اس لئے کسی بھی امام نے سنت کو چھوڑ کر صرف قرآن کو شریعت اسلامی کا ماخذ قرار نہیں دیا۔

امام شافعی کی سنت کے بارے میں رائے :

امام شافعی فرماتے ہیں :

”فرض الله على الناس اتباع وحيه وسنن رسوله“^۱

(اللہ نے لوگوں پر اپنی وحی اور اپنے رسول کی سنت کی اتباع فرض کر دی۔)

غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ امام شافعی کا یہ قول جس میں ان سے منسوب فقہی قواعد کا خلاصہ دیکھا جاسکتا ہے قرآن کریم کے الفاظ ہی کو ذرا مختلف انداز میں بیان کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے : ”وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى“^۲ (وہ (نبی) اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا یہ تو ایک وحی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے)۔

قرآن و سنت کی حجیت کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے :

شیخ شہاب الدین مکی (متوفی ۹۷۳ھ) نے کہا کہ متعدد طرق سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ :

”انه اولا ياخذ بما فى القرآن فان لم يجد فبالسنة فان لم تجد فبقول الصحابة فان اختلفوا

اخذ بما كان اقرب الى القرآن اولسنة من اقوالهم ولم يخرج عنهم“^۳

(بلاشبہ اولاً کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں اگر اس میں وہ مسئلہ نہ ملے تو سنہ رسول ﷺ میں تلاش کرتے، اگر وہ وہاں نہیں ملتا تو اس کا حل نہ پاتے اور صحابہ کرام کے اس مسئلے کے بارے میں ایک سے زائد اقوال ہونے کی صورت میں جو قول اقرب الی القرآن یا اقرب الی السنہ سمجھتے اسے لے لیتے ہیں اور وہ اس سے باہر نہیں جاتے۔)

امام مالک کی سنت نبوی کے بارے میں رائے :

معن بن عیسیٰ القزازی کہتے ہیں کہ انہوں نے امام مالک کو یہ فرماتے سنا :

”انما انا بشر اخطئى واصيب، فانظروا فى قولى، فكل ما وافق الكتاب والسنة فخذوا به،

وما لم يوافق الكتاب والسنة فاتركوه“^۴

(میں تمہارے طرح بشر ہوں غلطی بھی کرتا ہوں اور صحیح بھی، ہر وہ چیز جو کتاب و سنت کے موافق ہو اسے قبول کر لو اور جو

مخالف ہو اسے چھوڑ دو)

۱۔ الرسالة امام شافعی ص ۷۶۔ رقم ۲۳۳۔ ۲۔ النجم : ۳۔

۳۔ کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہ النعمان شہاب الدین احمد حجر المہتمی المکی (متوفی ۹۳۷ھ) ص ۲۹، گیارہویں فصل قضا بنی علیہ ملجہ کے تحت لکھا مصر مطبعہ المہمۃ ۱۳۱۱ھ۔

۴۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین محمد بن ابوبکر ابن قیم الجوزیہ ص ۵۱/۵۱۵، بیروت دار الفکر ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء۔

امام مالک کے اس قول کو اگر قرآن و سنت کی تعلیمات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول بھی اسی قرآنی بات کے الفاظ سے ذرا مختلف انداز میں بیان ہے: ”وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا“۔^۱

امام احمد بن حنبل کے فتاویٰ کی پانچ بنیادیں ہیں جن میں اولین بنیاد مخصوص یعنی قرآن و سنت پر عمل ہے۔ نص کے الفاظ میں انہیں جو بھی چیز ملتی ہے اسے رد کر دیتے ہیں۔^۲ امام صاحب کا قول قرآن و سنت کی اس آیت کی روشنی میں ہے: **اتوا طيعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لا يحب الكافرين** (کہو کہ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی پھر وہ پسند نہیں کرتا)۔

یہ تمام اقوال ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے بعد سنت رسول شریعت اسلامی کا دوسرا ماخذ ہے اور قرآن کریم میں جو رہنمائی نہ ملنے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی وہی اہمیت ہے جو قرآنی آیات کی ہے اس نظریے سے کئی صحابہ کرام بے نیاز ہوئے اور نہ کسی بھی دور کے علماء اُمت نے اس سے صرف نظر کیا۔

سنت کا بطور ماخذ شریعت دائرہ کار :

ماخذ اول قرآن مجید کے بعد سنت نبوی کا درجہ ہے۔ سنت کا دائرہ کار کی وسعت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی مدد کے بغیر قرآن کے حکم پر عمل کرنا محذور و مشکل ہو جاتا ہے، اس بات کی وضاحت میں چند مثالیں مندرجہ ذیل ہیں جہاں بغیر سنت کی مدد کے حکم قرآنی پر عمل مشکل بلکہ ناممکن نظر آتا ہے۔

عبادات : اللہ نے حکم فرمایا: ”اقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ“۔^۳ اس نماز کی ہیئت و کیفیت کیا ہونی چاہئے ہے اللہ تعالیٰ نے فرض فرمایا اس کے اوقات و تعداد اور رکعات، اور کس پر واجب ہے اور روزانہ یا زندگی میں کتنی مرتبہ فرض ہے۔ **دائیت زکوٰۃ کیا ہے؟** کس پر اور کس مال کی کتنی مقدار پر کن شرائط کے ساتھ زکوٰۃ فرض ہے؟ ”واتموا الحج والعمرة لله“۔^۴ حج و عمرہ سے کیا مراد ہے؟ ان کی حقیقت و طریقہ وغیرہ کیا ہیں؟

مالی معاملات : بیع و رہن کی شروع صورتیں؟ بیع مسلم کی مشروعیت کیا ہے؟ شرعی بیع کے جواز و انعقاد کی شروط کیا ہوں؟ خاندانی نظام (احوال شخصہ) صحت عقد نکاح کے لئے شروط کیا ہیں؟ طلاق کب اور کیسے واقع ہو جاتی ہے؟ کتنی عمر تک رضاعت سے حرمت ہوتی ہے؟ خلع کا طریقہ کار کیا ہے؟

کھانے پینے میں : حلت والی اشیاء کی تفصیلات کیسے معلوم ہوں؟

اعمال طیبہ : کن اشیاء سے اعمال طیبہ کی انجام دہی جائز ہے اور کس سے نہیں؟

قسم اور منت : ان کی مشروعیت اور انعقاد کی شروط، اور کفار کا وجوب اور ادائیگی کا طریقہ۔

احکام ما بعد الموت : کتنی مقدار میں وصیت کا نفاذ ہو سکتا ہے؟ اور کس کے حق میں وصیت ہے اور کس کے حق میں نہیں؟

مزا میں : دیت کی مقدار کتنی ہے؟ شرابی کی حد کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ ایسے سوالات ہیں جن پر

بغیر سنت عمل نہیں ہو سکتا، اس سے مندرجہ ذیل باتیں سنت ہی کے دائرہ کار کے تحت آتی ہیں۔ مجمل کو مفصل کرنا۔ مثلاً آپ نے فرمایا: "صلوا کما رایتونی اصلی" (نماز اس طرح ادا کرو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو) مطلقاً مقید کرنا چاہیے: "وَاللّٰهُ عَلٰی النَّاسِ حَاجُّ الْيَتِّ مِنْ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" (لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اس کا حج کرے)۔ زندگی میں کتنی بار حج کرے؟ حکم مطلق ہے ظاہراً لگتا ہے کہ ہر سال کرے، مگر صحابی رسول "افرع بن حابس" کے سوال پر آپ ﷺ نے اس مطلق قرآنی حکم کو مقید فرمادیا کہ ایک شخص پر ساری زندگی میں ایک ہی حج فرض ہے۔ عام کو خاص کرنا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وَالنِّسِيْن يَكْزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفَقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ" (جو لوگ سونا اور چاندی (دولت) جمع کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دو)۔ اس میں واضح نہیں کہ کتنی مقدار میں سونا چاندی کی مقدار حج کر کے اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر عذاب الیم ہے اور اس میں خرچ کا نصاب بھی نہیں ہے۔ سنت نبوی نے سونے چاندی پر حیوانی اور زرعی اموال وغیرہ پر اس کا الگ الگ نصاب بتایا اور خرچ کا طریقہ اور زکوٰۃ کے وجوب کے لئے مال پر خاص زمانے کی مقدار کا تعین کیا۔ مشکل کو مفسر کرنا، مثلاً اللہ نے فرمادیا: "وَكُلُوْا وَاَشْرَبُوْا حَتّٰی يَبِيْنَ لَكُمْ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ" (اور کھاؤ پیو، یہاں تک کہ صبح کی سفید دھاری رات کی سیاہ سے الگ نظر آنے لگے) جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ غلط فہمی میں پڑ گئے پھر اس کی تفسیر رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی اور سحری کے لئے باقاعدہ وقت بتایا کہ اس وقت تک کھانے پینے کی اجازت ہے اور اس وقت کے بعد کھانا پینا منع ہے۔

کیا حضور ﷺ کے تمام افعال و اقوال تشریعی احکام کا ماخذ ہیں ؟

کیا حضور ﷺ کے تمام افعال و اقوال سے شرعی حکم پر استدلال ہو سکتا ہے اور کیا ان کے مراتب میں کوئی فرق ہے؟ ان کے جوابات کے لئے سنت کی ماہیت (ساخت) کے اعتبار سے قسموں کا جاننا ضروری ہے اور پھر اس کے بعد ہم سند کے اعتبار سے سنت کی اقسام پر کلام کریں گے۔ سنت کی ماہیت کے اعتبار سے تقسیم میں سنت قولی، سنت فعلی اور سنت تقریری کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان تین اقسام میں سنت کی بہت سی ذیلی اقسام ہیں جو علم حدیث سے متعلق ہیں اس لئے ان کو یہاں ذکر نہیں کیا جائے گا۔

سنت کی اقسام :

ماہیت (ساخت) کے اعتبار سے سنت کی اقسام :

ماہیت کے اعتبار سے سنت کی تین اقسام ہیں جن میں سے ہر ایک کا قانون سازی میں الگ الگ مقام ہے، یہ اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) قولی سنت : اس سے مراد حضور ﷺ کی زبان مبارکہ سے نکلنے والے وہ الفاظ ہیں جو احکام الہی کی تشریح کے لئے ہوں۔ آپ کے ایسے تمام اقوال واجب الاتباع ہیں اور مصادر شریعہ کا متفق علیہ ماخذ ہیں۔

۱۔ المنار، ابوالبرکات عبد اللہ بن احمد، حافظ الدین انفسی متوفی ۷۱۰ھ/۳۶۱ھ، مطبعہ الکبریٰ الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ

۲۔ ابن عمر : ۹۷

۳۔ سنن نسائی، کتاب النجاشی باب وجوب الحج

۴۔ التوبہ : ۳۳

۵۔ البقرہ : ۱۸۷

(ب) فعلی سنت : آپ ﷺ نے اپنے افعال کے ذریعے جو تعلیم دی وہ بھی سنت میں داخل ہیں اس کی ایک قسم وہ ہے آپ ﷺ کی ذاتی زندگی مثلاً کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے سے متعلق ہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر ان باتوں میں بھی آپ ﷺ کے طریقہ کو اختیار کرے گا تو اس کا عمل حب رسول پر دلالت کرے گا اور یہ ایک اچھی بات ہوگی۔ لیکن اس کے مطابق نہ چلنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔ فعلی سنت کی دوسری قسم وہ ہے جو صرف آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے عام مسلمانوں کے لئے واجب الاتباع نہیں۔ مثلاً چار سے زائد شادیاں، صوم وصال وغیرہ اس قسم کی فعلی سنت ماخذ و مصادد ثابت نہیں ہے۔ فعلی سنت کی تیسری قسم وہ ہے جس میں آپ نے قرآن مجید کے مجمل احکام کی تفصیل بتائی یا اس کی تشریح و تفسیر کی۔ مثلاً ”قیموا الصلوٰۃ“ قرآنی حکم کی تشریح (طریقہ و تعداد رکعت وغیرہ کی تعلیم) کے لئے آپ کا یہ فرمانا کہ صلوٰۃ اقامہ ایتمونی اصلی۔ فعلی سنت کی یہ قسم ماخذ قانون ہے۔

(ج) سنت تقریری (یا سکوتی) : یہ وہ سنت ہے جس میں رسالت مآب ﷺ نے کسی کام کو ہوتے دیکھ کر خاموشی اختیار کی مثلاً عید کے دن آپ نے مسجد نبوی کے سامنے حبشیوں کا ایک کھیل دیکھا اور خاموشی اختیار کی۔ جس سے بہت ہوا کہ خوشی کے مواقع پر شرعی حدود میں رہتے ہوئے مناسب کھیل تماشے جائز ہیں۔ سنت کی اس قسم کے بارے میں قرآن سے پتہ چلتا ہے کہ قانون سازی میں اس کا مقام ہے۔

روایت/سند کے اعتبار سے سنت کی اقسام :

روایت کے اعتبار سے سنت کی اولاد دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ سنت جس کی سند متصل ہو جس کو حدیث متصل کہتے ہیں اور دوسری وہ جس کی سند متصل نہ ہو جس کو حدیث غیر متصل کہتے ہیں۔ حدیث متصل کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) متواتر۔ (۲) مشہور۔ (۳) خبر واحد۔

(۱) متواتر وہ حدیث ہے جسے صحابہ کرام کے زمانے سے روایت کرنے والے ہر دور میں اس قدر تعداد میں ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو۔ حدیث متواتر قطعی الثبوت ہوتی ہے اور علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، اس پر عمل لازم ہے اور اس کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ متعدد سنت فعلیہ سنت متواتر کا درجہ رکھتی ہیں، مثلاً وضو، نماز اور حج کی کیفیات سنت متواتر ہیں۔ متواتر حدیث قولی کی مثال یہ فرمان نبوت ہے کہ :

”ان کذب علی لیس ککذب علی احد من کذب علی متعمد افلیتوا مقعدہ من النار“

(میری ذات کے بارے میں جھوٹ بولنے کا گناہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ کسی اور شخص کے بارے میں جھوٹ بولنا۔ من لو جو شخص میرے بارے میں عمد جھوٹ بولے گا وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے گا)

(۲) حدیث مشہور وہ ہے جسے صحابہ کرام کی اتنی تعداد روایت کرے جو متواتر کو نہ پہنچتی ہو مگر عصر صحابہ کے بعد اس کی روایت کرنے والے ہر دور میں بکثرت ہوں۔ حضرت عمر بن الخطاب سے مروی یہ روایت، حدیث مشہور کی مثال کے طور پر بیان کی جاتی ہے :

۱۔ نور الانوار علی المنار، شیخ احمد ملا جیون بن ابی سعید عبید اللہ الحنفی الصدیقی متوفی ۱۱۳۰ھ/۳۶ مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ بولاق ۱۳۱۶ھ۔

۲۔ صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ، باب اصحاب الحراب فی المسجد۔

۳۔ صحیح البخاری۔ کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من النیامۃ علی المیت۔

انما الاعمال بالنیات وانما لكل امری ما نوى^۱

(اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کا اجر و ثواب اس کی نیت کے مطابق ہے)

حنفی فقہاء کے نزدیک حدیث مشہور قطعی الثبوت ہے اور اس پر عمل لازم ہے اور اس سے قرآن کے عام کی تخصیص اور مطلق کی تنقید کرنا درست ہے، مثلاً قرآن کریم میں وصیت کا حکم مطلق ہے، وصیت کی مقدار کا ذکر نہیں ہے لیکن حدیث مشہور "الثلث والثلث کثیر" سے قرآن کے مذکور حکم کی تنقید بیان ہوئی اور وصیت پر ثلث کی قید لازم ہو گئی۔ اسی طرح قرآن کریم میں حرمت کے بیان کے بعد فرمایا گیا: "واحل لکم ما وراء ذالکم" جو عام ہے مگر حسب ذیل حدیث مشہور سے اس حکم عام کی تخصیص ہو گئی:

"لا تنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها"^۲

(کسی عورت سے اس کی پھوپھی اور خالہ کے اوپر نکاح نہ کیا جائے)

(۳) خبر واحدہ حدیث ہے جس میں صحابہ یا تابعین کے کسی بھی دور میں راویوں کی تعداد حد تو اترا کو نہ پہنچے اور نہ اس میں مشہور کی شرط پائی جائے۔

امام ابو حنیفہ، شافعی اور احمد کی رائے یہ ہے کہ اگر خبر واحد صحیح روایت کی شرائط پر پوری اترتی ہو تو وہ قابل استناد ہے اور اس پر عمل لازم ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہ نے راوی کے ثقہ اور عادل ہونے کے ساتھ یہ شرط بھی عائد کی ہے کہ راوی کا عمل اس کی روایت کے برخلاف نہ ہو۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ "حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی اس حدیث کو قابل استناد نہیں سمجھتے:

"اذا ولغ الکلب فی انا احدکم فلیغسلہ سبعاً احداهن بالتراب الطاهر"^۳

(اگر کتا برتن میں منڈال دے تو اسے سات مرتبہ دھویا جائے جن میں ایک مرتبہ پاک مٹی سے ہو)

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ خود حضرت ابو ہریرہؓ کا عمل اس کے برخلاف تھا، یعنی وہ تین مرتبہ غسل کو کافی سمجھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ عمل اس روایت کے لئے ضعف اور اس روایت کے لئے ان کی جانب انتساب کو کل نظر ٹھہراتا ہے۔

امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ ایسی خبر واحد قابل استناد ہے جو عمل اہل مدینہ کے خلاف نہ ہو۔ کیونکہ جس حدیث پر اہل مدینہ کا عمل ہو تو گویا اس پر ہزاروں صحابہ کا عمل ہوا اور ایسے عمل کا رسول اللہ ﷺ سے مروی ہونا اس عمل کے برخلاف روایت کی جانے والی خبر واحد پر فوقیت رکھتا ہے۔

معلوم ہوا کہ خبر واحد کی روایت کی صحت کی صورت میں آئمہ اربعہ کے نزدیک صحیح سند کے ساتھ مروی خبر واحد حجت ہے۔^۴

☆☆☆

۱۔ صحیح بخاری۔ باب الوی۔
۲۔ صحیح البخاری۔ باب النکاح، صحیح مسلم، باب النکاح، جامع ترمذی، باب النکاح۔
۳۔ سنن نسائی، کتاب المیاء من الجنی۔ ص ۶۳۔ نور محمد کتب خانہ کراچی
۴۔ اصول الفقہ۔ ابو ہریرہ ص ۸۵

احکام شریعت کا تیسرا ماخذ ”اجماع“

”اجماع“ کی تعریف :

نکتہ میں : ”الغزم والتصمیم علی الشئ، والاتفاق“ کو کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ”فاجمعوا
مرکم وشركاءکم“^۱ (سو تم اپنی کوئی تدبیر اپنے شرکاء سے مل کر پختہ طور پر طے کر لو) اسی طرح حدیث کے الفاظ ہیں :
”انکم یجمع الرجل الصوم من اللیل فلا یصم“^۲ (جب آدمی نے روزے کو رات میں جمع نہیں کیا تو (گویا) اس نے
روزے نہیں رکھا) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے رات میں روزہ رکھنے کا پختہ ارادہ نہیں کیا اس کا روزہ متصور نہیں ہوگا۔
اس فقوی مماثلت کی وجہ سے امت مسلمہ کے مجتہدین کسی رائے پر مجتمع ہو جائیں تو اس کیفیت کو اجماع کہتے ہیں
اصطلاح اصولین میں اس کی متعدد تعریضیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں :

☆ امام الشوکانی نے ان الفاظ کے ساتھ اجماع کی تعریف بیان کی :

”فهو اتفاق مجتہدی امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاته فی عصر من الاعصار علی
امر من الامور“^۳

(رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد کسی دور کے مجتہدین امت کا کسی معاملہ میں اتفاق)۔

☆ امام غزالی نے ان کلمات کے ساتھ تعریف بیان کی :

”اتفاق امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاصة علی امر من الامور الدينية“^۴
(امت محمد ﷺ کا دینی امور میں سے کسی امر پر اتفاق)

امام غزالی کی تعریف پر اعتراضات :

اس تعریف پر علامہ الامدی نے تین پہلوؤں سے گرفت کی ہے :

- (۱) اس تعریف میں امت محمد ﷺ کے اتفاق کو اجماع قرار دیا، امت محمدیہ قیامت تک باقی رہے گی اور قیامت تک
معلوم نہ ہو سکے گا کہ امت نے کن امور پر اتفاق کیا۔
- (۲) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ امت سے ایک دور کی امت مراد ہے تو محل نظر ہے کہ اگر کسی دور میں ارباب حل وعقد
موجود نہ ہوں تو عام لوگوں کا کسی دینی امر پر اتفاق پر اجماع شرعی بن جائے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔
- (۳) دینی امور کی قید لگانے کا معنی یہ ہے کہ کوئی عقلی قضیہ یا عرفی قضیہ حجت شرعی نہ بن سکے گا اور عقلی و معاشرتی
معاملات پر اجماع خارج ہوگا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۳ ارشاد الفحول، ۱/۲۸۶۔ قاہرہ، دارالکتاب سنہ

۲ النسائی، کتاب الصیام۔

۱ یونس : ۱۔

۴ المستصفی، امام غزالی ۱/۱۱۰۔

☆ ان اعتراضات کو فوراً بعد علامہ امدی نے ان کے نزدیک اجماع کی مناسب تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی :
 ”الاجماع عبارة عن اتفاق جملة اهل الحل والعقد من أمة محمد في عصر من الاعصار على حكم واقعة من الوقائع“۔^۱

(اجماع کسی معاملہ کے بارے میں کسی دور کے اُمت محمد ﷺ کے جملہ ارباب حل وعقد کے اتفاق سے عبارت ہے)
 امدی کی تعریف میں قیود کے فوائد :

لفظ ”اتفاق“ اقوال، افعال، سکوت و تقریر“ سب کو عام ہے اور ”جملة اهل الحل والعقد“ کہنے سے بعض کا اتفاق یا عام لوگوں کا اتفاق خارج ہو گیا جب کہ ”من أمة محمد“ کی قید سے شرائع سابقہ کے اہل حل وعقد خارج ہو گئے اور ”على حكم واقعة“ کی قید سے اثبات، نفی اور حکام عقلیہ و شرعیہ سب کو شامل ہو جائیں گے۔
 امام شوکانی کی تعریف علامہ امدی کی تعریف سے قریب تر ہے البتہ امدی کی تعریف میں ارباب حل وعقد میں تمام (جملہ) کی شرط زائد ہے۔

امام غزالی کی تعریف پر امدی کی گرفت کا جائزہ :

امام غزالی کی تعریف پر اور امدی نے جو گرفت کی ہے وہ تعریف کے الفاظ کی حد تک درست ہے لیکن جو توضیحات خود امام غزالی نے بعد میں کی ہیں ان سے بہت حد تک موضوع کی وضاحت ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام غزالی کے نزدیک بھی ایک ہی دور کے ارباب حل وعقد کا اتفاق اجماع کہلاتا ہے۔^۲
 اجماع کی حیثیت پر آراء :
 علامہ امدی نے فرمایا :

”اتفق اکثر المسلمين على ان الاجماع حجة شرعية يجب العمل به على كل مسلم خلافا للشيعه والخوارج والنظام من المعتزله“۔^۳

(اکثر مسلمان اس پر متفق ہیں کہ اجماع حجت شرعیہ ہے اس کے ذریعہ جو بات ثابت ہو اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے البتہ شیعہ، خوارج اور نظام معتزلی اس میں اختلاف کرتے ہیں)

مسلم الثبوت اور اس کی شرح فوائح الرحموت میں اس طرح مذکور ہے :

”الاجماع حجة قطعية (ويفيد العلم الجازم) (عند الجمع) من اهل القبلة (ولا يعتد بشرذمة (من) الحمقى (الخوارج والشيعه.....)“۔^۴

(اجماع حجت قطعی ہے یہ یقینی علم کا فائدہ پہنچاتا ہے کبھی اہل قبلہ کا موقف یہ ہے ہاں اہمیتوں کی ایک قلیل جماعت جو شیعہ اور خوارج پر مشتمل ہے وہی اس کا اعتبار نہیں کرتے)

۱۔ الاحکام فی اصول الاحکام، امدی ۱/۱۳۸۔ ۲۔ المستصفیٰ، امام غزالی ۱۱۹/۱۲۰۔

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد الامدی متوفی ۶۳۱ھ/۱۰۴۳، دار الفکر ۱۳۷۷ھ۔ ۱۹۹۶ء۔

۴۔ فوائح الرحموت بشرح مسلم الثبوت، ۲/۲۱۳، محبت اللہ بن عبدالشکور عبدالحی محمد نظام الدین الانصاری۔

احادیث و آثار سے اجماع کی حجیت پر استدلال :

حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور دیگر صحابہؓ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہے :

”ان اُمتی لاتجتمع علی الضلالة“۔^۱

(میری اُمت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوگی)

الشیخ خضریٰ نے حدیث ”لاتجتمع علی الضلالة“ بیان کر کے طویل تبصرہ میں اس حدیث سے جو استدلال کو بھی بیان کیا ہے۔^۲

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ اثر مروی ہے :

”ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسن وماراه المسلمون قبيحا فهو عند الله قبيح“۔^۳

(جس امر کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے یہاں بھی اچھا ہے اور جسے برا سمجھیں وہ برا ہے)

امام شوکانی نے فرمایا :

”لا اعتبار بقول العوام في الاجماع لا وفاقاً ولا خلافاً عند الجمهور لانهم ليسوا من اهل النظر

في الشرعيات ولا يفهمون الحجة ولا يعقلون البرهان“۔^۴

(جمہور علماء کے نزدیک عوام کی بات چاہے موافقت میں ہو یا مخالفت میں معتبر نہیں کیونکہ شرعی امور میں وہ (عوام)

اہل نظر نہیں ہیں اور وہ دلیل و حجت کا فہم بھی نہیں رکھتے)

الغرض وہی اجماع معتبر کہلائے گا جو مسلمان مجتہدین کے ذریعے ہو اور یہ کہ وہ تمام مجتہدین متفق ہوں اگر ایک تین مجتہدین بھی اختلاف کریں تو بھی اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

شیخ وہبہ زحلی نے اس بارے میں بعض حضرات کی رائے نقل کرتے ہوئے لکھا کہ وہ کہتے ہیں :

”ينعقد الاجماع مع مخالفته الواحد والاثنين“۔^۵

(ایک دو افراد کی رائے کی مخالفت کے باوجود اجماع منعقد ہو جاتا ہے۔)

اور اجماع میں یہ بھی ضروری ہے کہ مجتہدین کا اتفاق کسی حکم شرعی پر ہو اور نبی کریم ﷺ کے بعد اس کا انعقاد ہوا ہو۔

۱۔ المستصفی، امام غزالی ۱/۱۱۱۔

۲۔ سنن ابن ماجہ، باب الفتن۔

۳۔ اصول الفقہ، شیخ محمد النضری ص ۳۳۱۔

۴۔ مؤطا امام محمد، کتاب اصلاۃ باب قیام شہر رمضان۔

۵۔ ارشاد الفحول، الشوکانی ۱/۳۳۷۔ قاہرہ، دارالکتاب سند۔ قاہرہ، دارالکتاب سند۔

۶۔ اصول الفقہ، وہبہ الزحلی ۱/۵۱۸، دمشق، دارالفکر ۱۹۸۶ء۔

اجماع صحابہ سے کسی حکم کے ثابت ہونے کی مثال :

اجماع سے کسی حکم کے ثابت ہونے کی مثال دادا کا بیٹے کے ساتھ میراث پانا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص مر اور اس نے دادا اور بیٹا وارث چھوڑے تو باپ کی عدم موجودگی میں میراث میں دادا، باپ کی جگہ لے لے گا اور متوفی (مرنے والے) کے بیٹے کی موجودگی کے باوجود باپ کی طرح سدس (۶/۱) میراث کا حقدار ہوگا اور یہ حکم اجماع صحابہ سے اسی طرح باپ کی موجودگی میں بنوال اعیان اور علات (مرد ہو یا عورتیں) کی میراث اور استھماع کی صحت پر اجماع ہے۔

اجماع کی اقسام :

اس کی دو قسمیں ہیں : (۱) اجماع صریح / نطقی / قولی۔ (۲) اجماع سکوتی۔

اجماع صریح : یہ وہ اجماع ہے جس میں کسی حکم کے بارے میں مجتہدین سے متفق رائے منقول ہو، ضروری نہیں کہ مجتہدان سے بول کر ہی اپنی رائے کا اظہار کرے بلکہ وہ تمام ذرائع بھی جو کلام کی تعریف میں آتے ہیں نطق کہلاتے ہیں۔ جیسے مجتہدین کی کسی مجلس میں ایک مسئلہ زیر بحث آئے اور حتمی رائے کا اظہار کوئی ایک صاحب کریں باقی حاضرین ہاتھ اٹھا کر کسی دوسرے ذریعے سے اپنی تائید کا اظہار کریں تو اصطلاح میں یہ اجماع صریح کہلاتا ہے۔

اجماع سکوتی : اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ میں کوئی مجتہد اپنی رائے کا اظہار کرے اور یہ مشہور ہو کہ دوسرے تمام مجتہدین تک پہنچ جائے وہ سب اس پر سکوت اختیار کریں۔ صراحت سے نہ انکار کریں اور نہ صراحت سے اس کی تائید کریں لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ اظہار رائے میں کوئی چیز مانع نہ ہو۔

اجماع سکوتی کے شرعی مقام و مرتبہ میں مختلف مکاتب فکر کی آراء :

اجماع سکوتی کے شرعی مقام و مرتبہ میں علماء اُمت میں اختلاف پایا جاتا ہے اس بارے میں علماء کے پانچ مکاتب فکر ہیں۔^۲

پہلا مکتبہ فکر : امام شافعی، امام مالک، امام باقلانی، اور عیسیٰ بن ابان کے مطابق اجماع سکوتی نہ تو اجماع ہے اور نہ اسے حجت قرار دیا جاسکتا ہے۔

دوسرا مکتبہ فکر : امام احمد اور اکثر فقہاء احناف کے مطابق اجماع سکوتی بھی اجماع صریح کی طرح نہ صرف اجماع ہے بلکہ یہ حجت بھی ہے۔

تیسرا مکتبہ فکر : ابوعلی الجبائی کے مطابق کسی رائے کے مشہور ہو جانے کے بعد دوسرے علماء کا سکوت ان کے زمانے میں اجماع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ان کی وفات کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان علماء نے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا تھا اس لئے ان کی رائے اجماع سکوتی کے ضمن میں آتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ صراحتاً اپنی رائے کا اظہار کر چکے ہوں

۲ اسلامی فقہ کے اصول و مبادی، مساجد الرحمن صدیقی ص ۱۴۰، بنوال اعیان سے مراد باپ ماں شریک بھائی بہن اور بنوال اخیلاف ماں شریک بہن بھائی ہیں۔

۳ اصول الفقہ، وحیہ الزحیلی ۵۵۲/۱، دمشق، دار الفکر ۱۹۸۶ء۔

وہ اس زیر بحث معاملے پر خوب مطالعہ و تحقیق کر چکے ہوتے ہیں۔ مسئلہ کی تمام جزئیات ان کے سامنے آچکی ہوتی ہیں، لیکن جو لوگ خاموش ہیں ان کی خاموشی کو اجماع کی نسبت دینا درست نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ وہ بھی مطالعہ و تحقیق کے مرحلے سے گزر رہے ہوں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی کسی نتیجے پر نہ پہنچے ہوں یا متردد ہوں اور رائے کے اظہار کو فی الوقت مناسب خیال نہ کرتے ہوں اس لئے ان کا سکوت اجماع سکوتی نہیں کہلا سکتا۔

چوتھا مکتبہ فکر : ابن حاسب مالکی، امام کرنی حنفی، ابو ہاشم بن ابی علی اور علامہ امدی کے مطابق اجماع کی یہ قسم اجماع قرار نہیں دی جاسکتی لیکن اسے بطور دلیل اختیار کیا جاسکتا ہے۔

پانچواں مکتبہ فکر : ابن ابی ہریرہ کے مطابق اگر جن لوگوں سے اجماع صریح کا صدور ہوا ہو وہ حکومتی اختیارات اور مناصب رکھتے ہوں تو سکوت اختیار کرنے والوں سے اجماع سکوتی منسوب نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر اجماع صریح ان لوگوں کی طرف سے ہو جو حکومتی مناصب و اختیارات سے خالی ہوں تو پھر ایسا اجماع، اجماع بھی ہے اور اسے بطور دلیل حجت بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس رائے کے ضمن میں یہ بات ہے کہ اُمت کے اجتماعی فیصلے ہر طرح کے خوف، ڈر، لالچ، ترغیب و تخریص اور ترہیب سے الگ رہ کر کئے جائیں۔

العقاد اجماع کا امکان :

اجماع کے منعقد ہونے اور عملاً اس کے واقع ہونے کے امکان پر جمہور علماء کا اتفاق ہے۔ بعض لوگوں مثلاً معتزلہ میں سے نظام کا خیال ہے کہ اس کا انعقاد اور عملی طور پر اس کا وقوع ممکن نہیں۔

اجماعی فیصلوں کی اجماع جدید کے ذریعے تنسیخ :

کیا کوئی مجتہدین کا نیا اجماع سابقہ اجماع کو منسوخ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں اور دونوں کے بارے میں الگ الگ آراء ہیں۔

(۱) اجماعی فیصلوں میں اختلاف : اس کی ایک صورت تو یہ بن سکتی ہے کہ مجتہدین کسی مسئلہ پر اجماع منعقد کر لیں اور پھر وہی مجتہدین اپنا فیصلہ بدل کر اسی مسئلہ پر نیا اجماعی فیصلہ کر لیں اس بارے میں دو مکتب فکر ہیں۔

(الف) جمہور علماء کے نزدیک ایسا کرنا جائز نہیں کیونکہ اجماع ایک ہی دفعہ منعقد ہوتا ہے اور حجت شرعیہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(ب) دوسرے مکتبہ فکر کے کچھ علماء کا خیال ہے کہ زمانے کی تبدیلی کے ساتھ نئے اجماع کی ضرورت پیش آئے تو وہی مجتہدین کوئی نیا فیصلہ بھی کرنے کے مجاز ہیں۔

(۲) نئے مجتہدین کے ذریعے اختلاف : اس کی صورت یہ بنتی ہے کہ کسی اجماعی فیصلے کو دوسرے مجتہدین نے اس زمانے میں منسوخ کیا ہو اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں۔

(الف) پہلی شکل یہ ہے کہ مجتہدین کا کسی مسئلہ پر اجماع ہو چکا ہو اور مجتہدین ہی کی ایک جماعت کسی مختلف رائے کا اعلان کرے یہ صورت جمہور علماء کے لئے قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ایک وقت میں دو اجماع ممکن نہیں ہیں

اور بات اجماع کے بنیادی تصور سے متصادم ہے، لہذا دوسرا اجماع باطل قرار پائے گا۔ بعض علماء نے ایک درمیانی راستہ نکالا کہ مؤخر الذکر مجتہدین کو کوئی ایسی دلیل ملی ہو جو اول الذکر مجتہدین کی نظروں میں آنے سے رہ گئی ہو تو اس کی روشنی میں نیا اجماع بھی ممکن ہے البتہ یہ ضروری ہے کہ اس کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو اجماع کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

(ب) دوسری شکل یہ ہو سکتی ہے کہ مجتہدین کسی معاملہ پر اتفاق کر لیں بعد میں آنے والے مجتہدین اس مسئلہ پر کسی نئی رائے کا اظہار کریں اور سابقہ فیصلہ تبدیل ہو جائے تو یہ صورت حال اسی طرح ممکن ہے کہ سابقہ تاویلات کے مقابلہ میں نئی تاویلات کے ساتھ اجماع کیا جائے۔^۱

جماع کے مراتب :

قوت وضعف اور یقین و ظن کے اعتبار اجماع کے چار مراتب میں جو مختصر امندرج ذیل ہے :

(۱) کسی مسئلہ و واقعہ کے بارے میں صحابہ کا یہ کہہ کر اتفاق کرنا کہ تمام صحابہ اس پر متفق ہو گئے یہ اجماع عزیمت کی اعلیٰ قسم ہے۔ یہ بمنزلہ قرآن مجید و حدیث کے ہے اکثر مشائخ حنفیہ کے نزدیک ایسے اجماع کا رد کرنا کفر ہے جیسے حضرت ابو بکر ؓ کی خلافت پر صحابہ کا متفق ہو جانا۔

(۲) کسی مسئلہ پر صحابہ کا اس طرح اتفاق کرنا کہ بعض زبان سے اس کی قبولیت کا اقرار کریں یا اس پر عمل کریں اور دوسرے خاموش رہیں اور اس قول یا عمل کو رد نہ کریں یہ اجماع رخصت (اجماع سکوتی) ہے۔ یہ حدیث متواتر کی طرح ہے بشرطیکہ یہ تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچے یہ پہلے قسم کے اجماع سے درجہ میں کم ہے ایسے اجماع کا منکر کافر نہیں ہے، بلکہ گمراہ کہلائے گا اس اجماع کی بنیاد قطعی دلیل پر ہوتی ہے بعض علماء اصول کے نزدیک اگر اجماع سکوتی میں قرآن حال سے یہ ثابت ہو جائے کہ سکوت کرنے والوں نے کسی قول سے اتفاق کرتے ہوئے سکوت کیا ہے تو اس کا منکر کافر ہے اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے زمانے میں قبیلہ بنو تمیم اور عطفان نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا تو آپ نے ان سے جہاد کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ابتداء میں لوگوں نے آپ کی مخالفت کی لیکن بعد میں سب کا اتفاق ہو گیا اور جن لوگوں نے سکوت اختیار کیا وہ آپ کے ساتھ متفق تھے کیونکہ جہاد میں صحابہ نے آپ کا ساتھ دیا۔

امام الحرمین اور امام غزالی ؒ کی رائے یہ ہے کہ اجماع ایک ظنی حجت ہے اس لئے اس کا منکر کافر نہیں ہو سکتا ہے کہ اجماع کے منکر کو کافر نہیں سمجھتے کیونکہ اس کی حجیت کے دلائل ظنی ہیں۔

(۳) صحابہ کے بعد تابعین و تبع تابعین کا کسی ایسے مسئلہ میں اجماع جس میں سلف نے کچھ نہیں کہا یہ اجماع بمنزلہ حدیث مشہور کے ہے یعنی اس سے صرف طمأنینہ حاصل ہوتی ہے یقین حاصل نہیں ہوتا بشرطیکہ اس میں صحابہ کا کوئی اختلاف نہ ہو۔ ایسے اجماع کا منکر گمراہ ہے نہ کہ کافر۔

(۴) صحابہ یا تابعین کے اقوال میں سے کسی قول پر متاخرین کا اتفاق کر لینا اس کا حکم خبر واحد کی طرح ہے۔ یہ سب سے کم درجہ کا اجماع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ و تابعین کے دور میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور متاخرین ان اقوال میں سے کسی ایک قول پر متفق ہو جائیں..... اس کی حجت ظنی ہے اور اس پر عمل واجب ہے یقیناً واجب نہیں، امام غزالی اور بعض احناف کے نزدیک اس پر عمل واجب نہیں۔ اہل اصول کے نزدیک ہر قسم کا اجماع رائے اور قیاس پر مقدم ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خبر متواتر، مشہور یا احاد کے ہے اور حدیث کی ان تینوں قسموں کو رائے پر ترجیح ہے۔



احکام شریعت کا چوتھا ماخذ ”قیاس“

قیاس کی تعریف :

قیاس کے لغوی معنی اندازہ کرنا، پیمائش کرنا۔ اس لفظ کا استعمال اس موقع پر کیا جاتا ہے جب ایک شئی کو دوسری شئی سے بہت دے کر مماثلت بیان کرنا مقصود ہو۔ چنانچہ کہا جاتا ہے : ”فلان یقاس بفلان“^۱ (فلان شخص اس فلاں شخص کے مساوی یا برابر ہے)، اسی طرح گز یا میٹر کے ذریعے کپڑے کے پیمائش کے وقت اہل زبان یوں بولتے ہیں :
نست الثوب بالذرائع“^۲ (میں نے کپڑے کی گز کے ذریعے پیمائش کی)۔

قیاس کی اصطلاحی تعریف :

اصول فقہ کی کتابوں میں قیاس کی مختلف تعریفیں ملتی ہیں جن میں سے چند کا ذکر علامہ امدی نے بھی کیا ہے۔ پھر ناب کا رد کیا اور پھر علامہ امدی نے ان الفاظ کے ساتھ قیاس کی تعریف بیان کی :

”الاستواء بین الفرع والاصل فی العلة المستنبط من حکم الاصل“^۳۔

(اصل کے حکم سے باخوذ علت کا فرع اور اصل سے معادلہ کرنا۔)

ابوالحسین ابھری نے فرمایا :

”تحصیل حکم الاصل فی الفرع لاشتباہہما فی علة الحكم عندا لمجتہدین“^۴۔

(مجتہد کے نزدیک فرع میں اصل اور فرع کی علت میں مشابہت کی بناء پر اصل کے حکم کا حصول (قیاس کہلاتا ہے)

علامہ النسخی نے یوں تعریف بیان کی :

”تقلید الفرع بلاصل فی الحكم والعلة“^۵۔

(حکم اور علت میں فرع کا اصل سے موازنہ کرنا۔)

قیاس کی تعریفات کا ماحصل :

قیاس کی اصطلاحی تعریفات پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے چار رکن ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

(اول) اصل : اس کو مقیسن علیہ بھی کہتے ہیں کسی مسئلہ کے بارے میں کوئی حکم جس نص سے ثابت ہو اس نص کو اصل کہتے ہیں۔

۱۔ الاحکام، امدی ۱۲۳/۳۔ ۲۔ الاحکام، امدی ۱۲۳/۳۔

۳۔ الاحکام، امدی ۱۳۰/۲۔ ۴۔ الاحکام، امدی ۱۲۶/۳۔

۵۔ نورالانوار فی شرح المنار، النسخی، ص ۳۲۳ محمد سعید اینڈ تاجران کراچی۔

(دوم) حکم اصل : یہ شرعی حکم ہے جو قیاس کے رکن اصل میں نص سے ثابت ہوتا ہے اور اسی کو فرع یعنی نئے واقعہ کی طرف متعدی کیا جاتا ہے۔

(سوم) فرع : اس کو مقیس بھی کہتے ہیں یہ وہ مسئلہ یا واقعہ ہے جس کے بارے میں نص سے کوئی حکم ثابت نہیں ہے قیاس کے طریقہ کار پر عمل کر کے اصل میں جو حکم موجود ہو اس کا اطلاق اس پر کیا جاتا ہے۔

(چہارم) علت : یہ وہ وصف ہے جو اصل میں موجود ہو اور یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے حکم دیا گیا ہو اگر یہ ہی وصف اور یہ ہی عرض یا اس جیسا وصف اور اسی کے مشابہ عرض فرع یعنی نئے واقعہ میں موجود ہو تو اس کو اصل کے مساوی سمجھا جائے گا اس لئے اس پر بھی اس حکم کا اطلاق ہوگا جو اصل میں موجود ہے۔

قیاس کرنے کے بعد فرع کے لئے حکم ثابت ہوتا ہے وہ قیاس کے طریقہ کار پر عمل کا نتیجہ یا ثمرہ ہے یہ ارکان قیاس میں سے نہیں ہوتا ارکان قیاس میں سے حکم اصل ہوتا ہے نہ کہ حکم فرع۔

قیاس کی مشروعیت اور اس کے دلائل :

قیاس کی مشروعیت کے قرآن و سنت سے چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ

إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا“۔

(اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہیں پھر

اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز

آخر پر ایمان رکھتے ہو۔)

تجزیہ :

مذکورہ بالا آیت سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً اللہ اور رسول کا حکم دیا ہے اس کے بعد اولوالامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے جو اللہ و رسول کے احکام کے مطابق ہونے کی شرط سے مشروط ہے اور اگر قرآن و سنت میں صریح حکم (نص) موجود نہ ہونے کی صورت میں اولوالامر کے حکم کے نتیجے میں لوگوں اور اولوالامر کے مابین نزاع پیدا ہو جائے تو ایسے امر کو اللہ اور رسول کی جانب لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان امور پر قیاس کیا جائے جن میں نص موجود ہے اور زیر نزاع معاملے میں وہ علت موجود ہونے کی بنیاد پر جو منصوص حکم موجود ہے اس معاملے کا بھی وہی حکم تسلیم کیا جائے۔

قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں صراحت کے ساتھ لفظ استنباط آیا ہے، ارشاد باری ہے :

”ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم“۔^۱

(حالانکہ اگر یہ اسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں۔)

امام شوکانی نے اس آیت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا :

”فالاولو الامر هم العلماء، والاستنباط هو القياس“۔^۲

(اولو الامر سے مراد علماء اور استنباط سے مراد قیاس ہے۔)

یہاں کی مشروعیت میں سنت سے استدلال :

حضرت معاذ بن جبل کی حدیث اس امر کی تائید فراہم کرتی ہے کہ قرآن و سنت میں واضح حکم نہ ملنے کی صورت میں

حضرت معاذ بن جبل کا ”اجتہد بروائی“ (میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا)۔ فرمانا اور حضور ﷺ کا آپ کے سینہ پر

امت مبارک پھیرنا اور یہ فرمانا : ”الحمد لله الذي وفق رسول الله لما يرضاه رسول الله“۔^۳

امام شوکانی فرماتے ہیں :

”استدلوا ايضا بمأثبات عن النبي صلى الله عليه وسلم ، من القياسات، كقوله ”أرأيت لو كان على ابيك دين فقضيته أكان يجرى عنه؟ قالت، نعم قال : ”فدين الله احق ان يقضى“۔^۴

(علماء نے حضور ﷺ سے جو قیاسات میں ثابت ہے اس کا اس سے بھی استدلال کیا کہ آپ ﷺ کا اس (صحابی) سے یہ فرمانا کہ اگر تمہارے والد پر کسی کا قرض ہوتا تو کیا تم ادا کرتے؟ انہوں نے کہا کہ ضرور ادا کرتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے قرض کی ادائیگی زیادہ موزوں اور ضروری ہے۔)

یہاں کے دلیل شرعی ہونے پر صحابہ کا اجماع :

صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ان کی امامت پر قیاس کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

بہر اثب (دادا) کو باپ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوتے پر قیاس کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مئے نوشی کی حد کو قذف پر

یہاں کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کے نام اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا : ”اعرف الاشياء والنظائر ثم قس

الامر عند ذلك“۔^۵ (اشیاء و نظائر کو پہچانو پھر امور کو ان کے مطابق قیاس کرو)۔ امام ابن قیم نے اعلام الموقعین کے

پہلے حصہ میں کئی صحابہ کے فتاویٰ نقل کئے ہیں جن کی بنیاد انہوں نے قیاس پر رکھی شارح بزدوی، عبدالحزیز بخاری نے

كشف الاسرار میں علامہ بزدوی کے قول ”وعمل اصحاب النبي في هذا الباب“ کے تحت لکھا :

۲ ارشاد الفحول - الشوکانی ۱۳۸/۲۔

۱ النساء : ۸۳۔

۳ كشف الاسرار شرح اصول البزدوی ۳/۲۷۹، ۲۷۸، ۲۷۷ ارشاد الفحول الشوکانی ۱۳۱/۲ شخص و مفہوم حدیث۔

۴ ارشاد الفحول ۱۳۳/۲۔ ۵ اعلام الموقعین ۶۲/۱، كشف الاسرار علی اصول البزدوی ۳/۲۸۰۔

”اشارة الى متمسك اخر عول عليه اكثر الاصوليين وهو الاجماع فانه قد ثبت بالتواتر ان الصحابه رضی اللہ عنہم عملوا بالقياس وشاع وذاع ذلك فيما بينهم من غير رد وانكار“۔^۱

اس کے بعد شارح بزدوی نے چاروں خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کے عمل سے قیاس کی متعدد مثالیں دیں احکام شریعہ کے اثبات میں قیاس کی حجیت اگرچہ کتاب، سنت اور اجماع کے بعد ہے لیکن دائرہ اثر کے لحاظ سے اس کی وسعت اور وقوع بہ نسبت اجماع کے زیادہ ہے کیونکہ احکام فقہیہ میں قیاس پر اعتماد زیادہ ہے جبکہ اجماع سے ثابت ہونے والے احکام محدود ہیں۔

مصطفیٰ احمد الزرقاء فرماتے ہیں :

”ولا يخفى ان نصوص الكتاب والسنة محدودة متناهية والحوادث الواقعة والمتعقبة غير متناهية، فلا سبيل الى اعطاء الحوادث والمعاملات الجديدة منازلها واحكامها في فقه الشريعة الا عن طريق الاجتهاد بالرأى الذي راسه فالقياس اغزر المصادر الفقهية في اثبات الاحكام الفرعية للحوادث“۔^۲

(یہ حقیقت واضح ہے کہ قرآن کریم اور سنت کی نصوص محدود ہیں جب کہ وقوع پذیر ہونے والے احوال و واقعات لامتناہی اور غیر محدود ہیں اس لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ رائے اور قیاس کے ذریعے اجتہاد کر کے نوپوش آنے والے واقعات اور معاملات کے شرعی احکام معلوم کئے جائیں۔ غرض قیاس جملہ مصادر شریعت میں فرعی احکام کے استنباط کا سب سے زیادہ وسیع مصدر ہے۔)

صاحب الفکر السامی قیاس کے عقلی و نقلی دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں :

”فمن انكر القياس وزعم ان الشرع تعبدى كله فقد عطل الحكمة ولم يفهم الشريعة حق فهمها“۔^۳
(جس نے قیاس کا انکار کیا اور یہ سمجھا کہ شریعت مکمل طور سے تعبدی ہے تو اس نے شریعت کی حکمت کو معطل کر دیا اور اسے ایسا نہیں سمجھا جیسا کہ اس کا حق تھا۔)

قیاس کے شرائط^۴ :

قیاس کا عمل اس وقت تک درست نہیں ہو سکتا جب تک اس کے چاروں ارکان اصل، حکم اصل، فرع اور علت میں پائی جانے والی خاص شرائط پوری نہ ہوں اور وہ شرائط مختصر ائمہ درجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کشف الاسرار علی اصول فخر الاسلام البزدوی ۳/۲۸۰۔

۲۔ الفقه الاسلامی فی ثوبہ الجدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۶۷، ۶۸ دمشق، مطبعہ الانشاء ۱۳۸۲ھ۔ ۱۹۶۵ء۔

۳۔ الفکر السامی فی تاریخ الفقه الاسلامی، محمد بن الحسن النجاشی الشعالی القاسمی متوفی ۱۲۹۱ھ، ص ۱۴۰/۱ تحقیق ایمین صالح شعبان بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ۔

۴۔ فرائع الرحموت بشرح مسلم الثبوت، محبت اللہ بن عبد اشکور عبد العلی محمد نظام الدین الانصاری بحر العلوم ۲/۲۵، المستصفیٰ امام غزالی ۲/۸۷۔

(۱) اصل سے متعلق شرطیں :

قیاس کے پہلے رکن اصل کی دو شرطیں ہیں :

(الف) اس کا حکم کسی دوسری اصل کی فرع نہ ہو بلکہ یہ حکم مستقل بالذات ہو اور نص (قرآن و سنت) سے ثابت ہو کسی دوسری اصل کی فرع لے کر اس پر قیاس کیا جائے تو یہ قیاس نہیں ہے۔

(ب) اصل کے حکم کی دلیل میں فرع کا حکم شامل نہ ہو اگر ایسا کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ حکم ثابت کرنے کے لئے دلیل کو استعمال کیا جا رہا ہے قیاس کے ذریعے حکم ثابت نہیں کیا جا رہا۔

(۲) فرع اور اس کی شرطیں :

فرع کو مقیس بھی کہتے ہیں مقیس وہ شے ہے جس پر قیاس کیا جائے فرع سے متعلق تین شرطیں ہیں :

(الف) فرع کے لئے اہم اور بنیادی شرط یہ ہے کہ قرآن و سنت میں اس کے بارے میں کوئی حکم موجود نہ ہو بلکہ علت کے اشتراک کی وجہ سے قرآن مجید یا سنت نبوی سے اصل کا کوئی حکم لیا جا رہا ہو۔ فرع کے لئے قرآن و سنت میں کوئی حکم موجود ہو تو پھر قیاس یعنی اجتہاد کی سرے سے کوئی ضرورت نہیں رہتی اور اس طرح کیا گیا۔ اجتہاد باطل ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن و سنت کے صریح احکام کے ہوتے ہوئے کوئی حکم نہیں لایا جاسکتا فقہی قاعدہ ہے کہ : ”الاجتہاد لا یعارض النص“ یعنی اجتہاد نص (قرآن و سنت کے حکم) میں تعارض پیدا نہیں کر سکتا۔

(ب) دوسری شرط یہ ہے کہ فرع میں وہی علت ہو، جو اصل میں پائی جائے۔ جیسے خمر اور نبیز میں نشے کی نوعیت یا کیفیت میں تو کمی بیشی کا فرق بے شک ہو، لیکن علت (نشہ) دونوں میں ایک ہو۔ اصل اور فرع میں علت کا اشتراک ایک جیسا نہ ہو، تو فرع پر اصل کے حکم کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح علت میں عدم مساوات کی وجہ سے حکم میں بھی عدم مساوات ضروری ہو جاتی ہے، جو نہ ممکن ہے اور نہ شرعاً جائز۔ فرع میں یہ شرط نہ پائی جائے تو ایسے قیاس کو قیاس مع الفارق کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی مسلمان اپنی بیوی کو اپنی ماں کے برابر قرار دے، (شرع میں اسے طہار کہتے ہیں) تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ ایک خاص طرح کا کفارہ ادا کرے۔ امام شافعی نے اس قرآنی حکم پر قیاس کرتے ہوئے ذمی (وہ غیر مسلم باشندہ، جو اسلامی ریاست کے مفتوحہ حدود میں ایک مخصوص ٹیکس دے کر، یا خود کو فوجی خدمت کے لئے پیش کر کے، رہتا ہے) کے لئے بھی یہی حکم عائد کیا۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے خیال میں یہ قیاس مع الفارق ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ طہار کی جو صورت اور اس کا کفارہ قرآن میں بیان ہوا ہے، اس کا ذمی کے لئے قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ امام صاحب کے خیال میں وہ اہلیت، جو اس نوعیت کے کفارے کے لئے ضروری ہے، ذمی اس سے خالی ہے اس لئے یہ قیاس مع الفارق ہے۔

(ج) تیسری شرط یہ ہے کہ فرع کا حکم اصل کے حکم پر مقدم نہ ہو۔

(۳) حکم اور اس کی شرطیں :

حکم سے مراد کسی معاملہ میں وہ شرعی فیصلہ ہے، جو قرآن مجید یا سنت مطہرہ سے ثابت ہو۔ جیسے ”شراب شرعاً حرام ہے اس جملہ میں شراب کی حرمت بیان کی گئی ہے جو قرآن و سنت سے ثابت ہے شراب کی اسی حرمت کو اصطلاح میں ”حکم“ کہتے ہیں۔ حکم کی پہلی شرط یہ ہے کہ وہ شرعی ہو۔

تمام علمائے اُمت کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے کہ قرآن و سنت کے کسی حکم کو ہم اسی صورت میں شرعی قرار دے سکتے ہیں، جب وہ شرعی امور سے تعلق رکھتا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ حکم ایسا نہ ہو جو کسی خاص موقع کے لئے بطور استثناء ہو، جیسے بھول چوک کر کھاپی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی صورت میں روزے کی قضایا کفارہ ادا نہ کرنے کے لئے اجازت دی ہے۔ یہ استثناء صرف روزے کے لئے ہے اسے دوسرے شرعی امور پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

حکم کی تیسری شرط یہ ہے کہ وہ کسی خاص شخص کے بارے میں مخصوص نہ ہو جیسے شہادت کے لئے دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے یہ ارشاد فرمایا کہ خزیمہ رضی اللہ عنہ کی تہا شہادت ہی دو افراد کے برابر ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ حکم منسوخ نہ ہو چکا ہو، قرآن و سنت میں کئی ایسے احکام ہیں جو کسی خاص صورت حال کے لئے ہیں۔ حالات بدل جانے پر ان احکام کو تبدیل کر دیا گیا، لہذا ان سابقہ منسوخ شدہ احکام پر نئے مسائل کو قیاس کرنا درست نہیں ہے۔

حکم کی پانچویں شرط یہ ہے کہ حکم کی علت ایسی نہ ہو جو انسانی عقل کے دائرے سے باہر ہو۔ حکم کی علت ماورائے عقل ہو، تو اس کا فہم حاصل کرنا انسانی بصیرت کے لئے ممکن نہیں ہوتا اس لئے بعید از عقل یا ماورائے عقل علت پر قیاس درست نہیں ہے۔

(۴) علت اور اس کی شرطیں :

قیاس کے ارکان میں سے علت سب سے اہم اور ضروری جزو ہے۔ قیاس کو سمجھنے کے لئے علت کی معرفت ضروری ہے۔ یہ ہی وہ مشترک چیز ہے، جو اصل اور فرع دونوں میں ہوتی ہے اسی پر حکم جاری ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اصل میں علت نہ پائی جائے تو حکم بھی کالعدم ہو جاتا ہے اور قیاس بھی اپنی شرعی حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔

علت، قیاس کا بہت اہم رکن ہے۔ یہاں پر اس کے ضروری اصول و مبادی مندرجہ ذیل ہیں :

لغوی اعتبار سے علت سے مراد بیماری ہے۔ بیمار آدمی کے لئے علیل (جس میں کوئی علت پائی جائے) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ چونکہ علت کی وجہ سے انسان کے اوصاف میں کوئی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اس لئے اسے علیل کہتے ہیں۔ قیاس کا زیادہ دار و مدار علت پر ہے، اس لئے اس کے متعلق مسائل بھی دوسرے ارکان سے زیادہ ہیں۔

علت کو سمجھنے کے لئے حرمت شراب کی مثال دوسرے انداز میں دی جاتی ہے۔ شراب کا عام مائعات، جیسے دودھ، پانی اور پھلوں کے رس کی طرح تصور کیا جائے تو یہ ان ہی جیسا ایک مانع ہے لیکن شراب کا استعمال انسان کے لئے نام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی مائعات کے اوصاف جوں کے توں قائم ہیں، ان کے جملہ عناصر اپنی فطری ترتیب کے ساتھ ہیں جو انسان کے لئے حرام ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی مائعات کے اوصاف جوں کے توں قائم ہیں، ان کے جملہ عناصر اپنی فطری ترتیب کے ساتھ ہیں جو انسانوں کے لئے ضرور سہاں نہیں ہے، لیکن شراب وہ مشروب ہے جس کے اوصاف میں تغیر پیدا ہو چکا ہے، بغیر نشے کی صورت میں ہے۔ شراب میں نشے کی علت نہ ہوتی تو اس کے بارے میں بھی وہی حکم ہوتا جو دیگر حلال مشروبات کا ہے۔

علت کی پہلی شرط یہ ہے کہ علت کا وصف ظاہر ہو اس سے مراد یہ ہے کہ علت کی پہچان آسان ہو۔ جیسے خمر میں نشہ ہے، یہ علت نبیز میں پائی جاتی ہے اس لئے نبیز بھی حرام ہے۔

علت کی دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا وصف حکم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہو۔ علت کے وصف سے مراد وہ کیفیت ہے، جس کی وجہ سے شے کے بارے میں حکم نازل ہوا ہو۔ وصف ہی کا وصف اور حکم میں مناسبت نہ ہو تو قیاس جائز نہیں ہے، بیات ایک مثال سے مزید واضح ہو سکتی ہے۔

علت کی تیسری شرط یہ ہے کہ انسانی عقل آسانی سے اس تک پہنچ سکے۔ جیسے شراب کی حرمت قائم کرنے کے لئے علت ہے۔ یہ ایسی علت ہے جو تمام انسانوں کے لئے ایک جیسی اور معروف ہے۔ ہر انسان کے ذہن میں لفظ نشہ کے لئے یہ خاص مفہوم واضح آجاتا ہے، جو اس کے معانی میں موجود ہے۔

علت کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اس پر کوئی نہ کوئی حکم ضرور ہو کسی شے میں علت موجود ہو، لیکن حکم نہ ہو تو وہی علت کسی دوسری شے میں تلاش کر کے قیاس ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حکم کے بغیر قیاس نہیں ہو سکتا۔

علت کی پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ معین اور غیر متبدل ہو۔ حالات واقعات، اشخاص اور زمانے کی تبدیلی، علت کی اہمیت پر کوئی اثر نہ ڈالے۔ مثلاً حدیث میں آیا ہے: ”القاتل لا یورث“^۱ (قاتل وارث نہیں ہوتا)۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میراث میں سے کسی جائز وارث کی محرومی کی علت، فعل قتل ہے۔ قتل کرنے والا کوئی بھی ہو، کسی زمانے کا ہو حکم کی تبدیلی نہیں آئے گی۔

علت کی پہچان اور بعض احکام کی علتیں :

علت قرآن و سنت کے احکام میں کہیں تو صراحتاً ملتی ہے اور کہیں فقہ کو اپنی بصیرت اور گہرے غور و فکر کے بعد ملتی ہے۔ اس کی پہچان کے لئے گہرا مطالعہ اور فکری ارتکاز ضروری ہے۔ فقہاء نے علت کی تلاش کے لئے کچھ قواعد و ضوابط

وضع کر رکھے ہیں، جن کے ذریعے کسی اصل میں علت کی تلاش کر لی جائے تو قیاس کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔ علت کی پہچان کے کئی طریقے تھے ہیں، یہاں پر چند ضروری اور اہم طریقوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا اور واضح طریقہ تو یہ ہی ہے کہ علت نص میں مذکور ہو اور اس کا فہم حاصل کر لیا جائے۔ یہ بات ایک مثال سے بہتر طریقے سے سمجھی جاسکتی ہے۔

انسان کی نجی زندگی کے بعض پوشیدہ گوشے ہیں، جن کا تعلق شرم و حیا سے ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دوسروں سے مخفی رکھنا چاہتا ہے، کسی کے گھر کے اندر بلا اجازت داخل ہونا منع ہے۔ اس کے بعد گھر کے اندر خواب گاہ میں بھی دوسروں کے داخلے کے لئے مشروط اجازت ہے بچوں اور گھر کے کئی دوسرے افراد مثلاً نوکر چاکر وغیرہ کو صبح نماز سے قبل، دوپہر کو آرام کے وقت اور عشاء کی نماز کے بعد اگر سربراہ خانہ کی خواب گاہ میں جانے کی ضرورت پیش آئے تو داخلے سے قبل اجازت درکار ہوتی ہے۔ ان اوقات کے علاوہ خواب گاہ میں اجازت لئے بغیر بھی داخل ہو سکتے ہیں۔ قرآن نے یہ اجازت ان الفاظ میں دی ہے :

”لیس علیکم ولا علیہم جناح بعدہن طوافون علیکم بعضکم علی بعض“۔ ۱

(ان وقتوں کے علاوہ اگر وہ تمہارے کمروں میں آئیں تو تمہارے اوپر اور ان پر کچھ گناہ نہیں ہے، (اس لئے کہ) تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی پڑتا ہے۔)

اس حکم میں تین اوقات کے علاوہ نوکروں اور بچوں کو جس ”علت“ کی بناء پر خواب گاہوں میں داخلے کی اجازت دی گئی ہے وہ ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے جانے کا عمل ہے اس حکم میں حاکم (اللہ تعالیٰ) نے حکم کی علت خود بیان کر دی ہے۔ الفاظ کے ذریعے علت کی پہچان :

حکم کے الفاظ بھی علت کی پہچان میں مدد دیتے ہیں۔ لفظ ”کسی“ (جس کے معنی ”تاکہ“ ہیں) سے علت کا پتہ چلتا ہے مثال کے طور پر بغیر جنگ کے متحارب کفار سے چھینے گئے مال کو تقسیم کرنے کی علت لفظ ”کسی“ کے ذریعے بیان فرمائی :

”کسی لایکون دولة بین الاغنیاء منکم“۔ ۲

(تاکہ وہ (مال) تمہارے مال داروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے۔)

”لا اجل“ اور ”من اجل“ کے معنی بھی ”تاکہ“ ہی کے ہیں ایک جگہ پر رسول ﷺ کے الفاظ ہیں :

”انما نہتیکم من اجل الداخت التي دفت علیکم فکلوا و تصدقوا و ادخروا“۔ ۳

(بے شک میں نے تمہیں (قربانی کا گوشت) جمع کرنے سے ان لوگوں کی وجہ سے منع کیا تھا جو تمہارے پاس آگئے تھے۔ پس (اب) تم کھاؤ، داناؤ، اور جمع کر لو۔)

حروف کے ذریعے علت کی پہچان :

قرآن و حدیث کے بعض حروف بھی علت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ حروف کے ذریعے علت کی پہچان کے لئے، البتہ ضروری ہے کہ موقع محل اور قرائن بھی سامنے رکھے جائیں، کیونکہ حروف کے معانی ایک سے زائد اور مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔ علت کا پتہ دینے والے حروف لام، با، اور فا ہیں۔

ملت کے موانع :

موانع، مانع کی جمع ہے۔ مانع سے مراد وہ شے ہے جو علت کی تشکیل کے راستے میں رکاوٹ ہو، علت کی تشکیل میں کئی موانع رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ یہ بات ایک مثال سے واضح ہو سکتی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص کو والدین کی نذر و نزلت بتاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "قت و مالک لایبیک" (تم اور تمہارا مال تمہارے باپ ہی کے ہو)۔ اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بیٹا، باپ کی ملکیت ہے اور جو شے ملکیت ہو اس کی خرید و فروخت کی جاسکتی ہے۔ خرید و فروخت میں کسی شے کی علت یہ ہے کہ اس میں کوئی قدر ہو اور بیٹے میں یہ قدر موجود ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک انسان جو دوسرے کی ملک میں ہو، اپنی قدر کے باعث خرید و بیچا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہے، اس لئے کہ انسان کی خرید و فروخت کے راستے میں ایک رکاوٹ پائی جاتی ہے۔ یہ رکاوٹ اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ فطری آزادی ہے، جس کی وجہ سے انسان کو نہ خریدا جاسکتا ہے اور نہ اس کی تجارت کسی دوسری شکل میں جائز ہے۔ اس مثال میں انسان کی حریت، علت کی تشکیل میں مانع ہے۔

جل دوم

احکام شریعت کے مختلف فیہ ماخذ

اس فصل میں اصول فقہ کے ان ماخذ کو بیان کیا جائے گا جن میں جمہور علماء کا اختلاف ہے اور وہ مختلف فیہ ماخذ یہ ہیں :

- ۱۔ استحسان
- ۲۔ مصالح مرسله، استصلاح
- ۳۔ استصحاب
- ۴۔ سد الذرائع
- ۵۔ عرف و عادت
- ۶۔ عہدہ صحابی
- ۷۔ شرع من قبلنا

(۱) ”استحسان“

احناف کے یہاں استحسان (قیاس خفی) کا پانچویں دلیل کے طور پر کثرت سے استعمال پایا جاتا ہے یہی وجہ ہے بعض کتب فقہ میں بہت سی جگہ یہ عبارت درج ہوتی ہے : ”الحکم فی هذه المسألة قیاساً کذا، استحساناً کذا“^۱ (اس مسئلہ میں قیاسیہ حکم ہے اور استحساناً یہ) مالکیہ و حنابلہ کے یہاں بھی اس کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ مالک تو یہاں تک فرماتے تھے : ”الاستحسان تسعة اعشار العلم“^۲ (دس میں سے نو حصہ علم استحسان ہے) اہل شافعی اس کو درست نہیں مانتے تھے بلکہ اس بارے میں ان کا مشہور قول ہے : ”من استحسن فقد شرع“^۳ جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی۔

استحسان کی اس بحث میں اس کی تعریف، انواع، حجیت، منکرین و مؤمنین کی آراء اور ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

استحسان کی تعریف :

لفوی معنی ”عدالشی حسا“^۴ (کسی چیز کو اچھا سمجھنا)، التوضیح میں ہے : ”یطلق الاستحسان علی ما یتمیل الیہ الانسان ویھواه من الصور والمعانی وان کان مستقبھا عند غیرہ“^۵ (استحسان کا اطلاق

۱۔ الفہدایۃ الاولین، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ ۱/۴ کتاب الطبہارات فصل فی البیہ کراچی کلام کہنی سنہ ۱۱۱۳ھ-۱۱۷۶ھ)

۲۔ المرغینانی ۳/۳۲۲-۳۲۳ کتاب القسمۃ فصل فی المہایاۃ کراچی قرآن محل سنہ حجۃ اللہ الباقۃ، شاہ ولی اللہ (۱۱۱۳ھ-۱۱۷۶ھ)

۳۔ باب اسباب اختلاف مذاہب فقہاء کراچی شیخ غلام علی ایندلسی

۴۔ مالک حلیۃ واثرہ و ارادہ و فقہ، ابو زہرہ ۳۵۲- ابو زہرہ نے بحوالہ حاشیہ بنانی باب الاستحسان اور بحوالہ الشاطبی ۱۱۸/۴ ذکر کیا

۵۔ المستصفیٰ۔ امام غزالی ۱/۱۳۷ ج حاشیہ البنانی ۲/۳۵۵

۶۔ التقیع والتوضیح ۳/۳۰۵ بیروت

اس چیز پر ہوتا ہے جس کی طرف انسان مائل ہو اور اس کے صورت و معانی چاہتا ہو اگرچہ دوسرا اس کو برا سمجھتا ہو اور المستصحبی میں ہے : ”ومن هذا ما يستحسنه المجتهد بعقله“۔^۱

اصطلاحی تعریف :

علماء اصول سے اس کی مختلف اصطلاحی تعریضیں منقول ہیں ابو الحسن کرخی حنفی سے یہ تعریف منقول ہے :

”الاستحسان هو ان يعدل المجتهد عن ان يحكم المسئلة بمثل ما حكم به في نظائر ها لوجه اقوى يقتضى هذا العدول“۔^۲

(کسی صورت کے لئے اس کے نظائر کے حکم کے بجائے کوئی دوسرا حکم تجویز کرنا کسی ایسی دلیل کی بنا پر جو قوت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہو)

مصطفیٰ احمد زرقاء نے اس تعریف سے متعلق یوں تبصرہ کیا :

”ولعله افضل التعاريف الصائرة للاستحسان واشملها لانواعه“۔^۳

(اور شاید استحسان کی منقولہ تعریف میں سے یہ سب سے بہتر ہے اور وہ استحسان کی اقسام و تفصیلات پر مشتمل ہے)۔

ایضاً یہ کہتے ہیں کہ امام مالک کے استحسان سے جو ظاہر ہوتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ :

”استعمال مصلحة جزئية في مقابلة قياس كلي فهو يقدم الاستدلال المرسل على القياس“۔^۴

قیاس کے مقابلہ میں مصلحت کو اختیار کرنا..... اس کا مطلب یہ ہوا کہ مجتہد جب کسی مسئلہ میں جزئیات پر بحث کرے تو اس چیز کا پابند نہ رہے کہ جس طرف قیاس لے جائے اس کو نافذ کرے بلکہ وہ کسی کی دلیل کے مقابلہ میں کسی جزئی مصلحت کو اختیار کر لے۔
علامہ باجی نے فرمایا :

”ان الاستحسان الذي ذهب اليه اصحاب مالک هو القول باقوى الدليلين“۔^۵

(اصحاب مالک جس استحسان کے قائل ہیں وہ دو قوی دلائل میں زیادہ قوی دلیل کو مد نظر رکھ کر حکم کا استنباط کرتا ہے)

بعض حنابلہ سے استحسان کی یہ تعریف منقول ہے :

”الاستحسان هو العدول بحكم المسئلة عن نظائر ها للدليل شرعي خاص“۔^۶

(کسی مسئلہ میں کسی خاص شرعی دلیل کی بنا پر ایک حکم کا اطلاق کرنا اور اس جیسے دوسرے حکم سے عدول کرنا استحسان ہے)

۱۔ المستصحبی امام غزالی/۱/۳۷۷

۲۔ الفقہ الاسلامی فی ثوبہ جدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۷۷ مشرق دار الفکر ۱۹۸۶ء، التبیح والوضح ۳/۳۰۶۔ بیروت

۳۔ الفقہ الاسلامی فی ثوبہ جدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۷۷۔ ۲/۲۶۳ ارشاد الفحول

۴۔ ارشاد الفحول ۲/۳۶۶ میں بحوالہ احکام الفصول فی احکام الاصول، للباحثی ص ۶۸۷ مذکور ہے۔ ۵۔ الوجیز ص ۳۱

احناف، مالکیہ و حنابلہ کی تعریفات سے مستفاد :

ان مذکورہ بالا تعریفات سے یہ بات نکلتی ہے کہ استحسان سے مقصود قیاس جلی کا ترک اور قیاس خفی کا اختیار ہے یا کسی کی حکم یا اصل کلی سے کسی ایک جزئیہ کا استثناء کرنا ہے اور یہ استثناء کسی ایسی دلیل کی بناء پر ہوتا ہے جس سے مجتہد کا دل اس بات پر مطمئن ہوتا ہے کہ یہ دلیل عمومی حکم کو چھوڑنے اور استثناء پر عمل کا تقاضا کرتی ہے۔

اس باب میں تین اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں اس لئے مزید کسی گفتگو سے قبل مختصر اعراف ضروری ہے :

استحسان : کسی دلیل کی بنا پر قیاس جلی سے عدول اور قیاس خفی کو ترجیح دینے کا عمل استحسان ہے۔

وجہ استحسان : اور جو دلیل اس عدول کی متقاضی ہوتی ہے وہ وجہ استحسان ہے۔

مستحسن : اور جو حکم استحسان سے ثابت ہوتا ہے وہ حکم مستحسن کہلاتا ہے۔

استحسان کی اقسام :

دوا لگ الگ اعتبارات سے اس کی مختلف اقسام ہیں :

۱۔ ایک حکم چھوڑ کر دوسرے حکم کو اپنانے کے اعتبار سے

۲۔ سند (دلیل) کے اعتبار سے

ایک حکم چھوڑ کر دوسرے حکم کو اپنانے کے اعتبار سے استحسان کی تین قسمیں ہیں :

۱۔ قیاس ظاہر کے بجائے قیاس خفی کو اپنانا

۲۔ قیاس خفی کی بنیاد پر حکم عام کا ترک

۳۔ قیاس خفی کی بنیاد پر حکم کلی کا ترک

۱۔ قیاس ظاہر کے بجائے قیاس خفی کو اپنانا..... اس کی مثال سے توضیح یہ ہے کہ جیسے زمین کے وقف میں راستے کا شامل ہونا کیونکہ فقہ خفی میں یہ بات مسلم ہے کہ ارتفاق حقوق مثلاً پانی دینے کا حق، پانی کی گزرگاہ کا حق، زرعی زمین تک گزرنے کا حق، وغیرہ عقد بیع میں خود بخود شامل نہیں ہوتے جب تک کہ معاہدہ میں خاص طور پر ان کا ذکر نہ ہو اس زمین کو وقف کرنے کی صورت میں بغیر ان باتوں کے تذکرہ کے یہ حقوق عقد میں شامل ہوں گے یا نہیں؟ احناف کہتے ہیں کہ قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ سب وقف میں شامل نہ ہوں مگر استحسان ان کے شامل ہونے کا متقاضی ہے اس کی وضاحت یوں ہے کہ زرعی زمین کا وقف دو قیاسوں پر مشتمل ہو سکتا ہے :

(الف) زرعی زمین کے وقف کو اجارہ پر قیاس (جلی) کیا جائے اور بیع کی طرح وقف میں بھی مالک ہے اس کی ملکیت کے اخراج کے بعد ارتفاق حقوق زمین سے تابع ہو کر بغیر خصوصی ذکر کے وقف میں داخل نہ ہوں۔

(ب) اگر زرعی زمین کو اجارہ پر قیاس (خفی) کیا جائے کہ وقف و اجارہ دونوں میں حصول منفعت مشترک ہے لہذا ارتفاق حقوق وقف میں بغیر کسی شرط و ذکر کے جبراً داخل ہوں گے۔

۲۔ قیاس خفی کی بنیاد پر حکم عام کو ترک کرنا..... اس کی مثال یہ ہے کہ قسط کے زمانہ میں چوری کرنا والوں کے ہاتھ نہ کاٹنا۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے کیا۔

۳۔ حکم کلی کا ترک..... اس کی مثال یہ ہے کہ شریعت کا ضابطہ ہے کہ جو چیز معدوم ہو یا انسان کے ہاتھ و پند میں موجود نہیں اس کی بیع نہیں ہو سکتی مگر اس ضابطہ کے خلاف ایک خاص قسم کی بیع ”سلم“ جائز ہے اور وجہ استحسان اوگوں کی ضرورت اور اس قسم کا ان میں معروف ہونا ہے۔^۱

استحسان کی سند (دلیل) کے لحاظ سے اقسام :

استحسان کی اس کی سند (دلیل) کے لحاظ سے مندرجہ ذیل قسمیں ہیں کتب فقہ میں ان اقسام کو وجہ استحسان کی اقسام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اقسام مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ استحسان بالاثار (بالنص)
- ۲۔ استحسان بالاجماع
- ۳۔ استحسان بالعرف والعادة
- ۴۔ استحسان بالضرورة
- ۵۔ استحسان بالمصلحة
- ۶۔ استحسان بالقیاس الخفی

کتب اصول فقہ میں مذکورہ چھ قسمیں بیان کی جاتی ہیں^۲ لیکن بنظر غائر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض بعض میں شامل ہیں اور ان کو الگ بیان کرنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے وہ اس طرح کہ استحسان بالاجماع میں استحسان بالعرف والعادة داخل ہے اور استحسان بالقیاس الخفی میں استحسان بالضرورة شامل ہے۔ اس طرح کل چار اقسام بن جاتی ہیں اور یہی معظم علماء اصولیین سے منقول ہے^۳ مگر بعض مثلاً احمد الزرقاء نے ان چار قسموں پر بھی تنقید کی اور ”استحسان بالنسبہ“ اور ”استحسان بالاجماع“ سے متعلق لکھا :

”ولا يخفى ان هذا التعميم والتنويع في معنى الاستحسان الاصطلاحي غير سديد، وهو اقحام للشئ في غير محله“^۴

(اور استحسان اصطلاحی کے معنی میں یہ تعمیم و تنويع درست نہیں ہے اور یہ کسی شے کو اس کے نامناسب جگہ میں داخل کرنا ہے)

استحسان بالاثار :

اس سے مراد وہ استحسان ہے جس کی سند نص ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں شارع کی طرف سے کوئی ایسی نص وارد ہو جو ایک ایسے حکم کی مقتضی ہو جو اس مسئلہ کی دوسری نظیروں کے حکم کے خلاف ہو اور ان نظیروں کا حکم

۱۔ علم اصول الفقہ، عبد الوہاب خلاف ص ۸۰-۸۲، نخس کویت دار القلم بیسویں طبع ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶ء، الوجیز زیدان ص ۳۳۱-۳۳۲، نخس لاہور خادان اکیڈمی سند

۲۔ الوسيط في الصول الفقہ، وحید الزحبی ص ۴۷-۴۸، نخس، الوجیز، زیدان ص ۳۳۳-۳۳۴

۳۔ التفتیح والتوضیح ۳/۶۳ بیروت، نور الانوار ملا حیون ص؟

۴۔ الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید۔ مصطفیٰ احمد الزرقاء ۸۵/۲، دمشق، دار الفکر ۱۹۸۶ء

بامقواعد کے مطابق ہو۔ یہ نص اس جزئی مسئلہ کو اس عام حکم سے مستثنیٰ کرتی ہے جو اصل کلی کے اقتضاء کے مطابق اس جیسے دوسرے مسائل کے لئے ثابت ہو۔ مثلاً معدوم کی بیع جس کی ممانعت نقلاً حضور ﷺ کے فرمان سے ہے اور یہ عقلاً بھی درست نہیں کہ جو چیز موجود نہیں اس کی خرید و فروخت کا سودا ہو۔ مگر بیع مسلم کی درستگی کا شرعاً جواز ہے۔ کیونکہ احادیث میں آپ ﷺ سے اس کا جواز ثابت ہے۔

احتسان بالا جماع (بالمعرف والعادة والتعامل) :

کسی متفق علیہ معاملہ (برتاؤ) کی وجہ سے نظائر کے حکم کو چھوڑ کر دوسرے حکم کو اختیار کرنا۔ یہاں اجماع سے اجماع اصطلاحی مراد نہیں بلکہ اجماع لغوی یعنی کسی امر پر مطلقاً اتفاق مراد ہے۔ خواہ یہ مجتہدین کا اتفاق ہو جیسے اصطلاح میں اجماع کہتے ہیں یا عوام و خواص سب کا جسے عرف و عادت اور تعامل سے تعبیر کرتے ہیں اور اجماع اور عرف و عادت میں فرق یہ ہے کہ اجماع علماء مجتہدین کے اتفاق کا نام ہے اور عرف و عادت کا ثبوت کسی علاقے کے عوام و خواص سب کے اتفاق پر موقوف ہے۔ البتہ اجماع میں اس زمانے کے تمام مجتہدین کا اتفاق ضروری ہے۔ جبکہ عرف و عادت میں ایک یا چند کا اختلاف اثر انداز نہیں ہوتا اس کا ثبوت اکثریت سے بھی ہوتا ہے۔ مثلاً الاستصناع (کوئی چیز بنوانے کا معاہدہ کرنا) جسے جوٹا فرنیچر وغیرہ بنوانا بھی معدوم کی بیع کی ایک صورت ہے مگر صحابہ تابعین و فقہاء میں سے کسی کا انکار نہیں اور ہر زمانے میں یہ سلسلہ جاری رہا اس پر اجماع منعقد ہو گیا عام قاعدہ سے استثناء کرتے ہوئے استصناع کو جائز قرار دیا۔ وجہ احتسان یہ ہے کہ ہر زمانے میں بغیر کسی رکاوٹ کے صحابہ تابعین و فقہاء سے آج تک یہ جاری و ساری ہے۔

احتسان بالعقل / القیاس الخفی کسی غیر ظاہر عقلی دلیل کی وجہ سے نظائر کے حکم کو چھوڑ کر دوسرے حکم کو اختیار کرنا۔ اس کی وضاحت اس طرح ہے کہ قیاس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ جلی جس سے قیاس معروف مراد ہوتا ہے۔

۲۔ قیاس خفی اس کا مصداق احتسان بالعقل ہے اور عموماً کتب اصول میں احتسان سے یہی قسم مراد ہوتی ہے بلکہ ضابطہ بیان کیا گیا کہ اگر اس کے ساتھ کوئی قید نہ لگی ہو تو یہی قسم مراد ہوگی مثلاً زمین کو وقف کر دینے کی صورت میں سچائی کے لئے پانی آنے اور کبھی کی ضرورت کو انجام دینے والوں کے لئے آنے جانے کا راستہ قیاساً وقف میں داخل نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وقف کرنے والا تو صرف زمین وقف کرتا ہے مگر چونکہ زمین تک پہنچنے بغیر اور پانی کے بغیر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا اس لئے احتساناً یہ دونوں راستے بھی وقف میں داخل مانے جائیں گے۔

اس قسم کا خاص حکم یہ ہے کہ چونکہ اس کی بنیاد عقل و قیاس ہے اس لئے یہی قسم متعدی ہوتی ہے یعنی اس قسم کے احکام کو دوسرے احکام کے لئے مقیاس علیہ بنا سکتے ہیں۔ اسی لئے اس کو قیاس خفی کا عنوان دے کر قیاس مطلق کی دوسری قسم قرار دیتے ہیں اور پہلی قسم جس سے قیاس معروف کو مراد لیتے ہیں اس کو قیاس جلی کہتے ہیں چونکہ یہ قسم قیاس معروف کی معارض ہوتی ہے اس لئے اگر قوت یا اصول کی رو سے قیاس جلی پر راجح قرار پائے تو اس پر عمل ہوتا ہے ورنہ قیاس جلی پر عمل ہوتا ہے۔

قیاس و استحسان کے باہمی تقابل اور ایک دوسرے پر رجحان کے سلسلہ میں مختصر اترتیب اس طرح ہوتی ہے اگر دونوں قوی یا ضعیف ہوں تو اصول ترجیح کے مطابق کسی ایک کو رائج قرار دیا جائے گا اور اگر ایک قوی اور ایک ضعیف ہے تو قوی ضعیف پر رائج ہوگا اور قوت و ضعف کے اعتبار سے ان کی مندرجہ ذیل قسمیں ہوں گی :

(الف) استحسان قوی الاثر اور ظاہر الصحة خفی الفساد

(ب) قیاس ضعیف الاثر اور ظاہر الفساد خفی الصحة

استحسان کی قسم اول قیاس کی قسم اول پر رائج ہوگی اور قیاس کی قسم دوم استحسان کی قسم دوم پر رائج ہوگی۔

مثلاً مردہ خور پرندوں کا بھڑٹا قیاساً نجس ہونا چاہئے کیونکہ ان کا گوشت حرام ہے مگر استحساناً ان کا جھوٹا پاک ہے اس لئے کہ پانی پینے میں برتن وغیرہ کے اندر ان کا لعاب نہیں گرتا وہ چونچ کے ذریعے پانی پیتے ہیں اور درندے منہ ڈال کر پیتے ہیں تو لعاب برتن میں چلا جاتا ہے۔ دوسری صورت کی مثال یہ ہے جگہ تلاوت کو اگر رکوع کے ذریعے ادا کیا جائے تو استحسان کا تقاضا ہے کہ درست نہیں جیسے نماز کے جگہ کی جگہ درست نہیں ہے مگر قیاس کا تقاضا ہے کہ رکوع و سجود دونوں ملل مستقلاً مطلوب و مقصود ہیں اور جگہ تلاوت میں غرض اظہار تعظیم ہے جس کا حصول دونوں سے ہو جاتا ہے اس لئے جگہ کی جگہ رکوع بھی کافی ہے۔^۱

استحسان بالضرورہ ضرورت (مجبوری) کے حالات کی وجہ سے نظام کا حکم چھوڑ کر دوسرا حکم اختیار کرنا ضرورت سے مراد وہ حالت ہے جس میں عام حالات کے احکام پر عمل کی صورت میں جان کے ضائع ہونے کا یقین ہو یا جلد اس کی نوبت آجانے کا گمان غالب ہو۔ فقہاء نے اس قسم کے حالات کے دو مراحل تجویز کئے ہیں ایک کو ضرورت اور دوسرے کو حاجت کا عنوان دیتے ہیں ضروریات کا معنی موجودہ حالات ہوتے ہیں اور حاجت کا موجودہ حالات کے پیش نظر متوقع حالات جبکہ موجودہ حالات کے حق میں یہ گمان غالب ہو کہ مستقبل میں ضرورت کے مرحلہ میں داخل کر دیں گے شریعت ضرورت کی طرح حاجت میں بھی رخصت دیتی ہے اس تعریف میں رخصت کے دونوں مراحل یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ ضرورت کی مثال مجبور کے لئے مردار کا کھانا۔ حاجت کی مثال علاج کی غرض سے ستر کا دیکھنا اور دکھانا۔

استحسان کی حجیت :

احناف، حنابلہ اور مالکیہ استحسان کو شرعی حجت مانتے ہیں۔ شیخ ابن بدران نے اس بارے میں لکھا :

وقال ابن المعمار والبغدادی ومثال الاستحسان ما قاله احمد رضى الله عنه انه يتيمم لكل صلوۃ استحساناً والقياس انه بمنزلة حتى يحدث.

۱۔ فتاویٰ الرحموت بشرح مسلم الثبوت ۲/۳۲۲، نور الانوار ملا جیون ۲۳۳۔ سعید اچ ایم کمپنی کراچی۔

۲۔ فتاویٰ الرحموت ۲/۳۲۲۔ ۳۲۳، نور الانوار ملا جیون ص ۲۳۵۔ سعید اچ ایم کمپنی کراچی۔

وقال يجوز شراء ارض السواد ولا يجوز بيعها قيل له: فكيف يشتري ممن لا يملك البيع، فقال: القياس هكذا وانما هو استحسان، ولذلك يمنع من بيع المصحف ويومر بشراؤه استحساناً^۱۔

نشان کے منکرین :

جہور علماء نے اس کا انکار کیا ہے۔ منکرین میں امام شافعی، ظاہری، معتزلہ، علماء شیعہ شامل ہیں۔ امام شافعی نے فرمایا: من استحسنت فقد شرع (جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی)، امام شافعی نے کتاب ”الام“ میں ابطال الاستحسان، کے نام سے ایک باب باندھا اور اس میں فرمایا: ”الاستحسان باطل“^۲ (استحسان باطل ہے) اسی طرح انہوں نے ”الرسالہ“ میں فرمایا: ”وانما الاستحسان تلذذ، ولو جاز لاحد الاستحسان في الدين لجاز ذلك لاهل العقول من غير اهل العلم، والجاز ان يشرع في الدين في كل باب، وان يخرج كل احد لنفسه شرعاً“^۳ (استحسان لذت لینے کا نام ہے اگر دین میں استحسان کو اختیار کرنا جائز ہوتا تو وہ (شریعت کا) علم نہ رکھنے والے اہل عقول کے لئے جائز ہوتا اور یہ جائز ہوتا کہ دین سے متعلق ہر باب میں ہر چیز کو ثریت بنالیا جائے اور ہر شخص اپنے لئے خود شریعت بنا لے)۔

ابن حزم ظاہری (متوفی ۴۵۶ھ) نے اپنی کتاب ”الاحکام“ میں پینسویں (۳۵) باب کا عنوان ”فسی استحسان والاستنباط فی الراي وابطال كل ذلك“ رکھا۔ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں استحسان کی خوب ذمت کی اور کہا :

”الحق حق وان استقبحه الناس، والباطل باطل وان استحسنته الناس، فصح ان الاستحسان

شهوة واتباع للهوى وضلال، وبالله تعالى نعوذ من الخذلان“^۴۔

(حق حق ہے اگرچہ لوگ اسے بد جائیں اور باطل باطل ہے چاہے لوگ اسے اچھا سمجھیں۔ تو صحیح بات یہی ٹھہری کہ

استحسان من مافی، ہوا پرستی اور ضلالت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی پناہ مانگتے ہیں)

اسی طرح وہ اپنی ایک اور کتاب ”ابطال القیاس والراي والاستحسان والتلقيد والتعليل“ میں قرآن و سنت سے دلائل دینے کے بعد فرماتے ہیں :

”بطل بهذا كل اختيار وكل استحسان“^۵۔

(ان دلائل سے ہر طرح کے اختیار و استحسان کا بطلان ثابت ہو گیا)

۱۔ المدخل الى مذهب الامام احمد بن حنبل، عبدالقادر بن احمد بن مصطفى، ابن بدران ص ۱۳۶۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۳۱۷ھ۔

۲۔ ۱۹۹۶ء، ص ۱۳۵ وابعدها۔ روضة الناظر/ ۴۷۰ بحوالہ الوسيط فی اصول الفقه الاسلامی وھبہ الزحلی ص ۴۱۳۔

۳۔ کتاب الام، امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ - ۲۰۴ھ) ۳۱۳/۷ بیروت لبنان دار الفکر ۱۴۱۶ھ - ۱۹۹۶ء

۴۔ ۱۹۹۶ء، ص ۵۵ وابعدها کا مفہوم مع الاحکام فی اصول الاحکام، ابو محمد علی بن حزم الاندلسی ظاہری متوفی ۴۵۶ھ

۵۔ تحقیق تصحیح احمد رضا کر ۶/۷، جامعہ اسلامی بکر الاسلامیہ کراچی پاکستان طبع ثانی ۱۴۰۸ھ

۶۔ نفس ابطال القیاس والراي والاستحسان والتلقيد والتعليل، ابن حزم ظاہری الاندلسی ص ۵ تحقیق سعید الافغانی مطبعہ جامعہ دمشق ۱۳۷۹ھ ۱۹۶۰ء

وہ اپنی بات کی تائید میں مزید فرماتے ہیں: ”فأصحاب القياس مختلفون في الاستحسان: خالفوا لشافعي والطحاوي من الحنفية ينكرونه جملة“ (اصحاب قیاس استحسان میں اختلاف رکھتے ہیں امام شافعی اور حنفیوں میں سے امام طحاوی تکلیف استحسان کا انکار کرتے ہیں)۔

منکرین استحسان کے دلائل:

منکرین کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) استحسان نہ نص ہے اور نہ ہی نص پر محمول کرنا ہے اور یہی دو چیزیں ہیں جن سے شریعت کے احکام پہچانے جاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر استحسان نہ کتاب (قرآن) ہے نہ سنت اور نہ کتاب و سنت کی طرف رجوع اور اللہ کا ارشاد ہے: ”وَأَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ“ اور فرمان باری ہے: ”فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ“ (اگر کسی چیز کے بارے میں تم باہم جھگڑا (اختلاف) کرو تو اسے اللہ و رسول کی طرف پھيرو)

(۲) حضور ﷺ خواہش اور ہوا پر سی کی بناء پر کوئی بات نہیں کرتے تھے اور استحسان کی بنیاد پر آپ ﷺ کوئی فتویٰ نہیں دیتے تھے بلکہ استفتاء کا جواب نہ ہونے کی صورت میں وحی کا انتظار فرماتے تھے۔ آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اپنی بیوی سے ”تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ جیسی ہو“ کہہ دیا تھا آپ نے اس کا استحسان سے جواب نہ دیا بلکہ وحی کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ ظہار کی آیت نازل ہو گئی۔

(۳) نبی کریم ﷺ نے ان صحابہ پر سخت گرفت فرمائی جنہوں نے آپ ﷺ کی عدم موجودگی میں استحسان کی بنیاد پر فتویٰ دیا جیسے وہ لوگ جنہوں نے ایک مشرک کو جس نے درخت کی پناہ لے لی تھی جلاؤ الا تھا۔

(۴) استحسان کا نہ کوئی ضابطہ ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس پر قیاس کر کے حق کو باطل سے پہچانا جاسکے جیسا کہ قیاس میں ہوتا ہے۔

استحسان کے قائلین کے دلائل:

دلائل کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) استحسان عمر ترک کر کے یسر کی طرف جانے کا نام ہے اور اس پر عمل کا حکم دیا جاتا ہے اور یہی اصل دین ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ“ اور ”وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ“ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ”مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ“ ۵

۵ (ج) حوالہ سابق ۱ المائدہ: ۳۹ ۲ النساء: ۵۹ ۳ البقرہ: ۱۸۵ ۴ الزمر: ۵۵

۵ الشاہد والفاظ میں ابن نجیم نے القاعدہ السادسہ العدة حکمتہ کے تحت العلائی کا قول نقل کیا کہ یہ ان کی تحقیق کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول ہے اور شارح سید احمد بن محمد لکھی الجوی نے اسی بات کی تائید میں لکھا کہ یہی بات السخاوی نے المقاصد الحسنہ میں لکھی اور امام احمد نے کتاب السنہ میں روایت کیا۔ دیکھئے الشاہد والفاظ و شرح حموی ص ۱۱۶ مطبوعہ مکتبۃ النور ملک التجار سندھ، ابن حزم ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے ”الاحکام“ ۱۸/۶ میں الباب الرابع والثلاثون میں اسے محقق احمد محمد شاہ کرنے حاشیہ میں کئی حوالوں سے بیان کیا کہ یہ قول صحابی ہے جبکہ علامہ آمدی نے ”الاحکام“ ۱/۱۸۸ میں الاصل الثالث فی الاجماع میں لکھا اور شارح بزدوی، عبدالعزیز بخاری نے کشف الاسرار ۳/۱۳ مطبوعہ کراچی صدف پبلشرز نے لکھا کہ یہ حضور ﷺ کا قول ہے۔ شاید ان کے پاس اس کی کوئی دلیل ہو واللہ اعلم

اس کا ثبوت متفق علیہ اولہ سے ہے اس لئے حجت ہے اور جو اثر سے ثابت ہوتی ہے اس کی مثال سلم، اور بھول کر روزہ میں کھاپی لینے سے عدم فساد وغیرہ ہیں اور اجماع سے اس کی مثال استیغناء پر عمل ہے اور اہل سنت سے اس کی مثال یہ ہے کہ کنوؤں اور حوض کو نجاست کے بعد پاک کرنا اور قیاس خفی یا عرف سے اس کی معرف کی بناء پر قسموں کا رد کرنا اور مصلحت سے اس کی مثال تضمین الاجیر المشرک ہے۔

زین و مثبتین کے اولہ کا تقابل اور نتائج :

استحسان کے منکرین و مثبتین کے اولہ کے تقابل سے مندرجہ ذیل باتیں سامنے آتی ہیں :

یہ عیاں ہوتا ہے کہ استحسان کے انکار کا سبب ایک غلط فہمی ہے۔ امام شافعی نے استحسان کو اس لئے رد کیا کہ اس میں عقل، رائے اور خواہش اور بغیر دلیل شرعی اس پر اعتماد کیا جاتا ہے اور احناف بھی اس قسم کے استحسان کے خلاف ہیں احناف نے کبھی بھی اس قسم کے استحسان پر عمل کا دعویٰ نہیں کیا۔ شارح بزدوی نے فرمایا :

”ابو حنیفۃ رحمۃ اللہ اجل قدرا واشد ورعا من ان يقول فی الدین بالتشہی او عمل بما استحسنته من دلیل قام علیہ شرعاً“۔

(امام ابو حنیفہ اس بات سے بلند تر اور زیادہ تقویٰ رکھنے والے تھے کہ وہ دین میں اپنی خواہش سے بات کہیں یا شریعت کے سامنے جس دلیل کو اپنے طور پر اچھا سمجھیں اس پر عمل کریں)

اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام شافعی کے قول ”جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی“ کو لوگوں نے منفی رنگ دیا ہو کیونکہ وہ ان کی مراد سمجھ نہ سکے ہوں جیسا کہ فوایح الرحمت کی عبارت ہے :

”فمن انکسر الاستحسان وهو الامام الشافعی (حيث قال من استحسنت فقد شرع لم يدروا) عفا الله عنه وليس هذا الا كما يقول الشافعی عند تعارض الاقضية هذا استحسنته قال الشيخ الاكبر خاتم الولاية المحمديہ فی الفتوحات المكيّة ان مقصود الشافعی من قوله هذا روح المستحسن وازاد ان من استحسنت فقد صار بمنزلة بنی ذی شریعة واتباع الشافعی لم يفهموا كلامه علی وجهه هذا والله تعالى اعلم“۔

(اور استحسان کا انکار کرنے والوں میں سے امام شافعی ہیں جو فرماتے ہیں کہ جس نے استحسان کیا اس نے شریعت سازی کی اس بات کا مطلب معلوم نہیں ہے اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ امام شافعی تو خود قیاس میں تعارض کے وقت فرماتے تھے یہ استحسان ہے شیخ اکبر خاتم الولاۃ ابو محمد یہ نے فتوحات مکیہ میں فرمایا کہ امام شافعی کے قول سے مقصود مستحسن کا ترک ہے اور ان کا مقصد یہ ہے کہ جس نے استحسان کیا وہ گویا بمنزلہ اس کے ہو گیا جو شریعت والا ہے اور امام شافعی کے متبعین نے ان کے کلام کو اس اعتبار سے نہیں سمجھا واللہ اعلم)

ابن کثیر الاسرار علی اصول فخر الاسلام ابو دوی، عبدالعزیز البخاری ۲/۱۱۱ باب بین القیاس والاستحسان کراچی الصدوق پبلشرز سند
یاد فوایح الرحمت بشرح مسلم الثبوت ص ۲/۱۳۶

(۲) در حقیقت فقہاء کا یہ اختلاف لفظی ہے عمل میں کسی کا اختلاف نہیں مثلاً فقال شافعی نے فرمایا :

”ان كان المراد بالاستحسان ما دلت الاصول بمعانيها فهو حسن لقيام الحجة به، قال :
فهذا لانكره ونقول به ، وان كان ما يقع في الوهم من استقبح الشئ واستحسانه من غير

حجة دلت عليه من اصل ونظير فهو محذور والقول به سائغ“۔

(اگر احسان سے مراد اصول کی ان کے معنی پر دلالت ہے تو وہ دلیل قائم کرنے کے لئے اچھا ہے فرمایا: تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے بلکہ اس کی تائید کرتے ہیں اور جو وہم میں اصلاً قبیح شے سے واقع ہوا اور اصلاً قبیح پر دلالت کرے اور بغیر دلیل کے اس کو اچھا جانے اس کی مثیل ممنوع ہے اور وہ قول ایک معروف بات ہے)

علامہ ابن سمعانی نے فرمایا :

”ان كان الاستحسان هو العقول بما يستحسنه الانسان ويستهيبه من غير دليل فهو باطل،
ولا احد يقول به“

(اگر احسان یہ ہو جسے انسان کی عقل اچھا جانے اور بغیر دلیل کے اس کی خواہش کرے تو وہ باطل ہے اور کوئی بھی یہ نہیں کہتا)
اس کے بعد سمعانی نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ منکرین وقائلین کا یہ خلاف لفظی ہے اور پھر کہا کہ :

”فان تفسير الاستحسان بما يشنع به عليهم لا يقولون به وان تفسير الاستحسان بالعدول
عن دليل الى دليل اقوى منه فهذا مما لم ينكره احد عليه“۔

(بلاشبہ احسان کی وہ تشریح جو بری جانی گئی ہے قائلین اس کا جواز نہیں کرتے اور احسان کی تفسیر دلیل سے قوی دلیل کی طرف عدول کرنا اس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا)

(۳) احسان صرف قیاس جلی کے مقابلہ میں قیاس خفی پر عمل میں مقید نہیں بلکہ وہ کبھی احسان بالسنۃ، احسان بالاجماع، احسان بالضرورة بھی ہوتا ہے اور یہ کہ مسئلہ میں جلی و خفی دو قیاس نہ پائے جائیں بلکہ ایک ہی قیاس پایا جائے اور اس کے ساتھ ایک حدیث یا اجماع یا ضرورت بھی موجود ہو اور ہم اس حدیث یا اجماع یا ضرورت کو اس قیاس پر ترجیح دیں تو وہ احسان ہوگا اور عمل اسی ضابطہ پر کیا جاتا ہے۔ جس کا تذکرہ علامہ باجی نے اصحاب امام مالک کے حوالہ سے تحریر کیا :

”ان الاستحسان الذي ذهب اليه اصحاب مالک هو القول باقوى الدليلين“۔

(اصحاب امام مالک جس احسان کے قائل ہیں وہ دو قوی دلائل میں زیادہ قوی دلیل کو مد نظر رکھ کر حکم کا استنباط کرتا ہے)

واضح رہے کہ مالکی فقہاء کے یہاں احسان مصالح مرسلہ ہی کی ایک ہی قسم ہے کیونکہ ان کے نزدیک احسان کی ایک ہی قسم ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے معین مسئلہ میں جس میں مصلحت کی رعایت کا حکم قیاس سے معارض ہو قیاس کو ترک کر کے مصلحت کو اختیار کرنا احسان ہے وہ قیاس خفی کو احسان نہیں کہتے بلکہ قیاس خفی ان کے نزدیک قیاس ہی ہے۔

امام شوکانی نے استحسان کی بحث کا اختتام ان کلمات سے کیا :

”ان ذکر الاستحسان فی بحث مستقل لا فائدة فیہ اصلاً لانه ان کان راجعاً الی الایلة المتقدمة فهو تکرار وان کان خارجاً عنها فلیس من الشرع فی شیء بل هو من النقول علی هذه الشریعة مما لم یکن فیہا تارة، وبما یضادها اخرى“^۱

(بیشک استحسان کا ایک مستقل بحث میں ذکر کرنا اصلاً اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ اگر وہ اولہ متقدمہ کی طرف راجع ہیں تو تکرار ہوگا اور اگر ان سے خارج ہیں تو ان کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ اس شریعت کی نقول میں سے ہیں جو پہلے موجود نہیں تھے اور نہ ان میں تعارض ہوتا تھا)

(۲) ”مصلح مرسلہ / استصلاح“

استصلاح کا لغوی معنی کسی چیز کو صلاح والا یعنی مصلحت پر مبنی سمجھنا اور مصلحت (جس کی جمع مصالح ہے) کے لفظی ”فی فائدہ و منفعت کے ہیں۔ خوارزمی نے مصلحت کی تعریف ان الفاظ کے ساتھ بیان کی :

”المراد بالمصلحة المحافظة علی مقصود الشرع بدفع المفسد عن الخلق“^۲
(مصلحت سے مراد مخلوق سے مفسد دور کرنے کے مقصود شرعی کی حفاظت ہے)

امام غزالی نے مصلحت کی وضاحت میں فرمایا :

”اما المصلحة فهی عبارة فی الاصل عن جلب منفعة او دفع مضرة ولسنا نعنی به ذلك فان جلب المنفعة و دفع المضرة مقاصد الخلق و صلاح الخلق فی تحصیل مقاصد هم لكننا بالمصلحة المحافظة علی مقصود الشرع و مقصود الشرع من الخلق خمسة وهو ان یحفظ علیهم دینهم و نفسهم و عقلهم و نسلهم و مالهم فکل ما یتضمن حفظ هذه الاصول الخمسة فهو مصلحة و کل ما یفوت هذه الاصول فهو مفسدة و دفعها مصلحة“^۳

(مصلحت سے فی الاصل حصول منفعت اور دفع مضرت مراد ہوا کرتی ہے مگر شریعت میں یہ مطلب نہیں کیونکہ حصول منفعت اور دفع مضرت مخلوق کے مقاصد ہیں اور مخلوق کی صلاح ان مقاصد سے وابستہ ہے۔ مصلحت سے ہماری مراد مقاصد شریعت کی حفاظت ہے۔ مخلوقات کے اعتبار سے مقاصد شریعت پانچ ہیں، تحفظ دین، تحفظ نفس، تحفظ عقل، تحفظ نسل اور تحفظ مال۔ جو امور پنجگانہ کے تحفظ کا ضامن ہو وہ مصلحت ہے اور جس بات سے یہ امور خمسہ ضائع ہو جائیں وہ مفسدہ ہے اور اس کا دور کرنا مصلحت ہے)

۱ حوالہ سابق ۲/۲۶۳ ج ۲ حوالہ سابق ۲/۲۶۴

۲ المستصفی، امام غزالی ۱/۱۳۹-۱۴۰

امام غزالیؒ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ عربی زبان اور عرف کے اعتبار سے مصلحت کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ انسان کے مفاد کو ملحوظ رکھا جائے اور اس کو پہنچنے والی مضرت کو دور کرنے کی تدبیر کی جائے۔ لیکن از روئے شریعت مصلحت کا مفہوم انسان کے حق میں ایسی منفعت کا حصول ہے اور ایسی مضرت کی مدافعت ہے جو شریعت کو مقصود ہو۔ یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جسے لوگ مصلحت سمجھ رہے ہوں وہ شریعت کی نظر میں بھی مصلحت ہو۔ ایسے امور جنہیں لوگ اپنے حق میں مصلحت تصور کر رہے ہوں لیکن شریعت نے انہیں مصلحت قرار نہیں دیا ہے تو وہ فی الواقع مصالح نہیں ہیں بلکہ درحقیقت ایسی خواہشات ہیں جنہیں ہوائے نفس نے خوب صورت بنا کر انسان کو مغال میں مبتلا کر دیا ہے۔^۱

مصلحت کی اقسام :

امام غزالیؒ نے دو اعتبارات سے اس کی تقسیم پیش کی۔ پہلے اعتبار کی تقسیم کرتے ہوئے وہ فرماتے ہیں :

”المصلحة بالاضافة الى شهادة الشرع ثلاثة اقسام قسم شهد الشرع لاعتبارها وقسم شهد لبطلانها، وقسم له يشهد الشرع لالبطلانها ولا لاعتبارها“۔^۲

(شریعت میں مصلحت کی تین اقسام ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس کا شریعت نے اعتبار کیا اور دوسری وہ ہے جس کا بطلان کیا اور تیسری وہ ہے جس کا نہ اعتبار کیا اور نہ بطلان)

مثالوں سے وضاحت کرنے کے بعد آگے چل کر امام غزالی دوسرے اعتبار سے تقسیم پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”فلنقدم على تمثيله تقسيما اخر أن المصلحة باعتبار قوتها في ذاتها تنقسم الى ما هي في رتبة الضرورات والى ما هي في رتبة الحاجات، والى ما يتعلق بالتحسينات والتزيينات وتساعد ايضا عن رتبة الحاجات، ويتعلق باذبال كل قسم من الاقسام ما يجري منها مجرى التكملة والتممة لها“۔^۳

(ہمیں چاہئے کہ ہم اس کے طریقے پر ایک دوسری تقسیم کریں کہ بیشک مصلحت اپنی ذات میں قوت کے اعتبار سے ضرورات، حاجات، تحسینات اور تزیینات کی طرف منقسم ہوتی ہیں اور حاجات کے مرتبے میں پہنچ کر رک جاتی ہیں اور ان اقسام کی ہر قسم دوسری کے لئے تکملہ اور تتمہ ہے)

مصلحت کی پہلی قسم :

یہ تقسیم اس اعتبار سے ہے کہ شارع نے کن مصالح کو معتبر سمجھا اور کن کو باطل قرار دیا اور کن پر سکوت اختیار کیا۔ یعنی یہ تقسیم شارع کی طرف مصالح کے معتبر، ملغاة اور ان پر سکوت کے اعتبار سے ہیں۔ اس اعتبار سے مصلحت کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہوئیں :

- | | | |
|------------------|-----------------|-----------------|
| (۱) مصالح معتبرہ | (۲) مصالح ملغاة | (۳) مصالح مرسلہ |
|------------------|-----------------|-----------------|

۱۔ نظریہ المصلحة فی الفقہ الاسلامی، حسین حامد حسان ص ۶۔ مصر، دارالمنہجہ ۱۹۷۱ء

۲۔ المستصفی، امام غزالیؒ ۱۳۹/۱ ص ۳ المستصفی، امام غزالیؒ ۱۳۹/۱-۱۳۰

مصلح معتبرہ : ان سے مراد وہ مصالِح ہیں جن کے معتبر یعنی حقیقی و صحیح ہونے کا پتہ شریعت سے چلتا ہے۔ ان کے تحت وہ سب مصالِح آتے ہیں جن کو بروئے کار لانے اور ان تک پہنچنے کے لئے شریعت نے احکام مقرر کئے۔ جیسا کہ اس نے جہاد کا حکم دیا تاکہ دین کی حفاظت کی جائے، قصاص کا حکم دیا تاکہ نسل کی حفاظت کی جائے اور چوری پر ہاتھ پائے کا حکم دیا تاکہ مال کی حفاظت کی جائے۔

مصلح ملغاة : ان سے مراد وہ تمام مصالِح ہیں جن کے غلط یا غیر حقیقی ہونے کا شریعت کے احکام سے پتہ چلتا ہے۔ ایسے مصالِح کا کوئی اعتبار نہیں۔ جیسے یہ مصلحت کہ وراثت میں مرد و عورت کو برابر حصہ دیا جائے یا شراب کی تجارت سے مالی فائدہ اٹھایا جائے یا جہاد سے کنارہ کشی اختیار کر کے گوشہ عافیت میں بیٹھا جائے۔

مصلح مرسله : یہ وہ ہیں جن کے معتبر یا لغو ہونے کا شرعی احکام سے پتہ نہ چلے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ شریعت نے ان کے معتبر یا لغو ہونے کو نہیں بتایا کیونکہ اس کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ معلوم کرنے میں وقت بڑھ آئے کہ انہیں معتبر مصالِح کے دائرہ میں شامل کیا جائے یا لغو مصالِح کے دائرہ میں۔ جیسے یہ مصلحت کہ کاریگروں سے جیروں کو ٹھیک رکھنے کی ضمانت لی جائے، ایک آدمی کو کئی لوگ مل کر قتل کر دیں تو اس کے بدلے میں ان سب کو قتل کیا جائے، انتظامی امور کے لئے دفاتر قائم کئے جائیں، جیلیں بنائی جائیں اور باہم خرید و فروخت کے لئے سکتے جاری کئے جائیں وغیرہ۔ انہیں معتبر یا لغو مصالِح کے دائرہ میں شامل کرنا اجتہاد کے دائرہ میں آتا ہے۔

مصلحت کی دوسری تقسیم :

مصلحت کی اپنی ذات میں قوت کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں :

(۱) ضروریات (۲) حاجیات (۳) تحسینیات / تزیینیات

۱۔ **ضروریات :** اس سے مراد وہ امور ہیں جن سے انسانی زندگی اور انسانی معاشرہ کی بقاء کے لئے کسی طرح صرف نظر ممکن نہ ہو۔ اصولاً اس کے تحت پانچ چیزوں کی حفاظت آتی ہے۔ دین، جان، نسل، عقل، مال، جان کی حفاظت کے لئے قصاص، نسل کی حفاظت کے لئے زنا پر حد، عقل کی حفاظت کے لئے شراب نوشی پر حد، مال کی حفاظت کے لئے چوری کی حد۔

۲۔ **حاجیات :** اس سے وہ امور مراد ہیں جن سے ایک درجہ مشقت کے ساتھ صرف نظر ممکن ہو اس کے تحت وہ امور آتے ہیں جن سے مالی تنگی دور ہوتی ہے فرائض کی ادائیگی میں مشقت میں کمی اور معاملات میں سہولت و آسانی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً خرید و فروخت، نکاح و طلاق اور اس جیسے انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں و ضروریات سے متعلق معاملات۔

۳۔ **تحسینیات / تزیینیات :** اس سے وہ امور مراد ہوتے ہیں جو انسانی زندگی کے ظاہر و باطن کی خوبصورتی کا ذریعہ بنیں اصولاً اس کے تحت وہ چیزیں آتی ہیں جو عموماً اخلاق اور اچھی عادات و فضائل کے قبیل سے ہوں مثلاً طہارت، ستر پوشی، نماز کے لئے مناسب لباس زیب تن کرنا۔

تہمتا : ان تینوں اقسام کے تہمتا بھی ہوتے ہیں یعنی ایسے امور جن سے ان کو تقویت ہوتی ہے۔ مثلاً ضروریات کا تہمتہ دو ایک قطرہ شراب پینا جس سے نشہ آتا ہے، حاجات کا تہمتہ نکاح میں مہر مثل اور کفو کا اعتبار ہے۔ تحسینات کا تہمتہ طہارت کے مستحبات و آداب ہیں۔^۱

ان تینوں میں مراتب کی ترتیب و ربط : ان اقسام کے مراتب اسی ترتیب سے ہیں جس ترتیب پر ان کو بیان کیا گیا ہے یعنی اعلیٰ درجہ ضروریات کا اور اس سے کمتر حاجات کا اور ادنیٰ مرتبہ تحسینات کا ہے اور ان کے تہمتا میں بھی ترتیب ملحوظ رہے گی کہ ادنیٰ کی رعایت میں اعلیٰ کا نقصان ہو تو ادنیٰ کو ترک کر دیں جیسے علاج کے لئے کشف ستر کی اجازت ہو کیونکہ علاج حاجات کے قبیل سے ہے یا یہ کہ وہ ضروریات کے قبیل سے ہے کیونکہ اس کے ذریعے نسل اور عقل کی بقاء ہوتی ہے اور ستر پوشی تحسینات کے باب سے ہے علاج کے لئے اس کے ترک کو گوارا کر لیا گیا ہے اسی طرح ضروریات کے تحت مذکورہ پانچوں امور میں بھی یہی ترتیب رہے گی کہ جو پہلے مذکور ہے اس کی خاطر بعد والے کے نقصان و ضرر کو برداشت کیا جائے گا اور یہ سب اس طرح باہمی طور پر مربوط ہیں کہ حاجات، ضروریات کے لئے بمنزلہ تہمتہ ہیں وہ اس طرح کہ حاجات سے ضروریات کی پیش بندی ہوتی ہے اور تحسینات حاجات کے لئے، یہی حیثیت رکھتی ہیں کیونکہ تحسینات سے حاجات کا انتظام و سد باب ہوتا ہے۔^۲

مصلحت کی اساس :

مصلحت خواہ جس قسم کی ہو اس کی بنیاد دو امور میں سے کوئی ایک ہوتی ہے۔

(الف) جلب منفعت (ب) دفع مضرت

نیز یہ کہ جلب منفعت کی صورت میں کبھی کسی منفعت کی تکمیل ہوتی ہے اور کبھی شروع سے اس کا حصول جیسا کہ دفع مضرت کی صورت میں کبھی ضرر کی تقلیل و تخفیف ہوتی ہے اور کبھی اس کا مکمل ازالہ۔

مصالح مرسلہ پر عمل کی شرائط :

(الف) جس مسئلہ کے بارے میں مصالح مرسلہ پر عمل کیا گیا اس کے بارے میں کوئی نص منقول نہ ہو۔

(ب) شریعت میں اس کی کوئی نظیر منقول نہ ہو جس پر اس کو قیاس کر لیا جائے۔

(ج) کسی نص و اجماع کے معارض نہ ہو۔

(د) مصلحت شخصی نہ ہو بلکہ اجتماعی ہو خواہ عالمی یا ملکی و علاقائی ہو۔

(ه) شرعی دلائل سے اس کا مصلحت ہونا ثابت ہو اگرچہ کسی نص سے اثبات یا منفی کے ساتھ اس کی مصلحت کا ثبوت نہ ہو مگر شرعی اصول و قواعد سے یہ سمجھا جاتا ہو کہ شریعت اس کو گوارہ کرتی ہے اور مصلحت کے درجہ میں رکھتی ہے۔

۱ فوائذ الرحمن بشرح مسلم الثبوت ۲/۲۶۶، المحقق امام غزالی ۱/۱۳۰، ۱۳۱، التلویض فی اصول الفقہ الاسلامی، وجہ الترجیل ص ۳۹، ۲۲۰، الفایز کے حذف و اضافہ کے ساتھ، الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۹۳، ۹۴

۲ الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید، مصطفیٰ احمد الزرقاء ۱/۹۳-۹۵

مصلحت کی بنیاد پر بعض اجتہادی احکام کی مثالیں :

حضرت ابو بکر ؓ کا قرآن کریم کو کتابی صورت میں جمع کرنا، حضرت عثمان ؓ کا اسی مجموعہ کی نقول کو تمام عالم مردم میں بھیجنا حضرت عمر ؓ کا بیت المال سے وظیفہ پانے والے کے لئے رجسٹر جاری کرنا، اسلامی سکے ڈھلوانا اور اس طرح کے بہت سے انتظامی امور جن کو مصالح کے پیش نظر اپنایا گیا حالانکہ ان مصالح کا تذکرہ کسی نص میں نہیں ہے۔

مختلف فقہی مکاتب سے مصلحت پر مبنی احکام کی مثالیں :

مالکی مکتب : مالکی فقہاء نے مجتہد کی عدم موجودگی میں غیر مجتہدین میں سے سب سے بہتر و افضل آدمی کو امام (حاکم امت) مقرر کرنے کو جائز قرار دیا اور کسی افضل آدمی کے ہوتے ہوئے مفضول (اس سے کمتر) آدمی کی بیعت کی اجازت دی۔ بیت المال خالی ہو جانے پر دولت مندوں پر ٹیکس لگانے کی اجازت دی، زخمی کرنے کی صورت میں نابالغ بچوں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کرنے کی مصلحت کی بناء پر اجازت دی۔ اگر چہ بلوغ کی شرط جو گواہ میں عدالت کے من جملہ شرائط میں سے ایک ہے ان میں پوری نہ ہوتی ہو۔

شافعی مکتب : شافعی فقہاء نے ان جانوروں (سوار یوں) کو مارنے کی اجازت دی جن پر سوار ہو کر دشمن مسلمانوں سے لڑ رہے ہوں، نیز ان کے درخت ضائع کرنے یا کاٹنے کی اجازت دی ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے دوران درخت کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔ تاہم اس وقت اجازت ہے۔ جب یہ جنگی ضرورت سے ہوں اور دشمنوں پر فتح و غلبہ حاصل کرنے کے لئے یہ چیزیں ضروری ہوں۔

مکتب احناف : فقہاء حنفیہ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر مسلمان کسی وجہ سے مال غنیمت کو اپنے ساتھ نہ چاکیں تو وہ سامان اور بھیڑ بکریوں کو ذبح کر کے ان کا گوشت جلادیں اسی طرح ان کا مال و اسباب بھی جلادیں تاکہ دشمن ان سے نفع نہ اٹھا سکے۔ ان کے نزدیک استحسان کی قسموں میں سے ایک قسم استحسان بالمصلحہ بھی ہوتی ہے۔

حنبلی مکتب : امام احمد بن حنبل نے مفسدین کو شہر بدر کرنے یا ملک بدر کرنے کی اجازت دی ہے تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہا جاسکے۔ نیز انہوں نے باپ کو اپنی اولاد میں کسی کو کسی خاص مصلحت کے سبب اپنی جائیداد یا دولت میں سے کچھ حصہ ہبہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ مثلاً وہ بیمار محتاج، عیالدار یا طالب علم ہو۔ حنبلی فقہانے اس کی بھی اجازت دی کہ حاکم وقت کو اختیار ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزی کرنے والوں کو مجبور کرے کہ جو اشیاء انہوں نے اپنے پاس روک رکھی تھیں وہ لوگوں کو ضرورت کے سبب اسی قیمت پر فروخت کریں جس پر انہوں نے اشیاء کو خریدنا تھا وغیرہ۔

مصلح کی حیثیت :

علماء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ عبادات میں مصلحت مرسلہ پر عمل نہیں ہوتا، معاملات میں مصلح مرسلہ کی حیثیت اور ان کو ماخذ احکام میں سے ایک ماخذ سمجھنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے اس بارے میں علماء کے تین فریق ہیں ان میں سے ایک منکرین کا دوسرا مثبتین کا اور تیسرا بعض شروط کے ساتھ ماننے والا فریق ہے۔

مصالح مرسلہ کی حجیت کے منکرین :

منکرین میں سے ایک اہل ظاہر کا گروہ ہے وہ قیاس کا انکار کرتے ہیں اس لئے مصالح مرسلہ کا بدرجہ اولیٰ انکار کرتے ہیں۔ شافعی و حنفی فقہاء کی طرف یہ بات منسوب ہے کہ وہ مصلحت مرسلہ کو نہیں مانتے لیکن ان کی فقہ میں ایسی اجتہادی باتیں ملتی ہیں جن کی بنیاد مصلحت پر قائم ہے۔
مصالح مرسلہ پر عمل کرنے والے :

امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے بارے مشہور ہے کہ وہ اس کو شرعی حجت مانتے ہیں اور اس کو تشریحی ماخذ میں سے ایک ماخذ تسلیم کرتے ہیں۔
مصالح مرسلہ کو بعض شرائط کے ساتھ ماننے والے :

یہ امام غزالی ہیں جو بعض شروط کی قید کے ساتھ اس پر عمل کو درست مانتے ہیں اور وہ اس کو ضروری کے قبیل سے سمجھتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس پر عمل کے لئے مندرجہ ذیل تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔
(۱) ضروری ہو (۲) قطعی ہو (۳) کلی ہو۔

امام غزالی نے ان کی مثال سے اس طرح توضیح پیش کی، وہ فرماتے ہیں کہ جہاد میں اگر کافر ایک مسلمان کو اپنے سامنے کھڑا کر کے جنگ کریں اور اس کو وہ بطور ڈھال استعمال کریں۔ اس صورت میں مصلحت یہ ہے کہ ایک مسلمان کی جان کی پرواہ نہ کی جائے اور ان پر حملہ کر کے ان کو ختم کر دیا جاتا۔

اس مثال میں تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں۔ یعنی یہ ضروری ہے اگر ایسا نہ کیا گیا تو کافر مسلمانوں پر حملہ کر کے ختم کر دیں گے یہ قطعی (یقینی) ہے۔ یعنی اگر مسلمان قیدی کی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اگر ان کو ختم کر دیا جائے تو بات یقینی ہے کہ مسلمان محفوظ ہو جائیں گے۔ یہ کلی (عمومی) ہے اس کا تعلق ایک فرد سے نہیں بلکہ پوری جماعت یا ایک علاقہ کے تمام مسلمانوں سے ہے یا پوری امت مسلمہ سے ہے۔ اس مثال میں بالفرض وہ کسی مسلمان قیدی کو قلعہ کی دیوار پر سامنے کر دیں اور خود قلعہ میں روپوش ہوں تو اس صورت میں اس مسلمان قیدی پر تیر چلانا درست نہیں کیونکہ کافروں کی شکست اس صورت میں یقینی نہیں ہے۔

منکرین مصلحت مرسلہ کے دلائل اور ان کا تجزیہ :

(الف) شارع (اللہ تعالیٰ) نے اپنے بندوں کو ایسے احکام دیئے ہیں جو ان کی مصلحتوں کو پورا کرتے ہیں۔ اس نے ان کی کسی مصلحت سے چشم پوشی نہیں کی اور نہ ہی کسی مصلحت کو بغیر تشریع کے چھوڑا۔ اور اللہ کا فرمان ہے :

”ایحسب الانسان ان یترک سدی“۔

(کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ یوں ہی بے کار و مہمل چھوڑ دیا جائے گا)

۱۔ المستصفی، امام غزالی، ۱/۱۴۱ ملخص و اضافی کلمات کے ساتھ۔

۲۔ المستصفی، امام غزالی، ۱/۱۴۱ ج۳ القیامۃ : ۳۶

دلیل کا تجزیہ :

غور سے دیکھنے پر اندازہ ہوتا ہے کہ منکرین کی یہ دلیل کمزور ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ شریعت اسلامیہ بندگان کی تمام مصلحتوں کا خیال رکھا ہے اور ان کو ایسے احکام دیئے جن کے ذریعے ان مصلحتوں تک رسائی ملتی ہے۔ لیکن شریعت نے قیامت تک آنے والی مصلحتوں کے تمام جزئیات کو صراحت سے بیان نہیں کیا اور یہ اس لئے کہ ان میں سے ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شریعت ہمیشہ باقی رہنے کے لئے آئی ہے اور عالمگیر ہے کیونکہ مصالح کے جزئیات وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں، تاہم اصل مصالح کی رعایت ہمیشہ قائم رہتی ہے اس میں کوئی غیر تبدیل نہیں ہوتا۔

(ب) مصالح مرسلہ، مصالح معتبرہ اور مصالح باطلہ کے درمیان دائر ہیں اس لئے ان کا مصالح معتبرہ (باطل مصالح) کے ساتھ الحاق، مصالح ملغات کے ساتھ الحاق سے اولیٰ و افضل نہیں ہے۔ جب ان کے اعتبار کے لئے کوئی دلیل موجود نہیں ہے تو ان سے استدلال بھی ممنوع ہوا۔ اس سے یہ بات کیسے ثابت ہوئی کہ مصالح مرسلہ مصالح معتبرہ کے قبیل سے ہیں نہ کہ مصالح باطلہ کی۔

تجزیہ :

منکرین کی یہ دلیل بھی کمزور ہے کیونکہ اصل اصول جس پر شریعت کی بنیاد ہے وہ مصلحت کی رعایت ہے اور مصلحت کا مفقود ہونا ایک استثنائی شے ہے۔ اس لئے جن مصالح کے بارے میں شریعت نے سکوت اختیار کیا ہے اور جو ظاہر میں درجہ درست ہیں ان کا مصالح معتبرہ کے ساتھ الحاق مصالح ملغاة کے ساتھ الحاق سے افضل و اولیٰ ہے۔

(ج) مصالح مرسلہ پر عمل کی اجازت سے جاہلوں، نفس پرست حاکموں، قاضیوں اور ذمی اقتدار لوگوں کے لئے اپنی خواہشات کے مطابق مصلحت کا لبادہ اوڑھ کر کام کرنے اور دین کو متہم کرنے کا دروازہ کھل جائے گا۔

تجزیہ :

یہ اعتراض بھی کمزور ہے کیونکہ مصالح مرسلہ پر عمل کرنے کے لئے شریعت کے ان دلائل سے واقف ہونا لازمی ہے جن سے ان کا معتبر یا غیر معتبر ہونا یقینی طور پر معلوم ہو جائے۔ اہل علم اور اہل اختیار کے علاوہ دوسرے عام لوگوں کے لئے ان کا جاننا آسان نہیں۔ اگر جاہل مصالح مرسلہ کو ناجائز طریقہ سے استعمال کریں گے تو اہل علم ان کی جہالت کا پردہ پاک کر دیں گے۔ اور جہاں تک مفسد حاکم کا تعلق ہے تو اس کے لئے امت اسلامیہ اپنے شرعی فرض منصبی کو انجام دے اور ان کی یا تو اصلاح کر دے یا ان کو برطرف کر دے۔

مصالح مرسلہ کے ماننے والوں کے دلائل :

(۱) شرعی نصوص اور مختلف احکام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلامی شریعت بندگان کی مصالح کو پورا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے اور مصالح مرسلہ پر عمل شریعت کے مزاج کے موافق ہے۔ متعدد علماء نے اس کی تصریح کی۔

امام شاطبی نے فرمایا :

”والشريعة ما وضعت إلا لتحقيق مصالح العباد في العاجل ولاجل، ودفع الفساد عنهم“^۱
(شریعت بنائی ہی اس مقصد کے لئے گئی ہے کہ دنیا و آخرت میں وہ بندوں کے مقاصد پورے کرے اور برائیوں و خرابیوں کو ان سے دور کرے)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں :

”الشريعة كلها مصالح : اما درء مفسد او جلب مصالح“^۲
(شریعت پوری کی پوری مصالح پر مبنی ہے خواہ مفسد کو دور کر کے ہو یا منفعت حاصل کر کے)
ابن قیم نے فرمایا :

”ان الشريعة مبناها واساسها على الحكم ومصالح العباد في المعاش والمعاد ، وهي عدل كلها ومصالح كلها ، وحكمة كلها ، فكل مسألة خرجت عن العدل الى الجور ، وعن الرحمة الى ضدها ، وعن المصلحة الى المفسدة ، وعن الحكمة الى العبث ، فليست من الشريعة وان ادخلت فيها بالتاويل ، فالشريعة عدل الله بين عباده ، ورحمة بين خلقه“^۳
(شریعت کی بنا اور اساس ہی دنیا و آخرت میں حکمتوں اور بندوں کی مصلحتوں پر ہے۔ یہ سرتاپا عدل و انصاف ہے، رحمت ہے، خیر و بھلائی و منفعت ہے اور حکمت ہے۔ ہر وہ مسئلہ جو عدل سے نکل کر ظلم میں شامل ہو، رحمت سے نکل کر اس کی ضد میں شامل ہو اس کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں ہے چاہے اسے شریعت میں کسی تاویل کے ذریعہ داخل کیا گیا ہو۔ شریعت اللہ کا اپنے بندوں کے درمیان عدل و انصاف قائم کرنے اور دینی مخلوق کے درمیان رحمت کو پھیلانے کا نام ہے)

(۲) لوگوں کی مصلحتیں اور ان مصلحتوں کے حصول کے وسائل و ذرائع ظروف و حالات اور زمانے کی تبدیلی کے ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور پہلے سے ان کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔ جب ہم مانتے ہیں کہ شارع نے مصلحتوں کا لحاظ رکھنے کی تاکید کی ہے تو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ ان مصلحتوں کا محدود کرنا لازمی نہیں ہے۔ اگر ان مصالح میں سے صرف انہی مصلحتوں کا اعتبار کریں جن کی تائید خاص دلیلوں سے ہوتی ہے تو ہم ایک وسیع چیز کو تنگ کر دیں گے اور مخلوق خدا کی بے شمار مصلحتوں سے ہمیں ہاتھ دھونا پڑے گا۔ یہ بات شریعت کی عالمگیریت اور اس کے دوام کے موافق وہم آہنگ نہیں ہے اس لئے یہ نظریہ درست نہیں ہے۔

(۳) صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے مجتہدین نے اپنے اجتہادات میں مصلحت کا خیال رکھا اور احکام کی بنیاد ان پر رکھی۔ ان میں سے کسی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا جو اس کے درست ہونے کی دلیل ہے۔

۱۔ الموافقات، امام شاطبی ۶/۲، بحوالہ الوجیز ص ۲۳۰

۲۔ قواعد الاحکام، عز بن عبدالسلام ۹/۱، بحوالہ الوجیز ص ۲۳۰

۳۔ الطرق الحکیمہ، ابن قیم جوزی، بحوالہ الوجیز ص ۲۳۰

مصلح مرسلہ کے منکرین و مشتبہین کے دلائل کا تقابل اور نتائج :

جمہور علماء کا مصلح مرسلہ پر عمل ہے۔ اگرچہ ان میں سے بعض ظاہراً اس کی نفی بھی کرتے ہیں مگر عمل کرتے ہیں مثلاً احناف، اسی طرح شوافع۔ جیسا کہ امام غزالی سے منقول ہوا اور اس میں مصلحت پر عمل پر صریح اعتراف نظر آتا ہے اور جن شوافع نے انکار کیا ان سے مطلق انکار نہیں کیا بلکہ ان مصلح کا انکار کیا جن کا شارع نے اعتبار نہیں کیا اور وہ سب کے یہاں مذموم ہے یہی منکرین کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔ مثلاً ابن دقیق العید کا اس بارے میں قول ہے :

"لست انکر علی من اعتبر اصل المصالح ، لكن الاسترسال فيها وتحقیقها محتاج الى نظر سدید ، وربما يخرج عن الحد"۔^۱

(میں اصل مصلح کے اعتبار کا منکر نہیں ہوں لیکن میں مطلق مصلح مرسلہ کو نہیں مانتا۔ وہ اور اس کی تحقیق نظر صحیح کی محتاج ہے اور کبھی کبھار وہ حدود سے متجاوز ہو جاتا ہے)

ابن طرح ابن دقیق العید نے مزید کہا :

"الذی لا شک فیہ ان لمالک ترجیحا علی غیرہ من الفقہاء فی هذا النوع ، ویلیہ احمد بن حنبل ، ولا یکاد یخلو غیرہما عن اعتبارہ فی الجملة ، ولكن لہذین ترجیح فی الاستعمال لہما علی غیرہما"۔^۲

(اس بارے میں شک نہیں کہ اس قسم میں امام مالک کو دوسرے فقہاء پر ترجیح حاصل ہے اور اس کے بعد امام احمد بن حنبل ہیں۔ ان کے علاوہ دوسروں کے ہاں اس کا اعتبار نہیں اور ان دونوں کا طریقہ ترجیح دوسروں سے مختلف ہے)

ابن قریانی مالکی نے کہا :

"ہی عند التحقیق فی جمیع المذاہب لانہم یقیسون ویفرقون بالمناسبات ، ولا یطلبون شاہذا بالاعتبار ، ولا نعنی بالمصلحة المرسلہ الا ذلک"۔^۳

(یہ تمام مذاہب میں ہے اس لئے وہ قیاس کرتے ہیں اور خاص مناسبات سے تفریق کرتے ہیں اور مادی دلیل طلب نہیں کرتے، ہم اس کو مصلحت مرسلہ نہیں کہتے)

امام شافعی نے فرمایا :

"الستدلال المرسل (ای المصالح مرسلہ) اعتمدہ مالک والشافعی ، فانه وان لم یشہد للفرع اصل معین فقد شہد له اصل کلی"۔^۴

^۱ حوالہ سابق ۲۶۵/۲۰

^۲ حوالہ سابق ۲۶۵/۲۰

^۳ ارشاد الجول، الشوکانی ۲/۲۶۷

^۴ الموافقات فی اصول الشریعہ ابو اہلق، ابراہیم بن موسیٰ الحلی الغریابی المالکی متوفی ۷۹۰ھ ۳۹/۱ تحقیق شیخ عبداللہ دراز۔ بیروت دار المعرفۃ سنہ ۱۴۰۰ھ

(امام مالک اور امام شافعی نے استدلال مرسل (یعنی مصالح مرسل) پر اعتماد کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ اگر کوئی اصل معین کسی فرع کی تائید نہیں کرتی تو اصل معین کی قوت اور صحف کے مطابق اس اصل کی پر اضافہ کیا جاسکتا ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ اس بارے میں فقہاء کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر مصالح مرسلہ شریعت کے مقاصد سے مطابقت رکھتے ہوں اور اس کے کسی حکم سے متصادم نہ ہوں تو انہیں معتبر مصالح کے دائرہ میں شامل کرنا ضروری ہے۔ البتہ ان کے مابین اختلاف اس بارے میں ہے کہ انہیں کسی حد تک اختیار کیا جائے اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ مصالح مرسلہ پر سب سے زیادہ امام مالک نے پھر امام احمد بن حنبل اور پھر حنفیہ اور پھر شافعیہ نے عمل کیا اور عام حداد کے مطابق ظاہر یہ ہے کہ سب سے کم اس پر عمل کیا۔

(۳) ”استحساب“

استحساب کی تعریف : لغوی معنی صحبت (ساتھ) طلب کرنے یا صحبت کے باقی رہنے کے ہیں۔
اصطلاحی تعریف :

ابن قیم جوزی نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف بیان کی :

”استدامة اثبات ما كان ثابتاً او نفی ما كان منقياً“۔

(ثابت شدہ امر کا ثابت رہنا اور غیر ثابت شدہ کا غیر ثابت شدہ رہنا)

تا آنکہ اس صورت حال کو بدلنے والی کوئی دلیل سامنے آجائے، استحساب ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت حال کو برقرار رکھنے کے لئے کسی اجابی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ یہ اس وقت تک برقرار رہے گی جب تک کوئی اس کو تبدیل کرنے والا امر موجود نہ ہو۔

امام شوکانی یوں تعریف فرماتے ہیں :

”ما ثبت فی الزمن الماضي فالاصل بقاؤه فی الزمن المستقبل ما لم يوجد ما یغیره“۔

(جو امر زمانہ ماضی میں ثابت ہوا اصول یہ ہے کہ جب تک کوئی دوسرا اس کو بدلنے والا موجود نہ ہو مستقبل میں بھی اسی طرح برقرار رہے گا)

استحساب کی اقسام :

اس کی کئی اقسام بیان کی جاتی ہیں۔ مثلاً امام غزالی اور استاد ابو زہرہ نے چار، امام شوکانی نے پانچ اور عام حداد نے چھ قسمیں بتائی ہیں۔ عبدالکریم زیدان نے اس کی جو تقسیم بیان کی اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

۱۔ اصول فقہ پر ایک نظر، عام حداد ص ۱۳۸-۱۳۹

۲۔ اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۶۰- مالک حیاۃ ابو زہرہ ص ۳۶۱ ج ۲ ارشاد الخول، الشوکانی ص ۲۳۸

۳۔ المستصفی، امام غزالی ص ۱۲۸، اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۶۱-۲۶۲، الوجیز، زیدان ص ۲۶۸، ارشاد الخول ص ۲۵۰-۲۵۱، اصول فقہ پر ایک نظر، عام حداد ص ۱۵۳-۱۵۶

(۱) اصل میں تمام چیزوں کے حلال ہونے کے بارے میں استحباب : (استصحاب حکم الاباحۃ الاصلیۃ للاشیاء)

تمام خورد و نوش کی اشیاء جانور، نباتات یا جمادات جن کے حرام ہونے پر کوئی دلیل موجود نہ ہو، حلال و مباح ہیں۔ کیونکہ کائنات میں موجود تمام چیزوں کا حکم اصلی اباحت (حلت) ہے۔ ان میں سے جو چیزیں حرام ہیں وہ شارع کی طرف سے بتائی ہوئی کسی دلیل کے سبب کسی نقصان کی وجہ سے حرام ہیں۔ اس بات کی اصل کہ اشیاء کا حکم اصلی اباحت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

”وسخر لكم ما فی السموات والارض جمیعاً منه“۔

(جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے ان سب کو اس نے اپنی جانب (اپنے حکم) سے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے)

اس کی دوسری دلیل قرآن کریم کی آیت ہے : ”هو الذی خلق لكم ما فی الارض جمیعاً“۔ (وہی ہے جس نے زمین کی تمام چیزوں کو تمہارے نفع کے لئے پیدا کیا)۔ اگر مخلوق میں تمام چیزیں حلال و نفع کے قابل نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا ان چیزوں کو اپنا احسان بتلانا اور انہیں انسان کے لئے مسخر کرنے کے کوئی اور معنی نہیں۔

(۲) برات اصلیه یا عدم اصلی سے متعلق استحباب : (استصحاب براءة الاصلیہ او العدم الاصلی)

انسان بلحاظ اپنی اصلیت کے تمام حقوق سے بری و آزاد ہے جب تک کوئی دلیل موجود نہ ہو اس وقت تک اس کے ذمہ کوئی حق ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ کسی دوسرے پر اس کا حق ہے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا حق ثابت کرے کیونکہ مدعی علیہ پر جس حق کا دعویٰ کیا جا رہا ہے اصلیت کے لحاظ سے وہ اس سے بری ہے۔ اگر مضارب یہ دعویٰ کرے کہ مضارب میں اس کو کوئی نفع نہیں ہوا تو اس کا قول تسلیم کیا جائے گا کیونکہ اصلیت کے لحاظ سے نفع کا معدوم ہونا ہے اس لئے اس کا معدوم ہونا جاری سمجھا جائے گا جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل موجود نہ ہو۔

(۳) ایسے وصف سے متعلق استحباب جو حکم شرعی کو ثابت کر دے جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہو : (استصحاب الوصف المثبت للحکم الشرعی حتی یقوم الدلیل علی خلافہ)

کسی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد پر کسی شخص کی ملکیت ثابت ہو تو اس کی یہ ملکیت اور اس کا حکم اس وقت تک باقی رہے گا جب تک اس کی ملکیت زائل ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ مثلاً یہ کہ وہ اس کو فروخت کر دے، وقف کر دے یا ہبہ کر دے۔ اسی طرح اگر کسی شخص کے ذمہ کسی سبب کے موجود ہونے کی وجہ سے قرض ثابت ہو جیسے اس کے ذمہ مال تھا یا اس نے تلف کر دیا تھا تو وہ قرض قائم و ثابت رہے گا جب تک کہ اس کو کوئی بدلے والا سبب موجود نہ ہو۔ یعنی کوئی ایسی دلیل قائم نہ ہو جو بتائے کہ اس نے یہ قرض ادا کر دیا ہے یا خود مدعی نے خود اس کو اس قرض سے بری کر دیا ہے۔

استصحاب کی حجت :

استصحاب فطری دلیل ہے۔ دستور چلا آ رہا ہے کہ اگر کسی چیز کے وجود و ثبوت کا کسی ذریعہ سے علم ہو تو جب تک کوئی دلیل اس کے خلاف نہ پائی جائے اس کو موجود ہی مانا جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر کسی چیز کا عدم وجود طے ہو تو جب تک اس کے وجود پر دلالت کرنے والی کوئی دلیل سامنے نہ آئے سے معدوم قرار دیا جاتا ہے۔ اس کی اسی حیثیت کی بنا پر فقہاء بھی اسے استعمال کرتے ہیں جبکہ انہیں کسی چیز کا حکم کسی دوسری دلیل سے معلوم نہ ہو سکے۔ جیسا کہ بیان ہوتا ہے کہ اصولیین نے اسے افتاء کا آخری مدار و سہارا قرار دیا۔ فقہ کے بعض کلی قواعد کی بنیاد اسی استصحاب پر ہے۔ مثلاً "الاصل بقاء ما كان على ما كان" اور "الاصل براءة الذمہ" (انسان دوسروں کے حقوق و مطالبات سے بری الذمہ ہے)۔ "الاصل في الاشياء الاباحۃ، اليقين لا يزول بالشك" وغیرہ۔

استصحاب کے شرعی حجت ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اگرچہ انہیں کئی جماعتوں کے تحت تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ امام شوکانی نے اس بارے میں چھ گروہ ذکر کئے ہیں۔ تین قابل ذکر مندرجہ ذیل ہیں :

اول۔ جمہور متکلمین : یہ جماعت استصحاب کی شرعی حجت تسلیم نہیں کرتی۔

دوم۔ جمہور احناف : وہ کہتے ہیں کہ "ان الاستصحاب حجة للدفع لا لاثبات" (استصحاب صرف دفع کے لئے حجت ہے اثبات کے لئے نہیں)۔

سوم۔ مالکیہ، جمہوریہ، شافعیہ، حنابلہ، ظاہریہ : اس کے شرعی حجت ہونے کے قائل ہیں اور کہتے ہیں :

"ان الاستصحاب حجة لتقرير الحكم الثابت حتى يقوم الدليل على تغييره، اي ان

استصحاب الحال يثبت الحقين : الايجابي والسلبي"۔ ۱

(استصحاب حکم ثابت کے لئے حجت ہے تا وقتکہ کوئی دلیل اس حکم کی تغیر پر قائم ہو جائے۔ یعنی استصحاب حال

دو چیزیں ایجابی و سلبی کا ثابت کرتا ہے)

استصحاب کی تطبیق میں فقہاء کے اختلاف کی نوعیت :

استصحاب کی بعض اقسام مثلاً البراءة الاصلیہ وغیرہ کے جزئی انطباق میں اختلاف کے باوجود فقہاء کے مابین الولی اتفاق پایا جاتا ہے۔ اس کے برعکس بعض معاملات مثلاً استصحاب وقف میں فقہاء کا وسیع اختلاف پایا گیا ہے۔ جس کی کچھ تفصیل یہ ہے :

"حقی و مالکی فقہاء کے نزدیک استصحاب وصف دفع کے لئے ہے، اثبات کے نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو حقوق اور

ذمہ داریاں پہلے سے ثابت شدہ ہوں وہ زائل نہیں ہوتیں اور نئے حقوق و ذمہ داریاں عائد نہیں ہوتیں۔ چنانچہ مفتود الخمر شوہر کی حسب تک و فات ثابت نہ ہو جائے یا حالات و شواہد کی روشنی میں عدالت اس نتیجے پر نہ پہنچ جائے کہ وہ مرچکا ہے یا

مرچکا ہوگا، اس کی بیوی اس کے عقد میں رہے گی اور اس کی املاک اس کی ملکیت میں برقرار رہیں گی۔ لیکن اس اصحاب کے نتیجے میں وہ نئے حقوق کا مستحق نہیں بنے گا۔ چنانچہ اسے میراث میں حصہ نہیں ملے گا اور اپنی مفقودیت کے دوران کسی مورث کی وصیت کا حقدار بننا تھا تو اس کے واپس لوٹ آنے یا عدالت کے اس کی موت کا فیصلہ سنا دینے تک وہ وصیت موقوف رہے گی۔^۱

شافعی و حنبلی فقہاء کے نزدیک استصحاب دفع و اثبات دونوں صورتوں میں موثر ہے۔ چنانچہ مفقود ائیم بدستور اپنی مال کا مالک رہے گا اور میراث و وصیت کے ذریعے جس حصہ کا مستحق ہوگا اس کا بھی مالک ہوگا۔^۲

اصحاب کے عمل کی مقدار میں فقہاء کے مراتب :

فقہاء کے نزدیک استصحاب کوئی مستقل فقہی دلیل یا ماخذ استنباط نہیں ہے بلکہ اس سے استدلال اس صورت کیا جاتا ہے جب کسی مسئلہ میں انتہائی تلاش کے باوجود کتاب و سنت اجماع و قیاس میں سے کوئی دلیل نہ ملے۔ اسی لئے نو زنی نے کہا تھا : ”وہو اخر ممدار للفتویٰ“ (استصحاب فقہی رائے کے بیان کا آخری مدار ہے)۔^۳ اسے اختیار کرنے پر آئندہ اور بعد اور ظاہر یہ سب اتفاق کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کے مابین اختلاف اس کی مقدار میں ہے۔ یعنی یہ کہ کس حد تک اختیار کیا جائے اور کس حد تک اختیار نہ کیا جائے۔

استصحاب پر سب سے زیادہ ظاہر یہ پھر شافعیہ پھر حنبلیہ پھر حنفیہ اور مالکیہ نے عمل کیا اس پر عمل کا انحصار اس پر ہے کہ جن فقہاء نے قیاس اور استحسان پر عمل کم کیا اور اپنے آپ کو کتاب و سنت اور اجماع ہی کا پابند رکھا۔ جیسے ظاہر یہ تو انہوں نے دوسروں کی بہ نسبت استصحاب پر زیادہ اعتماد کیا اور جن فقہاء نے قیاس و استحسان کو اختیار کرنے میں کثرت کی ہے حنفیہ و مالکیہ تو ان کا استصحاب پر اعتماد کم رہا اور جنہوں نے قیاس و استحسان میں توسط اختیار کیا۔ جیسے شافعیہ و حنبلیہ تو استصحاب کے عمل میں بھی وہ متوسط رہے۔^۴ اور اس طرح جن نتائج و استنباط تک مالکی اور حنفی فقہاء استحسان اور عرف وادات کے ذریعے پہنچے ہیں۔ ان نتائج تک شافعی فقہاء کی رسائی استصحاب کے ذریعے ہوئی۔

(۴) ”سد الذرائع“

سد الذرائع کی تعریف :

الذرائع : ”ہی الوسائل، والذریعة : ہی الوسيلة والطریق الی شیء، سواء اکان هذا الشیء مفسدة أو مصلحة قولاً أو فعلاً. ولكن غلب اطلاق اسم ”الذرائع“ علی الوسائل المفضیة الی المفاسد، فاذا قیل : هذا من باب سد الذرائع، فمعنی ذلک : انه من باب منع الوسائل المؤدیة الی المفاسد“۔^۵

۱. اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۶۳ ملخص

۲. اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۶۷ ملخص

۳. الوجیز، زیدان ص ۲۳۵

۴. اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۶۳ ملخص

۵. ارشاد الخول، الشوکانی ۲/۲۶۸

(ذرائع کے معنی وسائل کے ہیں۔ ذریعہ کسی چیز تک پہنچنے کے لئے وسیلہ یا راستہ کو کہتے ہیں خواہ یہ چیز (خرابی کا طاعث) ہو یا مصلحہ (فائدہ) کا، اور یہ قول کے ذریعہ ہو یا فعل کے ذریعہ۔ لیکن موجودہ سیاق و سباق میں لفظ ذرائع کا اطلاق ان وسائل پر ہوتا ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں۔ چنانچہ جب یہ کیا جاتا ہے کہ فلاں شیء سد الذرائع کے قبیل سے ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کا تعلق ان وسائل و اسباب کو روکنے سے ہے جو مفاسد تک پہنچاتے ہوں)

ابو ہریرہ نے فرمایا :

”أن موارد الاحكام قسمان : مقاصد ، وهي الأمور المكونة للمصالح والمقاصد في انفسها ، أي التي هي في ذاتها مصالح ، أو مفاسد ووسائل ، وهي الطرق المضية اليها ، وحكمها كحكم ما أفضت اليه من تحريم أو تحليل ، غير أنها أخفض رتبة من المقاصد في حكمها“۔
(وارد ہونے والے احکام دو قسم پر ہیں : (ایک) مقاصد، یہ وہ امور ہیں جو مصالح اور مفاسد یعنی جو لذات خود مصالح یا مفاسد ہیں، ان کی تکوین کرتے ہیں اور (دوسرے) وسائل، جو وہ طریق ہیں جو ان کی طرف پہنچاتے ہیں۔ ان کے حلال و حرام ہونے میں ان کا وہی حکم ہے جس کی طرف یہ وسائل اور ذرائع لے جاتے ہیں۔ بس یہ کہ (وسائل) اپنے احکام سے مقاصد میں کم رتبہ ہیں)

امام قرانی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

”الوسيلة الى افضل المقاصد افضل الوسائل ، والى اقبیح المقاصد اقبیح الوسائل ، والى ما هو متوسط متوسط“۔

(افضل مقاصد کا ذریعہ افضل وسائل اور زیادہ قبیح مقاصد کے لئے زیادہ قبیح وسائل اور متوسط کے لئے متوسط ہیں)

حرام ذرائع کی حرمت میں مصلحت :

ابن قیم جوزی نے حرام تک لے جانے والے وسائل و ذرائع کی حرمت میں پوشیدہ مصلحت و حکمت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا :

”ولو أباح الوسائل والذرائع المفضية اليه لكان ذلك نقصاً للتحريم ، وأغواء للنفس به ، وحكمته تعالى وعلمه يأبى ذلك كل الابداء الاطباء اذا ارادوا حسم الداء منعوا صاحبه من الطرق والذرائع الموصلة اليه ، والافسد عليهم ما يرومون اصلاحه ، فما الظن بهذه الشريعة الكاملة التي هي في اعلى درجات الحكمة والمصلحة والكمال“۔
(اگر حرام تک لے جانے والے وسائل و ذرائع کو جائز کر دیا جاتا تو حرام شیء کے حرام کرنے میں نقص ہوتا۔ لوگوں کے نفوس اس کی طرف جھکتے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کا علم ان سب کی روک تھام کا انتظام کرتا ہے۔ اطباء جب کسی بیمار کا علاج کرتے ہیں تو مریض کو بڑھانے والے اسباب و ذرائع اور وسائل سے روک دیتے ہیں، ورنہ جو اصلاح خوش نظر ہے وہ فوت ہو جائے گی اور صحت کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا۔ یہ شریعت تو حکمت و مصلحت اور کمال کے علی درجات پر مبنی ہوتی ہے)

انعام :

ذرائع کی دو اعتبارات سے تقسیم کی جاتی ہے :

- (۱) نتائج کے اعتبار سے وسائل کی قسمیں۔
- (۲) عمل کے مفید و نقصان کا باعث ہونے کے اعتبار سے قسمیں۔

پہلی تقسیم ابن قیم جوزی کی ہے اور دوسری تقسیم امام شافعی کی ہے۔

ابن قیم جوزی کی تقسیم :

ابن قیم نے نتائج کے اعتبار سے جو تقسیم پیش کی ہے اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ فعل یا قول جو مفید کا ذریعہ بنتا ہے اولاً دو طرح پر ہے :

- (۱) اس کی وضع ہی خرابی کی طرف لے جانے والی ہو۔ جیسے نشہ، تہمت، زنا۔ ان کا مفید کی طرف جانا واضح ہے۔
- (۲) اس کی وضع جائز و مستحب امر کا ذریعہ بننے کے لئے ہو پھر محرم کا ذریعہ بن جائے۔ تو اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں :

- (الف) ارادی طور پر محرم کا وسیلہ بنے۔ جیسے طلاق کی غرض سے نکاح اور ربا کی غرض سے فروخت۔
- (ب) غیر ارادی طور پر وسیلہ بن جائے۔ جیسے مشرکین کے باطل خداؤں کو بُرا کہنا۔ اس کی مزید دو قسمیں ہیں :

(i) اس میں مصلحت فعل اس کے فساد سے زیادہ ہو۔

(ii) اس میں فساد کا عنصر اس کی مصلحت پر غالب ہو تو اس کی مندرجہ ذیل چار قسمیں بنتی ہیں۔

- (۱) ایسا ذریعہ جو اپنی طبیعت کے اعتبار سے مفید اور شر کی طرف لے جانے والا ہو۔ جیسے منوشی، تہمت، زنا۔
- (۲) ایسا ذریعہ جو کسی مباح کا وسیلہ ہو لیکن اس کو کسی شر اور مفید کے لئے اختیار کیا گیا ہو۔ جیسے بیچ کو ربا کا ذریعہ بنانا۔

(۳) ایسا ذریعہ جو طبعاً مفید کا وسیلہ بھی نہ بنتا ہو اور نہ اس سے کوئی شر اور مفید ہو، لیکن اکثر اوقات وہ مفید کا وسیلہ بن جاتا ہو اور اس میں مفید ہونے کا پہلو رائج ہو۔ مثلاً عدت کے دوران عورت کا تزکین کرنا کہ عورت کا سنگھار نہ تو طبعاً مفید کا وسیلہ ہے اور نہ مفید مقصود ہے مگر دوران عدت یہ مفید کا وسیلہ بن سکتا ہے اور شریعت کی نظر میں اس کے مفید ہونے کا پہلو رائج ہے۔

(۴) ایسا ذریعہ جو مباح کا وسیلہ ہو لیکن یہ مفید کی جانب بھی لے جاتا ہو۔ لیکن اس میں مصلحت کا پہلو مفید پر رائج ہے۔ جیسے اس عورت کو دیکھنا جسے نکاح کا پیغام دیا گیا ہو۔ اصولاً یہ فعل مباح ہے۔ کیونکہ اس پر بعض مصالح مرتب

ہوتے ہیں اور ایسا کرنے والے کا کسی مفسدہ (برائی) کا ارادہ نہیں۔ البتہ بعض اوقات مخطوبہ کا دیکھنا مفسدہ تک پہنچنے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ مگر اس میں مصلحت کا پہلو مفسدہ پر رائج ہے۔

تجزیہ :

ابن قیم کی یہ تقسیم فرض عقلی کے اعتبار سے تو درست ہے لیکن اس کی پہلی قسم ذرائع کے باب میں شامل نہیں ہوتی بلکہ مقاصد میں شمار ہوتی ہے۔ قسم اول تو بذات خود مفسدہ ہے اس لئے شامل نہیں ہوتی البتہ باقی تین اقسام اس تقسیم میں داخل ہو جائیں گی۔

امام شاطبی کی تقسیم :

عمل کے مفسد اور باعث نقصان ہونے کے لحاظ سے امام شاطبی نے چار اقسام بیان کیں۔ ان کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

پہلی قسم : جو قطعی طور پر مفسد تک پہنچائے جیسے گھر کے دروازے کے پیچھے گڑھا کھودنا تاکہ داخل ہونے والا تاریکی میں بلاشبہ گر پڑے۔

دوسری قسم : مفسد تک اتفاقی طور پر پہنچائے مثلاً ایسی جگہ گڑھا کھودنا جہاں اکثر کوئی نہ جاتا ہو یا ان غذاؤں کا پہنچنا جو کسی کو بھی اکثر نقصان نہیں دیتی ہوں۔

تیسری قسم : وہ ہے جو اکثر مفسد تک پہنچاتی ہے اور اس میں غالب گمان یہی ہوتا ہے کہ وہ مفسد تک لے جائے۔ جیسے فتنے کے زمانے میں ہتھیار پہنچنا یا شراب بنانے کے لئے انگور پہنچنا وغیرہ۔

چوتھی قسم : وہ ہے جو اکثر مفسد تک پہنچائے لیکن اکثر وہ ذریعہ اس حد تک نہیں پہنچاتا کہ عقل یہ مان لے کہ وہ ہمیشہ مفسد تک پہنچاتا ہے۔ جسے بیع کو رہا کے حصول کا ذریعہ بنانا۔^۲

پہلی قسم میں فعل کا سد باب کرنے میں فقہاء کا اتفاق ہے جبکہ دوسری قسم میں عمل کی اصلاً اجازت ہے اور مصلحت کی سمت اس میں غالب ہے۔ اگر کبھی اتفاق سے نقصان ظاہر ہو گیا تو بھی جائز ہے کیونکہ ہر مصلحت میں کچھ نہ کچھ نقصان کا امکان ہوتا ہے لہذا عمل کی اجازت باقی رہے گی۔ تیسری قسم قابل سد ذرائع ہے جہاں تک ممکن ہو فساد کو روکنے کے لئے احتیاط واجب ہے۔ چوتھی قسم میں مفسدہ جانب کو فعل کی اصل اجازت پر ترجیح دی جائے گی مثلاً بیع تاخیر جو اکثر رہا تک پہنچا دیتی ہے اگرچہ غالب نہیں ہے۔

واضح رہے کہ تیسری اور چوتھی قسم میں شامل افعال کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ مفسدہ کا سبب بننے کی وجہ سے ان کی ممانعت ہے یا نہیں؟

حنبل اور مالکی فقہاء تیسری اور چوتھی قسم کے افعال کو ممنوع قرار دیتے ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ سد ذرائع منجملہ اصول شرع میں ایک اصول ہے اور اس کی اپنی ذاتی حیثیت ہے ماخذ احکام میں سے اس کو بھی ایک ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اور کیا بہت سے احکام مبنی ہیں۔ جب ایک فعل کسی خرابی و مفسدہ کی طرف لے جاتا ہو اور اس بات کا گمان غالب ہو تو اس کی ممانعت ہونی چاہئے۔ امام قرانی مالکی کی وضاحت بھی یہی ظاہر کرتی ہے۔^۱ کیونکہ شریعت مفسدہ کو روکنے اور خرابی کی طرف لے جانے والے وسائل، ذرائع اور راستوں کو بند کرنے کے لئے آئی ہے۔

شافعی و ظاہری و دیگر فقہاء کی رائے :

یہ افعال ممنوع نہیں ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ یہ افعال مباح ہیں اس لئے اگر یہ خرابی کی طرف بھی لے جاتے ہیں تو نفس کا احتمال ہونے کی وجہ سے ان کو ممنوع قرار نہیں دیا جاسکتا۔^۲

دونوں فریق کی آراء کا تجزیہ اور قول رائج :

حنبل اور مالکی فقہاء نے ان افعال کے مقاصد، غرض و غایت اور مرتب ہونے والے نتائج پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے اس کی ممانعت کا قول کیا۔ انہوں نے ان افعال کی اباحت اور جائز ہونے کے پہلو کا اعتبار نہیں کیا۔

جبکہ دوسری طرف شافعی و ظاہری فقہاء نے ان افعال کی اباحت کو مد نظر رکھا اور ان کے افعال کی عام اجازت دی ہے جن کے ضرر میں محض احتمال ہو، یقین نہ ہو۔ اس بناء پر وہ شریعت کی اس عام اجازت کو ترجیح دیتے ہیں۔

قول رائج : دونوں آراء کے حاملین کے پیش نظر رضائے الہی کا حصول ہے اس لئے دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ لیکن اس کے باوجود پہلے فریق کی رائے زیادہ قوی و درست معلوم ہوتی ہے، یہ ہماری رائے ہے۔

جہ ترجیح : پہلی رائے کی دوسری بر فوقیت کی وجہ ترجیح یہ ہے کہ وسائل اپنے مقاصد کے ساتھ معتبر ہیں۔ امام شاطبی کی تمام میں سے پہلی قسم کے حکم میں واضح ہو چکا ہے کہ خرابی (مفسدہ) کا احتمال نادر، قلیل یا مرجوع ہو تو اس فعل کے لئے سد ذرائع کے اصول کو استعمال نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے ماننے والوں کی ساری گفتگو اس صورت میں ہے جب ذرائع خرابی کی طرف پوری طرح کھینچ کر لے جائیں اور غالب گمان یہ ہو کہ اس سے خرابی واقع ہو جائے گی اور عمل سے متعلق شرعی احکام میں ظن کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کے ثبوت کے لئے یقین کی شرط نہیں ہے مثلاً واضح مصلحتوں کو ہٹا کر کرنے کے لئے خبر واحد، شہادت، عدت کی مدت ختم ہونے میں عورت کے قول کو تسلیم کر لینے پر عمل کے احکام دیئے گئے ہیں، اگرچہ ان میں مرجوع مفسدہ بھی موجود ہیں۔ بہر حال ان میں یہ احتمال تو موجود ہے کہ خبر دینے والے نے یا گواہوں نے یا عورت نے جھوٹ بولا ہو۔

۲ الفروق، امام قرانی ۲/۳۲

۱ مالک حیاۃ واثرہ و ارعاء و فقہ ابو ہریرہ ص ۴۰۵

۲ ح ہدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، ابن رشد ۲/۱۱۸-۱۱۹ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبي ۱۳۳۸ھ، المغنی، ابن قدامہ ۳/۱۷۲، وما بعدها، العلولۃ الکبریٰ، امام مالک ۳/۳۹۹ باب فی اجارۃ الكنيسة مطبعة سنہ ند مختصر الطحاوی ص ۲۸۰ وما بعدها بحولہ لوجیز للزید ان ص ۲۳۶-۲۳۷ ملخص۔

سد الذرائع بطور ماخذ اصول فقہ :

خاص طور پر امام مالک نے سد الذرائع کو ایک اصل مانا اور اس کو مشہور مسائل میں سے شمار کیا ہے۔ فقہاء نے دعویٰ کیا ہے کہ امام مالک کے علاوہ دوسرے فقہاء کے یہاں اس اصول کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ لیکن مالکی فقہاء بیان کرتے ہیں کہ بہت سے دوسرے فقہاء امام مالک کے مسلک میں شریک ہو گئے ہیں اگرچہ انہوں نے اس کا یہ نام نہیں رکھا۔ ابو زہرہ نے فقہاء کے عمل پر جو رائے پیش کی وہ یہ ہے کہ :

”ونحن نميل الى أن العلماء جميعاً يأخذون بأصل الذرائع وإن لم يسموه بذلك الاسم“^۱
(ہم اس بات کے قائل ہیں کہ تمام علماء اصل ذرائع کو جتے ہیں اگرچہ انہوں نے یہ نام نہیں رکھا)

امام قرانی نے الفروق میں ذرائع کی تیسری قسم کے تحت بیان کیا کہ :

”وقسم اختلف فيه العلماء هل يسد ام لا كبيع الاجال عندنا“^۲

(اور علماء نے (تیسری) قسم میں اختلاف کیا ہے جیسے تاخیر کی بیع میں ہم نے ذریعہ کا اعتبار کیا ہے اور دوسروں نے ہم سے اختلاف کیا ہے)

اس کے بعد قرانی نے امام مالک و شافعی کے مابین اس مسئلہ میں اختلاف کی نوعیت پر بحث کرنے کے بعد نتیجہ یہ بات کہی کہ :

”قلنا بسد هذه الذرائع ولم يقل بها الشافعي فليس سد الذرائع خاصاً بمالك رحمه الله بل قال بها اكثر من غيره وأصل سدّها مجمع عليه“^۳

(ہم کہتے ہیں یہ سد ذرائع ہیں، امام شافعی نے ان کا نام نہیں لیا۔ لہذا سد ذرائع (امام) مالک کے ساتھ ہی خاص نہیں ہیں بلکہ دوسروں نے بھی ان کا بہت ذکر کیا ہے۔ ان کے نزدیک وہ سد ذرائع اصل ہیں جن پر اتفاق ہوا ہے۔

امام شافعی والوحیثہ نے بعض حالات میں اس پر عمل کیا اور بعض حالات میں اس کا انکار کیا، شیعہ نے بھی اس پر عمل کیا۔ ابن حزم ظاہری نے مطلقاً اس کا انکار کیا۔^۴

سد الذرائع کی حجیت : اس کی حجیت قرآن و سنت سے ثابت ہے۔ چند دلائل مندرجہ ذیل ہیں :
قرآن سے دلائل :

(۱) ”يا ايها الذين امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا انظرونا واسمعوا“^۵

(اے ایمان والو! راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو اور سنو)

۱ مالک حیاة واثره واراءه وفتحه اوزہرہ ص ۳۷

۲ الفروق، قرانی ۳۳/۲

۳ البقرہ : ۱۰۳

۴ مالک حیاة واثره واراءه وفتحه اوزہرہ ص ۳۶ ملخص

۵ الفروق، قرانی ۳۲/۲

۶ الوسيط في اصول الفقه الاسلامي، وصہ زحلی ص ۳۸۹

اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ لفظ راعنا کو یہودیوں نے نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کا ذریعہ بنالیا تھا تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنے کا حکم دیا گیا حالانکہ اس میں بظاہر کوئی خرابی نہیں تھی۔

(۲) ”وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدُوًّا بِغَيْرِ عِلْمٍ“

(اور جن کو یہ) (مشرک لوگ) اللہ کو چھوڑ کر پکارتے ہیں انہیں برا نہ کہو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی علم کے بغیر وہ اللہ کو برا کہنے لگیں) یہاں مشرکین کے باطل معبودوں کو برا کہنے سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو برا کہنے کا ذریعہ نہ بن جائے۔

سنت سے دلائل :

حضور ﷺ نے فرمایا :

(۱) ”مَنْ الْكَبَائِرُ شَتَمَ الرَّجُلَ وَالِدِيهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدِيهِ قَالَ يَسْبُ ابَا الرَّجُلِ فَيَسْبُ ابَاهُ وَيَسْبُ امَّهُ“

(آپ ﷺ نے فرمایا : کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی بھی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں کوئی شخص کسی دوسرے کے باپ کو برا کہے اور وہ جواب میں اس کے باپ کو برا کہے اور کسی کی ماں کو برا کہے اور وہ جواب میں اس کی ماں کو برا کہے) (۲) شراب کے ایک قطرہ کے استعمال کو بھی حرام کہا تا کہ یہ گھونٹ گھونٹ پینے کا ذریعہ نہ بن جائے اور گھونٹ گھونٹ کر کے پینا اس مقدار میں شراب پینے کا ذریعہ نہ بن جائے جو نشہ لاتی ہے اور پینے والا حرام کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ اسی بنا پر حدیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ : ”ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام“ (جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ لاتی ہو اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے)۔

(۳) شارع نے قاضی یا حاکم کو ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا اور فرمایا : ہدایا الامراء غلول ہے۔ یہ ممانعت اس شخص سے قبول کرنے کی ہے جو اس عہدے پر مقرر ہونے سے پہلے ہدیہ نہ دیتا ہو۔ اس کی علت یہ ہے کہ یہ ہدایہ ناجائز تحفوں اور نذرانوں کا ذریعہ نہ بن جائے۔

ابن قیم جوزی نے اعلام الموقعین میں اس قسم کی تقریباً ۹۹ ممانعتیں بطور شہادت پیش کی ہیں جن میں احادیث سے ذرائع کو بند کرنے کا حکم موجود ہے۔

۱. الانعام : ۱۰۸ ۲. جامع الترمذی ، ابواب البر والصلة ، باب ما جاء فی حقوق الوالدین

۳. مشکوٰۃ المصابیح ، باب بیان الخمر و عید شاربہا ، جامع الترمذی ابواب الاشربة عن رسول ﷺ باب ما سکر کثیرہ فقلیلہ حرام۔

۴. الاحکام السلطانیہ وللایات الدینیہ ، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البغدادی الماوردی متوفی ۳۵۰ھ ص ۵۷۔ فصل و لیس لمن تقلد القضاء ان یقبل ہدیۃ من خصم ولا من احد من اهل عمله وان لم یکن له خصم..... مصر مطبعہ البابی الخ ۱۳۸۰ھ۔ ۱۹۲۰ء

۵. اعلام الموقعین ، ابن قیم جوزی ۳/ ۱۳۹-۱۷۱

سد الذرائع بحیثیت تکملہ مصالح مرسلہ :

سد ذرائع کا اصول مصالح کے اصول کی توثیق کرتا ہے اور اس کو تقویت پہنچاتا ہے کیونکہ یہ ایسے اسباب و وسائل کے اختیار کرنے کو منع کرتا ہے جو خرابیوں کی طرف لے جانے والے ہیں۔ مصلحتوں کی بعض صورتوں میں سے یہ بھی ایک اہم صورت ہے اس لحاظ سے یہ اصول مصلحت کا تمہ و تکملہ ہے۔ سد ذرائع کی بعض صورتیں مصلحت مرسلہ کی بعض صورتوں میں معتبر ہیں۔^۱

(۵) ”عرف و عادت“

عرف و عادت کی تعریف :

علامہ ابن عابدین فرماتے ہیں :

”العادة ماخوذة من المعاودة فهي بتكررها ومعاودتها مرة بعد اخرى صارت معروفة مستقرة في النفوس والعقول متلقة بالقبول من غير علاقة ولا قرينة حتى صارت حقيقة عرفية فالعادة والعرف بمعنى واحد من حيث لما صدق وان اختلفا من حيث المفهوم“۔^۲

(عادت معاودت سے ماخوذ ہے کہ تکرار سے اور بار بار کرنے سے ایک فعل جانا پہچانا ہو جاتا ہے اور بغیر علاقہ اور قرینہ کے عقل کے لئے قابل قبول ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ حقیقت عرفیہ ہو جاتا ہے اس لحاظ سے باعتبار مصداق کے عادت اور عرف ہم معنی ہیں اگرچہ مفہوم میں مختلف ہیں)

استاد ابو زہرہ نے فرمایا :

”العرف ما اعتاده الناس من معاملات واستقامت عليه امورهم“۔^۳

(عرف وہ طریقہ ہے جس پر عمل کرنے سے لوگ عادی ہو چکے ہوں اور اس پر ان کے امور قائم ہو چکے ہوں) شیخ عبد الوہاب خلاف نے فرمایا :

”العرف هو ما تعارفه الناس وساروا عليه ، من قول ، او فعل او ترك ويسمى العادة ، وفي لسان الشرعيين : لا فرق بين العرف والعادة“۔^۴

(عرف وہ طریقہ ہے جو لوگوں کے درمیان متعارف ہو لوگ قول، فعل یا ترک میں اس پر چلتے ہوں اور اس کا نام عادت ہے۔ اہل قانون کے مابین عرف اور عادت کے مابین کوئی فرق نہیں ہے)

۲ مجموعہ رسائل ابن عابدین ۱۱۴/۲

۱ الوجیز، عبد الکریم زیدان ص ۲۵۰ تلخیص لاہور، فاران اکیڈمی سندھ

۳ اصول الفقہ، عبد الوہاب خلاف ص ۸۹، کویت، دار القلم بیروت طبع ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶ء

۴ اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۴۱

عرف اور اجماع میں فرق :

اجماع، امت کے تمام مجتہدین کے اتفاق کا نام ہے۔ جبکہ عرف اکثریت کا راستہ ہوتا ہے اور اس میں عوام و خواص سب شامل ہوتے ہیں۔ یعنی عرف ایک طرح سے ان کی سیرت کا نام ہے۔

انواع :

استعمال اور وقوع کے لحاظ سے اولاً عرف کی دو قسمیں ہیں : (۱) قولی (۲) عملی۔

اور پھر ان میں سے ہر قسم مزید دو قسموں میں تقسیم ہو جاتی ہے : (۱) قولی عام (۲) قولی خاص۔ اور (۱) عملی عام اور (۲) عملی خاص۔ اسی طرح پھر ان میں سے ہر ایک قسم مزید دو قسموں صحیح اور فاسد کی طرف تقسیم ہو جاتی ہے۔

عرف قولی : از روئے زبان کسی لفظ کے ایک متعین معنی ہیں لیکن عام استعمال میں وہ لفظ کسی اور مفہوم میں مستعمل ہونے لگا ہو۔ مثلاً دابہ کا اطلاق صرف چوپایہ پر ہوتا ہے حالانکہ اس کے لغوی معنی میں ہر وہ چیز شامل ہے جو زمین پر ریختی یا حرکت کرتی ہے اور لحم (گوشت) کا اطلاق مختلف جانوروں کے گوشت پر ہوتا ہے لیکن مچھلی کے گوشت پر نہیں ہوتا حالانکہ از روئے لغت وہ بھی تو گوشت ہے۔ اور قرآن نے اس کو "لحمًا طریاً" کہا۔ اور ولد لڑکے لئے بولا جاتا ہے جبکہ لغت کی رو سے دونوں صنفوں کے لئے عام تھا جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان یوصیکم اللہ فی اولادکم میں دونوں شامل ہیں۔

عرف عملی : عرف عملی سے مراد وہ کام (اعمال) ہیں جن کے لوگ عادی ہوں۔ جیسے بغیر معاہدہ ایجاب و قبول کے خرید و فروخت کرنا، جس کو اصطلاح میں بیع تعاظمی کہتے ہیں۔ یعنی بائع مشتری کے مانگنے پر ایک چیز دے دیتا ہے اور وہ اس کی قیمت ادا کر دیتا ہے دونوں کے مابین کوئی باہمی عقد نہیں ہوتا۔ اسی طرح مہر کے دو طریقوں مہر مجمل اور مہر منجمل میں سے کسی ایک طریقہ پر ادا کرنا یا ایک حصہ ایک طریقہ پر اور دوسرا دوسرے طریقہ پر ادا کرنا۔

عرف عام : وہ عرف جس پر ممالک اسلامیہ کے عام لوگوں کا تعامل ہو خواہ وہ تعامل قدیم ہو یا جدید، عرف عام ہے اور ایک ملک کے تمام شہری جس پر متفق ہوں وہ وہاں کا عرف عام ہے۔ جیسے عقد استصناع (کوئی شی آرڈر پر بنوانا) اس کا رواج عام ہے کہ شی بعد میں بنائی جاتی ہے اور معاہدہ خرید و فروخت پہلے ہو جاتا ہے لیکن کثرت تعامل سے اس میں سے ضرر کا اندیشہ دور ہو گیا اس لئے جائز قرار دیا گیا۔ اسی طرح اس کی مثال میں دخول حمام کو پیش کیا جاسکتا ہے جس میں حمام میں جانے کی ایک مقررہ اجرت ہے لیکن کوئی شخص جا کر زیادہ صابن پانی استعمال کرتا ہے جبکہ دوسرا کم کرتا ہے، اس کو بھی عرف کی بنا پر درست قرار دیا۔

فقہاء احناف کہتے ہیں کہ عرف عام کی بناء پر قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور اسے استحسان عرف کہتے ہیں اور اگر عام ظنی ہو تو اس کی تخصیص بھی عرف عام سے ہو جاتی ہے۔ نص ظنی کے عموم کو عرف سے ترک کر دینے کی مثال یہ ہے کہ

نبی کریم ﷺ نے بیع اور شرط سے منع فرمایا لیکن جمہور فقہاء، احناف اور مالکی فقہاء کہتے ہیں کہ ہر وہ شرط جائز ہے جسے عرف معتبر قرار دیتا ہو۔^۱

عرف خاص : عرف خاص وہ ہے جو کسی خاص مقام اور طبقہ ہی میں مشہور ہو۔ جیسے تاجروں اور کسانوں کا عرف، یہ عرف خاص نص کے مقابلے میں تسلیم نہیں کیا جائے گا لیکن اسے قیاس کے مقابل تسلیم کیا جائے گا جس کی علت نص قطعی سے یا نص قطعی کے مشابہ نص سے ثابت ہو۔ عراق میں دابہ گھوڑے کو کہتے ہیں حالانکہ اس کے معنی زمین پر چلنے والے جانور ہیں اور اسی طرح تمام علوم و فنون کی اصطلاحات بھی عرف خاص میں شامل ہیں۔^۲

عرف صحیح : وہ ہے جو شریعت کی کسی نص کے مخالف نہ ہو اس کے سبب کوئی ایسی مصلحت جس کا شریعت نے اعتبار رکھا ہے، فوت نہ ہوتی ہو اور نہ یہ کسی ایسی خرابی کے حصول کا ذریعہ ہو جس کا گمان غالب ہو۔ مثلاً عام لوگوں کے درمیان یہ دستور معروف ہے کہ منگنی کے وقت لڑکی کو جو کپڑے یا دوسرا سامان دیا جاتا ہے وہ تحفہ ہوتا ہے وہ سامان مہر میں داخل نہیں ہوتا۔

عرف فاسد : وہ ہے جو شارع کی کسی نص کے مخالف ہو یا اس سے ضرر پہنچتا ہو یا کوئی مصلحت فوت ہوتی ہو مثلاً بینک یا افراد سے سودی قرض لینا، جوئے، سٹے میں رقم لگانا۔^۳

عرف کی اہمیت اور فقہاء کا اس پر عمل :

تقریباً تمام ائمہ نے اس پر اپنے بہت سے احکام کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ امام مالک کے بہت سے مسائل کی بنیاد اہل مدینہ کے عرف پر ہے اور امام شافعی نے اپنے مذہب جدید کے بہت سے مسائل کی بنیاد اہل مصر کے عرف پر رکھی۔ امام ابن تیمیہ کی کتابیں اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو ان کے مسائل میں فتویٰ دیتے وقت وسیع پیمانے پر اس کا استعمال کیا۔ البتہ حنفیہ اور مالکیہ نے اپنی کتابوں میں دوسروں سے بڑھ کر اس کا چرچا کیا اور اسے اپنی فقہ کا ایک مستقل ماخذ قرار دیا ہے۔ حتیٰ کہ علامہ سرخسی اپنی کتاب مبسوط میں لکھتے ہیں: ”جو چیز عرف سے ثابت ہے وہ نص سے ثابت ہے (الثابت بالعرف كالثابت بالنص)۔“ اور اس کے ہوتے ہوئے وہ بسا اوقات قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس سے حدیث کی تخصیص کر ڈالتے ہیں مگر صرف اس صورت میں جب وہ عام ہو۔ ان کے ہاں استحسان کی ایک قسم استحسان ضرورت ہے اور یہی استحسان عرف ہے جہاں وہ قیاس کو ترک کر کے لوگوں کی ضرورت یا عرف کو اختیار کرتے ہیں۔ یہی حال مالکیہ کا ہے بلکہ عرف معتبر ماننے میں شاید وہ حنفیہ سے آگے ہیں کیونکہ مصالح مرسلہ ان کی فقہ کا ایک مضبوط ستون ہے اور ان میں عرف کی رعایت کئے بغیر چارہ نہیں ہے وہ بھی اس کے ہوتے ہوئے قیاس کو چھوڑتے، اس کے ذریعہ عام کی تخصیص کرتے اور مطلق کو مقید کرتے ہیں۔^۴

۱۔ الادلہ المختلف فیہا عند الاصولیین، خلیفہ بابکر الحسین ص ۳۰-۳۳ مفہوم۔ القاہرہ، مکتبہ وہبہ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔ اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۳۱-۲۳۲ مفہوم۔

۲۔ اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۲۳۲

۳۔ الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۲۵۳ تنقیص

۴۔ الوجیز، عبدالکریم زیدان ص ۲۵۳ تنقیص

۵۔ اصول فقہ، پر ایک نظر، عاصم حداوص ۱۶۱-۱۶۲

عرف کی حجیت اور اس کے شرعی دلیل ہونے پر استدلال :
قرآن سے ثبوت :

لقد تعالیٰ نے قسم کے کفارہ کے بارے میں فرمایا :

(۱) ”من اوسط ما تطمعون اهلیکم“^۱
(درمیانے قسم کا وہ کھانا جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو)

درمیانہ کھانا عرف سے معلوم ہوگا۔

(۲) ”من كانا فقيراً فليأكل بالمعروف“^۲
(جو نادر ہو وہ معروف طریقہ پر (یتیم کا مال لے کر) کھا سکتا ہے)

سنت سے ثبوت :

(۱) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ :

”قالت دخلت هند بنت عتبة امرأة ابی سفیان علی رسول ﷺ فقالت یا رسول اللہ ان ابی سفیان رجل شحیح لا یعطینی من النفقة ما یکفینی ویکفی بنی الا ما اخذت من ماله بغير علمه فهل علی فی ذلک من جناح فقال رسول ﷺ خذی من ماله بالمعروف ما یکفیک ویکفی بنیک“^۳

(ہند بنت عتبہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ابو سفیان بے حد بخیل شخص ہے مجھے میری اور میرے بچے کی ضرورت کے مطابق نہیں دیتا الا یہ کہ میں اس کی لاعلمی میں از خود لے لوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنی اور بچے کی کفالت کے لئے بقدر معروف لے لیا کرو)

(۲) امام بخاری نے اپنی صحیح میں ایک مستقل باب باندھا۔ جس کا عنوان ہے :

”باب من اجری امر الامصار علی ما یعارفون بینہم فی البیوع والاجارة والمکیال والمیزان و سنتہم علی نياتہم ومذاہبہم المشہورة“

(خرید و فروخت ٹھیکہ اور ناپ تول میں ہر شہر کے لوگوں کے عرف ان کے رسوم و رواج نیتوں اور مشہور طریقوں پر حکم جاری ہوگا)

عرف پر حکم کی بنیاد رکھنے اور اس کے معتبر ہونے کی شرائط :

عرف پر حکم کی بنیاد رکھنے اور اس کے معتبر ہونے کی شرائط مختصراً الفاظ میں مندرجہ ذیل ہیں :

(۱) عرف نص کے مخالف نہ ہو۔

(۲) عرف مطرد اور غالب ہو۔

- (۳) عرف جس پر کسی معاملہ یا تصرف کو معمول کیا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس معاملہ کے وقت موجود ہو۔
(۴) کوئی ایسا فعل یا قول موجود نہ ہو جو عرف کے خلاف ہو۔

(۶) ”قول / مذهب صحابی“

جمہور اصولیین کے نزدیک صحابی کی تعریف یہ ہے :

”من شاهد النبی ﷺ وامن به ولا زمه مدة تكفي لاطلاق كلمة الصحاب عليه عرفاً، مثل الخلفاء الراشدين، وعبد الله بن عباس، وعبد الله بن مسعود، وغيرهم ممن امن بالنبي ﷺ، ونصره وسمع منه، واحتدى بهديه“^۱

(صحابی وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو اور آپ پر ایمان لایا ہو اور آپ کے ساتھ اتنی مدت تک رہا ہو کہ عرف میں صاحب (ساتھی) کے لفظ کا اطلاق اس پر ہو سکے۔ جیسے خلفاء راشدین، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود اور ایسے ہی دوسرے صحابہ کرام جو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد کی اور آپ کی باتیں سنیں اور آپ کی سیرت سے رہنمائی حاصل کی)۔

قول صحابی کی حیثیت :

کتاب و سنت و اجماع میں کوئی مسئلہ نہ ملنے کی صورت میں کیا مجتہد، صحابہ کرام کے فتاویٰ اور فیصلوں کو ماخذ فقہ میں سے ایک ماخذ تسلیم کر کے ان پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ قول صحابی کی حجت کا یہ اختلاف مطلق نہیں ہے بلکہ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

- ۱۔ جن مسائل میں شرعی حکم رائے اور اجتہاد سے معلوم نہ ہو سکے ان میں قول صحابی حجت ہے کیونکہ یہ بات اس پر محمول متصور ہوگی کہ صحابی نے یہ حکم یقیناً حضور ﷺ سے سنا ہوگا اس لئے صحابی کا یہ قول سنت کے قبیل سے ہوگا جو کہ تشریع کا ماخذ ہے۔ احناف اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اسی طرح ان کے نزدیک بعض صحابہ کے قول سے یہ بات ثابت ہے کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔
- ۲۔ جس قول صحابی پر اتفاق ہو چکا ہو اس کو شرعی حجت سمجھا جائے گا کیونکہ یہ اجماع ہے اسی طرح جس قول صحابی کے بارے میں یہ علم نہ ہو کہ اس کی اس کی کسی نے مخالفت کی ہے تو وہ اجماع سکوتی کے قبیل سے ہے۔ یہ ان لوگوں کے نزدیک حجت ہے جو اجماع سکوتی کے قائل ہیں۔

۳۔ ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی پر ایسی حجت نہیں جس کا ان کو پابند ہونا ضروری ہے۔

۴۔ جو قول صحابی، رائے و اجتہاد پر مبنی ہو اس میں اختلاف ہے کہ بعد میں آنے والے لوگوں پر یہ حجت ہے یا نہیں۔

۱۔ الادلہ المختلف فیہا عند الاصولیین، غلیفہ بکرا لحن ص ۴۴ ملخص۔ القاہرہ، مکتبہ وحیہ ۱۴۰۷ھ۔ ۱۹۸۷ء

۲۔ حوالہ سابق ص ۲۶۰۔ ۲۶۱ ملخص

۳۔ حوالہ سابق ص ۲۶۰

قول صحابی کی حجیت کے بارے میں مذاہب اربعہ :

اس بارے میں مذاہب اربعہ مندرجہ ذیل دو آراء پر منقسم ہے :

۱۔ احناف، مالکیہ اور حنابلہ قول صحابی کی حجیت کو معتبر مانتے ہیں، اگرچہ امام کرخی و بزدوی حنفی کا اختلاف ہے۔

۲۔ شافعیہ اس کی حجت تسلیم نہیں کرتے۔

شافعیہ کے نقطہ نظر کا جائزہ : شافعی مسلک کی کتب اصول فقہ میں امام شافعی سے متعلق یہ بات منقول ہے کہ وہ اپنے قدیم مذہب میں تو صحابہ کے اقوال کو لیتے تھے لیکن اپنے مذہب جدید میں وہ ایسا نہیں کرتے تھے۔ ابن قیم جوزی نے اعلام الموقعین میں شافعی علماء کے اس دعوے کو غلط ثابت کرتے ہوئے کہا کہ امام شافعی کا قدیم وجدید ایک ہی مذہب تھا اور وہ صحابہ کرام کے قول کو اختیار کرنے کا تھا اور اسی پر امام شافعی کے وہ اقوال دلالت کرتے ہیں جو ہم نے "الرسالہ" اور "الام" سے نقل کئے ہیں اور یہ دونوں کتابیں امام شافعی کے بالکل آخری زمانہ کی تصنیف ہیں تاہم اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ وہ صحابی کے قول کو حجت تسلیم کرنے کے لئے یہ بھی ضروری سمجھتے تھے کہ قیاس سے اس کی تائید ہوتی ہو جیسا کہ "الرسالہ" میں ان کے قول سے اس کا پتہ چلتا ہے۔

ابوالحسن کرخی حنفی کے قول کا تجزیہ :

اور جہاں تک احناف میں سے ابوالحسن کرخی کے مسلک کا تعلق ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحابی کی تقلید اس وقت واجب نہیں ہے یعنی قول صحابی اس وقت حجت نہیں ہے۔ جب اس قول میں رائے اور اجتہاد کی گنجائش ہو انہوں نے یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ انہوں نے بہت سے فروعی مسائل میں بعض صحابہ کے اقوال کے خلاف فتویٰ دیا، امام کرخی کے اس مسلک کی تائید فخر الاسلام بزدوی نے بھی کی ہے۔ دوسری طرف کرخی کے ایک ہم عصر ابوسعید بردعی حنفی کا مسلک یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت ہے کیونکہ اس کی تصریح خود امام نے کی ہے اس مسلک میں ابوسعید بردعی کی تائید علمائے احناف میں سے ابوبکر بھصا اور شمس الائمہ سرخسی نے کی ہے۔

امام کرخی کی رائے پر ابوزہرہ کا تجزیہ :

ابوزہرہ نے کرخی کے مسلک کی امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کی طرف کی گئی نسبت کو غلط ثابت کیا ہے کیونکہ اس نسبت کو ثابت کرنے کے لئے یہ بھی ضروری تھا کہ یہ ثابت کیا جائے کہ امام اور ان کے اصحاب نے جب بعض صحابہ کے اقوال کے خلاف فتویٰ دیا تو انہیں ان صحابہ کے اقوال کا پتہ تھا اور اس کے باوجود انہوں نے اس کے خلاف فتویٰ دیا، اغلب یہ ہے کہ انہیں ان کا پتہ نہیں تھا اگر انہیں ان کا پتہ ہوتا تو وہ ہرگز اس کے خلاف فتویٰ نہ دیتے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ

۱۔ الوسیط فی اصول الفقہ الاسلامی، وحید زحیلی ص ۲۶۰

۲۔ اعلام الموقعین، ابن قیم جوزی ۲/۲۳۳-۱۲۰/۱۲۱ تلخیص

۳۔ اصول السرخسی، امام سرخسی ۲/۱۰۵-۱۱۳ تلخیص

انہوں نے بہت سے دوسرے فقہی مسائل میں اپنی آراء کو اس وقت چھوڑ دیا جب انہیں ان مسائل میں کسی صحابی کے قول کا پتہ چلا۔

اور امام ابو حنیفہ کے فرمان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وہ صحابی کے قول کو حجت مانتے تھے وہ فرماتے ہیں :

”ان لم اجد فی کتاب اللہ تعالیٰ، اخذت بقول اصحابہ، اخذ بقول من شئت، وادع من شئت منهم، ولا اخرج من قولہم الی قول غیرہم“۔

(اگر مجھے کوئی امر کتاب اللہ میں نہ ملے تو میں اقوال صحابہ کی طرف رجوع کرتا ہوں اور ان سے باہر نہیں جاتا)

اسی طرح امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت کے مطابق قول صحابی کی مطلق حجیت کا انکار ثابت ہے جبکہ دوسری روایت میں اس کی قیاس پر تقدیم کے ساتھ حجیت ثابت ہے ابن قیم نے دونوں اقوال میں سے اس قول کو ترجیح دی جس میں قول صحابی کو حجت مانا ہے اور ان کے مطابق اسی پر ان کا عمل بھی رہا۔

حجیت اقوال صحابہ کے دلائل :

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ“۔

(جن لوگوں نے مہاجرین و انصار میں سے سبقت کی اور وہ لوگ جنہوں نے نیکوکاروں کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہیں)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار صحابہ کی مدح فرمائی اور اس مدح اور اعلان رضا میں ان کی اتباع کرنے والوں کو بھی شامل فرمایا۔

۲۔ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا :

”علیکم بسنتی و سنتی الخلفاء الراشدين المہدیین عضوا علیہا بالنواجذ“۔

(تمہارے اوپر میری سنت کی اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی پیروی لازم ہے اور اس سنت کو منقبوٹی سے تھما لو)

علامہ ابن قیم نے اقوال صحابہ کے قبول کرنے کے لازم ہونے کے بارے میں چوالیس وجوہ سے استدلال کیا ہے۔

۱۔ ابو حنیفہ حیات و عصرہ، آراء و فقہ، محمد ابو زہرہ ص ۳۰۶ دار الفکر العربی طبع ثالث ۱۹۶۰ء

۲۔ اصول الفقہ، ابو زہرہ ص ۱۹۱

۳۔ اعلام الموقعین ابن قیم جوزی ۱/۳۰۰، ابن حنبل حیات و اثرہ و آراء و فقہ، ابو زہرہ ص ۲۵۱ و ما بعدھا

۴۔ سنن ابی داؤد و ترمذی ۲/۳۶۱۔ بیروت، الجامع الصحیح الترمذی باب ما جاء فی الاخذ بالسنن۔

۵۔ اعلام الموقعین ابن قیم جوزی ۲/۱۳۳۔ ۱۵۳

(۷) ”شرائع من قبلنا“

زینتوں سے متعلق احکام چار قسموں پر ہیں :

وہ احکام جن کا ہماری شریعت میں ذکر ہوا اور ہماری شریعت نے ان کے بارے میں بتایا کہ وہ ہم پر اسی طرح ہیں جیسے پہلے لوگوں پر فرض تھے، اس کی مثال روزہ کی فرضیت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ”یا ایہا الذین امنوا علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون“ (اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا اسی طرح وہ ان لوگوں پر فرض کیا گیا جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو)۔

اور اسی طرح قربانی کے بارے میں حضور ﷺ سے سوال کیا گیا : ماہذا الاضاحی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : لعلکم ابرہیمؑ (قربانی کرو یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے)۔ صحابہ نے عرض کیا : فما لنا بارسول اللہ ﷺ (کیا اس قربانی سے ہمیں ثواب ملے گا) تو آپ ﷺ نے فرمایا : ”بکل شعرة حسنة“ (ہر نمونہ ایک نیکی ہے)۔

فقہاء کا اس کے عمل پر اتفاق ہے چونکہ ہمیں بھی حکم ملا ہے اس لئے ہم عمل کریں گے۔ لیکن ہمارا یہ عمل اپنی شریعت میں واردہ حکم کی بناء پر ہے نہ کہ کسی سابقہ شریعت کے حکم کی بناء پر۔

وہ احکام جن کا ہماری شریعت میں ذکر ہوا اور ان کے بارے میں ہماری شریعت نے یہ بھی بتایا کہ وہ ہمارے حق منسوخ ہیں، مثلاً سجدہ تعظیسی کرنا، مال غنیمت کو حرام سمجھنا۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے : ”احلت لى الغنائم، ولم یحل لاحد قبلى“ (اموال غنیمت کو میرے لئے حلال کر دیا گیا حالانکہ مجھ سے پہلے انہیں کسی کے لئے حلال نہیں کیا)۔ اسی طرح کپڑے کی نجاست سے تطہیر کے لئے اس حصہ کا کاشنا۔

فقہاء کا اس قسم کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ ان پر عمل کرنا ہمارے لئے جائز نہیں۔

وہ احکام جن کا ذکر ہماری شریعت میں نہیں ہوا بلکہ صرف توراۃ و انجیل وغیرہ میں ہوا۔

ان کے بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ ہمارے حق میں کوئی شرعی حیثیت نہیں رکھتے کیونکہ قرآن نے پہلی کتابوں کو منسوخ کر دیا اس لئے ان کے احکام بھی منسوخ ہو گئے۔ اب یہ کتب سابقہ ہر طرح کی تبدیلی و تحریف شدہ ہیں۔

چہارم :

وہ احکام جن کا ذکر ہماری شریعت میں ہوا اور ہماری شریعت میں ان کے شرعی حیثیت رکھنے یا نہ رکھنے کے بارے میں کوئی دلیل نہیں ملتی، مثلاً آیت قصاص میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

”وكتبنا عليهم فيها ان النفس بالنفس والعين بالعين والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص“ ۱۔

(اور ہم نے ان پر (تورات میں) یہ فرض کیا تھا کہ جان کا جان سے، آنکھ کا آنکھ سے، ناک کا ناک سے، دانت کا دانت سے اور زخموں کا (اس جیسا زخم کر کے) قصاص لیا جائے گا)

اور اسی طرح حضرت صالح اور ان کی قوم کے درمیان پانی کی تقسیم کے مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : ”ونبتهم ان الماء قسمة بينهم كل شرب محتضر“ ۲۔ (اور انہیں آگاہ کر دیجئے کہ پانی تقسیم کر دیا گیا ہے ان کے درمیان۔ سب اپنی اپنی باری پر حاضر ہوں)۔

حکم : احکام کی اس چوتھی قسم میں فقہاء کا اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا یہ احکام ہمارے لئے حجت ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں تین اقوال ملتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں :

قول اول :

یہ احکام ہمارے لئے حجت ہیں اور ہماری شریعت کا جز ہونے کی حیثیت سے ان کا اعتبار کیا جائے گا اور یہ ہم تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے بواسطہ رسول پہنچے ہیں نہ کہ یہود و نصاریٰ کی محرفہ کتب کے واسطہ سے۔

حکم : اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شریعت میں ان کا خلاف یا رد ظاہر نہ ہوا ہو تو ان پر عمل کرنا واجب ہے۔ جمہور احناف، مالکیہ، بعض شوافع اور امام احمد (فی روایہ) اکثر حنا بلکہ کے نزدیک قول رائج یہی ہے)

قول ثانی :

یہ ہمارے لئے شرعی حجت نہیں ہے۔ اشاعرہ، معتزلہ، شیعہ، بعض شافعیہ اور امام احمد بن حنبل (فی روایہ اخری) کا یہی موقف ہے اور امام غزالی، امدی، رازی اور ابن حزم ظاہری نے اس کو اختیار کیا ہے۔ ۳۔

قول ثالث :

اس کے بارے میں توقف کیا جائے گا۔ یہ ابن برہان اور ابن قسیری کا مسلک ہے کہ کسی صحیح دلیل کے ظاہر ہو جانے تک توقف کیا جائے گا۔ علامہ امدی نے تیسرے مسلک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا : ”ومن الاصولین من قال بالوقوف وهو بعيد“ ۴۔ (اصولیین میں سے بعض وقوف کا قول کرتے ہیں اور وہ بعید ہے)۔ اس لئے ہم بھی تیسرے مسلک کے ادلہ کو زیر بحث نہیں لائیں گے۔

۱۔ المائدہ : ۳۵ ۲۔ القمر : ۲۸

۳۔ حاشیہ البسانی علی شرح الجلال شمس الدین المکی علی متن جمع الجوامع ۲/۳۵۲-۳۵۳، الوسيط فی الاصول الفقہ - وفیہ رد علی

۳۵۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام امدی ۲/۲۹۶

۴۔ اللمع، الشیرازی ص ۱۱۶ ، الاحکام فی اصول الاحکام امدی ۳/۳۰۱

دل کے دلائل :

جن لوگوں نے شرائع سابقہ کے احکام کو ہماری شریعت کا حصہ ہونے کی حیثیت سے حجت مانا ہے ان کے چار جن کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے :

۱۔ کیونکہ وہ اللہ کی نازل کردہ شرائع میں سے کسی شرع کا حکم ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر کوئی شے بھی دلالت نہیں کرتی اور اللہ تعالیٰ نے تو ان سے متعلق ارشاد فرمایا ہے : ”اولئک الذین ہدی اللہ فبہدہم اقتدہ“ ۱۔ (یہی ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی تھی انہی کے طریقے کی پیروی کرو)۔ اور حضرت ابن عباس سے یہ ثابت ہے کہ ان کے بیان میں اللہ نے ہدایت دی تھی انہی کے طریقے کی پیروی کرو۔ وہ آیت یہ ہے، ”و ظن داؤد انما فتناہ فاستغفر بہ“ ۲۔ (اور فوراً خیال آگیا داؤد کو کہ ہم نے اسے آزمایا ہے سو وہ معافی مانگنے لگ گئے اپنے رب سے کعبہ و اناب“ ۳۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ”ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفاً“ ۴۔ (تو آپ کی طرف وحی کی کہ ملت ابراہیم حنیفی کی اتباع کریں)۔

۲۔ آخری آیت اور پہلی آیت (اولئک الذین ہدی اللہ.....) دونوں سابقہ مذہب کے صحیح ہونے پر صریح اور دالہ ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

”شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذین اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ، وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ“ ۵۔

۳۔ یہ آیت شریعت نوح کی اتباع کے وجہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ”انا انزلنا التورۃ علی نور و بحکم بہا النبیین“ ۶۔ اس آیت میں نبی علیہ السلام سے جملہ انبیاء علیہم السلام مراد ہے۔

۴۔ علماء نے آیت مبارکہ و کتبنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس الخ سے وجہ قصاص کا استدلال کیا ہے۔ ت بنی اسرائیل پر قصاص واجب تھا اور اسی بناء پر ہماری شرع میں بھی قصاص کو واجب کیا گیا۔

۵۔ رسالت مآب ﷺ نے ارشاد فرمایا : ”فاذا نسی احدکم صلوۃ او نام عنها فلیصلہا اذا ذکرہا“ ۷۔ (اگر کسی نے نماز غفلت یا بھول کی وجہ سے رہ گئی ہو تو اسے چاہئے کہ جب یاد آ جائے ادا کر لے)۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ تلاوت فرمائی : ”واقم الصلوۃ لذكوری“ ۸۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر شرائع سابقہ پر عمل درست نہیں ہوتا تو حضور ﷺ یہ تلاوت نہ فرماتے کیونکہ یہ نہ ان کی صورت میں ان کی تلاوت بلا فائدہ ہوگی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے یہودی کے رجم کے سلسلے میں تورات کی تلاوت فرمایا تھا۔

(۴) جب تک وحی کا نزول نہیں ہوا تھا اس وقت تک حضور ﷺ اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ ان کی شرائع پر عمل نہ کیا جائے تو محبت کا کیا مطلب ہوگا؟
ادلہ کا تجزیہ :

شرائع سابقہ کو حجت ماننے والوں نے جن چار وجوہ سے استدلال کیا ان کا تجزیہ مختصراً مندرجہ ذیل ہے :

مذکورہ ادلہ مطلوب کے اثبات میں قطعی الدلالت نہیں ہیں۔ پہلی آیت مبارکہ جس کے کلمہ ”الہدیٰ“ سے استدلال کیا گیا تو کلمہ ”الہدیٰ“ تمام انبیاء کے لئے مشترک ہے اور وہ اشیاء ہیں جو اختلاف شرائع سے مختلف نہیں ہوتیں اور وہ اصول الدیانات اور کلیات خمسہ یعنی نفوس، اموال، انساب اور اعراض کی حفاظت ہیں۔ اور ”شرع لکم من الدین“ سے مراد تو حید ہے۔ اور اتباع ملت ابراہیم کے حکم سے مراد وہ ہے جو اسی آیت کے آخر میں ہے، ”وہا کان من المشرکین“ اور شرک کا مقابل تو حید ہوتا ہے یعنی وہ مشرک نہیں تھے بلکہ موحد تھے۔ اسی تو حید کی پیروی کا حکم ہے اور اللہ رب العزت کے فرمان ”یحکم بہا النبیون“ میں اخبار کا صیغہ ہے، امر کا صیغہ نہیں جو وجوب اتباع پر دلالت کرے۔ جہاں تک آیت قصاص سے وجوب کا تعلق ہے تو وہ ہماری شریعت میں سورۃ بقرہ کی آیت ”فمن اعتدی علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی علیکم“ (سو جو کوئی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس زیادتی کی سزا دو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہے) سے ثابت ہے۔ اور آیت قصاص میں صرف امت بنی اسرائیل سے مشابہت سے آگاہ کیا ہے اور جہاں تک یہودی کے رجم کے لئے تورات کی طرف رجوع کا تعلق ہے تو یہودی کے اس انکار اور جھوٹ پر اور آپ ﷺ کے سچے نبی ہونے کی صداقت کے اظہار کے لئے، آپ ﷺ نے خبر دی کہ رجم کی سزا تورات میں مذکور ہے، نہ کہ اس لئے کہ رجم کا حکم وہاں سے لے کر عمل کر سکیں۔ اس کے علاوہ کبھی بھی تورات کی طرف اس قسم کا رجوع آپ سے ثابت نہیں ہے۔

فریق ثانی کے دلائل :

جن لوگوں نے اس کے شرعی حجت ہونے کا انکار کیا انہوں نے بھی چار وجوہ سے استدلال کیا ہے۔ مختصراً مندرجہ ذیل ہے :

(۱) حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا منصب قضا سپرد کرتے وقت کتاب و سنت اور پھر اجتہاد کی تعلیم دی تھی۔ سابقہ شرائع سے حکم کے استنباط کی کوئی ہدایت نہیں کی اگر ایسا کرنا شرعی حجت ہوتا تو حضرت معاذ اس کا بھی ذکر کرتے یا حضور ﷺ ان کو اس کی تنبیہ کرتے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ”لکل جعلنا منکم شرعاً و منهاجا“، لہذا یہ آیت ہر فریق کے لئے الگ الگ شریعت پر دلالت کرتی ہے اور کسی فریق سے مطالبہ نہیں کرتی کہ وہ کسی دوسرے کی شریعت پر عمل پیرا ہو۔

(۳) اگر حضور ﷺ سابقہ شرائع پر عمل کرتے تو ان کی امت پر بھی ایسا کرنا ضروری ہوتا اور شرائع سابقہ کی تعلیم امت پر واجب ہوتی اور مجتہدین صحابہ پر بھی اس کی جستجو اور مختلف شرائع کے واقعات و حادثات کا علم واجب ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

تھے۔ اگر (۱) سابقہ شرائع اقوام کی طرف بھیجے گئے رسل کے اصحاب کے ساتھ مخصوص تھیں اور شریعت اسلامیہ قیامت کے لئے عام ہے اور جمیع شرائع سابقہ کے منسوخ ہونے پر امت کا اجماع ہے۔ حضور کا فرمان ہے: "اعطیت مسالم یعطین احد قبلی" (مجھے پانچ ایسی باتیں عطا کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں)۔ ان میں سے ایک کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "وکان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ وبعث الی الناس کافۃ" (اور نبی کسی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے اور میں تمام لوگوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔ اگر نبی شرائع سابقہ پر معبد لے تو وہ ان کا اقرار کرتے نسخ نہ فرماتے۔

مکرین کے دلائل کا تجزیہ :

حدیث معاذ میں شرائع سابقہ کے ذکر نہ ہونے کا جواب یہ ہے کہ اس کا حکم قرآن کے ذکر کر دینے میں شامل ہے بلکہ قرآن جس کا رد نہ کرے ان شرائع سابقہ پر عمل کرنا درست ہے یا قرآن نے جس کی تائید کر دی وہ درست ہے۔ مگر اس کی الگ سے ہدایت یا ذکر کی ضرورت نہیں تھی یا اس کے ذکر نہ کرنے کی وجہ یہ ہو کہ بہت کم مسائل میں ان کی طرف رجوع کی ضرورت پڑتی ہے اور دوسرے استدلال جس میں کہا گیا کہ صحابہ کرام نے ان کی طرف رجوع کیا نہیں کیا تو اس کی وجہ کتب سابقہ کی صحیح حالت میں عدم دستیابی یا تحریف و تبدیلی ہو۔ اور مجتہدین کا رجوع ان جہادی مسائل میں ہوتا ہے جن کا قرآن و سنت میں ذکر نہ ہو تو ہو سکتا ہے کہ ان صحابہ مجتہدین کو اس کی ضرورت ہی پیش نہ آئی ہو۔ اور جمیع سابقہ شرائع کے منسوخ ہونے پر مطلقاً اجماع نہیں ہے کہ جو کچھ بھی دوسرے شرائع سے قطع نظر ہماری شریعت کی موافقت یا مخالفت کے وہ منسوخ متصور ہوگا بلکہ اجماع اس پر ہے کہ اس وقت منسوخ ہوگا جب اس کے خلاف دلیل ہو ورنہ قصاص، حد، زنا اور حد سرقہ میں ان کے مطابق عمل نہیں ہوتا مگر چونکہ اس کے خلاف دلیل موجود نہیں ہے۔

قائلین اور منکرین کے اقوال میں سے قول رائج :

دور حاضر کے اکثر اصولیین^۱ نے سابقہ شرائع کے حجت ماننے کے قائلین کے مذہب کو ترجیح دی ہے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس کو مسلمان، عادل ضابط نے صحیح صحت کے ساتھ نقل کیا ہو یا یہ کہ اس کا حکم قرآن میں آیا ہو یا یہ کہ سنت صحیحہ سے ثابت ہو اور سابقہ شرائع بھی ساوی ہیں۔ قرآن تو "مصدق لما بین یدیہ من التورۃ والانجیل" کی تعلیم دیتا ہے اسی بنا پر فقہاء نے مال مشترک کی بطریق "المہایا" تقسیم کے جواز کا قول کیا ہے۔^۲

۱ صحیح بخاری کتاب الصلوۃ، باب قول النبی جعلت لی الارض مسجد او طہورا۔

۲ اصول الفقہ، الخضر ص ۴۱۰، اصول الفقہ عبد الوہاب الخلاف ص ۹۳-۹۴، اصول الفقہ الاسلامی، زکی الدین شعبان ص ۱۲۸، مصر مطبعہ دارالایف ۱۳۸۲ھ-۱۹۶۳ء

۳ کشف الاسرار، المیز دوی ۳/۲۱۶

اور احناف نے ذمی کے بدلے مسلمان کے قتل کو اور غورت کے بدلے آدمی کے قتل کے جواز کا قول کیا ہے اور دلیل اس آیت کو بنایا جس میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : ”وَكَبَسْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنْ النَّفْسُ بِالنَّفْسِ“۔ مالکیہ ہشافیہ اور حنابلہ نے جعالہ کے جواز کا قول کیا ہے اور سورۃ یوسف میں واقع اس آیت سے استدلال کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ”وَلَمَنْ جَاءَهُ حَمْلٌ بِعِيبٍ وَآنَهْ بِهِ زَعِيمٌ“۔^۱

ہمارے نزدیک قول رائج :

ہماری نزدیک یہ بات زیادہ صحیح ہے کہ شرائع سابقہ تشریعی اولہ کی کوئی مستقل دلیل نہیں ہے بلکہ اس کو کتاب و سنت پر پیش کیا جائے گا اور اس کے بغیر اس پر عمل نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول سے ان احکام کا بلا انکار بیان ہو اور ہماری شرع میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو ان کے نسخ پر دلالت کرے تو عمل ہوگا اور بہت سے علماء سے یہی منقول ہوا ہے کہ ”ان شرع من قبلنا لیس شرعاً لنا“۔ جیسا کہ ان کا ذکر ہو چکا ہے۔



خلاصہ (نتائج)

مقالہ لکھنے کا مقصد یہ جاننا تھا کہ فن اصول فقہ کا آغاز کب ہوا، اس کی تدوین کب اور کس نے کی، یہ فن مختلف تاریخی ادوار سے گزر کر ہم تک کیسے پہنچا اور مختلف ممالک کے علمی، دینی و سیاسی حالات کے نشیب و فراز میں فن اصول فقہ کی تکمیل و تالیف میں کس قسم کے رجحانات فروغ پاتے رہے اور یہ کہ فن اصول فقہ پر کام کی رفتار کیا رہی؟ تاریخی مصادر و راجع سے ثابت ہوا کہ تاریخ اسلام کے پہلے اصولی حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ ﷺ نے اجتہاد فرمایا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اجتہاد کی تعلیم و اجازت عطا فرمائی۔ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اجتہاد کیا۔ آپ ﷺ کو ان کے اجتہاد کی اطلاع بھی ہوئی۔ جب صحابہ کرام کا اجتہاد اصول پر مبنی ہوتا تو آپ ﷺ خوشی کا اظہار فرماتے اور تائید فرماتے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اجتہاد بغیر ادوات اجتہاد یعنی اصول کے نہیں ہو سکتا۔ یقیناً دور قدسی کے اجتہادات میں اصول کا فرما ہوتے تھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کے صحبت اور تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ اہل زبان بھی تھے۔ قرآن اور اس کے احکام کا نزول اور انطباق ان کے سامنے ہوا۔ اس لئے انہیں اس فن کو مدون کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ تابعین کے دور میں بھی یہی صورتحال رہی۔ مگر جب اسلام کی روشنی دور دراز عجمی علاقوں میں پہنچی اور زمانہ قدسی سے دوری بڑھنے لگی، ثبوت و ذوق میں کمی آنے لگی تو دوسرے فنون کی تدوین کے ساتھ اصول فقہ کی تدوین بھی عمل میں آئی۔

دوسری صدی ہجری میں اصول فقہ کی تدوین میں امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب نے سبقت حاصل کی۔ بعد میں امام شافعی نے اس فن کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ لفظ ”اصول الفقہ“ اور علم الاصول کا ابتدائی استعمال بالترتیب امام ابو یوسف اور امام شافعی کے یہاں نظر آتا ہے۔ مگر اس سے کبھی قواعد اجتہاد اور کبھی کتاب و سنت کا علم مراد ہوتا تھا۔ اصول فقہ کو وجود کے اعتبار سے فقہ پر تقدیم حاصل ہے۔ اگرچہ اس کی تدوین فقہ کے بعد ہوئی، مگر کسی فن کی تدوین اس کو وجود عطا نہیں کرتی بلکہ وہ مظہر اور کاشف ہوتی ہے۔ جس طرح آئمہ قرأت امام کسائی، حمزہ و عاصم وغیرہ کی تدوین قرأت سے قبل بھی لوگ قرآن کریم کو مختلف قرأت سے پڑھتے تھے اور بانی منطق ارسطو سے قبل بھی لوگ منطقیانہ گفتگو کرتے تھے۔

دوسری صدی ہجری کے بعد اصول فقہ کی تصنیف و تالیف میں اصولیین کے دو مناجیح بن گئے تیسری صدی ہجری سے ساتویں صدی ہجری تک مجموعی طور پر اصول فقہ پر ایک فکری و بنیادی کام نظر آتا ہے اور ساتویں صدی ہجری میں

۱۔ تفصیلات کے لئے مقالہ کا صفحہ ۶۹/۱ دیکھئے ۲۔ حوالہ سابق ۳۔ حوالہ سابق ۴/۱ ۵۔ حوالہ سابق ۶/۱ ۶۔ حوالہ سابق ۷/۱ ۷۔ حوالہ سابق ۸/۱ ۸۔ حوالہ سابق ۹/۱

۹۔ حوالہ سابق ۱۰۔ مقدمہ علی الاشارة للہاجی، عادل احمد عبدالموجود ص ۵۸، الریاض مکتبہ ناز مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۴۲۸ھ۔ ۱۹۹۷ء

اصول فقہ میں تصنیف و تالیف کا تیسرا منہج متعارف ہوا۔ اس کے بعد آٹھویں صدی ہجری سے چوہویں صدی ہجری تک تقلیدی رجحانات میں فروغ پیدا ہو جانے سے یہ فن بھی مجموعی طور پر جمود کا شکار ہو گیا۔ اگرچہ بعض عمدہ کتابیں بھی لکھی گئیں، تعداد کے اعتبار سے تو کثرت رہی مگر فکری اعتبار سے یہ فن تنزلی کا شکار رہا۔

اس دور کے اکثر اصولیین نے سابقین کی کتب کی تسہیل و تحقیق، اختصارات، شرح، شرح الشراح، حواشی، تعلیقات، نظم، تخریج، نکات وغیرہ تک آپ کو محدود رکھا۔ مثال کے طور پر المنقیح والتوضیح والتلویح پر تالیف کے بعد سے چھپالیس (۳۶) سے زائد کتب لکھی گئیں۔ اس طرح تاج الدین سبکی کی جمع الجوامع پر مختلف ادوار میں ساٹھ (۶۰) سے زائد کتب لکھی گئیں۔ موجودہ زمانے تک میں اصول فقہ پر کام میں نشاۃ ثانیہ نظر آتی ہے اور اب جدید اور اہل اسالیب پر اس فن میں کتب لکھنے کا رواج پڑتا جا رہا ہے۔

مختلف فقہی مذاہب کے نشاۃ و ارتقاء کے تحقیقی مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ چار مشہور سنی مذاہب کے علاوہ بھی متعدد مذاہب پیدا ہوئے۔ ان میں سے کچھ زمانے کے ساتھ ساتھ ختم بھی ہو گئے، لیکن تمام مذاہب میں خفی مذہب کو اپنی ذاتی خصوصیت کی بناء پر اپنے وجود سے آج تک ہر دور میں اکثریت حاصل رہی ہے۔

آخر میں توضیح کی غرض سے چند باتیں مندرجہ ذیل ہیں :

۱۔ اس مقالہ میں ایک ہزار سے زائد اصولیین کی اصول فقہ پر بارہ سو سے زائد کتب کا تعارف شامل کیا گیا ہے۔
۲۔ اصول فقہ کی سو سے زائد اہم کتب کا تحقیقی تجزیہ کیا گیا ہے، جس میں مصنفین کے مناہج، کتب کے مشتملات، اہمیت، محاسن و معائب اور اس پر لکھی جانے والی کتب (شروح حواشی وغیرہ) کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی ذمہ ترتیب کے لحاظ سے تحریر کر دیا گیا ہے تاکہ قاری ایک نظر میں مختلف ادوار سے متعلق کئے جانے والے کام سے آگاہ ہو جائے۔

۳۔ ہر فصل کے آغاز میں اس زمانے کے سیاسی، دینی و علمی حالات پر ایک نظر طائرانہ جائزہ پیش کیا گیا ہے، جس میں اصول فقہ پر کام کی رفتار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۴۔ آنے والے محققین کی رہنمائی کے لئے اصولیین کا مشہور نام، ان کا مسلک اور تاریخ ولادت (اگر دستیاب ہو) اور تاریخ وفات ہجری میں نام کے ساتھ ذکر کر دی گئی ہے اور ان کا مسلک بھی وہیں ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح عیسوی تاریخ اور جائے ولادت و وفات حواشی میں ذکر کر دیا گیا ہے تاکہ اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس صدی میں کس فقہی مکتبہ فکر کے اصولیین کی تعداد اور ان کی اصول فقہ پر مؤلفات زیادہ رہیں۔ اسی طرح یہ کہ کن علاقوں میں اصولیین اور ان کی اصولی خدمات نمایاں رہیں۔

فہارس

- ۱۔ فہرست آیات قرآنیہ
- ۲۔ فہرست احادیث مبارکہ
- ۳۔ فہرست شخصیات
- ۴۔ فہرست مصادر الکتاب
- ۵۔ فہرست فرق، ائمہ و قبائل
- ۶۔ فہرست اماکن
- ۷۔ فہرست مراجع التحقیق

اشاریہ (۱)

(INDEX - 1)

فہرست آیاتِ قرآنیہ

فهرست آیات قرآنیہ

آیہ مبارکہ

شمار سورۃ کا نام

۶۵	۱	۲۸۲	استشهدوا شہیدین من رجالکم	۱- البقرہ
۷۸۸	۲	۱۹۴	فمن اعتدى علیکم فاعتدوا علیہ	۲-
۱۳۲	۱	۱۵۰	فولوا وجوهکم شطرہ	۳-
۶۳	۱	۲۱۹	فیہا اثم کبیر ومنافع للناس	۴-
۷۲۹	۲	۱۸۳	کتب علیکم الصیام	۵-
۹	۱	۲۸۶	لہما ما کسبت وعلیہا ما کتسبت	۶-
۷۲۴	۲	۲۸۱	واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ	۷-
۸۹	۱	۲۳۴	والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجہ	۸-
۷۸	۱	۱۳۴	وکذلک جعناکم امۃ وسطا	۹-
۷۳۴	۲	۱۸۷	وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم	۱۰-
۷۷۳	۲	۲۹	وهو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا	۱۱-
۷۳۴	۲	۱۹۶	واتموا الحج والعمرة للہ	۱۲-
۷۳۴	۲	۱۰، ۴۳	واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ	۱۳-
۲۵	۱			۱۴-
۲۷	۱			۱۵-
۳۰	۱			۱۶-
۲۰	۱			۱۷-
۷۸۶	۲	۱۸۳	یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم الصیام	۱۸-
۷۷۹	۲	۱۰۴	یا ایہا الذین امنوا لا تقولوا راعنا وقولوا	۱۹-
۷۶۲	۲	۱۸۵	یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر	۲۰-
۶۹	۱	۲۱۹	یسئلونک عن الخمر	۲۱-
۶۹	۱	۲۲۰	یسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم	۲۲-
۱۲۰	۱	۱۷۳	ان الناس قد جمعوا لکم	۲۳-
۷۳۳	۲	۳۲	ال عمران قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا	۲۴-

۲۵	قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني بحبيبكم الله	۳۱	۲	۷۳۲
۲۶	وشاورهم في الامر	۱۵۹	۱	۶۹
۲۷	والله على الناس حج البيت	۹۷	۱	۶۰
۲۸			۲	۷۳۳
۲۹	وما محمد الا رسول	۱۳۳	۱	۷۸
۳۰	المائدة انا انزلنا التورته فيها هدى ونور	۲۴	۲	۷۸۷
۳۱	انما الخمر والميسر والانصاب والازلام	۹۰	۱	۶۳
۳۲			۱	۶۴
۳۳	النساء ان الصلوة كانت على المؤمنين كتابا	۱۰۳	۱	۶۵
۳۴	اين ماتكونوا يدر ككم الموت	۷۸	۱	۷
۳۵	تلك حدود الله ومن يطع الله ورسوله	۱۳	۲	۷۲۹
۳۶	فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك	۶۵	۱	۶۰
۳۷	فليس عليكم جناح ان تقصروا من الصلوة	۱۰۱	۱	۶۳
۳۸	فما ل هؤلاء القوم لا يكادون يفقهون	۷۸	۲	۷۳۰
۳۹	فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلاث	۳۳	۱	۶۵
۴۰	فان تنازعتم في شئ فردوه الى الله	۵۹	۲	۷۶۱
۴۱	لا تقربوا الصلوة وانتم سكرى	۴۳	۱	۶۳
۴۲			۱	۶۴
۴۳	لا تكن من الخائنين خصيما	۱۰۵	۱	۱۵۰
۴۴	لا تنكحوا ما نكح اباؤكم	۲۲	۲	۷۲۹
۴۵	لا خير في كثير من نجواهم	۱۱۴	۲	۷۲۹
۴۶	من كان فقيرا فليأكل بالمعروف	۶	۲	۷۸۳
۴۷	من يطع الرسول فقد اطاع الله	۸۰	۱	۷۳
۴۸	واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا	۱۱۵	۲	۷۳۸
۴۹	ولا تفتكوا انفسكم ان الله كان بكم رحيفا	۲۹	۱	۷۶
۵۰	ولو ردوه الى الرسول والى اولى الامر منكم	۸۳	۲	۷۳۳
۵۱	ومن يعص الله ورسوله ويتعد حدوده يدخله نارا	۱۳	۲	۷۲۹

۵۸	۲	۷۲۹	واذا حکمتکم بین الناس ان تحکموا بالعدل	۵۲
۱۱۳	۲	۷۳۲	وانزل اللہ علیک الكتاب والحکمة	۵۳
۵۹	۲	۷۲۹	یاایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول	۵۴
	۲	۷۳۳		۵۵
۱۱	۲	۷۸۱	یوصیکم اللہ فی اولادکم	۵۶
۳	۱	۷۳	الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم	۵۷
۳۵	۱	۶۸	ان النفس بالنفس	۵۸
۳۸	۲	۷۸۸	لکل جعلنا منکم شرعة ومنها	۵۹
۸۹	۲	۷۸۲	من اوسط ما تطعمون اہلیکم	۶۰
۳۸	۱	۶۳	والسارق والسارقة فاقطعوا یدہما	۶۱
	۱	۶۸		۶۲
	۱	۱۳۷		۶۳
۶	۱	۱۶	وامسحوا برؤوسکم	۶۴
	۱	۳۰		۶۵
۳۵	۲	۷۸۷	وکتبتنا علیہم فیہا ان النفس بالنفس	۶۶
	۲	۷۸۹		۶۷
	۲	۷۸۶		۶۸
۳۹	۲	۷۶۱	وان احکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبع اہواہم	۶۹
۶	۱	۶۳	وایدیکم الی المرافق	۷۰
۱۰۱	۱	۶۰	یاایہا الذین امنوا لا تسئلوا اشیاء	۷۱
۶	۱	۶۵	یاایہا الذین امنوا اذقمت الی الصلوة	۷۲
۳۳	۲	۷۸۸	یحکم بہا النبیون	۷۳
۱۰۸	۲	۷۷۹	الانعام ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ	۷۴
۹۹	۱	۶	وهو الذی انشا کم من نفس واحدة	۷۵
۹۱	۲	۷۸۷	اولئک الذین ہدی اللہ فیہدہم اقتلہ	۷۶
۶۹	۱	۷۰	الانفال فکلوا مما غنمتم حلالاً طیباً	۷۷
۶۸	۱	۷۰	لولا کتاب من اللہ سبق لکم فیہا	۷۸

۷۹	ما کان لنبی ان یكون له اسرى	۶۷	۱	۷۰
۸۰	التوبہ خذ من اموالہم صدقۃ تطہرہم	۱۰۳	۱	۷۹
۸۱	عفا اللہ عنک لم اذنت لہم حتی یتبین	۳۴	۱	۷۹
۸۲	فان تابوا واقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ	۱۱	۱	۷۹
۸۳	والسابقون الا ولون من المہاجرین والانصار	۱۰۰	۲	۷۸۵
۸۴	والذین یکنزون الذهب والفضۃ	۳۴	۲	۷۳۳
۸۵	یونس فاجمعوا امرکم وشركاءکم	۷۱	۲	۷۳۷
۸۶	ہود قالوا یشعیب مانفقہ کثیرا	۹۱	۱	۷۱
۸۷	یوسف انا انزلناہ قرانا عربیا	۲	۲	۷۲۵
۸۸	وقطعن ایدیہن	۳۱	۱	۷۳
۸۹	ولمن جاء بہ حمل بعیر وانا بہ زعیم	۸۲	۲	۷۸۹
۹۰	ثم اوحینا الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا	۱۲۳	۲	۷۸۷
۹۱	النحل لحنما طریا	۱۳	۲	۷۸۱
۹۲	واللہ اخرجکم من بطون امہاتکم	۷	۱	۱۲
۹۳	ومن ثمرات النخیل والاعناب	۶۷	۱	۷۳
۹۴	الاسراء لتسبح لہ السموات السبع والارض	۲۴	۱	۷۷
۹۵	ولا تقربوا الزنی	۳۲	۱	۷۷
۹۶				
۹۷	وان من شیء الا یسبح بحمدہ	۲۴	۱	۷۷
۹۸	واحل لکم ماوراء ذلکم			
۹۹	طہ واحلل عقدۃ من لسانی یفقهوا قولی	۲۸، ۲۷	۱	۷۷
۱۰۰	واقم الصلوۃ لذکری	۱۳	۲	۷۸۷
۱۰۱	الحج وما جعل علیکم فی الدین من حرج	۷۸	۱	۲۳
۱۰۲	النور لیس علیکم ولا علیہم جناح بعدہن طوافون	۵۸	۲	۷۲۹
۱۰۳	الشعراء وانه لفی زبر اولین	۱۹۶	۲	۷۲۵
۱۰۴	لقمان هذا خلق اللہ	۱۱	۱	۹
۱۰۵	الاحزاب لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ	۲۱	۲	۷۳۲

۶۰	۱	۳۶	وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله	۱۰۶
۶۸	۱	۱۸	ولا تنزر وازرة وزرا اخرى	۱۰۷
۷۳۰	۲	۳۳	فلن تجد لسنة الله تبديلا	۱۰۸
۷۸۷	۲	۲۳	وظن داودا انما قتته فاستغفر ربه	۱۰۹
۷۸	۱	۱۳۰	انك ميت وانهم ميتون	۱۱۰
۱۵۰	۱	۶۵	لئن اشرکت لیحبطن عملک	۱۱۱
۷۶۲	۲	۵۵	واتبعوا احسن ما انزل اليكم	۱۱۲
۷۸۷	۲	۱۳	شورى شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا	۱۱۳
۷۸۸	۲			۱۱۳
۲۵۸	۱	۱۰	وما اختلفتم فيه من شيء فحكمه الى الله	۱۱۵
۷۷۳	۲	۱۳	جاثيه وسخر لكم ما فى السموات والارض	۱۱۶
۷۳۲	۲	۲	النجم وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى	۱۱۷
۷۸۶	۲	۲۸	القمر ونبئهم ان الماء قسمة بينهم	۱۱۸
۷۵۰	۲	۷	الحشر كى لا يكون دولة بين الاغنياء منكم	۱۱۹
۱۳۲	۱	۵۹	واللرسول ولذى القربى	۱۲۰
۷۳۳	۲	۷	وما اتكم الرسول فخذوه وما نهاكم	۱۲۱
۹۰	۱		الطلاق واولات الاحمال اجلهن	۱۲۲
۱۳۳	۱			۱۲۳
۱۲۰	۱	۱	ياايها النبى اذا طلقتم النساء	۱۲۴
۱۵۰	۱			۱۲۵
۲۲	۱	۱۳	الملک آلا يعلم من خلق	۱۲۶
۷۶۹	۲	۳۶	القيامة ايحسب الانسان ان يترك سدى	۱۲۷
۷۲۲	۲	۱۰۵	العلق اقراء باسم ربك الذى خلق	۱۲۸

اشاریہ (۲)

(INDEX-2)

فہرست احادیث مبارکہ

فہرست احادیث مبارکہ

احادیث مبارکہ

صفحہ	جلد	
۷۶	۱	۱۔ احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسل
۷۸۶	۲	۲۔ احلت لی الغنم ولم تحل لا حد قبلی
۸۷	۱	۳۔ اذروا الحدود بالشبهات
۱۸۳	۱	۴۔ اذا اجتهد الحاكم فأخطأ فله اجر
۷۴	۱	۵۔ اذا حکم الحاكم فاجتهد ثم اصاب فله اجران واذا حکم اجتهد ثم
۷۳۶	۲	۶۔ اذا ولغ الکلب فی اناء احد کم فلیغسله سبعاً احداً هن بالتراب
۷۳۷	۲	۷۔ اذ لم یجمع الرجل الصوم من اللیل فلا یصم
۷۸۹	۲	۸۔ اعطیت خمساً لم یعطهن احد قبلی
۶۰	۱	۹۔ اعظم المسلمین فی المسلمین جرماً من سال عن شیء
۷۳	۱	۱۰۔ اقض بالکتاب والسنة اذا وجدتهما فان لم تجد
۷۳۰	۲	۱۱۔
۸۷	۱	۱۲۔ اقطع ید غلامی هذا فانه سرق فقال له عمر : فاذا سرق
۷۳۳	۲	۱۳۔ الحمد لله الذی وفق رسول الله برضاه
۷	۱	۱۴۔ اللهم علمه الکتاب
۷۹	۱	۱۵۔ امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوا : لا اله الا الله
۷۳	۱	۱۶۔ الامر ینزّل بنالم یزّل فیہ قرآن ولم تمض فیہ منک سنة
۷۰	۱	۱۷۔ ان الناس لکم تبع وان رجلاً یاتونکم من الارض یتفقہون
۶۷	۱	۱۸۔ ان النبی ﷺ ابابکر، عمر وعثمان كانوا یقطعون السارق
۷۳۹	۲	۱۹۔ ان امتی لا تجتمع علی الضلالة
۸۲	۱	۲۰۔ انتم اعلم بامور دینا کم
۷۵۰	۲	۲۱۔ انت ومالك لا یمیک
۷۲	۱	۲۲۔ ان رجلاً اتی النبی ﷺ فقال : یا رسول الله ولد لی غلام اسود
۶۳	۱	۲۳۔ ان عمر کان حریصاً علی تحريم الخمر فكان یقول اللهم
۷۸	۱	۲۴۔ ان عمر بن الخطاب خرج فی ركب فیهم عمرو بن العاص

- ۲۴۔ ان کذباً علی لیس کذب علی احد من کذب علی متعمداً ----- ۷۳۶ ۲
- ۲۵۔ انما الاعمال بالنیات ----- ۷۳۶ ۲
- ۲۶۔ انما انا بشر اذا امرتکم بشیء من دینکم فخذوه ----- ۸۲ ۱
- ۲۷۔ انه کان یقطع السارق من المفصل ----- ۶۳ ۱
- ۲۸۔ انما نہیتکم من اجل الداخۃ الی دقت علیکم ----- ۷۵۰ ۲
- ۲۹۔ بعثنا رسول اللہ ﷺ الی الیمن ، فانتهینا الی قوم قد بنو زبۃ ----- ۷۵ ۱
- ۳۰۔ بکل شعرة حسنة ----- ۷۸۶ ۲
- ۳۱۔ الثلث والثلث کثیر ----- ۷۳۶ ۲
- ۳۲۔ حرم اللہ مکة لم تحل لاحد قبلی ولا تحل لاحد بعدی ----- ۷۰ ۱
- ۳۳۔ خرج رجلان فی سفر ، فحضرت الصلاة وليس معهما ماء ----- ۷۵ ۱
- ۳۴۔ خرجنا فی سفر فاصاب رجلا منا حجر فثجبه فی راسه ----- ۷۶ ۱
- ۳۵۔ سارید علی السبعین ----- ۲۱۱ ۱
- ☆ ----- ۲۱۲ ۱
- ۳۶۔ سنة ابيکم ابراهیم ----- ۷۸۶ ۲
- ۳۷۔ صلوا کما رايتمونی اصلی ----- ۷۳۳ ۲
- ☆ ----- ۷۳۵ ۲
- ۳۸۔ علیکم بستى وسنة الخلفاء الراشدين المهديين ----- ۷۸۵ ۲
- ۳۹۔ فقهه فی الدین ----- ۷ ۱
- ۴۰۔ فاذا نسی احدکم صلوۃ او نام عنها فليصلها اذا ذکرها ----- ۷۸۷ ۲
- ۴۱۔ القاتل لا یورث ----- ۷۴۹ ۲
- ۴۲۔ قال اتی رجل النبی ﷺ فقال له ان اختی نذرت أن تحج وانها ماتت ----- ۷۱ ۱
- ۴۳۔ قلت دخلت هند بنت عتبة امرأة ابي سفيان علی رسول اللہ ﷺ ----- ۷۸۳ ۲
- ۴۴۔ کل محدثه بدعة وكل بدعة ضلالة ----- ۷۳۰ ۲
- ۴۵۔ كيف تقضى اذا عرض لك قضاء قال اقضى ----- ۷۲ ۱
- ۴۶۔ لا تنكح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها ----- ۷۳۶ ۲
- ۴۷۔ لا ضرر ولا ضرار ----- ۲ ۱
- ☆ ----- ۷۴۲ ۱

- ۴۳۔ لا نکاح الا بولی ----- ۲۳
- ۴۴۔ لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظہ ----- ۷۴
- ۴۸۰۔ ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام ----- ۲
- ۷۸۔ ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض ----- ۱
- ۶۱۔ ما نهیتکم عنه فاجتنبوا وما امرتکم به فاتوا منه ما استطعتم ----- ۱
- ۱۱۶۔ من أحیا ارضا مواتا ----- ۱
- ۷۷۹۔ من الکبائر شتم الرجل والدیہ قالوا یا رسول اللہ هل ----- ۲
- ۷۔ من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین ----- ۱
- ۷۴۔ نزل اهل قریظۃ علی حکم سعد معاذ فارسل النبی ﷺ الی سعد ----- ۱
- ۶۵۔ واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ ﷺ وبنت عدو اللہ مکانا واحدا ابداً ----- ۱
- ۷۔ الناس معاون خیارہم فی الجاہلیۃ خیارہم فی الاسلام اذا فقهوا ----- ۱
- ۷۸۹۔ وکان النبی بیعث الی قومہ خاضۃ وبعث الی الناس کافہ ----- ۲
- ۷۱۔ یا رسول اللہ ذہب اهل الدثور بالاجور، یصلون کما نصلی ----- ۱
- ۶۵۔ یا علی لا یحل لاحدان یجنب فی هذا المسجد غیری وغیرک ----- ۱
- ۷۸۰۔ ہدایا الامراء غلول ----- ۲
- ۷۲۔ ہششت یوما فقبلت وانا صائم، فاتیت النبی ﷺ ----- ۱

اشاریہ (۳)

(INDEX - 3)

فہرست شخصیات

تاریخ وفات کی زمینی ترتیب کے لحاظ سے ان اصولیین کے اسماء جن کی کتب یا اصولی آراء کا اس مقالہ میں ذکر ہوا۔
جن اصولیین کی تاریخ ولادت معلوم نہ ہو سکی ان کی جگہ (.....) تحریر ہے۔

نمبر شمار	تاریخ وفات	اسماء	تاریخ ولادت	جلد/صفحہ
۱	(۱۱ھ)	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	(.....)	۹۲-۶۰/۱
۲	(۱۳ھ)	حضرت ابو بکر صدیق	(.....)	۸۰-۷۹/۱
۳	(۲۳ھ)	حضرت عمر فاروق	(.....)	۸۲-۸۱/۱
۴				۸۵-۸۴
۵				۹۲-۸۹-۸۷
۶		حضرت عبداللہ بن مسعود	(.....)	۹۲-۹۰-۸۹/۱
۷	(۲۰ھ)	حضرت علی	(.....)	۹۲-۸۹/۱
۸		حضرت ابن عباس	(.....)	۹۱/۱
۹	(۱۰۱ھ)	عمر بن عبدالعزیز	(۶۰ھ)	۹۵-۹۴/۱
۱۰	(۱۲۴ھ)	ابن شہاب الزہری	(۵۱ھ)	۹۵/۱
۱۱	(۱۳۸ھ)	ابن ابی لیلیٰ	(۷۴ھ)	۱۰۶/۱
۱۲	(۱۵۰ھ)	امام ابو حنیفہ	(۸۰ھ)	۱۰۶/۱
۱۳	(۱۵۸ھ)	زفر بن ہذیل	(۱۱۰ھ)	۱۱۰/۱
۱۴	(۱۷۹ھ)	امام مالک	(۹۳ھ)	۱۱۱/۱
۱۵	(۱۸۲ھ)	امام ابو یوسف	(۱۱۳ھ)	۱۱۵/۱
۱۶	(۱۸۹ھ)	محمد بن حسن الشیبانی حنفی	(۱۳۱ھ)	۱۱۸/۱
۱۷	(۱۹۱ھ)	عبدالرحمن بن قاسم مالکی	(۱۳۲ھ)	۱۱۸/۱
۱۸	(۱۹۷ھ)	عبداللہ بن وہب مالکی	(۱۲۵ھ)	۱۱۸/۱
۱۹	(۲۰۰ھ بعدہ)	الجوزجانی حنفی	(.....)	۱۱۹/۱
۲۰	(۲۰۴ھ)	محمد بن ادریس شافعی	(۱۵۰ھ)	۱۱۹/۱
۲۱	(۲۱۱ھ)	معلی بن منصور رازی	(.....)	۱۲۶/۱
۲۲	(۲۱۵ھ)	ابن سعید الاصمعی	(۱۲۳ھ)	۱۲۶/۱

۱۲۶/۱	(۱۳۸)	بشر بن غیاث المریمی حنفی/معتزلی	(۵۲۱۸)	-۲۳
۱۲۶/۱	(.....)	ابن صدقہ حنفی	(۵۲۲۰)	-۲۴
۱۲۶/۱	(.....)	نظام معتزلی	(۵۲۲۱)	-۲۵
۱۲۶/۱	(۱۸۵)	عبداللہ مسلمہ القعنسی	(۵۲۲۱)	-۲۶
۱۲۷/۱	(.....)	صبح مالکی مصری	(۵۲۲۵)	-۲۷
۱۲۷/۱	(.....)	البویطی شافعی	(۵۲۳۲ یا ۲۳۱)	-۲۸
۱۲۷/۱	(.....)	ابن ساعدہ تمیمی حنفی	(۵۲۳۳)	-۲۹
۱۲۷/۱	(.....)	ابو ثور شافعی	(۵۲۵۱)	-۳۰
۱۲۷/۱	(۱۶۴)	احمد بن حنبل	(۵۲۴۱)	-۳۱
۱۲۸/۱	(۱۶۴)	حسین الکراہی	(۵۲۴۵)	-۳۲
۱۳۰/۱	(.....)	اسماعیل بن یحییٰ المزنی شافعی	(۵۲۶۳)	-۳۳
۱۳۰/۱	(۱۷۵)	داؤد الظاہری	(۵۲۷۰)	-۳۴
۱۳۱/۱	(۲۰۲)	ابن الجندیثی	(۵۲۸۱)	-۳۵
۱۳۲/۱	(.....)	اسماعیل بن اسحاق القاضی مالکی	(۵۲۸۲)	-۳۶
۱۳۲/۱	(۲۰۰)	ابوصالح الجستانی	(۵۲۹۰)	-۳۷
۱۳۲/۱	(.....)	ابوبکر الظاہری	(۵۲۹۷)	-۳۸
۱۳۲/۱	(.....)	سعد القیر وانی	(۵۳۰۰ یا ۳۰۰)	-۳۹
۱۳۲/۱	(.....)	حسن بن قاسم الطبری	(۵۳۰۵)	-۴۰
۱۳۲/۱	(.....)	ابن برہان فارسی	(۵۳۰۵)	-۴۱
۱۳۲/۱	(.....)	ابن سرتج الشافعی	(۵۳۰۶)	-۴۲
۱۳۲/۱	(۲۲۹)	زکریا بن یحییٰ الساجی الشافعی	(۵۳۰۷)	-۴۳
۱۳۳/۱	(۲۲۰)	ابن الہند رامشافعی	(۵۳۰۹)	-۴۴
۱۳۳/۱	(.....)	اسماعیل النور بنی امی	(۵۳۱۱)	-۴۵
۱۳۳/۱	(۲۳۷)	ابوالقاسم الکعبی معتزلی	(۵۳۱۹)	-۴۶
۱۳۳/۱	(.....)	ابو ہاشم الجبائی المعتزلی	(۵۳۲۱)	-۴۷
۱۳۳/۱	(۲۳۷)	ابوالحسن الاشعری	(۵۳۲۳)	-۴۸
۱۳۵/۱	(۲۶۰)	اسحاق الشاشی حنفی	(۵۳۲۵)	-۴۹
۱۳۵/۱	(۲۳۳)			

۱۳۸/۱	(۵۲۷۰)	ابن الانشید معتزلی	(۵۳۲۶)	-۵۰
۱۳۸/۱	(.....)	ابن الخلال قاضی معتزلی	(۵۳۳۱ تقریباً)	-۵۱
۱۳۸/۱	(۵۲۳۴)	الاسطخری الشافعی	(۵۳۲۸)	-۵۲
۱۳۸/۱	(.....)	ابوبکر البصری فی الشافعی	(۵۳۳۰)	-۵۳
۱۳۹/۱	(.....)	قاضی ابوالفرج مالکی	(۵۳۳۱)	-۵۴
۱۳۹/۱	(.....)	محمد ابن البرمادی الشافعی	(۵۳۳۱)	-۵۵
۱۳۹/۱	(.....)	ابو منصور ماتریدی حنفی	(۵۳۳۲)	-۵۶
۱۳۹/۱	(.....)	محمد بن جعفر البصری فی الشافعی	(۵۳۳۵)	-۵۷
۱۳۹/۱	(.....)	محمد بن احمد الاسوانی الشافعی	(۵۳۳۵)	-۵۸
۱۳۹/۱	(.....)	نظام الدین الشاشی حنفی	(۵۳۳۲)	-۵۹
۱۳۹/۱	(.....)	ابن القاص الطبری الشافعی	(۵۳۳۵)	-۶۰
۱۴۰/۱	(.....)	البرزذی الخارجی	(۵۳۴۰)	-۶۱
۱۴۰/۱	(.....)	ابراہیم الخالد آبادی	(۵۳۴۰)	-۶۲
۱۴۰/۱	(.....)	ابو اسحاق المروزی الشافعی	(۵۳۴۰)	-۶۳
۱۴۰/۱	(۵۲۶۰)	ابوالحسن انکرنی حنفی	(۵۳۴۰)	-۶۴
۱۴۲/۱	(۵۲۵۸)	ابوبکر البغنی الشافعی	(۵۳۴۰)	-۶۵
۱۴۲/۱	(.....)	ابوبکر بردی الخارجی	(۵۳۴۰ یا ۵۳۵۰ تقریباً)	-۶۶
۱۴۲/۱	(.....)	محمد بن سعید القاضی الشافعی	(۵۳۴۲)	-۶۷
۱۴۲/۱	(۵۲۶۴ تقریباً)	القشیری مالکی	(۵۳۴۲)	-۶۸
۱۴۲/۱	(.....)	ابن ابی ہریرہ الشافعی	(۵۳۴۵)	-۶۹
۱۴۵/۱	(۵۲۷۷)	ابوالولید القرشی الشافعی	(۵۳۴۹)	-۷۰
۱۴۵/۱	(.....)	حسین (حسن) بن قاسم شافعی	(۵۳۵۰)	-۷۱
۱۴۵/۱	(.....)	محمد بن عبد البردعی الخارجی	(۵۳۵۰)	-۷۲
۱۴۵/۱	(.....)	احمد الفارسی شافعی	(۵۳۵۰)	-۷۳
۱۴۵/۱	(.....)	علی بن موسی القصبی حنفی	(۵۳۵۰)	-۷۴
۱۴۵/۱	(.....)	ابن القطان شافعی	(۵۳۵۹)	-۷۵
۱۴۵/۱	(.....)	حسین التجار حنبلی	(۵۳۶۰ یا ۵۳۵۸)	-۷۶

۱۳۵/۱	(.....)	ابن بُرہان الشافعی	(۳۶۱ھ)	- ۷۷
۱۳۵/۱	(.....)	ابو حامد المروزی شافعی	(۳۶۲ھ)	- ۷۸
۱۶۳/۱	(۲۹۱ھ)	ابوبکر القفال الکبیر الشافعی	(۳۶۵ھ)	- ۷۹
۱۳۶/۱	(.....)	احمد الطوائفی الشافعی	(۳۶۸ھ)	- ۸۰
۱۳۶/۱	(.....)	ابراہیم بن احمد الظاہری	(۳۷۰ھ)	- ۸۱
۱۳۶/۱	(.....)	ابوبکر الجصاص حنفی	(۳۷۰ھ)	- ۸۲
۱۳۶/۱	(۳۰۵ھ)	ابوعبداللہ الشیرازی الشافعی	(۳۷۱ھ)	- ۸۳
۱۵۱/۱	(.....)	ابوالحسن التمیمی الحنبلی	(۳۷۱ھ)	- ۸۴
۱۵۲/۱	(۳۱۷ھ)	ابوبکر الالبہری المالکی	(۳۷۵ھ)	- ۸۵
۱۵۲/۱	(۲۸۹ھ)	الخلال بصری	(۳۷۷ھ)	- ۸۶
۱۵۲/۱	(.....)	الصاحب بن عباد الشافعی	(۳۸۵ھ)	- ۸۷
۱۵۲/۱	(۳۲۵ھ)	ابوالقاسم الصمیری الشافعی	(۳۸۶ھ)	- ۸۸
۱۵۲/۱	(.....)	ابن ابی زید القرانی المالکی	(۳۸۶ھ)	- ۸۹
۱۵۲/۱	(۳۱۰ھ)	المعانی النہروانی القاضی الجریری	(۳۹۰ھ)	- ۹۰
۱۵۳/۱	(۳۰۵ھ)	ابونصر الفارابی	(۳۹۳ھ)	- ۹۱
۱۵۳/۱	(.....)	اسماعیل الاسماعیلی الشافعی	(۳۹۶ھ)	- ۹۲
۱۵۳/۱	(۳۲۳ھ)	ابن مجاہد الطائی المتکلم مالکی	(۴۰۰ھ تقریباً)	- ۹۳
۱۵۳/۱	(.....)	سعید القریوانی المالکی	(۴۰۰ھ تقریباً)	- ۹۴
۱۵۳/۱	(.....)	ابوالحسن القرشی	(۴۰۰ھ بعد)	- ۹۵
۱۵۳/۱	(.....)	ابوالقاسم اسماعیل البہیقی	(۴۰۲ھ)	- ۹۶
۱۶۹/۱	(.....)	ابوعبداللہ الوراق حنبلی	(۴۰۳ھ)	- ۹۷
۱۶۹/۱	(.....)	قاضی ابوبکر الباقانی المالکی	(۴۰۳ھ)	- ۹۸
۱۶۹/۱	(.....)	حسن نیشاپوری الشافعی	(۴۰۵ھ)	- ۹۹
۱۷۰/۱	(.....)	ابن فورک الشافعی الأشعری	(۴۰۶ھ)	- ۱۰۰
۱۷۰/۱	(.....)	ابو حامد الاسفرائینی الشافعی	(۴۰۶ھ)	- ۱۰۱
۱۷۰/۱	(۳۳۳ھ)	احمد الخزاز الشافعی	(۴۰۶ھ بعد)	- ۱۰۲
۱۷۱/۱	(.....)	عبدالواحد بن محمد المقدسی حنبلی	(۴۰۶ھ)	- ۱۰۳
۱۷۱/۱	(.....)			

۱۷۱/۱	(.....)	احمد بن شاکر القطان الشافعی	(۴۹۷ھ)	۱۰۴
۱۷۱/۱	(۳۶۸ھ)	احمد بن الحاملی الشافعی	(۴۹۵ھ)	۱۰۵
۱۷۱/۱	(۳۵۹ھ)	قاضی القضاۃ عبد الجبار المعتزلی	(۴۹۵ھ)	۱۰۶
۱۷۳/۱	(.....)	ابو اسحاق الاسفرائینی الشافعی	(۴۹۸ھ)	۱۰۷
۱۷۳/۱	(۳۲۵ھ)	قاضی ابوبکر الخیری الشافعی	(۴۹۸ھ)	۱۰۸
۱۷۳/۱	(۳۶۲ھ)	قاضی عبد الوہاب بغدادی مالکی	(۴۹۹ھ)	۱۰۹
۱۷۳/۱	(.....)	حسین الاذری الاشعری	(۴۹۹ھ)	۱۱۰
۱۷۳/۱	(.....)	ابو منصور الطلمنکی المالکی	(۴۹۹ھ)	۱۱۱
۱۷۳/۱	(.....)	ابن راہین بغدادی الشافعی	(۴۹۹ھ)	۱۱۲
۱۷۳/۱	(.....)	ابوزید یوسفی الحنفی	(۴۹۹ھ)	۱۱۳
۱۷۶/۱	(.....)	ابو الحسن البصری الممتزلی	(۴۹۹ھ)	۱۱۴
۱۸۱/۱	(۳۵۵ھ)	الشریف مرتضیٰ الشیعی	(۴۹۹ھ)	۱۱۵
۱۸۱/۱	(۳۵۱ھ)	حسین الصمیری	(۴۹۹ھ)	۱۱۶
۱۸۲/۱	(۳۵۸ھ)	ابن لمش القرطبی المالکی	(۴۹۹ھ)	۱۱۷
۱۸۲/۱	(.....)	ابو محمد جوینی	(۴۹۹ھ)	۱۱۸
۱۸۲/۱	(.....)	ابو الولید حسان نیشاپوری	(۴۹۹ھ)	۱۱۹
۱۸۲/۱	(.....)	ابراہیم الاتونی القیری وانی	(۴۹۹ھ)	۱۲۰
۱۸۲/۱	(.....)	ابو الفتح الرازی الشافعی	(۴۹۹ھ)	۱۲۱
۱۸۲/۱	(۳۳۸ھ)	ابو الطیب الطبری الشافعی	(۴۹۹ھ)	۱۲۲
۱۸۲/۱	(.....)	عبد الجبار الاسکافی	(۴۹۹ھ)	۱۲۳
۱۸۳/۱	(۳۶۳ھ)	الماوردی الشافعی	(۴۹۹ھ)	۱۲۴
۱۸۳/۱	(.....)	ابو القاسم البکری المالکی	(۴۹۹ھ)	۱۲۵
۱۸۳/۱	(۳۸۳ھ)	ابن حزم ظاہری	(۴۹۹ھ)	۱۲۶
۱۸۶/۱	(۳۸۳ھ)	احمد البیہقی شافعی	(۴۹۹ھ)	۱۲۷
۱۸۷/۱	(۳۸۰ھ)	قاضی ابو یعلیٰ حنبلی	(۴۹۹ھ)	۱۲۸
۱۸۷/۱	(۳۵۸ھ)	ابراہیم السروی	(۴۹۹ھ)	۱۲۹
۱۸۷/۱	(.....)	ابو حاتم القزوینی الشافعی	(۴۹۹ھ)	۱۳۰

۱۸۸/۱	(.....)	ابو فضل ثابت الشیبی	(۳۶۰ھ تقریباً)	۱۳۱
۱۸۸/۱	(۳۵۸ھ)	محمد بن حسن الطوسی الشیبی	(۳۶۰ھ)	۱۳۲
۱۸۸/۱	(۳۸۸ھ)	عبدالرحمن الفورانی	(۳۶۱ھ)	۱۳۳
۱۸۸/۱	(.....)	حسین المروزی الشافعی	(۳۶۲ھ)	۱۳۴
۱۸۸/۱	(.....)	حمزہ الدیلمی الشیبی	(۳۶۳ھ)	۱۳۵
۱۸۸/۱	(۳۹۲ھ)	الخطیب البغدادی	(۳۶۳ھ)	۱۳۶
۱۸۹/۱	(۳۷۶ھ)	عبدالکریم القشیری	(۳۶۵ھ)	۱۳۷
۱۸۹/۱	(.....)	ابوالمظفر الاسفرائینی الشافعی	(۳۷۱ھ)	۱۳۸
۱۸۹/۱	(۴۰۳ھ)	ابو الولید الباجی المالکی	(۳۷۳ھ)	۱۳۹
۱۸۹/۱	(۳۹۳ھ)	ابو اسحاق الشیرازی الشافعی	(۳۷۶ھ)	۱۴۰
۱۹۳/۱	(۴۰۰ھ)	ابن الصباح الشافعی	(۳۷۷ھ)	۱۴۱
۱۹۳/۱	(۴۱۹ھ)	امام الحرمین الجوینی الشافعی	(۳۷۸ھ)	۱۴۲
۲۰۱/۱	(۴۲۶ھ)	عبدالرحمن التولی الشافعی	(۳۷۸ھ)	۱۴۳
۲۰۲/۱	(.....)	ابوالحسن القیروانی المالکی	(۳۷۹ھ)	۱۴۴
۲۰۲/۱	(.....)	احمد الخزاز الشیبی	(۳۸۰ھ تقریباً)	۱۴۵
۲۰۲/۱	(.....)	شافعی بن صالح حنبلی	(۳۸۰ھ)	۱۴۶
۲۰۲/۱	(۴۰۰ھ)	فخر الاسلام البزوی الحنفی	(۳۸۲ھ)	۱۴۷
۲۰۴/۱	(.....)	ابوالعباس الجرجانی شافعی	(۳۸۲ھ)	۱۴۸
۲۰۴/۱	(.....)	شمس الائمہ السرخسی حنفی	(۳۸۳ھ)	۱۴۹
۲۰۵/۱	(.....)	احمد الابیوردی	(۳۸۳ھ مجددہ)	۱۵۰
۲۰۵/۱	(.....)	یعقوب بن ابراہیم حنبلی	(۳۸۶ھ)	۱۵۱
۲۰۵/۱	(.....)	ابوالفرج عبدالواحد بن محمد حنبلی	(۳۸۶ھ)	۱۵۲
۲۰۵/۱	(۴۰۰ھ)	قاضی ابوبکر الشاشی	(۳۸۸ھ)	۱۵۳
۲۰۵/۱	(۳۹۲ھ)	ابویوسف القزوینی التزلی	(۳۸۸ھ)	۱۵۴
۲۰۵/۱	(۴۰۱ھ)	روزق اللہ التیمی حنبلی	(۳۸۸ھ)	۱۵۵
۲۰۵/۱	(.....)	ابوالمظفر السمعانی الحنفی ثم الشافعی	(۳۸۹ھ)	۱۵۶
۲۰۶/۱	(.....)	ابوالقاسم الباجی المالکی	(۳۹۳ھ)	۱۵۷

۲۰۶/۱	(.....)	عبدالوہاب البغدادی الشافعی	۱۵۱	(متوفی پانچویں صدی ہجری)
۲۰۶/۱	(.....)	عبدالوہاب بن احمد حنبلی	۱۵۲	(متوفی پانچویں صدی ہجری)
۲۰۶/۱	(۵۲۵۰)	الکلباء الہراسی شافعی	۱۶۰	(۵۵۰۴)
۲۰۶/۱	(۵۲۵۰)	حجۃ الاسلام امام غزالی شافعی	۱۶۱	(۵۵۰۵)
۲۱۷/۱	(۵۲۳۲)	ابوالخطاب الکلوذانی حنبلی	۱۶۲	(۵۵۱۰)
۲۱۷/۱	(.....)	ابوبکر الارساندی الحنفی	۱۶۳	(۵۵۱۲)
۲۱۷/۱	(۵۲۳۱)	ابوالوفاء بن عقیل حنبلی	۱۶۴	(۵۵۱۳)
۲۱۷/۱	(.....)	عبدالرحیم القشیری الشافعی	۱۶۵	(۵۵۱۴)
۲۱۸/۱	(.....)	احمد بن عثمان الفیہی	۱۶۶	(۵۵۱۷)
۲۱۸/۱	(۵۲۷۹)	ابن البرہان الشافعی	۱۶۷	(۵۵۲۰)
۲۲۰/۱	(۵۲۵۵)	قاضی ابوالولید بن رشید مالکی	۱۶۸	(۵۵۲۰)
۲۲۰/۱	(۵۲۵۱)	ابوبکر الطرطوشی مالکی	۱۶۹	(۵۵۲۰)
۲۲۰/۱	(۵۲۴۴)	ابن السید البطلوسی مالکی	۱۷۰	(۵۵۲۱)
۲۲۰/۱	(۵۲۴۱)	حسین اللامشی	۱۷۱	(۵۵۲۲)
۲۲۰/۱	(.....)	الیابری المالکی	۱۷۲	(۵۵۲۳)
۲۲۱/۱	(.....)	ابوالظاہر التتوخی مالکی	۱۷۳	(۵۵۲۶ بعدہ)
۲۲۱/۱	(۵۲۷۵)	الغراء محمد بن محمد حنبلی	۱۷۴	(۵۵۲۷)
۲۲۱/۱	(۵۲۵۵)	ابوالحسن بن الزاعونی حنبلی	۱۷۵	(۵۵۲۷)
۲۲۱/۱	(.....)	امیر بن ابی الصلت الاندلسی	۱۷۶	(۵۵۲۹)
۲۲۱/۱	(۲۵۵)	ابوالحسن الکشری شافعی	۱۷۷	(۵۵۳۲)
۲۲۲/۱	(.....)	ابن الخشاب شافعی	۱۷۸	(۵۵۳۳)
۲۲۲/۱	(.....)	عبدالعزیز النسفی حنفی	۱۷۹	(۵۵۳۳)
۲۲۲/۱	(۵۲۵۳)	امام المازری مالکی	۱۸۰	(۵۵۳۶)
۲۲۲/۱	(۵۲۸۳)	صدر الشہید حنفی	۱۸۱	(۵۵۳۶)
۲۲۲/۱	(.....)	محمود بن زید اللامشی حنفی ماتریدی	۱۸۲	(۵۵۳۹ بعدہ)
۲۲۲/۱	(.....)	ابن حنبلی الواعظ	۱۸۳	(۵۵۳۶)
۲۲۲/۱	(۵۲۱۷)	جار اللہ الزمخشری شافعی	۱۸۴	(۵۵۳۸)

۲۲۳/۱	(.....)	علاء الدین السمرقندی حنفی	(۵۵۴۰)	-۱۸۵
۲۲۳/۱	(۵۴۶۸)	قاضی ابوبکر بن العربی مالکی	(۵۵۴۳)	-۱۸۶
۲۲۵/۱	(.....)	فخر الدین الرازی شافعی	(۵۵۴۳)	-۱۸۷
۲۲۵/۱	(.....)	ابوالحسن البہیقی	(۵۵۴۳)	-۱۸۸
۲۲۵/۱	(۵۴۶۹)	ابوالفتح شہرستانی اشعری	(۵۵۴۸)	-۱۸۹
۲۲۵/۱	(۵۴۸۳)	ابومحمد بن عبداللہ القسطلی مالکی	(۵۵۵۱)	-۱۹۰
۲۲۵/۱	(۵۴۸۸)	علاء الدین ابوبکر حنفی	(۵۵۵۲)	-۱۹۱
۲۲۵/۱	(۵۴۸۲)	ابن الخلیل الشافعی	(۵۵۵۲)	-۱۹۲
۲۲۵/۱	(.....)	ابوبکر القسطلی مالکی	(۵۵۵۳)	-۱۹۳
۲۲۵/۱	(.....)	علاء الدین الحنفی	(۵۵۵۳)	-۱۹۴
۲۲۵/۱	(.....)	ابوبکر ظہیری بلخی	(۵۵۵۳)	-۱۹۵
۲۲۶/۱	(.....)	ابن العفری مالکی	(۵۵۵۳)	-۱۹۶
۲۲۶/۱	(.....)	ابن حمیرہ حنبلی	(۵۵۶۰)	-۱۹۷
۲۲۶/۱	(.....)	ابوالماخر الکردی حنفی	(۵۵۶۲)	-۱۹۸
۲۲۶/۱	(.....)	عبدالعزیز النبی حنفی	(۵۵۶۳)	-۱۹۹
۲۲۶/۱	(.....)	ابوالحسن البہیقی	(۵۵۶۵)	-۲۰۰
۲۲۶/۱	(.....)	ابوالحسن الاندلسی	(۵۵۶۷)	-۲۰۱
۲۲۷/۱	(.....)	فیاء الدین القرطبی مالکی	(۵۵۶۷)	-۲۰۲
۲۲۷/۱	(۵۴۸۹)	ابن صافی ملک الحنفی شافعی	(۵۵۶۸)	-۲۰۳
۲۲۷/۱	(.....)	اسعد الکرامیسی	(۵۵۷۰)	-۲۰۴
۲۲۷/۱	(۵۵۱۳)	عبدالرحمن ابن الانباری	(۵۵۷۰)	-۲۰۵
۲۲۷/۱	(.....)	ابن فتحہ شافعی	(۵۵۷۲)	-۲۰۶
۲۲۷/۱	(۵۴۷۷)	صدوقہ بن حداد	(۵۵۷۳)	-۲۰۷
۲۲۷/۱	(.....)	احمد الکلائی	(۵۵۷۸۰)	-۲۰۸
۲۲۸/۱	(.....)	حسن المسیعی	(۵۵۸۰)	-۲۰۹
۲۲۸/۱	(.....)	ابوطاہر اسکندرانی مالکی	(۵۵۸۱)	-۲۱۰
۲۲۹/۱	(۵۵۱۱)	ابن زہرہ حلبی امامی	(۵۵۸۵)	-۲۱۱

۲۲۹/۱	(.....)	ابو ثابت الدیلمی	(۵۸۹ھ بعد)	۲۱۲
۲۲۸/۱	(.....)	احمد الطالقانی شافعی	(۵۸۹ھ)	۲۱۳
۲۲۸/۱	(.....)	احمد الغزنوی حنفی	(۵۹۳ھ)	۲۱۴
۲۲۸/۱	(۵۲۰ھ)	ابوالولید محمد بن رشد الحفید مالکی	(۵۹۵ھ)	۲۱۵
۲۳۲/۱	(۵۰۸ھ)	ابن الجوزی حنبلی	(۵۹۷ھ)	۲۱۶
۲۳۲/۱	(۵۲۳ھ)	ابن تثنیٰ قرطبی مالکی	(۵۹۸ھ)	۲۱۷
۲۳۲/۱	(.....)	العسائی الزیدی	(۶۰۰ھ تقریباً)	۲۱۸
۲۳۲/۱	(۵۱۵ھ)	اسعد العجلی الاصفہانی شافعی	(۶۰۰ھ)	۲۱۹
۲۵۷/۱	(.....)	کمال الدین مسعود بن علی العنسی	(۶۰۳ھ)	۲۲۰
۲۵۷/۱	(۵۲۲ھ)	فخر الدین الرازی شافعی	(۶۰۶ھ)	۲۲۱
۲۶۸/۱	(۵۳۵ھ)	عماد الدین الارذبیلی الشافعی	(۶۰۸ھ)	۲۲۲
۲۶۸/۱	(۵۳۹ھ)	اسماعیل بغدادی الاذہبی	(۶۱۰ھ)	۲۲۳
۲۶۸/۱	(.....)	السائح الحر وی	(۶۱۱ھ)	۲۲۴
۲۶۹/۱	(.....)	عبداللہ بن اسعد الوزیری الیمنی	(۶۱۳ھ تقریباً)	۲۲۵
۲۶۹/۱	(.....)	حسن الہلکی	(۶۱۳ھ)	۲۲۶
۲۶۹/۱	(.....)	ابن زجاجہ شافعی	(۶۱۵ھ)	۲۲۷
۲۶۹/۱	(.....)	ابن رمضان الحنفی	(۶۱۶ھ بعد)	۲۲۸
۲۶۹/۱	(۵۳۸ھ)	عبداللہ العتکبری الحنبلی	(۶۱۶ھ)	۲۲۹
۲۶۹/۱	(۵۵۷ھ)	ابوالحسن الابیاری مالکی	(۶۱۸ھ)	۲۳۰
۲۶۹/۱	(.....)	ابن بدران الشیبی	(۶۱۹ھ)	۲۳۱
۲۶۹/۱	(۵۴۱ھ)	ابن قدامہ حنبلی	(۶۲۰ھ)	۲۳۲
۲۷۰/۱	(.....)	ابوعمران موسیٰ الیمانی شافعی	(۶۲۰ھ)	۲۳۳
۲۷۰/۱	(.....)	طاہر الحفصی حنفی	(۶۲۰ھ تقریباً)	۲۳۴
۲۷۰/۱	(۵۵۸ھ)	مظفر الوارانی شافعی	(۶۲۱ھ)	۲۳۵
۲۷۰/۱	(.....)	ضیاء الدین المارانی شافعی	(۶۲۲ھ)	۲۳۶
۲۷۱/۱	(.....)	القحور الفارسی شافعی	(۶۲۲ھ)	۲۳۷
۲۷۱/۱	(۵۵۷ھ)	عبدالکریم الرافعی شافعی	(۶۲۳ھ)	۲۳۸

۲۷۱/۱	(.....)	محمد بن ابوبکر الایکی	(۶۲۷ھ)	۲۳۹-
۲۶۱/۱	(۵۵۵۶ھ)	قاضی احمد بن مقبل العدنی شافعی	(۶۳۰ھ)	۲۴۰-
۲۷۲/۱	(۵۵۵۱ھ)	سیف الدین الامدی شافعی	(۶۳۱ھ)	۲۴۱-
۲۷۳/۱	(۵۵۷۹ھ)	ابولمؤید موقوف بن محمد الحنفی	(۶۳۲ھ)	۲۴۲-
۲۷۱/۱	(.....)	صدر الشریعہ الاکبر حنفی	(۶۳۵ھ)	۲۴۳-
۲۷۳/۱	(.....)	سید یحییٰ بن حسین الزیدی	(۶۳۶ھ)	۲۴۴-
۲۷۳/۱	(۵۵۸۳ھ)	احمد الخوینی شافعی	(۶۳۷ھ)	۲۴۵-
۲۷۳/۱	(.....)	ابوالحسن الحرالی مالکی	(۶۳۷ھ)	۲۴۶-
۲۷۵/۱	(۵۵۳۶ھ)	جمال الدین الحصری حنفی	(۶۳۷ھ)	۲۴۷-
۲۷۵/۱	(.....)	ابوالعباس المقدسی شافعی	(۶۳۸ھ)	۲۴۸-
۲۷۵/۱	(۵۵۵۹ھ)	سہل الازدی مالکی	(۶۳۹ھ)	۲۴۹-
۲۷۶/۱	(.....)	العزیزی الزیدی	(۶۴۰ھ)	۲۵۰-
۲۷۶/۱	(۵۵۷۷ھ)	ابن الصلاح شافعی	(۶۴۳ھ)	۲۵۱-
۲۷۶/۱	(.....)	حسام الدین الاخسیکشی حنفی	(۶۴۳ھ)	۲۵۲-
۲۷۸/۱	(۵۷۵۰ھ)	ابن الحاجب مالکی	(۶۴۶ھ)	۲۵۳-
۲۸۷/۱	(.....)	ابن الحاج ابوالعباس الازدی مالکی	(۶۴۷ھ یا ۶۵۱ھ)	۲۵۴-
۲۸۷/۱	(۶۰۶ھ)	عبدالحمید الصدفی مالکی	(۶۴۸ھ)	۲۵۵-
۲۸۸/۱	(.....)	نقیب الاشرف وقاضی العسکر محمد بن حسین الارموری شافعی	(۶۵۰ھ)	۲۵۶-
۲۸۸/۱	(.....)	عبدالرحیم المرغینانی حنفی	(۶۵۱ھ بعد)	۲۵۷-
۲۸۸/۱	(۵۵۹۰ھ)	عبدالسلام بن تیمیہ حنبلی	(۶۵۲ھ)	۲۵۸-
۲۹۰/۱	(۵۵۷۰ھ)	شرف الدین ابوعبداللہ المسری الشافعی	(۶۵۵ھ)	۲۵۹-
۲۹۰/۱	(۵۵۷۰ھ)	قاضی تاج الدین الارموی	(۶۵۶ھ)	۲۶۰-
۲۹۹/۱	(.....)	شہاب الدین الزنجانی شافعی	(۶۵۶ھ)	۲۶۱-
۳۰۲/۱	(۵۵۷۸ھ)	احمد القرطبی مالکی	(۶۵۶ھ)	۲۶۲-
۳۰۲/۱	(.....)	احمد بن محمد الرصاص زیدی	(۶۵۶ھ)	۲۶۳-
۳۰۲/۱	(۵۵۸۶ھ)	عبدالحمید ابی الحدید المعتزلی شیعہ	(۶۵۶ھ)	۲۶۴-
۳۰۲/۱	(۵۵۸۲ھ)	احمد بن عمیرہ ابوالمطرف	(۶۵۸ھ)	۲۶۵-

۳۰۲/۱	(.....)	مختار الغفرینی حنفی	(۲۵۸ھ)	۲۲۱
۳۰۳/۱	(۵۵۷۷)	عز الدین ابن عبدالسلام شافعی	(۲۶۰ھ)	۲۶۷
۳۰۳/۱	(۵۵۵۶)	ابن العدمیم حنفی	(۲۶۰ھ)	۲۶۸
۳۰۳/۱	(۵۵۹۶)	شہاب الدین ابوشامہ شافعی	(۲۶۵ھ)	۲۶۹
۳۰۴/۱	(.....)	ظہیر الدین محمد بن عمر حنفی	(۲۶۷ھ)	۲۷۰
۳۰۴/۱	(.....)	عبدالرامشی حنفی	(۲۶۷ھ)	۲۷۱
۳۰۴/۱	(۵۵۹۸)	عبدالرحیم موصلی شافعی	(۲۷۱ھ)	۲۷۲
۳۰۴/۱	(۵۶۱۰)	عمر بن محمد الخبازی حنفی	(۲۷۱ھ)	۲۷۳
۳۰۵/۱	(.....)	سالم المازنی الشیبی	(۲۷۲ھ تقریباً)	۲۷۴
۳۰۶/۱	(.....)	احمد بن موسیٰ الطاووس امامی	(۲۷۳ھ)	۲۷۵
۳۰۶/۱	(.....)	ابوالقاسم شیبی	(۲۷۴ھ)	۲۷۶
۳۰۶/۱	(.....)	احمد بن محمد النابلسی	(۲۷۴ھ)	۲۷۷
۳۰۶/۱	(.....)	ابوالفضل الخباطی	(۲۷۵ھ)	۲۷۸
۳۰۶/۱	(۵۶۰۲)	جعفر الحلی امامی	(۲۷۶ھ)	۲۷۹
۳۰۷/۱	(۵۶۳۱)	محی الدین النووی شافعی	(۲۷۶ھ)	۲۸۰
۳۰۷/۱	(۵۶۱۵)	احمد الدشناوی شافعی	(۲۷۷ھ)	۱۸۱
۳۰۷/۱	(.....)	شمس الدین محمد بن (محمود) الاصفہانی	(۲۷۸ھ)	۲۸۲
۳۰۷/۱	(۵۶۰۳)	حسین بن الناطر	(۲۷۹ھ)	۲۸۳
۳۰۸/۱	(.....)	ابن فلاح	(۲۸۰ھ)	۲۸۴
۳۰۸/۱	(.....)	ابن ابی البرد خنبلی	(۲۸۱ھ)	۲۸۵
۳۰۸/۱	(۵۶۱۹)	عبدالراجبار العکمری خنبلی	(۲۸۱ھ)	۲۸۶
۳۰۸/۱	(۵۶۲۷)	شہاب الدین بن تیمہ خنبلی	(۲۸۲ھ)	۲۸۷
۳۰۸/۱	(۵۵۳۹)	سراج الدین الارموی شافعی	(۲۸۲ھ)	۲۸۸
۳۲۱/۱	(۵۶۲۰)	ابن المنیر مالکی	(۲۸۳ھ)	۲۸۹
۳۲۲/۱	(۵۶۲۶)	شہاب الدین قرانی مالکی	(۲۸۳ھ)	۲۹۰
۳۲۲/۱	(.....)	ابو اسحاق الوزیری	(۲۸۳ھ)	۲۹۱
۳۲۶/۱	(.....)	محمد بن عبداللہ القفصی	(۲۸۵ھ)	۲۹۲
۳۲۶/۱	(.....)	قاضی بیضاوی شافعی	(۲۸۵ھ)	۲۹۳

۲۲۲/۱	(.....)	ابن النفیس شافعی	(۶۸۷ھ)	۲۹۴
۲۲۲/۱	(۶۱۶ھ)	شمس الدین الاصفہانی	(۶۸۸ھ)	۲۹۵
۲۲۳/۱	(.....)	ابن مثمیر الحلی شیعہ	(۶۸۹ھ)	۲۹۶
۲۲۳/۱	(۶۲۳ھ)	الفرکاح شافعی	(۶۹۰ھ)	۲۹۷
۲۲۳/۱	(.....)	داؤد بن عبد اللہ الجلیلی حنبلی	(۶۹۰ھ تقریباً)	۲۹۸
۲۲۴/۱	(۶۲۷ھ)	کمال الدین قلیوبی شافعی	(۶۹۱ھ)	۲۹۹
۲۲۴/۱	(.....)	جلال الدین البخاری حنفی	(۶۹۳ھ)	۳۰۰
۲۲۵/۱	(.....)	ابن الساعاتی حنفی	(۶۹۳ھ)	۳۰۱
۲۲۶/۱	(۶۲۲ھ)	احمد بن نعمہ شافعی	(۶۹۳ھ)	۳۰۲
۲۲۷/۱	(.....)	محمد بن محمد النووی حنفی	(۶۹۳ھ)	۳۰۳
۲۲۷/۱	(۶۳۱ھ)	زین الدین التتوخی حنبلی	(۶۹۵ھ)	۳۰۴
۲۲۷/۱	(۶۳۱ھ)	احمد الحرانی حنبلی	(۶۹۵ھ)	۳۰۵
۲۲۷/۱	(.....)	شیخ مجد الدین الایکی شیرازی	(۶۹۷ھ)	۳۰۶
۲۲۸/۱	(.....)	رکن الدین سمرقندی حنفی	(۷۰۱ھ)	۳۰۷
۲۲۸/۱	(۶۲۵ھ)	ابن دقیق العید شافعی	(۷۰۲ھ)	۳۰۸
۲۲۹/۱	(.....)	مؤید الدین القانی حنفی	(۷۰۵ھ)	۳۰۹
۲۲۹/۱	(.....)	ابن بہرام شافعی	(۷۰۵ھ)	۳۱۰
۲۲۹/۱	(.....)	عبد العزیز الطوسی شافعی	(۷۰۶ھ)	۳۱۱
۲۳۰/۱	(.....)	عبد الصمد القارابی	(۷۰۷ھ)	۳۱۲
۲۳۰/۱	(.....)	ابو عبد اللہ البقوری مالکی	(۷۰۷ھ)	۳۱۳
۲۳۰/۱	(۶۲۷ھ)	ابو جعفر الغرناطی مالکی	(۷۰۸ھ)	۳۱۴
۲۳۱/۱	(.....)	ابو اسحاق ابراہیم الانصاری	(۷۰۹ھ)	۳۱۵
۲۳۱/۱	(.....)	ابو البرکات حافظ الدین النفیسی حنفی	(۷۱۰ھ)	۳۱۶
۲۳۱/۱	(۶۳۷ھ)	ابو العباس احمد السروجی حنفی	(۷۱۰ھ)	۳۱۷
۲۳۱/۱	(۶۳۳ھ)	قطب الدین شیرازی شافعی	(۷۱۰ھ)	۳۱۸
۲۳۱/۱	(.....)	نجم الدین الطوفی حنبلی	(۷۱۰ھ)	۳۱۹
۲۳۱/۱	(۶۳۷ھ)	محمد بن یوسف الجزری شافعی	(۷۱۱ھ)	۳۲۰
۲۳۱/۱	(.....)	حسین الصنغاتی حنفی	(۷۱۱ھ)	۳۲۱

۳۷۱/۱	(.....)	عزالدین البغدادی النبیلی مالکی	(۵۷۱۲)	۳۲۱
۳۷۱/۱	(۵۶۳۱)	علاء الدین الباجی شافعی	(۵۷۱۳)	۳۲۲
۳۷۲/۱	(.....)	محمد بن احمد الترمکمانی حنفی	(۵۷۱۳)	۳۲۳
۳۷۲/۱	(۵۶۳۲)	صفی الدین الہندی شافعی	(۵۷۱۵)	۳۲۴
۳۷۲/۱	(۵۶۳۵)	رکن الدین الاسترآبادی شافعی	(۵۷۱۵)	۳۲۵
۳۷۲/۱	(۵۶۷۳)	نجم الدین الطوقی المصری حنبلی	(۵۷۱۶)	۳۲۶
۳۷۳/۱	(۵۶۶۵)	صدر الدین بن الوکیل شافعی	(۵۷۱۶)	۳۲۷
۳۷۳/۱	(۵۶۳۷)	شمس الدین خطیب الجزری شافعی	(۵۷۱۶)	۳۲۸
۳۷۳/۱	(.....)	الخطاب القرہ صاری	(۵۷۱۷)	۳۲۹
۳۷۳/۱	(.....)	محمد بن محمد الواسطی شافعی	(۵۷۱۸)	۳۳۰
۳۷۴/۱	(.....)	ابراہیم بن حبیب اللہ شافعی	(۵۷۲۱)	۳۳۱
۳۷۴/۱	(.....)	ابن النباء المرکشی مالکی	(۵۷۲۱)	۳۳۲
۳۷۴/۱	(۵۶۳۳)	ابن الشاط الانصاری السیسی مالکی	(۵۷۲۳)	۳۳۳
۳۷۵/۱	(.....)	ابو عبد اللہ محمد بن علی	(۵۷۲۳)	۳۳۴
۳۷۵/۱	(۵۶۵۳)	ابو العباس بن النباء مالکی	(۵۷۲۳)	۳۳۵
۳۷۵/۱	(.....)	سراج الدین الارمینی شافعی	(۵۷۲۵)	۳۳۶
۳۷۵/۱	(.....)	ابو عبد اللہ التونی مالکی	(۵۷۲۶)	۳۳۷
۳۷۵/۱	(۵۶۳۸)	حسن (حسین) ابن المطہری الحلی الشیعی	(۵۷۲۶)	۳۳۸
۳۷۶/۱	(۵۶۶۱)	تقی الدین بن تیمیہ حنبلی	(۵۷۲۸)	۳۳۹
۳۷۸/۱	(۵۶۳۷)	احمد المقدسی ابن جبارہ حنبلی	(۵۷۲۸)	۳۴۰
۳۷۸/۱	(۵۶۳۹)	ابن الزیات الطاعی مالکی	(۵۷۲۹)	۳۴۱
۳۷۸/۱	(۵۶۶۸)	علامہ القونوی الشافعی	(۵۷۳۰)	۳۴۲
۳۷۸/۱	(.....)	برہان الدین (ابن الفرکاح) القراری شافعی	(.....)	۳۴۳
۳۷۸/۱	(.....)	عبد العزیز بخاری حنفی	(۵۷۳۰)	۳۴۴
۳۷۹/۱	(.....)	القرہ حصاری حنفی	(۵۷۳۰)	۳۴۵
۳۷۹/۱	(.....)	بدر الدین التستری شافعی	(۵۷۳۲)	۳۴۶
۳۷۹/۱	(۵۶۳۰)	ابراہیم البجیری شافعی	(۵۷۳۲)	۳۴۷
۳۷۹/۱	(۵۶۷۲)	اسامیل ابوالفداء	(۵۷۳۲)	۳۴۸

۳۸۰/۱	(.....)	ابو البقاء محمد بن ابراہیم شافعی	(۵۷۳۳)	۳۵۰
۳۸۰/۱	(۵۶۷۱)	شجاع الدین الطرازی حنفی	(۵۷۳۳)	۳۵۱
۳۸۰/۱	(.....)	تاج الدین الرازی شیعہ	(۵۷۳۵)	۳۵۲
۳۸۰/۱	(.....)	ابو عبد اللہ العقیصی مالکی	(۵۷۳۶)	۳۵۳
۳۸۰/۱	(.....)	مصلح الدین الترمیزی حنفی	(۵۷۳۶)	۳۵۴
۳۸۰/۱	(۵۶۶۹)	احمد بن نور	(۵۷۳۷)	۳۵۵
۳۸۱/۱	(.....)	زین الدین بن المرطل	(۵۷۳۸)	۳۵۶
۳۸۱/۱	(۶۹۰ تقریباً)	صفی الدین البغدادی حنبلی	(۵۷۳۹)	۳۵۷
۳۸۱/۱	(۵۶۵۸)	اسماعیل بن خلیل حنفی	(۵۷۳۹)	۳۵۸
۳۸۲/۱	(.....)	ابن خطیب جیمزین	(۵۷۳۹)	۳۵۹
۳۸۲/۱	(۵۶۲۲)	فخر الدین الطائفی حنبلی شافعی	(۵۷۳۹)	۳۶۰
۳۸۲/۱	(۵۶۲۲)	جلال الدین القرونی شافعی	(۵۷۳۹)	۳۶۱
۳۸۲/۱	(۵۶۶۶)	اسماعیل الزککونی شافعی	(۵۷۴۰)	۳۶۲
۳۸۲/۱	(.....)	التاوی القاسی مالکی	(۵۷۴۱)	۳۶۳
۳۸۲/۱	(.....)	ابن جزئی النریطی مالکی	(۵۷۴۱)	۳۶۴
۳۸۲/۱	(۵۶۹۳)	ابراہیم الرزعی حنبلی	(۵۷۴۱)	۳۶۵
۳۸۲/۱	(.....)	مشائخ الحسینی حنبلی	(۵۷۴۱)	۳۶۶
۳۸۲/۱	(.....)	عبد اللہ بن علی الکتابی الغرناطی مالکی	(۵۷۴۱)	۳۶۷
۳۸۲/۱	(۵۶۶۹)	ابراہیم القاسی مالکی	(۵۷۴۲)	۳۶۸
۳۸۲/۱	(۶۹۷ تقریباً)	نورمان الدین البصری شافعی	(۵۷۴۳)	۳۶۹
۳۸۲/۱	(.....)	تاج الدین ابن الترمکانی	(۵۷۴۳)	۳۷۰
	(۵۶۸۱)	الخطیب خالی شافعی	(۵۷۴۵)	۳۷۱
۳۸۵/۱	(.....)	علاء الدین القدسی حنفی	(۵۷۴۶)	۳۷۲
۳۸۵/۱	(.....)	فخر الدین الجبیری شافعی	(۵۷۴۶)	۳۷۳
۳۸۵/۱	(.....)	تاج الدین الارودنی شافعی	(۵۷۴۶)	۳۷۴
۳۸۵/۱	(۵۶۶۷)	صدر الشریعہ الاصفہانی	(۵۷۴۷)	۳۷۵
۳۸۶/۱	(.....)	قوام الدین انکرماتی حنفی	(۵۷۴۸)	۳۷۶
۳۹۲/۱	(۵۶۶۲)	نور الدین الارودنی	(۵۷۴۹)	۳۷۷
۳۹۲/۱	(.....)			

۳۹۲/۱	(.....)	قوام الدین الکاکی خفی	(۵۷۳۹)	۳۷۸
۳۹۲/۱	(۵۶۷۳)	شمس الدین الاصفہانی شافعی	(۵۷۳۹)	۳۷۹
۳۹۲/۱	(۵۶۶۹)	یحییٰ بن حمزہ المؤید الزیدی	(۵۷۳۹)	۳۸۰
۳۹۳/۱	(.....)	محمد بن احمد الترمکانی خفی	(۵۷۵۰)	۳۸۱
۳۹۳/۱	(۵۶۸۳)	علی بن عثمان ابن الترمکانی خفی	(۵۷۵۰)	۳۸۲
۳۹۳/۱	(۵۶۹۱)	ابن قیم الجوزیہ حنبلی	(۵۷۵۱)	۳۸۳
۳۹۳/۱	(.....)	احمد بن حمید الحارثی زیدہ	(۵۷۵۲)	۳۸۴
۳۹۳/۱	(.....)	زین الدین العجمی خفی	(۵۷۵۳)	۳۸۵
۳۹۳/۱	(۵۶۸۰)	ابن الفصیح الہمدانی خفی	(۵۷۵۵)	۳۸۶
۳۹۳/۱	(۵۶۸۱)	زین الدین الموصلی شافعی	(۵۷۵۵)	۳۸۷
۳۹۴/۱	(.....)	ابن حمید شافعی	(۵۷۵۵)	۳۸۸
۳۹۴/۱	(۵۶۸۳)	تقی الدین السبکی شافعی	(۵۷۵۶)	۳۸۹
۳۹۵/۱	(۵۷۰۸)	عصفہ الدین الایچی شافعی	(۵۷۵۶)	۳۹۰
۳۹۵/۱	(۵۶۶۲)	مجد الدین اسماعیل البانی شافعی	(۵۷۵۶)	۳۹۱
۳۹۵/۱	(.....)	أبراهیم بن اسحاق المناوی شافعی	(۵۷۵۷)	۳۹۲
۳۹۵/۱	(۵۶۹۱)	شرف الدین الارموی شافعی	(۵۷۵۷)	۳۹۳
۳۹۶/۱	(۵۷۱۹)	محب الدین القنوی شافعی	(۵۷۵۸)	۳۹۴
۳۹۶/۱	(۵۶۸۵)	امیر کاتب الاتقانی خفی	(۵۷۵۸)	۳۹۵
۳۹۶/۱	(۵۶۲۰)	ابراہیم الطرسوی خفی	(۵۷۵۸)	۳۹۶
۳۹۶/۱	(.....)	ابوالعباس البجائی مالکی	(۵۷۶۰)	۳۹۷
۳۹۷/۱	(۵۶۹۵)	صلاح الدین العطاء شافعی	(۵۷۶۱)	۳۹۸
۳۹۷/۱	(۵۷۰۸)	ابن المغلح حنبلی	(۵۷۶۳)	۳۹۹
۳۹۷/۱	(.....)	عماد الدین الاسانی شافعی	(۵۷۶۳)	۴۰۰
۳۹۷/۱	(۵۷۰۰)	عبدالوہاب المراغی الاخمیمی شافعی	(۵۷۶۳)	۴۰۱
۳۹۸/۱	(۵۶۷۹)	ناصر الدین القنوی خفی	(۵۷۶۴)	۴۰۲
۳۹۸/۱	(۵۷۰۵)	شہاب الدین العسینی خفی	(۵۷۶۷)	۴۰۳
۳۹۸/۱	(۵۷۰۱)	ابن عسکری البغدادی مالکی	(۵۷۶۷)	۴۰۴
۳۹۸/۱	(.....)	الجندی ابوالفضیاء مالکی	(۵۷۶۷)	۴۰۵

۳۹۸/۱	(.....)	جلال الدین الکرانی حنفی	(۷۶۷ھ)	۲۰۶
۳۹۹/۱	(۷۰۲ھ)	احمد بن النقیب	(۷۶۹ھ)	۲۰۷
۳۹۹/۱	(۷۱۲ھ)	محمد بن عبداللہ اشبیلی حنفی	(۷۶۹ھ)	۲۰۸
۳۹۹/۱	(.....)	محمود ابن احمد ابوالنشاء القنوی	(۷۷۱ھ)	۲۰۹
۳۹۹/۱	(.....)	تاج الدین السبکی شافعی	(۷۷۱ھ)	۲۱۰
۳۹۹/۱	(۷۷۲ھ)	محمد الشریف التمسانی مالکی	(۷۷۱ھ)	۲۱۱
۴۰۶/۱	(۷۱۰ھ)	محمد بن حسن الملقی مالکی	(۷۷۱ھ)	۲۱۲
۴۰۸/۱	(.....)	احمد بن قاضی الجیل حبلی	(۷۷۱ھ)	۲۱۳
۴۰۸/۱	(۶۹۳ھ)	عبدالرحیم الاستوی شافعی	(۷۷۲ھ)	۲۱۴
۴۰۹/۱	(۷۰۳ھ)	ابو حامد بہاؤ الدین السبکی	(۷۷۳ھ)	۲۱۵
۴۱۵/۱	(۷۱۹ھ)	عمر بن اسحاق القنوی حنفی	(۷۷۳ھ)	۲۱۶
۴۱۵/۱	(۷۰۴ھ)	یحییٰ الرہونی مالکی	(۷۷۴ھ)	۲۱۷
۴۱۶/۱	(.....)	منصور الخوارزمی حنفی	(۷۷۵ھ)	۲۱۸
۴۱۶/۱	(.....)	شمس الدین الغماری مالکی	(۷۷۶ھ)	۲۱۹
۴۱۶/۱	(.....)	عبداللہ الحسینی النیشاپوری حنفی	(۷۷۶ھ)	۲۲۰
۴۱۶/۱	(.....)	لسان الدین التمسانی مالکی	(۷۷۶ھ)	۲۲۱
۴۱۷/۱	(۷۱۳ھ)	الحسینی الواسطی شافعی	(۷۷۶ھ)	۲۲۲
۴۱۷/۱	(۷۱۷ھ)	عبداللہ بن محمد بقرکار	(۷۷۶ھ)	۲۲۳
۴۱۷/۱	(.....)	لسان الدین ابن الخطیب	(۷۷۶ھ)	۲۲۴
۴۱۷/۱	(۷۱۳ھ)	احمد الاربدی شافعی	(۷۷۶ھ)	۲۲۵
۴۱۷/۱	(.....)	جمال الدین القنوی حنفی	(۷۷۷ھ)	۲۲۶
۴۱۷/۱	(.....)	بہاؤ الدین السبکی شافعی	(۷۷۷ھ)	۲۲۷
۴۱۸/۱	(.....)	علی بن ابراہیم ابن الشاطر	(۷۷۷ھ)	۲۲۸
۴۱۸/۱	(۷۰۴ھ)	احمد الشارمساجی شافعی	(۷۷۷ھ)	۲۲۹
۴۱۸/۱	(.....)	محمد بن عثمان الزری	(۷۷۹ھ)	۲۳۰
۴۱۸	(.....)	احمد بن علی البلیسینی حنفی	(۷۷۹ھ)	۲۳۱
۴۱۸/۱	(.....)	ضیاء القروینی شافعی	(۷۸۰ھ)	۲۳۲
۴۱۸/۱	(.....)	ابن الحرانیہ الماردینی حنفی	(۷۸۰ھ)	۲۳۳
۴۱۹/۱	(۷۰۲ھ)			

۴۱۹/۱	(۵۷۲۷)	ابو جعفر الثقفی مالکی	(۵۷۸۰)	۴۳۲
۴۱۹/۱	(۵۷۱۷)	ابن منصور الدمشقی حنفی	(۵۷۸۲)	۴۳۳
۴۱۹/۱	(۵۷۱۴)	اکمل الدین البایرقی حنفی	(۵۷۸۶)	۴۳۴
۴۲۰/۱	(۵۷۱۷)	شمس الدین الکرمانی شافعی	(۵۷۸۶)	۴۳۵
۴۲۰/۱	(.....)	فضل اللہ الشامکانی شافعی	(۵۷۸۷)	۴۳۶
۴۲۰/۱	(۵۷۹۲)	سریجا الملطی شافعی	(۵۷۸۸)	۴۳۷
۴۲۱/۱	(.....)	ابو اسحاق الشاطبی مالکی	(۵۷۹۰)	۴۳۸
۴۲۶/۱	(۵۷۱۲)	سعد الدین التفتازانی	(۵۷۹۱)	۴۳۹
۴۲۷/۱	(۵۷۵۷)	عمر بن ارسلان البلقین شافعی	(۵۷۹۱)	۴۴۰
۴۲۷/۱	(۵۷۳۰)	محمد بن سلیمان الصرخدی شافعی	(۵۷۹۲)	۴۴۱
۴۲۷/۱	(.....)	ابو عبد اللہ ایسوری شیعہ	(۵۷۹۲ بعدہ)	۴۴۲
۴۲۷/۱	(.....)	خوارج زادہ حنفی	(۵۷۹۳)	۴۴۳
۴۲۷/۱	(.....)	جلال الدین التتائی	(۵۷۹۳)	۴۴۴
۴۲۸/۱	(۵۷۴۵)	بدر الدین الزرکشی شافعی	(۵۷۹۴)	۴۴۵
۴۳۳/۱	(.....)	ابو العباس الریعی مالکی	(۵۷۹۵)	۴۴۶
۴۳۳/۱	(۵۷۲۲)	احمد البقاعی	(۵۷۹۵)	۴۴۷
۴۳۳/۱	(.....)	احمد السیرامی	(۵۷۹۵)	۴۴۸
۴۳۵/۱	(۵۷۳۶)	حافظ ابن رجب حنبلی	(۵۷۹۵)	۴۴۹
۴۳۶/۱	(.....)	احمد بن الجابی شافعی	(۵۷۹۷)	۴۵۰
۴۳۶/۱	(.....)	ابن العاقول شافعی	(۵۷۹۷)	۴۵۱
۴۳۶/۱	(۵۷۱۹)	ابن فرحون مالکی	(۵۷۹۹)	۴۵۲
۴۳۷/۱	(.....)	احمد الارزنجانی	(۵۸۰۰)	۴۵۳
۴۳۷/۱	(.....)	احمد ایسوی حنفی	(۵۸۰۰)	۴۵۴
۴۶۴/۱	(۷۴۰)	ابو العباس ابن اتشی الزبیری مالکی	(۵۸۰۱)	۴۵۵
۴۶۴/۱	(.....)	عبد الطیف بن ملک حنفی	(۵۸۰۱)	۴۵۶
۴۶۵/۱	(.....)	علاء الاسود رومی حنفی	(۵۸۰۱)	۴۵۷
۴۶۵/۱	(.....)	سعد الدین خیر آبادی	(۵۸۰۲)	۴۵۸
۴۶۵/۱	(۵۷۲۵)	ابراہیم الابنسی شافعی	(۵۸۰۲)	۴۵۹

۳۶۲	(۵۸۰۳)	یوسف بن محمود التبریزی شافعی	(.....)	۳۶۵/۱
۳۶۳	(۵۸۰۳)	عمر بن علی ابن الملقن شافعی	(۵۷۲۳)	۳۶۵/۱
۳۶۳	(۵۸۰۵)	بہرام الامیری مالکی	(۵۷۲۳)	۳۶۵/۱
۳۶۵	(۵۸۰۶)	عبدالرحیم العراقی شافعی	(۵۷۲۵)	۳۶۵/۱
۳۶۶	(۵۸۰۸)	عبدالرحمن ابن خلدون الحضرمی مالکی	(۵۷۳۲)	۳۶۶/۱
۳۶۷	(۵۸۰۸)	محمد بن الاسدی شافعی	(۵۷۳۲)	۳۶۶/۱
۳۶۸	(۵۸۰۸)	ابن العماد الاقفہسی	(۵۷۵۰)	۳۶۷/۱
۳۶۹	(۵۸۰۸)	طاہر بن حبیب الحلبي حنفی	(۵۷۳۰)	۳۶۷/۱
۳۷۰	(۵۸۰۸)	اشرف السمنانی	(.....)	۳۶۸/۱
۳۷۱	(۵۸۰۹)	یدرالدین الطہری شافعی	(.....)	۳۶۸/۱
۳۷۲	(۵۸۱۰)	احمد الکوران شافعی	(.....)	۳۶۸/۱
۳۷۳	(۵۸۱۰)	ابوالعباس ابن خطیب القسنطینی	(۵۷۳۰)	۳۶۸/۱
۳۷۴	(۵۸۱۰)	محمد بن عبدالرحمن الحضرمی شافعی	(.....)	۳۶۸/۱
۳۷۵	(۵۸۱۰)	محمد بن عثمان السماقی مالکی	(.....)	۳۶۸/۱
۳۷۶	(۵۸۱۰)	شرف الدین القریمی	(.....)	۳۶۹/۱
۳۷۷	(۵۸۱۱)	سعید بن محمد العقبانی مالکی	(۵۷۳۰)	۳۶۹/۱
۳۷۸	(۵۸۱۱)	سلمان بن عبدالناصر البشیطی شافعی	(.....)	۳۶۹/۱
۳۷۹	(۵۸۱۲)	جلال الدین البغدادی حنفی	(۵۷۳۳)	۳۶۹/۱
۳۸۰	(۵۸۱۳)	ابن القطان شافعی	(۵۷۳۷)	۳۷۰/۱
۳۸۱	(۵۸۱۶)	سید شریف جرجانی حنفی	(۵۷۳۰)	۳۷۰/۱
۳۸۲	(۵۸۱۹)	ابن جماع شافعی	(۵۷۵۹)	۳۷۰/۱
۳۸۳	(۵۸۲۰)	عبدالقادر العبادی مالکی	(.....)	۳۷۰/۱
۳۸۴	(۵۸۲۲)	احمد الغزی شافعی	(۵۷۷۰)	۳۷۰/۱
۳۸۵	(۵۸۲۲)	خواجہ یار حنفی	(۵۷۵۶)	۳۷۱/۱
۳۸۶	(۵۸۲۳)	عبدالرحمن البلقینی شافعی	(۵۷۶۳)	۳۷۱/۱
۳۸۷	(۵۸۲۳)	محمد رضی الفاسی مالکی	(.....)	۳۷۱/۱
۳۸۸	(۵۸۲۵)	ابراہیم البیجوری شافعی	(۵۷۵۰ تقریباً)	۳۷۱/۱
۳۸۹	(۵۸۲۶)	ابن العراقی شافعی	(۵۷۶۳)	۳۷۱/۱

۴۷۲/۱	(۷۷۶۰)	ابوبکر غزنائی ماکلی	(۷۸۲۹)	۴۹۰
۴۷۳/۱	(۷۷۶۳)	محمد بن عبدالداہم البرماوی شافعی	(۷۸۳۱)	۴۹۱
۴۷۳/۱	(۷۷۵۱)	محمد بن محمد الجزری شافعی	(۷۸۳۳)	۴۹۲
۴۷۳/۱	(۷۷۷۷)	احمد القسیری ابن العجینی حنفی	(۷۸۳۳)	۴۹۳
۴۷۳/۱	(۷۷۵۱)	شمس الدین القاری حنفی	(۷۸۳۳)	۴۹۴
۴۷۴/۱	(.....)	محمد بن عبد القادر الواسطی شافعی	(۷۸۳۸)	۴۹۵
۴۷۴/۱	(۷۷۷۵)	احمد المہدی الزیدی	(۷۸۴۰)	۴۹۶
۴۷۵/۱	(.....)	محمد شاہ الفتاری حنفی	(۷۸۴۰)	۴۹۷
۴۷۵/۱	(۷۷۵۶)	علاء الدین رومی حنفی	(۷۸۴۱)	۴۹۸
۴۷۵/۱	(۷۷۵۶)	محمد بن احمد السباطی ماکلی	(۷۸۴۲)	۴۹۹
۴۷۵/۱	(.....)	محمد بن عمر اخصوسی شافعی	(۷۸۴۳)	۵۰۰
۴۷۵/۱	(۷۷۷۳)	احمد بن حسین الرطبی شافعی	(۷۸۴۴)	۵۰۱
۴۷۶/۱	(.....)	احمد المصلحی شافعی	(۷۸۴۴)	۵۰۲
۴۷۶/۱	(۷۷۶۷)	ابن غمار ماکلی	(۷۸۴۴)	۵۰۳
۴۷۶/۱	(.....)	ابن السیرفی شافعی	(۷۸۴۴)	۵۰۴
۴۷۶/۱	(۷۷۸۲)	ابن زاغوا التلمسانی ماکلی	(۷۸۴۵)	۵۰۵
۴۷۷/۱	(.....)	شہاب الدین دولت آبادی حنفی	(۷۸۴۹)	۵۰۶
۴۷۷/۱	(.....)	صلاح بن علی المہدی زیدی	(۷۸۴۹)	۵۰۷
۴۷۷/۱	(.....)	ابراہیم القباہی شافعی	(۷۸۵۰ تقریباً)	۵۰۸
۴۷۷/۱	(.....)	یوسف بن عبد الملک قرمان حنفی	(۷۸۵۲)	۵۰۹
۴۷۷/۱	(۷۷۷۳)	احمد بن حجر العسقلانی	(۷۸۵۲)	۵۱۰
۴۷۸/۱	(۷۷۸۲)	اسماعیل المقدسی شافعی	(۷۸۵۲)	۵۱۱
۴۷۸/۱	(.....)	خضر شاہ المثنوی	(۷۸۵۳)	۵۱۲
۴۷۸/۱	(۷۷۸۹)	محمد بن الضیاء حنفی	(۷۸۵۴)	۵۱۳
۴۷۸/۱	(۷۷۷۹)	حسین الاحمد شافعی	(۷۸۵۵)	۵۱۴
۴۷۸/۱	(۷۸۰۴)	ابوبکر السیوطی شافعی	(۷۸۵۵)	۵۱۵
۴۷۹/۱	(.....)	محب الدین النوری	(۷۸۵۷)	۵۱۶
۴۷۹/۱	(.....)	محمد بن محمود الحسینی حنفی	(۷۸۵۷ بعدہ)	۵۱۷

۴۷۹/۱	(.....)	مولانا زاوہ حنفی	(۸۵۹ھ)	۵۱۸-
۴۷۹/۱	(.....)	علی بن یوسف الغزولی شافعی	(۸۶۰ھ)	۵۱۹-
۴۷۹/۱	(.....)	زین الدین ابن نجیم	(۸۶۱ھ)	۵۲۰-
۴۷۹/۱	(.....)	ابن الہمام حنفی	(۸۶۱ھ)	۵۲۱-
۴۷۹/۱	(.....)	احمد بن اسحاق البیہقی	(۸۶۳ھ)	۵۲۲-
۴۷۹/۱	(.....)	جلال الدین ابی شافعی	(۸۶۳ھ)	۵۲۳-
۴۸۲/۱	(.....)	ابراہیم القازی	(۸۶۶ھ)	۵۲۴-
۴۸۲/۱	(.....)	بدر الدین مالکی	(۸۷۰ھ)	۵۲۵-
۴۸۲/۱	(.....)	اسماعیل ابن معالی شافعی	(۸۷۱ھ بعدہ)	۵۲۶-
۴۸۲/۱	(.....)	وجیہ الدین الارزبانی حنفی	(۸۷۱ھ بعدہ)	۵۲۷-
۴۸۳/۱	(.....)	احمد الشمینی حنفی	(۸۷۲ھ)	۵۲۸-
۴۸۳/۱	(.....)	محمد بن عبد الوہاب المقدسی شافعی	(۸۷۳ھ)	۵۲۹-
۴۸۳/۱	(.....)	کمال الدین امام الکلیہ شافعی	(۸۷۳ھ)	۵۳۰-
۴۸۳/۱	(.....)	عبد الکریم رومی حنفی	(۸۷۴ھ)	۵۳۱-
۴۸۳/۱	(.....)	ابو العباس الیزبیدی مالکی	(۸۷۵ھ)	۵۳۲-
۴۸۳/۱	(.....)	الشاہ وردی مصنف حنفی	(۸۷۵ھ)	۵۳۳-
۴۹۰/۱	(.....)	عبد الرحمن ابن مخلوف الشافعی	(۸۷۵ھ)	۵۳۴-
۴۹۰/۱	(.....)	احمد بن ابراہیم العسقلانی حنبلی	(۸۷۶ھ)	۵۳۵-
۴۹۱/۱	(.....)	عمر بن احمد البلیسی شافعی	(۸۷۸ھ)	۵۳۶-
۴۹۱/۱	(.....)	ابن قطلوبغا حنفی	(۸۷۹ھ)	۵۳۷-
۴۹۱/۱	(.....)	ابن عبد البہادی حنبلی	(۸۸۰ھ)	۵۳۸-
۴۹۱/۱	(.....)	عبد القادر الانصاری مالکی	(۸۸۰ھ)	۵۳۹-
۴۹۲/۱	(.....)	سیف الدین ابی بکر حنفی	(۸۸۱ھ)	۵۴۰-
۴۹۲/۱	(.....)	سعد الدین خیر آبادی حنفی	(۸۸۲ھ)	۵۴۱-
۴۹۲/۱	(.....)	احمد الابشیتی حنبلی	(۸۸۳ھ)	۵۴۲-
۴۹۲/۱	(.....)	ابو بکر الجراعی حنبلی	(۸۸۳ھ)	۵۴۳-
۴۹۲/۱	(.....)	برہان الدین بن مفلح حنبلی	(۸۸۳ھ)	۵۴۴-
۴۹۳/۱	(.....)	علاء الدین المرادوی حنبلی	(۸۸۵ھ)	۵۴۵-

۴۹۳/۱	(.....)	ملاخر و محمد بن قرا موز حنفی	(۸۸۵ھ)	۵۳۶
۴۹۳/۱	(۸۰۱ھ)	عبد الطیف بن عبد العزیز ابن فرشتہ	(۸۸۵ھ)	۵۳۷
۴۹۳/۱	(۸۰۹ھ)	ابراہیم القباہی شافعی	(۸۸۵ھ)	۵۳۸
۴۹۳/۱	(۸۳۰ھ)	حسن طلیحی بن محمد الفناری حنفی	(۸۸۶ھ)	۵۳۹
۴۹۵/۱	(.....)	احمد بن موسیٰ النخالی حنفی	(۸۸۶ھ تقریباً)	۵۵۰
۴۹۵/۱	(.....)	سلیمان الابشیطی شافعی	(۸۸۶ھ)	۵۵۱
۴۹۵/۱	(.....)	محمد بن ابوبکر المشہدی شافعی	(۸۸۹ھ)	۵۵۲
۴۹۵/۱	(.....)	محمد بن خلیل البصری شافعی	(۸۸۹ھ)	۵۵۳
۴۹۶/۱	(۸۴۳ھ)	ابن قتاوان شافعی	(۸۸۹ھ)	۵۵۴
۴۹۶/۱	(.....)	شرف الدین العمریطی شافعی	(۸۹۰ھ تقریباً)	۵۵۵
۴۹۶/۱	(.....)	حسن الساموسی حنفی	(۸۹۱ھ)	۵۵۶
۴۹۶/۱	(.....)	عبد اللہ الدبلوی	(۸۹۱ھ)	۵۵۷
۴۹۷/۱	(.....)	محمد بن شہاب الدین احمد شروانی حنفی	(۸۹۲ھ)	۵۵۸
۴۹۷/۱	(۸۱۳ھ)	احمد بن اسماعیل الکورانہ حنفی	(۸۹۳ھ)	۵۵۹
۴۹۷/۱	(۸۲۷ھ)	احمد الطوخی شافعی	(۸۹۳ھ)	۵۶۰
۴۹۷/۱	(۸۳۷ھ)	عبد الرحمن ابن العینی حنفی	(۸۹۳ھ)	۵۶۱
۴۹۸/۱	(.....)	ابن خطیب الفخریہ شافعی	(۸۹۳ھ)	۵۶۲
۴۹۸/۱	(.....)	الترکی التونی مالکی	(۸۹۴ھ)	۵۶۳
۴۹۸/۱	(.....)	ابوزید الادبلی	(۸۹۵ھ)	۵۶۴
۴۹۸/۱	(.....)	تاج الدین ابن زہرہ	(۸۹۵ھ)	۵۶۵
۴۹۸/۱	(.....)	سان الدین ابن یکان حنفی	(۸۹۵ھ)	۵۶۶
۴۹۸/۱	(.....)	احمد بن عبد الرحمن حلولا المغربی مالکی	(۸۹۸ھ)	۵۶۷
۴۹۸/۱	(.....)	ابوالعباس احمد بن زکریا	(۸۹۹ھ)	۵۶۸
۴۹۹/۱	(.....)	یوسف بن حسین الکرماسی حنفی	(۸۹۹ھ)	۵۶۹
۴۹۹/۱	(۸۳۵ھ)	عزالدین البہادی الیمینی شیعہ زیدی	(۹۰۰ھ)	۵۷۰
۴۹۹/۱	(.....)	حسن بن علی الجرجانی	(نویں صدی ہجری)	۵۷۱
۵۱۳/۱	(.....)	خطیب زادہ حنفی	(۹۰۱ھ)	۵۷۲
۵۱۳/۱	(.....)	مولانا زادہ الخطائی حنفی	(۹۰۱ھ)	۵۷۳

(۵۸۳۳)	ابن جماعہ شافعی	(۹۰۱ھ)	-۵۷۴
(.....)	ابراہیم بن محمد القباقری شافعی	(۹۰۱ھ بعدہ)	-۵۷۵
(.....)	مصلح الدین کستلی حنفی	(۹۰۱ھ)	-۵۷۶
(.....)	داؤد القلقاوی مالکی	(۹۰۲ھ)	-۵۷۷
(۵۸۲۸)	صدر الدین الشیرازی حنفی	(۹۰۳ھ)	-۵۷۸
(۵۸۲۲)	ابوالمعالی المقدسی شافعی	(۹۰۵ھ)	-۵۷۹
(۵۸۲۹)	احمد بن الصیرفی شافعی	(۹۰۵ھ)	-۵۸۰
(۵۸۲۸)	خالد الازہری شافعی	(۹۰۵ھ)	-۵۸۱
(۵۸۳۲)	محمد بن صفی الدین الایبکی شافعی	(۹۰۶ھ)	-۵۸۲
(.....)	یوسف بن حسین الکرماسی رومی حنفی	(۹۰۶ھ)	-۵۸۳
(.....)	احمد اشعراوی	(۹۰۷ھ)	-۵۸۴
(۵۸۳۰)	الدوانی شافعی	(۹۰۷ھ)	-۵۸۵
(.....)	حمد (حمید) اللہ بن افضل حنفی	(۹۰۸ھ)	-۵۸۶
(۵۸۳۹)	جلال الدین السیوطی شافعی	(۹۱۱ھ)	-۵۸۷
(.....)	الیارحصار حنفی	(۹۱۱ھ)	-۵۸۸
(.....)	محمد بن مصلح الدین البالی کسری	(۹۱۱ھ)	-۵۸۹
(۵۸۳۶)	سلیمان الجیری مالکی	(۹۱۲ھ)	-۵۹۰
(۵۸۳۳)	ابراہیم الوزیری زیدی	(۹۱۳ھ)	-۵۹۱
(.....)	علاء الدین الحجازی شافعی	(۹۱۶ھ بعدہ)	-۵۹۲
(.....)	احمد البرودی حنفی السعد	(۹۱۶ھ)	-۵۹۳
(۵۸۵۱)	عبدالبر ابن الشحہ حنفی	(۹۲۱ھ)	-۵۹۴
(.....)	قوام الدین شیرازی حنفی	(۹۲۲ھ)	-۵۹۵
(۵۹۳۸)	ابن ابی شریف المقدسی شافعی	(۹۲۳ھ)	-۵۹۶
(.....)	الداد الجونیوری حنفی	(۹۲۳ھ)	-۵۹۷
(.....)	عبداللہ باکثیر الحضر می شافعی	(۹۲۵ھ)	-۵۹۸
(۵۸۶۶)	شیخ الاسلام زکریا الانصاری طاہری شافعی	(۹۲۶ھ)	-۵۹۹
(.....)	جلال الدین مصری مالکی	(۹۲۶ھ)	-۶۰۰
(.....)	محمد بن محمد البردعی حنفی	(۹۲۶ھ)	-۶۰۱

۵۲۱/۱	(.....)	حکیم شاہ القزوینی حنفی	(۹۲۷ھ)	۶۰۲
۵۲۱/۱	(.....)	احمد الشماخی اباضی	(۹۲۸ھ)	۶۰۳
۵۲۱/۱	(۸۳۹ھ)	الیاس الرونی	(۹۲۹ھ)	۶۰۴
۵۲۱/۱	(۸۶۲ھ)	حسن الناصر المویذ الحسنی الیمنی	(۹۲۹ھ)	۶۰۵
۵۲۱/۱	(.....)	عبد العلی البرجندی حنفی	(۹۳۲ھ)	۶۰۶
۵۲۱/۱	(.....)	بدر الدین حسن العالی امامی	(۹۳۳ھ)	۶۰۷
۵۲۲/۱	(.....)	ابن کمال پاشا	(۹۳۰ھ)	۶۰۸
۵۲۲/۱	(.....)	محمد بن ابراہیم التتانی مالکی	(۹۳۲ھ)	۶۰۹
۵۲۳/۱	(.....)	احمد القریمی	(۹۳۳ھ)	۶۱۰
۵۲۳/۱	(.....)	عبدالرحیم شیخ زادہ امامی	(۹۳۴ھ)	۶۱۱
۵۲۳/۱	(۸۶۳ھ)	عبدالرحمن بن علی شافعی	(۹۳۴ھ)	۶۱۲
۵۲۳/۱	(.....)	حبیب اللہ ملا میرزا جان شیرازی شافعی	(۹۳۴ھ)	۶۱۳
۵۲۳/۱	(۸۷۳ھ)	ابراہیم الاسفرائینی	(۹۳۵ھ)	۶۱۴
۵۲۳/۱	(.....)	حسین الارودبیلی	(۹۵۰ھ)	۶۱۵
۵۲۵/۱	(.....)	علی بن محمد البکری شافعی	(۹۵۲ھ)	۶۱۶
۵۲۵/۱	(۹۰۲ھ)	محمد بن محمد الخطاب مالکی	(۹۵۴ھ)	۶۱۷
۵۲۵/۱	(۹۰۰ھ)	عیسیٰ بن محمد الایجی شافعی	(۹۵۵ھ)	۶۱۸
۵۲۵/۱	(.....)	شہاب الدین عمیرہ شافعی	(۹۵۶ھ)	۶۱۹
۵۲۵/۱	(.....)	ابراہیم محمد بن الحلیمی حنفی	(۹۵۶ھ)	۶۲۰
۵۲۵/۱	(.....)	بہران الیمنی زیدی	(۹۵۷ھ)	۶۲۱
۵۲۵/۱	(.....)	احمد الرطبی شافعی	(۹۵۷ھ)	۶۲۲
۵۲۶/۱	(۸۷۳ھ)	ابو عبد اللہ اللقانی مالکی	(۹۵۸ھ)	۶۲۳
۵۲۶/۱	(.....)	ابوبکر تقی الدین المقدسی شافعی	(۹۶۰ھ)	۶۲۴
۵۲۶/۱	(.....)	قوجہ حسام حنفی	(۹۶۱ھ)	۶۲۵
۵۲۶/۱	(.....)	حسین الاسترآبادی حنفی	(۹۶۱ھ)	۶۲۶
۵۲۶/۱	(.....)	مصطفیٰ بن شعبان سروری حنفی	(۹۶۲ھ)	۶۲۷
۵۲۶/۱	(.....)	عبد العزیز المکناسی مالکی	(۹۶۴ھ)	۶۲۸
۵۲۷/۱	(۹۱۱ھ)	زین الدین العالی الشہید امامی	(۹۶۶ھ)	۶۲۹

۵۴۸/۱	(۹۷۷ھ)	عزیز زادہ حنفی	(۱۰۴۰ھ)	۶۸۶-
۵۴۸/۱	(.....)	ابراہیم بن ابراہیم اللقانی مالکی	(۱۰۴۱ھ)	۶۸۷-
۵۴۸/۱	(۹۶۳ھ)	احمد الغنیمی الانصاری حنفی	(۱۰۴۳ھ)	۶۸۸-
۵۴۹/۱	(.....)	صلاح بن احمد المؤید الزیدی	(۱۰۴۸ھ)	۶۸۹-
۵۴۹/۱	(۹۹۹ھ)	الحسین الیمینی الزیدی	(۱۰۵۰ھ)	۶۹۰-
۵۵۰/۱	(.....)	ابوالعباس الدلائی	(۱۰۵۱ھ)	۶۹۱-
۵۵۰/۱	(.....)	عبدالحلیم الرومی	(۱۰۵۱ھ)	۶۹۲-
۵۵۰/۱	(.....)	محمد بن عبدالعظیم المورومی حنفی	(۱۰۵۲ھ)	۶۹۳-
۵۵۱/۱	(.....)	سید عبدالرحمن الحجابی	(۱۰۵۳ھ)	۶۹۴-
۵۵۱/۱	(.....)	محمد بن علی الواردار حنفی	(۱۰۵۵ھ)	۶۹۵-
۵۵۱/۱	(.....)	ابن النقیب الحلبی حنفی	(۱۰۵۶ھ)	۶۹۶-
۵۵۱/۱	(.....)	ابوالحسن السجلماسی	(۱۰۵۷ھ)	۶۹۷-
۵۵۱/۱	(۹۹۶ھ)	ابن علان الصدیقی شافعی	(۱۰۵۷ھ)	۶۹۸-
۵۵۱/۱	(.....)	محمد بن علی الحرفوشی الشیعی	(۱۰۵۹ھ)	۶۹۹-
۵۵۲/۱	(.....)	یاسین بن زین الدین العلیسی شافعی	(۱۰۶۱ھ)	۷۰۰-
۵۵۲/۱	(.....)	احمد بن یحییٰ الصعدی زیدی	(۱۰۶۱ھ)	۷۰۱-
۵۵۲/۱	(.....)	محمد بن النقیب البیرونی شافعی	(۱۰۶۳ھ)	۷۰۲-
۵۵۲/۱	(۱۰۰۱ھ)	حسین خلیفہ امامی	(۱۰۶۳ھ)	۷۰۳-
۵۵۲/۱	(.....)	جوادی الکافظمی	(۱۰۶۵ھ)	۷۰۴-
۵۵۳/۱	(۹۸۸ھ)	عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی	(۱۰۶۷ھ)	۷۰۵-
۵۵۳/۱	(.....)	احمد القلیوبی شافعی	(۱۰۶۹ھ)	۷۰۶-
۵۵۳/۱	(۹۹۳ھ)	الشرنبالی حنفی	(۱۰۶۹ھ)	۷۰۷-
۵۵۳/۱	(.....)	عبدالسلام الدیوبی	(۱۰۶۹ھ)	۷۰۸-
۵۵۳/۱	(۱۰۱۵ھ)	سید صلاح الدین بن احمد الشریف یمینی	(۱۰۷۰ھ)	۷۰۹-
۵۵۳/۱	(.....)	نوح بن مصطفیٰ القونوی حنفی	(۱۰۷۰ھ تقریباً)	۷۱۰-
۵۵۳/۱	(.....)	عبدالبر الاجموری شافعی	(۱۰۷۰ھ)	۷۱۱-
۵۵۳/۱	(.....)	عبدالجواد بن شعیب القنانی شافعی	(۱۰۷۳ھ)	۷۱۲-
۵۵۳/۱	(۹۹۷ھ)	بادشاہ بن احمد حنفی	(۱۰۷۷ھ)	۷۱۳-

۵۵۴/۱	(.....)	ابن جلال الیمینی زیدی	(۱۰۷۹ھ)	۷۱
۵۵۵/۱	(۱۰۳۳ھ)	محمد بن الحسین الحر العاطلی امامی	(۱۰۷۹ھ)	۷۲
۵۵۵/۱	(.....)	محمد بن حسین بن القاسم	(۱۰۷۹ھ)	۷۳
۵۵۵/۱	(.....)	عبداللہ سیالکونی حنفی	(۱۰۸۰ھ)	۷۴
۵۵۵/۱	(۱۰۲۹ھ)	جمال الدین المرعشی	(۱۰۸۱ھ)	۷۵
۵۵۵/۱	(.....)	عبداللطیف البہانی حنفی	(۱۰۸۲ھ)	۷۶
۵۵۶/۱	(.....)	محمود بن عبداللہ الموصلی حنفی	(۱۰۸۲ھ)	۷۷
۵۵۶/۱	(.....)	ابراہیم حوریہ الصعدی زیدی	(۱۰۸۳ھ)	۷۸
۵۵۶/۱	(.....)	عبدالرشید جوہوری حنفی	(۱۰۸۳ھ)	۷۹
۵۵۶/۱	(.....)	حسن جلال الیمینی	(۱۰۸۳ھ)	۸۰
۵۵۶/۱	(.....)	عبدالقادر البصری حنفی	(۱۰۸۵ھ)	۸۱
۵۵۶/۱	(.....)	طریق الطریکی شیعہ	(۱۰۸۵ھ)	۸۲
۵۵۶/۱	(۹۹۸ھ)	علی بن علی الشبرانی شافعی	(۱۰۸۷ھ)	۸۳
۵۵۷/۱	(۱۰۲۵ھ)	علاء الدین الحصفی حنفی	(۱۰۸۸ھ)	۸۴
۵۵۸/۱	(.....)	عبدالخلیم رومی حنفی	(۱۰۸۸ھ)	۸۵
۵۵۸/۱	(۱۰۰۱ھ)	خلیل القزوینی امامی	(۱۰۸۹ھ)	۸۶
۵۵۸/۱	(۱۰۲۱ھ)	المرابط الدلائلی مالکی	(۱۰۸۹ھ)	۸۷
۵۵۸/۱	(.....)	محمد باقر بن محمد السبزواری شیعہ	(۱۰۹۰ھ)	۸۸
۵۵۸/۱	(.....)	فیضی الکاشی شیعہ	(۱۰۹۱ھ)	۸۹
۵۵۸/۱	(.....)	احمد بن سلیمان گجراتی	(۱۰۹۲ھ)	۹۰
۵۵۹/۱	(۱۰۳۷ھ)	محمد بن محمد الفاسی السوسی	(۱۰۹۳ھ)	۹۱
۵۵۹/۱	(۱۰۳۰ھ)	ابوزید الفاسی	(۱۰۹۶ھ)	۹۲
۵۵۹/۱	(۱۰۱۸ھ)	محمد بن حسن الکواکبی حنفی	(۱۰۹۸ھ)	۹۳
۵۵۹/۱	(.....)	حامد آفندی	(۱۰۹۸ھ)	۹۴
۵۶۰/۱	(.....)	حامد بن مصطفیٰ القونوی حنفی	(۱۰۹۸ھ)	۹۵
۵۶۰/۱	(.....)	احمد بن محمود الحموی حنفی	(۱۰۹۸ھ)	۹۶
۵۶۰/۱	(۱۰۲۳ھ)	ابراہیم بن بیری حنفی	(۱۰۹۹ھ)	۹۷
۵۶۰/۱	(.....)	حضر بن محمد الاماسی حنفی	(۱۱۰۰ھ)	۹۸

۵۶۱/۱	(.....)	ابن عبدالبہادی شافعی	(۱۱۰۰ھ)	۷۴۲
۵۶۱/۱	(.....)	محمد طاہر الشیرازی شیعی	(۱۱۰۰ھ تقریباً)	۷۴۳
۵۶۱/۱	(.....)	فرح اللہ الحویزی شیعی	(۱۱۰۰ھ تقریباً)	۷۴۴
۵۶۱/۱	(.....)	سید حسن بن المطہر البحر موزی زیدی	(۱۱۰۱ھ)	۷۴۵
۵۶۰/۱	(.....)	عثمان بن السید فتح اللہ الشمنی	(۱۱۰۲ھ)	۷۴۶
۵۶۰/۱	(.....)	حسن الیوسی مالکی	(۱۱۰۲ھ)	۷۴۷
۵۶۰/۱	(۱۰۴۰ھ)	سیدمان بن عبد اللہ الازمیری حنفی	(۱۱۰۲ھ)	۷۴۸
۵۶۰/۱	(.....)	احمد بن عبد اللہ العبلی حنبلی	(۱۱۰۸ھ ولادت بعدہ)	۷۴۹
۵۶۱/۱	(.....)	صالح المقلبی الزیدی	(۱۱۰۸ھ)	۷۵۰
۵۶۱/۱	(۱۰۴۷ھ)	مصطفیٰ ابن یوسف المستاری حنفی	(۱۱۱۰ھ)	۷۵۱
۵۶۱/۱	(.....)	حسن بن یحییٰ سیلان السفیانی	(۱۱۱۰ھ)	۷۵۲
۵۶۱/۱	(.....)	محمد الطیب بن محمد مالکی	(۱۱۱۳ھ)	۷۵۳
۵۶۲/۱	(۱۰۶۳ھ)	حسن بن حسین الصنعانی	(۱۱۱۴ھ)	۷۵۴
۵۶۲/۱	(۱۰۴۴ھ)	احمد بن محمد الدمیاطی النباشافعی	(۱۱۱۷ھ)	۷۵۵
۵۶۲/۱	(.....)	محمد بن احمد الطرسوسی حنفی	(۱۱۱۷ھ)	۷۵۶
۵۶۲/۱	(.....)	محب اللہ بہاری حنفی	(۱۱۱۹ھ)	۷۵۷
۵۶۲/۱	(.....)	ابن زاکوار القاسمی مالکی	(۱۱۲۰ھ)	۷۵۸
۵۶۳/۱	(.....)	صالح بن احمد الانصاری زیدی	(۱۱۲۱ھ)	۷۵۹
۵۶۳/۱	(.....)	سلیمان بن عبد اللہ البحرانی امامی	(۱۱۲۱ھ)	۷۶۰
۵۶۳/۱	(.....)	(قرہ) خلیل حسن روی حنفی	(۱۱۲۳ھ)	۷۶۱
۵۶۳/۱	(.....)	جمال الدین گجراتی	(۱۱۲۳ھ)	۷۶۲
۵۶۳/۱	(۱۰۸۸ھ)	احمد بن محمد الکواکبی حنفی	(۱۱۲۳ھ)	۷۶۳
۵۶۳/۱	(۱۰۵۴ھ)	محمد بن عبد الفتاح التزکانی شیعی	(۱۱۲۴ھ)	۷۶۴
۵۶۳/۱	(.....)	محمد بن حسین الخوانساری شیعی	(۱۱۲۵ھ)	۷۶۵
۵۶۴/۱	(.....)	احمد بن محمد الولالی	(۱۱۲۸ھ)	۷۶۶
۵۶۵/۱	(.....)	ملا جیون حنفی	(۱۱۳۰ھ)	۷۶۷
۵۶۵/۱	(۱۰۴۷ھ)	امان اللہ بناری حنفی	(۱۱۳۳ھ)	۷۶۸
۵۶۵/۱	(.....)	خلیل بن ملا حسین الاسعدی شافعی	(۱۱۳۳ھ)	۷۶۹
۵۶۵/۱	(۱۰۸۵ھ)			

۵۷۶/۱	(۱۰۶۲ھ)	محمد بن تاج الدین الفاضل ہندی امامی	(۱۱۳۷ھ)	۷۷۰
۵۷۶/۱	(.....)	محمد بن عبدالبہادی سندھی حنفی	(۱۱۳۸ھ)	۷۷۱
۵۷۶/۱	(۱۰۳۷ھ)	الیاس بن ابراہیم الکوردی الکورانہ شافعی	(۱۱۳۸ھ)	۷۷۲
۵۷۶/۱	(۱۰۳۷ھ)	احمد برناز قوجہ خوجہ حنفی	(۱۱۳۸ھ)	۷۷۳
۵۷۶/۱	(.....)	عبدالرحمن بن احمد بصری حنفی	(۱۱۳۹ھ)	۷۷۴
۵۷۷/۱	(۱۰۵۰ھ)	عبدالغنی النابلسی حنفی	(۱۱۴۳ھ)	۷۷۵
۵۷۷/۱	(.....)	محمد امین قسری زادہ حنفی	(۱۱۵۱ھ)	۷۷۶
۵۷۷/۱	(۱۰۷۳ھ)	محمد بن عیسیٰ الکنتانی حنبلی	(۱۱۵۳ھ)	۷۷۷
۵۷۷/۱	(۱۰۹۰ھ)	احمد بن مبارک السجلماسی مالکی	(۱۱۵۵ھ)	۷۷۸
۵۷۷/۱	(۱۰۶۳ھ)	نور الدین احمد بن محمد ہندی حنفی	(۱۱۵۵ھ)	۷۷۹
۵۷۷/۱	(.....)	احمد بن احمد العمادی مالکی	(۱۱۵۵ھ)	۷۸۰
۵۷۸/۱	(۱۱۰۷ھ)	احمد بن اسحاق الذماری	(۱۱۵۸ھ)	۷۸۱
۵۷۸/۱	(.....)	حمد اللہ الشیبی	(۱۱۶۰ھ)	۷۸۲
۵۷۸/۱	(.....)	احمد بن محمد القاز آبادی حنفی	(۱۱۶۳ھ)	۷۸۳
۵۷۸/۱	(۱۱۱۰ھ)	اسماعیل بن محمد الصنعانی زیدی	(۱۱۶۴ھ)	۷۸۴
۵۷۹/۱	(.....)	احمد بن مصطفیٰ الحادمی حنفی	(۱۱۶۵ھ)	۷۸۵
۵۷۹/۱	(.....)	اسماعیل بن غنیم الجوبہری	(۱۱۶۵ھ بعدہ)	۷۸۶
۵۷۹/۲	(.....)	عمر بن محمد الشوانی	(۱۱۶۷ھ)	۷۸۷
۵۷۹/۲	(.....)	حسن بن علی المرابطی شافعی	(۱۱۷۰ھ)	۷۸۸
۵۷۹/۲	(۱۱۱۱ھ)	حامد بن یوسف الباندري موی حنفی	(۱۱۷۲ھ)	۷۸۹
۵۸۰/۲	(۱۰۸۹ھ)	احمد بن علی المنینی حنفی	(۱۱۷۲ھ)	۷۹۰
۵۸۰/۲	(.....)	احمد الاصدام	(۱۱۷۲ھ)	۷۹۱
۵۸۰/۲	(۱۱۱۴ھ)	شاہ ولی اللہ دہلوی حنفی	(۱۱۷۶ھ)	۷۹۲
۵۸۰/۲	(.....)	محمد بن مصطفیٰ الحادمی حنفی	(۱۱۷۶ھ)	۷۹۳
۵۸۱/۲	(۱۰۹۶ھ)	محمد بن محمد البلیدی مالکی	(۱۱۷۶ھ)	۷۹۴
۵۸۱/۲	(۱۱۱۵ھ)	رستم علی القنوجی	(۱۱۷۸ھ)	۷۹۵
۵۸۱/۲	(.....)	بحر العلوم لکھنوی حنفی	(۱۱۸۰ھ)	۷۹۶
۵۸۱/۲	(.....)	عبدالغفور الامدی شافعی	(۱۱۸۵ھ)	۷۹۷

۵۸۱/۲	(.....)	ابراہیم الشرقاوی شافعی	(۱۱۸۵ھ)	۷۹۸
۵۸۱/۲	(.....)	خلیل الخفیری شافعی	(۱۱۸۶ھ)	۷۹۹
۵۸۲/۲	(.....)	عبدالحق فرنگی محلی	(۱۱۸۷ھ)	۸۰۰
۵۸۲/۲	(.....)	احمد بن محمد الراشدی شافعی	(۱۱۸۸ھ)	۸۰۱
۵۸۲/۲	(۱۱۰۸ھ)	احمد بن عبد اللہ البعلی حنبلی	(۱۱۸۹ھ)	۸۰۲
۵۸۲/۲	(.....)	عبد اللہ بن محمد الخادمی حنفی	(۱۱۹۲ھ)	۸۰۳
۵۸۲/۲	(.....)	محمد بن عباد العدوی مالکی	(۱۱۹۳ھ)	۸۰۴
۵۸۳/۲	(۱۱۳۳ھ)	محمد بن یوسف الاسیری حنفی	(۱۱۹۴ھ)	۸۰۵
۵۸۳/۲	(۱۱۵۰ھ)	حسن بن علی العشاری شافعی	(۱۱۹۴ھ)	۸۰۶
۵۸۳/۲	(.....)	اسماعیل بن محمد القنوی حنفی	(۱۱۹۵ھ)	۸۰۷
۵۸۳/۲	(.....)	عبد الرحمن بن جاد اللہ التبان مالکی	(۱۱۹۸ھ)	۸۰۸
۵۸۳/۲	(.....)	مصطفیٰ بن یوسف الموساری حنفی	(۱۱۹۹ھ)	۸۰۹
۵۸۳/۲	(.....)	علی بن صادق الشماخی	(۱۱۹۹ھ)	۸۱۰
۵۸۳/۲	(.....)	سید عمر بن حسین بوزجی زادہ الامدی	(۱۲۰۰ھ)	۸۱۱
۵۹۱/۲	(.....)	فیض اللہ الداغستانی شافعی	(۱۲۰۲ھ)	۸۱۲
۵۹۱/۲	(.....)	سید ابراہیم القزوی شیعی	(۱۲۰۳ھ)	۸۱۳
۵۹۱/۲	(.....)	محمد باقر بن محمد اکملی البہمانی شیعی	(۱۲۰۸ھ)	۸۱۴
۵۹۱/۲	(۱۱۳۱ھ)	احمد بن یونس الخلیفی شافعی	(۱۲۰۹ھ)	۸۱۵
۵۹۱/۲	(۱۱۳۶ھ)	عبد اللہ بن محمد الاحمدی حنفی	(۱۲۱۲ھ)	۸۱۶
۵۹۱/۲	(۱۱۵۵ھ)	سید محمد مہدی البروجردی شیعی	(۱۲۱۲ھ)	۸۱۷
۵۹۱/۲	(.....)	حسین بن علی الایدی حنفی	(۱۲۱۳ھ)	۸۱۸
۵۹۲/۲	(.....)	اسماعیل بن مصطفیٰ تائب حنفی	(۱۲۱۴ھ)	۸۱۹
۵۹۲/۲	(.....)	احمد ابوسلامہ شافعی	(۱۲۱۵ھ)	۸۲۰
۵۹۲/۲	(۱۱۲۸ھ)	احمد بن محمد العطار رامی	(۱۲۱۵ھ)	۸۲۱
۵۹۲/۲	(۱۱۵۱ھ)	محمد بن احمد الجوهری الصغیر شافعی	(۱۲۱۵ھ)	۸۲۲
۵۹۳/۱	(۱۱۳۲ھ)	اسمعیل مفید بن علی رومی حنفی	(۱۲۱۷ھ)	۸۲۳
۵۹۳/۱	(۱۱۶۶ھ)	صالح بن محمد الفدائی مالکی	(۱۲۱۸ھ)	۸۲۴
۵۹۳/۱	(.....)	عبد الحمید السباعی شافعی	(۱۲۲۰ھ)	۸۲۵

۵۹۴/۱	(.....)	اسد اللہ اکظمی شیعہ	(۱۲۲۰ھ)	۸۲۱
۵۹۴/۱	(.....)	خلیل بن احمد القنوی حنفی	(۱۲۲۳ھ)	۸۲۲
۵۹۴/۱	(۱۱۴۴ھ)	بحر العلوم عبد العلی لکھنوی حنفی	(۱۲۲۵ھ)	۸۲۳
۵۹۴/۱	(.....)	محمد تقی الکاشانی شیعہ	(۱۲۲۶ھ بعدہ)	۸۲۴
۵۹۵/۱	(۱۱۵۰ھ)	عبد اللہ بن حجازی الشرقاوی شافعی	(۱۲۲۷ھ)	۸۲۵
۵۹۵/۱	(۱۱۵۶ھ)	جعفر بن خضرت البجاجی شیعہ	(۱۲۲۷ھ)	۸۲۶
۵۹۵/۱	(.....)	خلیل بن احمد نعیمی حنفی	(۱۲۳۰ھ)	۸۲۷
۵۹۵/۱	(.....)	مختار بن بونہ الشنقیطی مالکی	(۱۲۳۰ھ)	۸۲۸
۵۹۵/۱	(.....)	محمد حسن بن محمد القزوی شیعہ	(۱۲۳۰ھ تقریباً)	۸۲۹
۵۹۵/۱	(۱۱۷۹ھ)	محمد بن محمد الشفشائی مالکی	(۱۲۳۲ھ)	۸۳۰
۵۹۶/۱	(۱۱۵۰ھ)	اسماعیل بن احمد الکبسی	(۱۲۳۳ھ)	۸۳۱
۵۹۶/۱	(.....)	السید محمد بن مصطفیٰ العطار حنفی	(۱۲۳۳ھ)	۸۳۲
۵۹۶/۱	(۱۱۸۶ھ)	اسد اللہ اکظمی امامی	(۱۲۳۳ھ بعدہ)	۸۳۳
۵۹۶/۱	(۱۱۶۶ھ)	ولد ار علی نقوی شیعہ	(۱۲۳۵ھ)	۸۳۴
۵۹۷/۱	(.....)	سید محسن اکظمی شیعہ	(۱۲۴۰ھ)	۸۳۵
۵۹۷/۱	(.....)	حسن بن معصوم القزوی امامی	(۱۲۴۰ھ)	۸۳۶
۵۹۷/۱	(.....)	اسماعیل بن عبد الملک العقدا نی امامی	(۱۲۴۰ھ تقریباً)	۸۳۷
۵۹۷/۱	(۱۱۶۶ھ)	احمد بن زین الدین الإحسانی امامی	(۱۲۴۱ھ)	۸۳۸
۵۹۷/۱	(۱۱۷۴ھ)	محمد بن عبد العینی (الغنی) النیشاپوری شیعہ	(۱۲۴۱ھ)	۸۳۹
۵۹۸/۱	(.....)	سید محمد بن علی الکر بلائی امامی	(۱۲۴۲ھ)	۸۴۰
۵۹۸/۱	(۱۱۸۰ھ)	عثمان بن سند البصری	(۱۲۴۲ھ)	۸۴۱
۵۹۸/۱	(۱۱۹۱ھ)	احمد بن محمد باقر البہبہانی امامی	(۱۲۴۳ھ)	۸۴۲
۵۹۸/۱	(۱۱۸۵ھ)	احمد بن محمد التراقی امامی	(۱۲۴۵ھ)	۸۴۳
۵۹۹/۱	(۱۱۸۸ھ)	زین العابدین الخواساری امامی	(۱۲۴۵ھ)	۸۴۴
۵۹۹/۱	(.....)	عبد الحمید بن عبد اللہ الرحبی حنفی	(۱۲۴۷ھ)	۸۴۵
۵۹۹/۱	(۱۱۷۲ھ)	محمد بن علی الشوکانی	(۱۲۵۰ھ)	۸۴۶
۶۰۳/۱	(۱۱۹۰ھ)	حسن بن محمد العطار شافعی	(۱۲۵۰ھ)	۸۴۷
۶۰۳/۱	(.....)	سید احمد بن ادريس	(۱۲۵۱ھ)	۸۴۸

۸۵۴	(۱۲۵۲ھ)	احمد بن یوسف زبارة الصنعانی زیدی	(۱۱۶۶ھ)	۶۰۳/۲
۸۵۵	(۱۲۵۲ھ)	ابن عابدین	(۱۱۹۸ھ)	۶۰۳/۲
۸۵۶	(۱۲۵۲ھ)	امین اللہ بن احمد لکھنوی حنفی	(.....)	۶۰۳/۲
۸۵۷	(۱۲۵۴ھ)	محمد بن مصطفی البرزنجی شافعی	(.....)	۶۰۵/۲
۸۵۸	(۱۲۵۹ھ)	خلیل بن الحسین الاسعدی شافعی	(۱۱۶۷ھ)	۶۰۵/۲
۸۵۹	(۱۲۶۰ھ بعدہ)	احمد بن بابا الشنقیطی مالکی	(.....)	۶۰۵/۲
۸۶۰	(۱۲۶۱ھ)	محمد حسین الطبرانی امامی	(.....)	۶۰۵/۲
۸۶۱	(۱۲۶۲ھ)	محمد ابراہیم بن محمد شیعہ	(.....)	۶۰۵/۲
۸۶۲	(۱۲۶۲ھ)	حسن بن جعفر نجفی امامی	(.....)	۶۰۶/۲
۸۶۳	(۱۲۶۳ھ)	شیخ جعفر الاسترآبادی	(.....)	۶۰۶/۲
۸۶۴	(۱۲۶۴ھ تقریباً)	محمد بشیر الدین العثمانی القزوینی حنفی	(.....)	۶۰۶/۲
۸۶۵	(۱۲۶۴ھ)	ابراہیم بن محمد القزوینی امامی	(۱۲۱۴ھ)	۶۰۶/۲
۸۶۶	(۱۲۶۵ھ)	محمد بن السید صالح القیسی التوقادی حنفی	(.....)	۶۰۶/۲
۸۶۷	(۱۲۶۵ھ)	حبیب اللہ القندہاری	(۱۲۱۳ھ)	۶۰۶/۲
۸۶۸	(۱۲۶۵ھ)	ابراہیم بن محمد الاصفہانی امامی	(۱۱۸۰ھ)	۶۰۷/۲
۸۶۹	(۱۲۶۷ھ)	جعفر بن اسحاق العلوی امامی	(۱۱۹۸ھ)	۶۰۷/۲
۸۷۰	(۱۲۷۱ھ)	مصطفیٰ بن عبد اللہ الودینی	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۱	(۱۲۷۱ھ)	خادم احمد بن حیدر فرنگی محلی	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۲	(۱۲۷۱ھ)	احمد بن محمد البلاغی شیعہ	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۳	(۱۲۷۱ھ بعدہ)	احمد بن محمد التبریزی امامی	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۴	(۱۲۷۱ھ)	عبدالہادی السلجماسی مالکی	(.....)	۶۰۸/۲
۸۷۵	(۱۲۷۳ھ)	حسن بن علی المدرس امامی	(۱۲۱۰ھ)	۶۰۹/۲
۸۷۶	(۱۲۷۴ھ)	حسن بن علی عمر الشطری حنبلی	(۱۳۰۵ھ)	۶۰۹/۲
۸۷۷	(۱۲۸۱ھ)	مرتضیٰ بن محمد النجفی شیعہ	(.....)	۶۰۹/۲
۸۷۸	(۱۲۸۵ھ)	محمد بن عبد الحلیم لکھنوی حنفی	(۱۲۲۹ھ)	۶۰۹/۲
۸۷۹	(۱۲۸۶ھ)	محمد بن علی التمیمی	(.....)	۶۰۹/۲
۸۸۰	(۱۲۸۶ھ)	السید محمد باقر القزوینی اشعی	(.....)	۶۰۹/۲
۸۸۱	(۱۲۸۶ھ)	سلیمان انقرہ آغا حنفی	(.....)	۶۱۰/۲

۶۱۰/۲	(.....)	عبدالحکیم لکھنوی حنفی	(۱۲۸۸ھ)	۸۸۲
۶۱۰/۲	(.....)	حسین بن رضا الجزائری الشیعی	(۱۲۹۱ھ)	۸۸۳
۶۱۰/۲	(۱۲۱۳ھ)	منہ اللہ اشباہی مالکی	(۱۲۹۲ھ)	۸۸۴
۶۱۰/۲	(۱۲۲۰ھ)	محمد المہدی بن الطالب سودہ مالکی	(۱۲۹۳ھ)	۸۸۵
۶۱۰/۲	(.....)	محمد بن میرزا التنکاتبی الشیعی	(۱۲۹۶ھ بعدہ)	۸۸۶
۶۱۱/۲	(۱۲۳۳ھ)	بشیر الدین عثمانی	(۱۲۹۶ھ بعدہ)	۸۸۷
۶۱۱/۲	(۱۲۵۳ھ)	جعفر بن مہدی القزوی امامی	(۱۲۹۸ھ)	۸۸۸
۶۱۱/۲	(۱۲۳۶ھ)	ابراہیم بن صبغۃ اللہ شافعی	(۱۲۹۹ھ)	۸۸۹
۶۱۱/۲	(.....)	عبدالرحمن الحسینی الخالیدی	(۱۳۰۰ھ بعدہ)	۸۹۰
۶۱۱/۲	(۱۲۳۱ھ)	سنہ لی زادہ طہ بن احمد شافعی	(۱۳۰۰ھ)	۸۹۱
۶۱۲/۲	(.....)	محمد بن ابراہیم الکرہاسی	(۱۳۰۰ھ)	۸۹۲
۶۱۲/۲	(۱۲۷۴ھ)	امیر علی لکھنوی	(۱۳۰۰ھ بعدہ)	۸۹۳
۶۲۰/۲	(۱۲۱۲ھ)	السید مہدی القزوی شیعی امامی	(۱۳۰۱ھ)	۸۹۴
۶۲۰/۲	(.....)	خلیل فوزی رومی	(۱۳۰۲ھ)	۸۹۵
۶۲۰/۲	(.....)	جواد القمی الشیعی	(۱۳۰۳ھ)	۸۹۶
۶۲۰/۲	(.....)	عرب الکرہاسی شیعی امامی	(۱۳۰۳ھ)	۸۹۷
۶۲۰/۲	(۱۲۶۳ھ)	محمد عبدالحی لکھنوی حنفی	(۱۳۰۴ھ)	۸۹۸
۶۲۰/۲	(۱۲۲۲ھ)	السید محمد القاویجی حنفی	(۱۳۰۵ھ)	۸۹۹
۶۲۱/۲	(۱۲۳۶ھ)	محمود حمزہ الحسینی حنفی	(۱۳۰۵ھ)	۹۰۰
۶۲۱/۲	(.....)	احمد بن محمد کاکہ شافعی	(۱۳۰۵ھ)	۹۰۱
۶۲۱/۲	(۱۲۳۸ھ)	نواب صدیق حسن خان	(۱۳۰۷ھ)	۹۰۲
۶۲۱/۲	(.....)	ابن القمان یمینی	(۱۳۰۷ھ)	۹۰۳
۶۲۱/۲	(۱۲۳۳ھ)	حبیب اللہ الرشیدی امامی	(۱۳۱۲ھ)	۹۰۴
۶۲۱/۲	(.....)	احمد بن حسین التفریشی امامی	(۱۳۰۲ھ بعدہ)	۹۰۵
۶۲۱/۲	(۱۲۶۲ھ)	عبدالرحیم نجفی امامی	(۱۳۱۳ھ)	۹۰۶
۶۲۲/۲	(۱۲۶۰ھ)	ابوالحسن کشمیری امامی	(۱۳۱۳ھ)	۹۰۷
۶۲۲/۲	(۱۲۵۸ھ)	ضیاء الدین محمد حسین الشہرستانی شیعی امامی	(۱۳۱۵ھ)	۹۰۸
۶۲۲/۲	(۱۲۵۱ھ)	احمد بن صالح التستری شیعی	(۱۳۱۵ھ)	۹۰۹

۶۲۲/۲	(.....)	جاء المولى سليمان	(۱۳۱۶ھ)	۹۱۰
۶۲۲/۲	(۱۲۳۴ھ)	عبدالحق العری حنفی	(۱۳۱۶ھ)	۹۱۱
۶۲۲/۲	(۱۲۳۵ھ)	احمد محمد اللہ الانقروی حنفی	(۱۳۱۷ھ)	۹۱۲
۶۲۲/۲	(.....)	اسماعیل المرندی شیعہ	(۱۳۱۸ھ)	۹۱۳
۶۲۳/۲	(۱۲۳۸ھ)	حسن بن جعفر الاشتیانی امامی	(۱۳۱۹ھ)	۹۱۴
۶۲۳/۲	(.....)	علی پاشا الثانی ابن حسین	(۱۳۲۰ھ)	۹۱۵
۶۲۳/۲	(۱۲۴۱ھ)	احمد المری بن سوده	(۱۳۲۱ھ)	۹۱۶
۶۲۳/۲	(۱۲۳۸ھ)	حسن بن عبد اللہ الماقتانی امامی	(۱۳۲۳ھ)	۹۱۷
۶۲۳/۲	(.....)	عبد الرحمن الشربینی شافعی	(۱۳۲۶ھ)	۹۱۸
۶۲۳/۲	(۱۲۵۱ھ)	عبد الحکیم الافغانی حنفی	(۱۳۲۶ھ)	۹۱۹
۶۲۳/۲	(.....)	علاء العینین الشنقیطی مالکی	(۱۳۲۸ھ)	۹۲۰
۶۲۳/۲	(.....)	زکریا بن عبد اللہ مکی	(۱۳۲۹ھ)	۹۲۱
۶۲۳/۲	(۱۲۶۲ھ)	الحاج محمد ذہبی رومی	(۱۳۲۹ھ)	۹۲۲
۶۲۳/۲	(.....)	محمد عثمان التجاری مالکی	(۱۳۳۱ھ)	۹۲۳
۶۲۳/۲	(.....)	ابو محمد السالمی الاباضی	(۱۳۳۲ھ)	۹۲۴
۶۲۳/۲	(۱۲۷۱ھ)	احمد بک الحسینی شافعی	(۱۳۳۲ھ)	۹۲۵
۶۲۳/۲	(۱۲۸۳ھ)	جمال الدین القاسمی سلفی	(۱۳۳۲ھ)	۹۲۶
۶۲۳/۲	(۱۲۷۶ھ)	احمد بن عبد الطیف شافعی	(۱۳۳۳ھ)	۹۲۷
۶۲۵/۲	(.....)	عبد الحق بن محمد بلوی حنفی	(۱۳۳۴ھ)	۹۲۸
۶۲۵/۲	(.....)	عبد الحمید الخطیب شافعی	(۱۳۳۵ھ)	۹۲۹
۶۲۵/۲	(۱۲۵۳ھ)	ابن الخياط الكردي	(۱۳۳۵ھ)	۹۳۰
۶۲۵/۲	(۱۳۶۲ھ)	ابو بکر العلوی شافعی	(۱۳۳۱ھ)	۹۳۱
۶۲۵/۲	(.....)	حسن الکاشانی امامی	(۱۳۳۲ھ)	۹۳۲
۶۲۵/۲	(۱۲۴۳ھ)	سالم بن عمر مالکی	(۱۳۳۲ھ)	۹۳۳
۶۲۵/۲	(۱۲۶۹ھ)	اسماعیل بن محمد النجفی امامی	(۱۳۳۳ھ)	۹۳۴
۶۲۶/۲	(.....)	امین بن محمد السوید دمشقی	(۱۳۳۴ھ بعدہ)	۹۳۵
۶۲۶/۲	(۱۲۷۲ھ)	محمود عمر الباجوری	(۱۳۳۴ھ)	۹۳۶
۶۲۶/۲	(.....)	شیخ محمد الخضری	(۱۳۳۶ھ)	۹۳۷

۶۲۶/۲	(.....)	عبدالقادر بن بدران حنبلی	(۱۳۴۶ھ)	۹۳۸
۶۲۶/۲	(۱۳۹۳ھ)	عباس بن محمد المدنی شافعی	(۱۳۴۶ھ)	۹۳۹
۶۲۶/۲	(۱۲۹۳ھ)	علی النجار شافعی	(۱۳۵۱ھ)	۹۴۰
۶۲۶/۲	(۱۲۷۶ھ)	نجم الغنی خان	(۱۳۵۱ھ)	۹۴۱
۶۲۶/۲	(۱۲۹۱ھ)	عبداللہ دراز	(۱۳۵۱ھ)	۹۴۲
۶۲۶/۲	(۱۲۶۹ھ)	صادق بن محمد القراذغی شیعہ	(۱۳۵۱ھ)	۹۴۳
۶۲۶/۲	(۱۲۷۱ھ)	محمد نجیب المطیعی	(۱۳۵۲ھ)	۹۴۴
۶۲۷/۲	(۱۲۷۳ھ)	حسین القاہنی شیعہ	(۱۳۵۵ھ)	۹۴۵
۶۲۷/۲	(۱۲۸۰ھ)	عبدالغنیظ بن حسن	(۱۳۵۶ھ)	۹۴۶
۶۲۷/۲	(۱۲۷۷ھ)	محمد حسین العدوی مالکی	(۱۳۵۶ھ)	۹۴۷
۶۲۷/۲	(.....)	شیخ احمد الزرقاء	(۱۳۵۷ھ)	۹۴۸
۶۲۷/۲	(.....)	حسن العلیاری امامی	(۱۳۵۸ھ)	۹۴۹
۶۲۷/۲	(۱۳۰۹ھ)	حسین المکی	(۱۳۵۹ھ)	۹۵۰
۶۲۷/۲	(۱۲۸۲ھ)	خلیل الخالدی حنفی	(۱۳۶۰ھ)	۹۵۱
۶۲۷/۲	(۱۲۹۸ھ)	امین بن محمد حنفی	(۱۳۶۲ھ)	۹۵۲
۶۲۷/۲	(۱۲۹۱ھ)	احمد الحسینی	(۱۳۶۲ھ)	۹۵۳
۶۲۷/۲	(.....)	احمد ابوالفتح بک	(۱۳۶۵ھ)	۹۵۴
۶۲۸/۲	(.....)	محمد الخضر حسین مالکی	(۱۳۶۴ھ)	۹۵۵
۶۲۸/۲	(۱۳۰۰ھ)	احمد مصطفی المرافی بک	(۱۳۷۱ھ)	۹۵۶
۶۲۸/۲	(۱۳۰۵ھ)	عبدالوہاب خلاف بک	(۱۳۷۵ھ)	۹۵۷
۶۲۸/۲	(۱۳۰۷ھ)	عبدالرحمن بن ناصر حنبلی	(۱۳۷۶ھ)	۹۵۸
۶۲۸/۲	(۱۲۸۷ھ)	عبدالجلیل بن احمد	(۱۳۷۶ھ)	۹۵۹
۶۲۸/۲	(۱۳۴۲ھ)	حافظ بن احمد	(۱۳۷۷ھ)	۹۶۰
۶۲۸/۲	(.....)	شیخ محمد امین الشقیطی	(۱۳۹۳ھ)	۹۶۱
۶۲۸/۲	(۱۳۱۷ھ)	حسن المشاط المکی مالکی	(۱۳۹۹ھ)	۹۶۲
۶۲۹/۲	(۱۳۲۶ھ)	عبدالغنی المصری	(۱۴۰۴ھ)	۹۶۳

اشاریہ (۴)

(INDEX - 4)

فہرست مصادر الکتاب

فہرست مصادر الكتاب

جلد/صفحہ

عنوان

نمبر شمار

۱۲۵/۱	ابطال الاسحتان	۱
۱۳۱/۱	ابطال التقليد	۲
۲۵۷، ۱۸۶/۱	ابطال القياس	۳
۲۸۱، ۲۰۰، ۳۳۹/۱	الابہاج فی شرح المنہاج	۴
۳۲۸/۱	اتحاف اليقظان باسرار لقطة العجلان	۵
۳۱۳، ۱۳۵/۱	اثبات القياس	۶
۲۲۶/۱	الاجماع والاختلاف	۷
۱۲۶/۱	اجناس فی اصول الفقہ	۸
۳۹۸، ۲۸۲/۱	اجوبہ اعتراضات لابن الحاجب	۹
۳۷۳، ۲۶۶/۱	اجوبہ علی مسائل من المحصول	۱۰
۱۳۷/۱	احسن الحواشی	۱۱
۱۸۹/۱	احکام الفصول فی احکام الاصول	۱۲
۲۷۲، ۱۸۶/۱	الاحکام فی اصول الاحکام	۱۳
۳۷۶/۱	الاحکام فی شرح غریب عمدة الاحکام	۱۴
۱۸۶/۱	الاحکام لاصول الاحکام	۱۵
۳۱۱/۱	احیاء علوم الدین	۱۶
۳۸۷، ۲۶۰/۱	اختصار المعالم فی الاصول	۱۷
۱۷۵/۱	اختلاف الفقہاء	۱۸
۱۸۰، ۱۷۳/۱	الاختلاف اصول الفقہ	۱۹
۱۲۵/۱	اختلاف مالک	۲۰
۳۷۱، ۲۷۹/۱	اداء الواجب فی تصحیح ابن الحاجب	۲۱
۳۷۵، ۳۲۶/۱	ادرار الشروق علی انواء الفروق	۲۲
۵۱۸/۱	ادراکات الورقات فی الاصول	۲۳

- ۲۴۔ الادلہ فی مسائل الخلاف ۱۷۴/۱
- ۲۵۔ ار جوزه فی الاصول ۴۷۵/۱
- ۲۶۔ ار جوزه نظم فیہا ورقات امام الحرمین ۲۰۱/۱
- ۲۷۔ ارشاد الطالب ۵۷۴، ۵۵۹/۲
- ۲۸۔ ارشاد الفحول ۲۰۰/۱
- ۲۹۔ ارشاد المہتدین ۵۱۸/۲
- ۳۰۔ الارشاد فی اصول الفقہ ۳۸۳/۱
- ۳۱۔ اساس الاصول ۳۶۹/۱
- ۳۲۔ الاساس المتکفل بکشف الالتباس فی اصول ۵۳۵/۲
- ۳۳۔ اسرار التنزیل و اسرار التاویل ۲۶۲، ۲۵۸/۱
- ۳۴۔ الاسرار فی الاصول والفروع ۱۷۶، ۱۷۵/۱
- ۳۵۔ اسئلہ اور دہا القاضی محمود بن ابی بکر الارموی
- ۳۰۸/۱
- ۳۶۔ الاشارات الہیۃ الی المباحث الاصولیہ ۳۷۳/۱
- ۳۷۔ الاشباہ والنظائر ۱۴۳/۱
- ۵۲۷/۲
- ۳۸۔ الاشراف علی مسائل الخلاف ۱۷۴/۱
- ۳۹۔ اصول البزدوی ۲۰۲/۱
- ۴۰۔ اصول السرخسی ۲۰۴/۱
- ۴۱۔ اصول الشاشی ۱۳۹، ۱۳۵/۱
- ۴۲۔ اصول الکرخی ۱۴۰/۱
- ۴۳۔ اصول الفقہ ۱۷۳، ۱۳۳، ۱۱۸/۱
- ۴۴۔ اصول اللامشی ۲۲۳، ۲۲۲/۱
- ۴۵۔ الاصول فی الفقہ ۲۱۵، ۱۵۲/۱
- ۴۶۔ الاعجاز فی الاعتراض علی الادلۃ الشرعیہ ۴۱۸/۱
- ۴۷۔ الافادہ والتلخیص ۱۷۴/۱

- ۴۹۶، ۳۶۸، ۳۶۷/۱ افاضۃ الانوار ۴۹
- ۵۵۷/۲ ۵۰
- ۱۳۲/۱ ۵۱
- ۳۹۳، ۳۶۶/۱ ۵۲
- ۵۲۷/۲ ۵۳
- ۲۲۵/۱ ۵۴
- ۳۲۳/۱ ۵۵
- ۵۳۶/۲ ۵۶
- ۴۱۷/۱ ۵۷
- ۱۷۰/۱ ۵۸
- ۳۰۳/۱ ۵۹
- ۳۷۱/۱ ۶۰
- ۵۷۷/۲ ۶۱
- ۲۲۱/۱ ۶۲
- ۳۶۷/۱ ۶۳
- ۲۲۱/۱ ۶۴
- ۳۲۲/۱ ۶۵
- انوار البروق انواء الفروق ۶۶
- انوار البروق فی تعقب مسائل القواعد والفروق فی
الاصول ۶۷
- ۳۶۷/۱ ۶۸
- ۵۵۲/۲ ۶۹
- ۳۶۷، ۳۳۰، ۱۷۶، ۱۷۵/۱ ۷۰
- ۱۷۳/۱ ۷۱
- ۲۱۸/۱ ۷۲
- ۳۰۵/۱ ۷۳
- ۲۷۹، ۳۰۲/۱ ۷۴
- ۲۲۲/۱ ۷۵

- ۷۳۔ ایضاح المحصول من برهان الاصول ۲۲۲، ۱۹۹/۱
- ۷۴۔ ایضاح سبیل الوصول ۵۵۳/۲
- ۷۵۔ الايضاح والبيان في العمل بالظن المعتبر شرعا بالسنة
الصحيحة والقرآن ۲۸۸/۱
- ۷۶۔ البحر المحيط ۳۲۸، ۱۸۱/۱
- ۷۷۔ بدائع الفکا فی شرح اوائل المنار ۳۶۹/۱
- ۷۸۔ البدر الطالع ۴۰۳، ۴۰۲/۱
- ۷۹۔ بديع النظام ۳۳۵/۱
- ۸۰۔ البديع فی اصول الفقه ۴۰۶/۱
- ۸۱۔ بذل النظر فی الاصول ۲۲۵/۱
- ۸۲۔ البرق الامع ۴۰۴، ۳۹۴/۱
- ۸۳۔ البروق اللوامع ۴۶۶، ۴۰۱/۱
- ۸۴۔ البرهان ۲۲۴، ۱۹۴/۱
- ۸۵۔ البسيط ۲۱۹، ۲۱۸/۱
- ۸۶۔ بغية المحتاج ۴۱۱/۱
- ۸۷۔ بغية الراغب ۴۷۹، ۲۸۳/۱
- ۸۸۔ بغية المسائل فی امهات المسائل فی الاصول ۴۷۳/۱
- ۸۹۔ بلوغ النهی فی شرح منتهی السؤل والامل لابن حاجب ۴۷۹/۱
- ۹۰۔ بنیان الاصول ۴۰۳/۱
- ۹۱۔ بنیان الوصول ۳۹۲/۱
- ۹۲۔ بهجة الوصول ۴۹۸/۲
- ۹۳۔ بیان المختصر ۳۹۴، ۲۸۱/۱
- ۹۴۔ تاسیس النظر ۱۷۶، ۱۷۵/۱
- ۹۵۔ تبصرة الاسرار ۴۸۰، ۳۶۶/۱
- ۹۶۔ تبلیغ الامل فی عدم جواز التقليد بعد العمل ۵۶۰/۲
- ۹۷۔ التبیان ۴۷۹، ۳۶۷/۱

۱۔	التبيين	۳۹۶، ۲۷۷/۱
۲۔	التبصره في اصول الفقه	۱۹۱/۱
۳۔	التحاریر الملحقات والتقاریر والمتحققات	۲۰۰/۱
		۵۳۶، ۵۳۳/۲
۴۔	تحرير المنقول في اصول الفقه	۲۹۳/۱
۵۔	التحرير لما في كتاب المنهاج من المعقول والمنقول	۳۲۹/۱
		۲۷۲/۲
۶۔	التحرير لما في منهاج الاصول	۳۳۱/۱
۷۔	التحرير في اصول الفقه	۲۷۹/۱
۸۔	التحرير في شرح اصول البزدوی	۲۹۰، ۲۰۳/۱
۹۔	التحصيل	۳۱۰، ۳۹۰، ۲۶۶، ۱۷۳/۱
۱۰۔	تحصين الماخذ	۲۰۶/۱
۱۱۔	تحفة النبهاء في اختلاف الفقهاء	۳۶۳/۱
۱۲۔	تحفة الواصل في شرح الحاصل	۳۸۰، ۲۹۱/۱
۱۳۔	تحفة الوصول الى علم الاصول	۲۹۱/۱
۱۴۔	التحفة في الاصول	۱۹۳/۱
۱۵۔	التحقيق	۳۷۹، ۲۷۷/۱
۱۶۔	تحقيق الاصل في علمي الاصول والجدل	۳۸۱/۱
۱۷۔	التحقيقات	۲۰۰/۱
		۲۹۱/۲
۱۸۔	تحقيق المرادني ان النهي يقتضي الفساد	۳۹۷/۱
۱۹۔	التحقيق والبيان	۱۹۹/۱
۲۰۔	تخريج الاحاديث من اصول البزدوی	۲۰۳/۱
۲۱۔	تخريج الفروع على الاصول	۳۰۱، ۲۹۹/۱
۲۲۔	تدقيق الوصول الى تحقيق الاصول	۲۲۰/۱
۲۳۔	تذكرة العالم والطريق السالم في الاصول	۱۹۳/۱
۲۴۔	ترتيب المذهب	۱۷۳/۱

۱۲۲۔	ترتیب فروق القرافی	۳۶۵/۱
۱۲۳۔	الترجیح	۳۳۷، ۳۸۹/۱
۱۲۴۔	التسهيل	۵۵۵/۲
۱۲۵۔	تسهيل الطرقات فی الورقات	۳۹۶، ۴۰۱/۱
۱۲۶۔	تسهيل الفصول فی علم الاصول	۲۸۱/۱
۱۲۷۔	تسهيل مرقاة الوصول	۵۳۷، ۵۹۳/۲
۱۲۸۔	تشنيف المسامع	۳۶۶، ۳۲۸، ۴۰۱/۱
۱۲۹۔	التصريح بغوامض التلويح	۵۵۵/۲
۱۳۰۔	تصفح الادله فی اصول الفقه	۱۷۷/۱
۱۳۱۔	التعجير	۲۱۸/۱
۱۳۲۔	تعديل المرقاة وجلاء المرأة	۲۹۳/۱
۱۳۳۔	التعريف فی الاصلين والتصوف	۵۳۰/۲
۱۳۴۔	تعالیق علی کتاب المستصفی فی اصول الفقه	۲۷۵، ۲۱۷/۱
۱۳۵۔	تعالیق فی الاصول	۳۰۸/۱
۱۳۶۔	التعليقات علی المنتخب	۳۲۲/۱
۱۳۷۔	تعليقات علی کتاب المحصول للامام فخر الدين رازی	۳۰۲/۱
۱۳۸۔	تعليق الانوار	۳۶۷/۱
		۵۲۸/۲
۱۳۹۔	التعليق الحسامی علی الحسامی	۲۷۷/۱
۱۴۰۔	تعليق علی ابن الحاجب فی الاصول	۲۸۳/۱
۱۴۱۔	تعليقه علی اصول البزدوی	۳۲۷/۱
۱۴۲۔	تعليقه علی الحسامی	۲۷۷/۱
۱۴۳۔	تعليقه علی المنتخب فی اصول المذاهب	۳۸۵/۱
۱۴۴۔	التعليق فی اصول الفقه	۲۰۶/۱
۱۴۵۔	تعليقه علی اصول البزدوی	۲۰۳/۱
۱۴۶۔	تعليقه علی التبيين	۳۸۵/۱
۱۴۷۔	تعليقه علی المحصل	۳۸۵، ۲۶۰/۱

- ۱۴۸۔ تعلیقہ علی المحصول ----- ۳۸۵،۴۶۵/۱
- ۱۴۹۔ تعلیقہ علی شرح الارزنجانی ----- ۳۲۸،۴۰۴/۱
- ۱۵۰۔ تعلیقہ علی مختصر ابن الحاجب ----- ۳۷۸/۱
- ۵۵۵/۲
- ۱۵۱۔ تعلیقہ علی مقدمات التوضیح ----- ۵۱۵،۵۱۳/۲
- ۱۵۲۔ تعلیقہ فی اصول الفقہ ----- ۱۷۳/۱
- ۱۵۳۔ تعلیم العامی فی تشریح الحسامی ----- ۲۷۷/۱
- ۱۵۴۔ تغیر التقیح ----- ۵۲۲/۲
- ۱۵۵۔ التفسیرات الاحمدیہ ----- ۵۷۵/۲
- ۱۵۶۔ تفصیل الاجمال فی تعارض الاقوال والافعال ----- ۳۹۷/۱
- ۱۵۷۔ تفہیم الطالب مسائل اصول ابن الحاجب ----- ۳۶۸/۲
- ۱۵۸۔ تقریب الوصول الی علم الاصول ----- ۳۸۳/۱
- ۱۵۹۔ التقرب والارشاد فی ترتیب طرق الاجتہاد ----- ۴۰۱/۱
- ۱۶۰۔ التقرير ----- ۳۳۰،۴۰۳/۱
- ۱۶۱۔ تقرير الاستناد فی تفسیر الاجتہاد ----- ۵۱۷/۲
- ۱۶۲۔ تقرير الاصول فی شرح التحرير ----- ۳۳۳/۱
- ۱۶۳۔ تقرير القواعد و تحرير فوائد ----- ۳۳۴/۱
- ۱۶۴۔ تقرير علی حاشیہ الجرجانی ----- ۳۸۵/۱
- ۵۱۵/۲
- ۱۶۵۔ التقرير والتحیر ----- ۴۸۱/۱
- ۱۶۶۔ تقصی الواجب فی الرد علی ابن الحاجب ----- ۳۶۶/۱
- ۱۶۷۔ تقویم الادلة فی الاصول ----- ۱۷۶،۱۷۵/۱
- ۱۶۸۔ تقييدات علی الحاصل ----- ۳۷۵،۴۶۶/۱
- ۱۶۹۔ تقييدات فی الفقہ والاصول ----- ۵۳۵/۲
- ۱۷۰۔ تقييدات مفیدہ علی تنقيح القرافی فی الاصول ----- ۳۸۳/۱
- ۱۷۱۔ تلخیص الغرایب والارشاد فی اصول الفقہ ----- ۱۹۳/۱
- ۱۷۲۔ تلخیص المحصل ----- ۳۶۶/۱

- ۱۷۳۔ تلخیص المحصول التہذیب الاصول ----- ۲۶۸، ۲۶۷/۱
- ۱۷۴۔ التخصیص فی الفروع ----- ۱۳۰/۱
- ۱۷۵۔ التلطف فی الوصول الی التعریف فی الاصول ----- ۵۵۱/۲
- ۱۷۶۔ تلخیص العقول فی فروق النقول والاصول ----- ۲۷۲/۱
- ۱۷۷۔ تلخیص الفہوم فی تنقیح صیغ العموم ----- ۳۹۷/۱
- ۱۷۸۔ التلخیص فی الاصول ----- ۲۲۵/۱
- ۱۷۹۔ التلویح فی کشف حقائق التنقیح ----- ۳۲۶، ۳۸۷/۱
- ۱۸۰۔ التمهید ----- ۲۱۷، ۱۸۱، ۱۷۰/۱
- ۱۸۱۔ تمہید القواعد الاصولیہ ----- ۵۳۳، ۵۲۷/۲
- ۱۸۲۔ التمهید فی تخریج الفروع علی الاصول ----- ۴۱۲/۱
- ۱۸۳۔ تنبیہ الفہوم علی مدارک العلوم فی الاصول ----- ۳۷۵/۱
- ۱۸۴۔ التنبیہ علی الاسباب الموجبة اختلاف الفقہاء فی الاصول ----- ۲۲۰/۱
- ۱۸۵۔ التنبیہ علی مبادئ التوجیہ ----- ۲۲۱/۱
- ۱۸۶۔ التنقیح ----- ۳۸۶/۱
- ۱۸۷۔ تنقیح الرائع ----- ۴۲۷/۱
- ۱۸۸۔ تنقیح الفصول ----- ۳۲۲، ۲۶۶/۱
- ۱۸۹۔ تنقیح المحصول ----- ۲۶۶/۱
- ۱۹۰۔ التنقیح فی اختصار المحصول ----- ۲۷۰/۱
- ۱۹۱۔ تنویر المنار ----- ۳۶۹/۱
- ۱۹۲۔ تنويع الاصول ----- ۵۳۱/۲
- ۱۹۳۔ تہذیب الفروق والقواعد السنیہ فی الاسرار الفقہیہ ----- ۳۳۶/۱
- ۱۹۴۔ تہذیب الوصول ----- ۳۷۶/۱
- ۱۹۵۔ تہذیب طرق الوصول الی علم الاصول ----- ۲۶۸، ۳۷۵/۱
- ۱۹۶۔ التہذیب علی التہذیب -----
- ۱۹۷۔ تہیج عضون الاصول ----- ۳۶۹/۱
- ۵۶۰/۲ -----

۱۹۱۔	توسیع الاصول	۵۳۱/۲
۱۹۲۔	التوضیح	۳۹۸، ۴۸۶، ۴۷۹/۱
۲۰۱۔	توضیح الالفیہ	۴۷۳/۱
		۵۳۳، ۴۶۷/۲
۲۰۱۔	توضیح المبہم والمجهول	۳۲۹/۱
۲۰۲۔	توضیح المعقول وتحریر المنقول	۴۷۵، ۴۷۹/۱
۲۰۳۔	التوضیح علی مختصر ابن الحاجب	۴۶۶/۱
۲۰۴۔	تیسر الوصول الی جامع الاصول	۵۲۳/۲
۲۰۵۔	تیسر الوصول الی منہاج الاصول	۳۳۰/۱
۲۰۶۔	ثواقب الانظار فی اوائل المنار	۵۳۰، ۳۶۸/۱
۲۰۷۔	الثمار الیوانع	۵۱۶، ۴۰۳/۱
۲۰۸۔	جامع الاسرار	۳۹۲، ۳۶۶/۱
		۴۶۹/۲
۲۰۹۔	جامع الاصول فی اصول الفقہ	۳۶۳/۱
۲۱۰۔	جامع المنفرقات من فرائد الورقات	۴۰۰/۱
		۵۳۶، ۵۴۴/۲
۲۱۱۔	جزیل المواہب فی اختلاف المذاہب	۵۱۷/۲
۲۱۲۔	جلاء الاقتباس فی الرد علی نفاة القیاس	۲۸۸/۱
۲۱۳۔	جلاء صدر الشاب فی الاصول	۲۲۶/۱
۲۱۴۔	جماع العلم	۱۲۵/۱
۲۱۵۔	جمع الجوامع فی اصول الفقہ	۴۰۰/۱
۲۱۶۔	جمل الاصول الدلالہ علی الفروع	۱۳۹/۱
۲۱۷۔	جنة الناظر وجنة المناظر	۲۶۸/۱
۲۱۸۔	جوامع الاعراب وجوامع الاداب	۵۴۴/۲
۲۱۹۔	جوامع الاعراب وھوامع الاداب	۴۰۶/۱
۲۲۰۔	جواهر الافکار	۴۱۸، ۳۶۹/۱
۲۲۱۔	الجواهر الیوانع	۴۰۶/۱

- ۲۳۶۔ حصر المسائل وقصر الدلائل فی شرح منظومة النسفی ۲۲۵/۱
- ۲۳۷۔ حقائق الاصول ۳۹۲/۱
- ۲۳۸۔ حل العقد والعقل ۲۷۲، ۲۸۱/۱
- ۲۳۹۔ حل عقد التحصيل ۳۷۹، ۳۶۶/۱
- ۲۴۰۔ خلاصہ التحقيق فی بیان التقلید والتأقیق ۵۷۷/۲
- ۲۴۱۔ خلاصہ الحواشی ۱۳۷/۱
- ۲۴۲۔ الخلاف بین الشیخین ۱۸۰/۱
- ۲۴۳۔ الخور البدیعة فی اصول الشریعة ۵۷۶/۲
- ۲۴۴۔ دائرة الاصول ۵۱۲، ۵۲۹/۲
- ۲۴۵۔ الدرر ۱۷۳/۱
- ۲۴۶۔ الدر الفرید فی بیان حکم التقلید ۵۶۰/۲
- ۲۴۷۔ الدرر اللوامع ۳۰۶/۱
- ۲۴۸۔ دلائل الاحکام ۲۲۷، ۱۳۹/۱
- ۲۴۹۔ الذخر الحریر ۵۷۰، ۲۸۱/۲
- ۲۵۰۔ الذخیرہ فی اصول الفقہ ۱۳۵، ۱۳۲/۱
- ۲۵۱۔ الذخیرہ فی الاصول ۱۸۱/۱
- ۲۵۲۔ الذرائع فی علم الشرائع ۲۳۱/۱
- ۲۵۳۔ رد الجدل ۲۵۹، ۲۵۷/۱
- ۲۵۴۔ الرد علی ابن داؤد فی ابطال القیاس ۱۳۳/۱
- ۲۵۵۔ الرد علی اهل القیاس ۱۵۳/۱
- ۲۵۶۔ رد علی کتاب المعالم ۳۰۲، ۲۶۰/۱
- ۲۵۷۔ الرد ودو النقود ۵۲۳/۲
- ۲۵۸۔ رسالہ الی ابی محمد الجوزینی ۱۸۷/۱
- ۲۵۹۔ رسالہ فی امثله المتعارض فی اصول الفقہ ۳۰۸/۱
- ۲۶۰۔ رسالہ فی اصول الفقہ ۳۷۷، ۱۷۳/۱
- ۲۶۱۔ رسالہ فی الحکم بالصحة والنکاح بالموجب ۲۷۲/۱

- ۲۷۲۔ رسالۃ فی تحقیق المناسبة والملائمة والتاثير ----- ۵۲۲/۲
- ۲۷۳۔ رسالۃ فی جواز التلفيق فی التقليد ----- ۵۵۳/۲
- ۲۷۴۔ رفع الاشكال عما فی المختصر عن الاشكال ----- ۳۳۳، ۲۸۳/۱
- ۲۷۵۔ رفع الحاجب عن المختصر ابن الحاجب ----- ۳۹۹، ۳۹۵، ۲۸۱/۱
- ۲۷۶۔ رفع الكلفة عن الاخوان فی ذكر ما قدم فيه القياس على الاستحسان ----- ۳۹۶/۱
- ۲۷۷۔ رفع المظالم من كتاب المعالم ----- ۳۶۶، ۲۶۰/۱
- ۲۷۸۔ رفع الملام عن ائمة الاعلام ----- ۳۷۷/۱
- ۲۷۹۔ الرفيع فی شرح البديع ----- ۳۸۰/۱
- ۲۸۰۔ رسالۃ فی اصول الفقه ----- ۳۰۳/۱
- ۲۸۱۔ رموز الاحكام الشريعة من الخمسة التكليفية والوضعية ۵۷۶/۲
- ۲۸۲۔ الروض الحافل ----- ۵۵۶/۲
- ۲۸۳۔ الرشاد فی شرح الارشاد من الاصول ----- ۵۷۶/۲
- ۲۸۴۔ زبدة الاحكام ----- ۴۱۶/۱
- ۲۸۵۔ زبدة الاسرار ----- ۳۶۹، ۳۶۸/۱
- ۲۸۶۔ زبدة الافكار ----- ۵۳۲، ۵۲۹/۲
- ۲۸۷۔ زبدة الافكار ----- ۳۷۰، ۳۶۹/۱
- ۲۸۸۔ زبدة الفصول فی علم الاصول ----- ۴۹۹/۲
- ۲۸۹۔ الزبدة فی الاصول ----- ۵۳۶/۲
- ۲۹۰۔ الزهور البهية فی شرح الرسالة الاصول الفقهية ----- ۵۷۷/۲
- ۲۹۱۔ زوال المانع ----- ۳۰۲/۱
- ۲۹۲۔ زيادات المعتمد ----- ۴۷۶/۲
- ۲۹۳۔ زين المنار ----- ۳۶۷/۱
- ۲۹۴۔ ----- ۳۷۷/۲

۲۹۳۔	سد الذرائع	۲۲۱/۱
۲۹۴۔	سد الذریعہ فی تفصیل الشریعہ	۳۱۷/۱
۲۹۵۔	سراج العقول الی منہاج الاصول	۳۳۰/۱
۲۹۶۔	سر النظر فی علمی الاصول والجدل	۲۰۶/۱
۲۹۷۔	السراج الوہاج	۳۸۵، ۳۲۹، ۳۲۸، ۲۳۳/۱
۲۹۸۔	سعدیۃ فی اصول الفقہ	۳۹۳/۱
۲۹۹۔	سفینۃ النجاة فی الاصول	۵۷۳/۲
۳۰۰۔	سلاسل الذهب فی الاصول	۳۲۶/۱
۳۰۱۔	سلم الوصول الی نہایۃ السؤل	۳۲۸/۱
۳۰۲۔	سمت الوصول الی علم الاصول	۳۶۹/۱
		۵۳۵/۲
۳۰۳۔	ماخذ الاصول	۱۳۴/۱
۳۰۴۔	ماخذ الشرائع فی اصول الفقہ	۱۳۹/۱
۳۰۵۔	ماخذ فی الخلافیات	۲۰۶/۱
۳۰۶۔	مبادئ الوصول الی علم الاصول	۳۷۵/۱
۳۰۷۔	التبع فی شرح اللمع	۲۶۹، ۱۹۰/۱
۳۰۸۔	مجتبى فی الاصول	۳۰۳/۱
۳۰۹۔	المجرد فی الاصول	۲۲۱/۱
۳۱۰۔	مجموع النقول لفک الفاظ نبذۃ الاصول	۵۲۰/۲
۳۱۱۔	مجموعات فی المذهب والاصول	۲۲۱/۱
۳۱۲۔	مجموعة فی اصول الفقہ	۲۲۱/۱
۳۱۳۔	مجنى الفتح	۳۰۵/۱
۳۱۴۔	المحجج فی الاصول	۲۲۶/۱
۳۱۵۔	المحصل فی اصول الفقہ	۲۵۹، ۲۵۷/۱
۳۱۶۔	المحصول فی علم اصول الفقہ	۲۶۸، ۲۶۵، ۲۶۴، ۲۶۳، ۲۵۷/۱
۳۱۷۔	المحصول فی اصول الفقہ	۲۲۴/۱
۳۱۸۔	المحصل للرازی	۳۰۴/۱

- ۳۱۹۔ المحقق من علم الاصول فيما يتعلق بافعال الرسول - ۳۰۳/۱
- ۳۲۰۔ مختصر البرهان ۴۶۳/۱
- ۳۲۱۔ مختصر الروضة ۳۷۳/۱
- ۳۲۲۔ مختصر الكبير ۲۷۳/۱
- ۳۲۳۔ مختصر الكفاية ۱۸۷/۱
- ۳۲۴۔ مختصر المذلل والانصاف ۵۲۱/۲
- ۳۲۵۔ مختصر العدة ۱۸۷/۱
- ۳۲۶۔ مختصر المحصل ۲۶۰، ۳۷۳/۱
- ۳۲۷۔ مختصر المصنوع ۲۱۰، ۳۰۴، ۲۶۸/۱
- ۳۲۸۔ مختصر المستصفی ۲۸۷، ۲۳۲، ۲۳۱، ۲۲۹، ۲۱۷/۱
- ۳۲۹۔ مختصر المنتهى ۲۸۰/۱
- ۳۳۰۔ مختصر المناهج ۳۳۱/۱
- ۳۳۱۔ مختصر تقویم الاذلة ۲۱۷/۱
- ۳۳۲۔ مختصر تلخیص المفتاح ۵۵۹/۲
- ۳۳۳۔ مختصر تنقیح القرائی ۳۳۶/۱
- ۳۳۴۔ مختصر روضة الموائق فی الاصول علی طريقة ابن الحاجب ۲۷۰/۱
- ۳۳۵۔ مختصر فروق القرائی ۳۲۶/۱
- ۳۳۶۔ مختصر فی اصول الفقه ۲۱۹/۱
- ۳۳۷۔ مختصر فی الاصول ۳۰۷/۱
- ۳۳۸۔ مختصر فی اصول الفقه ۳۰۷، ۲۰۳/۱
- ۳۳۹۔ المختصر فی اصول مذهب الشافعی ۱۹۱/۱
- ۳۴۰۔ مختصر فی الحدود ۲۰۴/۱
- ۳۴۱۔ مختصر قواعد الاصول وعقائد الفصول ۳۸۱/۱
- ۳۴۲۔ مختصر تمییز الاسوی فی الاصول ۲۲۷/۱
- ۳۴۳۔ مختصر منتهی السؤل والامل ۲۷۸/۱
- ۳۴۴۔ المختلف فی الاصول ۱۷۳/۱

- ۳۳۵۔ مدارک الاصول ----- ۳۳۰/۱
- ۵۱۸/۲
- ۳۳۶۔ مدارک الحقائق فی اصول الفقہ ----- ۳۳۶/۱
- ۳۳۷۔ مدارک الفحول ----- ۵۲۱/۲
- ۳۳۸۔ مدار الفحول فی شرح منار الاصول ----- ۳۶۸/۱
- ۳۳۹۔ المدخل فی الاصول ----- ۲۲۱/۱
- ۳۵۰۔ مراتب الاجماع ----- ۱۸۶/۱
- ۳۵۱۔ مرآة الاصول ----- ۳۹۳/۱
- ۳۵۲۔ مرتقى الوصول ----- ۳۷۳/۱
- ۳۵۳۔ مرصاد الافہام الی مبادئ الاحکام ----- ۲۸۰/۱
- ۳۵۴۔ مرقاة الوصولی الی علم الاصول ----- ۳۹۳/۱
- ۵۳۶/۲
- ۳۵۵۔ مزیل الغواشی ----- ۱۳۷/۱
- ۳۵۶۔ مسالک الوصول فی مدارک الاصول ----- ۵۵۱/۲
- ۳۵۷۔ مسائل اصول الفقہ ----- ۱۸۶، ۲۳۰/۱
- ۳۵۸۔ مسائل الخلاف ----- ۲۲۰/۱
- ۳۵۹۔ المستصفی ----- ۲۳۱، ۲۳۰، ۲۱۳، ۲۱۰، ۲۰۶/۱
- ۳۶۰۔ مستصفی المستصفی ----- ۲۱۷/۱
- ۳۶۱۔ المستغنی فی شرح المغنی ----- ۳۰۵/۱
- ۳۶۲۔ مستقصى الوصول الی مستصفی الاصول ----- ۳۲۱/۱
- ۳۶۳۔ مسلم الثبوت ----- ۵۷۲/۲
- ۳۶۴۔ مسلم الوصول الی نہایة السؤل ----- ۳۱۱/۱
- ۳۶۵۔ المسوده ----- ۲۸۹، ۳۷۷/۱
- ۳۶۶۔ مشکاة الانوار ----- ۳۶۸/۱
- ۳۶۷۔ مشکاة القول السدید فی تحقیق معنی الاجتهاد ----- ۵۳۳/۲
- والتقلید
- ۳۶۸۔ المصادر فی الاصول ----- ۳۸۰/۱

۳۶۹۔	المطلب فی شرح المنہاج	۳۳۰/۱
۳۷۰۔	مطیۃ النقل و عطیۃ العقل	۲۷۱/۱
۳۷۱۔	معارج الاصول	۳۰۷/۱
۳۷۲۔	المعارج المرتقیات	۵۵۸/۲
۳۷۳۔	معارج الوصول فی ان الاصول والفروع قد بینھا الرسول	۳۷۷/۱
۳۷۴۔	معالم الدین و ملاذ المجتہدین	۵۳۳/۲
۳۷۵۔	المعالم فی اصول الفقہ	۲۵۹، ۲۵۷/۱
۳۷۶۔	المعایات فی الاصول	۲۰۴/۱
۳۷۷۔	المعدن	۱۳۷/۱
۳۷۸۔	المعدن فی اصول الفقہ	۳۹۳/۱
۳۷۹۔	معراج الوصول	۳۷۳/۱
۳۸۰۔	معراج الوصول فی شرح منہاج الاصول	۳۳۸، ۳۳۷/۱
۳۸۱۔	المعتبر فی اختصار المعتبر	۳۷۹/۱
۳۸۲۔	المعتبر فی تخریج احادیث المنہاج	۳۳۱/۱
۳۸۳۔	المعتمد	۱۷۶، ۱۷۲/۱
۳۸۴۔	المعونه فی الجدل	۱۹۲/۱
۳۸۵۔	معیار العقول فی علم الاصول	۲۷۳/۱
۳۸۶۔	المغنی	۱۷۳/۱
۳۸۷۔	المغنی شرح اخر علی منہاج	۳۳۰/۱
۳۸۸۔	المغنی فی الاصول	۳۰۴/۱
۳۸۹۔	مفتاح الحصول	۵۷۰/۲
۳۹۰۔	مفتاح الحصول علی مرآۃ الاصول	۲۹۴/۱
۳۹۱۔	مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول	۳۰۷/۱
۳۹۲۔	المفتاح فی الاصول	۲۰۲/۱
۳۹۳۔	المفسر فی الاصول	۵۷۵/۲

۳۹۳۔	مفصل الخلاف اصول القیاس	۲۰۶/۱
۳۹۵۔	المقالات فی الاصول	۱۳۲، ۱۵۳/۱
۳۹۶۔	المقتبس المختار	۳۶۹/۱
۳۹۷۔	المقتبس المختار من نور الانوار	۳۶۷/۱
۳۹۸۔	المقتضب الاشفى فی اختصار المستصفی	۲۱۶/۱
۳۹۹۔	مقدمه المطرازی فی الاصول	۳۶۳/۱
۴۰۰۔	مقدمه فی الاصول	۲۷۵/۱
۴۰۱۔	مقدمه فی اصول الفقہ	۳۸۲/۱
۴۰۲۔	المقدمه فی اصول الفقہ	۳۰۸/۱
۴۰۳۔	المقنع فی اصول الفقہ	۲۷۲، ۱۷۰/۱
۴۰۴۔	منار الانوار فی اصول الفقہ	۳۶۶/۱
۴۰۵۔	منہاج الشریعہ	۳۶۷/۱
۴۰۶۔	منہاج العقول	۳۳۱/۱
۴۰۷۔	منہاج الوصول الی مبادئ الاحکام	۳۲۶/۱
۴۰۸۔	منہاج فی الاصول والقروع	۳۰۳/۱
۴۰۹۔	منہاج الوصول الی علم الاصول	۳۲۶/۱
۴۱۰۔	المنبر الزاهر من الفیض الباهر من شرح المغنی	۳۰۵/۱
	الخبازی	
۴۱۱۔	منہج الوصول فی علم الاصول	۲۷۳/۱
۴۱۲۔	المنتخب	۲۶۵، ۲۶۱، ۲۵۷/۱
۴۱۳۔	المنتخب الحسامی	۲۷۶/۱
۴۱۴۔	المنتخب المحصول	۲۶۱، ۲۸۵/۱
۴۱۵۔	المنتخب فی شرح المنتخب	۳۳۷/۱
۴۱۶۔	منتخل فی علم الجدل	۲۰۶/۱
۴۱۷۔	منتہی	۳۰۵، ۲۷۳/۱
۴۱۸۔	منتہی السؤل والامل فی علم الاصول والجدل	۲۷۸/۱
۴۱۹۔	منتہی السؤل فی شرح الفصول	۱۸۸/۱

- ۳۲۰۔ منتهی السؤل فی علم الاصول ----- ۲۷۲، ۲۷۵/۱
- ۳۲۱۔ منتهی الوصول الی علمی الکلام والاصول ----- ۳۷۶/۱
- ۳۲۲۔ المنتهی علی المغنی فی اصول الفقہ ----- ۲۱۸/۱
- ۳۲۳۔ منظومة فی اصول الفقہ ----- ۵۱۶/۲
- ۳۲۴۔ المنتهی فی شرح المغنی ----- ۳۹۹/۱
- ۳۲۵۔ المنحول ----- ۲۱۶، ۲۱۲، ۲۰۹، ۲۰۸، ۲۰۷، ۲۰۶/۱
- ۳۲۶۔ منع الموانع ----- ۲۰۰/۱
- ۳۲۷۔ منح ذی اللب ----- ۲۳۶/۲
- ۳۲۸۔ منهاج الشریعہ ----- ۳۷۷/۱
- ۳۲۹۔ منهاج الوصول ----- ۲۶۵/۱
- ۳۳۰۔ منهاج الوصول الی علم الاصول ----- ۲۳۳/۱
- ۳۳۱۔ منهاج الوصول الی شرح معیار العقول ----- ۳۷۴/۱
- ۳۳۲۔ المنہاج فی الاصول ----- ۲۲۳/۱
- ۳۳۳۔ المنیر الزاهر من فیض الباہر ----- ۲۱۶/۱
- ۳۳۴۔ منیة اللیب فی شرح التهذیب ----- ۳۷۸/۲، ۳۶۸/۱
- ۳۳۵۔ الموافقات ----- ۳۲۱/۱
- ۳۳۶۔ مہر الافہام الی مبادئ الاحکام ----- ۳۲۶/۱
- ۳۳۷۔ مہیج الوصول فی علم الاصول کبری ----- ۳۷۳/۱
- ۳۳۸۔ میزان الاصول فی نتائج العقول ----- ۲۲۵/۱
- ۳۳۹۔ النامی شرح الحسامی ----- ۲۷۷/۱
- ۳۴۰۔ النبذة الالفیہ فی اصول الفقہیہ ----- ۳۷۳، ۱۳۹/۱
- ۳۴۱۔ النبذہ فی اصول الفقہ الظاہری ----- ۱۸۶/۱
- ۳۴۲۔ النبراس علی الرد علی منکر القیاس ----- ۲۲۸/۱
- ۳۴۳۔ نتائج الافکار ----- ۵۲۸/۱
- ۳۴۴۔ نتائج النظر ----- ۵۵۳/۲
- ۳۴۵۔ نجاح الوصول فی علم الاصول ----- ۵۲۹/۲

۲۸۶/۱	نجاح الطالب	۳۳۶
۵۷۰/۲		
۲۸۳/۱	النجم الثاقب	۳۳۷
۳۷۷/۲		
۲۷۰/۱	نزهة الخاطر العاطر	۳۳۸
۳۳۳/۱	نزهة الناظر في الجمع بين الاشياء والنظائر	۳۳۹
۳۶۸/۱	نسمات الاسحار	۳۵۰
۳۷۵/۱	نصح المقالة في شرح الرسالة	۳۵۱
۴۰۲، ۳۸۰/۱	النجم الاعم	۳۵۲
۵۱۴، ۳۷۰/۲		
۳۶۶، ۳۳۳، ۳۳۱/۱	النجم الرواج	۳۵۳
۵۲۰، ۴۰۲/۱	النجوم الطوالع	۳۵۴
۳۳۳، ۲۶۵، ۱۸۱/۱	نفائس الاصول	۳۵۵
۵۵۸/۲	نقد الاصول الفقهية	۳۵۶
۵۳۳/۲	نقد الدرر	۳۵۷
۱۳۴/۱	نقض اجتهاد الراي على ابن الرواندي	۳۵۸
۱۳۴/۱	نقض رسالة الشافعي	۳۵۹
۴۲۰، ۲۷۹/۱	النقودو الردود	۳۶۰
۴۲۰، ۲۷۹/۱	النقودو الردود	۳۶۱
۳۷۶/۱	النكت البديعة في تحرير الذريعة للسيد المرتضى في	۳۶۲
	اصول الفقه	
۲۳۳/۱	نكت الفصول في بيان الاصول	۳۶۳
۳۳۱/۱	نكت المنهاج	۳۶۴
۴۶۶/۲		
۳۳۱/۱	النكت على اللوامع على المتخصص	۳۶۵
۵۱۷/۲	النكت اللوامع	۳۶۶

۳۶۷۔	النکت اللوامع علی المختصر والمنهاج وجمع	
	الجوامع	۲۸۲/۱
۳۶۸۔	النهاية	۱۷۲/۱
۳۶۹۔	النهاية البهائية في المباحث القياسية	۲۶۲، ۲۵۸/۱
۳۷۰۔	نهاية السؤل	۲۱۸، ۳۷۳، ۳۲۸، ۲۶۶/۱
		۲۷۶/۲
۳۷۱۔	نهاية المحتاج الى شرح المنهاج	۳۳۰/۱
		۵۳۲/۲
۳۷۲۔	نهاية الوصول	۲۹۳، ۳۷۲، ۳۷۶، ۳۳۵، ۲۶۵/۱
		۲۹۸/۲
۳۷۳۔	نهاية الوصول في دراية الاصول	۲۶۵/۱
۳۷۴۔	نهج السبيل في الاصول	۱۵۲/۱
۳۷۵۔	نهج الوصول في علم الاصول	۳۳۳/۱
۳۷۶۔	نهج الوصول الى علم الاصول	۳۷۶، ۳۰۶/۱
۳۷۷۔	النوبغ واللوامع (منظوم)	۲۲۵/۱
۳۷۸۔	نور الانوار	۳۶۸/۱
		۵۷۵/۲
۳۷۹۔	نور الحجة في ايضاح المحجة	۲۲۷/۱
۳۸۰۔	نور الحجة وايضاح المحجة	۲۲۵/۱
۳۸۱۔	نيل المنى	۲۷۳/۱
۳۸۲۔	الواضع في اصول الفقه	۲۱۷/۱
۳۸۳۔	الوافي	۳۷۱/۱
۳۸۴۔	الوجيز	۲۰۸/۱
		۲۹۹/۲
۳۸۵۔	الورقات	۱۹۴/۱
۳۸۶۔	وسائل الوصول الى مسائل الاصول	۲۲۱/۱
۳۸۷۔	الوسيط	۲۱۹، ۲۱۸/۱

۳۸۸۔	وصول الروائع	۳۹۵/۲
۳۸۹۔	الوصول الى علم الاصول	۳۰۲، ۲۱۹، ۲۱۸/۱
		۳۹۰/۲
۳۹۰۔	الوصول الى مسائل الاصول	۱۹۰/۱
۳۹۱۔	هاذى الطريقين فى الاصول	۲۷۰/۱
۳۹۲۔	التهج فى مختصر المنهج من الاصول	۵۳۰/۲
۳۹۳۔	هداية العقول	۵۳۹/۲
۳۹۴۔	جمع الهوامع	۲۰۳/۱
		۵۳۳، ۵۱۸/۲
۳۹۵۔	ينابيع الاصول	۱۸۷/۱
۳۹۶۔	الينابيع فى اصول الفقه	۱۶۹/۱
۳۹۷۔	الينابيع فى معرفة الاصول	۲۶۹/۱
۳۹۸۔	الينابيع فى معرفة الاصول والتفاريح	۳۹۹/۱
۳۹۹۔	الشافى	۳۹۹، ۳۸۲، ۲۰۲، ۲۰۳/۱
۵۰۰۔	الشامل	۳۹۶، ۲۰۳، ۱۹۴/۱
۵۰۱۔	شرح اصول البزدوى	۲۸۳، ۲۷۷، ۲۶۵، ۲۲۰، ۲۸۵/۱
		۵۱۹، ۲۹۳، ۲۹۲/۲
۵۰۲۔	شرح الاحكام	۳۷۳/۱
۵۰۳۔	شرح الارشاد	۵۱۵/۲
۵۰۴۔	شرح الاشارة للباچى	۲۱۹، ۳۶۵/۱
		۲۸۲/۲
۵۰۵۔	شرح البدخشى	۲۱۲/۱
۵۰۶۔	شرح البديع	۳۹۴، ۳۸۲/۱
۵۰۷۔	شرح التحرير	۳۹۱/۱
۵۰۸۔	شرح التحصيل	۳۷۴، ۲۶۶/۱
۵۰۹۔	شرح الحسامى	۲۷۷/۱
		۲۹۲، ۲۶۵/۲

- ۵۱۰۔ شرح الرجز ----- ۳۶۶/۱
- ۵۱۱۔ شرح الرساله ----- ۱۳۵، ۱۸۲، ۱۳۶، ۱۳۹/۱
- ۵۲۰/۲
- ۵۱۲۔ شرح العمده ----- ۱۷۹، ۱۷۷، ۱۷۲/۱
- ۵۱۳۔ شرح الغرور والدرر ----- ۵۲۵/۲
- ۵۱۴۔ شرح الفصول اللولوبه ----- ۵۲۷/۲
- ۵۱۵۔ شرح الفصول فی علم الاصول ----- ۵۵۳، ۵۲۸/۲
- ۵۱۶۔ شرح الفیه ----- ۳۶۶/۱
- ۵۱۷۔ شرح الکوکب الساطع ----- ۵۱۷/۲
- ۵۱۸۔ شرح الکوکب المنیر ----- ۱۸۱/۱
- ۵۲۹، ۲۸۱/۲
- ۵۱۹۔ شرح اللمع ----- ۲۷۱، ۲۷۰، ۲۵۷، ۲۲۲، ۱۹۰/۱
- ۵۱۸/۲
- ۵۲۰۔ شرح المجمع المنبع ----- ۳۹۸/۱
- ۵۲۱۔ شرح المحصول ----- ۳۳۲، ۳۲۲، ۲۸۸، ۲۶۵/۱
- ۵۲۲۔ شرح المستصفی ----- ۳۳۸، ۳۰۷، ۲۱۶/۱
- ۵۲۳۔ شرح المعالم ----- ۳۹۵، ۲۷۵/۱
- ۵۲۴۔ شرح المغنی ----- ۲۱۶، ۳۸۵، ۳۶۳/۱
- ۲۶۵/۲
- ۵۲۵۔ شرح المنار للنسفی ----- ۲۱۷، ۲۱۶، ۲۷۳
- ۴۶۳، ۵۲۶، ۵۲۲، ۵۳۰/۲
- ۵۲۹، ۵۵۲
- ۵۲۶۔ شرح المنتخب ----- ۳۷۴، ۳۶۲، ۳۲۶/۱
- ۵۲۷۔ شرح المنهاج ----- ۳۷۹، ۳۷۴، ۳۶۵، ۳۲۷/۱
- ۳۹۷، ۳۹۴، ۳۹۲، ۳۸۴، ۳۸۳
- ۳۳۶، ۳۶۵، ۳۳۶

۲/۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶	-----	
۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶	-----	
۲۸۸، ۲۸۹	-----	
۱/۳۷۱	-----	۵۴۷۔ شرح مختصر لا بن الحاجب فی الاصول
۲/۵۴۷	-----	۵۴۸۔ شرح مرقاة الاصول
۱/۱۹۰	-----	۵۴۹۔ شرح مشکل اللمع
۲/۵۴۸	-----	۵۵۰۔ شرح معالم الاصول
۱/۳۶۳	-----	۵۵۱۔ شرح مقدمہ المطرازی فی الاصول
۱/۳۶۳، ۳۸۵، ۳۹۲، ۴۰۸	-----	۵۵۲۔ شرح منتهی السؤل والامل
۳۱۶	-----	
۲/۲۶۹، ۳۷۰، ۳۹۵، ۳۹۶، ۴۷۵	-----	
۳۵۴، ۵۴۰	-----	
۱/۳۷۱	-----	۵۵۳۔ شرح منہاج الوصول
۱/۳۹۵	-----	۵۵۴۔ شرح نبذہ الفیہ
۱/۲۰۱	-----	۵۵۵۔ شرح نظم الورقات
۱/۲۹۱	-----	۵۵۶۔ شرح نہایۃ السؤل
۱/۲۰۶	-----	۵۵۷۔ شفاء الغلیل
۱/۳۷۸	-----	۵۵۸۔ الصفحۃ الرسمیۃ والمخۃ الجسیمۃ
۱/۳۰۳، ۵۶۱	-----	۵۵۹۔ الصفوۃ فی الاصول
۱/۲۲۵	-----	۵۶۰۔ صقیل الالباب
۱/۲۲۹، ۲۱۷	-----	۵۶۱۔ الضروری فی اصول الفقہ
۱/۲۸۳، ۴۰۳	-----	۵۶۲۔ الضیاء اللامع
۱/۲۵۹، ۲۵۷	-----	۵۶۳۔ الطریقۃ العلانیۃ فی الخلاف
۱/۲۵۹، ۲۵۷	-----	۵۶۴۔ الطریقۃ فی الجدل
۱/۳۰۶	-----	۵۶۵۔ عدۃ الاصول
۱/۳۰۶، ۱۸۷	-----	۵۶۶۔ العدۃ فی الاصول
۱/۳۰۸	-----	۵۶۷۔ العدۃ للشدۃ فی الاصول

- ۵۶۸۔ عشرة الاف نکتہ فی الجدل ----- ۲۵۹، ۲۷۵/۱
- ۵۶۹۔ العشرة الكاملہ فی عشرة مسائل من اصول الفقہ --- ۵۷۳/۲
- ۵۷۰۔ العقد الجامع ----- ۳۰۶/۱
- ۵۷۱۔ العقد الفريد ببيان الراجح من الخلاف فی التقليد --- ۵۵۲/۲
- ۵۷۲۔ القد الكامل الناطم والجامع ----- ۵۷۳/۲
- ۵۷۳۔ العقد المنضد ----- ۲۷۷/۱
- ۵۱۵/۲
- ۵۷۴۔ العقد المنظوم فی الخصوص والعموم ----- ۳۲۲/۱
- ۵۷۵۔ العقد والحل فی شرح المختصر السؤل والامل --- ۳۷۲/۱
- ۵۷۶۔ العقول فی معرفة الاصول ----- ۱۳۰/۱
- ۵۷۷۔ العمدة ----- ۱۸۱، ۱۸۰، ۱۷۱/۱
- ۵۷۸۔ العمدة الجلیہ فی الاصول الفقہیہ ----- ۵۲۱/۲
- ۵۷۹۔ عمدة الحواشی ----- ۱۳۷/۱
- ۵۸۰۔ العمدة فی اصول الفقہ ----- ۱۹۳/۱
- ۵۸۱۔ العموم ورفعه ----- ۳۲۲/۱
- ۵۸۲۔ عنوان الوصول فی الاصول ----- ۳۶۳/۱
- ۵۸۳۔ وعنية النزوع الى علم الاصول والفروع ----- ۲۶۹/۱
- ۵۸۴۔ غایات الانظار ونهايات الانظار ----- ۲۷۴/۱
- ۵۸۵۔ غاية التحقيق ----- ۳۷۹، ۲۷۷/۱
- ۵۶۰/۲
- ۳۷۲/۱
- ۵۸۶۔ غاية السؤل ----- ۵۳۹/۲
- ۲۶۹، ۱۹۰/۱
- ۵۸۷۔ غاية الطلب والمامل ----- ۲۰۰/۱
- ۵۸۸۔ غاية المامل ----- ۵۵۲، ۵۳۶/۲
- ۲۶۶/۱
- ۵۸۹۔ غاية الوصول ----- ۵۲۰/۲
-

۵۹۰۔	غایۃ الوصول	۴۰۵/۱
۵۹۱۔	غایۃ الوصول وایضاح السبل	۳۷۶/۱
۵۹۲۔	غرر الادلہ فی اصول الفقہ	۱۷۹، ۱۷۷/۱
۵۹۳۔	غرر البیان فی الاصول	۲۲۱/۱
۵۹۴۔	غصون الاصول	۳۶۹/۱
		۵۶۰/۲
۵۹۵۔	غمرات الملیح	۳۹۱/۱
		۵۳۰/۲
۵۹۶۔	غنیۃ النزوع الی علمی الاصول والفروع	۳۰۶، ۲۲۸/۱
۵۹۷۔	الغنیۃ فی الاصول	۲۰۲/۱
۵۹۸۔	الغیث الہامع	۴۰۲/۱
		۴۷۲/۲
۵۹۹۔	فائقہ الاصول فی ضبط معانی جوہرۃ الاصول	۴۷۳/۱
۶۰۰۔	فتح المجنی شرح المغنی	۳۹۸، ۳۰۵/۱
۶۰۱۔	فتح الاسرار	۳۰۵/۱
۶۰۲۔	فتح التجلی علی المهاج والمحلّی	۳۳۰/۱
		۵۵۲/۲
۶۰۳۔	فتح الرحمٰن علی متن لفظۃ العجلان	۴۲۸/۱
		۵۲۰/۲
۶۰۴۔	فتح الغفار بشرح المنار	۳۶۸/۱
		۵۲۷/۲
۶۰۵۔	الفصل فی اصول الفقہ	۱۷۳/۱
۶۰۶۔	فصول الاحکام لاصول الاحکام	۲۸۸/۱
۶۰۷۔	فصول البدائع اصول الشرائع	۴۷۳/۱
۶۰۸۔	الفصول البدیعہ	۴۰۵/۱
۶۰۹۔	فصول الحواشی لاصول الشاشی	۱۳۷/۱
۶۱۰۔	الفصول الستۃ فی الاصول	۴۷۱/۱

۲۸۸/۱	فصول العمادی	۶۱۱۔
۱۳۷/۱	فصول الغواشی	۶۱۲۔
۵۱۹/۲		
۵۱۸/۲	الفصول اللؤلؤیہ فی اصول فقہ العترہ النبویہ	۶۱۳۔
۵۵۵/۲	الفصول المہمۃ فی اصول الائمہ	۶۱۴۔
۲۲۲/۱	الفصول فی اعتقاد ائمۃ الفحول	۶۱۵۔
۳۲۶، ۱۸۹، ۱۵۱، ۱۳۷/۱	الفصول فی الاصول	۶۱۶۔
۳۶۸/۲		
۲۷۳، ۲۷۰/۱	الفصول فی علم الاصول	۶۱۷۔
۲۷۳/۱	الفصول فی معانی جوہرۃ الاصول	۶۱۸۔
۲۰۲/۱	الفصول فی معرفۃ الاصول	۶۱۹۔
۱۳۳/۱	الفقیہ فی الاصول	۶۲۰۔
۵۷۳/۲	فواتح الرحموت	۶۲۱۔
۵۵۶/۲	فوائد الاصول	۶۲۲۔
۲۷۰/۱	الفوائد الشمسیہ للمنار	۶۲۳۔
۲۰۹/۱	الفوائد فی شرح الزوائد	۶۲۴۔
۲۶۷/۲		
۱۳۹/۱	الفیہ فی اصول الفقہ	۶۲۵۔
۲۷۷/۱	قاعدۃ فی اصول الفقہ	۶۲۶۔
۲۷۳/۱	قاعدۃ فی الاصول	۶۲۷۔
۳۹۸، ۳۶۹/۱	قدس الاسرار فی اختصار المنار	۶۲۸۔
۲۰۰/۱	قرۃ العین	۶۲۹۔
۲۷۰/۱	قرۃ العین الطالب فی نظم المنار	۶۳۰۔
۵۵۵/۲		
۵۲۱/۲	القسطاس المقبول	۶۳۱۔
۳۳۰/۱	قطعہ علی شرح المنہاج	۶۳۲۔
۳۶۸/۱	قطعۃ عن شرح المنار	۶۳۳۔

۲۳۳۔	قمر الاقمار	۳۶۸/۱
۲۳۵۔	قنطرة الوصول الى تحقيق جوهره الاصول	۳۹۳/۱
۲۳۶۔	قنطرة الوصول الى علم الاصول	۵۳۹/۲
۲۳۷۔	القواطع في اصول الفقه	۲۰۵/۱
۲۳۸۔	قواعد الادله وشواهد الاحبه	۲۱۸/۱
۲۳۹۔	قواعد الشرع وضوابط الاصل والفرع على الوجيز	۳۰۶/۱
۲۴۰۔	القواعد الكبرى	۲۳۵/۱
۲۴۱۔	القواعد المشتمله على ا شباه النظائر	۲۰۰/۱
۲۴۲۔	قوانين الفقهيه	۲۸۳/۱
۲۴۳۔	القول السديد في بعض مسائل احكام الاجتهاد والتقليد	۵۳۹/۲
۲۴۴۔	الكاشف الذهني في شرح المغني	۳۰۵/۱
۲۴۵۔	كاشف الرموز مظهر الكنوز	۳۶۵، ۲۸۳/۱
۲۴۶۔	الكاشف الممدني في شرح المغني	۳۹۳/۱
۲۴۷۔	الكاشف عن المحصول	۲۶۵/۱
۲۴۸۔	الكاشف لذوى العقول عن وجوه معاني الكافل	۵۳۷/۲
۲۴۹۔	الكافي	۳۰۸/۱
۲۵۰۔	الكافي الطالب	۲۸۳/۱
۲۵۱۔	كافي المحتاج	۳۶۵، ۳۲۹/۱
۲۵۲۔	الكافي في شرح اصول البزدوى	۲۷۱/۱
۲۵۳۔	الكامل بينل السؤل في علم الاصول	۵۲۵/۲
۲۵۴۔	كتاب الاجتهاد	۱۳۴/۱
۲۵۵۔	كتاب الاجماع	۱۳۸، ۱۳۳، ۱۳۱/۱
۲۵۶۔	كتاب الاشارة	۱۸۹/۱
۲۵۷۔	كتاب الاشباه والنظائر	۲۷۳/۱
۲۵۸۔	كتاب الاشراف في اصول الفقه	۱۳۶/۱
۲۵۹۔	كتاب الاصول	۱۵۲، ۲۶۸، ۱۳۷، ۱۳۲، ۱۲۷/۱
۲۹۰۔		

- ۶۶۰۔ کتاب الاعتبار فی ابطال القیاس ۱۳۶/۱
- ۶۶۱۔ کتاب الامثال فی الاصول ۲۲۷/۱
- ۶۶۲۔ کتاب الامر والنہی علی مذهب الشافعی ۱۳۱/۱
- ۶۶۳۔ کتاب البرهان ۱۸۱/۱
- ۶۶۴۔ کتاب البیان فی دلائل الاعلام ۱۳۹/۱
- ۶۶۵۔ کتاب التحریر والنقر (المنقر) فی اصول الفقہ ۱۵۳/۱
- ۶۶۶۔ کتاب الجامع فی اصول الفقہ ۱۳۴/۱
- ۶۶۷۔ کتاب الجدل ۲۵۷/۱
- ۶۶۸۔ کتاب الحجۃ ۱۳۱/۱
- ۶۶۹۔ کتاب الحدود ۱۸۹/۱
- ۶۷۰۔ کتاب الحدود والعقود فی اصول الفقہ ۱۵۳/۱
- ۶۷۱۔ کتاب الحیل ۱۸۸/۱
- ۶۷۲۔ کتاب الخاص والعام ۱۳۵/۱
- ۶۷۳۔ کتاب الخبر الموجب للعلم ۱۳۱/۱
- ۶۷۴۔ کتاب الخصوص والعموم ۱۳۰، ۱۳۴، ۱۳۶/۱
- ۶۷۵۔ کتاب الخلافیات ۱۸۷/۱
- ۶۷۶۔ کتاب الخمسین ۱۳۷/۱
- ۶۷۷۔ کتاب الذریعہ فی احکام الشرعیہ ۲۶۹/۱
- ۶۷۸۔ کتاب العدۃ ۱۸۸، ۱۳۴/۱
- ۶۷۹۔ کتاب الفصول الاصول ۱۳۶/۱
- ۶۸۰۔ کتاب القواعد ۳۳۲/۱
- ۶۸۱۔ کتاب القیاس ۱۹۱، ۱۳۴، ۱۳۶/۱
- ۶۸۲۔ کتاب القیاس الشرعی ۱۷۷/۱
- ۶۸۳۔ کتاب القیاس والعلل ۱۵۲/۱
- ۶۸۴۔ کتاب الکرفی الاصول ۳۰۶/۱
- ۶۸۵۔ کتاب المدخول فی الاصول ۳۳۳/۱
- ۶۸۶۔ کتاب المسلك فی الاصول ۳۰۷/۱
- ۶۸۷۔ کتاب المطارحات ۱۷۱/۱

۲۸۴/۱	-----	الكتاب المعتبر اختصار المختصر	۶۸۸-
۱۳۸/۱	-----	كتاب المعونه	۶۸۹-
۲۲۳/۱	-----	كتاب المفردات في الاصول	۶۹۰-
۱۳۱/۱	-----	كتاب المفسر والمجمل	۶۹۱-
۲۲۳/۱	-----	كتاب المنتخب في الاصول	۶۹۲-
۵۴۲/۲	-----	كتاب الوصول الى قواعد الاصول	۶۹۳-
۴۷۶/۱	---	كتاب الوصول الى ما وقع في الرافعي من الاصول	۶۹۴-
۱۷۴، ۱۳۲/۱	-----	كتاب الوصول الى معرفة الاصول	۶۹۵-
۱۳۴/۱	-----	كتاب الهداية في اصول الفقه	۶۹۶-
۱۳۴، ۱۳۲، ۱۳۱/۱	-----	كتاب ابطال القياس	۶۹۷-
۱۴۵، ۱۳۳، ۱۲۶/۱	-----	كتاب اثبات القياس	۶۹۸-
۱۲۶، ۳۱۳/۱	-----	كتاب اجتهاد الراي	۶۹۹-
۱۵۲/۱	-----	كتاب اجماع اهل المدينة	۷۰۰-
۲۶۳، ۲۵۹، ۲۵۸، ۲۵۷/۱	-----	كتاب احكام الاحكام	۷۰۱-
۱۳۵/۱	-----	كتاب اختلاف الناس في الاسماء والاحكام	۷۰۲-
۴۰۹، ۲۶۹، ۱۴۴، ۱۳۲، ۲۲۶/۱	-----	كتاب اصول الفقه	۷۰۳-
۳۰۳/۱	-----	كتاب اصول فخر الاسلام البزدوی	۷۰۴-
۱۷۱/۱	-----	كتاب تحرير الادله	۷۰۵-
۱۸۸/۱	-----	كتاب تجريد التجريد	۷۰۶-
۱۳۴/۱	-----	كتاب تذكرة العالم	۷۰۷-
۳۲۳/۱	-----	كتاب تقييدات مفيدة على تنقيح القرالى	۷۰۸-
۲۷۲/۱	-----	كتاب تلقیح العقول فی شروع النقول	۷۰۹-
۳۱۳، ۱۳۱، ۱۲۶/۱	-----	كتاب خبر الواحد	۷۱۰-
۱۳۰/۱	-----	كتاب في الاصول	۷۱۱-
۲۲۵، ۱۸۲، ۱۶۹، ۱۵۲، ۱۳۶/۱	-----	كتاب في اصول الفقه	۷۱۲-
۲۷۷، ۲۷۴، ۲۲۸، ۲۲۶	-----		
۵۷۵/۲	-----		

- ۷۱۳۔ کتاب فی الرد علی الاسنوی ۴۱۷/۱
- ۷۱۴۔ کتاب کبیر فی اصول الفقہ ۱۵۳/۱
- ۷۱۵۔ کتاب مسائل الخلاف فی اصول الفقہ ۱۸۳/۱
- ۷۱۶۔ کتاب نعت الحکمة فی اصول الفقہ ۱۳۲/۱
- ۷۱۷۔ کشف الاسرار ۳۷۸، ۳۶۶، ۳۰۴، ۲۰۳/۱
- ۷۱۸۔ کشف الکاشف اللہی فی شرح المفنی ۳۷۲/۱
- ۷۱۹۔ کشف المبانی ۳۷۹/۱
- ۷۲۰۔ کشف النقاب الحاجب ۴۳۶، ۲۸۳/۱
- ۷۲۱۔ الکشف والتدقیق ۵۶۰/۲
- ۷۲۲۔ کفاية الرقاة ۵۳۶/۲
- ۷۲۳۔ کفاية الفحول فی علم الاصول ۲۲۲/۱
- ۷۲۴۔ کفاية طالب البيان ۱۹۹/۱
- ۷۲۵۔ الکفایہ فی اصول الفقہ ۱۸۷/۱
- ۷۲۶۔ کنز الوصول الی معرفة الاصول ۲۰۲/۱
- ۷۲۷۔ الکواکب الساطع ۵۷۰، ۵۱۷، ۴۰۶/۱
- ۷۲۸۔ اللامع فی اصول الفقہ ۱۷۴/۱
- ۷۲۹۔ لب الاصول ۳۶۹/۱
- ۵۲۸، ۵۲۰، ۴۸۱/۲
- ۷۳۰۔ لقطه العجلان ۴۲۸/۱
- ۷۳۱۔ اللمع ۱۹۰/۱
- ۷۳۲۔ لمع اللوامع ۴۷۶، ۴۰۲/۱
- ۷۳۳۔ اللوامع ۴۱۲، ۴۰۱/۱
- ۷۳۴۔ اللیث العابس فی صدمات المجالس فی اصول الفقہ ۴۸۲/۱

اشاریہ (۵)

(INDEX - 5)

فہرست فرق، قبائل و اقوام

فہرست الفرق والقائل والا قوام

نمبر شمار	عنوان	جلد	صفحہ
۱۔	ایاضیہ	۱	۱۲۴، ۵۱
۲۔	اثنا عشری	۲	۷۶۰، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۷
۳۔	اخشیدیہ	۱	۸۰۵
۴۔	اخوانی	۲	۶۵۵
۵۔	ادارہ	۱	۱۰۴
۶۔	ارتقیہ	۲	۴۶۳
۷۔	اسبانی	۲	۴۶۳
۸۔	اسماعیلی	۲	۶۵۷، ۱۲، ۱۳، ۱۵، ۱۶، ۱۹
			۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸
۹۔	اشعری / اشاعرہ	۱	۲۵، ۵۰، ۵۱، ۱۶۹، ۱۹۳
			۱۹۸، ۲۷۲
۱۰۔	اصولین	۱	۵۶
۱۱۔	اغالبہ	۱	۱۰۴
۱۲۔	البانی	۲	۵۴۱
۱۳۔	ال تیمور	۲	۶۵۵
۱۴۔	ال تیمیہ	۱	۲۸۹
۱۵۔	ال حمدانیہ	۱	۱۰۵
۱۶۔	ال سعود	۱	۳۷۸
		۲	۶۹۷
۱۷۔	ال سلجوق	۱	۱۶۶
۱۸۔	ال عثمان	۲	۶۸۴
۱۹۔	ال کشفیہ	۲	۵۹۷

۲۱۵، ۱۳۲، ۱۲۴، ۵۷، ۳۳	۱	 امامیہ	۲۰
۷۱۲، ۵۷۳، ۵۵۲	۲		
۷۸	۱	 انصار	۲۱
۳۳	۱	 ایرانی	۲۲
۶۳۷	۲		۲۳
۱۶۷	۱	 ایوبی	۲۴
۶۹۶	۲		۲۵
۷۱۶	۲	 باطنیہ	
۷۱۲	۲	 باقریہ	۲۶
۱۶۶	۱	 بربر	۲۷
۱۶۶، ۱۰۶، ۱۰۳، ۱۰۳	۱	 بنو امیہ اموی	۲۸
۶۷۲، ۶۶۷، ۶۳۷	۲		
۶۹۵، ۱۶۶، ۱۰۵	۱	 بنو بویہ	۲۹
۱۰۳، ۱۰۳، ۶۶	۱	 بنو عباس / عباسیہ	۳۰
۱۶۶، ۱۰۶			
۶۶۷، ۶۶۱، ۵۱۲	۲		
۷۳	۱	 بنو قریظہ	۳۱
۶۹۰	۲	 بنو شیبان	۳۲
۶۶	۱	 بنو ہاشم	۳۳
۱۶۷	۱	 بنی نصر	۳۴
۱۳۳	۱	 بہشمیہ	۳۵
۲۹۹، ۲۵۶	۱	 تاتاری	۳۶
۷۱۶	۲	 تعلیمیہ	۳۷
۲۶۳	۲	 پرتگالی	۳۸
۱۰۳	۱	 جبریہ	۳۹
۲۶۳	۲	 جراکہ	۴۰
۷۰۸	۲	 جبریہ	۴۱

۷۱۲	۲	جغفریہ	۳۲
۱۶۷	۱	حفصیہ	۳۳
۳۱۵، ۱۲۳، ۵۱	۱	حنابلہ	۳۴
۷۵۷، ۷۵۶، ۶۹۹، ۶۹۵	۲		
۷۸۴، ۷۶۰			
۳۱۵، ۱۰۹، ۹۱، ۵۴، ۴۹	۱	حنیفیہ / احناف	۳۵
۴۲۶، ۴۱۹			
۶۵۸، ۶۵۰، ۶۳۹، ۴۷۹	۲		
۶۷۹، ۶۶۴، ۶۶۱، ۶۶۰			
۷۵۷، ۷۴۴، ۶۹۳، ۶۸۴			
۷۷۴، ۷۷۱، ۷۶۸، ۷۶۰			
۷۸۴			
۷۳۸، ۷۲۳، ۶۳۹	۲	خارجی	۳۶
۲۵۶	۱	خوارزمی	۳۷
۶۶۷	۲	ذی اصبح یمنی	۳۸
۶۹۰	۲	ربیعہ	۳۹
۶۳۷	۲	رومی	۵۰
۶۹۶	۲	زنگی	۵۱
۱۶۷	۱	زیانیہ	۵۲
۱۶۷، ۵۷	۱	زیدیہ	۵۳
۷۱۵، ۶۰۰، ۵۱۸، ۴۷۴	۲		
۷۱۶			
۱۰۴	۱	سامانیہ	۵۴
۷۱۶	۲	سبعیہ	۵۵
۲۰۶، ۱۶۷، ۱۶۶	۱	سلجوقی، سلاجقہ	۵۶
۶۵۵	۲		

۲۷۸، ۵۴، ۵۲، ۵۱، ۵۰	۱	شافعیہ	۵۷
۳۰۹، ۳۱۵، ۲۹۹، ۲۹۰			
۳۲۸، ۳۱۹			
۵۳۴، ۵۲۶، ۵۲۵، ۳۷۱	۲		
۶۹۲، ۶۸۷، ۶۸۴، ۶۸۱			
۷۷۱، ۶۹۹، ۶۹۷، ۶۹۳			
۷۸۳			
۲۲۸، ۱۳۲، ۱۲۴، ۵۷، ۵۱، ۳۳	۱	شیعہ	۵۸
۶۳۹، ۶۳۸، ۶۰۵، ۵۷۳	۲		
۶۸۵، ۶۸۱، ۶۹۴، ۶۵۷			
۷۱۵، ۷۱۴، ۷۱۳، ۷۱۲			
۷۶۱، ۷۳۸، ۷۲۳			
۱۰۳	۱	صفاریہ	۵۹
۲۶۵	۱	صلبی	۶۰
۱۹۳، ۱۸۴، ۱۰۸، ۱۳۶، ۱۳۱	۱	ظاہریہ	۶۱
۷۶۱، ۷۰۷	۲		
۶۷۹	۲	عبد مناف	۶۲
۵۱۳، ۵۱۲، ۴۶۳، ۲۹۷	۲	عثمانیہ / عثمانی	۶۳
۵۳۴، ۵۳۱، ۵۲۶، ۵۱۳			
۶۵۵، ۶۵۴، ۵۶۹			
۸۱، ۶۷، ۶۶	۱	عرب	۶۴
۷۲۶، ۷۱۵، ۶۹۰، ۶۰۵، ۵۱۲	۲		
۱۱۹	۱	علوی	۶۵
۱۰۵	۱	غزنوی	۶۶
۱۶۶	۱	فاطمی	۶۷
۷۱۶، ۶۹۵، ۶۷۴، ۶۵۸، ۶۵۵	۲		
۶۰۳، ۵۶۹	۲	فرانسیسی	۶۸

۳۰۳، ۲۷۸	۱	فرنگی	۶۹۔
۱۰۳	۱	قدریہ	۷۰۔
۷۱۳، ۵۵۲	۲	کاظمی	۷۱۔
۶۹۸	۲	کردی	۷۲۔
۵۰	۱	ماتریدیہ	۷۳۔
۳۱۹، ۱۲۳، ۵۱، ۳۹	۱	مالکیہ	۷۴۔
۷۵۶، ۶۷۵، ۶۷۲، ۶۱۰	۲		
۷۸۳، ۷۶۰، ۷۵۷			
۵۷، ۵۲، ۵۰، ۳۹	۱	متکلمین	۷۵۔
۳۷۹	۲		
۸۲	۱	مزنہ	۷۶۔
۷۱۶	۲	محمرہ	۷۷۔
۶۹۳	۲	مذہب رفض	۷۸۔
۱۰۳	۱	مرجنہ	۷۹۔
۱۰۳	۱	مریسیہ	۸۰۔
۱۶۷	۱	مرینیہ	۸۱۔
۸۵	۱	مستشرقین	۸۲۔
۷۱۷	۲	مستعلویہ	۸۳۔
۳۱	۱	مشائین	۸۴۔
۶۳۷	۲	مصری	۸۵۔
۷۳۸، ۷۳۷، ۱۰۵، ۱۰۳، ۵۱، ۵۰	۱	معتزلہ	۸۶۔
۷۱۳، ۷۱۳، ۱۸۰، ۷۱۷، ۷۱۷			
۷۹۳، ۷۹۲، ۷۱۷، ۷۰۵، ۷۱۸			
۳۱۵، ۳۱۱			
۷۶۱، ۷۲۳، ۷۱۵، ۶۳۹	۲		
۱۶۷	۱	ممالک البحرہ	۸۷۔
۶۵۲	۲	منگول	۸۸۔

۷۸	۱	مہاجرین	۸۹۔
۱۶۷	۱	موحدین	۹۰۔
۷۱۲	۲	موسویہ	۹۱۔
۷۱۶	۲	میمونیہ	۹۲۔
۷۱۷	۲	نزاریہ	۹۳۔
۱۰۴	۱	نظامیہ	۹۴۔
۳۷۳	۱	نصاری	۹۵۔
۳۷۳	۱	یہود	۹۶۔

اشاریہ (۶).

(INDEX - 6)

فہرست اماکن

فهرست الاماکن

نمبر شمار	ممالک	جلد	صفحه
۱-	خمیم	۱	۳۷۴
۲-	آذربایجان	۱	۸۱
		۲	۶۹۸، ۶۶۰
۳-	اردن	۲	۶۸۷
۴-	آرمینیه	۱	۸۱
		۲	۶۹۸، ۶۶۰، ۶۵۸
۵-	ازف	۲	۵۴۱
۶-	ازنیک	۲	۵۷۴
۷-	اسبانيا	۱	۱۰۳
۸-	آستانه	۲	۵۹۱، ۵۷۹، ۵۵۹، ۵۴۵
۹-	اچین	۲	۶۶۷
۱۰-	استنبول	۱	۳۱۴، ۶۵۹
		۲	۵۷۸، ۵۴۴، ۵۲۶
۱۱-	آستریا	۲	۵۴۱
۱۲-	اسکندریه	۱	۳۴۴، ۳۸۷، ۳۵۷، ۳۴۴، ۳۴۰
			۳۴۴، ۳۹۴، ۳۸۰
		۲	۳۸۴، ۳۷۹
۱۳-	اسیوط	۱	۳۷۴
۱۴-	اشبیلیه	۱	۲۲۹، ۲۴۴
۱۵-	اصفهان	۱	۳۴۴، ۲۴۴
۱۶-	افریقه	۱	۱۵۲
		۲	۶۵۹، ۵۴۱، ۵۱۴، ۴۶۸
			۶۷۴، ۶۶۸، ۶۶۷، ۶۶۰

۷۰۴، ۶۸۴، ۶۸۰			
۶۶۱، ۶۵۵، ۶۵۴	۲	افغانستان	۱۷
۵۴۵	۲	اخصار	۱۸
۶۸۶	۲	اقور	۱۹
۶۶۱، ۶۵۵	۲	البانیہ	۲۰
۱۶۷	۱	الجزائر	۲۱
۶۶۷، ۶۵۹، ۵۷۶، ۴۶۳	۲		
۶۷۲، ۶۷۰			
۲۶۳	۱	المملکت السعودیہ	۲۲
۵۶۰، ۵۱۳	۲	آماسیا	۲۳
۶۵۷	۱	امد	۲۴
۱۶۶، ۱۳۱، ۱۰۴، ۱۰۳	۱	اندلس	۲۵
۲۲۴، ۲۲۰، ۱۸۳، ۱۶۷			
۳۶۵، ۳۴۸			
۶۷۰، ۶۵۹، ۵۴۱، ۴۶۳	۲		
۶۹۴، ۶۸۴، ۶۷۳، ۶۷۱			
۷۰۴			
۶۸۷، ۶۸۵، ۶۶۱، ۵۱۴	۲	انڈونیشیا	۲۶
۷۱۵			
۶۶۱	۲	ازبکستان	۲۷
۶۶۰	۲	اصواز	۲۸
۶۶۱، ۶۰۶، ۵۵۴، ۵۴۱	۲	ایران	۲۹
۷۱۴، ۷۱۳، ۷۰۸، ۶۶۱			
۱۶۸	۱	بلجیہ	۳۰
۳۸۴	۱	بجایہ	۳۱
۶۹۹، ۶۸۵، ۶۷۲، ۵۹۷	۲	بحرین	۳۲
۱۶۷، ۱۰۴	۱	بخارا	۳۳

۶۵۴	۲	_____	
۶۶۱	۲	_____	۳۱۔ برازیل
۵۶۹	۲	_____	۳۵۔ برطانیہ
۳۳۳	۱	_____	۳۱۔ برلن
۵۵۴، ۵۳۲	۲	_____	
۶۶۱	۲	_____	۳۷۔ برما
۴۷۵	۲	_____	۳۸۔ بروسا
۵۴۸، ۵۱۹، ۵۱۲	۲	_____	۳۹۔ بروصہ
۵۸۱	۲	_____	۴۰۔ بریلی
۲۲۰، ۲۰۶، ۱۷۴، ۱۳۴، ۸۴	۱	_____	۴۱۔ بصرہ
۶۷۰، ۶۴۴، ۵۹۸، ۵۸۲	۲	_____	
۷۰۸، ۷۰۵، ۶۹۰، ۶۷۵		_____	
۱۶۸	۱	_____	۴۲۔ بطلیوس
۳۳۵	۱	_____	۴۳۔ بعلبک
۷۰۳، ۵۵۵	۲	_____	
۱۴۴، ۱۳۴، ۱۲۰، ۱۱۹	۱	_____	۴۴۔ بغداد
۱۶۹، ۱۶۷، ۱۵۴، ۱۴۵		_____	
۱۸۷، ۱۸۶، ۱۸۴، ۱۸۲		_____	
۲۰۱، ۱۹۳، ۱۹۰، ۱۸۹		_____	
۲۲۰، ۲۰۷، ۲۰۶، ۲۰۵		_____	
۲۶۸، ۲۴۷، ۲۲۴، ۲۲۳		_____	
۲۷۶، ۲۵۷، ۲۵۶، ۲۳۴		_____	
۳۳۴، ۳۰۸، ۳۰۶، ۳۰۲		_____	
۳۸۱، ۳۷۱، ۳۴۵، ۳۳۴		_____	
۴۲۰، ۳۹۸، ۳۹۶، ۳۹۴، ۳۸۵		_____	
۵۹۷، ۵۵۴، ۵۴۴، ۵۱۹	۲	_____	
۶۳۷، ۶۲۵، ۶۰۹، ۵۹۸		_____	

۶۸۵، ۶۸۳، ۶۸۰، ۶۷۰

۷۰۸، ۶۹۵، ۶۹۳، ۶۹۰

۵۸۰ ۲

۵۱۲ ۲

۵۴۱ ۲

۶۶۱، ۶۵۵ ۲

۱۸۳ ۱

۸۱ ۱

۶۹۸ ۲

۱۶۷ ۱

۶۰۶ ۲

۵۵۰ ۲

۶۶۱، ۵۴۱، ۵۱۲ ۲

۵۹۳ ۲

۶۱۱ ۲

۳۹۲، ۳۷۸، ۲۵۶، ۱۶۹ ۱

۶۵۵، ۵۷۶، ۴۹۷، ۴۹۴، ۴۷۸ ۲

۳۶۶، ۱۹۰، ۱۳۷، ۱۳۵ ۱

۴۰۴، ۳۲۶، ۲۸۸، ۲۷۲ ۲

۴۸۴، ۴۱۴، ۴۰۳ ۲

۷۰۴، ۷۰۳، ۴۸۲ ۲

۶۸۷، ۶۶۱، ۶۰۷، ۵۸۰ ۲

۷۱۷ ۱

۱۰۳ ۱

۵۵۲ ۲

۵۴۱ ۲

۱۹۲ ۱

بلغ

بلغاریہ

بلغراد

بلقان

بلسہ

بلوچستان

بلورستان

بیبی

بوسنہ

بوسنیا

بہار

بھوپال

بیت المقدس

بیروت

پاکستان

پرتگال

پنجاب

پولینڈ

پیرس

۳۵

۳۶

۳۷

۳۸

۳۹

۵۰

۵۱

۵۲

۵۳

۵۴

۵۵

۵۶

۵۷

۵۸

۵۹

۶۰

۶۱

۶۲

۶۳

۶۴۲	۲		
۶۶۱	۲		۶۴- تاجکستان
۳۷۱، ۳۲۶	۱		۶۵- تمبریز
۶۶۰	۲		
۶۵۵	۲		۶۶- ترخان
۶۶۰، ۶۵۵، ۶۵۴	۲		۶۷- ترکستان
۶۶۱	۲		۶۸- ترکمانستان
۴۰۴، ۱۸۹	۱		۶۹- ترکی
۶۵۵، ۵۲۰، ۵۱۴	۲		
۴۶۹	۲		۷۰- تلمسان
۶۶۱	۲		۷۱- تھائی لینڈ
۵۱۴	۲		۷۲- تھریس
۶۸۰	۲		۷۳- توران
۵۴۱، ۵۲۰، ۴۸۴، ۴۶۳	۲		۷۴- تونس
۶۵۵، ۶۵۴، ۵۹۳، ۵۷۶			
۶۹۷، ۶۶۷، ۶۵۹	۰		
۱۸۹، ۱۶۷، ۱۰۴، ۱۰۳	۱		۷۵- تیونس
۴۲۱، ۴۰۴، ۳۶۵، ۳۲۲			
۶۹۸، ۶۸۷	۲		۷۶- جاوا
۸۱	۱		۷۷- جدہ
۶۱۴، ۴۷۴	۲		
۱۷۳	۱		۷۸- جرجان
۱۶۷	۱		۷۹- چین
۶۵۵، ۶۵۲	۲		
۶۰۵	۲		۸۰- حائر
۱۶۹، ۱۵۳، ۱۴۶، ۱۱۹	۱		۸۱- حجاز
۳۲۰، ۳۰۶، ۱۸۶، ۱۷۴			

۵۷۳، ۵۵۹، ۵۴۸، ۵۳۲، ۵۲۹			
۱۷۱، ۱۷۰	۱	رے	۱۰۶۔
۶۶۰	۲		
۳۰۴، ۲۷۲، ۱۸۹، ۱۸۲	۱	ریاض	۱۰۷۔
۴۰۴، ۳۰۴، ۳۹۷، ۳۶۵			
۵۵۰، ۴۹۳	۲		
۶۵۶	۲	سامرہ	۱۰۸۔
۶۸۳	۲	جستان	۱۰۹۔
۶۸۳	۲	سرکس	۱۱۰۔
۱۶۷	۱	سرقسط	۱۱۱۔
۵۱۳، ۵۱۲	۲	سرویہ	۱۱۲۔
۴۶۹	۲	سریاقوس	۱۱۳۔
۶۶۱	۲	سری لنکا	۱۱۴۔
۶۵۹	۲	سسی	۱۱۵۔
۶۶۱	۲	سعودی عرب	۱۱۶۔
۲۲۳، ۲۰۴، ۱۶۸، ۱۵۱	۱	سرقند	۱۱۷۔
۶۵۴	۲		
۶۰۷	۲	سندھ	۱۱۸۔
۷۱۵	۲	سنگال	۱۱۹۔
۶۸۷، ۶۷۲، ۶۷۰، ۵۹۳	۲	سوڈان	۱۲۰۔
۳۰۷	۱	سوریا	۱۲۱۔
۶۵۵، ۵۷۹، ۵۵۵	۲		
۶۹۷	۲	سیام	۱۲۲۔
۱۳۶	۱	سیچون	۱۲۳۔
۶۶۰	۲	سیتان	۱۲۴۔
۶۹۸	۲	سیلون	۱۲۵۔
۳۷۲، ۳۷۱	۱	سیواس	۱۲۶۔

۵۷۸	۲	_____	
۱۳۶، ۱۱۹، ۸۲، ۸۱، ۵۸	۱	_____	۱۲۷۔ شام
۲۲۰، ۲۰۵، ۱۷۱، ۱۶۶		_____	
۲۷۸، ۲۷۵، ۲۵۷، ۲۲۳		_____	
۳۶۳، ۳۳۶، ۳۳۳، ۳۰۳		_____	
۳۹۴، ۳۹۲، ۳۷۴، ۳۷۱		_____	
۳۹۸، ۳۹۷، ۳۹۶		_____	
۵۷۴، ۵۳۸، ۴۹۵، ۴۶۴	۲	_____	
۶۶۰، ۶۵۵، ۶۳۳، ۵۸۱		_____	
۶۹۴، ۶۸۴، ۶۸۰، ۶۷۹		_____	
۷۱۳، ۶۹۷، ۶۹۶، ۶۹۳		_____	
۷۱۷، ۷۱۶		_____	
۵۹۴	۲	_____	۱۲۸۔ شاہجہاں پور
۵۴۵	۲	_____	۱۲۹۔ سفشاون
۲۲۵	۱	_____	۱۳۰۔ شلب
۳۲۶، ۱۶۸، ۱۳۲	۱	_____	۱۳۱۔ شیراز
۶۹۹	۲	_____	۱۳۲۔ طائف
۲۱۸، ۲۸۷	۱	_____	۱۳۳۔ طرابلس
۶۵۹، ۵۷۴، ۵۴۱، ۵۱۴	۲	_____	
۷۰۵، ۶۶۷		_____	
۵۷۱، ۵۵۲	۲	_____	۱۳۴۔ صعدہ
۶۷۴	۲	_____	۱۳۵۔ صقلیہ
۳۹۳، ۳۰۴، ۱۶۷	۱	_____	۱۳۶۔ صنعاء
۵۵۵، ۵۵۴، ۵۴۹، ۵۱۷	۲	_____	
۶۰۰، ۵۷۳		_____	
۷۱۵	۲	_____	۱۳۷۔ صومالیہ
۲۶۴	۱	_____	۱۳۸۔ طوس

۶۸۳	۲	_____	
۲۷۱	۱	_____	۱۳۹۔ عدن
۶۶۱	۲	_____	
۱۰۵، ۹۳، ۹۳، ۸۶، ۸۵، ۸۸	۱	_____	۱۴۰۔ عراق
۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۰۶		_____	
۱۵۱، ۱۴۶، ۱۴۴، ۱۱۶		_____	
۲۲۳، ۱۸۹، ۱۷۴، ۱۵۳		_____	
۲۷۱، ۲۷۰، ۲۲۵، ۲۲۴		_____	
۴۲۳، ۳۷۹، ۳۷۱		_____	
۵۹۷، ۵۵۵، ۵۳۱، ۴۶۸	۲	_____	
۶۵۲، ۶۴۴، ۶۴۱، ۵۹۸		_____	
۶۷۱، ۶۶۰، ۶۵۹، ۶۵۳		_____	
۶۸۲، ۶۸۱، ۶۷۶، ۶۷۵		_____	
۶۹۷، ۶۹۰، ۶۸۶، ۶۸۴		_____	
۷۱۳، ۷۰۸، ۷۰۶، ۷۰۵		_____	
۷۱۷، ۷۱۴		_____	
۴۷۲	۲	_____	۱۴۱۔ علیگزہ
۳۰۷	۱	_____	۱۴۲۔ غرناطہ
۴۶۳	۲	_____	
۲۲۷	۱	_____	۱۴۳۔ غزنہ
۱۱۹	۱	_____	۱۴۴۔ غزہ
۶۷۹	۲	_____	
۱۶۸، ۱۶۷، ۱۰۶، ۸۱، ۳۳	۱	_____	۱۴۵۔ فارس
۴۰۶، ۳۹۵		_____	
۵۷۰، ۵۵۱، ۵۴۵، ۶۲۷	۲	_____	
۶۸۳، ۶۸۰، ۶۶۰		_____	
۵۶۹	۲	_____	۱۴۶۔ فرانس

۱۲۷۔	فرح آباد	۲	۵۸۱
۱۲۸۔	فسطاط	۲	۷۰۵
۱۳۹۔	فلپائن	۲	۶۱۷
۱۵۰۔	فلسطین	۲	۶۹۸، ۶۹۷، ۶۹۶، ۵۷۷
			۷۰۵
۱۵۱۔	فاران	۱	۱۵۳
۱۵۲۔	قازان	۲	۵۲۹
۱۵۳۔	قازقستان	۲	۶۶۱
۱۵۴۔	قاہرہ	۱	۲۰۰، ۱۹۰، ۱۸۶، ۱۵۲
			۳۲۲، ۳۲۸، ۳۶۲، ۳۵۷
			۳۷۲، ۳۳۷، ۳۳۲، ۳۲۳
			۳۸۰، ۳۷۹، ۳۷۸، ۳۷۳
			۳۹۲، ۳۹۲، ۳۸۲، ۳۸۱
			۴۱۱، ۴۰۶، ۳۹۸، ۳۹۷
			۴۲۸، ۴۱۸، ۴۱۷، ۴۱۶
			۴۳۷، ۴۳۳
		۲	۴۶۸، ۴۶۷، ۴۶۵، ۴۶۴
			۴۷۸، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۱
			۵۱۶، ۵۱۵، ۴۹۲، ۴۷۹
			۵۳۳، ۵۳۰، ۵۲۰، ۵۱۸
			۵۷۲، ۵۶۰، ۵۵۸، ۵۵۴
			۶۸۳، ۵۲۶، ۶۲۱، ۶۰۳، ۵۷۹
۱۵۵۔	قدس	۱	۴۳۶، ۳۳۷، ۳۷۶
		۲	۵۵۷، ۵۴۵، ۴۷۹، ۴۷۳
			۵۷۵
۱۵۶۔	قراہی	۲	۵۱۲
۱۵۷۔	قراہ	۱	۳۹۲

۲۲۹، ۲۲۰، ۱۷۴، ۱۶۷	۱	قرطبہ	۱۵۸
۷۰۵	۲	قرقندہ	۱۵۹
۲۲۸	۱	قزوین	۱۶۰
۶۷۰	۲		
۵۱۷، ۵۱۴، ۵۱۳، ۴۹۹	۲	قطیف	۱۶۱
۵۳۰، ۵۲۵، ۵۲۳، ۵۲۲			
۵۷۶، ۵۷۴، ۵۲۸، ۵۲۳			
۶۸۵، ۶۵۵، ۶۵۳، ۶۰۹			
۶۹۹	۲	قطر	۱۶۲
۶۰۶	۲	قندھار	۱۶۳
۵۸۱	۲	قنوج	۱۶۴
۳۷۴، ۳۳۲	۱	قوص	۱۶۵
۶۵۵	۲	قوتاز	۱۶۶
۳۷۲	۱	قونیہ	۱۶۷
۶۸۴، ۶۷۷، ۴۸۳	۲	قیدوان	۱۶۸
۳۷۲	۱	قیصرایہ	۱۶۹
۶۵۵	۲	کاشغر	۱۷۰
۱۳۷	۱	کراچی	۱۷۱
۶۲۶، ۶۵۵، ۵۹۴، ۵۸۰	۲		
۶۰۹، ۶۰۶، ۵۹۶	۲	کر بلا	۱۷۲
۳۷۷، ۱۶۸، ۸۱	۱	کرمان	۱۷۳
۶۸۲	۲		
۳۳۲	۱	کر تک	۱۷۴
۶۹۹	۲	کبوڈیا	۱۷۵
۱۷۳، ۸۶	۱	کوفہ	۱۷۶
۶۴۷، ۶۴۴، ۶۴۱، ۶۳۹	۲		
۷۰۸، ۷۰۵، ۷۰۲، ۶۹۰، ۶۵۹			

۶۹۹،۶۰۰،۶۲۸،۵۴۱	۲	کویت	۱۷۷
۵۵۸	۲	گجرات	۱۷۸
۵۱۲	۲	گیلی پولی	۱۷۹
۵۹۹،۵۹۸،۵۹۷،۵۵۶	۲	لاس اینجلس	۱۸۰
۵۵۳	۲	لاہور	۱۸۱
۶۹۹	۲	لاووس	۱۸۲
۵۸	۱	لبنان	۱۸۳
۷۱۳،۶۵۵،۵۷۷،۵۴۱	۲		
۱۳۷	۱	لکھنؤ	۱۸۴
۵۹۳،۵۸۲،۵۷۵،۵۷۲	۲		
۶۲۲،۶۱۰،۵۹۶			
۱۳۵،۸۵	۱	لندن	۱۸۵
۶۷۸،۶۷۲	۲	لیبیا	۱۸۶
۱۶۷	۱	ماروین	۱۸۷
۲۲۲،۲۲۳،۱۶۹،۱۴۶	۱	ماورائے النہر	۱۸۸
۳۰۴،۲۵۷			
۶۸۰،۶۶۰،۶۵۲،۵۱۷	۲		
۶۸۳			
۷۱۳	۲	مدائن	۱۸۹
۱۱۳،۹۴،۹۳،۷۸،۶۸،۴۳	۱	مدینہ	۱۹۰
۳۶۴،۳۰۳،۱۹۳،۱۱۹			
۳۳۶،۳۹۷،۳۸۳،۳۷۹			
۵۱۳،۴۹۴،۴۶۹،۴۶۶	۲		
۵۷۵،۵۳۳،۵۲۸،۵۲۶			
۶۵۹،۶۴۳،۵۹۳،۵۷۹			
۶۷۳،۶۷۰،۶۶۷،۶۶۰			
۶۹۰،۶۸۴،۶۷۹،۶۷۶			

۷۲۴، ۷۱۳، ۷۰۴			
۱۶۹، ۱۶۷، ۱۰۳	۱	مراکش	۱۹۱
۶۷۰، ۶۶۷، ۵۹۳	۲		
۱۶۷	۱	مریہ	۱۹۲
۱۶۷	۱	مریہ	۱۹۳
۱۰۳، ۸۶، ۷۴، ۵۸، ۴۸	۱	مصر	۱۹۴
۱۲۶، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۰۴			
۱۶۶، ۱۴۴، ۱۳۵، ۱۳۴			
۲۲۴، ۲۲۰، ۱۷۴، ۱۶۷			
۳۰۳، ۲۷۱، ۲۷۰، ۲۵۶			
۳۶۴، ۳۶۴، ۳۳۴، ۳۳۴			
۳۷۶، ۳۷۴، ۳۷۱، ۳۶۵			
۳۸۵، ۳۸۴، ۳۷۹، ۳۷۸			
۴۰۰، ۳۹۶، ۳۹۵، ۳۹۲			
۴۱۶، ۴۰۵، ۴۰۴، ۴۰۲			
۴۴۰، ۴۱۹، ۴۱۸، ۴۱۷			
۴۴۶، ۴۴۴، ۴۴۸، ۴۴۱			
۴۸۴، ۴۶۵، ۴۶۴، ۴۶۳	۲		
۵۱۹، ۵۱۴، ۴۹۷، ۴۹۵			
۵۴۱، ۵۲۹، ۵۲۶، ۵۲۰			
۵۷۶، ۵۶۹، ۵۵۷، ۵۵۱			
۵۹۳، ۵۸۴، ۵۷۹، ۵۷۷			
۶۴۵، ۶۰۹، ۶۰۴، ۶۰۱			
۶۵۸، ۶۵۷، ۶۵۵، ۶۵۴			
۶۷۹، ۶۷۰، ۶۶۸، ۶۶۰			
۶۸۴، ۶۸۴، ۶۸۱، ۶۸۰			
۶۹۴، ۶۹۱، ۶۸۷، ۶۸۶			

۶۹۵، ۶۹۴			
۵۹۳، ۵۹۱	۲	مغنیسیا	۱۹۵۔
۵۱۲	۲	مقدونیہ	۱۹۶۔
۱۱۹، ۹۴، ۸۱، ۷۰، ۶۸	۱	ملکہ	۱۹۷۔
۲۰۱، ۱۹۳، ۱۷۳، ۱۵۲			
۲۶۵، ۲۲۵، ۲۲۳، ۲۲۰			
۲۸۱، ۲۷۲، ۲۶۴، ۲۷۵			
۲۰۲، ۲۹۳			
۲۹۳، ۲۷۸، ۲۷۲، ۲۶۴	۲		
۵۲۳، ۵۲۹، ۵۲۰، ۵۱۶			
۵۷۶، ۵۶۰، ۵۵۴، ۵۴۷			
۶۹۰، ۶۸۴، ۶۷۹، ۵۷۸			
۶۸۷، ۶۸۵، ۶۶۱	۲	ملائیشیا	۱۹۸۔
۳۷۱	۱	ملطیہ	۱۹۹۔
۴۱۸	۱	منفلوط	۲۰۰۔
۶۶	۱	منی	۲۰۱۔
۶۷۲	۲	موریطانیہ	۲۰۲۔
۳۰۴، ۲۷۶، ۲۶۸، ۱۸۹	۱	موصل	۲۰۳۔
۳۰۲، ۳۰۸			
۷۰۲، ۶۱۱	۲		
۷۱۵	۲	نائیجیریا	۲۰۴۔
۶۱۱، ۶۰۹، ۵۹۷، ۴۱۴	۲	نہجف	۲۰۵۔
۱۶۹، ۱۶۸، ۱۵۳، ۱۴۴	۱	نیشاپور	۲۰۶۔
۶۷۵، ۶۶۸، ۱۷۳، ۱۷۰			
۲۷۶			
۶۷۳، ۶۷۰	۲		
۶۹۹	۲	ویت نام	۲۰۷۔

۶۸۳، ۶۰۶، ۵۴۳، ۵۱۸	۲	ہرات	۲۰۸۔
۲۷۵	۱	ہمدان	۲۰۹۔
۲۲۷	۱	ہند	۲۱۰۔
۵۵۸، ۵۲۰، ۵۱۹، ۴۶۸	۲		
۶۰۶، ۵۹۹، ۵۹۷، ۵۹۳			
۶۵۵، ۶۵۴، ۶۵۲، ۶۲۵			
۷۱۷، ۶۹۰			
۶۵۴، ۶۱۲، ۶۱۱، ۵۱۴	۲	ہندوستان	۲۱۱۔
۶۶۸، ۶۶۱، ۶۶۰، ۶۵۵			
۷۱۷، ۶۸۰			
۲۰۴، ۱۶۷، ۱۱۹، ۸۳، ۷۵	۱	یمن	۲۱۲۔
۳۷۲			
۶۸۳، ۶۸۰، ۵۹۹، ۴۷۴	۲		
۷۱۷، ۷۱۶، ۷۱۵، ۷۰۲			
۵۱۲	۲	یونان	۲۱۳۔
۵۱۳، ۵۱۲	۲	یورپ	۲۱۴۔

۷۔ فہرست مراجع التحقیق

کتابیات

(BIBLIOGRAPHY)

فہرست مراجع و مصادر التحقيق

(الف)

- ۱- الايات البينات شرح جمع الجوامع للمحلى، شهاب الدین احمد بن قاسم العبادي شافعي (متوفى ۹۹۳ھ)۔ مصدر دار المطبع ۱۲۸۹ء۔
- ۲- ابطال القياس والرأى والاستحسان والتقليد التعليل، ابو محمد بن حزم الاندلسي الظاهري (۳۸۳ھ-۴۵۶ھ)۔ دمشق مطبعة جامعة دمشق ۱۳۷۹ھ-۱۹۶۰ء، تحقيق سعيد الافغاني۔
- ۳- ابن تيميه حياة عصر اراؤه وفقہه، محمد ابوزہرہ، القاہرہ۔ دار الفكر العربي ۱۹۵۸ طبع ثانی۔
- ۴- ابن حزم حياة عصر آراؤه وفقہه، محمد ابوزہرہ، مطبعة محمد ۱۳۷۳ھ۔
- ۵- انباء الغمر بأبناء العمر، حافظ ابن حجر عسقلانی شافعي (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)۔ القاہرہ، المجلس الاعلى للشؤون الاسلاميه ۱۳۸۹ھ-۱۹۶۹ء، تحقيق حسن حبشي۔
- ۶- ابن حنبل حياة وعصر آرائه وفقہه، محمد ابوزہرہ۔ القاہرہ، دار الفكر العربي س، ن۔
- ۷- الابھاج فی شرح المنھاج، قاضی القضاة الامام تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي شافعي (۶۸۳ھ-۷۵۶ھ) وولده تاج الدين عبد الوهاب بن علي السبكي شافعي (۷۳۷ھ-۷۷۱ھ)۔ بيروت دار الكتب العلمية ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء۔
- ۸- الابھاج فی شرح المنھاج، قاضی القضاة الامام تقي الدين علي بن عبد الكافي السبكي شافعي (۶۸۳ھ-۷۵۶ھ) وولده تاج الدين عبد الوهاب بن علي السبكي شافعي (۷۳۷ھ-۷۷۱ھ)۔ مصر، مطبعة عيسى البابي الحلبي س، ن۔
- ۹- ابو حنيفه حياة عصر آراؤه وفقہه، محمد ابوزہرہ، القاہرہ۔ دار الفكر العربي طبع ثالث ۱۹۶۰ء۔
- ۱۰- اثر الاختلاف في القواعد الاصوليه في اختلاف فقهاء، مصطفى سعيد النخعي۔ بيروت مؤسسة الرسالة ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۲ء۔
- ۱۱- احسن الحواشي على اصول الشاشي نظام الدين الشاشي، شيخ برکت اللہ لکھنوی۔ ملتان، المكتبة امداديہ س، ن۔
- ۱۲- الاحكام السلطانية والولايات الدينية، ابو الحسن علي بن محمد بن حبيب البصري البغدادی الماوردي شافعي (۳۶۳ھ-۴۵۰ھ)۔ مصر مطبعة مصطفى البابي الحلبي ۱۳۸۰ھ-۱۹۶۰ء۔

- ۱۳۔ احکام الفصول فی احکام الاصول، ابوالولید سلیمان بن خلف الباجی الاندلسی مالکی (۳۰۳ھ-۳۷۷ھ)۔
بیروت دارالمغرب الاسلامی ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۶ء
- ۱۴۔ احکام القرآن، ابوبکر احمد بن علی الرازی البصاص حنفی (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ)۔ بیروت، دار احیاء التراث العربی
۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء، تحقیق محمد الصادق قحماوی۔
- ۱۵۔ الاحکام فی اصول الاحکام، ابو محمد علی بن حزم الاندلسی الظاہری (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ)۔ کراچی جامعہ
ابوبکر طبع ثانی ۱۴۰۸ھ تحقیق احمد محمد شاکر۔
- نوٹ : کتابیات کی اس فہرست میں تمام جگہوں پر ال سے صرف نظر کرتے ہوئے اصل لفظ کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔
- ۱۶۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی الامدی شافعی (۵۵۱ھ-۶۳۱ھ)۔ دمشق،
المکتب الاسلامی ۱۳۸۷ھ تحقیق عبدالرزاق عقیق۔
- ۱۷۔ الاحکام فی اصول الاحکام، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی الامدی شافعی (۵۵۱ھ-۶۳۱ھ)۔
بیروت، دار الفکر ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء۔
- ۱۸۔ احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الخلق، محمد زاہد بن الحسن الکوثری (متوفی ۱۳۷۱ھ)۔ کراچی، ایچ۔ ایم
سعید کمپنی طبع ثانی ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء۔
- ۱۹۔ احیاء علوم الدین، حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ۔
۱۹۹۸ء۔
- ۲۰۔ اختلاف الفقہاء، ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ)۔ اسلام آباد، معہد الابحاث الاسلامیہ
۱۳۹۱ھ-۱۹۷۱ء۔
- ۲۱۔ اختلاف الفقہاء، ابو جعفر احمد بن محمد بن جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ س، ن۔
- ۲۲۔ الادلة المختلف فیہا عند الاصولیین، خلیفہ بابکر الحسن۔ قاہرہ، مکتبہ وہبہ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔
- ۲۳۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الی من علم الاصول، محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ)۔ قاہرہ،
دار الکتبی س، ن۔ تحقیق شعبان محمد اسماعیل۔
- ۲۴۔ اسماعیلیہ اور عقیدہ امامت کا تعارف، تاریخی نقطہ نظر سے، سید تنظیم حسین۔ کراچی سواد اعظم الملت س، ن۔
- ۲۵۔ الاشارہ فی اصول الفقہ، قاضی ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد بن ایوب الاندلسی القرطبی الباجی الذہبی
المالکی (۴۰۳ھ-۴۵۰ھ)۔ الریاض، مکتبہ نزاز مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء تحقیق عادل ام
عبدالوجود علی محمد عوض۔
- ۲۶۔ الاشباہ والنظائر فی الفروع، امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ)۔ مصر،
مطبعہ مصطفیٰ محمد ۱۳۵۹ھ۔

- ۲۷۔ اصول الامام الکرخی، ابوالحسن امام عبید اللہ بن الحسین الکرخی حنفی (۲۶۰ھ-۳۳۰ھ)۔ کراچی، میر محمد کتب خانہ ۱۹۸۶ء۔
- ۲۸۔ اصول البرز دوی فخر الاسلام، ابوالحسن ابوالعسر علی بن محمد بن الحسین بن عبد الکریم بن موسیٰ بن عیسیٰ بن مجاہد البرز دوی حنفی (۳۰۰ھ-۳۸۶ھ)۔ کراچی، صدق پبلیشرز، ن۔
- ۲۹۔ اصول البرز دوی (کنز الوصول الی معرفة الاصول) فخر الاسلام البرز دوی (۳۰۰ھ-۳۸۲ھ) مع
- تخریج احادیث اصول البرز دوی، حافظ قاسم ابن قطلوبغا بن حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)۔ کراچی، نور کتب محمد خانہ، ن۔
- ۳۰۔ اصول التشريع الاسلامی، شیخ علی حسب اللہ۔ مصر، دار المعارف طبع ثالث ۱۳۸۳ھ-۱۹۶۳ء۔
- ۳۱۔ اصول السرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی حنفی (متوفی سنہ ۳۸۳ھ)۔ دار المعارف النعمانیہ ۱۹۸۱ء۔ تحقیق ابوالوفاء الافغانی۔ ۱۴۰۱ھ
- ۳۲۔ اصول الشاشی، نظام الدین احمد بن محمد اسحاق الشاشی (متوفی ۳۳۳ھ)۔ ملتان، مکتبہ امدادیہ، ن۔
- ۳۳۔ اصول الفقہ، ابوالعینین بدران۔ مصر، دار المعارف ۱۹۶۵ء۔
- ۳۴۔ اصول الفقہ المسمی بہ الفصول فی الاصول، ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی (۳۰۵ھ-۳۷۰ھ)۔ کویت، وزارت الاوقاف الشؤون الاسلامیہ ۱۴۱۳ھ-۱۹۹۳ء۔
- ۳۵۔ اصول الفقہ، محمد بن عقیفی معروف بہ شیخ محمد الخضری (۱۸۷۲ء-۱۹۲۷ء)۔ قاہرہ، دار الحدیث، ن۔
- ۳۶۔ اصول الفقہ، محمد ابو زہرہ۔ قاہرہ دار الفکر العربی ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء۔
- ۳۷۔ اصول الفقہ، محمد زکریا البردوسی، دار الثقافہ ۱۹۸۵ء۔
- ۳۸۔ اصول الفقہ، وہب الزحلی۔ دمشق، دار الفکر ۱۹۸۶ء۔
- ۳۹۔ اصول الفقہ الاسلامی، زکی الدین شعبان۔ مصر، مطبعہ دار التالیف (۱۳۸۳ھ-۱۳۸۵ھ/۱۹۶۳ء-۱۹۶۵ء)۔
- ۴۰۔ اصول الفقہ پر ایک نظر، محمد عاصم الحداد۔ لاہور، اسلامک پبلشنگ ہاؤس ۱۹۹۱ء۔
- ۴۱۔ اصول الفقہ نشاتہ و تطوره والحاجۃ الیہ، شعبان محمد اسماعیل شعبان۔ قاہرہ، دار الانصار، ن۔
- ۴۲۔ اصول الکرخی، امام عبید اللہ بن الحسین الکرخی (۲۶۰ھ-۳۳۰ھ) مترجم عبد الکریم اشرف بلوچ۔ اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی ۱۴۰۲ھ، مقدمہ عبد القدوس ہاشمی۔
- ۴۳۔ اصول اللامشی / کتاب اللامشی فی اصول الفقہ، ابوالثناء محمود بن زید الامشی حنفی ماتریدی (متوفی ۵۳۹ھ بعدہ)۔ بیروت، دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۰ء۔

- ۴۴۔ اصول السرخسی، ابو بکر محمد بن احمد بن سہل السرخسی خنئی (متوفی ۳۹۰ھ)۔ مصر، مطبعہ دار الکتاب العربی ۱۳۷۳ھ، تحقیق ابوالوفاء الافغانی۔
- ۴۵۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ حنبلی (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ)۔ بیروت، دار الفکر طبع ثانی ۱۳۹۷ھ-۱۹۷۷ء۔
- ۴۶۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابی بکر ابن قیم الجوزیہ حنبلی (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ)۔ بیروت، دار الجبل س، ن، تحقیق طہ عبدالرؤف سعد۔
- ۴۷۔ الاصول من علم الاصول، محمد صالح العثیمین (معاصر)۔ قاہرہ، مکتبۃ السنۃ ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۳ء۔
- ۴۸۔ الاعلام بوفیات الاعلام، محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)۔ مکہ المکرمۃ، مصطفیٰ احمد الباز ۱۴۱۳ھ-۱۹۹۳ء۔
- ۴۹۔ الاعلام قاموس تراجم الاشہر الرجال والنساء من العرب والمستعربین فی الجاہلیۃ والاسلام والعصر الحاضر، خیر الدین الزرکلی۔ مصر، المطبعۃ العربیہ ۱۳۳۷ھ-۱۹۲۸ء۔
- ۵۰۔ اعلاء السنن، نظیر احمد العثماني التھانوی (۱۳۱۰ھ-۱۳۹۳ھ)۔ کراچی، ادارہ القرآن دارالعلوم الاسلامیہ طبع ثالث ۱۴۱۵ھ۔
- ۵۱۔ اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم، امام ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ الوشتانی الابی المالکی (متوفی ۸۲۷ھ یا ۸۲۸ھ)۔ بیروت دار الکتب العلمیہ س، ن۔
- ۵۲۔ الامام الاوزاعی فقیہ اہل الشام، عبد العزیز سید الاہل۔ قاہرہ، المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ ۱۳۸۶ھ-۱۹۶۶ء۔
- ۵۳۔ الامام الصادق حیاة عصرہ اروہ و فقہ، محمد ابو زہرہ۔ مصر، مطبعہ احمد علی مجیم س، ن۔
- ۵۴۔ امام اعظم ابو حنیفہ، عزیز الرحمن۔ لاہور، مکتبہ رحمانیہ س، ن۔
- ۵۵۔ امام رازی، عبد السلام ندوی۔ بھارت، اعظم گڑھ معارف پریس ۱۳۶۹ھ-۱۹۵۰ء۔
- ۵۶۔ الامام زید حیاة وعصرہ آراؤہ و فقہ، محمد ابو زہرہ۔ القاہرہ، دار الفکر العربی س، ن۔
- ۵۷۔ امام فخر الدین رازی حیاة و آثارہ، علی محمد حسن العماوی۔ مصر، مجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ-۱۹۶۹ء۔
- ۵۸۔ الامام فی بیان ادلة الاحکام، عز الدین عبد العزیز بن عبد السلام السلمی شافعی (۷۵۷ھ-۷۶۰ھ)۔ بیروت، دار البشائر الاسلامیہ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔
- ۵۹۔ الانصاف فی بیان سبب الاختلاف، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۳ھ-۱۱۷۶ھ)۔ دہلی، مطبعہ مہاکاشی س، ن۔

- ۶۰۔ ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون، اسمعیل باشا بن محمد امین بن میر سلیم البابانی البغدادی۔
بیروت، دار الفکر ۱۴۰۲ھ-۱۹۸۲ء۔

(ب)

- ۶۱۔ بالسبیل الاقوام فی توضیح المسلم، محمد عبد الحئی، اسہار نیور۔ نصیر الدین کتب خانہ اختر س، ن۔
- ۶۲۔ البحر المحیط، امام زرکشی بدر الدین محمد بن بہادر بن عبد اللہ شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۳ھ)۔ مصر،
دار الکتبی س، ن۔
- ۶۳۔ بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ابوالولید محمد بن احمد بن ابوالولید بن رشد قاضی الجامعہ حفید غرناطی مالکی
(۵۲۰ھ-۵۹۵ھ)۔ مصر، مصطفیٰ البابانی الحلبي ۱۳۳۹ھ۔
- ۶۴۔ بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ابوالولید محمد بن احمد بن ابوالولید بن رشد قاضی الجامعہ حفید غرناطی مالکی
(۵۲۰ھ-۵۹۵ھ)۔ لاہور، المکتبہ العلمیہ ۱۳۹۶ھ-۱۹۷۶ء۔
- ۶۵۔ البداية النہایہ، ابوالفداء الحافظ ابن کثیر دمشقی (متوفی ۷۷۳ھ)۔ بیروت مکتبہ المعارف، الرياض، مکتبہ
النصر ۱۹۶۶ء۔
- ۶۶۔ البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، محمد بن علی شوکانی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ)۔ القاہرہ، مطبعہ
السعادۃ ۱۳۳۸ھ۔
- ۶۷۔ البدر الطالع بمحاسن من بعد القرن السابع، محمد بن علی شوکانی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ)۔ بیروت،
دار المعرفہ س، ن۔
- ۶۸۔ البرہان، امام الحرمین ابی المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف جوینی شافعی (۴۱۹ھ-۴۷۸ھ)۔ کویت،
مکتبہ امام الحرمین طبع ثالث ۱۴۱۲ھ تحقیق عبد العظیم الدیب۔
- ۶۹۔ البرہان، امام الحرمین ابی المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف جوینی شافعی (۴۱۹ھ-۴۷۸ھ)۔ قطر،
امیر دولہ قطر ۱۳۹۹ھ۔
- ۷۰۔ بغیہ الوعاة فی طبقات الغویین والخاء، جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ)۔
بیروت، دار الفکر طبع ثانی ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم۔
- ۷۱۔ البلبل فی اصول الفقہ، مختصر روضة الناظر وجعة المناظر للموفق ابن قدامہ، سلیمان بن
عبد القوی الطوفی الصرصری الحسنبی (۶۷۳ھ-۷۱۶ھ)۔ الرياض، مکتبہ امام الشافعی ۱۳۸۳ھ۔
- ۷۲۔ بیان المختصر شرح منتهی السؤل والامل لابن حاجب، ابوالثناء شمس الدین محمود بن عبد الرحمن بن احمد
بن محمد بن ابوبکر بن علی۔

۷۳۔ الاصفہانی شافعی (۶۷۴ھ-۷۴۹ھ)۔ مکہ المکرمۃ، جامعہ ام القری ۱۴۰۶ھ-۱۹۸۶ء تحقیق محمد مظہر بٹا۔

(ت)

- ۷۴۔ تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ قاسم بن قطلوبغا حنفی (۸۰۲ھ-۷۷۹ھ)۔ بغداد، مطبعہ العالی ۱۹۶۲ھ۔
- ۷۵۔ تاریخ الاسلام، ابو نعیم عبد الحکیم و عبد الحمید۔ لاہور کشمیری بازار کتاب منزل س، ن۔
- ۷۶۔ تاریخ التراث العربی، نوادسز کین۔
- ۷۷۔ تاریخ الخلفاء القانمین بامر الدین، جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ)۔ مصر، مطبعہ الیمینیہ ۱۳۰۵ھ۔
- ۷۸۔ تاریخ الشعوب الاسلامیہ، کارل بروکلمان، نقلہ الی العربیہ دکتور نبیہ امین فارس و منیر البعلبکی۔ بیروت، دار العلم للملایین طبع ثانی ۱۹۰۳ء۔
- ۷۹۔ تاریخ الفلسفۃ فی الاسلام، الاستاذ ڈ۔ ج۔ وی بور، جامعہ امستردام T.J.DDOER مترجم محمد عبد البہادی البوریدہ، مطبعہ لجنة التالیف والترجمہ والنسر ۳۷۷ھ-۱۹۵۷ء، طبع رابع س، ن۔
- ۸۰۔ تاریخ القضاء فی الاسلام، محمد بن محمد عنوس مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی۔ لاہور، ادارہ فروغ اردوس، ن۔
- ۸۱۔ تاریخ الکامل لابن السعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکرم، ابن الاثیر الجزری (۵۴۳ھ-۶۰۶ھ)۔ مصر، مطبعہ ذات التحریر ۱۳۰۳ھ۔
- ۸۲۔ تاریخ بغداد، حافظ ابی بکر احمد بن علی الخطیب بغدادی (۳۹۲ھ-۴۶۳ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ س، ن۔
- ۸۳۔ تاریخ خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر، مولی محمد بن فضل اللہ انجلی دمشقی (متوفی ۱۱۱۱ھ)۔ مصر، مطبعہ الوہبیہ ۱۲۸۳ھ۔
- ۸۴۔ تاریخ فاطمین مصر، زاہد علی۔ کراچی، نفیس اکیڈمی طبع دوم ۱۹۶۳ء۔
- ۸۵۔ تاریخ قضاۃ الاندلس، ابن حسن النہاسی الاندلسی (متوفی ۷۹۲ھ)۔ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۵ھ-۱۹۹۵ء ضبط شرح تعلیق مریم قاسم طویل۔
- ۸۶۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام، محمد لطیف جمعہ مترجم میر ولی الدین۔ کراچی، نفیس اکیڈمی ۱۹۷۹ء۔
- ۸۷۔ تاریخ نفاذ حدود، نور احمد شاہتاز۔ کراچی، فضلی سنز ۱۹۹۸ء۔
- ۸۸۔ تاسیس النظر، ابو زید عبید (عبد) اللہ بن عمر الدبوسی حنفی (متوفی ۴۳۰ھ)۔ کراچی، سعید کمپنی ۱۴۰۱ھ۔
- ۸۹۔ التالیف بین الفرق، محمد حمزہ۔ دمشق، دار قتیبہ ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء۔

- ۹۰۔ تبصرة الحکام فی اصول الاقضية ومنهاج الاحکام، ابو عبد اللہ محمد بن فرحون الیمری مالکی (متوفی ۷۹۹ھ) بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۳۰۱ھ۔
- ۹۱۔ التبصرة فی اصول الفقه، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف الفیر وز آبادی الشیرازی (۳۹۳ھ-۷۷۶ھ) دمشق، دار الفکر ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء۔
- ۹۲۔ تبیض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفہ، امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی شافعی (۸۴۰ھ-۹۱۱ھ) حیدرآباد، مجلس دائرہ المعارف النظامیہ ۱۳۱ھ۔
- ۹۳۔ تجدید الاصول الفقہیہ للإسلام محاولة لتنظیم ماده اصول الاحکام الشرعیہ ودعوته لنظہیر فقه اصولی معاصر، حسن الترابی، مصورہ نسخہ۔ قاہرہ، مکتبہ المعهد العالمی للفکر الاسلامی رقم تسجیل ۷۷۱۶۷۔
- ۹۴۔ التحریر فی اصول الفقه، کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن عبد الحمید، ابن ہمام الدین الاسکندری حنفی (۷۹۰ھ-۸۶۱ھ) مصر، مصطفی البابی الحنفی ۱۳۵۱ھ۔
- ۹۵۔ التحصیل من المحصول، سراج الدین ابوالشانی محمود بن ابوبکر بن حامد بن احمد الارموی شافعی (۵۹۴ھ-۶۸۲ھ) بیروت، مؤسسہ رسالہ ۱۴۰۸ھ-۱۹۸۸ء۔ تحقیق عبد الحمید علی البوزنید۔
- ۹۶۔ تحریر الرسائل، مرتضی المدرس الکیانی (مولد ۱۲۹۵ھ)۔ طہران، مطبوعاتی عطائی ۱۳۷۷ھ۔
- ۹۷۔ تخریج الفروع علی الاصول، شہاب الدین محمود بن احمد الزنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ)۔ دمشق، مطبعہ جامعہ دمشق ۱۳۸۲ھ-۱۹۶۲ء تحقیق محمد ادیب صالح۔
- ۹۸۔ تخریج الفروع علی الاصول، شہاب الدین محمود بن احمد الزنجانی شافعی (متوفی ۶۵۶ھ)۔ بیروت، مؤسسہ الرسالہ طبع خامس ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء تحقیق محمد ادیب صالح۔
- ۹۹۔ تذکرۃ الحفاظ، ابو عبد اللہ شمس الدین الذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)۔ دار الاحیاء التراث الاسلامی س، ن۔
- ۱۰۰۔ تسہیل الطرقات فی نظم الورقات، مشرف الدین یحییٰ بن بدر الدین العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ)۔ سعودیہ، وزارت نشر و اشاعت ۱۴۱۱ھ۔
- ۱۰۱۔ تسہیل الوصول الی علم الاصول، محمد عبد الرحمن الحکلاوی (متوفی چودھویں صدی ہجری)۔ مصر، مصطفی البابی الحلبي ۱۳۱۴ھ۔
- ۱۰۲۔ تفسیر الطبری جامع البیان فی تفسیر القرآن، ابو جعفر محمد جریر الطبری (متوفی ۳۱۰ھ)۔ بیروت، دار المعرفہ ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹ء۔
- ۱۰۳۔ تفسیر النفاخر الرازی، المشہور بالتفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب، امام فخر الدین الرازی شافعی

(۵۴۳ھ-۶۰۶ھ)۔ بیروت دارالفکر طبع ثالث ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء۔

۱۰۴۔ تفسیر المنار الشیخ محمد عبده، سید محمد رضا مصری (۱۸۶۵ء-۱۹۳۵ء)۔ مصر، دار المنار (۱۳۷۳ھ-۱۹۵۴ء) طبع رابع۔

۱۰۵۔ التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الایات الشرعیہ ملا حیون حنفی (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ)۔ بمبئی، مطبعہ الکریمی ۱۳۲۷ھ حشی مولوی رحیم بخش۔

۱۰۶۔ التقرير والتحیر، ابن امیر الحاج حنفی (متوفی ۸۷۹ھ)۔ مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

۱۰۷۔ التلویح علی التوضیح، سعد الدین مسعود بن عمر التقازانی شافعی (متوفی ۸۹۲ھ)۔ کراچی، نور محمد اصح المطابع ۱۴۰۰ھ۔

۱۰۸۔ التمهید فی تخریج الفروع الاصول، جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ-۷۷۲ھ)۔ بیروت، مؤسسہ الرسالہ طبع ثالث ۱۴۰۴ھ-۱۹۸۴ء تحقیق محمد حسن ہیتو۔

۱۰۹۔ التنقیح والتوضیح، صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود تاج الشریعہ بخاری حنفی (متوفی ۷۷۷ھ)۔ کراچی، نور محمد اصح المطابع ۱۴۰۰ھ۔

۱۱۰۔ النقیح والتوضیح، صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی (متوفی ۷۷۷ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۶ھ-۱۹۹۶ء۔

۱۱۱۔ التنظیر الفقہی، جمال الدین عطیہ۔ دوہ، مطبعہ دوہ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔

۱۱۲۔ تنقیح الفصول فی اختصار المحصول و شرح و تنقیح الفصول، ابوالعباس شہاب الدین احمد بن ادریس بن عبدالرحمن بن عبداللہ مصری قرافی مالکی (۶۲۶ھ-۶۸۴ھ)۔ مصر، شرکہ طباعة الفنیہ المتحدہ العباسیہ ۱۳۹۳ھ، تحقیق طہ عبدالرؤف سعد۔

۱۱۳۔ توالی التاسیس بمعالی ابن ادریس فی مناقب الامام شافعی احمد بن علما بن محمد بن محمد علی بن حمد الکنانی، ابن حجر العسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)۔ مصر، مطبعہ المیریہ ۱۳۰۱ھ۔

۱۱۴۔ تیسیر التحریر علی کتاب التحریر لابن ہمام، محمد امین معروف بامیر بادشاہ الحسینی الحنفی الخراسانی البخاری مالکی (متوفی ۱۰۷۷ھ)۔ مصر، مصطفی البابی الخلسی ۱۳۵۰ھ۔

(ج)

۱۱۵۔ الجامع الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ (۲۰۹ھ-۲۷۹ھ)۔

۱۱۶۔ الجامع لاحکام القرآن، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی۔ بیروت، دارالفکر ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔

- ۱۱۷۔ جماع العلم، امام الطحطاوی محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۲ھ)۔ بیروت دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء تحقیق استاذ محمد احمد عبدالعزیز۔
- ۱۱۸۔ جمع الجوامع، ابو نصر قاضی القضاۃ تاج العرین عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی بن علی بن تمام بن یوسف بن موسیٰ ابن تمام السبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ)۔ بمبئی، مطبع اصح المطابع س، ن۔
- ۱۱۹۔ الجواهر المضية فی طبقات الحنفیہ، محی الدین ابی محمد عبدالقادر ابن ابی الوفاء محمد بن نصر ابن سالم بن ابی الوفاء القرشی الحنفی مصری (متوفی ۷۷۵ھ)۔ کراچی، میر محمد کتب خانہ س، ن۔
- (ح)
- ۱۲۰۔ حاشیہ الشہاب الحفاجی علی تفسیر بیضاوی، شیخ احمد بن محمود بن عمر قاضی القضاۃ، شہاب الدین الحفاجی مصری حنفی (متوفی ۱۰۶۹ھ)۔ مصر، علی نفقہ محمد عارف پاشا ۱۲۸۳ھ۔
- ۱۲۱۔ حاشیہ العطار علی جمع الجوامع، بلعلامہ شیخ حسن العطار علی شرح الجلال للامام ابن السبکی۔ بیروت، دارالکتب س، ن۔
- ۱۲۲۔ حاشیہ سیالکوٹی علی توضیح والتلویح، عبدالحکیم سیالکوٹی حنفی (۹۸۸ھ-۱۰۶۷ھ)۔ لاہور، مکتبہ جامع مدینہ س، ن۔
- ۱۲۳۔ حاشیہ علی مرآۃ الاصول شرح مرقاة الوصول للزمیری۔ مصر، مطبعہ الحان محرم آفندی البوسنی ۱۳۰۲ھ۔
- ۱۲۴۔ حاشیہ علی الورقات للجوبینی، شیخ احمد بن محمد الدمیاطی (متوفی ۱۱۱۷ھ)۔ مصر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحنفی ۱۳۷۴ھ-۱۹۵۵ء۔
- ۱۲۵۔ حاشیہ نسیمات الاسحار علی شرح افاضۃ الانوار علی متن اصول المنار لعلاء الدین الحصکفی حنفی (متوفی ۱۰۸۸ھ)، محمد امین بن عمر بن عابدین (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ)۔ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبي طبعی ثانی ۱۳۹۹ھ۔
- ۱۲۶۔ حجة الباقی، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ)۔ ادارہ الطباعہ المنیر یہ ۱۳۵۲ھ۔
- ۱۲۷۔ حجة الباقی، شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ)۔ کراچی، شیخ غلام علی سنز س، ن۔
- ۱۲۸۔ حقائق الحنفیہ، فقیر محمد کھنوی۔ انڈیا، مطبع نامی نشی نول کشور ۱۲۹ھ۔
- ۱۲۹۔ حرکۃ التألیف باللغة العربیہ فی الاقلیم الشمالی الہندی فی القرنین الثامن والتامع عشر، جمیل احمد۔ کراچی، جامعہ الدارسات الاسلامیہ س، ن۔
- ۱۳۰۔ الحسامی، حسام الدین محمد بن محمد بن عمر الانیسکی حنفی (متوفی ۶۳۴ھ)۔ مع الحسامی بالنامی ابو محمد عبدالحق الحنفی بن محمد امیر۔ کراچی، نور محمد س، ن۔

۱۳۱۔ حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاهرہ، جلال الدین السیوطی شافعی (۸۳۹ھ-۹۱۱ھ)۔ مصر، مصطفیٰ آفندی فہمی الکتبی س، ن۔

۱۳۲۔ حصول المامول من علم الاصول، نواب صدیق حسن خان (۱۲۳۸ھ-۱۳۰۷ھ)۔ القاہرہ، دارالصحوہ ۱۲۰۶ھ-۱۹۸۵ء، تعلیق مقتدی حسن الازہری۔

۱۳۳۔ حیات حافظ ابن قیم، عبدالعظیم مترجم غلام احمد حریری۔ کراچی، غلام علی سنز ۱۹۸۹ء۔

(خ)

۱۳۴۔ خطبات بہاولپور، محمد حمید۔ اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی طبع ثالث ۱۹۹۰ء۔

(د)

۱۳۵۔ دائرہ معارف اسلامیہ (اردو)۔ لاہور و انش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ-۱۹۷۱ء۔

۱۳۶۔ دراستہ تاریخیہ للفقہ و اصولہ و الاتجاهات التي ظهرت فيها، مصطفیٰ سعید الحسن، الشركة المتحدة للتوزيع س، ن۔

۱۳۷۔ الدر المختار فی شرح تنویر الابصار، علاء الدین محمد بن علی بن محمد الحسکفی حنفی (۱۰۲۵ھ-۱۰۸۸ھ)۔ کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی س، ن۔

۱۳۸۔ الدرر الكامنه فی اعيان المائة الثامنة، احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد الکنانی ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ)۔ بیروت، دارالبحیل س، ن۔

۱۳۹۔ دروس فی علم الاصول، شہید آیۃ العظمی السید محمد باقر الصدر (متوفی ۱۴۰۰ھ) قم، مؤسسہ النشر الاسلامی ۱۴۱۵ھ۔

۱۴۰۔ الدیاج المذهب فی معرفۃ اعیان المذهب، قاضی ابراہیم بن نور الدین المعروف بابن فرحون مالکی (متوفی ۷۹۹ھ)۔ بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء، تحقیق مامون بن محی الدین الحقان۔

(ذ)

۱۴۱۔ الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، شیخ آقا بزک الطبرانی۔ بیروت، دارالاضواء طبع ثالث س، ن۔

(ر)

۱۴۲۔ الرسالہ، محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ)۔ بیروت، دارالفکر ۱۳۰۹ھ، تحقیق احمد محمد شاکر۔

۱۴۳۔ الرسالہ المسنظرہ لبيان مشهور كتب السنة المشرفہ، شیخ محمد جعفر الکتانی (متوفی ۱۳۳۵ھ)۔ کراچی، نور محمد کتب خانہ ۱۳۷۹ھ۔

۱۴۴۔ رفع الملام عن الاثمة الاعلام، شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) مطبعۃ السنۃ الحمدیہ ۱۳۸۷ھ۔

۱۳۵۔ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات، علامہ متیج المرزا محمد باقر الموی الخوانساری الاصبہانی۔ بیروت الدار الاسلامیہ ۱۳۱۱ھ۔ ۱۹۹۱ء۔

۱۳۶۔ روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذهب الامام احمد بن حنبل، موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (۵۳۱ھ۔ ۶۲۰ھ)۔ قاہرہ، المطبعۃ السلفیہ ۱۳۸۵ھ۔

۱۳۷۔ روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذهب الامام احمد بن حنبل، موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی (۵۳۱ھ۔ ۶۲۰ھ)۔ بیروت، دار الکتب العربیہ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء۔

۱۳۸۔ الرياض النضرہ فی مناقب العشرہ، ابو جعفر احمد الحب الطبری۔ بیروت دار الکتب العلمیہ س، ن۔

(س)

۱۳۹۔ سلك الدرر فی اعیان القرن الثانی عشرہ، ابو الفضل سید محمد خلیل آفندی الہرادی۔ بغداد، مکتبۃ المشی ۱۴۰۱ھ۔ قاہرہ، مطبعۃ الامیریہ ۱۳۰۱ھ۔

۱۴۰۔ سنن ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید المقرئ بنی، ابن ماجہ (۲۰۹ھ۔ ۲۴۳ھ)۔

۱۴۱۔ سنن ابی داؤد، سلیمان بن الاشعث ابی داؤد البجستانی (۲۰۲ھ۔ ۲۴۵ھ)۔ کراچی نور محمد اصح المطابع س، ن۔

۱۴۲۔ سنن نسائی، ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب بن علی بن بحر النسائی (۲۱۵ھ۔ ۳۰۳ھ)۔ کراچی، نور محمد کارخانہ تجارت س، ن۔

۱۴۳۔ سیرت ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک بن محمد بن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ)۔ قاہرہ، مطبعۃ تجازی س، ن۔ تعلیق و حواشی، محمد محی الدین الحمید۔

۱۴۴۔ سیرت النعمان، شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۳ء)۔ کراچی، دارالاشاعت ۱۴۱۲ھ۔

۱۴۵۔ سیرت ائمہ اربعہ سید رئیس احمد جعفری۔ کراچی، شیخ غلام علی سنز س، ن۔

(ش)

۱۴۶۔ الشافعی حیاة وعصرہ آراؤہ وفقہہ، محمد ابو زہرہ۔ القاہرہ، دار الفکر العربی طبع ثانی ۱۳۶۷ھ۔ ۱۹۴۸ء۔

۱۴۷۔ الشامل فی شرح اصول الفقہ للشیخ فخر الاسلام البزدوی، ابو حنیفہ امیر کاتب ابن امیر علی العمید الفارانی الاتقابی (۷۵۸ھ۔ میں زندہ تھے)۔ کراچی مجلس علمی لائبریری میں ہاتھ سے لکھا ہوا دس جلدوں پر مشتمل ایک نسخہ موجود ہے۔ جس کی یہ تحریر ہے کہ انہوں نے اسے ۷۵۸ھ میں لکھا شروع کیا تھا۔

۱۴۸۔ شرح البدخسی، محمد بن حسن البدخشی۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ۔ ۱۹۸۴ء۔

۱۴۹۔ شرح جمع الجوامع، امام ابن السبکی شافعی (۷۲۷ھ۔ ۷۷۱ھ) مع حاشیہ، علامہ البنانی علی شرح الجلال المحلی علی جمع الجوامع للامام ابن السبکی۔ مصر، دار اکتب العربیہ الکبری س، ن۔

- ۱۶۰۔ شرح الزرقانی علی المذاہب، علامہ محمد عبدالباقی الزرقانی متوفی سنہ ۱۱۲۲ھ۔ بیروت، دارالمعرفہ طبع ثانی ۱۳۹۳ھ۔
- ۱۶۱۔ شرح العضد علی مختصر ابن الحاجب، عضد الدین عبد الرحمن بن احمد الایچی شافعی (۷۰۸ھ۔ ۷۵۶ھ)۔ مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔
- ۱۶۲۔ شرح العمدة، ابو الحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ)۔ مدینۃ المنورہ، مکتبہ العلوم والحکم ۱۴۱۰ھ، تحقیق عبد الحمید علی ابوزنید۔
- ۱۶۳۔ شرح الکوکب المنیر، المسمی مختصر التحریر یا المختبر التکبر شرح المختصر فی اصول الفقہ، شیخ محمد بن احمد بن عبد العزیز بن علی الفتوحی الحنبلی معروف بابن اللحام (۸۹۸ھ۔ ۹۷۲ھ)۔ دمشق، دار الفکر ۱۴۰۰ھ۔ ۱۹۸۰ء، تحقیق محمد الزحیلی ونزیہ حماد۔
- ۱۶۴۔ شرح الکوکب المنیر، المسمی مختصر التحریر یا المختبر التکبر شرح المختصر فی اصول الفقہ، شیخ محمد بن احمد بن عبد العزیز بن علی الفتوحی الحنبلی معروف بابن اللحام (۸۹۸ھ۔ ۹۷۲ھ)۔ مکة المکرمہ، جامعہ الملک عبد العزیز ۱۴۰۰ھ۔ ۱۹۸۰ء، تحقیق محمد الزحیلی ونزیہ حماد۔
- ۱۶۵۔ شرح اللمع یا الوصول الی مسائل الاصول، جمال الدین ابوالحق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبد اللہ شیرازی شافعی (۳۹۳ھ۔ ۴۷۶ھ)۔ بیروت دار الغرب اسلامی ۱۴۰۸ھ۔ ۱۹۸۸ء، تحقیق عبد المجید ترکی۔
- ۱۶۶۔ شرح المنار و حواشیہ من علم الاصول علی متن المنار، عز الدین عبد الطیف ابن عبد العزیز بن الملک (متوفی ۸۰۱ھ) مطبعہ العثمانیہ س، ن۔
- ۱۶۷۔ شرح الورقات للجوینی، جلال الدین محمد ابن احمد المحلی شافعی (۷۹۱ھ۔ ۸۶۳ھ)۔ مصر، مکتبہ مصطفی البابی الحلبي ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵۔
- ۱۶۸۔ شرح تسهیل الطرقات سید محمد علوی مالکی (معاصر)۔ سعودیہ، وزارت نشر و اشاعت ۱۴۱۱ھ۔
- ۱۶۹۔ شرح جلال المحلی علی جمع الجوامع، جلال الدین محمد ابن احمد المحلی شافعی (۷۹۱ھ۔ ۸۶۳ھ)۔ بمبئی، مطبعہ اصح المطابع س، ن۔
- ۱۷۰۔ شرح صحیح مسلم، یحییٰ بن شرف نووی شافعی (متوفی ۶۷۶ھ)۔ کراچی، نور محمد اصح المطابع طبع ثانی ۱۳۶۵ھ۔
- ۱۷۱۔ شذرات الذهب فی اخبار من الذهب، ابوالفلاح عبد الحئی بن العماد الحنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ)۔ قاہرہ، مکتبہ القدسی ۱۳۵۰ھ۔
- ۱۷۲۔ شفاء الغلیل فی بیان الشبیہ والمخیل ومسالك التحلیل، ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ۔ ۵۰۵ھ)۔ بغداد، مطبعہ الارشاد ۱۳۹۰ھ۔ ۱۹۷۱ء، تحقیق دکتور حمد الکلیسی۔

- ۱۷۳۔ الشقائق النعمانیہ فی علماء الدولہ العثمانیہ مصر، احمد بن صالح الدین مصطفیٰ ابن خلیل، طاش کبری زادہ رومی (۹۰۱ھ-۹۶۴ھ)۔ مصر، مطبعہ المیمیہ احمد البابی الکلی ۱۳۱۰ھ۔
- ۱۷۴۔ شیعہ ہی اہل سنت ہیں، محمد تجانی سماوی مترجم ثار احمد زین پوری، انتشارات انصاریان ۱۹۹۴ء۔

(ص)

- ۱۷۵۔ صحیح البخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ البخاری (۱۹۴ھ-۲۵۶ھ)۔ اسلام آباد، وزارت التعليم ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء۔
- ۱۷۶۔ صحیح مسلم، امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیساپوری (۲۰۶ھ-۲۶۱ھ)۔ بیروت، مؤسسہ عز الدین ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء، تحقیق احمد عمر ہاشم، موسیٰ شایین لاشین۔

(ض)

- ۱۷۷۔ الضروری فی اصول الفقہ یا مختصر المستصفی، ابوالولید محمد بن رشد حنفی مالکی (۵۲۰ھ-۵۹۵ھ)۔ بیروت، دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۴ء، تحقیق جمال الدین علوی، محمد علال سیناصر۔
- ۱۷۸۔ الضوء اللامع لاهل القرن التاسع، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن السخاوی۔ القاہرہ، مکتبہ القدسی ۱۳۵۳ھ۔
- ۱۷۹۔ ایضاح اللامع شرح جمع الجوامع فی اصول الفقہ، ابوالعباس احمد بن عبدالرحمن الیزیطینی مالکی، شیخ حلولو (متوفی ۸۷۵ھ یا ۸۹۵ھ)۔ ریاض، جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء، تحقیق عبدالکریم بن علی بن محمد النملہ۔

(ط)

- ۱۸۰۔ الطبری، احمد محمد الحوقی۔ مصر، المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ ۱۳۹۰ھ-۱۹۷۰۔
- ۱۸۱۔ طبقات الحنابلہ، قاضی ابوالحسین محمد بن ابی یعلی الفراء الحسنبلی (۳۸۰ھ-۴۵۸ھ)۔ بیروت، دار المعرفۃ س، ن۔
- ۱۸۲۔ الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ، تقی الدین بن عبدالقادر التمیمی الداری الغزی المصری الحنفی (متوفی ۱۰۰۵ھ)۔ القاہرہ، المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ ۱۳۹۰ھ-۱۹۷۰، تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو۔
- ۱۸۳۔ طبقات الشافعیہ، ابوبکر ابن ہدلیہ الحسینی، المصنف (متوفی ۱۰۱۴ھ)۔ بغداد، مطبعہ بغداد ۱۳۵۶ھ۔
- ۱۸۴۔ طبقات الشافعیہ، جمال الدین، عبدالرحیم الاسنوی شافعی (۷۰۴ھ-۷۷۶ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔
- ۱۸۵۔ طبقات الشافعیہ الکبری، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی شافعی (۷۷۷ھ-۷۷۷ھ)۔ القاہرہ، دار احیاء الکتب العربیہ س، ن۔ تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو، محمود محمد الطناحی۔
- ۱۸۶۔ طبقات الفقہاء، ابوالحق ابراہیم بن علی الشیرازی شافعی (۳۹۳ھ-۷۷۶ھ)۔ بغداد، مطبعہ بغداد ۱۳۵۶ھ۔

(ع)

۱۸۷۔ عز بن عبدالسلام : رضوان علی ندوی۔ دمشق، دار الفکر ۱۳۷۹ھ۔ ۱۹۶۰ء۔

۱۸۸۔ علم اصول الفقہ : عبد الوہاب خلاف (۱۳۰۵ھ۔ ۱۳۷۵ھ)۔ کویت، دار القام طبع عشرین ۱۳۶۱ھ۔

۱۸۹۔ علم اصول الفقہ و علاقہ بالفلسفۃ الاسلامیہ : علی جمعہ محمد۔ القاہرہ، المعهد العالمی للفکر الاسلامی ۱۳۰۷ھ۔ ۱۹۹۶ء۔

۱۹۰۔ علم الاصول تاریخاً و تطوراً : علی الفاضل القانیسی النجفی، مرکز النشر مکتب الاعلام الاسلامی ۱۴۰۵ھ۔

۱۹۱۔ عیون البصائر فی شرح الاشباہ والنظائر : حموی عمر۔ انڈیا، مطبعہ فنی نول کشور، ن۔

(غ)

۱۹۲۔ غایۃ الوصول شرح لب الاصول : شیخ الاسلام زین الدین حافظ قاضی القضاۃ زکریا بن محمد بن احمد زکریا الانصاری ظاہری شافعی (۸۲۶ھ۔ ۹۲۶ھ) مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۶۰ھ۔

۱۹۳۔ اغزالی : شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء) کراچی۔ مدینہ پبلشنگس، ن۔

(ف)

۱۹۴۔ الفاروق : شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء۔ ۱۹۱۴ء) لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ن۔

۱۹۵۔ عمر فاروق اعظم : محمد حسین بیگل ۲/۲۹۳۔ القاہرہ، مطبعہ مصر شرکہ مسابہ مصریہ ۱۳۶۳ھ۔

۱۹۶۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری : احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد الکنانی ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ۔ ۸۵۲ھ) السعودیہ۔ ادارت البحوث العلمیہ والافتاء والدعوہ والارشاد، ن۔

۱۹۷۔ فتح الرحمن علی متن لقطۃ العجلان لیدر الدین الزرکشی : زین الدین حافظ قاضی القضاۃ زکریا بن محمد بن احمد زکریا الانصاری ظاہری شافعی (۸۲۶ھ۔ ۹۲۶ھ) القاہرہ، مطبعہ الغیل ۱۳۲۶ھ۔

۱۹۸۔ فتح الغفار بشرح المنار المعروف بمشکاۃ الانوار فی اصول المنار : زین الدین ابراہیم بن محمد بن محمد ابن نجیم حنفی مصری (متوفی ۷۹۷ھ) مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی النجفی ۱۳۵۰۔ ۱۹۳۶ھ حواشی شیخ عبدالرحمن البحر اوی مصری۔

۱۹۹۔ الفتح المبین فی طبقات الاصولیین : عبداللہ مصطفیٰ المراغی۔ بیروت، محمد امین دجس، ن۔

۲۰۰۔ الفروق : ابوالعباس شہاب الدین احمد بن اوریس بن عبدالرحمن بن عبداللہ مصری قرافی مالکی (۶۲۶ھ۔ ۶۸۳ھ) بیروت، دار المعرفہ، ن۔

۲۰۱۔ الفصول فی الاصول : ابواب الاجتہاد والقیاس لابن بکر احمد بن علی الرازی الجصاص حنفی (متوفی ۳۷۰ھ) تحقیق سعید اللہ قاضی۔ لاہور، المکتبہ العلمیہ ۱۹۹۸ء۔

- ۲۰۲۔ الفقه الاسلامی فی ثوبہ الجدید : مصطفیٰ احمد الزرقاء۔ دمشق، مطبعہ الانتشار ۱۳۸۴ھ۔ ۱۹۶۵ء۔
- ۲۰۳۔ فقه اسلامی کا تاسیسی پس منظر : سجاد الرحمن صدیقی۔ اسلام آباد، شریعہ اکیڈمی ۱۹۹۲ء۔
- ۲۰۴۔ الفقه الاسلامی وادلتہ، وہبہ الزحیلی : دمشق، دار الفکر طبع ثالث ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء۔
- ۲۰۵۔ فقه عمر : شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔ لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ طبع دوم ۱۹۶۰ء۔
- ۲۰۶۔ الفكر الاصولی واشکالہ السلطۃ العلمیۃ فی الاسلام : قراءة نشأة علم الاصول ومقاصد الشریعہ، عبد المجید الصغیر۔ بیروت، دار المنتخب العربی ۱۳۱۵ھ۔ ۱۹۹۳ء۔
- ۲۰۷۔ الفكر السامی فی تاریخ الفقه الاسلامی : محمد بن الحسن النجاشی الشعالی الفاسی (۱۲۹۱ھ۔ ۱۳۷۶ھ) بیروت، دار الکتب العلمیہ (۱۴۱۶ھ۔ ۱۹۹۵ء) تحقیق ایمین صالح شعبان۔
- ۲۰۸۔ الفكر السامی فی تاریخ الفقه الاسلامی : محمد بن الحسن النجاشی الشعالی الفاسی (۱۲۹۱ھ۔ ۱۳۷۶ھ) مدینۃ المنورہ، مکتبۃ العلمیہ س، ن۔ تخریج احادیث وتعلیق عبدالعزیز بن عبدالفتاح القاری۔
- ۲۰۹۔ فلسفہ التشريع فی الاسلام : صبحی محصانی، بیروت، مکتبۃ الکشاف ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء۔
- ۲۱۰۔ فہرست الکتب العربیہ المحفوظہ بالکتب خانہ المصریہ : مصر، مطبعہ العثمانیہ ۱۳۰۵ھ، جمع وترتیب احمد الہیسی و محمد البیلاوی۔
- ۲۱۱۔ فہرست المکتبہ الازہریہ : فہرست الکتب الموجودہ بالمکتبہ الازہری الی ۱۳۶۲ھ۔ ۱۹۳۵ء۔ مصر، مطبعہ الازہر ۱۳۶۵ھ۔ ۱۹۴۶ء۔
- ۲۱۲۔ فہرست مخطوطات مکتبہ الجامع الکبیر صنعاء : یمن، وزارت الاوقاف والارشاد الجمهوریہ العربیہ الیمنیہ س، ن۔ تقریم علی ابن علی السمان، اعداد احمد عبدالمرزاق الرقیعی، عبداللہ محمد حبشی۔
- ۲۱۳۔ فوات الوفيات : محمد بن شاكر بن احمد لکنئی (متوفی ۶۳۷ھ)۔ مصر، مطبعہ المیمنیہ احمد البابی لکنئی ۱۳۱۰ھ۔
- ۲۱۴۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت : عبدالحی محمد بن نظام الدین الانصاری۔ مصر، مطبعہ الامیریہ بولاق ۱۳۴۲ھ۔
- ۲۱۵۔ فواتح الرحموت بشرح مسلم الثبوت : عبدالحی محمد بن نظام الدین الانصاری۔ انڈیا، مطبعہ نول کشور ۱۲۹۵ھ۔ ۱۸۷۸ء، تصحیح محمد امان الحق۔
- ۲۱۶۔ الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیۃ : ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی ہندی (۱۲۶۳ھ۔ ۱۳۰۳ھ)۔ کراچی، مطبعہ خیر کثیر س، ن۔

(ق)

- ۲۱۷۔ قاموس الیاس العصری : الیاس أنطون الیاس، بیروت، دار الجیل ۱۹۷۲ء۔
- ۲۱۸۔ قاموس المحيط : محمد الدین الفیر وزآبادی، مصر مکتبۃ التجاریہ الکبری س، ن۔

- ۲۱۹۔ القرآن الکریم :
- ۲۲۰۔ القواعد : حافظ ابو الفرج عبد الرحمن شہاب الدین احمد البغدادی ثم الدمشقی، ابن رجب الحنبلی (۷۳۶ھ-۷۹۵ھ) مصر، مطبعہ الصدق الخیریہ ۱۳۵۲ھ-۱۹۳۳ء۔
- ۲۲۱۔ قواعد الاحکام فی مصالح الانام : ابو عزالدین عبدالعزیز عبدالسلام شافعی (۵۷۷ھ-۶۲۰ھ یا ۶۲۱ھ) القاہرہ مطبعہ الاستفامس، ن۔
- ۲۲۲۔ قواعد الاصول و معاهد الفصول، مختصر تحقیق الامل فی علمی الاصول والجدل : صفی الدین محمد المؤمن بن کمال الدین البغدادی الحنبلی (۶۵۸ھ-۷۳۹ھ) دمشق، المکتبہ الباشمیہ ۱۳۳۰ھ۔
- ۲۲۳۔ قواعد الاصول و معاهد الفصول، مختصر تحقیق الامل فی علمی الاصول والجدل : صفی الدین محمد المؤمن بن کمال الدین البغدادی الحنبلی (۶۵۸ھ-۷۳۹ھ) المملکتہ السعودیہ، جامعہ أم القری ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۸ء۔
- ۲۲۴۔ القواعد الکلیہ ماخوذة من المدخل الفقہی العام الی الحقوق المدینہ : مفتی احمد الزرقا، کراچی، میر محمد ۱۹۸۶ء۔
- ۲۲۵۔ القواعد والفوائد الاصولیہ وما يتعلق بها من الاحکام الفرعیة : ابوالحسن، علاء الدین، علی بن محمد بن علی بن عباس بن شیبان البعلی الدمشقی الحنبلی، ابن اللحام الحنبلی : (متوفی ۸۰۳ھ) بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۳ء۔
- ۲۲۶۔ القیاس فی الشرع الاسلامی : شیخ الاسلام تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) وتلمیذہ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن قیم الجوزیہ حنبلی (۶۹۱ھ-۷۵۱ھ) قاہرہ، المطبعہ السلفیہ طبع ثالث ۱۳۸۵ھ۔
- (ک)
- ۲۲۷۔ کتاب الام : امام ابو عبد اللہ محمد بن ادیس شافعی (۱۵۰ھ-۲۰۴ھ) بیروت، دارالفکر ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء۔
- ۲۲۸۔ کتاب التریاق النافع بايضاح و تکمیل مسائل جمع الجوامع : سید شریف ابوبکر بن عبدالرحمن شہاب الدین العلوی الحسینی الشافعی (متوفی ۱۳۱۷ھ بعدہ) حیدرآباد دکن، مجلس دائرہ المعارف النظامیہ ۱۳۱۷ھ۔
- ۲۲۹۔ کتاب الحاصل من المحصول فی اصول الفقہ : تاج الدین ابو عبد اللہ محمد بن الحسین الارموی شافعی (۵۷۰ھ-۶۵۳ھ یا ۶۵۶ھ) بغازی منشورات جامعہ قاریونس ۱۹۹۴ء، تحقیق عبدالسلام محمود ابوناجی۔
- ۲۳۰۔ کتاب الخراج : امام ابو یوسف (۱۱۳ھ-۱۸۲ھ) مصر، مطبعہ السلفیہ طبع ثالث ۱۳۸۲ھ۔
- ۲۳۱۔ کتاب الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان : شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی (متوفی ۹۷۳ھ) مصر، مطبعہ الیمینیہ ۱۴۱۱ھ۔

- ۲۳۲۔ کتاب التحقيق شرح الحسامی، المعروف بغاية التحقيق : عبدالعزيز بن احمد بن محمد البخاری (متوفی ۷۴۰ھ) کراچی، میر محمد کتب خانہ، ن۔
- ۲۳۳۔ کتاب التعريفات : سيد الشریف علی بن محمد الجرجانی متوفی (۷۴۰ھ-۸۱۶ھ) طبران، انتشارات ناصر خسرو طبع سوم ۱۳۰۸ھ۔
- ۲۳۴۔ کتاب الجوهر اللامع فيما بالسماع من حکم الامام الشافعی المنظومة والعنونة : حسین ابن عبد اللہ باسلامہ شافعی مکی مصر، مطبعہ کروستان العلمیہ ۱۳۲۶ھ۔
- ۲۳۵۔ کتاب الجوهر النفس فی تاریخ حیاة الامام : محمد بن ادريس، محمد آفندی مصطفیٰ مصر، المطبعہ الحسینیہ المصریہ ۱۳۲۶ھ-۱۹۰۸ء۔
- ۲۳۶۔ کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ : ابن رجب ابوالفرج عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد البغدادی دمشقی الحسنبی (۷۳۲ھ-۷۹۵ھ) بیروت، دار المعرفہ، ن۔
- ۲۳۷۔ کتاب الرحمة الغیثیہ بالترجمہ اللیثیہ فی مناقب الامام اللیث بن سعد : ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن احمد الکنانی، ابن حجر عسقلانی شافعی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) مصر، مطبعہ المیریہ ۱۳۰۱ھ۔
- ۲۳۸۔ کتاب الفهرست : ابن النديم، محمد بن یعقوب شیعہ معتزلی (متوفی ۳۸۰ھ) کراچی، نور محمد، ن۔
- ۲۳۹۔ کتاب اللامشی فی اصول الفقہ : محمود بن زید الامشی حنفی ماتریدی، بیروت، دار الغرب الاسلامی ۱۹۹۰ء، تحقیق عبد المجید ترکی۔
- ۲۴۰۔ کتاب اللمع : ابواسحاق ابراہیم بن علی شیرازی شافعی (۳۹۳ھ-۷۷۶ھ) مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۹۸۷ء-۱۹۸۸ء۔
- ۲۴۱۔ کتاب المسترشد الی المقدم فی مذهب احمد : عبد اللہ بن محمد الخلیفی، العالمیہ مع اجازہ القضاۃ والتدریس ۱۳۰۱ھ-۱۹۸۱ء تصحیح محمد زہری النجار۔
- ۲۴۲۔ کتاب المعتمد فی اصول الفقہ : ابوالحسن محمد بن علی بن الطلب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ) دمشق، المعهد العلمی الفرنسي للدراسات العربیہ ۱۳۸۳ھ-۱۹۶۴ء تحقیق وتہذیب محمد حمید اللہ۔
- ۲۴۳۔ کتاب الطبقات الکبیر : ابن سعد، لندن مطبعہ بریل ۱۳۲۵ھ تصحیح دکتور سترتین۔
- ۲۴۴۔ کتاب مسلم الثبوت : قاضی محبت اللہ بن عبدالشکور البہاری حنفی (متوفی ۱۱۱۹ھ) مصر، مطبعہ الحسینیہ المصریہ، ن۔
- ۲۴۵۔ کتاب مناقب الامام شافعی : ابو عبد اللہ محمد بن عمر الرازی شافعی (۵۴۲ھ-۶۰۶ھ) مصر، مکتبہ العلمیہ، ن۔

- ۲۳۶۔ کتاب نزهة المشتاق شرح اللمع لابن اسحاق الشیرازی : محمد یحییٰ بن اشیخ امان المکی، قاہرہ، مطبعہ حجازی ۱۳۷۰ھ-۱۹۵۱ء۔
- ۲۳۷۔ الکشاف عن مخطوطات خزائن کتب الاوقاف : محمد اسعد طلحہ، بغداد، مطبعہ العالی ۱۳۷۲ھ-۱۹۵۳ء۔
- ۲۳۸۔ کشف الاسرار شرح اصول البزدوی : عبدالعزیز بن احمد بن محمد البخاری (متوفی ۷۳۰ھ) کراچی، صرف پبلشرز، ن۔
- ۲۳۹۔ کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار : ابوالبرکات عبداللہ بن احمد، المعروف حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۱۰ھ) مح۔
- ۲۴۰۔ شرح نور الانوار علی المنار : الحافظ شیخ احمد المعروف ملا جیون بن ابی سعید بن عبید اللہ الحنفی الصدیقی (۱۰۲۷ھ-۱۱۳۰ھ) بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۳۰۶ھ-۱۹۸۶ء۔
- ۲۴۱۔ کشف الاسرار شرح المصنف علی المنار : ابوالبرکات عبداللہ بن احمد المعروف حافظ الدین النسفی (متوفی ۷۱۰ھ) مح۔
- ۲۴۲۔ شرح نور الانوار علی المنار : الحافظ شیخ احمد المعروف ملا جیون بن ابی سعید بن عبید اللہ الحنفی الصدیقی (۱۰۲۷ھ-۱۱۳۰ھ) مصر، مطبعہ الکبریٰ الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔
- ۲۴۳۔ کشف الظنون عن اسامی کتب والفنون : مصطفیٰ بن عبداللہ القسطنطنی الرومی الحنفی، ملاکاتب الجلی، حاجی خلیفہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) بیروت، دار الفکر ۱۳۰۲ھ-۱۹۸۲ء۔
- ۲۴۴۔ کشف القناع المرفی عن مہمات الاسامی والکنی : بدر الدین ابی محمد محمود بن عینی (متوفی ۸۵۵ھ) جدہ، جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۳۱۳ھ-۱۹۹۳ء۔
- ۲۴۵۔ کشف المہم مما فی السلم : محمد بشیر الدین بن محمد بن کریم الدین العشمانی القنوجی۔ کراچی، محمد سعید اینڈ سنز، ن۔
- ۲۴۶۔ کشف المعطاء عن وجه المؤطا حاشیہ المؤطا : اشفاق الرحمن، اسلام آباد وزارت التعلیم۔
- ۲۴۷۔ الکوکب السائرہ باعیان النسۃ العاشرہ : نجم الدین الغزی۔ بیروت، الجامعۃ الامریکیہ ۱۳۳۵ھ، تحقیق جبرائیل سلیمان جبور۔

(ل)

- ۲۴۸۔ لب الاصول : شیخ الاسلام زین الدین حافظ القضاة زکریا بن محمد بن احمد بن احمد زکریا الانصاری الظاہری الشافعی (۸۲۶ھ-۹۲۶ھ) مصر، مطبعہ البابی الخلی ۱۳۶۰ھ۔
- ۲۴۹۔ لسان العرب : جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری (متوفی ۷۱۱ھ) بیروت، دار صادر ۱۳۷۳ھ-۱۹۵۵ء۔

- ۲۶۰۔ لسان المیزان : شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی محمد بن محمد بن علی بن احمد الکنانی حجر العسقلانی شافعی (۸۵۲ھ-۷۷۷ھ) حیدرآباد دکن، مجلس دائرہ المعارف النظامیہ ۱۳۲۹ھ۔
- ۲۶۱۔ لطائف الاشارات الی شرح تسہیل الطرقات لنظم الورقات فی الاصول الفقہیات : شیخ شرف الدین یحییٰ العمریطی شافعی (متوفی ۸۹۰ھ) شیخ عبدالحمید بن محمد بن علی قدس شافعی، مصر، مصطفیٰ البابی الحکمی ۱۳۳۳ھ۔
- ۲۶۲۔ قرۃ العین فی شرح ورقات امام الحرمین : شیخ ابی عبداللہ محمد بن محمد الرعینی المعروف بالخطاب مالکی (۹۰۲ھ-۹۵۴ھ) مصر، مصطفیٰ البابی الحکمی ۱۳۳۳ھ۔
- ۲۶۳۔ اللمع : جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن علی یوسف بن عبداللہ شیرازی شافعی (۳۸۳ھ-۴۷۶ھ) مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ بیروت، دارالندره الاسلامیہ ۹۸۷ء-۹۸۸ء۔
- ۲۶۴۔ اللمع : جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن علی یوسف بن عبداللہ شیرازی شافعی (۳۹۳ھ-۴۷۶ھ) مصر، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحکمی ۱۳۵۸ھ-۱۹۳۹ء۔

(م)

- ۲۶۵۔ مالک حیاته وعصره آراؤہ فقہہ : محمد ابوزہرہ، قاہرہ، مکتبہ الانجلا المصریہ طبع ثانی س، ن۔
- ۲۶۶۔ مجلۃ الفکر الاسلامی ایران العدد : ۲۶، ۲۰۔
- ۲۶۷۔ مجموعہ فتاویٰ "اصول الفقہ" : (جلد ۱۹ + ۲۰) ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن الخضر بن ۲۶۸۔
- ۲۶۸۔ محمد تقی الدین بن تیمیہ حنبلی (۶۶۱ھ-۷۲۸ھ) حرین شریفین، اشراف الرئاسة للشؤون الحرمین الشرفین ۱۳۹۸ھ، جمع وتبوت عبدالرحمن بن محمد بن قاسم النجدی العاصمی الحنبلی۔
- ۲۶۹۔ محاضرات تاریخ امم الاسلامیہ : (الدولۃ العباسیہ) شیخ محمد الخضری بک (متوفی ۱۹۶۷ء) مصر، مکتبہ تجاریہ الکبریٰ طبع عاشرس، ن۔
- ۲۷۰۔ المحصول فی علم الاصول : امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۳ھ-۶۰۶ھ) سعودیہ، جامعہ امام محمد بن بن سعود الاسلامیہ ۱۳۹۹ھ-۱۹۷۹ء تحقیق جابر فیاض علوانی۔
- ۲۷۱۔ المحصول فی علم الاصول : امام فخر الدین رازی شافعی (۵۴۳ھ-۶۰۶ھ) سعودیہ، مکتبہ نزار مصطفیٰ ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۷ء تحقیق عادل احمد عبدالموجود علی محمد معوض۔
- ۲۷۲۔ المحلی : ابو محمد علی بن احمد بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری (۳۸۴ھ-۴۵۶ھ) قاہرہ، مکتبہ دار التراث س، ن۔ تحقیق احمد محمد شاكر۔

- ۲۷۳۔ مختار الصحاح : محمد بن ابی بکر بن عبدالقادر الرازی (متوفی ۶۰ھ) مصر، مصطفیٰ البانی الحنفی س، ن۔
- ۲۷۴۔ مختصر المنار : زین الدین ابی العزطاہر بن حسن الحنفی حنفی معروف بابن حبیب الحنفی (۷۴۰ھ-۸۰۸ھ) دمشق، المکتبہ الباشمیہ ۱۳۳ھ۔
- ۲۷۵۔ مختصر المنتہی الاصولی : جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر ابی بکر حاجب مالکی (۵۷۱ھ-۶۳۶ھ) قاہرہ، مطبعہ کروتان العلمیہ ۱۳۲۶ھ۔
- ۲۷۶۔ مختصر تنقیح الفصول فی الاصول : شہاب الدین احمد القرانی مالکی (۶۲۶ھ-۶۸۴ھ) دمشق، المکتبہ الباشمیہ ۱۳۳ھ۔
- ۲۷۷۔ المختصر فی اصول الفقہ علی مذهب الامام احمد بن حنبل : علی بن محمد بن علی بن عباس شیبان البعلی الدمشقی الحنبلی : علاء الدین ابو الحسن المعروف بابن اللحام ، (۷۵۰ھ- بعدہ) مکتبہ المکرّمہ، جامعہ الملک عبدالعزیز ۱۴۰۰ھ-۱۹۸۰ء۔
- ۲۷۸۔ المخطوطات العربیہ فی حلب (المنتخب) اعداد مرکز الخدمات والابحاث الثقافیہ : بیروت، عالم الکتاب ۲۰۰۷ھ-۱۹۸۶ء۔
- ۲۷۹۔ مخطوطات المکتبہ العباسیہ : مصر علی الخاقانی، مطبعہ المجمع العلمی العراقی ۱۳۱۰ھ-۱۹۶۱ء۔
- ۲۸۰۔ المدخل الی علم اصول الفقہ : محمد معروف الدوالیبی، بیروت، مطابع دار العلم للملایین طبع خامس ۱۳۸۵ھ-۱۹۶۵ء۔
- ۲۸۱۔ المدخل الی مذهب الامام احمد : عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ ابن بدران، بیروت، دار الکتاب العلمیہ ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء۔
- ۲۸۲۔ المدخل للفقہ الاسلامی تاریخہ ومصادرہ ونظریاتہ العام : محمد سلام بدکور، قاہرہ، دار التبلیغ العربیہ ۱۳۸۰ھ-۱۹۶۰ء۔
- ۲۸۳۔ المدونہ الکبری : امام مالک بن انس الاصمعی (۹۳ھ-۱۷۹ھ) مصر، مطبعہ الخیریہ ۱۳۲۲ھ۔
- ۲۸۴۔ المذاهب الفقہیہ الاربعہ الحنفی، الشافعی، الحنبلی وانتشارها وانتشارها عند جمهور المسلمین، لاحمد تیمور باشا معہ دراسہ تحلیہ شیخ محمد ابو زہرہ مترجم معراج محمد باروق : کراچی قدیمی کتب خانہ س، ن۔
- ۲۸۵۔ مرآة الجنان وعبرة یقظان : ابو محمد عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان عقیف الدین الیافی الیمنی المکی (متوفی ۶۸ھ) حیدرآباد دکن، مطبعہ دائرۃ المعارف النظامیہ ۳۳۸ھ۔
- ۲۸۶۔ مراتب الاجماع فی العبادات والمعاملات والاعتقادات : ابو محمد علی بن احمد بن حزم الظاہری الاندلسی (۳۷۴ھ-۴۵۶ھ) قاہرہ، مکتبہ القدسی ۱۳۵۷ھ۔

۲۸۷۔ مرقات : ملا علی قاری حنفی (متوفی ۱۰۱۴ھ) ملتان، مکتب امدادیہ ۱۳۹۲ھ۔

۲۸۸۔ مزیل الغواشی شرح اصول الشاشی : حکیم نجم الغنی رامپوری (۱۸۵۹ء-۱۹۳۲ء) کراچی، میر کتب خانہ س، ن۔

۲۸۹۔ المسائل الاصولیہ من کتاب الروایتین الوجهین : محمد بن الحسین بن محمد بن خلف بن احمد القاضي ابو علی البغدادی الحنبلی (۳۸۰ھ-۴۵۸ھ) الریاض، مکتبہ المعارف ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء تحقیق عبدالکریم محمد اللاحم۔

۲۹۰۔ المستصفی : ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔

۲۹۱۔ المستصفی من علم الاصول : ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ) کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۷ھ-۱۹۸۷ء۔

۲۹۲۔ المستصفی من علم الاصول : ابو حامد محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۶۰ھ-۵۰۵ھ)۔

مع

کتاب فوائذ الرحوت عبد علی محمد بن نظام الدین الانصاری بشرح مسلم الثبوت فی اصول الفقہ لمحبت اللہ بن عبد اللہ بن عبد الشکور۔ بغداد، مکتبہ المثنیٰ ۱۹۷۰ء، مصر، مطبعہ بولاق ۱۲۵۴ھ۔

۲۹۳۔ مسک الختام شرح بلوغ المرام : نواب صدیق حسن بھوپالی (۱۲۳۸ھ-۱۳۰۷ھ) بھوپال، مطبعہ شاجہائی ۱۳۱۰ھ۔

۲۹۴۔ مسلم الثبوت : قاضی محبت اللہ البہاری بن عبد الشکور حنفی (متوفی ۱۱۱۹ھ)۔

مع

کشف المہم : محمد بشیر الدین بن مولانا محمد کریم الدین العثماني القنوجی، کراچی، محمد سعید اینڈ سنز تاجر ان س، ن۔

۲۹۵۔ المسند امام احمد بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۳ھ) بیروت، دار الفکر طبع ثانی ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء تحقیق صدیق محمد جمیل العطار۔

۲۹۶۔ المسند امام بن حنبل (۱۶۴ھ-۲۴۳ھ) بیروت، مکتب اسلامی ۱۳۹۸ھ۔

۲۹۷۔ المسودہ فی اصول الفقہ : مجد الدین ابو البرکات عبد السلام بن عبد اللہ الخضر بن حنبلی (۵۹۰ھ-۶۵۲ھ) شہاب الدین ابو المہدی بن عبد الحلیم بن عبد السلام حنبلی (۶۲۷ھ-۶۸۲ھ) شیخ الاسلام تقی الدین ابو العباس احمد بن حلیم (متوفی ۷۵۱ھ) بیروت، دار الکتب العربی س، ن۔ جمع و تبیض شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن احمد بن عبد الغنی الحسنبلی الحرانی الدمشقی (متوفی ۷۴۵ھ)۔

۲۹۸۔ مشکوٰۃ المصابیح : ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ (متوفی ۷۳۷ھ بعدہ) کراچی، قدیمی کتب خانہ ۱۳۶۸ھ۔

۲۹۹۔ المصنف : ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العباسی (متوفی ۲۴۵ھ) کراچی، ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ۔

۳۰۰۔ المصطلح الاصولی ومشکلہ المفاهیم : علی جمہ محمد، قاہرہ، المہتد العالمی للفکر الاسلامی ۱۴۱۷ھ-۱۹۹۶ء۔

- ۳۰۱۔ المعالم فی اصول الفقہ : امام فخر الدین شافعی (۵۴۲ھ-۶۰۶ھ)۔ قاہرہ، دار علم المعرفہ ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۳ء۔ تحقیق شیخ عادل احمد عبدالموجود شیخ علی محمد معوض۔
- ۳۰۲۔ المعتمد فی اصول الفقہ : ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب البصری المعتزلی (متوفی ۴۳۶ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء، تقدیم شیخ خلیل الیس۔
- ۳۰۳۔ معجم الادباء، یاقوت الحموی (متوفی ۴۲۹ھ) : بیروت، دار احیاء التراث العربی س.ن۔
- ۳۰۴۔ معجم الاصولیین : محمد مظہر بقا۔ مکہ المکرمہ، جامعہ ام القری ۱۴۱۳ھ۔
- ۳۰۵۔ المعجم الفہرس لالفاظ الحدیث النبوی : ای ونسک وی پرنسج۔ لندن، مطبعہ بریل طبع ۱۹۶۹ء۔
- ۳۰۶۔ معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیہ : مرر ضاکالہ۔ دمشق، المکتبہ العربیہ ۱۳۷۶ھ۔ ۱۹۵۷ء۔
- ۳۰۷۔ معدن الجواهر بتاریخ البصرہ والجزائر (جزائر الحلیج العربی الفارسی) : نعمان بن محمد بن العراق (دسویں صدی ہجری کے عالم)۔ اسلام آباد، مجمع بحوث الاسلامیہ ۱۳۹۳ھ-۱۹۷۳ء۔ تحقیق محمد حمید اللہ۔
- ۳۰۸۔ المغنی : موفق الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ (متوفی ۶۳۰ھ)۔ مصر، مطبعہ المنار طبع ثانی ۱۳۲۷ھ۔
- ۳۰۹۔ المغنی فی اصول الفقہ : امام جلال الدین ابی محمد عمر بن محمد بن عمر انبازی حنفی (۶۲۹ھ-۶۹۱ھ)۔ مکہ المکرمہ، جامعہ ام القری ۱۴۰۳ھ، تحقیق محمد مظہر بقا۔
- ۳۱۰۔ مفتاح الوصول الی بناء الفروع علی الاصول یا مفتاح الوصول الی ابتداء الفروع علی الاصول یا مفتاح الاصول فی بناء الفروع علی الاصول : ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن یحییٰ بن علی بن محمد بن القاسم العلونی الحسینی معروف بہ شریف التماسانی مالکی (۷۱۰ھ-۷۷۷ھ)۔ مصر، مطبعہ السعادیہ ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء۔ تحقیق احمد عز الدین عبد اللہ خلف اللہ۔
- ۳۱۱۔ مفتاح السعاده : عصام الدین ابوالخیر احمد بن صالح الدین مصطفیٰ، ابن خلیل، طاش کبری زادہ (۹۰۱ھ-۹۶۲ھ)۔ حیدرآباد دکن، دائرہ المعارف العثمانیہ ۱۳۵۶ھ۔
- ۳۱۲۔ مقدمہ ابن خلدون : عبد الرحمن بن محمد بن خلدون مالکی (۷۳۲ھ-۸۰۸ھ)۔ بغداد، مکتبہ المثنیٰ س.ن۔
- ۳۱۳۔ مکمل اکمال الاکمال : ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی الحسینی (متوفی ۸۹۵ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ س.ن۔
- ۳۱۴۔ المنار : ابو البرکات عبد اللہ بن احمد حافظ الدین النیشی (متوفی ۷۱۰ھ)۔ مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۳۱۶ھ۔

- ۳۱۵۔ مناقب الامام ابی حنیفہ : لولہ الامین امام الموفق بن احمد المکی (متوفی ۵۶۸ھ)، حافظ الدین محمد بن محمد بن محمد بن شہاب المعروف بابن البرزازی الکرووی الحنفی (متوفی ۸۲۷ھ)۔ کوئٹہ، مکتبہ اسلامیہ ۱۲۰ھ۔
- ۳۱۶۔ مناقب الامام الشافعی : ابی السعادات مجد الدین المبارک بن محمد بن محمد بن عبد الکریم، ابن الاثیر الجزیری (۵۳۳ھ-۶۰۶ھ)۔ جدہ، دار القبلة للشفافہ الاسلامیہ، بیروت، موسسہ علوم القرآن ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء، تحقیق خلیل ابراہیم ملا خاطر۔
- ۳۱۷۔ مناقب الامام مالک بن انس : قاضی عیسیٰ بن مسعود الزاوی (متوفی ۴۳۳ھ) مدینۃ المنورہ، مکتبہ طیبہ ۱۴۱۱ھ-۱۹۹۰ء تحقیق الظاہر محمد الدردیری۔
- ۳۱۸۔ مناهج الاصولیین فی طرق دلالات الالفاظ علی الاحکام : خلیفہ بابر الحسن۔ القاہرہ، مکتبہ وحبہ ۱۴۰۹ھ-۱۹۸۹ء۔
- ۳۱۹۔ المنحول من تعلیقات الاصول : ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ)۔ دمشق، دار الفکر طبع ثانی ۱۴۰۰ھ۔ تحقیق محمد حسن حنیو۔
- ۳۲۰۔ منتهی السؤل فی علم الاصول وهو مختصر کتاب الاحکام فی اصول الاحکام : سیف الدین ابو الحسن الادی الشافعی (۵۵۱ھ-۶۳۱ھ)۔ مصر، طباعة الجمعية العلمی الازہریہ المصریہ الملا یوبہ س، ن۔
- ۳۲۱۔ منتهی السؤل والامل فی علمی الاصول والجدل : جمال الدین ابو عمر عثمان بن عمر ابی بکر ابن حاجب ماکلی (۵۷۱ھ-۶۳۶ھ)۔ مصر، مطبع السعاده ۱۳۳۶ھ۔
- ۳۲۲۔ منهاج الوصول الی علم الاصول : ابو الخیر ناصر الدین عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی البیہاوی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ)۔ قاہرہ، عالم الکتب ۱۳۳۳ھ۔
- ۳۲۳۔ منهاج الوصول الی علم الاصول : ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیہاوی (متوفی ۶۸۵ھ)۔ مصر، مطبعہ السعاده ۱۳۷۰ھ-۱۹۰۱ء تحقیق محمد محی الدین عبد الحمید۔
- ۳۲۴۔ الموافقات فی اصول الشریعہ : ابو اسحق ابراہیم بن موسیٰ بن محمد النخعی الغرناطی شاطبی ماکلی (متوفی ۷۹۰ھ)۔ بیروت، دار المعرفہ س، ن۔ تحقیق عبد اللہ دیراز۔
- ۳۲۵۔ الموسوعہ الفقہیہ : کویت، وزارة الوقایف الشؤون الاسلامیہ طبع ثانی ۱۴۰۳ھ-۱۹۸۳ء۔
- ۳۲۶۔ الموطا : ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک بن انس ابی عامر (۹۳ھ-۱۷۹ھ)۔ کراچی، دارالاشاعت س، ن۔
- ۳۲۷۔ الموطا : ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن فرقد (۱۳۲ھ-۱۸۹ھ)۔ کراچی، نور محمد صالح المطابع س، ن۔
- ۳۲۸۔ موسوعہ جمال عبد الناصر فی الفقہ الاسلامی : قاہرہ، وزارت الاوقاف ۱۳۸۱ھ۔
- ۳۲۹۔ میزان الشریعہ الکبریٰ : عبد الوہاب شعرانی شافعی (متوفی ۹۷۳ھ)۔ مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۵۹ھ۔

(ن)

- ۳۳۰۔ النبذ فی اصول الفقہ : ابن حزم الظاہری الاندلسی (۳۸۳ھ-۴۵۶ھ)۔ مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ ۱۴۰۱ھ-۱۹۸۱ء تحقیق احمد حجازی السقا۔
- ۳۳۱۔ النجوم الزاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ : جمال الدین ابوالحسن یوسف بن تغری بردی الاتابکی (۸۱۳ھ-۸۷۷ھ)۔ مصر، وزارة الثقافة والارشاد القومي المؤسسة المصریہ العامہ۔
- ۳۳۲۔ نزہۃ الخواطر وبہجۃ المسامع والنواظر : عبدالحی بن فخر الدین الحسینی (متوفی ۱۳۳۱ھ)۔ حیدرآباد دکن مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ ۱۳۸۱ھ-۱۹۵۱ء۔
- ۳۳۳۔ نظریۃ المصلحۃ فی الفقہ الاسلامی : حسین حامد حسان۔ مصر، دار الفکر ۱۹۷۱ء۔
- ۳۳۴۔ نظم العقیان فی اعیان الاعیان (وہو يتضمن تراجم مشاہیر القرن التاسع للہجرہ فی مصر وسورہ وسانو العالم الاسلامی) : امام جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی شافعی (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ)۔ نیویارک، المطبعہ، السوریہ الامریکیہ ۱۹۲۷ھ۔ بغداد، مکتبہ المثنی۔
- ۳۳۵۔ النفائس الاصول فی شرح المحصول : شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ادريس بن عبدالرحمن التہنہابی المصری القرانی (۶۲۶ھ-۶۸۴ھ)۔ الرياض، مکتبہ مصطفیٰ الباز طبع ثانی ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء، تحقیق عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوض۔
- ۳۳۶۔ نہایۃ السؤل : جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی (۷۰۳ھ-۷۷۶ھ)۔ بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۴ء۔
- ۳۳۷۔ نہایۃ السؤل فی شرح منہاج الوصول للقاضی بیضاوی (متوفی ۶۷۵ھ) : جمال الدین عبدالرحیم بن الحسن الاسنوی شافعی (متوفی ۷۷۲ھ)۔

مع

- حواشیہ المفیدہ سلم الوصول بشرح نہایۃ السؤل : شیخ محمد نخت المعیطی۔ القاہرہ، عالم الکتب س، ن۔
- ۳۳۸۔ نہایۃ الوصول الی علم الاصول فی شرح المحصول للرازی یا نہایۃ الوصول فی درایۃ الاصول : محمد بن عبدالرحیم بن شیخ صفی الدین الہندی الارموی شافعی (۶۳۴ھ-۷۱۵ھ)۔ مکہ المکرمہ، المکتبہ التجاریہ س، ن۔ تحقیق صالح بن سلیمان الیوسف وسعد بن سالم الشریع۔
- ۳۳۹۔ نور الانوار علی المنار : حافظ شیخ احمد ملا جیون حنفی (۱۰۴۷ھ-۱۱۳۰ھ)۔ مصر، مطبعہ الکبری الامیریہ ۱۴۱۶ھ۔
- ۳۴۰۔ نیل الاوطار شرح منتقى الاخبار : شیخ محمد بن علی الشوکانی (۱۱۷۳ھ-۱۲۵۰ھ)۔ مصر، مکتبہ الکلیات الازہریہ طبع جدید ۱۳۹۸ھ۔

(۹)

۳۳۱۔ الوافی بالوفیات : صلاح الدین خلیل بن ایکب الصفدی (متوفی ۷۶۳ھ)۔ فسادن (جرمنی)، دارالستر
فرانزشتاینز ۱۳۸۱ھ۔ ۱۹۶۲ء۔

۳۳۲۔ الوجیز فی اصول الفقہ : امام کراماتی (متوفی ۸۹۹ھ)۔ قاہرہ، المکتب الثقانی ۱۹۹۰ء۔ تحقیق احمد
حجازی السقا۔

۳۳۳۔ الوجیز فی اصول الفقہ : عبدالکریم زیدان۔ لاہور، فاران اکیڈمی س، ن۔

۳۳۴۔ الورقات : امام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد ابن حیوید الجوی شافعی
(۴۱۹ھ۔ ۴۷۸ھ)۔ مصر، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی طبع ثانی ۱۳۷۴ھ۔ ۱۹۵۵ء۔

۳۳۵۔ الوسیط فی اصول الفقہ : وہب الزحلی۔ دمشق، مطبعہ جامع دمشق ۱۳۸۵ھ۔ ۱۹۶۵ء۔

۳۳۶۔ الوصول الی الاصول : ابن برہان البواہق احمد بن علی بن محمد الوکیل شافعی (۴۷۹ھ۔ ۵۲۰ھ)۔ ریاض،
مکتبہ المعارف ۱۴۰۳ھ۔ ۱۹۸۳ء، تحقیق عبدالحمید علی ابوزنید۔

۳۳۷۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان : ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ)۔ مصر، مطبعہ المینیہ احمد البابی
الحلبی ۱۳۰۱ھ۔

(۱۰)

۳۳۸۔ الہدایہ : برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبد الجلیل بن الخلیل الفرغانی المرغینانی (۵۱۱ھ۔ ۵۸۳ھ)۔
کراچی، قرآن محل س، ن۔

۳۳۹۔ ہدیۃ العارفین فی اسماء المؤلفین و آثار المصنفین : اسماعیل باشا بغدادی (متوفی ۱۳۳۹ھ)۔
بیروت، دار الفکر ۱۴۰۲ھ۔ ۱۹۸۲ء۔

English Books

1. "An introduction to Islamic Law", *Joseph Schacht*, London, Oxford University Press 1966.
2. "Arabic-English Lexicon", Edited by *Stanley Lane Poole*, London Williams and norgate 1877.
3. "Conflict and Tension in Islamic Junisprodence", *Noel J. Couslon*, London, The University of Chicago Press 1967.
4. "Encyclopaedia of Religion and Ethics", Edited by *James Haslings*, Edinburigh: T. & T. Clark.
5. "Principles of Islamic Junisprodence", *M. Hashim Kamali*, Malaysia Pelanduk Publication 1989.
6. "Shorter Encyclopaedia of Islamic", Edited by *H. A. R Gibb* and *J. H. Kramers*, Leiden E. J Brill 1953.
7. "Source Methodology in Islamic Junisprodence" (*Usural Figh al Islam*), *Taha Jabir al Alwani*, Herndon 1415-1994.
8. "The Encyclopaedia of Religion", Edited by *Mircea Eliade*, New York, Macmillon Publishing Company 1987.
9. "Theories of Islamic Law", *Imran Ahsan Khan Nyazee*, Islamabad, Islamic Research Institute 1994.
10. "The Origins of Muhammadan Jurisprodence", *Joseph Schach*, Oxford 1950.

دارشین خاتم الانبیاء ﷺ نے شریعت کاملہ اور اس کے ابدی دائمی اصول و ضوابط، استنباط و استخراج مسائل اور فقہی جزئیات کی توضیح و تشریح و پوشیدہ جہتوں کے علم کو اصول فقہ کے نام سے مدون کیا ہے ہر دور میں اس فن میں منظوم و منثور، مختصر و مطول کتابیں تصنیف ہوئیں۔

زیر نظر کتاب ”فن اصول فقہ کی تاریخ عہد رسالت ﷺ تا عصر حاضر“ جو درحقیقت ڈاکٹر فاروق حسن صاحب کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے جس میں انہوں نے عہد رسالت سے عصر حاضر تک کے ایک ہزار سے زائد اصولیین کی فن اصول فقہ پر بارہ سو سے زائد کتب کا تعارف، سو سے زائد اہم کتب کا ارتقائی انداز سے تحقیقی تجزیہ پیش کیا ہے۔ نیز مختلف ممالک کے معروضی، سیاسی و جغرافیائی حالات میں فن اصول فقہ کے نشیب و فراز، مصنفین کے مناج، کتب کے مشتملات اہمیت، محاسن و معائب اور شروح و حواشی کو مؤلفین کی تاریخ وفات کی زمانی ترتیب کے لحاظ سے ترتیب دیا ہے۔ اول تا آخر عنوانات و مضامین میں حسن ترتیب، تسلسل، جامعیت و یکسانیت کو خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے۔

ارباب علم و دانش کے لئے انمول علمی تحفہ۔

E-mail: ishaat@pk.netsoir.com
ishaat@cyber.net.pk



طرف مندرجہ ذیل باتوں سے متوجہ کیا۔ امام بدخشی کے کلام کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے۔ امام بدخشی فرماتے ہیں کہ کلام شروح کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے ان میں بہت سی خامیاں ہیں۔ مثلاً :

- ۱۔ بعض شارحین نے صرف الفاظ کے حل اور ظاہری معنی کے بیان کرنے پر اکتفاء کیا اور ان منافع کو اختیار نہیں کیا جن سے پوشیدہ حقائق اور الفاظ کے دقائق ظاہر ہوتے ہوں۔
- ۲۔ اور بعض نے پوشیدہ حقائق کے اظہار کے لئے آسان راستوں کا انتخاب کیا۔ اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا
- ۳۔ بعض طویل بحثیں کیں مگر مشکل و مغلط امور کی گھٹیاں سلجھانے سے اجتناب برتا۔ اس طرح نئے اسرار آشکار ہونے کے بجائے پردہ ہی میں رہے۔ جبکہ بدخشی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس شرح کی تالیف کے دوران علم اولیاء الالہین سے استفادہ کرنے کے ساتھ ساتھ صوفیہ متالہین کے معارف سے بھی روشنی حاصل کی۔
- ۴۔ امام بدخشی فرماتے ہیں کہ انہوں نے ان مقامات کی بھی نشاندہی کی جہاں مصنف (بیضاوی) کو بے جا تنبیہ نشانہ بنایا گیا تھا اور جہاں واقعاً مصنف سے سہو یا تساہل ہوا تھا اور اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ مقامات ہیں جن کو مسالقیین میں سے کسی شارح نے ذکر نہیں کیا تھا اور یہ کہ انہوں نے اس شرح کی تالیف میں علماء متقدمین اور فضلاء متاخرین کی کتب سے استفادہ کیا ہے۔^۱

کتاب ”التمہید فی تخریج الفروع علی اصول“ کا تحقیقی تجزیہ :

کتاب ”التمہید“ کی چند امتیازی باتیں مندرجہ ذیل ہیں :

- ۱۔ اصول کی فروع پر تخریج (تخریج الفروع علی اصول) اس علم کا مقصد اس سوال کا جواب دینا ہوتا ہے کہ فرعی مسائل پر اصول کا کیا اثر پڑتا ہے۔ بالفاظ دیگر اس میں اصول و فروع کے درمیان تطبیق لا کر یہ بتا مقصود ہوتا ہے کہ اصول کے فروع پر کیا اثرات ہوتے ہیں۔ تاریخی ترتیب کے اعتبار سے یہ کتاب اس موضوع پر لکھی جانے والی چوتھی اہم ترین کتاب شمار کی جاتی ہے۔ اس سے قبل ”تاسیس النظر للذبوسی“ (متوفی ۴۳۰ھ) تخریج الفروع علی اصول للزنجانی (متوفی ۶۵۶ھ) اور مفتاح الوصول للی بناء الفروع علی اصول للتمسانی مالکی (متوفی ۷۷۷ھ) تالیف ہو چکی تھیں۔
- ۲۔ علامہ اسنوی نے اپنی کتاب میں کوئی اصولی قاعدہ خالی نہیں چھوڑا، بلکہ قاعدہ کو ذکر کر کے اس کی کوئی فقہی فرائد درج کرنے کی بھی کوشش کی۔
- ۳۔ صرف انہی اصولی قواعد کا احاطہ کیا جو شوافع کے یہاں مختلف فیہ تھے۔ دوسرے فقہی مذاہب سے تعارض نہیں کیا۔
- ۴۔ ”التمہید“ کے مطالعہ کے دوران یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ اصولی قواعد کے اثرات کی وضاحت کے لئے انہوں نے جن فقہی جزئیات کا ذکر کیا ان میں سے بیشتر طلاق اور الفاظ طلاق سے متعلق ہیں۔